خلائی جہاز کی ممی

اے حمید

نیا مکتبہ اقرا

عنبر، ناگ، ماریا اور کیپٹن خلا میں

خلائی جہاز کی ممی

اے حمید

قیمت ۷/۵۰ روپے

بار اول: ۱۹۸۵
ناشر: نیا مکتبہ اقرا، ۱۴۔بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور-۸۰
طابع: تاجدین پرنٹرز، آبکاری روڈ، لاہور

عنبر ناگ ماریا اور کیٹی کے دوستو!

عنبر ناگ ماریا اور کیٹی کا خلائی سفر شروع ہو چکا ہے۔ خلائی انسان اور سرخ بالوں والی امریکی لڑکی جولی اور اس کا سائنس دان ڈیڈی بھی اس پُراسرار سفر میں شامل ہو گئے ہیں۔ ایٹمی جنگ کے بعد زمین پر کہیں کوئی آبادی باقی نہیں بچی۔ ناگ کالو پجاری کے طلسم سے بوڑھا ہو چکا ہے۔ ماریا بھی کالو پجاری کے جادو کے اثر میں ہے۔ عنبر ناگ اور کیٹی کسی نامعلوم خلائی سفر پر چلے جا رہے ہیں۔ یہ لوگ کہاں پہنچیں گے؟ انہیں کیسے کیسے رونگٹے کھڑے کر دینے والے واقعات پیش آئیں گے؟ ان کی ملاقات کہاں ہو گی؟ یہ وہ سوال ہیں جو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی مل سکیں گے۔
عنبر ناگ ماریا اور کیٹی کا سلام قبول کرو دوستو!

تمہارا انکل
اے۔حمید

راہ چمن ۴۵۴ / این سمن آباد لاہور۔

ترتیب

خلائی جہاز کی ممی

عنبر خاموش نظروں سے اس پُر اسرار عورت کو تک رہا تھا۔

یہ زرد تاج، کھوپڑی اور تلوار والی انسانی شکل کی عورت عنبر کے مرتبان کے پاس آکر رُک گئی۔ اب عنبر نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں بھی دو سوراخ تھے جن میں زرد روشنی چمک رہی تھی۔ یہ مجھ سے کیا سلوک کرے گی؟ عنبر نے سوچا۔

اس عورت نے مرتبان میں ہاتھ ڈال کر عنبر کو اپنے ہاتھ میں تھامی ہوئی کھوپڑی میں ڈال دیا اور واپس چلتی بڑے سر کی آنکھ کے سوراخ میں داخل ہو گئی عنبر انسانی کھوپڑی کے اندر کھوپڑی کی آنکھ میں سے دیکھ رہا تھا عورت ایک سرنگ میں سے گزرتی ایک ایسے ہال کرے میں آ گئی جہاں عنبر نے محسوس کیا کہ گرمی بالکل نہیں ہے بلکہ فضا میں ٹھنڈک ہے۔ عورت ایک دوسرے
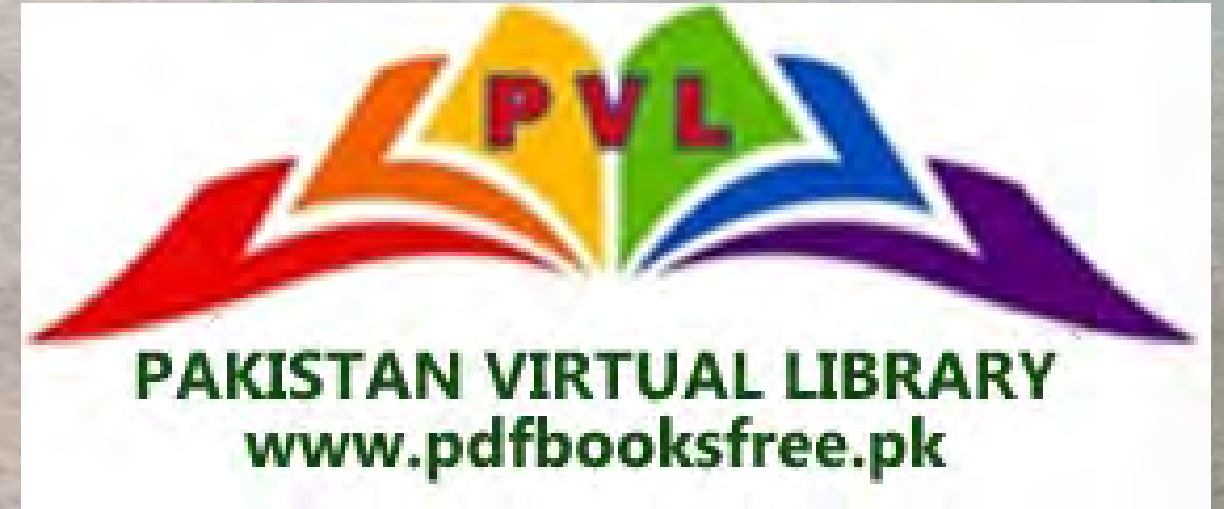
کمرے میں آئی جہاں اس کے انتظار میں وہ اسی شکل
کے آدمی عجیب قسم کے لمبے چمکیلے چغے پہنے کھڑے
تھے۔ ان کے پاس ہی سامنے دیوار کے ساتھ شیشے
کے سلنڈر تھے۔

تاج والی عورت کو دیکھ کر دونوں آدمیوں نے
اپنے سر جھکا دیئے۔ عورت نے کھوپڑی میں سے عنبر
کو نکال کر ایک تھالی میں رکھ دیا۔ دونوں خلائی انسان
جن کے ماتھوں پر ایک ایک آنکھ تھی بڑی حیرت
سے چھوٹے سے عنبر کو دیکھنے لگے۔

عورت نے اپنی خلائی زبان میں کہا:

"اسے بھی اس کے دونوں ساتھیوں کے ہمراہ
یخ بستہ کر دو۔"

عنبر نے چونک کر دوسرے سلنڈروں کی طرف دیکھا۔
اسے ایک سلنڈر میں ناگ اور دوسرے سلنڈر میں
کیٹی نظر آئے جو سفید برف میں ڈوبے ہوئے تھے۔
صرف ان کے سر برف سے باہر تھے۔ ان کے سر
پر خلائی خول نہیں تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ انہیں
سلنڈروں میں یخ بستہ کرنے سے پہلے ان کے خلائی
سوٹ اتار دیئے گئے تھے۔ تو پھر انہوں نے فضا کے
دباؤ کو کیسے برداشت کیا؟ عنبر سوچنے لگا۔ جلد ہی اسے

اس کا جواب مل گیا۔

زرد تاج والی عورت نے اپنے ساتھی سے کہا:

"اس بونے انسان کو ہمارے سیارے کے دباؤ کو
برداشت کرنے والا انجکشن لگایا جائے۔"

اسی وقت ایک خلائی انسان نے الماری میں سے ایک
چھوٹا سا زرد سرنج نکالا۔ عنبر کی گردن کے قریب لا کر
اسے انجکشن لگا دیا۔ عنبر حیران رہ گیا۔ اس کی گردن کا
گوشت نرم ہو گیا ہوا تھا۔ انجکشن کے لگتے ہی اس کی
گردن سخت ہونے لگی۔ تیسرے سلنڈر کا ڈھکنا کھول
دیا گیا۔ خلائی انسان نے عنبر کو اٹھا کر سلنڈر کے اندر
رکھ دیا۔ ڈھکنا بند کر دیا گیا۔ سلنڈر میں سفید گیس پھیلنے
لگی جو برف بنتی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں عنبر سرد
یخ برف میں دب چکا تھا۔ صرف اس کی گردن باہر تھی۔

زرد تاج والی عورت اور دونوں خلائی انسان کمرے
سے باہر نکل گئے۔

ان کے جانے کے بعد عنبر نے اپنی پوری طاقت
لگا کر سلنڈر میں جمی ہوئی برف کی سل میں سے باہر
نکلنے کی کوشش کی مگر برف نے اسے بڑی طرح جکڑ
رکھا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے ذرا سا بھی نہ ہل سکا۔ عنبر

نے کئی بار کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ آخر اس نے بے بس ہو کر اپنی آنکھیں بند کر لیں اور سوچنے لگا کہ ناگ اور کیٹی اس برف کی سردی میں کہیں ہلاک تو نہیں ہو جائیں گے۔ عنبر تو مر نہیں سکتا تھا لیکن ناگ اور کیٹی کو یہ قیامت کی ٹھنڈی برف موت کے قریب کر سکتی تھی۔

وقت گذرتا چلا گیا۔ وہاں نہ رات تھی نہ دن نہ دوپہر۔ عنبر نے آنکھیں کھول کر دیکھا کہ کمرے میں ایک جیسی ہلکی زرد روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس روشنی میں کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ نہ کم ہو رہی تھی نہ زیادہ ہو رہی تھی۔ ناگ اور کیٹی ابھی تک سلنڈر کی برف میں دبے بے ہوش تھے۔ سب سے پہلے ناگ کو ہوش آیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ شیشے کے ایک سلنڈر میں برف میں دبا ہوا ہے۔ اس نے اپنے ہاتھ پاؤں ہلانے چاہے مگر کامیاب نہ ہوا۔ اس کا سارا جسم سرد پتھر بن گیا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہاں کوئی مخلوق رہتی ہے جس نے اسے اس سلنڈر میں یخ بستہ کر دیا ہے۔ مگر جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ناگ عنبر اور کیٹی نے ہمت کبھی نہیں ہاری تھی۔ وہ مصیبت میں بھی کبھی نہیں گھبرائے تھے اور ہر مصیبت

کا ڈٹ کر مقابلہ کیا کرتے تھے۔

چنانچہ ناگ نے سوچا کہ اسے کسی طریقے سے اس سلنڈر سے باہر نکلنا چاہیے۔ اس نے سانس اندر کو کھینچ کر باہر چھوڑا اور وہ سانپ کی شکل میں آگیا۔ ناگ نے پھنکار مار کر چاہا کہ برف کو پگھلا دے اور سلنڈر کو اپنی پھنکار کی آگ سے پگھلا ڈالے مگر اس کے منہ سے جو پھنکار کے ساتھ سانس نکلا وہ بھی برف بن کر نیچے گر پڑا۔ بجائے اس کے کہ ناگ اپنی پھنکار سے سلنڈر کو پگھلا کر باہر نکل جاتا وہ خود اس قدر ٹھنڈا یخ ہو گیا کہ اب نہ تو اپنی جگہ سے ہل سکتا تھا اور نہ اس کے منہ سے پھنکار ہی باہر نکل سکتی تھی۔ ناگ برف میں دب گیا۔

کیٹی کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے سلنڈر میں برف میں دبی بالکل بے ہوش تھی۔ اسے ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔ ان کا خلائی جہاز باہر بھوری پہاڑی کے دامن میں اسی طرح موجود تھا۔ اس کی ساری بتیاں بجھی ہوئی تھیں۔ اس کے کیبن میں فرعون مصر کی ممی اسی طرح تابوت میں لیٹی ہوئی تھی اس کا سائز بھی عنبر کی طرح چھوٹا ہو کر ماچس کی ڈبیا جتنا ہو گیا ہوا تھا۔ فرعونِ مصر کی ممی کی آنکھیں کھلی تھیں۔ جب بہت وقت گذر گیا

تو ممی کو احساس ہونے لگا کہ ہیلی کاپٹر کی فضا میں زرد دھند داخل ہونے لگی ہے۔

یہ زرد دھند سانپ کی لہر کی طرح ایگزاسٹ پائپ میں سے اندر آ رہی تھی۔ یہ لہر کیبن کی مشینوں کے سوراخ میں سے اندر آ گئی۔ جب یہ زرد دھند کی لہر فرعون مصر کے تابوت کو چھوئی تو تابوت کو ایک جھٹکا لگا اور تابوت خانے میں سے اچھل کر ہیلی کاپٹر کی سیٹ پر سے لڑھکتا ہوا صاف شفاف فرش پر آن گرا۔

زرد دھند اب کیبن میں پھیل گئی تھی۔ اس کا اثر تابوت پر ہونے لگا اور تابوت نے بڑا ہونا شروع کر دیا۔ ممی کے تابوت میں پانچ ہزار سال پہلے کچھ ایسے مسالے لگائے گئے تھے جن کے ساتھ جب خلائی سیارے کی زرد دھند کے ذرے ٹکرائے تو ایک کیمیکل ردعمل ہوا اور ممی بھی تابوت کے ساتھ بڑی ہونے لگی۔ چند سیکنڈوں میں فرعون مصر کی ممی تابوت کے ساتھ ہی بڑی ہو گئی۔ اب اس کا سائز وہی تھا جو ایک عام انسان کا سائز ہوتا ہے۔

فرعون مصر کی ممی کے تابوت کا جہاں منہ تھا۔ وہاں تابوت کے اوپر چوکھٹا کھلا تھا۔ ممی نے اس چوکھٹے میں سے چھت کو دیکھا اور پھر اپنے دونوں ہاتھ

اٹھا کر تابوت کا ڈھکنا اکھاڑ کر پرے پھینک دیا۔ ممی تابوت سے باہر نکل آئی۔ وہ خلائی جہاز کے کیبن کے فرش پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ فرعون مصر کی اس ممی کے سارے جسم پر زرد رنگ کی پٹیاں لپٹی ہوئی تھیں اور گردن میں سونے کا ایک سانپ لپٹا تھا۔ تابوت سے باہر آتے ہی سونے کے اس سانپ میں جان پڑ گئی اور وہ ممی کی گردن سے اُتر کر اس کی کلائی کے گرد لپٹ گیا اور اپنا منہ کھول کر پھنکارنے لگا۔

ممی اب آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی خلائی جہاز کے دروازے پر آئی۔ اس نے اپنی خفیہ طاقت سے اندازہ لگا لیا تھا کہ ناگ کیٹی اور عنبر وہاں سے شمال مغرب کی جانب ایک عمارت کے نیچے کسی جگہ پر ہیں۔ ممی نے ہاتھ کے ایک ہی جھٹکے سے خلائی جہاز کا بھاری بھرکم دروازہ کھول دیا اور راہ داری میں سے ہو کر دوسرے دروازے پر آ کر اسے بھی کھول دیا۔ باہر کی فضا میں شدید گرمی اور شدید دباؤ تھا۔ ممی کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا۔ مگر اس پر خلائی سیارے سیکرد ھتوں کی حرارت اور دباؤ کا کوئی اثر نہ ہو سکا۔

ممی خلائی جہاز کی سیڑھی پر سے اتر کر نیچے زمین

پر آ گئی۔ اس نے شمال مغرب کی طرف منہ اٹھا کر
دیکھا۔ فضا میں وہی زرد دھند پھیلی ہوئی تھی جس نے
اسے تابوت میں بڑا کر کے زندہ کر دیا تھا۔ ممی نے
شمال مغرب کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ پہاڑی کے پیچھے
والے میدان میں آ کر اس نے دیکھا کہ دُور ایک عمارت
ہے جس کے گرد دھند کی زرد لہریں سانپ کی طرح
لپٹی ہوئی ہیں۔

ان لہروں کو دیکھ کر ممی کی کلائی سے لپٹے ہوئے
سانپ نے زور سے پھنکار ماری۔ ممی اس عمارت کی طرف
چلنے لگی۔ عمارت کا دروازہ پہلے جو کھلا تھا۔ اب بند
تھا۔ یہ دروازہ کیا تھا ایک چٹان تھی جو دروازے کے
آگے آ گئی تھی۔

ممی آہستہ آہستہ چلتی عمارت کے پیچھے آئی تو دیکھا
کہ یہاں ایک تکونی کھڑکی ہے جس پر زرد فولاد کی
سلاخیں لگی ہیں۔ ممی نے سلاخوں میں ہاتھ ڈال کر انہیں
اکھاڑ کر پھینک دیا اور کھڑکی میں سے اندر داخل ہو گئی۔
وہ ایک سرنگ میں آ گئی۔ یہاں اندھیرا تھا مگر ممی اس
اندھیرے میں بھی دیکھ رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی
آگے چلنے لگی۔ سرنگ ایک جگہ گھومی تو اسے ایک لڑکی

کے آہستہ آہستہ سسکیاں بھرنے اور رونے کی آواز سنائی دی۔
ممی ایک لمحے کے لیے اپنی جگہ پر رُک گئی۔ پھر اس نے
اس طرف قدم بڑھایا جدھر سے کسی لڑکی کے رونے کی
آواز آ رہی تھی۔

اس نے تھوڑی دور جا کر دیکھا کہ ایک دروازہ ہے
جس پر سلاخیں لگی ہیں۔ آواز اس کے اندر سے آ رہی
تھی۔ ممی نے سلاخوں کے ساتھ آنکھیں لگا کر دوسری طرف
نگاہ ڈالی۔ دوسری طرف نیچے ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس
کی دیواریں زرد تھیں۔ اس پر کوئی ایسا مسالہ لگایا گیا تھا
کہ دیواروں میں سے روشنی نکل رہی تھی۔ درمیان میں ایک
سٹریچر بچھا تھا جس پر ایک لڑکی کو چمڑے کے تسموں سے
جکڑا ہوا تھا۔ اس لڑکی کے سر کے اوپر ایک گول خول
لٹک رہا تھا جس میں سے زرد رنگ کی شعاعیں نکل نکل
کر اس لڑکی کے جسم پر پڑ رہی تھیں۔

ان زرد شعاعوں میں جانے کیا بات تھی کہ لڑکی کو
تکلیف ہو رہی تھی اور وہ رو رہی تھی مگر وہ اپنا جسم
نہیں ہلا سکتی تھی۔ ممی نے دیکھا کہ وہ جس کھڑکی کے
ساتھ لگ کر کھڑی ہے وہ دوسرے کمرے کا روشن دان
ہے۔ کمرہ خالی تھا۔ دیوار کے ساتھ ایک اونچی مشین کھڑی تھی

جس کے ڈائیل میں رنگ برنگے بلب جل بجھ رہے تھے۔
ممی سے اس لڑکی کی حالت دیکھی نہ گئی۔ اس نے
اس کی مدد کا فیصلہ کر لیا۔ ممی نے روشن دان کی سلاخوں
کو بھی اکھاڑ کر ایک طرف پھینک دیا اور روشندان
میں سے اندر کمرے میں چھلانگ لگا دی۔ سٹریچر پر لیٹی
لڑکی نے ایک عجیب قسم کے انسان کو جس کے سارے
جسم پر زرد پٹیاں لپٹی تھیں روشن دان میں سے دھم
سے اندر گرتے دیکھا تو دہشت کے مارے چپ ہو گئی
وہ سمجھی کہ یہ بھی کوئی خلائی مخلوق ہے جو اس کے عذاب
میں اضافہ کرنے آئی ہے۔
لڑکی نے اپنی خلائی زبان میں کہا:
"مجھے جان سے نہ مارو۔ میں نے کوئی قصور نہیں
کیا۔ میں کسی کی دشمن نہیں ہوں۔"
فرعون مصر کی ممی بھی چونکہ پانچ ہزار برس پرانے زما
سے چلی آ رہی تھی اس لیے وہ بھی ہر زبان سے
واقف تھی اور ہر زبان کو سمجھ لیتی تھی۔ وہ آہستہ آہ
سٹریچر کے قریب آئی۔ اس نے لڑکی کو دیکھا۔ اس
کی شکل زمین کی لڑکیوں کی شکل جیسی تھی۔ ایسا معل
ہو رہا تھا کہ وہ اسی کی زمین کی رہنے والی ہے

اس کی آنکھیں سبز تھیں رنگ گورا اور بال سیاہ تھے۔
لڑکی کی عمر اٹھارہ انیس برس کی تھی۔
لڑکی نے خوف کے مارے آنکھیں بند کر لیں۔ ممی نے
جھک کر دھیمی آواز میں اسی کی زبان میں کہا:
"میں تمہیں یہاں سے نکالنے آیا ہوں۔ میرا نام
فرعون ہے۔ گھبراؤ نہیں۔"
لڑکی نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور ممی کو حیرانی سے
دیکھنے لگی۔ اسے اب ممی کا چہرہ خوفناک نہیں لگ رہا تھا
اس نے پوچھا:
"تم اس خلائی سیارے کی مخلوق نہیں ہو۔ تم
کہاں سے آئے ہو۔ تم کس سیارے کی مخلوق ہو؟"
فرعون مصر کی ممی نے کہا:
"یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔ مجھے بتاؤ کہ
میں اس مشین کو کیسے بند کروں جس کی شعاعیں
تمہارے جسم پر پڑ رہی ہیں۔"
لڑکی نے دیوار کے ڈائیل کی طرف اشارہ کیا۔
"اس سرخ ہتھی کو نیچے کھینچ دو۔"
ممی نے ایسا ہی کیا۔ ہتھی کے نیچے ہوتے ہی لڑکی کے اوپر
جھکے ہوئے خول میں سے زرد شعاعوں کی پھوار رک گئی۔

ممی نے لڑکی کے تسمے کھول دیئے۔ لڑکی سٹریچر سے اُتر
آئی اور بولی:
"میرے ساتھ آؤ۔ میں ان کا خفیہ راستہ جانتی ہوں۔"
ممی نے کہا:
"میں تمہیں روشن دان سے باہر نکال سکتا ہوں۔"
لڑکی بولی: "مشین بند ہو گئی ہے۔ سیکرو بھوتوں کی
مخلوق کو پتہ چل گیا ہے۔ وہ میری تلاش میں باہر
نکل آئیں گے۔ اس لیے ہمیں خفیہ راستے سے
جانا ہو گا۔"
لڑکی فرعون کی ممی کو لے کر اس کمرے کے ایک
کونے میں آئی۔ یہاں اس نے دیوار میں ایک خفیہ بٹن
کو تلاش کر کے دبایا تو دیوار ایک جگہ سے ہٹ گئی۔
نیچے سیڑھی جاتی تھی۔ ممی اور لڑکی سیڑھیاں اُتر کر ایک
تنگ راہ داری میں آ گئے جہاں گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔
راہ داری ختم ہوئی تو دیوار میں ایک سوراخ نظر آیا۔
اس سوراخ میں سے بھوری زردی مائل روشنی آ
رہی تھی۔ وہ دونوں اس سوراخ میں سے دوسری طرف چلے
گئے یہ کسی لیبارٹری کا حصہ تھا۔ یہاں چھت پر سے روشنی
نکل رہی تھی اور دیوار کے ساتھ شیشے کے سلنڈروں میں

انسانی ڈھانچے لٹک رہے تھے۔
لڑکی نے ممی کو بتایا:
"ان سارے انسانوں کو سیکرو بھوتوں کی خلائی
مخلوق نے تمہاری زمین کے گرد مدار میں ان
خلائی جہازوں سے اغوا کیا ہے جو اپنا راستہ
بھول کر بھٹک جاتے ہیں۔ یہ لوگ ان کے جسموں
سے سارا کیلشیم اور فاسفورس نکال کر برف میں
یخ بستہ کر لیتے ہیں۔"
اچانک ممی نے کہا:
"ہم بھی زمین سے بھٹک کر اس سیارے پر آ
نکلے ہیں۔ میرے ساتھ میرے دو ساتھی بھی ہیں۔
جن کی مجھے تلاش ہے۔"
لڑکی نے گھبرا کر کہا:
"اس وقت تم انہیں تلاش نہیں کر سکو گے۔
کیوں کہ خلائی مخلوق کو میرے فرار کا علم ہو
گیا ہے اگر ہم نے یہاں دیر کر دی تو میرے
ساتھ یہ لوگ تمہیں بھی برف میں یخ بستہ
کر کے تمہارے جسم سے سارا کیلشیم اور فاسفورس
نکال لیں گے۔"

لڑکی ممی کو لے کر ایک کمرے میں داخل ہوئی کیونکہ
یہاں سے ایک رستہ اس زیر زمین خلائی جہنم سے باہر
بھوری پہاڑیوں کو جاتا تھا۔ جونہی وہ کمرے میں داخل
ہوئے۔ ان کے سامنے تین خلائی گارڈ ہاتھوں میں خلائی
گنیں لیے کھڑے انہیں اپنی ایک ایک آنکھ سے قہر بھری
نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

لڑکی تڑپ کر ایک طرف ہٹی تو ایک خلائی گارڈ
نے اس پر فائر کر دیا۔ خلائی گن میں سے زرد رنگ
کی شعاع نکلی مگر لڑکی بچ گئی۔ دوسرے خلائی گارڈ نے
فرعون مصر کی ممی پر شعاع پھینکی۔ ایک دھماکہ ہوا مگر
ممی پر شعاع کا کوئی اثر نہ ہوا۔ ممی کی کلائی والے سنہری
سانپ نے غضبناک پھنکار ماری اور اچھل کر خلائی
گارڈ کی آنکھ پر ڈس دیا۔ اس ہزاروں سال پرانے انتہائی
زہریلے سانپ کے زہر نے خلائی گارڈ کے سارے جسم
کو پگھلا کر پانی بنا دیا۔ دوسرے گارڈ نے سانپ پر
حملہ کیا مگر سانپ اس کی گردن سے لپٹ گیا اور
فوراً ڈس دیا۔ تیسرے خلائی گارڈ کو آگے بڑھ کر ممی
نے دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھایا اور اتنی زور سے
زمین پر پٹخا کر اس کے جسم کے تین ٹکڑے ہو گئے۔

لڑکی نے کہا:

"یہ ایک خلائی گن تم اٹھا لو فرعون ہمارے
کام آئے گی۔"

ممی نے بھی ایک گن اٹھا لی۔ لڑکی اسے لے کر
کمرے میں گھس گئی۔ یہاں چاروں طرف مشینیں ہی
مشینیں لگی تھیں اور ایک جگہ دیوار میں سے زرد رنگ
کی دھند کی لہریں اندر داخل ہو رہی تھیں۔

لڑکی نے کہا:

"فرعون! یہی راستہ باہر نکلنے کا ہے۔ آؤ۔"

دیوار کے شگاف پر ایلومونیم کا چوکھٹا لگا تھا۔
ممی نے اس چوکھٹے کو توڑ ڈالا اور وہ دونوں شگاف
میں سے نکل کر دوسری طرف گئے تو وہاں بھوری بھوری
پہاڑیاں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں۔

لڑکی نے کہا:

"ہمیں کسی جگہ چھپ جانا چاہیے۔"

ممی نے کہا:

"ہمارا خلائی جہاز یہاں سے تھوڑی دور تکونی بھوری
پہاڑیوں کے درمیان ایک جگہ پر موجود ہے تم
میرے ساتھ وہاں چلو۔"

لڑکی بولی: "یہ خلائی مخلوق اس خلائی جہاز کو
پتہ لگ جانے پر تباہ کر دے گی۔"
ممی نے کہا:
"دیکھا جائے گا۔ اس وقت تمہارے لیے وہی
ایک حفاظت کی جگہ ہے۔"
ممی اور لڑکی بھوری پہاڑیوں کے "تنگ و تاریک
راستوں سے ہوتے اس خفیہ مقام پر پہنچ گئے جہاں
عنبر ناگ کا خلائی جہاز موجود تھا۔ ممی نے لڑکی کو اس
جہاز کے کیبن میں بٹھا دیا اور اس سے پوچھا کہ
وہ کس سیارے سے یہاں پہنچی ہے۔
لڑکی نے کہا:
"ہمارا سیارہ یہاں سے اربوں میل کے فاصلے
پر ہے۔ ہمارے سیارے پر بھی تمہاری زمین کی
طرح کی آب و ہوا ہے۔ وہاں میرے
باپ گیانگ کی حکومت ہے۔ ہم بڑے امن
پسند لوگ ہیں۔ مگر سیکروشون سیارے کی اس
مخلوق کو میرے باپ سے دشمنی ہو گئی اور یہاں
کی ملکہ زرد تاج نے اپنے آدمیوں سے مجھے
اغوا کروا لیا۔ اگر تم وقت پر میری جان بچانے

نہ پہنچ جاتے۔ تو ان خلائی عفریتوں نے میرے
جسم کا سارا کیلشیم اور فاسفورس نکال لیا ہوتا۔
پہلے انہوں نے مجھے دس روز تک برف کے
سلنڈر میں یخ بستہ رکھا تھا۔"
ممی نے کہا:
"تو کیا انہوں نے میرے ساتھیوں ناگ کیپٹن
اور عنبر کو بھی کسی جگہ یخ بستہ کر رکھا ہو گا۔"
ممی نے پوچھا:
"تمہارا نام کیا ہے؟"
لڑکی نے اپنا نام شکالی بتایا۔
فرعون مصر کی ممی نے کہا:
"شکالی! کیا تم بتا سکتی ہو کہ ان خلائی شیطانوں
نے میرے ساتھیوں کو کس جگہ یخ بستہ کر رکھا
ہو گا؟ کیوں کہ میں انہیں بھی ان کے چنگل
سے بچانا چاہتا ہوں۔"
شکالی بولی: "جس شگاف میں سے زرد دھند کی
لہریں نیچے لیبارٹری میں جاتی ہیں اور جہاں سے
ہم نکل کر آئے ہیں اگر ہم اس میں داخل ہو کر
لیبارٹری کے دائیں جانب چلیں تو دس قدم پر

ایک سیڑھی نیچے جاتی ملے گی۔

یہ سیڑھی تمہیں ایک خفیہ
دروازے پر لے جائے گی جو یخ بستہ سلنڈر روم
میں کھلتا ہے۔ تمہارے ساتھی ضرور اسی سلنڈر روم
میں ہوں گے۔"

ممی نے خلائی لڑکی شکالی سے کہا:
"تم اسی جگہ رہنا اور فکر نہ کرنا۔ ہمارے خلائی جہاز
پر اس مخلوق کی کوئی شعاع کوئی آگ اثر
نہیں کر سکتی۔ میں اپنے ساتھیوں کو چھڑا کر ابھی
واپس آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر فرعون مصر کی ممی خلائی جہاز سے نکل کر
واپس لیبارٹری کے شگاف کی طرف روانہ ہو گئی۔ جب ممی
شگاف کے پاس پہنچی تو وہ زرد رنگ کی دھند کی لہروں
کے ساتھ ہی اندر لیبارٹری میں آ گئی۔ وہ لیبارٹری سے
نکل کر دائیں جانب، دس قدم مڑی تو اچانک اوپر سے
سفید رنگ کی گیس کی پھوار اس کے اوپر گرنے لگی۔
ممی کی کلائی سے لپٹے سنہری سانپ نے ایک بھیانک
پھنکار ماری۔ اس کے بعد سنہری سانپ برف کی طرح
ٹھنڈا ہو کر پتھر بن گیا۔ فرعون مصر کی ممی نے بھی

محسوس کیا کہ اس کا سارا جسم برف کی طرح یخ ہو کر جم
گیا ہے اور وہ ایک قدم بھی آگے نہیں اٹھا سکتی۔

اتنے میں لیبارٹری میں سے وہی زرد تاج والی
عورت نکل کر ممی کے سامنے آ گئی۔ اس کے ساتھ
چار خلائی گارڈ بھی تھے جن کے ہاتھوں میں خلائی گنیں
تھیں۔ زرد تاج والی عورت کی آنکھوں کے سوراخوں میں
سے بڑی غضب ناک سرخ روشنی نکل رہی تھی۔ اس نے
کھوپڑی والا ہاتھ فضا میں بلند کیا اور چیخ کر ایسی غصیلی
آواز میں بولی:

"اسے تہہ خانے والے سلنڈر میں لے جا کر بند
کر دو اور شکالی کو سارے سیارے پر تلاش کرو۔
وہ کہیں نہیں جا سکتی۔"

خلائی گارڈز نے فرعون مصر کی ممی کو پتھر کے بت
کی طرح اٹھایا اور سیڑھیاں اتر کر زیر زمین تہہ خانے
کی طرف چلے گئے۔ زرد تاج والی عورت پھنکارتی ہوئی
دوسری طرف تیز تیز قدم اٹھاتی چلی گئی۔ ایک کمرے میں
جا کر اس نے کمپیوٹر کی سکرین کو روشن کیا اور اس میں
سارے سیارے کی زمین نظر آنے لگی۔ زرد تاج والی عورت
نے ساری زمین، بھوری پہاڑیوں اور میدانوں کو دیکھا مگر

شکالی کہیں دکھائی نہ دی۔ خلائی جہاز بھی اس کی
نظروں میں نہ آسکا۔

عنبر ناگ کا خلائی جہاز تکونی بھوری پہاڑی کے
دامن میں ایک گہری کھڈ کے کنارے پہاڑی کی دیوار
کے ساتھ لگا تھا۔ یہاں زرد تاج والی عورت کے ریڈار
کی شعاعیں نہ پہنچ سکی تھیں۔ وہ جھنجھلا کر اٹھی اور
دوسرے کمرے میں جاتے ہی اس نے مائیکروفون سگنل
پر اعلان کیا۔

"شکالی ہمارے دشمن سیارے کے بادشاہ کی بیٹی
ہے وہ کسی نہ کسی طرح فرار ہونے میں کامیاب
ہو گئی ہے۔ مگر وہ ہمارے سیارے سے باہر کہیں
نہیں جا سکتی۔ میں اپنی خلائی فوج کے کمانڈر کو حکم
دیتی ہوں کہ وہ شکالی کو تلاش کر کے میرے
سامنے حاضر کرے۔"

شکالی خلائی جہاز کے کیبن میں سر جھکائے خاموش بیٹھی
تھی۔ فرعون مصر کی ممی برف کی طرح یخ پتھر بنی لیبارٹری
کے نیچے تہہ خانے میں پڑی تھی۔ کیپٹن اپنے سلنڈر میں برف
میں گردن تک دبی بے ہوش تھی۔ ناگ اس کے ساتھ والے
سلنڈر میں سانپ کی شکل میں بے حس برف پر سر رکھے

لیٹا تھا۔ ایک سلنڈر میں عنبر برف میں دبا ہوا تھا۔ ایسی
بے بسی کی حالت ان کی پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔

عنبر اور ناگ ہوش میں تھے مگر ان دونوں میں سے
کسی کو ایک دوسرے کی خوشبو نہیں آ رہی تھی۔ عنبر کو
اپنی بے بسی کی حالت کا شدید یعنی بہت ہی زیادہ
اور گہرا احساس تھا۔ ایک تو وہ بہت چھوٹا ہو گیا
تھا۔ دوسرے بے جان سرد برف میں دبا پڑا تھا۔ اس
کا دل خدا کی یاد سے بھر گیا اور آنکھوں میں آنسو آ
گئے۔ اس نے اپنے دل ہی دل میں خدا وند کریم کو یاد
کرتے ہوئے فریاد کی۔

"اے دونوں جہانوں کے پالنے والے! تو دنیا اور
آخرت کا مالک ہے۔ تیری اجازت کے بغیر
کسی کو دم مارنے کی جرأت نہیں، تو قادرِ مطلق
ہے۔ میں تیری مرضی سے زندہ ہوں۔
اگر تیری رضا، تیری
مرضی شامل نہ ہوتی تو میں کبھی پانچ ہزار سال
سے زندہ چلا نہ آتا۔ اب تیرا یہ گناہگار بندہ
عجیب مشکل میں ہے۔ مصیبت میں پھنس چکا
ہے۔ کیا تو اپنے بندے پر رحم نہیں کرے گا؟

تیرے سوا اس وقت میری کوئی مدد نہیں کر
سکتا۔ اے میرے خدا! میری مدد فرما! میری
مدد فرما!"

عنبر نے یہ الفاظ خداوند کریم کے حضور بڑی عا
سے ادا کیے۔ ابھی یہ الفاظ اس کے ذہن نے دہرا
ہی تھے کہ اس کو یوں محسوس ہوا جیسے سلنڈر کو کسی
نے زور سے دھکا دیا ہے۔ عنبر جس برف میں د
ہوا تھا وہ تڑخ گئی۔ عنبر کا جسم برف سے آزاد ہو
گیا۔ سلنڈر ابھی تک ہل رہا تھا۔ عنبر نے آنکھیں کھول
دی تھیں۔ سلنڈر کا ڈھکنا اپنے آپ علیحدہ ہو گیا۔ عنبر
سلنڈر سے باہر نکل آیا۔ وہ ایک چوہے کی طرح فرش
پر دوڑ کر ناگ کے سلنڈر کی طرف گیا ہی تھا کہ اس کا
قد ایک دم بڑھنے لگا۔ عنبر اسی جگہ رُک گیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے عنبر کا قد پورے جوان آدمی کا
ہو گیا۔

عنبر نے اپنے جسم کو خوش ہو کر دیکھا اور پھر
وہیں خدا کے حضور سجدے میں گر پڑا۔ اس کی آنکھوں
میں آنسو آ گئے۔ اس نے آنسو بہاتے ہوئے خدا کا شکر
ادا کیا۔ پھر وہ اٹھا اور ناگ اور کیٹی کے سلنڈر کو

دیکھا کہ دونوں اس میں پڑے تھے۔ کیٹی تو برف میں
گردن تک دبی بے ہوش تھی۔ البتہ ناگ سانپ کی
شکل میں برف پر آہستہ آہستہ ہل رہا تھا۔

عنبر نے سب سے پہلے ناگ کو سلنڈر میں سے نکالا
اور کہا:

"ناگ! گھبراؤ مت۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

ناگ نے عنبر کو پورے قد میں دیکھا تو خوشی سے کہا:

"عنبر بھیا! تم تو بڑے ہو گئے۔ اب میں کب
جوان ہوں گا۔ میرے بوڑھے جسم پر تو جھریاں
ہی جھریاں ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"پہلے کیٹی کو سلنڈر میں سے آزاد کر لوں۔"

عنبر نے دوسرے سلنڈر میں سے کیٹی کو بھی برف
توڑ کر باہر نکال لیا۔ کیٹی نے برف سے آزاد ہوتے
ہی آنکھیں کھول دیں۔

"میں کہاں ہوں؟" اس نے آنکھیں گھما کر کہا۔
"ارے عنبر! عنبر بھیا! تم بڑے ہو گئے۔ مگر یہ
میرا جسم اتنا برف کیوں ہو رہا ہے؟"

ناگ نے کہا:

"یہاں سے نکلنے کے بعد ہی بتائیں گے۔"

"ناگ بھیا! تم بے انتہا بوڑھے سانپ ہو ابھی تک؟ تمہاری جوانی واپس کیوں نہیں آئی؟"

عنبر نے کہا:

"خدا کے لیے یہاں سے فرار ہونے کے بارے میں غور کرو میرے ساتھ آؤ۔"

کیٹی نے کمرے میں چاروں طرف دیکھا اور کہا:

"میرے خدا! یہ برف والے سلنڈر کہاں سے آ گئے۔ ہم یہاں کیسے پہنچ گئے ناگ بھیا؟"

ناگ بوڑھے سانپ کی شکل ہی میں تھا۔ عنبر نے اسے اٹھا کر اپنی گردن کے گرد لپیٹ لیا اور کہا:

"خدا نے ہماری مدد کی ہے۔ خدا نے میری فریاد سن لی ہے اگر وہ میری مدد کو نہ آتا تو ہمارا حشر خدا جانے کیا ہوتا۔"

کیٹی نے چاروں طرف نگاہیں دوڑاتے ہوئے کہا:

"یہاں سے باہر نکلنے کا کون سا راستہ ہے؟" عنبر نے دیوار میں ایک جگہ بنے ہوئے دروازے کے نشان کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہو سکتا کیٹی!

تم میرے پیچھے رہنا۔ ہو سکتا ہے اس خلائی مخلوق کے خلائی پستول کی شعاع تم کو ہلاک کر ڈالے۔"

کیٹی، عنبر کے پیچھے ہو گئی۔

عنبر نے دیوار کے قریب پہنچ کر دروازے کے نشان کی جگہ فولاد کی مضبوط چادر پر دونوں ہاتھوں کا زور سے دباؤ ڈالا۔ ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ دروازہ کھل کر دوسری طرف گھوم گیا۔ ان کے سامنے ایک نیم روشن راہ داری تھی۔ یہ لیبارٹری کی راہ داری تھی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتے راہ داری میں لیبارٹری کے آگے سے گزرے تو انہیں اندر کسی مشین کے چلنے کی آواز سنائی دی۔ یہ وہی لیبارٹری تھی جس کے تہہ خانے میں فرعون مصر کی ممی برف کی طرح یخ ہو کر فرش پر پڑی تھی۔

انہیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ باہر کو راستہ کدھر سے جاتا ہے۔ آگے راہ داری بند ہو گئی تھی۔ عنبر نے کیٹی کو اپنے پیچھے ایک طرف کھڑے ہونے کا اشارہ کیا اور خود کان لگا کر سننے لگا۔ لیبارٹری کی طرف سے اسے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ وہ خود بھی راہ داری کی دیوار کے ساتھ ایک جگہ اندھیرے میں لگ کر کھڑا ہو گیا۔

لیبارٹری کی طرف سے ایک خلائی گارڈ جس کے ہاتھ میں
خلائی گن تھی چلا آ رہا تھا۔

جب یہ خلائی گارڈ عنبر کے قریب سے گذرا تو
عنبر نے اس کی گردن پر آہستہ سے ہاتھ مارا۔ خلائی گارڈ
کو یوں لگا جیسے کسی نے اس کی گردن پر ہتھوڑا مار دیا ہے۔
عنبر کی اصلی طاقت واپس آ چکی تھی۔ خلائی گارڈ کے ہاتھ
سے خلائی گن گر پڑی۔ عنبر نے گن اٹھا کر خلائی گارڈ کی
کھوپڑی سے لگا دی اور اسی کی زبان میں اسے کہا:

"زندگی چاہیئے ہو تو ہمیں باہر کا راستہ بتاؤ۔ اگر تم
نے آواز نکالی تو اسی جگہ جل کر راکھ ہو جاؤ گے۔"

عنبر نے خلائی گن کی نوک اس کی کھوپڑی میں ذرا سی
چبھو دی۔

○

ایلورا کا غار

خلائی گارڈ نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے اور کہا:
"مجھے ہلاک نہ کرنا۔ میں راستہ بتاتا ہوں۔"
خلائی گن عنبر نے اس کی گردن سے لگا دی۔ وہ
م اٹھائے آگے بڑھا۔ کیٹی بھی عنبر کے عقب میں آ گئی۔
لائی گارڈ نے راہ داری کی بند دیوار کے پاس جا کر ایک
ر پاؤں کی ٹھوکر ماری۔ وہاں ایک راستہ نمودار ہو گیا۔
نبر نے سب سے پہلے خلائی گارڈ کو اندر داخل کیا۔
ر وہ اور کیٹی بھی اندر چلے گئے۔ یہ وہ کمرہ تھا جہاں
وار کی فولادی کھڑکی والے سوراخ میں سے زرد رنگ کی
سند کی لہریں لہراتی بل کھاتی اندر داخل ہو رہی تھیں۔
لائی انسان نے اس طرف اشارہ کر کے کہا:
"تم لوگ یہاں سے باہر جا سکتے ہو۔"
کیٹی نے کہا:
"عنبر بھائی اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔"

خلائی گارڈ نے کہا:
"ہم سیکر دیشون سیارے کی مخلوق کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ میں نے ٹھیک کہا ہے۔"
خلائی گن ہاتھ میں لیے عنبر نے اسے غور سے دیکھا پھر بولا:
"تم واپس چلے جاؤ۔"
خلائی گارڈ نے کہا:
"یہ گن مجھے واپس کر دو"
عنبر نے خلائی گن کا رُخ اس کی طرف کر کے کہا:
"اگر تم یہاں سے نہ گئے تو میں تم پر فائر کر دوں گا۔"
خلائی گارڈ واپس گھوما اور تیزی سے دیوار والے سوراخ میں غائب ہو گیا۔
"کیٹی! یہاں سے بھاگ چلو۔"
عنبر نے کیٹی کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر دیوار کے چوکھٹے کی طرف لپکا جہاں سے زرد رنگ کی لہریں بادلوں کی طرح اندر داخل ہو کر فضا میں اپنے آپ گھل رہی تھیں۔ انہوں نے وہاں سے باہر چھلانگیں لگا دیں۔
وہ ایک کھلی فضا میں گرے جہاں ارد گرد بھوری

پہاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔
"کیٹی! تم خلائی کمپاس سے واقف ہو۔ کیا اندازہ لگا سکتی ہو کر ہمارا خلائی جہاز کہاں پر ہے؟"
کیٹی نے تاریک آسمان پر کھلے ہوئے انگاروں کی طرح سرخ سیاروں کو دیکھا اور ایک طرف اشارہ کر کے بولی:
"ہمارا خلائی جہاز اس طرف تکونی پہاڑی کے دامن میں ہے۔"
عنبر نے کیٹی کو اٹھا کر اپنے کاندھے پر بٹھایا اور دوڑنا شروع کر دیا۔ وہ اس وقت ایک سرپٹ گھوڑے کی طرح دوڑ رہا تھا۔ عنبر کو اپنی طاقت کے واپس مل جانے کی از حد خوشی ہو رہی تھی۔ شاید کئی سو سال کے بعد عنبر اس طرح کسی کو کاندھے پر اٹھا کر بھاگا تھا۔ کیٹی نے سر نیچے کر لیا تھا۔ وہ عنبر کی گردن سے چمٹ گئی تھی۔ کیوں کر عنبر واقعی بہت تیز دوڑ رہا تھا۔ ناگ سانپ کی شکل میں عنبر کی گردن سے رینگ کر اس کے سر کے بالوں میں آ گیا تھا۔ آن کی آن میں عنبر تکونی پہاڑی کے دامن میں پہنچ گیا۔
جونہی وہ پہاڑ کی اوٹ سے نکل کر اس کی گہری کھڈ

والی دیوار کے پاس آیا تو کیٹی نے خوشی سے چلّا کر
کہا: "وہ ہے ہمارا خلائی جہاز۔"

ناگ نے سانپ کی آواز میں عنبر سے کہا:
"خدا کے لیے اب تو رُک جاؤ۔ میرے بوڑھے
جسم کی کمزور ہڈیاں دکھنے لگی ہیں۔"

عنبر نے اپنی رفتار کم کر دی اور وہ خلائی جہاز کے
بالکل قریب جا کر رُک گیا۔ خلائی جہاز کی سیڑھی اوپر
کو اُٹھی ہوئی تھی۔

کیٹی نے کہا:
"لگتا ہے اندر کوئی ہے۔ وہ دیکھو عنبر! انجن
روم میں ایک جگہ سبز روشنی ہو رہی ہے۔"

انجن روم کی اوپر والی تکونی کھڑکی کے شیشے میں
ہلکی سبز روشنی ہو رہی تھی۔

"خلائی جہاز میں تو کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر یہ
سبز بتی کس نے روشن کر رکھی ہے؟" عنبر
نے کہا۔

کیٹی بولی: "کہیں کوئی یہاں کی خلائی مخلوق تو اندر
نہیں چلی گئی؟"

ناگ جو عنبر کی گردن سے لپٹا تھا بولا:

"میں اندر جا کر دیکھتا ہوں۔"

عنبر اور کیٹی خلائی جہاز کے ایگزاسٹ پائپ کی
طرف آ گئے۔ عنبر نے ناگ کو گردن سے اتار دیا اور کہا:
"اپنا خیال رکھنا۔ اگر کوئی گڑبڑ ہو گئی تو جہاز
کا دروازہ کھول دینے کی کوشش کرنا۔"

ناگ آہستہ آہستہ رینگتا ایگزاسٹ پائپ کے اندر
داخل ہو گیا۔ بوڑھا سانپ ہونے کی وجہ سے اس کی
چال بڑی سست تھی۔ پائپ میں رینگتا وہ جہاز کی راکٹ
بیلٹ میں سے گزر کر انجن روم کی بیک میں آ گیا۔

یہاں سے وہ فرش پر رینگتے رینگتے انجن روم سے نکل
گیا اور پھر جب کاک پٹ کیبن کے قریب آیا تو
دیکھا کہ کیبن میں سبز روشنی ہو رہی ہے اور اس کا
دروازہ تھوڑا سا کھلا ہے۔ ناگ نے دروازے میں سے
جھانک کر دیکھا کہ ایک انسانوں ایسی شکل والی لڑکی
خلا باز کی سیٹ پر بیٹھی کمپیوٹر پر جھکی ہے۔

ناگ تو دنگ رہ گیا کہ یہ انسانوں کی شکل والی
لڑکی یہاں کہاں سے آ گئی۔ ناگ اس کی شکل کا ایک
رُخ ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک خوبصورت لڑکی تھی اور
چہرے پر بڑی معصومیت اور بھولا پن تھا۔ ناگ خاموشی

سے رینگتا ہوا اس کے پیچھے سے ہو کر ایک دم پھن اٹھا
کر اس کے آگے آ گیا اور جتنی پھنکار مار سکتا تھا پھنکارنے
لگا۔ لڑکی کے چہرے پر پہلے تو زبردست خوف چھا گیا
مگر چونکہ فرعون مصر کی ممی نے اسے ناگ کیٹی اور عنبر
کے بارے میں پہلے بتا دیا ہوا تھا اس لیے وہ سمجھ گئی
کہ یہ ناگ ہے۔ لڑکی شکالی نے ذرا سا مسکرا کر کہا:
"تم ناگ ہو! کیٹی اور عنبر تو خیریت سے ہیں نا؟"
ناگ اور بھی زیادہ حیران ہوا کہ اس لڑکی کو ان لوگوں
کے ناموں کا کیسے پتہ چلا۔ ناگ نے ایک ہلکی سی پھنکار
ماری اور انسانی شکل میں آ گیا۔ لڑکی شکالی کے سامنے
اب ایک بوڑھا سا آدمی فرش پر بیٹھا تھا جس کے چہرے پر
جھریاں تھیں۔ ناگ نے پوچھا:
"تم کون ہو؟ تم ہمارے بارے میں کیا جانتی ہو؟
کیسے جانتی ہو؟"
شکالی نے ناگ کو ساری کہانی بیان کر دی اور کہا:
"ممی تمہاری تلاش میں گئی تھی مگر ابھی تک واپس
نہیں آئی۔ وہ ضرور کسی مشکل میں پھنس گئی ہے۔"
ناگ نے کہا:
"میں عنبر کیٹی کو اوپر بلاتا ہوں۔"

ناگ نے خلائی جہاز کا دروازہ کھول دیا۔ سیڑھی اپنے
آپ نیچے چلی گئی۔ عنبر اور کیٹی جب خلائی جہاز میں
آئے تو ناگ نے اس کا تعارف شکالی سے کرایا۔
شکالی نے اپنی داستان بیان کی پھر فرعون مصر کی ممی
کے بارے میں بتایا کہ وہ ان کو ڈھونڈنے گئی تھی۔
عنبر نے کہا:
"تم کب سے اس سیارے پیکر دھتون میں ہو؟"
شکالی نے جواب دیا:
"مجھے ایک ماہ پہلے یہاں اغوا کر کے لایا گیا
تھا۔ اگر فرعون مصر کی ممی میری مدد نہ کرتی
تو میں اب تک زندہ نہ ہوتی۔"
پھر شکالی نے کیٹی کی طرف دیکھ کر کہا:
"تمہاری شکل ہی سے مجھے پتہ چل گیا تھا کہ
تم کسی خلائی سیارے کی مخلوق ہو۔ تمہاری آنکھیں
بتا رہی ہیں کہ اصل میں تمہاری آنکھیں چوکور
تھیں۔"
کیٹی نے کہا:
"شکالی تم نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا ہے۔
میری نیلی آنکھیں چوکور تھیں لیکن یہاں میری

ملاقات ایک ایسے جن دوست سے ہو گئی جس
کی وجہ سے میری آنکھیں اب چوکور نہیں رہی
ہیں۔ بہرحال یہ ایک لمبی کہانی ہے۔"

عنبر نے پوچھا:

"شکالی! کیا تم بتا سکتی ہو کہ فرعون مصر کی ممی
بڑی کیسے ہوئی؟"

"یہ مجھے کچھ نہیں معلوم" شکالی نے کہا۔ "جب
وہ میرے پاس لیبارٹری میں آئی تو وہ بڑے
قد کی تھی۔"

کیپٹی کہنے لگی:

"اب سوال یہ ہے کہ اسے کہاں ڈھونڈا جائے۔"

"وہ ضرور اس زرد تاج والی مکروہ عورت کے
قابو میں آ گئی ہے۔" شکالی نے کہا۔

ناگ آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔

"میں اگر بوڑھا نہ ہوتا تو ضرور اسے تلاش
کرنے جاتا۔ لیکن میرا اپنا برا حال ہو رہا ہے"

عنبر بولا: "تم لوگ اس جگہ بیٹھو۔ میں ممی کو
ڈھونڈنے جاتا ہوں۔"

کیپٹی نے فوراً کہا:

"میں تمہارے ساتھ جاؤں گی۔"

"نہیں نہیں کیپٹی" عنبر بولا: "تمہیں اس خطرے میں
نہیں پڑنا چاہیے۔ تمہارے پاس دو خلائی پستول
موجود ہیں۔ تم یہاں اپنی حفاظت کر سکتے ہو۔ ویسے
اس خلائی جہاز کی باڈی پر کسی ایٹمی شعاع کا
اثر نہیں ہوتا۔ خلائی جہاز کے دروازے بند رکھنا
میں ممی کو لے کر آ گیا تو جہاز کی فولادی ٹانگ
پر ہاتھ ماروں گا۔ تم دروازہ کھول دینا۔"

ناگ نے کہا:

"اپنی حفاظت کرنا عنبر! تمہیں پورے قد میں
دیکھ کر ہم سب کو بڑی خوشی ہوئی ہے۔"

عنبر بولا: "اسی وجہ سے میری کھوئی ہوئی ساری
طاقت واپس آ گئی ہے اور مجھے سوائے اللہ
تعالیٰ کے اور کسی کا خوف نہیں ہے۔ میں
جا رہا ہوں۔"

عنبر خلائی گن لیے بغیر خلائی جہاز سے نیچے اتر آیا۔
اس سیارے پر جیسے وقت تھم گیا تھا۔ آسمان پر
ستارے اسی طرح کھلے ہوئے تھے۔ اور ان کا رنگ سرخ
ہی تھا۔ وہی بھورے رنگ کی ہلکی زردی مائل روشنی بکھری

ہوئی تھی۔ زرد دھند کی لہریں فضا میں لہراتی بل کھاتی
گذر رہی تھیں۔ عنبر جلدی سے کیپٹی کو لے کر واپس آیا
تھا ادھر ہی کو چل پڑا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ لیبارٹری
والی دیوار کے شگاف سے تہہ خانے میں داخل ہو
جائے گا اور پھر فرعون مصر کی ممی کو تلاش کرنے کی
کوشش کرے گا۔

بھورے اور زرد پتھروں والے میدان سے گذر کر
عنبر بڑی آسانی اور تیزی کے ساتھ زرد دھند کی لہریں
والے شگاف پر پہنچ گیا۔ زرد دھند کی لہریں شگاف کے
اندر داخل ہو رہی تھیں اور اندر کی فضا میں جاتے ہی
تحلیل ہو جاتی تھیں یعنی فضا میں جذب ہو جاتی تھیں
عنبر کو ابھی تک راستے میں کوئی خلائی گارڈ نہیں ملا تھا۔ وہ
شگاف میں سے گذر کر اندر چلا گیا۔

وہ اس کمرے سے باہر نکلنے ہی لگا تھا کہ اچانک ٹھٹک
کر ایک طرف ہو گیا۔

اس نے ایک خلائی گارڈ کو دیکھا جو ایک مشین کے
ٹائپل پر جھکا ہوا تھا۔ وہ کمپیوٹر کے پرزوں کو ٹھیک کر
رہا تھا۔ اس خلائی گارڈ نے بھی دوسرے خلائی گارڈوں
کی طرح زرد نائیلون کا خلائی لباس پہن رکھا تھا۔ اس

کا چہرہ بھی اس خلائی لباس میں چھپا تھا۔ صرف آنکھیں
نظر آتی تھیں۔ سر پر ایک گول خلائی ہیلمٹ تھا۔ بیلٹ
کے ساتھ خلائی گن لٹک رہی تھی۔ عنبر کو خیال آیا کہ
اگر وہ اس خلائی گارڈ کا لباس خود پہن لے تو اسے
فرعون مصر کی ممی کو تلاش کرنے میں آسانی ہو گی
دوسری صورت میں اسے قدم قدم پر خلائی مخلوق کا
مقابلہ کرنا پڑے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ وہ کسی
نئی مصیبت میں پھنس جائے۔

عنبر کے سامنے وہ ایک ہی خلائی گارڈ اس وقت
موجود تھا جس کا خلائی لباس اتار کر وہ خود پہن سکتا
تھا۔ عنبر دبے پاؤں چلتا خلائی گارڈ کے پیچھے آ گیا۔
اچانک گارڈ نے گھوم کر پیچھے دیکھا۔ مگر اس کے ساتھ
ہی اس کے سر پر عنبر کا ہتھوڑے ایسا مکا اپنا کام دکھا
چکا تھا۔

خلائی گارڈ بے ہوش ہو کر فرش پر گر پڑا۔ عنبر اسے
گھسیٹ کر پیچھے لے گیا۔ وہاں جا کر اس نے اس کا
لباس اتار کر خود پہنا اور اسے اپنا لباس پہنا دیا۔
اس کے بعد اس کے دونوں ہاتھ پاؤں کس کر باندھ
دیئے اور منہ میں رومال ٹھونس دیا تا کہ وہ ہوش آنے

پر آواز نہ نکال سکے۔

اب عنبر خود ایک خلائی گارڈ بن گیا تھا۔ مشین
کے قریب آ کر اس نے کمپیوٹر کو دیکھا جس کی یہ خلائی
گارڈ مرمت کر رہا تھا۔ عنبر نے اسے بند کر دیا اور
کمرے سے نکل کر راہ داری میں آ گیا۔ یہاں سامنے سے
ایک دوسرا خلائی گارڈ تیز تیز چلا آ رہا تھا۔ اس نے
عنبر کی طرف دیکھ کر کہا:

"محافظو! جلدی چلو۔ کوئین تمہیں بلا رہی ہے"

عنبر کچھ سوچے سمجھے بغیر اس کے ساتھ چلنے لگا۔ وہ
ایک دروازے میں سے گزر کر ایک ایسے کمرے میں پہنچا
جو لمبوترا تھا اور جس کی چھت پر کئی بلب لگے تھے۔
دیوار میں ایک سرنگ سی بنی تھی جس میں شیشے کا
ایک کیپسول موجود تھا۔ زرد تاج والی عورت اپنے چار
محافظوں کے ساتھ وہاں کھڑی تھی۔ وہ غصے میں تھی۔ عنبر
کو دیکھتے ہی بولی:

"محافظو! تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟"

عنبر نے اسی کی زبان میں آہستہ سے کہا:

"میں۔ میں کمپیوٹر ٹھیک کر رہا تھا۔"

"بکواس بند کرو۔ تم نہیں جانتے تھے کہ جس کام

پر میں تمہیں بھیج رہی ہوں وہ سوائے تمہارے
اور کوئی نہیں کر سکتا تم نے پھر بھی مجھ سے
انتظار کروایا۔"

عنبر کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ زرد تاج والی عورت نے
جھڑک کر کہا:

"اب خاموش رہو۔ اور اپنے مشن پر جاؤ۔
خبردار۔ اس مشن سے ناکام مت لوٹنا۔"

عنبر کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ اسے کس مشن پر بھیجا
جا رہا ہے۔ وہ خاموش کھڑا رہا۔

عورت نے غصے سے کہا:

"اب بیٹھتے کیوں نہیں کیپسول میں؟"

عنبر جلدی سے کیپسول کی طرف بڑھا جو دیوار کی
سرنگ میں کھڑا تھا۔ یہ کیپسول ایک ننھی سی ریل گاڑی
کے ڈبے کی طرح وہاں پڑا تھا۔ اس کے ساتھ دوسرا
خلائی گارڈ بھی تھا جو اسے بلا کر لایا تھا۔ دونوں کیپسول
میں بیٹھ گئے۔ دوسرے خلائی گارڈ نے ایک بٹن دبایا
کیپسول بجلی کی رفتار کے ساتھ سرنگ میں بھاگنے لگا۔
یہ کیپسول زمین کے نیچے ڈھلان پر دوڑنے لگا۔ آخر
کئی جگہوں پر سے موڑ مڑتا کیپسول ایک راہ داری میں

جا کر رک گیا۔ عنبر اور خلائی گارڈ باہر آ گئے۔ عنبر سوچ
رہا تھا کہ وہ آگے کدھر جائے گا۔ اسے تو اپنے منز
پتہ ہی نہیں تھا۔

اس کے ساتھی خلائی گارڈ نے کہا:

"محاقون۔ تم ہچکچا کیوں رہے ہو؟ کیا تمہیں
معلوم نہیں کہ سامنے والے مردہ خانے میں تمہارا
شکار تمہارے سائنسی تجربے کا انتظار کر رہا ہے؟"

عنبر تیزی سے سامنے والے کمرے کی طرف بڑھا
کا دروازہ بند تھا۔ قریب پہنچتے ہی دروازہ اپنے آپ
اٹھ گیا۔ دونوں خلائی گارڈ اندر چلے گئے۔ یہ مردہ خان
اس کا دروازہ بند ہو گیا۔ عنبر یہ دیکھ کر حیران ہو کر
گیا کہ مردہ خانے کی الماریوں میں کئی انسانی کھوپڑیاں
تھیں۔ ان کے نیچے لکھا تھا۔

"سیارہ زمین کے ان انسانوں کی کھوپڑیاں جو اغوا
کر کے یہاں لائے گئے۔"

عنبر آگے بڑھا تو اس اور زیادہ حیرانی ہوئی کیو
سٹریچر پر فرعون مصر کی ممی پڑی تھی۔

خلائی گارڈ نے عنبر سے کہا:

"محاقون! اپنا آپریشن شروع کرو۔"

عنبر نے دیکھا کہ سٹریچر کے قریب میز پر طرح
طرح کے اوزار پڑے تھے۔ عنبر نے ممی کو ہاتھ لگایا
تو وہ برف کی طرح یخ تھی۔ اس کے ہاتھ لگنے سے
ممی نے اپنی آنکھیں کھول کر عنبر کو دیکھا۔ خلائی گارڈ
سامنے والے شیلف میں کسی شے کو تلاش کر رہا تھا۔

عنبر نے ممی کے کان کے قریب جھک کر کہا:

"مقدس ممی! میں عنبر ہوں۔ گھبراؤ نہیں"

فرعون مصر کی ممی کی آنکھوں میں چمک سی آ گئی۔
اس نے دھیمی سرگوشی میں کہا:

"یہ سنگدل عورت زمین کے انسانوں اور مُردہ
ممیوں کی کھوپڑیاں جمع کر رہی ہے۔ وہ کھوپڑیوں
کی ہڈیوں سے ایک ایسا سفوف تیار کرنے کی
کوشش میں ہے جس کے کھانے سے اس کے
جسم میں اتنی طاقت آ جائے گی کہ اسے کوئی
شکست نہیں دے سکے گا۔"

عنبر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دوسرا خلائی گارڈ اس
کے پاس آ گیا اور بولا:

"تم کس سے باتیں کر رہے ہو محاقون؟"

عنبر نے جواب دیا:

"کسی سے نہیں۔"

"تو پھر کیا سوچ رہے ہو۔ اس مردے کی کھوپڑی کیوں نہیں اتارتے؟"

"اتارتا ہوں۔"

یہ کہہ کر عنبر نے ایک اوزار ہاتھ میں پکڑا اور خلائی گارڈ سے کہا:

"شیلف میں سے پلاسٹک کا رومال نکال لاؤ۔"

جونہی خلائی گارڈ شیلف کی طرف گھوما عنبر نے اس کی گردن کو دبوچ لیا۔ خلائی گارڈ تڑپا۔ اس نے اپنی بیلٹ میں سے خلائی گن نکال کر عنبر پر فائر کرنے کی کوشش کی مگر عنبر کی گرفت اتنی طاقتور تھی کہ گارڈ کا سانس بند ہو گیا اور اس کے بازو لٹکنے گ

وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

عنبر نے اسے فرش پر ڈال کر اس کی خلائی گن نکال کر پرے پھینک دی اور فرعون مصر کی ممی سے کہا:

"کیا تم اُٹھ سکتے ہو؟"

فرعون مصر کی ممی نے کہا:

"سامنے شیلف میں سبز رنگ کی بوتل میں ایک

دوائی پڑی ہے۔ اس کے چند قطرے میرے منہ میں ٹپکا دو۔ میری طاقت واپس آ جائیگی۔"

عنبر شیلف میں سے سبز رنگ کی بوتل نکال لایا۔ سبز دوائی کے چند قطرے حلق میں گئے تو ممی میں طاقت آ گئی۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ عنبر نے کہا:

"اگر ہم کیپسول میں بیٹھ کر واپس گئے تو پکڑے جائیں گے۔ تم پر خلائی گارڈ نے فائر کر دیا تو تم آگ میں جل جاؤ گے۔"

فرعون مصر کی ممی کہنے لگی:

"اس شیلف میں ایک خفیہ بٹن ہے۔ میں نے ایک بار زرد تاج والی عورت کو اس کے پیچھے سے نکلتے دیکھا ہے۔"

عنبر اور ممی شیلف میں خفیہ بٹن تلاش کرنے لگے۔ چوتھے شیلف میں ایک جگہ سبز بٹن اوپر کو ابھرا ہوا تھا۔ عنبر نے اسے دبایا تو شیلف آہستہ آہستہ باہر کو نکلنے لگا۔ وہاں ایک دروازہ نمودار ہو گیا۔ دوسری طرف ایک زینہ بنا ہوا تھا جو اوپر کو جاتا تھا۔ عنبر اور ممی اس زینے پر چڑھنے لگے۔ یہاں دھیمی روشنی تھی۔ زینہ ایک راہ داری میں نکل آیا۔

اچانک پیچھے سے کسی نے مصری ممی پر فائر کر دیا۔
فائر کی تیز شعاع سامنے والی دیوار پر لگی جس سے
وہاں آگ لگ گئی۔ عنبر نے پلٹ کر اپنی خلائی گن
سے جوابی فائر کر دیا۔ اس کے پیچھے اس کا ساتھی خلائی
گارڈ کھڑا تھا۔ عنبر کا فائر اس کے سینے پر جا کر لگا
ایک ہلکے سے دھماکے سے خلائی گارڈ شعلہ بن کر بھڑکا
اور بجھ کر بھسم ہو گیا۔ عنبر ممی کو لے کر تیزی سے
آگے بڑھا۔ راہ داری میں آگ لگ گئی تھی اور شعلے
بھڑکنے لگے تھے۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتے ایک بڑے
دروازے کی طرف بڑھے۔ یہاں دو خلائی گارڈ آگ کو
دیکھ کر ان کی طرف بھاگے۔
عنبر نے کہا:
جلدی سے آگ بجھاؤ۔"
خلائی گارڈ نے پوچھا:
تم اسے لے کر کہاں جا رہے ہو؟"
"کوئین نے بلایا ہے۔" عنبر بولا:
وہ مصری ممی کو لے کر دروازے کی طرف چلا ہی تھا
کہ خلائی گارڈ کو شک پڑ گیا۔ وہ خلائی گن نکال کر فائر
کرنے ہی لگے تھے کہ عنبر نے ایک کے بعد دوسرا فائر

کر کے دونوں خلائی گارڈوں کو وہیں ڈھیر کر دیا۔
سامنے دروازہ تھا۔ اسے کھول کر عنبر اور ممی باہر
نکل آئے۔ باہر کھلا میدان تھا۔ وہ دونوں اپنے خلائی
جہاز والی پہاڑی کی طرف تیز تیز چلنے لگے۔ جب
وہ پہاڑی کے قریب پہنچے تو پیچھے مڑ کر دیکھا زیر زمین
تہہ خانے کے خفیہ سوراخوں اور روشن دانوں میں سے
آگ کے شعلے نکلنے لگے تھے۔ وہاں سے شور کی آوازیں
آ رہی تھیں۔ دوڑتے ہوئے وہ اپنے خلائی جہاز کے
پاس آ گئے۔
عنبر نے جہاز پر تین بار دستک دی۔ اوپر کیٹی اور
ناگ اسی دستک کا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے
فوراً خلائی جہاز کا دروازہ کھول دیا۔ سیڑھی اپنے آپ
نیچے آ گئی۔ ممی اور عنبر سیڑھی چڑھ کر جہاز میں آ
گئے۔ سیڑھی اوپر آ گئی۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔
عنبر نے سُکھ کا سانس لیا۔ لڑکی شکالی بھی وہیں
موجود تھی۔ فرعونِ مصر کی ممی نے کہا:
"عنبر! مجھے اُمید ہے کہ اس لڑکی شکالی سے
تمہارا تعارف ہو چکا ہو گا۔"
کیٹی بولی، "شکالی بہن نے خود ہی اپنا تعارف

کرا دیا تھا۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ تم لوگ
صحیح سالم واپس آ گئے۔"
اتنے میں باہر شور بلند ہوا۔ سیارہ سیکرو بھتون کے
خلائی گارڈ اپنی ملکہ زرد تاج والی عورت کے ساتھ
وہاں پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے خلائی جہاز پر فائرنگ
شروع کر دی۔ خلائی گنوں سے فائر ہوتے شعلے خلائی
جہاز کی باڈی سے ٹکرا کر دھماکے پیدا کر رہے تھے۔
مگر خلائی جہاز پر اس فائرنگ کا کوئی اثر نہیں ہو
رہا تھا۔

عنبر، کیپٹی، شکالی، ناگ اور ممی خلائی جہاز کے کیبن
میں آ گئے۔ کیپٹی نے بٹن دبا کر خلائی راکٹ چلا دیا۔
خلائی جہاز کے نیچے ایک نیلے رنگ کا زبردست شعلہ
بھڑکا اور جہاز اپنے آپ اوپر اٹھنے لگا۔ جہاز کے
تینوں پاؤں جہاز کے اندر چلے گئے۔ نیچے سے سیکرو بھتون
کی خلائی مخلوق اس پر برابر فائرنگ کر رہی تھی۔
مگر خلائی جہاز اوپر اٹھتا چلا جا رہا تھا۔ پہاڑوں
کی چوٹیوں کے اوپر آ کر عنبر اور کیپٹی نے نیچے دیکھا۔
خلائی مخلوق کی لیبارٹری اور دوسرے زیر زمین تہہ خانوں
میں سے آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے اوپر بلند ہو رہے

تھے۔ ان کا خلائی جہاز دیکھتے دیکھتے کئی ہزار میل کی بلندی
پر آسمان کی وسعتوں میں پہنچ گیا۔
فرعون مصر کی ممی ایک آرام کرسی پر بیٹھ گئی۔ ناگ
اس کے قریب ہی دوسری کرسی پر سر جھکا کر بیٹھ گیا۔
کیوں کہ وہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا اس لیے زیادہ
بات چیت نہیں کر سکتا تھا۔ اسے ہر وقت نیند آتی
رہتی تھی۔

کیبن روم میں کیپٹی عنبر اور دوسری خلائی لڑکی شکالی
ہی تھے۔ جب ان کا خلائی جہاز سیکرو بھتون سیارے سے
بہت دور نکل آیا تو عنبر نے کیپٹی سے سوال کیا کہ اب
وہ کدھر جا رہی ہے؟
کیپٹی نے کہا:
"مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ خلائی جہاز کا رخ کسی
دوسری گلیکسی یعنی دوسری کائنات کی طرف ہے۔"
شکالی نے ڈائیل اور کمپیوٹر کی سکرین پر ابھرتے ہوئے
ہندسوں کو دیکھا اور بولی:
"عنبر بھائی! ہمارا جہاز ایک خطرناک سیارے کی
سمت چلا جا رہا ہے۔"
"کیا مطلب؟" عنبر نے چونک کر پوچھا۔

شکالی نے کہا:

"اس کائنات کی کھلی فضا میں اربوں میل کے فاصلے پر ایک بلیک ہول سیارہ ہے جس کی کشش اتنی زیادہ اور قیامت خیز ہے کہ اگر سیکروبھتون سے بھی سو گنا بڑا سیارہ اس کی حدودِ کشش کے قریب سے گذرے تو بلیک ہول سیارہ اسے اپنے اندر کھینچ کر گم کر دے گا۔"

کیٹی نے ڈائیل کی سوئی کی طرف دیکھتے ہوئے عنبر سے کہا:

"شکالی ٹھیک کہہ رہی ہے۔ ہمارا رُخ اسی خطرناک بلیک ہول سیارے کی طرف ہے۔"

عنبر نے پوچھا:

"کیا ہم اپنے جہاز کو کسی دوسری سمت نہیں ڈال سکتے؟ کیا ہم اسے واپس اپنی زمین کی طرف نہیں لے جا سکتے؟"

کیٹی نے کہا:

"اپنی زمین کی طرف واپس جانا اس لیے ناممکن ہے کہ زمین کی سمت بتانے والا راڈار بند ہو گیا ہے۔ کیوں کہ ہم اپنی زمین سے بے اندازہ

دُور آ چکے ہیں۔ ہاں میں اسے بلیک ہول سیارے کی کشش سے بچانے کی کوشش کرتی ہوں۔"

شکالی بھی کیٹی کی مدد کرنے لگی۔

شکالی نے کہا:

"اس گلیکسی میں ہمیں ایک ہی راستہ محفوظ نظر آ رہا ہے جو میرے اپنے سیارے سیناھتون کی طرف جاتا ہے۔ اگر تم خلائی جہاز لے کر میرے سیارے سیناھتون پر چلے چلو تو میرا باپ تمہاری مدد کرے گا۔ ہو سکتا ہے۔ وہاں سے تم اپنی زمین کی طرف واپس جا سکو۔"

عنبر نے کیٹی سے کہا:

"شکالی کا خیال مجھے پسند آیا ہے کیٹی۔ جہاز کا رُخ شکالی کے سیارے سیناھتون کی طرف موڑنے کی کوشش کرو۔"

اگرچہ خطرناک کشش والا سیارہ بلیک ہول اربوں میل کے فاصلے پر تھا مگر خلائی جہاز کے ڈائیل پر اس کی کشش ابھی سے ریکارڈ ہونا شروع ہو گئی تھی۔ شکالی اور کیٹی نے اپنے خلائی تجربے سے کام لیتے ہوئے خلائی جہاز

رُخ اس طرف موڑ دیا جہاں دس ارب کلو میٹر کے فاصلے پر شکالی کا سیارہ سیناشتوں واقع تھا۔

○

اب ماریا کے پاس چلتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ وہ کس حالت میں ہے۔ اس کے بعد ہم ہزاروں سال پیچھے تاریخ میں جا کر خلائی انسان اور سرخ بالوں والی امریکی لڑکی جولی کی خبر لیں گے۔ لیکن سب سے پہلے ہم ماریا کی طرف چلتے ہیں۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب زمین پر ایٹمی جنگ کی وجہ سے چاروں طرف تباہی پھیل گئی تو کیپٹن عنبر ناگ اور مصری ممی خلائی مخلوق کے خلائی جہاز میں سوار ہو کر خلا کی طرف پرواز کر گئے۔ جب کہ بندھیا چل کے مندر میں سے کالو پجاری ماریا کو ساتھ لے کر ایلورا کے غاروں کی طرف نکل گیا۔ ماریا پر کالو پجاری کے جادو کا اثر تھا۔ وہ اس کے اشاروں پر چل رہی تھی۔

کالو پجاری ماریا کو لے کر طلسمی کھڑاؤں کی مدد سے ہوا میں اڑتا ہوا ہندوستان کے جنوب کی طرف ایک بہت بڑے سیاہ پہاڑ کے دامن میں پہنچ گیا۔ یہاں ہمالیہ

کی برفوں کا طوفانی سیلاب اُتر چکا تھا۔ مگر ہر طرف تباہی مچی تھی۔ درخت گرے پڑے تھے۔ کوئی انسان یا جانور نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایٹمی تابکاری نے یہاں تک اثر کیا تھا۔ کہیں کوئی بستی بھی نہیں دکھائی دے رہی تھی۔

کالو پجاری نے ماریا کو اپنے کاندھے پر بٹھا رکھا تھا۔ اگرچہ ماریا غائب تھی مگر وہ کالو پجاری کو اس کے جادو کی وجہ سے صاف نظر آ رہی تھی۔ کالو پجاری بہت بڑے سیاہ پہاڑ کے دامن میں اتر کر ایلورا غار کے دروازے کی طرف بڑھا۔ یہ دروازہ پہاڑ کھود کر بنایا گیا تھا۔ اس کی دونوں طرف چھوٹے قد کے چار چار ستون کھڑے تھے۔ بیچ میں ایک راستہ اندر ایلورا کے غار کو جاتا تھا۔ ایلورا کے غار ہزاروں برس پہلے ہندو پجاریوں نے کئی سال لگا کر پہاڑ کھود کھود کر بنائے تھے اور اندر دیوی دیوتاؤں کے بُت اور مورتیاں بنائی تھیں۔

ان مورتیوں کے بارے میں وہاں مشہور تھا کہ آدھی رات کو یہ مورتیاں زندہ ہو جاتی ہیں اور آپس میں باتیں کرتی ہیں اور اگر کوئی سیاح اس غار میں بھٹک

کر وہیں رہ جائے تو اسے زندہ نہیں چھوڑتے۔ جادوگر یہاں آ کر ان مورتیوں پر طلسم بھی کرتے تھے۔

کالو پجاری اس غار سے اچھی طرح واقف تھا۔ یہاں وہ بیٹھ کر کالے علم کی ریاضت کرتا رہا تھا۔ کالو پجاری جس غار میں سے گزر رہا تھا اس کی چھت کافی اونچی تھی۔ دونوں جانب دیواروں پر بے شمار مورتیاں پتھروں میں سے تراشی گئی تھیں۔ غار میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ستونوں کے دروازے بنے ہوئے تھے۔ ماریا ان مورتیوں دروازوں اور غار کی چھت کو خاموش نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کا دماغ بس اتنا ہی کام کر رہا تھا کہ وہ کالو پجاری کی غلام ہے اور اس کا ہر حکم ماننا اس کا فرض ہے۔

کالو پجاری کئی سرنگوں اور غاروں میں سے ہوتا ہوا سیڑھیاں اتر کر ایک ایسے غار میں آگیا جس کی چھت اونچی نہیں تھی۔ یہاں ایک کوٹھڑی میں داخل ہو کر کالو پجاری نے ماریا کو اتار کر کہا:

"ماریا سندری! تم یہاں کونے میں بیٹھ جاؤ۔ میں ابھی آتا ہوں۔ تم یہاں سے باہر مت جانا۔"

ماریا نے کہا:

"جو حکم مہاراج"

کالو پجاری باہر چلا گیا۔ ماریا خاموش بیٹھی رہی۔ تھوڑی دیر بعد کالو پجاری واپس آیا۔ اس نے ماریا سے کہا:

"ماریا سندری! دیوتا تیرے میرے بیاہ پر راضی ہو گئے ہیں۔ لیکن اس کیلئے ضروری ہے کہ تم زندہ حالت میں واپس آ جاؤ۔ تمہیں غیبی حالت سے زندہ انسانی حالت میں لانے کے لیے مجھے سات دن کا چلّہ کاٹنا پڑے گا۔ یہ چلّہ میں اسی غار میں یہاں سے چند قدم دور مہادیو کے بڑے بُت کے سامنے کاٹوں گا۔ جب چلّہ مکمل ہو جائے گا تو پھر تم زندہ گوشت پوست کی عورت بن جاؤ گی اور میں تم سے بیاہ رچا لوں گا۔"

ساری رات کالو پجاری کوٹھڑی میں بیٹھا دیوتاؤں کے بھجن گاتا اور اشلوک پڑھتا رہا۔ دوسرے روز اس نے ماریا سے کہا:

"ماریا سندری! میں سات دن کی ریاضت کرنے، چلّہ کاٹنے مہادیو کی مورتی کے آگے بیٹھنے جا رہا ہوں۔ تم ان سات دنوں میں یہاں سے باہر مت نکلنا۔ نہ میرے قریب آنے کی کوشش کرنا۔ نہیں تو آگ کا

شعلہ بن کر جل جاؤ گی۔ اب میں جاتا ہوں۔"
کالو پجاری کوٹھڑی سے باہر نکل گیا۔ ماریا اپنی جگہ پر
چپ چاپ بیٹھی رہی۔ اس کے دل میں ایک پل کے
لیے بھی وہاں سے چلے جانے کا خیال نہیں آیا تھا۔ وہ
تو کالو پجاری کی غلام تھی۔ اس کے جادو کے اثر میں تھی۔

○
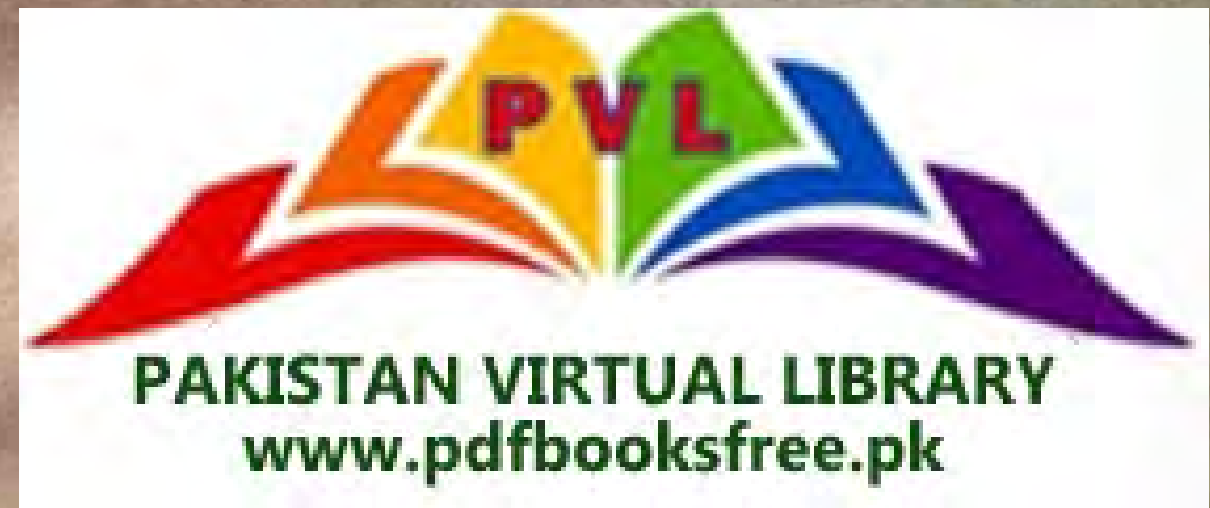
سانپ نے مدد کی

پہلی رات گذر گئی۔
ماریا اپنی کوٹھڑی میں چپ چاپ بیٹھی رہی۔ اس پر
کالو پجاری کا جادو تھا۔ وہ اپنی مرضی سے باہر قدم
نہیں اٹھا سکتی تھی۔ دوسری رات بھی گذر گئی۔ کالو پجاری
ماریا کی کوٹھڑی سے تھوڑی دور اسی ایلورا غار کی ایک
کوٹھڑی میں مہادیو کی مورتی کے سامنے اپنے ارد گرد
دائرہ بنائے۔ چلہ کاٹ رہا تھا۔ صرف ایک بار دن میں
وہ اٹھ کر غار سے باہر جاتا اور پھر اسی طرح اپنی زبان بند
رکھے اپنے دائرے کے اندر آکر بیٹھ جاتا اور چلے کے
اشلوک پڑھنے لگتا۔
تیسری رات آئی تو ماریا کو آدھی رات کے بعد گھنگھروؤں
کی دھیمی دھیمی آوازیں سنائی دیں۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے
دور کہیں دیوداسیاں رقص کر رہی ہیں۔ کچھ دیر یہ آواز
آتی رہی پھر بند ہو گئی۔ تیسری رات بھی گذر گئی۔ جب

چوتھی رات آئی تو آدھی رات کے بعد پھر وہی گھنگروؤں
کی آواز آئی۔ اس کے ساتھ ہی ماریا کو محسوس ہوا کہ کوٹھڑی
میں بڑی میٹھی اور سحر طاری کرنے والی خوشبو پھیل رہی
ہے۔ ماریا نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ کوٹھڑی میں اندھیرا
چھایا تھا۔ پھر بھی ماریا کو نظر آ رہا تھا۔ اندھیرے میں کوئی
نہیں تھا۔ خوشبو بھی آ رہی تھی اور گھنگھروؤں کی آواز بھی
پھر اسے محسوس ہوا کہ گھنگھرو کی آواز قریب آ رہی ہے
جیسے کوئی دیوداسی چلتی ہوئی اس کی طرف بڑھ رہی ہے
ماریا اپنی جگہ پر دیوار کے ساتھ لگی بیٹھی آنکھیں کھولے
کوٹھڑی کے کھلے دروازے کو تک رہی تھی۔ گھنگھروؤں
کی ہلکی ہلکی آواز اس کی کوٹھڑی کے قریب آ کر رک گئی
اب ماریا نے دیکھا کہ کوٹھڑی کے دروازے میں ایک
خوبصورت دیوداسی کھڑی ہے جس نے گلاب اور رجنی
گندھا کے پھولوں کے زیور پہن رکھے ہیں۔ بالوں میں بھی
گلاب کے پھولوں کا جوڑا سجا ہے۔ چہرے پر بے حد معصومیت
اور بھولپن ہے۔ آنکھوں میں نورانی چمک ہے۔ ماریا اسے
دیکھتی ہی رہ گئی۔ دیوداسی آہستہ آہستہ چلتی گھنگھرو چھنکاتی
کوٹھڑی کے اندر آ کر ماریا کے بالکل سامنے کھڑی ہوگئی
ماریا اگرچہ غائب تھی لیکن ماریا کو یقین ہو گیا کہ

یہ دیوداسی اسے دیکھ رہی ہے۔ دیو داسی نے دھیمے مگر
بڑے میٹھے لہجے میں کہا:
"ماریا سندری! کیا تم میرے ساتھ چلو گی؟"
ماریا چونکہ کالو پجاری کے جادو کے اثر میں تھی۔
اس لیے بولی:
"نہیں۔ میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی۔ میں
کالو پجاری کی بیوی بننے والی ہوں۔ تم یہاں
سے چلی جاؤ۔"
دیوداسی مسکرائی۔ اس کے سفید دانت موتیوں کی طرح
چمک رہے تھے۔ اس نے ماریا سے کہا:
"ماریا سندری! تم پر کالو پجاری کا جادو ہے۔ یہ
تم خود نہیں بول رہی ہو۔ کالو کا جادو بول رہا
ہے۔ میرے ساتھ آ جاؤ۔"
ماریا نے جھٹ کہا:
"ہرگز نہیں۔ میں اپنے ہونے والے خاوند کالو
پجاری کو چھوڑ کر کسی کے ساتھ نہیں جا سکتی۔
تم یہاں سے بھاگ جاؤ۔ نہیں تو میں کالو پجاری
کو پکار کر بلا لوں گی۔"
اس پر دیوداسی نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا۔ اس کے

ہاتھ کی ہتھیلی میں سے نورانی روشنی کی ایک لکیر نکلی
اور ماریا کے سر سے ٹکرا کر آگے نکل گئی۔ روشنی کی لکیر
بجھ گئی۔ اس روشنی کے ٹکرانے سے ماریا کی ساری یادداشت
واپس آ گئی۔ اب اسے سب کچھ یاد آ گیا کہ کالو پجاری
نے کس طرح اس پر جادو کر کے اسے عنبر ناگ اور
کیٹی کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا۔ ماریا نے دیوداسی کی
طرف دیکھ کر کہا:

"دیوداسی! تم نے میرے ذہن کو پھر سے روشن
کر دیا ہے۔ کالو پجاری مجھے اپنے دشمن کے روپ
میں نظر آ گیا ہے۔ مگر میرا جسم اس کے جادو
میں بندھا ہوا ہے۔ میں اگر چاہوں بھی تو کالو
پجاری سے بھاگ نہیں سکتی۔ کیا تم میری مدد
کرو گی؟"

دیوداسی نے مسکرا کر کہا:

"ماریا سندری! میں تمہاری مدد کرنے ہی یہاں آئی
ہوں۔"

ماریا اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے دیوداسی سے کہا:
"مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میرے ساتھی ناگ، عنبر
اور کیٹی کہاں ہیں۔ کس حال میں ہیں؟"

دیوداسی نے جواب دیا:
"ان کا بھی سراغ مل جائے گا۔ تم میرے
ساتھ آؤ۔"

ماریا نے قدم بڑھایا تو اسے اپنے پاؤں من من
بھاری لگے۔ وہ اپنا قدم نہیں اٹھا سکتی تھی۔ اس نے
دیوداسی سے کہا:

"میرے قدم چٹان کی طرح بوجھل ہو گئے ہیں۔
یہ کالو پجاری کے جادو کا اثر ہے۔ اسے پتہ
چل گیا ہے کہ میرے ذہن سے اس کے جادو
کا اثر ختم ہو گیا ہے مگر وہ چلے میں بیٹھا
ہے۔ وہاں سے باہر نہیں نکل سکتا۔ لیکن
اس نے اپنے جادو سے میرے پاؤں پتھر کے
بنا دیئے ہیں۔"

دیوداسی کہنے لگی:
"اس سے زیادہ وہ تم پر کچھ اور جادو نہیں
کر سکتا۔ تم میرا ہاتھ تھام لو۔"

دیوداسی نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ ماریا نے اس کا
ہاتھ پکڑ کر قدم اٹھایا تو اس کے پاؤں ایک دم ہلکے
پھلکے ہو گئے اور وہ دیوداسی کے ساتھ چلتی کوٹھڑی سے

باہر آ گئی۔ باہر آتے ہی جس طرف کالو پجاری اپنے ارد
گرد دائرہ کھینچ کر چلا کر رہا تھا۔ اس طرف سے اچانک
شیر کی دھاڑ کی آواز سنائی دی۔ ماریا تھوڑا سا ڈر کر پیچھے
ہٹی۔ کیوں کہ اس پر ابھی کالو پجاری کے جادو کا اثر
موجود تھا۔ وگرنہ ماریا کبھی نہیں ڈری تھی۔ دیوداسی نے
اسے ہاتھ سے پکڑ کر اپنی طرف کرتے ہوئے کہا:
"ڈرو مت۔ تم میرے ساتھ ہو۔ میں نیکی اور
معصومیت کی دیوی ہوں اور نیک اور معصوم
لوگوں پر جادو کا اثر نہیں ہوتا۔ آؤ میرے ساتھ۔"
دیوداسی ماریا کو لے کر غار میں دوسری طرف بڑھتی
وہ غاروں کے تین دروازوں میں گزر کر ایک بڑے
دالان میں آ گئیں یہاں چاروں طرف دیواروں پر پتھر کی
مورتیاں بنی ہوئی تھیں۔ دیوداسی ایک بڑی مورتی کے
سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔ یہ دیوی درگا کی مورتی تھی۔
دیوداسی نے بڑے ادب سے ہاتھ باندھ کر کہا:
"درگا دیوی! تمہارے حکم سے میں ماریا سندری
کو یہاں لے آئی ہوں۔ اب آگے تو اس کی
مدد کر۔ تو اس کے دل کا حال بھی جانتی ہے
اور کالو پجاری کے جادو کو بھی سمجھتی ہے۔"

درگا مورتی پتھر کی تھی۔ اس میں حرکت پیدا ہوئی۔ اس
نے اپنی پتھریلی پلکیں اوپر اٹھائیں۔ پھر اس کے ہونٹ
ہلے اور ماریا کو ایک نہایت نرم اور دل پر اثر کرنے
والی آواز سنائی دی:
"ماریا! کالو پجاری تیرے ساتھ ظلم کرنے والا تھا
میں نے اس ظلم کو برداشت نہیں کیا اور تجھے
اپنی خاص دیوداسی بھیج کر اپنے پاس بلا لیا۔"
ماریا نے کہا:
"اے عظیم درگا دیوی! مجھے اس مکروہ شیطان سے
بچا لو یہ میری زندگی تباہ کر دے گا۔"
درگا دیوی نے کہا:
"کالو پجاری نے کالا علم یم دوت سے حاصل
کیا ہے جو تباہی اور موت کا دیوتا ہے اور
اس کی طاقت مجھ سے زیادہ ہے۔ میں نے اس
غار کے اندر کالو پجاری کے جادو کو تم پر بے اثر
کر دیا ہے مگر اس غار کے باہر میرا جادو
نہیں چلتا۔"
ماریا نے سوال کیا:
"درگا ماتا! کیا میں اسی طرح اس غار سے باہر

فرار نہیں ہو سکتی ؟"

درگا دیوی بولی :

"یہی مشکل بات ہے ۔ کالو پجاری کے جادو نے اس غار کے آگے صرف تمہارے لیے شیشے کی ایک ایسی دیوار کھڑی کر دی ہے کہ اگر تم اس میں سے گذرو گی تو تمہارے جسم کی ساری شعاعوں اور ذروں کو آگ لگ جائے گی۔"

ماریا تو پریشان ہو گئی ۔ اب دیوداسی نے ہاتھ باندھ کر عرض کی :

"مہا دیوی ! ماریا سندری ایک معصوم دل کی بھولی بھالی نیک لڑکی ہے ۔ یہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ہزاروں سال کے واپسی کے سفر پر ہے ۔ اس کی مدد کی جائے۔"

درگا دیوی نے کہا :

"ماریا سندری ! تیرا دل گناہ کے خیال سے پاک ہے جس بچی کا ذہن میں بُرے خیال نہیں آتے جس کا دل گناہ اور بُرے خیال سے پاک ہوتا ہے خدا یا بھگوان یا ایشور اس کی مدد کرتا ہے۔ مجھے بھی میرے بھگوان اور تمہارے خداوند کی

طرف سے تمہاری مدد کرنے کا حکم ملا ہے۔"

ماریا نے درگا دیوی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا :

"مہا دیوی ! مجھے کالو پجاری کے ظلم سے بچنے کے لیے کیا کرنا چاہیے ۔"

درگا دیوی بولی :

"اس غار میں اگر تم غیبی حالت میں بھی رہو گی تب بھی کالو پجاری تجھے ایک بار پھر اپنے جادو میں جکڑ لے گا ۔ اس کی ایک ہی صورت ہے کہ تم میرے سر کے بالوں کے جوڑے میں آ کر چھپ جاؤ ۔ پھر میں تمہارے لیے کچھ سوچوں گی۔"

دیوداسی نے ماریا سے کہا کہ جیسا درگا دیوی نے کہا ہے وہ ویسے ہی کرے ۔ ماریا پہلے ہی غائب تھی وہ ایک ننھی سی لہر بن کر درگا دیوی کے سر کے پتھریلے بالوں کے جوڑے میں آ کر ایک سوراخ میں چھپ گئی ۔ درگا دیوی کے بال پتھر کے بنے ہوئے تھے۔ ان بالوں کی پتھریلی جالی میں سے اسے باہر کا منظر نظر آ رہا تھا ۔ اس نے دیکھا کر دیوداسی جو اسے وہاں لائی تھی سامنے والی دیوار میں ایک جگہ پتھر کی مورتی بن کر

کھڑی ہو گئی۔

پتھر کی مورتیوں والے اس دالان میں سناٹا چھا گیا۔
رات گذر گئی۔ دن نکلا تو کالو پجاری نے روز کی طرح اپنے
طلسمی دائرے سے اٹھ کر باہر جانے کے لیے دائرے سے
نکل کر اپنی کوٹھڑی میں جھانکا تو اسے ماریا نظر نہ آئی۔
وہ پریشان ہو گیا کہ ماریا کہاں چلی گئی۔ اس نے سارا
غار چھان مارا لے ماریا کہیں نہ ملی۔ پھر وہ غار سے
باہر جا کر ماریا کو تلاش کرنے لگا۔ اس نے کئی بار
ماریا کو سندری! سندری! پکار کر آوازیں بھی دیں مگر ماریا
وہاں ہوتی تو جواب دیتی۔

کالو پجاری سخت غصے اور ناامیدی کی حالت میں
واپس غار میں آ گیا۔ یہاں آ کر اس نے ایک بار پھر
کوٹھڑی کو غور سے دیکھا۔ ماریا واقعی وہاں نہیں تھی۔
کالو پجاری کا چلّہ بھی بھنگ ہو رہا تھا یعنی خراب
ہو رہا تھا۔ اس نے فوراً ایک طلسم پڑھا اور یم دُوت
دیوتا کے دربار میں حاضر ہو کر کہا:

"مہاراج! ماریا سندری غار میں سے غائب ہو
گئی ہے۔"

یم دُوت نے کہا:

"وہ درگا دیوی کے سر کے جوڑے میں چھپی
ہوئی ہے۔ ماریا کے دماغ سے تمہارے جادو
کا اثر ختم ہو چکا ہے۔ صرف اس کے لیے
ایلورا غار کا راستہ بند کر دیا گیا ہے۔ تم سے
غلطی ہو گئی۔ تمہیں ماریا کو بھی اپنے ساتھ جادو
کے دائرے کے اندر بٹھانا چاہیے تھا۔"

کالو پجاری بولا:

"مہاراج ماریا سندری میرے ہاتھ سے چلی گئی
تو یہ میرے جادو کی۔ آپ کے طلسم کی بے عزتی
ہوگی۔"

یم دُوت بولا:

"درگا دیوی نیکی اور علم کی مہا دیوی سرسوتی
دیوی کی چیلی ہے۔ اس پر میرا جادو نہیں چل
سکتا۔ اس لیے جاؤ۔ غار میں جا کر بیٹھو اور
اس وقت کا انتظار کرو جب ماریا سندری دیوی
درگا کے جوڑے سے باہر نکل کر زمین پر آئے۔
پھر تم اس پر اپنا جادو چلا سکتے ہو۔ اس کے
سوا میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ جاؤ۔"

کالو پجاری یم دُوت کے دربار سے واپس آ گیا۔

ایلورا کے غار میں آتے ہی وہ سیدھا اس دالان میں
پہنچا جہاں درگا دیوی کا بت دیوار میں بنا تھا۔ اس نے
درگا دیوی کے سر کے بالوں کی طرف دیکھ کر کہا:
"درگا دیوی! اگرچہ تھوڑی دیر کے لیے تم نے مجھے
شکست دے دی ہے اور میری ہونے والی بیوی
ماریا سندری کو اپنے سر کے بالوں میں چھپا لیا ہے
لیکن میں اسے حاصل کر کے رہوں گا۔ تم زیادہ
دیر تک ماریا سندری کو اپنے پاس نہیں رکھ سکو گی
بہتر یہی ہے کہ چپکے سے ماریا سندری میرے حوالے
کر دو۔"

درگا دیوی نے آہستہ سے جواب دیا۔
"تم برائی کے پجاری ہو۔ تم بدی کرنے والے آدمی
ہو۔ ماریا سندری کو تم نے زبردستی قید کر رکھا تھا
اور اسے اس کے دوستوں کا دشمن بنا دیا تھا۔
اب اس کا ذہن تمہارے جادو سے پاک ہو
چکا ہے۔ بہت جلد اس کا جسم بھی تمہارے جادو
سے آزاد ہو جائے گا۔ میں اسے تمہارے حوالے
نہیں کروں گی۔"
ماریا اور دیوداسی یہ گفتگو خاموشی سے سن رہی تھیں۔

کالو پجاری نے چلا کر کہا:
"میں اس غار کی ساری مورتیوں کو اپنے جادو کے
زور سے پاش پاش کر دوں گا۔ میں ماریا سندری
کو تم سے چھین کر لے جاؤں گا۔"
یہ کہہ کر کالو پجاری بڑے سخت غصے میں پھنکارتا
دالان میں سے نکل کر اپنی اس کوٹھڑی کی طرف چلا گیا
جہاں وہ چلہ کر رہا تھا۔ اس کا چلہ تباہ ہو گیا تھا جب
ماریا سندری ہی اس کے قبضے میں نہیں تھی تو اب چلہ
کاٹنے کا کیا فائدہ تھا۔ کالو پجاری کے عیار دماغ نے
سوچنا شروع کر دیا کہ وہ درگا دیوی کو کس طریقے سے
شکست دے سکتا ہے۔
کالو پجاری ایلورا غار میں کبھی کبھی آتا تھا۔ جب کہ
درگا دیوی اور دیوداسی کی مورتیاں اس غار میں دو ہزار
سال سے موجود تھیں اور اس غار کے کئی خفیہ راستوں
کا انہیں پتہ تھا۔ جب کالو پجاری چلا گیا تو درگا دیوی
کی مورتی نے ماریا سے کہا:
"ماریا سندری! مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ
یم دُوت کے چیلے کالو پجاری کے کالے جادو
کا مقابلہ کر سکوں۔ اس نے غار کے دروازے پر
...ل کر

جو جادو کی نظر نہ آنے والی دیوار کھڑی کر
رکھی ہے میں اسے نہیں گرا سکتی۔"
ماریا نے پریشان ہو کر کہا:
"تو کیا مجھے ہمیشہ کے لیے اس غار میں ہی
رہنا پڑے گا؟"
درگا دیوی کہنے لگی:
"نہیں میں اس کا بندوبست کرتی ہوں مجھے ایک
ایسے خفیہ راستے کا علم ہے جو تمہیں اس پرانے
غار سے باہر لے جائے گا۔ یہ راستہ کالو پجاری کو
معلوم نہیں ہے۔ میری دیوداسی تمہاری مدد کریگی۔"
درگا دیوی نے دیوداسی کی مورتی کی طرف دیکھکر کہا:
"دیوداسی! تم ماریا سندری کی مدد کرو۔ اسے اپنے
ساتھ لے جاؤ اور گوتم بدھ والی غار سے اسے
باہر نکال دو۔"
دیوداسی کی مورتی دیوار کے طاق میں سے اتر کر نیچے
آ گئی۔ درگا دیوی نے ماریا سے کہا:
"یہ غار تمہیں ان پہاڑوں کی دوسری طرف لے
جائے گا۔ اس غار سے نکلتے ہی تمہارے جسم
کی شعاعوں پر کالو پجاری کے جادو کا اثر ختم

ہو جائے۔ تم ایک جنگل میں پہنچ جاؤ گی۔ وہاں
سے تم اپنا رُخ جنوب کی طرف کر لینا۔ جنوب
میں جہاں ہندوستان کی تکونی سرحد ختم ہوتی ہے
اس کے آگے لنکا کا ملک آ جائے گا۔ وہاں
پہنچ کر تم کالو پجاری کے پنجے سے ہمیشہ کے
لیے آزاد ہو جاؤ گے۔ جاؤ۔ بھگوان تمہاری
حفاظت کرے۔"
ماریا درگا دیوی کے بالوں میں سے نکل آئی۔ اس
نے درگا دیوی سے کہا
"میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں درگا دیوی! تم
نے میری بہت مدد کی ہے۔ اب ایک مدد
اور کرو۔ کیا تم مجھے بتا سکتی ہو کر میرے ساتھی
عنبر ناگ اور کیپٹن کہاں ہیں؟"
درگا دیوی نے کہا:
"ان کے بارے میں، میں تمہیں صرف اتنا بتا
سکتی ہوں کہ وہ اس زمین پر نہیں ہیں۔ اس
سے زیادہ مجھے کچھ علم نہیں ہے۔"
ماریا نے ایک بار پھر درگا دیوی کا شکریہ ادا کیا
اور دیوداسی کے ساتھ مورتیوں کے دالان سے نکل کر

ایک سرنگ میں داخل ہو گئی۔ اس سرنگ کا راستہ مورتی
والی دیوار کے پیچھے تھا۔

دیوداسی ماریا کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ دیوداسی
کو ماریا دکھائی دے رہی تھی۔ دیوداسی اس سے پوچھنے لگی
"تم بڑی خوبصورت ہو ماریا سندری۔ تم چلی جاؤ
گی تو مجھے بہت یاد آؤ گی۔"

ماریا نے مسکرا کر کہا:
"تمہارا شکریہ دیوداسی۔ میں بھی تمہیں نہیں بھلا
سکوں گی۔ اگر تم اور درگا دیوی میری مدد نہ
کرتیں تو خدا جانے کالو پجاری کی قید سے میں
کبھی آزاد بھی ہوتی یا نہیں۔"

چلتے چلتے دیوداسی ماریا کو لے کر ایک ایسی سرنگ
میں آ گئی جہاں گھپ اندھیرا تھا۔ اس کے بعد ایک
چڑھائی والا راستہ آ گیا۔ باقی ساری رات وہ سرنگ
میں چلتی رہیں۔ جب ایک جگہ سے دیوداسی اور ماریا سرنگ
میں سے باہر نکلیں تو دن کی روشنی پہاڑ کے دامن میں
پھیلی ہوئی تھی۔

دیوداسی نے کہا:
"ماریا سندری! میں تمہارے ساتھ اس سے آگے

نہیں جا سکتی۔ یہ سامنے جنگل ہے۔ اس جنگل
میں دو رات اور دو دن کے سفر کے بعد
ہندوستان کے ملک کی سرحد ختم ہو جائے گی
بیچ میں سمندر آ جائے گا۔ اس سمندر کے
دوسرے کنارے پر لنکا کا ملک ہے۔ لنکا کے
ملک میں کالو پجاری تمہارا کچھ نہیں بگاڑ
سکے گا۔"

ماریا نے پوچھا:
"لنکا میں ایسی کون سی بات ہے کہ کالو پجاری
کے جادو کا مجھ پر وہاں اثر نہیں ہو گا؟"

دیوداسی نے کہا:
"آج سے ہزاروں سال پہلے لنکا پر بھارت
کے راجہ رام چندر جی نے چڑھائی کی تھی۔
کیونکہ وہاں راون نام کا ایک ظالم راجہ
حکومت کرتا تھا۔ رام چندر جی کو فتح ہوئی۔
جب سے رام چندر جی نے بھگوان سے دعا
کی کہ اے بھگوان! اس ملک میں نیک دل
لوگوں کی حفاظت کرنا۔ پس اس وقت سے
لے کر آج تک لنکا میں نیکی کرنے والوں

پر کسی جادو ٹونے کا اثر نہیں ہوتا۔ اب تم جاؤ
مجھے بھی واپس جانا ہے۔"
ماریا دیوداسی کا شکریہ ادا کر کے جانے لگی تو دیوداسی
نے خبردار کیا:
"ماریا بہن! کالو پجاری بڑا چالاک جادوگر ہے۔
ہو سکتا ہے وہ لنکا ملک کی سرحد تک تمہارا
پیچھا کرے اور تم کو دوبارا اپنے قابو میں کرنے
کی کوشش کرے۔ اس لیے اس سے ہوشیار رہنا۔"
ماریا نے کہا:
"میں ہوشیار رہوں گی۔ شکریہ دیوداسی بہن!"
دیوداسی نے ہاتھ جوڑ کر ماریا کو "نمستے" کہا اور غار
میں واپس چلی گئی۔ ماریا نے اپنے سامنے ایک گنجان جنگل
دیکھا جس کے اندر ایٹمی تابکاری کے اثر سے درندے
اور پرندے مرے پڑے تھے۔ ایٹم بموں کا اثر یہاں
بھی ہوا تھا۔ ماریا نے خدا وند کا نام لیا اور زمین سے
ذرا سا اچھل کر ہوا میں کئی فٹ بلند ہو گئی۔ پھر وہ
درختوں کے بھی اوپر آ گئی اور اس نے ملک لنکا کی
طرف اڑنا شروع کر دیا۔
یہ جنگل بھی کہیں کہیں اس پانی میں ڈوبا ہوا تھا جو

ہائیڈروجن میزائیلوں کے پھٹنے سے ہمالیہ کی برفوں سے
پگھل کر یہاں تک آ گیا تھا۔ ماریا نے سوچا کہ ضرور ملک
لنکا میں بھی ایٹمی تباہی نازل ہوئی ہو گی۔
ماریا بڑی تیز رفتاری سے ہوا میں اڑی جا رہی تھی۔
وہ سارا دن اور ساری رات اڑتی رہی۔ رات گذر گئی۔
دوسرا دن نکل آیا۔ بھارت کا آخری جنوبی ساحل جو
تکون کی شکل میں ہے اب زیادہ دور نہیں تھا۔ ماریا
ہوا میں اڑتی چلی جا رہی تھی کہ اچانک اسے محسوس
ہوا کہ اس کو کوئی طاقت پیچھے کھینچ رہی ہے۔ ماریا
نے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ فضا میں اسے پہلے تو کچھ
دکھائی نہ دیا۔ پھر اس کی رفتار اپنے آپ سست ہو گئی۔
اب وہ اڑ نہیں سکتی تھی۔ ماریا نیچے آ گئی۔ یہاں ایک
ویران جنگل تھا جہاں کئی درخت اکھڑے ہوئے تھے۔
ماریا سمجھ گئی کہ یہ کالو پجاری کے جادو کا اثر ہے۔
اور وہ اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ ماریا نے ایک درخت
کے پیچھے چھپ کر دیکھا کہ آگ کا ایک سرخ شعلہ
اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ماریا دوڑنے لگی۔ آگ کا
شعلہ اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ دوڑتے دوڑتے ماریا نے
چھلانگ لگائی اور ایک بہت بڑی چٹان کے اوپر سے

ہو کر دوسری طرف جا کر گر پڑی۔

یہاں ایک شیر کی بھیانک گرج سنائی دی۔ اس نے دیکھا کہ اس کے پیچھے ایک بہت بڑا خونخوار شیر دوڑا چلا آ رہا ہے۔ یقیناً یہ کالو پجاری ہی تھا جو شیر بن کر اسے دبوچنے کے لیے بھاگا چلا آ رہا تھا۔ ماریا بھی گھبرا کر دوڑ پڑی۔ اس نے دیکھا کہ ایک جگہ بڑے بڑے پتھروں کے درمیان ایک چھوٹا سا مندر بنا ہوا ہے۔ ماریا اس مندر کی طرف بھاگی۔ اس مندر کی پیشانی پر ایک سانپ کی مورتی بنی ہوئی تھی۔

ماریا لپک کر مندر میں داخل ہو گئی۔

مندر کے چبوترے پر ایک بہت بڑے سانپ کی مورتی تھی جس کا پھن پھیلا ہوا تھا۔ ماریا نے پریشانی کی حالت میں اس کی طرف دیکھا اور فریاد کی:

"اے سانپ کی مورتی! ناگ دیوتا میرا بھائی ہے۔ میں ناگ دیوتا کی بہن ماریا ہوں۔ کیا تم ناگ دیوتا کی بہن کو کالو پجاری کے ظلم سے نہیں بچاؤ گے؟"

چبوترے پر سانپ کی مورتی میں حرکت پیدا ہوئی۔ اس کے منہ میں سے پھنکار کی آواز نکلی اور وہ چبوترے

سے اتر کر ماریا کے پاس آ گیا اور اپنی آواز میں بولا:

"عظیم ناگ دیوتا کی عظیم بہن۔ مجھے تم سے ناگ دیوتا کی خوشبو آ رہی ہے۔ تم میرے پاس آ گئی ہو۔ اب جو کوئی تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا وہ خود اپنی موت مارا جائے گا۔"

ماریا نے دروازے کی طرف اشارہ کیا:

"کالو پجاری میرے پیچھے لگا ہے۔ وہ بہت بڑا جادوگر ہے۔ وہ شیر کے روپ میں مجھے دبوچنے آ رہا ہے۔"

سانپ نے ماریا کو اپنی کنڈلی کے اندر چھپا لیا اور کہا:

"تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔ کالو پجاری کو آنے دو!"

اتنے میں شیر کی دھاڑ سے سارا علاقہ گونج اٹھا۔ شیر کی ایسی بھیانک گرج ماریا نے پہلے شاید ہی کبھی سنی ہو۔ سانپ پھن اٹھائے خاموشی سے آنکھوں سے دروازے کی طرف تک رہا تھا۔

ایک دم سے دروازے میں وہی خونخوار شیر نمودار ہوا۔ اس نے یقیناً ماریا کو دیکھ لیا تھا۔ وہ زور سے

گرجا اور جہاں ماریا بشیر کے کنڈل کی حفاظت میں بیٹھی
تھی، اس طرف آہستہ آہستہ بڑھنے لگا۔ بشیر شاید سانپ کو
کوئی پتھر کی مورتی سمجھ رہا تھا۔ جونہی وہ سانپ کے
قریب آیا۔ سانپ نے اپنے منہ سے ایک ایسی پھنکار
ماری کہ بشیر کے جسم میں آگ لگ گئی۔ آگ کے لگتے
ہی بشیر کالو پجاری بن گیا۔ اس کے سارے جسم پر آگ
کے شعلے ہی شعلے تھے۔ وہ تڑپ رہا تھا۔ چیخ رہا تھا۔
اچھل رہا تھا۔ مگر شعلے اس کے جسم سے الگ نہیں ہو
رہے تھے۔ ماریا کی آنکھوں کے سامنے کالو پجاری جل کر
راکھ ہو گیا۔

سانپ نے ماریا سے کہا:

"عظیم ناگ دیوتا کی بہن! تمہارا دشمن ہلاک
کر دیا گیا ہے۔ اب میرے لائق کوئی حکم ہو تو بتاؤ
تمہاری خدمت کرنا ہمارا فرض ہے۔"

ماریا نے سانپ سے پوچھا:

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ ناگ دیوتا کہاں ہو گا؟"

سانپ نے اپنا پھن اٹھا کر چاروں طرف سونگھا۔
پھر بولا:

"ناگ دیوتا کی خوشبو مجھے سوائے تمہارے جسم کے

اور کسی طرف سے نہیں آ رہی۔ اس کا مطلب
یہ ہے کہ ناگ دیوتا اس وقت زمین پر کہیں
نہیں ہے۔"

ماریا خاموش ہو گئی۔ اسے دو جگہوں سے اشارہ ملا
تھا کہ ناگ اس زمین پر نہیں ہے۔ درگا دیوی نے بھی یہی
کہا تھا اور اب سانپ بھی یہ ہی بات کہہ رہا تھا۔ ماریا نے
سانپ کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے چل پڑی۔ ظالم کالو
پجاری کے مرنے سے ماریا اس کے جادو سے ہمیشہ کے لیے
آزاد ہو گئی تھی۔

O
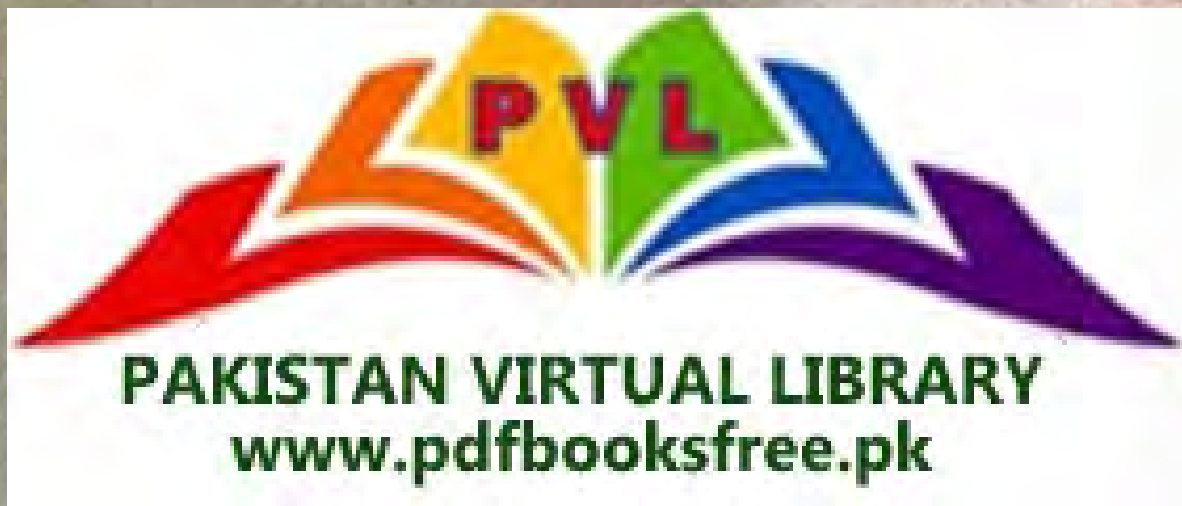
برف کے طوفان میں

ماریا زمین سے اُچھلی۔
وہ فضا میں بلند ہو گئی۔ اس نے ملک لنکا کی طرف پرواز شروع کر دی۔ ابھی دن کی روشنی باقی تھی کہ ماریا کو سمندر دکھائی دیا۔ یہ سمندر ہندوستان کی نچلی تکون اور لنکا کے جزیرائی ملک کے درمیان پچیس میل میں پھیلا ہوا ہے۔ ماریا نے اس سمندر میں ڈوبے ہوئے بڑے بڑے پتھروں کے ستون دیکھے جن کے بارے میں اس نے سن رکھا تھا کہ یہ اس پل کے ستون ہیں جو راجہ رام چندر جی نے راون پر چڑھائی کرنے کے لیے بنایا تھا۔

ماریا کو دور لنکا کا ساحل دکھائی دیا:
ماریا کو ہم یہاں چھوڑتے ہیں۔ اس وقت عنبر، کیٹی، مصری ممی، خلائی لڑکی شکالی اور بوڑھا ناگ خلائی جہاز میں سوار شکالی کے خلائی ستارے بینا ھتون کی طرف

[illegible]میں اڑے چلے جا رہے ہیں۔ ہم انہیں بھی خلا [illegible]یں ہی چھوڑتے ہیں اور واپس ذرا خلائی انسان تھیوسانگ [illegible]ور سرخ بالوں والی لڑکی جولی کی طرف چلتے ہیں۔ آپ [illegible]ڑھ چکے ہیں کہ امریکہ کے سائنسی عجائب گھر والے ہال [illegible]ی ٹائم مشین میں خلائی انسان کے ساتھ غائب ہو کر [illegible]ولی اڑھائی ہزار سال پہلے کے ملک یونان میں پہنچ [illegible]ئی تھی جب کہ خلائی انسان ملک مصر میں جا نکلا تھا [illegible] پانچ ہزار پہلے کا ملک مصر تھا۔ اس ملک میں سوڈان [illegible]ی ایک کنیز سارھتی کو بھی فرعون کی لاش کے ساتھ [illegible]ساتھ اہرام میں زندہ دفنا دیا گیا تھا جہاں سے خلائی [illegible]نسان اسے نکال کر اب اس کنیز سارھتی کو اس کی ماں کے پاس ملک سوڈان کی طرف لیے جا رہا تھا۔
پہلے ہم سرخ بالوں والی لڑکی جولی کے پاس آتے [illegible]یں۔ جولی ایک عالی شان محل کے باغ میں ایک تالاب کے کنارے اچانک نمودار ہو گئی تھی۔ یہاں ملک یونان کے بادشاہ کی دو شہزادیاں اپنی کنیزوں کے ساتھ سیر کر رہی تھیں کہ انہوں نے سرخ بالوں نیلی آنکھوں والی [illegible]ریکی لڑکی جولی کو دیکھا تو لپک کر اس کے پاس آ [illegible]ئیں۔ جولی کا لباس یونان کی شہزادیوں جیسا ہو گیا ہوا

تھا۔ ان شہزادیوں کو اپنے ولی عہد بھائی، شہزادے سباکو
کے لیے دلہن کی تلاش تھی جس کے بارے میں شاہی
نجومی نے کہا تھا کہ یہ دلہن سرخ بالوں اور نیلی آنکھوں
والی ہو گی اور اسے دیوتا محل کے باغ میں بھیجیں گے۔

امریکی لڑکی جولی ایک فزکس کی سٹوڈنٹ رہ چکی تھی
اور ایک سائنس دان کی بیٹی تھی جو خود بھی ٹائم مشین
بناتے ہوئے غائب ہو کر پرانے زمانے میں پہنچ چکا تھا۔
جولی سمجھ گئی کہ ٹائم مشین نے اس کے جسم کے ذرّوں
اور مالیکیول کو فضا میں منتشر کر کے ٹائم مشین کے
ذریعے پرانے زمانے میں لا کر ایک بار پھر انسانی شکل
دے دی ہے۔ اس لیے جولی کو ڈھائی ہزار برس پرانے
زمانے میں آنے پر کوئی حیرانی نہیں ہوئی تھی۔ اب اسے
یہی ایک خیال تھا کہ وہ اپنے ڈیڈی کو تلاش کرے کہ
کہیں وہ بھی تو اس زمانے میں نہیں پہنچ چکا۔

جولی نے شہزادیوں کو جان بوجھ کر یہی کہا کہ ہاں
مجھے دیوتاؤں نے یہاں بھیجا ہے۔ شہزادیاں بڑی خوش
ہوئیں اور امریکی لڑکی جولی کو لے کر شاہی محل میں اپنے
بادشاہ باپ کے پاس آگئیں۔ بادشاہ کو ساری کہانی سنائی۔
بادشاہ بڑا خوش ہوا۔ اس نے کہا:

"میری بہو کا نام کیا ہے؟"

جولی نے کہا:

"میرا نام جولی ہے۔"

بادشاہ نے خوش ہو کر کہا:

"ہمیں یہ نام بڑا اچھا لگا ہے۔ جولی کو دیوتاؤں
نے ہماری بہو بننے کے لیے بھیجا ہے۔ ہم جولی کی
شادی اپنے بیٹے سباکو سے اگلے ماہ پورے چاند
کی رات کو کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔"

جولی خاموش رہی۔ اسے معلوم تھا کہ وہ یہاں سے
بڑی آسانی سے فرار ہو سکتی ہے۔ یہ لوگ جو کرتے ہیں
انہیں کرنے دیا جائے۔ شہزادیاں جولی کو ساتھ لے کر
اپنے بھائی شہزادہ سباکو کے پاس آ گئیں۔ سباکو ایک
خوبصورت نوجوان تھا۔

جولی کو دیکھ کر وہ بولا:

"دیوتاؤں کا شکریہ کہ انہوں نے میرے لیے اتنی
خوبصورت دلہن بھیجی۔"

شہزادے سباکو سے جولی کی شادی کا اعلان کر دیا گیا۔
جولی نے وہاں سے فرار کی اسکیم بنانی شروع کر دی
اس نے امریکہ کے اپنے کالج میں یونان کی پرانی تاریخ

پڑھی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ یونان کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں
ہیں اور یہاں سے وہ بادبانی جہاز کے ذریعے ہی فرار
ہو کر شمالی افریقہ کے ملک لیبیا یا تیونس پہنچ سکتی ہے۔
وہ یہ اسکیم بنا رہی تھی کہ یونان کی اس ریاست پر
جہاں جولی موجود تھی دوسرے ملک نے حملہ کر دیا۔ دشمن
کی فوجیں بہت زیادہ تھیں۔ جنگ شروع ہو گئی دشمن
کی فوجیں مار دھاڑ کرتی شاہی محل میں پہنچ گئیں۔ ہر
طرف افراتفری مچ گئی۔ جس کو جس طرف راہ ملی وہ
ادھر کو بھاگ نکلا۔ بادشاہ اور شہزادہ جنگ میں مارے
گئے۔ جولی بھی ایک گھوڑے پر بیٹھ کر محل سے فرار
ہوئی تو دشمن کی فوجوں کے ایک سپاہی نے اسے پکڑ
کر سپہ سالار کے سامنے پیش کر دیا۔ سپہ سالار سمجھا کہ یہ
لڑکی بھی شاہی محل کی شہزادی ہے۔ اس نے اسے قید
میں ڈالنے کا حکم دے دیا۔

یونان کے ملک پر قبضہ کرنے کے بعد یہ سپہ سالار
تھوڑی سی فوج لے کر واپس اپنے وطن روانہ ہو گیا جولی
اس کے ساتھ دوسری قیدی عورتوں کے ہمراہ موجود
تھی۔ یہ فوج بادبانی جہازوں پر سوار ہو کر سمندر میں اپنے
ملک کی طرف روانہ ہو گئی۔

جولی کی ڈیوٹی بھی دوسری قیدی عورتوں کے ساتھ جہاز
کے لکڑی کے عرشے کی صفائی پر لگ گئی۔ یہاں دوسری
عورتوں کی زبانی جولی کو معلوم ہوا کہ وہ شمالی افریقہ کے
ملک لیبیا کی طرف جا رہے ہیں جس کا آج سے ہزاروں
سال پہلے کارتھیج نام تھا۔

ایک مہینے کے سمندری سفر کے بعد یہ جہاز کارتھیج
کی بندرگاہ کے ساتھ جا لگے۔ اس ملک کا بادشاہ
بہت ظالم تھا۔ وہ قیدی عورتوں پر بھی رحم نہیں کھاتا
تھا۔ اس نے حکم دے دیا کہ دوسرے قیدی مردوں
کے ساتھ قیدی عورتوں کو بھی چمڑے کی بوریوں میں بند
کر کے زمین میں زندہ دفن کر دیا جائے۔

جولی یہ حکم سن کر خوف سے لرز اٹھی۔ کم بخت اس
قدر ظالم بادشاہ اس نے کبھی پہلے نہیں دیکھا تھا۔ وہ
پریشان ہو گئی کہ یہ کس مصیبت میں پھنس گئی ہے۔
وہ قید خانے کی کوٹھڑی میں بیٹھی اپنی قسمت کو رونے
کی بجائے ایک بہادر اور خود اعتماد لڑکی کی طرح سوچ
رہی تھی کہ وہ یہاں سے کس طرح فرار ہو سکتی ہے۔

اس نے دیکھا کہ جس کوٹھڑی میں وہ بند تھی اس
کے باہر ایک سپاہی پہرہ دیتا ہے۔ شام کے وقت ایک

سپاہی اس کو کھانا اور پانی دے جاتا تھا۔ اس وقت
کوٹھڑی کا لوہے کا جنگلا تھوڑی دیر کے لیے کھول
دیا جاتا تھا۔ بس یہی وہ وقت تھا جس سے جولی
فائدہ اُٹھا سکتی تھی۔ مگر سوال یہ تھا کہ اس کے پاس
کوئی تلوار یا خنجر نہیں تھا۔ وہ سپاہیوں کا مقابلہ کیسے
کرے؟ امریکی لڑکیاں ویسے بھی طاقتور ہوتی ہیں اور جولی
نے اپنے کالج کے زمانے میں جوڈو کراٹے بھی سیکھی تھی۔
اور وہ جوگنگ بھی کیا کرتی تھی۔ مگر وہ ایک ساتھ دو
سپاہیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ آخر اسے ایک
ترکیب سوجھی۔

رات کے وقت اس نے پیٹ درد کا بہانہ بنایا
اور فرش پر لوٹنے اور درد سے کراہنا شروع کر دیا۔
سپاہی نے جنگلے میں سے جھانک کر دیکھا اور اسے
بُرا بھلا کہا:

"یہ رات کاٹ لو۔ کل تمہیں زمین میں دفن
کر دیا جائے گا۔ پھر تمہاری پیٹ درد ہمیشہ
کے لیے ختم ہو جائے گی۔"

جولی نے کوئی جواب نہ دیا اور اسی طرح کراہتی
اور تڑپتی رہی۔ آخر اس نے کیا کیا کہ تڑپتے تڑپتے

ں بے حس ہو گئی جیسے بے ہوش ہو گئی ہو۔ سپاہی
نے اس خیال سے کہ کہیں وقت سے پہلے قیدی مر
نہ نہیں گیا دروازہ کھولا اور اندر آ کر جولی پر جھک
کر دیکھا۔ جونہی وہ جولی پر جھکا۔ جولی نے کراٹے کا ایک
یا زور دار ہاتھ اس کی گردن پر حلق کے قریب
ارا کر سپاہی پیچھے کو گرا۔

جولی بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اٹھی اور سپاہی
کا نیزہ اٹھا کر اس کے سینے میں گھونپ دیا۔ نیزہ
ل سے پار ہو گیا اور سپاہی بغیر آواز نکالے وہیں
ٹھنڈا ہو گیا۔ جولی نے کھلے جنگلے میں سے جھانک کر
باہر دیکھا۔ ایک تاریک راستہ اوپر کو جا رہا تھا۔ وہ
اپنی کوٹھڑی سے نکل کر بھاگی۔ آگے قید خانے کا بڑا دروازہ
آ گیا۔ جولی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔ دروازے
پر مشعل روشن تھی۔

اس روشنی میں اسے دیکھا ایک پہرے دار سٹول پر
بیٹھا دیوار کے ساتھ سر لگائے گہری نیند سو رہا ہے۔ جولی
کے لیے یہ بڑا سنہری موقع تھا۔ وہ دبے دبے قدم اٹھاتی
بڑی احتیاط کے ساتھ پہرے دار کے قریب سے گذر گئی۔
سامنے ایک احاطہ تھا جس کی ایک جانب گھوڑوں کا اصطبل

تھا۔ ذرا پرے ایک جگہ ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا۔

جولی گھوڑے کے قریب آ گئی۔ ایک اجنبی کو قریب دیکھ کر گھوڑا ہنہنایا۔ اس کی آواز سن کر خیمے میں سے کسی مرد کی آواز آئی:

"کیوں گھبرا رہے ہو۔ ابھی آتا ہوں۔"

جولی نے سوچا کہ اگر اس نے دیر کر دی تو یہاں سے فرار ہونا ناممکن ہو جائے گا۔ وہ پھونک پھونک کر قدم رکھتی گھوڑے کے پاس آ گئی اور پیار سے اس کی گردن پر ہاتھ پھیرا۔ گھوڑے پر زین کسی ہوئی تھی اور ایک تھیلا اور چمڑے کی بوتل لٹک رہی تھی۔

جولی نے آہستہ سے گھوڑے کی رسی کھولی اور اسے قدم قدم چلاتی احاطے سے باہر لے گئی۔ باہر جا کر اس نے ایک بار پھر گھوڑے کی گردن پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور اس پر سوار ہو گئی۔ گھوڑا ذرا سا بدکا مگر جولی کے پیار کرنے پر رام ہو گیا۔ جولی اسے وہاں سے نکال کر ایک میدان کی طرف روانہ ہو گئی۔ تھوڑی دور تک وہ گھوڑے کو قدم قدم چلاتی رہی۔ جب اسے محسوس ہوا کہ اب گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز پیچھے اس کے مالک تک نہیں پہنچے گی تو اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی

اور باگ ڈھیلی چھوڑ دی۔ گھوڑا اصیل عربی گھوڑا تھا۔ وہ ہوا سے باتیں کرنے لگا۔

ساری رات جولی صحرائی راستے پر سفر کرتی رہی۔ صبح ہوئی تو وہ ایک نخلستان میں پہنچی جہاں کوئی انسان نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہاں کھجوروں کے درخت تھے۔ جولی نے زمین پر گری ہوئی کھجوریں کھائیں اور گھوڑے کے ساتھ بندھی ہوئی چمڑے کی بوتل میں سے پانی پیا۔ کچھ دیر آرام کرنے کے لیے لیٹ گئی۔ تھکی ہوئی تھی۔ لیٹتے ہی نیند آ گئی۔ آنکھ کھلی تو وہاں ایک قافلے نے پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ جولی کی طرف کسی نے اس لیے دھیان نہ دیا کہ مسافروں نے اسے بھی مسافر عورت ہی سمجھا۔ یہ قافلہ جب شام کے وقت سفر کے لیے روانہ ہوا تو جولی بھی اس قافلے میں شامل ہو گئی۔

چھ روز کے سفر کے بعد یہ قافلہ سوڈان کے ایک شہر خرطوم کی کاروان سرائے میں پہنچ کر رک گیا۔

جولی نے بیسویں صدی عیسوی کے سوڈان کے شہر خرطوم کو دیکھا تھا جب وہ امریکن ایئرویز کے جہاز میں سوار ہو کر اپنے کالج کی لڑکیوں کے ساتھ وہاں سیر و سیاحت کرنے آئی تھی۔ یہ خرطوم پانچ ہزار برس پہلے

کا خرطوم تھا۔ کچے مکان، چوڑی سڑکیں اور امراء اور
جاگیرداروں کے اونچے اونچے مگر کچے مکان۔ کھجوروں
اور انجیر، انگور، سنگتروں کے باغ ــــ کوئی موٹر کاروں،
ٹرکوں سکوٹروں کا رش نہیں تھا۔ سڑکوں پر اونٹ اور
بیل گاڑیاں چل رہی تھیں۔ کبھی کبھی کوئی گھوڑ سوار
گذر جاتا تھا۔

جولی کو بالکل معلوم نہیں تھا کہ اس کا ساتھی خلائی
انسان بھی اسی شہر خرطوم میں موجود ہے۔ وہ فرعون کی
کنیز سارھتی کو ساتھ لے کر مصر سے سفر کرتا سوڈان
پہنچا تھا اور سارھتی کو اس کی والدہ کے پاس پہنچا کر
ان کے انگور کے باغ ہی میں ٹھہرا ہوا تھا اور سوچ
رہا تھا کہ اب وہ کہاں اور کس طرف کا رُخ کرے؟

جولی بھی اسی شہر کی گرد اڑاتی مگر خاموش سڑکوں
پر گھوم رہی تھی۔ گھومتے گھومتے اسے شام ہو گئی۔ وہ
شہر کی ایک گلی میں سے گذر رہی تھی کہ اچانک دو
حبشی اس کے سامنے آ گئے۔ دونوں کوئی ڈاکو یا بدمعاش
لگتے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں خنجر تھے۔ جولی سمجھ گئی کہ
وہ پھنس گئی ہے۔

اس نے بھاگنے کی کوشش کی مگر دونوں حبشیوں نے

اسے دبوچ لیا۔ جولی نے شور مچا دیا۔ کچھ لوگ گلی میں
جمع ہو گئے۔ جولی نے ان کی زبان میں کہا:

"میں مسافر لڑکی ہوں۔ یہ مجھے اغوا کر کے لیے
جا رہے ہیں۔ میری مدد کرو۔"

ایک حبشی بدمعاش نے جولی کے منہ پر زور سے
طمانچہ مارا اور لوگوں سے کہا:

"یہ ہماری کنیز ہے۔ ہم غلام اور کنیزیں فروخت
کرتے ہیں۔ ہم نے اسے مصر میں سات سو درہم
دے کر خریدا تھا۔ اب یہ موقع پا کر فرار ہو
رہی تھی۔"

اس زمانے میں کنیز اور غلام عام بازاروں میں فروخت
کیے جاتے تھے اور لوگ اسے کوئی بدنام یا بُرا پیشہ نہیں
سمجھتے تھے۔ غلاموں اور کنیزوں کے بازار لگتے۔ لوگ
وہاں آتے اور اپنی پسند کا غلام یا کنیز خرید کرکے
جاتے اور پھر گھر میں کھیت میں یا باغ میں اس کے
کام کراتے۔

لوگوں نے الٹا جولی کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا
اور چلے گئے۔

حبشی بدمعاش بڑے خوش ہوئے۔ انھوں نے جولی کے

ہاتھ پیچھے باندھ ڈالے اور اپنے مکان میں لے جا کر اسے
بند کر دیا۔ جولی کے بال سرخ تھے آنکھیں نیلی تھیں وہ
نوجوان اور خوبصورت تھی۔

ایک حبشی نے کہا:

"کل اسے بازار میں لے جا کر فروخت کریں گے
اس کی بہت قیمت پڑے گی۔ ہمارے وارے
نیارے ہو جائیں گے"۔

دوسرا حبشی خوش ہو کر بولا:

"خوبصورت لڑکی ہے۔ اس کے ہم دس ہزار
درہم وصول کریں گے"۔

دوسرے دن وہ جولی کو لے کر اس بازار میں آ
گئے جہاں دوسری کنیزیں اور غلام بھی بک رہے تھے۔
یہ دونوں حبشی بھی ایک جگہ جولی کو لے کر کھڑے
ہو گئے اور بلند آواز میں لوگوں کو بلانے لگے۔ لوگ وہاں
جمع ہو گئے۔ اتفاق سے خلائی انسان بھی اس طرف سے
گذر رہا تھا۔ اس نے جولی کو نہ دیکھا مگر جولی نے اسے
دیکھ لیا۔ اس کو دیکھتے ہی جولی نے پکار کر انگریزی
زبان میں کہا:

"تھیوسانگ انکل! مجھے بچا لو۔ میں یہاں ہوں"۔

خلائی انسان حیران ہوا کہ اس کا نام کس عورت نے
لیا ہے۔ اس نے جو پلٹ کر دیکھا تو امریکی لڑکی جولی
چبوترے پر کھڑی تھی۔ دو حبشی اس کی بولی لگا رہے
تھے۔ ایک امیر حبشی نے بیس ہزار درہم کی بولی لگا دی
تھی۔ خلائی انسان لپک کر وہاں آیا۔ اس نے حالات کا
جائزہ لیا۔ اس کے اپنے پاس کوئی پیسہ نہیں تھا۔ اس
نے جولی کو انگریزی زبان ہی میں کہا کہ تسلی رکھو۔ فکر نہ کرو
میں تمہیں یہاں سے نکال لوں گا۔

بدمعاش حبشی نے انہیں باتیں کرتے دیکھ کر جولی کو
تھپڑ مار دیا۔

اس پر خلائی انسان کو سخت غصہ آ گیا۔ وہ اچھل
کر چبوترے پر چڑھ گیا جہاں جولی کو کھڑا کیا گیا تھا۔ اس
نے جاتے ہی ایک آنکھ بند کی اور بدمعاش حبشی کے
جسم کے ساتھ اپنی انگلی لگا دی۔

بس پھر کیا تھا۔ لوگوں کے سامنے ایک اونچا لمبا تڑنگا
حبشی سمٹ کر چوہے جتنا ہو گیا۔ لوگ خوف زدہ ہو کر
وہاں سے بھاگ گئے۔ وہ خلائی انسان کو کوئی جادوگر
سمجھ رہے تھے۔ دوسرے بدمعاش حبشی نے خلائی انسان کو زور
کا گھونسا مارا۔ خلائی انسان نے اس بدمعاش کی گردن

سے اپنی انگلی لگا دی۔

یہ بدمعاش بھی ننھا سا چوہا بن کر چبوترے پر ادھر اُدھر پھدکنے لگا۔ سارا بازار خوف کے مارے خالی ہو گیا۔ خلائی انسان نے جولی سے کہا:

"اب میدان صاف ہو گیا ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔"

خلائی انسان جولی کو لے کر سارھتی کے مکان پر آگیا۔ اس نے جولی کا تعارف سارھتی اور اس کی ماں سے یہ کہہ کر کروایا کہ جولی میری بھتیجی ہے اور خرطوم میں بسیرا کرنے آئی ہوئی تھی کہ میری ملاقات ہو گئی۔ سارھتی نے جولی کے سنہرے بال اور نیلی آنکھیں دیکھیں تو بڑی خوش ہوئی۔

سارھتی جولی کے لیے کھانا پکانے لگی۔ جولی نے غسل کیا۔ دوسرے کپڑے پہنے۔ انگور کے باغ میں سب کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ اس کے بعد خلائی انسان اسے ساتھ لے کر باغ میں ٹہلنے لگا۔ یہاں خلائی انسان ہنیوسانگ نے جولی کو اپنی ساری کہانی سنائی۔ اسے عنبر ناگ کیٹی اور ماریا کے بارے میں بھی بتایا اور کہا کہ یہ لوگ ہزاروں سالوں سے سفر کر رہے ہیں اور ایٹمی جنگ کے بعد ٹائم مشین نے اسے اُن سے جدا کر دیا ہے۔ جولی بہت متاثر ہوئی۔ جولی نے بھی خلائی انسان کو اپنی داستان سنائی کہ وہ کس طرح جان بچا کر سوئٹ…

…ہے۔

"انکل۔ عنبر ناگ ماریا اور کیٹی اب کہاں ہوں گے؟"

خلائی انسان نے کہا:

"میں ان کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں بھی تمہاری طرح ان کی دنیا سے نکل کر تاریخ کے ہزاروں سال پرانے زمانے میں آگیا ہوں۔ اب تمہارا ڈیڈی کہیں مل جاتے تو شاید وہ ہمیں پھر واپس اپنی دنیا میں پہنچا سکے۔"

جولی اپنے باپ کو یاد کر کے اداس ہو گئی۔

"انکل! مجھے میرے ڈیڈی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ ڈیڈی کو بھی ٹائم مشین نے ہزاروں سال پہلے کے زمانے میں کہیں پہنچا دیا ہو گا لیکن وہ کہاں ہیں؟ یہ کچھ پتہ نہیں۔"

خلائی انسان نے کہا:

"ہم ہزاروں برس پہلے کی دنیا میں آ گئے ہوئے ہیں اور یہ دنیا ہماری سائنس کی جدید دنیا کے مقابلے میں بہت مختصر ہے۔ چھوٹے چھوٹے ملک ہیں۔ آبادی کم ہے۔ کہیں نہ کہیں تمہارے ڈیڈی

سے ضرور ملاقات ہو جائے گی تم فکر نہ کرو۔"
جولی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے پلو سے آنکھیں
پونچھیں اور کہا:
"انکل تھیوسانگ! اب کیا پروگرام ہے۔ میرا مطلب
ہے ہم یہاں سے کس طرف جائیں گے؟"
خلائی انسان نے کچھ سوچ کر کہا:
"میرا تو خیال ہے کہ ہمیں نیچے قطب جنوبی کی طرف
جانا چاہیے۔"
جولی نے چونک کر کہا:
"قطب جنوبی؟ وہ کیوں؟ وہاں تو سوائے برف
کے طوفانوں کے اور کچھ نہیں ہے ہمارے سائنس
کے زمانے میں یہ علاقہ ویران اور بے آباد تھا۔
اب تو یہاں اور بھی ویرانی اور شدید سردی
ہو گی۔"
خلائی انسان نے کہا:
"جب میں اپنے خلائی سیارے میں رہتا تھا تو وہاں
ایک بار ہماری لیبارٹری میں کمپیوٹر پر ہمیں بتایا
گیا تھا کہ زمین کے جنوب میں ایک برفانی میدان
ہے جہاں تیسری کہکشاں کے ایک سیارے کا ایک

خلائی جہاز وہاں اترا تھا۔ اس کے بعد اس
کی کوئی خبر نہیں مل سکی کہ وہ خلائی جہاز کہاں
گم ہو گیا۔ میں اب حساب لگاتا ہوں تو اس
نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ جہاز آج سے بھی دو
سو برس پہلے قطب جنوبی کے کسی برفانی میدان
میں اترا ہو گا۔"
جولی بولی: "ہم اسے کہاں تلاش کرتے پھریں
گے برفوں میں انکل؟"
خلائی انسان نے کہا:
"اگر ہمیں وہ خلائی جہاز مل جائے یا کوئی خلاباز
ہی مل جائے تو ہم اس دنیا سے نکل کر اپنی
دنیا میں پہنچ سکتے ہیں۔ کیوں کہ خلائی جہاز
زمانوں میں سے بھی گذرتے ہیں۔ چنانچہ ہم اس
پر سوار ہو جائیں گے اور جب ہمارا زمانہ گذرنے
لگے گا تو اسے اپنی زمین پر اتار دیں گے۔"
جولی کو اصولی طور پر یہ بات سمجھ میں آ گئی تھی لیکن
وہ قطب جنوبی کے شدید ترین موسم، ہڈیوں کو جما دینے
والی سردی اور برفانی طوفانوں سے گھبرا رہی تھی۔ مگر خلائی
انسان نے اسے قائل کر لیا۔ انہوں نے قطب جنوبی کی

طرف جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ آج سے پانچ
ہزار برس پہلے اتنی سہولتیں کہاں میسر تھیں جو آج کل
میسر ہیں؟ پھر بھی خلائی انسان نے اپنے منصوبے پر کام
کرنا شروع کر دیا۔ انہیں سارے افریقہ کے براعظم کا
سفر کرکے جنوبی افریقہ کی قدیم ترین بندرگاہ طبانا پہنچنا تھا
جس کا آج کل کا نام کیپ ٹاؤن ہے۔

اس بندرگاہ سے انہیں بادبانی جہاز میں سوار ہو کر
سمندر میں سفر کرتے ہوئے قطب جنوبی کے برفانی علاقے
میں جانا تھا۔ یہ بڑا کٹھن اور دشوار گذار سفر تھا مگر اپنی
جدید سائنسی دنیا یعنی تین ہزار سال قبل مسیحؑ کے زمانے
سے نکل کر بیسویں صدی عیسوی کے زمانے میں پہنچنے کا
یہی ایک ذریعہ تھا۔ خلائی انسان کو یقین تھا کہ اسے
برفانی علاقے میں کسی نہ کسی جگہ وہ خلائی جہاز ضرور مل
جائے گا جس کو لے کر ہزاروں برس پہلے خلائی مخلوق اس
زمین پر اُتری تھی۔

خلائی انسان نے ایک روز ساتھی اور اس کی ماں
سے اجازت لی اور جولی کو ساتھ لے کر ایک کارواں
کے ساتھ جنوبی افریقہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ انہیں جنوبی
افریقہ کی آخری بندرگاہ طبانا پہنچتے پہنچتے چھ ماہ لگ

گئے۔ طبانا بندرگاہ کے شہر میں وہ ایک پرانی
ٹوٹی پھوٹی سرائے میں اتر گئے۔ خلائی انسان نے
معلوم کیا کہ طبانا بندرگاہ سے ہر چھ ماہ کے بعد ایک
بادبانی جہاز مچھلیاں پکڑنے قطب جنوبی کی طرف جاتا ہے
اور وہ جہاں سمندر برف بن کر جمنے لگتا ہے واپس
آجاتا ہے۔

خلائی انسان اور جولی نے اسی جہاز میں سفر کرنے
کا فیصلہ کر لیا۔ دونوں مل کر طبانا کے ایک باغ میں
کام کرنے لگے۔ چھ مہینوں میں انہوں نے کافی پیسے
جمع کر لیے۔ جس روز بادبانی جہاز نے سمندر کی طرف
سفر کرنا تھا خلائی انسان اور جولی وہاں صبح ہی
پہنچ گئے۔ انہوں نے بھیڑوں کی گرم کھالوں کے بوٹ،
ٹوپیاں اور لمبے کوٹ بنوا کر اپنے ساتھ رکھ لیے تھے۔
ان کے علاوہ خشک مچھلیوں کے گوشت سے بھر کر ایک
تھیلا دو بڑے خنجر اور رسی بھی اپنے ساتھ رکھ لی تھی۔
وہ جہاز پر سوار ہو گئے۔ جہاز دوپہر کے بعد جب
موافق ہوا چل رہی تھی۔ بادبان کھول کر سمندر کی طرف
روانہ ہو گیا۔ یہ مچھلیاں پکڑنے والوں کا ایک چھوٹا سا
بادبانی جہاز تھا۔ ایک ہفتہ سمندر میں سفر کرتے گزر گیا۔

اس دوران مچھیروں نے کتنی ہی مچھلیاں سمندر سے پکڑ کر
جہاز پر ڈھیر کر لیں۔ ساتھ ساتھ وہ ان مچھلیوں کو نمک لگا
کر کے دھوپ میں سکھانے کے لیے بھی ڈالتے جاتے
تھے۔

سمندر میں برف کے بڑے بڑے تودے تیرتے نظر
آنے لگے۔ یہاں سردی بھی بہت زیادہ ہو گئی تھی۔
قطب جنوبی قریب آ رہا تھا۔ جہاز کو یہاں سے واپس
چلے جانا تھا۔ مگر خلائی انسان اور جولی کو ابھی اور آگے
جانا تھا۔

خلائی انسان جہاز والوں کو آگے جانے پر مجبور نہیں کر
سکتا تھا۔ جہاز والوں نے وعدے کے مطابق خلائی انسان
اور جولی کو ایک کشتی میں بٹھا دیا۔ کشتی سمندر میں قطب
جنوبی کی طرف اور بادبانی جہاز واپس طپانا بندرگاہ کی طرف
چل پڑا۔ کشتی دو روز تک سمندر میں آگے بڑھتی چلی
اب سمندر میں جگہ جگہ برف کے بڑے بڑے تودے
بہتے نظر آ رہے تھے۔ سردی بے حد زیادہ ہو گئی تھی
اور تیز ہوا چل رہی تھی۔
خلائی انسان اور جولی نے بھیڑ کی کھال کے گرم کپڑے
پہن لیے تھے۔ کشتی ہی میں وہ تھوڑی بہت، سوکھی مچھلی

...تے چلتے چلے گئے۔ اسی طرح برفانی سمندر میں سفر
...تے کرتے جب پندرہ دن گزر گئے تو سمندر جمنے
...برف بننے لگا۔ اب کشتی آگے نہیں بڑھ سکتی تھی

جولی نے کہا:
"تھیوسانگ انکل! ہم ٹھیک راستے پر جا رہے ہیں نا؟"
خلائی انسان نے کشتی سے اتر کر برفانی سمندر کی سخت
سطح پر پاؤں رکھا اور دُور دھندلی برفانی چادر کو پھیلے
دیکھ کر بولا:
"جولی! میں خلائی انسان ہوں میرا اندازہ کہتا ہے
کہ ہم ٹھیک راستے پر جا رہے ہیں۔"
جولی بھی سمندر کی برفانی سطح پر اتر آئی۔ سوکھی
مچھلی کا تھیلا خلائی انسان نے اور رسی کا گچھا جولی نے
اپنے کاندھے پر ڈال رکھا تھا۔ ان کے پاؤں میں بھی
بھیڑ کی کھال کے بھاری جوتے تھے۔ ہاتھ میں چھڑیاں تھیں
جن کے آگے لوہے کے کیل لگے تھے۔ انہوں نے قطب
جنوبی کی طرف چلنا شروع کیا۔
جولی بولی: "مجھے یقین نہیں آتا کہ اس جگہ کوئی
خلائی جہاز اترا ہوگا۔"
"وہ کیوں؟" خلائی انسان نے پوچھا۔

جولی نے کہا:

"اس لیے کہ یہاں اس قدر سردی ہے کہ خلائی جہاز کے انجن کی گیس بھی جم جائے۔"

خلائی انسان نے ہلکا سا قہقہہ لگایا:

"جولی! تم سائنس کی سٹوڈنٹ رہی ہو، مگر تمہاری دنیا کی یونیورسٹیوں میں سائنس کا معیار وہ نہیں ہے جو ہمارے خلائی سیارے میں ہے۔ ہم لوگ اپنے خلائی جہازوں میں گیس استعمال نہیں کرتے ہمارے جہاز ایٹمی توانائی سے اڑتے ہیں۔"

جولی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ سمجھ گئی کہ اس نے ایک احمقانہ سوال کیا تھا۔ یہاں دن لمبے ہوتے گئے۔ پندرہ روز اسی طرح برفانی سمندر میں سفر کرنے کے بعد خلائی انسان اور جولی ایسے علاقے میں پہنچ گئے جہاں چاروں طرف برف ہی برف تھی۔ یہ برفانی میدان قطب جنوبی تک کے مرکز تک پھیلا ہوا تھا۔ اس جگہ چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی رات ہو گئی تھی۔ یہاں دن میں بھی اس طرح کی روشنی رہتی جیسے سورج غروب ہوتے وقت شام کو ہوتی ہے اور جب چھ مہینوں کے بعد سورج غروب ہو جاتا ہے اور چھ ماہ کے لیے اندھیری

سرد رات چھا جاتی ہے۔

خلائی انسان اور جولی دن میں تھوڑی دور برف پر چلتے اور پھر کسی جگہ برف کی سلوں کے پیچھے گڑھا کھود کر چھپ کر بیٹھ جاتے یا کسی اسکیمو کے چھوڑے ہوئے برف کے گھر میں گھس کر سو جاتے۔ یہاں انہیں ویل مچھلی کے گوشت کے ٹکڑے اور چربی کے تیل کا چراغ بھی مل جاتا اور وہ اندر ہی برف پر آگ بھی جلا کر تاپ لیتے۔

پیارے بچو! آپ کہیں گے کہ برف سے آگ پگھل کر پانی نہیں ہوجاتی؟ بات یہ ہے کہ جہاں درجہ حرارت بھی نقطہ انجماد سے نیچے ہو۔ وہاں برف بڑی مشکل سے پگھلتی ہے اور اسکیمو آج سے ہزاروں برس پہلے بھی اپنے برفانی گھروں میں آگ جلانے کے لیے ہڈیوں کے اسٹینڈ استعمال کرتے تھے جو ویل مچھلی کی ہڈیوں کو توڑ مروڑ کر بنائے گئے ہوتے تھے۔ ویل کے گوشت اور تیل میں بڑی گرمی ہوتی ہے۔ خلائی انسان کے لیے تو تھوڑی سی مقدار خوراک ہی کی بہت تھی مگر جولی اسی طرح کھانا کھاتی تھی جس طرح ہم لوگ کھاتے ہیں۔ ویل کا تھوڑا سا گوشت کھا کر ہی اس کے اندر پوری طاقت

آجاتی تھی۔ ان کے پاس جو سوکھی مچھلیاں تھیں وہ کب
کی ختم ہو چکی تھیں۔

خلائی انسان ہر روز اٹھ کر سب سے پہلے باہر برف
کی سطح کا معائنہ کرتا کہ کہیں کسی جگہ کسی قدیم خلائی
جہاز کے نشان تو نہیں ہیں۔ ابھی تک انہیں ایسی کوئی
نشانی نہیں ملی تھی جس سے یہ اندازہ لگایا جاتا کہ خلائی
مخلوق کا جہاز یہاں کہیں موجود ہے۔

جولی تو ناامید ہو چکی تھی۔ اس نے خلائی انسان سے
ایک دو بار کہہ بھی دیا کہ ہم وقت ضائع کر رہے
ہیں۔ آگے جانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہو سکتا ہے زیادہ
آگے جانے کے بعد پھر ہم کبھی واپس نہ آ سکیں۔
خلائی انسان اس کا حوصلہ بڑھاتا چلا آ رہا تھا۔

اب چھ ماہ کی رات چھا چکی تھی۔ خلائی انسان اور
جولی تھوڑی دور برف کے میدان میں سفر کرتے اور اگر
کوئی اسکیمو کا گھر ملتا تو اس میں، نہیں تو وہیں کسی جگہ
برف کھود کر اس کے گڑھے میں بھیڑ کی کھالیں لپیٹ
کر سو جاتے۔ دو ایک بار سخت برفانی طوفان بھی آئے مگر
خلائی انسان نے ہمت نہ ہاری۔

ایک رات چھ گھنٹے برفانی میدان میں چلنے کے

بعد انہیں دور ستاروں کی روشنی میں سفید برف پر اسکیمو
کا گنبد کی طرح ابھرا ہوا گھر نظر آیا۔

خلائی انسان نے کہا:

"چلو، اس گھر میں چلتے ہیں۔ وہاں ہمیں سردی
سے بھی نجات مل جائے گی اور ہو سکتا ہے
ویل مچھلی کا گوشت اور آگ جلانے کے لیے
چربی بھی مل جائے۔"

جولی بڑی تھک گئی تھی۔ وہ چھڑی کے سہارے برف
پر آہستہ آہستہ چلتی خلائی انسان کے ساتھ اسکیمو کے
گھر کی طرف بڑھی۔

اس گھر کے اندر کھانے پینے کا سارا سامان پڑا تھا۔
جولی نے بھنی ہوئی مچھلی کا ٹکڑا کھاتے ہوئے کہا:

"ہتیوسانگ انکل! یہ سب چیزیں گرم ہیں۔
معلوم ہوتا ہے یہاں سے کوئی ابھی ابھی باہر
گیا ہے۔"

ہتیوسانگ خلائی انسان نے گرم مشروب حلق میں
انڈیلتے ہوئے کہا:

"تم پیٹ بھر کر کھاؤ۔ کوئی آئے گا تو دیکھا
جائے گا۔"

جولی بڑے مزے سے کھانے لگے۔ اسکیمو کا برفانی گھر گرم تھا اور چربی کا ایک چراغ بھی جل رہا تھا۔ برف پر یاک جانور کی کھال بھی بچھی تھی جو گرم ہوتی ہے۔

○
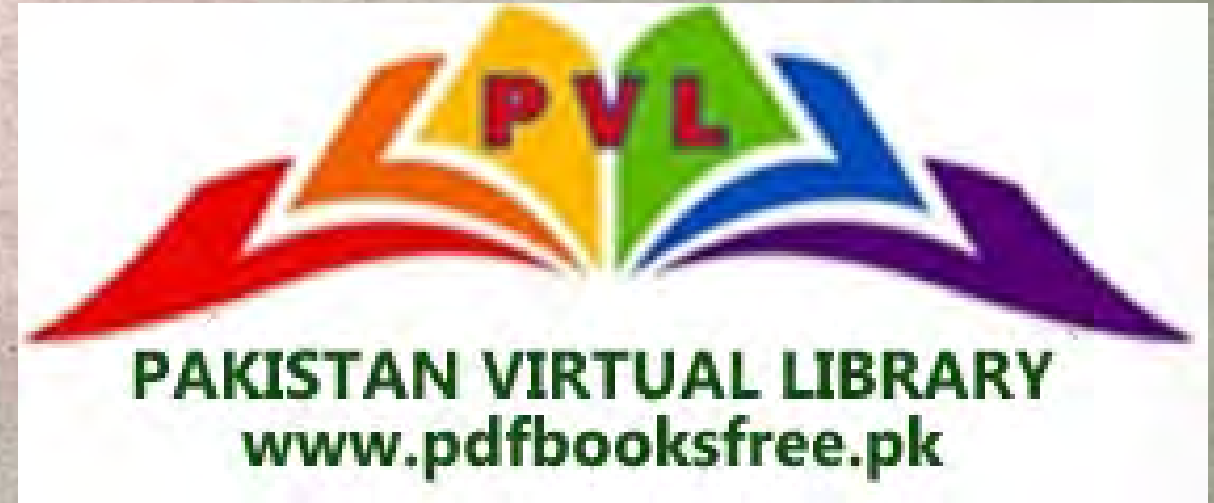
پُراسرار انسان

تھوڑی دیر بعد جولی سونے کے لیے لیٹ گئی۔

خلائی انسان نے کہا کہ میں ذرا باہر جائزہ لیتا ہوں۔ وہ اسکیمو کے گھر سے باہر آ گیا اور ایک طرف برفانی میدان میں چھڑی ہاتھ میں لیے چلنے لگا۔ وہ زیادہ سے زیادہ سردی اور زیادہ سے زیادہ گرمی برداشت کر سکتا تھا۔ صرف وہ ہر مشکل کے وقت اپنی انگلی بچا کر رکھتا تھا۔ کیوں کہ اگر اس کے ہاتھ کی کوئی انگلی کٹ گئی تو وہ مر سکتا تھا۔ خلائی انسان کے جانے کے بعد جولی سونے کی کوشش کر رہی تھی کہ اسے باہر برف پر بھاری قدموں کی چاپ سنائی دی۔

پہلے تو جولی نے خیال کیا کہ انکل تھیوسانگ آ گیا ہے۔ پھر اس نے سوچا کہ اس کے قدموں کی چاپ اتنی بھاری نہیں ہے۔ اب جولی کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کیوں کہ یہ دو آدمیوں کے قدموں کی چاپ تھی اور وہ

آپس میں باتیں کرتے چلے آرہے تھے۔ جولی نے جلدی
سے خنجر ہاتھ میں تھام لیا اور مقابلے کے لیے بالکل تیار
ہو گئی۔

اسکیمو گھر کے آگے ویل مچھلی کی کھال کا جو پردہ لٹک
رہا تھا وہ اوپر اٹھا اور دو خوفناک چہروں والے ہٹے
کٹے اسکیمو اسے حیرانی سے تکنے لگے۔ پھر ان دونوں نے
ایک دوسرے کی طرف مسکرا کر دیکھا اور کچھ اشارہ کیا۔
جولی بھی خبردار ہو گئی۔ ایک اسکیمو پیچھے ہٹ گیا، دوسرے
نے تیزی سے جھک کر برف کے فرش پر بچھی ہوئی یاک
کے فر کی کھال کو جلدی سے کھینچ لیا۔ جولی الٹ گئی
اور خنجر اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ دونوں اسکیموؤں نے
جولی پر قابو پا لیا اور اس کے بازو رسی سے جکڑ دیئے۔

"تم آسمانی حور اس ویرانے میں کہاں سے آ گئی ہو؟"
ایک اسکیمو نے جولی کی طرف مسکراتے ہوئے سوال کیا
دوسرا اسکیمو مچھلی کے قتلے کھانے لگا۔

جولی نے کہا:

"میں برفانی میدان میں راستہ بھول گئی تھی مجھے
چھوڑ دو۔ میرے ماں باپ پیچھے میرا انتظار کر
رہے ہوں گے۔"

جو اسکیمو مچھلی کھا رہا تھا بھیانک طریقے سے ہنسا۔
"فکر نہ کرو لڑکی۔ تمہارے ماں باپ کو بھی
اسی جگہ بلا لیں گے۔ آخر ہماری تم سے شادی
ہونے والی ہے۔ اس لیے تمہارے ماں باپ
کا ہونا ضروری ہے۔"

دونوں اسکیمو قہقہے لگا کر ہنسنے لگے۔ جولی دل میں
خدا سے دعا مانگنے لگی کہ کسی طرح انکل ہتھیوسانگ جلدی
واپس آ جائے۔ مگر وہ نہیں آ رہا تھا۔ دونوں اسکیمو مچھلی
کھاتے رہے۔ وہ اس دوران میں جولی کی طرف بھی
دیکھ لیتے تھے۔ پھر آپس میں کھسر پھسر کرنے لگ جاتے۔
ایک اسکیمو اٹھا۔ جولی کے قریب آیا اور اس کے سرخ
بالوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ پھر اپنے ساتھی کی طرف
دیکھ کر بولا:

"اس کو ابھی کاٹ دیتا ہوں۔"

جولی چونک پڑی۔ یہ اسکیمو اس کے سرخ بال کاٹنے
والا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اچھل کر پرے ہٹ گئی۔
اسکیمو نے اسے وہیں دبوچ لیا۔ دوسرے اسکیمو نے قہقہہ
لگاتے ہوئے اس کی طرف خنجر پھینک کر کہا:

"اس کے سارے لال بال کاٹ ڈالو۔ اس کے

بعد اس کی نیلی آنکھیں نکال دینا۔ دیوتا اس کے لال بال اور نیلی آنکھوں کا تحفہ قبول کر کے بڑے خوش ہوں گے"۔

جولی تو سکتے میں آ گئی۔ اس نے چیخ مار دی۔ اسکیمو نے اس کے منہ پر اپنا بھاری بھرکم ہاتھ رکھ دیا۔

"خبردار! آواز نکالنے کا کوئی فائدہ نہیں یہاں تمہاری آواز کوئی نہیں سنے گا"۔

مگر خلائی انسان نے اس ویران برفانی فضا میں جولی کی چیخ کی آواز سن لی تھی۔ وہ وہیں سے واپس ہوا اور بجلی کی رفتار کے ساتھ جولی کی مدد کو دوڑا۔ اسکیمو نے خنجر تان لیا تھا اور جولی کے سرخ بالوں کو کاٹنے ہی لگا تھا کہ خلائی انسان پردہ اٹھا کر اندر داخل ہوا۔ دونوں اسکیمو اسے حیران ہو کر تکنے لگے۔ پہلے والے اسکیمو نے زور سے خنجر اچھال دیا۔ خنجر خلائی انسان کی گردن میں آدھا دھنس گیا۔ مگر خلائی انسان کو ذرا سی بھی درد نہ ہوئی اس نے اپنی گردن میں سے خنجر نکال کر پرے پھینکا اور لپک کر اس اسکیمو پر گرا جس نے جولی کو پکڑ رکھا تھا۔

خلائی انسان نے ایک آنکھ بند کر کے اسکیمو کی گردن گڑ دی۔ یہ اسکیمو ایک دم سے چوہے جتنے سائز

پر انگلی در

ہو گیا۔ دوسرا اسکیمو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا کہ اس کا ساتھی ابھی خلائی انسان سے گتھم گتھا تھا اب کہاں غائب ہو گیا۔ وہ پہلے ہی اس بات پر حیرت زدہ تھا کہ خلائی انسان گردن میں خنجر لگنے کے باوجود زندہ ہے۔ اب جو اس نے اپنے ساتھی کو خلائی انسان کی ہتھیلی پر چوہے کی طرح پھدکتے دیکھا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

اس نے فوراً خلائی انسان کے آگے سجدہ کر دیا اور چیخ چیخ کر کہنے لگا:

"اے برفانی دیوتا۔ مجھے معاف کر دینا۔ میں نے تجھے پہچانا نہیں۔ میرے دوست نے بھی نہیں پہچانا۔ ہمیں معاف کر دو"۔

خلائی انسان نے چھوٹے سائز کے اسکیمو کو فرش پر رکھ دیا اور جولی کے بازو کھول دیئے۔ پھر بڑے اسکیمو کی طرف دیکھ کر کہا:

"کیا تم بھی چاہتے ہو کہ اسی طرح چھوٹے بن جاؤ"۔

بڑے اسکیمو نے ہاتھ جوڑ کر روتے ہوئے کہا:

"اے عظیم برفانی دیوتا میری جان بخش دو۔ مجھے معاف کر دو۔ میں تمہارا غلام ہوں۔ میں تمہارا

نوکر ہوں۔ میری غلطی معاف کر دو۔"

خلائی انسان نے دوسرے اسکیمو کو بھی دوسری بار آنکھ بند کر کے انگلی سے چھوا اور وہ پھر سے بڑا انسان بن گیا۔ بڑا انسان بنتے ہی اس نے بھی خلائی انسان کے آگے سجدہ کر دیا اور رو رو کر اپنے گناہ کی معافی مانگنے لگا:

"عظیم برفانی دیوتا مجھے بخش دو۔ مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہ تمہاری ملکہ ہے۔ مجھے معاف کر دو۔"

وہ اونچی آواز میں رونے لگا۔ خلائی انسان نے اسے ڈانٹ کر چپ کرایا اور کہا:

"تم لوگ یہاں کہاں رہتے ہو؟"

اسکیمو نے بتایا کہ ان کا گاؤں یہاں سے بارہ کوس کے فاصلے پر ہے:

"ہم ایک جانور کے شکار کو نکلے تھے کہ اس لڑکی کو دیکھ کر سوچا کہ عظیم دیوتا کے حضور اس کے سرخ بال نیلی آنکھیں پیش کی جائیں۔ عظیم دیوتا! یہ سب کچھ ہم آپ کی خوشی کے لیے کر رہے تھے۔"

جولی نے پوچھا:

"تمہارے گاؤں میں اسی قسم کے مکان ہیں کیا؟"

"ہاں عظیم ملکہ! ہمارے گھر اسی طرح کے ہیں۔"

"چلو ہمیں اپنے گاؤں میں لے چلو۔"

خلائی انسان نے کہا، دونوں اسکیمو خوشی سے نہال ہو گئے۔ وہ بھاگ کر دور برفانی میدان میں رکھی ہوئی اپنی برفانی گاڑی لائے۔ خلائی انسان اور جولی کو اس میں بٹھایا اور اسے کھینچتے ہوئے اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے۔

اسکیموؤں کے اس گاؤں میں دس بارہ مکان تھے۔ سب لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل آئے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ عظیم برفانی دیوتا اور اس کی ملکہ ان کے سامنے کھڑے ہیں تو سب کے سب سجدوں میں گر پڑے۔ خلائی انسان نے انہیں جھڑکتے ہوئے کہا:

"یہ کیا حماقت کر رہے ہو۔ اٹھو اور اپنے اپنے گھروں میں بھاگ جاؤ۔"

سارے اسکیمو اٹھ کر چوہوں کی طرح اپنے گنبد والے گھروں میں گھس گئے۔ صرف ایک وہ اسکیمو خلائی انسان کے پاس رہ گیا جس کو خلائی انسان نے انگلی لگا کر چھوٹا کر دیا تھا۔ خلائی انسان اور جولی کے لیے فوراً ایک گھر

خالی کر کے وہاں آگ جلا دی گئی۔ چراغ روشن کر دیا
گیا۔ کھانے کے لیے بھنی ہوئی مچھلی لائی گئی۔ جولی اور
خلائی انسان مچھلی کھانے لگے۔ مکان اور آگ کی گرمی نے
ان کے جسم کو پھر سے طاقت عطا کر دی تھی۔ خلائی انسان
کو تو اس کی ضرورت نہیں تھی لیکن جولی نے بڑا سکون
محسوس کیا۔

خلائی انسان نے اسکیمو سے پوچھا:
"کیا یہاں آس پاس کوئی آبادی نہیں ہے؟"
"نہیں عظیم برفانی دیوتا۔" اسکیمو نے ہاتھ باندھے
ہوئے کہا:

خلائی انسان نے سوال کیا:
"کیا تم نے کبھی کوئی غیر معمولی بات، یہاں
دیکھی ہے؟"
"نہیں عظیم دیوتا۔ میں اسی جگہ انہی برفانی میدانوں
میں چل پھر کر اتنی عمر کا ہوا ہوں۔ میں نے آج
تک یہاں کوئی عجیب بات نہیں دیکھی۔"
جولی نے انگریزی میں خلائی انسان سے کہا:
"انکل بھتیو سانگ! معلوم ہوتا ہے تمہارا مشن ناکام
ہو گیا ہے۔ یہاں کبھی کوئی خلائی جہاز نہیں اترا۔"

خلائی انسان نے اسکیمو سے کہا:
"کیا تم نے کبھی اپنے بڑے بوڑھوں سے ایسی
کہانی بھی نہیں سنی کہ یہاں آسمان سے کچھ
لوگ اترے تھے؟"
اسکیمو نے جھک کر کہا:
"عظیم دیوتا! آسمان سے تو دیوتا لوگ ہمیشہ
ہی زمین پر اترتے رہتے ہیں۔ آپ خود آسمان سے
اتر کر ہمارے پاس آئے ہیں۔ ہمارے دادا بھی
کہا کرتے تھے کہ آسمان سے یہاں دیوتا آتے
جاتے رہتے ہیں۔"
جولی گرم گرم سمور کی کھال میں گھستے ہوئے بولی:
"انکل بھتیو! اب یہاں سے واپسی کا پروگرام بنانا
چاہیے۔ کسی خلائی جہاز کے ملنے کی اب کوئی
امید نہیں ہے۔"
خلائی انسان خاموش ہو گیا۔ وہ ابھی ناامید نہیں تھا۔
اس نے مزید کریدتے ہوئے اسکیمو سے پوچھا:
"کیا تم نے کبھی کوئی ایسی بات کسی کی زبانی سنی
ہے کہ اس علاقے میں کسی پراسرار انسان کو گھومتے
پھرتے دیکھا گیا ہے؟"

اسکیمو سر کھجا کر بولا :
"عظیم دیوتا ! آپ سب کچھ جانتے ہیں ۔ آپ
کو برف کے نیچے دبی ہوئی ساری مچھلیوں کا
حال معلوم ہے ۔ لیکن اگر حضور میرا امتحان ہی
لینا چاہتے ہیں تو میں کہوں گا کہ ہاں یہاں
گاؤں میں مشہور ہے کہ کوئی پر اسرار آدمی
رات کے اندھیرے میں کبھی کبھی گاؤں کے مُکھیا
کو ملنے آتا ہے ۔ اس کے پاس کچھ دیر ٹھہرتا ہے
اور پھر برف کی دُھند میں گم ہو جاتا ہے ۔"
خلائی انسان اور جولی کے کان کھڑے ہو گئے ۔ جولی
سمور کی گرم کھال کے بستر سے نکل کر بیٹھ گئی ۔ خلائی
انسان اسکیمو کی طرف دیکھ رہا تھا ۔
"کیا ۔ کیا تم نے کبھی اس پراسرار انسان کو
دیکھا ہے ؟"
"جی نہیں عظیم دیوتا ! میں نے اس کو کبھی نہیں
دیکھا ۔ سوائے گاؤں کے مکھیا کے اس پراسرار
آدمی کو کسی نے بھی نہیں دیکھا ۔"
خلائی انسان نے اسکیمو کو حکم دیا :
"فوراً مکھیا دادا کو حاضر کرو ۔"

"جو حکم عظیم دیوتا !"
یہ کہہ کر اسکیمو جلدی سے باہر نکل گیا ۔
"مجھے یقین ہے کہ یہ اسی خلائی جہاز کے
عملے کا کوئی خلا باز ہے ۔ جو اس سرزمین پر
عرصہ ہوا اترا تھا ۔"
جولی نے کہا :
"مگر یہ خلائی انسان اتنی دیر سے کیسے زندہ ہے ؟"
خلائی انسان نے جواب دیا :
"تم نہیں جانتی جولی ! ہم خلائی انسان بعض قسم
کے حالات اور آب و ہوا میں دو تین سو برس
تک زندہ رہ سکتے ہیں ۔ ضرور یہ خلائی جہاز کا
باقی بچا ہوا خلا باز ہے ۔"
مکان کے دروازے کا پردہ ہٹا اور ایک بوڑھا اسکیمو
اندر داخل ہوا ۔ اس نے اندر آتے ہی خلائی انسان کے
آگے سجدہ کر دیا ۔ خلائی انسان نے اسے اٹھنے کا حکم
دیا ۔ دوسرے اسکیمو کو مکان سے باہر نکال دیا ۔ پھر مکھیا
دادا اسکیمو سے پوچھا :
"مکھیا دادا ! جو سوال میں تم سے کروں اس کا
درست اور ٹھیک ٹھیک جواب دینا ۔"

مکھیا اسکیمو نے سر جھکا کر کہا:

"عظیم دیوتا کے سامنے کوئی اسکیمو جھوٹ بولنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔"

خلائی انسان نے ذرا آگے جھک کر مکھیا اسکیمو سے پوچھا:

"وہ پراسرار آدمی کون ہے جو تمہیں آدھی رات کو برف کے تاریک میدانوں سے نکل کر ملنے آتا ہے۔"

مکھیا اسکیمو نے ہاتھ اپنے سینے پر باندھ کر کہا:

"عظیم دیوتا! اگرچہ مجھے اس پراسرار انسان نے منع کیا تھا کہ میں اس کے بارے میں کسی سے کوئی بات نہ کروں لیکن میں عظیم برفانی دیوتا اور اس کی ملکہ کے آگے یہ بات نہیں چھپا سکتا۔"

مکھیا اسکیمو ذرا سا کھانسا۔ پھر اس نے اپنے سر پر رکھی ہوئی فر کی بڑی ٹوپی کو ٹھیک کیا۔ خلائی انسان کے آگے دو بار سجدہ کیا اور کہا:

"عظیم برفانی دیوتا" اس پراسرار شخص سے میری ملاقات آج سے کچھ عرصہ پہلے ہوئی۔ اس رات

برف کا بڑا زبردست طوفان آیا ہوا تھا۔ تیز برفیلی ہواؤں کے ساتھ برف کے گالے اڑ رہے تھے۔ میں اپنے مکان کے پردے کو میخوں سے ٹھونکنے کے لیے باہر نکلا تو مجھے برف کے طوفان میں ایک انسان اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ میں اسے بھولا بھٹکا مسافر سمجھ کر اپنے مکان میں لے آیا۔ اس کی ڈاڑھی برف میں سفید ہو رہی تھی۔ میں نے اسے گرم قہوہ پلایا۔ اس کا قد چھوٹا اور عمر میری جتنی ہوگی۔ رنگ سرخ و سپید تھا۔ اس نے کسی عجب سی زبان میں مجھ سے بات کی۔"

جولی نے بے تابی سے انگریزی میں کہا:

"تھیوسانگ! مجھے یقین ہے وہ میرے ڈیڈی ہیں؟"

مکھیا اسکیمو نے چونک کر کہا:

"عظیم ملکہ! اس بوڑھے نے اسی زبان میں مجھ سے بات کی تھی جو اس وقت آپ بول رہی ہیں۔"

اس پر جولی نے مکھیا اسکیمو کا ہاتھ تھام کر کہا:

"خدا کے لیے مجھے اس کے پاس لے چلو۔ وہ میرا باپ ہے۔"

یہ جملہ جولی نے اسکیمو کی زبان میں ادا کیا تھا. مکھیا
اسکیمو تو جولی کو حیرت سے تکتا رہ گیا. خلائی انسان بھی سمجھ
گیا کہ وہ پُر اسرار آدمی یقیناً جولی کا ڈیڈی ہی ہے. اس
نے اسکیمو سے پوچھا:

"مجھے یہ بتاؤ کہ وہ پراسرار انسان اب کہاں ہے؟"

مکھیا اسکیمو کہنے لگا:

"عظیم برفانی دیوتا! وہ پراسرار آدمی رات، کو میرے
مکان پر رہا. دوسرے روز مجھ سے کھانے پینے
کا سامان لے کر چلا گیا. وہ ہفتے میں ایک بار
میرے پاس کھانے پینے کی چیزیں لینے آتا ہے. ایک
دن وہ مجھے اس جگہ لے گیا جہاں وہ رہتا تھا."

جولی نے جھلا کر کہا:

"خدا کے لیے یہ بتاؤ کہ میرے ڈیڈی اب کہاں ہیں؟"

مکھیا اسکیمو بولا:

"عظیم ملکہ! وہ پراسرار انسان یہاں سے دُور
ایک برفانی تودے کی کھوہ میں رہتا ہے جہاں
میں نے عجیب قسم کی فولاد کی چیزیں دیکھی
ہیں."

خلائی انسان نے مکھیا اسکیمو کو حکم دیا کہ ہمیں اس

پُراسرار انسان کے پاس لے چلو. مکھیا اسکیمو بھلا کیسے
انکار کر سکتا تھا. اس نے فوراً اینڈیئر کی برف پر پھسلنے
والی گاڑی تیار کی خلائی انسان اور جولی کو اس گاڑی میں
اپنے ساتھ بٹھایا اور پراسرار برفانی انسان کے مکان کی
طرف روانہ ہو گیا. آسمان پر ستارے چمک رہے تھے.
یہ چھ مہینے کی رات کا زمانہ تھا. سفید برف پر ستاروں
کی روشنی پڑنے سے ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی اور رات
اتنی تاریک نہیں تھی. دو گھنٹے برفانی میدان میں سفر
کرنے کے بعد انہوں نے برف کے ایک بہت بڑے تودے
کو دیکھا. مکھیا اسکیموں نے اس طرف اشارہ کر کے کہا:

"پراسرار انسان اسی جگہ رہتا ہے."

برفانی تودے کے سامنے جا کر رینڈیئر گاڑی رک
گئی. برفانی تودے میں ایک جگہ کھوہ بنا ہوا تھا جس
میں سے ہلکی روشنی باہر آ رہی تھی. خلائی انسان اور
جولی کھوہ میں داخل ہو گئے. مکھیا اسکیمو آگے آگے
تھا. کھوہ آگے جا کر کھلے دالان میں بدل گئی جہاں جس
شے کو خلائی انسان نے سب سے پہلے دیکھا وہ ایک بہت
بڑی اڑن طشتری تھی یہ اڑن طشتری تین پاؤں پر کھڑی
تھی. ایک سیڑھی اس کے درمیان میں لٹک رہی تھی.

اس بہت بڑے گیراج نما کمرے میں ایک طرف دیواریں
تیل کی مشعل روشن تھی۔

جولی بھی اس اُڑن طشتری کو تعجب سے تک رہی تھی۔
جولی نے سوچا کہ یہ پُراسرار انسان اس کا ڈیڈی نہیں ہے
بلکہ اس اڑن طشتری کا کوئی خلا باز ہے جو اپنے خلائی سیارے
سے یہاں اُترا ہو گا۔

اسکیمو نے زور سے آواز دی۔ آواز کے ساتھ ہی ایک
درمیانے قد کا پکّی عمر کا ڈاڑھی والا آدمی جس نے فر کا لمبا
کوٹ پہن رکھا تھا سیڑھی سے اترنے لگا۔ جولی نے فوراً
اپنے باپ کو پہچان لیا۔ وہ چیخ مار کر اپنے ڈیڈی کی طرف
بڑھی۔ اس آدمی نے بھی چونک کر جولی کی طرف دیکھا اور
بے اختیار چلا اُٹھا:

"میری بیٹی جولی! تم۔ تم یہاں کہاں اوہ میرے
خدا! میرے خدا! تیرا شکریہ۔"

بوڑھے سائنس دان باپ نے اپنی بچی کو سینے سے
لگا لیا۔ دونوں کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے
جولی کے ڈیڈی نے خلائی انسان کی طرف دیکھ کر پوچھا:

"بیٹی! یہ صاحب کون ہیں؟ تم یہاں کیسے پہنچ
گئے؟ کیا۔ کیا یہ ٹائم مشین کی غلطی تو نہیں ہے؟"

"ہاں ڈیڈی! ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ آپ
کے غائب ہونے کے بعد میں غم سے نڈھال
ہو گئی پھر تھیوسانگ وہاں آ گیا اور اس نے
ٹائم مشین کے ذریعے آپ کو واپس لانے کی
کوشش کی لیکن غلطی سے بٹن دب گیا اور ہم
دونوں بھی پرانے زمانے میں پہنچ گئے۔"

جولی کے ڈیڈی نے آگے بڑھ کر خلائی انسان سے
ہاتھ ملایا۔ جولی نے اپنے ڈیڈی کو بتایا کہ تھیوسانگ ایک
خلائی مخلوق ہے اور ہماری بیسویں صدی کی دنیا میں اپنے
خلائی جہاز کے ذریعے اترا تھا۔ اب تو جولی کا ڈیڈی
آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر خلائی انسان تھیوسانگ کو تکنے لگا۔
پھر اس نے تھیوسانگ سے اڑن طشتری کی طرف اشارہ کر کے
انگریزی زبان میں پوچھا:

"کیا یہ اڑن طشتری بھی تمہارے سیارے کی مخلوق
کی ہے؟"

خلائی انسان تھیوسانگ نے کہا:

"ڈیڈی! یہ اڑن طشتری ہمارے سیارے کی نہیں لیکن
ہم نے اپنے سیارے پر بڑے بوڑھوں سے سن رکھا
تھا کہ کبھی کسی سیارے میں سے ایک اُڑن طشتری

زمین پر اتری تھی جس کا بعد میں کچھ پتہ نہیں
چل سکا۔ اصل میں ہم بھی اسی اڑن طشتری کی
تلاش میں یہاں آئے تھے"۔

جولی اپنے ڈیڈی کے پاس بیٹھ گئی۔ ڈیڈی نے فوراً
اسکیمو کو گرم قہوہ بنانے کو کہا۔ پھر وہ خلائی انسان اور
اپنی بیٹی جولی سے باتیں کرنے لگا۔ اس نے بتایا کہ ہیوسٹن
کے ہال کمرے کی ٹائم مشین میں غائب ہونے کے بعد وہ
قطب جنوبی کے سمندر میں نکل آیا۔ کچھ دیر وہ ایک سرد
ویران برفانی جزیرے میں مچھلیاں کھا کر گذارہ کرتا رہا۔
پھر سفر کرتا کرتا اس تودے کے پاس آیا تو اسے یہ کھوہ
نظر آئی:

"میں اس کھوہ میں داخل ہوا تو اندر یہ اڑن طشتری
موجود تھی۔ معلوم ہوا کہ کبھی کوئی خلائی مخلوق یہ
اڑن طشتری لے کر یہاں اتری تھی۔ کیوں کہ اڑن
طشتری کے تینوں پاؤں باہر سے آنے والی برف
میں ڈوبے ہوئے تھے۔ میں نے برف صاف کی
اور اڑن طشتری کا جائزہ لیا۔"

خلائی انسان نے پوچھا:

"کیا یہاں کوئی خلائی مخلوق موجود نہیں تھی؟"

"نہیں" ڈیڈی نے جواب دیا۔ "میں نے خلائی مخلوق
کو بہت تلاش کیا مگر وہ مجھے کہیں دکھائی
نہ دی"۔

اسکیمو نے قہوہ تیار کر کے پیش کیا۔ وہ قہوہ پیتے
ہوئے بھی اڑن طشتری کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔
جولی تو اپنے باپ کو دیکھ کر نہال ہو رہی تھی۔ ڈیڈی
نے خلائی انسان سے پوچھا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم
اس اڑن طشتری پر خلا میں سفر کر سکیں؟ خلائی انسان نے
پوچھا کہ اس کا کیا فائدہ ہو گا۔ ہم اس زمین سے نکل
کر کسی دوسرے سیارے پر پہنچ جائیں گے۔ ہو سکتا ہے
وہاں ہم زندہ نہ رہ سکیں۔ یہاں کم از کم زندہ تو ہیں۔
جولی کے سائنس دان ڈیڈی نے کہا:

"بات یہ ہے کہ میں نے فزکس کے جس فارمولے
کو سامنے رکھتے ہوئے ٹائم مشین ایجاد کی تھی اس
کے مطابق اگر ہم اڑن طشتری یا کسی خلائی جہاز
میں بیٹھ کر زمین کی گردشی رفتار سے دگنی رفتار
سے زمین کے گرد چکر لگانا شروع کر دیں تو
گذرے ہوئے زمانے کی تہیں کھلتی جائیں گی۔ ٹائم
پیچھے کی طرف سفر کرنے لگے گا۔ یوں ہم ایک

ہزارویں چکر کے بعد زمین پر اپنی بیسویں صدی
کے عہد میں پہنچ جائیں گے۔ شرط یہ ہے کہ جب
زمین کے گرد گھومتے ہوئے ایک ہزارواں چکر پورا
ہو تو ہمیں فوراً اپنے خلائی جہاز یا اڑن طشتری
کو زمین کے مدار سے نیچے لا کر زمین کے دائرہ
کشش میں داخل کر دینا ہو گا۔ اگر ہم ایسا نہ
کر سکے تو ہم آگے مستقبل کے زمانے میں نکل
سکتے ہیں۔"

خلائی انسان جولی کے سائنس دان ڈیڈی کے اس نکتے
کو سمجھ گیا۔ وہ خود خلائی انسان اور سائنس دان تھا۔ جولی
کے ڈیڈی نے خلائی انسان سے پوچھا:

"اب تم یہ بتاؤ کہ کیا یہ اڑن طشتری یہاں سے
اڑ کر ہماری زمین کے گرد تیز ترین رفتار کے
ساتھ ایک ہزار چکر لگا سکتی ہے؟"

تھیوسانگ بولا:

"مناسب مرمت کے بعد اس اڑن طشتری سے
یہ کام لیا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ اسے زمین پر
اترے کافی عرصہ گذر چکا ہے۔

جولی نے کہا:

"اپنی بیسویں صدی کے زمانے میں پہنچنے کے لیے
ہمارے پاس صرف یہی ایک ذریعہ ہے۔ ہمیں
اسے مرمت کر کے استعمال کے قابل بنانا
ہو گا۔"

خلائی انسان تھیوسانگ نے قہوے کا ہلکا سا گھونٹ
بھر کر کہا:

"ہم کوشش کریں گے۔ ضرور کوشش کریں گے۔"

○

ایک مہینے کی سخت محنت کے بعد خلائی انسان جولی
کے سائنس دان ڈیڈی اور خود سائنس کی سٹوڈنٹ جولی
نے اڑن طشتری کو پرواز کے قابل بنا دیا۔ اڑن طشتری میں
اتنی مائع گیس موجود تھی کہ وہ اڑن طشتری کو زمین کی
کشش کے حلقے سے نکال کر زمین کے مدار میں پہنچا
دے اس کے بعد اڑن طشتری نے شمسی توانائی کی مدد
سے زمین کے گرد چکر لگانے تھے۔ جب اڑن طشتری
پرواز کے لیے بالکل تیار کر دی گئی تو سب سے بڑی
مشکل یہ سامنے آئی کہ ایک مدت گذر جانے کی وجہ سے
اڑن طشتری کے ارد گرد برف گرنے سے بہت بڑا تودہ

بن گیا تھا۔ اڑن طشتری کے اوپر اٹھنے کے لیے ضروری
تھا کہ یہ تودہ راستے سے ہٹایا جائے مگر اسے کوئی انسان
نہیں ہٹا سکتا تھا۔ جب جولی کے ڈیڈی نے اس مشکل
کا اظہار کیا تو جولی نے مسکرا کر خلائی انسان کی طرف
دیکھا اور ڈیڈی سے کہا:

"ڈیڈی! اس کا علاج تھیوسانگ کے پاس موجود ہے۔"

"کیا مطلب؟" ڈیڈی نے آنکھیں گھما کر پوچھا۔

جولی بولی:

"آپ خود دیکھ لیں گے اس بات کو۔"

خلائی انسان بھی تھوڑا تھوڑا مسکرا رہا تھا۔ وہ برفانی
گیراج کی شمالی دیوار کی طرف گیا۔ ایک آنکھ بند کر کے
اس کی برفانی دیوار کو انگلی سے چھوا تو دیکھتے دیکھتے
برفانی دیوار سمٹ کر برف کا چھوٹا سا ٹکڑا بن کر ایک
طرف کو لڑھک گئی۔ اتنی بڑی دیوار کو ایک دم غائب
ہوتے دیکھ کر جولی کا ڈیڈی دنگ رہ گیا۔ اسے اپنی
آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ جولی نے آہستہ سے کہا

"ڈیڈی! یہ اس کے خلائی مخلوق ہونے کا کرشمہ
ہے۔ یہ ایک آنکھ بند کر کے جس چیز کو اپنی انگلی
سے چھوتا ہے وہ سمٹ کر چھوٹی سی ہو جاتی ہے۔"

خلائی انسان تھیوسانگ نے اسی طرح دوسری دیوار کو
بھی چھوٹا کر کے ہٹا دیا۔ اب وہ اڑن طشتری کی چھت
پر چڑھ گیا۔ اس کا ہاتھ اوپر برفانی چھت تک پہنچ
سکتا تھا۔ خلائی انسان نے ایک آنکھ بند کر کے چھت
کو انگلی لگائی تو چھت بھی برف کی چھوٹی سی ڈلی
بن کر نیچے گر پڑی۔ خلائی انسان نے مسکرا کر نیچے دیکھا
اور جولی کے ڈیڈی سے کہا:

"لیجیے۔ اڑن طشتری کی اڑان کے لیے میدان صاف
ہو گیا۔"

ڈیڈی تو حیرت میں گم تھا۔ بہرحال اس نے خلائی انسان
کا شکریہ ادا کیا۔ پرواز کا ایک دن طے ہو گیا۔ اودن نے
اسکیمو کی مدد سے اڑن طشتری میں کتنے ہی دنوں کا کھانے
پینے کا سامان بھر لیا۔ جب پرواز کرنے کا وقت آیا
تو ڈیڈی نے بوڑھے اسکیمو کو گلے لگایا۔ اسکیمو نے خلائی
انسان کو سجدہ کیا۔ اس کی ملکہ یعنی جولی کو بھی سجدہ کیا اور
پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ جولی۔ جون کا ڈیڈی اور خلائی
انسان تھیوسانگ اڑن طشتری میں آ گئے۔ سیڑھی اوپر کھینچ
لی گئی۔ خلائی انسان انجن روم میں خلاباز کی سیٹ پر
بیٹھا تھا۔ اس نے ٹائم میٹر کو پہلے ہی سے بیسویں صدی

عیسوی پر سیٹ کر دیا ہوا تھا۔ بٹن دبانے سے اڑن طشتری کے راکٹ فائر ہو گئے اور اڑن طشتری آہستہ آہستہ زمین کی سطح سے اوپر اٹھنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی اس کے تینوں پاؤں طشتری کے اندر چلے گئے۔ اڑن طشتری کی ساری بتیاں روشن ہو گئیں۔ اس کے نیچے گیس پہلے سرخ، پھر زرد اور اس کے بعد سفید اور تیز روشنی میں بدل گئی۔ زمین سے ایک ہزار فٹ کی بلندی پر آنے کے بعد اڑن طشتری کی رفتار اتنی تیز ہو گئی کہ نیچے برفانی میدان میں ہکا بکا کھڑے بوڑھے اسکیمو نے اسے ستارے کی طرح چمکتے دیکھا اور پھر وہ اس کی آنکھوں سے غائب ہو گئی۔ بڈھا اسکیمو برف پر سجدے میں گر گیا۔ اس کے معصوم خیال میں برفانی دیوتا آسمانوں کی طرف پرواز کر گئے تھے۔

خلائی انسان کنٹرول پر چاق و چوبند ہو کر بیٹھا تھا۔ اس کی نظر ٹائم میٹر پر تھی۔ ۲۴ ہزار میل فی گھنٹے کی رفتار سے اڑن طشتری نے آن کی آن میں زمین کی کشش کا حلقہ پار کر لیا۔ اڑن طشتری کو ایک زبردست دھچکا لگا۔ خلائی انسان تھیوسانگ کے ہاتھ تیزی سے کام کر رہے تھے۔ اس نے پلک جھپکنے میں ایک سرخ ہینڈل کو نیچے گرا دیا۔ ہینڈل کے نیچے گرتے ہی اڑن طشتری کا رخ

اوپر کی بجائے زمین کے جھکاؤ کی طرف ہو گیا۔ خلائی انسان نے انجن بند کر دیئے۔ اڑن طشتری نے ایک خاص رفتار کے ساتھ زمین کے مدار کے گرد چکر لگانے شروع کر دیئے۔

جولی کے ڈیڈی نے کہا:

"جب ایک ہزار چکر پورے ہوں گے تو ہماری طشتری زمین پر بیسویں صدی عیسوی کے دور میں داخل ہو جائے گی۔ تھیوسانگ تمہیں اس وقت بڑی مہارت سے اڑن طشتری کو زمین کی کشش کے حلقے میں دوبارا داخل کر دینا ہوگا اگر تم ایسا نہ کر سکے تو اڑن طشتری مستقبل کے زمانے میں داخل ہو جائے گی۔"

تھیوسانگ نے کہا:

"ڈیڈی! فکر نہ کریں۔ ڈائیل ہمیں چکروں کا پورا حساب بتا رہا ہے۔ اس وقت تک ہم زمین کے گرد سات چکر پورے کر چکے ہیں"

جولی بھی وہاں بیٹھی غور سے اڑن [illegible] کی مشین اور کمپیوٹر کو کام کرتے دیکھ رہی تھی۔ [illegible] طشتری زمین کے گرد برابر گھوم رہی تھی۔ اس کی رفتار بے حد تیز

تھی۔ ٹائم ٹیبل پر وقت تیزی سے آگے کی طرف جا رہا تھا۔ وہ دو ہزار سال قبل مسیح کے زمانے سے نکل کر پانچ سو صدی عیسوی میں داخل ہو چکے تھے۔ پھر وقت بڑھتا چلا گیا۔ تاریخ کے کتنے ہی دور سیکنڈوں کی رفتار سے گذرتے چلے جا رہے تھے۔ اڑن طشتری نے سات سو چکر لگائے تھے پھر اس نے نو سوواں چکر بھی پورا کر لیا۔ جب اڑن طشتری زمین کے گرد اپنا ایک ہزارواں اور آخری چکر لگا رہی تھی تو تھیوسانگ نے ایک خاص بٹن کو دبا دیا۔ اڑن طشتری ایک زبردست دھچکے کے ساتھ زمین کی طرف جھک کر اس کی کشش کے حلقے میں داخل ہو گئی۔ خلائی انسان نے اوپر والے انجن چلا دیئے۔ اڑن طشتری آہستہ آہستہ زمین کی طرف اترنے لگی۔

خلائی انسان نے چلا کر کہا:

"ہم زمین پر اُتر رہے ہیں۔ خدا کرے کہ وہاں بیسویں صدی عیسوی کا زمانہ ہی ہو۔"

○

- جولی اور خلائی انسان کی اڑن طشتری جب زمین پر اتری تو وہاں کون سا زمانہ تھا؟
- ماریا لنکا پہنچ کر کہاں گئی۔ اسے کیسے کیسے سنسنی خیز واقعات پیش آئے؟
- عنبر ناگ کیپٹ اور شکالی جب سینا تھون خلائی سیارے پر پہنچے تو وہاں ان پر کیا گذری؟
- ماریا کی عنبر ناگ کیپٹ سے کہاں ملاقات ہوئی؟

ان سوالوں کے جواب "عنبر ناگ ماریا کیٹی خلا میں" کی اگلی قسط نمبر ۱۰۲ "غیبی خلائی شیطان" میں پڑھیں۔

میرے نام

ڈیئر انکل! السلام مسنون۔

آپ کے ناول ملے بہت اچھے ناول تھے۔ خاص کر "خونی مرتبان" بہت اچھی تھی۔ "خونی مرتبان کے آخر میں سب سے آخری خط پڑھ کر بہت غصہ آیا۔ جس میں ارشد حسین آباد نے لکھا ہے۔ کہ "پُراسرار قاتل" والی سیریز عنبر ناگ موت کا تعاقب سے اچھی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس نے عنبر ناگ ماریا سیریز پڑھی نہیں ہے۔ اس لیے کہہ رہا ہے۔ کہ اس سے اچھی ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس نے لکھا ہے کہ "پُراسرار قاتل" عنبر ناگ ماریا موت کے تعاقب

سے اچھی ہے۔ یہاں ایک غلطی آپ سے بھی ہوئی ہے۔ آپ کے ناولوں کے پیچھے
لکھا تھا کہ عنبر ناگ ماریا اور موت کا تعاقب کے خالق کا ایک اور سلسلہ۔ آپ مجھے
یہ بتائیں کہ موت کا تعاقب ہی عنبر ناگ ماریا کا دوسرا نام نہیں ہے۔ اگر موت کا
تعاقب آپ کا کوئی علیحدہ سلسلہ تھا تو آپ ثابت کریں میں وعدہ کرتا ہوں کہ
ہر قسم کا ناول پڑھنا چھوڑ دوں گا۔ اس نے بھی ناول کے پیچھے عنبر ناگ۔ ماریا۔
کا نام پڑھ لیا اور لکھ دیا کہ "پُر اسرار قاتل" اس سے اچھی ہے۔ ہم بھی کہتے ہیں
کہ یہ سلسلہ بہت اچھا ہے۔ لیکن عنبر کے پہلے پچاس ناولوں میں سے ایک کے
برابر بھی نہیں۔ آپ کی غلطی نے اس کا پول کھول دیا۔ اس نے سمجھا کہ جب
موت کا تعاقب لکھا ہوا ہے۔ تو ضرور کوئی آپ کا ایک سلسلہ ہے۔ اور لکھ
رہا ہے کہ موت کا تعاقب سے اچھی سیریز ہے۔ اور پھر یہ بھی لکھ دیا کہ "ذر تاش"
سے بھی اچھی ہے۔ آپ خود انصاف کریں کہ یہ عنبر ناگ ماریا سے اچھی ہے۔
تو اور کسی قاری بھی کہا ہے کہ یہ عنبر سیریز سے اچھی ہے۔ کاش عنبر ناگ۔ ماریا کسی
ایسے مصنف نے لکھی ہوتی جس کے دل میں یہ قدر ہوتی اس سیریز کی آج تک
بچوں کے لیے اتنا لمبا تاریخی سلسلہ کسی نے نہیں لکھا اور پھر وہ اِس سے اتنی
محبت کرتا کہ اسے اپنا اتنا کوئی سلسلہ پسند نہ ہوتا۔ آپ اِس خط کا جواب ضرور
دیں۔

فقط والسلام

طاہر محمود آف جھنگی

ایبٹ آباد
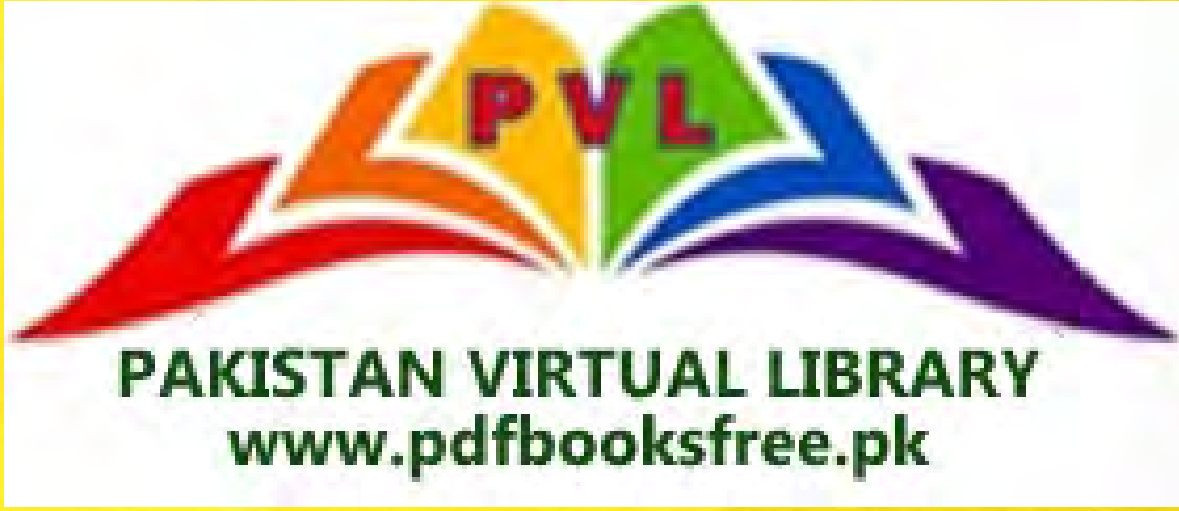
۱۰۱ خلائی جہاز کی ممی ۵۰/۴

۱۰۲ غیبی خلائی شیطان ۵۰/۴

۱۰۳ ماریا دوزخ میں ۵۰/۴

۱۰۴ خلائی کمرہ ۵۰/۴

عنبر ناگ ماریا کیپٹی اور خلا میں

اے حمید

نیا مکتبہ اقرا
۱۴-بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور-۸

غیبی خلائی شیطان

اے حمید

۱۰۳

نیا مکتبہ اقرأ

عنبر، ناگ، ماریا اور کیپٹن خلا میں

غیبی خلائی شیطان

اے حمید

قیمت ۷/۵۰ روپے

باراوّل : ۱۹۸۵
ناشر : نیا مکتبہ اقراء ۱۴ اپلی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور ۸
طابع : تاج دین پرنٹرز آبکاری روڈ، لاہور
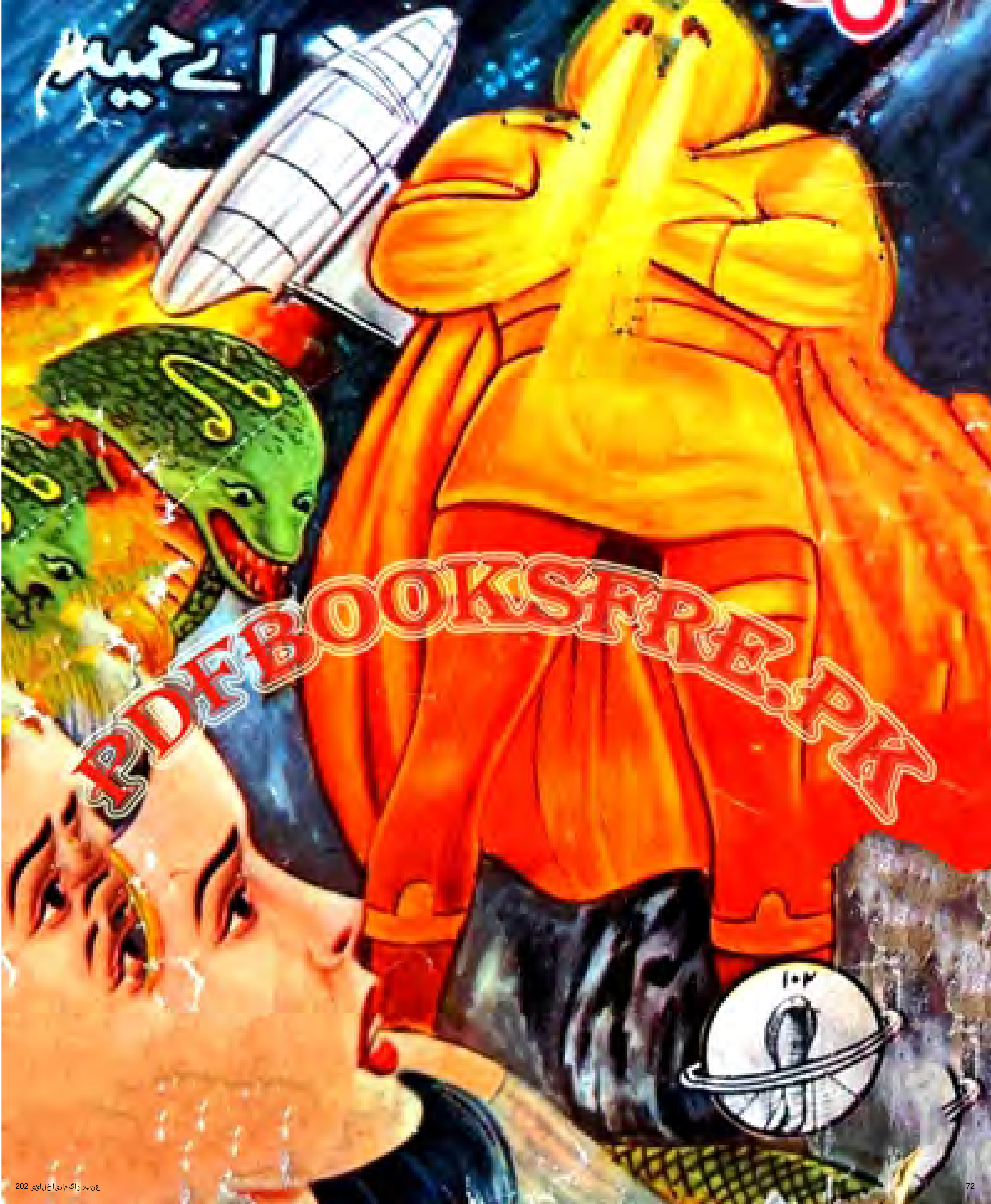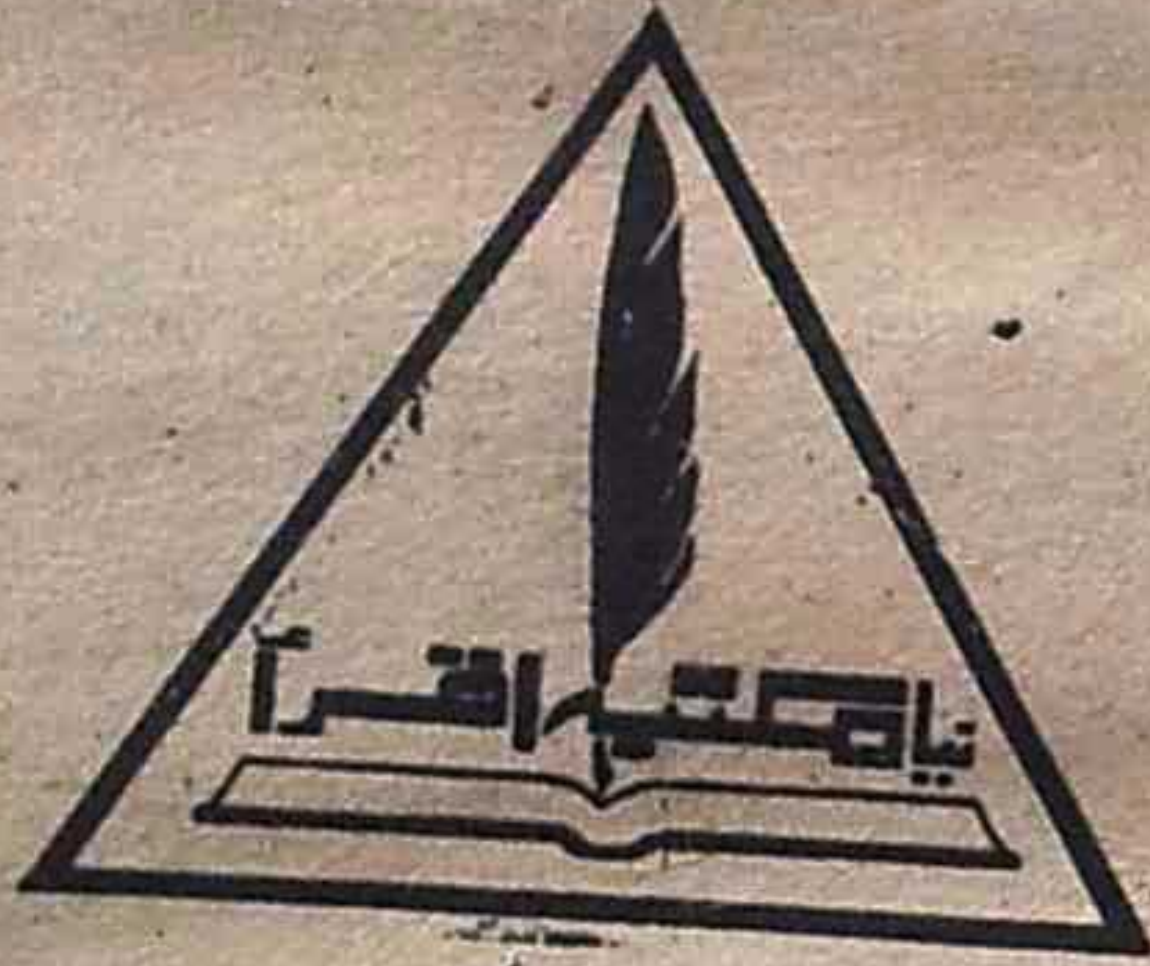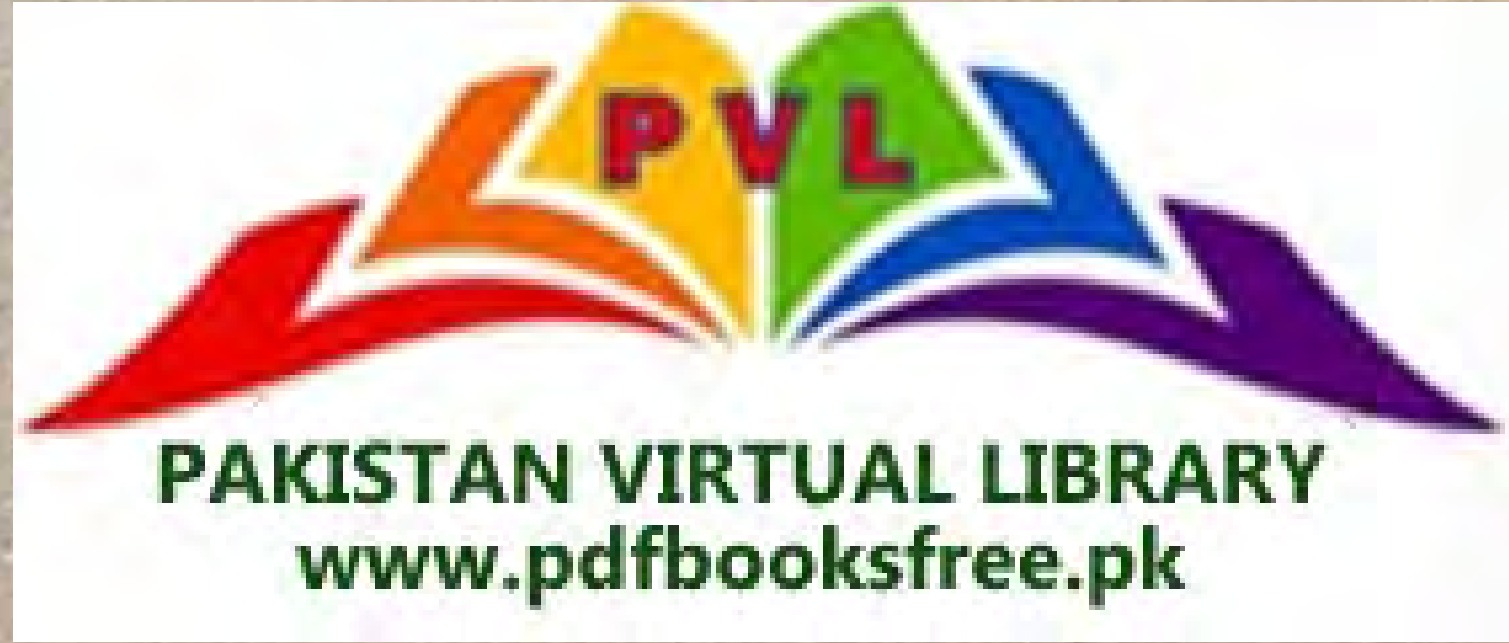
عنبر ناگ ماریا اور کیٹی کے دوستو!

سب سے پہلے عنبر ناگ ماریا اور کیٹی اور پھر میری جانب سے سلام قبول کرو۔ "عنبر ناگ ماریا اور کیٹی خلا میں" کی دوسری قسط آپ کے سامنے ہے۔ پچھلی دو قسطوں کے بارے میں دوستوں کی پسندیدگی کے اتنے خط موصول ہیں کہ میرے لیے ایک ایک کر کے اِن کا جواب دینا واقعی بہت مشکل ہے۔ چنانچہ میں یہاں اپنے اِن تمام دوستوں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ پیارے ساتھیو! ہو سکتا ہے یہ قسط پڑھ کر آپ کے دل میں سوال پیدا ہو کہ عنبر ناگ کیٹی ابھی تک ٹشکالی کے سیّارے پر کیوں نہیں پہنچے؟ تو پیارے ساتھیو! یقین کرنا یہ بات میرے اختیار میں نہیں ہے۔ میں اپنی طرف سے لگتا ہے کچھ نہیں لکھ رہا۔ جیسے جیسے عنبر ناگ ماریا اور کیٹی کا سفر آگے بڑھتا جاتا ہے ویسے ویسے میں لکھتا چلا جاتا ہوں۔ امیّد ہے آپ اِسے میری مجبوری سمجھ کر معذرت قبول کر لیں گے۔

ہاں اگلی قسط میں آپ کی عنبر ناگ اور کیٹی سے ٹشکالی کے سیارے پر ملاقات ہو گی۔ انشاء اللہ۔

تمہارا دوست

اے حمید۔ این۔ ۴۵۴۔ راہ چمن
سمن آباد لاہور۔

ترتیب

بارش، رات روح

اُڑن طشتری زمین کی فضا میں داخل ہو گئی۔

خلائی انسان تھیوسانگ، جولی اور جولی کے ڈیڈی کی نگاہیں اُڑن طشتری کی سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ زمین کی فضا کالے سیاہ اور گھنے بادلوں میں چھپی ہوئی ہے۔ اور اِن بادلوں میں بجلیاں چمک رہی ہیں۔ سائنس دان ڈیڈی نے سینے پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے کہا۔

"میرے خدا! یہ ایٹم بموں ہائیڈروجن بموں کی ایٹمی تابکاری کے بادل ہیں۔ زمین پر برقیات خیز بارش ہو رہی ہے"

اُڑن طشتری گھنے بادلوں میں داخل ہوئی تو اسے بار بار جھٹکے لگنے لگے۔ تھیوسانگ اِسے بڑی مشکل سے کنٹرول کیے ہوئے تھا۔ اُڑن طشتری قابو میں آ گئی مگر اس پر بجلی بار بار کڑک کر گر رہی تھی۔ لیکن اِس اُڑن طشتری کو ایسے مادے اور میٹرئیل سے بنایا گیا تھا کہ اِس پر آسمانی بجلی کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا تھا۔ سکرین پر زبردست بارش گر رہی تھی۔ جولی نے کہا۔
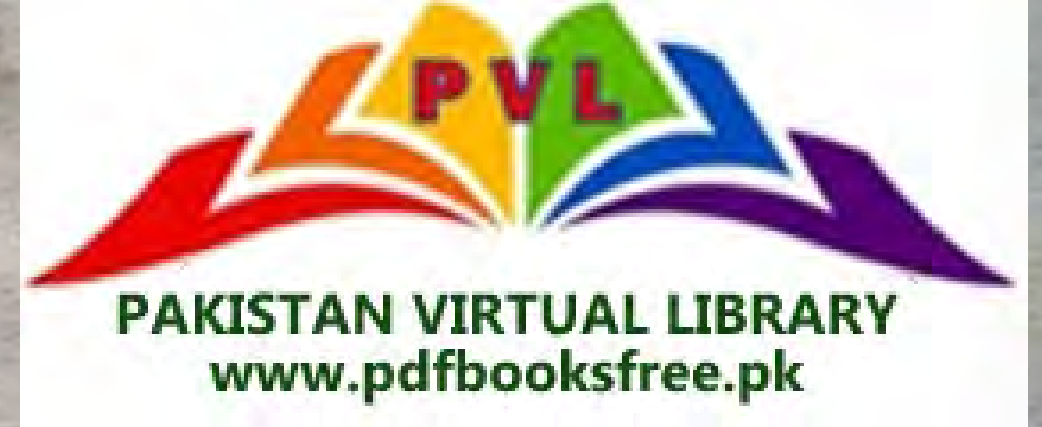
"ہم کس براعظم کے اوپر ہیں ڈیڈی؟"

"کمپیوٹر کچھ نہیں بتا رہا" خلائی انسان نے کہا۔

اس کی نظریں کمپیوٹر کی سکرین کی طرف تک رہی تھیں اور انگلیاں بٹنوں کو دبا رہی تھیں۔ لیکن کمپیوٹر نے کام کرنا بند کر دیا تھا۔ اُڑن طشتری پر بجلی گرتی تو اس میں زلزلہ سا آجاتا۔ جولی اور اس کے ڈیڈی نے بیلٹس باندھ رکھی تھیں۔ اُڑن طشتری بادلوں سے نیچے آگئی تھی۔ لیکن زمین پر اس قدر تیز موسلا دھار اور گھنی بارش ہو رہی تھی کہ ہر طرف ایک دھند پھیلی تھی۔ انہیں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا کہ وہ سمندر پر اُتر رہے ہیں یا زمین پر۔ خلائی انسان نے اُڑن طشتری کو پوری طرح کنٹرول میں رکھا تھا۔

"نیچے سمندر نہ ہو تھیوسانگ" جولی کے باپ نے چلّا کر کہا۔

خلائی انسان کی گھبرائی ہوئی آواز بلند ہوئی۔

"ڈیڈی! میں اُڑن طشتری کو آگے پیچھے نہیں کر سکتا۔ یہ اپنے آپ نیچے جا رہی ہے۔ ہمیں ہنگامی حالات کے لیے تیار رہنا ہوگا۔"

ابھی یہ جملہ خلائی انسان نے ادا کیا ہی تھا کہ اُڑن طشتری کا پچھلا حصہ کسی شے سے ٹکرایا اور وہ ایک طرف کو جھک گئی۔ سکرین پر ایک جانب آگ کا نیلا شعلہ بلند ہوا۔ خلائی انسان نے کہا۔

"لیفٹ ونگ میں آگ لگ چکی ہے! ایمرجینسی دروازے

کے پاس چلے جاؤ۔ فوراً۔"

جولی اور اس کا ڈیڈی بیلٹ کھول کر کرسیوں سے اُٹھے اور اُڑن طشتری کے عقب میں بنے ہوئے ایمرجینسی دروازے کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ خلائی انسان اُڑن طشتری کو بڑی مشکل سے کنٹرول کیے اس کی رفتار کو کم کیے نیچے لا رہا تھا۔ اُڑن طشتری ایک طرف کو زیادہ جھک گئی۔ سکرین کا آدھا حصہ نیلے رنگ کے شعلوں کی لپیٹ میں آ چکا تھا۔ اب کمپیوٹر اور انجن میں سے بھی شرارے نکلنے لگے تھے۔

اُڑن طشتری ایک زبردست دھچکے کے ساتھ زمین سے ٹکرا گئی۔ جولی اور اس کا ڈیڈی قلابازی کھا کر گر پڑے۔ خلائی انسان نے تیزی سے اپنی بیلٹ کھولی اور ایمرجینسی دروازے کی طرف لپکا۔ جولی اس عرصے میں بٹن دبا چکی تھی۔ اُڑن طشتری کا دروازہ کھٹاک کی آواز کے ساتھ باہر کو اُڑ گیا اور ایک ڈھلانی پٹی نیچے کھل گئی۔ پہلے جولی۔ اس کے بعد اس کا ڈیڈی اور پھر خلائی انسان اس پر سے پھسل کر نیچے زمین کی گیلی اور بارش میں شرابور جھاڑیوں میں گم گئے۔

"بھاگو ——— تیزی سے بھاگو"

تیز موسلا دھار بارش کی دھند میں وہ ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ کر طشتری سے دور بھاری تنوں والے درختوں اوٹ میں آ کر اونچی گھاس پر اوندھے لیٹ گئے۔ خلائی انسان گردن

اٹھائے اُڑن طشتری کو دیکھ رہا تھا۔ وہ نیلے دھوئیں کی لپیٹ میں
تھی۔ اب نیلے اور سفید شعلے اُسے چاٹ رہے تھے۔ پھر ایک
بھیانک دھماکہ ہوا اور اُڑن طشتری پھٹ گئی اور اس کے ٹکڑے
فضا میں اُچھل کر اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ تھوڑی دیر بعد جولی، اس کے
ڈیڈی اور خلائی انسان زمین پر سے اُٹھے اور دیکھا کہ جہاں اُڑن طشتری
تھی وہاں بارش میں صرف دھواں اُٹھ رہا تھا۔ ڈیڈی نے تھیوسانگ
سے کہا۔

"میرے بچے اگر تم سمجھ داری سے کام نہ لیتے تو یہ اُڑن
طشتری فضا میں ہی پھٹ جاتی اور ہمارے پرخچے اُڑ
جاتے"

جولی نے اپنے باپ کا بازو تھام لیا۔

"ڈیڈی آپ ٹھیک ہیں نا؟"

"ہاں بیٹی! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تھیوسانگ تم خیریت
سے ہو نا؟"

خلائی انسان نے آنکھوں پر سے بارش کا پانی پونچھ کر کہا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اب یہاں سے نکلیں کم از کم
اس قیامت کی بارش سے تو کہیں بچ کر بیٹھیں"

آس پاس بڑے بڑے تنوں والے دیوہیکل گنجان درخت
تھے۔ ان میں بارش نے دُھند پھیلا رکھی تھی۔ بادل گرج رہے تھے۔

بجلی بار بار کڑک رہی تھی۔ وقت دن کا تھا مگر سورج گھنے سیاہ بادلوں
کے پیچھے تھا اور ہر طرف اندھیرا سا پھیلا تھا۔ وہ درختوں میں چلنے لگے۔

"یہ کس براعظم کا جنگل ہے؟ خلائی انسان نے پوچھا۔

جولی کے ڈیڈی نے زمین پر سے درخت کا ایک پتا اٹھا کر دیکھا
اور خوش ہو کر بولا۔

"یہ میپل کا درخت ہے" اس کا مطلب ہے کہ ہم یا تو
کینیڈا میں ہیں یا امریکہ میں۔ بہرحال یہ امریکہ کا براعظم ہی
ہے"

جولی تیز بارش میں آگے آگے جا رہی تھی۔ اس نے ایک درخت
کو ہاتھ لگا کر کہا۔

"ڈیڈی! تمہارا اندازہ درست ہے۔ یہ میپل کے درخت
ہیں۔ اور یہ — یہ دیکھو ڈیڈی یہ چنار ہے۔ ہم یا تو
واشنگٹن کے علاقے میں ہیں اور یا یہ وسطی کینیڈا کا جنگل
ہے"

خلائی انسان تھیوسانگ بولا۔

"میں نے پرواز سے پہلے ڈیسٹی نیشن کی سوئی کو اندازے
سے شمالی افریقہ پر سیٹ کر دیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ ہم
واشنگٹن کے علاقے میں ہیں"

یہ جنگل پہاڑی کی ڈھلان پر تھا۔ وہ نیچے اُترتے اُترتے ایک

برساتی نالے کے پاس آگئے جس میں سے پانی طوفانی لہریں بن کر گزر رہا تھا۔ اس نالے میں بڑے بڑے سیاہ پتھر پڑے تھے۔ یہاں نالے پہ ایک جگہ پل بنا ہوا تھا۔ تینوں بھاگ کر پُل کے نیچے آگئے۔ موسلا دھار بارش نے ان کے کپڑوں کو شرابور کر دیا تھا۔ موسم سردیوں کا نہیں تھا لیکن فضا میں خُنکی ہو گئی تھی۔

خلائی انسان نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم بیسویں صدی عیسوی کے امریکہ میں ہی ہیں۔ ہم اس صدی کے آگے کے زمانے میں نہیں گئے۔"

"یہ پُل بیسویں صدی عیسوی کا ہے تھیو سائنگ"

"مگر ڈیڈی! یہ ــــ یہ پُل کون سا ہے؟"

ڈیڈی نے کہا۔

"اس پُل کی ساخت صاف بتا رہی ہے کہ یہ ہمارے واشنگٹن شہر کے جنگل کا پل ہے۔"

بارش اسی طرح ہو رہی تھی۔ بجلی کڑک رہی تھی۔ بادل گرج رہے تھے۔ جب پل کے نیچے بیٹھے بیٹھے دن ڈھل گیا تو جولی اور اس کے باپ کو بھوک نے ستانا شروع کر دیا۔ ڈیڈی نے کہا۔

"آخر ہم یہاں کب تک بیٹھے رہیں گے۔ یہ بارش تو نہیں رکے گی۔ یہ ایٹمی تابکاری کے کیمیائی ردِ عمل کا نتیجہ ہے۔ خدا جانے یہ بارش کب سے ہو رہی ہے اور کب تک جاری رہے۔"

خلائی انسان بولا۔

"مگر ہم یہاں سے جائیں گے کہاں؟"

جولی نے کہا۔

"مجھے سخت بھوک لگ رہی ہے۔ ہم آگے چلتے ہیں۔ اس جنگل میں ضرور کوئی مکان یا کاٹج ہو گا۔"

خلائی انسان کو تو بھوک اور پیاس بالکل تنگ نہیں کر رہی تھی۔ وہ ابھی اس طرح کئی دن گزارہ سکتا تھا لیکن جولی اور ڈیڈی کو واقعی بہت بھوک لگ رہی تھی۔ چنانچہ اِن کا خیال کرتے ہوئے وہ اِن کے ساتھ ہی اُٹھ کھڑا ہوا۔ پُل کے نیچے سے نکل کر وہ اوپر چھوٹی سی پہاڑی سڑک پر آگئے اور تیز بارش میں ڈھلان اُتر کر ایک طرف چلنے لگے۔ وہ تیز تیز چل رہے تھے۔ سڑک کی ایک جانب اُونچے اُونچے دُھند میں آدھے ڈوبے درخت تھے۔ اور دوسری جانب لوہے کا جنگلا لگا تھا جو ایٹمی تباہ کاریوں سے پگھل کر جگہ جگہ سے ٹیڑھا میڑھا ہو گیا ہوا تھا۔ جگہ جگہ کئی درخت جل کر راکھ ہو چکے تھے۔ کئی درخت اسی طرح سر سبز و شاداب کھڑے تھے۔

جولی کے ڈیڈی نے اِن درختوں کو دیکھ کر کہا۔

"یہ سیفٹی اینگل میں آگئے ہوں گے۔ ہیٹ کی ایٹمی لہریں

ان کے اوپر سے گزر گئی ہوں گی یا یہ اس جگہ سے کم از
کم سو میل دور ہیں جہاں ایٹم بم پھینکا گیا تھا"
جولی نے کہا۔
"اس کا مطلب ہے کہ ہم واشنگٹن سے سو میل کے
فاصلے پر ہیں۔ کیونکہ دشمن نے واشنگٹن پر تو پہلے
ایٹم بم گرایا ہوگا"
جولی کے ڈیڈی نے بارش سے بچنے کے لیے اپنی آنکھوں
کے آگے ہاتھوں کا چھجہ سا بنا رکھا تھا۔ اس نے کہا۔
"بہرحال ہم امریکہ میں ہی ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ
ہزاروں سال پیچھے کے زمانے سے تو واپس آگئے۔
میرے پاس تو کوئی ٹائم مشین بھی نہیں تھی۔ اگر یہ
اڑن طشتری نہ ملتی تو خدا جانتے ہم کبھی اس زمانے
سے واپس بھی آتے یا نہیں"
خلائی انسان نے کہا۔
"میں تو عنبر ناگ ماریا اور کیٹی پر حیران ہوں کہ پچھلے
پانچ ہزار سال سے زندہ ہیں اور تاریخ کے زمانے
میں سفر کرتے چلے آرہے ہیں"
جولی کے ڈیڈی نے کہا۔
"تم ان کی باتیں بتاتے ہو تو میں حیران رہ جاتا ہوں۔

یقین نہیں آتا کہ ایک انسان اتنے ہزار سال تک زندہ رہ
سکتا ہے اور تاریخ کے ہر زمانے میں پہنچ سکتا ہے"
تھیو سانگ بولا۔
"عنبر ناگ ماریا مجھے انسان نہیں بلکہ غیر فانی طاقتوں کے
مالک لگتے ہیں۔ کیٹی تو خلائی مخلوق ہے اور ایک ایسے
سیارے کی رہنے والی ہے جہاں اس زمین ایسے حالات
پائے جاتے تھے"
جولی کے ڈیڈی نے کہا۔
"میں ان لوگوں سے مل کر بہت خوش ہوں گا۔
سائنسی اعتبار سے وہ میرے لیے ایک حیرت انگیز
عجوبہ لوگ ہوں گے"
جولی بولی۔
"میں بھی ان سے ملنے کو بے تاب ہوں۔ وہ اس
وقت کہاں ہوں گے انکل تھیو سانگ؟"
خلائی انسان نے کہا۔
"کچھ معلوم نہیں۔ جب میں تمہاری آواز سن کر ٹائم
مشین والے کمرے میں داخل ہوا تو وہ ہیوسٹن کے
اس ہال کمرے میں ایک طرف بیٹھے تھے۔ ان کے
ساتھ ایک فرعون مصر کی ممی کا تابوت بھی تھا۔ اس

کے بعد میں خود غائب ہو کر پرانے زمانے میں تمہارے
پاس پہنچ گیا۔ نہ معلوم وہ لوگ کہاں ہوں گے۔"

جولی کا ڈیڈی کہنے لگا۔

"ہم ہیوسٹن ضرور جائیں گے۔ وہاں تکونی پہاڑی والے
ہال کمرے میں ہمارے سائنسی زمانے کی ہر شے موجود
ہے۔ میری ٹائم مشین بھی وہیں ہوگی۔ میں اسے پھر سے
ٹھیک کروں گا۔"

جولی نے گھبرا کر کہا۔

"نہیں۔ نہیں ڈیڈی! ہم ٹائم مشین کی مرمت نہیں کریں
گے۔ وہ بڑی خوفناک مشین ہے اسے خدا کے لیے ہاتھ
نہ لگانا۔ پہلے ہی ہم بڑی مشکل سے واپس اپنے زمانے
میں آئے ہیں۔"

ڈیڈی بولا۔

"بیٹی! وہ سائنس کی ایک بہت بڑی ایجاد ہے ہم اسے
کیسے ضائع کر سکتے ہیں۔"

خلائی انسان نے بارش کی دھند میں ایک طرف اشارہ کرتے
ہوئے کہا۔

"وہ دیکھو۔ ٹیلے پر ایک مکان کی ڈھلانی چھت نظر آرہی
ہے۔ وہاں چل کر اس بارش سے پناہ لیتے ہیں۔"

جولی نے اس چھت کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یہ مکان ایٹمی تباہی سے کس طرح بچا رہا؟"

اس کے ڈیڈی نے کہا۔

"یہاں درخت بھی ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ ایٹم بم
اس جگہ سے کہیں دور گرا ہے لیکن ایٹمی تابکاری یہاں
تک ضرور پہنچی ہے۔ دیکھو ان سڑک کے پتھروں کا
رنگ سیاہ ہو گیا ہے۔"

طوفانی بارش میں چلتے یہ تینوں ڈھلانی چھت والے مکان
کے برآمدے میں آ گئے۔ یہ ایک منزلہ چھوٹا سا گیراج نما مکان
تھا۔ جس کے برآمدے کے شیشے ٹوٹے ہوئے تھے۔ مکان کی کھڑکیاں
بھی نیچے گری ہوئی تھیں۔ اندر ایک بیڈ روم اور ایک ڈرائنگ
روم تھا۔ دونوں کمروں میں ویرانی برس رہی تھی۔ کچن میں
ٹوٹے پھوٹے برتن بکھرے تھے۔

"یہ ایٹم بم کے بلاسٹ کا اثر ہے۔ یہاں ایٹمی تابکاری
ابھی تک موجود ہے۔ نلکے سے پانی اور چولہے میں
گیس غائب تھی۔ بجلی بھی نہیں تھی۔ تاریں جل کر راکھ
ہو چکی تھیں۔ کچن کا فریج دوہرا ہو گیا ہوا تھا۔ سٹور
میں پیاز اور آلو ایک بڑے ڈبے میں بھرے پڑے
تھے۔"

جولی کے سائنس دان ڈیڈی نے ایک آلو اور ایک پیاز کو
ذرا ذرا چکھا اور کہا۔

"ان میں ریڈیائی تابکاری نہیں ہے۔ اس ڈبے کو گلاس
فائیبر سے بنے ہوئے پیپر سے لپیٹا گیا تھا۔ اسے ہم
پکا کر کھا سکتے ہیں"

انہوں نے ٹوٹی ہوئی کھڑکیوں کی لکڑیاں جمع کر کے آگ جلائی
اور آلو اُبال کر کھائے۔ بارش اسی طرح ہو رہی تھی۔
شام کو انہوں نے ایک بار پھر وہی اُبلے ہوئے آلو کھائے۔
رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیل گیا۔ وہاں روشنی کرنے کو
کچھ نہیں تھا۔ برآمدے میں لکڑیاں ہی جلا دیں۔ ان سے کچھ دیر
وہاں روشنی رہی۔ پھر رات گہری ہونے لگی۔ الاؤ بجھ گیا۔ یہ
لوگ فرش پر ہی سونے کے لیے لیٹ گئے۔ بارش تھی کہ رُکنے
کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔ آسمان پر بادل گھنے ہوتے جا رہے تھے۔
پانی کی آبشاریں گر رہی تھیں۔

جولی اور اس کا ڈیڈی گہری نیند سو رہے تھے۔
خلائی انسان تھیوسانگ جاگ رہا تھا۔ وہ فرش پر سے اُٹھ کر
برآمدے میں آ گیا۔ بارش اسی رفتار سے ہو رہی تھی۔ ٹیلے کے کئی
درخت گر گئے تھے۔ پانی کی ندیاں بہہ رہی تھیں۔ باہر گھپ اندھیرے
میں ایسے لگا جیسے کوئی سفید انسانی سایہ مکان کی طرف بڑھ رہا ہے

پہلے تو خلائی انسان نے اسے اپنا وہم سمجھا۔ لیکن جب یہ انسانی
سایہ قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ یہ ایک عورت ہے جس کے
بال شانوں پر بکھرے ہیں۔ اس کا لباس سفید ہے مگر بارش میں نہیں
بھیگ رہا۔ اس کی آنکھوں سے زرد رنگ کی روشنی نکل رہی ہے۔
خلائی انسان کو خوف تو بالکل محسوس نہ ہوا لیکن وہ حیران ضرور ہوا
کہ یہ کیسی عورت ہے کہ بارش میں اس کے کپڑے بالکل نہیں
بھیگ رہے۔

یہ عورت زمین سے دو فٹ اونچی تھی۔ اس کے پاؤں زمین
پر نہیں لگے ہوئے تھے۔ وہ فضا میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتے اس
کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ اب خلائی انسان کو اس عورت کے گہرے
گہرے سانس لینے کی آواز آنے لگی جو بارش کے شور میں بالکل
الگ سنائی دے رہی تھی۔ خلائی انسان نے پوچھا۔

"تم ــــ تم کون ہو؟ کیا تم کوئی خلائی مخلوق ہو؟"

اس عورت نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

"میں خلائی مخلوق نہیں ہوں۔ میرا نام مارتھا ہے میں
اس گھر میں اپنی معصوم بچی کے ساتھ رہتی تھی کہ ایٹمی
جنگ شروع ہو گئی۔ مجھے نہیں معلوم کہ پھر کیا ہوا۔
ایک بجلی سی چمکی اور میں اور میری بچی کی روحیں
آسمان کی طرف اُڑتی جا رہی تھیں۔"

عورت خاموش ہو گئی۔ خلائی انسان نے سوال کیا۔
"کیا تم ہر رات اپنا مکان دیکھنے آتی ہو؟"
"نہیں" مارتھا کی روح نے کہا۔ "مرنے کے بعد میں یہاں کبھی نہیں آئی اور نہ میں آنا چاہتی تھی کیونکہ مجھے اِس دنیا سے وحشت آنے لگی ہے جہاں انسان دوسرے انسان کی جان کا دشمن بن گیا تھا۔ لیکن میری بچی کی ایک گڑیا یہاں رہ گئی ہے۔ میری بچّی کی روح اس گڑیا کے لیے ضِد کرتی ہے۔ میں وہ گڑیا لینے آئی ہوں۔"
خلائی انسان نے کہا۔
"تو پھر اندر جا کر اپنی بچی کی گڑیا لے لو۔"
عورت کی روح بولی۔
"وہ گڑیا میں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتی۔ میں تم سے درخواست کرتی ہوں کہ تم اس گڑیا کو جلا ڈالو۔ پھر اس گڑیا کی روح اپنے آپ جنت میں میری بچی کی روح کے پاس پہنچ جائے گی۔"
"کہاں ہے وہ گڑیا؟" خلائی انسان نے پوچھا۔
روح نے کہا۔
"کچن کے کونے میں جو الماری ہے اس کے نچلے خانے

میں پڑی ہے۔"
خلائی انسان بولا۔ "میں ابھی لاتا ہوں۔"
خلائی انسان کچن میں آگیا۔ کونے والی الماری کا نچلا خانہ کھولا تو وہاں ایک چھوٹی سی پلاسٹک کی گڑیا پڑی تھی۔ خلائی انسان اسے لے کر برآمدے میں آگیا۔ عورت کی روح اسی طرح برآمدے کے باہر بارش میں کھڑی تھی۔ خلائی انسان نے پلاسٹک کی گڑیا کو اس آگ میں ڈال دیا جو ابھی تک برآمدے میں تھوڑی تھوڑی جل رہی تھی۔ پلاسٹک کی گڑیا نے فوراً آگ پکڑ لی اور جل کر راکھ ہو گئی۔ عورت کی روح کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی۔
"تھیوسانگ! تمہارا بہت بہت شکریہ۔"
"کیا تم میرا نام جانتی ہو؟" خلائی انسان نے تعجب سے پوچھا۔
"میں سب کچھ جانتی ہوں۔"
خلائی انسان تھیوسانگ نے فوراً پوچھا۔
"کیا تم بتا سکتی ہو کہ عنبر ناگ ماریا اور کیٹی کہاں ہیں؟"
عورت کی روح بولی۔
"ماریا ملک سری لنکا میں ہے۔ عنبر ناگ اور کیٹی

ایک خلائی سیارے میں پہنچ چکے ہیں۔ اس سے زیادہ اِن کے بارے میں بتانے کی مجھے اجازت نہیں ہے۔"

خلائی انسان نے جلدی سے پوچھا۔

"یہ بتاؤ کہ یہ علاقہ کون سا ہے؟"

عورت کی روح نے کہا۔

"تم لوگ بالٹی موز کے ایک قصبے میں ہو۔ ایٹم بم یہاں سے سوا سو میل دُور پھٹا تھا۔ ایک بات میں تمہیں اور بتانا چاہتی ہوں۔"

"وہ کیا؟" خلائی انسان نے پوچھا۔

"وہ یہ کہ یہاں سورج نکلنے سے پہلے ایک خوفناک زلزلہ آنے والا ہے۔ اس زلزلے میں یہ سارے کا سارا ٹیلہ زمین میں غرق ہو جائے گا۔ تم یہاں سے نکل کر دوسرے ٹیلے پر چلے جاؤ۔ وہاں ریس کے گھوڑوں کا ایک طویلہ ہے۔ یہ طویلہ زلزلے میں محفوظ رہے گا۔"

اتنا کہہ کر عورت کی روح ایک دم غائب ہو گئی۔

خلائی انسان جلدی سے کمرے میں گیا۔ جولی اور اس کا سائنس دان بوڑھا باپ گہری نیند سو رہے تھے۔ صبح ہونے میں زیادہ دیر نہیں تھی۔ خلائی انسان نے سوچا کہ انہیں صبح ہوتے تک

سونے دیا جائے۔ کہ اچانک زمین آہستہ سے ہلی۔ یہ زلزلے کی وارننگ تھی۔ زمین آہستہ سے ہل کر ساکت ہو گئی۔ خلائی انسان تھیو سانگ نے جولی اور اس کے باپ کو جگا دیا۔

"کیوں پریشان کر رہے ہو تھیو سانگ؟"

جولی نے آنکھیں ملتے ہوئے کہا۔ اس کے باپ نے بھی آنکھیں کھول کر کہا۔

"ابھی تو دن نہیں چڑھا۔ تم نے ہمیں کیوں جگا دیا؟"

خلائی انسان نے کہا۔

"جلدی سے یہاں سے نکل کر سامنے والے ٹیلے پر چلے چلو۔ یہاں زلزلہ آنے والا ہے۔"

سائنس دان نے ہلکا سے قہقہہ لگایا۔

"تم خلاء کے آدمی ہو۔ اِس زمین کی فزکس سے واقف نہیں ہو۔ اس علاقے میں زلزلے نہیں آیا کرتے۔ یہ علاقہ زلزلوں کی پٹی سے بہت دُور ہے۔ سو جاؤ۔ تم بھی سو جاؤ۔"

خلائی انسان تھیو سانگ نے کہا۔

"انکل میں جو کہہ رہا ہوں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ سورج نکلنے سے پہلے ایک بھیانک زلزلہ آئے گا اور یہ ٹیلہ غرق ہو جائے گا۔"

جولی کے ڈیڈی نے سر جھٹک کر کہا۔

"اور وہ ٹیلہ بچا رہے گا جہاں جانے کے لیے تم ہمیں
کہہ رہے ہو؟"

"ہاں وہ ٹیلہ غرق نہیں ہوگا"

جولی ڈر گئی۔

"ڈیڈی! یہاں سے نکل جاؤ۔ تھیوسانگ کے اندر بڑی
خفیہ صلاحیتیں ہیں۔ وہ جھوٹ نہیں کہہ رہا"

اتنے میں زمین ایک بار پھر ہلی۔ سائنسدان بوڑھا ڈاکٹر اُٹھ
کھڑا ہوا۔

"میرے خدا! یہ تو بھونچال ہے"

تھیوسانگ بولا۔

"زلزلہ ابھی آئے گا۔ اب کیا خیال ہے جناب کا؟
یہیں رہیں گے یا اس ٹیلے پر چلیں گے"

"ارے بابا بھاگو یہاں سے"

جولی اور اس کا ڈیڈی جلدی جلدی اِس مکان سے نکل
کر سامنے والے ٹیلے کی طرف دوڑے۔ بارش میں ذرا سی
بھی کمی نہیں ہوئی تھی۔ اسی رفتار سے برس رہی تھی۔ بادل
بھی گرج رہے تھے۔ بجلی بھی چمک رہی تھی۔ وہ بارش اور پچھلی
رات کے اندھیرے میں بھاگتے ہوئے سامنے والے ٹیلے

کے طویلے میں جا پہنچے۔ یہ ایک بڑا سا طویلہ تھا جس کے کونے
میں انگیٹھی بنی ہوئی تھی۔ انگیٹھی آدھی ڈھے چکی تھی۔ طویلے
کی آدھی چھت بھی اُڑی ہوئی تھی۔

جولی نے اِدھر اُدھر سے لکڑیوں کے ٹکڑے اکٹھے کر کے
آگ جلائی اور سب اپنے کپڑے سکھانے لگے۔ زمین ساکت ہو
چکی تھی۔ زلزلے کا اب کوئی جھٹکا محسوس نہیں ہو رہا تھا۔
جولی کے باپ نے کہا۔

"تھیوسانگ! تم نے مخواہ ہمیں ایک اچھے بھلے
مکان سے اٹھا کر اس طویلے میں لا پھینکا۔ دیکھ لینا۔
اب کوئی زلزلہ نہیں آئے گا"

خلائی انسان نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ جانتا تھا کہ آسمان
کی نیک روحیں جھوٹ نہیں بولا کرتیں۔ بادلوں کے پیچھے دن
کی روشنی پھیلنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی زمین نے جھولنا شروع
کر دیا۔ جولی نے چیخ مار کر اپنے باپ کا بازو تھام لیا۔ خلائی
انسان نے طویلے کے ایک ستون کو پکڑ لیا۔ جولی کا باپ زمین
پر لیٹ گیا۔ اس نے چلا کر کہا۔

"تھیوسانگ زمین پر لیٹ جاؤ۔ یہ زلزلہ ہے"

خلائی انسان تھیوسانگ مسکرا کر بولا۔

"اب یقین آ گیا ڈیڈی تمہیں میری بات کا؟"

زمین کے اندر سے گڑگڑاہٹ کی آوازیں آنا شروع ہوگئیں۔ طویلہ جھولنے لگا۔ دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں۔ جولی کی چیخیں نکل رہی تھیں۔ خلائی انسان نے اسے تسلی دی اور کہا۔

"گھبراؤ نہیں جولی! ہمیں کچھ نہیں ہوگا۔ یہ ٹیلا سلامت رہے گا۔"

گڑگڑاہٹ دھماکوں میں بدل گئی۔ ایسے لگ رہا تھا کہ زمین کے اندر توپیں داغی جا رہی ہیں۔ بمباری ہو رہی ہے۔ دھائیں دھائیں درخت اکھڑ اکھڑ کر گرنے لگے۔ زمین اب اوپر نیچے ہونے لگی تھی۔ بڑا ہی بھیانک زلزلہ تھا۔ پھر ایک قیامت کا دھماکہ ہوا اور خلائی انسان نے دیکھا کہ سامنے والا ٹیلا جہاں تھوڑی دیر پہلے وہ پناہ لیے ہوئے تھے دھڑام دھڑام کی آوازوں کے ساتھ ٹوٹ پھوٹ کر زمین کے اندر دھنس گیا اور وہاں پانی کے فوارے چھوٹ پڑے۔

"میرے خدا!" سائنس دان بوڑھا دہشت سے بولا۔

"یہ تو قیامت آگئی ہے!"

جولی نے آنکھیں بند کر کے اپنا خوفزدہ چہرہ باپ کے بازوؤں میں چھپا دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد زلزلہ ختم ہوگیا۔ جب انہوں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو آس پاس ایٹم بم سے بھی زیادہ تباہی مچی ہوئی تھی۔ سیکڑوں درخت جڑوں سے اکھڑ پڑے تھے۔

ٹیلے کی جگہ ایک جھیل بن چکی تھی جس میں پانی کھول رہا تھا۔ اور اس پانی میں کئی درخت چکر لگا رہے تھے۔

"تھیو سانگ یہ تو سارے کا سارا علاقہ غرق ہوگیا۔ ہمارا ٹیلا بچا رہا۔ یہ کیسے ہوا؟ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ یہ ٹیلا محفوظ رہے گا؟"

خلائی انسان بولا۔

"ڈیڈی! کچھ باتیں ایسی ہیں کہ جنہیں آپ کی سائنس بھی نہیں سمجھ سکتی۔ مجھے کیسے پتہ لگا؟ اس راز کو راز ہی رہنے دیں۔ اور ہاں اب میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ آپ لوگ بالٹی مور کے ایک قصبے میں ہیں۔"

"بالٹی مور؟" جولی بے تابی سے بولی۔

"ہاں یہ بالٹی مور کا ایک قصبہ ہے۔" تھیو سانگ نے کہا۔

جولی کا باپ طویلے کے چھجے کے نیچے کھڑا باہر تک رہا تھا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو تھیو سانگ! میں نے اب پہچان لیا ہے۔ یہ بالٹی مور کا ہی علاقہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہاں سے سمندر زیادہ دور نہیں ہے۔ مگر بالٹی مور کی بندرگاہ بھی تباہ ہو چکی ہوگی۔"

تھیو سانگ بولا۔

"ظاہر ہے جو کسر ایٹم بم سے رہ گئی ہوگی وہ اس

زلزلے نے پوری کر دی،"

جولی نے کہا۔

"ڈیڈی! ہمیں یہاں سے ہیوسٹن اپنے سائنس میوزیم میں جانا ہوگا۔ ہم وہیں پناہ لے سکتے ہیں۔ وہاں ہمیں ہر شے مل جائے گی۔"

سائنس دان باپ نے کہا۔

"بیٹی! کچھ خبر نہیں کہ اس سائنسی میوزیم کا کیا حال ہوا ہوگا؟ یہ زلزلے سارے امریکہ میں آرہے ہیں۔ بہرحال ہماری منزل اب وہی سائنسی میوزیم ہی ہے۔"

خلائی انسان نے پوچھا۔

"اتنی دور ہم کیسے جائیں گے؟ ہمارے پاس کوئی اُڑن طشتری، کوئی ہیلی کاپٹر بھی نہیں ہے۔"

بوڑھا سائنس دان سوچنے لگا کہ بالٹی موڑ سے ٹیکساس کے شہر ہیوسٹن تک کا فاصلہ وہ کیسے طے کریں گے جبکہ ان کے چاروں طرف سوائے تباہی و بربادی کے اور کچھ نہیں تھا۔ تینوں نے آپس میں مشورہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ کسی نہ کسی طرح سے بالٹی موڑ کی بندرگاہ تک پہنچا جائے۔ دوپہر کے قریب جا کر بارش رک گئی۔ تینوں ٹیلے سے اُتر کر بالٹی موڑ شہر کی بندرگاہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

چونکہ یہ سارا علاقہ پہاڑی تھا اس لیے پانی سڑکوں پر سے نکل چکا تھا۔ زلزلے کی وجہ سے سینکڑوں بچے کھچے درخت سڑکوں پر گرے ہوئے تھے۔ کئی جگہوں پر سے زمین پھٹ گئی تھی اور وہاں سے پانی اُبل رہا تھا۔ شام کو وہ بالٹی موڑ کی بندرگاہ پر پہنچ گئے۔ بندرگاہ ایٹمی جنگ میں ہی تباہ ہو گئی تھی۔ رہی سہی کسر زلزلے نے پوری کر دی تھی۔ جہاز ڈوب چکے تھے بندرگاہ کی عمارت کھنڈر بنی ہوئی تھی۔ سمندر کی لہریں ساحلی چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر شور مچا رہی تھیں۔

نیوی کے ایک سٹور میں انہیں خوراک کے کچھ ٹین مل گئے۔ انہوں نے ٹھنڈی مچھلی کے قتلے کھا کر پیٹ کی آگ بجھائی۔

رات انہوں نے اسی ٹوٹے پھوٹے سٹور میں بسر کی۔ صبح باہر نکل کر ساحل سمندر پر گئے تو وہاں ایک بڑی موٹر کشتی اُلٹی پڑی تھی۔ کافی سوچ بچار کے بعد انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ اس کشتی میں تھوڑا بہت کھانے پینے کے ٹین کے ڈبے رکھ لیے جائیں اور ہیوسٹن تک کا سفر سمندر کے ذریعے طے کیا جائے۔ یہ بڑا لمبا سفر تھا مگر اس کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا۔ دو دن دو راتیں سٹور میں آرام کرنے کے بعد انہوں نے موٹر کشتی میں کھانے پینے کے ٹین یعنی ٹین کے بند ڈبے رکھے۔ گیسولین وہاں بہت پڑا تھا۔ دو

بڑے کنستر گیسولین کے رکھے اور خدا کا نام لے کر سمندر میں اپنا سفر شروع کر دیا ۔

غاروں کا شہر

اب ہم ماریا کی طرف آتے ہیں ۔

ایلورا کے غاروں سے نکلنے کے بعد ماریا نے راستے میں کالو پجاری کو شکست دے دی تھی اور اب اس کے جادو سے بالکل آزاد ہو کر وہ ہندوستان اور سری لنکا کے ملک کے درمیان والے ۲۵ میل کے سمندر پر سے اُڑتی ہوئی لنکا کے ملک میں پہنچ گئی تھی ۔ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں تیسری ایٹمی جنگ نے ساری دنیا کی آبادی کو ہلاک کر کے رکھ دیا تھا ۔ اور تقریباً سبھی ملک تباہ ہو گئے تھے ۔ یہ بڑی خوفناک جنگ تھی ۔ اس میں کوئی ملک سلامت نہیں بچا تھا ۔ ماریا سمندر عبور کرنے کے بعد سری لنکا کے ملک میں داخل ہو کر پہاڑوں کے اوپر اُڑی چلی جا رہی تھی ۔ چاروں طرف دن کی روشنی پھیلی تھی ۔ پہاڑوں کی ڈھلانوں پر گھنے جنگل تھے ۔ جگہ جگہ ناریلوں کے جھنڈ نکلے تھے ۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہاں ایٹمی تباہی سے درختوں اور جنگلوں کا زیادہ نقصان نہیں ہوا تھا ۔ راستے میں ماریا کو شہر بھی
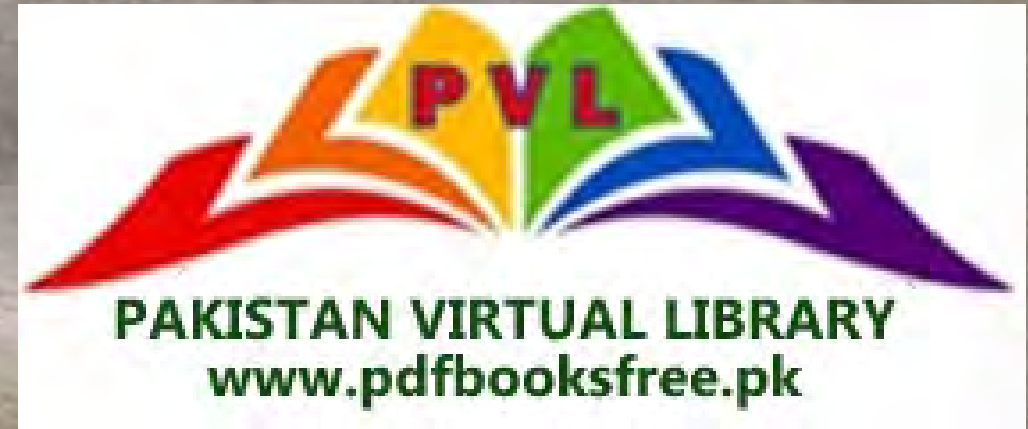
نظر آئے مگر یہ سارے کے سارے شہر ملبہ بنے ہوئے تھے
کوئی عمارت صحیح سالم نہیں تھی۔ پُل ٹوٹ کر دریاؤں میں گرے
ہوئے تھے اور پانی اُن کے اوپر سے بہہ رہا تھا۔ ایک جگہ
چھوٹی سی پہاڑی کی ڈھلان پر ماریا کو گرجے کا مینار دکھائی دیا
ماریا عیسائی تھی۔ گرجے کو دیکھ کر اس کا دل خداوند کی عبادت
کرنے کو چاہا۔ وہ نیچے اُتر آئی۔

یہ ایک چھوٹا سا پرانا گرجا تھا۔ اس کی دیواریں کالی پڑ چکی
تھیں۔ کھڑکیوں پر جنگلی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔ دروازہ بند
تھا۔ لگتا تھا کہ یہاں مدت سے کبھی کوئی خداوند کی عبادت کرنے
کو نہیں آیا۔ آس پاس کوئی انسان نظر نہیں آرہا تھا۔ ماریا بند
دروازے میں سے گرجے کے اندر داخل ہو گئی۔ گرجے کی عبادت
گاہ بالکل خالی پڑی تھی۔ قربان گاہ پر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی
صلیب والی مورتی رکھی تھی۔ ماریا قربان گاہ کے آگے دو زانو
جھک گئی۔ اِس نے ہاتھ باندھ لیے اور سر جھکا کر عبادت میں
مصروف ہو گئی۔

عبادت کرتے ہوئے اُسے اپنے دل میں ایک عجیب سکون
محسوس ہوا۔ وہ اپنے سب غم بھول گئی۔ اس نے عنبر، ناگ
ٹیپی اور خلائی انسان کے لیے دعا مانگی۔ اچانک اُسے یوں محسوس
ہوا جیسے کوئی بڑی ہی میٹھی اور شفقت بھری آواز اس کے کا

میں کہہ رہی ہے۔
"ماریا بیٹی! کونے میں ایک حجرہ ہے۔ اس حجرے میں جاؤ۔
وہاں ایک صندوقچی رکھی ہوئی ہے۔ اس پر تالا لگا ہے۔
اس تالے کو آج تک کوئی نہیں کھول سکا۔ مگر تم ہاتھ لگاؤ
گی تو کھل جائے گا۔ اس کے اندر ایک چھوٹی کتاب
ہے۔ اس کتاب میں تمہارے لیے ایک تحریر لکھی ہے۔ جاؤ۔
اسے پڑھو اور اِس پر عمل کرو۔"

شفقت بھری سرگوشی کی آواز غائب ہوگئی۔

ماریا نے گرجا گھر کے کونے کی طرف دیکھا۔ وہاں ایک حجرے
کا دروازہ تھا۔ ماریا حجرے کے اندر آئی۔ دیکھا کہ کونے میں چبوترے
پر ایک پرانی طرز کی صندوقچی رکھی ہے جس کو تالا لگا ہے۔ ماریا
نے تالے کو ہاتھ لگایا تو وہ کھُل گیا۔ صندوقچی میں ایک سنہری جلد
والی کتاب ملی۔ ماریا نے اُسے کھولا۔ تو اِس پر لکھا تھا۔

"ماریا! یہ کتاب تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ کیونکہ
تم سے قدرت ایک ایسا کام لینا چاہتی ہے جو تمہارے
سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔ پوری توجہ سے سنو۔
دنیا تیسری عالمی جنگ سے تباہ ہو چکی ہے۔ اس
دنیا میں کوئی مہذب شخص سوائے تمہاری پارٹی کے
زندہ نہیں بچا۔ کالو بیچاری ختم ہوگیا ہے۔ سمندر کے

نیچے رہنے والا راجہ رگھو بھی مر چکا ہے ـــــ مگر اس
دنیا پہ ایک اور تباہی نازل ہونے والی ہے۔ ایٹمی تابکاری
سے زمین کی تہوں میں سوئے ہوئے ڈینو سارس اور
لاکھوں برس پہلے کے ہیبت ناک درندے پھر سے
زندہ ہو رہے ہیں۔ ایک ڈینو سارس جو ۸۰ میٹر لمبا اور
چالیس میٹر اونچا ہے زمین کے نیچے سے نکل آیا ہے۔ یہ
بھیانک درندہ اس ملک سری لنکا کے جنوب میں غاروں
کے شہر میں نمودار ہوا ہے۔ غاروں کا یہ شہر یہاں
سے جنوب کی جانب سمندری چٹانوں کے درمیان واقع
ہے۔

اس شہر میں صرف غار ہی غار ہیں جن میں جنگلی لوگ
رہتے ہیں۔ یہ لوگ ڈینو سارس درندے کو دیوتا سمجھتے
ہیں اور جب یہ ہیبت ناک درندہ اپنے غار سے نکل کر
پیٹ بھرنے کو باہر آتا ہے تو معصوم جنگلی لوگ اپنی غاروں
کی بستی کی صحت مند خوب صورت لڑکیوں کو اس کے
آگے ڈال دیتے ہیں۔ وہ ہیکل خونخوار درندہ ڈینو سارس
ان لڑکیوں کو اُٹھا کر کھا جاتا ہے اور دوبارہ بھوک
لگنے تک اپنے غار میں جا کر سو جاتا ہے۔ یہ وحشی
درندہ اب تک پچاس خوب صورت معصوم لڑکیوں کو

ہڑپ کر چکا ہے۔ تم غاروں کے شہر میں جاؤ اور وحشی خونخوار
ڈینو سارس کو ہلاک کر کے وہاں کی بے گناہ لڑکیوں کو اِس
عذاب سے نجات دلاؤ۔

ایک اور بات یاد رکھو۔ بہت جلد اِس زمین پہ اسی قسم
کے ہزاروں قبل از تاریخ کے بھیانک درندے اور
قوی ہیکل وحشی جانور نمودار ہونے والے ہیں۔ یہ دنیا
ایک بار پھر لاکھوں برس پرانے زمانے کی طرف جا رہی
ہے۔ یہاں ایک بار پھر تاریخ دہرائی جانے والی ہے۔
یہاں درندوں کی حکومت ہو گی۔ زمین کے اندر تمام
درندوں کے ڈھانچے زندہ ہو کر باہر نکل آئیں گے۔
پھر زلزلے آئیں گے ـــــ چٹانیں ٹوٹ
ٹوٹ کر تباہ ہوں گی اور اس کے بعد دوبارہ اِنسان جنگلی
جانوروں کی طرح غاروں میں اپنی زندگی کا آغاز کرے گا۔
اب تم جاؤ۔ غاروں کے شہر کی جنگلی بے گناہ معصوم لڑکیوں
کی زندگی بچاؤ ـــــ "

اس کے آگے کتاب کے صفحے خالی تھے۔

ماریا یہ تحریر پڑھ کر سوچ میں پڑ گئی۔ کیا سچ مچ اس زمین
پہ زندگی ایک بار پھر شروع ہو گی اور یہاں بڑے بڑے پہاڑوں
ایسے درندوں کا راج ہو گا؟ اس نے کتاب بند کر کے صندوقچے میں

رکھ دی۔ اس کا ڈھکنا بند کیا تو صندوقچی کو خود بخود تالا لگ گیا۔

ماریا کو اس تجربے پر پورا یقین تھا۔ وہ گرجے سے باہر نکل آئی۔ اس نے جنوب کی طرف دیکھا۔ زمین پر ذرا سی اچھلی اور فضا میں اوپر ہی اوپر آتی گئی۔ پھر اس نے غاروں کے شہر کی طرف اُڑنا شروع کر دیا۔ وہ سارا دن ہوا میں پرواز کرتی رہی۔ راستے میں سرسبز جنگل بھی آئے۔ ایسے جنگل بھی آئے کہ جن کے سارے درخت ایٹمی تابکاری سے جل کر راکھ ہو چکے تھے۔ رات ہو گئی۔ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ ماریا اُڑتی چلی گئی۔ اس کا رُخ ٹھیک جنوب کی طرف تھا۔

اسی طرح پرواز کرتے رات بھی گزر گئی۔ سورج نکلا تو ماریا کو دُور بہت دُور ایک جگہ سیاہ چٹانوں کی نوکیلی چوٹیاں آسمان کی طرف اُٹھی نظر آئیں۔ وہ اِن چٹانوں کے اوپر آ گئی۔ اس نے دیکھا کہ سیاہ کالی چٹانیں اتنی بلند تھیں اور ان کی دیواریں اتنی سیدھی تھیں کہ کوئی انسان ان پر نہیں چڑھ سکتا تھا۔

یہ چٹانیں سنسان ویران سنگلاخ وادی کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے تھیں۔ جب ماریا نیچے آئی تو اس نے دیکھا کہ وادی کی چٹانوں میں جگہ جگہ غار بنے ہوئے تھے جن کے منہ پر بانس کے جنگلے لگے تھے۔ یقیناً یہی غاروں کی بستی یا غاروں کا شہر تھا۔ ماریا زمین پر اُتر آئی۔ ابھی دن نکلا ہی تھا۔ غاروں میں سناٹا

چھایا ہوا تھا۔ اس نے ایک ایک غار میں جھانک کر دیکھا۔ ہر غار میں جنگلی لوگ سو رہے تھے۔

پھر اچانک کسی طرف سے ڈھول بجنے کی اونچی آواز آئی۔ ماریا نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک جنگلی بانس کے ڈھول پر زور زور سے چھڑی مار رہا تھا۔ تمام غاروں کے منہ کھل گئے اور جنگلی لوگ نیزے ہاتھوں میں لیے دوڑتے ہوئے باہر نکلے اور ایک جگہ گول دائرہ بنا کر رقص کرنے لگے۔ ماریا نے چٹانوں کے اس تمام علاقے میں گھوم کر دیکھا۔ اسے بھیانک درندہ ڈینوسارس کہیں دکھائی نہ دیا۔ وہ واپس جنگلی لوگوں کے غاروں کے درمیان آ گئی۔

جنگلی لوگ اس طرح رقص کر رہے تھے۔ اِن میں جنگلی لڑکیاں بھی تھیں ان لڑکیوں نے ہاتھوں میں کٹے ہوئے ناریل اُٹھا رکھے تھے۔ اور ایک سب سے بلند چٹان کی طرف منہ کر کے رقص کر رہی تھیں۔ آگ جلا دی گئی۔ ایک بوڑھا جنگلی آگ کے پاس بیٹھ گیا اور اپنے جھولے میں سے زرد رنگ کا سفوف آگ میں ڈال کر بلند آواز میں کوئی اشلوک پڑھتا اور سجدے میں گر جاتا۔ ماریا ایک طرف بیٹھی خاموشی سے اِن جنگلی رسومات کو دیکھتی رہی۔ اسے وہ لڑکیاں کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھیں جن کو یہ جنگلی لوگ بھیانک درندے ڈینو سارس کے حوالے کرنے والے تھے تاکہ وہ انہیں ہڑپ کر جائے۔ ماریا نے سوچا کہ شاید یہ جو لڑکیاں رقص کر رہی ہیں۔ اِن میں سے ہی چار

پانچ لڑکیوں کو چن لیا جائے گا۔

دن اسی طرح رقص کرتے گزر گیا۔

اب سورج چٹانوں کے پیچھے غروب ہو رہا تھا۔ الاؤ کے قریب بیٹھا بوڑھا جنگلی پجاری اٹھا۔ دوسرے جنگلی لوگوں نے رقص بند کر دیا۔ اب وہ خود اکیلا ہی آگ کے گرد چکر لگا کر رقص کرنے اور اونچی آواز میں منتر پڑھنے لگا۔ ماریا کو خیال آیا کہ جن لڑکیوں کو دیوتا کی خوراک بنایا جانے والا ہے وہ ضرور یہاں کسی غار میں بند ہوں گی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر غاروں کی طرف آ گئی۔

وہ ایک بار پھر ان غاروں کا جائزہ لینا چاہتی تھی۔ یہاں چٹانوں میں کتنے ہی غار بنے ہوئے تھے۔ سارے غار خالی تھے۔ ماریا کو ان چٹانوں سے ہٹ کر ایک جگہ دو جنگلی کھڑے دکھائی دیئے انہوں نے نیزے تھام رکھے تھے۔ ان کے پاس ہی ایک غار تھا۔

صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ یہ جنگلی اس غار کے باہر پہرہ دے رہے ہیں۔ اس کا مطلب تھا کہ جن لڑکیوں کی قربانی دی جا رہی تھی وہ اسی غار میں بند تھیں۔

ماریا لپک کر اس غار کے پاس آئی۔ غار کے منہ پر بانس کا دروازہ لگا تھا۔ ماریا بغیر کسی رکاوٹ کے بانس کا دروازہ پار کر کے غار میں داخل ہو گئی۔ یہ کافی کھلا اور لمبا غار تھا۔ آگے جا کر اس میں دیوار کے ساتھ ایک مشعل روشن تھی۔ ماریا کو ادھر سے سسکیوں کی آوازیں آتی سنائی دیں۔ وہ تیزی سے ادھر گئی۔

کیا دیکھتی ہے کہ چار نوجوان خوب صورت لڑکیاں سر جھکائے بیٹھی سسکیاں لے لے کر رو رہی ہیں۔ ان کے بوڑھے جنگلی ماں باپ ان کے پاس ہی بیٹھے ہیں۔ اور وہ بھی روتے ہوئے انہیں تسلی دے رہے ہیں۔ کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ انہیں زمین کے دیوتا پر قربان ہونا ہی پڑے گا۔ کوئی ان کی مدد نہیں کر سکتا۔ تو یہ لڑکیاں ہیں جن کو ہیبت ناک درندے ڈینو سارس کے خونی جبڑوں کے حوالے کیا جا رہا ہے۔ ماریا نے سوچا۔

یہ لڑکیاں آپس میں بہنیں تھیں۔ آج ان کی باری تھی۔ انہیں تھوڑی دیر بعد ڈینو سارس کے آگے ڈالا جانے والا تھا۔ ماریا نے سوچا کہ ان لڑکیوں یا ان کے ماں باپ سے کوئی بات کرنا بیکار ہے۔ یہ خواہ مخواہ ڈر جائیں گے۔ ماریا غار سے باہر آ گئی۔ میدان میں قربانی کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں۔ زمین پر ایک جگہ پھول اور پتے بچھا دیئے گئے تھے۔ ان سے دور ہٹ کر سارے جنگلی لوگ نصف دائرے کی شکل میں کھڑے ہو گئے تھے۔ جنگلی پجاری بھی آگ کے الاؤ سے دور چلا گیا تھا۔ پھر اس نے لڑکیوں کے غار کی طرف نیزہ اٹھا کر اشارہ کیا اور بلند آواز نکالی۔

سات آٹھ جنگلی غار کی طرف دوڑے۔ پھر وہ قربان کی جانے

والی لڑکیوں کو لے کر آ گئے۔ اِن کے پیچھے پیچھے لڑکیوں کے ماں باپ روتے آ رہے تھے۔ لڑکیوں کا بُرا حال تھا۔ اِن کے چہروں پر موت کی دہشت تھی۔ آنکھیں پھٹی پھٹی تھیں اور اِن کے قدم موت کے خوف سے لڑکھڑا رہے تھے۔ اِن لڑکیوں کو اِس جگہ بٹھا دیا گیا۔ جہاں زمین پر پھول پتے بچھے تھے۔ جنگلی پجاری نے اِن کے گرد سات چکر لگائے۔ لڑکیوں کے سروں پر پھول ڈالے۔ مقدس سفوف چھڑکا اور کافی دُور پیچھے ہٹ کر دوسرے جنگلی لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

فضا میں کسی وقت لڑکیوں کے بوڑھے ماں باپ کے رونے کی آواز بلند ہو جاتی تھی۔ سہمی ہوئی نیم جان لڑکیاں سر جھکائے ابھی تک سسکیاں بھر کر رو رہی تھیں۔ جنگلی پجاری نے نیزہ فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا۔

"تم خوش قسمت ہو کہ زمین کے نیچے کے دیوتا نے تمہیں قربانی کے لیے چُنا ہے۔ رونا دھونا بند کرو اور خوشی خوشی زمینی دیوتا کے حضور اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دو۔"

ایک لڑکی اچانک اٹھ کر دوڑ پڑی۔ جنگلی آدمیوں نے بھاگ کر اِسے دبوچ لیا اور واپس دوسری لڑکیوں کے پاس لا کر اس طرح بٹھا دیا کہ زمین میں میخ ٹھونک کر اس کو رسّی کے ساتھ اس

سے باندھ دیا۔ اب وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتی تھی۔ جنگلی پجاری نے اعلان کیا۔

"اگر اب کوئی لڑکی اپنی جگہ سے ہلی تو میرا نیزہ اس کے ماں باپ کو ہلاک کر دے گا۔ خبردار — اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھی رہو۔ زمینی دیوتا کے آنے کا وقت ہو گیا ہے۔"

ماریا خاموش بیٹھی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں دور سب سے بڑی چٹان پر جمی تھیں جہاں سے بڑے بڑے خراٹوں کی ہلکی آوازیں آنا شروع ہو گئی تھیں۔ اِن آوازوں کے بلند ہوتے ہی جنگلی لوگ ایک دم چُپ ہو گئے اور پیچھے پیچھے ہٹ گئے۔

چاروں معصوم لڑکیوں کی سسکیاں بھی رُک گئیں۔ انہوں نے اپنے آپ کو موت کی آغوش میں ڈال دیا تھا۔ وہ ذہنی طور پر مرنے کے لیے تیار ہو گئیں تھیں۔ اِن کے بوڑھے باپ کا بُرا حال ہو رہا تھا۔ وہ زمین پر سر جھکائے بیٹھے آہستہ آہستہ رو رہے تھے۔

سب سے بڑی چٹان کی طرف سے اب ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کسی بہت بڑے بھاپ کے انجن سے بھاپ خارج ہو رہی ہو۔ شاں شاں کی آواز آ رہی تھی، پھر یہ آواز غراہٹ میں

تبدیل ہو گئی اور زمین پر دھمک سی پڑھنے لگی۔ جیسے زلزلے
کے ہلکے ہلکے جھٹکے لگ رہے ہوں۔ اِن جھٹکوں کو ماریا نے
بھی محسوس کیا۔

پھر سب سے بڑی چٹان کے نیچے سے ایک سر نمودار
ہوا۔ یہ بھیانک درندے ڈینو سارس کا سر تھا جو بہت بڑا
تھا۔ اس کے نوکیلے دانت بڑے بڑے درختوں کی طرح اس
کے چوڑے جبڑوں سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ یہ سر بلند ہوتا
گیا۔ ڈینو سارس کی گردن اتنی لمبی تھی کہ اس کا سر چٹان کی
چوٹی سے بھی بلند ہو گیا تھا۔ جنگلی لوگوں نے نعرے لگانے شروع
کر دیئے۔

اب ڈینو سارس بڑے بڑے پنجے زمین پر رکھتا اِن
لڑکیوں کی طرف بڑھا جو میدان کے درمیان سر جھکائے بیٹھی
تھیں۔ خوف کے مارے اِن کی سسکیاں بھی ختم ہو گئی تھیں۔
وہ تھر تھر کانپ رہی تھیں۔ ماریا بھی اِس ہیبت ناک اُونچے
لمبے درندے ڈینو سارس کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئی۔ اتنا
بڑا درندہ اس نے آج تک نہیں دیکھا تھا۔ وہ کسی بہت بڑی
چٹان سے بھی بلند اور چوڑا تھا۔ اس کے پیٹ پر نوکیلے بال
اُگے تھے اور گردن پر نوکیلے سینگ ابھرے ہوئے تھے۔
چلتے ہوئے اس کے نتھنوں سے ڈراؤنی آواز کے ساتھ

بھاپ سی خارج ہو رہی تھی۔ وہ پھنکاریں مارتا لڑکیوں کی
طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ اس کے ہیبت ناک جبڑوں سے رال ٹپک
رہی تھی۔ وہ بھوک سے بے تاب ہو رہا تھا۔ اپنی لمبی گردن
اِدھر اُدھر مار رہا تھا۔ اس کے پاؤں کی دھمک سے زمین
ہل رہی تھی۔ لڑکیاں سہم کر ایک دوسری سے لپٹ گئیں۔ ڈینو
سارس نے اپنا جبڑا کھول کر منہ اوپر اُٹھا کر بھیانک چیخ ماری۔
اس کی چیخ سے چٹانیں لرز اُٹھیں۔ اس نے اپنے دونوں اگلے
پنجے اُٹھا لیے۔ اب وہ لڑکیوں کو اٹھا کر اپنے منہ میں ڈالنے
والا تھا۔

ماریا اپنی جگہ سے اُچھل کر ہوا میں اُٹھ گئی۔

وہ سیدھی ڈینو سارس کے منہ کے پاس آئی اور
اس نے اس کے جبڑے کو پکڑ کر پیچھے کی طرف کھینچا۔ بھیانک
درندے نے گھبرا کر اپنا سر زور سے جھٹکا۔ ماریا اُچھل کر
فضا میں دور تک چلی گئی۔ وہ پھر واپس آئی۔ اس وقت درندہ
اپنا ڈراؤنا منہ کھولے چیخ رہا تھا۔ اس کا منہ ایک سرخ غار
لگ رہا تھا۔ ماریا بجلی کی تیزی کے ساتھ نیچے گئی۔ اس نے
زمین پر پڑا ایک بہت بڑا پتھر اُٹھایا اور درندے کے حلق
میں ڈال دیا۔ اس کے بعد دوسرا بڑا پتھر اُٹھا کر لڑھکا دیا۔ درندے
نے اپنی گھمن ہوا میں جھکی پتھر اس کے پیٹ میں جا چکے

تھے مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

ماریا نے اِسے گردن سے پکڑ کر اوپر اُٹھانا چاہا مگر وہ ایسا نہ کر سکی۔ قوی ہیکل درندہ کسی پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی تھا وہ غصّے سے پھنکاریں مار رہا تھا۔ زمین پر پاؤں مار رہا تھا۔ زمین ہل رہی تھی۔ جنگلی وحشت زدہ تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے لڑکیاں چیخنے لگی تھیں۔ اچانک ماریا کے کانوں میں وہی شفقت بھری آواز آئی۔

"ماریا خدا کا نام لے کر اِسے گردن سے پکڑ کر اٹھاؤ"

ماریا نے دل میں خدا کا نام لے کر دعا مانگی اور پھر ہوا میں غوطہ لگا کر دیو پیکر درندے کی گردن کے اوپر آ گئی۔ اس نے درندے کو گردن سے پکڑ کر ایک جھٹکا دیا تو وہ اوپر اُٹھ آیا اور ہوا میں ٹانگیں مارتے ہوئے جھولنے لگا۔

جنگلی لوگ خوف کے مارے وہاں سے بھاگ کر اپنے اپنے غاروں میں چھپ گئے۔ ڈینو سارس ماریا کے ہاتھوں میں لٹک رہا تھا۔ ماریا اِسے لے کر آسمان کی طرف اوپر ہی اوپر اُٹھتی چلی گئی۔ جب وہ کافی بلندی پر پہنچ گئی۔ اس نے دیکھا کہ نیچے چاروں طرف نوکیلی چٹانوں کی نوکیں ابھری ہوئی ہیں۔ ماریا ڈینو سارس کو لٹکائے اوپر لے گئی۔ پھر اس نے

ڈینو سارس کو ہاتھ سے چھوڑ دیا۔

ڈینو سارس چنگھاڑتا بلبلاتا پھنکارتا، دھاڑتا ٹانگیں چلاتا ایک بہت بڑے پہاڑ کی طرح قیامت خیز دھماکے کے ساتھ ایک ابھری ہوئی چٹان کی نوک پر گرا اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ چٹان پر گرنے سے زمین پر بھونچال آ گیا۔ جس چٹان پر ڈینو سارس گرا تھا اس کے بھی ٹکڑے اُڑ گئے۔

زمین پر ڈینو سارس کے ٹکڑے پڑے تڑپ رہے تھے۔ ماریا نیچے آ گئی۔ دیکھتے دیکھتے یہ ہیبت ناک درندہ ٹھنڈا ہو گیا۔ چاروں لڑکیاں اُٹھ کر اپنے ماں باپ کی طرف بھاگ گئیں۔ ان کے ماں باپ نے انہیں اپنے گلے سے لگا لیا۔ جنگلی لوگ غاروں سے باہر نکل آئے۔ جنگلی پجاری نے نیزہ بلند کر کے کہا۔

"اِن لڑکیوں کے باپ نے کوئی جادو کا منتر پڑھ کر زمین کے دیوتا کو ہلاک کر دیا ہے۔ ہم پر ضرور کوئی عذاب نازل ہوگا۔ دیوتا اپنا بدلہ لے گا۔ میں حکم دیتا ہوں کہ ان لڑکیوں کو ان کے باپ کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے"

لڑکیاں چیخ مار کر باپ سے لپٹ گئیں۔ ماریا بھی پریشان ہوئی کہ ایک مصیبت سے چھٹکارا ہوا تھا کہ یہ ایک نئی مصیبت کھڑی ہو گئی ہے۔ چار جنگلی خنجر لے کر لڑکیوں کی طرف بڑھے۔

ماریا ان کے سامنے آگئی۔ اس نے دو جنگلیوں کو گردن
سے پکڑ کر ہوا میں اوپر اچھال دیا۔ دونوں جنگلی ہوا میں قلا
بازیاں کھاتے نیچے پتھروں پر گرے اور ان کی ساری ہڈیاں
چکنا چور ہو گئیں۔ ماریا نے دوسرے دو جنگلیوں کے ساتھ
بھی یہی سلوک کیا۔

اب تو وہاں ایک خوف سا پھیل گیا۔ جنگلی پجاری نے
چیخ مار کر کہا۔

"زمینی دیوتا کی روح بدلہ لینے آگئی ہے۔ ان لڑکیوں
کو ہلاک کر دو۔"

چار جنگلی ایک بار پھر لڑکیوں کی طرف لپکے۔ ماریا نے انہیں بھی
ٹھنڈا کر دیا۔ پھر اس نے جنگلی پجاری کو جا کر گردن سے پکڑ
کر اوپر اٹھا لیا اور مردانہ آواز بنا کر گرج کر ان کی زبان میں
کہا۔

"کم بختو! خدا نے تمہیں ایک عذاب سے بچایا ہے۔
تم پھر موت کو بلا رہے ہو؟"

سب حیران ہو کر ادھر ادھر تکنے لگے کہ یہ آواز کہاں
سے آئی ہے۔ جنگلی پجاری کا بھی رنگ پیلا پڑ گیا۔ وہ ماریا کے
ہاتھوں میں تھر تھر کانپنے لگا۔ ماریا نے اسے زمین پر رکھ دیا
اور کہا۔

"میں تمہارے قبیلے کے سب سے بڑے دیوتا کا
پیغام لے کر آیا ہوں۔ تمہارے قبیلے کو ڈینو سارس
درندے سے نجات دلا دی گئی ہے۔ خبردار اگر اب
تم نے اپنے قبیلے کی کسی لڑکی پر ظلم کیا تو تمہاری
بستی کو تباہ کر دیا جائے گا۔"

سارے جنگلی لوگ سناٹے میں کھڑے تھے۔ جنگلی پجاری نے
ہاتھ باندھ رکھے تھے۔ ماریا نے کہا۔

"غور سے سنو — اس جنگل پر تباہی نازل ہونے
والی ہے۔ یہاں سے اپنے بچوں کو لے کر چلے جاؤ۔
ساحل سے دور سمندر میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔
تم لوگ یہ غاروں کا شہر چھوڑ کر اس جزیرے میں
جا کر آباد ہو جاؤ۔ کیونکہ بہت جلد یہ ساری چٹانیں
ٹوٹ کر گر پڑیں گی۔ پہاڑوں سے لاوا پھٹ پڑے
گا۔ زمین کا سینہ چاک ہو جائے گا اور سارے
جنگل اس میں غرق ہو جائیں گے۔ جتنی جلدی ہو سکے
یہاں سے کوچ کر کے جزیرے میں چلے جاؤ —
اور میری بات یاد رکھنا۔ آئندہ کبھی کسی لڑکی پر
ظلم نہ کرنا۔ نہیں تو تم تباہ کر دیئے جاؤ گے۔"

یہ کہہ کر ماریا زمین سے اچھل کر فضا میں اوپر اٹھ گئی۔

اور نیچے جنگلوں کو دیکھنے لگی۔ چاروں لڑکیاں خوش تھیں۔ ان کے ماں
باپ انہیں پیار کر رہے تھے۔ جنگلی پجاری نے اعلان کیا۔

"ہم اپنے قبیلے کے دیوتا کی بات پر عمل کریں گے۔ ہم
آئندہ کبھی کسی لڑکی پر ظلم نہیں ہونے دیں گے اور یہاں
سے کوچ کر جائیں گے۔ چلو تیاریاں کرو۔ یہ علاقہ غرق
ہونے والا ہے"

تمام جنگلی اپنے اپنے غاروں میں گھس گئے۔ وہاں سے انہوں
نے اپنے نیزے وغیرہ اٹھائے۔ بال بچوں کو ٹوکروں میں بٹھا
کر اپنے کاندھوں سے ٹوکرے لٹکائے اور غاروں کے شہر
سے نکل کر سمندر کی طرف سفر شروع کر دیا۔

ماریا نے اپنا وہ مشن پورا کر دیا تھا جو اسے گرجے کی مقدس
کتاب نے سونپا تھا۔ ماریا نے ہوا میں ہی اپنا رُخ سری لنکا
کے سب سے بڑے شہر اور دارالحکومت کولمبو کی طرف کر لیا۔
وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ تیسری ایٹمی جنگ نے اتنے بڑے
شہر کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے۔ ساری رات اس نے فضا میں
اپنا سفر جاری رکھا۔ دن کی روشنی پھیلی تو اس نے سمندر کے
کنارے ایک بہت بڑے شہر کو کھنڈروں اور ملبے کے
ڈھیروں کی شکل میں دیکھا۔ یہاں سارے باغوں، پارکوں اور سڑکوں
کے آس پاس کے درخت جل کر راکھ ہو گئے ہوئے تھے۔ تمام

عمارتیں، ہوٹل شاپنگ پلازا ملبہ بنے ہوئے تھے۔ کسی جگہ ایک بھی
عمارت سلامت نہیں رہی تھی۔ ریلوے لائنیں پگھل کر بخارات بن
کر اُڑ گئی تھیں۔ اِن جگہ صرف ریلوے لائنوں کے نشان ہی باقی
رہ گئے تھے۔ ریلوے سٹیشن کا ایک مڑا تڑا ڈھانچہ ایک طرف کو
جھکا ہوا تھا۔

ماریا کا دل اس تباہی پر اُداس ہو گیا۔ انسان نے اپنے ایٹمی
اسلحہ سے کتنی بھیانک اور عبرت انگیز تباہی پھیلا دی تھی۔ ماریا ابھی فضا
میں ہی پرواز کر رہی تھی کہ اس کے سامنے ایک زبردست زلزلہ آیا۔
زمین کئی جگہوں سے پھٹ گئی اور بچی کھچی عمارتوں کا ملبہ زمین میں دھنس
گیا۔ زلزلہ رُک گیا۔ فضا میں کوئی پرندہ بھی اُڑتا ہوا نظر نہیں آ رہا تھا۔

ماریا آہستہ آہستہ شہر کے کھنڈروں کے اوپر اُڑ رہی تھی۔
ایک ٹیلے کی آغوش میں اسے ایک جانب جھکا ہوا مہاتما بدھ
کا مندر نظر آیا۔ اِس نے سوچا کہ چل کر دیکھنا چاہیئے کہ اس مندر
میں کوئی زندہ بچا ہے یا نہیں؟ وہ اُڑتے اُڑتے ٹیلے والے مندر
کے دروازے پر آ گئی۔ اِس مندر کا دروازہ ایک طرف کو جھک
کر ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ دروازے کے اندر دیوار میں مہاتما گوتم بدھ
کا ایک پتھر کا بُت اِسی طرح دیوار میں گڑھا تھا۔ گوتم بدھ کے چہرے
پر گہرا سکون تھا۔ ماریا نے سوچا کہ اگر انسان اِن بزرگوں کی نیک
ہدایات پر عمل کرتا تو آج اِسے اِس تباہی کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔

مذہب نے انسان کو پیار و محبت سے رہنے کی تلقین کی ہے مگر
انسان سرکش ہے۔ اس نے ہر مذہب کے خلاف بغاوت کی
اور یوں پوری دنیا پر قیامت گزر گئی۔ یہ قیامت ہی
تھی۔

ماریا ان خیالوں میں ڈوبی ہوئی تھی کہ اسے کھڑکھڑاہٹ
کی آواز آئی۔ اس نے دیکھا کہ گوتم بدھ کی مورتی کے پیچھے
ایک چوہا اپنے بل سے نکل کر دوسری طرف بھاگ رہا ہے۔ ماریا
مسکرائی۔ "خدا جس کو زندہ رکھنا چاہتا ہے اس کو کوئی نہیں
مار سکتا"۔

ماریا مندر میں گوتم بدھ کی مورتی کی تعظیم بجا لا
کر باہر نکل آئی۔ اس نے سوچا کہ اب یہاں رہنا بے
کار ہے۔ بہتر یہی ہے کہ سمندر کے اوپر پرواز کی
جائے۔ شاید وہاں عنبر ناگ کیٹی سے ملاقات ہو جائے
اس کا خیال تھا کہ اتنی زبردست تباہی میں سمندر
پر بھی انسان محفوظ رہ سکتا ہے۔ ممکن ہے عنبر ناگ کیٹی کسی
کشتی میں سوار ہو کر سمندر میں سفر کر رہے ہوں۔ چنانچہ ماریا
نے اپنا رخ سمندر کی طرف پھیرا۔ اور بہت جلد وہ نیلے سمندر
کے اوپر اڑ رہی تھی۔

O

پُراسرار دُھند کا سمندر

ماریا کو ہم یہاں چھوڑتے ہیں۔
اُدھر عنبر ناگ کیٹی اور شکالی خلا میں اپنے سفر پہ ہیں۔
اور شکالی کے خلائی سیارے سینا تھون پر ابھی نہیں پہنچے۔
ہم خلائی انسان تھیوسانگ، امریکی لڑکی جوُلی اور اس کے
سائنس دان باپ کی طرف آتے ہیں۔ یہ تینوں انسان شمالی
امریکہ کی بندرگاہ بالٹی مور سے ایک موٹر کشتی میں سوار ہو کر
امریکہ کے جنوبی شہر ہیوسٹن کی طرف چلے تھے جہاں زمین کے
اندر سائنسی میوزیم میں سائنس کی ایجادات محفوظ کر کے رکھی
ہوئی تھیں۔ ان کا سمندری سفر بہت لمبا تھا۔ ابھی انہوں نے
آدھا راستہ بھی طے نہیں کیا تھا کہ سمندر میں ان کا تیل ختم
ہو گیا۔ کشتی کی موٹر رک گئی۔ اتنی بڑی کشتی کو چپوؤں کی
مدد سے نہیں چلایا جا سکتا تھا۔ کشتی سمندری لہروں پر اپنے
آپ بھٹکنے لگی۔ خلائی انسان تھیوسانگ نے کہا۔
"اس کشتی کی موٹر نے گیسولین بہت کھائی ہے"

جولی کہنے لگی۔

"اس سے تو بہتر تھا کہ ہم اس سفر پہ روانہ ہی نہ ہوتے۔ اتنے بڑے سمندر میں ہمارا زندہ رہنا مجھے مشکل نظر آتا ہے۔ ہماری خوراک کتنے دن ہمارا ساتھ دے سکتی ہے۔"

اس کے سائنس دان ڈیڈی نے کہا۔

"میں نے حساب لگایا ہے۔ ہمارے پاس چودہ دنوں کی خوراک اور پانی موجود ہے۔ مجھے یقین ہے اِن چودہ دنوں کے اندر اندر ہم کسی نہ کسی جزیرے پہ پہنچ جائیں گے۔"

تھیو سانگ بولا۔

"اور اگر اِس جزیرے پر بھی کھانے پینے کو کچھ نہ مِلا تو پھر تم دونوں کا کیا بنے گا۔ میں تو بغیر کھائے پیئے زندہ رہ لوں گا مجھے تمہاری بہت فکر ہے۔"

جولی اداس ہوگئی۔ تھیو سانگ نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"فکر نہ کرو جولی۔ اگر ہم کسی جزیرے پہ پہنچ گئے تو کہیں نہ کہیں سے کچھ حاصل کرنے کی پوری کوشش

کریں گے؟"

موٹر کشتی سمندر میں لہروں کے رحم و کرم پر بہتی چلی گئی۔ جب انہیں اسی طرح سفر کرتے بارہ دن گزر گئے تو کھانے پینے کی چیزیں ختم ہو گئیں۔ صرف ایک دن کے لیے تھوڑی سی مچھلی اور پانی کا ایک چھوٹا ٹین بچا تھا۔ تھیو سانگ نے وہ جولی کے لیے رکھ لیا۔ دوسرے دن یہ خوراک بھی ختم ہو گئی۔ چودھویں روز فاقہ آگیا۔ جولی کونے میں دبک کر بیٹھ گئی۔ اس کا ڈیڈی بھی پریشان ہوا کہ اگر دو ایک روز پانی نہ ملا تو ان کا زندہ بچنا محال تھا۔ وہ اپنی بیٹی کا حوصلہ بڑھا رہا تھا۔ خلائی انسان تھیو سانگ کشتی کے اگلے تختے پر کھڑا دور دُور تک سمندر میں دیکھتا کہ شاید کہیں کسی جزیرے کی ایک جھلک نظر آجائے۔

پندرھواں دن آگیا۔ بھوک اور پیاس سے جولی کے ہونٹ خشک ہو گئے۔ آنکھیں اندر کو چلی گئیں۔ وہ کشتی کے فرش پر سیدھی لیٹ گئی۔ اس کے ڈیڈی کی حالت بھی پانی نہ ملنے کی وجہ سے خراب ہونے لگی تھی۔ خلائی انسان تھیو سانگ سمجھ گیا کہ اگر دو روز تک پانی نہ ملا تو یہ دونوں زندہ نہ بچ سکیں گے۔

سولھویں روز وہ صبح کی روشنی میں تختے پر کھڑا سمندر کی طرف دیکھ رہا تھا کہ اسے سمندر کی سطح پر کوئی سیاہ چیز اُبھری ہوئی نظر آئی۔ جولی تو تختے پر فاقے سے نیم جان ہو کر پڑی تھی۔ اس

سے ڈیڈی نے ابھی تک اپنے ہوش وحواس برقرار رکھے ہوئے تھے۔ تھیوسانگ نے اسے وہ سیاہ چیز دکھائی اور کہا۔

"میرے خیال میں یہ کوئی جزیرہ نہیں ہے"

پھر کیا ہو سکتا ہے؟ جولی کے ڈیڈی نے کمزور آواز میں پوچھا۔

تھیوسانگ بولا۔

"میرا خیال ہے یہ کوئی کشتی ہے"

سائنس دان بوڑھا کہنے لگا۔

"اگر یہ وہیل مچھلی ہوئی تو ہماری خیر نہیں ہے"

خلائی انسان تھیوسانگ کہنے لگا۔

"ہمیں اپنی کشتی کا رُخ اِس طرف کرنا چاہیئے ہو سکتا ہے یہ کوئی فائدہ مند چیز ہو"

خلائی انسان نے اپنی خلائی طاقت سے کام لیتے ہوئے کشتی کا رُخ اِس سیاہ دھبے کی طرف موڑ دیا۔ کشتی سمندر کی لہروں پر سیاہ دھبے کی طرف بڑھنے لگی۔ جوں جوں کشتی قریب ہو رہی تھی وہ سیاہ دھبہ صاف ہوتا جا رہا تھا۔ بوڑھے سائنس دان کے منہ سے خوشی کی چیخ نکل گئی۔

"یہ — یہ تو کوئی جہاز ہے"

اتنی بات کان میں پڑی تو جولی نے بھی آنکھیں کھول دیں،

"ڈیڈی! کیا کوئی جہاز ہماری طرف آ رہا ہے؟"

ڈیڈی نے کہا۔

"ہم جہاز کی طرف جا رہے ہیں بیٹیا۔ دیکھو۔ اُٹھ کر دیکھو۔ مجھے یہ کوئی ٹرانسپورٹ جہاز لگتا ہے۔ مگر یہ اتنی بڑی جنگ میں کیسے بچا رہا؟"

تھیوسانگ نے کہا۔

"یہ تو جہاز پر چل کر معلوم ہوگا۔ بہرحال مجھے یقین ہے کہ وہاں ہمیں کھانے پینے کو ضرور کچھ مل جائے گا"

کشتی جہاز کے قریب پہنچ گئی۔ تھیوسانگ نے دیکھا کہ یہ جہاز کافی بڑا تھا۔ جولی کے ڈیڈی نے اس کے جھنڈے کو دیکھ کر بے اختیار کہا۔

"یہ — یہ تو ڈنمارک کا باربردار جہاز ہے۔ مگر اس کے عرشے پر کوئی ملاح نظر نہیں آ رہا"

کشتی جہاز کے اس پیندے کی جانب لگادی گئی جہاں ایک سیڑھی نیچے لٹک رہی تھی۔ تھیوسانگ نے جولی اور اِس کے باپ کو سہارا دے کر سیڑھی پر چڑھایا اور وہ جہاز کے عرشے پر آ گئے۔ جہاز کا عرشہ ویران تھا۔ جہاز نے لنگر ڈالا ہوا تھا اور سمندری لہروں پر وہ آہستہ آہستہ ڈول رہا تھا۔

"اس کا کریٹو یعنی عملہ کہاں ہے؟"

تھیوسانگ نے پوچھا۔ سائنس دان بوڑھا جہاز کے عرشے والے کیبن کے دروازے کو جھک کر دیکھ رہا تھا جو آدھا کھلا تھا۔ جولی نے کہا۔

"ڈیڈی! پلیز سب سے پہلے پانی تلاش کریں۔ میری جان نکلی جا رہی ہے"

تھیوسانگ نے سائنس دان ڈیڈی کو پکڑ کر ایک جگہ بٹھا دیا اور کہا۔

"آپ لوگ یہاں آرام سے بیٹھیں۔ میں نیچے جا کر کچھ کھانے پینے کو لاتا ہوں۔ مجھے یقین ہے یہاں ہمیں پانی اور روٹی مل جائے گی"

بھوک اور پیاس نے بوڑھے سائنس دان کو زیادہ نڈھال کر دیا تھا۔ جولی فرش پر دوبارہ لیٹ گئی تھی۔ اس کا ڈیڈی بھی وہیں سر جھکا کر بیٹھ گیا۔

خلائی انسان تھیوسانگ سیڑھیاں اتر کر نیچے جہاز کی درمیانی منزل والی راہداری میں آگیا۔ یہاں ہلکا ہلکا اندھیرا تھا۔ اسے کسی جگہ کوئی انسان نہ ملا۔ ایک کیبن کا دروازہ آدھا کھلا تھا۔ یہاں سے اسے پیاز اور سیب کی خوشبو آئی۔ وہ اندر داخل ہو گیا۔ یہ جہاز کا کچن تھا۔ یہاں کھانے پینے کی ہر چیز کافی تعداد میں موجود تھی۔ تھیوسانگ نے پانی سے جگ بھرا۔ ڈبل روٹی اور خشک مچھلی کے ٹکڑے انگیٹھی کے اوپر سیخ میں سے اتارے اور تیزی سے واپس عرشے پر آگیا۔

کھانے اور پانی دیکھ کر جولی اور اس کے ڈیڈی کی آنکھوں میں چمک آگئی۔ انہوں نے دیکھتے دیکھتے ساری ڈبل روٹی اور مچھلی چٹ کر لی۔ سیر ہو کر پانی پیا اب انہیں ہوش آگیا۔ ان کا ذہن سوچنے لگا۔ آنکھیں ہر شے کو اس کی صحیح حالت میں دیکھنے لگیں۔ تھیوسانگ نے کہا۔

"نیچے کسی جگہ کوئی ملاح نظر نہیں آیا۔ اس جہاز کا عملہ کہاں چلا گیا؟ جہاز میں ہر شے ٹھیک حالت میں ہے"

جولی اور اس کا ڈیڈی خلائی انسان کے ساتھ نیچے جہاز کی دوسری منزل میں گئے، سارے کیبن خالی تھے۔ سب سے نچلی اور آخری منزل میں سامان کی بڑی بڑی پیٹیاں لدی تھیں۔ انہوں نے ایک پیٹی کو توڑ کر دیکھا۔ ان میں ٹریکٹر کے پرزے بند تھے۔ جہاز کے پچھلے حصے میں انجن روم تھا۔ انجن روم میں بھی کوئی انسان نہیں تھا۔ انجن بند تھے۔ دیوار کے ساتھ پٹرول کے بھرے ہوئے کتنے ہی ڈرم رکھے تھے۔ انجن بجلی کے تھے مگر اس کے جنریٹر پٹرول سے چلتے تھے۔ ڈیڈی نے کہا۔

"اوپر برج ہیڈ پر چل کر دیکھتے ہیں"

برج ہیڈ عرشے یعنی ڈیک کے اوپر جہاز کی سب سے اوپر والی چھوٹے سے شیشے کے کیبن میں تھا۔ جہاں جہاز کا کپتان اور انجینئر ٹیلی سکوپ اور راڈار کے پاس رہتے ہیں۔ اس کیبن میں بھی کوئی نہیں تھا۔ ٹیلی سکوپ کا رُخ سمندر کی جانب تھا۔ راڈار بند تھا۔ سکرین بجھی ہوئی تھی۔ کمپیوٹر خاموش تھے۔ یہ سویڈن کا ماڈرن مال بردار جہاز تھا۔

اچانک جولی نے ایک طرف جھکتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈی! یہاں آئیں۔ یہ دیکھیں"

خلائی انسان اور سائنس دان بوڑھا اِس طرف بڑھے۔ یہاں کیبن کے فرش پر دو انسانوں کے ہلکے بھورے رنگ کے مدّھم نشان پڑے تھے۔ چونکہ یہاں روشنی تھی اس لیے یہ نشان صاف نظر آ رہے تھے۔ یہ انسانوں کے نشان اس طرح پڑے تھے جیسے دونوں انسان فرش پر گر کر ٹیڑھے ہو گئے ہوں۔ ڈیڈی نے فرش پر انسانی نشان کو ایک جگہ انگلی سے چھُوا اور پھر بڑی بڑی آنکھیں کھول کر بولا۔

"اس جہاز پر نیوٹرون بم پھینکا گیا ہے"

نیوٹرون بم اِس بم کو کہتے ہیں کہ جس کے پھٹنے سے مکانوں دیواروں یا کسی بھی چیز کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ کوئی دھماکہ نہیں ہوتا۔ ہر چیز اپنی جگہ پر ویسے ہی ٹھیک حالت میں رہتی ہے۔

مگر وہاں موجود سارے انسان ذرّے بن کر فضا میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ جولی اور خلائی انسان پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک دوسرے کو تکنے لگے۔

جولی نے کہا۔

"یہی وجہ ہے کہ یہاں کوئی انسان، کوئی ملاح زندہ نہیں بچا"

تھیوسانگ کیپٹن کی اونچی کرسی پر بیٹھ کر پینل پر جھک گیا۔

"ہم خوش قسمت ہیں کہ یہ جہاز صحیح، سالم مل گیا۔ اب ہم اس کے ذریعے بڑی آسانی سے سمندر میں سفر کر سکتے ہیں"

انہوں نے جہاز کے نقشے پر امریکہ کے جنوبی ساحل کو دیکھا اس کی ڈگریاں نوٹ کیں۔ پھر جہاز کا رُخ ہیوسٹن کی طرف متعین کیا اور تھیوسانگ نے نیچے جا کر انجن چلا دیئے۔ وہ اوپر آگیا۔ انجنوں کے چلتے ہی جہاز میں حرکت پیدا ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی جہاز کا لنگر اُٹھا دیا گیا۔ جہاز سمندر میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ موسم خوشگوار اور سمندر پُر سکون تھا۔ جہاز کی رفتار کافی تیز تھی۔ ایک ہفتے کے سمندری سفر کے بعد جہاز جنوبی امریکہ کے ساحل کی طرف بڑھتے لگا اور ساتویں روز خلیج میکسیکو میں داخل ہو گیا۔

پہنچنا چاہیے،،

ہیں جتنی جلدی ہو سکے سائنسی میوزیم پہنچنا چاہیے
سائنسی میوزیم ہیوسٹن شہر سے کچھ میل کے فاصلے پہ شہر
ے باہر خشک بنجر پہاڑیوں میں تھا۔ جولی کا ڈیڈی اِس
راستے سے واقف تھا۔ انہوں نے شہر سے نکل کر بنجر ویران
پہاڑیوں کا رُخ کیا۔ دُور سے انہیں وہ تکونی پہاڑی نظر
آئی بس کے نیچے سائنسی میوزیم تھا۔ جولی نے کہا۔
،، ڈیڈی ہم اپنے میوزیم میں پہنچنے والے ہیں۔
خدا کے لیے اب اپنی ٹائم مشین کو ہرگز دوبارہ درست
نہ کریں۔ میں آپ کو اسے ہاتھ بھی نہیں لگانے
دُوں گی،،

دھائیں۔ دھائیں ایسی آواز پیدا ہوئی جیسے اِن کے
پاؤں تلے زمین کے اندر کوئی بہت بڑی چٹان پھٹ گئی ہو۔
وہ اپنی جگہ سے کئی فٹ اُوپر اچھل کر اِدھر اُدھر خشک ریت
پر جاگرے۔ وہ اُٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ زمین ایک جگہ
سے پھٹ گئی اور پھر اتنی زور سے ہلنے لگی جیسے کوئی زمین
کو پکڑ کر جھولے کی طرح جھلا رہا ہو۔ خلائی انسان کو جولی کی
چیخ سنائی دی۔ خلائی انسان اس طرف بڑھا مگر اچانک ریت
کے بگولے اُٹھنے لگے۔ زمین ہچکولے کھا رہی تھی۔
خلائی انسان گر پڑا۔ اب دھماکوں پر دھماکے ہونے لگے۔

ہیوسٹن کی بندرگاہ کے قریب پہنچ کر جہاز کو سمندر میں ہی کھڑا
کر دیا گیا۔ یہ تینوں ایک موٹر لانچ میں بیٹھ کر کنارے پر آگئے۔ ہیوسٹن
کی بندرگاہ بھی تباہی کا عبرتناک منظر پیش کر رہی تھی۔ جولی یہاں
کئی بار آچکی تھی۔ یہاں کبھی اونچی اونچی شاندار عمارتیں ہوا کرتی
تھیں۔ اب یہاں سوائے ملبے اور راکھ کے ڈھیر کے اور کچھ
نہیں تھا۔ عمارتوں کے جلے ہوئے ڈھانچے زمین کی جانب جُھکے
ہوئے تھے۔ ایٹمی تابکاری کی براہ راست زد میں آنے والی
عمارتوں کے فولادی ڈھانچے پگھل کر بہہ چکے تھے۔ ہر طرف
تباہی کا منظر تھا۔ انسان کیا کوئی چڑیا تک اُڑتی نظر نہیں آرہی
تھی۔ ڈیڈی نے کہا۔
،، لگتا ہے یہاں ہمارے جانے کے بعد کوئی بھیانک
زلزلہ آیا ہے پہلے جن بلڈنگوں کے ڈھانچے میں
دیکھ چکا ہوں اب وہ زمین میں دھنس چکی ہیں،،
جولی نے ایک طرف اشارہ کیا۔
،، ڈیڈی! اِدھر دیکھو! زمین میں سے گرم پانی اُبل
رہا ہے،،
یہ زلزلے کا نتیجہ تھا۔ یہاں زمین پھٹ گئی تھی اور اس
کے اندر سے تیل ملا گرم پانی فوارے کی طرح اُچھل اُچھل کر
باہر آرہا تھا۔ تھیوسانگ نے کہا۔

اس نے گردن اُٹھا کر دیکھا سائنسی میوزیم والی تکونی پہاڑی پر ایک دھماکہ ہوا اور اس کے پرخچے اُڑ گئے۔ اس کے اندر سے آگ کے شعلے لاوا بن کر نکلنے لگے۔ سائنسی میوزیم میں جیسے بڑے بڑے بم پھٹ رہے تھے۔ اندر سائنس کی جو [illegible] نئی نئی ایجادیں رکھی تھیں۔ ان میں بارود کے کنستر اور بم اور دستی بم بھی تھے۔ یہ سب پھٹ رہے تھے۔ پھر ساری کی ساری پہاڑی فضا میں ذرّے بن کر بکھر گئی۔ اس کے بڑے بڑے پتھر ٹکڑے بن کر گولیوں کی طرح میدان میں گرنے لگے۔

کئی ٹکڑے خلائی انسان کے جسم سے بھی پار ہو گئے۔ مگر چونکہ وہ خلائی مخلوق تھا اس لیے جہاں جہاں اس کے جسم میں سوراخ ہوئے وہ جگہیں آپس میں مل گئیں۔ خلائی انسان نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں بغل میں دبا کر رکھی تھیں کیونکہ انگلی کے کٹ جانے سے وہ مر سکتا تھا۔

چاروں طرف فضا میں دھوئیں کے دبیز پہاڑی بادل چھا گئے۔ کچھ نظر نہیں آ رہا۔ تھیوسانگ یعنی خلائی انسان نے جولی اور اس کے ڈیڈی کو آوازیں دیں۔ کوئی جواب نہ آیا۔ ابھی تک فضا میں دھماکوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ جب ذرا فضا پرسکون ہوئی۔ دھوئیں کے بادل کم

ہوئے تو وہ اُٹھ کر اس طرف کو بھاگا جدھر جولی اور اس کا سائنس دان ڈیڈی گیا تھا۔ یہاں چاروں طرف ریت پتھر اور کنکروں کی تہہ جمی تھی۔

خلائی انسان نے ایک جگہ کالی ریت اور پتھروں کے ڈھیر میں سے جولی کا ہاتھ باہر نکلا ہوا دیکھا۔ وہ لپک کر اس طرف آیا۔ اس نے پتھر اِدھر اُدھر ہٹا کر جولی کو اِس میں سے نکالا۔ مگر جولی کی روح اس کے جسم سے نکل چکی تھی۔ وہ اس قدر زخمی ہو گئی تھی کہ اس کا بچنا ناممکن تھا۔ قریب ہی پتھروں میں اس کے سائنس دان باپ کی بھی لاش پڑی تھی۔

خلائی انسان آنسوؤں سے ناواقف تھا۔ لیکن جولی اور اس کے باپ کی لاش کو دیکھ کر اس کا دل بوجھل سا ہو گیا۔ اس نے گردن جھکا دی اور جولی کے مُردہ جسم کو اپنے گھٹنوں پر رکھے وہ دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ اس بہادر لڑکی کے ساتھ اس نے کئی خطرناک سفر کیے تھے اور ہمیشہ اسے ثابت قدم اور بہادر پایا تھا۔ اس نے پتھروں کو ہٹا کر ریت میں دو گڑھے کھودے اور باپ بیٹی کی لاشوں کو اِن گڑھوں میں دفنا دیا۔ کچھ دیر وہ اِن کی قبروں پر چپ چاپ سر جھکائے کھڑا رہا۔ پھر خاموشی سے واپس ہیوسٹن کی بندرگاہ کی طرف چل دیا۔ سائنسی میوزیم والی پہاڑی کی طرف جانا فضول تھا۔ وہ پہاڑی

میوزیم کے ساتھ ہی جل کر راکھ ہو چکی تھی۔ وہاں اب کچھ بھی
نہیں تھا۔ بندرگاہ کو زلزلے نے مزید تباہ کر ڈالا تھا۔ تھیوسانگ
نے تشویش کے ساتھ سمندر میں دیکھا۔ خوش قسمتی سے اِس کے
بحری جہاز کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔ وہ اسی طرح سمندر میں
لنگر انداز تھا۔

خلائی انسان کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اتنی بڑی دنیا
میں بالکل اکیلا رہ گیا ہے۔ عنبر ناگ کیٹی بھی اُس کے پاس نہیں
تھے۔ اسے معلوم بھی نہیں تھا کہ یہ تینوں دوست خلاء میں
کہاں ہوں گے۔ اس کی موٹر لانچ ساحل پر نہیں تھی۔ اس
قیامت خیز زلزلے میں وہ ساحل سے ٹکرا کر پاش پاش ہو چکی تھی۔
خلائی انسان نے سمندر میں چھلانگ لگا دی اور تیرتا ہوا جہاز پہ
پہنچ گیا۔

جہاز پر پہنچ کر اسے امریکی لڑکی جولی اور اس کے ڈیڈی کی
بہت یاد آئی۔ اب وہاں اس کے لیے کیا رہ گیا تھا۔ اس نے لنگر
اٹھا دیا۔ انجن سٹارٹ کیے اور برج ہیڈ والے کیبن میں آ کر پہیّے کے
آگے اونچی کرسی پر بیٹھ کر سامنے سمندر کی طرف دیکھنے لگا۔ اس
نے جہاز کا رُخ جنوب کی طرف کر دیا تھا۔ اس کی کوئی منزل ہی نہیں
تھی۔ پھر کسی خاص سمت کا رخ متعین کرنے کی کیا ضرورت تھی بھلا
جہاز ایک خاص رفتار کے ساتھ کھلے سمندر کی طرف بڑھتا چلا

جا رہا تھا۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ہیوسٹن کا تباہ حال ساحل دور
ہوتا جا رہا تھا۔ اس وقت دن کے دس بج رہے تھے۔ بارہ بجے
تھیوسانگ اُٹھ کر نیچے کچن میں گیا۔ تھوڑا سا ٹھنڈا گوشت فریزر
سے نکال کر تلا اور ڈبل روٹی کے ایک قتلے کے ساتھ کھایا اور کافی
کا مگ بنا کر اوپر والے کیبن میں آ کر بیٹھ گیا۔

راڈار سامنے سینکڑوں میل تک کچھ نہیں دکھا رہا تھا۔ سارا
سمندر صاف تھا۔ موسم بھی پُرسکون تھا۔ جہاز ایک پنی تُلی رفتار
سے جنوبی سمندروں کی طرف چلا جا رہا تھا۔

O

ماریا ہواؤں میں پرواز کرتی سمندر میں بہت آگے نکل آئی
تھی۔

سورج سمندر میں غروب ہو رہا تھا کہ مشرق کی طرف سے کالے
کالے بادلوں کی گھٹا اُٹھی اور دیکھتے دیکھتے سمندر پر چھا گئی۔ ماریا
اِن بادلوں میں چھپ گئی۔ وہ فضا میں بلند ہوتے ہوتے اِن
بادلوں کے اوپر آ گئی۔ بادلوں میں بجلیاں چمکنے لگیں۔ بادل کڑکنے
شروع ہو گئے۔ موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ ماریا اِس بارش
سے محفوظ تھی۔ طوفانی ہوائیں چلنے لگیں۔ سمندری لہریں اوپر
کو اچھل رہی تھیں۔ ململیا کو ان کا شور سنائی دے رہا تھا۔
ملماریا، بادلوں کے اوپر آ گئی تھی۔ آسمان پر ستارے چمک

لگے تھے۔ بارش کا یہ طوفان دو تین گھنٹے تک برپا رہا پھر بادل چھٹ گئے۔ ماریا نیچے آگئی۔ سمندر میں ابھی تک بڑی بڑی لہریں اُٹھ رہی تھیں۔

ماریا کو دور سمندر پر رات کی تاریکی میں روشنیاں نظر آئیں۔

"یہ تو کسی بحری جہاز کی روشنیاں ہیں"۔ ماریا نے اپنے آپ سے کہا۔

مگر یہ بحری جہاز کہاں سے آگیا؟ دنیا میں تو ہر طرف بربادی کا عالم ہے۔ ہو سکتا ہے یہ جہاز سمندری سفر پر ہو۔ اور بچ گیا ہو۔ چل کر معلوم کرنا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے عنبر ناگ کیٹی خلاء سے واپس آکر اس جہاز میں سفر کر رہے ہوں۔

ماریا یہ سوچتی ہوئی اس جہاز کی طرف اُڑنے لگی۔

وہ چند لمحوں میں جہاز کے عرشے کے اوپر پہنچ گئی۔ عرشہ خالی تھا۔ جہاز کا اوپر والا کیبن بھی خالی تھا مگر اس میں روشنی ہو رہی تھی۔ ماریا عرشے پر اُتر کر نیچے چلی گئی۔ اُسے کہیں بھی کوئی انسان نہ ملا۔ جہاز کا کوئی پہرے دار یا واچ مین بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کچن کھلا پڑا تھا۔ ملاحوں کے کیبن بھی خالی پڑے تھے۔ بستر لگے تھے مگر کوئی ملاح وہاں نہیں سو رہا تھا۔ یہ سب لوگ کہاں چلے گئے؟ کیپٹن کا کیبن بھی سنسان تھا۔ ماریا تذبذب میں پڑ گئی۔ کہیں یہ کوئی آسیبی جہاز تو نہیں ہے۔

اسے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ ماریا نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک اونچا لمبا چوڑا چکلا جوان جس نے جینز اور جیکٹ پہن رکھی تھی ایک ہاتھ میں کافی کا مگ لیے کیبن سے نکل کر کچن کی طرف جا رہا تھا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ کچن میں داخل ہو گئی۔

کچن کی روشنی میں اس نے بڑے غور سے اس نوجوان کو دیکھا۔ یہ خلائی انسان تھیوسانگ تھا اور ماریا اِسے پہلی بار دیکھ رہی تھی۔ عنبر ناگ کیٹی نے تھیوسانگ کو ماریا کے بارے میں سب کچھ بتا رکھا تھا۔ مگر ماریا کو اس خلائی انسان کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا۔ ماریا نے دیکھا کہ اس جوان کی شکل و صورت اگرچہ زمین کے انسانوں کی طرح ہے مگر اس کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک تھی۔ ماریا نے سوچا کہ ضرور یہ کوئی جن بھوت یا آسیب ہے جو انسان کی شکل میں اس ویران جہاز پر چل پھر رہا ہے۔

خلائی انسان تھیوسانگ نے کچن میں آکر کیتلی میں پڑی کافی اپنے مگ میں ڈالی اور واپس چل دیا۔ ماریا اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ تھیوسانگ اپنے کیبن میں داخل ہونے کی بجائے سیڑھیاں چڑھ کر برج ہیڈ پر اوپر والے کیبن میں آگیا۔ کیبن کے شیشے کا دروازہ بند کر کے وہ اُونچی کرسی پر بیٹھ کر کافی پیتے ہوئے تاریک سمندر کو تکنے لگا۔

ماریا دروازے کے بند شیشوں میں سے کیبن میں آگئی۔

وہ غور کر رہی تھی کہ اس آدمی سے کوئی بات کرے یا نہ
کرے۔ اگر بات کرے تو کس طرح سے کرے کہ وہ ڈر نہ
جائے۔ ایک بات کا اِسے بہت حد تک یقین ہو گیا تھا کہ یہ
آدمی کوئی جن بھوت یا آسیب نہیں ہے ورنہ اِسے ایک غیبی
عورت کی موجودگی کا ضرور احساس ہو جاتا۔ پھر بھی ماریا نے
سوچا کہ اِس آدمی کا امتحان لینا چاہیئے کہ یہ کوئی انسان ہے
یا کوئی آسیبی مخلوق ہے۔ خلائی انسان تھیوسانگ نے کافی کا ایک
گھونٹ پی کر اپنا مگ پینل پہ رکھ دیا۔ اور خود راڈار کو دیکھنے
لگا۔

ماریا نے چپکے سے کافی کا مگ اُٹھا لیا۔ مگ ماریا کے
ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو گیا۔ تھیوسانگ نے ریڈار پر جھکے
جھکے کافی پینے کے لیے مگ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہاں مگ
نہیں تھا۔ اِس نے چونک کر دیکھا۔ مگ غائب تھا۔ کہاں گیا؟
ابھی تو یہاں پڑا تھا۔ خلائی انسان نے پینل پہ دُور تک دیکھا۔
مگ وہاں نہیں تھا۔ اِسے یقین تھا کہ اِس نے کافی کا مگ
ابھی چند سیکنڈ پہلے وہیں رکھا تھا۔ پھر وہ کہاں غائب ہو گیا؟
اس نے ذرا توجہ دوسری طرف کی تو ماریا نے مگ
دوبارہ پینل پر رکھ دیا۔ اب جو خلائی انسان تھیوسانگ نے
دیکھا تو مگ اپنی جگہ پہ موجود تھا۔ وہ سر کھجانے لگا۔ کیا

میرا وہم تھا؟ اس نے سوچا۔ وہ خاموشی سے کافی پینے
لگا۔ پھر اس نے پینل کی دراز میں سے قلم نکال کر نوٹ بک
پر راڈار کی ریکارڈنگ نوٹ کی اور قلم پینل پہ رکھ دیا۔ ماریا
نے موقع پا کر قلم اُٹھا لیا۔

تھیوسانگ نوٹ بک اور قلم دراز میں رکھنے لگا تو یہ دیکھ
کر حیران ہوا کہ قلم وہاں نہیں تھا۔ وہ چکرا سا گیا۔ اب اس
نے ایسا کیا کہ جان بوجھ کر کافی کا مگ دوبارہ پینل پہ رکھا
اور منہ اِس طرح دوسری طرف کر لیا کہ وہ چوری چوری مگ
کو تک رہا تھا۔ ماریا نے ایک بار پھر مگ اُٹھا لیا۔ مگ خلائی
انسان تھیوسانگ کی نظروں کے سامنے غائب ہو گیا۔

اس کے ذہن میں قسم قسم کے خیالات آنے لگے۔ اِسے
عنبر ناگ کی وہ باتیں یاد آگئیں جو اِس نے ماریا کے بارے میں
بتائی تھیں کہ وہ غیبی عورت ہے۔ کسی کو نظر نہیں آتی مگر وہ
سب کو دیکھتی ہے اور جو شے اِس کے ہاتھ میں چلی جائے
وہ بھی غائب ہو جاتی ہے۔ کہیں یہ ماریا تو نہیں ہے؟ کیونکہ
عنبر ناگ کیٹی کے بیان کے مطابق ماریا اِن سے تیسری ایٹمی
جنگ شروع ہونے سے پہلے کوہ ہمالیہ کی وادی میں بچھڑ گئی
تھی۔

خلائی انسان تھیوسانگ نے سیدھے سبھاؤ بالکل صاف

ہی کہہ دیا۔

"کیا تم ماریا ہو؟"

یہ جملہ اس قدر حیران کر دینے والا تھا کہ ماریا کے ہاتھ سے کافی کا مگ نیچے گر پڑا۔ ایک ناواقف اور اجنبی آدمی کے منہ سے اپنا نام سن کر ماریا جیسے سکتے میں آکر رہ گئی۔ تھیوسانگ نے مسکراتے ہوئے فرش پر سے کافی کے مگ کے ٹکڑے اٹھاتے ہوئے کہا۔

"اگر تم ماریا ہو تو پھر سمجھو کہ میں تمہارے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں"

"تم — تم میرا نام کیسے جانتے ہو؟"

ماریا نے رک رک کر کہا۔ تھیوسانگ نے مسکراتے ہوئے ہی کہا۔

"اس لیے کہ مجھے عنبر ناگ کیٹی نے تمہارے بارے میں بتایا تھا"

اب تو ماریا بھونچکی سی ہو گئی۔

"کیا — کیا تم عنبر ناگ اور — اور کیٹی کو بھی جانتے ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ صرف جانتا ہی نہیں بلکہ ان سے مل چکا ہوں۔ ان کے ساتھ سفر کر چکا ہوں"

تھیوسانگ کے ان الفاظ نے ماریا کو پریشان کر دیا تھا۔ اس نے بے تابی سے پوچھا۔

"تم — تم کون ہو؟"

خلائی انسان تھیوسانگ نے کہا۔

"ماریا! اطمینان سے یہاں بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں اپنی ساری داستان سناتا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ تجھ سے ملاقات ہو گئی"

اس کے بعد خلائی انسان نے شروع سے لے کر آخیر تک ماریا کو ساری کہانی بیان کر دی۔ ماریا بڑی خوش ہوئی کہ اسے ایک ساتھی مل گیا ہے۔ اس نے تھیوسانگ کو اپنی بھی ساری داستان سنا ڈالی اور پوچھا۔

"عنبر ناگ کیٹی اس وقت کہاں ہوں گے تھیوسانگ بھائی"

خلائی انسان نے کہا۔

"ایک نیک دل ماں کی روح نے مجھے صرف اتنا بتایا تھا کہ عنبر ناگ کیٹی اس وقت خلاء میں کسی نامعلوم ستارے کی طرف سفر کر رہے ہیں۔ اس سے زیادہ مجھے اس نیک روح نے کچھ نہیں بتایا"

ماریا تعجب سے بولی۔

"خلاء میں؟ کیا عنبر ناگ اور کیٹی خلاء میں سفر کر رہے
ہیں۔ یا اللہ! وہ خلاء میں کیسے پہنچ گئے؟ تم تو خلائی
مخلوق ہو۔ کیا تم اندازے سے کچھ بتا سکتے ہو کہ عنبر
ناگ کیٹی خلاء میں کس جگہ ہوں گے اور کس حال
میں ہوں گے؟"

خلائی انسان مسکرا کر بولا۔

"ماریا بہن! میں غیب کا علم نہیں جانتا۔ اور پھر
میرے پاس ایسا کوئی خلائی راڈار یا ریڈیو ٹرانسمیٹر
بھی نہیں ہے کہ میں خلا میں عنبر ناگ کیٹی سے
رابطہ پیدا کر سکوں۔"

ماریا بولی۔

"لیکن وہ ——— وہ خلاء میں کیسے پہنچ گئے۔"

تھیوسانگ کہنے لگا۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اگر یہ ساری دنیا ایٹم بموں
سے تباہ ہو سکتی ہے۔ ساری آبادی ختم ہو سکتی
ہے۔ تو عنبر ناگ کیٹی خلاء میں بھی پہنچ سکتے ہیں۔
ہو سکتا ہے کوئی خلائی مخلوق دنیا کی تباہی کے بعد
اس زمین پر اتری ہو اور عنبر ناگ کیٹی کو اغوا
کر کے اپنے سیارے کی طرف لے گئی ہو۔"

ماریا نے کہا۔

"اب ہم انہیں کہاں تلاش کریں تھیوسانگ بھائی
اس دنیا پر تو کہیں کوئی آبادی نہیں ہے۔ ہر
طرف ویرانی ہی ویرانی ہے اور میں نے تو مقدس
کتاب میں یہ بھی پڑھ لیا ہے کہ بہت جلد اس
دنیا پر لاکھوں سال پہلے کے جنگلی درندوں کا دور
شروع ہونے والا ہے۔ یہ دنیا لاکھوں سال پیچھے
جانے والی ہے۔ میرے خدا! ایسی مشکل میں تو
ہم کبھی نہیں پڑے تھے۔"

تھیوسانگ نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

"تم نے یونہی کسی کتاب میں یہ گپ پڑھ لی ہو
گی دنیا کتنی بھی تباہ کیوں نہ ہو جائے یہ لاکھوں
برس پیچھے نہیں جا سکتی۔ اس کے لیے اسے اپنے
مدار کے گرد الٹی گردش شروع کرنی ہو گی۔"

ماریا کہنے لگی۔

"تھیوسانگ! ہم ہزاروں برس سے اس دنیا میں
سفر کر رہے ہیں۔ ہم نے ہزاروں ان ہونی باتوں کو
ہوتے دیکھا ہے۔ اور پھر ایک ڈینو سارس کو تو میں
خود ہلاک کر کے آ رہی ہوں جو اس دنیا پر لاکھوں

برس پہلے کا درندہ تھا۔ مجھے یقین ہے کہ اس
دنیا۔ اس کرۂ ارضی پر لاکھوں کروڑوں برس پہلے
کا زمانہ آنے والا ہے۔"
خلائی انسان بولا۔

"اس وقت تو ماریا ہمیں یہ سوچنے کی ضرورت
ہے کہ ہم عنبر ناگ کیٹی کی تلاش میں خلاء کی طرف
کیسے جا سکتے ہیں؟"
ماریا نے کہا۔

"تم خلائی مخلوق ہو۔ اِس بات کا جواب تو تمہیں معلوم
ہونا چاہیئے۔"
خلائی انسان تھیوسانگ بولا۔

"ایک اُڑن طشتری ہمیں یہاں زمین پر مل گئی تھی
مگر وہ بھی تباہ ہو گئی۔ اس اُڑن طشتری میں خدا
جانے کب خلاء سے کوئی مخلوق آئی تھی۔ اب ہمیں
ایسا خلائی جہاز کہاں ملے گی جو ہمیں خلاء میں لے جائے۔
مجھے تو یہ بات ناممکن لگتی ہے۔ میں خود یہاں کا ہو کر
رہ گیا ہوں۔ حالانکہ میں خود ایک خلائی انسان ہوں۔"
ماریا خاموش ہو گئی۔ اسے عنبر ناگ کیٹی سے ملنے کی امید
ختم ہوتی نظر آنے لگی تھی۔ وہ اگرچہ ہوا میں اُڑ سکتی تھی

مگر وہ خلاء تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ زمین کی زبردست کشش
سے نکل کر خلا میں داخل ہونا اس کے اختیار میں نہیں تھا۔
ان کا جہاز سمندر میں سفر کرتا چلا گیا۔
کئی دن کئی ہفتے کئی مہینے گزر گئے مگر زمین نظر نہ آئی۔
سمندر ختم ہی نہیں ہوتا تھا۔ ماریا نے خلائی انسان
سے کہا کہ کہیں وہ ایک ہی جگہ تو ———
سمندر میں چکر نہیں لگا رہے؟ خلائی انسان کو خود بھی تشویش
تھی۔ اس نے ریڈار اور کمپیوٹر کو چیک کیا۔ ہر شے ٹھیک تھی
مگر سمندر ختم نہیں ہو رہا تھا۔

"یہ معمہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ماریا"
ماریا کہنے لگی۔

"مجھے یقین ہے کہ ہم سمندر کے کسی بہت بڑے
گرداب میں پھنس گئے۔ اور ہمارا جہاز ایک ہی
جگہ پر دائرے کی شکل میں چکر لگا رہا ہے"
خلائی انسان نے کہا۔

"اگر ایسی بات ہوتی تو کمپیوٹر پر دائرے بننے شروع
ہو جاتے۔ لیکن ایسا نہیں ہو رہا۔ کمپیوٹر بتا رہا ہے
کہ ہم سیدھے جا رہے ہیں"
یہ معمہ نہ ماریا کی سمجھ میں آ رہا تھا نہ خلائی انسان اسے حل
کر سکا تھا۔ جہاز اسی طرح مشرق میں سورج نکلنے کی سمت

کو برابر چل رہا تھا۔ سورج نکلتا غروب ہو جاتا، پھر ا[illegible]
جگہ سے نکلتا اور غروب ہو جاتا۔ لیکن سمندر کا کنارہ نہیں [illegible]
رہا تھا۔ جہاز میں خوراک کا سٹاک ختم ہونے لگا تھا۔ مگر
اِن دونوں کو خوراک کی ضرورت نہیں تھی۔ ماریا تو بالکل [illegible]
کچھ نہیں کھاتی تھی۔ خلائی انسان کسی وقت تھوڑا بہت چکھ لیتا
تھا اور یہی اس کے لیے کافی تھا۔

جب خلائی انسان اور ماریا کو سمندر میں سفر کرتے چھ
مہینے گزر گئے تو اِن کا جہاز دھند کے بادل میں داخل ہو گیا۔
یہ دُھند سارے سمندر پر چھائی ہوئی تھی۔ یہ دُھند اتنی گہری
تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ ماریا کو خلائی انسان
تھیوسانگ نظر نہیں آتا تھا۔ خلائی انسان اپنے کیبن کے پینل کو
نہیں دیکھ سکتا تھا۔ صرف کمپوٹر روشن تھا اور راڈار میں دُھند[illegible]
سبز روشنی سی ہو رہی تھی۔ ماریا نے کہا کہ شاید یہ دنیا کا انجام
ہے یہ سیارہ ختم ہو رہا ہے۔ ہم خلا کے کسی سمندر میں آگئے
ہیں۔ خلائی انسان بولا۔

"ہم زمین کے سمندر میں ہی ہیں ماریا۔ مگر ہم کہاں
ہیں؟ یہ تو دُھند غائب ہو گی تو پتہ چلے گا"
ماریا نے اداس لہجے میں کہا۔
"کیا خبر پھر یہ سب کچھ ہی غائب ہو جائے"
جہاز کے سامنے سمندر پر دُھند پتلی ہونے لگی۔

پر دھند بالکل اُڑ گئی۔ اور انہوں نے دُور ایک
سیاہ بلند پہاڑوں والے جزیرے کو دیکھا۔

O

خطرناک جنگلی آدمی

انہوں نے جہاز سمندر کے ساحل پر لا کر کھڑا کر دیا۔
ماریا اور خلائی انسان کشتی میں بیٹھ کر جزیرے کے کنارے آ گئے۔ جزیرے کے پہاڑ کالے سیاہ تھے اور ان پر اتنے اونچے اونچے درخت اُگے ہوئے تھے کہ اس سے پہلے ماریا نے اتنے اونچے درخت نہیں دیکھے تھے۔ ساحل کی ریت پر لاکھوں سیپیاں اور گھونگے بکھرے ہوئے تھے جو آہستہ آہستہ رینگ رہے تھے۔ درختوں کی شاخیں گھنی تھیں ان کے پتے چوڑے چوڑے تھے۔ ان میں کوئی پرندہ تک نہیں تھا۔ دُور اُونچے کالے پہاڑ کی چوٹی میں سے ہلکا زرد رنگ کا دھواں نکل رہا تھا۔ خلائی انسان نے کہا۔

"یہ پہاڑ جوالا مُکھی ہے ماریا"

ماریا حیرت کے ساتھ اس جزیرے کی ایک ایک شے کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے دل میں ایک عجیب سا خوف پیدا ہونے لگا تھا۔ اس نے تھیوسانگ سے کہا۔

"تھیوسانگ! میرے دل کو پہلی بار ڈر لگنے لگا ہے"

خلائی انسان نے پوچھا۔

"کیوں۔ تم کیوں ڈر رہی ہو؟"

ماریا نے کہا۔

گرہے کی کتاب کی پیش گوئی ٹھیک تھی۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اس دنیا پر لاکھوں سال پہلے کا زمانہ شروع ہو گیا ہے"

خلائی انسان تھیوسانگ نے چاروں طرف دیکھ کر کہا۔

"مجھے معلوم نہیں کہ تمہاری اس زمین پر لاکھوں برس پہلے کس قسم کی فضا اور زندگی تھی لیکن میں یہ ضرور دیکھ رہا ہوں کہ اس جزیرے پر زندگی کی ابتدا ہو رہی ہے۔ میں نے ساحل سمندر پر ایسی مچھلیاں دیکھی ہیں جن کو پَر لگے ہیں۔ زندگی کے ارتقاء کی تاریخ بتاتی ہے کہ اِن مچھلیوں کو آگے چل کر لاکھوں برس کے بعد پرندے بن جانا ہے"

ایک گڑگڑاہٹ کی دھیمی دھیمی آواز سنائی دی۔ جیسے زمین کے اندر کوئی بہت بڑا جنّ خراٹے لینے لگا ہو۔ ماریا اور خلائی انسان اپنی اپنی جگہوں پر رک گئے۔ گڑگڑاہٹ

کہ۔ آواز دُور اُونچے کالے پہاڑ کی چوٹی سے آ رہی تھی۔

"آتش فشاں پہاڑ پھٹ رہا ہے شاید" ماریا نے کہا۔

خلائی انسان نے کہا۔

"ماریا ہمیں اپنے جہاز پر واپس چلے جانا چاہیئے کچھ پتہ نہیں کہ یہ سارے کا سارا جزیرہ ہی غرق ہو جائے"

وہ دونوں واپس ساحل کی طرف چل پڑے۔ تھیوسانگ نے کہا۔

"ماریا تم مجھے تو دیکھ لیتی ہو مگر میں تمہیں نہیں دیکھ سکتا۔ مجھے یہ بھی پتہ نہیں چل رہا کہ تم میرے ساتھ بھی ہو کہ نہیں"

ماریا کہنے لگی۔

"کیا تمہیں میری خوشبو نہیں آ رہی؟"

تھیوسانگ بولا۔

"بہت ہلکی ہلکی آ رہی ہے"

ماریا نے کہا۔

"آہستہ آہستہ یہ خوشبو زیادہ ہو جائے گی پھر عنبر ناگ کیٹی کی طرح تم بھی میری خوشبو سے مجھے دُور سے پہچان لیا کرو گے۔"

آتش فشاں پہاڑ میں ہلکے ہلکے دھماکے ہونا شروع ہو گئے تھے۔ پہاڑ کی چوٹی میں سے اب سیاہ دھواں اُٹھ رہا تھا۔ جزیرے کی زمین ہلنے لگی تھی۔ وہ کشتی میں بیٹھ کر سمندر کی لہروں پر سے ہوتے ہوئے اپنے جہاز پر آ گئے۔ سمندر میں بھی لہریں اُوپر نیچے ہونے لگی تھیں۔ سارا دن آتش فشاں پہاڑ میں دھماکے ہوتے رہے اور لاوا بہتا رہا۔ زمین اور سمندر ڈولتے رہے۔ شام کے بعد پہاڑ خاموش ہو گیا۔ زلزلے کے جھٹکے بھی رک گئے۔

خلائی انسان نے کہا۔

"اب رات ہونے والی ہے۔ دن چڑھے گا تو اس جزیرے کے اندر چل کر دیکھیں گے کہ وہاں کیا ہے شاید یہاں سے ہمیں کوئی ایسا سراغ مل جائے جس کی مدد سے ہم یہ معلوم کر سکیں کہ ہم کس دور میں آ گئے ہیں۔

ماریا بولی۔

"تھیوسانگ بھائی میرا دل کہہ رہا ہے کہ ہم لاکھوں برس پہلے کی دنیا میں پہنچ گئے ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ دنیا لاکھوں برس پہلے کی دنیا بن چکی ہے۔ جب سطح زمین پر بڑے بڑے عفریت نما درندے دریا

کرتے تھے۔ اور انسان غاروں میں رہتا تھا۔"

خلائی انسان نے تعجب سے کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو یہ میری سائنسی معلومات میں اضافہ ہوگا۔ میں بڑی دلچسپی سے اس زمانے کی سٹڈی کروں گا۔"

وہ دونوں جہاز کے کیبن میں آرام کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ باہر سمندر اور جزیرے پر رات کی تاریکی پھیل رہی تھی ماریا نے کہا۔

"تھیوسانگ! تم نے کہا تھا کہ تم انگلی لگانے سے کسی بھی چیز کو چھوٹا کر سکتے ہو۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟"

خلائی انسان تھیوسانگ بولا۔

"کیوں نہیں۔ تم کہو تو میں تمہیں ابھی اس کا تجربہ کر کے دکھا دیتا ہوں۔"

ماریا نے کہا۔

"مجھے تجربہ کر کے دکھاؤ۔"

خلائی انسان کے سامنے ایک آرام کرسی خالی پڑی تھی۔ اس نے کہا۔

"ماریا بہن! اس کرسی کو دیکھتی رہنا۔ میں اسے

ابھی چھوٹا کئے دیتا ہوں۔"

ماریا نے دیکھا کہ تھیوسانگ نے ایک آنکھ بند کی اور ہاتھ کی انگلی سے کرسی کو چھوا۔ انگلی کے ملتے ہی کرسی ایک دم چھوٹی سی ہوگئی۔ تھیوسانگ نے اسے اٹھا کر اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا۔ ماریا بڑی دلچسپی سے کرسی کو دیکھنے لگی جو بالکل ننھی منی سی ہوگئی تھی۔

"تھیوسانگ! تم نے تو واقعی کمال کر دکھایا۔ اچھا اب اسے پھر سے بڑا کر دو۔"

خلائی انسان نے دوسری آنکھ بند کر کے دوبارہ کرسی کو انگلی سے چھوا تو وہ ایک دم سے پھر بڑی ہوگئی۔ خلائی انسان تھیوسانگ مسکرا کر بولا۔

"دیکھا۔ صرف تمہارے پاس ہی غائب ہونے کا نسخہ نہیں ہے۔ میں بھی خلائی جادوگر ہوں۔"

"تو کیا یہ جادو ہے؟" ماریا نے پوچھا۔

خلائی انسان نے کہا۔

"نہیں ماریا۔ یہ جادو نہیں ہے۔ بلکہ ایسا ہے کہ میرے جسم سے جو شعاعیں نکلتی ہیں ایک آنکھ بند کرنے سے ان میں کچھ ایسی الیکٹرانک تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے کہ میں جس شے کو ہاتھ لگاؤں اس شے کے

الیکٹرون ایک خاص حد تک سُکڑ جاتے ہیں اور یوں وہ شے چھوٹی ہو جاتی ہے۔ تم تو جانتی ہی ہو گی کہ ہر شے کے ایٹموں یا الیکٹرون کے درمیان بہت فاصلہ ہوتا ہے۔ اگر ہم کسی طریقے سے یہ فاصلہ ختم کر دیں تو یہ جہاز اتنا چھوٹا ہو جائے گا کہ میں اسے اُٹھا کر اپنی جیب میں رکھ سکوں گا۔ یہ تو سائنس کا جدید ترین نظریہ ہے۔ مگر اِس چھوٹے سے جہاز کا وزن اتنا زیادہ ہو جائے گا کہ میرے سوا اِسے کوئی دوسرا عام آدمی نہیں اُٹھا سکے گا۔"

یونہی باتیں کرتے کرتے جب رات گہری ہو گئی تو ماریا کچھ دیر آرام کرنے کا کہہ کر جہاز کی دوسری منزل میں ایک کیبن میں چلی گئی۔ خلائی انسان تھیوسانگ وہیں کیبن روم میں ہی آرام کرسی پر نیم دراز ہو گیا اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

کچھ دیر بعد اس کی آنکھ لگ گئی۔ اُسے سوئے تھوڑی دیر ہی گذری ہو گی کہ جزیرے کے گھُپ اندھیرے میں سے ایک اونچے ٹیلے کے برابر عفریت چار پاؤں پر رینگتا ہوا سمندر میں اُتر گیا۔ پھر اس نے جہاز کی طرف تیرنا شروع کیا۔ یہ عفریت اتنا بڑا تھا کہ جب وہ جہاز کے پاس پہنچا تو اس کی لمبی گردن کے اوپر پھنکارتا ہوا خونخوار دانتوں والا لمبا سر جہاز سے کئی سو گز اوپر

تھیوسانگ کچھ زیادہ ہی گہری نیند سو رہا تھا۔ خلائی انسان حالانکہ پہلے وہ کبھی اتنی گہری نیند نہیں سویا کرتا تھا۔ اچانک اُسے ایک دھچکا لگا اور وہ آرام کرُسی سے گر کر لڑھکتا ہوا کیبن کے شیشے کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس نے ہڑبڑا کر اندھیرے میں دیکھا کہ ایک بہت بڑے قوی ہیکل درندے نے جہاز کے پچھلے حصّے کو اپنے لمبے اور چٹانوں ایسے بازوؤں میں جکڑ رکھا تھا۔ تھیوسانگ نے جلدی سے اُٹھ کر دراز میں سے گن نکالی اور عفریت پر فائر کر دیا۔ مگر عفریت پر گولی کا کوئی اثر نہ ہوا۔ یہ کسی پہاڑ کو گولی مارنے والا معاملہ تھا۔ بھلا پہاڑ پر گولی کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔

اتنے میں عفریت نے اپنا بہت بڑا سر زور سے جہاز پر مارا۔ جہاز دو ٹکڑے ہو گیا اور تھیوسانگ کیبن کی ٹوٹی ہوئی دیوار کے ساتھ لٹکنے لگا۔ اس نے اپنا پورا زور لگا کر ماریا کو آواز دی۔ عفریت نے غضب ناک ہو کر اپنی بھیانک دُم جہاز کے پچھلے حصّے پر ماری۔ جہاز کا پچھلا حصّہ سمندر میں ڈوب گیا۔

عفریت نے خلائی انسان تھیوسانگ کو دیکھ لیا تھا۔ اس نے اپنا بھاری بھرکم چکّی کے بڑے بڑے پاٹوں جتنا بڑا

پنجہ اُٹھایا کہ تھیوسانگ کے سر پر مار کر اُسے کچل کر
رکھ دے۔ جونہی عفریت اپنا پنجہ نیچے لایا خلائی انسان تھیوسانگ
نے ایک آنکھ بند کر کے اس کے ساتھ اپنی انگلی لگا دی۔ انگلی
کے لگتے ہی پہاڑ جتنا عفریت ایک چوہے جتنے سائز کا ہوگیا
لیکن اس کا وزن یہاں تک بڑھ گیا کہ وہ چھوٹا ہو کر جہاز
کے باقی بچے ہوئے اگلے حصے پر گرا تو ایک بھیانک تڑاقے
کی آواز کے ساتھ جہاز چکنا چور ہو کر سمندر میں غرق ہوگیا۔
ساتھ ہی وہ عفریت بھی سمندر کی گہرائیوں میں چلا گیا تھا۔
تھیوسانگ سمندر کی اُچھلتی ہوئی موجوں کے اوپر آ
گیا۔ اس نے زور زور سے ماریا کو آوازیں دینا شروع
کر دیں۔ ایک طرف سے ماریا کی آواز آئی۔
"تھیوسانگ میں آرہی ہوں۔ کنارے کی طرف
تیر کر چلو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"
تھیوسانگ تیر کر جزیرے کے کنارے پہنچا تو ماریا
نے اس کے قریب آکر پوچھا۔
"یہ جہاز کیسے غرق ہوگیا؟ مجھے تو کچھ معلوم
نہیں۔ میں تو اپنے کیبن میں سو رہی تھی کہ ایک
دم سے ایسے لگا کہ پانی میں ڈوبی ہوئی ہوں۔"
تھیوسانگ نے اس ہیبت ناک عفریت کے بارے میں

سارا واقعہ بیان کیا تو وہ بولی۔
"تھیوسانگ! یہ وہ عفریت تھا جو لاکھوں برس
پہلے اس زمین پر دندناتے پھرتے تھے اور یہ
اتنے خونخوار تھے کہ بڑے بڑے قدیم ہاتھیوں
کے ٹکڑے اُڑا دیتے تھے۔"
تھیوسانگ نے کہا۔
"اگر میں اِسے اُنگلی سے چھو کر چھوٹا نہ بنا دیتا تو وہ
مجھے کچل کر ہلاک کر چکا تھا۔ اس کے پنجے کے نیچے
آکر میری اُنگلی کیسے سلامت رہ سکتی تھی اور انگلی
کے کٹتے ہی میری موت واقع ہو جاتی۔"
"تمہیں عین وقت پر اچھا خیال آگیا تھیوسانگ!"، ماریا نے
کہا۔ تھیوسانگ اپنے کپڑوں کو نچوڑ کر بولا۔
"میرے پاس یہی ایک ہتھیار تھا جس سے میں اس
عفریت کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ یہ اچھا ہوا کہ وہ بھی
جہاز کے ساتھ ہی سمندر میں غرق ہو چکا ہے۔ اب
وہ اتنا بھاری ہوگیا ہے کہ سمندر کی تہہ سے ذرا
سا بھی نہیں ہل سکتا۔"
ماریا نے جزیرے پر چھائے ہوئے گھپ اندھیرے
پر ایک نگاہ ڈالی اور کہا۔

"اس جزیرے میں نہ جانے کتنے عفریت تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ ہمارے پاس تو اب بحری جہاز بھی نہیں ہے کہ جہاں تم پناہ لے سکو"

خلائی انسان تھیوسانگ کہنے لگا۔

"اب تو ہم اس جزیرے پر آگئے ہیں۔ یہاں سے کم از کم میں دوسری جگہ نہیں جا سکتا۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا"

پھر اس نے جزیرے کی کوئلے ایسی سیاہ تاریکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اتنی تاریک اور اندھیری رات ہے کہ اتنی تاریکی خلاء میں بھی نہیں دیکھی"

جزیرے کی تاریکی میں سے تھوڑی تھوڑی دیر بعد ایسی پھنکار کی سی آواز بلند ہوتی جیسے کوئی عفریت خراٹے لے رہا ہو۔ تھیوسانگ نے کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں جزیرے کے دوسرے ساحل کی طرف چلے جانا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے دوسری طرف یہ عفریت نہ ہوں۔ وہاں جاکر کوئی ایسی جگہ تلاش کرتے ہیں جہاں ہم کچھ وقت کے لیے پناہ لے سکیں"

ماریا نے کہا۔

"میں جزیرے کا ایک چکر لگا کر آتی ہوں۔ میں جا رہی ہوں"

ماریا اچھل کر جزیرے کے تاریک درختوں کے اوپر آگئی۔ جزیرے پر اتنا اندھیرا تھا کہ ہاتھ کو سجھائی نہیں دیتا تھا۔ لیکن ماریا کو درختوں، سیاہ چٹانوں اور گہری کھڈوں کے دھندلے خاکے نظر آرہے تھے۔ یہ جزیرہ بہت بڑا تھا۔ اسے سمندر نے گھیر رکھا تھا۔ ماریا کو ایک جگہ جھیل دکھائی دی۔ ماریا نیچے آگئی۔ اس نے دیکھا کہ جھیل کے کنارے ایک غار بنا ہوا ہے۔ ماریا نے غار کے منہ پر آکر اندر جھانکا۔ غار میں گہرا اندھیرا تھا۔ یہ کافی لمبا غار تھا اور پہاڑ کے اندر دور تک چلا گیا تھا۔ غار خالی تھا۔ ماریا نے واپس خلائی انسان تھیوسانگ کو آکر اس غار کے بارے میں بتایا اور اس کی طرف چل پڑے۔

رات انہوں نے اس غار میں گزار دی۔

دن نکلا تو تھیوسانگ جھیل کے پاس ایک گھنے درخت تلے آکر بیٹھ گیا۔ اسے ماریا کی بڑی ہلکی سی خوشبو آئی۔ اس نے پوچھا۔

"ماریا تم میرے قریب ہو ناں"

"ہاں" ماریا بولی۔ "اب تم بھی عنبر ناگ کیٹی کی طرح مجھے میری خوشبو سے پہچاننے لگے ہو"

خلائی انسان تھیوسانگ نے کہا۔ "یہ اچھی بات ہے۔"
انہوں نے جھیل کے کنارے دور تک پھیلے ہوئے گھنے
جنگل میں گھوم پھر کر دیکھا کہ وہاں کے درخت ہزاروں برس
پرانے لگتے تھے۔ انہوں نے زمین پر درندوں کے بڑے بڑے
پنجوں کے نشان دیکھے۔ ان پنجوں کے نیچے آئی ہوئی جھاڑیاں
کچلی ہوئی تھیں۔ تھیوسانگ نے کہا۔
"یہ عفریت اس جنگل میں ہی رہتے ہیں ماریا ہمیں
ان سے ہوشیار رہنا ہوگا"
ماریا کہنے لگی۔
"رات کو جزیرے میں سے ان درندوں کے خراٹے
لینے کی آواز آتی تھی۔ اس وقت یہ کہاں ہوں گے۔
جنگل کا یہ حصہ تو سارے کا سارا خالی پڑا ہے"
تھیوسانگ نے درختوں کے پیچھے نظر آنے والے آتش فشاں
پہاڑ کی چوٹی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
"یہی وہ پہاڑ ہے جو کل لاوا اگل رہا تھا۔ اب
خاموش ہے۔ اس میں سے دھواں بھی نہیں نکل
رہا"
"ہاں" ماریا نے جواب دیا۔
"یہاں انہیں کچھ آدمیوں کے دھیمے دھیمے سروں میں گانے

آوازیں سنائی دیں۔ تھیوسانگ ٹھٹھک سا گیا۔
"یہ آوازیں کیسی ہیں ماریا؟"
ماریا بھی ان آوازوں کو غور سے سن رہی تھی۔
"میرا خیال ہے یہ جنگلی لوگ ہیں جو گا رہے ہیں۔
آگے چل کر دیکھتے ہیں"
جب وہ درختوں کی اوٹ سے نکلے تو دیکھا کہ آگے ایک
آتش فشاں پہاڑ کے دامن میں ایک چھوٹی سی وادی ہے،
جس کی شکل کسی پیالے سے ملتی جلتی ہے۔ یہاں اوپر پہاڑی
کی چوٹی سے بہتا ہوا سرخ لاوا نیچے آکر ایک چبوترے
کے پاس آکر جم گیا ہے۔ اس چبوترے پر ایک تکونا راکٹ سا
رکھا ہے اور اس کے ارد گرد کچھ جنگلی لوگ جن کے لمبے لمبے
بال ہیں اور جنہوں نے پتوں کا لباس پہن رکھا ہے ڈانس کر رہے
ہیں۔ اور اپنی زبان میں کچھ گا بھی رہے ہیں۔
تھیوسانگ اور ماریا یہ منظر دلچسپی سے دیکھنے لگے۔ ماریا نے
کہا۔
"یہ چبوترے پر کونسی چیز کیا ہے جس کی یہ جنگلی
لوگ پوجا کر رہے ہیں"
تھیوسانگ بولا۔
"مجھے تو کسی خلائی جہاز کا ٹکڑا لگتا ہے آگے چل کر

دیکھنا چاہیے۔"
ماریا نے کہا۔
"ان جنگلیوں کے ہاتھوں میں نیزے ہیں۔ ہو سکتا
ہے تمہیں نقصان پہنچائیں۔ تم اسی جگہ ٹھہرو۔ میں جا
کر پتا کرتی ہوں۔"
ماریا نے تھیوسانگ کو وہیں درختوں میں چھوڑا اور خود
ہوا میں غوطہ لگاتی نیچے وادی میں آ گئی۔ چبوترے کے پاس جا
کر اس نے دیکھا کہ یکوتی چیز کسی راکٹ کا اگلا حصہ لگتا تھا۔
چبوترے کے پیچھے ٹھنڈے لاوے کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔
جنگلی یکوتے راکٹ کے ٹکڑے کے ارد گرد رقص کرتے ہوئے
منتر پڑھ رہے تھے۔ ان کی جنگلی عورتیں پیچھے ایک قطار میں
بیٹھی بانس آہستہ آہستہ زمین پر مار رہی تھیں۔
تھیوسانگ درخت کے پاس کھڑا نیچے وادی میں تک
رہا تھا کہ اچانک پیچھے سے دو جنگلیوں نے اسے دبوچا اور
بڑی تیزی سے اس کی مشکیں کس کر وادی میں گھسیٹتے ہوئے
لے جانے لگے۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہو گیا کہ تھیوسانگ کو
سنبھلنے کا بھی موقع نہ ملا۔
ماریا نے جب تھیوسانگ کو جنگلی لوگوں کے نرغے میں
دیکھا تو لپک کر اس کی طرف آئی۔ تھیوسانگ نے ماریا کی

خوشبو کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔
"ماریا! انہیں کچھ نہ کہنا۔ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں
کہ یہ کیا کرنے والے ہیں۔"
جنگلی تھیوسانگ کو باتیں کرتے دیکھ کر خاموش ہو گئے۔
جنگلیوں کا سردار نیزہ لیے آگے بڑھا۔ اس نے چبوترے کی
طرف اشارہ کیا۔
تھیوسانگ کو چبوترے پر لے جایا گیا تو اس نے وہاں گاڑے
ہوئے راکٹ کے ٹکڑے کو بڑی حیرانی سے دیکھا۔ یہ واقعی کسی
قدیم خلائی جہاز کے اگلے حصے کا ٹکڑا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ
اس جزیرے پر کسی زمانے میں کوئی خلائی مخلوق اتری ہو گی۔
تھیوسانگ کو اس راکٹ کے آگے پتھر پر بٹھا دیا گیا۔
جنگلی زور زور سے ڈانس کرنے لگے۔ ماریا نے قریب جا کر
تھیوسانگ سے کہا۔
"یہ لوگ ہمیں قربان تو نہیں کر رہے کہیں؟ میں تمہاری
رسیاں کھولنے لگی ہوں۔"
تھیوسانگ نے مسکرا کر کہا۔
"تم فکر نہ کرو۔ ابھی جب میں نے ان میں سے ایک
جنگلی کو اپنی انگلی سے چھو کر چھوٹا سا بونا بنا دیا تو یہ سب
جنگلی اس راکٹ کو چھوڑ کر میری پوجا شروع کر دیں گے۔"

جنگلی سردار کے حکم سے تھیوسانگ کی مشکیں کھول دیں گئیں۔ اس
کے اِرد گرد چار جنگلی نیزے تان کر کھڑے ہو گئے۔ جنگلی سردار
نے آتش فشاں پہاڑ کے دہانے کی طرف منہ کر کے اونچی آواز
میں منتروں کا جاپ شروع کر دیا۔

اس جنگلی سردار کے پاس ہی تھیوسانگ چبوترے پر بیٹھا
تھا۔ اس نے بڑے آرام سے ایک آنکھ بند کر کے اپنی انگلی
جنگلی سردار کی ٹانگ سے لگا دی۔ اِسے یقین تھا کہ جنگلی سردار
ایک چوہے جتنا بن جائے گا مگر ایسا نہ ہوا۔

جنگلی سردار چھوٹا نہ ہوا۔ تھیوسانگ ٹھٹھک گیا۔ اس نے ایک
بار پھر آنکھ بند کر کے جنگلی سردار کی پنڈلی کو انگلی لگائی۔ وہ
اس بار بھی چھوٹا نہ ہوا۔ اب تو خلائی انسان تھیوسانگ گھبرا گیا پہلے
ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس نے آج تک آنکھ بند کر کے جس زندہ
یا مُردہ شے کو انگلی لگائی تھی وہ فوراً چھوٹی ہو گئی تھی پھر اس
جنگلی سردار پر اس کی انگلی کا اثر کیوں نہیں ہوا؟

تھیوسانگ نے دوسرے جنگلی آدمی کی پنڈلی کو انگلی لگائی
وہ بھی چھوٹا نہ ہوا۔ جنگلی سردار نے اپنی زبان میں چلّا کر کہا۔

"یہ ہمارے جسم کو ہاتھ کیوں لگا رہا ہے۔ اس
کے بازو پیچھے باندھ دو"

دو جنگلی آگے بڑھے۔ انہوں نے تھیوسانگ کے بازو پیچھے

باندھ دیئے۔ تھیوسانگ نے چلّا کر کہا۔

"ماریا! میرا تجربہ ان جنگلیوں پر ناکام ہو گیا ہے یہ
چھوٹے نہیں ہوتے"

ماریا اس کے قریب ہی کھڑی تھی۔ کہنے لگی۔

"میں دیکھ رہی ہوں۔ مگر — مگر تھیوسانگ! ایسا
کیوں ہوا؟ کیا تمہاری طاقت ختم ہو گئی ہے؟"

خلائی انسان نے پریشان سی آواز میں کہا۔

"مجھے ایسا ہی لگ رہا ہے۔ میں — میں کسی دوسری
چیز کو چھو کر دیکھتا ہوں۔ تم میرے پاس ہی رہنا"

تھیوسانگ کے ہاتھ پیچھے بندھے تھے۔ وہ جنگلی انسانوں
سے دو قدم کے فاصلے پر تھا۔ اس کو خیال آیا کہ کوئی دوسری
شے تو یہاں قریب نہیں ہے پھر کیوں نہ وہ اپنے آپ کو چھو
کر تجربہ کرے۔ چنانچہ تھیوسانگ نے ایک آنکھ بند کر کے اپنی
انگلی خود اپنے سینے پر لگائی۔ انگلی کے لگتے ہی وہ ایک دم سے
چھوٹا بن گیا۔ جنگلی آدمی ڈر کر پیچھے ہٹ گئے۔ وہ پھٹی پھٹی
آنکھوں سے تھیوسانگ کو دیکھ رہے تھے جو ایک ننھے سے
چوہے کے سائز کا ہو گیا تھا اور چبوترے کے پتھر پر اچھل
رہا تھا۔

چھوٹا ہوتے ہی تھیوسانگ کی کلائیاں رسّی میں سے نکل آئی

تھیں۔ تھیوسانگ نے جنگلی لوگوں پر اپنی جادوگری کا اثر ڈالنے
کے لیے اپنی دوسری آنکھ بند کر کے اپنی انگلی سے دوبارا اپنا جسم
چھوا۔ تاکہ وہ ایک دم پھر سے بڑے سائز کا ہو جائے مگر
ایسا نہ ہو سکا۔ تھیوسانگ چھوٹے کا چھوٹا ہی رہا۔ وہ پریشان
ہو کر بار بار آنکھ بند کر کے اپنے جسم کو انگلی سے چھونے لگا
مگر کوئی اثر نہ ہوا۔

تھیوسانگ نے گھبرا کر کہا۔

"ماریا! مجھ سے کوئی بھیانک غلطی ہو گئی ہے۔ میری
انگلی نے مجھے بڑا کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ خدا
کے لیے مجھے ان جنگلی درندوں سے بچاؤ۔ یہ مجھے
کہیں ننھا سا بونا دیکھ کر ہڑپ نہ کر جائیں؟"

جنگلی سردار جھک کر نیزے سے تھیوسانگ کو اِدھر اُدھر
پلٹنے لگا۔ سارے جنگلی بھی جھک کر ننھے سے انسان کو تکنے
لگے۔ ایسا کرشمہ انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ جنگلی سردار
نے چلّا کر کہا۔

"یہ بد روح ہے۔ جوالا مکھی کی دشمن بد روح ہے
اِسے مار ڈالو۔"

کئی نیزے ایک ساتھ اوپر اُٹھے۔ مگر ماریا ہوشیار
ہو چکی تھی۔ اس سے پہلے کہ تھیوسانگ جنگلی لوگوں کے نیزوں

زد میں آتا اس نے تھیوسانگ کو اُٹھا لیا۔ ماریا کے ہاتھ میں
تے ہی تھیوسانگ جنگلی لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ بونے
نسان کو ایک دم غائب ہوتے دیکھ کر جنگلی سردار اور دوسرے
ک دم بخود ہو کر رہ گئے۔ وہ بھاگ کر چبوترے سے دُور چلے
گئے۔ پھر سارے جنگلی آدمی اور ان کی عورتیں اور بچے راکٹ
کے ٹکڑے کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ وہ اِس ٹکڑے
کو جوالا مکھی کا دیوتا سمجھتے تھے۔ ماریا نے خلائی انسان تھیوسانگ
کو اپنے منہ کے قریب لا کر کہا۔

"تھیوسانگ! یہ کیسے ہو گیا؟ کیا تم اب کبھی بڑے
نہیں ہو سکو گے؟"

O

غیبی خلائی شیطان

خلائی انسان تھیوسانگ نے باریک آواز میں کہا۔

"ماریا بہن! میرا خیال ہے کہ اِن جنگلی آدمیوں کو انگلی لگانے کی وجہ سے میرے اندر کوئی زبردست کیمیاوی تبدیلی پیدا ہو گئی ہے۔"

ماریا نے پوچھا۔

"اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ میں یہاں سے جا رہی ہوں۔ یہ جگہ میرے لیے بھی خطرناک ہو سکتی ہے۔"

تھیوسانگ بولا۔

"ماریا! مجھے یقین ہے کہ میرا علاج اسی جگہ پر ہے۔ ان جنگلی لوگوں پر میری انگلی نے اثر نہیں کیا تھا۔ یہ میرے انگلی لگانے سے چھوٹے نہیں ہوئے۔ اس کا مطلب ہے کہ اِن کے جسم کے الیکٹرون نے میری انگلی کے الیکٹران کو شکست دے دی۔ اس کی ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے۔ اور وہ یہ کہ یہ لوگ اپنی روزانہ

کی خوراک میں ضرور کوئی ایسی شے استعمال کرتے ہیں جس نے اِن کے خون کے ذرّوں اور خلیوں میں بے پناہ مزاحمتی طاقت پیدا کر دی ہے۔ میں یہاں رہ کر یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ اپنے کھانے پینے میں کیا چیز استعمال کرتے ہیں۔"

ماریا نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں اسی جگہ رہوں گی۔ مگر یہ لوگ تو ابھی تک سجدے میں گرے ہوئے ہیں اِس راکٹ کے ٹکڑے کے آگے۔"

جنگلی آدمی سجدے سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے راکٹ کے ٹکڑے کے اِرد گرد ڈانس کرنا شروع کر دیا۔ وہ نیزے لہرا لہرا کر اونچی آواز میں گاتے ہوئے رقص کر رہے تھے۔ اس رقص میں اِن کی عورتیں اور بچے بھی شامل تھے۔ ماریا ایک طرف خاموش کھڑی انہیں دیکھتی رہی۔

کافی دیر بعد انہوں نے رقص ختم کیا اور اپنے پہاڑی غاروں کے سامنے زمین پر دائرے کی شکل میں بیٹھ گئے۔ جنگلی سردار نے اپنے غار کی طرف اشارہ کیا۔ ایک جنگلی فوراً اُٹھ کر غار میں داخل ہو گیا۔ جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں پتھر کا بنا ہوا ایک سیاہ پیالہ تھا۔ جنگلی سردار نے ایسے

حکم دیا۔

"جاؤ۔ مقدس امرت لاکر مجھے پلاؤ۔ تاکہ ہم جوالا دیوتا کا جشن منائیں اور اِسے خوش کریں"۔

جنگلی آدمی سامنے والے غار میں چلا گیا۔ جب تک وہ واپس نہیں آیا یہ سارے جنگلی لوگ سر جھکائے خاموش بیٹھے رہے۔ جنگلی سردار اِن کے درمیان آلتی پالتی مار کر چپ چاپ بیٹھا منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتا رہا۔ غار میں سے جنگلی آدمی کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں جو پتھر کا پیالہ تھا اس میں دودھ کے رنگ کی کوئی شے بھری ہوئی تھی۔

جنگلی سردار نے اس کے ہاتھ سے پیالہ لے لیا اور پھر باری باری ہر ایک جنگلی آدمی کے پاس جاکر ایک ایک گھونٹ پلایا۔ آخر میں اس نے خود وہ سفید سیال شے پی لی اور پیالہ زمین پر اوندھا کرکے دونوں ہاتھ اُوپر اٹھا کر بولا۔

"جوالا دیوتا! ہم نے تیرا امرت پی لیا ہے۔ اب ہم پر کسی بد روح کا اثر نہیں ہو سکتا۔ تم امر ہو۔ تم عظیم ہو۔ ہم تیرے گن گاتے ہیں"۔

انہوں نے ایک بار پھر اپنے جوالا دیوتا کے حضور رقص کرنا شروع کر دیا۔

ماریا کے کاندھے پر بیٹھا ہوا ننھا سا خلائی انسان تھیوسانگ

یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس نے ماریا سے کہا۔

"ماریا! یہی وہ مشروب ہے جس کو پی کر ان جنگلی لوگوں میں بے پناہ مزاحمتی طاقت پیدا ہو گئی ہے۔ مجھے لے کر اس غار کے اندر چلو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ کیا چیز ہے"۔

ماریا اس غار میں داخل ہو گئی جس غار میں سے جنگلی آدمی پتھر کے پیالے میں دودھ ایسی شے بھر کر لایا تھا۔ یہ غار آتش فشاں پہاڑ کے اندر بنا ہوا تھا۔ پہلے کھلا تھا آگے جاکر تنگ ہو گیا۔ جس مقام پر یہ غار ختم ہوتا تھا وہاں پہنچ کر ماریا نے دیکھا کہ سیاہ سبز اور سرخ رنگ کا لاوا دیوار کے اوپر جما ہوا ہے اور اس میں سے سفید رنگ کی دودھ ایسی پتلی دھار بہہ رہی ہے۔ جو نیچے ایک گڑھے میں جذب ہو رہی ہے۔ ماریا نے تھیوسانگ سے کہا۔

"یہی وہ دودھ ہے جو جنگلی انسان پیالے میں بھر کر لایا تھا"۔

خلائی انسان تھیوسانگ نے باریک آواز میں کہا۔

"مجھے نیچے اتار کر گڑھے میں اس جگہ بٹھا دو جہاں دودھ کی یہ دھار گر رہی ہے"۔

ماریا نے ایسا ہی کیا۔ تھیوسانگ ماریا سے الگ ہو

ہی نظر آنے لگ گیا تھا۔ ننھے سے خلائی انسان نے گڑھے
کے پتھروں کے پاس سے گھاس کا ایک تنکا اٹھا کر گرتے ہوئے
دودھ میں بھگویا اور اسے اپنے ہونٹوں پر لگا کر چکھا۔ پھر پتلی
آواز میں بولا۔

"ماریا! یہ سفید مشروب ریڈیو ایکٹو ہے۔ اس میں ایسے
اجزاء شامل ہیں جو یورینیم کے پھٹنے سے پیدا ہوتے
ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ میں پھر سے اپنی کھوئی ہوئی
طاقت حاصل کر لوں گا۔"
ماریا نے کہا۔
"تھیوسانگ! جلدی میں کوئی غلطی مت کر بیٹھنا کیا
جانے پھر تم کیا سے کیا بن جاؤ۔ اس لیے پہلے سوچ
لو کہ جو مشروب ان جنگلی انسانوں کے خون میں تمہاری
انگلی سے خارج ہونے والے الیکٹرون کی زبردست
مزاحمت کر سکتا ہے وہ تمہیں کیسے پھر سے بڑا کر
دے گا؟"
تھیوسانگ نے باریک آواز میں کہا۔
"یہی وہ پوائنٹ ہے جو تم نہیں جانتی ہو۔ اس مشروب
کا اثر جنگلی انسانوں کے جسم پر کسی دوسرے کیمیاوی
عمل اور ردِ عمل سے ہوتا ہے اور میرے خلائی الیکٹرون

پر اس کا اثر کسی دوسرے انداز میں ہو گا۔ یہ میرے
اندر میری کھوئی ہوئی طاقت کو بحال کر دے گا۔ تم
فکر نہ کرو۔ میں انگلی اپنے جسم سے لگانے لگا ہوں"
ماریا بے تابی سے اور کچھ فکر مند سی ہو کر ننھے تھیوسانگ کو
تکنے لگی۔
خلائی انسان تھیوسانگ نے ایک آنکھ بند کر کے اپنی ننھی
سی انگلی اپنے چھوٹے سے بازو پر لگا دی۔ ایک سیکنڈ سے بھی کم
مدت میں تھیوسانگ پھر سے بڑا ہو گیا۔ وہ خوش ہو کر بولا۔
"دیکھا ماریا۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ میں پھر سے
بڑا ہو گیا ہوں۔ اب میں اپنے تجربے کو دہرانا چاہتا
ہوں"
ماریا نے گھبرا کر کہا۔
"نہیں نہیں تھیوسانگ بھائی! ایسا نہ کرنا۔ کیا معلوم تمہارا
تجربہ ناکام رہے"
تھیوسانگ جو اب پورا انسان بن چکا تھا۔ مسکرا کر بولا۔
"یہ تجربہ تو مجھے کرنا ہی ہو گا ماریا! اسی میں میری
زندگی اور میری بقا ہے۔ اگر یہ طاقت مجھ سے چھین
لی گئی تو میں خلائی انسان نہیں رہوں گا"
یہ کہہ کر تھیوسانگ نے ایک آنکھ بند کر کے اپنی انگلی اپنے

بازو سے لگائی اور وہ ایک پل میں چھوٹا سا بونا بن گیا۔ اس نے
ایک بار پھر دوسری آنکھ بند کر کے اپنی انگلی اپنے بازو پر لگائی
اور وہ ایک پل میں بڑا آدمی بن گیا۔ تھیوسانگ مسکرا رہا تھا۔
"دیکھا ماریا! میرا تجربہ کامیاب رہا۔ میری وہ طاقت
جو مجھ سے چھین لی گئی تھی مجھے واپس مل گئی ہے۔
چلو اب یہاں سے باہر نکلتے ہیں"
ماریا نے کہا۔
"تم پورے قد سے انسانی شکل میں اس غار سے باہر
نکلو گے تو جنگلی لوگ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اس
لیے میرا خیال ہے کہ ہمیں یہ جزیرہ چھوڑ دینا چاہیئے۔
یا کم از کم ہمیں جزیرے کی دوسری جانب چلے جانا
چاہیئے۔ جہاں اِن لوگوں کا خطرہ نہ ہو"
خلائی انسان تھیوسانگ بولا۔
"اس کا حل بڑا آسان ہے۔ میں ایک بار پھر
اپنے آپ کو چھوٹا کر لیتا ہوں۔ تم مجھے اُٹھا
لینا۔ میں غائب ہو جاؤں گا۔ پھر ہم بڑے آرام
سے یہاں سے نکل جائیں گے"
"یہ ٹھیک ہے"، ماریا نے کہا۔
تھیوسانگ نے ایک آنکھ بند کر کے اپنے جسم کو انگلی سے

چھُوا۔ وہ ایک دم سے چھوٹے سائز کا ہو گیا۔ ماریا نے
اسے اُٹھا لیا۔ ماریا کے ہاتھ میں آتے ہی تھیوسانگ غائب
ہو گیا۔ ماریا اِسے ساتھ لے کر غار سے باہر نکل آئی۔
جنگلی آدمی اپنے اپنے غاروں میں واپس جا چکے تھے۔ ماریا
اس وادی سے نکل کر پہاڑوں میں گھری ہوئی دوسری وادی میں
آ گئی۔ یہاں خلائی انسان اپنے آپ کو پھر سے بڑے سائز میں
لے آیا۔
اس نے ماریا سے کہا۔
"ماریا! یہ جنگلی لوگ چبوترے پر جس راکٹ نما ٹکڑے
کی پُوجا کر رہے ہیں یہ ٹکڑا یقیناً کسی خلائی جہاز
کے اگلے حصّے کا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہاں
خلائی مخلوق اُتر چکی ہے"
ماریا نے کہا۔
"مگر یہ تو بہت پرانی بات معلوم ہوتی ہے کیا خبر
وہ خلائی مخلوق کسی دوسرے خلائی جہاز میں بیٹھ
کر یہاں سے جا چکی ہو"
تھیوسانگ کہنے لگا۔
"ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ مخلوق یہاں آئی تھی
تو اس نے یہیں کہیں کسی پہاڑی غار میں اپنا ٹھکانہ

ضرور بنایا ہوگا۔ ہمیں وہ جگہ تلاش کرنی چاہیئے۔"

"وہ کس لیے؟" ماریا نے سوال کیا۔

تھیوسانگ بولا۔

"تم شاید بھول گئی ہو کہ عنبر ناگ کیٹی خلاء میں جا چکے ہیں۔ وہ [illegible] زمین پر نہیں ہیں اور ان کا سراغ لگانے، اُن سے ملاقات کرنے کے لیے ہمارا بھی خلاء میں جانا ضروری ہے۔ ہو سکتا ہے اس خلائی مخلوق کے کسی ٹھکانے سے ہمیں کوئی ایسی چیز مل جائے جو ہمیں خلاء میں پہچانے میں مدد دے۔"

ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ تھیوسانگ اونچے اونچے گھنے درختوں کے نیچے سے گزر رہا تھا۔

"تم میرے ساتھ ہو نا ماریا؟" اس نے پوچھا۔

"کیا تمہیں میری خوشبو نہیں آرہی؟" ماریا نے سوال کیا۔

"بہت ہلکی خوشبو آرہی ہے۔ بہرحال تم میرے ساتھ ہی رہنا۔ ہم اِن سامنے والے غاروں میں چلتے ہیں۔"

یہ کہہ کر خلائی انسان تھیوسانگ نے سامنے والی پہاڑی کے غار کی طرف رُخ کیا۔

بہت بڑی اونچی پہاڑی کے دامن میں کچھ چھوٹے چھوٹے غار بنے ہوئے تھے۔ کچھ غاروں کے آگے جنگلی جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ ایک غار کے برابر جھاڑیوں کے پاس تھیوسانگ کو ایک سفید سی گول شے چمکتی نظر آئی۔ اس نے جھک کر اُسے اُٹھا لیا۔ ماریا نے پوچھا۔

"یہ کیا ہے تھیوسانگ بھائی؟"

تھیوسانگ کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کہنے لگا۔

"میرا اندازہ غلط نہیں تھا ماریا۔ دیکھو یہ کسی خلائی جہاز کے ایٹمی انجن کا پُرزہ ہے۔ خلائی مخلوق یہیں کہیں اُتری ہوگی۔ اس غار کے اندر چل کر دیکھتے ہیں۔"

وہ دونوں غار میں داخل ہوگئے۔

غار شروع میں تو تنگ اور اندھیرا تھا مگر آگے جا کر کھلا ہوگیا۔ اور ایک جگہ کشادہ دالان سا آ گیا جہاں اُوپر پہاڑ کی چھت میں ایک گول سوراخ میں سے دن کی روشنی اندر آرہی تھی۔ یہاں پتھروں کے تین ستون تھے اور کچھ سامان بکھرا ہوا تھا۔ تھیوسانگ

"ماریا! یہ دیکھو۔ یہ خلائی مخلوق کے جہاز کا ٹوٹا پھوٹا سامان ہے۔"

تھیوسانگ اِن چیزوں کو غور سے دیکھنے لگا۔ ماریا نے کہا۔

"یہ سب پرانا سامان ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ مدت ہوئی یہاں کوئی خلائی مخلوق آئی ہو گی۔ اب ان چیزوں سے ہمیں کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟"

سامنے غار کی دیوار میں پتھروں کو کھود کر ایک بڑا طاق بنایا ہوا تھا۔ اس طاق میں تھیوسانگ نے ایک سلنڈر پڑا دیکھا۔ اس نے سلنڈر کی نلکی کو سونگھا۔

"ماریا! یہ آکسیجن سلنڈر ہے۔ اس میں مائع آکسیجن بھری ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ خلائی مخلوق کو یہاں آئے زیادہ دیر نہیں ہوئی۔"

ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ انہیں کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔

تھیوسانگ نے آہستہ سے کہا۔

"ماریا کوئی آ رہا ہے۔ میں ستون کے پیچھے چھپ رہا ہوں۔"

تھیوسانگ جلدی سے ایک ستون کے پیچھے چھپ گیا۔ ماریا بھی اِس کے قریب آ گئی۔ اگرچہ اِسے چھپنے کی ضرورت نہیں تھی۔ پھر بھی وہ تھیوسانگ کے قریب رہنا چاہتی تھی تاکہ وقت پر اِسے کوئی مشورہ یا ہدایت دے سکے۔

ان کی نظریں غار کے دروازے کی طرف لگی تھیں۔ اچانک انہیں ایک آدمی آہستہ آہستہ چلتا اندر آتا دکھائی دیا۔ اس کا قد لمبا تھا۔ اس نے زرد رنگ کا لبادہ اپنے جسم کے گرد لپیٹ رکھا تھا۔ پاؤں میں زرد رنگ کے فل بوٹ تھے جو اس کی پنڈلیوں تک چڑھے ہوئے تھے۔ اس کا سر اور چہرہ بھی زرد رنگ کے پورے نقاب میں اس طرح چھپا ہوا تھا کہ صرف آنکھوں کے دو سوراخ ہی نظر آ رہے تھے۔ تھیوسانگ اور ماریا اس عجیب انسان کو غور سے دیکھ رہے تھے۔

یہ عجیب زرد پوش آدمی غار کے دالان میں آ کر سیدھا طاق کی طرف گیا۔ وہاں پڑے سلنڈر کی نلکی سے منہ لگا کر اس نے دو چار لمبے لمبے سانس لیے۔ پھر پیچھے ہٹ کر ایک سٹیل کے پرانے سٹول پر بیٹھ گیا۔ تھیوسانگ اور ماریا اس کی ایک ایک حرکت کو غور اور پوری توجہ

ے دیکھ رہے تھے۔ زرد پوش آدمی نے سٹول پر بیٹھنے
کے بعد اپنا زرد لباس اتار کر پرے رکھ دیا۔
تھیوسانگ اور ماریا کی آنکھیں حیرت سے چکا چوند
ہو گئیں۔

لبادہ اتارنے کے بعد اس زرد آدمی کا درمیان والا
دھڑ غائب ہو گیا تھا۔ اب صرف اس کا سر اور پنڈلی
تک ٹانگیں ہی نظر آ رہی تھیں۔ وہ بھی اس لیے کہ پنڈلیوں
پر فل بوٹ چڑھے ہوئے تھے اور سر زرد رنگ کے
نقاب سے ڈھکا ہوا تھا۔ زرد انسان نے اپنے سر پر چڑھا
ہوا زرد نقاب بھی اتار دیا۔ اب اس کا سر بھی غائب ہو
چکا تھا۔ پھر وہ سٹول پر سے اُٹھ کر دیوار کے طاق
کی طرف گیا۔ طاق کی طرف جاتی صرف اس کی پنڈلیاں
اور پاؤں ہی نظر آئے۔ پنڈلیوں کے اوپر جہاں زرد لبادہ
نہیں تھا اس آدمی کا سارا دھڑ غائب تھا۔

طاق سے ہٹ کر یہ غیبی زرد آدمی دوبارہ واپس
آ کر سٹول پر بیٹھ گیا۔ یہاں بیٹھنے کے بعد اس نے
پاؤں کے جوتے بھی اتار دیئے۔ اب وہ بالکل غائب
تھا۔ وہ نہ تو ماریا کو نظر آ رہا تھا اور نہ تھیوسانگ کو دکھائی
دے رہا تھا۔ انہیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ یہ غیبی آدمی

کہاں پر موجود ہے۔ آیا وہیں سٹول کے پاس ہے یا تھیوسانگ
اور ماریا کے پاس آ چکا ہے۔ تھیوسانگ کوئی آواز نہیں نکال
رہا تھا۔ وہ سانس بھی آہستہ آہستہ لے رہا تھا۔ ماریا بھی گُم
سم اپنی جگہ پر کھڑی تھی۔ اس نے کبھی کسی انسان کو غائب ہوتے
نہیں دیکھا تھا۔ اس کے سامنے ایک غیبی انسان موجود تھا۔
وہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ مگر وہاں پر موجود تھا۔

انہوں نے اچانک سٹیل کے سٹول کو اپنی جگہ سے پرے
ہٹتا دیکھا۔ غیبی انسان نے سٹول کو اٹھا کر دیوار کے ساتھ
کر دیا تھا۔ اس کے بعد پھر گہری خاموشی چھا گئی۔ چند لمحوں
کے بعد زمین پر سے ٹوٹی پھوٹی چیزیں اپنے آپ اِدھر اُدھر
ہٹنے لگیں۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے کوئی انسان اسے پاؤں کی
مدد سے پرے کر رہا تھا۔ پھر کسی غیبی ہاتھ نے زرد رنگ
کا لبادہ، چہرے کا زرد نقاب اور زرد رنگ کے چمڑے
کے فُل بوٹ اُٹھا کر سٹول کے پاس رکھ دیئے۔

تھیوسانگ اور ماریا کی نظریں اِدھر اُدھر اُلجھ رہی تھیں
کہ خدا جانے غیبی آدمی اب کہاں ہے اور کیا حرکت
کرنے والا ہے۔ ماریا نے سوچا کہ تھیوسانگ کو یہاں
سے لے کر باہر نکل جانا چاہیئے۔ اِتنے میں اس نے دیکھا
کہ سامنے والے طاق کے قریب دیوار میں سے ایک بڑا سا

پتھر اپنے آپ باہر نکلا اور زمین پر آکر ٹک گیا۔ یہ غیبی انسان نے دیوار میں سے پتھر نکال کر نیچے رکھا تھا۔ تھیوسانگ نے بھی اُس سوراخ پر نظریں جمادیں جو پتھر کے نکلنے سے دیوار میں پیدا ہو گیا تھا۔ اس سوراخ کے اندر سے ایک گول طشتری سی باہر نکل آئی۔ اس کے درمیان میں سے ایلومونیم کی چھوٹی سی سلاخ اوپر کو اٹھی ہوئی تھی۔ غیبی آدمی نے اس طشتری کو ہاتھ میں تھام لیا تھا۔ تھیوسانگ کو یہ طشتری ہوا میں لٹکی نظر آرہی تھی۔

اچانک انہیں ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔

یہ آواز اس غیبی آدمی کی تھی۔ وہ اپنی خلائی زبان میں کسی کو سگنل دے رہا تھا۔ اپنی زبان میں وہ کچھ لفظ۔ کچھ ہندسے بولتا۔ انہیں تین تین بار دہراتا اور پھر خاموش ہو جاتا۔ جیسے دوسری طرف سے کسی کے جواب کا انتظار کر رہا۔ ماریا نے تھیوسانگ کے کان میں سرگوشی کی۔

"یہ خلائی انسان ہے تھیوسانگ۔"

ماریا کے منہ سے سرگوشی کا نکلنا تھا کہ اچانک طشتری تیزی سے دیوار کے سوراخ میں چلی گئی۔ اسی تیزی سے زمین پر سے پتھر اوپر اٹھا اور سوراخ میں آکر لگ گیا۔

تھیوسانگ کا خلائی دل دھڑکنے لگا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس

خلائی غیبی انسان نے ماریا کی سرگوشی کی لہروں کو محسوس کر لیا ہے۔ کچھ پتہ نہیں تھا کہ غیبی آدمی غار میں کہاں پر تھا۔ دالان خالی تھا۔ تھیوسانگ کو خطرے کا احساس ہو چکا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اگر غیبی آدمی نے ماریا کی سرگوشی کی لہروں کو محسوس کر لیا ہے تو وہ ان لہروں کی سمت کو بھی سمجھ گیا ہے اور ماریا کے پاس پہنچ گیا ہوگا۔

تھیوسانگ کا اندازہ غلط نہیں تھا۔

تھیوسانگ اور ماریا کے بالکل قریب وہی بھاری آواز آئی۔

"تم — یہاں کیوں آئے ہو؟"

یہ بات غیبی آدمی نے دنیا والوں کی زبان میں کہی تھی۔ تھیوسانگ ستون سے نکل آیا۔ اس نے جلدی سے کہا۔

"میں بھی تمہاری طرح ایک خلائی مخلوق ہوں میرے ساتھ میری بہن ماریا ہے جو کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔"

غیبی انسان بولا۔

"مگر میں اسے دیکھ رہا ہوں۔"

ماریا دھک سے رہ گئی۔ اس نے جلدی سے
اپنے سنہری بال ماتھے سے پیچھے کر لیے۔ یہ کم بخت
تو اسے دیکھ رہا ہے۔ ماریا نے سوچا۔
تھیوسانگ نے کہا۔

"میرے بھائی! تمہارا تعلق کس خلائی سیارے
سے ہے۔ میں اکراپولس کہکشاں کے ایک
سیارے سے یہاں آیا تھا کہ خلائی جہاز تباہ
ہونے کے بعد اسی جگہ رہ گیا۔"

تھیوسانگ اسے اپنے بارے میں جلدی سے ساری
معلومات دے دینا چاہتا تھا۔ تاکہ وہ اسے کوئی دشمن
خیال نہ کرے۔ غیبی آدمی بولا۔

"تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ تم خلائی مخلوق
ہو مجھے تو تم اس دنیا جیسے لگ رہے ہو۔"
تھیوسانگ بولا۔

"میں جس سیارے سے آیا ہوں وہاں کے
حالات اس زمین کے حالات ایسے ہیں۔
سوائے اس کے کہ ہمارے سیارے پر
سیلی کون کی مقدار زیادہ ہے۔ یہی وجہ
ہے کہ میری شکل اس دنیا کی مخلوق جیسی

ہے مگر میں اگر اپنی مرضی سے کسی شے
کو انگلی سے چھوؤں تو اس کے ایٹم اور
الیکٹرون سمٹ جاتے ہیں اور وہ چیز
بہت چھوٹی ہو جاتی ہے۔"

اتنا کہہ کر تھیوسانگ سٹول کے پاس گیا۔ ایک آنکھ
بند کی۔ سٹول کو انگلی لگائی اور اسٹول بہت ہی
چھوٹا ہو گیا۔ اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ غیبی آدمی
پر اس کے اس مظاہرے کا کیا اثر ہو رہا ہے۔ کیونکہ
وہ اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ماریا بھی اسے نہیں
دیکھ سکتی تھی جب کہ غیبی انسان ان دونوں کو دیکھ
رہا تھا۔

انہیں غیبی انسان کی آواز آئی۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"تھیوسانگ"، خلائی انسان تھیوسانگ نے
کہا۔

وہاں کچھ دیر خاموشی چھائی رہی۔ یہ خاموشی ماریا
اور تھیوسانگ کو بڑی دہشت ناک محسوس ہو رہی تھی۔
خدا جانے اس غیبی انسان میں کیا کیا طاقتیں بھری
ہیں۔ اور وہ کہیں اچانک ان پر کوئی حملہ نہ کر دے

غیبی انسان کی آواز ایک بار پھر آئی۔

"تھیوسانگ! کیا تم اپنے آپ کو بھی چھوٹا کر سکتے ہو؟"

تھیوسانگ ایک لمحے کے لیے ٹھٹکا۔ ماریا کا دل بھی دھڑکا۔

"تم جواب کیوں نہیں دیتے تھیوسانگ؟"

غیبی آواز نے سوال کیا۔ تھیوسانگ مسکرا کر بولا۔

"کیوں نہیں۔ میں اپنے آپ کو بھی چھوٹا کر سکتا ہوں۔ اگر تمہیں اسی طرح میرے خلائی مخلوق ہونے کا یقین آ سکتا ہے تو میں تمہیں چھوٹا ہو کر دکھائے دیتا ہوں۔"

جانے کیوں ماریا اسے منع کرنا چاہتی تھی مگر اس عرصے میں تھیوسانگ نے ایک آنکھ بند کر کے اپنے جسم کو انگلی سے چھوا تو وہ ایک دم سے بالکل ننھا منا ایک بچے جتنا ہو گیا۔ ماریا کی نظریں ننھے تھیوسانگ پر لگی تھیں۔ اچانک تھیوسانگ غائب ہو گیا۔

"تھیوسانگ! تھیوسانگ۔ تم کہاں ہو؟"

ماریا بے اختیار پکار اُٹھی۔ اُسے تھیوسانگ کی آواز نہ آئی۔ اُسے غیبی آدمی بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ گھبرا کر باہر کو بھاگنے ہی لگی تھی۔ کہ اچانک ایک زرد رنگ کی شعاع جو غیبی انسان کی انگلی سے نکلی تھی ماریا کے جسم کی شعاعوں سے ٹکرائی اور وہ زندہ انسانی جسم میں ظاہر ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی غیبی انسان کا ہلکا سا قہقہہ سنائی دیا۔

"تم میری کشش کے دائرے میں قید ہو چکی ہو ماریا! تم چاہے جتنی کوشش کرو اس دائرے سے باہر نہیں نکل سکو گی" اب تم غائب بھی نہیں ہو سکو گی۔"

ماریا نے پریشان ہو کر اپنے جسم کو دیکھا۔ وہ ظاہر ہو چکی تھی۔ اس کے سنہری بال اس کے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ اس کا لباس پرانے زمانے کا لباس تھا۔ وہ غار کے دروازے کی طرف بھاگی۔ مگر چند قدم دوڑنے کے بعد ہی جیسے وہ کسی شیشے کی نظر نہ آنے والی دیوار سے ٹکرا کر نیچے گر پڑی۔ اس کے پیچھے غیبی آدمی کا قہقہہ بلند ہوا۔

"میں نے تمہیں غلط نہیں کہا تھا ماریا۔ تم میری کشش کے دائرے سے کبھی باہر نہ جا سکو گی۔ آئندہ کوشش بھی نہ کرنا۔ ورنہ اس شیشے کی غیبی دیوار سے ٹکرا کر تم بھسم ہو جاؤ گی۔ واپس آ جاؤ۔"

ماریا سخت مایوس ہو کر زمین پر سے اُٹھی اور سر جھکائے قدم قدم چلتی غار کے دالان میں آ گئی۔ غیبی آدمی کی آواز آئی۔

"اس اسٹول کے پاس دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ جاؤ۔"

ماریا چپکے سے دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی۔ اس نے پریشان لہجے میں کہا۔

"تم جو کوئی بھی ہو — آخر تم ہمارے ساتھ یہ سلوک کیوں کر رہے ہو؟ میرا بھائی تھیوسانگ کہاں ہے؟"

غیبی آدمی کی آواز آئی۔

"وہ بھی تمہاری طرح میری قید ہے۔ اسے میں نے ایک ایسی جگہ بند کر دیا ہے جہاں سے وہ نہ تو باہر نکل سکے گا اور نہ اپنے آپ

کو بڑا کر سکے گا۔"

ماریا نے روتی ہوئی آواز میں کہا۔

"آخر تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ ہم نے تمہارے ساتھ کوئی دشمنی نہیں کی۔ تم کون ہو؟"

غیبی انسان نے کوئی جواب نہ دیا۔ ماریا نے محسوس کیا کہ سٹول ذرا سا چرچرایا ہے۔ غیبی انسان اس پر بیٹھ گیا تھا۔ پھر ماریا نے فل بوٹوں کو سٹول کی طرف کھسکتے دیکھا۔ غیبی انسان نے فل بوٹ پہن لیے۔ اس کی دونوں پنڈلیاں نظر آنے لگیں۔ اس کے بعد اس نے زرد دستانے پہنے۔ اس کے ہاتھ کہنیوں تک دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ جب غیبی انسان نے اپنے سر پر زرد نقاب چڑھا لیا تو اس کا سر بھی ظاہر ہو گیا۔ وہ گردن گھما کر ماریا کو دیکھنے لگا۔

ماریا نے دیکھا کہ غیبی انسان کی آنکھوں کے سوراخوں میں سے پیچھے کی پتھریلی دیوار نظر آ رہی تھی۔ ماریا نے آہستہ سے کہا۔

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ آخر تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ تم ہمارے ساتھ یہ سلوک کیوں کر رہے ہو؟"

غیبی انسان نے کہا۔

"یہ تمہیں وقت آنے پر اپنے آپ معلوم ہو جائے گا۔"

یہ کہہ کر غیبی انسان اسٹول پر سے اٹھا۔ طاق میں رکھے ہوئے سلنڈر میں سے اس نے اپنے منہ میں کچھ آکسیجن چڑھائی۔ اسے دوسرے طاق میں بند کر کے بٹن دبایا۔ طاق اپنے آپ بند ہو گیا۔ غیبی انسان نے ماریا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تم اگر زندگی بھر کوشش کرتی رہو تو اس طاق کا تالا نہیں کھول سکو گی۔ میں جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔ تمہیں میں اپنے دائرہ کشش سے نکال کر اس غار کے دائرہ کشش میں بند کیے جا رہا ہوں۔ اگر تم نے غار میں سے نکلنے کی غلطی کی تو غار میں نظر نہ آنے والی شیشے کی دیوار سے ٹکرا کر جل جاؤ گی۔"

یہ کہہ کر غیبی انسان غار کے دروازے کی طرف چل دیا۔

ماریا سر پکڑ کر بیٹھ گئی کہ وہ خواہ مخواہ کس مصیبت میں پھنس گئی ہے۔ بڑی منحوس گھڑی تھی۔ جب وہ اس

ر میں داخل ہوئی تھی۔ اب اسے خلائی انسان تھیوسانگ کی فکر ہوئی۔ غیبی آدمی اسے اسی غار میں کسی خفیہ جگہ چھپا کر گیا تھا۔ ماریا نے اٹھ کر سب جگہ دیکھی۔ ایک ی بکھرے ہوئے سامان کی تلاشی لی۔ دیوار کے ساتھ جگہ منہ لگا کر تھیوسانگ کو آواز دی مگر اسے کسی جگہ سے تھیوسانگ کی باریک آواز سنائی دی۔

وہ واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گئی اور سوچنے لگی کہ غیبی انسان کون ہے؟ کیا یہاں اس کا کوئی ساتھی بھی ہے؟ یہ کہاں سے آیا ہے؟ اگر یہ خلائی مخلوق ہے تو اس کا خلائی جہاز کہاں ہے؟ جس طاق میں سے اس نے طشتری نکال کر کسی سے بات کرنے یا کسی دوسرے سیّارے کو سگنل دینے کی کوشش کی تھی وہ طشتری ویسے ہی طاق کے اندر پڑی تھی۔

ماریا نے اٹھ کر طشتری کو پکڑ کر گھما پھرا کر دیکھا۔ یہ طشتری ابرق کی طرح چمک رہی تھی مگر اس میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ سوائے اس کے کہ اس کے درمیان سے ایلومونیم کا ایک سلاخ نما کیل سا ابھرا ہوا تھا۔ ماریا نے طشتری واپس اسی جگہ پر رکھ دی۔ اس نے سلنڈر والے طاق کو دیکھا۔ اس کے باہر عجیب قسم کا گول تالا

لگا تھا جس میں سے ہلکی ہلکی روشنی نکل رہی تھی۔ ماریا نے
ڈر کے مارے اِسے ہاتھ نہ لگایا۔

ایک بات ظاہر تھی کہ اس غیبی انسان کو اس سلنڈر
میں سے مائع آکسیجن لینے کی ضرورت پڑتی تھی۔ اس کا مطلب
یہ بھی ہو سکتا تھا کہ زمین کی فضا میں جو آکسیجن تھی
وہ اس کے لیے ناکافی تھی۔ اسی لیے وہ آکسیجن سلنڈر
کو تالے میں رکھ گیا تھا کہ ماریا اِسے نقصان نہ پہنچا
سکے۔ غار میں اِس جگہ اور کچھ نہیں تھا۔ بس اسٹول
تھا۔ ایک کھلا طاق اور ایک سلنڈر والا بند طاق تھا
زمین پر کسی خلائی جہاز کی مشین کا ٹوٹا پھوٹا سامان بکھرا
ہوا تھا جیسا کہ اِسے دیکھ کر خلائی انسان تھیوبسانگ نے
ماریا سے کہا تھا۔

ماریا پیچھے سے بیٹھ گئی۔ اور غور کرنے لگی کہ یہاں
سے تھیوسانگ کے ساتھ فرار ہونے کی کیا ترکیب ہو
سکتی ہے۔ اور یہ بھی سوچ رہی تھی کہ یہ غیبی شیطان
نما آدمی ان کے ساتھ کس قسم کا سلوک کرنے والا ہے۔
اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اِسے خیال آیا کہ ہو
سکتا ہے غیبی آدمی نے اُسے یونہی دھمکی دی ہو اور وہ
اس کے دائرہ کشش سے نکل چکی ہو۔ غار والی

شیشے کی دیوار کا بھی اس نے جھوٹ بولا ہو۔

ماریا اُٹھ کر غار کے دروازے کی طرف چلی۔ چند
قدم چلی ہو گی کہ اسے غار میں ایک جگہ سامنے بے حد گرم
لہروں کا احساس ہوا۔ یوں لگا جیسے سامنے نظر نہ آنے
والی آگ کی دیوار کھڑی ہے جس میں سینک اُٹھ
رہا تھا۔ ماریا جلدی سے پیچھے ہٹ گئی۔ اُسے صاف
محسوس ہو رہا تھا کہ اگر اس نے ایک قدم بھی آگے
بڑھایا تو وہ جل کر راکھ ہو جائے گی۔ کیونکہ اس سے
پہلے اُسے کبھی آگ کے شعلوں کی یا انگاروں کی گرمی
محسوس نہیں ہوئی تھی۔ اُسے غار کی طرف بڑھتے
ہوئے قدموں کی چاپ سنائی دی۔

ماریا جلدی سے واپس آکر دیوار کے ساتھ
لگ کر بیٹھ گئی۔

غار کے دالان میں وہی غیبی شیطان نمودار
ہوا۔ اس کے ساتھ ایک دوسرا آدمی تھا۔ اس
کا قد بھی غیبی شیطان نما آدمی جیسا ہی تھا۔ اس نے
بھی اِس طرح کے زرد رنگ کے فل بوٹ، سر پہ
زرد نقاب، زرد چُست قمیض اور زرد لبادہ اوڑھ
رکھا تھا۔ اس کی بھی آنکھوں میں سوائے

سوراخوں کے اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ غیبی
شیطان نے ماریا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
اپنی زبان میں کچھ کہا۔ پہلے تو ماریا کو خیال
آیا کہ چونکہ وہ غیبی حالت میں نہیں ہے اس
لیے ان کی بولی نہیں سمجھ سکے گی مگر ایک سیکنڈ
کے بعد اُسے زرد غیبی شیطان کا دوسرا جملہ سمجھ
میں آگیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"یہ وہ لڑکی ہے جس کی ہمیں ضرورت
تھی۔ اور اس کا ساتھی بھی میرے پاس
قید ہے"

غیبی شیطان کا ساتھی ماریا کو اپنی جگہ پہ کھڑا
گھور کر دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ قدم قدم چلتا ماریا
کے پاس آگیا۔ زمین پر پاؤں کے بل بیٹھ
اور ماریا کا بازو اُٹھا کر اُسے ٹٹول کر دیکھا۔
ماریا نے جلدی سے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ یہ نو
وارد زرد غیبی آدمی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔
دوسرے غیبی شیطان سے کہنے لگا۔

"تم نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ ہمیں
اس لڑکی کی سخت ضرورت تھی۔ وہ

دوسرا اس کا ساتھی خلائی آدمی کہاں ہے؟"
غیبی انسان نے کہا۔

"ہو سکتا ہے یہ لڑکی ہماری خلائی زبان
سمجھ رہی ہو۔ کیونکہ یہ غیبی حالت میں رہ
چکی ہے۔ اور غیبی لوگ اِس دنیا کے علاوہ ستاروں
کی دنیاؤں کی زبانیں بھی سمجھ لیتے ہیں"
اس کا ساتھی بولا۔

"ٹھیک ہے تم مجھے کوڈ ہندسوں میں بتا
سکتے ہو"

ماریا اِن کی باتیں سمجھ رہی تھی۔ غیبی شیطان نے
اپنے ساتھی کو خلائی کوڈ زبان میں کچھ ہندسے بول کر
بتائے۔ یہ ہندسے ماریا کی سمجھ میں نہ آ سکے۔ اُس
نے ہندسوں کو یاد کرنے کی کوشش کی مگر وہ اس کے
ذہن سے فوراً نکل گئے۔

غیبی شیطان اپنے ساتھی کو اس طاق کے پاس
لے گیا۔ جس کے اندر اس نے مائع آکسیجن کا سلنڈر
رکھا ہوا تھا۔ خفیہ خلائی تالا کھول کر دونوں نے باری
باری مائع آکسیجن کے گہرے اور لمبے گھونٹ پیئے۔
طاق کو دوبارہ خلائی تالا لگا دیا۔ اجنبی آدمی ماریا کو

گھورنے لگا۔

پھر غیبی شیطان کی طرف دیکھ کر اپنی خلائی زبان میں بولا۔

"اس لڑکی کو ابھی یہیں رہنے دو۔ تم ایسا کرو کہ اس کے خلائی ساتھی تھیوسانگ کو خلائی شپ پر لے چلو۔"

غیبی شیطان بولا۔

"اُسے میں جاتے وقت ساتھ ہی لے گیا تھا۔ مجھے اِس لڑکی پر شک تھا کہ یہ پیچھے تلاشی لے گی۔ اگرچہ یہ اِس مرتبان تک نہیں پہنچ سکتی تھی جس میں مَیں نے تھیوسانگ کو بند کر رکھا ہے۔"

اس کا ساتھی باہر کی طرف قدم اُٹھاتے ہوئے بولا۔

"پھر چلو۔ ہمیں اپنے خلائی شپ پر کام شروع کر دینا چاہیئے۔ اکرو پولیس سے کوئی سگنل آیا تھا یہاں؟"

غیبی انسان نے کہا۔

"ابھی تک کوئی سگنل نہیں آیا۔ ہمارا یہاں

کام ختم ہو گیا ہے۔ ہم نے ایک غیبی لڑکی اور ایک دشمن سیارے کے خلائی انسان کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔ اکرو پولیس کے چیف سائنس دان کی یہی دو سب سے بڑی شرطیں تھیں۔ اب وہ اکرو پولیس پہنچنے پر ہم دونوں کی سزا معاف کر دے گا۔ اور ہمیں ایکرو پولیس پر رہنے کی اجازت مل جائے گی۔"

"کیوں نہیں اجازت ملے گی۔ ہم یہاں بڑا معرکہ مار کر واپس جا رہے ہیں۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمیں یہ دونوں انمول انسان اپنے آپ ہی مل گئے۔ ورنہ جانے ہمیں کتنی جدوجہد کرنا پڑتی۔ آؤ خلائی شپ پر چلتے ہیں۔ تاکہ جو تھوڑا کام رہ گیا ہے اِسے مکمل کر دیں۔ اتنی دیر میں اکرو پولیس سے آل کلیئر کا سگنل بھی آ جائے گا۔"

دونوں غار کے دروازے میں سے باہر نکل گئے۔

ماریا تو سہم کر رہ گئی۔ یہ کمبخت تو اِسے اور تھیوسانگ

کو اپنے خلائی سیارے پر ساتھ لے جا کر کسی چیف سائنس دان کے حوالے کرنے والے تھے۔ اور ان کے پاس یہاں کوئی خلائی شپ بھی تھا جو انہوں نے کسی خفیہ جگہ چھپا کر رکھا ہوا تھا۔ ماریا یہ سوچ کر زیادہ پریشان ہو گئی کہ غیبی شیطان تھیوسانگ کو اس خلائی شپ پر لے جا چکا تھا۔ یہ بڑی خطرناک بات ہو گئی تھی۔ خلائی شپ سے وہ تھیوسانگ کو کیسے بچا سکے گی۔ یہاں سے تو پھر بھی اس کے مل جانے کی امید تھی۔

"اب کیا کرنا چاہیے مجھے؟" ماریا نے اپنے آپ سے سوال کیا۔ اس سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ دیر تک ماریا بیٹھی سوچتی رہی۔ پہاڑی کے باہر سورج غروب ہونے والا تھا۔ غار کی چھت کے درمیان جو بڑا سوراخ بنا ہوا تھا اس میں سے آنے والی دن کی روشنی کم ہو رہی تھی۔ ماریا اپنے خیالوں میں ڈوبی تھیوسانگ، عنبر ناگ اور کیٹی کو یاد کر رہی تھی کہ اسے ایسی آواز سنائی دی جیسے کہیں سے سگنل آ رہے ہوں۔

"ٹوں۔ ٹوں۔ ٹوں۔ ٹوں"

ماریا کو اچانک خیال آیا کہ کہیں یہ آواز اس طشتری نما میں سے تو نہیں آ رہی۔ اس نے اٹھ کر طاق میں دیکھا۔ یہ آواز طشتری میں سے آ رہی تھی۔ ماریا اسے ہاتھ لگانے ہی لگی تھی کہ دوسری طرف سے خلائی زبان میں کسی نے آواز دی۔

"ایکرو پولیس۔ اوڈو۔ اوٹو۔ جواب دو"

ایک دم سے ایک اور آواز ابھری۔

"ایکرو پولیس۔ اوٹو۔ میں اوٹو بول رہا ہوں"

"تمہاری مہلت ختم ہونے والی ہے۔ چیف سائنس دان نے تمہیں خبردار کیا ہے۔ اگر چار نوری دنوں میں تم واپس نہ پہنچے تو تمہاری سزا پر عمل کرتے ہوئے جس جگہ پر بھی تم ہو گے تمہیں بھسم کر دیا جائے گا۔"

"ایکرو پولیس۔ میں اوٹو ہوں۔ چیف سے کہو۔ میں نے غیبی لڑکی اور دشمن خلائی آدمی کو قبضے میں کر لیا ہے۔ ہم کل یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں۔ خلائی شپ میں

اینڈھن بھر رہے ہیں۔"

"او ڈو ـــــ تمہارا پیغام پہنچا دیا جائے گا۔"

اس کے ساتھ ہی سگنل کی آوازیں بند ہو گئیں۔

یہ سگنل اس غیبی شیطان کو اس کے خلائی سیارے ایکرو پولیس سے آ رہے تھے اور وہ اپنے خلائی شپ سے ان سگنلوں کے جواب دے رہا تھا۔ ماریا کے لیے تھیو سانگ کو بچانے کا وقت اور کم ہو گیا تھا۔ یہ غیبی زرد شیطان تھیو سانگ اور ماریا کو لے کر کل یہاں سے روانہ ہو رہا تھا۔ ماریا نے آنکھیں بند کر کے ہاتھ باندھ کر خداوند سے دعا کی کہ وہ اس کی مدد کرے۔

دعا مانگ کر وہ بیٹھی ہی تھی کہ اسے پہلے سیٹی اور پھر ہلکی سی پھنکار کی آواز سنائی دی۔ ماریا نے چاروں طرف دیکھا۔ اسے کہیں کچھ نظر نہ آیا۔ یہ سیٹی اور پھنکار کسی سانپ کی تھی۔ اچانک ماریا کی نگاہ غار کی چھت پر پڑی تو دیکھا کہ ایک سانپ پھن اٹھائے نیچے جھانک رہا تھا۔

ماریا نے وہیں سے چلّا کر سانپ کی زبان میں کہا۔

"میں ناگ دیوتا کی بہن ہوں۔ میری مدد کرو۔"

سانپ نے پھن سمیٹ لیا اور پھر تیزی سے دیوار پر رینگتا ہوا نیچے اتر آیا۔ ماریا کے جسم سے اب اسے ناگ دیوتا کی خوشبو بالکل صاف آ رہی تھی۔ سانپ نے ماریا کو بڑے ادب سے سلام کیا اور کہا۔

"عظیم ناگ دیوتا کی بہن! میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔"

ماریا نے کہا۔

"مجھے اس غار سے باہر نکالو۔ میں غار کے دروازے سے نہیں جا سکتی۔ ایک جادوگر نے وہاں دیوار کھڑی کر رکھی ہے۔"

سانپ نے اوپر چھت کے سوراخ کو دیکھا پھر بولا۔

"عظیم ناگ کی بہن! میں ابھی اپنے ساتھیوں کو لے کر آتا ہوں۔"

اتنا کہہ کر سانپ اِسی سوراخ سے واپس چلا
گیا۔ چند لمحوں کے بعد ماریا نے دیکھا کہ غار کے
سوراخ میں کئی سانپ نمودار ہوئے۔ انہوں نے ایک
دوسرے کی دُم کو پکڑ کر نیچے لٹکنا شروع کر دیا۔ جب
آخری سانپ ماریا تک پہنچا تو غار کی چھت تک
سانپوں کی ایک رسّی بن گئی تھی۔

ماریا نے سانپوں کی رسّی کو پکڑا اور اوپر چڑھنا شروع
کر دیا۔ جب وہ غار کی چھت کے سوراخ میں سے
باہر آئی تو غیبی شیطان کا جادو اس پر ختم ہو گیا۔
اس کے جسم پر سے بھی اس کی زرد شعاعوں کا اثر
جاتا رہا۔ اور وہ ایک دم پھر سے غائب ہو گئی
ماریا نے اپنے آپ کو غائب ہوتے دیکھا تو وہ بڑی
خوش ہوئی۔ اس نے سانپ سے کہا۔

" ان تمام سانپوں کو رخصت کر دو اور مجھے
بتاؤ کہ یہاں کوئی ایسی جگہ ہے کہ جہاں تم
نے کسی بہت بڑے خلائی جہاز ایسی چیز کو
دیکھا ہو؟"

سانپ نے کہا۔

" عظیم ناگ دیوتا کی بہن! یہاں ایک پہاڑی

کے اوپر میں نے ایک ایسی چیز دیکھی ہے
جو اس سے پہلے یہاں کبھی نہیں دیکھی تھی۔
وہاں دو زرد کپڑوں والے آدمی کام کر
رہے۔ ان کی آنکھوں میں سوراخ ہیں۔ ہمارے
ایک سانپ نے ان میں سے ایک آدمی کو
ڈسا۔ سانپ مر گیا۔ مگر اس آدمی کو کچھ
نہ ہوا۔"

ماریا نے کہا۔

" بس اب [illegible] گئی۔ مجھے وہاں لے چلو۔"

ماریا نے سانپ کو اٹھا کر اپنی کلائی کے گرد لپیٹا
اور پہاڑی پر سے اچھل کر فضا میں پرواز کرنی
شروع کر دی۔ سانپ اسے راستہ دکھا رہا تھا۔ وہ
دو پہاڑوں کے اوپر سے اُڑتے ہوئے گزر گئی تو سانپ
نے کہا۔

" عظیم ناگ دیوتا کی بہن! وہ خلائی شے اس
پہاڑی کے اوپر ہے۔"

ماریا نے دُور سے دیکھا کہ پہاڑی کی چوٹی پر
ایک راکٹ کی شکل کا خلائی جہاز لانچنگ پیڈ پر کھڑا
تھا۔ وہی زرد غیبی آدمی اس کے پاس کھڑے اس

کی ٹینکی میں زرد رنگ کی ڈلیاں ڈال رہے تھے۔ ہو سکتا ہے یہ یورینیم ہو۔ ماریا نے سوچا۔ ماریا اس خلائی راکٹ کے قریب نہیں جانا چاہتی تھی۔ اس میں خطرہ تھا۔ کیونکہ غیبی شیطان اسے نمائب حالت میں بھی دیکھ سکتا تھا۔ وہ اسے دوبارا قید کر سکتا تھا۔ خلائی انسان تھیوسانگ اسی جہاز کے اندر بند تھا۔ ماریا پہاڑی کی چوٹی پر درختوں کے پیچھے اتر پڑی۔ اسے درختوں کے درمیان سے کچھ فاصلے پر خلائی راکٹ نظر آ رہا تھا۔ ماریا نے سانپ سے کہا۔

"دیکھو۔ اس راکٹ کے اندر کسی جگہ میرا ایک دوست ایک مرتبان میں بند ہے۔ کیا تم اسے وہاں سے نکال کر لا سکتے ہو؟"

سانپ نے ادب سے کہا۔

"عظیم ناگ کی بہن! یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ ان لوگوں نے راکٹ کے ارد گرد ایسی شعاعیں چھوڑ رکھی ہیں کہ جن میں سے ہم نہیں گزر سکتے۔ ہاں میں اپنے گورو کو بلا کر لاتا ہوں۔ وہ اس علاقے کا سب سے بڑا مہاناگ ہے۔ وہ اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکے

گا۔"

سانپ یہ کہہ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آیا تو اس کے ساتھ ایک سفید رنگ کا بزرگ سانپ تھا جس کے سر پر سفید تاج بنا ہوا تھا۔ یہ مہا ناگ تھا۔ اس نے آتے ہی ماریا کو ادب سے سلام کیا اور کہا۔

"عظیم ناگ دیوتا کی بہن! میں خدمت کے لیے حاضر ہوں۔"

ماریا نے اسے ساری بات سمجھائی تو وہ بولا۔

"عظیم ناگ دیوتا کی بہن! میں بھی ان زرد انسانوں کے بنائے ہوئے دائرے میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر تم کہو تو میں انہیں ہلاک کر سکتا ہوں۔"

ماریا یہی چاہتی تھی۔ اس نے مہا ناگ کو اس کی اجازت دے دی۔

مہا ناگ ذرا پیچھے ہٹ کر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنا پھن اٹھا لایا۔ اور دو تین بار گھمانے کے بعد ایک طرف منہ کر کے زور سے پھنکار ماری۔ اس طرف سے ایک بڑے ہی بدشکل کالے سانپ کو آتے

دیکھا جس کی آنکھوں سے تیز سُرخ روشنی نکل رہی
تھی. اس کا جبڑا بڑا تھا۔ اور دو زرد دانت باہر کو
نکلے ہوئے تھے۔ اس کے سر پر اور گردن پر کالے بال
تھے۔ وہ بدمست سا ہو کر لہراتا پھنکارتا چلا آ رہا تھا۔
اس نے آتے ہی پہلے ماریا کو اور پھر مہاناگ
کو ادب سے سلام کیا۔ مہاناگ نے کالے سانپ کو حکم
دیا۔

"اس طرف خلائی راکٹ کے پاس دو زرد
انسان نظر آ رہے ہیں۔ انہیں اپنے خاص منتر
سے دبوچ کر یہاں لے آؤ۔"

کالے سانپ نے ایک بار پھر ادب سے سلام اور
جھومتا جھامتا پھنکاریں مارتا خلائی راکٹ کی طرف بڑھا
جہاں دونوں زرد غیبی آدمی راکٹ کی ٹینکی میں ابھی تک
بڑے لفافے سے یورینیم کی چھوٹی ڈلیاں ڈال رہے تھے
ماریا درخت کی اوٹ سے دیکھ رہی تھی. کالا خونخوار سانپ
ان خلائی شیطانوں کے عقب میں پہنچ کر رک گیا۔ پھر اس
نے اپنا پھن اُٹھا کر ایک ایسی عجیب سی ڈراؤنی آواز منہ
سے نکالی جیسے کوئی درخت جڑ سے اُکھڑ کر گر پڑا ہو۔ زرد
خلائی غیبی انسانوں نے پلٹ کر دیکھا. سانپ نے عین اس

وقت اپنے منہ سے ایک سفید پھوار نکالی جو سیدھی ان دونوں
غیبی شیطانوں پر گری اور پھر جو کچھ ماریا نے دیکھا اس
پر اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

ماریا نے کیا دیکھا؟
کیا خلائی انسان تھیوسانگ راکٹ کی قید سے نکل سکا؟
ماریا کی عنبر ناگ کیٹی سے کیسے اور کہاں اور کب ملاقات ہوئی؟
ان سوالوں کے جواب آپ کو "عنبر ناگ ماریا کیٹی خلاء میں"
کی اگلی یعنی قسط ۱۰۳ "ماریا دوزخ میں" میں ملیں گے۔

ڈیئر اے حمید! السلام علیکم۔

میں نے عنبر ناگ ماریا، ندیم کا خوفناک کارنامہ اور عمران ریحان ایڈونچر اور زرتاش مشن کے ناول جو کہ آج کل شائع ہو رہے ہیں سب پڑھے ہیں۔ خاص کر عنبر ناگ ماریا سیریز پسند آئی تھی۔

زرتاش مشن کی کتابوں کی وجہ سے مجھے سائنس کے بارے میں کافی معلومات ہوئی ہیں۔

آپ ایک عظیم مصنف کے علاوہ ایک عظیم تاریخ دان بھی ہیں یہ بات عنبر ناگ ماریا کی سیریز پڑھ کر معلوم ہوئی ہے۔ میں آپ کے ناول بڑے شوق سے پڑھتا ہوں کیونکہ یہ بہت ہی دلچسپ ہوتے ہیں۔ میں اس وقت سے پڑھ رہا ہوں جب آپ نے شیخ غلام علی اینڈ سنز کے لیے ناول لکھنے شروع کیے تھے۔

آج کل ٹی وی پر "واچی" نام کا ایک پنجابی پروگرام چل رہا ہے۔ جس کے مصنف کا نام اے حمید ہے کیا وہ ڈرامہ آپ نے لکھا ہے۔ اس بات کا جواب ضرور دیں۔

والسلام

محمد سلیم خان ولد محمد گلزار ڈاکخانہ جھنگی
نزد فوڈ گودام ایبٹ آباد ہزارہ ڈویژن

۱۰۳

ماریا دوزخ میں

اے حمید
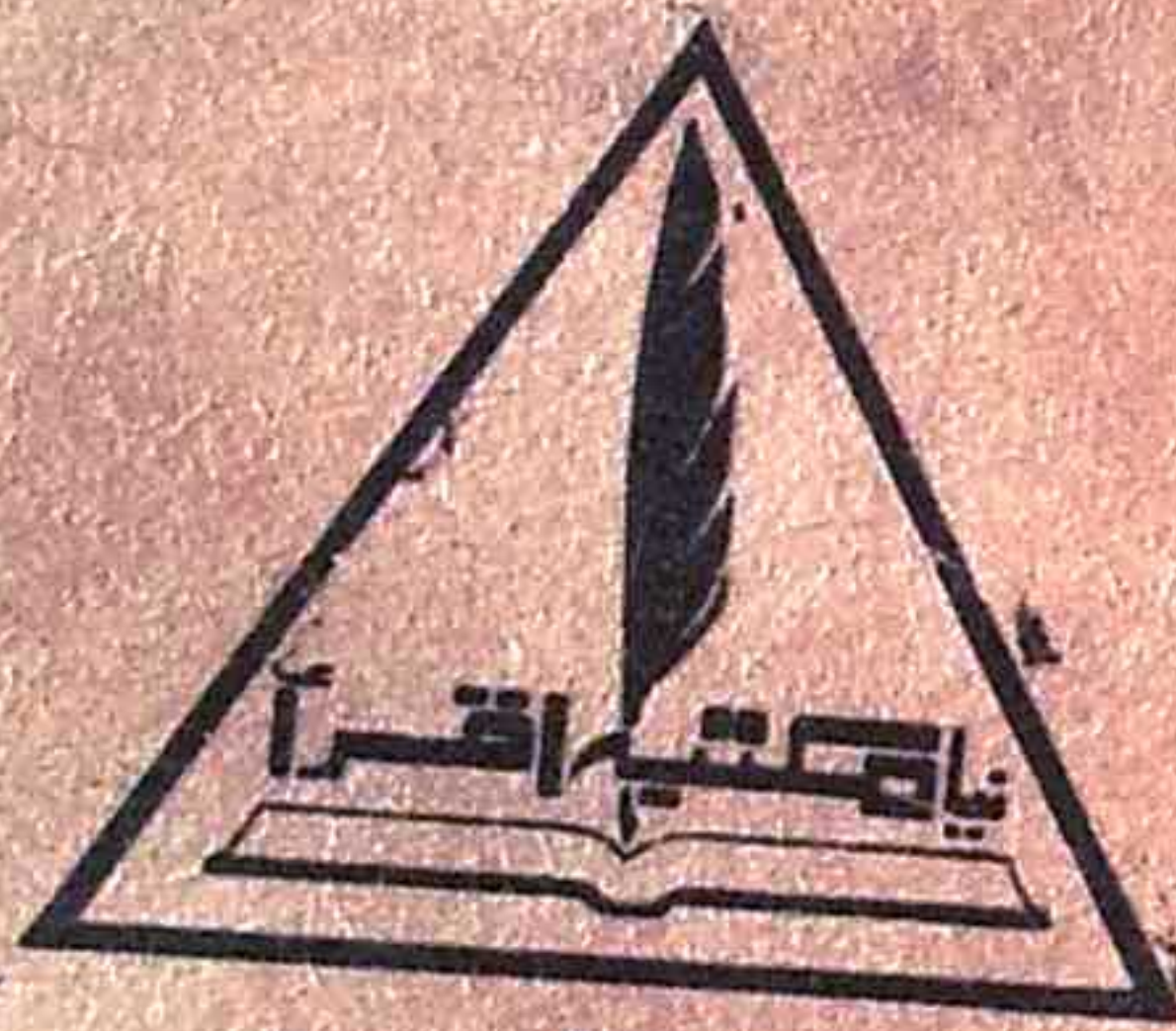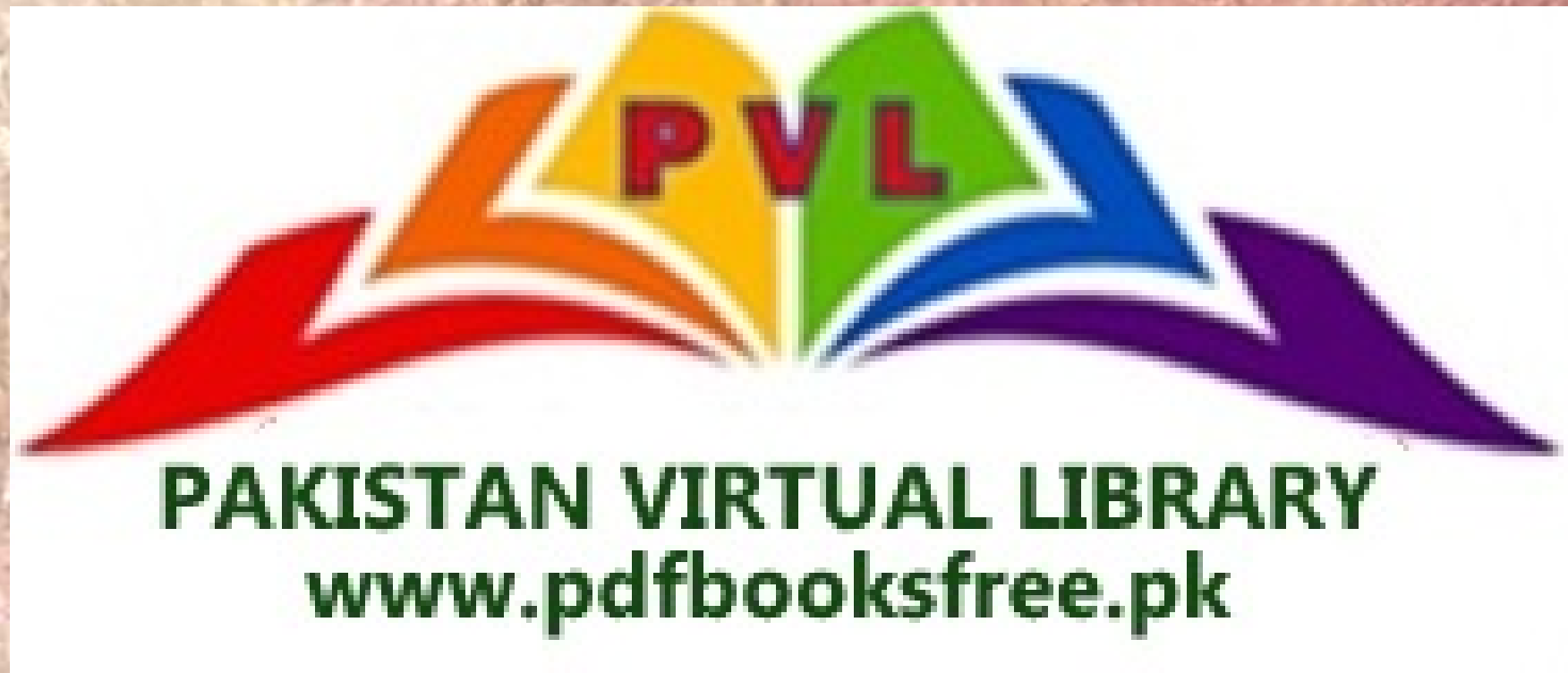
نیا مکتبہ اقرأ

عنبر ناگ ماریا اور کیپٹن خلا میں

ماریا دوزخ میں

اے۔ حمید

قیمت : ۷/۵۰ روپے

بار اوّل : ۱۹۸۵
ناشر : نیا مکتبہ اقراء ۱۴ بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور ۸
طابع : تاج دین پرنٹرز، آبکاری روڈ، لاہور

عنبر ناگ ماریا کے دوستو!

"عنبر ہوشیار" یعنی عنبر ناگ ماریا کی واپسی کے سینچری نمبر کے سلسلے میں دوستوں کے خطوط برابر آ رہے ہیں جن میں اِس نمبر کی بے حد تعریف کی گئی ہے۔ سبھی دوستوں نے اس بات پر بڑی تسلّی، اطمینان اور خوشی کا اظہار کیا ہے کہ عنبر ناگ ماریا کیٹی زندہ ہیں اور اِن کا خلائی سفر شروع ہو چکا ہے۔ بھئی عنبر ناگ ماریا اور کیٹی آپ کے دوست ہیں اور دوستوں کو ہمیشہ سلامت رہنا چاہیئے۔ اب یہ ہمارے دوست خلاء میں سفر کر رہے ہیں اور عجیب و غریب سیاّروں پر پہنچ کر سنسنی خیز حالات سے دوچار ہوتے ہیں۔ آپ نے جس پیار اور محبت سے عنبر ناگ ماریا کے خلائی سفر کا استقبال کیا ہے میرے پاس اس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ بہر حال مَیں آپ سب دوستوں کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اِس سیریز کو اتنا پسند کیا اور اسے اتنے شوق سے پڑھتے ہیں۔ سینچری نمبر پسند کرنے کا بھی بہت بہت شکریہ۔

آپ کا انکل
اے حمید
۴۵۲ - این راہِ چمن سمن آباد لاہور۔

ترتیب

راکٹ فائر

زرد خلائی شیطانوں پر کالے سانپ کی سفید پھوار پڑی۔

اس پھوار کے پڑتے ہی سب سے پہلے ماریا نے یہ عجوبہ دیکھا کہ زرد شیطانوں کے لباس غائب ہو گئے۔ پھر ان کے جسم جو پہلے غائب تھے ظاہر ہو گئے۔ ان کے جسم سفید رنگ کے تھے اور ان سرخ بال لہرا رہے تھے زرد انسان اپنی جگہ پر پتھر بن کر کھڑے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کے جسم ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے اور پھر وہ چھوٹی چھوٹی کنکریوں کی ڈھیریاں بن گئے اور ان ڈھیریوں میں آگ لگ گئی۔ کالے سانپ نے اپنی زبان میں ماریا کو کہا۔

"عظیم ناگ کی بہن! میں نے آپ کے دشمنوں کو ختم کر دیا ہے۔ اب آپ کا راستہ صاف ہے۔"

مہا ناگ سانپ اور کالا سانپ ماریا سے اجازت لے کر

رخصت ہو گئے۔ ماریا خلائی راکٹ کی طرف بڑھی۔ راکٹ
کے پاس پہنچ کر اُسے کسی قسم کا کوئی جھٹکا محسوس نہ
ہوا۔ زرد خلائی شیطانوں کی موت کے بعد اِن کی شعاعوں
کا جال بھی ختم ہو گیا تھا۔ ماریا راکٹ میں داخل ہو گئی۔
اُسے تھیوسانگ کی تلاش تھی۔ راکٹ میں جدید قسم کی الیکٹرونک
خلائی مشینری لگی ہوئی تھی جس کے بارے میں ماریا کو کچھ
زیادہ علم نہیں تھا۔ راکٹ کی دو منزلیں تھیں۔ اوپر والی
منزل میں انجن کا کیبن تھا۔ دوسری منزل میں آکسیجن
کے سلنڈر پڑے تھے۔ یہ راکٹ شمسی توانائی سے چلتا
تھا۔ ماریا نے مشین روم میں شمسی توانائی سے چلنے
والی بیٹریاں دیکھیں۔ اِن بیٹریوں کے پیچھے شیشے کی الماری
تھی۔ اس میں ایک مرتبان پڑا تھا۔

ماریا کو خلائی انسان تھیوسانگ کی باریک آواز سنائی
دی۔ وہ اِسے مدد کے لیے پکار رہا تھا۔ ماریا نے مرتبان
کو الماری سے نکال کر اِس کا ڈھکن کھولا تو اندر ننھا سا
تھیوسانگ زور زور سے بازو ہلا کر کہہ رہا تھا۔

"ماریا! مجھے باہر نکالو۔ اِس مرتبان میں ابھی
تک خلائی شیطانوں کی شعاعوں کا اثر ہے۔ میں
یہاں اپنے آپ کو بڑا نہیں کر سکتا۔"

ماریا نے تھیوسانگ کو دو انگلیوں سے پکڑ کر مرتبان
سے باہر نکال کر فرش پر رکھ دیا۔ تھیوسانگ نے اپنی ایک
آنکھ بند کر کے انگلی اپنے جسم سے لگائی تو وہ ایک دم
سے پورے سائز کا انسان بن کر ماریا کے سامنے کھڑا
تھا۔

"ماریا! مجھے تمہاری خوشبو آ گئی تھی۔ اب اِس
مرتبان کو باہر پھینک دو۔ وہ لوگ کہاں ہیں؟
تم یہاں کیسے پہنچیں؟"

ماریا نے اُسے مہاناگ اور پھر کالے سانپ کی کرامت
کا واقعہ سنایا۔ انہوں نے مرتبان کو اُٹھا کر راکٹ سے
باہر پھینک دیا۔ تھیوسانگ راکٹ کے کاک پٹ میں آ گیا۔
ماریا اِس کے ساتھ تھی۔ تھیوسانگ نے راکٹ کے کمپیوٹروں،
ڈائیلوں اور مشینری کے ایک ایک پُرزے کو بڑے غور سے
دیکھا۔ اور کہا۔

"ماریا! اس خلائی راکٹ کا رُخ کسی خاص سیارے
کی طرف فکس کر دیا گیا ہے۔"

"کیا تم اِسے اپنی مرضی سے خلاء میں کسی دوسری
طرف نہیں موڑ سکو گے؟"

"نہیں۔ میں ایسا نہیں کر سکوں گا۔" تھیوسانگ نے

کہا۔

اسے ماریا کی آواز آئی۔

"تو پھر ہم کیا کر سکتے ہیں۔ خدا کا نام لے کر
اسے فائر کر دو۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ کم از
کم ایٹمی جنگ کی تباہی کے بعد کی اس بھیانک
دنیا سے تو نجات ملے گی"

تھیوسانگ بولا۔

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ خلا میں عنبر ناگ
کیٹی سے کہیں ملاقات ہو جائے"

"ٹھیک ہے" ماریا نے آہستہ سے کہا۔

تھیوسانگ کاک پٹ میں اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس
نے دو تین بٹن دبا کر راکٹ کے تمام دروازے بند کر
دیئے۔ اور اندر کی فضا میں اتنا دباؤ پیدا کر دیا جو خلاء میں
پہنچنے کے بعد اِن کے جسموں کو محفوظ رکھ سکتا تھا۔ راکٹ
کی فضا میں آکسیجن آٹومیٹک طریقے سے سلنڈروں سے
نکل کر پھیل رہی تھی۔ تھیوسانگ کے ساتھ والی سیٹ پر
ماریا بیٹھ گئی۔ تھیوسانگ کو ماریا کی خوشبو آ رہی تھی۔
اس نے پوچھا۔

"تم میری ساتھ والی سیٹ پر ہو نا ماریا؟"

"ہاں تھیوسانگ! میں تمہارے پاس ہی ہوں"

"اوکے" تھیوسانگ بولا۔ "میں راکٹ فائر کرنے
لگا ہوں"

تھیوسانگ نے سٹارٹ فائر کا بٹن دبا دیا۔
راکٹ کو ایک دھچکا لگا اور اس کی دُم میں سے
خوف ناک آگ کے شعلے زمین کی طرف فائر ہونے لگے۔
راکٹ نے آہستہ آہستہ اوپر اُٹھنا شروع کیا۔ زمین سے
کچھ اوپر جا کر راکٹ کی سپیڈ تیز ہو گئی۔ تھیوسانگ
راکٹ کو بڑی توجہ سے کنٹرول کیے ہوئے تھا۔ کیونکہ
راکٹ کو بالکل سیدھا اوپر خلا کی طرف جانا تھا۔ اسے
زمین کے گرد پھیلی ہوئی زمین کی کشش کی شعاعوں سے بالکل
سیدھا نکل جانا تھا۔ تھیوسانگ مشینوں کو اس لیے
کنٹرول کیے ہوئے تھا کہ کہیں راکٹ زمین
کے مدار کی پٹی میں پہنچ کر اپنا رُخ زمین کے خم کی
طرف نہ کر لے۔ اس طرح سے وہ زمین کے مدار کے
گرد گھومنا شروع کر دیتا اور پھر شاید اِسے اِس گول چکر
سے کوئی بھی باہر نہیں نکال سکتا تھا۔

بچو! آپ کو تو معلوم ہی ہو گا کہ زمین ۱۹ میل فی سیکنڈ
کی رفتار سے اپنے مدار کے گرد گھوم رہی ہے۔ یوں اگر راک

کا رُخ زمین کے مدار کی طرف ہو جاتا تو یہ راکٹ قیامت تک ١٩
میل فی سیکنڈ کی رفتار سے زمین کے گرد چکر لگاتا رہتا۔
راکٹ کی رفتار اور تیز ہو گئی تھی۔ اس وقت راکٹ کی
رفتار کوئی بیس ہزار کلومیٹر فی گھنٹہ تھی۔ زمین کی کشش سے نکلنے
کے لیے اتنی ہی رفتار کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب راکٹ
زمین کے مدار میں پہنچا تو راکٹ کو جھٹکے لگنے شروع ہو گئے۔
تھیو سانگ کا سارا جسم ہل رہا تھا مگر وہ راکٹ کو
کنٹرول کیے ہوئے تھا۔ اور اس کی رفتار کو زیادہ کر رہا
تھا۔ بجلی کی لہر کیطرح راکٹ ایک لرزہ خیز دھماکے کے
ساتھ زمین کی کشش کے دائرے سے باہر اوپر کی طرف
نکل گیا۔ اس کے ساتھ ہی راکٹ کی رفتار بے حد تیز ہو
گئی۔ تھیو سانگ نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے راکٹ کی
رفتار کو نصف کر دیا۔

"ماریا! ہم خیریت کے ساتھ زمین کی کشش
سے باہر نکل آئے ہیں۔"
ماریا نے نیمی حالت میں ہی اپنے سینے پر صلیب
کا نشان بنایا اور بولی۔
"خداوند کا شکر ہے۔"
ماریا نے سامنے والی سکرین میں سے باہر خلاء میں

دیکھا کہ آسمان کا رنگ پہلے نیلا تھا اور اب بالکل سیاہ
پڑ گیا تھا۔ دور دور ستارے انگاروں کی طرح دھک
رہے تھے۔ ان ستاروں کے گرد گھومنے والے سیارے
بھی چمک رہے تھے۔ بچو ایک بات ہم آپ کو بتاتے
چلیں کہ ہماری اس ساری کائنات میں ہمارے نظام
شمسی کی طرح کے اربوں کھربوں نظام شمسی ہیں۔ ہر
نظام شمسی میں ستارے بھی ہیں اور سیارے بھی۔
ستارے سورج ہوتے ہیں جو گیسوں کی وجہ سے
ایک بہت بڑے الاؤ کی طرح ہر وقت دہکتے رہتے ہیں
ان سورج ستاروں کی زبردست کشش ہوتی ہے۔
پتھروں سے ہماری زمین جتنے بڑے بڑے اور اس
سے بھی بڑے بڑے گولے جو ان سورجوں کی کشش
کے دائرے میں ہوتے ہیں وہ ان سورجوں کے گرد
گھومنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ پتھروں کے گولے
ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ یعنی وہ خود سورج کی طرح نہیں
جل رہے ہوتے بلکہ سورج انہیں روشن کرتا ہے۔
ایسے بڑے بڑے گولوں کو سیارے کہتے ہیں۔ سیارے
کے لفظ ہی سے ظاہر ہے۔ سیارہ عربی زبان کا لفظ
ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ جو خلا میں سیر کر رہا ہو۔ ہماری

زمین بھی ایک سیارہ ہے جو سورج کے گرد سیر کر رہا
ہے۔ یعنی چکر لگاتا ہے اور ایک سال میں سورج
کے گرد اپنا ایک چکر پورا کرتا ہے۔ اسی طرح ہماری
زمین کے علاوہ آٹھ اور سیارے مثلاً عطارد، مشتری،
زحل، پلوٹو وغیرہ بھی ہیں جو ہماری زمین کے ساتھ ایک
قطار میں لگے سورج کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ جو سیارہ
سورج سے جتنی زیادہ دور ہے وہ اتنی ہی مدت میں
سورج کے گرد ایک چکر پورا کرتا ہے۔ ان نو سیاروں
کو جن میں ہماری زمین بھی شامل ہے ہمارے سورج کا
نظام شمسی کہتے ہیں۔ بچو! ہماری زمین کا سیارہ سورج
کے گرد ایک سال میں اپنا چکر پورا کرتا ہے۔ لیکن ہمارے
نظام شمسی کا سب سے آخری سیارہ پلوٹو سورج کے
گرد اپنا ایک چکر تقریباً پونے تین سو سال میں پورا کرتا ہے۔
ہے نا مزے دار بات؟

چنانچہ جب آپ آسمان پر نظر ڈالتے ہیں تو یاد رکھیں
کہ جو ستارے زیادہ دور سے بھڑک رہے ہوتے
ہیں، اور بہت دور ننھے ننھے دکھائی دیتے ہیں، وہ
سورج ہوتے ہیں اور جو ستارے جھلملاتے نہیں اور
قریب بھی دکھائی دیتے ہیں وہ سیارے یعنی ہماری زمین
کی طرح کے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو سیارے ہوتے
ہیں۔ یعنی یہ وہ سیارہ چاند ہوتے ہیں جو اپنی زمین
ماں سے الگ ہو کر اسی کے گرد گردش کرنا شروع کر
دیتے ہیں۔ جس طرح کہ ہمارا ایک چاند ہے اور وہ سورج
کی بجائے ہماری زمین کے گرد چکر لگاتا ہے۔ اسی طرح
مشتری سیارے کے بارہ چاند ہیں۔ بہر حال یہ خلائی سائنس
کی باتیں تم بڑے ہو کر پڑھ لو گے۔

اس وقت ماریا راکٹ کے کیبن میں تھیو سانگ کے
ساتھ بیٹھی خلا میں ستاروں اور سیاروں کو دیکھ رہی
تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ستارے بڑے بڑے دہکتے
ہوئے سورج ہیں اور ان پر کسی قسم کی آبادی کا سوال ہی
پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں کسی سیارے پر کوئی آبادی ہو سکتی
ہے۔ اس نے تھیو سانگ سے پوچھا۔

"کیا کمپیوٹر ہمیں اس سیارے کے بارے میں
کچھ بتا سکتا ہے۔ جہاں ہمارا راکٹ جا رہا
ہے"

تھیو سانگ نے کمپیوٹر کے بٹنوں کو دبایا مگر کمپیوٹر خاموش
رہا۔

"شاید کمپیوٹر اس وقت کچھ ظاہر کرے گا

جب ہم اس سیارے کے قریب ہوں گے،
تھیوسانگ نے کہا۔ ماریا بولی۔
"اگر اس سیارے پر بھی زرد شیطانی مخلوق
آباد ہوئی تو ہمیں تو مصیبت پڑ جائے گی"
تھیوسانگ نے سامنے خلا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"اس پر ہمارا کوئی اختیار نہیں ہے ماریا۔ اس
راکٹ کا نظام اس قدر پیچیدہ ہے کہ میری
بھی سمجھ میں نہیں آ رہا۔ بہر حال ہم کسی نہ کسی
سیارے پر پہنچیں گے۔ یہ راکٹ ہمیں کسی
ستارے یعنی کسی سورج کی طرف نہیں لے جا رہا۔
کہ جس کے قریب ہی پہنچ کر ہم بھسم ہو جائیں"
ماریا بولی۔
"یہ بھی خداوند کا شکر ہے۔ اب تو میں یہی
دعا کر رہی ہوں کہ ہم کسی ایسے سیارے پر
پہنچ جائیں جہاں ہماری ملاقات عنبر ناگ اور کیٹی سے
ہو جائے۔ نہ معلوم وہ کہاں اور کس حال ہوں گے"
راکٹ کا رُخ خلا میں تھوڑا سا ترچھا ہو گیا تھا۔ ماریا
نے پوچھا کہ اس وقت ہمارے راکٹ کی رفتار کتنی ہے؟ تھیوسانگ
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم زمین کی رہنے والی ہو۔ تم اس رفتار کا اندازہ
نہیں لگا سکتی ہو ماریا۔ یوں سمجھ لو کہ ہم اسی
وقت روشنی کی رفتار سے سفر کر رہے ہیں"
ماریا نے کہا۔
"روشنی کی رفتار تو ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی
سیکنڈ ہے"
"ہاں۔ ہمارا راکٹ اس وقت خلا میں ایک لاکھ
چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کر رہا
ہے"
"میرے خدایا — لیکن مجھے تو ذرا سا بھی محسوس
نہیں ہو رہا۔ ایسے لگ رہا ہے جیسے ہمارا راکٹ
خلا میں ساکت ہے"
تھیوسانگ ہنس پڑا۔
"ماریا — ہمیں اس وقت پتہ چلتا ہے کہ ہم
جا رہے ہیں جب کوئی چیز ہمارے قریب سے
گزر کر پیچھے چلی جاتی ہے۔ اگر ہم کسی ایسی
جگہ خلا میں سفر کر رہے ہوں جہاں کوئی شے
ہمارے قریب سے گزر کر پیچھے نہ جائے تو ہمیں
یہی محسوس ہو گا کہ ہم خلا میں کھڑے ہیں۔

تم نے اپنی دنیا میں ہوائی جہاز میں سفر کر کے
یہ تجربہ کیا ہوگا. ہوائی جہاز سات آٹھ سو
میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بلکہ اس سے بھی زیادہ
رفتار سے فضا میں سفر کر رہا ہوتا ہے لیکن باہر
دیکھو تو لگتا ہے ہوائی جہاز فضاء میں ایک جگہ ساکت
ہو گیا ہے. اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ جہاز کے قریب
کوئی شے نہیں ہوتی جو تیزی سے پیچھے جائے۔
اس کے خلاف ریل گاڑی میں جب ہم سفر کرتے
ہیں تو درخت اور بجلی کے کھمبے بڑی تیزی سے
پیچھے بھاگتے دکھائی دیتے ہیں اور ہمیں ریل گاڑی
کی تیز رفتاری کا احساس رہتا ہے۔"
ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ عنبر ناگ اور کیٹی کے بارے
میں سوچ رہی تھی اور خدا سے دُعا مانگ رہی تھی کہ وہ خلا
میں ہی ہوں اور کسی سیارے پر اِن سے ملاقات ہو
جائے۔
خلا میں نہ دن تھا نہ رات — بس تاریک خلا تھا۔ دُور—
بہت ہی دُور ننھے نقطوں کی طرح جھلملاتے ستارے یعنی بڑے
بڑے سورج اور اِن کی روشنی میں چمکتے، اِن سورجوں کے
گرد گردش کرنے والے سیارے تھے. خلا تاریک سیاہ تھی.

اس نے تھیو سانگ سے پوچھا.
"ہم زمین سے کتنی دور نکل آئے ہیں تھیو سانگ؟"
تھیو سانگ نے ٹی وی سکرین آن کر دی۔ اس سکرین
پر نیچے کا منظر آنے لگا۔ ایک ننھا سا سیارہ چمک رہا تھا۔
"یہ دیکھو ماریا یہ ننھا سا چمکتا ہوا سیارہ ہماری
زمین ہے۔"
ماریا نے زمین کے ننھے سیارے کو دیکھ کر
کہا۔
"یہ تو بہت چمک رہا ہے"
تھیو سانگ بولا۔
"اس لیے کہ تمہاری زمین ایک حصہ خشکی اور
تین حصے پانی ہے، سمندر ہے۔ سورج کی روشنی
جب سمندر پر پڑتی ہے تو بہت چمک پیدا ہوتی
ہے۔"
"ہم کتنی دور آگے نکل آئے ہیں تھیو سانگ؟"
تھیو سانگ نے سپیڈ کے میٹر پر ایک نظر ڈالی اور کہا۔
"ماریا! اِس وقت ہم خلاء میں ایک ہزار نوری
سال کا فاصلہ طے کر چکے ہیں۔"
یہ ایک ایسا عظیم ترین اور پیچیدہ مسئلہ تھا کہ ماریا کی

سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ خاموش ہو کر سر جھکائے بیٹھی رہی۔
راکٹ خلا میں ذہن میں نہ آنے والی رفتار کے ساتھ اُڑا
جا رہا تھا۔ تھیوسانگ کی نگاہیں کبھی راکٹ کے سکرین پر
اور کبھی ٹی وی کی سکرین پر جاتیں۔ ٹی وی سکرین پر دنیا
کا ننھا سا چمکتا سیارہ نظر آنا بند ہو گیا۔

تھیوسانگ نے کہا۔

"ماریا! تمہاری دنیا ہماری نظروں سے غائب
ہو گئی ہے۔"

ماریا دنگ رہ گئی۔ اس نے ٹی وی سکرین پر دیکھا کہ
دنیا کا ننھا سا نقطہ اب کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس
کی جگہ دُور دُور دوسرے ستارے ٹمٹماتے نظر آ رہے
تھے۔

پانچ ہزار نوری سال کا فاصلہ طے ہو چکا تو تھیوسانگ
نے سکرین پر دیکھا کہ اِن کے راکٹ کا رُخ اپنے آپ
ایک خاص زاویے پر مُڑ گیا تھا۔

اس نے ماریا سے کہا۔

"ہمارے راکٹ نے اِس سیارے کی طرف رُخ پھیر
لیا ہے جس سیارے پر اِسے فکس کر دیا گیا تھا۔"

دونوں سامنے والی سکرین پر دیکھنے لگے۔ بہت دُور

خلا میں ایک نقطہ سا چمک رہا تھا۔ اس کے آس پاس
کروڑوں میل کے فاصلے پر دو ستارے بھڑک رہے تھے۔

تھیوسانگ نے کہا۔

"میرا خیال ہے ہم درمیان والے چمکتے نقطے کی
طرف جا رہے ہیں۔ یہ ایک سیارہ ہے۔ اس کے
آس پاس کروڑوں میل کے فاصلے پر جو ستارے
بھڑک رہے ہیں یہ سورج ہیں۔"

"خدا جانے اس سیارے میں ہمارے لیے کیا
ہو گا؟"

ماریا نے کسی قدر پریشان ہو کر کہا۔ تھیوسانگ بولا۔

"اب جو بھی کچھ ہو گا ہمیں اس کے لیے اپنے
آپ کو پہلے سے تیار کر لینا چاہیے۔"

ماریا نے کہا۔

"اِس راکٹ میں تو کوئی خلائی گن بھی نہیں ہے
کہ جس سے ہم اپنا بچاؤ کر سکیں۔"

تھیوسانگ مسکرایا۔

"کیا خبر کہ وہاں خلائی گن کی ضرورت ہی نہ
پڑے۔ میرا مطلب ہے کہ اس سیارے پر کوئی
آبادی ہی نہ ہو۔"

ماریا کہنے لگی۔

"اگر سیارے پر آبادی نہیں ہے تو پھر اس زرد شیطانی مخلوق نے راکٹ کا رُخ اِس سیارے پر کیوں فکس کر رکھا تھا؟"

تھیوسانگ نے کمپوٹر کا بٹن دبا دیا۔ اس پر عجیب قسم کے چمکیلے حروف اُبھرنے شروع ہو گئے۔ یہ حروف خلائی انسان تھیوسانگ کی بھی سمجھ میں بھی نہیں آ رہے تھے۔ وہ کہنے لگا۔

"یہ سگنل ہیں ماریا۔ جو اس سیارے سے آ رہے ہیں مگر میں اِن کا مطلب نہیں سمجھ سکتا"۔

"پھر اِن کا کیا فائدہ ہے"، ماریا نے نا امیدی سے کہا۔ "اب سب معاملہ خداوند پر چھوڑ دو۔ تھیوسانگ۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا"۔

راکٹ چمکتے سیارے سے قریب ہو رہا تھا۔

وہاں تو نہ دن گزرتا محسوس ہو رہا تھا نہ رات ــــ بس ایک سا وقت تھا۔ ایک سی فضا تھی۔ صرف دُور ایک سیارہ تھا جو بہت ہی آہستہ آہستہ بڑا ہوتا جا رہا تھا۔ ماریا نے اس پر نگاہیں جما کر کہا۔

"تھیوسانگ! اس سیارے کو بڑا ہوتے دیکھ کر

پہلی بار محسوس ہونے لگا ہے کہ ہم خلا میں سفر کر رہے ہیں ورنہ اب تو مجھے یہی لگتا تھا کہ ہمارا راکٹ خلا میں پتھر بن کر ایک جگہ رُکا ہوا ہے"۔

تھیوسانگ نے مسکرا کر کہا۔

"یہ وہی بات ہے جو میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں کہ جب تک کوئی شے سامنے یا آس پاس نہ ہو ہمیں کبھی احساس نہیں ہو سکتا کہ ہم سفر کر رہے ہیں"۔

سکرین پر سیارہ بڑا ہونے لگا تھا۔ اب وہ اتنا زیادہ ــــ چکتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ گول نہیں تھا بلکہ ہماری زمین کی طرح نارنگی کی طرح تھا۔ اس کے ارد گرد کہیں کہیں سفید اور سیاہ رنگ کے بادل چھائے ہوئے تھے باقی جگہیں بھوری بھوری تھیں۔ ماریا نے کہا۔

"یہ مجھے جنگل لگتے ہیں۔ تھیوسانگ! کیا معلوم اس سیارے کی فضا ہماری دنیا کی فضا جیسی ہو؟"

تھیوسانگ کو سیارے کی ایک طرف سبز رنگ کی چادر سی بچھی نظر آئی۔

"ماریا! یہ تو سبزہ ہے یعنی جنگل ہیں مگر جو جگہ

بھوری ہے وہاں مجھے زہریلی گیسوں کی موجودگی کا
احساس ہو رہا ہے"

کمپیوٹر پر بڑی تیزی سے حروف اُبھر اُبھر کر غائب ہو
رہے تھے۔ اب سپیکر پر ہلکی ہلکی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔
یہ آوازیں بڑی مدھم تھیں۔ تھیوسانگ نے ہیڈفون لگا کر اِن آوازوں
کو سنا اور پھر گھبرا کر ہیڈفون ماریا کی طرف بڑھایا۔

"ماریا مجھے تو یہ انسانی آوازیں لگتی ہیں ذرا تم
سنو"

ماریا نے ہیڈفون اپنے کانوں سے لگایا تو اس کا جسم
خوف سے سن ہو گیا۔ یہ انسانی آوازیں تھیں۔ مگر یہ انسانی
دبی دبی کراہوں اور چیخوں کی آوازیں تھیں۔ یہ درد بھری
المناک آوازیں لہروں کی طرح اُبھر اُبھر کر غائب ہو جاتی تھیں۔
ماریا نے ہیڈفون اتار کر جلدی سے تھیوسانگ کو دیا اور
بولی۔

"خدا خیر کرے۔ یہ تو انسانوں کے کراہنے اور
درد سے بلبلانے کی آوازیں ہیں۔ یہ ہم کس
سیارے پر اُترنے والے ہیں۔ تھیوسانگ
بھائی؟ یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

تھیوسانگ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی سمجھ میں خود

کچھ نہیں آ رہا تھا۔ راکٹ اسی سیارے کی کشش میں داخل
ہونے والا تھا۔ راکٹ کو ہلکے ہلکے دھچکے لگنے لگے تھے۔ تھیوسانگ
نے ماریا کو خبردار کیا۔

"ماریا! ہوشیار ہو کر بیٹھنا۔ راکٹ سیارے کے
دائرے کی کشش میں جا رہا ہے"

تھیوسانگ نے راکٹ کے انجن کی رفتار کو بے حد کم
کر دیا۔ راکٹ ایک دھماکے کے ساتھ سیارے کی فضا میں
داخل ہو گیا۔ کمپیوٹر پہ اس دھماکے کی لہریں نمودار ہو کر غائب
ہوئیں تو تھیوسانگ نے چلا کر کہا۔

"ماریا اس سیارے پر ہوا موجود ہے ورنہ کمپیوٹر
پر دھماکے کی لہریں کبھی نہ ابھرتیں"

راکٹ نے سیارے کی کشش میں آتے ہی قیامت کی
رفتار پکڑ لی تھی۔ تھیوسانگ نے راکٹ کو اُلٹا فائر کر
دیا۔ پھر وہ راکٹ کو آہستہ آہستہ ایک خاص رفتار پر لے
آیا جو کہ اِس سیارے پر راکٹ کو اتارنے کے لیے
ضروری تھی۔ راکٹ کی سکرین پہ سیارے کی اب
گولائی نظر نہیں آ رہی تھی بلکہ اِس کے بھورے پہاڑی
میدان دکھائی دے رہے تھے۔ جہاں نسواری رنگ کی
گیس کی لہریں ہوا میں تیر رہی تھیں۔ ماریا نے چونک کر کہا۔

"تھیوسانگ یہ ہم زہریلی گیس کے علاقے میں اُتر رہے ہیں۔ اسے سبز جنگل والی وادی میں لے چلو۔"

تھیوسانگ بولا۔

"میں ایسا نہیں کر سکتا۔ راکٹ اپنے آپ اس مقام کی طرف اتر رہا ہے۔"

تھیوسانگ نے ایک خاص بٹن دبا دیا۔ راکٹ کے کیبن میں باہر کی ہوا کی ایک باریک سی لہر داخل ہوئی۔ تھیوسانگ نے گہرا سانس کھینچا اور مسکرا کر بولا۔

"ماریا یہاں آکسیجن موجود ہے۔ اگرچہ بہت کم مقدار میں ہے۔"

"مگر بھوری زمین پر یہ عجیب سے غار نظر آ رہے ہیں جن کے اوپر نسواری رنگ کی گیس پھیلی ہے یہ کس قسم کی گیس ہے؟"

"یہ تو نیچے اترنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔ کمپیوٹر اس کے بارے میں کچھ نہیں بتا رہا۔"

راکٹ اس بھوری پہاڑی میں بالکل سیدھا ہو کر نیچے کی طرف جا رہا تھا۔ اب راکٹ کا رُخ اُوپر کو ہو گیا تھا تھیوسانگ نے اوپر والا انجن چلا دیا تھا جو راکٹ کو بے حد

ہلکی سپیڈ کے ساتھ بھوری وادی کی زمین پر ڈرا دینے والی پہاڑیوں کے درمیان اتار رہا تھا۔ آخر راکٹ زمین کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ تھیوسانگ نے تمام انجن بند کر دیئے۔ راکٹ کی دوسری منزل میں زرد رنگ کے بدن سے چمٹ جانے والے خلائی سوٹ پڑے تھے تھیوسانگ اور ماریا نے احتیاط کے طور پر یہ زرد خلائی سوٹ پہن لیے۔

وہ دونوں اوپر والی منزل سے اُتر کر نچلی منزل میں اس جگہ آ گئے جہاں راکٹ کا دروازہ باہر کو کھلتا تھا۔ تھیوسانگ اور ماریا نے یہاں ساؤنڈ پروف اور میٹیر پورائیٹ پروف شیشے میں سے جھانک کر باہر دیکھا۔ عجیب بدشکل قسم کی نسواری رنگ کی چھوٹی چھوٹی بے ڈھنگی پہاڑیاں تھیں جن میں گہرے گڑھے پڑے تھے، کہیں کوئی درخت یا جھاڑی تک نظر نہیں آ رہی تھی۔ نسواری رنگ کی گیس کی لہریں یہاں وہاں فضا میں تیر رہی تھیں۔ تھیوسانگ نے ایک بٹن دبایا تو ایک ننھے سے سوراخ میں سے باہر کی ہوا اندر داخل ہوئی۔ تھیوسانگ نے اِسے آہستہ سے سانس کھینچ کر سونگھا اِس میں آکسیجن موجود تھی مگر ساتھ ہی ایک عجیب ناگوار سی بُو بھی تھی۔

"ماریا! باہر فضا میں آکسیجن موجود ہے۔ لیکن ایک
بُو بھی ہے تم سونگھو۔"
ماریا نے بھی ہوا کی باریک لہر کو سونگھا اور پیچھے ہٹ
گئی۔

"تھیوسانگ بھائی - یہ تو ایسی بُو ہے جیسے گوشت
اور بال جل رہے ہوں"
تھیوسانگ بولا۔
اس سیارے پر گوشت اور بال کہاں سے
آئیں گے بہرحال یہ اس نسواری گیس کے کیمیکلز
ہیں۔ تو کیا خیال ہے نیچے اُترا جائے؟"
ماریا سانس بھر کر کہنے لگی۔
"اُترنا ہی پڑے گا۔ کم از کم یہ خیال تو ہے کہ
عنبر ناگ کیٹی یہاں مل جائیں گے۔"
تھیوسانگ نے ہوا کے سوراخ کو بند کر کے دوسرا بٹن
دبا دیا۔ ایک ہلکی سی سرسراہٹ کی آواز کے ساتھ راکٹ
کا دروازہ اوپر اُٹھتا چلا گیا۔ دروازے کے اوپر اُٹھتے
ہی انہیں فضا میں آکسیجن اور ناگوار سی بُو کا شدید احساس
ہوا۔
تھیوسانگ نے کہا۔

"ماریا! ہمیں آکسیجن ماسک پہن
ابھی تک انہیں یہی احساس تھا کہ اس
فضا میں آکسیجن موجود ہے چنانچہ انہو
نہیں لگائے تھے۔ اب جب
احساس ہوا تو انہوں
اور انہیں اپنے چاروں طرف ایک عجیب ڈراؤنا منظر تھا
تھی۔ سیاہ پتھروں کے چھوٹے بڑے ستون
راکٹ کا دروازہ تھے۔ ان کے اوپر انسانی کھوپڑیاں لٹکی
اپنے آپ باہر نکل آئی کہ بیچ سے نسواری رنگ کا دھواں
آ گیا۔ اس نے زمین پر قد
کی اور کہا۔
گئے ہیں؟"
"ماریا! یہ زمین تمہاری زمین کی طرح ٹھوس
ہے نیچے آ جاؤ۔"
ماریا نے راکٹ کے دروازے میں سے چھلانگ لگا
دی اور آہستہ آہستہ زمین کے ساتھ آ کر لگ گئی۔ اس
نے زمین پر پاؤں کو دبایا اور بولی۔
"ہاں تھیوسانگ! یہ تو بالکل ہماری زمین کی طرح
ہے"
تھیوسانگ نے بھورے بدرنگ ٹیلوں کی طرف نگاہ ڈال

"ماریا! باہر کے کراہنے کی جو آوازیں ہمیں یہاں
بڑ بھی ہے [illegible] سنائی دی تھیں وہ کہاں غائب ہو گئیں۔"
ماریا نے [illegible] تکا، پاس ہی کھڑی تھی اور تھیوسانگ
گئی۔
[illegible] نہیں۔ ماریا بھی سوچنے لگی
"تھیوسانگ بھائی - یہ تو ایسی [illegible] ہیڈ فون لگا کر سُنی تھیں
اور بال جل رہے ہوں۔"
[illegible] تھا۔
تھیوسانگ بولا۔
[illegible] ب ثاقب کے
اس سیارے پر گوشت اور بال
[illegible] انسانی آوازیں
آئیں گے بہرحال یہ اس نسواری
ہیں۔ تو کیا خیال ہے نیچے اُترا [illegible]
ماریا سانس بھر کر کہنے [illegible] ی کہا کہ ہو سکتا ہے خلائی
"اُترنا ہی پڑے [illegible] گا خلائی ذہن اسے صاف صاف
بتا رہا تھا کہ یہ خلائی آوازیں نہیں بلکہ انسانوں کے کراہنے
بلبلانے اور رونے کی آوازیں تھیں۔ ماریا بولی۔
"میرا خیال ہے ہمیں اس سیارے پر
گھوم پھر کر دیکھنا چاہیئے کہ یہاں
کوئی مخلوق بھی آباد ہے کہ نہیں —— ہو
سکتا ہے کسی جگہ سے ہمیں عنبر ناگ کیٹی
کا کوئی سراغ مل جائے۔"
تھیوسانگ اور ماریا ایک ٹیلے کی طرف چلنے لگے۔

ماریا دوزخ میں

ٹیلے کی دوسری طرف ایک عجیب ڈراؤنا منظر تھا۔
بڑے بڑے سیاہ پتھروں کے پھولے ہوئے ستون
ٹیڑھے میڑھے کھڑے تھے۔ ان کے اوپر انسانی کھوپڑیاں لٹکی
ہوئی تھیں پچھلے سروں کے بیچ سے نسواری رنگ کا دھواں
اُٹھ رہا تھا۔
"میرے خداوند! یہ ہم کہاں آ گئے ہیں؟"
ماریا کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ تھیوسانگ بھی ان
کے اوپر لٹکتی انسانی کھوپڑیوں کو حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔
ماریا آگے نہیں جا رہی تھی لیکن تھیوسانگ نے کہا۔
"اگر ہم اسی طرح گھبرا گئے تو عنبر ناگ کیٹی کا کیسے
کھوج لگائیں گے۔ آؤ میرے ساتھ۔ دیکھتے ہیں
یہ کھوپڑیوں کا معمہ کیا ہے۔"
وہ پتھروں کے درمیان سے گزرتے کھوپڑیوں والے
ستونوں کے قریب آ گئے۔ یہ پھولے ہوئے بدصورت ستون

درختوں کے تنوں کی طرح دُور تک پھیلتے چلے گئے تھے۔ وہ
اِن پتھروں کے ستونوں کے جنگل میں سے گزرنے لگے۔ جب
وہ اِس جگہ پہنچے جہاں پتھروں کے یہ ستون ختم ہو گئے
تھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بہت بڑا غار منہ پھاڑے کھڑا
ہے۔ غار کے اوپر بھی انسانی کھوپڑیوں کا ایک ہار لٹک رہا تھا۔
ماریا نے کان لگا کر سُنا تو اسے غار کے اندر سے انسانوں
کے کراہنے اور دبی دبی سسکیاں لینے کی دھیمی آوازیں آتی
سنائی دیں۔

"تھیوسانگ تم اِن انسانی آوازوں کو سن رہے
ہو؟"

اس نے تھیوسانگ سے پوچھا۔ تھیوسانگ نے کہا۔

"ہاں۔ میں سن رہا ہوں۔ اندر ضرور ہماری طرح
کے انسان رہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ کسی مشکل
میں پھنسے ہوں۔ ہمیں اِن کی مدد کرنی چاہیئے"

تھیوسانگ غار کی طرف قدم بڑھانے ہی لگا تھا کہ اچانک
انہیں ایک طرف سے ہنٹر مارنے کی آوازیں آئیں۔ تھیوسانگ
نے گھبرا کر کہا۔

"ماریا! معلوم ہوتا ہے کچھ لوگ اِدھر سے غار
کی طرف چلے آ رہے ہیں۔ اس ستون کے پیچھے

ہو جاؤ"

وہ دونوں ستون کی اوٹ میں ہو گئے۔

جس طرف سے ہنٹروں کی آوازیں آئیں تھیں اِدھر نسواری
رنگ کی گیس کی لہریں پیچھے پیچھے ہٹنے لگیں۔ پھر اِس گیس کی
دھند میں سے انسانوں کی ایک قطار نمودار ہوئی۔ اِن کے سر
جھکے تھے۔ جسموں سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ زنجیروں میں جکڑے
ہوئے تھے۔ سیاہ سینگوں والے ڈراؤنے اونچے لمبے
آدمی انہیں کوڑے مار رہے تھے۔ یہ انسان کوڑے
لگتے ہی کراہتے سر دائیں بائیں مارتے اور پھر سر جھکائے
چلنے لگتے۔ یہ انسانی قطار غار کے اندر داخل ہو گئی جہاں
سے پہلے ہی انسانوں کے کراہنے کی دھیمی دھیمی آوازیں
آ رہی تھیں۔ ماریا تو کانپ گئی۔

"خداوند! یہ کون بدنصیب لوگ ہیں؟"

تھیوسانگ بھی تعجب میں تھا۔ اِس قسم کا منظر اس
نے پہلے کسی سیارے پر نہیں دیکھا تھا۔ اس نے ماریا سے
کہا۔

"ماریا! اس غار کے اندر چل کر دیکھنا چاہیئے کہ
یہ ماجرا کیا ہے؟ یہ کون لوگ ہیں اور کس عذاب
میں گرفتار ہیں۔ ہو سکتا ہے ہم ان کی کوئی مدد

کر سکیں"

ماریا نے کہا۔

"مگر تم دکھائی دے رہے ہو۔ تمہیں کوئی نقصان نہ
پہنچ جائے"

تھیوسانگ کچھ سوچ کر بولا۔

"میں چھوٹا ہو جاتا ہوں۔ تم مجھے اپنی ہتھیلی پر
اٹھا لینا۔ اس طرح تمہارے ساتھ میں بھی غائب
ہو جاؤں گا"

"یہ ٹھیک ہے" ماریا نے جلدی سے کہا۔

تھیوسانگ چٹکی بجا کر چھوٹے سائز کا ہونے ہی لگا تھا
کہ اُسے آواز آئی۔

"تھیوسانگ! تمہیں چھوٹا بن کر ماریا کی ہتھیلی پر
بیٹھنے کی کوئی ضرورت نہیں"

تھیوسانگ اور ماریا نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا
کہ یہ آواز کہاں سے آئی تھی۔ وہی پُرسکون دھیمی آواز
پھر بلند ہوئی۔

"ماریا اور تھیوسانگ! تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔
مگر میں تم دونوں کو دیکھ رہا ہوں"

ماریا ایک مذہبی عیسائی لڑکی تھی۔ اس نے بڑے ادب

سے پوچھا

"اے مقدس انسان! تم کون ہو اور یہ کون سی
جگہ ہے؟"

آواز نے کہا۔

"یہ باتیں مت پوچھو۔ میں تمہیں صرف اتنا ہی بتا
سکتا ہوں کہ یہ مقام دوزخ کا ہے اور یہاں
انسانوں کو اِن کے گناہوں اور بُرے اعمال کی
سزا دی جاتی ہے۔ میرے ساتھ غار میں آؤ"

ماریا نے سینے پر صلیب کا نشان بنایا۔ تھیوسانگ خاموش
کھڑا تھا۔ کیونکہ وہ ایک خلائی انسان تھا اور اس نے کبھی دوزخ
کا نام نہیں سنا تھا۔ ماریا نے کہا۔

"مقدس روح! کیا ہم اِس دوزخ میں داخل ہو
کر واپس آ سکیں گے؟"

"میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم فکر مت کرو۔ آؤ
میرے ساتھ غار کی طرف"

ماریا بولی۔

"آپ مجھے دیکھ رہے ہیں نا؟"

"میں تمہیں صاف صاف دیکھ رہا ہوں۔ میں تمہارے
آگے آگے چلتا ہوں۔ تھیوسانگ! تم حیران کیوں

ہوتے ہو ۔ اگر تمہیں اپنے سیارے پر کسی نے دوزخ
کے بارے میں نہیں بتایا تو اس کا مطلب یہ مت
سمجھنا کہ دوزخ کہیں نہیں ہے ۔ آؤ میرے ساتھ
چل کر دوزخ کا نظارہ کرو اور دیکھو کہ دنیا میں
انسان جو بُرے کام کرتا ہے اس کو اس کی سزا
کس طرح سے ملتی ہے "۔

تھیوسانگ اور ماریا غار کی طرف بڑھے ۔
غار کے اندر پہلے تو گھُپ اندھیرا آگیا ۔ مقدس دور
کی آواز آئی ۔

" اندھیرے سے مت گھبرانا ۔ ابھی دوزخ کی آگ
کے شعلے روشنی کر دیں گے "۔

انسانوں کے کراہنے کی بڑی دھیمی دھیمی آوازیں آ
رہی تھیں ۔ غار کے اندھیرے میں کچھ دُور چلنے کے بعد
سُرخ روشنی ایسی تھی جیسے کہیں آگ لگی ہو اور اس آگ
کے شعلوں کی چمک کسی دیوار پر پڑ رہی ہو ۔ شعلے کہیں
نظر نہیں آرہے تھے ۔ مگر اِن کی روشنی غار میں پھیلی ہوئی
تھی ۔

تھیوسانگ اور ماریا غار کے ایک کشادہ دالان میں
آگئے جہاں دیوار میں کھوہ بنے ہوئے تھے ۔ انسانوں کے

کراہنے کی آوازیں اِس کھوہ کے اندر سے آرہی تھیں ۔ یہ
کھوہ چھوٹے چھوٹے غار تھے ۔ اِن غاروں میں بھی آگ کے سرخ
شعلوں کی روشنی ہو رہی تھی ۔ مقدس آواز آئی ۔
" اِس پہلے کھوہ کے پاس آؤ "۔

تھیوسانگ اور ماریا خاموشی سے پہلے کھوہ یعنی چھوٹے
غار کے سامنے آکر کھڑے ہوگئے ۔ انھوں نے دیکھا کہ اندر
ایک انسان پتھروں پر بیٹھا ہے ۔ دو آدمی ہنٹر لیے اس
کی دونوں جانب کھڑے ہیں ۔ اس انسان کی آنکھیں نیند
میں ڈوبی ہوئی ہیں ۔ وہ جب ذرا اونگھتا ہے تو اس کے
فرشتے ہنٹر مارتے ہیں ۔ انسان ہلکی سی کراہ کے ساتھ جاگ
پڑتا ہے ۔ اس کے بعد پھر نیند کی وجہ سے آنکھیں بند کر
کے اونگھتا ہے ۔ پھر ہنٹر اس کی گردن پر پڑتا ہے اور
وہ بلبلا کر آنکھیں کھول دیتا ہے ۔

مقدس آواز نے کہا ۔

" یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا ۔ یہ ابھی
اپنے کیے کی سزا بھگت رہا ہے ۔ جب سزا پوری
ہو جائے گی تو پھر قیامت کے روز حشر کے میدان
میں فیصلہ ہوگا کہ اِسے جنت میں کون سی جگہ
دی جائے "۔

ماریا نے پوچھا۔

"اس شخص نے کیا گناہ کیا تھا دنیا میں؟"

مقدس روح کی آواز آئی۔

"اس انسان نے موٹر سائیکل سے سائیلنسر
اتارا ہوا تھا اور وہ رات کے وقت شہر کے
گلی کوچوں میں چنگھاڑتا، قیامت کا شور مچاتا دندناتا
پھرتا تھا اور لوگوں کی نیند حرام کرتا تھا۔ طالبعلموں
کی پڑھائی میں خلل ڈالتا تھا۔ مریضوں کو پریشان
کرتا تھا۔ انہیں سونے نہیں دیتا تھا۔ جب محلے کے
شریف لوگ اسے منع کرتے تھے تو یہ ان کا مذاق
اُڑاتا زور زور سے موٹر سائیکل پھٹ پھٹاتا آگے
گزر جاتا تھا اور دوسری گلی کے لوگوں کی نیند حرام
کرنے لگتا تھا۔"

ماریا اور تھیو سانگ حیرت سے اس انسان کو دیکھنے لگے۔

مقدس آواز نے کہا۔

"اب قیامت تک یہ خود نیند کو ترستا رہے گا
چلو دوسرے غار کو دیکھتے ہیں۔"

دوسرے غار میں انہوں نے ایک انسان کو دیکھا کہ پتھر
پر بیٹھا ہے اور گلے پہ ہاتھ پھیر کر روتے ہوئے پکارتا ہے۔

"پانی — پیاس سے مر رہا ہوں۔ پانی پلا دو ایک
گھونٹ۔ پیاس سے جان نکل رہی ہے۔"

سامنے سے ایک آدمی پانی سے بھرا ہوا چاندی کا جگ
لے کر آتا ہے پیاسا انسان بے چینی سے ہاتھوں کو چلّو بنا کر
اپنے ہونٹوں سے لگا لیتا ہے۔ آدمی جگ میں سے پانی اس
کے چلّو میں ڈالتا ہے جو اس بدقسمت انسان کے چلّو میں پڑتے
ہی آگ کا شعلہ بن جاتا ہے۔ بدقسمت انسان چیخ مار کر
پیچھے گرتا ہے۔ پانی کے جگ والا آدمی چلا جاتا ہے۔
تھوڑی دیر بعد پیاسا انسان پھر چلاتا ہے کہ مجھے پیاس
لگی ہے۔ مجھے پانی پلا دو۔ پھر وہی آدمی پانی کا جگ
لیے داخل ہوتا ہے۔ پیاسا انسان ہاتھوں کا چلّو بناتا ہے۔
پانی والا آدمی جگ میں سے پانی ڈالتا ہے جو پیاسے انسان
کے چلّو میں پڑتے ہی آگ کا شعلہ بن جاتا ہے اور بدقسمت
انسان چیخ مار کر پیچھے گر پڑتا ہے۔

ماریا نے کپکپاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اس نے کیا گناہ کیا تھا مقدس روح؟"

مقدس روح کی آواز آئی۔

"اس انسان کا شہر میں برف کا کارخانہ تھا۔ گرمیوں
کا موسم آتا تو یہ صاف پانی کی بجائے گندے پانی

کی برف کے بلاک بنا کر بلیک میں بیچتا تھا۔ اس
کی گندی برف میں مردہ چوہے اور چھپکلیاں نکلتی
تھیں اور کئی لوگ اِس کی برف کا پانی پی کر مَر
جاتے تھے۔ اس کی سزا یہ ہے کہ یہ خود پیاسا ہے
اور اِسے پینے کے لیے جو پانی ملتا ہے وہ اس کے
چلو میں گرتے ہی آگ بن جاتا ہے۔ آؤ اگلے غار میں
چلتے ہیں“

تیسرے غار میں ایک انسان رسیوں میں جکڑا ستون سے
بندھا تھا۔ دو آدمیوں نے اس کا منہ کھول رکھا تھا۔ ایک آدمی
اس کے منہ میں چھوٹے پتھر، ریت اور شیشے کی کرچیاں
ڈال رہا تھا۔

مقدس روح نے کہا۔

”یہ وہ آدمی ہے جو دنیا میں رہ کر ملاوٹ کرتا
تھا۔ آٹے میں مٹی ڈالتا تھا۔ چائے میں لکڑی کا
برادہ ملاتا تھا۔ دال میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں ڈال
دیتا تھا تاکہ وزن زیادہ ہو جائے“

چوتھے غار میں ماریا اور تھیو سانگ نے ایک عورت
کو دیکھا جو اپنی زبان باہر نکالے خود ہی اس میں لمبی سوئی
چبھوتی اور خود ہی درد سے بلبلا اُٹھتی تھی۔ مقدس روح نے

کہا۔

”یہ عورت دنیا میں بدزبان عورت تھی۔ بڑوں
کے ساتھ گستاخی سے بولتی تھی۔ محلے والوں سے
ہر وقت لڑتی جھگڑتی رہتی تھی اور گالیاں بکتی تھی۔
اس کو یہ سزا ملی ہے کہ یہ اپنی زبان کو خود ہی
چھیدتی رہتی ہے“

پانچویں غار میں ایک آدمی زنجیروں میں جکڑا زمین پر پڑا
تھا۔ ایک کالا سانپ اس کی کلائی سے لپٹا تھا۔ یہ سانپ تھوڑی
تھوڑی دیر بعد اِس بدقسمت انسان کے ہاتھوں پر ڈس دیتا تھا۔
بدقسمت انسان کی
چیخ نکل جاتی۔ تھوڑی دیر بعد سانپ پھر اس کے ہاتھ پر ڈس
دیتا۔

ماریا نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”اس نے کیا گناہ کیا تھا مقدس روح تھا؟“

مقدس روح نے کہا۔

”یہ ایک چور تھا جو دوسروں کی چیزیں چوری
کرتا تھا۔ رات کے اندھیرے میں گھروں میں داخل
ہوتا اور لوگوں کی حلال کی کمائی چوری کر کے بھاگ
جاتا۔ بسوں میں ریلوے سٹیشنوں پر لوگوں کی جیبوں

سے بٹوے نکال لیتا تھا۔ اس کو یہ سزا ملی ہے
کہ قیامت تک سانپ اِس کے اِس ہاتھ کو ڈستا
رہے گا جس سے یہ چوری کیا کرتا تھا۔"

چھٹے غار میں انہوں نے ایک ایسے روتے ہوئے ا
کو دیکھا کہ جس کی زبان پر ایک سیاہ بچھو بیٹھا اِ
بار بار ڈنک مار رہا تھا۔ مقدس آواز نے بتایا کہ یہ شخ
جھوٹ بولتا تھا۔ یہ اِس کو اس کے جھوٹ بولنے کی سزا
رہی ہے۔ ساتویں غار میں ایک آدمی گردن جھکائے دو
بیٹھا تھا۔ ایک جلاد اس کے پاس تلوار لیے کھڑا تھا۔ وہ ا
کی گردن قلم کرتا! گردن زمین پر گرتی اور پھر اُچھل کر اِ
آدمی کے دھڑ سے آکر چپک جاتی۔ جلاد پھر وار کرتا۔ گر
دوبارہ کٹ جاتی۔ سر نیچے گرتا اور ایک بار پھر اُچھل کر گر
کے ساتھ آکر لگ جاتا۔

تھیوسانگ نے پوچھا۔

"اِس شخص نے کیا گناہ کیا تھا؟"

مقدس آواز بلند ہوئی۔

"زندگی اللہ کی امانت ہے۔ یہ شخص قاتل تھا۔ یہ روپے
لے کر لوگوں کو قتل کر دیا کرتا تھا۔ اب دوزخ
میں اس کی اپنی گردن بار بار کاٹی جا رہی ہے یہی

اس کی سزا ہے۔"

آٹھویں غار میں تھیوسانگ اور ماریا نے دیکھا کہ ایک
بہت بڑا پنجرہ رکھا ہے۔ اس پنجرے میں ایک نوجوان جس
کے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں چیختا چلاتا روتا ہوا دوڑتا پھر
رہا ہے۔ اس کے پیچھے ایک خونخوار نوکیلے دانتوں والا بھیڑیا
لگا ہوا ہے۔ نوجوان دوڑتے دوڑتے تھک کر گرتا
ہے تو بھیڑیا اس پر چھلانگ لگا کر اس کو جھنجھوڑنا شروع
کر دیتا ہے۔ لڑکے کی چیخیں بلند ہوتی ہیں اور وہ
اُٹھ کر پنجرے میں چکر لگانے لگتا ہے۔ بھیڑیا بھی اس
کے پیچھے دوڑ پڑتا ہے۔ لڑکا تھک کر گرتا ہے، بھیڑیا
چھلانگ لگا کر اِسے پنجے مارنے لگتا ہے۔

مقدس روح نے کہا۔

"یہ وہ لڑکا ہے جو لڑکیوں کے اسکول کالج
اور بسوں میں لڑکیوں کو تنگ کیا کرتا تھا۔ ان
کے گھروں میں فون کر کے اِنہیں بدنام کرنے
کی ذلیل حرکت کرتا تھا۔ یہاں اِس کو یہ سزا
ملی ہے کہ روزِ حساب تک یہ خونخوار بھیڑیا اس
کو دبوچتا اور جھنجھوڑتا رہے گا۔"

اس کے بعد جو غار آیا اس میں ایک آدمی آگ

میں بیٹھا تھا۔ اِس کے ہاتھ میں چمٹا تھا۔ اِس چمٹے کی مدد سے وہ چاندی کا ایک سکّہ آگ میں تپا کر سُرخ کرتا پھر خود ہی اِسے آگ سے نکال کر اپنے جسم کے ساتھ لگا دیتا اور خود ہی درد سے تڑپنے لگتا۔ جب ذرا درد کم ہوتا تو یہ آدمی پھر اِس سکّے کو آگ میں تپا کر سُرخ کرتا اور اپنے جسم سے چپکا کر چیخیں مارنے لگتا۔

تھیوسانگ نے حیران سا ہو کر پوچھا۔

"مقدّس روح! اِس آدمی نے کیا گناہ کیا تھا کہ جس کی اِسے سزا مِل رہی ہے؟"

مقدّس روح کی آواز آئی۔

"یہ آدمی دنیا میں رہ کر بے حد کنجوس تھا۔ دولت سے محبت کرتا تھا۔ دولت جوڑ جوڑ کر بینک میں رکھوا تا تھا۔ اور اِس کا سُود کھاتا تھا کسی ضرورت مند کو کچھ نہیں دیتا تھا۔ کسی سے قرض لیتا تھا تو واپس نہیں کرتا تھا۔ اس کو جو سزا مِل رہی ہے تم دیکھ رہے ہو۔ آؤ اگلے غار کو دیکھتے ہیں۔"

اگلے غار میں انہوں نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا جس کے ہونٹوں پر تالا لگا تھا۔ اس تالے پر ایک چھوٹا

سا سانپ بیٹھا تھا جو بار بار اس بدنصیب انسان کے ہونٹوں پر ڈس رہا تھا۔

ماریا نے منہ دوسری طرف کر لیا۔ مقدّس آواز نے کہا۔

"یہ وہ آدمی ہے جو دوسروں کی بُرائیاں کرتا رہتا تھا۔ کبھی کسی کو اچھے لفظوں میں یاد نہیں کرتا تھا۔ ہر ایک میں کیڑے نکالتا رہتا تھا۔"

ماریا نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"مقدّس روح! مجھ میں آگے جانے کی ہمّت نہیں رہی۔"

مقدّس روح نے کہا۔

"ابھی تو تم لوگوں نے دوزخ کا پہلا حصّہ دیکھا ہے اس کے نیچے دوزخ کا دوسرا حصّہ ہے۔ پھر تیسرا اور پھر سب سے نچلا حصّہ ہے۔"

ماریا اور تھیوسانگ نے کہا کہ ہم مزید دوزخ کو نہیں دیکھ سکتے۔ ہمیں یہاں سے واپس لے چلو۔ مقدّس روح نے کہا۔

"میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ میں تمہیں دوزخ کے غار سے باہر لیے چلتا ہوں۔"

غار سے باہر آکر ماریا اور تھیوسانگ نے سُکھ کا
سانس لیا۔ تھیوسانگ نے مقدس روح سے سوال کیا۔
"کیا یہاں کوئی ایسی جگہ بھی ہے جہاں نیک
لوگوں کو ان کے نیک کاموں کا انعام ملتا ہو؟"
مقدس روح کی آواز آئی۔
"ہاں۔ چلو تمہیں وہ جگہ بھی دکھاتا ہوں۔ اس جگہ
کو جنت کہتے ہیں۔ یہ اِس کالے پہاڑ کی دوسری
جانب ہے۔ میرے پیچھے کالے پہاڑ کی دوسری
طرف آؤ۔"

ماریا کو بھی جنت دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ دونوں
کالے پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے۔ پہاڑ کی دوسری جانب
پہنچ کر دیکھا کہ ہرے بھرے پھل دار درختوں میں گھرا
ہوا ایک شاندار حسین باغ لہلہا رہا ہے۔ مقدس آواز
نے کہا۔

"میرے ساتھ جنت کے دروازے پر آؤ۔"
جنت کا دروازہ سونے کے پھولوں سے سجا
ہوا تھا۔ تھیوسانگ اور ماریا اندر داخل ہوئے تو ہوا
کا ایک ایسا جھونکا آیا جس میں پھولوں کی ایسی گہری
اور روح کو تازہ کر دینے والی خوشبو تھی جو ماریا اور تھیوسانگ

نے پہلے کبھی نہیں سونگھی تھی۔ مقدس روح نے کہا۔
"یہ جنت ہے۔ یہاں تم اللہ کے نیک بندوں کو ہمیشہ
قائم رہنے والی خوشیوں کے مزے لوٹتے دیکھو گے۔
جس کے بارے میں تم پوچھنا چاہو۔ مجھ سے پوچھ
لینا۔"

جنت کا باغ جہاں تک نظر جاتی تھی پھیلا ہوا تھا۔ چاندی
کے پانی کے فوارے جگہ جگہ چل رہے تھے۔ ان کا پانی اوپر
جاکر سونے کے حوض میں گرتا تو موتی بن جاتا تھا۔ زمرد کی
روشوں پر خوبصورت اور چمکتے چہروں والے اللہ کے نیک
بندے سیر کرتے پھر رہے تھے۔ سبزہ ایسا تھا کہ نظر نہیں
ٹھہرتی تھی۔ جگہ جگہ شفاف نہریں بہہ رہی تھیں۔ حوریں سونے
کے تاروں سے بنی ہوئی ٹوکریوں میں رنگ برنگے خوشبودار
پھولوں کے ہار لیے گھوم رہی تھیں اور جنت میں رہنے والوں
کے گلے میں ڈال رہی تھیں۔

درخت پھولوں سے لدے ہوئے تھے۔ شاخوں پہ رنگین
پرندے چہچہا رہے تھے۔ پھولوں کی طرح کی تتلیاں پھڑپھڑاتی
پھر رہی تھیں۔
ماریا نے سینے پر ہاتھ باندھ کر کہا۔
"خداوند! تیرا جنت کا وعدہ سچا ہے۔ یہی وہ

جنّت ہے جہاں تُو نے اپنے نیک بندوں کو داخل
کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔"

تھیوسانگ بھی حیران تھا اس نے کہا۔

"ماریا! میں نے اتنی خوب صورت اور حسین جگہ
کائنات کے کسی سیارے میں نہیں دیکھی۔"

انہوں نے پھولوں کے ایک گوشے میں ایک خوب صورت
آدمی کو زرق برق لباس پہنے تخت پر بیٹھے دیکھا حوریں
اس کے بالوں میں موتیاں پرو رہی تھیں۔ ماریا نے پوچھا۔

"اے مقدّس روح! یہ آدمی دنیا میں کیا کرتا
تھا؟"

مقدّس روح کی آواز آئی۔

"یہ آدمی بڑا حیادار تھا۔ گلی میں سے نظریں
نیچی کر کے گزرتا تھا۔ کوئی بزرگ پیچھے سے چلا
آرہا ہوتا تو خود الگ ہو کر کھڑا ہو جاتا اور اس
بزرگ کے لیے راستہ چھوڑ دیتا تاکہ وہ پہلے گزر
جائے۔"

دوسرے تختے میں ایک نوجوان نظر آیا کہ جس کی ساری
پوشاک پھولوں کی تھی۔ پھولوں کے بستر پر لیٹا تھا۔ سونے
کی تپائی پر خوشبودار جنت کے ٹھنڈے پھل پڑے تھے جنہیں
وہ مزے لے کر کھا رہا تھا۔ حوریں اُسے پھولوں کے پنکھے
جھل رہی تھیں۔ تھیوسانگ نے اس نوجوان کے بارے میں
پوچھا تو مقدّس آواز نے جواب میں کہا۔

"یہ نوجوان جب دنیا میں رہتا تھا۔ تو باغ میں
سیر کرنے جاتا اور کبھی کوئی پھول نہیں توڑتا تھا۔
کوئی پودا کسی بچّے نے توڑ دیا ہوتا تو اُسے سیدھا
کر دیتا تھا۔ اللہ کو اس کی یہ نیکی بہت پسند
آئی اور اسے جنت میں یہ خوب صورت مقام
عطا کیا گیا۔"

تیسرے تختے میں ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ سر پر
ہیرے جواہرات کا چمکیلا تاج پہنے زمرّد کے بنے ہوئے
تخت پر بیٹھا تھا۔ رنگین پرندے درختوں سے پھولوں کے
ہار چونچ میں پکڑ کر لاتے ہیں اور اِس نوجوان کے گلے میں
ڈال دیتے ہیں۔ یہ نوجوان ہوا میں ہاتھ اُٹھاتا ہے تو اس
کے ہاتھ میں سُرخ سیب آجاتا ہے۔ جسے وہ مزے لے
کر کھاتا ہے۔ دوسرا ہاتھ فضا میں بلند کرتا ہے تو سُرخ
میٹھا کھلا ہوا انار اِس کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔ پرندے
اُڑتے ہوئے آتے ہیں اور اپنی ننھی ننھی چونچوں سے
موتیوں ایسے سرخ انار کے میٹھے دانے چُن چُن کر اس

نوجوان کے منہ میں ڈالے جاتے ہیں۔

مقدس آواز نے کہا۔

"یہ نوجوان کبھی جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ ہمیشہ سچ بولتا تھا۔ اللہ میاں نے اس کے سچ بولنے کی جزاء میں اس کو جنت کا یہ ٹکڑا بخش دیا ہے۔"

چوتھے تختے میں فرش پر ریشمی قالین بچھا تھا جس پر سرخ گلاب کی پتیاں اور گوٹے کی نازک تاریں بکھری ہوئی تھیں۔ قالین کے درمیان میں سبز ریشم کی ایک زرکار چادر بچھی تھی جس پر ایک نوجوان چنبیلی اور سفید گلاب کے تکیے پہ سر رکھے گہری نیند سو رہا تھا۔ دو حسین نازک گردنوں اور سفید تاج والے مور ناچتے ہوئے اس نوجوان کو اپنے نیلے پروں سے ہوا دے رہے تھے۔ دو حوریں سوئے ہوئے نوجوان کے پاؤں دبا رہی تھیں۔

ماریا یہ منظر دیکھ کر بڑی متاثر ہوئی۔ اس نے مقدس روح سے پوچھا کہ اس نوجوان نے دنیا میں کیا نیکی کی تھی کہ جس کے صلے میں اسے یہ مقام ملا ہے۔ مقدس روح نے کہا۔

"یہ نوجوان جب اسکول کالج میں پڑھتا تھا تو اس کی عادت بن گئی تھی کہ رات کو جب اس کی والدہ صاحبہ

سو جاتیں تو یہ ان کے پاؤں دبایا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی والدہ کی خدمت کے عوض اس کو جنت بخش دی۔"

جنت کے پانچویں تختے میں ماریا اور تھیوسانگ نے ایک ایسا چھوٹا سا حسین مکان بنا ہوا دیکھا جس کی دیواروں میں لعل جڑے تھے۔ دروازے ہیرے جواہرات سے بنائے گئے تھے۔ باغ میں پھول کھلے تھے۔ موتیوں کے فوارے چل رہے تھے۔ ایک حسین اور نورانی صورت والا بزرگ اپنے حسین بال بچوں اور نیک بیوی کے ساتھ باغ میں ریشمی قالین پر بیٹھا تھا۔ دسترخوان بچھا تھا۔ حوریں اور غلمان ان کے آگے قسم قسم کے خوشبودار کھانے چُن رہے تھے۔

مقدس آواز نے کہا۔

"اس شخص نے اپنے بچوں کو رزق حلال کھلا کر پالا ہے۔ یہ دنیا میں ایک بڑا سرکاری افسر تھا۔ اس کے پاس لوگ لاکھوں روپے کی رشوت لے کر آتے تھے مگر یہ کبھی رشوت نہیں لیتا تھا۔ تھوڑی سی تنخواہ پر ہی اپنے بچوں کو حلال روٹی کھلا کر گزارہ کرتا تھا۔ پانچ وقت اپنے بچوں کے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔ اللہ میاں نے اس کے نیک

اعمال کے صلے میں اِسے جنّت میں لعل و گوہر
کا یہ مکان عطا کر دیا ہے جہاں یہ ابد تک
اپنے بیوی بچّوں کے ساتھ خوش و خرّم زندگی بسر
کرے گا۔"

اِس کے آگے شہیدوں کے تختے تھے جنہوں نے اللہ
رسولؐ اور وطنِ پاک کی راہ میں اپنی جانیں قربان کر دیں
وہ زندہ انسانوں کی طرح جنت کے حسین ترین محلات میں
رہ رہے تھے جہاں انہیں جنّت کی ہر نعمت میسّر تھی اور
جہاں ہر وقت چاندنی سے بھی زیادہ حسین نورانی روشنی
پھیلی رہتی تھی۔ ماریا نے اِن نیک دل عیسائی بزرگوں، پادریوں
اور خلقِ خدا کی خدمت کرنے والے لوگوں کے بھی تختے دیکھے
جہاں پھولوں اور جواہرات سے سجے ہوئے محل تھے اور ہر
طرف روشنی اور خوشبو ہی خوشبو تھی جن کی دلکش نورانی
روشوں پر یہ بزرگ چہل قدمی کر رہے تھے۔

ماریا خدا کے حضور سجدے میں گر گئی اور گڑگڑا کر
دعا کی کہ اے خدا! مجھے بھی نیکی کی توفیق عطا فرما کہ میں بھی
تیری جنت میں جگہ پاؤں۔ مجھے گناہوں سے بچائے رکھنا۔
مجھے دوزخ کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھنا۔ تھیوسانگ
بھی اِس جنت دوزخ کے مناظر سے بڑا متاثر ہوا تھا۔ مقدّس

روح کی آواز نے کہا۔
"یہاں دنیا کے زندہ لوگوں کو آنے کی اجازت
نہیں ہے لیکن تم چونکہ دنیا میں رہ کر مصیبت زدہ
لوگوں کی مدد کرتے رہے ہو، اس لیے جب میں
نے تمہارے خلائی راکٹ کو خلاء میں گزرتے دیکھا
تو خاص اجازت لے کر تمہارے راکٹ کا رُخ اس
سیّارے کی طرف موڑ دیا۔"

تھیوسانگ نے سوال کیا۔
"تو کیا یہ وہ سیارہ نہیں ہے جس کی طرف زرد
خلائی شیطانوں نے اس کا رُخ فکس کر رکھا تھا؟"
"نہیں" مقدّس روح نے کہا۔ "اگر تم اس زرد خلائی
شیطانوں کے سیّارے پر پہنچ جاتے تو وہاں سے
کبھی واپس اپنی زمین پر یا کسی دوسرے سیارے
پر نہیں جا سکتے تھے۔"

ماریا نے مقدس روح کا شکریہ ادا کرتے ہوئے
کہا۔
"اے مقدّس روح! آپ مہربانی کر کے ہمیں
یہ بھی بتا دیجئے کہ ہم عنبر ناگ اور کیٹی سے
کہاں مل سکتے ہیں۔ آپ کو تو ہمارے بارے میں

سب کچھ معلوم ہو گا۔"

مقدس روح نے جواب دیا۔

"میں تم لوگوں کے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں۔ عنبر ناگ کیٹی اور اس کی ایک خلائی دوست شکالی یہاں سے دس ہزار نوری سال کے فاصلے پر سینا تھون پر پہنچنے ہی والے ہیں۔"

ماریا نے تعجب کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہ کیٹی کی نئی سہیلی شکالی کون ہے؟"

مقدس روح نے کہا۔

"شکالی سینا تھون سیارے کے حکمران کی بیٹی ہے اس کو خلائی مخلوق اغوا کر کے زمین پر لے گئی تھی۔ اب عنبر ناگ اور کیٹی ایک خلائی جہاز میں اس کے ساتھ اس کے سیارے سینا تھون کی طرف جا رہے ہیں۔ عنبر ناگ کیٹی نے شکالی کو خلائی مخلوق کے ظلم سے نجات دلائی تھی۔"

تھیوسانگ نے پوچھا۔

"مقدس روح! کیا آپ ہمیں سینا تھون سیارے کے بارے میں بتا سکتے ہیں کہ وہ خلائی نقشے پر کس زاویے پر ہے؟"

مقدس روح نے اپنی آواز میں تھیوسانگ کو خلائی راستے کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ ماریا نے کہا۔

"کیا ہم سیارہ سینا تھون پر عنبر ناگ کیٹی سے مل سکیں گے؟"

مقدس روح نے کہا۔

"یہ کائنات کا راز ہے جو مجھے کھولنے کی اجازت نہیں ہے۔ اب تم لوگ جا سکتے ہو۔ تمہیں خلائی سفر مبارک ہو۔"

"لیکن" ماریا بولی، "مقدس روح! ہمیں عنبر ناگ کیٹی کے بارے میں کچھ تو بتا دیجئے۔"

مگر اسے کوئی جواب نہ ملا۔ مقدس روح جا چکی تھی۔

تھیوسانگ نے ماریا سے کہا۔

"ماریا بہن! مقدس بزرگ کی روح جا چکی ہے۔ چلو اپنے خلائی راکٹ پر چلتے ہیں۔ ابھی ہمیں بڑا طول طویل سفر طے کرنا ہے۔"

وہ کالے پہاڑ کو عبور کر کے "نسوارنی" پہاڑیوں کی وادی میں آ گئے جہاں ان کا راکٹ اسی طرح کھڑا تھا۔ تھیوسانگ اور ماریا راکٹ میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے

بٹن دبا کر سیڑھی اندر کھینچی۔ دروازہ بند کیا۔ اپنے خلائی
اتار کر نچلی منزل میں خاص جگہ پر رکھے اور اوپر والی
میں آکر کاک پٹ کیبن میں بیٹھ گئے۔ بھوسانگ
مختلف بٹن دبا کر کمپیوٹر، راڈار اور ساری ضروری مشین
چلا دیں۔ پھر ایک بڑا سرخ بٹن دبایا۔ راکٹ کے نیچے
سے ایک زبردست دھماکے کے ساتھ شعلہ نکلا۔ راکٹ
دھچکا لگا اور وہ اوپر اُٹھنا شروع ہوگیا۔ تھوڑی دیر
ان کا راکٹ جنت دوزخ کے سیارے سے دُور —
بہت دُور تاریک خلا میں سیارہ سینا متھون کی طرف روشنی
رفتار سے بڑھ رہا تھا۔

آدم خور مخلوق

اب ذرا عنبر ناگ کیٹی اور شکالی کی طرف چلتے ہیں۔
ہم نے انہیں خلائی جہاز میں چھوڑا تھا جس میں عنبر
ناگ کیٹی اور شکالی سوار تھے۔ ان کے ساتھ فرعون مصر
کی ممی بھی ہے۔
ناگ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں بوڑھا ہو چکا ہے۔ وہ
سانپ کی شکل میں نہیں بلکہ انسانی شکل میں ہے۔ اس کے چہرے
پر جھریاں پڑ گئی ہیں۔ کمر جھک گئی ہے۔ اس میں جوانوں ایسی
طاقت نہیں رہی۔ عنبر اپنی پوری انسانی شکل میں ہے۔
کیٹی اس کے پاس خلائی جہاز کے کاک پٹ میں بیٹھی ہے۔
خلائی لڑکی شکالی بھی ان کے ساتھ ہی کیبن میں ہے۔ کیٹی
اور شکالی چونکہ دونوں خلائی لڑکیاں تھیں اس لیے وہ ہی
جہاز کو کنٹرول کر رہی تھیں۔
شکالی کو عنبر ناگ کیٹی نے دشمنوں سے نجات دی تھی
اور دنیا پر اب کوئی جگہ رہنے کے لائق نہیں رہی تھی اس

یلے شکالی انہیں ساتھ لے کر اپنے سیارے سینا تھون
کی طرف جا رہی تھی جہاں شکالی کے باپ اچھال کی حکمرانی
تھی۔ شکالی نے اپنے باپ کی خلائی حکومت کے بارے میں
عنبر اور ناگ کیٹی کو بس اتنا ہی بتایا تھا کہ وہاں لوگ امن
امان سے رہتے ہیں۔

ان کے خلائی جہاز کو خلا میں سفر کرتے ہوئے بہت وقت
گزر چکا تھا کہ خلاء میں دُور نیلے رنگ کا ایک سیارہ چمکتا
نظر آیا۔ شکالی کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔ اس نے خلائی
جہاز کی سکرین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ دیکھو کیٹی! یہ نیلا سیارہ سینا تھون ہے
یہ ہمارا سیارہ ہے۔ بس ہم یہاں پہنچنے ہی والے
ہیں"

عنبر نے سیارے کے نیلے رنگ کو دیکھ کر پوچھا۔

"اس کا رنگ نیلا کیوں ہے؟"

شکالی بولی۔

"اس لیے کہ ہمارے سیارے میں ایک بہت
بڑی نیلی جھیل ہے۔ یہ وہی جھیل سورج کی روشنی
میں چمک رہی ہے"

ناگ نے اپنا بوڑھا سر اُٹھایا اور دُور سینا تھون کے

نیلے سیارے کی طرف دیکھا اور بولا۔

"اس جھیل کا پانی کیسا ہے شکالی؟"

شکالی نے کہا۔

"میٹھا بالکل آپ کی زمین کے پانی کی طرح"

کیٹی اور شکالی نے جہاز کی رفتار کو کم کر دیا۔ کیونکہ سینا
تھون سیارے کا گولا اب قریب آگیا تھا اور خلائی جہاز اس
کے دائرہ کشش میں داخل ہونے والا تھا۔ کیٹی اور شکالی دونوں
بڑی ماہر خلا باز تھیں۔ انہوں نے جہاز کو سینا تھون کے دائرہ
کشش میں داخل ہوتے ہوئے بڑی مہارت سے سنبھالے
رکھا۔ اگرچہ جہاز کو بے حد دھچکے لگے اور وہ خلا میں دو
تین بار اوپر کو اُچھل اُچھل گیا۔ ناگ نے اپنا بوڑھا سر پکڑ
لیا اور کہا۔

"میرا تو انجر پنجر ڈھیلا ہو گیا ہے"

عنبر نے مذاق کے موڈ میں کہا۔

"ناگ بابا! تم بوڑھے بھی تو ہو گئے ہو"

ناگ کو بڑا غصہ آگیا۔ کہنے لگا۔

"اگر تم اچانک بوڑھے ہو گئے۔ تو تمہارا جسم تو
جھریوں کا ڈھیر بن جائے گا۔ میں تو پھر بھی چل پھر
سکتا ہوں۔ آخر تم پانچ ہزار سال کے ہو"

عنبر مسکرایا۔

"ناگ بھائی! تم تو ناراض ہو گئے۔ میں تو مذاق کر رہا تھا۔"

کونے میں رکھی فرعون مصر کی ممّی خاموش تھی۔ کیٹی اور شکالی کی ساری توجہ جہاز کو کنٹرول کرنے میں لگی تھی۔ سیارہ تو سیارہ ان کے خلائی جہاز کو بڑی تیزی سے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ کیٹی نے اس زبردست کشش کو نارمل کرنے کے لیے دو اُلٹے انجن چلا دیئے تھے۔ اب پوزیشن یہ تھی کہ ایک انجن معمولی رفتار سے خلائی جہاز کو آگے لے جا رہا تھا اور دو انجن پوری رفتار سے اُسے پیچھے کی طرف کھینچ رہے تھے جس کی وجہ سے جہاز دھیمی اور نپی تلی رفتار کے ساتھ سیارے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سیارے کی گولائی اب انہیں محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ بلکہ اس کے پہاڑوں اور جنگلوں سے بھری ہوئی زمین چپٹی لگنے لگی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ خلائی جہاز اب سیارے کی زمین کے بہت قریب آچکا تھا۔

شکالی نے سکرین پہ ایک طرف اشارہ کیا۔

"کیٹی ہم خلائی جہاز کو اس جگہ اتاریں گے جہاں ایک تکونا مینار نظر آتا ہے۔ یہ واچ ٹاور ہے۔ یہاں میرے باپ اچھال کے سپاہی پہرہ دیتے ہیں۔"

عنبر نے پوچھا۔

"کیا تمہارے سیارے پہ بھی کسی دشمن کے حملے کا خطرہ رہتا ہے؟"

شکالی بولی۔

"ہمارے جنگلوں کے جنگلوں میں ایک خلائی قبیلہ رہتا ہے۔ یہ لوگ بڑے وحشی اور خونخوار ہیں ان کی خوراک نوجوان لڑکیاں ہیں۔ یہ کبھی کبھی چوری ہمارے علاقوں میں گھس کر نوجوان لڑکیوں کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ اور پھر انہیں بھون کر کھا جاتے ہیں۔"

ناگ نے پوچھا۔

"کیا تمہارے والد اچھال ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرتے؟ آخر وہ اس سیارے کے حکمران ہیں ان کی فوج بھی ہو گی۔ خلائی سپاہی بھی ہوں گے۔ وہ اس خلائی قبیلے کو ختم کیوں نہیں کر دیتے؟"

کیٹی نے کہا۔

"میں بھی یہی پوچھنے والی تھی تم سے شکالی۔ یہ تو ظلم ہے کہ نوجوان لڑکیوں کے ساتھ

شکالی نے آہ بھر کر کہا۔

"بس میرے باپ میں یہی ایک کمزوری ہے کہ وہ بے حد رحم دل ہے اور اُس نے حکم دے رکھا ہے کہ اس ملک میں کسی جانور کو بھی ہلاک نہ کیا جائے۔ اس نے سپاہیوں کو حکم دے رکھا ہے کہ خلائی قبیلے کے آدم خوروں کو زندہ گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا جائے۔ مگر یہ لوگ قید سے بھاگ جانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔"

کیٹی کی آواز بلند ہوئی۔

"جہاز لینڈ کرنے والا ہے۔ اپنی اپنی جگہوں پر ہوشیار ہو کر بیٹھ جاؤ۔"

خلائی جہاز کا اگلا انجن اور پچھلے دونوں انجن بند کر دیئے گئے تھے۔ صرف ایک ہی انجن چل رہا تھا جو جہاز کو سیارے کی زمین کی کشش کے مقابلے میں پورے حساب سے اوپر کی طرف کھینچ رہا تھا۔ اس سے زمین کی کشش نارمل ہو گئی اور جہاز آہستہ آہستہ سیارہ سینا نقون کی زمین پر واچ ٹاور کے قریب بڑے سکون سے کے ساتھ اتر گیا۔

جہاز کے تمام انجن اور کمپیوٹر وغیرہ بند کر دیئے گئے۔

روشنیاں بجھا دی گئیں۔ عنبر ناگ اور کیٹی شیشے میں سے نیچے دیکھنے لگے۔

"شکالی۔ اس تمہارے سیارے کی فضا تو بالکل ہماری زمین کی طرح کی لگتی ہے۔ یہاں درخت بھی ہیں مگر اِن کے پتے نوکیلے ہیں۔"

شکالی نے کہا۔

"ناگ بھائی! ہمارا سیارہ اپنے سورج سے بالکل اتنے ہی فاصلے پر خلاء میں ہے جتنے فاصلے پر سورج سے آپ کی زمین واقع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں آپ کی زمین ایسی فضا پیدا ہو گئی ہے۔ سیارے کی گردش بھی اتنی ہی ہے جس کی وجہ سے یہاں دباؤ بھی آپ کی زمین کے برابر ہے۔"

عنبر نے کہا۔

"وہ تو تمہاری شکل دیکھ کر ہی ظاہر ہو گیا تھا۔ تمہاری شکل اور ہماری زمین کی عورتوں کی شکل میں کوئی فرق نہیں ہے۔"

ناگ بولا۔

"یہ تمہارے واچ ٹاور پر مجھے کوئی خلائی سپاہی نظر نہیں آ رہا۔"

شکالی نے خلائی جہاز کے دروازے والا بٹن دباتے ہوئے کہا۔

"سپاہی واچ ٹاور کے اندر ہوں گے"

بٹن دبانے سے جہاز کا بے حد مضبوط فولاد کا دروازہ اپنے آپ پیچھے ہٹ گیا۔ ناگ عنبر اور کیٹی نے بڑی احتیاط سے آہستہ آہستہ اوپر کو سانس لیا۔ ہوا میں آکسیجن کافی مقدار میں تھی۔ دباؤ بھی نارمل تھا۔ شکالی نے ہنس کر کہا۔

"میں نے کہا تھا نا کہ ہمارے سیارے کی فضا بالکل آپ کی زمین ایسی ہے۔ آؤ میرے ساتھ وہ خلائی جہاز کی سیڑھی سے نیچے اُتر گئے۔

سیارے کی زمین نرم اور بھربھری نہیں بلکہ سخت تھی۔ زمین پر سوکھی ہوئی زرد گھاس اُگی تھی۔ تھوڑے فاصلے پر فولاد کی دیوار والا ایک واچ ٹاور بنا ہوا تھا جو چھ سات منزلہ تھا۔ اس واچ ٹاور کی پہلی منزل میں ایک فولادی دروازہ تھا اور پھر ہر منزل میں ایک گول کھڑکی بنی تھی۔

شکالی واچ ٹاور کی طرف چلتے ہوئے بولی۔

"یہاں سے میں اپنے والد کو سگنل دینا چاہتی ہوں کہ میں پہنچ گئی ہوں"

ناگ، عنبر اور کیٹی اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ کیٹی

نے اِدھر اُدھر نگاہیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"شکالی لگتا ہے تمہارے والد کا یہ سیارہ اتنا ماڈرن نہیں ہے"

عنبر بولا۔

"ہاں مجھے بھی محسوس ہوا ہے کہ سائنس میں آپ لوگوں نے زیادہ ترقی نہیں کی۔ ورنہ تم خلائی جہاز میں سے اپنے والد اچھال کو سگنل دے سکتی تھیں"

شکالی مسکرانے لگی۔

"عنبر بھائی! ایک زمانہ تھا کہ یہ سیارہ خلائی سائنس میں ہمارے نظام شمسی کے تمام سیاروں سے آگے تھا۔ لیکن پھر اس ترقی کی وجہ سے جنگ چھڑ گئی اور سیارے کی ساری تہذیب تباہ و برباد ہو گئی۔ میرا باپ اِن دنوں چھوٹا سا بچہ تھا۔ جب وہ بڑا ہوا تو اس نے ملک پر قبضہ کر کے ملک کے لوگوں کو سادہ زندگی بسر کرنے کی تعلیم دی۔ اب ہمارے سیارے پر کوئی خلائی بم نہیں ہے۔ معمولی خلائی بندوقیں اور گنیں ہیں۔ میرا والد اور اس کے ساتھی مشیر بڑی سادگی سے رہتے ہیں۔ تم خود چل کر دیکھ لو گے"

ناگ بولا۔

"مگر ایسا کیوں ہے؟ تمہیں تو سائنس میں ترقی کرنی چاہیئے۔"

شکالی نے کہا۔

"ناگ بھائی! تم نے اپنی زمین کا انجام دیکھ لیا ہے۔ خلائی سائنس کی ترقی کا انجام سوائے تباہی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔"

اسی طرح باتیں کرتے وہ واچ ٹاور کے پاس پہنچ گئے۔ شکالی نے واچ ٹاور کے پہلی منزل والے فولادی دروازے کے پاس پہنچ کر دیوار میں لگا ایک بٹن دبا دیا۔ دروازہ کھل گیا۔ شکالی نے آواز دی۔ اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔

واچ ٹاور کی ڈیوڑھی میں ٹیلی فون لگا تھا۔ شکالی نے اوپر والی منزل میں فون کیا۔ اوپر گھنٹی بجتی رہی مگر کسی نے ریسور نہ اُٹھایا۔

"کیا یہ لوگ سو گئے ہیں؟" شکالی نے اپنے آپ سے کہا۔

عنبر کیٹی اور ناگ اس کے پاس ہی کھڑے تھے۔

یہ چاروں ایک لفٹ میں بیٹھ کر دوسری منزل پر آگئے۔ لفٹ کا دروازہ کھلا تو شکالی ٹھٹھک کر رہ گئی۔ اس

کے سامنے تکونے کمرے میں تین پہرے دار سپاہیوں کی لاشیں اِس طرح فرش پر اوندھی پڑی تھیں کہ اِن کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے گئے تھے۔

"اُف — یہ کیا ہو گیا؟"

شکالی نے گھبرا کر کہا۔ عنبر ناگ کیٹی بھی فکر مند ہو گئے۔ وہ تیسری منزل میں گئے۔ وہاں بھی تین سپاہیوں کی ہاتھ پاؤں کٹی ہوئی لاشیں پڑی تھیں۔ اسی طرح چوتھی منزل کے سپاہی بھی ہلاک کیے جا چکے تھے۔ ان کی خلائی گنیں غائب تھیں۔

عنبر نے کہا۔

"انہیں کون قتل کر گیا شکالی؟"

شکالی بولی۔

"یہ اسی دشمن خلائی قبیلے کا کام ہے۔"

کیٹی نے کہا۔

"شہر میں چل کر دیکھو، وہاں کیا پوزیشن ہے؟"

ناگ نے کہا۔

"تمہیں سب سے پہلے اپنے باپ کے محل میں جا کر ان سے پتہ کرنا چاہیئے کہ خلائی قبیلے نے کب حملہ کیا تھا؟"

شکالی جلدی سے بولی۔

"میں والد صاحب کو فون کرتی ہوں۔"
شکالی نے اسی وقت اپنے باپ کے محل کا نمبر ملایا۔ وا
ریسور کان سے لگا کر خاموش کھڑی رہی۔ اس کے چہرے پر
پریشانی تھی۔ کیٹی نے بے تابی سے پوچھا۔
"ادھر سے کوئی نہیں بول رہا کیا؟"
"نہیں — کوئی فون نہیں اٹھا رہا۔"
شکالی نے پریشانی کے عالم میں اپنے والد اچھال کے بڑے
مشیر کو فون کیا۔ اس کی طرف سے بھی کسی نے کوئی جواب
نہ دیا۔ اب تو شکالی کو بہت پریشانی ہوئی۔ اس نے کہا۔
"معلوم ہوتا ہے کوئی انہونی بات ہو گئی ہے میرا باپ
اور اس کا مشیر ہمیشہ اپنے فون کے پاس رہتے
ہیں۔"
کیٹی کہنے لگی۔
"ہمیں تمہارے باپ کے محل کی طرف چلنا چاہیئے۔"
عنبر ناگ کیٹی اور شکالی واچ ٹاور سے نکل کر شہر میں داخل
ہو گئے۔ عنبر نے دیکھا کہ شہر زیلن کے کسی پرانے زمانے
کے ملک کی یاد دلا رہا تھا۔ سڑکیں پکی تھیں۔ مکان پتھروں کے
بنے ہوئے تھے اور سادہ تھے۔ سب سے حیرانی کی بات یہ
تھی کہ شہر میں کوئی انسان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ مکانوں

کے دروازے کھلے تھے۔ عنبر اور شکالی بھاگ کر ایک مکان
میں گئے۔ کیٹی اور ناگ سامنے والے مکان میں چلے گئے۔
دونوں نے دیکھا کہ مکانوں میں مردوں اور بوڑھی عورتوں
کی لاشیں پڑی تھیں۔ جوان لڑکیوں کی ایک بھی لاش نہیں تھی۔
شکالی گھبرائی ہوئی آواز میں بولی۔
"یہ خلائی قبیلے کا حملہ ہے۔ وہ آدمیوں اور
عورتوں کو مار کر جوان لڑکیوں کو کھانے کے لیے اٹھا
کر لے گئے ہیں۔"
ہم تیز تیز چلتے شکالی کے ساتھ اس کے باپ کے
محل میں پہنچے۔
یہ محل پرانے بغداد کے بادشاہوں کی یاد دلاتا تھا۔ اونچا
حویلی ایسا دروازہ تھا جس کے اندر خلائی گاڑیاں ایک طرف
کھڑی تھیں۔ جگہ جگہ سپاہیوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ ان سب
کے پاؤں اور ہاتھ کاٹ ڈالے گئے تھے۔ شکالی پریشانی کے
عالم میں بھاگتی ہوئی اپنے باپ کے محل میں گئی۔ کیٹی عنبر بھی
ان کے ساتھ تھے۔ ناگ چونکہ بوڑھا تھا اس لیے آہستہ آہستہ
چل رہا تھا۔
شکالی کے باپ اچھال کا سارا محل خالی پڑا تھا۔ اس کے باپ
کا بستر لگا تھا مگر نہ وہ خود وہاں پر تھا اور نہ اس کا بوڑھا

مشیر ہی تھا۔ شکالی کی ماں بچپن ہی میں مر گئی تھی۔ اس ک[ا]
کوئی بہن اور بھائی بھی نہیں تھا۔ محل کے برآمدوں ا[ور]
دوسری راہ داریوں میں انہیں پہرے داروں، سپاہیوں ا[ور]
محافظوں کی لاشیں پڑی دکھائی دیں۔

ناگ نے قریب آتے ہوئے کہا۔

"یہ تو شہر پر زبردست حملہ کیا گیا ہے خلائی قبیلے
نے تو شہر کی ساری آبادی کو ہلاک کر ڈالا ہے۔"

کیٹی بولی۔

"اور شہر کی ساری جوان لڑکیوں کو اغوا کر لیا گیا ہے۔"

شکالی اپنے باپ کے محل کے اوپر گئی۔ اوپر جو پہرے دا[ر]
ہوا کرتے تھے وہ بھی مار دیئے گئے تھے۔ سارے ...
میں ایک بھی آدمی زندہ نہیں تھا۔ بوڑھی عورتوں کو بھی ...
کر دیا گیا تھا۔ یہاں بھی کوئی جوان لڑکی موجود نہیں تھی

عنبر نے شکالی سے سوال کیا۔

"یہ تمہارا دشمن خلائی قبیلہ کس جگہ آباد ہے؟"

شکالی اس صورتِ حال سے پہلے تو بہت ہی پریشان تھی مگ[ر]
چونکہ وہ ایک خلائی لڑکی تھی اس لیے اس نے بہت جلد
اپنے غم اور پریشانی پر قابو پا لیا اور اب اس دردناک واقع[ے]
کی اصل وجہ معلوم کرنے کے سلسلے میں غور کرنا شروع کر دیا۔

اس نے عنبر کے سوال کے جواب میں کہا۔

"آدم خور بلکہ لڑکی خور خلائی قبیلہ جھیل کے پار اونچے
پہاڑ کی دوسری جانب ایک بہت بڑے قلعے میں
رہتا ہے جس کو چاروں طرف سے اتنی بڑی اور
اونچی اونچی سیدھی گئی ہوئی چٹانوں نے گھیر رکھا
ہے کہ اس کے اندر کوئی انسان داخل نہیں ہو سکتا۔"

کیٹی نے پوچھا۔

"کیا تم لوگوں کے پاس کوئی ہیلی کاپٹر، بمبار جہاز، ٹینک،
خلائی بم وغیرہ نہیں ہیں؟"

شکالی نے کہا۔

"میں نے کہا نا کہ یہ سب کچھ ہمارے سیارے
پر موجود تھا۔ ہم سائنس میں بہت ترقی کر چکے تھے
مگر دوسرے سیارے کے ایٹمی حملے کے بعد یہ
سب کچھ تباہ ہو گیا۔ پھر جب میرے باپ
نے حکومت سنبھالی تو اس نے اعلان کر دیا کہ ہم
صرف خلائی گنوں اور سڑک پر چلنے والی گاڑیوں
تک ہی سائنس میں ترقی کریں گے۔ اور سادہ
زندگی بسر کریں گے۔ ہم کوئی ایٹم بم، ایٹمی بمبار جہاز
یا اسلحہ تیار نہیں کریں گے۔"

ناگ بولا!

"یہی تمہارے باپ کی سب سے بڑی غلطی تھی"
شکالی نے کہا۔

"میرے باپ نے تو کوئی فوج بھی نہیں بنائی ہوئی تھی۔ بس معمولی پہرے دار تھے جو شاہی محل اور شہر کے دروازوں کی حفاظت کرتے تھے کبھی کبھی خلائی قبیلے والے لڑکیوں کو اٹھانے آتے تو یہ پہرے دار انہیں مار بھگاتے تھے"
کیٹی کہنے لگی۔

"یہ تو سارے کا سارا شہر تباہ ہو گیا ہے۔ کوئی بھی انسان زندہ نہیں بچا"
عنبر بولا۔

"مگر شکالی تمہارے باپ اچھال اور اس کے مشیر کی لاش کہیں نہیں ملی۔ یہ کیا بات ہے؟"
شکالی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ میرے باپ کو یا تو خلائی قبیلے والے اغوا کر کے لے گئے ہیں اور یا وہ اپنے مشیر کے ساتھ پہاڑی جنگلوں میں کہیں جا کر چھپ گیا ہے"

ناگ نے کہا۔

"تو پھر انہیں جنگلوں میں جا کر تلاش کیا جانا چاہیئے"
شکالی بولی۔

"اس میں ہماری جانوں کو بھی خطرہ ہے۔ اس وقت خلائی قبیلے والے فاتح ہیں۔ وہ جنگلوں میں خلائی گنیں لیے دندناتے پھر رہے ہوں گے۔ وہ ہم پر پیچھے سے یا کسی درخت یا چٹان کے اوپر سے وار کر سکتے ہیں۔ کیٹی نہ سہی مگر میں اور ناگ تو ہلاک ہو سکتے ہیں"
عنبر نے کہا۔

"تو پھر کیا ہمیں ہاتھ پر ہاتھ ڈال کر بیٹھے رہنا چاہیئے۔"
کیٹی کہنے لگی۔

"ہمیں شکالی کے باپ کا بھی کھوج لگانا ہے اور ان لڑکیوں کو بھی موت کے منہ سے بچانا ہے جن کو آدم خور خلائی قبیلے کے لوگ ہڑپ کرنے کے لیے اغوا کر کے لے گئے ہیں"
شکالی نے کیٹی کے اس مشورے کو پسند کیا۔ ناگ بولا۔

"اس سلسلے میں ہم فرعون مصر کی ممی کو بھول

گئے ہیں وہ ہمیں غیب کی باتیں بتا دیا کرتی ہے
کیوں نہ اس سے جا کر پوچھا جائے کہ شکالی کا
باپ کہاں ہو گا اور بے گناہ لڑکیاں کہاں ہوں
گی۔"

عنبر کیٹی اور شکالی نے ناگ کی تجویز کو فوراً مان لیا اور
وہ ایک موٹر کار جیسی بند خلائی گاڑی میں بیٹھ کر واپس
اپنے راکٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابھی وہ خلائی جہاز
سے فاصلے پر ہی تھے کہ انہوں نے پہاڑیوں کے پیچھے سے
آگ کے شعلے اور دھواں بلند ہوتا دیکھا۔

کیٹی نے گھبرا کر کہا۔

"اوہ ___ لگتا ہے ہمارے خلائی جہاز کو آگ لگا
دی گئی ہے۔"

کیٹی کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ جب وہ خلائی جہاز کے قریب
پہنچے تو دیکھا کہ جہاز سارے کا سارا آگ کے شعلوں میں لپٹا
دھڑا دھڑ جل رہا تھا۔ ناگ نے افسوس کے ساتھ کہا۔

"بڑے دکھ کی بات ہے کہ فرعون مصر کی ممی کو ہم
جہاز سے باہر نہ نکال سکے۔"

عنبر گاڑی سے نکل کر اپنے جہاز کو جلتے دیکھ رہا تھا
بولا۔

"فرعون مصر کی ممی تو جل کر راکھ ہو چکی ہو گی۔"

کیٹی کہنے لگی۔

"افسوس تو اس بات کا ہے کہ اب ہم یہاں اس
سیارے پر قید ہو کر رہ گئے ہیں۔"

پھر اس نے شکالی سے پوچھا کہ کیا ان کے پاس کوئی
ایسا خلائی جہاز نہیں ہے کہ جس کی مدد سے وہ وقت
آنے پر اس سیارے سے پرواز کر کے کسی دوسرے
سیارے پر چلے جائیں۔ شکالی نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے
کہا۔

"ہم نے ایسا کوئی خلائی جہاز نہیں بنایا۔"

ناگ گہرا سانس بھر کر بولا۔

"یہ تم لوگوں کی بھول تھی۔ اگر تم لوگوں نے خلائی
سائنس میں ترقی کی ہوتی اور اچھے سے اچھا
سائنسی اسلحہ تیار کیا ہوتا تو آج تمہارے ملک پر یہ
تباہی نہ آتی۔"

عنبر نے کہا۔

"پرامن زندگی بسر کرنے کے لیے ضروری ہے
کہ آپ ہر وقت دشمن سے لڑائی کرنے
کے لیے تیار ہوں اور آپ کے پاس دشمن سے

زیادہ بہتر اسلحہ ہو۔“
کیٹی ٹہلنے لگی۔

”اب مسئلہ یہ ہے کہ ہم نیا خلائی جہاز کیسے
تیار کریں گے؟“
عنبر نے کہا۔

”وہ تو بعد کی بات ہے پہلے تو ہمیں اِس شہر کی اغوا
کی ہوئی بے گناہ لڑکیوں اور شکالی کے باپ کی جان
بچانی ہوگی۔“
ناگ بولا۔

”اس کے لیے ہمیں باقاعدہ پروگرام بنانا ہوگا۔
جھیل پار پہاڑیوں کے پار چٹانی قلعے میں اگر ہم داخل
ہو بھی گئے۔ تو ہمیں لڑکیوں کو زندہ نکال لانے کے
لیے بڑی عقل مندی سے کام لینا ہوگا۔ کیونکہ آدم
خور خلائی قبیلے کے لوگ ہمیں ہلاک نہ بھی کر سکے
تب بھی وہ اِن لڑکیوں کو ضرور قتل کر ڈالیں گے جن کو
ہم بچانا چاہتے ہیں۔“

ناگ کی بات غور کرنے کے قابل تھی۔ عنبر کہنے لگا۔
”ناگ بھائی۔ بات تو تم نے بڑی ٹھیک کہی ہے۔
لیکن مشکل یہ ہے کہ تم بوڑھے ہو گئے ہو۔ تم شاید

ہی اس مشن میں ہماری کوئی مدد کر سکو۔“
ناگ نے سر جھکا لیا اور بولا۔

”میں کوشش کروں گا۔ بہرحال میں آرام سے تو نہیں
بیٹھ سکتا۔“

عنبر ناگ کیٹی اور شکالی اپنی خلائی گاڑی میں بیٹھ کر واپس
شاہی محل میں آگئے۔ وقت کا یہاں یہ معاملہ تھا کہ دن کی روشنی
یہاں جلدی ختم ہو جاتی تھی اور رات بہت لمبی ہوتی تھی۔ جس
وقت عنبر ناگ کیٹی کا خلائی جہاز یہاں اترا تو سورج غروب
ہو رہا تھا۔ اب جب وہ چلتے ہوئے خلائی جہاز کو چھوڑ کر
محل میں آئے تو رات ہو گئی تھی۔

شاہی محل میں سوائے اِن چار انسانوں کے پانچواں کوئی نہیں
تھا۔ شکالی سارے محل سے واقف تھی۔ اِس لیے محل کے اس کمرے
میں روشنی کر دی جس میں یہ لوگ بیٹھے تھے۔ یہ روشنی بلور کی ایک
مکونی ٹیوب سے نکل رہی تھی۔ شکالی باورچی خانے میں چلی گئی۔
اور جب واپس آئی تو اس نے شیشے کا ٹرے اٹھا رکھا تھا۔
جس میں پھلوں کا رس، ایک خاص قسم کے بیج کو پیس کر بنائی
گئی روٹی، پرندے کا گوشت رکھا تھا۔ عنبر نے کہا۔

”تمہیں اور کیٹی کو کھانے کی ضرورت ہے تو کھاؤ ہمیں
تو بھوک ہی نہیں لگتی۔“

ناگ بولا۔

"بھوک تو مجھے بھی نہیں لگ رہی۔ پہلے ہی کم لگتی تھی جب سے بوڑھا ہوا ہوں باقی کی بھوک بھی مر گئی ہے۔"

عنبر نے کہا۔

"پھر بھی کچھ نہ کچھ کھا لو ناگ۔"

شکالی نے خاص جنگلی بیج کو پیس کر اس کے آٹے سے بنائی ہوئی سرخ روٹی کا ایک ٹکڑا کاٹ کر ناگ کو دیا اور بولی۔

"ایک ٹکڑا اس روٹی کا کھا کر دیکھو۔ بڑی مزے دار ہوتی ہے۔ ہم لوگ تو یہی روٹی کھاتے ہیں۔"

ناگ کا دل بالکل نہیں چاہتا تھا۔ بڑھاپے کی وجہ سے اس کا معدہ بھی کام نہیں کرتا تھا۔ کیٹی نے بھی جب اسے مجبور کیا تو ناگ نے سرخ روٹی کا ٹکڑا اٹھا کر منہ میں ڈال لیا اور آہستہ آہستہ بوڑھے آدمیوں کی طرح چبا کر کھانے لگا۔ جب وہ روٹی کا ٹکڑا چبا کر کھا رہا تھا تو اسے محسوس ہوا کہ جیسے اس کے جسم میں ایک نئی طاقت داخل ہو رہی ہے۔ ناگ نے روٹی کا دوسرا ٹکڑا اٹھا کر منہ میں ڈال لیا۔

عنبر نے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے بوڑھے ناگ کو یہ روٹی پسند آئی ہے۔"

ناگ نے کوئی جواب نہ دیا۔ مگر وہ اپنے جسم میں ایک نئی زندگی محسوس کرنے لگا تھا۔ دوسرا نوالہ بھی وہ نگل گیا جس کے ساتھ ہی جب اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا تو وہاں سے جھریاں اور سلوٹیں غائب ہو رہی تھیں۔ ناگ نے خوشی سے چیخ کر کہا۔

"عنبر! میں پھر سے جوان ہو رہا ہوں۔"

کیٹی شکالی اور عنبر نے چونک کر ناگ کی طرف دیکھا۔ ناگ کے چہرے سے آہستہ آہستہ جھریاں غائب ہو رہی تھیں۔ سر کے سفید بال سیاہ ہونا شروع ہو گئے تھے اور گردن جو پہلے بڑھاپے کی وجہ سے جھکی ہوئی تھی اب اوپر کو اٹھ رہی تھی۔

عنبر نے کہا۔

"واقعی ناگ! تمہاری جوانی واپس آ رہی ہے۔"

دیکھتے دیکھتے ناگ کے چہرے اور ہاتھوں کی ساری جھریاں غائب ہو گئیں۔ سر کے بال پھر سے کالے گھنگھریالے ہو گئے۔ چہرہ ایک نوجوان لڑکے کی طرح چمکنے لگا۔ گردن اوپر کو اٹھ آئی۔ ناگ پھر سے جوان ہو گیا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ ہوا میں خوشی سے لہرا کر کہا۔

"میں بوڑھا نہیں رہا۔ مجھ پر جادو کا اثر ختم ہو گیا۔ عنبر کیٹی اب میں تمہارے لیے بھرپور کام کر سکوں گا۔"

عنبر کیٹی اور شکالی نے اسے مبارک باد دی۔ ناگ نے کہا۔
"تم لوگ اسی جگہ ٹھہرو۔ میں سانپ بن کر سارے
محل کی تلاشی لیتا ہوں۔ ہو سکتا ہے یہاں دشمن کا کوئی
آدمی چھپا ہوا ہو۔"
اس تجویز کو سب نے پسند کیا۔ ناگ نے اندر کو سانس کھینچا
اور وہ چھوٹا سا کالا سانپ بن کر کمرے سے نکل کر محل کے
دوسرے کمروں کی طرف رینگنے لگا۔

O

سیاہ شیشے کا عقاب

ناگ سارے محل کے کمروں میں گھوم گیا۔
جگہ جگہ پہرے دار سپاہیوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ اسے
کہیں کوئی زندہ شخص نہ مِلا۔ ایک زینہ محل کی اوپر والی منزل کو
جاتا تھا۔ ناگ زینہ طے کر کے اوپر والی منزل پر آگیا۔ یہاں
ایک بیڈ روم خالی پڑا تھا۔ اس کمرے کے دروازے پر
جو سپاہی پہرہ دیتا تھا اس کی لاش فرش پر گری ہوئی تھی۔
ناگ محل کی چھت پر آگیا۔ چھت بھی خالی تھی۔ چھت پر
چار بُرج بنے تھے۔ ہر بُرج میں پہرہ دینے والا سپاہی مُردہ
پڑا تھا۔ ناگ رینگتا ہوا نیچے بیڈ روم میں آگیا۔ یہاں سے
باہر راہ داری میں آیا تو یہاں اندھیرا تھا۔ اندھیرے میں اسے
کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ ناگ جلدی سے رینگتا
ہوا دیوار کے ساتھ لگ گیا اور اس نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا۔
وہ اندھیرے میں دیکھ سکتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک بلی کی
طرح کا مگر بلی سے بڑا جانور اس کی طرف بڑھا چلا آ رہا ہے۔
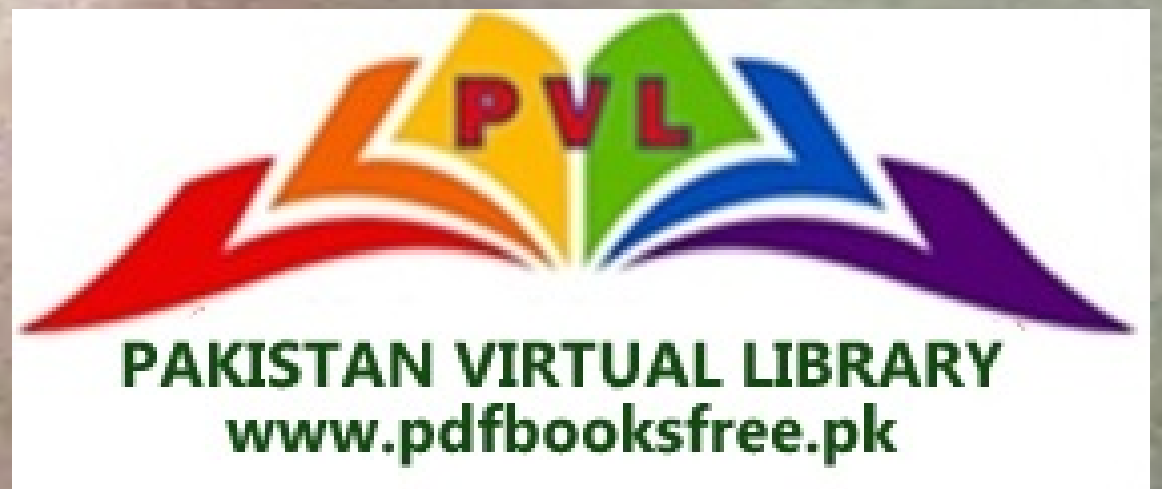
ناگ کے قریب آ کر اس بڑی بلّی نے غرّا کر اس پر حملہ
کر دیا۔ ناگ تیزی سے دیوار کے اوپر چڑھ گیا۔ بلّی نیچے
کھڑی اس کی طرف لال لال آنکھوں سے تکتی غرّاتی رہی۔

ناگ دیوار پر رینگتا محل کی پہلی منزل والے کمرے میں آگیا۔
یہاں عنبر کیٹی اور شنکالی بیٹھے اس کا انتظار کر رہے تھے۔
ناگ نے انسانی شکل اختیار کر کے انہیں بتایا کہ اوپر ایک
موٹی بلی نے اس پر حملہ کر دیا تھا۔ شنکالی نے کہا۔

"اسے ہم کھوشی کہتے ہیں۔ یہ مردا خور جانور ہے لاشوں
کی بو پر وہاں آیا ہو گا۔"

اب انہوں نے مشورہ شروع کر دیا کہ آدم خور خلائی قبیلے کی طرف
اپنا مشن کب اور کہاں سے شروع کیا جائے۔ شنکالی نے کہا۔

"یہاں کی رات بہت لمبی ہوتی ہے۔ ہمیں رات کے
اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جھیل کے کنارے
والے پہاڑ کو پار کر کے خلائی قبیلے کے چٹانی قلعے تک
پہنچنا چاہیئے کیونکہ دن کی روشنی میں ہم ادھر گئے تو دشمن
ہمیں دیکھ لے گا۔"

عنبر نے کہا۔

"دشمن دیکھ بھی لے گا تو کیا ہو گا۔ وہ مجھے تو ہلاک
نہیں کر سکتا۔ میں تو ان کے قلعے میں سیدھا چلا جاؤں
گا۔"

شنکالی بولی۔

"پہلی بات تو یہ ہے کہ کچھ معلوم نہیں ہماری خلائی گن میں
سے جو شعاع نکلتی ہے اس کا تمہارے جسم پر کیا اثر
ہو گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ تمہیں حملہ کرتے دیکھ کر
اگر وہ تمہیں ہلاک نہ کر سکے تو وہ کم از کم ان تمام
لڑکیوں کو مار ڈالیں گے جو اس وقت ان کے قبضے میں
ہیں اور اس طرح ہمارا مقصد فوت ہو جائے گا۔ ہم اپنے
مشن میں ناکام ہو جائیں گے۔ ہمارا مقصد تو ان لڑکیوں
کی جان بچانا ہے۔"

ناگ بولا۔

"پھر تمہاری کیا رائے ہے؟"

شنکالی نے کہا۔

"ہمیں چھپ کر دشمن کے قلعے میں داخل ہونا ہو گا۔
تاکہ ہم اُن کو خبر بھی نہ ہونے دیں اور اُن کی بے
خبری میں معصوم لڑکیوں کو وہاں سے نکال کر لے
آئیں۔"

ناگ کہنے لگا۔

"کیا ان پر میرے زہر کا اثر نہیں ہو گا؟"

شکالی نے کہا۔

"تمہارے زہر کا اثر ہو سکتا ہے۔ مگر تم کس کس کو مارو گے؟ اور پھر تمہارے حملے سے بھی یہی ہو گا کہ دشمن لڑکیوں کو ہلاک کر دے گا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم کو بھی کسی خلائی گن کا فائر بھسم کر دے"

کیٹی کہنے لگی۔

"اس کا نتیجہ تو یہی نکلتا ہے کہ ہمیں چوری چھپے کمانڈوز کی طرح دشمن کے قلعے میں گھسنا چاہیے"

"بالکل ٹھیک ہے"، شکالی بولی۔ "میں بھی یہی کہہ رہی ہوں"

عنبر نے کہا۔

"تو پھر ہم کس کا انتظار کر رہے ہیں۔ ابھی، اسی وقت اپنا مشن شروع کرتے ہیں"

ناگ نے پوچھا۔

"یہ جو آدم خور خلائی قبیلے والے ہیں ان کی کوئی خاص بات ہو تو ہمیں بتا دو۔ کیونکہ تم تو انہیں جانتی ہو گی"

شکالی نے کہا۔

"یہ آدم خور خلائی قبیلہ ہمارے لیے ہمیشہ ایک راز بنا رہا ہے۔ اگر میرے باپ نے ایٹمی سائنس کو ترقی

دی ہوتی اور ہم نے بھی خلائی جہاز بنائے ہوتے تو اس قبیلے کے قلعے پر اوپر سے حملہ کر سکتے تھے۔ مگر میرے باپ نے امن کی خاطر اس قسم کا اسلحہ نہیں بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم میں سے آج تک کوئی بھی ان کے قلعے میں نہیں جا سکا۔ بس ان کے بارے میں کہانیاں ہی مشہور ہیں کہ یہ لوگ کسی دوسری دنیا سے آ کر یہاں پہاڑیوں میں قلعہ بنا کر آباد ہو گئے تھے۔

انہیں عام تلوار اور خنجر ہلاک نہیں کر سکتا۔ صرف خلائی گن کی شعاع ہی انہیں مار سکتی ہے۔ ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ ان کی پہاڑیوں میں ایک خاص قسم کے شیشے کی ڈلیاں نکلتی ہیں جن کو یہ آدم خور بڑے شوق سے اپنے گلے میں پہنتے ہیں۔ ویسے یہ جنگلی جانور بھی کھاتے ہیں لیکن دشمن کی جوان لڑکیوں کو خاص طور پر بڑے شوق سے بھون کر کھاتے ہیں"

عنبر نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہمیں ان کی خلائی بندوقوں پر قبضہ کر کے اسی بندوق سے ان پر حملہ کرنا ہو گا۔

کیونکہ ہمارے پاس تو کوئی خلائی گن نہیں ہے۔" شکالی بولی۔

"وہ ہمارے سپاہیوں کی بھی ساری کی ساری خلائی گنیں اُٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے ہیں"

اس قسم کی باتوں کے بعد شکالی نے محل کی بتی گل کر دی۔ اور وہ رات کے اندھیرے میں شاہی محل سے نکل کر شہر میں آگئے۔ شہر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ مکان خالی سنسان پڑے تھے۔ آدم خور قبیلے والوں نے سب کو مار ڈالا تھا اور جوان لڑکیوں کو اُٹھا کر لے گئے تھے۔ اس سیارے کا یہی ایک شہر تھا جس کی آبادی بہت ہی کم تھی۔ اصل میں یہ لوگ بڑے آرام اور سکون سے سادہ زندگی بسر کرنا چاہتے تھے مگر آدم خور قبیلے نے اِن پر تباہی نازل کر دی تھی۔

چلتے چلتے عنبر ناگ کیٹی اور شکالی شہر سے باہر نکل گئے۔ شکالی کو راستہ آتا تھا۔ وہ اِن کی گائیڈ بنی ہوئی تھی۔ یہاں انہیں ایک گاڑی مل گئی جو موٹر کار کی طرح کی تھی اور ایٹمی توانائی سے چلتی تھی۔ وہ اِس میں بیٹھ کر جھیل کی طرف سفر کرنے لگے۔

گھپ اندھیری رات میں وہ ایٹمی گاڑی کو ویران راستوں پر تیز چلاتے ہوئے جھیل کے کنارے کنارے چلتے مغرب کی جانب انہیں پرانی طرز کی ایک کشتی نظر پڑی۔

"ہم اس کشتی میں جھیل کے پار جائیں گے"

کیٹی نے یہ کہہ کر کشتی کی رسی کو اپنی طرف کھینچا۔ عنبر ناگ اور شکالی جب کشتی میں بیٹھ گئے تو کیٹی نے رسی کو توڑ ڈالا اور خود بھی آکر بیٹھ گئی۔ وہ چپو چلاتے کشتی کو جھیل کی دوسری طرف لے جانے لگے۔ نیلی جھیل کافی بڑی تھی۔ اندھیری رات میں وہ تاریک نظر آ رہی تھی۔ اپنی دنیا کے وقت کے حساب سے وہ آدھے گھنٹے تک جھیل میں سفر کرتے رہے۔ آدھ گھنٹے کے بعد کشتی جھیل کے دوسرے کنارے سے جا لگی۔

اس کنارے پر بھی جھاڑیاں اور نوکیلے پتوں والے درختوں کے جھنڈ تھے۔ یہاں اندھیرا اور خاموشی تھی۔ مگر ستارے آسمان پر بہت تھے جس کی دھیمی دھیمی روشنی میں انہیں ہر شے دھندلی دھندلی دکھائی دے رہی تھی۔ شکالی انہیں لے کر بڑے پہاڑ کی طرف آگے آگے چلی۔ پہاڑ پر جہاں سے چڑھائی شروع ہوتی تھی وہاں اونچے گھنے درخت نہیں تھے بلکہ چھوٹی چھوٹی گول گھنی والی جھاڑیاں اوپر تک چلی گئی تھیں۔

یہ آہستہ آہستہ چڑھائی چڑھنے لگے۔ آدھی رات تک وہ چڑھائی چڑھتے گئے۔ آدھی رات کے بعد وہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے۔ یہاں انہوں نے ایک جگہ کھڑے ہو کر نیچے دیکھا کہ ایک وادی ہے جس کے درمیان ایک بہت بڑا قلعہ بنا ہوا ہے۔ اس

قلعے کے ارد گرد اونچی اونچی ڈھیلی اور بالکل سیدھی اوپر کو گئی
ہوئی چٹانوں نے ایک بہت بڑی پہاڑ ایسی دیوار کھڑی کر رکھی
تھی۔ شکالی نے کہا۔

"یہ وہ قلعہ ہے۔ اس قلعے میں ہم میں سے آج تک
کوئی داخل نہیں ہوا۔ اس میں آدم خور خلائی
قبیلے کے لوگ رہتے ہیں"

عنبر نے نیچے تاریک چٹانوں والے پُراسرار قلعے پر نگاہیں
جما کر پوچھا۔

"یہ لوگ خلائی سائنس میں ترقی تو نہیں کر گئے ہیں؟
میرا مطلب ہے ان کے پاس اس قسم کے راڈار تو
نہیں ہیں جو انہیں قلعے کے پاس آنے والے دشمن سے
خبردار کر دیں؟"

شکالی نے کہا۔

"نہیں میرا خیال ہے کہ انہوں نے ابھی تک اس
قسم کا کوئی راڈار نہیں بنایا کیونکہ ہمارے کچھ
سپاہی ایک بار رات کے وقت اس قلعے کے
باہر سے ہو کر واپس آ گئے تھے۔ اگر ان کے
پاس راڈار ہوتا تو ہمارے سپاہی کبھی واپس
نہ آتے"

ناگ کہنے لگا۔

"کوئی بات نہیں میں اندر جا کر ان کے حالات معلوم
کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں تو عقاب بن کر بھی
ان کے قلعے کے اوپر چکر لگا سکتا ہوں"

کیٹی نے کہا۔

"مگر تمہیں بڑی ہوشیاری سے کام لینا ہوگا۔ کہیں
ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ نیچے سے خلائی گن کا فائر کر کے
تمہیں مار گرائیں"

شکالی بولی۔

"ہاں ناگ بھیا! تمہیں اس معاملے میں بہت احتیاط
کرنی پڑے گی۔ کیونکہ ان کی خلائی گن کا فائر ایک
میل تک جاتا ہے"

ناگ نے کہا۔

"میں نے ہمیشہ احتیاط سے کام لیا ہے شکالی تم
بے فکر رہو"

عنبر ایک آہ بھر کر بولا۔

"کاش اس وقت ماریا ہمارے ساتھ ہوتی۔ اس
کو تو کوئی دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ خدا جانے
وہ کہاں ہو گی"

ناگ اور کیٹی اداس ہوگئے۔ کیٹی بولی۔

"ماریا بہت یاد آتی ہے۔ عنبر بھیّا!"

عنبر بولا۔

"خدا نے چاہا تو کہیں نہ کہیں، کبھی نہ کبھی تو اس سے ضرور ملاقات ہوگی۔"

ناگ نے کہا۔

"ماریا بہن سے ملے بہت دیر ہوگئی ہے۔"

شکالی نے ایک طرف اشارہ کیا۔

"عنبر بھیّا وہ روشنی دیکھو۔"

عنبر ناگ اور کیٹی نے اس طرف دیکھا جدھر شکالی نے اشارہ کیا تھا۔ اِدھر قلعے کے اندر چٹانوں کے اوپر کوئی شے چمک کر بجھ جاتی تھی۔

شکالی نے کہا۔

"یہ ان لوگوں کے پہرے دار ہیں۔ وہ رات کو ایک دوسرے کو شیشے کی روشنی سے خبردار کرتے رہتے ہیں۔ اِن کے پاس شیشے کی جوڑیاں ہیں۔ وہ رات کے اندھیرے میں چمکتی ہیں۔"

ناگ بولا۔

"کیوں نہ میں عقاب بن کر جاؤں اور اِن پہریداروں کی دُرست پوزیشن معلوم کروں کہ چٹانی دیواروں میں وہ کہاں کہاں پہرہ دے رہے ہیں۔"

شکالی نے کہا۔

"اچھا خیال ہے۔"

کیٹی تھوڑی سی تشویش کے ساتھ بولی۔

"اندھیری رات ہے دشمن کوئی گن فائر نہ کر دے۔"

ناگ گردن اٹھا کر بولا۔

"تم مجھے بوڑھا ناگ سمجھتی ہو اب بھی؟ ارے میں پورا جوان اور بہادر ناگ ہوں۔ میں نے اس قسم کی بہت سی مشکلیں دیکھی ہیں۔ ہزاروں سال سے سفر کر رہا ہوں۔ کیا تم نہیں جانتیں؟"

"جانتی ہوں ناگ بھیّا" کیٹی نے کہا۔ "پھر بھی مجھے تمہارا بہت خیال رہتا ہے۔ کیونکہ تم کئی بار مرتے مرتے بچے ہو۔ ہمیں تمہاری زندگی بہت عزیز ہے۔"

ناگ نے کہا۔

"پھر بھی یہ کام میں ہی کر سکتا ہوں۔ تم لوگ میرا انتظار کرو۔ میں قلعے کے اوپر کا ایک چکر لگا کر ابھی واپس آتا ہوں۔"

عنبر کا بھی دل نہیں چاہتا تھا کہ ناگ جائے مگر وہ بھی مجبور ہو گیا۔ چنانچہ ناگ نے گہرا سانس لے کر چھوڑا تو وہ سیاہ عقاب بن گیا تھا۔ اس نے ایک جست لگائی اور اوپر کو اُٹھا۔ پھر فضا کو چیرتا ہوا نیچے وادی کی طرف غوطہ لگا گیا۔ عنبر کیٹی اور شکالی وہیں پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھ کر ناگ کا انتظار کرنے لگے۔

ناگ عقاب کی شکل میں پہاڑ کی ڈھلان کے ساتھ ساتھ اُڑتا چلا گیا۔ پھر وہ نیچے اُتر آیا۔ اب اِس کے سامنے آدم خور خلائی قبیلے کے قلعے کی اونچی اونچی چٹانی دیواریں اوپر کو اُٹھی ہوئی تھیں۔ ناگ اِن کے اوپر سے ہو کر کافی بلندی پر سے آگے نکل کر قلعے کے اوپر آگیا۔ رات کے گھپ اندھیرے اِسے اتنی بلندی سے قلعے کی چھت صاف نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ نیچے آگیا۔ اب وہ چٹان کی دیوار کے اوپر اُڑنے لگا۔ وہ اتنا نیچے آگیا تھا کہ اُسے چٹانوں کے اوپر بنے ہوئے مورچے سے نظر آ رہے تھے۔

ناگ نے سوچا کہ تھوڑی سی نیچی پرواز کر کے ان چٹانوں کے مورچوں کی جاسوسی کی جائے کہ ان میں پہریدار موجود ہیں کہ نہیں ——— اگر ہیں تو کتنے ہیں۔ ناگ عقاب کی شکل میں تھا جس کا رنگ سیاہ تھا۔ وہ زیادہ بڑا عقاب نہیں بنا تھا۔ اس کا سائز ایک چیل جتنا تھا۔ وہ تیزی سے غوطہ لگا کر ایک چٹانی مورچے کے اوپر سے گزر گیا۔ جونہی وہ اِس مورچے کے اوپر سے گزرا تو وہاں سے کسی نے شیشے کو چمکا کر دوسرے مورچے والے کو خبردار کر دیا۔

ناگ دوسرے مورچے سے غوطہ لگا کر آگے نکل ہی رہا تھا کہ ایک ہلکی سی "ٹخ" کی آواز آئی اور اس کے پھیلے ہوئے پَر کے ساتھ کوئی چیز ٹکرائی۔ ناگ نے کوئی خیال نہ کیا۔ مگر اُسے محسوس ہوا کہ وہ اپنے پَروں کو ہِلا نہیں سکتا اور نیچے گر رہا ہے۔ ناگ نے وہیں گہرا سانس لیا کہ کوئی دوسرا پرندے کا روپ اختیار کر لے مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔

ناگ گھبرا گیا وہ نیچے ہی نیچے گرتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ قلعے کی ایک بارہ دری کے آگے فرش پر گر پڑا۔ ناگ پریشان تھا کہ اس کے جسم کے ساتھ کیا شے لگی تھی کہ جس کے بعد اس کا جسم بیکار ہو گیا۔ اس نے ایک بار پھر گہرا سانس لے کر سانپ کا روپ اختیار کرنا چاہا مگر وہ ایک بار پھر ایسا نہ کر سکا۔

اِسے اپنی طرف آتی قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس نے اُڑنے کی کوشش کی مگر وہ تو اپنی جگہ سے ذرا بھی نہ ہل سکتا تھا۔ ناگ نے اپنی عقابی گردن اُٹھا کر اندھیرے میں دیکھا۔ دو آدمی عجیب سے خلائی لباس میں اس کی طرف بڑھ رہے

تھے۔ وہ اس کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔
پھر ایک آدمی نے اسے فرش پر سے اُٹھا لیا اور اس
کے پَر پھیلا کر بولا۔
"یہ تو بڑا قیمتی عقاب ہے۔ اِسے چیف ناتھن کے
پاس لے چلتے ہیں۔ وہ ہمیں انعام دے گا۔"
دوسرا بولا۔
"اس میں لگا پلوٹونیم کا کیل تو نکال لو۔"
پہلا بولا۔
"بڑے احمق ہو۔ تمہیں معلوم نہیں کہ چیف ناتھن کا
آرڈر ہے کہ جس عقاب کو پلوٹونیم کی گولی لگ جائے
اِسے اِسی طرح میرے پاس لایا جائے۔"
وہ عقاب یعنی ناگ کو لے کر قلعے کے نیچے چلے آئے۔ وہ
باتیں بھی کرتے جا رہے تھے۔
"یہ پلوٹونیم کا کیل خوش بختی کی علامت ہے یہ تو
آدھی رات کو کسی کسی عقاب کو لگتی ہے۔"
ناگ بے بس تھا، وہ عقاب کی شکل میں تھا اور کوئی
دوسری شکل اختیار نہیں کر سکتا تھا، وہ ان کی باتیں بھی
سُن رہا تھا اور دیکھ بھی رہا تھا کہ وہ قلعے کے روشن برآمدوں
میں سے گزر رہے ہیں۔ جہاں چھت سے سفید روشنی کی پھوار

گر رہی تھی۔ یہاں جگہ جگہ خلائی قبیلے کے آدم خور نیلا چُست
خلائی لباس پہنے ہاتھوں میں خلائی گنیں لیے پہرہ دے رہے
تھے۔ سامنے ایک بہت بڑا دروازہ آگیا۔
دروازے پر خلائی سپاہی کھڑے تھے۔ دروازہ کھل گیا۔
ناگ نے ایک ایسا ہال کمرہ دیکھا جس کا فرش، دیواریں اور
چھت سفید اور سیاہ شیشے کی ٹائیلوں سے بنائی گئی تھی۔
درمیان میں سفید سنگ مَرمَر کا ایک تخت بچھا تھا۔ اس
تخت پر ایک مضبوط قد کاٹھ کا خلائی آدمی ہاتھ میں شیشے
کا گولا تھامے بیٹھا تھا۔
دونوں آدمیوں نے جاتے ہی جُھک کر سلام کیا اور
سیاہ عقاب پیش کرتے ہوئے کہا۔
"چیف ناتھن! ہم یہ آپ کی خدمت میں پیش
کرنے لائے ہیں۔ یہ قلعے کے اوپر اُڑ رہا تھا کہ
ہم نے اس پر پلوٹونیم کا کیل فائر کیا جو اسے لگ
گیا؟"
چیف ناتھن کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔ اس نے
پوچھا۔
"پلوٹونیم کا کیل اس کے جسم سے نکالا تو نہیں؟"
"نہیں چیف۔ یہ تو خوش قسمتی کی علامت ہے۔"

"شاباش!"

یہ کہہ کر چیف ناتھن تخت سے اتر کر نزدیک آیا۔ عقاب
کو اس نے پکڑ لیا۔ دونوں کو اپنے گلے میں سے شیشے کی
دو ڈلیاں اتار کر انعام کے طور پر دیں اور اپنے خاص کمرے
میں آگیا۔ یہاں ایک سرخ آنکھوں اور طوطے کی ناک والی
عورت بیٹھی تھی۔ چیف ناتھن نے اسے عقاب دکھا کر کہا۔

"اب میں اس سیارے پر قبضہ کر لوں گا۔ یہ سیاہ
عقاب کبھی کسی کے ہاتھ نہیں آتا۔ یہ بڑا اچھا شگون
ہے۔ چرنکی!"

اس عورت کا نام چرنکی تھا۔ اس نے عقاب کو ہاتھوں
میں لے کر دیکھا اور کرخت آواز میں بولی۔

"یہ تو زندہ ہے۔ اسے مار ڈالو"

چیف ناتھن نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یہ مر گیا تو مجھ پر بد قسمتی چھا جائے گی ـــــ"

چرنکی نے کہا۔

"اور اگر یہ اڑ گیا تو کیا ہوگا؟"

چیف ناتھن کہنے لگا۔ میں اسے کالے شیشے کا عقاب
بنا کر اپنے تاج میں لگا کر رکھوں گا۔"

ناگ یہ ساری گفتگو سن رہا تھا۔ جب اس نے سنا
کہ اسے شیشے کے سیاہ عقاب میں تبدیل کیا جائے گا تو وہ
کانپ گیا۔ اسے اپنی اور عنبر، کیٹی، ہنسکالی کی بھی فکر پڑ گئی کہ
ان لوگوں پر کیا گزرے گی؟ وہ تو شیشے کا عقاب بن کر
کچھ بھی نہ کر سکے گا۔

لیکن وہ تو اب بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ تو بے بس
اور مجبور تھا۔ چیف ناتھن عقاب کو لے کر اپنے کمرہ خاص
کے نیچے ایک چھوٹی سی لیبارٹری میں آگیا۔ یہاں شیشے کا ایک
سلنڈر میز پر رکھا تھا۔ دیوار پر کئی چھوٹے چھوٹے کمپیوٹر
لگے تھے۔ چیف ناتھن نے ناگ کو سلنڈر کے اندر رکھا تو ناگ
نے پھڑ پھڑا کر بھاگ جانے کی آخری کوشش کی مگر وہ کامیاب
نہ ہو سکا۔ اس کے پر سمٹے ہوئے تھے۔ وہ صرف اپنی گردن
ہی ہلا سکتا تھا۔ اس نے سانپ کی شکل اختیار کرنے کی کوشش
کی مگر اس میں بھی ناکام رہا۔

چیف ناتھن نے ناگ کو سلنڈر میں بند کر دیا۔

وہ دیوار کے پاس ایک کمپیوٹر کے بٹن نیچے دبانے لگا۔ سلنڈر
میں بجلی کی تیز لہریں لرزنے لگیں۔ ناگ کو اپنے جسم میں سردی
داخل ہوتی محسوس ہوئی۔ پھر اس کا جسم برف کی طرح سرد ہو
گیا۔ اور اس کے بعد جسم پتھر کی طرح سخت ہو گیا۔ اب وہ دیکھ
تو سکتا تھا مگر اپنی آنکھیں ادھر ادھر نہیں ہلا سکتا تھا۔ اس

کی آنکھیں بھی شیشے کے پتھر میں بدل گئی تھیں۔

ناگ کالے شیشے کا عقاب بن چکا تھا۔

چیف ناتھن نے اسے سلنڈر میں سے نکال کر غور سے دیکھا اور قہقہہ لگاتا ہوا اوپر اپنے کمرے میں آگیا۔ یہاں طوطے کی ناک والی چڑیل موجود تھی۔ اس نے عقاب اس کی طرف بڑھا کر کہا۔

"یہ عقاب شیشے کا کالا عقاب بن گیا ہے۔ اسے میرے تاج میں لگا دو۔"

چڑیل نے اسی وقت چیف ناتھن کے تاج میں کالے عقاب کو اس طرح جڑ دیا کہ وہ اپنی جگہ سے ذرا بھی نہ ہل سکتا تھا۔ چیف ناتھن نے تاج اپنے سر پر پہن لیا اور بولا۔

"میری خوش قسمتی میرے ساتھ ہے۔ میں اس سیارے کے حکمران اچھال کو اب وہ جہاں بھی ہے گرفتار کر کے ہلاک کر ڈالوں گا۔ پھر میں اس سیارے کا بادشاہ ہوں گا۔ ستارے کا مالک ہوں گا۔"

چڑیل بولی۔

"حکمران اچھال اب تک تو تیرے ہاتھ نہیں آیا اب تو اسے کہاں سے تلاش کرے گا؟"

چیف ناتھن بولا۔

"میرے آدمی اسے خفیہ طور پر سیارے کے مغربی جنگلوں اور پرانے بادشاہوں کے کھنڈروں میں تلاش کر رہے ہیں۔ اب وہ اسے پکڑنے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔ کیونکہ میری خوش قسمتی اس کالے عقاب کی شکل میں میرے ساتھ ہے۔"

ناگ سب کچھ سن رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ شکالی کا باپ اور اس سیارے کا نیک دل حکمران اچھال ابھی اس ظالم آدم خور چیف ناتھن کے ہاتھ نہیں لگا تھا۔ مگر ناگ کے لیے یہ معلومات کس کام کی تھیں کہ جب وہ یہ کیٹی عنبر اور شکالی کو نہیں بتا سکتا تھا۔

چیف ناتھن نے طوطے کی ناک والی مکروہ صورت چڑیل سے کہا۔

"اس وقت کتنی جوان لڑکیاں ہمارے پاس قید میں ہیں؟"

چڑیل نے کہا۔

"اس کا مجھے کچھ پتہ نہیں۔ اپنے سرجن ڈلانگ سے پوچھو جو ان لڑکیوں کو تمہاری دعوت کے لیے تیار کر رہا ہے تاکہ تم لوگ ان لڑکیوں کو مزے سے ہڑپ کر سکو۔"

چیف ناتھن نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"تم بھی تو لڑکیوں کو بڑے مزے لے لے کر کھاتی ہو چمنگی۔"

چمنگی نے ناک سکیڑ کر کہا۔

"کھاتی ہوں مگر چھوٹی لڑکی مجھے زیادہ پسند ہے۔ اور اس گروہ میں تو چھوٹی لڑکی ایک ہی ہے جس کو تمہارے خونخوار دلانگ نے اپنے لیے رکھ چھوڑا ہے۔"

چیف ناتھن ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔

اب وہ اپنے بیڈ روم میں آیا۔ اس نے ناگ والا تاج اتار کر شیشے کی میز پر رکھ دیا۔ اور شاندار بستر پر سونے کے لیے لیٹ گیا۔ اس کی خلائی گن اس کے سرہانے رکھی تھی۔ ایک ٹیکنا ٹرانسیٹر قسم کا آلہ قریب ہی موجود تھا جس پر اس نے کسی سے ایک بات کی اور پھر میز کا بٹن دبا دیا۔ کمرے میں پھیلی ہوئی سفید روشنی آہستہ آہستہ دھیمی ہوتی گئی۔ چیف ناتھن نے سرہانے پر سر رکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔

ناگ عقاب کی شکل میں اس کے پلنگ کے پاس ہی بچھی ہوئی میز پر رکھا تھا۔ وہ اگرچہ پتھر کا بن چکا تھا اور کالے شیشے کی طرح چمک رہا تھا۔ مگر وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ وہ

چیف ناتھن کی آنکھوں کو تک رہا تھا۔ جو بند تھیں۔ چیف ناتھن سو گیا تھا۔ ناگ سوائے بے بسی سے بیٹھے رہنے کے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

عنبر کیٹی اور شکالی رات کے اندھیرے میں پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھے ناگ کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ جب کافی دیر ہو گئی اور ناگ واپس نہ آیا تو کیٹی پریشان ہو کر اٹھی اور نیچے وادی کی تاریکی میں جھانک کر بولی۔

"مجھے تو ناگ کا دور دور تک نشان نہیں ملتا۔"

شکالی نے کہا۔

"کہیں وہ کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو گیا ہو۔"

عنبر نے شکالی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"کیا اس خلائی قبیلے والوں کے پاس کوئی ایسی شعاعی گن بھی ہے جو ہوا میں اڑتے پرندوں کو گرا دے؟"

شکالی کچھ سوچ کر بولی۔

"میں نے کبھی اس قسم کی شعاعی گن کے بارے میں سنا نہیں۔ ویسے بھی اس قبیلے کے سلسلے میں ہماری معلومات زیادہ نہیں ہیں۔"

کیٹی کہنے لگی۔

"ہمیں اس طرح بیٹھے نہیں رہنا چاہیئے۔ اگر

ناگ واپس نہیں آیا تو وہ ضرور کسی مشکل میں پھنس چکا ہے۔ ہمیں اس کی مدد کے لیے بھی آگے بڑھنا چاہیئے۔"

عنبر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہم پیچھے قلعے کی طرف چلتے ہیں۔ آؤ میرے ساتھ۔"

کیٹی اور شنکالی عنبر کے ساتھ ساتھ پہاڑ کی ڈھلوان اترنے لگیں۔ جنگلی جھاڑیوں اور نوکیلے پتوں والے درختوں کے نیچے سے ہوتے ہوئے یہ لوگ جب قلعے کی بلند چٹانوں والی دیواروں سے تھوڑے فاصلے پر پہنچے تو شنکالی نے انہیں رکنے کا اشارہ کیا۔

عنبر نے سرگوشی کی۔

"مجھے ان چٹانی دیواروں کے اوپر بنے ہوئے برج نظر آرہے ہیں۔"

شنکالی نے کہا۔

"ہاں ان میں خلائی قبیلے کے پہرے دار ہوتے ہیں۔"

کیٹی بھی غور سے ان چھوٹے چھوٹے برجوں کو دیکھ رہی تھی۔ انہیں ان میں کوئی خلائی آدمی نظر نہیں آرہا تھا۔ مگر شنکالی نے بتایا کہ وہ ان سوراخوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ ہمیں بڑی احتیاط

سے کام لینا ہو گا۔

عنبر بولا۔

"رات گزر رہی ہے۔ ہمیں صبح ہونے سے پہلے پہلے قلعے کے اندر داخل ہو کر کسی جگہ چھپ جانا چاہیئے۔"

کیٹی نے شنکالی سے پوچھا کہ اس قلعے کا دروازہ بھی ہے؟ شنکالی نے کہا۔

"میں نے کسی ایسے دروازے کے بارے میں نہیں سنا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اس قسم کا خفیہ دروازہ انہوں نے ضرور رکھا ہو گا۔"

عنبر کو اچانک ایک خیال آیا۔ اس نے کہا۔

"یہ خلائی قبیلے والے پانی کہاں سے حاصل کرتے ہیں؟"

شنکالی نے جواب دیا۔

"وہ جو پیچھے پہاڑی ہے وہاں ایک جھیل ہے ان لوگوں نے اس جھیل میں سے ایک نہر نکال رکھی ہے جو ان کے قلعے میں سے گزر کر نیچے وادی کے نالے میں شامل ہو جاتی ہے۔"

عنبر بولا۔

"ہمیں اِس نہر کے ذریعے قلعے میں داخل ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔"

کیٹی نے عنبر کی اِس تجویز کو پسند کیا۔ مگر شکالی نے اس خطرے کا اظہار کیا کہ ہو سکتا ہے اِس نہر پر زبردست پہرہ لگا ہو اور ہم پکڑے جائیں۔ عنبر بولا۔

"اگر ہم اِس طرح بات بات پر ڈرتے رہے تو ہم اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ ہمیں جرأت سے کام لیتے ہوئے خطروں کو قبول کرنا ہوگا۔"

عنبر نے شکالی اور کیٹی کو ساتھ لیا اور اس پہاڑی کی طرف جھاڑیوں اور درختوں کے عقب میں ہو کر چلنے لگے جس پہاڑی میں سے ایک نہر نکل کر قلعے میں داخل ہوتی تھی۔

○
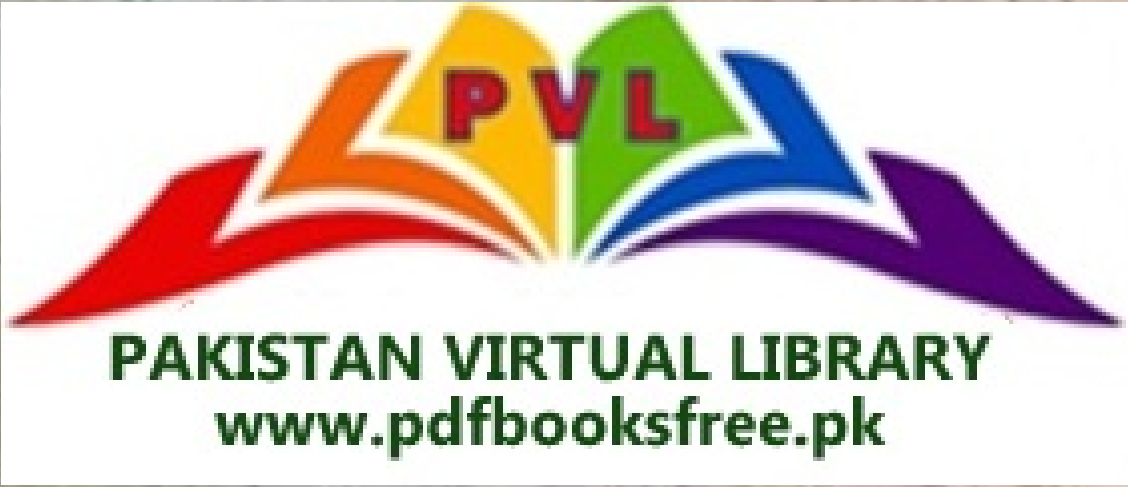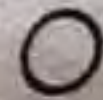
عنبر بچّھو

وہ قلعے کی چٹانوں کے پیچھے آ گئے۔ یہاں ایک چھوٹی سی نہر اوپر والی پہاڑی سے نکل کر قلعے کی ایک بہت بڑی چٹان کے نیچے داخل ہو رہی تھی۔ عنبر کیٹی اور شکالی کچھ فاصلے پر جھاڑیوں کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گئے اور یہ جائزہ لینے لگے کہ یہاں خلائی پہرے دار کس جگہ پر ہیں۔ اچانک انہیں کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔

انہوں نے اپنے سانس روک لیے اور سر جھاڑیوں میں کر لیے۔ چاپ قریب آتی گئی۔ پھر عنبر نے دیکھا کہ ایک خلائی انسان جس نے خلائی لباس پہن رکھا تھا، ہاتھ میں گن لیے پہرہ دیتے جھاڑیوں کے قریب سے گزر رہا ہے۔ عنبر نے شکالی سے معلوم کر لیا تھا کہ یہ لوگ دم گھٹنے سے بھی مر جاتے ہیں۔ عنبر نے بڑی آہستہ سے شکالی اور کیٹی کے کاندھوں کو دبایا۔ یہ اشارہ تھا اس بات کا کہ وہ اِس خلائی پہرے دار پر حملہ کرنے والا ہے۔

شکالی نے اسے منع کرنا چاہا کیونکہ یہ خطرناک کام تھا۔ مگر عنبر گھاس پر رینگتا جھاڑیوں میں سے نکل چکا تھا۔ کیٹی اور شکالی اندھیرے میں سانس روکے، عنبر کو تکنے لگیں۔ عنبر خلائی پہرے دار کی طرف رینگ رہا تھا۔ خلائی پہرے دار چٹان کے پاس جا کر رُک گیا اور جھک کر اِس مقام کو تکنے لگا، جہاں سے نہر کا پانی آواز پیدا کرتا قلعے کے اندر داخل ہو رہا تھا۔

اس سے اچھا موقع عنبر کو نہیں مل سکتا تھا۔ وہ خلائی پہریدار کے چار قدم کے فاصلے پر تھا۔ وہ آہستہ سے اُٹھا۔ پہرے دار کی طرف بڑھا ہی تھا کہ خلائی پہرے دار نے اپنے پیچھے گھاس کے چُرمُر ہونے کی آواز سن لی اور پیچھے گھوم کر دیکھا۔ اس کا ہاتھ خلائی گن پر چلا گیا۔ لیکن عین اِس وقت عنبر ایک بھوکے چیتے کی طرح بجلی کا کوندا بن کر خلائی پہرے دار پر گرا۔ اور اس کی گردن کو دبوچ کر نیچے گرا لیا۔

عنبر نے اس کی گردن کو اپنے فولادی پنجوں میں اس طرح جکڑ لیا تھا کہ خلائی پہرے دار کے حلق سے ہلکی سی آواز بھی نہ نکل سکی۔ عنبر کے ہاتھ تو لوہے کے ہاتھ بن گئے تھے۔ خلائی پہرے دار کا جسم ٹھنڈا ہو گیا تو وہ اِسے گھسیٹ کر جھاڑیوں میں لے آیا۔ شکالی نے تعجب سے کہا۔

"تم نے کمال کر دکھایا عنبر بھیا۔۔۔"

کیٹی نے آہستہ سے کہا۔

"اب اِس لاش کو کیا کرو گے؟ کیا اِس کو بھون کر کھانے کا ارادہ ہے؟"

عنبر بولا۔

"میں اِس کا لباس خود پہن کر خلائی پہرے دار بن رہا ہوں"

اِن خلائی پہرے داروں نے آنکھوں پر ایک نیلی سی عینک پہن رکھی تھی جس نے اِن کے چہرے کے اوپر والے حصے کو چھپا دیا تھا۔ یہی شے عنبر نے نوٹ کی تھی اور اس کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس پر حملہ کیا تھا۔

عنبر نے تیزی سے خلائی پہرے دار کی وردی اتار کر خود پہن لی اور ہاتھ میں خلائی گن بھی تھام لی۔ پھر سرگوشی میں بولا۔

"ہم نہر میں داخل ہو کر قلعے میں جائیں گے۔"

چٹان کے نیچے جہاں نہر کا پانی قلعے میں داخل ہو رہا تھا وہاں اِس کے منہ پر فولاد کا ایک جنگلا لگا تھا۔ شکالی بولی

"اس جنگلے میں سے ہم نہیں گزر سکیں گے۔"

عنبر نے کہا۔

"اس کا بھی ابھی انتظام ہو جاتا ہے۔"

یہ کہہ کر عنبر نے فولاد کے جنگلے میں ہاتھ ڈال کر ایک ہلکا
سا جھٹکا دیا۔ اس کے ساتھ ہی جنگلا اپنی جگہ سے اکھڑ کر عنبر کے
ہاتھ میں آگیا۔ شکالی اور کیٹی نہر میں اتر گئیں۔ عنبر ان کے
آگے آگے تھے۔ نہر کا پانی ان کے گھٹنوں تک آتا تھا۔ پانی کا
بہاؤ کافی تیز تھا۔ ان کے سر چٹان کے اندر داخل ہوتے ہی
چھت سے ایک فٹ نیچے رہ گئے۔ عنبر آگے آگے تھا کہ
اگر کیٹی یا شکالی کو پانی کا تیز بہاؤ اگر گرا بھی دے تو وہ انہیں تھام
سکے۔ یہ پانی کی سرنگ آگے جا کر ایک طرف کو مڑ گئی۔ کیٹی
نے شکالی سے پوچھا۔

"یہ پانی کی نہر باہر کہاں نکلتی ہے؟"

شکالی بولی۔

"مجھے کچھ معلوم نہیں۔ قلعے کے اندر ہم میں سے
کبھی کوئی نہیں گیا۔"

سرنگ میں اندھیرا تھا۔ پھر دور ہلکی سی روشنی ہونے
لگی۔

"میرا خیال ہے یہاں نہر باہر نکلتی ہے۔"

روشنی قریب آرہی تھی۔ پھر وہ ایک کھلی جگہ پر آگئے۔
یہ قلعے کا ایک باغ تھا جس میں سے یہ نہر گزر رہی تھی۔ نہر
کی دونوں جانب سفید چمکیلے پتھر کی روشیں بنی تھی۔ عنبر کیٹی اور

شکالی نہر میں سے نکل آئے اور بھاگ کر قلعے کے باغ کے ایک درخت
کے پیچھے جا کر چھپ گئے۔

اگرچہ عنبر نے خلائی وردی پہن رکھی تھی پھر بھی یونہی
کسی دوسرے پہرے دار کے سامنے نہیں جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ
ہو سکتا تھا کہ ان لوگوں کا کوئی خفیہ کوڈ نام ہو جو عنبر کو معلوم
نہیں تھا۔ اس کے باوجود وہ ہر قسم کا خطرہ مول لینے پر تیار
تھا۔ اس وقت پوزیشن یہ تھی کہ انہیں شکالی کے والد اچھالی
بے گناہ معصوم لڑکیوں اور ناگ کو موت کے منہ سے بچانا تھا۔
یہ تین حصے ایک ہی مشن سے جڑے ہوئے تھے۔

سامنے باغ کی دوسری طرف ایک دو منزلہ شاندار عمارت
تھی جس کے دروازے پر روشنی ہو رہی تھی۔ اور ایک
خلائی پہرے دار دروازے کے سامنے ٹہل کر پہرہ دے
رہا تھا۔

شکالی نے آہستہ سے کہا۔

"یہ قلعے کے شاہی محل کا دروازہ ہے۔ اس
محل میں قلعے کا سربراہ چیف ناقن رہتا ہے۔"

کیٹی نے پوچھا۔

"ہمیں سب سے پہلے ان معصوم لڑکیوں کا
کھوج لگانا چاہیئے۔ جن کو ہو سکتا ہے یہ خلائی

آدم خور دو ایک روز تک ہڑپ کر جائیں۔"
شکالی نے قلعے کے دروازے کی طرف دیکھ کر کہا۔
"یقینی بات ہے کہ اِن لڑکیوں کو قلعے کے نیچے
کسی تہہ خانے میں رکھا گیا ہوگا۔"
عنبر کہنے لگا۔ مجھے ناگ کی خوشبو نہیں آرہی،
لگتا ہے اِسے بھی کسی خفیہ جگہ پر رکھا گیا ہے
جہاں سے اِس کے جسم کی بُو ایک ہلکی سی لہر
بھی باہر نہیں نکل رہی۔"
کیٹی نے کہا۔
"میرا خیال ہے ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیئے۔
کیونکہ صبح ہونے ہی والی ہے۔"
عنبر بولا۔
"تم یہاں ٹھہرو میں اِس پہرے دار کو قابو کرتا
ہوں۔ میرے اشارے پر تم فوراً قلعے کے دروازے
میں داخل ہو جانا۔"
یہ کہہ کر عنبر باغ کے درختوں کی اوٹ میں سے چھُپ
کر محل کے دروازے والی دیوار کی طرف بڑھا۔ دیوار کے
پاس جاکر وہ زمین پر لیٹ گیا۔ یہاں چبوترے پر ایک
تکونا پتھر بت کی طرح کھڑا کیا گیا تھا۔ عنبر اِس کے پیچھے چھُپ

گیا اور اس نے زمین پر سے ایک چھوٹا سا پتھر اُٹھا کر
سامنے گرایا۔ پتھر کے گرنے کی آواز پر محل کے باہر
والا پہرے دار چونکا۔ اس نے گھوم کر پیچھے دیکھا۔ فوراً
اپنی خلائی گن کا رُخ اِدھر کیا اور آہستہ آہستہ چبوترے کی
طرف بڑھا۔
عنبر نے بھی خلائی گن اپنے ہاتھ میں لے رکھی تھی۔ وہ
اِسے چھپ کر ہی ختم کرنا چاہتا تھا۔ عنبر اگرچہ خلائی لباس
میں تھا۔ لیکن اِسے خفیہ کوڈ لفظ معلوم نہیں تھا جو یقیناً
اِن لوگوں نے مقرر کر رکھا تھا اور جسے بتائے بغیر کوئی پہریدار
آگے نہیں جا سکتا تھا۔
خلائی پہرے دار کو عنبر نے اپنی خلائی گن کے نشانے
میں لے رکھا تھا۔ جونہی یہ خلائی آدمی عنبر کے قریب آیا، عنبر
نے خلائی گن کا بٹن دبا دیا۔ گن میں سے زرد رنگ کی ایک باریک
شعاع نکل کر خلائی پہرے دار کے جسم سے ٹکرائی اور کسی قسم
کی آواز پیدا کیے بغیر اِس مہلک شعاع نے خلائی پہرے دار
کے جسم کو بھسم کر دیا۔
عنبر تیزی سے اٹھا اور دوڑتا ہوا محل کے دروازے
میں داخل ہو گیا۔
کیٹی اور شکالی بھی جھاڑیوں میں سے نکل کر دوڑتی ہوئی

محل کے دروازے میں داخل ہو گئیں۔ عنبر نے انہیں دیوار کے ساتھ لگ جانے کا اشارہ کیا۔ محل کی ڈیوڑھی میں دھیمی دھیمی روشنی ہو رہی تھی۔ صاف شفاف راستہ آگے ایک کھلے صحن میں جا رہا تھا۔ وہ دبے پاؤں چلتے صحن میں آئے تو یہاں اوپر محل کی کھڑکیاں نظر آئیں جو بند تھیں۔ نیچے برآمدہ تھا۔ شکالی نے سرگوشی کی۔

"اس برآمدے سے کوئی خفیہ راستہ نیچے جاتا ہو گا۔"

وہ جھکے جھکے دوڑ کر برآمدے میں کود گئے۔ اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ ایک لمحہ انہوں نے انتظار کیا کہ کسی نے ان کو وہاں جاتے ہوئے تو نہیں دیکھا۔ چاروں طرف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ عنبر برآمدے میں ایک طرف چلنے لگا۔ شکالی اور کیٹی اس کے پیچھے پیچھے تھیں۔

برآمدہ بائیں طرف کو گھوما تو عنبر ایک دم بھونچکا ہو کر رہ گیا۔

اس سے چند قدم کے فاصلے پر دو خلائی پہرے دار ایک دروازے پر پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے عنبر کو دیکھ لیا تھا۔ عنبر چونکہ ان جیسے ہی خلائی لباس میں بھی تھا اس لیے انہوں نے اُس پر شک نہ کیا مگر بلند آواز میں پوچھا۔

"کہاں جا رہے ہو تم ان عورتوں کو لے کر؟"

عنبر نے ان کی زبان میں فوراً جواب دیا۔

"چیف ناتھن کے حکم سے میں یہ دو لڑکیاں شہر سے نکال کر لا رہا ہوں، یہ وہاں چھپی ہوئی تھیں انہیں دوسری لڑکیوں کے ساتھ رکھا جائے گا۔"

ایک پہرے دار نے آگے بڑھ کر کیٹی اور شکالی کو دیکھا۔ ان دونوں نے بھی فوراً اداکاری شروع کر دی۔ وہ صورت حال کو سمجھ گئی تھیں۔ ان دونوں نے اپنے چہروں پر ہاتھ رکھ کر رونا شروع کر دیا۔

عنبر نے انہیں ڈانٹ کر کہا۔

"خاموش رہو بدبختو! تمہاری زندگیاں ختم ہو چکی ہیں۔ تمہیں بھون کر چیف ناتھن کے دستر خوان پر سجایا جائے گا۔"

پھر وہ پہرے داروں کی طرف دیکھ کر بولا۔

"چیف ناتھن نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں انہیں اپنی نگرانی میں دوسری لڑکیوں کے ساتھ بند کر دوں۔"

چیف ناتھن اس محلے کا حکمران تھا۔ اس کے حکم سے کوئی منہ نہیں موڑ سکتا تھا۔ دونوں پہرے داروں نے خفیہ تہہ خانے کو جاتا دروازہ کھول دیا۔ عنبر نے کیٹی کو شکالی

کو ہلکا سا دھکا دے کر کہا۔

"چلو نیچے۔ خبردار جو آواز نکالی"

عنبر انہیں سیڑھیاں اتار کر نیچے سرنگ میں لے آیا جہاں روشنی ہو رہی تھی۔ دونوں خلائی پہرے دار اوپر ہی رہے۔ شکالی نے کہا۔

"عنبر! تم نے مجھے زور سے کیوں دھکا دیا؟"

عنبر نے آہستہ سے کہا۔

"اگر ایسا نہ کرتا تو انہیں شک ہو جاتا"

کیٹی بولی۔

"باتیں بند کرو اور یہ دیکھو۔ بدنصیب لڑکیاں کہاں بند ہیں؟"

عنبر نے کہا۔

"ضرور یہیں کہیں ہوں گی"

وہ برآمدے میں تیز تیز قدم اٹھاتے چلے جا رہے تھے۔ یہ سرنگ آگے جا کر ایک طرف کو گھومی تو انہیں لڑکیوں کے آہستہ آہستہ روتے کی آوازیں سنائی دیں۔

"یہ آوازیں انہی لڑکیوں کی ہیں" شکالی نے ٹھٹھک کر کہا۔

بائیں طرف ایک ہٹا کٹا خلائی پہرے دار ایک سٹول پر بیٹھا

تھا۔ اس کے پیچھے ایک دروازہ تھا۔ لڑکیوں کی آوازیں اِسی دروازے کے پیچھے سے آ رہی تھیں۔ یہ پہرے دار عنبر اور کیٹی وغیرہ کو دیکھ کر جلدی سے چوکس ہو کر اُٹھا۔ اُس نے خلائی گن عنبر پر تان کر کہا۔

"کون ہو؟ کیوں آئے ہو؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"اپنے آدمیوں کو بھی نہیں پہچانتے؟"

موٹے پہرے دار نے کہا۔

"ان لڑکیوں کو کہاں سے لائے ہو؟"

عنبر نے یہاں بھی وہی بیان دہرایا جو اس نے اوپر والے خلائی پہرے داروں کے سامنے دیا تھا۔ یہ موٹا پہرے دار بولا۔

"اپنا کارڈ دکھاؤ۔ کارڈ کے بغیر یہ دروازہ نہیں کھولا جا سکتا۔ تم خود بھی جانتے ہو گے"

یہ کارڈ کی ایک نئی مصیبت سامنے آن کھڑی ہوئی تھی۔ عنبر نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔

"کارڈ بھی دکھائے دیتا ہوں"

اتنا کہہ کر عنبر جیب میں ہاتھ ڈال کر ٹٹولنے لگا۔ اس دوران میں عنبر نے کیٹی اور شکالی کو اشارہ کر دیا تھا۔ وہ

ایک دم سے روتی ہوئی آگے بڑھیں اور انہوں نے خلائی موٹے
پہرے دار سے لپٹ کر کہا۔

”ہمیں بچاؤ۔ ہمیں بچاؤ۔ ہم مرنا نہیں چاہتیں“
موٹا پہرے دار گھبرا گیا۔ اس نے دونوں لڑکیوں کو اپنے
جسم سے الگ کرنے کی کوشش کی تو پیچھے سے عنبر نے اس
کے سر پہ ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اس کی کھوپڑی اِس کی گردن میں
گھس گئی۔ اور وہ دھڑام سے گر پڑا۔
عنبر نے کہا۔
”کیٹی اِس کی خلائی گن سنبھال لو“
کیٹی نے جلدی سے خلائی گن موٹے پہرے دار کے
ہاتھ سے نوچ کر اپنے ہاتھ میں لے لی۔ دروازہ بند تھا۔
اس پر بھاری تالا لگا تھا۔ اندر سے لڑکیوں کے رونے
کی آوازیں آ رہی تھیں۔ عنبر نے تالے پر گن کا فائر کیا۔ ایک
شعلہ چمکا اور تالا نیچے گر پڑا۔
انہوں نے دروازہ کھولا تو اندر پچاس ساٹھ لڑکیاں
ایک کمرے میں بھیڑ بکریوں کی طرح گھسی رو رہی تھیں۔ عنبر
نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔
”بہنو! خاموش ہو جاؤ۔ ہم تمہیں یہاں سے نکالنے
آئے ہیں۔ ہمارے ساتھ آؤ“

عنبر نے شکالی اور کیٹی کو ہدایت کی کہ وہ اِن لڑکیوں کو
کر اس کے پیچھے پیچھے آئیں۔ لڑکیوں کو خاص طور پہ ہدایت
دی گئی کہ وہ کوئی آواز نہ نکالیں ورنہ وہ موت کے منہ
نہیں بچ سکیں گی۔ لڑکیاں بے چاری پہلے ہی سہمی ہوئی
ں۔ وہ اُچپ کر گئیں۔ کئی ایک اچھے خاندان کی لڑکیوں نے
رے کے حکمران اچھال کی بیٹی شکالی کو پہچان لیا تھا۔ انہوں
دوسری لڑکیوں کو بتا دیا کہ یہ شکالی ہے اور اِنہیں بچانے
ہے۔ پریشان غمزدہ لڑکیوں کے چہروں پہ اُمید کی کرن
نے گی۔ لیکن اب بھی انہیں ڈر تھا کہ خدا جانے وہ باہر
نکل سکیں گی یا نہیں“
عنبر کچھ فاصلہ رکھ کر آگے آگے چلا جا رہا تھا۔ برآمدے
سے گزر کر وہ اوپر دروازے کی طرف جانے والی سیڑھیوں
پاس آ کر رُک گیا۔ لڑکیوں کا قافلہ بھی وہیں ٹھہر گیا۔
کو عنبر نے سمجھا دیا کہ وہ اوپر جا رہا ہے۔ اس کی سیٹی
آواز پر وہ تمام لڑکیوں کو لے کر تیزی سے باہر آجائے۔
عنبر یہ ہدایت دے کر اوپر سیڑھی چڑھنے لگا۔ سیڑھی
آخر میں دروازہ بند تھا۔ باہر وہی دونوں پہرے دار کھڑے
۔ عنبر نے سیڑھیوں میں سے انہیں آواز دی کہ وہ باہر آ رہا
۔ پہرے دار نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔ عنبر نے

اس پر خلائی گن کا فائر کر دیا۔ اور اس کے بھسم ہونے تک
وہ چھلانگ لگا کر دروازے پر آ گیا تھا اور اس نے دوسرے
خلائی پہرے دار پر فائر کر دیا۔ وہ بھی وہیں جل کر بھسم ہو
گیا۔

عنبر نے ہلکی سی سیٹی منہ سے بجائی۔

شکالی اور کیٹی تمام لڑکیوں کو لے کر اوپر آ گئی۔

اوپر برآمدہ تھا۔ سامنے صحن تھا اور صحن کے آگے محل کی
ڈیوڑھی اور پھر دروازہ تھا۔ یہاں کے پہرے داروں کو
عنبر پہلے ہی ختم کر چکا تھا۔ اس نے رات کے اندھیرے میں
صحن والے باغ میں نکل کر اوپر والے محل کی کھڑکیوں پر نگاہ
ڈالی۔ تمام کھڑکیاں بند تھیں اور ان پر گہری خاموشی چھائی
تھی۔ عنبر نے واپس آ کر لڑکیوں سے کہا۔

"جتنی تیز تیز چل سکو چل کر صحن کا باغ عبور کر کے
محل کی ڈیوڑھی سے سامنے والے درختوں میں
آ جاؤ۔ خبردار کسی قسم کی کوئی آواز پیدا نہ ہو۔
میں کیٹی اور شکالی تمہارے آگے ہوں گے۔ جلدی
کرو۔"

یہ کہہ کر عنبر شکالی اور کیٹی جھک کر برآمدے سے دوڑے
اور صحن والا باغ عبور کر کے محل کی ڈیوڑھی میں پہنچ گئے۔

ساری لڑکیاں ان کے پیچھے پیچھے اندھیرے میں دوڑتی
ہوئی آ رہی تھیں۔ عنبر ڈیوڑھی میں کھڑا رہا۔ اس نے اپنی
نگرانی میں تمام لڑکیوں کو کیٹی اور شکالی کے ساتھ محل کے
دروازے سے گزار دیا۔ جب اس نے دیکھا کہ ساری
لڑکیاں درختوں میں جا کر چھپ گئی ہیں تو وہ بھی وہاں آ
گیا۔

شکالی نے کہا۔

"ہمیں ان لڑکیوں کو نہر والے شگاف کے راستے
قلعے سے باہر لے چلنا ہوگا۔ صبح ہونے والی
ہے۔"

وقت بہت کم تھا۔ انہوں نے لڑکیوں کو ساری صورت
حال سمجھا دی اور کہا کہ یہ ان کی زندگی اور موت کا سوال
ہے۔ انہیں نہر والی سرنگ میں سے گزر کر قلعے سے باہر جانا
ہوگا۔ ساری کی ساری ٹولی اپنے ساتھ لے کر عنبر شکالی اور
کیٹی بڑے باغ میں سے گزر کر نہر میں اتر گئیں۔ باقی ساری
لڑکیاں بھی ان کے پیچھے نہر میں اتر گئیں۔ وہاں پانی میں کافی
آواز پیدا ہوئی لیکن چونکہ وہاں کے پہرے دار پہلے ہی ختم
کر دیئے گئے تھے اس لیے کوئی خطرہ پیدا نہ ہوا۔ یہ ساری
ٹولی نہر میں جھک جھک کر چلتی پانی کی سرنگ میں داخل ہوگئی۔

یہاں گہری تاریکی تھی۔ شکالی اور کیٹی لڑکیوں کی ہمت بڑھا
رہی تھیں۔ وہ بھی موت کے منہ سے بچ کر آرہی تھیں اس
لیے بڑے حوصلے سے اس تاریک سرنگ میں سے گزر رہی
تھیں۔

کافی دور آگے جا کر نہر کا دہانہ آگیا۔ سب سے پہلے اس
میں سے عنبر باہر نکلا۔ اس کے بعد شکالی۔ کیٹی اور پھر
ایک ایک کر کے تمام بدقسمت لڑکیاں باہر نکل آئیں۔ نہر
سے باہر آکر وہ عنبر اور شکالی کی طرف دیکھنے لگیں۔ ایک
لڑکی بولی۔

"یہ لوگ ہمیں پھر پکڑ لیں گے۔ انہوں نے ہمارے
تمام گھر والوں کو مار ڈالا ہے۔ ہم اپنے گھروں
میں گئیں تو یہ وہاں بھی آجائیں گے۔"

شکالی نے انہیں تسلی دی اور کہا۔

"فکر نہ کرو میری بہنو! تم اچھی طرح جانتی ہو
کہ میں تمہارے بادشاہ اچھال کی بیٹی ہوں۔
خدا کا شکر ہے کہ میں اپنے دوستوں کے
ساتھ تمہیں بچا کر یہاں تک لانے میں کامیاب
ہو گئی ہوں۔ اب تم یہاں سے دور، پہاڑ کی دوسری
جانب جھیل کے کنارے ایک خفیہ مقام پر اس

وقت تک چھپی رہو گی جب تک کہ ہم اس آدم خور
قبیلے کو ختم کر کے اس قبیلے پر قبضہ نہیں کر لیتے۔
آؤ ہمارے ساتھ۔ ہمیں صبح ہونے سے پہلے پہلے
پہاڑ کی دوسری جانب پہنچنا ہے۔"

اب شکالی ان کی راہ نمائی کر رہی تھی۔
عنبر اور کیٹی اس کے پیچھے تھے اور ان کے پیچھے ساٹھ
ستر لڑکیوں کا جلوس ٹولیوں کی شکل میں اندھیرے پہاڑی
جنگل کی چڑھائی چڑھ رہا تھا۔ شکالی نے لڑکیوں سے کہا۔

"جتنی جلدی چل سکتی ہو چلو۔ کیونکہ اگر صبح ہونے
سے پہلے دشمن کو تمہارے فرار کا علم ہو گیا تو وہ
خلائی ہتھیار لے کر پیچھے سے حملہ کر دیں گے اور
شاید تم سب کو بچانا ہمارے لیے ناممکن ہو جائے۔"

لڑکیوں نے کہا۔

"تم فکر نہ کرو شکالی۔ ہم کہیں سانس لینے کے
لیے بھی نہیں رکیں گی۔"

اور لڑکیوں نے ایسا ہی کیا۔ پیچھے موت لگی ہو تو انسان
کیا کچھ نہیں کرتا۔ لڑکیاں تیزی سے پہاڑ کی چڑھائی چڑھ رہی
تھیں۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر یہ لوگ پہاڑ کی چوٹی پر
پہنچ گئے۔ اب ڈھلان یعنی پہاڑ کی اترائی شروع ہو گئی۔ یہ

سفر آسان تھا۔ مگر اترائی اترتے وقت انہیں زیادہ وقت
لگ گیا۔

بڑی مشکل سے وہ گرتے پڑتے جھیل کے پاس آگئے۔
شکالی انہیں لے کر جھیل کے کنارے کنارے جنوب کی
طرف چل پڑی۔ یہاں اتنے گھنے درخت تھے کہ انہیں راستہ
بنانا مشکل ہو رہا تھا۔ پھر بھی وہ آگے ہی آگے بڑھتے
چلے گئے۔ شکالی سے عنبر نے پوچھا۔

"کتنی دور رہ گئی ہے تمہاری خفیہ کمین گاہ؟"

شکالی بولی۔

"اس گھنے جنگل کے درمیان میں ہے"

شکالی نے چلتے چلتے عنبر اور کیٹی کو بتایا کہ اس جنگل کے
وسط میں اس کے باپ نے اپنے دادا کے لیے ایک مقبرہ بنایا
تھا۔ جو زمین کے اندر ہے۔ ہم ان لڑکیوں کو وہاں چھپا
کر رکھیں گے۔ کیٹی نے کہا۔

"کیا یہ مقبرہ اتنا بڑا ہے کہ اتنی ساری لڑکیاں
وہاں آ جائیں؟"

شکالی کہنے لگی۔

یہ مقبرہ زمین کے اندر کافی پھیلا ہوا ہے"

عنبر نے پوچھا۔

"ان لڑکیوں کی خوراک کا کیا بندوبست ہوگا؟"

شکالی نے کہا۔

"مقبرے کے ایک ائیر بکس میں ہنگامی صورتِ حال
سے نمٹنے کے لیے خوراک کی گولیوں کا بہت بڑا
ذخیرہ رکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس مقبرے کو دو ایک بار
شاہی خاندان نے ایک دشمن خلائی مخلوق کے حملے
کے وقت پناہ کے طور پر استعمال کیا تھا۔ میں اپنے
خاندان کے ساتھ ہی اس مقبرے میں گئی تھی"

"یہ خوراک کی گولیاں دو سو انسانوں کے لیے ایک
ماہ تک کافی ہیں"

کیٹی نے کہا۔

"کیا خبر تمہارے والد اور اس کا مشیر بھی اسی مقبرے
میں چھپے ہوئے ہوں"

شکالی نے گہرا سانس بھر کر کہا۔

"کاش ایسا ہوتا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ اگر میرے
والد دادا کے مقبرے پر گئے ہوتے تو شاہی محل
میں ان کے کمرے کا پلنگ الٹا کر دیا گیا ہوتا۔ یہ ہمارے
خاندان کی خاص نشانی ہے کہ اگر کسی مصیبت یا گڑ
بڑ میں پھنس کر شاہی خاندان کا کوئی آدمی خفیہ مقبرے

میں جاتا ہے تو وہ اپنے کمرے کا پلنگ اُٹھا کر دیتا
ہے تاکہ مدد کو آنے والے شاہی خاندان کے
آدمیوں کو ان کا پتہ چل سکے۔ میں نے شاہی محل
میں اپنے والد کے کمرے میں جاتے ہی سب سے
پہلے پلنگ کو دیکھا تھا۔ وہ سیدھا پڑا تھا۔"

یہ قافلہ صبح ہوتے ہی جنگل میں خفیہ مقبرے پر پہنچ گیا۔
اس مقبرے کے اوپر ایک چھوٹا سا ٹیلہ تھا۔ اس ٹیلے
میں سے ایک پوشیدہ سُرنگ نیچے مقبرے میں جاتی تھی۔ ساری
کی ساری لڑکیاں، کیٹی اور عنبر جب سُرنگ میں سے گزر گئے تو
شکالی نے خفیہ بٹن دبا کر سرنگ کا دروازہ بند کر دیا۔

مقبرہ اگرچہ زمین کے اندر تھا مگر کافی کھلا تھا۔ چھت
بھی اونچی تھی۔ لڑکیاں تھکان سے نڈھال ہو رہی تھیں۔ شکالی
نے دیوار میں بنے ہوئے ایک ہوا بند بکس میں سے خوراک
کی گولیاں نکال کر سب کو کھانے کو دیں۔ گولیاں کھانے سے
اِن کی بھوک اور پیاس ختم ہو گئی اور جسموں میں پھر سے
طاقت آ گئی۔ اب عنبر نے اِن لڑکیوں سے کہا کہ وہ سب
آرام سے رہیں۔ اس کے بعد عنبر نے شکالی اور کیٹی سے
ایک میٹنگ کی اور انہیں کہا۔

"اب تم لوگوں کا میرے ساتھ جانا ٹھیک نہیں ہیں

اکیلا ہی واپس جاؤں گا۔ مجھے ناگ کا بھی کھوج
لگانا ہے۔ اور شکالی کے باپ کا بھی پتہ معلوم کرنا
ہے۔"

کیٹی نے کہا۔

"عنبر بھیّا! اگر تمہیں شکالی کا باپ قلعے میں کہیں
مل بھی گیا تو اِسے کیسے یقین آئے گا کہ تمہیں اس
کی بیٹی نے بھیجا ہے؟"

شکالی نے اپنی ایک ایلومونیم کی انگوٹھی اتار کر عنبر کو دی
اور کہا۔

"یہ انگوٹھی ہمارے خاندان کی خاص نشانی ہے
اور میرے باپ نے مجھے خاص طور پر بنا کر دی
تھی۔ یہ انگوٹھی میرے باپ کو دکھاؤ گے تو اِسے یقین
آ جائے گا کہ تم اِس کے ہمدرد ہو اور تمہیں میں
نے ہی بھیجا ہے۔"

عنبر نے انگوٹھی اپنی چھنگلی میں پہن لی۔ ایک خلائی گن اس
نے شکالی اور کیٹی کے پاس ہی رہنے دی۔ ایک خلائی گن اپنے
پاس رکھی اور انہیں دوبارہ مقبرے کے اندر ہی رہنے کی ہدایت
کر کے زیرِ زمین مقبرے سے باہر نکل آیا۔

جنگل میں دن نکل چکا تھا۔ سورج کی روشنی اور دھوپ

چاروں طرف پھیلی تھی۔ عنبر نے خلائی قبیلے والوں کا سوٹ پہن رکھا تھا۔ وہ اس لباس سے نجات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ شہر میں کسی مکان کے اندر جا کر کوئی دوسرا لباس تیار کر کے پہنے۔ چنانچہ وہ جھیل کے کنارے آ کر شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

شہر اسی طرح ویران پڑا تھا۔ لاشیں آہستہ آہستہ ہڈیوں کا پنجر بننے لگی تھیں۔ چوڑی گلیوں اور کشادہ بازاروں میں کوئی جانور بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ عنبر کچھ دیر ویران شہر میں پھرتا رہا۔ اتنے میں آسمان پر خدا جانے کدھر سے کالے بادل آ گئے۔ ان بادلوں نے سورج کو چھپا لیا۔ شہر پر ہلکا ہلکا اندھیرا چھا گیا۔ بادلوں میں دھیمی دھیمی گرج پیدا ہونے لگی، اور پھر بارش شروع ہو گئی۔ عنبر اس سیارے پہ سینا تھون میں پہلی بار بارش دیکھ رہا تھا۔

یہ بارش بالکل ہماری زمین کی طرح ہو رہی تھی۔ عنبر ایک گلی میں سے گزر رہا تھا۔ جس کے گھروں کے دروازے کھلے تھے اور ٹوٹا پھوٹا سامان اِدھر اُدھر بکھرا ہوا تھا۔ بارش سے بچنے کے لیے عنبر ایک مکان میں داخل ہو گیا۔ اس مکان کا کمرہ تکونا تھا۔ فرش پر سبز رنگ کا قالین سا بچھا تھا جس پر گھر کے برتن وغیرہ بکھرے ہوئے تھے۔ خلائی قبیلے والوں نے

یہاں بڑی تباہی مچائی تھی۔ گلی میں بھی کئی ایک لاشوں کے پنجر ابھی تک پڑے تھے۔ مکان میں کوئی لاش نہیں تھی۔

تھوڑی دیر بعد بارش رُک گئی۔ عنبر مکان سے نکل کر گلی میں آیا اور چوک کی طرف چلنے لگا۔ جونہی وہ چوک میں آیا اس پر ایک مکان کی دیوار کے پیچھے سے ایک خلائی آدمی نے فائر کر دیا۔ گن میں سے شعاع نکل کر سیدھی عنبر کے سینے پر پڑی۔

وہ ایک دھکا لگنے سے زمین پر گر پڑا۔ اِسے یقین تھا کہ وہ مَر نہیں سکتا۔ عنبر مَرا نہیں تھا۔ لیکن اِس کی دونوں ٹانگیں آپس میں قریب آتے آتے جُڑ گئیں۔ عنبر نے انہیں الگ کرنے کی بہت کوشش کی مگر وہ اِس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے دونوں بازو اُوپر کو اُٹھ گئے اور جسم پر سیاہ نوکیلے بال نمودار ہونے لگے۔ اس نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر دوڑنے کی کوشش کی مگر وہ ایسا نہ کر سکا۔ خلائی قبیلے والا انسان بھی دُور کھڑا اِسے حیرت سے تک رہا تھا۔ اس نے عنبر پر ایک اور فائر جھونک دیا۔

گن کی شعاع دوسری بار عنبر کے جسم کو لگی تو وہ انسانی قد کا سیاہ کالا بچھو بن گیا۔ اس کے بازوؤں کے اوپر دو بڑے بڑے پَر نکل آئے۔ عنبر کا ذہن بھی بچھو کا ذہن ہو

گیا۔ اِسے کچھ یاد نہیں رہا تھا کہ وہ عنبر ہے اور ناگ کی تلاش میں آیا ہے۔

خلائی انسان نے جب عنبر کو بچھو بنتے دیکھا تو اس کے طوطے اُڑ گئے۔ اس نے عنبر بچھو پر ایک اور فائر کر دیا۔ اس فائر کی شعاع بچھو عنبر کے جسم سے لگتے ہی واپس ہو کر خلائی انسان کے جسم میں جا کر لگی اور وہ شعلے کی طرح بھڑک کر راکھ ہو گیا۔ عنبر کے جسم پر خلائی گن کی شعاع کا کیمیاوی اثر کچھ ایسا ہوا تھا۔ کہ وہ انسان سے اُڑنے والا انسانی سائیز کا بچھو بن گیا تھا۔ جب بچھو بن جانے کے بعد اس پر خلائی شعاع پھینکی گئی تو وہ اس کے جسم سے ٹکرا کر واپس خلائی انسان کے جسم سے ٹکرا کر اسے بھسم کر گئی۔

عنبر بچھو کی دونوں ٹانگیں آپس میں جڑ کر اس کی دم بن گئی تھی۔ جس میں زہر بھرا تھا۔ وہ دیوانہ وار اپنے دونوں بازو چلا رہا تھا۔ عنبر بچھو کو خلائی انسان سے دشمنی ہو گئی۔ اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ زرد لباس والے خلائی انسان اس پر فائر کر کے اسے بچھو بنایا ہے۔ وہ اپنے دشمنوں کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔

عنبر بچھو یہ تو بھول گیا کہ وہ عنبر تھا اور ناگ اور شکالی

کے باپ اچھال کی کھوج میں نکلا تھا۔ اِسے یہی یاد رہا کہ زرد لباس والے خلائی انسان اِس کے دشمن ہیں۔ عنبر بچھو ویران سڑک پر آیا تو سامنے سے چار زرد لباس والے خلائی انسان نظر آئے۔ انہوں نے بھی سڑک پر ایک انسانی سائیز کے خوف ناک بچھو کو دیکھا تو چاروں نے اِس پر اپنی گن سے فائر کر دیا۔ چاروں گنوں کی شعاعیں عنبر بچھو کے جسم سے ٹکرا کر واپس گولیوں کی طرح خلائی انسانوں سے ٹکرائیں اور چاروں کے چاروں شعلے بن کر بھڑک اُٹھے۔

عنبر بچھو کے منہ سے ایک ڈرا دینے والی غراہٹ کی آواز نکلی اور وہ دوسرے چوک کی طرف چلنے لگا۔ وہ سڑک پر بڑے بچھو کی طرح چل رہا تھا۔ اب ایسا ہوا تھا کہ ساری کی ساری لڑکیوں کے بھاگ جانے اور کئی پہرے داروں کی ہلاکت کے بعد قلعے کا حکمران چیف ناتھن غصے سے تھر تھرانے لگا۔ اس نے حکم دے دیا کہ شہر میں جا کر لڑکیوں کو واپس لایا جائے اور جن لوگوں نے انہیں یہاں سے بھگایا ہے۔ انہیں ہلاک کر دیا جائے۔

قلعے کے اکثر زرد لباس والے خلائی انسان شہر میں آ گئے تھے اور لڑکیوں کو ویران شہر کے مکانوں میں تلاش کر رہے تھے۔

عنبر بچھو چوک میں پہنچا تو تین خلائی انسان وہاں بھی کھڑے
ے۔ انہوں نے جو ایک بہت بڑے بچھو کو آتے دیکھا تو
برا کر اس پر فائر شروع کر دیئے۔ اِن کا بھی وہی حشر
را جو پہلے والے خلائی انسانوں کا ہوا تھا۔ تینوں خلائی انسان
ر بچھو کے جسم سے واپس لوٹتی قاتل شعاعوں کے لگنے سے
رک بھسم ہو گئے تھے۔

یوں عنبر بچھو نے سارے شہر میں گھوم پھر کر اپنے
ارے دشمنوں کو ختم کر دیا۔ اب اپنے پَروں کی مدد سے
ں نے ہوا میں اُڑنا شروع کر دیا۔ وہ شاہی محل کے
پر آگیا جو ویران پڑا تھا۔ یہ شکالی کے باپ اچھال کا
ل تھا۔ عنبر بچھو کو دو زرد لباس والے خلائی انسان محل کی
ھت پر ایک بارہ دری کی طرف جاتے دکھائی دیئے۔ عنبر
بچھو اُڑتے اُڑتے اُن کے سروں پر آگیا۔

دونوں خلائی انسانوں نے اُڑنے والے بچھو کو دیکھا تو
ہشت زدہ ہو کر خلائی گنیں نکالیں اور اس پر فائر کر دیا۔
ر فائر ان کی موت کا پیغام تھا۔ عنبر بچھو کو فائر کی شعاعیں
یں اور اس کے سیاہ بالوں والے جسم سے ٹکرا کر واپس
ونوں خلائی انسانوں کے جسموں سے واپس جا کر ٹکرائیں
ونوں کے جسم شعلے بن کر بھڑک اُٹھے۔

عنبر بچھو نے اب سارے شہر کے اوپر اُڑنا شروع
کیا۔ وہ ڈھونڈھ کر زرد لباس والے خلائی انسانوں کو
بھسم کرنے لگا۔ اب شہر میں کوئی خلائی انسان باقی نہیں رہا
تھا۔ چیف ناتھن نے قلعے سے زرد لباس والے خلائی انسانوں
کی جتنی فوج بھیجی تھی وہ سب کی سب عنبر بچھو کے ہاتھوں
ختم ہو گئی تھی۔ عنبر بچھو اُڑتا اُڑتا پہاڑ کی طرف چلا۔
وہ جھیل کے اوپر سے گزر گیا۔ سامنے بہت اونچا پہاڑ تھا۔
اس پہاڑ کی دوسری طرف وادی میں خلائی قبیلے کے چیف
ناتھن کا چٹانی دیواروں میں گھرا ہوا قلعہ تھا۔ ایک خلائی
انسان نے جو عنبر بچھو سے بچ گیا تھا۔ چیف ناتھن کو قلعے
میں سگنل کر دیا تھا کہ کسی سیارے سے ایک بہت بڑا
بچھو یہاں آگیا ہے جس نے ہمارے سارے آدمیوں
کو مار ڈالا ہے۔ میں بڑی مشکل سے جان بچا سکا ہوں۔
چیف ناتھن نے اسی وقت ہنگامی حالات کا اعلان کر
دیا تھا۔
قلعے کی دیواروں کے اوپر برجوں میں جو مورچے تھے۔
وہاں چار چار خلائی پہرہ داروں کے دستے لگا دیئے تھے۔
قلعے کا بڑا دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔ چیف ناتھن خود
قلعے کی چھت پر محل کے سب سے مضبوط کمرے میں

اس طرح چھپ کر بیٹھ گیا تھا کہ وہ باہر کا سارا منظر دیکھ سکتا تھا مگر اِسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

جب عنبر بچھّو قلعے کے اوپر پہنچا تو نیچے سے اس پر فائر ہوا۔

خلائی گنوں میں سے شعاعیں نکل کر عنبر بچھو کے جسم پر پڑیں۔ یہ شعاعیں عنبر بچھّو کے نوکیلے بالوں سے ٹکرا کر واپس اِن خلائی سپاہیوں کے جسموں سے جا کر ٹکرائیں۔ جنھوں نے یہ فائر کیے تھے۔ یہ سارے کے سارے سپاہی آگ کے شعلے بن کر ختم ہو گئے۔ چیف ناتھن نے جب یہ حالت دیکھی تو اسی وقت اعلان کر دیا کہ اِس بچھّو پر فائر نہ کیا جائے۔ عنبر بچھّو قلعے کے اوپر دو تین چکّر لگا کر نیچے محل کی چھت پر اُتر آیا۔ وہ چھت پر اِدھر اُدھر رینگنے لگا۔ پھر وہ ہوا میں اُڑتا ہوا شاہی محل کے باغ میں اُتر گیا۔

یہاں خلائی سپاہی چھپے ہوئے تھے۔ انھوں نے عنبر بچھو پر پتھروں کی بارش کر دی۔ عنبر بچھّو کے جسم سے ٹکراتے ہی پتھروں کو آگ لگ جاتی اور وہ جل کر راکھ ہو جاتے۔ سپاہی پریشان ہو گئے۔ کیونکہ عنبر بچھّو نے اِن کو دیکھ لیا تھا اور اب وہ اِن پر حملہ کرنے آ رہا تھا۔ سپاہی بھاگے۔ مگر اِن میں سے دو سپاہیوں کو عنبر بچھّو

اپنے بازوؤں میں جکڑ کر ڈس دیا۔ اِن سپاہیوں کے جسموں میں عنبر بچھّو کے زہر سے اتنی گرمی پیدا ہوئی کہ وہ پگھل کر بھاپ بن کر اُڑ گئے۔

اچانک عنبر بچھّو کو ناگ کی خوشبو آئی۔ یہ خوشبو بڑی ہلکی تھی۔ عنبر کا دماغ۔ بچھّو کا دماغ تھا مگر اس میں دھندلی دھندلی سی انسانی یادداشت بھی تھی۔ ناگ کی خوشبو نے اُسے کچھ یاد کرایا۔ اِسے محسوس ہو رہا تھا کہ یہ کسی دوست کی خوشبو ہے مگر یہ دوست ناگ ہے اتنا عنبر بچھّو کو احساس نہیں تھا۔

وہ اپنے دوست کی خوشبو کی طرف بڑھا۔

ناگ پتھر کے عقاب کی شکل میں چیف ناتھن کے تاج پر بیٹھا تھا۔ اِسے بھی عبتر کی ہلکی ہلکی خوشبو آنے لگی تھی۔ مگر وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ یہ تاج چیف ناتھن شاہی محل کے خفیہ کمرے میں اپنے ساتھ ہی لے گیا تھا۔ مکار عورت چھنکی بھی اِس کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ یہ وہ چڑیل عورت تھی جو چیف ناتھن کو خاص طور پر لڑکیوں کو بھون کر پیش کیا کرتی تھی۔ عنبر بچھّو کو ناگ کی اپنے کسی گمنام دوست کی خوشبو محل کے ایک کمرے سے آ رہی تھی۔ وہ اِس کمرے کی طرف بڑھا۔

چیف ناتھن نے انسان جتنے بڑے بچھو کو اپنے شاہی محل کے خفیہ کمرے کی دیوار کی طرف آتے دیکھا تو سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس پر ہلاک کر دینے والا زہریلا مادہ پھینکا جائے۔ خلائی سپاہی اسی وقت زہریلے مادے کی پچکاریاں لے آئے اور انہوں نے دیوار کے اوپر کھڑے ہو کر عنبر بچھو پر اس کی پھوار ڈالنی شروع کر دی۔ عنبر بچھو پر زہریلے مادے کی پھوار گری تو اس نے جھنجھلا کر اپنے جسم کو زور سے جھٹکا دیا۔ اپنے بالوں کو جھٹکا۔ پھر اپنی مقناطیسی نگاہیں اِن پچکاریوں پر جما دی جن سے زہریلی پھواریں نکل رہی تھیں۔

ایک دھماکے کے ساتھ اِن زہریلی پچکاریوں۔ اور جنہوں نے یہ پچکاریاں تھام رکھی تھیں انہیں آگ لگ گئی۔ ہر طرف شور مچ گیا۔ خلائی سپاہی ڈر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ عنبر بچھو کو ناگ کی اور ناگ کو عنبر کی دھیمی دھیمی خوشبو برابر آ رہی تھی۔ بچھو اس کمرے کی طرف بڑھا جس میں چیف ناتھن اور طوطے کی ناک والی چڑیل عورت چرنکی نے پناہ لے رکھی تھی۔ خونخوار بچھو کو اپنے محل کے کمرے کی طرف بڑھتے دیکھ کر چیف ناتھن نے دیوار کا بٹن دبایا اور اس کے شگاف میں اتر گیا۔ دوسری طرف جاتے ہی اس نے بٹن دبا کر دروازہ بند کر دیا۔

چڑیل عورت چرنکی چیختی چلاتی ہی رہ گئی۔ چیف ناتھن اِسے اپنے ساتھ نہیں لے گیا تھا۔ اب وہ کمرے میں اکیلی تھی۔ اور موت۔ بچھو کی شکل میں اس کے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس نے کئی معصوم لڑکیوں کا خون کیا تھا۔ اب قدرت اس سے اس کے ظلم کا بدلہ لینے والی تھی۔

عنبر بچھو کو اسی کمرے سے ناگ کی خوشبو آ رہی تھی جو اب اور زیادہ مدھم پڑ گئی تھی۔ بچھو نے کمرے کے دروازے پر اپنے دونوں آگے سے مڑے ہوئے ہاتھی کی سونڈ جیسے ہاتھ زور سے مارے۔ دروازہ ٹوٹ کر اندر کی جانب گر پڑا۔ اس کے سامنے طوطے کی ناک والی چرنکی کھڑی تھی۔ چرنکی نے خنجر اُٹھا لیا تھا اور عنبر بچھو کو ہلاک کرنے کے لیے بالکل تیار کھڑی تھی۔

عنبر بچھو کے منہ سے سفید رنگ کی ایک پتلی سی تار نکل کر چڑیل عورت کے جسم پر پڑی اور اس تار نے مکڑی کے جالے کی طرح ظالم عورت کو لپیٹنا شروع کر دیا۔ چرنکی کی چیخوں سے کمرہ گونج اٹھا۔ عنبر بچھو کو کچھ خبر نہیں تھی کہ یہ عورت کون ہے اِسے صرف اتنا معلوم تھا کہ اس عورت کے ہاتھ میں خنجر تھا اور وہ اُسے ہلاک کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

جب چڑیل کا سارا جسم بچھو کے منہ سے نکلنے والی تار
میں لپٹ گیا تو عنبر بچھو اس کی طرف بڑھا۔ چڑیل عورت
بے بس ہو کر فرش پر پڑی تھی۔ بچھو اس کے پاس آکر
اس پر جھک گیا۔ بچھو کا زہریلا سانس چڑیل عورت کے
منہ سے ٹکرایا تو اس کے چہرے کا رنگ سانس کی گرمی اور
زہر سے کالا پڑ گیا۔ عنبر بچھو نے گھوم کر اپنی دُم سے چڑیل
عورت کو ڈس دیا۔ ڈستے ہی چڑیل عورت کے جسم سے
بھاپ اٹھنی شروع ہو گئی اور دیکھتے دیکھتے وہ ساری
کی ساری بھاپ بن کر غائب ہو گئی۔

ظلم اپنے انجام کو پہنچ گیا تھا۔ سچ ہے جو کسی پر ظلم کرتا
ہے۔ قدرت اسے کبھی معاف نہیں کرتی۔ اسے ایک نہ ایک
دن اس ظلم کی سزا مل کر رہتی ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم کسی
پر ظلم نہ کریں۔ ایک دوسرے سے پیار و محبت کا سلوک
کریں اور امن و سلامتی سے رہیں۔

عنبر بچھو نے دیوار کو سونگھا۔
(ناگ کی) اس کے دوست کی خوشبو اسی دیوار کی دوسری
طرف سے آ رہی تھی۔ عنبر بچھو نے پیچھے ہٹ کر دیوار کو
زور سے ٹکر ماری۔ دیوار دوسری طرف نیچے اترتی سیڑھیوں
پر گر پڑی۔ عنبر بچھو چھلانگ لگا گیا۔ سیڑھیوں کی دوسری

طرف پہاڑیوں کے درمیان ایک گہرا تنگ راستہ ایک وادی
کی طرف چلا گیا تھا۔ عنبر بچھو یہاں ہوا میں اوپر اٹھا اور
اڑتا ہوا گہری گھاٹی کے اوپر سے گزر کر پہاڑی کی دوسری
طرف وادی میں آگیا۔ یہاں عنبر بچھو نے دیکھا کہ ایک آدمی
جس نے سر پر سیاہ عقاب والا تاج پہن رکھا ہے ایک
شیشے کی بلبلہ نما گاڑی میں بیٹھا بڑی تیز رفتاری سے چلا جا
رہا ہے۔ گاڑی زمین سے ایک فٹ بلند ہو کر اُڑ رہی تھی۔
عنبر بچھو کو اس گاڑی میں سے اپنے دوست ناگ کی خوشبو
آ رہی تھی اس نے غوطہ لگایا اور گاڑی کے بُلبلے کے اوپر
آگیا۔

اس گاڑی میں جیف ناتھن بیٹھا اسے چلا رہا تھا۔ وہ
قلعے سے ایک محفوظ مقام کی طرف فرار ہو رہا تھا۔ اس نے
بہت بڑے اُڑن بچھو کو اپنی گاڑی کے اوپر دیکھا تو گاڑی
کی رفتار تیز کر دی۔ وہ بچھو پر فائر کر کے خود آگ کے
شعلوں میں بھسم نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس نے کئی سپاہیوں
کو اس طرح ہلاک ہوتے دیکھ لیا تھا۔ گاڑی کی رفتار اتنی
تیز ہو گئی کہ وہ زمین سے پانچ فٹ بلند ہو کر ہوا میں اُڑنے
لگی۔

عنبر بچھو کا وہ مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ بچھو ایک چکر

لگا کر گاڑی کے سامنے آگیا۔ نیچے ہو کر اس نے گاڑی کو ٹکر
مار دی۔ گاڑی کا بلبلہ پھٹ گیا اور گاڑی اُلٹ گئی۔ چیف
ناگن اُچھل کر باہر گرا۔ اس کا تاج بھی دُور جا پڑا۔ سیاہ
عقاب کا بت تاج سے الگ ہو کر زمین پر اوندھے منہ پڑ گیا۔

عنبر بچھو کو اسی سیاہ عقاب میں سے ناگ کی خوشبو آتی
محسوس ہو رہی تھی۔ وہ سیاہ عقاب کے قریب آیا تو چیف ناگن
نے گھبراہٹ میں اپنی جان بچانے کے لیے عنبر بچھو پر
بے اختیار فائر کر دیا۔ یہ فائر اس کی اپنی موت کا فائر تھا۔
خلائی گن کی شعاع بچھو کے بالوں سے ٹکرا کر واپس چیف ناگن کے
جسم سے ٹکرائی اور وہ شعلے کی طرح بھڑک کر بھسم ہو گیا۔

عنبر بچھو زمین پر رینگتا ہوا سیاہ شیشے کے عقاب کے
پاس آگیا۔ اس عقاب میں سے اُسے اپنے کسی دوست کی
خوشبو آ رہی تھی۔ ناگ بھی عقاب کی شکل میں اپنی آنکھوں
سے اِسے تک رہا تھا۔ ناگ کو بھی اس بچھو میں سے
عنبر کی خوشبو آ رہی تھی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ عنبر پر کوئی حادثہ
گزرا ہے۔ مگر نہ ناگ اس سے کوئی بات کرنے کے قابل تھا
اور نہ عنبر ہی ناگ سے کچھ پوچھ سکتا تھا۔ بلکہ عنبر تو ناگ کو
پہچان بھی نہیں رہا تھا۔ وہ تو محض اس لیے اس کے پاس آ
گیا تھا کہ اسے سیاہ شیشے کے عقاب میں سے دوستانہ

خوشبو آ رہی تھی۔ اس کی حالت بالکل اس جانور کی طرح تھی
جو اپنے مالک یا اپنے کسی ہمدرد محبت کرنے والے کی بُو
محسوس کر کے اس کے پاس آ جاتا ہے اور اِسے کچھ نہیں
کہتا۔ عنبر بچھو نے ناگ عقاب کو اپنے دونوں اگلے مڑے
ہوئے ہاتھوں سے زمین پر سے اُٹھایا اور اپنے سر پر رکھ
کر ہوا میں اُڑ گیا۔

ناگ کا دماغ پورا کام کر رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ عنبر کی یادداشت
گم ہو چکی ہے اور وہ اُسے نہیں پہچان رہا۔ محض اس کی خوشبو
کو محسوس کر رہا ہے۔ ناگ بھی کوئی حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ اپنی
جُون بھی نہیں بدل سکتا تھا۔ عنبر سے کوئی بات بھی نہیں کر سکتا
تھا۔ اِسے پھر سے انسانی شکل میں بھی نہیں لا سکتا تھا۔ ناگ
کو کیٹی اور شکالی کا خیال آنے لگا کہ اگر عنبر بچھو بن گیا ہے
تو ضرور اِن دونوں پر کوئی مصیبت آن پڑی ہو گی۔ وہ نہ
جانے کس حالت میں کہاں ہوں گی۔ ناگ انہیں پہاڑ کی چوٹی
پر چھوڑ کر گیا تھا کہ خود مشکل میں گرفتار ہو گیا۔

عنبر بچھو ناگ عقاب کو لے کر ہوا میں اڑا جا رہا تھا۔
جب وہ جھیل کے اوپر پہنچا تو اسے پانی کی سطح میں سے
کوئی شے اُبھر کر باہر نکلتی نظر آئی۔ یہ ایک سفید بلبلہ سا تھا
جس کے اوپر ایک لمبی نکی لگی ہوئی تھی۔ عنبر بچھو نے اِسے

غور سے دیکھا اور اس کے اوپر چکر لگانے لگا۔ عنبر کو بچھو بننے کے بعد یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ وہ ثمکالی اور کیٹی کو لڑکیوں کے ساتھ پہاڑیوں کے درمیان ثمکالی کے دادا کے زیرِ زمین مقبرے میں چھوڑ آیا ہے۔

جھیل کے پانی میں سے باہر کو نکلے ہوئے بلبلے کی نلکی نے دائیں بائیں گردش کرنا شروع کیا۔ عنبر بچھو ہوا میں اوپر ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد بلبلہ اوپر کو اُبھرنے لگا۔ پھر ایک بند آبدوز کشتی پانی کی سطح پر آ گئی۔ یہ چاندی کی طرح چمک رہی تھی۔ عنبر بچھو اس کا پتہ چلانے کے لیے اس پر اترنے لگا۔ تو آبدوز کشتی جلدی سے پانی کے اندر ڈبکی لگا گئی۔ عنبر بچھو بھی اس کے ساتھ ہی پانی میں اُتر گیا۔ ناگ عقاب بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔

جھیل کے پانی میں آبدوز ایک طرف تیرتی چلی رہی تھی۔ عنبر بچھو اس کے اوپر چپٹا ہوا تھا۔ آبدوز میں سے کسی نے اس پر فائر نہیں کیا تھا۔ آبدوز کشتی جھیل کے اندر ایک غار میں داخل ہو گئی۔ غار میں ایک جگہ کشتی رُک گئی۔ عنبر بچھو نے دیکھا کہ غار کے اوپر آتش فشاں پہاڑ کی طرح ایک چوڑا سوراخ چوٹی تک چلا گیا تھا۔ عنبر اڑتا ہوا اس سوراخ میں بلند ہوتا پہاڑ کی چوٹی پر آ گیا۔ یہ پہاڑ جھیل کے باہر نکلا ہوا تھا۔ اس

کے چاروں طرف جھیل کا پانی پھیلا تھا۔ عنبر بچھو وہیں پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھ گیا۔ ناگ عقاب کو اس نے سر پر سے اتار کر اپنے سامنے رکھ لیا۔

تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ وہ آدمی جنہوں نے لمبے لمبے چغے پہنے ہوئے تھے پہاڑ کے سوراخ کی سیڑھی چڑھ کر اوپر آئے۔ انہوں نے بچھو کو دیکھا تو ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے۔ اِن کے ہاتھوں میں خلائی گنیں تھیں۔ بچھو کو سخت غصہ آ گیا۔ وہ خلائی گن کو اپنا دشمن سمجھتا تھا۔ وہ پھنکارا۔ ایک آدمی فائر کرنے ہی والا تھا کہ دوسرے نے اُسے فوراً روک دیا۔

"ٹھہرو۔"

پھر اس نے حیرانی سے کہا۔

"اس بچھو کے ہاتھ میں میری بیٹی کی انگوٹھی ہے۔"

آپ کو یاد ہو گا کہ جب عنبر زیرِ زمین مقبرے سے چلنے لگا تھا تو ثمکالی نے اُسے اپنی انگلی سے انگوٹھی اتار کر دی تھی۔ کہ یہ میرے باپ کی دی ہوئی ہے۔ اِس انگوٹھی سے وہ تمہیں پہچان لے گا کہ تم اِس کے دوست ہو اور میں نے تمہیں بھیجا ہے۔ یہ انگوٹھی بچھو بننے کے بعد بھی عنبر کی انگلی میں پڑی رہی تھی۔ اِن آبدوز والے دو آدمیوں میں سے ایک سیاقون سیارے کا حکمران اور ثمکالی کا مغرور باپ اچھال تھا اور دوسرا

اس کا مشیر ڈلانگ تھا۔ یہ دونوں خلائی قبیلے کے حملے کے بعد
اس آبدوزنہ میں بیٹھ کر یہاں آ کر چھپ گئے تھے۔ اب جو اچھال
نے بچھو کے ہاتھ میں اپنی بیٹی کی انگوٹھی دیکھی تو دنگ سا ہو کر
رہ گیا۔ عنبر بچھو بھی اچھال کی طرف دیکھ رہا تھا کہ اس نے
حملہ نہیں کیا تھا۔ اچھال نے بلند آواز میں عنبر بچھو سے پوچھا۔
"تم اصل میں کون ہو؟"

○

اس کے بعد کے سنسنی خیز حالات اور عنبر بچھو اور ناگ عقاب
کے رونگٹے کھڑے کر دینے والے واقعات عنبر ناگ ماریا کی
واپسی کی قسط نمبر ۱۰۴ میں پڑھیے جس کا نام "خلائی کمرہ" ہے۔

○

میرے نام

پیارے انکل خوش رہیں یونہی صدا کہانیاں اچھی لکھیں
السلام علیکم۔
انکل کہانی بہت دیر بعد ملی "عنبر ہوشیار" بہت مزے دار
اور لطف اندوز تھی اب انکل اگر عنبر ناگ ماریا کیٹی کا سفر "خلاء" میں
شروع ہو گیا تو بڑا مزا آئے گا۔ انکل بے فکر رہیں میں اپنی پڑھائی
سے غافل نہیں رہوں گی۔ انکل نہ میں عنبر ناگ کی کہانیاں چھوڑ سکتی
ہوں اور نہ ہی پڑھائی۔ انکل میں نے اس امتحان میں تینوں سیکشنوں
میں اوّل پوزیشن لی ہے اور ۵۵۰ میں سے ۴۳۸ نمبر حاصل کیے ہیں
اور انشاء اللہ ایک دن لائق بن کر ملک اور قوم کی خدمت کروں گی انشاءاللہ
اور اللہ کرے آپ بھی یونہی عنبر ناگ کی قسطیں لکھتے رہیں۔ (آمین)
فقط ذوبیہ احسان بٹ

پیارے انکل اے حمید السلام علیکم!
امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ کیونکہ آپ کے ساتھ
آپ کے لاکھوں پڑھنے والوں کی دعائیں ہر وقت شامل رہتی ہیں۔
اس مہنگائی کے زمانے میں کسی کو یہ پتہ چل جائے کہ
اس کی یہ چیز عوام میں مقبول ہو رہی ہے تو وہ اس کتاب یا اس سلسلے
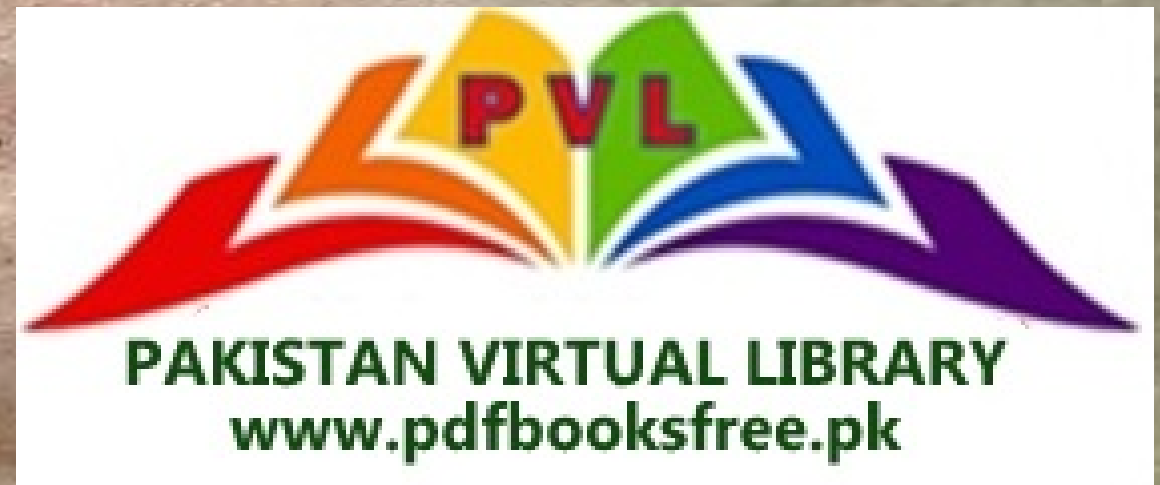
کی قیمت کو آہستہ آہستہ اوپر اٹھائے گا۔ یعنی پہلے ۵ روپے پھر ۸ روپے
پھر ۱۲ روپے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے جو یہ جانتے ہیں
کہ آپ کی یہ داستان (عنبر ناگ ماریا) کتنی مقبول ہو رہی ہے پھر
بھی اپنی کتاب کی قیمت میں تھوڑا بہت فرق بھی نہیں کیا ہے یعنی
(۵،۶،۷) اس سے آپ کی ذہنی کیفیت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے
کہ آپ ان لوگوں کی فہرست میں شامل نہیں ہیں اور یہی آپ کی مقبولیت
کا سب سے بڑا راز ہے۔

بعض مصنفین حضرات اپنی ناولوں کو خاص طور پر بچوں وغیرہ
کو اپنی طرف راغب کرنے کے لیے اپنی کہانیوں میں عریانیت، جاسوسی
اور تخریب کاری کے نئے نئے اور جدید طریقوں سے روشناس
کراتے ہیں کہ جن کو پڑھ کر بچے وغیرہ ان غلط طریقوں پر عمل کرنے
کی کوشش کرتے ہیں۔ جو کہ مصنف نے بڑی آسانی سے اپنی ناول
میں لکھ دیا ہے۔

خیر پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتی کہ جس طرح ہر دور میں
اچھے اور برے دونوں ہی ساتھ رہے ہیں۔ بعض ان میں اچھے
مصنفین ہیں جو کہ بہت اچھا لکھتے ہیں کہ جن کا نام لوگ عزت سے لیتے
ہیں۔ آپ بھی انہی اچھے لوگوں کی فہرست میں شامل ہیں۔ یہ میں آپ کو
صرف چڑھا نہیں رہا بلکہ سچائی بتا رہا ہوں۔ کہ واقعی آپ کی کہانیوں
میں ایک اچھا ادب پڑھنے والا اپنے پسند کی ہر چیز تلاش کر سکتا ہے۔

آپ کو ملک بھر میں جو مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی ہے وہ
صرف اور صرف آپ کی محنت اور اللہ کی رحمت کا نتیجہ ہے اور کچھ
نہیں۔

(عنبر ناگ ماریا کی داستان بہت خوب اور بہترین انداز میں اپنے
سفر کی طرف رواں دواں ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے دوسرے
سائنس فکشن وغیرہ کے ناول میں بڑی ہی دلچسپی سے پڑھتا ہوں کیونکہ
جب بھی میں آپ کی کوئی کہانی ختم کرتا ہوں مجھے یہ احساس نہیں ہوتا
کہ میں نے یہ ایک یا دو گھنٹے بیکار چیز میں برباد کیے ہیں۔ بلکہ ان
ایک دو گھنٹوں میں اپنی معلومات میں اضافہ ہوتے ہوئے محسوس
کرتا ہوں۔

میری تو یہی خواہش ہے کہ آپ اسی طرح لکھتے رہیں اور ہم اپنی
پڑھائی کے ساتھ ساتھ آپ کی تاریخی اور سائنٹفک کہانیوں سے کچھ نہ
کچھ ضرور حاصل کرتے رہیں۔ شکریہ

فقط آپ کا پرستار اور ملنے کا متمنی سید سلمان سلیم
۸/۹،۲ عزیز آباد، فیڈرل بی ایریا کراچی نمبر ۳۸۔

ڈیئر انکل اے حمید آداب

ہم عنبر ناگ ماریا سیریز بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔ ہمیں یہ سلسلہ
بہت پسند ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم بھی انکل عنبر، انکل ناگ کے
دور میں پہنچے ہوئے ہوں شاید آپ یقین نہ کریں۔ انکل کیا یہ فرضی کردار

ہیں یا حقیقت میں ایسا ہے کیونکہ اسی بات پر ہم لوگوں کی بحث ہوتی ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ حقیقی کردار ہیں جبکہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ فرضی کردار ہیں۔

انکل اگر یہ حقیقی کردار ہیں تو ہمیں ان سے ضرور ملوائیں کیونکہ ہمیں عنبر ناگ ماریا سے ملنے کا بہت شوق ہے۔ اور ہمیں اُن کی مدد کی سخت ضرورت ہے کیونکہ وہی ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ اُمید ہے آپ ہماری یہ خواہش ضرور پوری کریں گے۔ خدا حافظ زاہد عباس انیس معرفت

مسٹر جاوید مکان ۲۵۴ بلاک شیر پلاؤ پھٹہ منڈی روڈ مقام حیات سرگودھا۔

ڈیئر انکل اے حمید صاحب السلام علیکم

انکل میں آپ سے چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں اُمید ہے آپ جواب ضرور دیں گے مگر پھر سوچتا ہوں آپ جیسے مصروف انسان کے پاس اس بے مقصد خط کے لیے کیا ٹائم ہو گا مگر پھر بھی اللہ کے بھروسے پر خط لکھ رہا ہوں اور آپ نے خود ہمیں اپنی ناولوں میں یہ تعلیم دی ہے کہ مایوسی کفر ہے۔

سوال:- کیا ناگ عنبر ماریا کے کردار سچے ہیں اور کیا واقعی یہ سچی داستان ہے۔ انکل آپ اس سوال کا مفصل جواب دے کر شکریے کا موقع دیجیے۔ یقین کریں لائبریری کے تمام ممبران پوچھتے ہیں کہ کیا واقعی عنبر ابھی تک زندہ ہے کیا ناگ اور ماریا اب بھی دنیا میں موجود ہیں پلیز انکل آپ جواب ضرور دیجیے گا۔ پھر میں آپ کے جواب کو لائبریری میں فوٹوسٹیٹ کروا کر چسپاں کر دوں گا۔ انکل آپ جب بھی کراچی آئیں تو مجھے مطلع کر دیجیے گا اور میری لائبریری پر ضرور آئیے گا۔ خدا حافظ

محمد اظہار الحسن۔ شمع لائبریری بازار گولیمار نمبر ۲۔ کراچی نمبر ۱۸
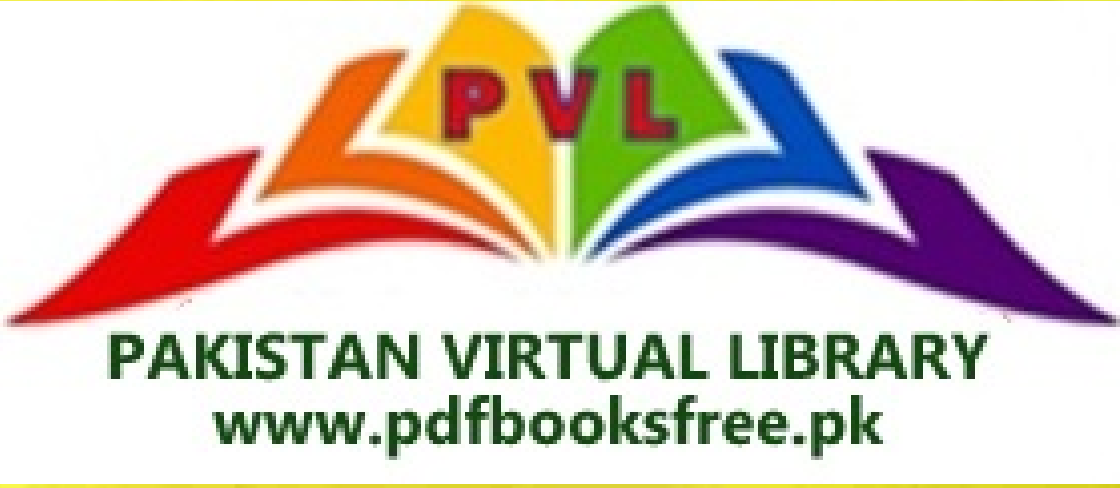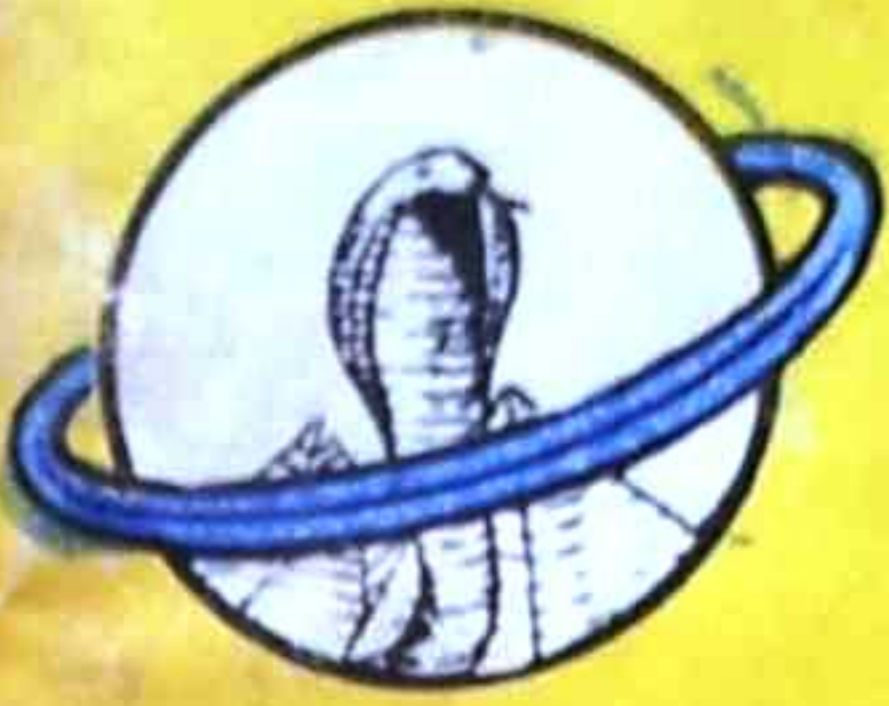
عنبر ناگ ماریا کیپٹن اور خلا میں

اے حمید

۱۰۱ خلائی جہاز کی ممی ۴/۵۰
۱۰۲ غیبی خلائی شیطان ۴/۵۰
۱۰۳ ماریا دوزخ میں ۴/۵۰
۱۰۴ خلائی کمرہ ۴/۵۰

نیا مکتبہ اقرأ
۱۴- بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور-۸
نیا مکتبہ اقرأ
۱۸/-

خلائی کمرہ

اے حمید

۱۰۳
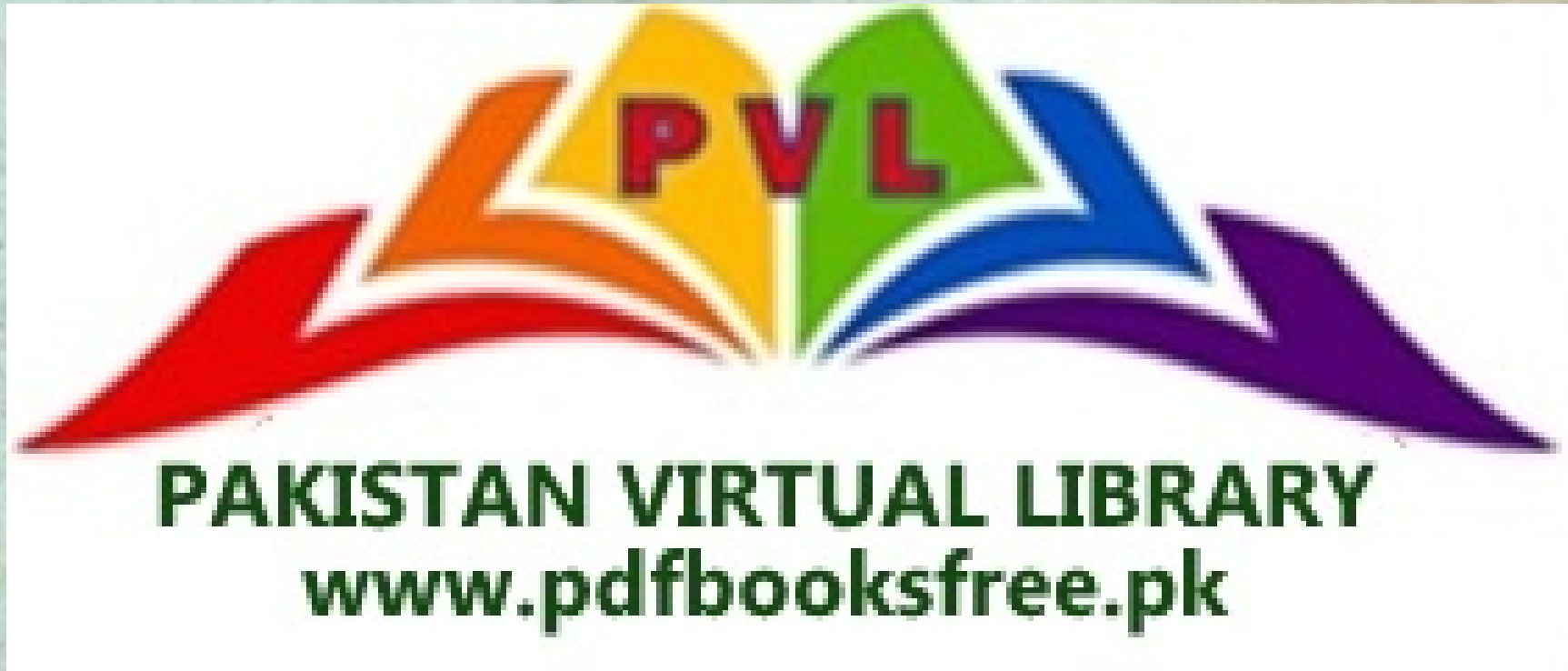
نیا مکتبہ اقرأ

عنبر، ناگ، ماریا اور کیپٹن خلا میں

خطرناک خلائی کمرہ

اے۔ حمید

قیمت : ۵۰/۷ روپے

بارِ اوّل : ۱۹۸۵
ناشر : نیا مکتبہ اقرا ۱۴۔بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع : تاجدین پرنٹرز آبکاری روڈ، لاہور

عنبر ناگ ماریا کے دوستو!

عنبر ناگ ماریا اور کیٹی کے خلائی سفر کی ایک سو چوتھی قسط آپ کے سامنے ہے۔ آپ سب دوستوں کے پیارے پیارے خط مجھے برابر مل رہے ہیں اور میرا حوصلہ بڑھا رہے ہیں۔ مجھے بڑی خوشی اور فخر ہے کہ اس زمانے میں جبکہ مارکیٹ میں اخلاق سے گرے ہوئے ناول بچوں کے لیے لکھے جا رہے ہیں میں آپ کے لیے عنبر ناگ ماریا کے خلائی سفر کی ایک ایسی کہانی لکھ رہا ہوں جس سے آپ تفریح کے ساتھ ساتھ اخلاقی سبق اور سائنس کی معلومات بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ یہی میری زندگی کا مقصد ہے کہ بچے میری کتابوں سے اچھی اچھی باتیں سیکھیں۔ ایسی معلومات حاصل کریں جو ان کے ذہن اور جنرل نالج کو وسیع کرے اور آگے کالج میں اور پھر زندگی میں ان کے کام آئیں۔ میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لونگا۔ عنبر ناگ ماریا اور کیٹی آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

آپ کا دوست

اے۔ حمید

این ۔ ۴۵۴ ۔ راہ چین
سمن آباد لاہور

ترتیب

ویران چاند

عنبر بچھو اسے تکتا رہا۔

شکالی کے باپ اچھال نے کہا:

"تم کو یہ انگوٹھی کہاں سے ملی؟ یہ میری بیٹی شکالی کی انگوٹھی ہے جس کو ایک خلائی مخلوق اغوا کر کے لے گئی تھی کیا تم کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہو؟"

شکالی کے نام سے عنبر کے ذہن میں حرکت سی پیدا ہوئی اس کی یادداشت نے کام کرنا شروع کر دیا۔ پہلے اسے کسی کے منہ سے نکلے ہوئے لفظ سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ اب وہ کچھ کچھ سمجھنے لگا تھا۔ جب شکالی کے باپ نے تیسری بار پوچھا:

"کیا تم میری بیٹی شکالی کو ملے ہو؟"

عنبر بچھو کو یہ سارا جملہ سمجھ میں آ گیا تھا۔ اس لئے اپنا بچھو ایسا سر آہستہ سے ہلا دیا کہ ہاں سمجھ میں آ رہا ہے۔

اس کے پاس ہی ناگ بھی شیشے کے سیاہ عقاب کی شکل
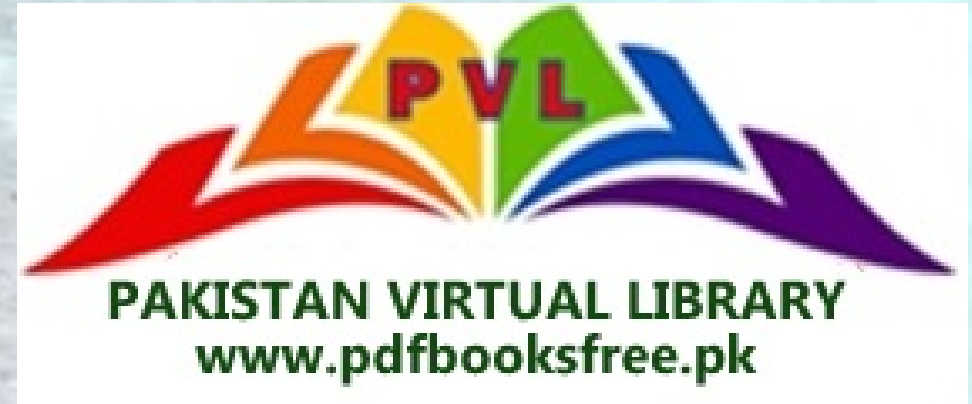
میں پتھر بنا بیٹھا تھا۔ دالانگ یعنی اچھال کے مشیر نے شیشے
کے عقاب کو دیکھ کر کہا:
"اچھال! میں نے سنا تھا کہ خونخوار قبیلے کے چیف
ناگھن نے اپنے تاج میں شیشے کا ایک سیاہ عقاب
لگا رکھا ہے۔ یہ بچھو اس کا عقاب کہاں سے
لے آیا؟"
شکالی کا باپ اچھال بھی سیاہ عقاب کو غور سے دیکھنے
لگا۔ پھر بولا:
"اے بچھو کی شکل کی مخلوق! تم کسی طرح مجھ سے
بات کر سکتے ہو تو کرو۔ میں تمہارے اشارے بھی
سمجھ لوں گا۔ میں خود خلائی مخلوق ہوں۔ بولو میری
بیٹی کہاں ہے؟"
ناگ بھی سمجھ گیا تھا کہ یہ آدمی ہی شکالی کا باپ ہے
اور وہ خوش ہوا کہ شکالی کا باپ ابھی زندہ ہے۔ یہی خوشی
اب عنبر کو بھی ہو رہی تھی۔ مگر وہ بچھو کی شکل میں بے بس
اور جکڑا ہوا سا تھا۔ وہ نہ تو بول سکتا تھا۔ نہ لکھ کر
اپنا مطلب بیان کر سکتا تھا۔ اب اسے ناگ کی خوشبو
بھی بڑی تیز آنے لگی تھی۔ اسے کچھ کچھ یہ بھی سمجھ آ
رہا تھا کہ ہو سکتا ہے یہ سیاہ شیشے کا عقاب اصل میں

ناگ ہی ہو۔ شکالی کا باپ اچھال بڑے غور سے عنبر
بچھو کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جب عنبر بچھو نے کوئی جواب
نہ دیا تو وہ بچھو کی طرف آگے بڑھا۔ اس کے مشیر
دالانگ نے اسے بچھو کے قریب جانے سے منع کیا۔ مگر اچھال
بولا: "مجھے بچھو کی آنکھوں میں ہمدردی نظر آ رہی ہے۔"
شکالی کا باپ عنبر بچھو کے پاس آ گیا۔ عنبر نے اس
پر حملہ نہ کیا۔ ناگ بھی عقاب کی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ
رہا تھا۔ اچھال نے بچھو کے ہاتھ کو آہستہ سے تھام لیا
اور کہا:
"میں جانتا ہوں تم بچھو نہیں ہو اور مجھے یہ بھی
معلوم ہے کہ تم میری بیٹی کو مل چکے ہو۔ تم
فکر نہ کرو۔ میں تمہیں واپس انسانی شکل میں لانے
کی کوشش کروں گا۔ کیا تم میرے ساتھ آؤ گے؟"
شکالی کا باپ پہاڑ کی چوٹی والے سوراخ میں سے
نیچے اتر گیا۔ اس کے ساتھ اس کا مشیر ڈالانگ بھی تھا۔
اس کے پیچھے پیچھے عنبر بچھو بھی نیچے رینگنے لگا۔ ناگ عقاب
کی شکل میں ابھی تک پہاڑ کی چوٹی پر ہی تھا۔ وہ حیران
تھا کہ عنبر بچھو اسے ساتھ لے جانا کیوں بھول گیا ہے۔ وہ
اکیلا تو اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ یہ سوراخ کی

رہا تھا کہ اسے پھڑپھڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور پھر کسی
نے جھپٹا مار کر اسے اُچک لیا۔

ناگ بوکھلا سا گیا کہ یہ اسے کس نے اوپر اٹھا لیا
ہے۔ اس کی آنکھوں پر کالا کپڑا پڑا تھا اور وہ کچھ نہیں
دیکھ سکتا تھا۔ کسی نے اسے کالے تھیلے میں ڈال لیا تھا۔
اسے اتنا احساس تھا کہ وہ ہوا میں اڑا جا رہا ہے۔

دوسری طرف جب عنبر بچھو نیچے پہنچا تو اچانک
ناگ کا خیال آیا۔ وہ تیزی سے رینگتا اوپر پہاڑ پر پہنچا،
مگر وہاں ناگ کہیں نہیں تھا۔ ناگ کی خوشبو بھی غائب
تھی۔ عنبر بچھو خاموشی سے نیچے اُتر گیا۔

شکالی کا باپ اچھال عنبر بچھو کو اپنے ساتھ لے کر
غار کے اندر ایک کمرے میں لے آیا جو گول تھا اور جس
کے درمیان ایک دو بڑے بڑے مرتبان رکھے تھے۔ شکالی
کے باپ اچھال نے ایک مرتبان میں لوہے کا چمٹا ڈال
کر جب باہر نکالا تو اس کے ساتھ نیلے رنگ کا چھوٹا
سا بچھو چمٹا ہوا تھا جس کے جسم میں سے نیلے رنگ کی
کرنیں نکل رہی تھیں۔

اچھال نے عنبر بچھو سے کہا:

"میرے دوست! یہ بچھو تمہارا علاج ہے۔ مجھے

یقین ہے کہ اس کے ڈسنے سے تم اپنی اصلی حالت
میں آ جاؤ گے۔"

یہ کہہ کر اچھال نے عنبر پر بچھو پھینک دیا۔ نیلے
بچھو نے اسی وقت عنبر بچھو کو ڈنگ مار دیا۔ ڈنک
مارتے ہی نیلا بچھو تو بھاپ بن کر اُڑ گیا۔ عنبر بچھو کے
جسم کے سارے کالے نوکیلے بال جھڑ گئے۔ پھر اس کی
دُم دو انسانی ٹانگوں میں تبدیل ہو گئی۔ پھر اس کے
آگے کو مڑے ہوئے دونوں بازو سیدھے ہو گئے اور اس
کا سر انسانی شکل اختیار کرنے لگا۔

اچھال اور ذالانگ حیرت سے عنبر بچھو کو دیکھ رہے
تھے۔ ان کی آنکھوں کے سامنے عنبر بچھو کے روپ سے
نکل کر اپنی اصلی انسانی شکل میں آ گیا۔ انسانی شکل میں
آتے ہی عنبر کی یادداشت بھی واپس آ گئی۔ شکالی کے
باپ نے عنبر سے پوچھا:

"میرے دوست! تم کون ہو اور تمہاری انگلی میں
جو انگوٹھی ہے یہ میری بیٹی نے تمہیں کب
دی تھی؟"

عنبر نے کہا:

"آپ کی بیٹی کو خلائی مخلوق اغوا کر کے ہماری

زمین پر لے گئی تھی۔ ہم نے اسے وہاں سے اپنے
ساتھ لیا اور آپ کے سیارے پر آ گئے۔ یہاں
خلائی قبیلے کے حملے کی وجہ سے ہر طرف تباہی
مچی تھی۔ اب میں نے بچھو کے روپ میں آتے
ہی خلائی آدم خور قبیلے کو تقریباً ختم کر دیا ہے۔"

اچھال نے سوال کیا کہ اس کی بیٹی شکالی اب کہاں ہے؟
عنبر نے اسے بتایا کہ وہ شہر کی دوسری لڑکیوں کے
ساتھ اپنے دادا کے زیر زمین مقبرے میں پناہ لیے ہوئے
ہے۔ اچھال نے عنبر کو سینے سے لگا لیا۔

"میرے بچے! تم نے میری بیٹی کی جان بچا کر مجھ پر
بڑا احسان کیا ہے۔"

مشیر ڈالانگ عنبر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اگر اس وقت
عنبر ڈالانگ کی طرف دیکھتا تو اسے اس کی آنکھوں میں
ایک گہری سوچ اور سازش نظر آتی۔ مگر وہ شکالی کے باپ
سے باتیں کر رہا تھا۔ عنبر نے اپنے دوست ناگ کے بارے
میں تشویش ظاہر کی کہ وہ نہ جانے پہاڑ کی چوٹی سے کہاں
غائب ہو گیا ہے۔

اچھال نے عنبر اور ڈالانگ کو ساتھ لیا۔ بلبلے والی
آبدوز کشتی میں سوار ہوئے اور جھیل کے دوسرے کنارے
پر آ گئے۔ اب انہیں خلائی قبیلے کے لوگوں کا ڈر نہیں
تھا کیونکہ عنبر نے انہیں یقین دلایا تھا کہ یہ دشمن
ختم ہو چکا ہے۔ جب یہ لوگ زیر زمین مقبرے میں آئے
تو شکالی اپنے باپ سے لپٹ گئی۔ دونوں کی آنکھوں میں
خوشی کے آنسو تھے۔ ڈالانگ نے بھی شکالی کے سر پر ہاتھ
پھیر کر پیار کیا مگر اس کے چہرے پر اب بھی گہری
سوچ تھی۔ اچھال نے اپنے شہر کی ساری لڑکیوں کو تسلی
دی کہ اب وہ آزاد ہیں اور آزادی سے اپنے گھروں
میں رہ سکتی ہیں۔

اگرچہ ان لڑکیوں کے ماں باپ اور بوڑھے رشتے دار
مر چکے تھے مگر اس سیارے پر موت کا اتنا غم نہیں منایا
جاتا تھا۔ شکالی کا باپ اپنے شاہی محل میں آ گیا۔ لڑکیوں
کو شہر میں ان کے گھروں میں پہنچا دیا گیا۔ دشمن خلائی
قبیلے کے قلعے پر قبضہ کر لیا گیا۔ ایک بھی خلائی قبیلے
کا آدمی یا سپاہی کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

عنبر نے جب کیٹی اور شکالی کو اپنے بچھو بن جانے کا
واقعہ سنایا تو وہ دنگ رہ گئیں۔ عنبر نے کیٹی کو ناگ
کے بارے میں بھی بتایا کہ وہ شیشے کے عقاب کی شکل
میں تھا اور پہاڑی پر سے کوئی اسے اٹھا کر لے گیا ہے

کیٹی پریشان ہو گئی۔

"عنبر بھیا! ہمیں ماریا کی بھی ابھی تک کچھ خبر نہیں مل سکی۔ نہ جانے وہ کہاں اور کس حال میں ہو گی"۔

عنبر اور کیٹی اچھال کے شاہی محل کے ایک کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ شکالی اپنے باپ کے پاس چلی گئی تھی۔

وہ دیر تک ناگ اور ماریا کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ اس وقت انہیں سب سے زیادہ فکر ناگ کی تھی۔

کیٹی نے کہا:

"ہمیں ایک بار پھر اسی پہاڑ کی چوٹی پر جا کر پتہ کرنا چاہیے ہو سکتا ہے ناگ وہاں آ گیا ہو"۔

عنبر کہنے لگا:

"اگر اسے واپس آنا ہوتا تو وہ جاتا ہی کیوں؟ مجھے یقین ہے کہ ابھی اس سیارے پر دشمن مخلوق کے کچھ آدمی زندہ ہیں اور انہوں نے ہی ناگ کو اغوا کیا ہے"۔

کیٹی کے پاس سوائے اس کے کوئی جواب نہیں تھا کہ اگر دشمن یہاں پر موجود ہے تو ہمیں اس کا مقابلہ کرنا ہو گا۔

شکالی کے باپ اچھال نے سیارے کی حکومت سنبھال لی۔ اس کے کچھ دوسرے سپاہی بھی جو چھپ گئے تھے واپس آ گئے۔ شہر کا سارا نظام پھر سے چلنے لگا۔ کیٹی اور عنبر ہر روز ناگ کی تلاش میں جنگل میں کبھی جھیل کنارے اور کبھی پہاڑیوں پر جاتے مگر انہیں ناگ کا کوئی کھوج نہ مل سکا۔

ایک روز اچھال کے مشیر ڈالانگ نے عنبر کو بلایا اور بڑی راز داری سے کہا:

"عنبر بھائی! میں جانتا ہوں کہ تم اپنے دوست ناگ کے لیے کتنے پریشان ہو مجھے بھی اس کی بڑی فکر رہتی ہے۔ اب مجھے خیال آیا ہے کہ ہو سکتا ہے ناگ کو خلائی ڈاکو ہمارے چاند پر لے گئے ہوں"۔

عنبر نے دیکھا تھا کہ اس سیارے سینا مقتون کا ایک چاند بھی ہے جو سیارے سے تھوڑی دور خلا میں موجود تھا۔ یہ زیادہ بڑا چاند نہیں تھا۔

عنبر بولا: "مگر ڈالانگ میں نے سنا ہے کہ یہ چاند ویران ہے۔ وہاں کوئی آبادی نہیں ہے۔ پھر یہ خلائی ڈاکو کہاں سے آ گئے؟"

ڈالانگ نے کہا:

"اصل بات یہ ہے کہ ہمارے بادشاہ اچھال کو ان باتوں کا علم نہیں ہے۔ ہمارے چاند پر ایک مخلوق آباد ہے جس کو ہمارے دادا پڑدادا خلائی ڈاکو کہا کرتے تھے۔ یہ لوگ ہمارے سیارے پر کبھی نہیں آئے مگر مجھے ڈر ہے کہ ضرور وہی تمہارے دوست ناگ کو اٹھا کر لے گئے ہیں۔"

عنبر نے پوچھا:

"میں تمہارے چاند پر کیسے پہنچ سکتا ہوں؟"

دالانگ بولا "اگر تم اس بات کو راز داری میں رکھو اور تشکالی اور اس کے باپ اچھال کو نہ بتاؤ تو میں تمہیں چاند پر لے چلوں گا۔"

عنبر کہنے لگا:

"انہیں بتانے میں کیا حرج ہے؟"

دالانگ نے کہا:

"اگر انہیں پتہ چل گیا تو وہ ہمیں چاند پر نہیں جانے دیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" عنبر بولا: "میں کسی سے بات نہیں کروں گا۔"

دالانگ کچھ سوچ کر بولا:

"نہیں تو اپنی دوست سہیلی کیٹی کو بتا سکتے ہو۔ بلکہ تم اسے بھی اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو۔"

"ہاں۔ میں خود اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں ہم کب چلیں گے؟"

دالانگ کہنے لگا:

"کل رات کو تم اور کیٹی تیار رہنا میں خود تمہارے کمرے میں آ کر تمہیں ساتھ لے جاؤں گا۔"

عنبر بڑا خوش ہوا۔ اسے یقین تھا کہ سینا متون کے چاند پر اسے ناگ کا کھوج ضرور مل جائے گا۔ اس نے کیٹی کو یہ منصوبہ بتایا تو وہ بھی بہت خوش ہوئی۔ انہیں ایک لمحے کے لیے بھی دالانگ پر شک نہ ہوا کہ کہیں وہ ان کے ساتھ کوئی چال تو نہیں چل رہا۔

دوسرے دن رات کو وہ دالانگ کا بے تابی سے انتظار کرنے لگے۔ جب رات گہری تاریک اور سنسان ہو گئی تو دالانگ سیاہ لباس میں ملبوس، ایک بڑا سا لبادہ پیچھے لٹکائے ان کے کمرے میں آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا۔ اس نے بریف کیس کھول کر دو سیاہ لباس نکالے اور کہا:

"یہ سیاہ لبادے تم دونوں پہن لو۔ کیوں کہ چاند

تک جانے کے لیے انہیں پہننا بہت ضروری ہے۔"

کیٹی بولی: "کیا یہ لباس پہن کر ہم اڑنے لگیں گے؟"

دالانگ پراسرار انداز میں مسکرا کر بولا:

"یہ تم پہنو گے تو تمہیں پتہ چلے گا۔"

عنبر اور کیٹی نے سیاہ لباس پہن لیا۔ اس لباس میں وہ چمگادڑ سے نظر آنے لگے تھے۔ دالانگ انہیں ساتھ لے کر محل کی چھت پر آ گیا۔ چاروں طرف موت کا سناٹا طاری تھا۔ آسمان پر ستارے جھلملا رہے تھے۔ سینا بھتون کا چھوٹا سا چاند بھورا بھورا لگ رہا تھا۔ وہ خلاء میں ایک بہت بڑے گیند کی طرح اٹکا ہوا تھا۔

دالانگ نے کہا:

"تم دونوں میرے دائیں بائیں کھڑے ہو جاؤ اور جب میں کہوں تو آنکھیں بند کر لینا۔ پھر جب میں کہوں تو آنکھیں کھولنا۔ خبردار اگر تم نے اپنے آپ آنکھیں کھول دیں تو پھر زندہ نہ بچ سکو گے اور نیچے خلا میں گر پڑو گے۔"

عنبر بولا: "ہم تمہاری ہدایت پر عمل کریں گے۔"

دالانگ نے عنبر اور کیٹی، ان دونوں پر اپنے لبادے کا

سیاہ کپڑا ڈال دیا اور ان کے کاندھوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے پھر کہا:

"آنکھیں بند کر لو۔ ہم چاند کی طرف جا رہے ہیں۔"

عنبر اور کیٹی نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کے پاؤں کے نیچے سے مکان کی چھت نکل گئی۔ انہیں محسوس ہوا کہ وہ ہوا میں اوپر اٹھ رہے ہیں۔ ان کی رفتار بہت تیز تھی۔ وہ خلا میں چاند کی طرف اڑے جا رہے تھے۔ نہ جانے ان کی رفتار کتنی تیز تھی اور خلا میں وہ کہاں کہاں سے گزرے۔ کافی دیر خلا میں پرواز کرتے رہنے کے بعد عنبر اور کیٹی کو ایک ہلکا سا دھچکا لگا اور ان کا رُخ بائیں جانب ہو گیا۔ پھر وہ خلا میں بالکل سیدھے ہو گئے اور اسی طرح نیچے اترنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد ان کے پاؤں سخت زمین کے ساتھ لگ گئے۔

دالانگ نے کہا:

"اب آنکھیں کھول دو۔ ہم سینا بھتون کے چاند پر پہنچ چکے ہیں۔"

عنبر اور کیٹی نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ وہ نیم روشن چاند کی سرزمین پر کھڑے ہیں۔ ان کی دونوں جانب

سیاہ پتھروں کی اونچی اونچی دیواریں تھیں۔ یہ دیواریں
ہزاروں فٹ اونچی تھیں۔ وہ ایک گھاٹی میں تھے۔
دالانگ بولا: "یہ ہمارے سیارے کا چاند ہے ہمارے
بزرگ کہا کرتے تھے کہ یہاں خلائی ڈاکوؤں کا
ایک گروہ رہتا ہے جو خلا میں اڑتے خلائی جہازوں
پر حملہ کر کے انہیں لوٹ لیتا ہے۔"
عنبر نے کہا:
"تمہارے خیال میں ہمیں ناگ کو یہاں کس جگہ
تلاش کرنا چاہیے؟"
کیٹی بولی: "اس گھاٹی سے تو باہر نکلیں پہلے۔"
دالانگ کہنے لگا:
"میں ایک بار پہلے بھی اس چاند پر آ چکا ہوں
یہ گھاٹی آگے ایک غار میں جا نکلتی ہے۔ اس
غار میں سنا ہے کہ خلائی ڈاکوؤں نے ایک قید خانہ
بنا رکھا ہے ہمیں اس قید خانے کا پتہ کرنا چاہیے
ہو سکتا ہے ناگ کو اس قید خانے میں رکھا
گیا ہو۔"
عنبر اور کیٹی کو تو صرف ناگ کی تلاش تھی۔ پھر
دالانگ پر بھی انہیں پورا پورا بھروسہ تھا۔ وہ اس کے

ساتھ غار کی طرف چل پڑے۔
ہزاروں فٹ اونچی پہاڑی دیواروں کے بیچ میں دھندلی
دھندلی روشنی تھی۔ گھاٹی میں سیاہ پتھروں کو کاٹ کر سیڑھیاں
بنائی گئی تھیں۔ عنبر نے ان سیڑھیوں پر چلتے ہوئے کہا:
"ان سیڑھیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں کوئی
ذہین مخلوق رہتی ہے۔"
کیٹی بولی: "میرا بھی یہی خیال ہے۔"
گھاٹی کی چڑھائی پر وہ بڑھتے چلے گئے۔
کافی دور جانے کے بعد انہیں دور سے ایک غار کا منہ
نظر آیا۔ جہاں ایک زرد رنگ کا گول دائرہ سا چمک رہا
تھا۔ دالانگ نے عنبر اور کیٹی کو روک لیا۔
"یہ خلائی ڈاکوؤں کا غار ہے۔ ہمارے بڑے بزرگ بتایا
کرتے تھے کہ اس غار میں یہ خلائی ڈاکو اپنے قیدیوں
کو ایک کنوئیں میں ڈال دیتے ہیں جس کو یہ چاہِ مرگ
کہا کرتے ہیں۔"
عنبر نے کہا:
"یہاں غار کے باہر کوئی پہرے دار نظر نہیں آتا۔"
دالانگ کہنے لگا:
"خلائی ڈاکوؤں کو چونکہ یقین ہے کہ ان کے چاند پر

کوئی نہیں آ سکتا۔ اس لیے وہ پہرے پر کسی کو
نہیں لگاتے اس کی وجہ سے ہم بڑی آسانی سے
چاہ مرگ تک پہنچ جائیں گے۔"

کیٹی نے کہا:

"اگر یہ خلائی ڈاکو ہیں تو انہوں نے ضرور کوئی نہ
کوئی سائنسی آلہ ضرور یہاں لگا رکھا ہو گا جو
انہیں ریڈار پر خبردار کر دے گا۔"

ڈالانگ مسکرایا: "خلائی ڈاکو سائنس میں ہم سے بھی
پیچھے ہیں۔ یہ لوگ تو ابھی تک خنجر اور تلواریں
استعمال کرتے ہیں۔"

دالانگ آگے بڑھا۔ عنبر اور کیٹی اس کے پیچھے پیچھے تھے۔
وہ غار میں داخل ہو گئے۔ خطرے کا الارم کہیں نہ بجا
کسی پہرے دار ڈاکو نے بھی ان کا راستہ نہ روکا۔ ان پر کسی
طرف سے تلوار یا خنجر کا حملہ نہ ہوا۔ عنبر بڑی بے فکری
سے چل رہا تھا۔ کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اس پر کسی خنجر
تلوار کا اثر نہیں ہو گا۔ وہ صرف خلائی گن کی شعاع
سے گھبرانے لگا تھا۔ کیوں کہ ایک بار وہ ان شعاعوں
کے ردعمل سے بچھو بن گیا تھا۔ کیٹی کو اس نے اپنے
ساتھ رکھا ہوا تھا۔

غار میں پہلے تو روشنی تھی۔ تھوڑی دور آگے گئے تو گھپ
اندھیرا چھا گیا۔ دالانگ ان کو تسلی دیتا آگے ہی آگے لیے
جا رہا تھا۔ فضا کی تاریکی چھٹنے لگی اور دھیمی دھیمی زرد روشنی
ہو گئی۔ اس وقت وہ غار کے ایک ایسے دالان میں
آ گئے تھے جس کی اونچی چھت پر سے سیاہ پتھروں کے
نوکیلے ستون لٹک رہے تھے۔ ان ستونوں کے درمیان ایک
جگہ پہنچ کر دالانگ رک گیا۔ اس نے عنبر اور کیٹی سے کہا:

"اس پتھر کے نیچے ایک گہرا کنواں ہے۔ اسے
چاہ مرگ کہتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ناگ اسی
جگہ قید ہے۔"

عنبر نے دالانگ کے کہنے پر کنوئیں کا بھاری پتھر اٹھا
دیا۔ نیچے اندھیرا تھا۔ کنوئیں کی تہہ بہت ہی گہری تھی جہاں
ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔ دالانگ بولا:

"کنوئیں کی تہہ میں تمہیں جو روشنی نظر آ رہی ہے
وہ ایک راستہ ہے جو کنوئیں کے نیچے زمین کے
اندر ناگ کے قید خانے کو جاتا ہے۔ تم لوگوں کو
نیچے اتر کر ناگ کا پتہ چلانا ہو گا۔"

اس کے ساتھ ہی دالانگ نے بریف کیس میں سے
نائیلون کی ایک پتلی مگر بے حد مضبوط رسی نکال کر

اسے کنوئیں کے پتھر سے باندھا۔ رسی کا دوسرا سرا کنوئیں میں
گرا دیا اور عنبر کی طرف دیکھ کر بولا:
"تم لوگ باری باری کنوئیں میں اتر جاؤ۔ تمہارے
پیچھے میں بھی آ جاؤں گا۔ مجھے باہر رہ کر خلائی
ڈاکوؤں سے چوکس رہنا ہوگا۔"
عنبر اور کیٹی کے دل میں دالانگ کے بارے میں کبھی
شک شبہ پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ دالانگ نے رسی لٹکا
دی تھی۔ عنبر اور کیٹی رسی کو پکڑ کر کنوئیں کی دیوار کے
ساتھ پاؤں لٹکائے نیچے اترنے لگے۔ جب وہ کنوئیں
کی تہہ میں پہنچ گئے جہاں روشنی ہو رہی تھی تو عنبر نے
نیچے سے آواز دی:
"دالانگ! رسی کھینچ کر اب تم بھی نیچے آ جاؤ۔"
دالانگ نے رسی اوپر کھینچنے لگا۔
عنبر نے کیٹی سے کہا:
"مجھے یہاں ابھی تک ناگ کی خوشبو نہیں آئی۔"
کیٹی کہنے لگی:
"یہ کنوئیں میں اترنے سے پہلے سوچنا تھا۔ اب
تو ہم نیچے آ گئے ہیں۔"
عنبر بولا: "دالانگ بھی تو آ رہا ہے۔"

انہوں نے اوپر دیکھا۔ کنوئیں کے سوراخ میں اوپر
ابھی تک دھندلی روشنی ہو رہی تھی۔ دالانگ نے نائیلون
کی ساری رسی کھینچ لی تو بڑی تیزی سے پتھر لڑھکا کر
کنوئیں کے منہ کے اوپر رکھ دیا۔ عنبر نے پتھر کو کنوئیں کا
منہ بند کرتے دیکھا تو چونک کر بولا:
"دالانگ نے تو کنوئیں کا منہ بند کر دیا۔"
کیٹی زمین پر زور سے پاؤں مار کر بولی:
"مجھے پہلے ہی اس کم بخت پر شک تھا کہ
کہیں یہ ہمیں کسی جال میں نہ اُلجھا دے۔"
"آخر ہمیں قید میں ڈالنے سے اس کا مقصد کیا ہے؟"
عنبر نے پوچھا:
کیٹی وہیں بیٹھ گئی۔
"خدا جانے یہ کمینہ شخص ہم سے کیا چاہتا ہے۔
ہو سکتا ہے وہ ہمیں قید میں رکھ کر شکالی کے
باپ کو ہلاک کرنا چاہتا ہو۔ کیوں کہ وہ تمہاری
طاقت کو جانتا ہے اور اسے معلوم ہے کہ جب
تک تم وہاں ہو شکالی اور اس کے باپ کا
کچھ نہیں بگاڑا جا سکتا۔"
عنبر کنوئیں کی دیوار کو اس جگہ سے جھک کر دیکھنے لگا۔

جہاں نیچے سے روشنی آ رہی تھی۔ یہ ایک راستہ تھا جو
دیوار میں سے دوسری طرف جاتا تھا۔

عنبر بولا: "اگر یہاں ماریا ہوتی تو کنوئیں میں اُوپر جا کر
پتھر اٹھا سکتی تھی۔ مصیبت یہ ہے کہ ہم میں
سے کوئی بھی اتنی اونچی چھلانگ نہیں لگا سکتا۔"

کیٹی دیوار کے نیچے سے دوسری طرف دیکھ رہی تھی۔

"اس طرف کیا ہے؟ چل کر دیکھنا چاہیے۔ شاید
فرار کا کوئی راستہ مل جائے۔"

عنبر بولا: "والانگ اتنا احمق نہیں ہے کہ وہ ہمیں
جس جگہ پھینکے وہاں کوئی فرار کا راستہ بھی ہو۔ ویسے
چل کر دیکھ لیتے ہیں۔"

وہ دیوار کے نیچے سے جھک کر آگے نکل گئے۔ دوسری
طرف چھت صرف اتنی اونچی تھی کہ وہ جھکے جھکے چل رہے
تھے۔ پورا سر نہیں اٹھا کر چل سکتے تھے۔ یہ پہاڑ کی چھت
تھی۔ چاند کے بھیانک اور بے شمار اونچے پہاڑ کی چھت
جو زمین سے تھوڑی ہی بلند تھی۔ آگے ایک کشادہ فرش
تھا۔ عنبر اور کیٹی جھک کر چلتے پہاڑ کی چھت کے نیچے
نیچے فرش پر دور نکل گئے۔ آگے جا کر پہاڑ کی ڈھال
آ گئی۔ چاروں طرف سے راستہ بند تھا۔ صرف کنوئیں کی

طرف راستہ کھلتا تھا جو اوپر سے بند تھا اور کنواں اتنا
اونچا تھا کہ عنبر اگر ساری زندگی چھلانگ لگاتا رہے تو وہ
اوپر تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ کیٹی کنوئیں کی دیوار کے ساتھ
ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

"اب ہمیں یہاں بیٹھ کر اپنی حماقت پر رونا چاہیے
کہ ہم نے والانگ پر، ایک اجنبی شخص پر
کیوں بھروسہ کر لیا۔"

عنبر کی عقابی نظریں فرش پر بکھرے ہوئے پتھروں میں
گھوم رہی تھیں۔ وہاں سوائے چھوٹے چھوٹے پتھروں کے
اور کچھ بھی نہیں تھا۔ یہ جگہ پہاڑ کو اندر سے کاٹ کر
بنائی گئی تھی یا قدرتی بن گئی تھی۔ اندر جو دھندلی
روشنی پھیلی تھی وہ پہاڑ کی نیچی چھت میں پھنسے ہوئے ہیرے
جواہرات میں سے نکل رہی تھی۔

عنبر نے سر تھام لیا اور بولا:

"ابھی تو ہمیں اسی جگہ رہنا ہوگا۔ یہاں سے
فرار کا کوئی راستہ دکھائی نہیں دے رہا۔ ہو
سکتا ہے کچھ وقت کے بعد کوئی حادثہ ہو
جائے۔"

کیٹی نے جھنجلا کر کہا:

"اب تو ہمیں کسی حادثے کا ہی انتظار کرنا ہوگا۔
ادھر خدا جانے ناگ اور بے چاری شکالی پر کیا
گذر رہی ہو گی۔"

عنبر اٹھ کر پہاڑ کی دیوار کا ایک بار پھر غور سے
جائزہ لینے لگا۔ وہ پتھریلی دیوار پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ ایک
جگہ اسے باریک سی درز محسوس ہوئی جو اوپر تک چلی
گئی تھی۔ عنبر نے کیٹی کو آواز دی۔ جب وہ آئی تو اسے دیوار
کی وہ ایک باریک سی درز دکھا کر کہا:

"یہ کسی دروازے کا بھاری پتھر لگتا ہے۔"

"تو پھر اسے اکھاڑنے کی کوشش کرو۔ تم تو بہت
زیادہ طاقت کے مالک ہو۔"

"کوشش کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر عنبر نے پتھر کی درز میں انگلی ڈال کر اسے
کھرچنا شروع کیا۔ دیوار کی درز میں سے پتھر کے ننھے
ننھے ٹکڑے نیچے گرنے لگے۔ عنبر اور تیزی سے کام کرنے لگا۔
تھوڑی دیر بعد دیوار میں ایک باریک شگاف پیدا ہو
گیا۔ دوسری جانب کی ہوا اس شگاف میں سے آئی تو
عنبر اچھل پڑے۔

"کیٹی۔ ناگ کی خوشبو آ رہی ہے۔"

کیٹی نے شگاف کے پاس آ کر گہرا سانس لیا تو
خوش ہو کر بولی:

"ہاں۔۔۔ یہ تو ناگ کی خوشبو ہے۔ ناگ دوسری
طرف ہے۔"

اس نے ناگ کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔ مگر دوسری
طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ عنبر بولا:

"ہمیں یہ پتھر گرا دینا ہوگا۔"

عنبر نے شگاف کے اندر ہاتھ ڈال کر دیوار کے بھاری
پتھر کو ہلا دیا۔ پھر پوری طاقت کے ساتھ ایک جھٹکا دیا تو
کئی مربع فٹ چوڑا بھاری بھرکم پتھر دوسری طرف جا گرا۔
وہ جلدی سے دوسری طرف آ گئے۔ یہ ایک کوٹھڑی سی تھی۔
پہاڑ کی چھت یہاں بھی نیچی تھی۔ اور پہاڑ کی درزوں میں
پھنسے ہوئے جواہرات میں سے ہلکی ہلکی روشنی پھوٹ رہی
تھی۔ اس روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ ناگ عقاب کی
شکل میں ایک طرف زمین پر اوندھا پڑا ہے۔

"کیٹی! یہ دیکھو۔ یہ ناگ ہے۔ یہ ناگ ہے۔"

کیٹی تعجب سے بولی:

"مگر یہ تو۔۔۔ یہ تو عقاب ہے اور پتھر کا
عقاب لگتا ہے!"

عنبر بولا: "کسی خلائی شعاع کے ردعمل نے
اسے پتھر کر دیا ہے۔ تمھیں یاد ہے یہ ہمیں
پہاڑ کی چوٹی پر چھوڑ کر جائزہ لینے کے لیے
خلائی قبیلے کے آدم خوروں کے قلعے کے اوپر
گیا تھا۔ نیچے سے کسی نے گن فائر کی ہو گی
اور اس میں سے نکلنے والی شعاعوں نے ناگ
کے جسم کی شعاؤں سے مل کر ایسا ردعمل پیدا
کیا کہ یہ پتھر کا ہو گیا۔"

"پیارے ناگ۔ بھائی! ہم خود اس وقت مصیبت
میں گرفتار ہیں۔ مگر تم فکر نہ کرو۔ ہم سب
جلد تمھیں بھی اپنے ساتھ یہاں سے نکال کر
لے جائیں گے۔"

ناگ کیٹی کی بات سن رہا تھا۔ وہ عنبر کو بھی دیکھ رہا تھا مگر ان
سے بات نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا حلق اور زبان پتھر ہو چکی تھی۔
عنبر اور کیٹی ناگ کے پتھریلے عقابی مجسمے کو لے کر کنوئیں کے اندر
آگئے کیونکہ یہاں چھت نہیں تھی اور کم از کم وہ اٹھ کر کھڑے تو
ہو سکتے تھے۔ ناگ کو انھوں نے اپنے پاس ہی پتھروں پر رکھ دیا اور
سوچنے لگے کہ یہاں سے فرار کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔

○
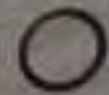
خفیہ قبر

مکّار دالانگ اپنے منصوبے میں کامیاب ہو چکا تھا۔
پہلے اس نے اپنے خاص جاسوس کی مدد سے ناگ کو یہ
پہاڑ کی چوٹی سے اغوا کروا کر سیناتھون کے ویران چاند کی
غار میں پھینک دیا تھا اور اس کے بعد عنبر اور کیٹی کو
وہ خود چاند کے اندھے کنوئیں میں بند کر آیا تھا۔ اصل میں
وہ شکالی کے باپ کو ہلاک کر کے سیارہ سیناتھون پر خود
قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ مگر اسے آج تک اس کا موقع نہیں ملا
تھا۔ قلعے والے خلائی قبیلے نے ان کا ناک میں دم کر
رکھا تھا۔ اب خلائی قبیلے کو تباہ کر دیا گیا تھا۔

دالانگ کی راہ میں اب عنبر اور ناگ ہی حائل تھے۔
اس کی خلائی جس نے اسے خبردار کر دیا تھا کہ یہ لوگ
جو شکالی کو لے کر سیناتھون سیارے پر آئے ہیں غیر معمولی
طاقت کے مالک ہیں۔ شکالی نے بھی عنبر کی بے پناہ طاقت
کی داستانیں اپنے باپ کو سنائی تھیں۔ چنانچہ دالانگ نے

فیصلہ کیا کہ عنبر اور کیٹی کو سازش کرکے راستے سے ہٹایا
جائے۔ کیوں کہ وہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ پس ایک
روز اس نے عنبر اور کیٹی کو ناگ کی تلاش کا جھانسہ دیا
اور انہیں مکاری سے ویران چاند کے اندھے کنوئیں میں
پھینک کر بند کر دیا۔

شاہی محل میں آتے ہی اس نے اپنے خاص جاسوس ساتھی
کو بلایا اور اسے کہا:

'میدان صاف ہے شاطو— صرف اچھال باقی ہے
اسے بھی جا کر صاف کر دو۔ پھر تم میرے مشیر
ہو گے اور ہم دونوں مل کر اس سیارے پر
حکمرانی کریں گے۔'

شاطو نے زہر میں بجھا ہوا خنجر اپنے لبادے میں چھپایا
اور شکالی کے باپ اور سیناتھون کے امن پسند حکمران
اچھال کو ہلاک کرنے چل پڑا۔ اس وقت رات ڈھل رہی
تھی۔ شاہی محل میں ہر کوئی سویا ہوا تھا۔ مگر شکالی جاگ
رہی تھی۔ وہ اس لیے بھی پریشان تھی کہ عنبر اور کیٹی غائب
تھے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ عنبر اور کیٹی کس طرف
چلے گئے ہیں۔ کہ رات بیت رہی ہے مگر وہ شاہی محل
واپس نہیں آئے۔

آدھی رات کو سونے سے پہلے شکالی کے باپ اچھال
نے یہ کہہ کر شکالی کو تسلی دی تھی کہ فکر نہ کرو۔ وہ کہیں
راستہ بھول گئے ہوں گے۔ اب تو ہمارے سیارے پر ان
کا کوئی دشمن بھی نہیں رہا۔ وہ آ جائیں گے مگر شکالی کا دل
کہہ رہا تھا کہ عنبر اور کیٹی کسی آفت میں پھنس گئے ہیں۔

وہ اپنے باپ کے بیڈ روم کے ساتھ والے کمرے میں
اپنے پلنگ پر بیٹھی عنبر کیٹی کے بارے میں سوچ رہی
تھی کہ ایک دم سے آہٹ سنائی دی۔ اس کے منہ سے
بے اختیار نکل گیا۔

'عنبر کیٹی — تم آ گئے؟'

اس کے ساتھ ہی کسی کے تیز تیز قدموں سے بھاگنے کی
آواز سنائی دی۔ وہ اٹھ کر جلدی سے باپ کے بیڈ روم
میں آ گئی۔ اس کا باپ گہری نیند سو رہا تھا۔ شکالی کو شک
پڑا کہ ضرور کوئی شخص اس کے باپ کو ہلاک کرنے آیا تھا
اور اس کی آواز سن کر بھاگ گیا۔

خلائی گن تو اس کے پاس ہر وقت رہتی تھی۔ اس نے
خلائی گن اٹھائی اور برآمدے میں نکل کر زور سے بولی:

'کون ہو تم؟'

بھاگتے قدموں کی آواز غائب ہو گئی تھی۔

شکالی باقی رات اپنے والد کے کمرے کے باہر خلائی گن
لیے پہرہ دیتی رہی۔ اسے کسی پہرے دار پر بھی اب اعتبار
نہیں رہا تھا۔ جب صبح ہوئی۔ اس کا باپ بیدار ہوا تو
شکالی نے اسے رات کا قصہ سنایا۔ اچھال بھی سوچ میں
پڑ گیا۔

"مگر بیٹی اب تو میرا کوئی دشمن نہیں رہا۔ مجھے
کون ہلاک کرنے آیا ہوگا"۔

شکالی بولی: "ابا جان آپ بہت بھولے ہیں۔ کوئی
بھی آپ کا دشمن ہو سکتا ہے۔ میں نے فیصلہ
کر لیا ہے کہ میں آپ کو اس محل میں نہیں
رہنے دوں گی"۔

شکالی کا باپ بولا:

"تو پھر میں کہاں جاؤں گا؟"

شکالی نے کہا:

"آپ کبھی کبھی ایک خفیہ قبر کا ذکر کیا کرتے ہیں۔
کہ اگر کبھی مجھ اکیلے کی جان کو خطرہ ہوا تو وہاں
جا کر چھپ جاؤں گا۔ وہ قبر کہاں پر ہے؟"

اچھال کہنے لگا:

"مگر بیٹی شکالی اس قبر میں چھپنے کی کیا ضرورت

ہے۔ یہ کوئی ڈاکو ہوگا۔ تم نے بھگا دیا۔ میں
والانگ سے مل کر اس کی تفتیش کروں گا"۔

شکالی بولی: "نہیں ابا جان! آپ کو میری قسم ہے
آپ اس قبر میں تھوڑے دنوں کے لیے چھپ جائیں
اتنی دیر میں، میں خود پتہ لگا لوں گی کہ آپ کو قتل
کرنے کون آیا تھا"۔

شکالی کا باپ نہیں مان رہا تھا مگر شکالی نے بیٹی کی
محبت کا واسطہ دے کر اپنے باپ کو راضی کر لیا۔ اس
نے یہ بات خاص طور پر پوچھ کر کیا اس قبر سے شاہی محل
کا کوئی دوسرا شخص تو واقف نہیں ہے۔

اچھال بولا: "بیٹی! اس وقت تو سوائے تمہارے
اور کسی دوسرے شخص کو خفیہ قبر کے بارے میں
علم نہیں ہے۔ یہ میرے باپ نے خاص طور پر
اپنی جان بچانے کے لیے بنوائی تھی کہ اگر کبھی
اکیلی جان پر مصیبت پڑ جائے تو وہاں پناہ
لی جا سکتی ہے"۔

شکالی نے کہا:

"لیکن آپ کے والد نے اکیلے تو یہ قبر نہیں
بنائی ہوگی۔ کوئی اس کا بنانے والا بھی ہوگا۔ اسے

قبر کا ضرور علم ہو گا۔"

اچھال نے کہا:

"جس معمار نے یہ خفیہ قبر تعمیر کی تھی میرے باپ نے اسے وہیں ہلاک کر کے دفن کر دیا تھا۔"

شکالی کی تسلی ہو گئی تو اس نے اپنے باپ سے کہا:

"میں چاہتی ہوں ابّا جان کہ آپ سورج نکلنے سے پہلے پہلے اس خفیہ قبر میں جا کر چھپ جائیں۔"

اچھال بولا، "ٹھیک ہے۔ میں چھپ جاتا ہوں۔"

"چلیں۔ کدھر ہے وہ خفیہ قبر؟ ہمیں شاہی محل کے کس طرف جانا ہو گا؟"

شکالی نے پوچھا، اس کا باپ اچھال مسکرایا:

"برخوردار شکالی۔ اس خفیہ قبر کے لیے ہمیں اس کمرے سے باہر نہیں جانا پڑے گا۔"

"کیا مطلب؟" شکالی نے تعجب سے پوچھا۔

اچھال نے پلنگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"اس خفیہ قبر کو راستہ میرے پلنگ کے نیچے سے جاتا ہے۔"

شکالی اپنے باپ کا منہ تکنے لگی۔

اس کے باپ اچھال نے پلنگ کے سرہانے کی طرف جا کر پلنگ کے چاندی کے ایک پائے کا ایک خفیہ بٹن دبایا۔ بٹن کے دبتے ہی بہت بڑا پلنگ اپنے آپ اوپر کو اٹھتا چلا گیا۔ پھر اس کے نیچے ایک جگہ سے فرش کا ایک بڑا پتھر اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ نیچے ایک زینہ دکھائی دیا۔

اچھال بولا: "یہی زینہ خفیہ قبر کو جاتا ہے۔"

شکالی اپنے باپ کے ساتھ زینہ اترنے لگی۔ اس سے پہلے اس نے بیڈ روم کے دروازے کو اندر سے مقفل کر دیا تھا۔ زینہ ختم ہوا تو سامنے ایک محراب دار دروازہ تھا۔ اسے اچھال نے کھول دیا۔ اندر ایک سجا سجایا کمرہ تھا جس پر قالینوں کا فرش بچھا تھا۔ نرم گدیلوں پر تکیے لگے تھے۔ ایک جگہ چھت میں بہت بڑا ہیرا چمک کر روشنی پیدا کر رہا تھا۔

"یہ ہے وہ خفیہ قبر شکالی جو تمہارے دادا نے اپنے لیے بنوائی تھی اور جہاں اب تم مجھے لے آئی ہو۔"

شکالی نے کہا:

"ابّا جان! یہ تو بڑی خوبصورت خفیہ قبر ہے۔ یہاں پانی کا انتظام بھی ہو گا۔"

اچھال نے کہا:

"اس کے کونے میں ایک غسل خانہ بھی ہے جس کا پانی نیچے گہری کھائی کی طرف نکل جاتا ہے"۔

شکالی کو اس کے باپ نے غذائیت سے بھرپور گولیوں کی شیشیاں بھی دکھائیں اور کہا:

"یہ دو ماہ کے لیے پوری خوراک ہے۔ مگر میں یہاں دو چار دنوں سے زیادہ نہیں رہوں گا۔ یہ بھی میں تمہاری وجہ سے یہاں آ گیا ہوں"۔

شکالی نے اپنے باپ کا شکریہ بھی ادا کیا اور کہنے لگی:

"ابا جان! بہت جلد آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میرا فیصلہ بالکل صحیح تھا۔ اچھا اب آپ آرام کریں۔ میں روزانہ صبح صبح آپ کی خیریت دریافت کرنے اور آپ کو اپنی تفتیش کے بارے میں بتانے آ جایا کروں گی"۔

سیناکھتون کے حکمران اچھال نے اپنی بیٹی کے سر پر پیار کیا اور کہا:

"بیٹی تم اپنا بھی خیال رکھنا۔ مجھے تمہارا فکر رہے گا اور ہاں — عنبر اور کیٹی واپس محل میں آ جائیں تو مجھے اطلاع کر دینا"۔

حضور۔ سب سے پہلے آپ کو خبر کروں گی"۔

اس کے بعد شکالی زینہ چڑھ کر خفیہ قبر سے باہر اپنے والد کے بیڈ روم میں نکل آئی۔ پلنگ ابھی تک اوپر اٹھا ہوا تھا۔ شکالی نے اس کے چاندی کے پائے کا خفیہ بٹن دبایا تو پہلے فرش کا ٹکڑا چوکور شگاف کے اوپر آ گیا۔ اس کے بعد پلنگ آہستہ آہستہ نیچے آ کر اپنی جگہ پر ٹک گیا۔

شکالی تیزی سے اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گئی۔

دوسرے دن جب دالانگ کو پتہ چلا کہ شکالی کا باپ اچھال کو قتل کرنے کی سازش ناکام ہو گئی ہے تو وہ بہت سٹ پٹایا۔ اس نے اپنے جاسوس شاٹو کو بڑا بھلا کہا اور دوسری بار حملہ کرنے کی ہدایت کی۔ وہ شکالی کے کمرے میں آ کر کہنے لگا:

"بیٹی! اتنا دن نکل آیا ہے۔ ابھی تک اچھل حضور سو رہے ہیں، کیا بات ہے خیریت تو ہے؟"

شکالی کسی کو یہ نہیں بتانا چاہتی تھی کہ رات اس کے باپ پر کوئی حملہ کرنے آیا تھا۔ اس نے حیران ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے پوچھا:

"اچھا؟ ابا جان ابھی تک سو رہے ہیں؟ میں اندر جا کر دیکھتی ہوں"۔

اور شکالی اپنے باپ کے کمرے میں چلی گئی۔ فوراً ہی باہر آ کر بولی:

"انکل والانگ! ابا جان تو اپنے بستر پر نہیں ہیں۔"

"دیوان خاص میں نہ چلے گئے ہوں۔ میں وہاں جاکر مل لیتا ہوں۔ کوئی بات نہیں بیٹی۔"

یہ کہہ کر والانگ چلا گیا۔

شکالی سوچنے لگی کہ یہ شخص صبح صبح اس کے باپ کی بارے میں معلومات حاصل کرنے کیوں آیا ہے؟ کہیں یہی تو میرے باپ کے خلاف خونی سازش تیار نہیں کر رہا؟ شکالی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

جب کافی دن نکل آیا اور سینا حقون کے حکمران اچھال کا کچھ پتہ نہ چلا تو والانگ نے اس کی تلاش میں آدمی دوڑا دیئے۔ بات یہ تھی کہ لوگ اپنے بادشاہ اچھال سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ محل میں جتنے بھی سپاہی واپس آئے تھے وہ سب کے سب اچھال پر جان دینے پر تیار رہتے تھے۔ والانگ اسی صورت میں تخت پر قبضہ کر سکتا تھا جب لوگوں کو یقین ہو جائے کہ ان کا بادشاہ مر گیا ہے۔ یعنی وہ اس کی لاش اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ اگر بادشاہ گم ہو جاتا ہے تو اس صورت میں لوگ

اس سے زیادہ محبت کرنے لگیں گے اور اس کے انتظار میں گھڑیاں گنیں گے۔ یہ بات والانگ کو خوب معلوم تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اچھال کو برآمد کر کے اسے قتل کروانے کے بعد تمام سپاہیوں اور لوگوں کو اس کی لاش دکھا دینا چاہتا تھا کہ وہ اطمینان سے حکومت کر سکے۔

جب شام تک بادشاہ کی کوئی خبر نہ ملی تو والانگ پریشان ہو گیا۔ اس نے چاروں طرف آدمی دوڑا دیئے۔ جگہ جگہ بادشاہ کو تلاش کیا جانے لگا۔ محل کے سپاہی بھی اپنے نیک دل بادشاہ کے لیے پریشان ہو رہے تھے۔ تین دن گزر گئے۔ بادشاہ اچھال واپس محل میں نہ آیا۔ شکالی ہر روز صبح صبح بیڈ روم کی خفیہ قبر میں جا کر اپنے باپ سے مل لیتی تھی۔ وہ پریشان تھا اور بار بار باہر آنے کو کہتا۔ شکالی نے بڑی مشکل سے ایک دن کی مہلت لی اور باہر آ گئی۔

تیسرے روز بھی جب بادشاہ نہ آیا تو والانگ نے فوج کے چیف کمانڈر کو بھاری رشوت اور انعام و اکرام کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ چیف کمانڈر نے دوسرے کمانڈروں اور سپاہیوں کو رشوتیں اور عہدوں کا لالچ دے دے کر اس بات پر راضی کر لیا کہ جب تک بادشاہ

نہیں آتا اس وقت تک ڈالانگ کو ہی بادشاہ سمجھا جائے۔
اسی روز ڈالانگ نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ اچھال کی بیٹی
کو گم کر دیا جائے۔ یہ لڑکی اس کے لیے خطرناک ثابت ہو
سکتی تھی۔ کیوں کہ وہ اچھال کی بیٹی تھی اور کیسے برداشت
کر سکتی تھی کہ ڈالانگ اس کے باپ کی جگہ بادشاہ بن
جائے۔ چنانچہ ڈالانگ نے شکالی کو اپنے آدمیوں سے اغوا
کروا کر شاہی محل کے ایک اندھیرے تہہ خانے میں بند
کر دیا۔ اس کے پاس غذائی خوراک کی گولیوں کی ایک
شیشی بھی پھینک دی گئی۔ ڈالانگ نہیں چاہتا تھا کہ شکالی
ابھی ہلاک ہو۔ تہہ خانے میں بند ہونے کے بعد شکالی کو یقین
ہو گیا کہ یہ ڈالانگ ہی تھا جس نے اس کے باپ کو قتل
کرنے کے لیے آدمی بھیجا تھا۔ مگر اب وہ خود بے بس کر
دی گئی تھی۔ گولیوں کی موجودگی سے یہ بات اس کی سمجھ میں
آ گئی کہ ڈالانگ ابھی سے ہلاک نہیں کرنا چاہتا۔
اسی رات ڈالانگ نے اپنے عارضی بادشاہ ہونے کا
اعلان کر دیا اور سیارہ سینا تھون کے سارے اختیارات سنبھال
لیے۔ ڈالانگ نے اپنے تمام کمانڈروں کو بڑے بڑے انعام
دیئے۔ زمینیں بخش دی۔ سب اس کے گن گانے لگے۔ ڈالانگ
نے اپنے خاص جاسوس شاطو کو اپنا وزیر بنا لیا۔ وہ رات

گئے تک میٹنگ کرتا رہا۔ پھر اپنے شاہی بیڈ روم میں
سونے کے لیے آ گیا۔
یہ وہی بیڈ روم تھا جس میں شکالی کا باپ اور اصلی
بادشاہ اچھال سویا کرتا تھا اور جس کے پلنگ کے نیچے
خفیہ قبر میں وہ اب بھی موجود تھا۔ اور رات کے پچھلے
پہر یعنی صبح صبح اپنی بیٹی کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔
ڈالانگ بڑا چالاک اور ہوشیار شخص تھا۔ اس کے پاس
ایک چھوٹا سا ایٹمی آلہ تھا جو چھپے ہوئے زمین کے خلا
یا کسی گڑھے کو ظاہر کر دیتا تھا۔ ڈالانگ نے یہ سوچ کر
وہ آلہ نکال لیا کہ کہیں پہلے بادشاہ نے یہاں کوئی خفیہ
سرنگ تو نہیں بنا رکھی جہاں سے وہ اچانک واپس
آ جائے۔
ڈالانگ نے آلے کی مدد سے بیڈ روم کے فرش کی
جانچ پڑتال شروع کر دی۔
جونہی وہ آلے کو پلنگ کے قریب لایا آلے کی سوئی
سرخ نشان پر چلی گئی۔ اس کا مطلب تھا کہ پلنگ کے
نیچے کوئی سرنگ موجود ہے۔ ڈالانگ تو ایک دم چونکا
ہو گیا۔ اس نے بار بار آلہ پلنگ کے نیچے رکھا۔ سوئی
بار بار سرخ نشان پر پہنچ جاتی۔

"تو اس کا مطلب ہے کہ اچھال نے یہاں کوئی خفیہ سرنگ بنا رکھی ہے۔"

دالانگ نے دل میں سوچا اور اب سرنگ کا راستہ معلوم کرنے لگا۔ آلے کی مدد سے اسے بہت جلد پلنگ کے پائے کے ساتھ ایک خفیہ بٹن مل گیا۔ اس نے فوراً پلنگ کے پائے میں سے بٹن کو نوچ کر باہر نکال لیا۔ اس کے ساتھ باریک تار لگے تھے۔ دالانگ نے سارے تار کاٹ دیئے۔ وہ جانتا تھا کہ اس بٹن کا تعلق سرنگ کے اندر والے بٹن سے ہے اور اب سرنگ کا دروازہ نہیں کھل سکے گا۔

پھر بھی احتیاط کے طور پر اس نے فوراً پہرے داروں کو بلایا اور پلنگ کے نیچے بھاری پتھر کی دس بارہ سلیں ڈلوا کر اوپر ریشمی چادر ڈال دی۔ اب سرنگ کا چوکھٹا اوپر کو نہیں اٹھ سکتا تھا۔ کیوں کہ اس چوکھٹے پر پتھروں کا بوجھ پڑا تھا۔ اس کے بعد دالانگ بڑے آرام سے سو گیا۔ اس کا راستہ بالکل صاف ہو چکا تھا۔ شکالی، عنبر ناگ اور بادشاہ اچھال سب زمین کے نیچے اس طرح بند کر دیئے گئے تھے کہ دالانگ کے نزدیک ان کے باہر نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

شکالی کا باپ اچھال خفیہ قبر کے اندر بستر پر لیٹا تھا اور سوچ رہا تھا کہ آج اس کی بیٹی آئی تو وہ اس کے ساتھ ہی واپس اوپر اپنے شاہی محل میں چلا جائے گا۔ اب وہ اس کی ایک ضد نہیں مانے گا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شاہی محل میں دالانگ اور دوسرے کمانڈر اس کے لیے بہت پریشان ہوں گے۔ اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ اوپر تو اس کی حکومت کا تختہ ہی الٹ دیا گیا ہے۔

بادشاہ اچھال کو وقت کا باقاعدہ احساس ہو جاتا تھا۔ جب اس کے حساب سے دن بھی نکل آیا اور شکالی نہ آئی تو وہ پریشان ہو کر بستر پر سے اٹھا اور دیوار میں لگی ہوئی ایک طاقچی کے پاس گیا۔ وہ خود خفیہ قبر سے باہر جانا چاہتا تھا۔ اس نے طاقچی کھولی تو اندر ایک سرخ بٹن لگا تھا۔ اچھال نے بٹن دبا دیا۔ بٹن کے دبنے سے زینے کے اوپر والا فرش کا چوکھٹا الگ ہو جانا چاہیے تھا مگر ایسا نہ ہوا۔ اچھال نے ایک بار دو بار بٹن دبایا۔ کوئی اثر نہ ہوا۔ اچھال زینہ چڑھ کر اوپر آیا۔ اوپر بیڈ روم کے فرش کا پتھریلا چوکھٹا گرا ہوا تھا۔ اچھال نے اسے اوپر کو اٹھانے کے لیے بہت زور لگایا مگر وہ تو چٹان بن گیا ہوا تھا۔ اس

کے اوپر تو کئی ٹن وزنی چٹانی پتھر پڑے تھے۔ اب تو
اچھال گھبرا سا گیا۔

وہ سمجھ گیا کہ اس کے خلاف کوئی خطرناک چال
چلی گئی ہے۔ اسے اپنی تو بھول گئی اپنی پیاری بیٹی شکالی
کی فکر پڑ گئی کہ اگر والانگ نے یا کسی دوسری مخلوق
نے اس کے محل پر قبضہ کر لیا ہے تو کہیں اس کی
بیٹی کو کوئی نقصان نہ پہنچا ہو۔ وہ پریشان ہو کر خفیہ
قبر کے بستر پر بیٹھ گیا۔ سوچنے لگا کہ کیا وہ کبھی اس
خفیہ قبر سے باہر بھی نکل سکے گا یا نہیں؟

○

ان لوگوں کو اسی طرح چھوڑ کر ہم ماریا کی طرف
چلتے ہیں۔

دوستو! آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ جب ہم نے ماریا
اور خلائی انسان اور عنبر ناگ ماریا کے دوست تھیوسانگ
کو چھوڑا تھا تو وہ ایک خلائی راکٹ میں دوزخ والے
سیارے کی فضا سے نکل کر روشنی کی رفتار کے ساتھ
سیناتھون سیارے کی طرف پرواز کر رہے تھے۔ ان کے
راکٹ کا رُخ جنت کے بزرگ نے مقرر کیا تھا اور

انہیں یہ بھی بتا دیا تھا کہ سیارہ سیناتھون میں ان کی
ملاقات عنبر ناگ کیپٹ اور شکالی سے ہو گی۔

ان کا خلائی راکٹ سیناتھون سیارے کے قریب
پہنچ رہا تھا۔ ماریا اور تھیوسانگ راکٹ کے کیبن میں
بیٹھے تھے۔ تھیوسانگ خود ایک خلائی انسان اور خلاباز
تھا۔ وہ بڑی کامیابی سے راکٹ کو کنٹرول کیے ہوتے
تھا۔ ان کا راکٹ سیناتھون سیارے کی فضا میں داخل
ہو چکا تھا جس کی وجہ سے راکٹ زبردست کشش
کی زد میں تھا۔ تھیوسانگ نے اگلے انجن بند کر کے
پچھلے انجن چلا دیئے تھے۔ سیناتھون سیارے کی کشش
راکٹ کو اپنی طرف اور پچھلے انجن راکٹ کو پیچھے کی
جانب کھینچ رہے تھے جس کی وجہ سے ایک توازن
برقرار ہو گیا تھا اور خلائی راکٹ ایک دھیمی رفتار
کے ساتھ آہستہ آہستہ سیارہ سیناتھون کی طرف اُترنے
لگا تھا۔

ماریا کا خلائی راکٹ سیارے کے جنوبی قطب کی
طرف اتر رہا تھا۔ اس طرف سے خلائی راکٹ کو
سیارے پر دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ اچھال بادشاہ کا
شاہی محل قطب جنوبی سے کافی دُور جھیل کنارے واقع

تھا۔ ماریا اور تھیوسانگ کا راکٹ بڑے آرام کے ساتھ
سیارہ سیناتھون کی زمین پر اتر گیا۔ اس سیارے کے
قطب پر برف نہیں جمی ہوئی تھی۔ یہاں اونچے اونچے
درختوں سے بھرے ہوئے گنجان جنگل تھے۔ راکٹ کے
انجن بند کر دیئے گئے۔ اس وقت سیناتھون سیارے
کے قطب پر رات کا وقت تھا۔ خلا میں ایک
بھورا بھورا چھوٹا سا چاند چمک رہا تھا۔ تھیوسانگ نے
چاند کی طرف دیکھ کر کہا:

"یہ اس سیارے کا اکیلا چاند ہے۔"

"ہاں۔ میں دیکھ رہی ہوں۔ یہ ہماری زمین کے چاند
کی طرح نہیں چمکتا۔"

ماریا کو معلوم نہیں تھا کہ اسی بھورے ویران چاند
کی ایک غار کے اندھے کنوئیں میں عنبر ناگ اور کیبٹی
قید میں پڑے ہیں اور انہیں کوئی باہر نہیں نکال سکتا۔
راکٹ کے انجن خاموش تھے۔ تھیوسانگ نے راکٹ کی
تمام بتیاں بجھا دی تھیں۔ ان کا راکٹ جنگل میں درختوں
کے درمیان ایک چھوٹی سی کھلی جگہ پر اترا تھا۔ ماریا
اور تھیوسانگ راکٹ کے شیشے میں سے باہر کی فضا کو
دیکھ رہے تھے۔

"ماریا! یہ گھنا جنگل بتا رہا ہے کہ اس سیارے پر
آکسیجن کافی مقدار میں موجود ہے۔"

ماریا نے کہا:

"تم اسی جگہ کیبن میں ٹھہرو۔ میں باہر جا کر فضا
کو جانچتی ہوں۔"

یہ کہہ کر ماریا راکٹ کی فولادی دیوار میں سے باہر
نکل گئی۔ اس نے باہر نکلتے ہی ہلکا سا سانس لیا۔ یہ
دیکھنے کے لیے کہ فضا میں آکسیجن کے ساتھ کوئی دوسری
نقصان دہ گیس تو نہیں ملی ہوئی۔ مگر ایسا نہیں تھا۔ سیارے
کی فضا میں آکسیجن بڑی صاف اور بھرپور تھی۔ ماریا نے
دو تین لمبے لمبے سانس لیے اور پھر جلدی سے واپس
راکٹ میں آ گئی۔

"تھیوسانگ بھائی! باہر کی فضا بالکل ہماری زمین
کی فضا جیسی ہی ہے۔"

تھیوسانگ نے راکٹ کی سیڑھی کھولی اور نیچے زمین
پر اتر آیا۔ اس نے اترتے ہی زمین پر سے تھوڑی سی
مٹی اٹھا کر اسے ستاروں کی روشنی میں غور سے دیکھا۔ پھر
اسے انگلی سے رگڑا۔

"ماریا! یہ سیارہ اپنے زوال کی طرف جا

رہا ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" ماریا نے پوچھا۔

تھیوسانگ مٹی کو نیچے پھینکتے ہوئے بولا:

"یہ سیارہ ایک ہزار سال بعد تباہ ہو جائے گا۔ پھٹ پڑے گا۔"

ماریا نے کچھ پریشان ہو کر کہا:

"لیکن یہ تو شکالی کا سیارہ ہے۔ تم ہی نے تو کہا تھا کہ اس کا باپ یہاں حکومت کرتا ہے۔"

"پھر کیا ہوا؟" تھیوسانگ بولا: "خلا میں کروڑوں اربوں کائناتیں ہیں۔ ان میں کھربوں سے بھی زیادہ نظامِ شمسی ہیں اور ان نظامِ شمسی میں پرانے سیارے پھٹتے اور نئے سیارے جنم لیتے ہی رہتے ہیں۔"

ماریا بولی: "اگر یہ بات ہے تو ہمیں شکالی کو بتا دینا چاہیے کہ وہ اپنے باپ کو لے کر کسی دوسرے سیارے پر چلی جائے۔"

تھیوسانگ نے ہنس کر کہا:

"پہلی بات تو یہ ہے کہ جب سیارہ پھٹے گا شکالی اور اس کا باپ زندہ نہیں ہوں گے دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہمیں شکالی مل گئی

تو اسے یہ پیغام بھی پہنچا دیں گے مگر پہلے اسے تلاش تو کر لیا جائے۔"

ماریا نے کہا:

"اس کا باپ تو یہاں کا بادشاہ ہے۔ بادشاہ کے محل کو تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔"

تھیوسانگ نے کہا:

"ہم سیارے کے جنوبی قطب پر ہیں۔ چلو اس کے وسطی علاقے کی طرف چلتے ہیں۔ شکالی کے باپ کا محل یقیناً اسی جگہ ہو گا۔"

انہوں نے اندھیری رات میں جنگل میں اپنا سفر شروع کر دیا۔

ان کے لیے یہ سفر کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ تھیوسانگ خلائی انسان تھا۔ اسے نہ بھوک پیاس ستاتی تھی نہ وہ اتنی جلدی تھکنے والا تھا۔ ماریا غائب ہو کر فضا میں تیرتی ہوئی تھیوسانگ کے ہمراہ جا رہی تھی۔ جب کافی وقت چلتے چلتے گذر گیا تو تھیوسانگ نے آسمان پر ستاروں کی طرف دیکھ کر کہا:

"یہاں کی رات بہت لمبی ہوتی ہے ماریا۔

ستاروں کی گردش بتا رہی ہے۔"

آخر خدا خدا کرکے صبح کی روشنی پھیلنے لگی۔ اس و
وہ دونوں جنگل سے نکل کر ایک اونچے نیچے پہ
میدان میں پہنچ چکے تھے۔ دُور دُور تک کسی شاہی م
کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔

"کہیں ہم غلط سمت میں تو نہیں آ گئے؟" ماریا
نے پوچھا۔

تھیوسانگ بولا: "نہیں۔ ہم ٹھیک سمت کو
جا رہے ہیں۔"

میدان ختم ہوا تو پھر جنگل آ گیا۔ جنگل سے نک
تو سامنے ایک صحرا تھا۔ صحرا میں سے نکلے تو ایک
بہت بڑا پہاڑ دکھائی دیا۔ اس پہاڑ کی دوسری جانب
آئے تو جھیل سے دور شام کے اندھیرے میں ایک
جگمگاتا ہوا شہر نظر آنے لگا جس کے درمیان میں شا
محل کے میناروں اور گنبدوں پر روشنی ہو رہی تھی۔

تھیوسانگ نے خوش ہو کر کہا:

"ماریا! یہی شکالی کے باپ کا شاہی محل ہے۔"

جب وہ شہر میں پہنچے تو دیکھا کر سڑکوں پر کچھ ن
اور کچھ پرانی وضع کے لیمپ روشن تھے۔ تھیوسانگ بولا

"معلوم ہوتا ہے اس سیارے کے باشندوں نے
سائنس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔"

ایک سپاہی ان کے قریب سے گزرا تو تھیوسانگ
نے اس سے پوچھا:

"بھائی! کیا بادشاہ اچھال کا یہی شاہی محل ہے؟"

سپاہی نے رُک کر جواب دیا:

"بادشاہ اچھال کا شاہی محل تو یہی ہے مگر وہ خود
وہاں نہیں ہے۔"

"کیا وہ زندہ نہیں ہے؟" تھیوسانگ نے سوال کیا۔

سپاہی نے جواب دیا:

"کچھ پتہ نہیں کہ وہ کہاں غائب ہو گیا ہے۔
اس کی جگہ اس کا مشیر دالانگ اب بادشاہ ہے۔"

تھیوسانگ نے دوسرا سوال کر دیا:

"بھائی! کیا بادشاہ کی بیٹی شکالی بھی محل میں
نہیں ہے؟"

سپاہی نے کہا:

"کئی روز سے لوگوں نے اسے بھی شاہی محل میں
نہیں دیکھا۔ مگر تم یہ سب کچھ کیوں پوچھ
رہے ہو؟"

ٹھیوسانگ بولا: "کچھ نہیں بھائی۔ ویسے ہی پوچھ
رہا تھا۔"
سپاہی آگے نکل گیا تو ٹھیوسانگ نے ماریا سے کہا:
"ماریا! تم میرے پاس ہی ہو ناں؟"
ماریا نے جھنجلا کر کہا:
"یہ تم ہر بار مجھے کیوں پوچھتے رہتے ہو؟"
ٹھیوسانگ بولا: "تم مجھے نظر جو نہیں آتی ہو۔"
"مگر میری خوشبو تو تمہیں آتی ہے۔"
"ہاں آتی ہے۔"
"تو بس — یہ بات ثابت کرتی ہے کہ میں
تمہارے پاس ہوں۔"
ٹھیوسانگ سڑک کی ایک طرف ہٹ کر درخت کے
پاس کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا:
"ماریا! یہاں شاہی محل میں مجھے کوئی زبردست
سازش ہوئی لگتی ہے۔"
ماریا نے کہا:
"میرا بھی یہی خیال ہے۔ بادشاہ اچھال کا کوئی
پتہ نہیں۔ اس کی بیٹی شکالی بھی گم ہے۔"
ٹھیوسانگ بولا:

"ہمیں اپنا آپ کسی پر ظاہر نہیں کرنا ہو گا۔ بلکہ
کسی خفیہ طریقے سے شکالی کا کھوج لگانا
ہو گا۔"
ماریا نے کہا:
"عنبر ناگ کیٹی کے بارے میں بھی تو بزرگ
روح نے کہا تھا کہ وہ بھی اسی سیارے پر
ہی ہوں گے۔"
"ہاں،" ٹھیوسانگ بولا: "وہ بھی یہیں مل جائیں
گے۔ لیکن سب سے پہلے ہمیں شاہی محل کی
سازش کی جاسوسی کرنی ہو گی کہ اصل معاملہ کیا
ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے عنبر ناگ
کیٹی کا مسئلہ بھی حل ہو جائے۔"
ماریا کچھ سوچتے ہوئے بولی:
"میں سمجھتی ہوں کہ عنبر ناگ کیٹی بھی باہر نہیں ہیں
اگر وہ باہر ہوتے تو شکالی پر کوئی مصیبت
نازل نہیں ہو سکتی تھی۔ یقینی بات ہے کہ
جس نے بھی بادشاہ کے تخت پر قبضہ کیا ہے
اس نے عنبر ناگ کیٹی کو پہلے اپنے راستے سے
ہٹایا ہو گا۔ کیوں کہ عنبر ناگ کیٹی تو شکالی

کے ساتھ یہاں اُترے تھے:

"تم نے بڑے گہرے نقطے کی بات کی ہے ماریا
اب ایسا کرو کر ذرا محل نما ایک چکر لگا کر
یہاں آؤ اور مجھے بتاؤ کہ محل پر کیسا
صورتِ حال ہے؟"

○
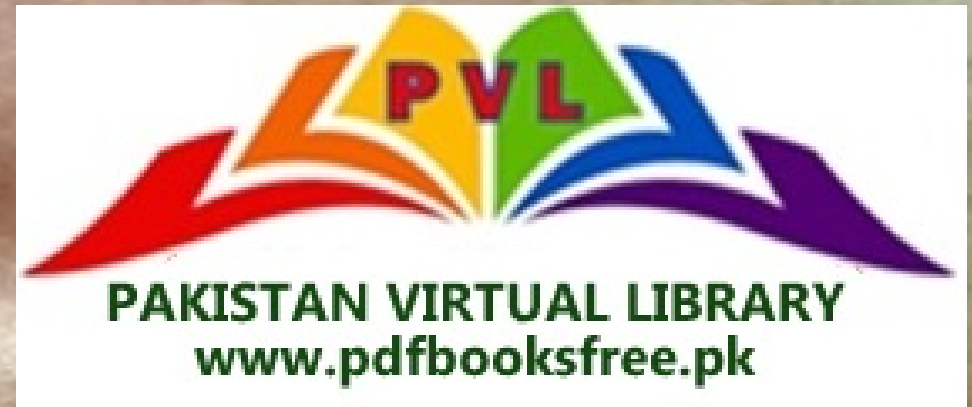
اُڑتا لبادہ

ماریا نے جواب میں کہا:
"تھیوسانگ تم اسی جگہ رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ اس
سیارے پر آنے کے بعد تم بھی غائب ہو جاؤ۔"
"میں اسی جگہ ملوں گا ماریا۔ تم اب جا کر جائزہ
لو شاہی محل کا۔"
تھیوسانگ نے کہا۔

ماریا خاموشی سے اوپر کو اُڑ گئی۔ تھیوسانگ کو ماریا کی
خوشبو آنا بند ہو گئی۔ وہ سمجھ گیا کہ ماریا چلی گئی ہے۔
وہ سڑک کے کنارے ذرا ہٹ کر بچھے ہوئے پتھر
کے ایک بنچ پر بیٹھ گیا۔ اس نے صاف طور پر دیکھ
لیا تھا کہ یہ سیارہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں بہت پیچھے
ہے اور سڑکوں پر کہیں کہیں ایٹمی موٹر گاڑیاں ہی چل
رہی تھیں۔ فضا میں اس نے کسی بھی راکٹ یا میزائیل
کو اڑتے نہیں دیکھا تھا۔

ادھر ماریا بڑی تیزی سے فضا میں پرواز کرتی ہوئی
شاہی محل کی چھت پر جا کر اُتر گئی۔ چونکہ اسے کوئی نہیں
دیکھ سکتا تھا اس لیے وہ بڑی بے خوفی سے محل کی
سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گئی۔ ایک لمبا برآمدہ تھا جس کے
ستونوں کے ساتھ لیمپ روشن تھے۔ پرانی طرز کا محل
تھا۔ اس میں سائنس کی ترقی کہیں دکھائی نہیں دے
رہی تھی۔

برآمدہ محل کی دوسری منزل میں چاروں طرف چلا گیا
تھا۔ درمیان میں نیچے ایک کشادہ باغ تھا جس کے درمیان
فوارہ اچھل رہا تھا۔ ماریا برآمدے کے تیسرے کونے میں
گئی تو وہاں اسے پہرے دار دکھائی دیئے۔ رات کا
پہلا پہر تھا۔ یہاں محل کا ایک خوبصورت دروازہ تھا جس
کے اندر سے کچھ آوازیں آ رہی تھیں۔

ماریا خاموشی سے دروازے میں داخل ہو گئی۔

اندر کھانے کی میز لگی تھی۔ ایک آدمی سر پر ہیرے
موتیوں کا تاج رکھے ایک شان دار کرسی پر بیٹھا تھا۔
اس کے آس پاس چار پانچ آدمی زرق برق لباس پہنے
بیٹھے کھانا کھا رہے تھے اور باتیں بھی کر رہے تھے۔
ان میں تاج والا بادشاہ ڈالانگ تھا اور باقی اس کے

کمانڈر تھے۔ ڈالانگ کے پہلو میں اس کا خاص جاسوس
شاطُو بیٹھا تھا۔

ماریا ایک طرف کھڑی ہو کر ان کی باتیں سننے لگی۔
ایک کمانڈر نے کہا:

"حضور ڈالانگ! بادشاہ اچھال کو ضرور دشمن مخلوق
نے ہلاک کر ڈالا ہو گا۔ اب آپ اپنی تاج پوشی
کا اعلان کر دیں اور سیناٹھون سیارے کے مستقل
بادشاہ بن جائیں۔"

دوسرے کمانڈروں نے بھی اس خیال کی تائید کی۔
ڈالانگ بولا:

"ابھی نہیں۔ ہمیں کچھ دیر اور انتظار کرنا چاہیے
ہو سکتا ہے اچھال آ جائے۔"

اس کے بعد کسی نے اچھال یا اس کی بیٹی شکالی
کی بات نہ کی۔ کھانا ختم ہوا تو سوائے بادشاہ ڈالانگ
کے وزیر شاطُو کے باقی سب چلے گئے۔ جب یہ دونوں
تنہا رہ گئے تو ڈالانگ نے قہقہہ لگا کر کہا:

"اچھال تو اب کبھی واپس نہیں آئے گا۔ اب
میں ہی سیناٹھون کا بادشاہ ہوں۔"

شاطُو بولا: "حضور ڈالانگ! میں تو اب بھی آپ کو

یہی مشورہ دوں گا کہ اچھال اور اس کی بیٹی کا
کام ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمام کر دیا جائے۔ نہ
رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔"

دالانگ نے کہا:

"شاطو! میں یہ کام جس وقت چاہوں کر سکتا
ہوں۔ مگر ابھی تھوڑا صبر کرنا ہو گا۔ میں چاہتا
ہوں کہ لوگوں کے دلوں سے اچھال بادشاہ اور
اس کی بیٹی شکالی کا خیال نکل جائے۔ پھر ان
دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔"

شاطو ریشمی رومال سے اپنے ہونٹ صاف کرتے ہوئے
بولا: "بادشاہ اچھال کی سرنگ اسی طرح بند ہے نا؟"

دالانگ نے مٹھی بند کر کے کہا:

"ایسی بند ہے کہ اچھال ساری زندگی وہاں سے
باہر نہیں نکل سکے گا۔"

پھر جمائی لے کر بولا:

"اچھا۔ اب میں سونے جا رہا ہوں۔"

اور ڈالانگ اپنے بیڈ روم میں داخل ہو گیا۔ یہاں دو
کنیزیں کھڑی تھیں۔ ماریا بھی بادشاہ دالانگ کے ساتھ ہی
اس کے بیڈ روم میں داخل ہو گئی۔ کنیزوں نے بادشاہ

ڈالانگ کے بیڈ روم میں خوشبوؤں بھری شمع روشن کی
اور ادب سے سلام کر کے واپس جانے لگیں تو ڈالانگ
نے کہا:

"شاہی نجومی کو بھیج دو۔"

کنیزیں جھک کر سلام کر کے چلی گئیں۔

ماریا بیڈ روم کے کونے میں کھڑی بادشاہ دالانگ
کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہی تھی۔ اسے یہ معلوم
ہو چکا تھا کہ شکالی اور اس کے باپ کو اسی مکار
شخص نے کسی گمنام جگہ قید کر کے تخت پر قبضہ کر
رکھا ہے۔ اب وہ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ شکالی
اور اس کے باپ کو اس مکار سازشی نے کس جگہ
بند کر رکھا ہے۔

بادشاہ ڈالانگ بڑے مزے سے پلنگ پر نیم دراز
ہو گیا تھا۔ اتنے میں لمبی ڈاڑھی والا شاہی نجومی ہاتھ
میں پوتھی لیے داخل ہوا۔ اس نے جھک کر تین بار
سلام کیا اور ادب سے کھڑا ہو گیا۔

ڈالانگ نے کہا:

"ذرا ستاروں کا حساب لگاؤ اور بتاؤ کہ ہمارے
سیارے پر اس وقت کن کن ستاروں کا اثر

پڑ رہا ہے۔"

بوڑھے نجومی نے فوراً پوتھی نکالی۔ پتھر کی سلیٹ پر
کچھ آڑھی ترچھی لکیریں بنائیں اور پھر ایک دم سے چونک
کر بولا:

"حضور ڈالانگ آپ کے بیڈ روم میں کوئی دوسرا
انسان موجود ہے۔"

ڈالانگ جلدی سے بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ شاہی نجومی؟ یہاں سوائے
تمہارے دوسرا کوئی انسان نہیں ہے۔"

نجومی بولا: "حضور ڈالانگ! میرا زائچہ بتا رہا ہے کہ
اس کمرے میں کوئی تیسرا انسان بھی سانس
لے رہا ہے۔"

ماریا تو یہ سنتے ہی گھبرا گئی کہ کہیں یہ کم بخت
اس کو دیکھ نہ لے۔ تیزی سے بیڈ روم میں سے باہر
نکل گئی۔

ڈالانگ نے غصے سے کہا:

"ذرا غور سے زائچہ دیکھو۔ یہاں مجھے تو کوئی
تیسرا انسان دکھائی نہیں دیتا۔"

اب جب نجومی نے زائچے کو دیکھا تو وہاں تیسرا
انسان غائب تھا۔ کچھ شرمندہ سا ہو کر بولا:

"حضور ڈالانگ! اب وہ انسان یہاں نہیں ہے۔"

بادشاہ ڈالانگ نے شاہی نجومی کو جھڑک دیا:

"بیکار باتیں مت کیا کرو۔ تم اب بوڑھے ہو
گئے ہو۔ تمہارا دماغ تمہارے بس میں نہیں
رہا۔ اگر پھر کبھی اس قسم کی بہکی بہکی باتیں کیں
تو میں تمہاری جگہ کسی دوسرے نوجوان نجومی کو
رکھ لوں گا۔"

شاہی نجومی نے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"حضور ڈالانگ! میں وعدہ کرتا ہوں پھر ایسی بات
ہرگز نہیں کروں گا۔"

یہ گفتگو ماریا نے بھی سن لی جو بیڈ روم کے دروازے
کی دوسری جانب کھڑی تھی۔ اب وہ بلا جھجک اندر
آ گئی۔ وہ خوب جانتی تھی کہ اب اگر نجومی کو اپنے
زائچے پر وہ نظر آ بھی گئی تو وہ ڈالانگ سے اس
کا ذکر نہیں کرے گا اور ایسا ہی ہوا۔ ماریا کے اندر
آنے کے بعد جب شاہی نجومی نے دوسری بار زائچے
پر نگاہ ڈالی تو زائچہ صاف صاف بتا رہا تھا کہ بیڈ
روم میں ایک غیبی انسان موجود ہے اور سانس لے

رہا ہے۔ مگر شاہی نجومی نے ڈالانگ کو بالکل نہ بتایا۔ اسے کیا ضرورت تھی کہ بتا کر اپنے اوپر مصیبت نازل کرتا۔

ڈالانگ نے پوچھا:

"اب بتاؤ کہ ہمارے سیارے پر کن کن ستاروں کا اثر پڑ رہا ہے۔"

نجومی بولا: "حضور ڈالانگ! اس وقت ہمارے سیارے پر کچھ منحوس ستاروں کے اثرات آ رہے ہیں مگر یہ کوئی تشویش کی بات نہیں۔ چند روز میں یہ اثرات ختم ہو جائیں گے۔"

ڈالانگ نے کہا:

"کیا ان اثرات کو ہمیشہ کے لیے ختم نہیں کیا جا سکتا؟"

بوڑھا نجومی کہنے لگا:

"حضور ڈالانگ! کل سے شاہی محل کے سب سے اونچے بُرج پر تانبے کی ایک تار کیسر میں بھگو کر لگا دیجیے گا۔ پھر ستاروں کے منحوس اثرات ختم ہو جائیں گے۔"

بادشاہ ڈالانگ خنجر سے سیب کاٹنے لگا۔ پھر ایک قاش اپنے منہ میں ڈال کر بولا:

"اور میرے دشمنوں کا کیا حال ہے؟"

نجومی نے ایک بار پھر سلیٹ پر بنے ہوئے زائچے پر نظر ڈالی اور کہا:

"حضور ڈالانگ! آپ کے دشمن زمین کے اندر تڑپ رہے ہیں۔"

ڈالانگ نے ایک قہقہہ لگایا اور ہاتھ کے اشارے سے کہا:

"اب تم جاؤ — جاؤ۔"

شاہی نجومی نے سر جھکایا اور خاموشی سے اپنی پوتھی سنبھالے باہر نکل گیا۔ ماریا کو خیال آیا کہ یہ نجومی ہی بتا سکتا ہے کہ عنبر ناگ اور کیٹی کہاں ہیں۔ کیوں کہ بادشاہ ڈالانگ ان ہی کو اپنا دشمن سمجھتا ہے اور اس نے ہی انہیں کسی خفیہ جگہ پر چھپا رکھا ہے۔

ماریا بھی چپکے سے شاہی نجومی کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ شاہی نجومی شاہی محل کی دوسری منزل کے آخری کمرے میں رہتا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں داخل ہو گیا۔ ماریا اس کے ساتھ تھی۔ نجومی کے کمرے میں میز کرسی پلنگ لگا تھا۔ کھڑکی میں ستاروں کو دیکھنے والی دوربین لگی تھی۔ میز پر ایک بڑا سا گلوب پڑا تھا۔ شاہی نجومی

نے زائچے کی سلیٹ تپائی پر رکھی تو ایک بار پھر اس
کی نظر اس پر پڑ گئی۔ زائچے کی لکیریں صاف بتا رہی
تھیں کہ کمرے میں کوئی ایسا انسان موجود ہے جو نظر
نہیں آ رہا ہے۔

شاہی نجومی نے سلیٹ اُلٹی کر دی اور گردن گھما
کر پوچھا:

"تم کون ہو؟"

ماریا خاموش رہی۔ اس کے ذہن میں ایک اسکیم تیار
ہو رہی تھی۔ وہ چپکے سے وہاں سے نکل آئی اور سیدھی
بھتیوسانگ کے پاس پہنچی جو سڑک کے کنارے باغ میں بیٹھا
تھا۔ ماریا نے بھتیوسانگ کو ساری بات سمجھائی اور کہا:

"شاہی نجومی ہی ہمیں عنبر ناگ اور کیپٹن کے
بارے میں بتا سکتا ہے۔ تم میرے ساتھ چلو۔"

بھتیوسانگ نے پوچھا:

"وہ ہمیں ایسے کیوں بتانے لگا بھلا؟ وہ تمہاری
کرامت سے ضرور متاثر ہوگا۔ نجومی پراسرار
ہوتے ہیں اور اس قسم کی پراسرار چیزوں کو
پسند کرتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ہمیں
سب کچھ بتا دے گا۔"

ماریا نے بھتیوسانگ کو ساتھ لیا اور شاہی محل کے
دروازے سے کچھ دُور پہنچ کر رُک گئی۔ بھتیوسانگ نے
ایک آنکھ بند کر کے اپنے جسم سے انگلی لگائی اور وہ
بالکل چھوٹا سا ہو گیا۔ ماریا نے اسے زمین سے اٹھا کر
اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا۔ بھتیوسانگ ماریا کی ہتھیلی پر
آتے ہی غائب ہو گیا۔ ماریا کی اسکیم بھی یہی تھی کہ
وہ بھتیوسانگ کو غائب کر کے شاہی محل کے اندر
لے جائے۔ ماریا بڑی آسانی سے شاہی محل میں داخل
ہو گئی۔ پہرے دار اسے دیکھ ہی نہیں سکے۔ ماریا سیدھی
محل کی دوسری منزل میں آ گئی۔ سامنے برآمدے کے کونے
میں شاہی نجومی کا کمرہ تھا جس میں شمع کی روشنی ہو
رہی تھی۔

ماریا بند دروازے میں سے اندر داخل ہو گئی۔
اس نے دیکھا کہ شاہی نجومی شمع کی روشنی میں
ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔ وہ سلیٹ اس کے پاس ہی
پڑی تھی جس پر زائچہ بنایا گیا تھا۔ ماریا خاموشی سے
ایک طرف ہو کر کھڑی ہو گئی۔ شاہی نجومی کتاب میں
سے کوئی عبارت سلیٹ پر لکھنے لگا تو ایک دم چونک
پڑا۔ زائچہ پھر بتا رہا تھا کہ کمرے میں کوئی غیبی انسان

موجود ہے۔
شاہی نجومی نے آہستہ سے سر پیچھے کر کے کمرے میں غور سے دیکھا۔ سارا کمرہ خالی تھا۔ مگر زائچہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ نجومی کو یقین تھا کہ کمرے میں کوئی غیبی طاقت ضرور موجود ہے۔ ماریا اس کی حیرانی کو دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے تھیوسانگ کو اپنے منہ کے قریب لا کر کہا:

"اب تم اپنے آپ کو بڑا کر لو۔"

ماریا نے یہ بات بڑی آہستہ سے سرگوشی کی طرح کہی تھی۔ اس نے تھیوسانگ کو فرش پر نجومی کے پلنگ کے پیچھے رکھ دیا۔ تھیوسانگ نے آنکھ بند کر کے انگلی اپنے سینے سے لگائی ہی تھی کہ وہ ایک دم پورے قد سے بڑا ہو گیا۔ ایک جوان آدمی کو اپنے کمرے میں اچانک نمودار ہوتا دیکھ کر شاہی نجومی ساکت سا ہو گیا۔
تھیوسانگ نے اس کے قریب آ کر کہا:

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں پہلے غائب تھا اب ظاہر ہو گیا ہوں اور تمہارا دشمن نہیں ہوں۔"

شاہی نجومی نے اس کی طرف انگلی کا اشارہ کر کے

کہا: "تم۔ تم کون ہو؟ کس دنیا سے آئے ہو؟"
تھیوسانگ بولا: "یہ باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔ ایک بات غور سے سنو۔ میں تم سے مدد مانگنے آیا ہوں۔ میرے دو بھائی اور ایک بہن اس سیارے پر آئے تھے۔ اب وہ مجھے نہیں مل رہے۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ بادشاہ ذالانگ نے انہیں کسی جگہ قید کر رکھا ہے۔ تم مجھے زائچہ بنا کر بتاؤ کہ یہ لوگ کہاں ہیں۔"
شاہی نجومی بولا:

"کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنے بادشاہ کے ساتھ غداری کروں؟ نہیں۔ میں یہ کبھی نہیں کر سکتا۔ تم جو کوئی بھی ہو۔ یہاں سے نکل جاؤ۔"

تھیوسانگ کو غصہ تو بہت آ گیا لیکن خاموش رہا۔ کیوں کہ بہرحال یہ نجومی وفاداری کی بات ہی کر رہا تھا۔ تھیوسانگ نے کہا:

"اگر تم مجھے زائچہ بنا دو تو میں تمہیں ایک ایسی کرامت دکھاؤں گا جو تم نے پہلے کبھی نہیں دیکھی ہو گی۔"

"وہ کیا ہے؟" شاہی نجومی نے شوق سے پوچھا۔

تھیوسانگ نے ایک آنکھ بند کی اور کہا:

"مجھ سے ہاتھ ملاؤ۔"

جونہی نجومی نے تھیوسانگ سے ہاتھ ملایا وہ اس کی انگلی لگتے ہی ایک دم سے بالکل چھوٹا سا ہو گیا۔ نجومی چوہا کے بچے کی طرح اپنی کرسی پر ادھر اُدھر دوڑ رہا تھا اور باریک آواز میں چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

"مجھے بڑا کرو۔ مجھے بڑا کرو۔ تم جو کہتے ہو میں کروں گا۔"

تھیوسانگ نے دوبارا آنکھ بند کر کے اسے انگلی لگائی تو نجومی پھر سے بڑا ہو گیا۔ ماریا یہ دیکھ کر بڑی خوش ہو رہی تھی۔

شاہی نجومی نے اپنے جسم پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا:

"یہ۔ یہ جادو تم نے کہاں سے سیکھا ہے؟"

تھیوسانگ بولا: "یہ ایک راز ہے جو میں کسی کو نہیں بتا سکتا۔"

نجومی بولا: "تو پھر میں بھی زائچہ نہیں بناؤں گا۔"

تھیوسانگ اسے یہ راز کیسے بتا سکتا تھا؟ وہ یہ کرامت اسے دے بھی نہیں سکتا تھا۔ اس نے شاہی نجومی کی بہت منت سماجت کی مگر وہ اپنی ضد پر اڑا

رہا کہ پہلے راز بتاؤ۔ پھر زائچہ بناؤں گا۔

تھیوسانگ نے آہستہ سے کہا:

"ماریا! اب تمہاری باری ہے۔ تم کچھ کرو۔"

"یہ۔ یہ تم کس سے بات کر رہے ہو؟" نجومی نے تعجب سے پوچھا۔

"ابھی معلوم ہو جائے گا تمہیں۔" تھیوسانگ یہ کہہ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

شاہی نجومی نے اچانک جیب میں سے خنجر نکال لیا اور بولا:

"اگر تم نہیں جاتے تو میں تمہیں ختم کر دوں گا۔"

تھیوسانگ ہنسا: "کیا بچوں ایسی باتیں کر رہے ہو۔"

اتنے میں شاہی نجومی کے ہاتھ سے خنجر اپنے آپ ایک جھٹکے کے ساتھ اوپر کو اچھل کر غائب ہو گیا۔ نجومی کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر کہا:

"یہاں۔ یہاں کوئی غیبی انسان موجود ہے۔"

ماریا نے شاہی نجومی کے سر پر رکھی ہوئی ٹوپی بھی اتار کر غائب کر لی۔ پھر اسے پراسرار آواز میں کہا:

"میں تمہاری موت کا پیغام لے کر آئی ہوں۔"

یہ نوجوان میرا بھائی ہے۔ یہ جس طرح کہتا ہے ویسے ہی کرو۔ نہیں تو میں ابھی تمہاری گردن مروڑ ڈالوں گی۔"

شاہی نجومی نے ہاتھ باندھ لیے اور کپکپاتی آواز میں بولا:

"میں تیار ہوں۔ میں تیار ہوں۔"

تھیوسانگ مسکرانے لگا:

"تو پھر زائچہ بنا کر بتاؤ کہ بادشاہ کے دشمن زمین کے اندر کس جگہ پر ہیں؟"

شاہی نجومی اسی وقت پوتھی کھول کر بیٹھ گیا۔ اس نے سلیٹ پر سے پہلی لکیریں بجھا دیں اور دوسری لکیریں بنائیں۔ پھر غور کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد بولا:

"اگر میں تمہیں بتا دوں کہ تمہارے بھائی اور بہن کہاں پر ہیں تو تم بادشاہ کو تو نہیں بتا دو گے؟"

تھیوسانگ نے کہا:

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے بارے میں کسی کے آگے اپنی زبان نہیں کھولوں گا اور یہ میرا پکا وعدہ ہے۔"

نجومی نے سر جھکا دیا اور پھر سے غور کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد بولا:

"زائچہ غیب کا پورا پورا حال نہیں بتا سکتا۔ یہ کچھ نشانیاں ضرور بتا دیتا ہے۔ میں تمہیں یہ تو نہیں بتا سکتا کہ تمہارے بہن بھائی کہاں ہیں مگر جتنا کچھ میرا زائچہ بتا رہا ہے وہ میں تمہیں بتا دوں گا۔"

"ہاں ہاں تم وہی ہمیں بتا دو۔" تھیوسانگ نے کہا:

شاہی نجومی زائچے کی طرف دیکھتے ہوئے بولا:

"تمہارے دو بھائی اور ایک بہن ہے۔ ان لوگوں کو میں ویران چاند پر کسی گہرے کنوئیں میں دیکھ رہا ہوں۔ تمہارا ایک بھائی پتھر کے عقاب کی شکل میں ہے۔ یہ تینوں کنوئیں کے نیچے پڑے ہیں۔ کنوئیں کا منہ بھاری پتھر سے ڈھکا ہے۔ وہ باہر نہیں نکل سکتے۔"

ماریا نے پوچھا:

"یہ ویران چاند کہاں ہے؟"

شاہی نجومی بولا:

"ہمارے سیارے سے ہزاروں میل کے فاصلے

پر ہے۔ تم بالکل باہر نکل کر آسمان پر اسے
دیکھ سکتے ہو۔ یہ بھورا ویران چاند ہے۔ وہاں
آج تک ہم میں سے کوئی نہیں گیا۔"
تھیوسانگ نے پوچھا:
"کیا وہاں کوئی آبادی بھی ہے؟"
نجومی نے کہا:
"ہم اپنے بڑے بوڑھوں سے سنتے آئے ہیں کہ
ویران چاند میں خلائی ڈاکوؤں کی کوئی مخلوق
رہتی ہے مگر ہم نے انہیں کبھی نہیں دیکھا۔"
ماریا نے بے تابی سے پوچھا:
"ویران چاند پر جانے کا کیا ذریعہ ہے؟"
نجومی نے کہا:
"تم تو غائب حالت میں ہو۔ اڑ کر جا سکتی ہو۔"
تھیوسانگ نے کہا:
"ہمیں اپنے بھائی بہن کو وہاں سے نیچے بھی تو
لانا ہے۔ ہم انہیں کیسے نیچے لائیں گے۔ ہم خود
تو شاید وہاں پہنچ ہی جائیں گے۔"
شاہی نجومی بولا:
"بادشاہ دالانگ کی شاہی خواب گاہ میں سیاہ

لبادے رکھے ہیں۔ میرا حساب بتا رہا ہے کہ
اگر وہ لبادہ کوئی شخص اوڑھ لے تو ہوا میں
اڑ سکتا ہے۔"
ماریا بولی: "ٹھیک ہے میں وہ سیاہ لبادے لے
آؤں گی۔"
شاہی نجومی نے جلدی سے کہا:
"لیکن اپنا وعدہ تم لوگ یاد رکھنا۔ بادشاہ
کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ ساری باتیں میں نے
تمہیں بتائی ہیں۔"
تھیوسانگ نے کہا:
"تم بالکل فکر نہ کرو۔ ہم تمہارا نام بالکل زبان
پر نہیں لائیں گے۔"
پھر تھیوسانگ نے ماریا سے کہا:
"ماریا! تم بادشاہ دالانگ کی خواب گاہ میں
جاؤ اور سیاہ لبادے تلاش کر کے لے آؤ۔
میں اسی جگہ تمہارا انتظار کروں گا۔"
ماریا بہت اچھا کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔
بادشاہ کے بیڈ روم میں ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی
بادشاہ گہری نیند سو رہا تھا۔ ماریا نے ایک سنہری پھول

بوتلوں والی الماری کو کھولا تو کھٹکا ہوا۔ بادشاہ کی آنکھ
کھل گئی:

"کون ہے؟"

وہ ایک دم سے اٹھ بیٹھا۔ ماریا الماری بند کر چکی تھی
ڈالانگ نے بیڈ روم میں چاروں طرف دیکھا۔ وہاں
اسے کوئی نظر نہ آیا۔ وہ پھر سو گیا۔ جب اس کے
ہلکے ہلکے خراٹوں کی آواز آنے لگی تو ماریا نے آہستہ
سے الماری کھول دی۔ الماری کے اوپر والے خانے
میں کچھ کالے کپڑے رکھے تھے۔ ماریا نے انہیں باہر
نکال کر دیکھا۔ یہ سیاہ لبادے تھے جو آدمی اپنے
کاندھوں پر ڈال لیتے ہیں۔ ماریا نے چار لبادے نکال کر
انہیں لپیٹ کر سنبھالا اور الماری بند کر کے بیڈ روم
سے چلی گئی۔

یہاں سے نکل کر وہ سیدھی شاہی نجومی کے کمرے
میں پہنچی اور نجومی کو وہ لبادے دکھائے۔ اس نے کہا:

"یہی وہ سیاہ لبادے ہیں جو انسان کو خلا میں
اڑا سکتے ہیں۔"

اس نے ایک بار پھر بڑی عاجزی سے کہا:

"میرا نام نہ لینا بادشاہ کے آگے۔"

"تم کیوں گھبراتے ہو؟ تمہارا نام کبھی نہیں لیا جائیگا۔"

ماریا نے لبادے اپنے پاس رکھ لیے تھے۔ وہ اور
تھیوسانگ وہاں سے نکل کر شاہی محل کی چھت پر آگئے
دُور آسمان پر بھورے رنگ کا ویران چاند خلا میں لٹکا
ہوا تھا۔

ماریا نے کہا:

"اگر اس نجومی کا زائچہ ٹھیک بول رہا تھا تو
عنبر ناگ اور کیپٹ اسی چاند پر ہوں گے۔"

تھیوسانگ بولا: "میں خلائی نجومیوں کو جانتا ہوں
ان لوگوں کے زائچے کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔
ان کے اندازے بالکل درست ہوتے ہیں۔ مجھے
یقین ہے کہ عنبر ناگ اور کیپٹ اسی ویران چاند
پر ہی کسی اندھیرے کنوئیں میں ہوں گے۔"

ماریا نے کہا:

"مگر ناگ کیسے پتھر کا عقاب بن گیا؟"

"یہ مسئلہ تو اسے دیکھ کر ہی حل ہو گا۔" تھیوسانگ بولا:

ماریا نے کہا:

"پھر ہمیں ویران چاند کی طرف اپنا سفر شروع
کر دینا چاہیے۔"

یہ کہہ کر ہیتوسانگ نے ایک سیاہ لبادہ اپنے کاندھے
پر ڈال کر اس کی ڈوریاں اپنے جسم کے ساتھ باندھ
لیں۔ ماریا نے کہا:

"میں تمہارے ساتھ ساتھ خلا میں اڑ رہی ہونگی۔
تم میری فکر نہ کرنا۔"

اچانک ایک طرف سے آواز آئی:

"خبردار! کھڑے رہو۔"

ماریا اور ہیتوسانگ نے چونک کر دیکھا۔ ایک پہرے دار
ہاتھ میں تلوار تھامے ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔

ماریا نے کہا:

"کم بخت کی موت اسے یہاں لے آئی ہے۔"

پہرے دار نے آگے بڑھ کر ہیتوسانگ کو پکڑنا چاہا تو
ماریا نے اسے گردن سے دبوچ کر پیچھے کھینچ لیا اور بولی:

"احمق! کیوں موت کو بلا رہے ہو۔ بھاگو یہاں سے۔"

پہرے دار نے آواز سنی اور عورت نظر نہ آئی تو اس
کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔ ماریا نے اس کے ہاتھ سے تلوار
جھٹک دی اور اسے چھت پر سے دو فٹ اونچا اٹھا
کر کہا:

"یہاں سے بھاگ جاؤ اور خبردار پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا۔"

ماریا نے اسے چھوڑ دیا۔

پہرے دار ایسا بھاگا کہ ایک نظر بھی پیچھے مڑ کر نہ
دیکھا۔ ماریا بولی:

"ہیتوسانگ! ویران چاند کا سفر شروع کرو۔"

ہیتوسانگ بولا: "میں اچھلتا ہوں۔ شاید اسی
طریقے سے ہوا میں یہ لبادہ مجھے اڑا لے جائے۔"

ہیتوسانگ نے چھت کے کنارے پر کھڑے ہو کر اوپر
کو چھلانگ لگائی تو وہ ہوا میں اڑنے لگا۔ ماریا اس کے
ساتھ ساتھ تھی۔

ہیتوسانگ بولا: "اس کا رخ ویران چاند کی طرف
ہو رہا ہے۔"

ماریا نے کہا:

"معلوم ہوتا ہے اسے چاند کی طرف سیٹ کیا
گیا ہے۔ ضرور عنبر ناگ اور کیٹی کو یہ مکار
والانگ ہی ویران چاند پر چھوڑ کر آیا ہوگا۔"

ہیتوسانگ بولا: "لبادے کی رفتار تیز ہو رہی
ہے ماریا۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔"

ہیتوسانگ سیاہ لبادے میں چھپا انتہائی برق رفتاری

یعنی بجلی ایسی تیزی کے ساتھ خلا میں ویران چاند کی
طرف اڑا جا رہا تھا۔ ماریا اس کے ساتھ ساتھ خلا میں
اڑ رہی تھی۔ شاہی محل اور پھر سیارہ سیناٹھون بہت
پیچھے رہ گیا۔ ان کی رفتار اور تیز ہو گئی۔
سیارہ سیناٹھون کے حلقے سے نکلتے ہی رات ختم
ہو گئی۔ اب ایک تاریک خلا ان کے سامنے تھا جس
میں بھورا چاند بڑے دھیمے دھیمے چمک رہا تھا۔ کتنی ہی
دیر تک خلا میں اڑتے رہنے کے بعد آخر وہ ویران
چاند کے قریب پہنچ گئے۔ چاند بڑا ہوتے ہوتے اتنا بڑا
ہو گیا کہ اب بھتیوسانگ اور ماریا کو اس کی گولائی نظر
نہیں آ رہی تھی۔ ان کے نیچے چاند کی پتھریلی ویران زمین
ایک سنسان میدان کی طرح نظر آنے لگی تھی جہاں جگہ جگہ
زمین میں گڑھے پڑے تھے اور اونچی نیچی پہاڑیاں اور
گہری گھاٹیاں پھیلی ہوئی تھیں۔
بھتیوسانگ نے ماریا سے کہا:
"اگر والانگ خود عنبر ناگ کیٹی کو یہاں لایا تھا
تو اس کا مطلب ہے کہ چاند پر فضا موافق ہے۔"
ماریا بولی: "ہم ویران چاند کی فضا میں داخل
ہو چکے ہیں بھتیوسانگ ـــ دیکھو ہمیں سانس لینے
میں ذرا بھی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی۔"
بھتیوسانگ نے کہا:
"نیچے تو گہری گہری گھاٹیاں ہیں۔ مجھے تو یہاں
کوئی خلائی ڈاکوؤں کی مخلوق دکھائی نہیں دے
رہی۔ میں نیچے اتر رہا ہوں ماریا۔"
"او۔ کے بھتیوسانگ۔"
بھتیوسانگ نے مسکرا کر کہا:
"یہ تم نے انگریزی میں کیوں کہا؟"
ماریا نے ہنس کر کہا:
"کبھی کبھی میں انگریزی بول لیا کرتی ہوں۔"
بھتیوسانگ بولا: "او کے۔"
اور وہ دونوں ہنستے ہوئے۔ ویران چاند کی ایک
گہری گھاٹی میں اتر گئے۔ بھتیوسانگ نے ویران چاند
کی زمین پر سے پتھر کا ایک ٹکڑا اٹھا کر اسے غور
سے دیکھا۔ وہ چاند کے جس حصے پر اترے تھے وہاں دن
کی روشنی پھیلی تھی۔ ماریا نے پوچھا:
"کیا اس پتھر میں کوئی خاص بات ہے بھتیوسانگ؟"
بھتیوسانگ نے پتھر کو پھینک کر کہا:
"اس میں یورینیم کی بھاری مقدار موجود ہے اور

اس پتھر سے لگتا ہے کہ اس میں سے یورینیم نکالنے
کی کوشش کی گئی ہے۔"

ماریا نے کہا: "اس کا مطلب ہے کہ یہاں کوئی مخلوق
موجود ہے۔"

"ہاں۔ کوئی نہ کوئی خلائی مخلوق ضرور یہاں رہتی
ہے جو ان پتھروں سے یورینیم نکالتی ہے۔" تھیوسانگ نے کہا۔

ماریا بولی: "کہیں یہ وہی خلائی ڈاکو تو نہیں ہیں جن
کے بارے میں نجومی بتا رہا تھا؟"

"ہو سکتا ہے۔"

اتنا کہہ کر وہ ایک پہاڑی کی چڑھائی چڑھنے لگے۔

○

ایٹم بموں کی تلاش

کتنی ہی دیر تک وہ چڑھائی چڑھتے رہے۔
جب پہاڑ کی دوسری طرف آئے تو دیکھا کہ سامنے
ایک اور پہاڑ کھڑا ہے۔ بیچ میں ایک میدان ہے جہاں
بڑے بڑے پتھروں کے ٹکڑے بکھرے ہوئے ہیں۔ تھیوسانگ
نے کہا کہ یہ چاند سچ مچ ویران ہے۔ ہم عنبر ناگ کیٹی
کو یہاں کیسے تلاش کریں گے۔

ماریا نے کہا:

"میں پہاڑ کی دوسری جانب جا کر دیکھتی ہوں شاید
وہاں کوئی آبادی ہو۔"

یہ کہہ کر ماریا ہوا میں اوپر کو اٹھتی چلی گئی۔ پھر
وہ پہاڑ کے اوپر اڑنے لگی۔ جب وہ دوسرے پہاڑ
کے پار پہنچی تو دیکھا کہ دور ایک پہاڑی کی ڈھلان پر
بہت بڑے لومڑ کا منہ کھلا ہے۔ ماریا قریب آئی تو
معلوم ہوا کہ لومڑ کا چہرہ پہاڑ کی چٹان کھود کر بنایا گیا ہے
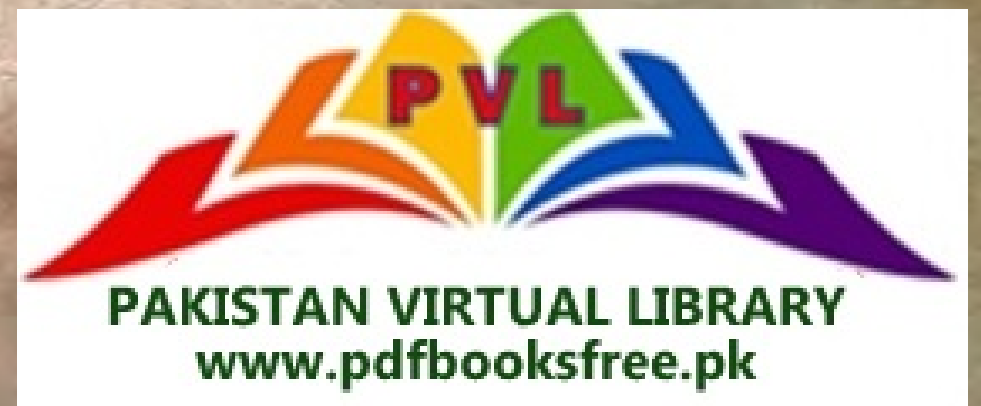
لومڑ کا منہ پورا کھلا تھا اور اس کے حلق میں ایک بہت
بڑے غار کا راستہ تھا جو اندر جا رہا تھا۔ لومڑ کے لمبے
نوکیلے دانت بڑے بڑے ستونوں کی طرح باہر کو نکلے ہوئے
تھے۔ یہاں موت ایسی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ماریا نے سوچا
کہ اس لومڑ کے منہ کے اندر جا کر دیکھنا چاہیے۔

جونہی اس نے لومڑ کے منہ میں پاؤں رکھا لومڑ کے
حلق سے ایک بھیانک چیخ بلند ہوئی۔ ماریا جلدی سے
پیچھے ہٹ گئی۔ اس چیخ کے ساتھ ہی لومڑ کے حلق
میں سے نیلی اور سفید آگ کے شعلے باہر کو لپکنے لگے
ماریا اوپر کو اُڑ گئی۔ اور تیزی سے واپس تھیوسانگ کے
پہنچ کر سارا ماجرا بیان کیا۔

تھیوسانگ بولا:

"اس کا مطلب ہے کہ یہاں ضرور کوئی مخلوق
آباد ہے۔"

وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ آسمان پر زناٹے کی زوں زوں
کی آواز سنائی دی۔ وہ تیزی سے ایک پتھر کے پیچھے ہو
گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ آسمان پر دو لمبے قد کے آدمی
اڑے چلے آ رہے ہیں۔ ان کے پیچھے ایک ایک راکٹ
بندھا ہے جس میں سے گیس تیزی سے خارج ہو رہی ہے

اور اس کی مدد سے دونوں خلائی آدمی ہوا میں اڑتے
جا رہے ہیں۔ وہ دونوں تھیوسانگ اور ماریا کے سروں
کے اوپر سے گذر گئے۔

"یہی وہ مخلوق ہے جو اس غار میں رہتی ہو گی۔"
ماریا نے کہا۔

تھیوسانگ بولا: "لومڑ کے منہ میں خفیہ الارم لگا
ہو گا جو کسی بھی غیر مخلوق کی آمد پر چیخ اُٹھتا
ہو گا۔"

ماریا نے کہا:

"ہو سکتا ہے ان لوگوں نے ہی عنبر ناگ کیٹی
کو اپنے غار میں بند کر رکھا ہو۔"

تھیوسانگ کہنے لگا:

"اس کا پتہ تو تم ہی چلا سکتی ہو۔ کیوں کہ تمہیں
کوئی بھی نہیں دیکھ سکے گا۔"

اسی طرح باتیں کرتے ہوئے وہ پہاڑ کا پتھریلا میدان
عبور کر کے سامنے والی پہاڑی کی اس غار کے قریب
پہنچ گئے۔ جہاں بہت بڑے لومڑ کا منہ کھلا تھا۔ ماریا
نے کہا:

"یہ ہے وہ لومڑ جس کے حلق میں سے اندر

راستہ جاتا ہے۔"

تھیوسانگ بولا:

"میں دیکھ رہا ہوں۔"

ایک بار پھر فضا میں زناٹے کی آواز سنائی دی۔ ماریا اور تھیوسانگ جلدی سے ایک پتھر کی اوٹ میں ہو گئے۔ ایک اور راکٹ والا خلا باز فضا میں اُڑتا ہوا آیا اور زوں کی آواز کے ساتھ لومڑ کے بُت کے حلق میں سے ہو کر غار میں داخل ہو گیا۔

تھیوسانگ بولا: "ماریا! ہم دونوں کو اندر جانا ہو گا اور اس کا طریقہ وہی ہو گا۔ میں چھوٹا ہو جاتا ہوں۔ تم مجھے اپنے ہاتھ میں اُٹھا لو اس طرح میں بھی تمہارے ساتھ غائب ہو جاؤں گا اور اندر چل کر دیکھیں گے کہ یہ کون لوگ ہیں۔"

ماریا نے کہا:

"لومڑ چیخ اُٹھے گا اور پھر اندر سے آگ کے شعلے نکلیں گے۔ مجھے تو کچھ نہیں ہو گا ان شعلوں سے کہیں تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔"

تھیوسانگ نے مسکرا کر کہا:

"ماریا! شاید تم بھول گئی ہو کہ میں صرف اسی صورت میں ہلاک ہو سکتا ہوں کہ میرے ہاتھ کی کوئی انگلی کاٹ دی جائے۔ یہ آگ مجھ پر کوئی اثر نہیں کرے گی۔"

یہ کہہ کر تھیوسانگ نے اپنے آپ کو چھوٹا کر لیا۔ ماریا نے اسے اٹھا لیا۔ ماریا کے اُٹھاتے ہی تھیوسانگ بھی غائب ہو گیا۔ ماریا غار کی طرف بڑھی۔ جونہی وہ لومڑ کے حلق میں داخل ہوئی لومڑ کے اندر سے ایک بھیانک چیخ بلند ہوئی مگر ماریا نہ رُکی۔ وہ ہوا میں تیرتی لومڑ کے حلق کے اندر بڑھتی چلی گئی۔ ایک دم سے اس غار نما حلق میں سے آگ کے شعلے بھڑک اُٹھے۔ ان شعلوں کی رفتار بہت تیز تھی مگر ماریا اس میں سے گزر گئی اور اسے کوئی نقصان نہ پہنچا۔

اس نے شعلوں سے نکلتے ہی تھیوسانگ کو اپنے منہ کے قریب لا کر پوچھا کہ اسے تو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ تھیوسانگ نے باریک آواز میں کہا:

"میں بالکل ٹھیک ہوں ماریا۔ تم ان لوگوں کے درمیان چلو۔ پتہ کرتے ہیں کہ یہ مخلوق

کون ہے؟"

لومڑ کا حلق آگے جا کر ڈھلانی راستے میں بدل گیا۔
ماریا زمین سے پندرہ فٹ بلند ہو کر پیتہ کر رہی تھی۔
اس کی رفتار بہت ہی دھیمی تھی۔ غار میں ابھی تک
اسے کوئی خلائی آدمی نظر نہیں آیا تھا۔ غار ختم ہوا تو
اس نے چار خلائی سپاہیوں کو دیکھا کہ ہاتھوں میں خلائی
گنیں لیے غار کے دروازے کی طرف بھاگ رہے تھے۔
ماریا نے ان پر کوئی توجہ نہیں دی اور آگے بڑھی۔ آگے
ایک اونچا دروازہ آ گیا جو کھلا تھا۔ ماریا اندر گئی تو
دیکھا کہ ایک جگمگاتا ہوا سفید کمرہ ہے جہاں چاندی
ایسی سفید کرسیوں پر کچھ خلائی لوگ بیٹھے ہیں۔ ان
کے درمیان ایک خلائی آدمی بڑی کرسی پر بیٹھا ہے۔
دیوار پر جگہ جگہ ننھے رنگ برنگ بلب جل
رہے ہیں۔ دو آدمی یہاں کھڑے غور سے جلتے ہوئے
بلبوں کی پوزیشن نوٹ کر رہے ہیں۔

بڑی کرسی پر بیٹھا ہوا خلائی آدمی کا ناک لمبا اور
آنکھیں ترچھی تھیں۔ وہ ان کا چیف لگتا تھا۔ ماریا اور
تھیوسانگ کی موجودگی کا یہاں کسی کو احساس نہیں ہوا
تھا۔ ماریا خاموشی سے کمرے میں ایک طرف کھڑی ہو گئی۔

یہ لوگ بالکل خاموش بیٹھے تھے۔ اتنے میں ایک خلائی
سپاہی اندر آیا۔ چیف نے بھاری مگر کھرکھراتی آواز
میں پوچھا:

"کون تھا وہ؟"

سپاہی بولا: "کوئی بھی نہیں تھا چیف!"

"تو پھر الارم کیوں بجا؟" اس نے چلّا کر کہا:

سپاہی بولا: "چیف! الارم میں کوئی خرابی پیدا
ہو گئی ہے۔ اسے ٹھیک کیا جا رہا ہے۔"

چیف کہنے لگا: "ہمیں ہر لمحہ دشمن کی طرف سے
خطرہ رہتا ہے۔ الارم وقت پر خراب ہو گیا تو
دشمن ہمارے اندر گھس آئے گا۔"

ایک خلائی آدمی بولا:

"چیف! اب ہمیں اپنے دشمن سے ڈرنے
کی کیا ضرورت ہے۔ چار روز بعد ہم ان کے
سیارے پر ایٹم بم گرانے والے ہیں۔ وہ سیارہ
بالکل تباہ ہو جائے گا اور ہمارا دشمن بھی باقی
نہیں رہے گا۔"

چیف بولا: "لیکن جب تک ہم ایٹم بم نہیں
گراتے ہمیں دشمن کی طرف سے ہوشیار رہنا

ہوگا۔ وہ بھی ہمارے غار میں کوئی بم رکھ کر
ہمیں تباہ کر سکتے ہیں۔"

چیف نے حکم دے دیا کہ غار کے باہر پہرہ سخت
کر دیا جائے۔

پھر اس نے دیوار پر ایک بٹن کو دبایا۔ دیوار میں
ایک نقشہ روشن ہو گیا۔ اس نقشے پر کئی ستارے اور
سیارے نظر آ رہے تھے۔ ایک بڑا سا سیارہ بڑی تیزی
سے چمک رہا تھا۔ چیف نے اس سیارے پر انگلی
رکھ کر کہا:

"یہ ہے بُشکال سیارہ جہاں ہماری دشمن مخلوق
آباد ہے چار روز بعد اس پر ایٹم بم گرا دیا
جائے گا اور یہ سیارہ ہمیشہ کے لیے موت
کی نیند سو جائے گا۔"

ایک خلائی آدمی بولا:

"چیف! یہاں جتنے بچے اور عورتیں ہیں ہمیں
چاہیے کہ ان کے جسموں کے فاسفورس نکال لیں۔"

چیف نے کہا:

"اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں
کہ ایٹم بم مار کر ان سب کو ایک دم سے

ملیا میٹ کر ڈالوں۔"

ماریا یہ ساری گفتگو سن رہی تھی۔ جب چیف اپنے
ساتھیوں کے ہمراہ اس کمرے سے چلا گیا تو ماریا
دیوار پر روشن چارٹ کے پاس آ گئی۔ اس نے تھیوسانگ
کو اپنے منہ کے قریب لا کر کہا:

"تھیوسانگ! یہاں تو بڑی بھیانک سکیم تیار
ہو رہی ہے۔ یہ سنگ دل لوگ تو بُشکال سیارے
کے ہزاروں، لاکھوں بچّوں عورتوں اور بوڑھوں
پر ایٹم بم چلا کر انہیں موت کی نیند سُلانے کا
پروگرام بنا رہے ہیں۔"

تھیوسانگ نے باریک آواز میں کہا:

"ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ ہم بشکال سیارے
کے لاکھوں بے گناہ بچوں اور عورتوں کو ہلاک
نہیں ہونے دیں گے۔"

"مگر ہم کیا کر سکتے ہیں؟" ماریا نے پوچھا۔

تھیوسانگ بولا۔ "یہ لوگ جو ایٹم بم لے کر
جائیں گے ہم اسے اس جگہ اس کا پن نکال
کر اسے بے کار کر دیں گے۔"

ماریا نے کہا:

"اس سے کیا ہو گا۔ یہ لوگ دوسرا ایٹم بم
گرا دیں گے۔"
تھیوسانگ بولا: "ہم ان کے سارے ایٹم بموں
کا ذخیرہ ہی تباہ کر دیں گے۔"
"یہ اچھا خیال ہے۔ میں اس جگہ کو تلاش کرتی
ہوں جہاں انہوں نے ایٹم بم بنا کر رکھے
ہوتے ہوں۔"
یہ کہہ کر ماریا دروازے میں سے گذرتی دوسری طرف
آ گئی۔

یہاں ایک لمبی سی گلی تھی جس کی چھت سے روشنی
نکل رہی تھی۔ ماریا نے کئی کمرے دیکھے۔ وہ بند کمروں
میں بھی گئی مگر اسے ایٹم بموں کا ذخیرہ کہیں بھی نظر نہ آیا۔
تھیوسانگ نے کہا:
"یہاں کسی جگہ سے عنبر ناگ کیٹی کی خوشبو محسوس
کی ہے تم نے ماریا؟"
ماریا نے کہا:
"ابھی تک نہ تو عنبر کی خوشبو محسوس ہوئی ہے
اور نہ ناگ کی۔ لیکن نجومی نے کہا تھا کہ یہ
لوگ زمین کے اندر ہیں۔ اس لیے ان کی خوشبو

زمین سے باہر نہیں آ رہی۔"
تھیوسانگ کہنے لگا:
"اس کا مطلب ہے کہ یہ ہمارے دوست
زمین کی کافی گہرائیوں میں قید ہیں۔"
ماریا نے کہا:
"میں زمین کے اندر نہیں جا سکتی۔ ورنہ میں عنبر
ناگ اور کیٹی کا ضرور کھوج لگا لیتی۔ لیکن
تھیوسانگ ہمیں سب سے پہلے بشکال سیارے
کے معصوم بچوں اور عورتوں کو ایٹم بم کی تباہی
سے بچانا ہو گا۔"
تھیوسانگ کہنے لگا:
"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ مگر ہم کیا کر سکتے
ہیں۔ ہمیں وہ سٹور روم نہیں مل رہا جہاں
اس خلائی مخلوق نے ایٹم بم رکھے ہوئے ہیں۔"
ماریا نے کہا:
"پھر تو ہمیں اس غار کے اندر رہ کر ہی جاسوسی
کرنی ہو گی۔ یہ لوگ اگر اسی غار میں رہتے
ہیں تو انہوں نے ایٹم بم بھی یہیں کسی جگہ
رکھے ہوں گے۔ میں غار کا جائزہ لیتی ہوں۔"

ماریا غار میں دوسری طرف نکل گئی۔

یہ غار کیا تھا۔ پہاڑ کے نیچے ایک پورا شہر بسا ہوا تھا۔ اس شہر میں مکان اور گلیاں بنی ہوئی تھیں۔ اوپر آسمان کی جگہ پہاڑ کی چھت تھی جس میں سے ہر وقت روشنی نکلتی رہتی تھی۔ یہ لمبی خلائی مخلوق صرف مرد ہی مرد تھے۔ ان میں عورتیں بالکل نہیں تھیں۔ ایک جگہ بہت بڑا ہال تھا۔ اس ہال میں بے شمار راکٹ ستونوں کی طرح ایک جگہ کھڑے تھے۔

ماریا نے تھیوسانگ سے کہا:

"معلوم ہوتا ہے یہ لوگ ان راکٹوں کے ذریعے دوسرے سیاروں تک سفر کرتے ہیں۔"

تھیوسانگ نے کہا:

"ہاں۔ لیکن ان کا نیوکلر ایمونیشن کہاں ہے؟ کم بخت وہ کہیں نظر نہیں آتا۔ صاف لگ رہا ہے کہ انہوں نے سارا ایٹم بموں کا ذخیرہ زمین کے اندر کسی جگہ چھپا رکھا ہے۔"

ماریا ہال کمرے سے نکل آئی۔ وہ ایک گلی میں سے گذرنے لگی۔

گلی کے کونے پر اُسنے دیکھا کہ ایک خلائی آدمی

دوسرے بوڑھے خلائی آدمی کو گھسیٹتے لیے چلا آ رہا ہے۔

بوڑھا خلائی آدمی اس سے رحم کی بھیک مانگ رہا ہے:

"مجھے نہ مارو۔ میں کچھ دنوں تک خود ہی مر جاؤں گا۔ مجھے نہ مارو۔"

خلائی آدمی اسے ڈانٹ رہا ہے:

"خاموش خلائی بڈھے۔ تمہیں پتہ نہیں کہ چیف کا حکم ہے کہ کوئی خلائی بوڑھا یہاں زندہ نہیں رہ سکتا۔ ہم تیری تلاش میں تھے۔ ہمیں پتہ چل گیا تھا کہ تو اس مکان میں چھپا ہوا ہے۔"

بوڑھا خلائی آدمی زار و قطار رو رہا تھا اور بار بار رحم کی اپیل کر رہا تھا۔ لیکن ظالم خلائی آدمی پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ بوڑھے کو گلی کے دروازے پر لے آیا۔ اس نے بوڑھے کو زمین پر دھکا دے کر گرا دیا اور بولا:

"میں تیری بوڑھی لاش لے کر چیف کے پاس جاؤں گا تو مجھے انعام ملے گا۔"

یہ کہہ کر خلائی آدمی نے اپنی پیٹی میں سے خلائی گن نکال کر بوڑھے پر تان دی۔ یہ منظر ماریا سے نہیں دیکھا گیا۔ اس نے بوڑھے کو بچانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

جونہی خلائی آدمی نے بوڑھے پر خلائی گن تانی ماریا تیزی سے آگے بڑھی اور خلائی آدمی کے ہاتھ میں سے خلائی گن نوچ لی۔

خلائی آدمی نے جب دیکھا کہ گن اس کے ہاتھ سے غائب ہو گئی ہے تو وہ ششدر ہو کر رہ گیا۔ وہ اِدھر اُدھر تکنے لگا۔ اس نے چلّا کر کہا:

"دشمن مخلوق آ گئی"۔

یہ کہہ کر وہ ایک طرف کو بھاگا۔ ماریا نہیں چاہتی تھی کہ یہ جا کر چیف کو خبر کر دے۔ چنانچہ ماریا نے پیچھے سے گن فائر کر دی۔ گن میں سے باریک لکیر ایسی روشنی نکلی اور سیدھی بھاگتے ہوئے خلائی آدمی کی پیٹھ پر لگی اور اس کا نچلا دھڑ غائب ہو گیا۔ اوپر والا دھڑ پتھر بن کر وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔

خلائی بوڑھا یہ سب کچھ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

ماریا نے ایک طرف جا کر عنبر ناگ سے کہا:

"عنبر ناگ! اب تمہارا کام شروع ہوتا ہے۔ تم بڑے سائز کے ہو کر اس بوڑھے کے پاس جاؤ اور اس کی ہمدردی حاصل کرو"۔

ماریا نے عنبر ناگ کو نیچے رکھ دیا۔ عنبر ناگ نے آنکھ بند کر کے انگلی اپنے جسم سے لگائی اور وہ ایک دم سے بڑا ہو گیا۔ وہ گلی کے ایک مکان کی اوٹ میں تھا۔ اس نے ماریا کے ہاتھ سے گن لے لی اور لپک کر بوڑھے کے پاس آیا۔ اور بولا:

"میں نے تمہاری جان بچا لی ہے بابا۔ اب جلدی سے کہیں چھپ جاؤ۔ کہیں کوئی دوسرا آدمی تمہیں پکڑ کر نہ لے جائے"۔

بوڑھا خلائی آدمی عنبر ناگ کو تعجب سے تک رہا تھا۔ آہستہ سے زمین پر سے اٹھا۔ اور عنبر ناگ کی طرف دیکھ کر بولا:

"تم۔ تم اس سیارے کی مخلوق نہیں ہو۔ تم کہاں سے آئے ہو؟"

عنبر ناگ نے کہا:

"پہلے تم کسی جگہ جا کر چھپ جاؤ۔ پھر تم سے باتیں کروں گا"۔

بوڑھا خلائی کہنے لگا:

"یہ لوگ مجھے وہاں سے بھی ڈھونڈ نکالیں گے یہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ یہاں کوئی بھی

زندہ نہیں رہتا۔"

پھر اس نے پیچھے دیکھ کر کہا:

"سپاہی کا آدھا دھڑ وہیں پڑا ہے۔ اس کو دیکھ کر دوسرے سپاہی یہاں آ جائیں گے۔ اس کے دھڑ کو ضائع کر دو۔"

تھیوسانگ نے پوچھا:

"میں اسے کیسے ضائع کر سکتا ہوں؟"

بوڑھا کہنے لگا:

"آدھا دھڑ کی آنکھ میں سلائی ڈال دو وہ غائب ہو جائے گا۔"

تھیوسانگ خلائی سپاہی کی لاش کے آدھے دھڑ کے پاس گیا اور خلائی گن کی تیکھی نوک اس کی آنکھ میں ڈال دی۔ اس کے ساتھ ہی آدھا دھڑ غائب ہو گیا۔ تھیوسانگ کو ساتھ لے کر بوڑھا خلائی آدمی اپنے مکان میں آ گیا۔ ماریا ساتھ ساتھ تھی۔

مکان چھوٹا سا تھا۔ تھیوسانگ نے کہا:

"بابا! یہاں تو تم دوبارہ پکڑ لیے جاؤ گے۔ یہاں تو چھپنے کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔"

بوڑھے نے اپنا سر تھام لیا اور بولا:

"کیا کروں؟ یہاں سے نکلا تو راستے میں پکڑا جاؤں گا۔ یہ ظالم لوگ بوڑھوں کی جان کے دشمن ہیں۔ چیف خود بوڑھا ہو کر زندہ رہ سکتا ہے مگر کوئی دوسرا خلائی آدمی جب بوڑھا ہوتا ہے تو اسے ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ میں کسی نہ کسی طرح جان بچا کر یہاں چھپا تھا کہ مجھے بھی نکال کر لے گیا یہ سپاہی۔ اگر تم نہ آتے تو میں اب تک مر چکا ہوتا۔ بیٹا! تم کون ہو۔ تم اس سیارے کی مخلوق نہیں ہو۔ تم کہاں سے آئے ہو؟"

تھیوسانگ نے کہا:

"بابا! میں سیارہ سیناتھون سے آیا ہوں مگر پہلے یہ بتاؤ کہ کوئی ایسی جگہ ہے جہاں تم چھپ کر باقی زندگی سکون سے گزار سکو۔"

بوڑھا بولا: "اگر میں اس غار کی دنیا سے نکل جاؤں تو سیارے کے جنوب کے جنگل میں کسی جگہ چھپ کر باقی زندگی چین سے بسر کر سکتا ہوں مگر اس غار سے کوئی بھی آدمی باہر نہیں نکل سکتا۔"

تھیوسانگ نے کچھ سوچ کر کہا:

"میں تمہیں اس غار سے باہر نکال دوں گا۔"

"وہ کیسے؟" بوڑھے نے حیرت سے کہا۔ "غار پر تو سخت پہرہ ہوتا ہے۔ وہ لوگ مجھے دیکھ لیں گے۔ اور میرے ساتھ تمہاری بھی جان جائے گی۔ نہیں بیٹا۔ تم مجھے اسی جگہ مرنے کے لیے چھوڑ دو۔"

تھیوسانگ کہنے لگا:

"بابا! میں تمہیں اپنی جیب میں چھپا کر لے جاؤں گا۔"

بوڑھا بولا: "بیٹا! مجھ سے مذاق نہ کرو۔ میں پہلے ہی بہت غم زدہ ہوں۔"

تھیوسانگ نے بڑے اطمینان سے اور بوڑھے کو اعتماد میں لیتے ہوئے کہا:

"بابا! میرے پاس ایک جادو ہے جس کی مدد سے میں تمہیں اتنا چھوٹا کر دوں گا کہ تم میری جیب میں چھپ جاؤ گے۔ بس پھر میں تمہیں یہاں سے نکال لے جاؤں گا۔"

خلائی بوڑھا کچھ دیر تک تھیوسانگ کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر بولا:

"مجھے یقین نہیں آ رہا۔"

اتنے میں گلی میں شور بلند ہوا۔

بوڑھے نے گھبرا کر کہا:

"دوسرے سپاہی آ گئے ہیں۔ انہیں پتہ چل گیا ہے کہ میں یہاں چھپا بیٹھا ہوں۔ اب مجھے موت کے منہ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔"

تھیوسانگ نے کہا:

"میں تمہیں چھوٹا کرنے لگا ہوں۔ تیار ہو جاؤ۔"

اس کے ساتھ ہی تھیوسانگ نے آنکھ بند کر کے خلائی بوڑھے کے کاندھے سے انگلی لگا دی۔ خلائی بوڑھا بالکل ننھا سا بن گیا۔

ماریا نے کہا:

"یہ تم نے اچھا کیا تھیوسانگ۔"

تھیوسانگ بولا: "باہر دشمن آ گیا ہے۔ میں خود چھوٹا ہو رہا ہوں۔ تم ہم دونوں کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا لینا تا کہ ہم دونوں غائب ہو جائیں۔"

خلائی بوڑھا چھوٹا ہو کر بوکھلا گیا تھا اور ننھے ننھے ہاتھوں سے اپنے جسم کو ٹٹول رہا تھا۔ تھیوسانگ نے دوسری بار انگلی لگا کر خود کو چھوٹا کر دیا۔ اس وقت

دروازے پر کسی نے گن سے فائر کیا اور دروازہ ٹوٹ
کر گر پڑا جب سپاہی اندر داخل ہوئے تو ماریا نے
تھیوسانگ اور ننھے بوڑھے کو اٹھا کر غائب کر چکی
تھی۔ سپاہی حیرت سے کمرے میں دیکھنے لگے کہ بوڑھا
کہاں چلا گیا۔ انہوں نے سارے مکان کی تلاشی لی اور
پھر ناکام ہو کر چلے گئے۔

ان کے جاتے ہی ماریا بھی وہاں سے باہر آگئی۔

وہ گلیوں میں سے گذرتی غار کی بڑی راہ داری میں
آئی۔ یہاں سے وہ لومڑ کی غار میں پہنچ گئی۔ یہاں کئی
پہرے دار کھڑے تھے۔ مگر ماریا کو کوئی نہ دیکھ سکا اور
وہ غار سے نکل گئی۔ باہر نکلتے ہی اس نے ہوا میں اپنے
آپ کو اچھالا اور فضا میں تیرتی ہوئی میدان عبور
کر کے پہاڑ کے اوپر اور پھر اس کے دوسری طرف
ڈھلان سے نیچے اڑتی ہوئی گھنے جنگل کے ایک درخت
کے نیچے آ کر رک گئی۔ اور زمین پر اتر آئی۔

اترتے کے ساتھ ہی ماریا نے تھیوسانگ سے کہا کہ
وہ خود بھی اپنے اصلی قد میں آ جائے اور بوڑھے کو
بھی بڑا کر دے۔ تھیوسانگ نے ایسا ہی کیا۔ پہلے وہ
خود بڑا ہو گیا اور اس کے بعد بوڑھے کو بڑا کر دیا۔

بوڑھا تو بے چارہ ابھی تک بوکھلایا ہوا تھا۔
تھیوسانگ نے اسے تسلی دی اور کہا!
"یہ صرف ایک سائنسی فارمولا تھا جس پر عمل
کرتے ہوئے میں نے تمہیں بھی چھوٹا کر دیا
اور خود بھی چھوٹا ہو گیا۔"

بوڑھا بولا: "مگر ہم ہوا میں کیسے اڑتے رہے؟"

"یہ بھی اسی سائنسی فارمولے کا کرشمہ تھا۔ اب تم
یہ بتاؤ کہ وہ کون سی جگہ ہے جہاں تم کو
چھپا دیا جائے تاکہ تم باقی زندگی ان خونخوار
لوگوں کی نگاہوں سے بچ کر گذار سکو۔"

بوڑھے نے جنگل میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی
اور بولا:

"اس جنگل کے بعد ایک دوسرا جنگل ہے۔
وہاں زمین کے اندر تانبے کی ایک پرانی کان
ہے جو اب کئی برسوں سے ویران ہو چکی ہے۔
میں وہاں پناہ لے سکتا ہوں۔"

انہوں نے جنگل میں چلنا شروع کر دیا۔
دوپہر کے بعد وہ دوسرے جنگل میں پہنچ گئے۔ تانبے
کی جس کان کے بارے میں بوڑھے نے بتایا تھا وہ

جنگلی جھاڑیوں اور درختوں میں چھپی ہوئی تھی۔ اس کا
دروازہ ایک سوراخ ہی رہ گیا تھا۔

بوڑھے نے کہا:

"یہ کان کا دروازہ ہے۔ میں اسے اندر سے
جنگلی جھاڑیوں اور درختوں کی شاخوں سے بند
کر لوں گا۔"

ٹھیوسانگ اور ماریا اس بوڑھے خلائی انسان کے
ہمراہ تانبے کی کان میں داخل ہو گئے۔ کان ویران تھی۔
جگہ جگہ سے پانی چھت سے ٹپک رہا تھا۔ لکڑی کے
کئی ستون ڈھے چکے تھے۔ کہیں کہیں کان کے اندر پہاڑ
کی چھت کے خفیہ سوراخوں میں سے دھیمی دھیمی روشنی
آ رہی تھی۔ کان کے کافی اندر جا کر بوڑھے خلائی انسان
نے ایک جگہ بیٹھتے ہوئے کہا:

"بس یہ جگہ زندگی گزارنے کے لیے ٹھیک رہے
گی میرے بیٹے اب تم جا سکتے ہو۔ تمہارا بہت
بہت شکریہ۔"

ٹھیوسانگ نے کہا:

"بابا! میرا بھی اس سیارے پر کوئی نہیں ہے۔
میں نے تمہیں بتایا نہیں کہ اس سیارے کے لوگ

میرے بھی دشمن ہیں اور وہ مجھے موت کے
گھاٹ اتارنا چاہتے ہیں۔ کیوں کہ میں سیناتھون
کے بادشاہ کا رشتے دار ہوں اور یہاں امن کا
پیام لے کر آیا تھا۔

"پھر۔ کیا ہمارے چیف نے امن کا پیام قبول
نہیں کیا؟"

بوڑھے نے پوچھا:

"نہیں۔ بلکہ الٹا اس نے مجھے مار ڈالنے کا حکم دے
دیا۔ اگر میرے پاس سائنسی فارمولا نہ ہوتا تو
میں کب کا مر گیا ہوتا۔"

بوڑھے نے کہا:

"اچھا۔ اگر یہ بات ہے تو بیٹا تم بھی میرے
ساتھ اس کان میں پڑے رہو۔ تمہارے ساتھ
میرا بھی دل لگ جائے گا۔"

ٹھیوسانگ نے کہا:

"اچھا بابا تم آرام کرو۔ میں تمہارے لیے جنگل سے
کچھ کھانے کو لاتا ہوں۔"

بوڑھا ہنسنے لگا:

"بیٹے کیا تمہارے سیارے میں لوگ ابھی تک جنگل

سے پھل پھول توڑ کر کھاتے ہیں؟ ہم لوگ گو
خوراک کی ایک گولی کھا کر ایک ہفتہ گذار
دیتے ہیں۔"

تھیوسانگ کچھ شرمندہ سا ہو کر بولا:

"بابا! تمہارا سیارہ بہت ترقی کر چکا ہے۔ ہم
لوگ تو ابھی تک اناج کھاتے ہیں۔ اچھا میں
ذرا باہر دیکھ آؤں کہ کوئی ہمارا پیچھا تو نہیں
کر رہا تھا۔"

یہ کہہ کر تھیوسانگ کان سے باہر آ گیا۔

ماریا نے باہر آتے ہی کہا:

"تم اس بوڑھے سے پوچھتے کیوں نہیں کہ چیف
نے اپنے اسلحہ کو کہاں چھپا رکھا ہے؟"

تھیوسانگ نے کہا:

"صبر سے کام لو ماریا۔ اس طرح سے ہو سکتا ہے
اس کا جذبہ حب الوطنی بیدار ہو جائے اور وہ
مجھے کچھ نہ بتائے۔ میں آہستہ آہستہ طریقے سے
پوچھوں گا۔ ابھی ویسے بھی یہ لوگ چار دن کے
بعد ایٹم بم گرانے والے ہیں۔"

ماریا کہنے لگی:

"بہرحال ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

وہ رات ماریا اور تھیوسانگ نے وہیں تانبے کی کان
میں بوڑھے کے ساتھ گذاری۔ دوسرے دن تھیوسانگ نے بوڑھے
کو صاف صاف بتا دیا کہ اسے معلوم ہوا ہے کہ چیف
کسی دوسرے سیارے گُبشگال پر ایٹم بم گرا کر وہاں لاکھوں
بے گناہ بچوں اور عورتوں کو ہلاک کرنے والا ہے۔

بوڑھے نے افسوس کے ساتھ کہا:

"یہ تو ظلم ہے۔"

تھیوسانگ بولا: "یہی تو میں بھی کہتا ہوں۔ اگر مجھے یہ
پتہ چل جائے کہ چیف نے ایٹم بم کہاں چھپایا ہوا
ہے تو میں اسے فوراً ضائع کر دوں تاکہ بے گناہ
بچوں کا ناحق خون نہ ہو۔"

بوڑھا بولا: "چیف بڑا چالاک ہے۔ اس کے پاس
اس وقت چار ایٹم بم ہیں جو بے حد خطرناک ہیں۔
یہ چاروں بم ایک چھوٹے سے مصنوعی سیارے میں
بند کر کے اس نے اس سیارے کی زمین کے گرد
چھوڑ رکھے ہیں تاکہ وہاں محفوظ رہیں۔ تم
خلا میں مصنوعی سیارے تک کیسے پہنچ سکتے ہو؟"

ماریا یہ سن کر حیران ہوئی۔ تھیوسانگ بھی حیران ہوا
کہ واقعی چیف نے بڑی عجیب سکیم لڑائی تھی۔ ان
کے تصور میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ چار ایٹم بم کسی

مصنوعی سیارے میں بند کر کے فضا میں چھوڑ رکھے ہوں گے۔

بوڑھا کہہ رہا تھا:

"جس روز چیف کے خلا باز بشکال پر ایٹم بم گرانے جائیں گے تو وہ سب سے پہلے خلا میں مصنوعی سیارے کے قریب جا کر اس میں سے بم نکالیں گے۔ پھر آگے روانہ ہوں گے۔ کیا تم مصنوعی سیارے پر جا سکتے ہو؟ نہیں۔ تم نہیں جا سکتے۔"

تھیوسانگ نے پوچھا:

"اس مصنوعی سیارے کی نشانی کیا ہے؟"

بوڑھا بولا:

"رات کو جب تم آسمان کی طرف دیکھو گے تو تمہیں ایک سفید گیند ہمارے سیارے کی زمین کے گرد آہستہ آہستہ گھومتا نظر آئے گا۔ یہی وہ مصنوعی سیارہ ہے جس میں ایٹم بم رکھے ہیں۔"

تھیوسانگ نے بوڑھے سے کہا کہ وہ یہ ایٹم بم خلا میں ہی تباہ کر دے گا اور اس سے اجازت لے کر مکان سے باہر آگیا۔

خلائی کمرہ

تھیوسانگ اور ماریا دیر تک مشورہ کرتے رہے۔ آخر وہ اسی نتیجے پر پہنچے کہ انہیں خلا میں پہنچ کر ایٹم بموں کو ہر حالت میں تباہ کرنا ہو گا۔

ماریا کہنے لگی:

"ہمیں یہ سیاہ لبادہ بہت کام دے گا۔ تم اسے اوڑھ کر خلا میں اڑ سکو گے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں گی۔"

اب وہ رات ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

وہ اتنی دیر میں جنگل سے نکل کر پہاڑی کے اوپر آ گئے۔ جب رات ہوئی تو انہیں آسمان پر سفید گولا دکھائی دیا جو زمین سے کچھ فاصلے پر خلاء میں آہستہ آہستہ مغرب کی طرف سفر کر رہا تھا۔

"یہی وہ مصنوعی سیارہ ہے ماریا"

ماریا بھی اسی سیارے کو دیکھ رہی تھی کہنے لگی:

"تو پھر ہمیں انتظار کس بات ہے چلو اس کی طرف پرواز کرتے ہیں جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"

تھیوسانگ نے سیاہ لبادہ اوڑھ لیا اور زمین سے اچھل کر فضا میں بلند ہو گیا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ ہی اڑنے لگی۔ ساری رات وہ خلا میں اڑتے رہے۔ صبح کے وقت وہ مصنوعی سیارے کے پاس پہنچ گئے۔

تھیوسانگ نے دیکھا کہ یہ ایک بہت بڑا گولا تھا جو ایلومونیم کا بنا ہوا تھا۔ اس کے اوپر سے دو ایریل نکلے ہوئے تھے۔

ماریا نے کہا۔ "یہ ایریل نیچے سگنل بھیجتے ہوں گے۔ پہلے انہیں ناکارہ کرنا ہو گا۔"

تھیوسانگ اڑتا ہوا مصنوعی سیارے کے اوپر آ گیا۔ اس کے اوپر ایک دروازہ تھا جو بند تھا۔

تھیوسانگ نے ماریا سے کہا۔ "پہلے یہ جو ایریل نکلے ہوئے ہیں انہیں الگ کرتا ہوں میں۔"

تھیوسانگ ایریل کے پاس آ کر مصنوعی سیارے پر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایریل کو ہاتھ لگایا تو اسے بجلی کا جھٹکا لگا۔ وہ اچھل کر پیچھے ہو گیا۔ ماریا تیزی سے آگے آ کر بولی: "ٹھہرو۔ اسے میں اکھاڑتی ہوں۔"

ماریا نے ایریل کو ہاتھ سے پکڑ کر اکھاڑ دیا۔ پھر دوسرے ایریل کو بھی اکھاڑ کر خلا میں پھینک دیا۔ خلا میں چونکہ کوئی شے نیچے نہیں گرتی اس لیے دونوں ایریل بھی مصنوعی سیارے کے ساتھ ہی سفر کرنے لگے۔ ماریا نے دروازے کے پاس آ کر کہا: "میں اس دروازے کو بھی کھولتی ہوں تم پیچھے ہٹ جاؤ۔"

ماریا نے دروازے کے الیکٹرانک لاک والی جگہ پر زور سے ہاتھ مارا۔ لاک ٹوٹ گیا اور مصنوعی سیارے کا دروازہ اپنے آپ آہستہ آہستہ اوپر اٹھتا چلا گیا۔ وہ دونوں ایک چھوٹی سی سیڑھی کے ذریعے اندر داخل ہو گئے۔ یہ مصنوعی سیارہ زیادہ بڑا نہیں تھا اندر سے۔ دو آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہ بنی تھی۔ تھیوسانگ نے دیکھا کہ فرش کے درمیان میں چار لمبوترے ایٹم بم الگ الگ سٹینڈز پر زنجیروں سے بندھے ہوئے کھڑے ہیں۔

تھیوسانگ خوش ہو کر بولا:

"یہ ہیں وہ تباہی کے بم جو بشکال سیارے کو جہنم بنانے والے تھے۔ ہم اسے یہیں خلا میں پھاڑ کر برباد کر دیں گے۔ کیوں کہ اگر اس کے فیوز نکالے گئے تو چیف کے خلا باز انہیں پکڑ"

کر پھر سے زندہ کر دیں گے۔"
ماریا نے کہا: "اکٹھے چار ایٹم بم خلا میں پھٹے
تو کیا تم زندہ رہ سکو گے؟"
تھیوسانگ بولا: "میں ہرگز زندہ نہیں رہ سکوں گا۔
لیکن میں اسے اس طریقے سے تباہ کروں گا کہ
مجھے کوئی نقصان نہ پہنچ سکے گا۔"
"وہ کیا طریقہ ہے؟" ماریا نے پوچھا: "ذرا مجھے
بھی تو بتاؤ۔" تھیوسانگ کہنے لگا:
"اگر مجھے اس مصنوعی سیارے میں کوئی خلائی
واچ مل جاتی ہے تو میں اس مصنوعی سیارے
کو اس سے کافی دور خلا میں جا کر اسے ریڈیو
ریکٹو لہروں کے ذریعے تباہ کرنے میں کامیاب
ہو سکتا ہوں۔" انہوں نے مصنوعی سیارے میں
خلائی واچ کی تلاش شروع کر دی۔
مصنوعی سیاروں میں خلائی واچ ضرور رکھی جاتی ہے
جس کی مدد سے نیچے کنٹرول روم والے خلا میں ٹائم کا
حساب کتاب رکھتے ہیں۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد انہیں
چھوٹے سائز کی ایک خلائی واچ مل گئی۔ تھیوسانگ نے
واچ کو کھول دیا اور اس میں کچھ نئے ٹرانسسٹر لگانے لگا۔

ٹرانسسٹر اس نے مشین کے اندر سے نکالے تھے۔ پھر
اس نے پینل پر سے مقناطیس کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا کاٹ
کر ایٹم بم کے ساتھ لگایا اور ایک ٹکڑا اپنی واچ میں
رکھ لیا۔ پھر ماریا سے کہنے لگا:
"ماریا! اب یہ ایٹم بم ٹائم بم بن گئے ہیں۔
خلا میں جا کر جب میں اس خلائی واچ کا
بٹن دباؤں گا تو یہ مصنوعی سیارہ چاروں ایٹم
بموں کے ساتھ خلا میں پھٹ جائے گا۔"
ماریا نے کہا: "تو کیا ہمیں اب مصنوعی سیارے
سے نکل جانا چاہیے؟"
"ہاں۔ میرے ساتھ آؤ۔ ہم باہر نکلتے ہیں۔"
تھیوسانگ باہر جانے لگا تو مصنوعی سیارے کے کنٹرول
پینل پر سگنل پر سگنل ٹیون آنا شروع ہو گئی۔
تھیوسانگ گھبرا کر بولا:
"معلوم ہوتا ہے نیچے کنٹرول والوں کو پتہ چل
گیا ہے مصنوعی سیارے میں کوئی انسان پہنچ گیا ہے۔"
ماریا نے کہا: "تو پھر جلدی سے باہر آ جاؤ۔"
دونوں مصنوعی سیارے سے باہر آئے تو دیکھا کہ دُور
دس چھ سات نیلے دھبے ان کی طرف بڑھتے چلے آ

رہے ہیں۔ یہ خلائی سپاہی تھے جو مصنوعی سیارے کی حفاظت
کے لیے آ رہے تھے۔ کنٹرول ٹاور کو مصنوعی سیارے کے
ایریل الگ ہو جانے کے بعد پتہ چل گیا تھا کہ اوپر
کچھ گڑبڑ ہے۔ چنانچہ کنٹرول والوں نے خلائی گارڈز کا
ایک دستہ اوپر حالات کا سراغ لگانے کے لیے بھیجا تھا۔

تھیوسانگ اور ماریا پریشان ہو گئے۔ بات ہی پریشان
ہونے والی تھی۔ کیوں کہ اب نیلے دھبے بہت قریب آ گئے
تھے اور ماریا اور تھیوسانگ دیکھ رہے تھے کہ یہ خلائی
گارڈز ہیں جنہوں نے لمبی لمبی خلائی گنیں پکڑ رکھی ہیں
پیٹھ پر راکٹ بندھے ہیں جو فائر ہو رہے ہیں۔

ماریا کو تھیوسانگ کی طرف سے خطرہ تھا کہ ہو سکتا
اس پر اس گن کا فائر اثر کر جائے۔ اور وہ ہلاک ہو جا
اس نے تھیوسانگ سے کہا: "جلدی سے چھوٹے ہو جا
میں تمہیں اُچک کر غائب کر لوں گی۔ جلدی کرو۔"

تھیوسانگ نے آنکھ بند کر کے انگلی اپنے جسم سے
لگائی ہی تھی کہ اس پر خلائی گن کا فائر آیا۔ یہ فائر
اس پر اس طرح داغا گیا تھا کہ مصنوعی سیارے پر لگنے
کی بجائے اس سے ٹکرا کر شعاع آگے نکل جائے۔ کیوں
خلائی سپاہیوں کو معلوم تھا کہ مصنوعی سیارے ہیں اہم

بم رکھے ہوئے ہیں۔ تھیوسانگ نے ایک خلائی سپاہی کو
رُخ بدلتے دیکھ لیا تھا۔ وہ ایک سیکنڈ کے ہزاریں حصّے
میں تڑپ کر ایک طرف ہو گیا۔ خلائی لیزر شعاع تیزی سے
اس کے پہلو سے نکل گئی۔

اس کے ساتھ ہی تھیوسانگ چھوٹے سائز کا ہو گیا۔
ماریا نے اسے جھپٹ کر اٹھا لیا۔ تھیوسانگ غائب
ہو گیا۔ ماریا مصنوعی سیارے سے اچھل کر خلا میں اُوپر نکل
گئی۔ خلائی گارڈ اس بات پر حیران ہو رہے تھے کہ
ابھی ابھی جو ایک انسان مصنوعی سیارے کے اوپر کھڑا
تھا وہ کہاں چلا گیا؟

جب ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تو انہوں نے پوزیشن
سنبھال لی اور خلا میں دھڑا دھڑ لیزر گنوں کی فائرنگ
شروع کر دی۔ مگر ماریا ان کی پہنچ سے باہر نکل چکی
تھی۔ وہ خلا میں بے حد تیز رفتاری سے نیچے ویران
چاند کی زمین کے قریب جا رہی تھی۔ خلائی گارڈ ابھی تک
خلا میں فائرنگ کر رہے تھے

جب ماریا مصنوعی سیارے سے کافی دُور آ گئی تو
اس نے خلا ہی میں تھیوسانگ کو بڑا ہونے کے لیے کہا۔
تھیوسانگ بڑا ہو گیا اور اب سیاہ لبادے کی وجہ سے

خلا میں اڑ رہا تھا۔ ماریا نے کہا:
"بٹن دبا دو تھیوسانگ۔ یہ اچھا موقع ہے۔"
خلائی واچ تھیوسانگ کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے
فوراً اس کے بٹن کو دبا دیا۔ خلا میں ایک بھیانک
دھماکہ ہوا۔ اس کی آواز تو انہیں نہ آئی لیکن انہوں نے
دور خلا میں سفید مصنوعی سیارے اور خلائی گارڈ کے
پرخچے اڑتے دیکھے۔ فوراً ہی چاروں کے چاروں ایٹم بم
بھی پھٹ پڑے۔ خلاء میں سفید بادل کا ایک غبار بلند
ہوا۔ اس غبار میں آگ کے شعلے اور بجلیاں چمک
رہی تھیں۔ خلاء میں تھیوسانگ اور ماریا کو زبردست
دھچکے لگے۔ وہ تیزی سے نیچے ویران چاند کی زمین کی
طرف غوطہ لگا گئے۔ چاند کی زمین پر دن غروب ہو رہا تھا
ماریا نے گہرا سانس بھرا: "اُف! اگر یہ چاروں
ایٹم بم بشکال سیارے پر پھٹ پڑتے تو وہاں تو
قیامت آ جاتی۔"
"ہاں — لیکن ماریا۔ ویران چاند کا چیف دوبارہ
اسی قسم کے ایٹم بم بنا لے گا۔"
"اس کا بھی کچھ بندوبست کریں گے لیکن اب
عنبر ناگ کیپٹن کو تلاش کرنا چاہیے۔"

انہیں اب واپس کان میں خلائی بوڑھے کے پاس
جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ پہاڑی سے اتر کر ماریا اور
تھیوسانگ ویران چاند کے جنوب کی طرف چلنے لگے۔ آگے
جب وہ ایک کالی چٹانوں والی پہاڑی کے دامن میں
پہنچے تو رات کا اندھیرا چاروں طرف چاند کی زمین پر
پھیل چکا تھا۔ وہ ایک جگہ بیٹھ گئے۔ یہاں آس پاس
بڑے بڑے چوکور پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ کہیں اونچا ٹیلہ
ہوا تھا اور کہیں گھاٹی کی طرف ڈھلان چلی گئی تھی۔
تھیوسانگ کہنے لگا: "ماریا! اب تو صبح کی روشنی
میں عنبر اور ناگ کو تلاش کریں گے۔ یہاں
اندھیرے میں تو کچھ پتہ نہیں چل رہا۔"
ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کچھ سوچ رہی تھی۔
جب تھیوسانگ نے اپنا سوال دہرایا تو وہ بولی:
"ہاں — تم ٹھیک کہہ رہے تھے۔ صبح کی روشنی
میں دیکھیں گے کہ عنبر اور ناگ یہاں کہاں ہو
سکتے ہیں۔ کمال کی بات ہے کہ ان میں کسی کی
ہلکی سی خوشبو بھی نہیں آ رہی۔" تھیوسانگ نے کہا:
"نجومی نے تو یہی کہا تھا کہ عنبر ناگ زمین کے
اندر ہیں۔ اگر وہ زمین کے اندر ہیں تو پھر ان کی

خوشبو کیسے باہر آئے گی:

ماریا نے ارد گرد نگاہ دوڑائی اور بولی:

"مجھے تو یہ جگہ بھی بڑی پُراسرار لگ رہی ہے۔"

بھتیوسانگ مسکرا کر بولا "یہ سارے کا سارا ویران چاند ہی پُراسرار ہے۔" بھتیوسانگ وہیں پتھر کی سِل پر بیٹھ گیا اور بولا: "بڑی دیر بعد مجھے نیند آ رہی ہے۔" ماریا نے کہا:

"تم سو جاؤ۔ میں اس علاقے کا ذرا جائزہ لے لوں۔"

"زیادہ دُور نہ جانا ماریا" بھتیوسانگ نے خبردار کیا۔

"گھبراؤ نہیں۔ مجھے کچھ نہیں ہوتا۔"

یہ کہہ کر ماریا وہاں سے بائیں جانب بڑے بڑے پتھروں کے ٹکڑوں کے درمیان آ گئی۔ یہ پتھر کافی چوڑے چکلے تھے اور جگہ جگہ بکھرے ہوئے تھے۔ ماریا کچھ دُور آگے گئی تو اسے پانی گرنے کی آواز آئی۔ وہ آواز کا تعاقب کرتی ایک جگہ پہنچی تو دیکھا کہ گہرائی میں ایک بڑے پتھر کے نیچے سے پانی کی ایک دھار بہہ کر چشمے میں گر رہی تھی۔ یہ پانی پہاڑی کے اوپر سے نہیں بلکہ بڑے پتھر کے نیچے ایک کھوہ سے نکل رہا تھا۔

ماریا چونک سی پڑی۔ اسے عنبر اور ناگ کی ہلکی

خوشبو آ رہی تھی۔

یہ خوشبو کہاں سے آنے لگی؟" ماریا نے سوچا اور اروں طرف دیکھا۔ وہ لہراتی ہوئی چاروں طرف گھوم گئی۔ تے ہوئے چشمے سے دُور گئی تو خوشبو کم ہو گئی۔ چشمے ے پاس آئی تو خوشبو پھر آنے لگی۔ اس کا مطلب تھا ر خوشبو چشمے میں سے آ رہی تھی۔ اس نے جھک کر ی کو سونگھا۔ خوشبو پانی میں سے آ رہی تھی:

ماریا بھاگ کر بھتیوسانگ کے پاس گئی۔ وہ آنکھیں کیے پڑا تھا۔ ماریا نے اسے پکار کر کہا:

"بھتیوسانگ! اِدھر آؤ۔ عنبر ناگ کی خوشبو آ رہی ہے اس میں مجھے کیٹی کی خوشبو بھی لگتی ہے۔"

بھتیوسانگ اس کے ساتھ لپک کر چشمے پر آیا۔ اس نے ماریا کے کہنے پر پانی کو چلو میں لے کر پانی کو نگھا۔ واقعی اس پانی میں سے عنبر اور ناگ کی صاف وشبو آ رہی تھی۔ "یہ کیا بات ہے ماریا؟ عنبر ناگ س پانی میں کہاں ہوں گے؟"

ماریا سوچ رہی تھی۔ وہ جھک کر کھوہ میں وہ جگہ دیکھ رہی تھی جہاں سے پانی نکل رہا تھا۔

"بھتیوسانگ! یہ پانی پہاڑی کے اندر سے آ

رہا ہے۔ ضرور عنبر ناگ اور کیٹی اس پہاڑی
کے اندر کسی ایسی جگہ پر ہیں جہاں یہ پانی
اُن کے قریب سے ہو کر گزرتا ہے۔"
تھیوسانگ نے پہاڑی پر نگاہ ڈالی:
"یہ پہاڑی تو چاروں طرف سے بند ہے۔ اس
میں کوئی غار بھی نظر نہیں آ رہا پھر عنبر ناگ
کیٹی اس کے اندر کیسے چلے گئے؟" ماریا نے کہا:
"یہ مت کہو۔ کیوں کہ ہمارے ساتھ ہزاروں
سال کے سفر میں ایسا اکثر ہوتا رہا ہے۔ ہم
ایسی ایسی جگہوں پر پہنچ چکے ہیں کہ جہاں انسان
کا تصور بھی نہیں جا سکتا۔"
"پھر اس پہاڑی کے اندر کیسے چل کر دیکھا جائے؟"
تھیوسانگ کے اس سوال پر ماریا نے پہاڑی کا
ایک چکر لگایا۔ اندر جانے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ واپس
تھیوسانگ کے پاس آ کر بولی:
"اس پہاڑی کا غار ضرور ہے۔ لیکن اس غار
کا دروازہ کسی خفیہ جگہ پر ہو گا۔ مجھے یقین
ہے کہ والاتگ نے عنبر، ناگ اور کیٹی کو اسی
پہاڑی کے اندر پھینک رکھا ہے۔ اگر عنبر ناگ

اس پہاڑی سے باہر نہیں نکل سکے تو یہ اس
بات کا ثبوت ہے کہ پہاڑی میں غار کا دروازہ
کوئی نہیں بلکہ کوئی گہرا کنواں کسی جگہ موجود ہے
کیوں کہ عنبر گہرے کنوئیں سے باہر نہیں
نکل سکتا۔" تھیوسانگ نے کہا: "لیکن ناگ تو
باہر نکل سکتا تھا۔" ماریا کہنے لگی:
"ہو سکتا ہے ناگ کی طاقت بھی کسی طلسم یا
کیمیکل ردِعمل کی وجہ سے ختم ہو گئی ہو۔"
"پھر ہمیں وہ کنواں تلاش کرنا چاہیے۔" تھیوسانگ بولا۔
ماریا اور تھیوسانگ پہاڑی کے اوپر آ گئے۔ پہاڑی
کے اوپر بھی بہت سے بھاری پتھر بکھرے پڑے تھے۔ ماریا
جھک کر ایک ایک پتھر کو سونگھنے لگی۔ ایک پتھر کے
نیچے سے اسے عنبر اور ناگ کی خوشبو آتی محسوس ہوئی۔
اس نے چلا کر کہا: "تھیوسانگ! اس پتھر کے نیچے
وہ کنواں ہے جس کی تلاش ہمیں ہے۔"
ماریا نے ایک ہی جھٹکے سے بھاری پتھر کو ایک
طرف کر دیا۔
پتھر ایک طرف ہٹا تو نیچے ایک گہرا کنواں نظر
آیا۔ اس کنوئیں کے اندر سے اب عنبر ناگ اور کیٹی

کی تیز خوشبو آ رہی تھی۔ ماریا نے تھیوسانگ کو باہر
ہی رہنے کو کہا اور خود کنوئیں میں چھلانگ لگا دی۔
کنوئیں کے نیچے ایک طرف عنبر اور کیٹی دیوار سے سر
لگائے آنکھیں بند کیے خاموش بیٹھے تھے۔ پاس ہی ناگ
شیشے کے سیاہ عقاب کی شکل میں پڑا تھا۔ ایک دم سے
عنبر نے آنکھیں کھول دیں اور کیٹی سے بولا:
"کیٹی! مجھے ماریا کی خوشبو آ رہی ہے۔ کیا تم
اس خوشبو کو محسوس کر رہی ہو؟"
اس وقت ماریا ان کے بالکل قریب آ گئی تھی۔
عنبر اور کیٹی کو دیکھ کر اس کا دل باغ باغ ہو گیا تھا۔
کیٹی آنکھیں کھول کر بولی:
"ماریا کی بڑی تیز خوشبو آ رہی ہے عنبر!"
"ہاں" عنبر اٹھ بیٹھا۔ "ماریا کہیں قریب ہی ہے۔"
عنبر نے ماریا کو آواز دی تو ماریا نے مسرت بھرے
لہجے میں کہا: "عنبر! میں تمہارے پاس ہی ہوں۔ خدا وند
کا شکر ہے کہ تم لوگوں کی شکل نظر آئی۔"
کیٹی نے خوشی سے نعرہ لگایا اور کہا:
"ماریا! تم واقعی ہمارے پاس آ گئی ہو؟ اُف!
تمہارے بغیر تو ہم نے بڑی پریشانی کے دن

گزارے" ماریا نے کہا: "میں آ گئی ہوں۔"
عنبر نے تھیوسانگ کا پوچھا تو ماریا نے بتایا کہ وہ کنوئیں
کے باہر ہمارا انتظار کر رہا ہے۔
ماریا نے سیاہ عقاب کی طرف دیکھ کر کہا:
"یہ سیاہ عقاب کا بُت کہاں سے آ گیا؟"
عنبر افسوس بھرے لہجے میں بولا:
"یہ ناگ ہے ماریا۔ عقاب بن کر دشمن کے
قلعے کے اوپر جائزہ لینے اڑ رہا تھا کہ اس پر
گن فائر ہوا اور گن کی شعاعوں کے کیمیکل ردعمل
سے یہ شیشے کا بن گیا۔"
پھر عنبر نے ماریا کو اپنی داستان سنائی۔ ماریا نے
انہیں اپنی درد بھری مگر ایڈونچرس کہانی بیان کی۔ ماریا نے
انہیں بتایا کہ مکار والانگ نے سیناتھون ستارے کے
بادشاہ اچھال اور اس کی بیٹی شکالی کو قید میں ڈال
کر خود تخت پر قبضہ کر لیا ہے۔ عنبر بولا:
"اسی نے ہمیں بھی ویران چاند پر یہاں اس کنوئیں
میں پھینک دیا تھا۔"
عنبر اور کیٹی نے اس کے بعد ماریا سے شکالی کا
مختصر سا غائبانہ تعارف کروایا اور کہا کہ وہ بڑی نیک

دل اور انصاف پسند لڑکی ہے اور اپنے باپ سے بہت
پیار کرتی ہے۔ ماریا نے کہا:
"میں سب سے پہلے تم لوگوں کو باہر لیے چلتی
ہوں اور بھیوسانگ سے ملاتی ہوں پھر سوچیں گے
کہ ہمیں آگے کیا کرنا چاہیے۔"
ماریا سب سے پہلے ناگ اور کیٹی کو اٹھا کر کنوئیں
سے باہر لائی۔ پھر عنبر کو اس نے اپنے کاندھے پر بٹھایا۔
عنبر غائب ہو گیا۔ ماریا اسے بھی باہر لے آئی۔ بھیوسانگ
ان سب سے اور یہ لوگ بھیوسانگ سے مل کر بہت
خوش ہوئے۔ ناگ بھی خاموش پتھریلی آنکھوں سے دوستی
کے ملاپ کا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ وہ بڑا خوش تھا کہ سب
ایک جگہ مل گئے۔ اگرچہ اسے اپنے پتھر بننے کا بہت غم تھا
ماریا نے کہا:
"مکار دالانگ ہو سکتا ہے شکالی اور اس کے
باپ کو مار ڈالے۔ اس لیے ہمیں یہاں سے
نکل کر واپس سیارہ سیناتھون پر پہنچنا اور شکالی
اور اس کے باپ کا کھوج لگانا چاہیے۔"
ماریا سیناتھون سیارے سے چار سیاہ لبادے اپنے
ساتھ لائی تھی۔ انہوں نے ایک ایک لبادہ اوڑھا اور سیاہ

لبادہ انہیں لے کر زمین کی طرف پرواز کرنے لگا۔
سیناتھون کی زمین پر وہ آدھی رات کے بعد پہنچے۔
مکار دالانگ کا شاہی گہرے سناٹے میں تھا۔ کہیں کہیں اس
کے میناروں پر روشنی ہو رہی تھی۔ ماریا، عنبر، ناگ، کیٹی اور
بھیوسانگ شاہی محل کی طرف جانے کی بجائے اس سے
دور کچھ فاصلے پر ایک پرانے کھنڈر میں آ گئے۔ یہاں
پہنچ کر ماریا اور بھیوسانگ نے عنبر اور کیٹی کو بتایا کہ
ان کا راکٹ سیارے کے جنوبی قطب میں ایک جگہ
موجود ہے۔ عنبر بولا: "لیکن ہم شکالی اور اس کے باپ کو
آزاد کیے اور انہیں ان کا تخت واپس دلائے بغیر واپس نہ
نہیں جائیں گے۔"
ماریا نے کہا: "ہم ایسا ہی کریں گے۔ ہم شکالی
اور اس کے باپ کی مدد کریں گے کہ ہمیں
ناگ کو بھی مصیبت سے نکالنا ہے۔"
وہ دیر تک سوچ بچار کرتے رہے۔ آخر یہ فیصلہ ہوا
کہ ماریا اور عنبر تو شکالی کی کھوج میں شاہی محل کی طرف
جائیں گے اور ناگ بھیوسانگ اور کیٹی وہیں کھنڈر میں
رہ کر ان کا انتظار کریں گے
جیسا کہ آپ کو ہم بتا چکے ہیں کہ سیارہ سیناتھون

کی رات بہت لمبی ہوتی تھی۔ چنانچہ ماریا اور عنبر رات
کے اندھیرے ہی میں شاہی محل کی طرف روانہ ہو گئے۔
شاہی محل کے باہر زبردست پہرہ تھا۔ سپاہی زرد خلائی لباس
پہنے، لیزر گنیں ہاتھوں میں لیے پہرہ دے رہے تھے۔
ہر طرف موت ایسی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

ماریا نے عنبر سے سوال کیا:
"شکالی کی میں نے شکل نہیں دیکھی۔ اسے تم پہچانو
گے مگر مجھے یقین ہے کہ اسے محل کے اندر ہی
کسی جگہ قید میں رکھا گیا ہے۔"

عنبر بولا: "میرا تمہارے ساتھ جانا ضروری ہے۔ مگر
میں پہچانا جا سکتا ہوں۔ اس لیے میں نے یہی
سوچا ہے کہ کسی پہرے دار کی زرد وردی اتار کر
خود پہن لوں۔ رات کا وقت ہے کسی کو مجھ
پر شک نہیں ہوگا اور ہم آسانی سے شاہی محل
کے اندر گھوم پھر سکیں گے۔" ماریا نے کہا:
"میں کسی ایک پہرے دار کو ادھر لاتی ہوں۔ تم
ان چٹانوں کے پیچھے چھپ کر بیٹھ جاؤ۔"

یہ کہہ کر ماریا شاہی محل کے بڑے دروازے کی طرف
گئی۔ یہاں چار خلائی پہرے دار چل پھر کر پہرہ دے

رہے تھے۔ ماریا ان کی نقل و حرکت کا جائزہ لیتی رہی۔
ایک پہرے دار ٹہلتا ٹہلتا محل کی دیوار سے ذرا آگے
گیا تو ماریا نے پیچھے سے جا کر اس کی گردن پر اتنی
زور سے ہاتھ مارا کہ وہ سنبھل نہ سکا اور گر پڑا۔ اس
سے پہلے کہ وہ آواز نکالے ماریا نے اس کی گردن کو
اپنے پاؤں کے نیچے دبا دیا۔

خلائی پہرے دار جب ٹھنڈا ہو گیا تو ماریا اسے
اٹھا کر ہوا میں تیرتی ہوئی عنبر کے پاس آ گئی۔ پہرے دار
کی لاش ایک دم سے عنبر کے سامنے ظاہر ہوئی تو
اس نے کہا: "ماریا! یہ کام تم نے کیا ہے؟"
"اور کون کر سکتا ہے؟" ماریا نے آہستہ سے کہا۔
"اب جتنی جلدی ہو سکے اس کی وردی اتار کر
پہن لو۔"

عنبر نے ایسا ہی کیا۔ جلدی جلدی خلائی پہرے دار
کی وردی اتار کر خود پہن لی۔ اس کی زرد گول ٹوپی بھی سر
پر اوڑھ لی۔ جس سے اس کا آدھا چہرہ چھپ گیا۔ ہاتھ
میں خلائی گن لے کر اس نے ماریا سے کہا:
"اب تم میرے ساتھ رہنا۔ میں شاہی محل کے
دوسرے دروازے میں سے اندر داخل ہو رہا ہوں۔"

محل کے دوسرے دروازے پر صرف دو پہرے دار کھڑے
تھے۔ عنبر ان کے قریب گیا تو ایک پہرے دار نے کہا:
"ارے تم اندر کیا لینے جا رہے ہو۔ تمہاری ڈیوٹی
تو باہر لگی ہے۔" عنبر نے آواز بدل کر کہا:
"مجھے حضور دالانگ کے وزیر شاطو نے کسی کام
کے لیے بلایا ہے۔"
پہرے دار بولا:
"مگر وہ سامنے وزیر شاطو کے محل میں تو اندھیرا
چھایا ہے۔ وہ تو سو رہا ہے۔"
عنبر کو یہ پتہ چل گیا کہ دالانگ کے وزیر شاطو کا محل
سامنے ہے۔ وہ جانتا تھا کہ شاطو ہی نے دالانگ کے
ساتھ سازش کر کے شکالی کے باپ اچھال کو غائب کیا
ہے اور وہی اس کا پتہ بتا سکتا ہے۔
عنبر نے پہرے دار سے کہا:
"وزیر شاطو میرا انتظار کر رہا ہے۔ تم مجھے روک
نہیں سکتے۔"
خلائی پہرے دار نے کاندھے اچکا کر کہا:
"ہم تمہیں کہاں روک سکتے ہیں۔ جاؤ۔ تم ہمارے
ساتھی پہرے دار ہو، چلے جاؤ۔"

عنبر تیز تیز قدم اٹھاتا وزیر شاطو کے محل کی طرف
چلا۔ ماریا کی خوشبو اسے ساتھ ساتھ آ رہی تھی۔ وزیر شاطو
کے محل کے برآمدے میں آ کر عنبر نے آہستہ سے کہا:
"ماریا! یہی وہ اصل آدمی ہے جو ہمیں شکالی اور
اس کے باپ کے بارے میں بتا سکتا ہے۔"
ماریا بولی: "مگر وہ بتائے گا نہیں۔"
عنبر نے کہا:
"ہم اسے بتانے پر مجبور کر دیں گے۔"
ماریا نے عنبر کو بتایا کہ یہ خلائی مخلوق ہے۔ ہو
سکتا ہے انہوں نے اپنے پاس کوئی ایسا خفیہ زہر رکھا ہوا
کہ جس کو کھا کر یہ خودکشی کر لیں۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے
کہ یہ کسی خفیہ بٹن کو دبا کر غائب ہو جائیں۔
عنبر بولا: "آج تک تو اس سیارے پر ایسا نہیں
ہوا۔ بہرحال جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ ہمیں وزیر
شاطو کے محل میں جانا ہو گا۔ تم میرے ساتھ رہنا۔"
"میں تمہارے ساتھ ہوں۔" ماریا نے کہا: "بلکہ اگر تمہیں
کوئی رکاوٹ پیش آئی تو میں اسے دور کر دوں گی۔"
عنبر مسکرایا: "تمہارا شکریہ ماریا بہن! لیکن میں یہ
رکاوٹ خود بھی دور کر سکتا ہوں۔"

ماریا نے بھی ہنس کر کہا:

"پھر بھی بعض ایسی رکاوٹیں ہوتی ہیں کہ جنہیں تم میری مدد کے بغیر دُور نہیں کر سکتے۔"

دونوں مسکرانے لگے۔ عنبر برآمدے میں سے گزر کر وزیر شاطو کے بڑے محل کی شاہی خواب گاہ کی طرف بڑھا۔ یہاں پر دو اُونچے لمبے ہٹے کٹے خلائی گارڈ چاق و چوبند کھڑے تھے۔ عنبر کو قریب آتا دیکھ کر انہوں نے فوراً پوزیشن سنبھالی اور ایک نے کڑک کر پوچھا:

"ادھر کیا لینے آ رہے ہو؟"

عنبر نے کہا:

"مجھے وزیر نے بُلایا ہے۔"

پہرے دار نے پوچھا:

"کوڈ نمبر بولو اپنا۔"

عنبر بغلیں جھانکنے لگا۔ کیوں کہ اسے کوڈ نمبر معلوم نہیں تھا۔ پہرے دار نے جب دیکھا کہ عنبر کوڈ نمبر نہیں بتا رہا تو اس نے گن اس پر تان لی۔

"خبردار! اپنی جگہ سے حرکت کی تو میں فائر کر دوں گا۔"

اس نے اپنے ساتھی پہرے دار سے کہا:

"اسے گرفتار کر لو۔"

دوسرے پہرے دار نے خلائی گن کو عنبر کی طرف تان لیا اور قریب آ کر بولا:

"اپنی گن نیچے پھینک دو۔"

یہ سارا تماشہ ماریا خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ یہاں شور شرابہ ہو۔ وہ ہر کام، ہر حملہ خاموشی اور سکون سے کرنا چاہتی تھی۔ عنبر نے اپنی گن نیچے پھینک دی اور بولا:

"ماریا! کیا خیال ہے تمہارا؟"

پہرے دار نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ پھر پوچھا:

"یہ تم کس ماریا کو پکار رہے ہو؟"

عنبر مسکرایا: "بھائی! ماریا کو تم نہیں جانتے؟ وہ تو تمہارے بالکل پاس کھڑی ہے۔"

ماریا نے ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا:

"عنبر! تم فضول باتیں کیوں کر رہے ہو۔ میرے بارے میں بتانے کی بھلا کیا ضرورت ہے؟"

اب جو پہرے داروں نے ایک عورت کی آواز سُنی تو انہوں نے عنبر پر فائر کر دیا۔ وہ اسے کوئی دشمن مخلوق سمجھ بیٹھے تھے۔ گن کی زرد شعاع عنبر کے سینے سے

جا کر ٹکرائی مگر عنبر کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکا۔ وہ اپنی جگہ
پر اسی طرح کھڑا رہا۔ پہرے دار نے دوسرا فائر جھونک
دیا۔ عنبر پر اب بھی کوئی اثر نہ ہوا تو پہرے دار بھونچکے
ہو کر رہ گئے۔

اب ماریا نے کہا:
"احمقو! تم نے خوامخواہ ہمارا راستہ کیوں روکا؟ اب
اس کا مزہ چکھو۔"
یہ کہہ کر ماریا نے ان دونوں کی گردنیں دبوچ کر اتنی
زور سے ان کے سر آپس میں ٹکرائے کہ دونوں اپنی جگہ
سے ایک فٹ اچھل کر دھڑام سے سیدھے زمین پر
گرے اور بے ہوش ہو گئے۔
ماریا نے عنبر سے کہا:
"بھلا تم نے اپنی گن کیوں پھینک دی تھی عنبر؟"
عنبر بولا: "میں انہیں دل کی حسرت پوری کرنے
کا موقع دینا چاہتا تھا۔"
ماریا کہنے لگی:
"ان کے فائر سے تمہارے اندر کیمیکل ردعمل بھی
پیدا ہو سکتا تھا۔ بہرحال اب جلدی سے محل
کے اندر چلو۔ ابھی اصل کام کرنا باقی ہے۔"

دونوں محل کی خواب گاہ کے بڑے دروازے کے
اندر داخل ہو گئے۔ سامنے ایک اور دروازہ تھا جو اندر
سے بند تھا۔
ماریا بولی: "میں اندر جا کر دروازہ کھولتی ہوں۔"
ماریا بند دروازے میں سے گذر کر خواب گاہ کے
اندر داخل ہو گئی۔ اندر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ماریا نے
دروازہ کھول دیا۔ عنبر بھی اندر آ گیا۔ خواب گاہ میں
گھپ اندھیرا تھا مگر عنبر اور ماریا کو ہر شے کا دھندلا
دھندلا خاکہ دکھائی دے رہا تھا۔ اسے کسی عورت کے
کراہنے کی آواز آئی تو وہ تیزی سے آگے بڑھے۔
انہوں نے دیکھا کہ ایک بہت عالی شان پلنگ
بچھا ہے۔ پلنگ کے نیچے ایک لڑکی اس طرح پڑی
ہے کہ اس کے بال پلنگ کے ایک پائے کے ساتھ
کس کر باندھے گئے ہیں۔ یہ لڑکی تکلیف کی وجہ سے
کراہ رہی تھی۔ پلنگ پر وزیر شاطو ریشمی چادر اوڑھے
گہری نیند سو رہا تھا۔ عنبر نے پہلا کام یہ کیا کہ جلدی
سے لڑکی کے بال کھول ڈالے۔
لڑکی نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اندھیرے میں عنبر کو
دیکھا اور کہا:

"مجھے زمین میں زندہ دفن نہ کرنا۔"

عنبر نے جلدی سے اس لڑکی کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا کہ آواز سن کر وزیر شاطو جاگ نہ پڑے۔ وہ لڑکی کو اٹھا کر باہر خواب گاہ میں لے آیا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ تھی۔ باہر لا کر عنبر نے لڑکی کو بڑی مشکل سے سمجھایا کہ وہ اس کی جان بچانے ہی وہاں آیا تھا۔

"تم اس جگہ چھپ کر بیٹھی رہو۔ ہم ابھی تمہیں ساتھ لے کر تمہارے گھر پہنچا دیں گے۔"

لڑکی نے روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ بتایا کہ اس کی بہن کی جان بچائی جائے۔

عنبر نے پوچھا:

"تمہاری بہن کہاں ہے؟"

لڑکی نے سسکیاں بھریں اور کہا:

"میری چھوٹی بہن کو شاطو کے سپاہیوں نے محل کے پچھواڑے باغ میں زندہ دفن کر دیا ہے۔"

عنبر اور ماریا نے لڑکی کو ساتھ لیا اور تیزی سے محل کے پیچھے باغ میں آ گئے۔ لڑکی نے ایک درخت کی طرف اشارہ کیا:

"اس درخت کے نیچے تھوڑی دیر پہلے انہوں نے میری بہن کو زندہ دفن کیا تھا۔ میں اسے دیکھ کر روتی رہی تھی۔"

عنبر نے ماریا سے کہا:

"زمین کھودنے لگا ہوں ماریا۔ تم میرا ساتھ دو۔"

بدنصیب لڑکی اپنی بہن کے غم میں اشکبار تھی۔ اس نے محسوس نہ کیا کہ عنبر نے کس ماریا کو آواز دی تھی۔ عنبر اور ماریا تیزی سے زمین کھودنے لگے۔ عنبر اپنی پوری طاقت سے زمین کھود رہا تھا۔ چند لمحوں میں قبر کھل گئی اور انہوں نے دیکھا کہ اندر گڑھے میں ایک لڑکی گھٹنے پیٹ سے لگائے پڑی تھی۔ عنبر نے فوراً اسے باہر نکال کر زمین پر لٹا دیا۔ لڑکی کی بڑی بہن تو اپنی چھوٹی بہن سے لپٹ گئی۔

عنبر نے لڑکی کے پھیپھڑوں میں مصنوعی تنفس سے تازہ ہوا پہنچائی اور لڑکی نے آنکھیں کھول دیں۔ دونوں بہنیں ایک دوسری سے لپٹ کر رونے لگیں۔ عنبر نے ان سے پوچھا کہ ان کا گھر کہاں ہے؟

بڑی لڑکی نے کہا:

"یہاں سے تھوڑی دور شہر کی آخری گلی میں

ہمارا مکان ہے ہمیں وہاں پہنچا دو۔ ہمیں ہمارے
گھر پہنچا دو:

عنبر نے انہیں تسلّی دی اور ان سے کچھ دُور جاکر
ماریا سے بولا:

"ماریا! میں انہیں ان کے گھر چھوڑ کر ابھی آتا
ہوں تم اسی جگہ ٹھہرو۔"

ماریا نے کہا:

"راستے میں تمہیں دوسرے پہرے دار بھی ملیں
گے۔ معاملہ گڑبڑ نہ ہو جائے۔ میرا تو خیال ہے
کہ ان دونوں بہنوں کو اسی جگہ چھپا دیتے ہیں
اور ہم اپنا مشن شروع کرتے ہیں۔"

عنبر ایک لمحے کے لیے سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا:

"یہ لڑکیاں یہاں گھبرا جائیں گی۔ کوئی پہرے دار
اِدھر آگیا تو انہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ تم
یہاں ٹھہرو میں انہیں گھر چھوڑ کر ابھی واپس
آجاؤں گا۔"

ماریا نے عنبر کو ایک بار پھر منع کیا لیکن عنبر نہ
مانا اور دونوں بہنوں کو ساتھ لے کر شاہی محل کے
باغ سے نکل کر شہر کی طرف چلا۔ شہر سنسان تھا۔

گلیاں اور بازار خالی پڑے تھے۔ کہیں کہیں مکانوں میں
روشنی ہو رہی تھی۔ عنبر دونوں بہنوں کو لے کر جلدی
جلدی ان کی گلی میں داخل ہوا۔ بڑی لڑکی نے کہا:

"وہ کونے والا مکان ہمارا ہے۔"

عنبر نے جلدی جلدی دونوں لڑکیوں کو ان کے مکان
میں پہنچا کر تاکید کی کہ اندر سے دروازہ بند کر لیں اور
واپس مڑا۔ اسے ماریا کے پاس جلدی پہنچنا تھا۔ سنسان شہر
کی تنگ گلی میں سے نکل کر وہ بازار میں آیا تو اچانک
نیلی روشنیاں بکھیرتی ایک موٹر گاڑی جو اوپر سے بند
تھی اس کی طرف آئی۔ عنبر نے پہرے داروں کا لباس
پہن رکھا تھا اس لیے اسے کوئی زیادہ خطرہ نہیں تھا۔
پھر بھی وہ ہوشیار ہو گیا۔

گاڑی ایک دم سے اس کے پاس آکر رُکی۔ دو
خلائی زرد پوش سپاہی باہر نکل آئے۔

"تمہاری ڈیوٹی شاہی محل میں ہے تم یہاں کیا
کر رہے ہو؟"

عنبر نے یونہی بہانہ بنایا تو خلائی سپاہی نے کڑک
کر کہا:

"آج رات کا کوڈ نمبر بتاؤ۔"

وہی مصیبت پھر عنبر کے سامنے تھی۔

عنبر نے کہا:

"کوڈ نمبر میں بھول گیا ہوں۔"

"کوڈ نمبر بھول گئے ہو؟ کون ہو تم؟" خلائی سپاہی گرجا۔

عنبر نے فائر کر دیا۔ ایک خلائی سپاہی اچھل کر فضا میں بلند ہوا اور شعلوں میں بھڑکتا ہوا بھسم ہو گیا۔ وہ دوسرا فائر کرنے ہی والا تھا کہ بند گاڑی کی گن میں سے نیلی شعاع کا فائر اس پر گرا۔

یہ شعاع عنبر کو ہلاک تو نہ کر سکی لیکن اس نے اسے اپنی جگہ پر پتھر کر دیا۔ عنبر نے اپنے ہاتھ پاؤں ہلانے چاہے مگر وہ نہ ہلا سکا۔ خلائی سپاہی بھی اسے تعجب سے دیکھنے لگے:

"اس پر شعاع کا الٹا اثر ہوا ہے۔ یہ کسی دوسرے سیارے سے آیا ہے۔ یہ ہمارا دشمن ہے۔"

دوسرا سپاہی بولا:

"اس کے ساتھ وہی سلوک کرو جو ہمارے قانون میں لکھا ہے۔ اسے خلا میں چھوڑ دو۔"

"چلو۔ اسے اٹھا کر گاڑی میں ڈالو۔"

تین سپاہیوں نے عنبر کو ایک پتھر کے ستون کی

طرح اٹھا کر بند گاڑی میں ڈال دیا۔ گاڑی بجلی ایسی تیزی کے ساتھ شہر کے کونے پر واقع ایک لانچنگ پیڈ پر آ گئی۔ یہاں ایک راکٹ آسمان کی طرف منہ اٹھائے کھڑا تھا۔ اس راکٹ کے منہ پر ایک تقریباً پندرہ فٹ چوڑا اور دس فٹ لمبا چوکور کمرہ فٹ تھا۔ راکٹ کی سیڑھی کے ذریعے عنبر کو اس کمرے میں لے جا کر بند کر دیا گیا۔ کمرے کا لاک آٹومیٹک تھا۔ وہ بند ہو گیا۔

خلائی سپاہیوں نے راکٹ فائر کر دیا۔

گیس کا ایک بادل اٹھا اور راکٹ فضا میں بلند ہونے لگا۔ دیکھتے دیکھتے راکٹ فضا میں دور۔ بہت دور نکل گیا۔

ایک سپاہی نے کہا:

"جو بھی سیارہ قریب ہو گا وہ اسے اپنی طرف کھینچ لے گا۔ پھر راکٹ الگ ہو جائے گا اور خلائی کمرہ اس سیارے کے گرد قیامت تک گردش کرتا رہے گا۔"

سپاہی قہقہے لگا کر ہنسنے لگے اور پھر گاڑی میں بیٹھ کر واپس چلے گئے۔

یہ سب کچھ چند لمحوں کے اندر اندر ہی ہو گیا۔

ماریا شاہی خواب گاہ کے دروازے پر کھڑی عنبر
کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔ جب کافی دیر گذر گئی
اور عنبر واپس نہ آیا تو وہ سمجھ گئی کہ ضرور عنبر کے
ساتھ کوئی انہونی بات ہو گئی ہے۔

وہ شاہی محل سے نکلی اور سیدھی شہر میں آ گئی۔
شہر کی آخری گلی میں پہنچ کر وہ کونے والے مکان کے
اندر داخل ہو گئی۔ اس نے دیکھا کہ وہ دونوں لڑکیاں
ایک پلنگ پر لیٹی تھیں اور ان کی ماں پاس بیٹھی
انہیں محبت سے دیکھ رہی تھی۔

ماریا نے اس عورت سے کہا:

"میں ماریا ہوں۔ تم مجھے دیکھ نہیں سکو گی مگر
میں نے اور میرے بھائی نے ہی تمہاری بچیوں
کو ظالم شاطو کے ظلم سے نجات دلائی ہے۔"

وہ عورت تو ہکی بکی ہو کر کمرے میں تکنے لگی:

"تم۔ تم کوئی بھوت پریت ہو؟"

ماریا نے کہا:

"نہیں۔ میں ایک ایسے سیارے کی مخلوق ہوں
جو نظر نہیں آتی۔ تم ان لڑکیوں کو جگا کر پوچھو
کہ میرا بھائی ان کو چھوڑ کر کدھر گیا تھا؟"

عورت نے اسی وقت اپنی دونوں بیٹیوں کو جگا
دیا۔ انہوں نے ماریا کو بتایا کہ اس کا بھائی انہیں مکان
میں داخل کر کے چلا گیا تھا۔ ماریا نے ان سے بہت
پوچھ گچھ کی لیکن وہ یہی کہتی رہیں کہ عنبر انہیں مکان پر
چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اس سے زیادہ انہیں کچھ معلوم
بھی نہیں تھا۔

ماریا خاموشی سے باہر آ گئی۔

اس نے گلی میں ہر جگہ غور سے دیکھا۔ پھر بازار
میں آ گئی۔ یہاں چاروں طرف سناٹا اور خاموشی چھائی
تھی۔ عنبر کا کچھ پتہ نہیں تھا۔ اس کی خوشبو بھی کسی
طرف سے نہیں آ رہی تھی۔ وہ پریشان ہو کر واپس
ناگ تھیوسانگ اور کیٹی کے پاس گئی اور سارا ماجرا
کہہ سنایا:

کیٹی اور تھیوسانگ بھی پریشان ہو گئے کہ آخر عنبر
کہاں گم ہو گیا۔ ناگ زبان سے تو کچھ نہیں بول سکتا
تھا مگر اس نے سن لیا تھا کہ عنبر کہیں کھو گیا ہے۔ اس
کو بھی بہت فکر ہوئی۔

کیٹی نے کہا:

"اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

تھیوسانگ بولا: "عنبر کے پاس غیر معمولی طاقت ہے۔ اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اگر کسی عارضی حادثے کی وجہ سے وہ ادھر اُدھر ہو بھی گیا ہے تو مجھے یقین ہے کہ وہ بہت جلد واپس آ جائے گا۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ ہمیں اپنے مشن کو جاری رکھنا چاہیے ہمیں شنکالی اور اس کے باپ کو بچانا ہو گا۔"

کیٹی نے بھی تھیوسانگ کی رائے کی تائید کی۔

ماریا بھی راضی ہو گئی۔ اس بار ماریا تھیوسانگ اور کیٹی سب مل کر شاہی محل کی طرف چلے۔ ایک پہریدار کے ہلاک ہو جانے سے وہاں گارڈز کی نفری زیادہ ہو گئی تھی۔ ماریا اپنے دوستوں کو لے کر محل کے پچھواڑے آ گئی۔ یہاں بھی دو پہرے دار موجود تھے۔ ماریا نے سرگوشی کی: "تم دونوں یہاں ٹھہرو۔ میں ان کی خبر لیتی ہوں۔" ناگ کے عقاب کو کیٹی نے اٹھا رکھا تھا۔

ماریا دونوں پہرے داروں کے پاس گئی اور سب سے پہلے ان کی خلائی گنیں چھین کر غائب کر دیں۔ پہرے دار حیران ہو کر ایک دوسرے کو تکنے لگے:

"یہ — یہ ہماری گنیں کس نے چھینی ہیں؟"

"مجھے خود نہیں پتہ۔ کسی نے ہاتھ مارا تھا۔"

سپاہی پہرے دار آپس میں باتیں کرنے لگے۔ ماریا نے ایک گن سے باری باری دونوں پر فائر کر دیا۔ دونوں پہرے دار بھڑک کر بھسم ہو گئے۔ ماریا نے ایک خلائی گن تھیوسانگ اور دوسری کیٹی کو دے کر کہا:

"میرے ساتھ آؤ۔"

وہ شاہی محل کے برآمدے سے گذر کر وزیر شاٹو کی خواب گاہ میں آ گئی۔ خواب گاہ کا دروازہ کھلا تھا۔ وہ ابھی تک گہری نیند سو رہا تھا۔

ماریا نے تھیوسانگ سے کہا:

"تم اپنی کرامت دکھاؤ تھیوسانگ، یہ شکار تمہارا ہے۔"

تھیوسانگ نے آگے بڑھ کر ایک آنکھ بند کی اور اپنی انگلی شاٹو کے جسم سے لگا دی۔ وزیر شاٹو دیکھتے ہی دیکھتے ننھا سا چوہا بن گیا۔ وہ اب جاگ پڑا تھا۔ اور اپنے جسم کو ننھے منے سے جسم میں تبدیل ہوتا دیکھ کر پریشان ہو رہا تھا کہ یہ میرے ساتھ کیا ہو گیا ہے۔ وہ شور مچا رہا تھا مگر چھوٹا سا ہو جانے کی وجہ سے اس کی آواز بھی بہت باریک اور مدھم ہو گئی تھی۔

ھیُوسانگ نے سازشی اور ظالم وزیر کو اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا اور کیپٹن کے پاس آ گیا۔

بادیا نے کہا:

"اب اس سے پوچھو کہ شکالی اور اس کا باپ اچھال کہاں ہیں؟"

ھیُوسانگ نے شاطو وزیر کو دو انگلیوں کے شکنجے میں لے کر پوچھا کہ بتاؤ اصل بادشاہ اچھال اور اس کی بیٹی شکالی کو کہاں قید کر رکھا ہے؟ پہلے تو وزیر شاطو نے کچھ نہ بتایا اور یہی کہتا رہا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں لیکن، جب ھیُوسانگ نے شکنجے کو ذرا سا کسا تو شاطو کی چیخیں نکل گئیں۔

ھیُوسانگ بولا:

"اگر تم نے اچھال اور شکالی کے بارے میں کچھ نہ بتایا تو تمہیں ابھی اسی وقت میں اپنے پاؤں تلے دبا کر کچل دوں گا۔"

ھیُوسانگ نے چوہے جتنے وزیر شاطو کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھ دیا۔ وہ بوٹ کو دبانے لگا۔

شاطو نے چیخ بلند کر کے کہا:

"میں بتاتا ہوں، میں بتاتا ہوں۔"

وزیر شاطو نے انہیں بتایا کہ بادشاہ اچھال تو دالانگ کی خواب گاہ کے پلنگ کے نیچے تہہ خانے میں پڑا ہے اور شکالی کو بھی شاہی محل کے قید خانے میں ڈال دیا گیا ہے۔ ھیُوسانگ نے وزیر شاطو کو بڑا کر دیا اور خلائی گن کی نالی کا رُخ اس کی طرف کر کے بولا:

"چلو بادشاہ دالانگ کے سونے کے کمرے کی طرف۔ خبردار اگر تم نے کوئی ایسی ویسی حرکت کی یا ہمیں دھوکہ دینے کی کوشش کی تو ایک اشارے سے تمہیں پھر چھوٹا کر دوں گا۔"

کیپٹن نے کہا:

"ہم بادشاہ کی خواب گاہ کے باہر کھڑے رہیں گے۔"

وزیر شاطو نے دوبارا اپنے آپ کو پورے قد کا آدمی دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا اور سوچا کہ مجھے دالانگ سے کیا لینا ہے۔ انہیں بتائے دیتا ہوں کہ اچھال کہاں قید ہے۔ اس نے ھیُوسانگ سے کہا:

"تم لوگ مجھے کچھ نہیں کہو گے نا؟ میں ویسے ہی کروں گا جیسے تم کہو گے۔"

ھیُوسانگ نے کہا:

"تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ چلو آگے۔"

وزیر شاطو بھیوسانگ اور کیٹی کو لے کر بادشاہ دالانگ کی شاہی خواب گاہ کے دروازے پر آ گیا۔ کیٹی نے ناگ کا عقاب اُٹھا رکھا تھا۔ انہیں وزیر شاطوؔ کے ساتھ دیکھ کر پہرے داروں نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ بھیوسانگ کو ماریا نے سرگوشی کی کہ وزیر شاطوؔ کو اپنے قبضے میں رکھنا۔ میں بادشاہ دالانگ کی خوابگاہ میں داخل ہو رہی ہوں۔ بھیوسانگ نے وزیر شاطو کو خلائی گن کے نشانے میں لے رکھا تھا۔ کیٹی کی خلائی گن کا رُخ بھی وزیر شاطوؔ کی طرف تھا۔ ماریا مکّار بادشاہ دالانگ کی خواب گاہ میں داخل ہو چکی تھی۔

○

○ اس کے بعد کیا ہُوا؟
○ عنبر خلاء میں کہاں سے کہاں نکل گیا؟
○ ناگ پھر اپنی اصلی حالت میں کیسے آیا؟
○ ان لوگوں کا اگلا سفر کہاں سے شروع ہُوا؟
ان سوالوں کے جواب "عنبر ناگ ماریا خلا میں" کی اگلی قسط بنمبر ۱۰۵ "مُردوں کا سیّارہ" میں پڑھیے گا۔

مُردوں کا سیّارہ

اے حمید

۱۰۵

نیا مکتبہ اقرا
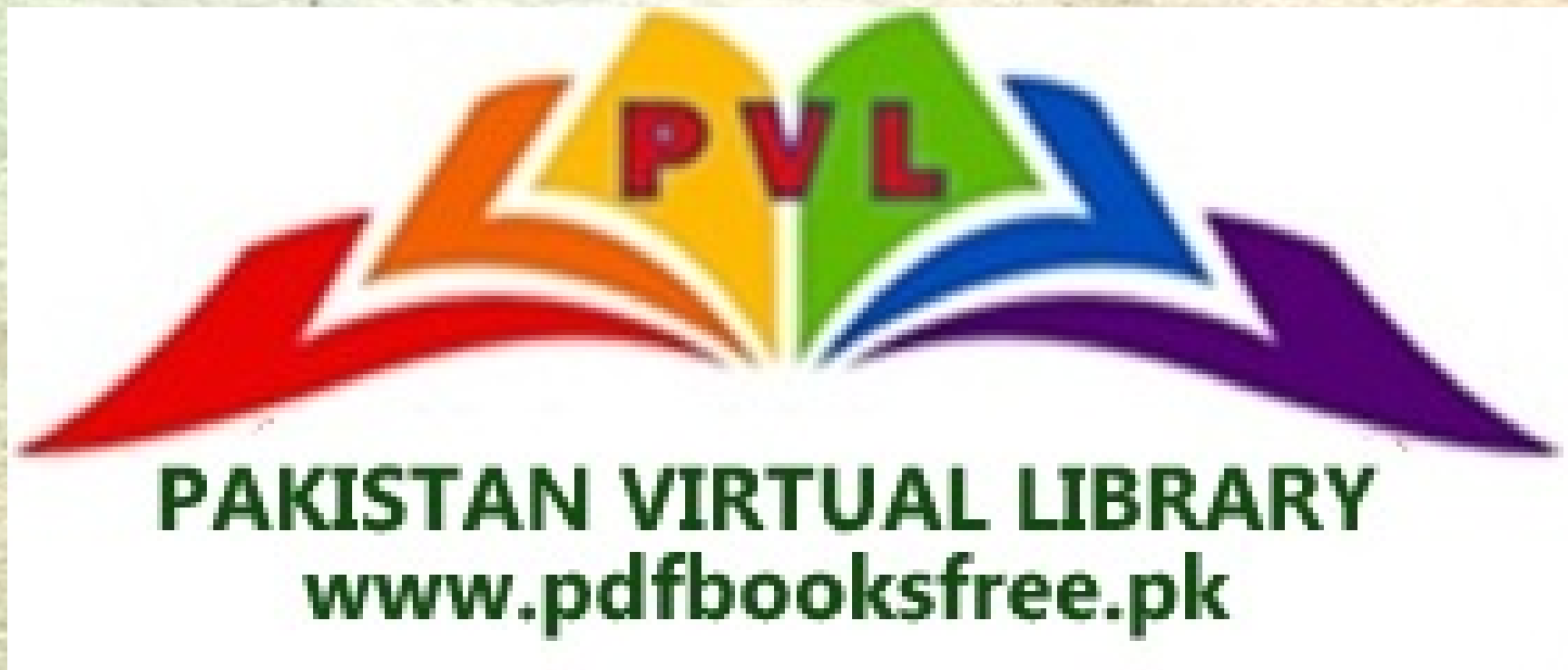
عنبر، ناگ، ماریا اور کیٹی خلا میں

مُردوں کا سیّارہ

اے حمید

قیمت : ۷/۵۰ روپے

بار اوّل : ۱۹۸۵
ناشر : نیا مکتبہ اقرار ۱۴-بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور نمبر ۹
طابع : ناصر جین پرنٹرز ، آبکاری روڈ ، لاہور

عنبر ناگ ماریا کے دوستو!

سلام قبول کرو! خط ہی خط۔ محبت ہی محبت۔ خلوص ہی خلوص
میں تم سب دوستوں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے عنبر ناگ
ماریا کے نئے خلائی سفر کو اتنی محبت سے پسند بھی کیا ہے اور اپنی پسندیدگی
کا اظہار مجھے پیارے پیارے خط لکھ کر کر رہے ہیں۔ عنبر ناگ ماریا کا خلائی
سفر شروع ہو چکا ہے۔ وہ کائنات کی وسعتوں میں نئے نئے ایڈونچر کر رہے
ہیں اور ابھی وہ خدا جانے کیسے کیسے رونگٹے کھڑے کر دینے والے ایڈونچر
ان کا انتظار کر رہے ہیں۔ بہرحال یہ ایڈونچر آپ ضرور پڑھیں گے فکر نہ
کریں۔ اس بار عنبر کس قسم کے سیارے پر جا پہنچا ہے؟ ذرا پڑھ کر معلوم
کریں جلدی سے۔

تمہارا دوست
اے حمید
۴۵۴ - این سمن آباد ، لاہور

ترتیب

غیبی تھپڑ

خواب گاہ میں مکار بادشاہ دالانگ بے خبر سو رہا تھا۔ ماریا اس کے سرہانے کی طرف جا کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے پلنگ کے نیچے چادر اُٹھا کر دیکھا۔ وہاں پتھر کی چار بڑی بڑی سلیں پڑی تھیں۔ ماریا تیزی سے باہر گئی اور تھیوسانگ اور کیٹی کو بھی اندر بلا لیا۔ یہ لوگ وزیر شاطو کو بھی دھکیلتے ہوئے اپنے ساتھ اندر لے آئے۔

ماریا نے تھیوسانگ سے کہا:

"جس پلنگ پر یہ کمینہ بادشاہ دالانگ سو رہا ہے اس کے نیچے پتھر کی سلیں ہیں۔ ان پتھر کی سِلوں کے نیچے تہہ خانے کا دروازہ ہو گا۔"

تھیوسانگ نے کہا:

"اس کمینے کو میں چوہا بنا دوں؟"

کیٹی نے کہا:

"ان دونوں کو چوہا بنا دو۔"

ماریا نے کہا:

"نہیں ٹھہرو۔ پہلے مجھے دالانگ سے دو دو باتیں
کر لینے دو۔"

وزیر شاطو نے جو ایک غیبی عورت کی آواز سنی
تو اس پر دہشت طاری ہو گئی۔ اس نے گڑگڑا کر کہا:

"مجھے چوہا نہ بنانا۔ مجھے چوہا نہ بنانا۔ تم جو کہو
گے میں کروں گا۔"

تھیوسانگ نے ڈانٹ کر کہا:

"بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ جاؤ۔"

وزیر شاطو وہیں بیٹھ گیا۔ کیپٹن نے اپنی خلائی گن کی
نالی اس کی کھوپڑی سے لگا دی۔ ماریا اور تھیوسانگ
پلنگ کے پاس گئے۔ دالانگ ان کی آوازوں سے جاگ
پڑا تھا۔ کمرے میں ایک شمع پہلے ہی سے جل رہی تھی۔
اس نے آنکھیں کھول کر اپنے سامنے تھیوسانگ اور کیپٹن
کو دیکھا تو حیران ہو کر بولا:

"تم ۔۔ تم باہر کیسے نکل آئے؟"

تھیوسانگ نے کہا:

"تمہاری موت ہمیں وہاں سے نکال کر تمہارے
پاس لے آئی ہے۔"

دالانگ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اپنے وزیر شاطو کو گردن
جھکائے فرش پر بیٹھے دیکھ کر بولا:

"تم کیا کر رہے ہو؟ کیا تم نے انہیں نکالا ہے؟"

ماریا نے دالانگ کے سر پر ہلکا سا تھپڑ مار کر کہا:

"بکواس بند کرو۔ ہم خود تمہارے کمینے وزیر کو
یہاں لائے ہیں۔"

اس غیبی تھپڑ پر تو دالانگ بوکھلا کر رہ گیا:

"یہ ۔ یہ غیبی عورت کون ہے؟"

کیپٹن نے کہا:

"تمہاری موت۔"

تھیوسانگ نے پوچھا:

"بادشاہ اچھال اور شکالی کو تم نے کہاں چھپا
رکھا ہے؟"

دالانگ انجان بن گیا:

"مجھے تو کچھ معلوم نہیں کہ بادشاہ اچھال کہاں ہے
میں تو خود اس کی تلاش میں ہوں۔"

ماریا نے اسے ایک اور تھپڑ جڑ دیا۔ یہ تھپڑ ذرا
زیادہ زور دار تھا۔ کمینہ دالانگ پلنگ پر قلابازی کھا
گیا۔ تھیوسانگ نے کہا:

"تمہیں ایک کرشمہ دکھاتا ہوں۔"

اس نے ایک آنکھ بند کر کے وزیر شاطو کو انگلی لگا دی۔ شاطو کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ وہ پلک جھپکنے میں ننھا سا بن کر فرش پر رینگنے لگا۔ دالانگ نے یہ کرشمہ دیکھا تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

تھیوسانگ نے کہا:

"اگر تم نے یہ نہ بتایا کہ شکالی اور اچھال کہاں ہیں تو تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔"

ماریا بولی: "کیا تم نے اچھال کو اپنے پلنگ کے نیچے تہہ خانے میں بند کر رکھا ہے؟"

دالانگ ہاتھ جوڑ کر بولا:

"ہاں۔ ہاں۔ مگر میں بے قصور ہوں۔ مجھے چھوٹا نہ کرنا۔ مجھے چوہا نہ بنانا۔"

ماریا نے تھیوسانگ سے کہا:

"اسے بھی چوہا بنا دو تھیوسانگ۔"

دالانگ چلا اٹھا:

"مجھے معاف کر دو۔ مجھے معاف کر دو۔"

مگر اس دوران تھیوسانگ اپنی ایک آنکھ بند کر کے ڈالانگ کی گردن سے اپنی انگلی چھو چکا تھا۔ دالانگ

بھی انگلی کے سائز کا بن گیا۔ تھیوسانگ نے دالانگ اور اس کے وزیر شاطو کو اٹھا کر اپنی جیب میں ڈال لیا۔ ماریا نے پلنگ الٹ دیا اور پھر نیچے رکھی بھاری بھر کم پتھر کی سلوں کو جھٹکے کے ساتھ الٹ کر دور گرا دیا۔

اس کے نیچے فرش میں ایک چوکھٹا بنا تھا۔ تھیوسانگ نے چوکھٹا اکھاڑ ڈالا۔ نیچے ایک زینہ تہہ خانے میں جا رہا تھا۔ وہ تینوں نیچے اتر گئے۔ کیٹی نے عقاب کی شکل والے ناگ کو اپنے ہاتھ میں اٹھا رکھا تھا۔ ناگ خاموش نظروں سے یہ ساری کارروائی دیکھ رہا تھا اور اسے خوشی ہو رہی تھی۔ عنبر کی اسے فکر تھی کہ خدا جانے وہ کہاں ہوگا۔ کس حالت میں ہوگا۔

تہہ خانے میں روشنی ہو رہی تھی۔ قالین کے فرش پر پلنگ بچھا تھا جس پر سیارہ سینا تھون کا اصلی اور نیک دل بادشاہ اچھال سر جھکائے اداس بیٹھا تھا۔ تھیوسانگ اور کیٹی نے اچھال کو سارا ماجرا سنایا۔ ساری کہانی بیان کر دی اور جیب سے مکار اور سازشی دالانگ اور اس کے وزیر شاطو کے ننھے ننھے جسم نکال کر دکھائے۔

"یہ اتنے چھوٹے کیسے ہو گئے؟" اچھال نے
تعجب سے پوچھا:
تھیوسانگ نے کہا:
"یہ میری خلائی کرامت ہے۔"
اچھال نے کہا:
"میری بیٹی شکالی کہاں ہے۔ میں اس کے لیے
پریشان ہو گیا ہوں۔"
تھیوسانگ نے دالانگ کو اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا اور
انگلی اس کے پیٹ پر رکھ کر ذرا دبایا تو وہ ننھی
سی چیخ مار کر بولا:
"مجھے نہ مارو۔ میں بتاتا ہوں۔ میں بتاتا ہوں۔"
پھر دالانگ نے تھیوسانگ اور اچھال کو بتایا کہ
اس نے شکالی کو شاہی محل کے سب سے نچلے تہ خانے
میں بند کر رکھا ہے۔
ماریا نے کہا:
"ان دونوں کمینوں کو اسی تہ خانے میں بند
کر جاتے ہیں۔"
اچھال نے کہا:
"میں ان پر رحم کرنا چاہتا ہوں۔"

کیٹی بولی: "ان لوگوں نے آپ کو ہلاک کرنے
میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور آپ پھر بھی
ان پر رحم کرنا چاہتے ہیں؟"
ماریا نے کہا:
"اگر یہ زندہ رہے تو آپ کو اور آپ کی
بیٹی شکالی کو مار ڈالنے کی پوری کوشش کریں گے۔" تھیوسانگ
نے کہا "حضور بادشاہ! اپنے دشمن پر ترس نہیں کھانا
چاہیے، وہ کسی وقت بھی ڈنگ مار سکتا ہے۔"
چنانچہ انہوں نے ننھے دالانگ اور ننھے شاطو کو
اسی تہ خانے میں چھوڑ دیا۔ وہ چوہوں کی طرح تھیوسانگ
کے پاؤں سے لپٹ گئے۔
"ہمیں یہاں سے لے چلو۔"
تھیوسانگ نے پاؤں جھاڑ کر کہا:
"یہ تم نے اس وقت کیوں نہ سوچا جب نیک
دل اچھال کو یہاں بند کر دیا تھا۔ ہم تمہارے
پاس خوراک کی گولیاں چھوڑے جا رہے ہیں۔
اب تم جانو اور تمہاری قسمت۔"
دونوں مکّار سازشیوں کو اسی تہ خانے میں چھوڑ کر
کیٹی، ماریا اور تھیوسانگ باہر نکل آئے۔ انہوں نے

دوہارا تہہ خانے کے منہ پر پتھر کی سلیں رکھ دیں اور
شاہی قید خانے کی طرف چلے۔

خواب گاہ سے باہر آتے ہی پہرے داروں نے اپنے
اصلی بادشاہ اچھال کو زندہ دیکھا تو خوشی سے نعرے لگانے
لگے۔ سارے محل میں شور مچ گیا کہ بادشاہ محل میں واپس
آ گیا ہے۔ اسی وقت شکالی کو بھی تہہ خانے سے نکال
لیا گیا۔ شکالی نے کیٹی کو گلے لگا لیا اور عنبر کے بارے
میں پوچھا۔ ناگ کے بارے میں پوچھا:

کیٹی نے عقاب کو دکھا کر کہا:

"یہ ناگ ہے۔"

اور پھر بتایا کہ خلائی قبیلے کے قلعے کے اوپر اڑتے
ہوئے اس پر گن فائر پڑا اور کیمیاوی ردّ عمل سے ناگ
پتھر بن گیا۔ اچھال افسوس کرنے لگا۔ اس کے پاس ایسا
کوئی فارمولا نہیں تھا جس کی مدد سے ناگ پھر سے زندہ
ہو جاتا۔ شکالی نے اپنے باپ سے کہا:

"ابا جان! اگر آپ نے سائنس اور ٹیکنالوجی میں
ترقی کی ہوتی تو آج ہم ناگ کے جسم میں داخل
شعاعوں کا توڑ کر سکتے تھے۔"

اچھال نے کہا:

"اب ہم بھی سائنس میں ترقی کریں گے اور
اپنے سیارے کو ٹیکنالوجی میں آگے ہی آگے
لے جائیں گے۔"

عنبر کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ
کہاں چلا گیا ہے۔ شکالی کے باپ کو اس کی حکومت
واپس مل گئی۔ اب کیٹی مابا اور ھتیوسانگ کے وہاں
رہنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وہاں رہ کر نہ تو وہ عنبر
کا کھوج لگا سکتے تھے اور نہ ہی وہ ناگ کو پھر سے
زندہ حالت میں لا سکتے تھے۔ کیوں کہ یہ سیارہ ایک
غیر ترقی یافتہ اور سائنس کے میدان میں بہت پیچھے
تھا۔ ان کے پاس صرف چند ایک راکٹ ہی تھے
جن کے ذریعے وہ کبھی کبھی کسی قریبی سیارے پر چلے
جاتے تھے۔

دوسرے روز اچانک پتہ چلا کہ شہر کے شمال میں
جو راکٹ لگا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر نہیں ہے۔ اچھال نے
فوراً سپاہیوں کو حاضر کیا۔ وہ ڈر رہے تھے۔ انہوں نے
ڈرتے ڈرتے کہا کہ والانگ نے انہیں حکم دے رکھا تھا
کہ شہر میں اگر کسی اجنبی شخص کو دیکھو تو اسے فوراً
خلائی کمرے میں بٹھا کر راکٹ کے ذریعے خلا میں پھینک

کے لیے چھوڑ دو۔ چنانچہ ہم نے رات کو ایک آدمی دیکھا کر آوارہ پھر رہا تھا۔ اس کو ہمارا کوڈ بھی یاد نہیں تھا۔ اس لیے ہم نے اسے راکٹ کے ذریعے خلا میں چھوڑ دیا۔

انہوں نے جو حلیہ بتایا وہ عنبر کا حلیہ تھا۔ تھیوسانگ اور کیٹی تو سر تھام کر رہ گئے۔ ناگ اور ماریا کو بھی بے حد افسوس ہوا۔ کہ عنبر خدا جانے خلائی کمرے میں بند خلا میں کہاں بھٹک رہا ہو گا۔

اچھال نے کہا:

"کاش ہمارے پاس کوئی ایسا مصنوعی سیارچہ ہوتا کہ جس کی مدد سے ہم خلا میں عنبر کو تلاش کر سکتے۔"

ماریا نے کہا:

"اب کیا ہو سکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ ہم خود خلا میں جا کر عنبر کا کھوج لگائیں۔"

تھیوسانگ بولا: "کائنات کی اس گلیکسی میں سیارے اربوں نوری سال کے فاصلے پر واقع ہیں۔ یہاں خلا بے حد سنسان اور ویران ہے۔"

کیٹی نے کہا:

"تھیوسانگ! میں بھی تمہاری طرح خلائی لڑکی ہوں۔ ہم اس گلیکسی میں بھی عنبر کو کہیں نہ کہیں ضرور ڈھونڈ نکالیں گے۔"

ماریا بولی: "ہاں تھیوسانگ بھائی۔ ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہیے انسان ہمت کرے، اپنا حوصلہ بلند رکھے تو بڑی سے بڑی مشکل کو حل کیا جا سکتا ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں۔" شکالی نے کہا، "ہم سے جو مدد بھی ممکن ہو سکی ضرور کریں گے۔"

تھیوسانگ نے کہا:

"شکریہ شکالی۔ ویسے قطب جنوبی کے پاس ہمارا ایک راکٹ یہاں موجود ہے۔ ہم اس میں سوار ہو کر خلا میں جا سکتے ہیں۔"

ایک دن جب موسم بڑا خوشگوار تھا تو کیٹی، تھیوسانگ اور ماریا نے اچھال اور اس کی بیٹی شکالی سے اجازت طلب کی۔ شکالی تو کیٹی کے گلے لگ گئی۔ دونوں کو آپس میں بڑا پیار ہو گیا تھا۔ لیکن اسے معلوم تھا کہ کیٹی عنبر اور ماریا پہلے تاریخ کے اور اب خلا کے مسافر ہیں اور وہ کسی ایک جگہ نہیں ٹھہر سکتے۔ اور پھر ان کا ایک بہت ہی سینئر اور پیارا ساتھی عنبر

کھو گیا تھا۔ انہیں ہر حالت میں اس کو تلاش کرنا تھا۔
چنانچہ شنکال کیٹی کو روک نہ سکی اور اسی روز دوپہر کے
بعد کیٹی، ماریا اور تھیوسانگ اپنے راکٹ میں سوار ہو کر
خلا میں نامعلوم منزل کی طرف پرواز کر گئے۔
ناگ، عقاب کی پتھریلی شکل میں ان کے پاس تھا۔
دیکھتے دیکھتے ان کا تیز رفتار راکٹ سیارہ سیناتھون
سے اتنی دور نکل گیا کہ سیارہ چھوٹا سا دکھائی دینے لگا۔
اب ان کے ارد گرد تاریک خلا پھیلا ہوا تھا جہاں اربوں
نوری سال کے فاصلے پر کہیں کہیں ستارے ننھے ننھے نقطوں
کی طرح چمک رہے تھے۔

○

اب ہم عنبر کی طرف جاتے ہیں۔
عنبر بے حس پتھر بنا خلائی کمرے میں بند تھا اور
اس کا خلائی کمرہ راکٹ سے الگ ہو کر خلا میں بے پناہ
رفتار کے ساتھ نامعلوم مقام کی طرف اڑا جا رہا تھا۔
عنبر کو خلائی کمرے کے فرش پر لیٹے لیٹے محسوس ہو رہا
تھا کہ یہ کمرہ پورے کا پورا خلائی سیارہ بن کر بھاگا جا
رہا ہے۔ وہ بے بس اور لاچار تھا۔ نہ تو خلائی کمرے

کو روک سکتا تھا، اور نہ اٹھ کر کمرے کی ایک گول
کھڑکی میں سے یہ دیکھ سکتا تھا کہ وہ کسی ایسے ستارے
کی طرف تو نہیں جا رہا جس کی دہکتی آگ کے جہنم میں
پہنچ کر وہ راکھ یا کباب بن جائے گا۔ کیوں کہ ستاروں
کے جہنم کی آگ کی شدت کا اسے ابھی تک تجربہ نہیں
تھا کہ اس آگ میں بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ کیوں کہ ایک
عام سورج میں حرارت کی شدت سات ستر لاکھ سینٹی گریڈ
سے کم نہیں ہوتی۔ اتنی گرمی میں آگ کے شعلے بھی توانائی
کی چمک بن جاتے ہیں۔
عنبر کو وقت کا بھی احساس نہیں تھا۔
خدا جانے زمین کے حساب سے کتنی راتیں کتنے دن
گزر گئے تھے کہ ایک روز خلائی کمرے میں جھنجھناہٹ
سی شروع ہوئی۔ کمرے نے ہلنا شروع کر دیا۔ جیسے
بھونچال آ گیا ہو۔ فرش پر پڑے پڑے عنبر کا بے حس جسم
بھی حرکت کرنے لگا تھا۔ خلائی کمرہ کبھی ایک دم سے
نیچے جاتا اور کبھی ایک دم سے اوپر کو اٹھنے لگتا۔
پھر وہ گھومنے لگا اور عنبر کئی بار چھت سے لگ کر
فرش پر اور فرش سے لگ کر چھت سے جا ٹکرایا۔
اپنے آپ ہی یہ بھونچال ختم ہو گیا۔

عنبر کو محسوس ہوا کہ اس کا جسم ٹھنڈا نہیں ہے۔ اسے اپنی رگوں میں گرمی کی لہر دوڑتی محسوس ہوئی۔ اس نے اپنے ہاتھ کو ہلایا تو وہ خوشی سے کھل اٹھا۔ وہ اپنا ہاتھ ہلا سکتا تھا۔ اس نے اپنی ٹانگ ہلائی تو وہ بھی زندہ ہو گئی۔ عنبر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ خدا جانے وہ خلا کی کس فضا میں سے گذرا تھا کہ وہاں شعاعوں اور ایٹمی توانائی کے طوفان میں اس کے جسم کو پھر سے طاقت مل گئی۔

عنبر نے لپک کر خلائی کمرے کی گول کھڑکی میں سے باہر جھانکا۔ اس کھڑکی پر کسی مضبوط ترین دھات کا شیشہ چڑھا تھا۔

عنبر نے دیکھا کہ وہ ایک ایسے خلا میں سے گذر رہا ہے جہاں کی فضا کہیں سے نیلی، کہیں سے زرد اور کہیں نارنجی ہے۔ یہ قوسِ قزح یعنی دھنک کی فضا تھی۔ ستارے اور سیارے اس خلا میں دور بہت دور نظر آ رہے تھے اور ان کا رنگ سرخ تھا۔

عنبر محسوس کر رہا تھا کہ خلائی کمرے کو کوئی سیارہ اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ کیوں کہ خلائی کمرے کی گردش ٹیڑھی اور مدار والی گردش نہیں تھی بلکہ وہ بالکل تیر کی سیدھ میں ایک طرف جا رہا ہے۔ کھڑکی میں سے

قوسِ قزح کے رنگ ہی رنگ بکھرے ہوئے تھے۔

کسی وقت خلائی کمرہ نیلی روشنی میں سے گذرتا اور کمرے کی فضا نیلی ہو جاتی۔ پھر زرد اور نارنجی رنگ کی روشنی میں سے گذرتا تو خلائی کمرے کی فضا زرد اور نارنجی ہو جاتی۔ جب خلا کی یہ روشنیاں اور رنگ ختم ہوئے تو فضا میں عنبر نے دھند کا ایک بہت بڑا گولا دیکھا۔ خلائی کمرہ اسی دھند کی طرف جا رہا تھا۔

عنبر اپنے خلائی کمرے کے رحم و کرم پر تھا۔

نہ جانے کتنے دن اور کتنی راتیں خلا میں سفر کرتے رہنے کے بعد خلائی کمرہ اس دھند کے گولے میں داخل ہو گیا۔ کمرے میں اندھیرا سا چھا گیا۔ دھند گہری ہو رہی تھی۔ خلائی کمرے کو پہلے تو دھچکے لگے۔ جب دھچکے ختم ہوئے تو عنبر نے کھڑکی میں سے باہر دیکھا۔ باہر بڑے زور کی بارش ہو رہی تھی۔ دھند اب گھنے سیاہ بادلوں میں بدل گئی تھی۔ خلائی کمرہ بادلوں کے اس سمندر میں ایک تنکے کی طرح بھاگا جا رہا تھا۔

کئی روز اسی بارش اور بادلوں میں سفر کرتے گذر گئے۔ عنبر کو ایک دن کھڑکی کے شیشے پر سفید روشنی نظر آئی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر کھڑکی کے پاس آیا۔ اس نے

دیکھا کہ بادل بہت اوپر رہ گئے تھے۔ اور کسی طرف سے کسی سورج کی ہلکی ہلکی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ عنبر نے محسوس کیا کہ خلائی کمرہ اوپر یا دائیں بائیں یا سیدھا جانے کی بجائے نیچے کی طرف جا رہا ہے۔

عنبر نے شیشے میں سے نیچے دیکھنے کی کوشش کی، اسے ابھی نیچے سوائے دھندلے دھندلے خلا کے اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اتنا وہ سمجھ گیا تھا کہ خلائی کمرے کو کسی سیارے کی کشش اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔

یہ سیارہ کیسا ہوگا۔ اس کی فضا کیسی ہوگی۔ اس میں کون سی مخلوق آباد ہوگی۔ اور کیا عنبر کبھی اس سیارے کی فضا سے نکل کر واپس اپنے دوستوں ناگ کیپٹن اور ماریا کے پاس جا سکے گا؟

یہ ایسے سوال تھے جو اس وقت عنبر کو پریشان کر رہے تھے۔ لیکن ان سوالوں کا عنبر کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ خلائی کمرہ جو پہلے بڑی تیزی سے نیچے اتر رہا تھا اب اس کی رفتار دھیمی پڑ گئی تھی۔ سیارے کی کشش میں اچانک یہ کمی کس طرح آ گئی تھی؟ یہ عنبر کو معلوم نہیں تھا۔

خلائی کمرہ ایک بار پھر بادلوں میں گھر گیا۔

عنبر فرش پر بیٹھ گیا۔ کیوں کہ باہر کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا تھا۔

کچھ دیر بعد خلائی کمرے کو ایک دھکا لگا۔ وہ فضا میں اُچھلا عنبر بھی اچھل کر کمرے کی چھت سے ٹکرایا۔ دوسری بار کمرہ تھوڑا اچھلا اور پھر وہ سیارے کی زمین کے ساتھ جا کر لگ گیا۔ خلائی کمرے میں ایک گہرا سکوت چھا گیا۔ کھڑکی میں سے دھندلی اور پھیکی پھیکی روشنی اندر آ رہی تھی۔ عنبر نے کھڑکی میں سے باہر دیکھا۔

باہر اسے اس قسم کے ٹیلے نظر آئے جو نوکیلے تھے اور جگہ جگہ زمین سے اوپر کو اٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے کسی ٹیلے کا رنگ زرد تھا۔ کسی کا نیلا اور کسی کا نارنجی رنگ تھا۔ کسی طرف کوئی درخت یا سبزہ نہیں تھا آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ بارش نہیں ہو رہی تھی۔ عنبر سوچنے لگا کہ اسے خلائی کمرے سے باہر نکلنا چاہیے۔ باہر کی فضا کس قسم کی ہے؟ وہ نہیں جانتا تھا۔

لیکن وہ خلائی کمرے میں کب تک بیٹھا رہتا؟ یہ کمرہ تو اب اکیلا دوبارا فضا میں بلند نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کا راکٹ جو اسے خلا میں لے گیا تھا۔ وہیں پیچھے کہیں خلا میں الگ ہو کر گر چکا تھا۔ خلائی کمرے کا

ایک چھوٹا سا دروازہ بھی تھا. عنبر کے لیے مضبوط سے مضبوط دروازہ کھولنا بھی کوئی مشکل بات نہیں تھی. اس نے دروازے پر ہاتھ رکھا۔ اپنی طاقت کا تھوڑا سا حصہ خرچ کرتے ہوئے زور لگایا۔

دروازہ کھٹاک سے کھل گیا۔

عنبر خاموشی سے خلائی کمرے ہی میں کھڑا رہا۔ وہ محسوس کرنا چاہتا تھا کہ اس سیارے کی شعاعوں میں کس قسم کی حرارت یا توانائی ہے۔ عنبر کو اپنے جسم پر کوئی نئی لرزش محسوس نہ ہوا۔ خلائی کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا۔ باہر سے دھندلی روشنی اندر آ رہی تھی۔

عنبر دروازے میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ باہر تکونے رنگ برنگ چھوٹے چھوٹے مگر اوپر کو اٹھے ہوئے ٹیلے دُور تک چلے گئے تھے۔ کہیں کوئی درخت یا گھاس کا ایک تنکا بھی نہیں تھا۔ فضا خاموش تھی. ایک گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا. کسی پرندے کی آواز کا وہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

عنبر نے باہر نکل کر آہستہ سے زمین پر پاؤں رکھا. زمین سخت تھی. یہ پتھریلی زمین تھی۔ زمین پر بھی کہیں کوئی پتھر نارنجی تھا اور کہیں کوئی پتھر زرد اور نیلا تھا.

عجیب ٹیکنی کلر سیارہ تھا۔ عنبر نے خلائی کمرے کے پیچھے جا کر دوسری طرف دیکھا. ادھر بھی تکونے رنگ برنگ ٹیلے دُور تک پھیلے تھے.

اس نے گہرے گہرے سانس لیے. فضا میں کوئی بھی زہریلی گیس نہیں تھی۔ فضا بالکل صاف تھی اور عنبر بڑی آسانی سے سانس لے رہا تھا۔ اس ویران سیارے کی زمین کی کشش بھی نارمل تھی.

عنبر حیران تھا کہ اگر یہاں بارش بھی ہوتی ہے۔ بادل بھی چھائے ہیں اور فضا میں آکسیجن بھی ہے تو پھر یہاں سبزہ کیوں نہیں ہے. اس نے ایک طرف چلنا شروع کر دیا۔ سورج آسمان پر بادلوں کی وجہ سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہ دن کا وقت تھا. موسم نہ گرم تھا نہ سرد. بڑا خوشگوار موسم تھا۔ ہوا بالکل نہیں چل رہی تھی۔

عنبر ایک ٹیلے کے پاس پہنچا جس کا رنگ نیلا تھا. اتنا بڑا نیلم اگر زمین پر ہوتا تو عنبر کے پاس اتنی دولت آ جاتی کہ اس کی کئی پشتیں بھی اس دولت کو ختم نہیں کر سکتی تھیں۔

اس کے بعد ایک زرد رنگ کا ٹیلا آ گیا. یہ بھی کوئی مرجان قسم کا موتی تھا۔ اس کے بعد سُرخ ٹیلا آیا. یہ ایک

بہت بڑا عقیق یعنی لعل تھا۔ جس میں سے روشنی کی
کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ عنبر ان ہیرے جواہرات کے بنے
ہوئے ٹیلوں کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اتنے بڑے بڑے
ہیرے جواہرات وہ اپنی ہزاروں سالہ زندگی میں پہلی بار
دیکھ رہا تھا۔ عنبر دیر تک ان جواہرات کے ٹیلوں میں
چلتا رہا۔

پھر یہ ٹیلے پیچھے رہ گئے۔ عنبر نے زمین پر سے زرد
ریت ہتھیلی پر اُٹھائی تو حیران رہ گیا۔ یہ سونا تھا۔ چورا
سونا۔ جو ذرات میں بدل کر صحرا بن چکا تھا۔ سونے کا صحرا
ایک چھوٹے سے دریا پر جا کر ختم ہو گیا۔ دریا کے پانی کا
رنگ زرد تھا۔ عنبر نے چُلّو بھرا۔ پانی اس کے چُلّو میں
آ کر سفید ہو گیا۔

معلوم ہوا کہ دریا کی تہہ میں سونے کی ریت بچھی ہے۔
جس کی وجہ سے پانی کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ پانی ٹھنڈا
تھا۔ عنبر زرد دریا کے ساتھ ساتھ چلتا گیا۔ یہ چھوٹا دریا ایک
طرف گھوم گیا۔ آگے ایک بھورے رنگ کا تکونا ٹیلا کھڑا
تھا۔ دریا اس کے ساتھ ہی دوسری طرف کو نکل گیا تھا۔

دوسری طرف عنبر نے دیکھا کہ صحرا میں ایک ڈھلان
کے درمیان پیالہ نما ایک گھاٹی ہے جس کے وسط میں

چار تکونے میناروں والی عمارت کھڑی ہے۔ عمارت کے
پتھروں کا رنگ زرد تھا۔ اس کا کوئی دروازہ دکھائی نہیں
دیتا تھا۔ عمارت کی چھت بھی کوئی نہیں تھی۔ چار مینار
بنے ہوئے تھے ساتھ ساتھ۔ باہر بھی کوئی انسان کوئی
مخلوق نظر نہیں آ رہی تھی۔ عنبر اس کے قریب آ گیا۔
یہ زرد رنگ کا ایک لمبوترا گنبد سا تھا جس کے اوپر
چار تکونے مینار ساتھ ساتھ بنے ہوئے تھے۔ اس کا
کوئی دروازہ نہیں تھا۔ عنبر چاروں طرف گھوم گیا۔ اندر
جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ کوئی آدمی یا کسی قسم کی
مخلوق کا کوئی نشان بھی نہیں تھا۔

وہ دریا کے کنارے جا کر ایک بڑے زرد پتھر سے
ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

بادل گہرے ہو گئے تھے۔ اب ہوا بھی چلنے لگی۔ شام
تک موسم اسی طرح رہا۔ بارش نہ ہوئی۔ عنبر نے اُٹھ کر
آس پاس کا ایک چکر لگایا۔ آس پاس کسی قسم کی کوئی
آبادی نہیں تھی۔ دُور دُور تک رنگ برنگ پتھروں کی بڑی
بڑی چٹانیں منہ آسمان کی طرف اٹھائے کھڑی تھیں۔

عنبر واپس بھی نہیں جا سکتا تھا۔ اس کا خلائی کمرہ دُور
ٹیلوں میں پڑا تھا۔ وہ اسے اڑا کر واپس اوپر خلا میں بھی

نہیں لے جا سکتا تھا۔ اسے ناگ کیپٹ اور ماریا کا خیال
بار بار آ رہا تھا کہ وہ اس کے بارے میں ضرور پریشان
ہوں گے۔ مگر وہ اپنی مرضی کے خلاف یہاں پہنچا دیا گیا
تھا۔ سوائے خاموش بیٹھ کر کسی حادثے یا اتفاق کے انتظار
کے وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

شام ہونے کے بعد رات کا اندھیرا ایک دم سے چھا گیا۔
مگر یہ اندھیرا عجیب و غریب تھا۔ اس اندھیرے میں
نیلم، عقیق اور مرجان موتیوں کے بڑے بڑے ٹیلے چمکنے
لگے تھے اور اندھیرے میں ان کی رنگ برنگی دُھندلی دُھندلی
روشنی سی گھل مل گئی تھی۔ بڑی پُراسرار فضا بن گئی تھی۔
خاموشی اور سناٹا اتنا گہرا تھا کہ عنبر کو اپنے سانس کی آواز
بالکل صاف سنائی دے رہی تھی۔ آسمان پر سیاہ بادل اسی
طرح چھائے ہوئے تھے اور ہوا بھی چل رہی تھی۔

عنبر کچھ نہیں سوچ رہا تھا۔ بس آنکھیں بند کیے دریا
کنارے پتھر سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ وہ کیا سوچتا؟
یہاں سے نجات اسے مشکل دکھائی دے رہی تھی۔ بس
اس نے اپنے آپ کو تقدیر کے حوالے کر دیا تھا کہ جو
ہو گا دیکھا جائے گا۔ دریا کا زرد پانی رات کے اندھیرے
میں دھندلا دھندلا ہو گیا تھا۔

اچانک اسے ایسی آواز سنائی دی جیسے دور کوئی لٹو
گھوم رہا ہے۔ عنبر نے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے چاروں
طرف نگاہ دوڑائی۔ آواز دور کسی جگہ سے آ رہی تھی۔ اس
نے آواز پر کان لگا دیئے۔ یہ گھوں گھوں ایسی گھُوکر کی
دھیمی دھیمی آواز تھی جو آہستہ آہستہ صاف ہوتی جا
رہی تھی۔

عنبر چوکس ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے احتیاط کے طور
پر پتھر کی اوٹ لے لی۔ اب اسے محسوس ہوا کہ یہ
آواز بادلوں میں سے آ رہی ہے۔ اس کی نگاہیں آسمان
پر جم گئیں۔ آسمان سیاہ بادلوں میں چھپا ہوا تھا۔ اسے
ایک جانب سے روشنی پھوٹ کر زمین پر گرتی دکھائی دی۔
یہ روشنی نیلے رنگ کی تھی اور ایسے زمین پر پڑھ رہی
تھی جیسے کوئی اوپر سے سرچ لائٹ کی روشنی نیچے ڈال
رہا ہے۔

عنبر غور سے اس روشنی کو تکنے لگا جو آہستہ آہستہ
زرد رنگ کی میناروں والی عمارت کے احاطے میں ایک
جگہ جم گئی تھی۔ پھر یہ روشنی ہلکی ہو گئی۔ گھومتے لٹو کی آواز
بھی اب زیادہ ہو گئی تھی۔

پھر عنبر نے اچانک بادلوں میں سے ایک مینار

ایسے راکٹ کو نکلتے دیکھا۔ اس کے اندر نیلی روشنی
ہو رہی تھی۔ یہ راکٹ میناروں والی عمارت کے احاطے
کی طرف آ رہا تھا۔ راکٹ نے عمارت کے گرد ایک
چکّر لگایا اور پھر احاطے کی زمین پر آ کر اس طرح اتر
گیا کہ راکٹ کا لمبوترا سرا اوپر کی طرف تھا۔

عنبر بڑے غور سے اس راکٹ کو تک رہا تھا۔
وہ یہی سمجھ سکتا تھا کہ یہ کوئی خلائی مخلوق ہے
جو کسی دوسرے سیارے سے یہاں اتر رہی ہے۔ اور یا
پھر اسی سیارے کی کوئی مخلوق ہے جو خلا میں چکّر لگانے
کے بعد واپس اپنے اڈے پر آ گئی ہے۔ عنبر نے سوچا
کہ ہو سکتا ہے راکٹ میں لگے ریڈار یا کمپیوٹر نے اس
کی موجودگی کو ظاہر کر دیا ہو۔ وہ ہر قسم کے حالات کا
مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

راکٹ عنبر سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اسے راکٹ کا
سرمئی رنگ کا دروازہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ اس
کی نظریں اسی دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔ زرد پراسرار
عمارت پر گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اس کے اندر
سے ابھی تک کوئی مخلوق نہیں نکلی تھی۔ راکٹ بھی خاموش
تھا۔ راکٹ کی تین چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں تھیں جن میں سے

آتی نیلی روشنی بجھ گئی۔

پھر راکٹ کی نچلی منزل کا دروازہ کھلا۔ عنبر ایک
سیکنڈ کے لیے بھی اپنی نگاہیں نہیں ہٹا سکتا تھا۔ راکٹ
کا دروازہ ایک طرف کھسک گیا تھا۔ اس کے اندر
سے چار آدمی باہر نکلے۔ ان کی دو ٹانگیں اور ہم انسانوں
کی طرح کے دو بازو تھے۔ ان کے سارے جسم زرد
رنگ کے چست لباس میں چھپے تھے۔ سروں پر زرد
ہی رنگ کے گول پیالے سے اوندھے پڑے تھے۔ انہوں
نے ہاتھوں میں خلائی گنیں اٹھا رکھی تھیں۔ ان کے باہر نکلتے
ہی راکٹ کا دروازہ اپنے آپ بند ہو گیا۔

وہ زرد رنگ کی چار میناروں والی بند عمارت کی
طرف بڑھے۔ عنبر نے سوچا کہ چار مینار عمارت کا تو
کوئی دروازہ نہیں ہے۔ پھر یہ اندر کیسے داخل ہوں
گے۔ چاروں خلائی آدمی چار مینار عمارت کی دیوار کے
سامنے جا کر کھڑے ہو گئے۔ پھر ان میں سے ایک نے
دیوار پر کسی جگہ ہاتھ لگایا تو ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ
دیوار میں دروازہ بن گیا۔

چاروں خلائی آدمی اس دروازے میں سے گذر کر چار
مینار عمارت میں داخل ہو گئے۔ دروازہ ہلکی آواز کے ساتھ

اپنے آپ بند ہو گیا۔ ایک بار پھر فضا پر وہی موت
ایسی گہری خاموشی چھا گئی۔ عنبر فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا
کہ وہ اسی جگہ بیٹھا رہے یا راکٹ پر جا کر قبضہ کر
لے۔ راکٹ پر قبضہ کر کے بھی وہ کیا کر سکتا تھا۔ کچھ
وقت اسی طرح گذر گیا۔ عنبر پتھر کی اوٹ میں خاموش
بیٹھا رہا۔ اس کی آنکھیں اندھیرے میں اب بھی خلائی آ
پر جمی تھیں۔

چار مینار عمارت پر گمبھیر دہشت سی چھائی تھی۔
وہی دروازہ کھلنے کی ہلکی گڑگڑاہٹ نما آواز بلند ہوئی
عنبر نے آنکھیں سیکڑ کر غور سے دیکھا۔ چار مینار عمارت
کی دیوار میں وہی دروازہ کھل گیا تھا۔ اس میں سے دو
خلائی آدمی باہر نکلے۔ انہوں نے کسی تیسرے انسان کو
پکڑ رکھا تھا اور اسے زبردستی گھسیٹتے ہوئے لا رہے تھے

عنبر نے دیکھا کہ یہ دونوں خلائی آدمی دریا کی طرف
آ رہے تھے۔ جب وہ ذرا قریب آئے تو عنبر کی آنکھیں
کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس نے دیکھا کہ ان دونوں خلائی
آدمیوں نے ایک لڑکی کو بازوؤں سے پکڑ رکھا تھا۔ لڑکی
کے بال اس کے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ اپنے بازو
کھینچ کر بار بار پیچھے کی طرف جا رہی تھی مگر خلائی آدمیوں

کی گرفت سے اس کا نکلنا ناممکن تھا۔ اس لڑکی کی آواز
بھی نہیں آ رہی تھی۔ وہ ناامیدی کے عالم میں اپنی گردن
ادھر اُدھر ڈال دیتی تھی۔

عنبر نے تیزی سے اپنا آپ پتھر کے پیچھے چھپا لیا
اور وہ زمین پر پیٹ کے بل لیٹ گیا تاکہ کوئی اسے دیکھ
نہ لے۔ کیونکہ اب یہ لوگ اس کے قریب پہنچ چکے تھے۔ یہ خلائی
آدمی لڑکی کو دریا کی طرف لا رہے تھے۔ قریب آ جانے سے
لڑکی کے لمبے لمبے سانس لینے اور سسکیاں بھرنے کی آواز سنائی
دینے لگی تھی۔

یہ اس لڑکی سے کیا سلوک کرنے والے ہیں؟ عنبر نے سوچا!
اس لڑکی کی شکل صورت ہماری اپنی زمین کی لڑکیوں ایسی تھی۔
خلائی آدمیوں کے چہرے زرد نقابوں میں چھپے ہوئے تھے۔
لڑکی کے بال بکھرے تھے۔ وہ بار بار پکارنے لگی:

"مجھے چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دو۔"

عنبر کے کان کھڑے ہو گئے، لڑکی نے یہ جملے فرانسیسی زبان میں
ادا کیے تھے۔ یاخدا! یہ فرانسیسی لڑکی یہاں اس دور دراز ویران سیارے
پر کیسے پہنچ گئی؟

کلارا کی نقلی قبر

خلائی آدمی کوئی بات نہیں کر رہے تھے۔

زرد دریا کے کنارے آکر ایک خلائی آدمی نے اپنی خلائی گن سے زمین پر فائر کیا۔ نیلی شعاع زمین سے ٹکرائی تو وہاں دھماکے سے گہرا سوراخ بن گیا۔ انہوں نے لڑکی کو اس گڑھے میں زبردستی ڈال کر اوپر سے پتھر اور مٹی ڈال دی۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ لڑکی پر فائر نہ کر دیں مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ لڑکی کو گڑھے میں زندہ دفن کر کے وہ واپس چلے گئے۔ جب وہ چار مینار عمارت کی طرف دُور چلے گئے تو عنبر تیزی سے نکل کر گڑھے کی ڈھیری کے پاس گیا۔ جلدی جلدی پتھر اور زرد مٹی ہٹانے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں لڑکی کا سر نظر آگیا۔ عنبر نے فرانسیسی زبان میں لڑکی سے کہا:-

"میں تمہاری مدد کو آیا ہوں۔ گھبرانا نہیں۔ خاموش رہو بس۔"

تھوڑی ہی دیر میں عنبر نے لڑکی کو گڑھے میں سے نکال لیا اور گڑھے کو پتھروں اور زرد مٹی سے اسی طرح بھر دیا۔ لڑکی حواس باختہ ہو رہی تھی۔ اس کا جسم خوف اور دہشت سے ٹھنڈا ہو رہا تھا۔ اس نے عنبر کا بازو تھام رکھا تھا۔ وہ لڑکھڑاتی زبان میں بولی:

"مجھے یہاں سے نکال لو۔ یہ تمہیں بھی مار ڈالیں گے۔"

عنبر نے لڑکی کے خشک ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا:

"شی! کوئی بات نہ کرو۔"

عنبر نے سرگوشی میں کہا اور اسے ساتھ لے کر دریا کے کنارے کنارے واپس چل پڑا۔ لڑکی کا لباس ایک پرانی چمڑے کی پتلون اور چمڑے کی جیکٹ تھی جو مٹی سے بھری ہوئی تھی۔ اس کے بالوں میں بھی مٹی تھی۔ جسے وہ بار بار جھاڑ رہی تھی۔

زرد سونے کی ریت کا صحرائی میدان اور نیلم عقیق کی پہاڑیوں کو عبور کر کے عنبر اس لڑکی کو لے کر اس مقام پر آ گیا جہاں خلائی کمرہ تھا۔ وہ خلائی کمرے کو تعجب سے دیکھنے لگی:

عنبر نے مختصر لفظوں میں اسے بتایا کہ ایک خلائی حادثے کی وجہ سے مجھے یہاں اُترنا پڑ گیا تھا۔ وہ خلائی

کمرے کے فرش پر بیٹھ گئے۔ عنبر نے اس سے پوچھا کہ
وہ کون ہے اور ان لوگوں کے چنگل میں کیسے پھنس گئی
وہ گہرا سانس بھر کر بولی:

"میرے ساتھ عجیب ٹریجڈی ہوئی ہے۔ میرا نام کلارا
ہے۔ میں فرانس کی رہنے والی ہوں۔ میں فرانس
کے خلائی مرکز میں اسسٹنٹ کے طور پر کام کرتی تھی۔
میں نے اپنی نگرانی میں فرانس کے کئی مصنوعی سیارے
خلا میں چھوڑے تھے۔ جس وقت دنیا پر ایٹمی جنگ
شروع ہوئی میں اس وقت اپنے چیف خلا باز
کے پاس مرکز کے ایک کمرے میں بیٹھی تھی کہ ہمیں
خبر ملی کہ ایٹمی جنگ چھڑ گئی ہے اور امریکہ اور
روس ایک دوسرے پر ایٹمی میزائیل پھینک چکے
ہیں۔ ابھی وقت یہ خبر بھی ملی کہ لندن پر ایٹم بم
گرا دیا گیا ہے اور اب فرانس کے سب سے بڑے
شہر پیرس پر بھی ایٹم بم گرنے والا ہے۔ چیف خلاباز
نے کہا کہ کلارا یہ دنیا تباہ ہو رہی ہے۔ لانچنگ
پیڈ پر ایک راکٹ ہر وقت تیار کھڑا رہتا تھا۔
ہم اس راکٹ کے اوپر لگے مصنوعی سیّارے میں
داخل ہو گئے۔ ہم نے خلائی سوٹ پہن رکھے تھے۔

اور پھر راکٹ کا بٹن دبا دیا۔ راکٹ ایک دھماکے
سے اوپر اٹھا اور دیکھتے دیکھتے خلا کی طرف پرواز
کرنے لگا۔ ہم نے سکرین پر لندن کو راکھ کا ڈھیر
بنے ہوئے دیکھا۔ تباہی کا یہ منظر دیکھ کر ہمارے دل
دہل گئے۔ راکٹ چند سیکنڈوں میں خلا میں پہنچ گیا۔
زمین کی کشش کے دائرے سے نکلتے ہی راکٹ مصنوعی
سیارے سے علیحدہ ہو کر گر گیا اور ہمارے مصنوعی
سیارے نے دنیا کے گرد چکر لگانا شروع کر دیا۔
یہاں رہنا بھی خطرناک تھا۔ کیوں کہ دنیا کے گرد
پہلے ہی سے روس اور امریکہ کے جنگی مصنوعی سیارے
چکر لگا رہے تھے۔ بہت جلد یہاں بھی سٹار وار
شروع ہو گئی۔ دیکھتے دیکھتے کئی مصنوعی سیارے لیزر
شعاعوں کی زد میں آ کر دھماکے سے پھٹ گئے۔
چیف خلا باز نے اپنے تجربے کو کام میں لاتے
ہوئے مصنوعی سیارے کو زمین کے مدار سے باہر
نکالنے کی کوشش کی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ زمین
کے مدار سے تھوڑا اوپر جا کر ترچھے رُخ پر گردش
کرے گا۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ جونہی ہمارا مصنوعی
سیارہ زمین کے مدار سے نکلا وہ بے قابو ہو گیا
اور اسے کسی نامعلوم سیارے نے اپنی طرف کھینچنا

شروع کر دیا۔ چیف، نے اور میں نے مل کر مصنوعی
سیارے پر قابو پانے کی بہت کوشش کی مگر وہ
آؤٹ آف کنٹرول ہو چکا تھا۔ مصنوعی سیارے
کی رفتار خلا میں اتنی تیز ہو گئی تھی کہ دیکھتے دیکھتے
ہماری دنیا خود ایک ننھا سا سیارہ دکھائی دینے
لگی۔ پھر یہ سیارہ بھی غائب ہو گیا۔ اس کے بعد
خدا جانے کتنا وقت گذر گیا۔ چیف بوڑھا آدمی تھا
اس پر غشی طاری ہونے لگی۔ میں نے اسے آکسیجن
دی۔ لیکویڈ خوراک بھی دی مگر خلائی اثرات نے
اس کے اعصاب کو بے حد متاثر کیا تھا۔ وہ مر
گیا۔ اب میں مصنوعی سیارے میں اکیلی رہ گئی تھی۔
کئی راتیں کئی دن میری گھڑی کے حساب سے گذر
گئے۔ ہوا بند ہونے کی وجہ سے مصنوعی سیارے
کے اندر دباؤ نارمل تھا۔ ایک روز خلا میں ایک
لمبوترا راکٹ نظر آیا جس کی کھڑکیوں پر نیلی روشنی
ہو رہی تھی۔ یہ خلائی قزاقوں کا راکٹ تھا۔ انہوں
نے اپنی سکرین پر مجھے دیکھ لیا تھا۔ پھر وہ مجھے
مصنوعی سیارے میں سے نکال کر اپنے راکٹ
میں لے گئے۔ یہ لوگ خلائی قزاق ہیں۔ لیکن

خلائی سائنس میں ہم سے بہت آگے ہیں۔ ان
کا سیارہ یہاں سے ایک نوری سال کے فاصلے
پر ہے جو خلا میں بہت ہی تھوڑا فاصلہ ہوتا
ہے۔ وہاں انہوں نے میرے خون اور الیکٹرون
اور جینز کا چیک اپ کیا اور پھر اس سیارے
پر لے آئے جہاں اس وقت میں تمہارے پاس
بیٹھی ہوں۔ میں ان کی زبان نہیں سمجھتی تھی لیکن
میں نے ایک سائنس سٹوڈنٹ ہونے کی حیثیت
سے اندازہ لگا لیا کہ یہ مجھ پر کوئی بھیانک تجربہ
کرنے والے ہیں۔ یہاں چار مینار والی زرد عمارت
کے اندر ان کی لیبارٹری ہے۔ یہاں انہوں نے مجھے
سٹریچر پر باندھ دیا اور سامنے سکرین پر کوئی ٹیپ
چڑھا کر اسے دیکھنے لگے۔ میں یہ دیکھ کر دنگ رہ
گئی کہ اس سکرین پر میری لاش پڑی تھی جو زرد ہو
کر پھول گئی تھی۔ چار خلائی آدمی میری لاش میں
شیشے کی نلکیاں ڈال کر اس میں سے سونے کے رنگ
کی کوئی دوائی نکال کر ایک بوتل میں بھر رہے تھے
انہوں نے ٹیپ بند کر دی اور اپنی زبان میں
کچھ کہا پھر انہوں نے مجھے کھول دیا اور دو آدمی

لیبارٹری سے نکال کر دریا کنارے لے گئے اور
مجھے وہاں زندہ دفن کر دیا۔ اس کے بعد جو
کچھ ہوا تم دیکھ چکے ہو۔"
لڑکی خاموش ہو گئی تو عنبر نے پوچھا:
"لیبارٹری میں کون کون موجود ہے؟"
"چار خلائی قزاق ہیں جو مجھے راکٹ میں بٹھا کر
یہاں لائے تھے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اندر ایک
اور خلائی آدمی بھی ہے جس کے ساتھ یہ فون
پر بات کر لیتے تھے۔ شاید اس سے مشورہ
لے رہے تھے۔"
عنبر نے کہا:
"اس کا مطلب ہے کہ وہ تمہیں زمین میں زندہ
دفن کر کے تمہارے مرنے کا انتظار کر رہے ہیں۔"
"ہاں" لڑکی نے کہا، "میرا خیال ہے کہ وہ دو ایک
روز بعد گڑھے سے میری پھولی ہوئی لاش نکالنے
ضرور آئیں گے۔ کیوں کہ میں نے سکرین پر خود
اپنی آنکھوں سے اپنی پھولی ہوئی لاش دیکھی تھی۔
ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر ہماری دنیا کا کوئی
آدمی یہاں کی زرد زمین میں زندہ دفن کر دیا جائے

تو اس کی لاش کے ساتھ اسی زمین کے بعض
کیمیکلز اور گیسیں شامل ہو جاتی ہیں جو کوئی ایسا
محلول لاش کے اندر تیار کر دیتی ہیں جس کی ان
خلائی قزاقوں کو اشد ضرورت ہے۔"
لڑکی سائنس کی سٹوڈنٹ تھی اور فرانس کے خلائی مرکز
میں کام کر چکی تھی۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ اب سوال یہ
تھا کہ اس لڑکی کو ان خلائی موذیوں سے کیسے بچایا جائے۔
عنبر جانتا تھا کہ خلائی کمرے میں لڑکی محفوظ نہیں ہے۔ خلائی
قزاق یہاں پہنچ کر اسے ہلاک کر سکتے تھے۔ اسے یہ بھی
یقین نہیں تھا کہ ان لوگوں کی گن کی خلائی شعاع کا خود
اس کے اپنے جسم پر کیا ردعمل ہو گا۔
فرانسیسی لڑکی کلارا بھی پریشان تھی کہنے لگی:
"تمہارا نام کیا ہے اور تم یہاں کیسے آ گئے۔ تم
تو مجھے کوئی خلا باز نظر نہیں آتے۔"
عنبر نے کہا:
"میں خلا باز نہیں ہوں۔ لیکن جن لوگوں کے ساتھ
دنیا کی تباہی کے بعد خلا میں فرار ہوا تھا وہ
ضرور خلا باز تھے۔ میرے ساتھ بھی تمہارا ایسا
ہی حادثہ پیش آیا تھا اور ہم خلا میں بچھڑ گئے

اور پھر ہمارے خلائی جہاز میں سے یہ خلائی کمرہ
مجھے لے کر از خود اوپر کو شوٹ کر گیا اور میں
خلا میں بھٹکتا بھٹکتا آخر اس سیارے کی کشش
کی زد میں آ کر یہاں اتر پڑا۔ بس یہ ہے
میری داستان۔"

عنبر نے کلارا سے ماریا کیٹی اور ناگ کے بارے میں
کچھ نہ کہا۔ اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ وہ بے چاری
تو خود زندگی اور موت کی کش مکش میں پھنسی ہوئی تھی۔
اسے ماریا کیٹی ناگ سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔

کلارا ابھی تک خوف زدہ تھی۔ کہنے لگی:

"دو دن کے بعد خلائی قزاق میری لاش کو
گڑھے سے نکالنے آئیں گے۔ جب انہیں لاش
نہ ملی تو وہ میری تلاش میں نکل کھڑے ہوں
گے۔ ان کے پاس ایسے ریڈار اور دوسرے
سائنسی آلات ہیں کہ میں جہاں بھی ہوں گی وہ
میرا پتہ چلا لیں گے۔ اس طرح تم پر بھی آفت
آ جائے گی۔"

عنبر بولا: "اب تو ہم دونوں ایک ہی کشتی میں
سوار ہیں جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"

کلارا نے کہا:

"پھر بھی ہمیں ابھی سے سوچ رکھنا چاہیے کہ ہم
کہاں جائیں گے؟ کہاں چھپیں گے؟ اس سیارے
پر میرا تو خیال نہیں کہ ہم کہیں چھپ سکیں۔"

عنبر نے کلارا سے پوچھا کہ اس کی خوراک کا کیا معاملہ
ہے؟ کلارا نے کہا:

"میرے پاس خوراک کی گولیوں کی ایک ننھی شیشی
ہے یہ میں اپنے چیف کے ساتھ پیرس کے خلائی
مرکز سے لے کر چلی تھی۔ تمہارے پاس خوراک کی
گولیاں ہیں؟"

عنبر نے یونہی کہہ دیا:

"ہاں۔ میرے پاس بھی خوراک کی گولیاں ہیں۔
ایک گولی مجھے دو روز تک کھانے پینے سے
بے نیاز کر دیتی ہے۔"

عنبر نے خلائی کمرے کی دیواروں پر نگاہ ڈال کر کہا:

"یہ خلائی کمرہ دور ہی سے ہمارا پتہ بتا سکتا ہے
کہ ہم یہاں چھپے ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے ہمیں
اس کو جلا دینا چاہیے۔"

کلارا کہنے لگی:

"میرا خیال ہے کہ یہ ہمارے لیے ایک اچھا
مورچہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ اگر یہ
خلا میں سفر کر چکا ہے تو اس کی دیواریں بلٹ
پُروف ہیں اور اس پر باہر سے کسی خلائی گن
کے فائر کا بھی کوئی اثر نہیں ہوگا۔ ہم حملے کے
وقت یہاں چھپ سکتے ہیں۔"

عنبر کو کلارا کا یہ خیال پسند آیا۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی
عنبر نے خلائی کمرے کے اس پہلو پر غور ہی نہیں کیا
تھا۔ وہ بولا:

"میں تمہاری رائے سے اتفاق کرتا ہوں کلارا۔
ہم اس خلائی کمرے کو اسی طرح رکھیں گے۔"

کلارا نے کہا:

"لیکن سوال یہ ہے کہ ہمارے پاس تو کوئی خلائی
گن بھی نہیں ہے۔ ہم کس طرح خلائی قزاقوں کا
مقابلہ کر سکیں گے؟ میں تو کہتی ہوں کہ ہمیں یہاں
سے دور کسی مقام پر جا کر چھپ جانا چاہیے۔"

عنبر بولا: "ہم یہاں سے دور کسی مقام پر چلے
بھی گئے تو آخر وہاں کب تک چھپے رہیں گے؟
ایک نہ ایک روز ہمیں یہاں سے فرار ہونا ہی

ہوگا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اس لیبارٹری
کے قریب رہیں تاکہ موقع ملنے پر یہاں
سے کوئی راکٹ اڑا کر فرار ہو سکیں۔"

کلارا کے ذہن میں یہ نکتہ آگیا:

"عنبر! تم درست کہہ رہے ہو۔ اب ہمیں چاہیے کہ
ہم یہیں آس پاس بلکہ چار مینار والی لیبارٹری کے
قریب کسی جگہ زمین میں خفیہ تہہ خانہ بنا لیں
جہاں ہم چھپ کر کسی راکٹ کو اغوا کرنے کا
منصوبہ تیار کر سکیں۔"

"اچھا خیال ہے۔" عنبر نے جواب دیا۔

کلارا بھی عنبر کی طرح اس سیارے پر پہلی بار آئی تھی۔
جب عنبر اسے اپنے ساتھ خلائی کمرے کی طرف لا رہا
تھا تو وہ نیلم عقیق اور مرجان کے ٹیلے دیکھ کر دنگ
رہ گئی تھی۔ اتنے بڑے بڑے جواہرات اس نے زندگی میں
کبھی نہیں دیکھے تھے۔ عنبر نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا:

"اگر اس مخلوق کے پاس جیسا کہ تمہارا خیال ہے
کوئی ڈی ٹیکٹر کمپیوٹر ہوا تو وہ ہمارا زمین کے
اندر بھی پتہ چلا لیں گے۔"

کلارا کا چہرہ فکر مند ہو گیا۔

"یہ تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ لیکن ہم ہاتھ پر
ہاتھ رکھ کر بھی نہیں بیٹھ سکتے۔ ہو سکتا ہے
ان کے پاس ایسا کوئی ڈی ٹیکٹر نہ ہو۔ لیکن ہمیں
سوچنا اسی طرح چاہیے۔"
عنبر نے کہا:
"ایک مقولہ ہے کہ بہترین محفوظ جگہ خطرے کے
درمیان ہوتی ہے۔"
کلارا نے پوچھا:
"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"
عنبر بولا: "میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ تم اسی جگہ
آرام کرو۔ میں کیوں نہ چار مینار لیبارٹری کا
ایک چکر لگا آؤں۔ ہو سکتا ہے اس لیبارٹری
کے اندر ہی ہمیں چھپنے کو کوئی محفوظ جگہ مل
جائے۔"
کلارا کے تو خوف کے مارے ہونٹ خشک ہو گئے:
"بھئی تم بھی کمال کے آدمی ہو۔ بھلا دشمن کے گھر
میں بیٹھ کر ہم کیسے محفوظ ہوں گے؟"
عنبر ہنس کر بولا:
"یہ تم نہیں جانتی ہو کلارا۔ مگر میں اس قسم کے

ہزاروں تجربوں میں سے گذر چکا تھا۔"
"ہزاروں تجربے؟" کلارا نے چونک کر سوال کیا۔
"کیا تمہاری عمر ایک ہزار سال ہے؟"
عنبر مسکرایا: "ایک ہزار سال بھلا میری عمر کیسے
ہو سکتی ہے۔ میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ میں اس
قسم کے کتنے ہی تجربوں سے گذر چکا ہوں"
کلارا نے مطمئن سی ہو کر دیوار سے ٹیک لگا دی
پھر بولی:
"لیکن میں تمہیں خلائی قزاقوں کی لیبارٹری میں جانے
کا مشورہ نہیں دوں گی۔ یہ بڑے سنگ دل لوگ
ہیں۔ انسان کی جان کی ان کے نزدیک کوئی قیمت
نہیں ہے۔ وہ چیونٹی کی طرح انسان کو مسل کر
رکھ دیتے ہیں۔"
عنبر کہنے لگا:
"ابھی رات کا اندھیرا ہے۔ اسی اندھیرے سے
فائدہ اٹھا کر میں لیبارٹری کا ایک جائزہ لے
سکتا ہوں۔ پرسوں تو وہ ہماری تلاش میں نکل
کھڑے ہوں گے جب گڑھے میں انہیں تمہاری
لاش نہیں ملے گی۔ اس لیے میری بات مان لو

اور مجھے جانے دو۔ میں صبح تک واپس آ جاؤں گا
تم اسی کمرے میں چھپی رہو۔"

کلارا کو خلائی کمرے میں چھوڑ کر عنبر چار مینار والی خلائی
لیبارٹری کی طرف چل پڑا۔ کلارا کو عنبر نے اپنی خفیہ اور
غیر معمولی طاقت کے بارے میں بھی ابھی تک نہیں
بتایا تھا۔

رات کے اندھیرے میں نیلم اور عقیق کے ٹیلوں کی
دھیمی چمک گھلی ہوئی تھی۔ عنبر بہت تیز تیز چل رہا
تھا۔ تھکان تو اسے ہوتی نہیں تھی۔ اس نے قیمتی پتھروں
کا میدان اور پھر سونے کے ذروں والا صحرا بھی عبور کر لیا
اور زرد دریا کے کنارے آ گیا۔

دریا کے ساتھ ساتھ چلتا وہ چار مینار لیبارٹری کے
عقب میں پہنچ گیا۔ راکٹ اسی طرح اپنی جگہ پر کھڑا تھا۔
مشکل یہ تھی کہ چار مینار خلائی لیبارٹری کے اندر جانے
کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ دیوار میں ایک خفیہ دروازہ راکٹ
کی جانب تھا مگر وہاں راکٹ کھڑا تھا اور عین ممکن تھا کہ
راکٹ کے اندر کوئی پہرے دار بیٹھا ہوا ہو۔ یہی وجہ تھی
کہ وہ اس طرف سے بچتا ہوا خلائی لیبارٹری کی دوسری
طرف نکل آیا۔

یہاں کافی اندھیرا تھا۔ نیلم کی پہاڑیوں کی روشنی یہاں
تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ یہ بات عنبر کے حق میں جاتی
تھی۔ وہ پیچھے کی جانب سے دبے پاؤں چلتا خلائی
لیبارٹری کی گول دیوار کے پاس آ گیا۔ کم بخت یہاں
نہ تو کوئی کھڑکی تھی، نہ دروازہ اور نہ روشن دان۔
ایک بند مقبرہ سا بنا ہوا تھا اور اوپر چار لمبوترے
مینار کھڑے تھے جن پر کہیں بھی روشنی نہیں ہو
رہی تھی۔

عنبر کو اچانک یہاں باتیں کرنے کی بہت ہلکی
آواز سنائی دی۔ اس نے دیوار کے ساتھ کان لگا دیئے
اندر سے کسی کی بلند آواز آئی:

"تجربہ ناکام ہوا تو ہمیں تمہیں زمین میں دفن
کرنا ہو گا۔ سن لیا بڈھے تم نے؟"

اس کے بعد کچھ دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ کسی
کی جوابی آواز سنائی نہ دی۔ اس جملے سے عنبر نے یہ
نتیجہ نکالا کہ خلائی لیبارٹری میں کوئی ایسا بوڑھا آدمی
بھی موجود ہے جس کو کلارا کے تجربے میں ناکامی کے بعد
یہ لوگ ہلاک کرنے کا پروگرام بنائے ہوئے ہیں۔

یہ بوڑھا کون تھا؟ عنبر نے سوچا۔ کلارا نے عنبر کو

بتایا تھا کہ خلائی قزاق لیبارٹری میں کسی شخص سے
فون پر بات کرتے رہے تھے۔ کیا اس آدمی کو بھی یہ خلائی
قزاق زمین کے مدار سے پکڑ کر لائے ہیں کہیں ایسی
بات تو نہیں کہ یہ بھی کوئی گمشدہ خلا باز ہو؟ کیونکہ
ہماری زمین پر ایٹمی جنگ سے پہلے دو چار ایسے حادثے
ہو چکے تھے کہ خلا باز اپنا خلائی جہاز لے کر زمین
کے مدار میں گئے۔ انہوں نے سیٹلائیٹ چھوڑا اور خلائی
تجربوں میں مصروف ہو گئے پھر کسی ٹیکنیکل خرابی کی وجہ
سے ان کا خلائی جہاز زمین کے مدار سے نکل گیا اور
وہ خلا میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گم ہو گئے۔ جس طرح
کہ کلارا کا خلائی جہاز مدار سے بھٹک کر گم ہو گیا تھا
اور پھر اس جہاز میں ایک ہی خلا باز زندہ رہ گیا ہو
اور خلائی قزاقوں کے ہتھے چڑھ گیا ہو۔ خلائی قزاق اسے
لیبارٹری میں لے آئے ہوں۔

عنبر کا یہ قیاس ہی تھا۔

لیبارٹری کے اندر سے پھر ایک آواز بلند ہوئی:

"اسے اپنے ساتھ لے چلو۔ یہاں اسے نہیں
چھوڑنا۔ دو دن بعد لاش نکالنے آئیں گے تو
اس بڈھے کو بھی ساتھ لیتے آئیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔"

کسی دوسرے خلائی قزاق نے کہا:

عنبر کو بھاری قدموں کی آوازیں دور جاتی سنائی دیں۔
وہ بھاگ کر لیبارٹری کے راکٹ والے احاطے کی طرف
آگیا اور زرد پتھروں کی ایک ڈھیری کے پیچھے چھپ
کر لیٹ گیا۔ چند لمحوں بعد گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ
گول دیوار والا خفیہ دروازہ کھل گیا۔ اندر سے وہی چار
خلائی آدمی باہر نکلے۔ ان کے ساتھ ایک لمبی ڈاڑھی اور
سر کے لمبے بالوں والا ایک بوڑھا آدمی بھی تھا۔ اس
بوڑھے نے لمبا لبادہ پہن رکھا تھا اور خلائی آدمی
اسے بازوؤں سے پکڑ کر راکٹ کی طرف لے گئے۔
سب سے پہلے انہوں نے اسی بڈھے کو راکٹ میں
سوار کرایا۔ اس کے بعد دو خلائی آدمی داخل ہو گئے۔
دو باہر رہ گئے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے
سے کہا:

"تمہیں لڑکی کی قبر اور لیبارٹری کی حفاظت
کے لیے چھوڑے جا رہا ہوں خیال رکھنا ہم
پرسوں رات کو واپس آ جائیں گے۔ اسی رات
گڑھے میں سے لڑکی کی لاش نکال کر تجربے

کے لیے لیبارٹری میں لے جائی جائے گی"۔

اتنا کہہ کر تیسرا خلائی آدمی بھی راکٹ میں سوار ہوگیا۔ جو خلائی آدمی پیچھے رہ گیا تھا وہ تیزی سے لیبارٹری کی دیوار کے پاس آ گیا۔ راکٹ میں سے لٹو کی گھوکر ایسی آواز نکلی اور وہ اُوپر اُٹھ کر خلا کی تاریکیوں میں گم ہوگیا۔

یہ سب کچھ عنبر کی نگاہوں کے سامنے ہوا تھا۔ اس اکیلے خلائی آدمی سے تو وہ نمٹ سکتا تھا۔ اس کے بعد وہ اور کلارا بڑی آسانی اور آرام سے لیبارٹری کی تلاشی لے سکتے تھے۔ خلائی آدمی نے جب دیکھا کہ راکٹ خلاء میں غائب ہو چکا ہے تو وہ لیبارٹری کے اندر چلا گیا۔ اندر سے اس نے خفیہ بٹن دبا کر دروازہ بند کر دیا۔

اب عنبر سوچنے لگا کہ اس خلائی آدمی سے کیسے چھٹکارا حاصل کیا جائے؟ جب سے ان کا خلا کا سفر شروع ہوا تھا عنبر پر خلائی تابکاری اور خلائی گنوں کی شعاعوں کا مختلف اثر ہوا تھا۔ کسی پر حملہ کرنے سے پہلے اسے یہی خیال پریشان کرتا کہ اس کی خلائی گن کی شعاع کہیں اسے پتھر نہ بنا دے، کیوں کہ یہ بالکل ہی دوسری دنیا تھی۔ کائنات کے خلاؤں کی دنیا تھی۔ ہر قسم کے

اثرات، تابکاری اور شعاعی رد عمل ہوتا رہتا تھا۔ خدا جانے کس قسم کی شعاع کا اس کے جسم پر کیا اثر کرے؟

لیکن اس کے باوجود عنبر نے ہر جگہ اپنے قدم آگے ہی بڑھائے تھے۔ کسی جگہ بھی خوف زدہ نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ یہاں بھی اس نے ایک ترکیب ذہن میں سوچی اور ریت کی ڈھیری کے پیچھے سے نکل کر بھاگ کر لیبارٹری کی گول زرد عمارت کے پاس آیا۔ دیوار میں وہ بٹن تلاش کر لیا جس کو دبا کر دروازہ کھلتا تھا۔

آہستہ سے بٹن دبایا اور بھاگ کر واپس ریت کی ڈھیری کے پیچھے جا چھپا۔ بٹن دبانے سے ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ دروازہ کھل گیا۔ تین سیکنڈ بھی نہ گزرے ہوں گے کہ خلائی آدمی دوڑتا ہوا دروازے میں آیا اور حیرانی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ وہ پریشان تھا کہ دروازہ کس نے کھولا ہے اور جب کسی نے بھی دروازہ کھولا ہے وہ خود کہاں ہے؟ اسے معلوم تھا کہ سوائے اس کے اپنے آدمیوں کے دوسرا کوئی بھی خفیہ دروازہ نہیں کھول سکتا۔ اس نے بلند آواز میں کسی کا نام لے کر پکارا۔ وہ کسی اپنے خلائی ساتھی کو آواز دے رہا تھا لیکن وہاں اس کا کوئی ساتھی ہوتا تو جواب دیتا۔

جب کسی جانب سے جواب نہ ملا تو خلائی آدمی جو کسی

ہو گیا۔ اس نے خلائی گن ہاتھ میں پکڑ لی۔ اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا جس طرف کلارا کی قبر تھی اس طرف چلنے لگا۔ شاید اس کے ذہن میں یہ خیال تھا کہ جس لڑکی کو انہوں نے گڑھے میں زندہ دفن کر دیا تھا وہ کسی طریقے سے باہر نکل آئی ہے اور اسی نے دروازے کا بٹن دبا دیا ہے۔

عنبر بھی ریت کی ڈھیری کی اوٹ سے نکل کر دوسری طرف سے رینگتا ہوا کلارا کی قبر کی طرف بڑھا۔

○

خلائی قزاق

سنسان خلائی رات نیم روشن تھی۔

عنبر خلائی آدمی سے بیس قدم کے فاصلے پر ریت پر پیٹ کے بل لیٹا اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے جھک کر کلارا کی نقلی قبر کو دیکھا۔ ہاتھ سے دو تین پتھر ادھر اُدھر کیے۔ پھر جلدی جلدی قبر کھودنی شروع کر دی۔ فوراً ہی اسے پتہ چل گیا کہ گڑھے میں کلارا کی لاش نہیں ہے۔ وہ بھاگ گئی ہے۔ خلائی آدمی گھبرا کر واپس لیبارٹری کی طرف دوڑا۔ شاید وہ اپنے دوسرے سیارے پر خلائی قزاقوں کو سگنل پر اطلاع دینا چاہتا تھا کہ قبر سے لاش غائب ہے۔

یہ بات عنبر کے لیے خطرناک تھی۔ کیوں کہ یہ پیغام وصول ہونے کے بعد خلائی قزاقوں کا وہاں پہنچ جانا لازمی تھا۔ اس طرح سے عنبر کو لیبارٹری کی تلاشی کے لیے دو دن نہیں مل سکتے تھے اور لیبارٹری کی تلاشی سے ممکن تھا کہ

اسے اپنے فائدے کی کوئی چیز مل جاتی جس کی مدد سے
وہ کلارا کو لے کر اس منحوس سیارے سے فرار ہو سکتا۔
عنبر کے لیے اب اس خلائی قزاق پر حملہ کرنا ضروری ہو
گیا تھا۔ عنبر نے منہ دریا کی طرف کر کے ایک عجیب سی
کسی جانور کی آواز نکالی اور وہیں منہ نیچے کر لیا۔

خلائی قزاق دوڑتے دوڑتے ایک دم رک گیا۔

پیچھے مڑ کر اس نے خلائی گن کا فائر داغ دیا۔ مشین کی
آواز کے ساتھ گن کی نیلی شعاع ایک ہلکے سے دھماکے کے
ساتھ دریا کی طرف ریت کے ٹیلے سے ٹکرائی۔ وہاں نیم
روشن رات میں غبار سا بلند ہوا۔ خلائی قزاق دریا کی طرف
چلنے لگا۔ وہ ذرا آگے کو جھکا ہوا چل رہا تھا۔ جب وہ
عنبر سے پانچ چھ قدموں کے فاصلے پر سے آگے نکل گیا تو
عنبر نے اس پر بے اختیار چھلانگ لگا دی۔ وہ ہڑبڑا کر
پیچھے ہٹا۔ مگر عنبر کے بوجھ کی وجہ سے وہیں گر پڑا۔ اس
کا خلائی گن والا ہاتھ اوپر کو اٹھا، لیکن اسے تو عنبر
پہلے ہی قابو کر چکا تھا۔ مگر خدا جانے اس خلائی قزاق
میں اتنی طاقت کہاں سے آ گئی تھی کہ اس نے خلائی
گن کے گرنے سے پہلے عنبر پر فائر کر دیا۔ نیلی شعاع
عنبر کے جسم سے ٹکرائی اور دوسری طرف سے نکل گئی۔

عنبر نے اپنے جسم کو دیکھا۔ عنبر کے پیٹ میں ایک سوراخ
ہو گیا تھا۔

خلائی قزاق نے دوسرا فائر کرنے کے لیے زمین پر سے
خلائی گن اٹھانی چاہی تو عنبر نے اس کی گردن پر ایک
بھرپور ہاتھ مارا۔ وہ عنبر کے ہاتھ کی تاب نہ لا سکا۔
اور منہ کے بل اس طرح گرا کر پھر نہ اٹھ سکا۔ اس کی
گردن کی ہڈی کے شاید تین ٹکڑے ہو گئے تھے۔ عنبر کو
یقین نہیں تھا کہ خلائی قزاق اتنی جلدی مر جائے گا۔
اس نے اس کی لاش کو کھینچ کر لیبارٹری کے اندر لے
جا کر ڈال دیا۔

لیبارٹری میں دودھ ایسی روشنی ہو رہی تھی۔ خوبصورت
صاف ستھرا سفید فرش چمک رہا تھا۔ اونچی گنبد نما چھت
میں ستارے جڑے ہوئے تھے جو ہلکی روشنی دے رہے
تھے۔ سنگ مرمر ایسی سفید دیواروں کے ساتھ شیشے اور ایلومینیم
کی الماریاں لگی تھیں جن میں قسم قسم کے آلات، مہریں،
نلکیاں، بوتلیں اور کمپیوٹر رکھے تھے۔ بیچ میں سنگ مرمر کی
ایک میز رکھی تھی جس کے اوپر شیشے کا فانوس
لٹک رہا تھا۔

عنبر نے سوچا کر کیوں نہ اس خلائی قزاق کا لباس خود

پہن لے۔ کیوں کہ یہ خلائی لباس ایسا تھا کہ اس میں
خلا باز کا پورا منہ زرد نقاب میں چھپا رہتا تھا۔ چنانچہ
عنبر نے اپنے کپڑے اتار کر خلائی قزاق کو پہنائے اور
اس کی زرد خلائی وردی خود پہن لی اور اپنی پیٹی کے
ساتھ خلائی گن اُڑس لی۔

اب اس نے خلائی قزاق کی لاش کو اٹھا کر کاندھے
پر ڈالا۔ لیبارٹری سے باہر نکل کر بٹن دبا کر دروازہ بند کیا
اور سیدھا زرد دریا پر پہنچ کر لاش کو دریا میں پھینک دیا۔
رات کے اندھیرے میں دریا کی زرد لہریں خلائی قزاق کی
لاش کو لے کر آگے بڑھ گئیں۔

عنبر وہاں سے سیدھا کلارا کی طرف دوڑا۔ ابھی رات
ہی تھی، لگتا تھا کہ رات اس سیارے پر بھی بڑی لمبی تھی
خلائی کمرے کا دروازہ بند تھا۔ کلارا شاید اندر سو رہی تھی۔ عنبر
نے دروازے پر دستک دی۔

اندر سے آواز آئی: "کون ہے؟"

عنبر نے کوئی جواب نہ دیا۔ کلارا نے جلدی سے دروازہ
کھول دیا۔ کیونکہ اسے تو یقین تھا کہ سوائے میرے اور کوئی
نہیں ہو سکتا تھا۔ جونہی اس کی نظر اپنے سامنے خلائی
قزاق پر پڑی، تو وہ چیخ مار کر ایک طرف کو بھاگی۔

عنبر خلائی قزاق کے زرد لباس میں تھا اس لیے کلارا
ڈر کر بھاگ اٹھی۔

عنبر نے فوراً ہی پیچھے سے آواز دی:

"کلارا! یہ میں ہوں عنبر۔ واپس آ جاؤ۔"

کلارا اگرچہ رک گئی۔ مگر پھر بھی وہ وہیں کھڑی ٹکٹک
کی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ عنبر اس کے پاس چلا گیا۔ وہ
دوبارہ بھاگنے لگی تھی کہ عنبر نے چھلانگ لگا کر اسے
دبوچ لیا۔

"کلارا یہ میں ہوں عنبر۔"

اور پھر عنبر نے اسے ساری کہانی سنائی، کلارا بڑی خوش
ہوئی کہ عنبر نے ایک خلائی قزاق کو جان سے مار دیا اور
اس کی وردی خود پہن لی۔

"یہ ہمیں بہت فائدہ پہنچائے گی عنبر! چلو اب
ہم لیبارٹری کو چل کر دیکھتے ہیں۔"

وہ دونوں لیبارٹری والی عمارت کی طرف روانہ ہو گئے۔
عنبر نے کلارا سے پوچھا کہ اس نے تو لیبارٹری کو پہلے بھی
دیکھا ہو گا۔

کلارا نے کہا:

"میں تو نیم بے ہوش اور گھبراہٹ میں وہاں آئی

تھی۔ ہاں اتنا یاد ہے کہ اندر سنگ مرمر کی میز
اور شیشے کی الماریاں تھیں۔"

"ہاں۔ میں نے بھی یہی کچھ دیکھا ہے۔"

پھر عنبر نے کلارا سے پوچھا:

"یہ جو بڈھا سائنس دان ہے یہ کون ہے؟ اور
خلائی قزاق اسے تمہاری جگہ اپنے تجربے کی
ناکامی کے بعد کیوں استعمال کرنا چاہتے ہیں؟
کیا اس کا تعلق بھی کہیں ہماری زمین سے تو
نہیں ہے؟"

کلارا نے کہا:

"میری اس بوڑھے سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ میں
جب لیبارٹری میں لائی گئی تھی تو خلائی قزاق نے
اس کے ساتھ فون پر ہی بات کی تھی اب تم
نے بتایا ہے تو میں بھی سوچتی ہوں کہ ہو سکتا ہے
یہ بھی کوئی بھٹکا ہوا خلا باز ہو۔"

عنبر بولا: "میرا بھی دل یہی گواہی دیتا ہے۔ بہرحال
اب جو معاملہ پیش آئے گا اس کے مطابق ہی
کوئی فیصلہ کریں گے۔"

اسی طرح چلتے ہوئے عنبر اور کلارا چار مینار لیبارٹری

والی عمارت کے پاس پہنچ گئے۔ عنبر نے آگے بڑھ کر دیوار
میں لگا خفیہ بٹن دبا دیا۔ دروازہ کھل گیا۔ دونوں لیبارٹری
میں داخل ہو گئے اور دروازہ پیچھے بند کر دیا۔

کلارا ایک ایک چیز کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

"عنبر! یہ لوگ خلائی ٹیکنالوجی میں ہم سے بہت آگے
ہیں۔ ایسے ایسے آلات اور سپیئر پارٹس اور کمپیوٹروں
کے فارمولے یہاں دیکھ رہی ہوں کہ میں نے پہلے
کبھی نہیں دیکھے تھے۔ میری سمجھ میں ہی نہیں آ رہے
حالانکہ میں خلائی سائنس کی سٹوڈنٹ رہ چکی ہوں۔"

عنبر بھی لیبارٹری میں گھوم پھر کر چیزوں کو الٹ پلٹ
کر دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک شے اٹھا کر دیکھتا اور پھر
وہیں رکھ دیتا۔

اچانک عنبر کو اپنے پیٹ کے سوراخ کا خیال آیا
جو خلائی قزاق کی گن فائر کرنے سے پڑ گیا تھا۔ اب
تو عنبر کے جسم پر وردی فٹ تھی۔ پھر بھی عنبر نے اپنے
پیٹ پر فائر والی جگہ پر انگلی رکھی تو اسے محسوس ہوا کہ
اس کے پیٹ کا سوراخ موجود ہے۔

وہ تھوڑا پریشان ہوا۔ کیوں کہ اس سوراخ کو بند ہو
جانا چاہیے تھا۔ لیکن خدا جانے شعاع کا کیا ردعمل ہوا

تھا اس کے جسم سے ٹکرانے کے بعد۔ کلارا نے اس
کی طرف دیکھ کر کہا:
"یہ تم اپنے پیٹ کو انگلی سے کیوں دبا رہے ہو؟"
عنبر نے مسکرا کر کہا:
"کچھ نہیں۔ ہلکا سا درد ہو رہا تھا۔"
"لاؤ میں دیکھوں۔ میں درد کا علاج مالش کرنے
سے کر لیتی ہوں۔"
عنبر نے جلدی سے اسے ہاتھ کے اشارے سے روکتے
ہوئے کہا:
"نہیں نہیں کلارا۔ تھینک یو۔ میں اب بالکل ٹھیک
ہوں۔ اب کوئی درد نہیں ہے۔"
کلارا بھی مسکرانے لگی۔
اس وقت دونوں لیبارٹری کے کونے والی الماری میں
رکھے مختلف کمپیوٹروں کو حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ یہ کمپیوٹر
عجیب و غریب قسم کے تھے اور ان پر ہندسوں کی جگہ
تکونی شکلیں سی ابھری ہوئی تھیں۔ کلارا نے ایک کمپیوٹر کو
اپنی جگہ سے تھوڑا سا ہلایا تو جیسے دیوار میں کسی خفیہ
گراری کے گھومنے کی آواز آنے لگی،
گھرر گھرر گھرر۔

کلارا اور عنبر نے ایک دوسرے کو تعجب سے دیکھا۔
پھر کونے میں اپنے آپ فرش کی ایک سل ایک طرف
کو ہٹ گئی۔
عنبر نے کہا:
"نیچے۔ نیچے بھی کچھ ہے کلارا۔ چلو نیچے چل
کر دیکھتے ہیں۔"
عنبر نیچے اترنے لگا تو کلارا نے اسے پیچھے کھینچ لیا:
"عنبر! ٹھہرو۔ پہلے یہ دیکھ لوں کہ تہہ خانے کا
دروازہ یہاں سے بند ہو کر کھلتا ہے کہ اندر سے۔"
کلارا نے کمپیوٹر کو دوبارہ دوسری طرف کھسکایا تو سل
واپس فرش پر اپنی جگہ پر آ گئی۔
"اس کا مطلب ہے کہ ہمیں دروازہ باہر ہی سے
آ کر بند کرنا ہو گا۔ اگر اندر سے بند ہوتا تو ہم
اندر ہی قید ہو جاتے کیونکہ اسے دوبارہ کھولنے کے
بٹن کا ہمیں کچھ پتہ نہیں ہے۔"
"کلارا تم واقعی سائنس کی سٹوڈنٹ ہو۔"
عنبر نے مسکرا کر کہا اور وہ دونوں زینہ اتر گئے۔
نیچے ایک نیچی چھت اور محرابی ستونوں والا ایک کھلا
کمرہ تھا جہاں دیوار کے ساتھ ایلومینیم کی ایک چوکور الماری

رکھی تھی۔ اس الماری پر شیشے کا فریم چڑھا ہوا تھا سامنے
والی دیوار پر ایک گول سکرین لگی تھی۔ یہ سکرین دیوار کے
پتھر پر ہی بنی ہوئی تھی۔

اس کے علاوہ وہاں ایک سفید پتھر کی میز اور چار
پتھر کی پرانے طرز کی کرسیاں پڑی تھیں۔ دیوار پر جہاں
سکرین بنی تھی اس کے اوپر ایک عجیب قسم کی گھڑی لگی
تھی جس کی کئی ایک لال پیلی سوئیاں تھیں۔ کلارا اور
عنبر بڑی دلچسپی سے ایک ایک چیز کا جائزہ لینے لگے
عنبر ایلومونیم کی شیشے کے فریم والی الماری کے قریب آیا
دیکھا کہ الماری میں چار شیلف بنے تھے۔ ہر شیلف میں
وڈیو کیسٹ قسم کے پلاسٹک کے کیسٹ ایک دوسرے کے
ساتھ لگے ہوئے تھے۔

عنبر نے کہا:

"کلارا – یہ وڈیو کیسٹ معلوم ہوتے ہیں۔"

کلارا نے انہیں جھک کر دیکھا اور بولی:

"ہاں یہ وڈیو کیسٹ ہی ہیں۔ مگر یہاں ٹی وی اور
وی سی آر کہیں نظر نہیں آ رہا۔"

عنبر نے پوچھا:

"یہ وڈیو کیسٹ کس قسم کے ہوں گے۔ کس کے

ہوں گے کلارا— ظاہر ہے یہاں انڈین یا پاکستانی
فلموں کے کیسٹ تو نہیں ہو سکتے۔"

کلارا کہنے لگی:

"ہو سکتا ہے ان کے خلائی تجربوں کے کیسٹ ہوں
اور یہاں لیبارٹری میں اسے سامنے والی سکرین
پر دیکھا جاتا ہو۔"

"ہوں۔" عنبر بولا۔ "لیکن یہ لوگ دیکھتے کیسے ہیں؟
یہاں تو وی سی آر بھی نہیں ہے۔"

کلارا نے کہا:

"ہو سکتا ہے وی سی آر ساتھ لے آتے ہوں۔"

ایک طرف دیوار میں فون لگا تھا۔

کلارا نے کہا:

"معلوم ہوتا ہے یہاں بوڑھا بیٹھتا ہو گا۔ کیونکہ
یہاں فون بھی لگا ہے اور لیبارٹری میں اس
روز خلائی قزاق اسی کمرے میں بوڑھے کو فون
کر رہا تھا۔"

عنبر نے کہا:

"ارے بابا! ہمیں ان وڈیو کیسٹوں سے کیا لینا
ہے۔ ہمیں تو کوئی ایسی چیز چاہیے کہ جو ہمیں

یہاں سے فرار کروانے میں ہماری مدد کرسکے:

کلارا کرسی پر بیٹھ گئی:

"عنبر! ان لوگوں نے یہاں کوئی راکٹ بھی نہیں رکھا۔ ان کے راکٹ دوسرے سیارے پر ہوتے ہیں۔ وہاں میں کئی راکٹ دیکھ چکی ہوں۔"

"اب وہاں کیسے جایا جائے؟" عنبر نے کہا: "بہرحال اب لگتا ہے کہ ہمیں راکٹ اغوا کرنے کے لیے دوسرے سیارے پر ہی جانا پڑے گا:"

پھر وہ کلارا کے قریب دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی کہنی میز کے کنارے پر رکھ دی اور کہا:

"کلارا! ایک بات ہو سکتی ہے۔ جس راکٹ میں خلائی قزاق یہاں آئیں ہم اسی راکٹ پر قبضہ کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔"

"اچھا خیال ہے۔" کلارا نے کہا: "لیکن یہ لوگ اتنے احمق نہیں ہیں۔ میں تو حیران ہوں کہ تم نے خلائی قزاق کو کیسے ہلاک کر دیا۔ یہ لوگ تو بڑے چوکس، ہوشیار ہیں اور ان کے خلائی گن کے وار سے کبھی کوئی نہیں بچا۔ میں ان کے سیارے پر ان کو دشمن سے لڑتے دیکھ چکی ہوں۔"

عنبر نے کہا:

"بس۔ میری قسمت اچھی تھی کہ بچ گیا۔ اس کو فائر کرنے کا میں نے موقع ہی نہیں دیا۔ پتھر اٹھا کر اوپر سے اس کے سر پر ایسا مارا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اگر گن فائر کر دیتا تو میں کہاں زندہ ہوتا اس وقت۔"

اس وقت بھی عنبر کو احساس تھا کہ اس کے پیٹ میں خلائی قزاق کی گن فائر سے سوراخ ہو چکا ہے۔ اس نے کلارا کی آنکھ بچا کر اپنے پیٹ پر انگلی پھیری کہ شاید سوراخ بند ہو گیا ہو مگر سوراخ اسی طرح موجود تھا۔

اچانک اس کی کہنی میز پر سے پھسل گئی اور میز کا اوپر والا ٹکڑا ایک طرف سے نیچے ہو کر دوبارہ اوپر آ گیا۔ کلارا اور عنبر میز کی سطح کو دیکھ کر دنگ سے ہو کر رہ گئے۔ کیونکہ میز کی سطح جب نیچے سے گھوم کر اوپر آئی تھی تو اب وہاں ایک ایلومونیم کا چمکتا ہوا ایک چھوٹا سا وی سی آر قسم کا ڈبہ پڑا تھا۔ جو میز کی سطح سے جڑا ہوا تھا۔

"عنبر! یہ تو وی سی آر ہے۔ میرا خیال ہے کہ

اسی وی سی آر پر یہ لوگ تجرباتی وڈیو ٹیپ
دیکھتے ہوں گے۔"
عنبر نے کچھ سوچ کر کہا:
"اگر یہ بات ہے تو پھر اسے میز کے نیچے
چھپا کر رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔"
کلارا شیشے کی الماری والے شیلف کی طرف بڑھ کر بولی:
"اس میں پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں،
ابھی ایک وڈیو ٹیپ لگا کر دیکھ لیتے ہیں کہ یہ
کس قسم کی فلم ہے۔"
الماری آٹومیٹک تالے سے بند تھی۔
لیکن عنبر کے لیے اسے کھولنا کوئی مشکل بات نہیں
تھی۔ اس نے الماری کے شیشے کو ایک طرف سے پکڑ کر
ذرا سا کھینچا۔ شیشے کا دروازہ کھل گیا۔ کلارا عنبر کی طرف
حیرانی سے دیکھنے لگی:
"تمہارے پاس کوئی خفیہ طلسم ہے کیا عنبر؟ یہ
آٹومیٹک لاک تو کبھی نہیں کھل سکتا؟"
عنبر مسکرا کر بولا:
"میں نے اپنی زمین پر ایک تالا کھولنے والے
کی شاگردی کی تھی۔ یہ گُر اسی نے
مجھے بتایا تھا۔"

کلارا الماری کھول کر شیلف میں سے وڈیو ٹیپ نکال
کر دیکھتی ہوئی بولی:
"عنبر بھائی! یہ گُر مجھے بھی سکھا دو۔ بڑے کام
آئے گا میرے۔"
عنبر نے مذاق کرتے ہوئے کہا:
"کیا واپس زمین پر جا کر لوگوں کی تجوریاں کھولنے
کا پروگرام بنا رہی ہو کلارا؟"
کلارا بولی: "اپنی زمین پر تو ایٹمی جنگ نے سب
کو تباہ کر دیا ہو گا۔ وہاں تو کچھ بھی نہیں بچا
ہو گا۔ نہ میرا گھر نہ میرے ماں باپ۔"
اور کلارا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔
عنبر نے یونہی اسے حوصلہ دینے کے لیے کہا:
"ارے نہیں بہن کلارا۔ زمین پر اتنی تباہی نہیں
مچی تھی۔ فرانس تو کہتے ہیں کہ بچ گیا ہے۔"
"سچ" کلارا نے خوش ہو کر کہا: "کیا فرانس پر
ایٹم بم نہیں گرا؟ مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ فرانس
تو یورپی ممالک کے پیکٹ میں شامل تھا۔"
عنبر نے کہا:
"ارے چھوڑو ان باتوں کو۔ میں نے جو کہا کہ

فرانس میں کچھ نہیں ہوا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ یہ
وڈیو ٹیپ کیسے ہیں۔"

کلارا کے ہاتھ میں دو تین وڈیو ٹیپ تھے جو چھوٹے
پاکٹ بک سائز کے تھے۔ ان کے باہر خلائی زبان میں
کچھ لکھا تھا۔ عنبر چونکہ دنیا کی ہر زبان پڑھ لیتا تھا۔
سمجھ لیتا تھا اور بول لیتا تھا اس لیے اس نے وڈیو
ٹیپ اپنے ہاتھ میں لے لیے اور بولا:

"میں نے خلائی زبان کا چھوٹا سا کورس پورا کیا
تھا پاکستان کے ایک اسکول میں۔"

کلارا نے حیرانی سے کہا:

"کیا پاکستان میں خلائی زبان بھی سکھائی جاتی ہے؟"

"کیوں نہیں۔ میں نے باقاعدہ ایک سال کا کورس
کیا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ دیکھو۔ میں یہ
خلائی تحریر پڑھ سکتا ہوں۔"

"کیا لکھا ہے اس ٹیپ پر؟" کلارا نے ایک ٹیپ
پر انگلی رکھ کر کہا:

عنبر نے ٹیپ پر جو کچھ لکھا ہوا تھا وہ پڑھ لیا
تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہاں جو کچھ لکھا ہے وہ کس
حد تک درست ہو سکتا ہے۔ اور اگر درست ہے تو پھر

ان لوگوں نے یہ وڈیو ٹیپ کس مقصد کے لیے یہاں
رکھے ہوئے ہیں۔

"کیا لکھا ہے عنبر؟" کلارا نے دوبارا پوچھا: "تم کیا
سوچ رہے ہو۔ بتاتے کیوں نہیں؟"

عنبر نے کہا:

"اس ٹیپ پر لکھا ہے۔ یونان۔ ۵۰۰ قبل مسیح۔"

"کیا مطلب؟" کلارا نے آنکھیں پھیلا کر پوچھا۔

عنبر سب کچھ سمجھ گیا تھا۔ یہ وڈیو ٹیپ اصل میں
تاریخ کے بعض پرانے زمانے کے واقعات کا ریکارڈ تھا۔
ان وڈیو ٹیپوں میں پرانے زمانے کے واقعات کے عکس کو
بند کر دیا گیا تھا۔ یہ عکس محض فلم نہیں تھی بلکہ سارے
کے سارے واقعات اور ان واقعات کے کردار زندہ
تھے۔ جیتے جاگتے تھے۔ دوسری ٹیپ پر "مصر ۱۵۰۰ قبل مسیح
لکھا تھا۔ کسی ٹیپ پر جنگِ عظیم دوئم ۱۹۴۵ء اور کسی
پر آخری ایٹمی جنگ ۱۹۸۶ء لکھا تھا۔ عنبر نے وڈیو ٹیپ
کلارا کو دیتے ہوئے کہا:

"میرا خیال ہے یہ پرانے زمانے کے واقعات کی
فلمیں ہیں۔"

"فلمیں؟" کلارا مزید حیران ہو کر بولی: "انھوں نے ان

سیارے پر بیٹھ کر یہ آج سے ہزاروں برس
پرانے زمانے کی فلمیں کیسے تیار کر لیں ؟"
عنبر نے مسکرا کر کہا :
"کلارا خلائی سائنس کی سٹوڈنٹس تم ہو اور پرابلم
مجھے حل کرنی پڑ رہی ہے ۔"
"کون سی پرابلم ؟"
عنبر بولا : "یہی وڈیو ٹیپوں کی پرابلم ۔ سنو ۔ یہ تو
تم جانتی ہی ہو کہ ہمیں کوئی چیز محض اس لیے
نظر آتی ہے کہ اس شے کا عکس روشنی کی وجہ
سے ہماری آنکھوں میں پڑتا ہے ۔ یہ بھی تم جانتی
ہو گی کہ سورج کی یا چاند کی روشنی جب ہماری
زمین پر پڑتی ہے تو اس زمین پر جو واقعات
ہو رہے ہوتے ہیں ان کا عکس لے کر اوپر اٹھتی
ہے اور روشنی کی رفتار یعنی ایک لاکھ چھیاسٹھ
ہزار فی سیکنڈ کی رفتار ، ان واقعات کو لے کر
خلا کی طرف سفر شروع کر دیتی ہے ۔ روشنی کی
رفتار کے ساتھ ہماری زمین پر گذرنے والے
واقعات کی فلم ساری کائنات میں جہاں جہاں
ہماری زمین کے سیارے کی چمک نظر آتی ہے پھیل

جاتی ہے ۔ اب اگر کوئی خلا باز کسی دور دراز سیارے
میں بیٹھا ہو اور اس کے پاس اس قسم کا کیمرہ ہو
کہ وہ روشنی کی کرنوں کے ساتھ برق رفتاری سے
خلا میں سفر کرنے والے ہماری زمین کے واقعات
کے کتنے ہی وڈیو کیسٹ یعنی وڈیو ٹیپ تیار کر
سکتا ہے اور انہیں اپنے وی سی آر پر دیکھ
بھی سکتا ہے ۔ گویا یہ ایک طرح سے زمین پر
گذرے ہوئے واقعات کو ایک بار پھر دیکھنے کے
برابر ہو گا ۔ زمین کی روشنی اس وقت سے خلا میں
سفر کر رہی ہے جب سے ہماری کائنات بنی ہے
اور اس روشنی میں لاکھوں ، ہزاروں سال پہلے زمین
پر گذرے ہوئے واقعات بھی سفر کر رہے ہیں ۔
پس اگر کوئی شخص خلا میں کھربوں نوری سال کے
فاصلے پر کسی ایسے سیارے پر جا کر بیٹھ جائے جہاں
ابھی ہماری زمین کی واقعات سے بھر پور روشنی
نہیں پہنچی تو جب یہ روشنی وہاں تک پہنچے گی
تو وہ آدمی ہماری زمین پر گذرے ہوئے لاکھوں
سال پرانے واقعات سے لے کر اب تک کے
تمام واقعات دیکھ سکے گا ۔"

کلارا نے اپنا سر تھام لیا،
"اُف! خدایا توبہ! میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔
عنبر بھائی۔ بند کرو اس لیکچر کو۔"
عنبر مسکرانے لگا۔
کلارا نے ایک ٹیپ کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا،
"چلو۔ اگر میں تمہارا نظریہ مان بھی لوں تو یہ
بتاؤ کہ محض فلم ہی ہوگی۔ اصلی واقعات تو نہیں
ہوں گے نا؟"
عنبر نے ہنس کر کہا،
"یہی تو سب سے بڑی بات ہے۔ دنیا کی فلم اور
تاریخ کی اس خلائی فلم میں یہی فرق ہے کہ
اس فلم کے واقعات زندہ اور جیتے جاگتے کردار
ادا کر رہے ہوں گے۔"
کلارا نے کہا:
"یعنی ہم ان لوگوں سے بات چیت کر سکیں گے؟"
عنبر بولا: "باہر رہ کر بات چیت نہیں کر سکیں گے
ہاں اگر ہم بھی ان کے زمانے کا ایک حصہ بن
جائیں اور ان کے واقعات میں چھلانگ لگا کر
داخل ہو جائیں تو ہم ان کے ساتھی بن جائیںگے

ان سے بات کر سکیں گے۔ ان کی بات سُن
سکیں گے۔"
کلارا اگرچہ سائنس کی سٹوڈنٹ رہ چکی تھی مگر یہ فارمولا
اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ اس نے عنبر سے کہا،
"۱۹۷۰ عیسوی میں میں پیرس کے کالج آف سائنس
میں پڑھا کرتی تھی۔ میری ایک بڑی پیاری سہیلی
لُوسی ہوتی تھی۔ ایک روز ہم پک نک منانے
جنگل میں گئے۔ لُوسی بھی ہمارے ساتھ تھی۔ ہم
جھیل میں نہانے لگے۔ میں نہا کر باہر آ گئی۔ لُوسی
تھوڑی دیر بعد پھر نہانے کے لیے جھیل میں اُتر
گئی۔ بس اس کے بعد وہ جھیل سے باہر نہ آ
سکی۔ وہ وہیں ڈوب کر مر گئی۔ کیا میں ۱۹۷۰ء کے
پیرس کے زمانے کا وڈیو ٹیپ دیکھ سکتی ہوں؟"
عنبر نے کہا:
"اگر ان وڈیو ٹیپوں میں دوسری جنگ عظیم کے
بعد کی کوئی وڈیو فلم ہے تو اس میں یہ حصہ
چلا کر دیکھا جا سکتا ہے۔ مگر تم کس لیے یہ سب
کچھ دیکھنا چاہتی ہو؟"
کلارا نے جلدی سے کہا،

"دراصل میں۔ میں اپنی والدہ سے بھی ملنا چاہتی ہوں۔"

عنبر نے مسکراتے ہوئے کہا:

"کلارا۔ ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ تم ان واقعات میں اگر خود بھی چلی جاؤ تو تم اس عہد کے کسی کردار کو نظر نہیں آؤ گی۔ تم ان کو دیکھ رہی ہو گی مگر وہ نہ تو تمہیں دیکھ رہے ہوں گے اور نہ تمہاری آواز ہی سن سکیں گے۔ کیونکہ وہ تاریخ کے کردار ہیں۔ واقعات اصل میں ان کے ساتھ گذر رہے ہیں اور تم اگلے زمانے میں سے، ان واقعات کو گذار کر واپس ان کے درمیان آئی ہو۔"

کلارا زچ سی ہو کر بولی:

"اچھا بھائی۔ میں کسی سے بات نہیں کروں گی۔ تم مجھے ایک بار ان لوگوں کے درمیان پہنچا دو۔ بیشک تم بھی میرے ساتھ چلنا۔"

عنبر بولا: "میں تو تمہارے ساتھ ہی جاؤں گا مجھے تو جانا ہی پڑے گا۔"

کلارا ایک دم سے بول اٹھی:

"مگر عنبر! ہمیں وہاں کتنی دیر لگ جائے گی۔ میرا مطلب ہے ہم واپس کل تک آ جائیں گے ناں؟ اور کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم اسی طریقے سے اس منحوس سیارے سے فرار ہو کر اپنی زمین پر جائیں اور پھر واپس نہ آئیں۔"

عنبر نے کہا:

"نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ ہم ان واقعات سے بچھڑ چکے ہیں۔ الگ ہو کر بہت آگے نکل آئے ہیں۔ اور فکر نہ کرو۔ اگر تم دنیا میں ایک سال رہ کر بھی واپس یہاں آؤ گی نا تو یہاں مشکل سے ایک سیکنڈ ہی گذرا ہو گا۔"

کلارا کی سمجھ گڈ مڈ ہو رہی تھی۔ کچھ سمجھ آ رہا تھا۔ کچھ بالکل ہی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

اس کے دل میں اپنی والدہ اور اپنی مری ہوئی پیاری سہیلی لوسی کو دیکھنے کی خواہش اتنی شدت سے بیدار ہوئی کہ اس نے شیشت کی وڈیو فلموں میں سے ۱۹۷۰ء کے واقعات کی فلم ٹیپ تلاش کرنی شروع کر دی۔ عنبر بھی اس کی مدد کر رہا تھا۔ وڈیو فلم کے ٹیپ وہاں اتنے زیادہ نہیں تھے۔ بہت جلد انہیں ۱۹۴۵ء یعنی دوسری عالمی جنگ کے

ختم ہونے کے بعد سے لے کر ایٹمی جنگ شروع ہونے
تک کے واقعات کی ایک فلم ٹیپ مل گئی۔
عنبر نے اسے وی سی آر پر چڑھا دیا۔
وہ بٹن دبانے لگا تو کلارا نے دل پر ہاتھ رکھکر کہا:
"عنبر بھائی! میرا دل دھڑکنے لگا ہے۔ کیا میں اس
فلم میں گذرے ہوئے واقعات کو ایک بار پھر
زندہ اور حقیقی حالت میں گذرتے دیکھوں گی؟"
عنبر نے کہا:
"ہاں کلارا۔ تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ کیونکہ یہ کوئی
فلم نہیں ہے بلکہ اس کے اندر گذرے ہوئے تمام
واقعات اپنی تمام آوازوں، خوشبوؤں اور دھڑکتے
دلوں کے ساتھ زندہ ہیں۔ میں بٹن دبا رہا ہوں۔"
کلارا نے عنبر کا بازو تھام لیا۔ عنبر نے محسوس کیا کہ کلارا
کا جسم واقعی کپکپا رہا تھا۔ عنبر نے اسے کہا کہ وہ اب
بھی اپنا فیصلہ واپس لے لے اور فلم نہ دیکھے۔ مگر کلارا
نے ایک بار پھر حوصلہ کرتے ہوئے کہا:
"نہیں نہیں عنبر میں اپنی والدہ اور اپنی سہیلی لوسی
کو ایک بار پھر دیکھنا چاہتی ہوں۔"
عنبر نے وی سی آر کا بٹن دبا دیا۔

وی سی آر کے نیچے ایک سوراخ روشن ہو گیا۔ اس
میں سے روشنی کی کرنیں نکل کر سامنے دیوار پر بنی "دل
سکرین پر پڑیں تو وہاں ایک منظر ابھر آیا۔ یہ ۱۹۷۰ء
کے فرانس کا پیرس تھا۔ کلارا نے اپنا گھر پہچان لیا۔
اس کی ماں کچن میں پلیٹیں رومال سے خشک کر کے
شیلف میں لگا رہی تھی۔ اس کا باپ آرام کرسی پر
پائپ منہ میں دبائے بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔
کلارا نے عنبر کا بازو دبا کر جذباتی آواز میں کہا:
"عنبر! یہ میرے ڈیڈی اور ممی ہیں۔"
سین بدل گیا۔ اب سکرین پر ایک سڑک کا منظر
آ گیا جس کی دونوں جانب سفیدے کے خوبصورت درختوں
نے سایہ کر رکھا تھا۔ اس سڑک پر سے ایک سپورٹس کار
گذر رہی تھی۔ کلارا نے دیکھا کہ اس میں وہ خود،
اس کی سہیلی لوسی اور دو سہیلیاں بیٹھی ہیں۔
"عنبر! یہ دیکھو۔ یہ میری سہیلی لوسی ہے جو جھیل
میں ڈوب کر مر گئی تھی۔ یہ اسی روز کی فلم ہے۔
جب ہم پک نک منانے جا رہے ہیں۔ عنبر!
کیا میں اس زمانے میں داخل ہو سکتی ہوں؟"
"کیوں نہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ تمہیں کسی واقعے

میں دخل نہیں دینا ہو گا۔ ایک تماشائی کی طرح
جو کچھ ہو رہا ہے اسے خاموشی سے دیکھتی جاؤ
گی۔ اگر یہ وعدہ کرو تو میں تمہیں اپنے ساتھ
اس زمانے میں لے جا سکتا ہوں۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں۔ کسی معاملے میں دخل نہیں
دوں گی۔"

کلارا نے جب عنبر کو یقین دلا دیا تو عنبر نے اس
کا ہاتھ پکڑا۔ اسے فلم کی سکرین کے پاس لے گیا اور
بولا:

"آنکھیں بند کر لو اور میرے ساتھ اس سکرین
کے اندر چھلانگ لگا دو۔"

کلارا نے آنکھیں بند کر لیں۔ عنبر نے اس کا
ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا اور پھر سکرین کے اندر چھلانگ
لگا دی۔ ۱۹۷۰ عیسوی کے پیرس میں چھلانگ لگا دی۔
جب کلارا نے آنکھیں کھولیں تو وہ ۱۹۷۰ء کے پیرس
کی سڑک پر تھی۔ وہ آنکھیں مل کر حیرانی سے ادھر ادھر
تکنے لگی۔

"عنبر! یہ تو سچ مچ ۱۹۷۰ عیسوی کا پیرس ہے۔
یہ سڑک ہمارے کالج کو جاتی ہے اور اس

طرف وہ جھیل ہے جہاں ہم آج کے روز
پک نک منانے گئے تھے اور لوسی جھیل میں
ڈوب گئی تھی۔ مجھے اس جھیل پر لے چلو۔"

عنبر نے کلارا کا ہاتھ دوبارا پکڑ لیا اور کہا:

"آنکھیں بند کر دو۔"

کلارا نے آنکھیں بند کر لیں۔ جب دوبارا کھولیں تو
وہ جھیل کنارے کھڑی تھی۔ عنبر اس کے پاس ہی تھا۔
اس کے سامنے سرسبز و شاداب ڈھلان پر اس کی سہیلیاں
اور لوسی بیٹھی پک نک منا رہی تھیں۔ کلارا نے اپنے
آپ کو بھی دیکھا۔ وہ ہنس ہنس کر اپنی سہیلی لوسی سے
باتیں کر رہی تھی۔

کلارا نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا:

"مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا کہ میں اپنے
آپ کو اپنے سامنے دوسرے جسم میں باتیں
کرتے قہقہے لگاتے دیکھ رہی ہوں۔"

کلارا نے دیکھا کہ لوسی جھیل میں نہانے کے لیے اتر
گئی۔ وہ چھینٹے اڑاتی دوسری سہیلیوں کے ساتھ پانی میں
تیر رہی تھی۔ کلارا بھی اس کے ساتھ ہی تیر رہی تھی۔
دوسری کلارا عنبر کے پاس ایک طرف کھڑی یہ سارا

منظر دیکھ رہی تھی۔

لوسی اور کلارا جھیل سے نکل کر دری پر آ کر بیٹھ گئیں۔ لوسی تولیے سے اپنے بال خشک کرنے لگی۔ پھر اس کے دل میں جانے کیا آئی کہ اس نے کلارا سے کہا: "میں ایک ڈبکی اور لگا لوں۔ میرے بال ابھی پوری طرح صاف نہیں ہوئے۔"

عنبر کے پاس کھڑی کلارا نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا:

"عنبر! لوسی کو موت بُلا رہی ہے۔ یہ اب ڈوب جائے گی۔ کیا میں اسے روک نہیں سکتی مرنے سے؟"

عنبر نے کہا:

"تم اپنی شرط بھول گئی ہو کلارا، تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم گذرے ہوئے واقعات کو خاموشی سے دیکھو گی اور کسی بات میں دخل نہیں دو گی۔"

کلارا نے اُداس ہو کر کہا:

"عنبر! لوسی تھوڑی دیر بعد مر جائے گی۔"

عنبر بولا: "تم ایک ایسا واقعہ دیکھ رہی ہو جو ہو چکا ہے اگر لوسی مر چکی ہے تو تم اسے زندہ

نہیں کر سکتیں۔"

لوسی نے جھیل میں دوبارا چھلانگ لگا دی۔ اس کے پاس جو دوسری کلارا بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے بازو لہرا کر کہا:

"لوسی زیادہ دُور نہ جانا۔"

عنبر کے پاس کھڑی کلارا نے کہا:

"میں نے یہی جُملہ لوسی سے کہا تھا۔"

عنبر کے پاس کھڑی کلارا ایک بھیانک منظر دیکھنے والی تھی۔ اس نے عنبر کے بازو کو دونوں ہاتھوں سے تھام رکھا تھا۔ دوسری کلارا جھیل کنارے گھاس پر بیٹھی کانی تیار کر رہی تھی۔ لوسی جھیل میں تیر رہی تھی۔ اچانک لوسی کو جھیل کے اندر پانی میں کسی جانور نے نیچے کھینچ لیا۔ وہ غڑاپ سے کوئی آواز نکالے بغیر پانی میں غائب ہو گئی۔

عنبر کے پاس کھڑی کلارا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"عنبر! لوسی اسی طرح ڈوب گئی تھی۔"

کنارے پر بیٹھی کانی بناتی کلارا اور دوسری سہیلیوں نے سمجھا کہ لوسی نے غوطہ لگایا ہے۔ ابھی باہر نکل آئے گی۔ جب دو منٹ گذر گئے اور لوسی جھیل کے پانی سے نہ نکلی تو لڑکیوں نے شور مچا دیا۔ جھیل کنارے

والی کلارا نے بھی دوسری سہیلیوں کے ساتھ جھیل میں
چھلانگ لگا دی۔ وہ لوسی کو تلاش کر رہی تھیں۔ اسے
آوازیں دے رہی تھیں۔ ایک دوسری کو گھبراہٹ میں پکار
رہی تھیں۔ پھر اچانک پانی کی سطح پر لوسی کی لاش ابھر آئی۔
کلارا نے عنبر کے ساتھ اپنا سر لگا دیا وہ رو رہی تھی۔

"عنبر! خدا کے لیے مجھے یہاں سے لے چلو۔ اب
میں یہ منظر نہیں دیکھ سکتی۔"

عنبر اسے لے کر سفیدے کے درختوں والی سڑک پر
آ گیا۔ سڑک کے کونے پر ایک خوبصورت بس کھڑی تھی۔
عنبر کلارا کے ساتھ اس بس میں سوار ہو گیا۔ چونکہ ان دونوں
کو کوئی نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اس لیے کسی نے ان سے ٹکٹ
نہ مانگا۔

کلارا نے کہا:

"آگے بڑا چوک ہے۔ اس چوک کے پیچھے ایک
بازار ہے جہاں ہمارا مکان تھا۔"

چوک میں وہ بس سے اتر گئے۔ کلارا عنبر کو لے کر
اپنے گھر آ گئی۔ اس کا باپ دفتر جا چکا تھا۔ اس کی
ماں باہر صحن میں پھولوں کی کانٹ چھانٹ کر رہی تھی۔
کلارا اس کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی اور عنبر سے

کہنے لگی:

"عنبر! یہ میری پیاری ماں ہے۔ دیکھو اس کی شکل
مجھ سے کتنی ملتی ہے۔"

"ہاں۔" عنبر نے آہستہ سے کہا۔

وہ دونوں باتیں کر رہے تھے مگر نہ تو کلارا کی
ماں ان کو دیکھ سکتی تھی اور نہ ہی ان کی آواز سن
رہی تھی۔ وہ بڑے آرام سے پھولوں کی کانٹ چھانٹ کر
رہی تھی۔

کلارا نے کہا:

"عنبر! میں اس وقت اپنے کالج کے ہسپتال میں
لوسی کی لاش کے پاس ہوں۔ مگر میں وہاں نہیں
جانا چاہتی۔ میں لوسی کی لاش نہیں دیکھ سکتی۔"

عنبر یہ سوچ رہا تھا کہ اب وہ واپس سیارے کی
لیبارٹری میں کیسے جائیں گے؟ اس کا خیال تھا کہ شاید
جس واقعے کو خاص طور پر وہ دیکھنے ۱۹۷۰ء کے زمانے
میں آئے ہیں اسے دیکھنے کے بعد وہ اپنے آپ واپس
چلے جائیں گے لیکن ایسا نہ ہوا۔ عنبر کچھ پریشان ہو گیا۔
کیوں کہ وہ ۱۹۷۰ء میں نہیں رہنا چاہتا تھا۔ وہ خلائی
ناگ کیٹی اور ماریا کو چھوڑ آیا تھا۔ اسے ان لوگوں سے

دوبارا ملنا اور ان کا کھوج لگانا تھا۔ اس نے کلارا
کا ہاتھ تھاما اور اسے اس کے مکان کے آنگن سے لے
جانے لگا۔

کلارا نے اپنی ماں کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا:

"خدا حافظ ممی!"

مگر اس کی ماں اپنے کام میں لگی رہی۔ اس نے اپنی
بیٹی کی آواز نہیں سنی تھی۔ وہ اس کی آواز نہیں سُن سکتی
تھی۔ عنبر اسے لے کر مکان سے نکل گیا۔ ۱۹۷۰ء کے پیرس
کا وہ ایک چمکیلا خوشگوار دن تھا۔ سڑکوں پر حسین چمکتی
گاڑیاں آ جا رہی تھیں۔ عورتیں خوبصورت لباس میں اپنے
اپنے دفتروں کو جا رہی تھیں۔

کلارا نے کہا:

"ہم اب کہاں جا رہے ہیں عنبر؟"

عنبر کو اچانک ایک خیال آ گیا۔ اس نے کلارا سے پوچھا:

"یہاں کوئی خلائی میوزیم بھی ہے کلارا؟ میرا مطلب
ہے جہاں خلا کی تصویریں بنا کر رکھی گئی ہوں۔"

"ہاں ہے۔ کیا تم اسے دیکھو گے؟" کلارا نے پوچھا۔

"ہاں۔ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

کلارا عنبر کو ساتھ لیے پیرس شہر میں بنے ہوئے ایک

خلائی میوزیم میں آ گئی۔ یہاں عورتیں بچے اور بوڑھے
آدمی خلائی سیاروں کے ماڈل اور چاند کی مصنوعی سرزمین
کو دیکھ رہے تھے۔ ٹی وی سکرین پر خلا کا منظر دکھایا جا رہا
تھا۔ یہ فلم تھی جو امریکہ کے سیٹلائیٹ نے اتاری تھی۔

عنبر نے کلارا سے کہا:

"اس سکرین کے پاس آ جاؤ، جہاں خلا کی فلم
چل رہی ہے۔"

کلارا سمجھ گئی کہ عنبر کیا چاہتا ہے۔ اس نے کہا:

"عنبر! کیا ہم واپس جانے والے ہیں؟"

"ہاں کلارا! ہمارا واپس جانا بہت ضروری ہے
یہ سب لوگ جن کو تم دیکھ رہی ہو مُردہ لوگ
ہیں۔ ایٹمی جنگ نے ان سب کو ہلاک کر دیا
ہے۔ ہمیں ان کے درمیان زیادہ دیر نہیں رہنا
چاہیے۔ اگر ہم سے کوئی غلطی ہو گئی تو تاریخ
کی زنجیر کی ساری کڑیاں درہم برہم ہو جائیں
گی اور ہو سکتا ہے اس سارے نظام شمسی
میں زبردست انقلاب آ جائے۔"

کلارا عنبر کے بالکل قریب ہو گئی۔

"ہاں عنبر! ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہیے۔"

سکرین پر خلا کے ایک منظر کی فلم چل رہی تھی جس
میں ایک مصنوعی سیارہ زمین کے مدار کے گرد آہستہ
آہستہ حرکت کرتا دکھایا گیا تھا۔
عنبر کی نظریں سکرین پر خلا کے منظر کو دیکھ رہی
تھیں۔ اس نے کہا:
"کلارا! ہم اس خلا میں جا رہے ہیں۔"
یہ کہہ کر عنبر نے کلارا کا بازو پکڑ کر اسے اپنے ساتھ
گھسیٹتے ہوئے سکرین کے اندر چھلانگ لگا دی۔
کلارا اور عنبر سکرین کے اندر خلا میں داخل ہو چکے تھے
اور اب سیاروں کی طرف پرواز کرتے ہوئے چھوٹے ہوتے
جا رہے تھے۔

جب عنبر اور کلارا نے آنکھیں کھولیں تو وہ پھر
اسی چار مینار والی لیبارٹری کے اندر کھڑے تھے۔ سکرین
پر سامنے ۱۹۷۰ء کے پیرس کا منظر تھا۔ کلارا نے ڈی سی
آر کا بٹن دبا دیا۔ سکرین پر سے فلم غائب ہو گئی۔
"اُف! میں یہ منظر اب نہیں دیکھ سکتی۔ دیکھو۔
اگر میں اپنی ماں سے، اپنے ڈیڈی سے بات
نہیں کر سکتی۔ اگر میں اپنی پیاری سہیلی لوسی کو
موت کے منہ سے نہیں بچا سکتی تو پھر اس

زمانے میں جانے کا کیا فائدہ؟ بند کر دو اس
فلم ٹیپ کو شیلف میں عنبر، یہ میرے لیے
بے کار ہے۔"
عنبر نے وڈیو ٹیپ کو شیلف میں رکھ کر شیلف کا
شیشے کا کیس دوبارا بند کر دیا۔ میز کی سطح کو الٹ کر
ڈی سی آر بھی نیچے کر دیا تا کہ کسی کو شک نہ ہو
جائے کہ انہوں نے ڈی سی آر چلایا تھا۔
کلارا کرسی پر بیٹھ کر بولی:
"خدا کا شکر ہے کہ ہم اپنے اصلی زمانے میں
واپس آ گئے۔ کم از کم ہم زندہ لوگوں میں تو
ہیں۔ اب ہمیں یہاں سے فرار کی کوئی اسکیم
سوچنی ہو گی۔"
"ہاں" عنبر بھی کرسی پر بیٹھ گیا۔ "یہاں سے فرار
کی سکیم تو یہی ہو سکتی ہے کہ اس سیارے کی
مخلوق کا راکٹ اغوا کیا جائے اور پھر اس کو
اڑ کر یہاں سے واپس اپنی زمین پر پہنچنے کی
کوشش کی جائے۔"
کلارا آہ بھر کر بولی:
"یہ کام اتنا آسان نہیں لگتا۔ میرا خیال ہے

کر کل شام تک یہاں کی مخلوق راکٹ لے کر
واپس پہنچنے والی ہے۔ کیا ہمیں اسی لیبارٹری میں
رہنا ہو گا؟"

عنبر نے کہا:

"نہیں۔ ہم یہاں سے باہر کسی خفیہ جگہ چھپ
کر ان کا انتظار کریں گے اور پھر ان کے
راکٹ پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے۔"

عنبر نے باتیں کرتے کرتے یونہی اپنے پیٹ پر ہاتھ
پھیرا تو اسے محسوس ہوا کہ خلائی گن کی شعاع نے اس
کے پیٹ میں جو سوراخ بنا دیا تھا وہ بند ہو گیا ہے۔
عنبر کو بڑی خوشی ہوئی۔ شاید اس کی وجہ اس کا ۱۹۷۰ء
کے زمانے میں جا کر واپس آنا تھا۔ ہو سکتا ہے۔ عنبر
نے سوچا۔

اس کے پاس صرف ایک ہی خلائی گن تھی جو اس
نے خلائی قزاق کو ہلاک کرنے کے بعد حاصل کی تھی۔
یہ گن عنبر نے اپنی پیٹی کے ساتھ لگا رکھی تھی۔

کلارا نے کہا:

"تم نے خلائی قزاقوں ایسا لباس پہن رکھا ہے
تم ان کے درمیان تھوڑی دیر کے لیے رہ

سکتے ہو۔"

عنبر بولا: "کہنے کو تو تم ایسا کہہ سکتی ہو لیکن
میرا بھانڈا بھی پھوٹ سکتا ہے۔ بہرحال اس کا
فیصلہ خلائی قزاقوں کے آنے کے بعد ہی کیا
جا سکتا ہے۔ ابھی تو ہمیں یہاں سے نکل جانا
چاہیے۔"

کلارا اور عنبر لیبارٹری کے فلم پروجیکشن روم سے نکل
کر اوپر لیبارٹری کے کمرے میں آئے۔ پھر بٹن دبا کر دروازہ
کھولا اور باہر آ گئے۔ عنبر نے بٹن دبا کر خفیہ دروازے
کو دوبارا بند کر دیا۔

وہ زرد دریا کی طرف چلنے لگے۔ ان کے پاس ایک
دن اور ایک رات باقی تھی۔ وہ واپس اپنے خلائی کمرے
میں آ گئے۔ یہاں انہوں نے ایک ایک خوراک کی گولی
کھائی۔ عنبر کو اس گولی کی ضرورت تو نہیں تھی لیکن
اس خیال سے کہ کلارا پر اس کا راز فاش نہ ہو جائے
عنبر نے بھی ایک گولی کھا لی۔ سارا دن گزر گیا۔
رات بھی گزر گئی۔ دوسرا دن آیا۔ وہ بھی گزر گیا۔ اب
رات چھا گئی تھی۔

کلارا نے کہا:

"آج رات خلائی قزاقوں کو واپس آ جانا چاہیے۔"

"میرا خیال ہے ہمیں یہاں سے نکل کر لیبارٹری کے قریب دریا کے کنارے ٹیلے کے پیچھے چھپ جانا چاہیے۔"

کلارا نے عنبر کی تجویز کی تائید کی اور وہ دونوں زرد دریا کے کنارے اس جگہ سے کچھ فاصلے پر جا کر بیٹھ گئے، جہاں کلارا کو زمین میں زندہ دفن کیا گیا تھا۔ وہاں اب بھی زرد ریت اور پتھروں کی ڈھیری سی بنی تھی۔ یہ ڈھیری عنبر نے بنا رکھی تھی تاکہ خلائی قزاقوں کو پہلی نظر میں شک نہ پڑے کہ لاش غائب ہے۔

ابھی خلائی رات کا پہلا پہر ہی تھا کہ آسمان پر مغرب کی جانب ایک روشنی کی ننھی سی لکیر چمکی۔ کلارا نے عنبر کو اس طرف متوجہ کر کے کہا:

"وہ دیکھو۔ میرا خیال ہے خلائی قزاق راکٹ لے کر آ رہے ہیں۔"

عنبر بھی آسمان پر روشنی کی لکیر کو دیکھنے لگا۔ یہ قریب آ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک راکٹ کی شکل اختیار کر گئی۔ عنبر جلدی سے بولا:

"اس چٹان کے پیچھے چھپ جاؤ۔"

"اور تم نہیں چھپو گے کیا؟" کلارا نے پوچھا:

"نہیں۔ جیسے میں کہتا ہوں ویسے کرو۔ میں خلائی قزاق کے لباس میں ہوں اور میں وہ پہریدار بن جاؤں گا جس کو یہ خلائی آدمی یہاں چھوڑ گئے تھے۔ تم اپنی جگہ سے ہرگز باہر نہ نکلنا۔ جلدی کرو۔ وہ لوگ نیچے اتر رہے ہیں۔"

کلارا کو چٹان کے پیچھے چھپا کر عنبر بھاگ کر لیبارٹری کے باہر پہرہ دینے لگا۔ چند سیکنڈوں کے بعد آسمان سے راکٹ اتر آیا۔ راکٹ کے انجن خاموش ہو گئے۔ عنبر خلائی لباس میں چاق و چوبند ہو کر کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ دوسرے خلائی قزاقوں کی طرح زرد نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ راکٹ کا دروازہ کھلا اور وہی تین خلائی قزاق بوڑھے سائنس دان کو ساتھ لیے نیچے اترے۔ عنبر کی طرف دیکھ کر ایک خلائی قزاق بولا:

"سانگو! سب ٹھیک ہے؟"

عنبر سمجھ گیا کہ جس خلائی پہرے دار کا اس نے لباس پہن رکھا ہے اس کا نام سانگو تھا۔ عنبر نے ہاتھ ہلا کر کہا:

"سب ٹھیک ہے۔"

"دروازہ کھول کر اس بڈھے کو اندر لے جاؤ۔"

عنبر نے جلدی سے بوڑھے سائنس دان کو بازو سے پکڑا۔ دیوار کا بٹن دبایا اور بوڑھے کو گھسیٹتا ہوا لیبارٹری کے اندر لے گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے تینوں خلائی قزاق بھی آ گئے۔ ایک نے عنبر سے کہا:

"سانگو! اس بڈھے کو نیچے تہہ خانے میں لے جا کر بند کر دو۔ جلدی کرو۔"

عنبر کو خفیہ راستہ پہلے ہی سے معلوم ہو چکا تھا۔ اسی تہہ خانے میں جا کر تو اس نے وڈیو فلم دیکھی تھی۔ بوڑھے سائنس دان کو ساتھ لیے وہ کونے میں گیا۔ خفیہ بٹن دبا کر تہہ خانے کا دروازہ کھولا اور زینہ اتر کر نیچے تہہ خانے میں آ گیا۔ یہاں وہی الماری میں وڈیو ٹیپ کا شیلف تھا۔ سامنے سکرین تھی۔ بیچ میں میز پڑا تھا۔

عنبر نے بوڑھے کا ہاتھ چھوڑ دیا اور انگریزی میں پوچھا:

"کیا تم امریکی خلا باز ہو؟"

بوڑھے کو جیسے ایک دھچکا سا لگا۔ اس نے چونک کر عنبر کی طرف دیکھا اور بولا:

"تم انگریزی زبان کیسے بول لیتے ہو؟ یہ تو

یہاں سب کو معلوم ہے کہ میں امریکی خلائی سائنس دان ہوں جس کا مصنوعی سیارہ بھٹک گیا تھا اور جیسے یہ خلائی قزاق اغوا کر کے یہاں لے آئے ہیں مگر یہاں کسی کو انگریزی زبان کا علم نہیں۔ تم کیسے انگریزی بولتے ہو؟"

عنبر نے آہستہ سے کہا:

"میرا تعلق بھی زمین سے ہے۔ مگر ابھی خاموش رہنا۔ میں تمہیں ان لوگوں سے نجات دلا دوں گا۔ بس خاموش رہو۔"

بوڑھا سائنس دان تو خوشی سے لال ہو گیا، لیکن پھر پریشان سا ہو کر بولا:

"یہ کام بڑا مشکل ہے۔ کاش! تم دو روز پہلے آ جاتے۔ اور خلا باز لڑکی کلارا کی جان بچا لیتے۔ اس بے چاری کو ان ظالموں نے زندہ دفن کر دیا ہے۔"

عنبر نے ہنس کر کہا:

"کلارا زندہ ہے۔ میں نے اسے زمین سے نکال لیا تھا۔"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟" بوڑھے سائنس دان نے عنبر

کا ہاتھ پکڑ کر کہا:

اتنے میں اوپر سے آواز آئی:

"سانگو! نیچے کیا کر رہے ہو؟"

عنبر یہ کہہ کر جلدی سے زینہ چڑھنے لگا۔

"فکر مت کرنا۔ میں ان لوگوں سے نمٹ لوں گا۔"

اوپر آیا تو تینوں خلائی قزاق سٹریچر پر کلارا کی لاش کی چیر پھاڑ کا انتظام کر رہے تھے۔ آلات جراحی اور دوسرا سامان سٹریچر کے قریب لا کر رکھا جا رہا تھا۔ ایک خلائی قزاق نے عنبر سے کہا:

"سانگو! تم جیراڈ کو ساتھ لے کر لڑکی کی قبر پر جاؤ اور اس کی لاش نکال لاؤ۔ آپریشن کا وقت ہو گیا ہے۔"

عنبر نے سر جھکایا۔ اس کے ساتھ ایک دوسرا خلائی قزاق جس کا نام جیراڈ تھا بھی ہو لیا۔ وہ لیبارٹری کی عمارت سے نکل کر دریا کی طرف چلے۔ راستے میں دوسرے خلائی قزاق نے عنبر سے پوچھا:

"لاش تم اٹھانا سانگو"

عنبر بولا: "میں ہی اٹھا لوں گا۔"

جیراڈ نے کچھ تعجب سے کہا:

"سانگو! تمہاری آواز کو کیا ہو گیا ہے پہلے تمہاری آواز اتنی بھاری نہیں تھی۔"

عنبر نے دل میں کہا کہ بچو جی ذرا کلارا کی قبر تک پہنچ لینے دو سب کچھ بتا دوں گا۔ مگر اسے کہا:

"ذرا گلا خراب ہو گیا ہے جیراڈ"

اب وہ دریا کنارے اس جگہ پہنچ گئے جہاں کلارا کی مصنوعی قبر کی ڈھیری بنی ہوئی تھی۔

جیراڈ نے کہا:

"سانگو! قبر کھودو۔"

عنبر بولا: "نہیں۔ قبر تم کھودو۔ لاش میں اٹھاؤں گا۔ تم بھی تو کوئی کام کرو۔"

جیراڈ یعنی دوسرا خلائی قزاق جھک کر پتھر ہٹانے لگا۔ عنبر اس کے پیچھے آ گیا۔ یہاں سے وہ اس کے نشانے کی زد میں تھا مگر عنبر اس پر خلائی گن سے حملہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس طرح سے گن کے فائر کا ہلکا دھماکہ ہوتا اور یہ آواز لیبارٹری میں سنی جا سکتی تھی۔

خلائی قزاق جھکا قبر کے پتھر ہٹا رہا تھا۔ عنبر آہستہ سے اس کے پیچھے اور قریب ہو گیا۔ حملے کا وقت آن پہنچا

تھا۔ عنبر نے دونوں ہاتھ اُوپر اُٹھا کر پوری طاقت سے
خلائی قزاق کی کمر پر مکا مارا۔ عنبر پوری طاقت کبھی
کبھار ہی استعمال کی تھی۔ اتنی طاقت تو وہ کسی چٹان کی
دیوار کو توڑنے کے لیے استعمال کیا کرتا تھا۔

اس کے مکے میں اتنی طاقت تھی کہ خلائی قزاق کی
کمر پر پڑتے ہی اس کی کمر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ عنبر نے
جلدی سے اسے اٹھایا۔ اس کی خلائی گن سنبھالی اور لاش
کے ٹکڑوں کو دریا میں پھینک دیا۔ اس کام سے فارغ ہو
کر وہ اس چٹان کی طرف دوڑا جہاں کلارا چھپی ہوئی تھی۔
اس نے آہستہ سے آواز دی:

"کلارا! یہ میں ہوں عنبر!"

کلارا سنبھل کر بیٹھ گئی۔ وہ یہ سارا منظر چھپ کر
دیکھ رہی تھی۔

عنبر نے خلائی گن اس کی طرف بڑھا کر کہا:

"اب صرف دو خلائی قزاق ہی رہ گئے ہیں۔ یہ
گن تم اپنے پاس رکھو اور یہاں سے باہر مت
نکلنا۔"

یہ کہہ کر عنبر واپس لیبارٹری کی طرف دوڑا۔

لیبارٹری میں دونوں خلائی قزاق آپریشن کی تیاریاں کر

رہے تھے۔ عنبر کو خالی ہاتھ دیکھ کر ایک خلائی قزاق
نے کہا:

"تم خالی ہاتھ کیوں آ گئے؟ لڑکی کی۔ لاش
کہاں ہے؟"

عنبر نے کہا:

"لاش تو غائب ہے چیف۔"

"چیف؟ یہ تم نے کس زبان کا لفظ بولا ہے۔
تم کون ہو؟"

اتنا کہہ کر خلائی قزاق نے عنبر پر گن کا فائر کر دیا۔
اس سے قبل کہ فائر کی شعاع عنبر تک پہنچے وہ اُچھل کر
ایک طرف کو ہٹا اور خلائی قزاق پر گن کا فائر کر دیا۔
جس سے خلائی قزاق بھسم ہو گیا۔ اتنے میں دوسرے
خلائی قزاق نے عنبر پر فائر داغ دیا۔ عنبر چونکہ چوکنا تھا۔
اُس نے اس وار کو خالی کرتے ہوئے فوراً دوسرے
خلائی قزاق پر گن فائر کیا جس سے وہ بھی جل کر بھسم
ہو گیا۔ پھر عنبر نے نیچے تہ خانے کا دروازہ کھول دیا اور
آواز دی:

"اوپر آ جاؤ بابا۔ میدان خالی ہے۔"

بوڑھا سائنس دان زینہ چڑھ کر اوپر آیا تو اس نے

دیکھا کہ فرش پر دونوں خلائی قزاق کی جلی ہوئی لاشوں کے
صرف سیاہ نشان ہی باقی رہ گئے تھے۔

"تیسرا کہاں ہے؟" بوڑھے سائنس دان نے پوچھا۔

"اس کو میں ہلاک کر کے دریا میں پھینک چکا ہوں بابا!"

عنبر نے اسے ساری کہانی بیان کر دی پھر کہا:

"بابا تم یہیں بیٹھو۔ میں کلارا کو لے کر آتا ہوں!"

عنبر کلارا کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ چاروں خلائی قزاق
موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے ہیں۔ کلارا اس کے ساتھ لیبارٹری
میں آ گئی۔ بوڑھے سائنس دان نے اسے زندہ دیکھا تو اس کے سر پر
ہاتھ رکھ کر خدا کا شکر ادا کیا۔ وہ بہت خوش تھا۔ اس
نے عنبر سے کہا:

"بیٹا تمہارا کیا نام ہے؟"

"عنبر بابا" عنبر نے کہا۔

"عنبر! تم بہت بہادر ہو۔ مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ ہوشیار
بھی ہو۔ کیوں کہ ان خلائی قزاقوں کو ہلاک کرنے کے لیے
بہادری سے زیادہ ہوشیاری کی ضرورت تھی۔"

کلارا بولی: "عنبر ہی یہ کام کر سکتا تھا۔ اب سوال یہ
ہے کہ ہم یہاں سے کس طرف جائیں گے؟"

بوڑھے سائنس دان نے کہا کہ راکٹ موجود ہے۔ اس

ریعے ہم خلا میں تو جا سکتے ہیں لیکن میں اپنی زمین پر
ں جانا چاہتا ہوں۔ راکٹ ہمیں اپنی زمین پر واپس نہیں
سکتا کیوں کہ اس کے کمپیوٹر ہماری زمین کے سورج کی
ں جاتے ہی جل کر راکھ ہو جائیں گے۔ اور ہم زمین سے
روں میل دور خلا ہی میں جل کر راکھ بن جائیں گے۔

را پریشان ہو کر بولی:

"پھر ہم اپنی زمین پر کیسے پہنچیں؟"

مُردوں کا سیّارہ

بوڑھے سائنس دان نے کہا:
"ایک ترکیب ہو سکتی ہے۔ اگرچہ اس میں کچھ
خطرہ ہے لیکن اس خطرے کو بھی دور کیا جا
سکتا ہے۔"
"وہ کونسی ترکیب؟" کلارا نے بے تابی سے پوچھا۔
وہ یہ سن کر پریشان ہو گئی تھی کہ راکٹ انہیں
اس کی زمین پر واپس نہیں لے جا سکتا۔ اگرچہ عنبر نے
کلارا اور بوڑھے سائنس دان کو یہ خبر کر دی تھی کہ
تیسری ایٹمی جنگ کے بعد دنیا پر زبردست تباہی نازل
ہو چکی ہے اور کہیں کوئی آبادی نہیں بچی اس کے باوجود
بوڑھا سائنس دان اور کلارا اپنی زمین پر واپس جانے
کو بے تاب تھے اور یہ بات درست بھی معلوم
ہوتی تھی آخر وہ خلا میں رہ کر کیا کرتے۔
بوڑھا سائنس دان کہنے لگا:
"ترکیب یہ ہے کہ یہاں ان لوگوں نے گذرے

ہوئے زمانے کے تمام واقعات کو وڈیو فلم پر
فلم بند کر رکھا ہے اور....."
آگے اس نے جو کچھ بتایا اس کے بارے میں کلارا
اور عنبر کو سب کچھ معلوم تھا۔ جب انہوں نے بوڑھے
سائنس دان کو بتایا کہ وہ ایک فلم کے ذریعے پرانے
زمانے کے فرانس کی سیر بھی کر آئے ہیں تو وہ حیران
رہ گیا۔
عنبر نے کہا:
"یہ محض ایک اتفاق سے ہمیں وڈیو فلم کا سراغ
مل گیا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر تم دونوں
۱۹۹۰ء کے زمانے کی زمین پر چلے بھی گئے
تو تم لوگ وہاں رہو گے کیسے؟ تم تو اس
زمانے کا حصہ ہو گے؟"
بوڑھا سائنس دان کہنے لگا:
"یہ گُر میں بعد میں بتاؤں گا پہلے تم یہ بتاؤ
کہ کیا تم ہمارے ساتھ اپنی پیاری زمین پر
واپس نہیں جاؤ گے؟"
عنبر نے کہا:
"مجھے افسوس ہے کہ میں تم لوگوں کے ساتھ

نہ جا سکوں گا۔ اس لیے کہ یہاں خلا کے ایک سیارے میں میرے کچھ دوست بھی میرے ساتھ یہاں پہنچے تھے۔ مجھے پہلے ان کے پاس جانا ہے۔"

ظارا اور بوڑھا سائنس عنبر کو تکنے لگے۔

عنبر نے جلدی سے کہا:

"حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں بہرحال تمہارے ساتھ نہیں جا رہا۔ لیکن میری خواہش ہے کہ تم لوگ خیریت سے زمین پر پہنچ جاؤ۔ ہاں تو تم اس مشکل کو کیسے حل کرو گے؟"

بوڑھا سائنس دان اپنی جگہ سے اٹھا۔ اس نے میز کی سطح کو الٹ دیا۔ نیچے سے وی سی آر نکل کر اوپر آ گیا۔ سائنس دان نے وی سی آر پر ایک خاص بٹن پر انگلی رکھ کر کہا:

"جس وقت ہم ۱۹۹۰ عیسوی کی دنیا میں جائیں اور اگر اس بٹن کو دبا دیا جائے تو ہم ۱۹۹۰ء عیسوی کے زمانے کا ایک حصّہ بن جائیں گے۔ یہاں سکرین پر فلم ایک دم غائب ہو جائے گی۔ اس کے بعد اگر اس وڈیو ٹیپ کو چلایا جائے

گا تو سکرین پر فلم کا یہ حصّہ غائب ہو چکا ہو گا۔ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم ۱۹۹۰ء کے عہد کا حصہ بن چکے ہوں گے۔"

عنبر نے کہا:

"ٹھیک ہے اگر تم لوگوں نے اسی طرح زمین پر جانے کا فیصلہ کیا ہے تو میں تمہارے جانے کے بعد یہ بٹن دبا دوں گا۔"

بوڑھا سائنس دان کہنے لگا:

"عنبر بیٹے! اگر تم یہاں پر پیچھے نہ ہوتے تو ہم یہاں سے کبھی واپس نہیں جا سکتے تھے۔"

عنبر نے کہا:

"میں یہ فرض پوری ذمے داری سے ادا کروں گا آپ لوگ بالکل فکر نہ کریں۔"

بوڑھے سائنس دان نے چابی لگا کر شیلف کو کھولا اور اس میں سے آخری وڈیو ٹیپ باہر نکال لی۔ اس کے پلاسٹک کے کور کو کھولتے ہوئے بولا:

"یہ اس ٹیپ لائبریری کی آخری فلم ہے۔ اس میں ہماری دنیا کا ۱۹۹۰ء کا زمانہ چلتا پھرتا زندہ نظر آئے گا۔ عنبر! کیا ۱۹۹۰ء میں ایٹمی جنگ

ہوئی تھی؟"

عنبر نے کہا:

"۱۹۹۰ء میں ایٹمی جنگ کو ہوئے دو سال گزر چکے تھے۔"

"ٹھیک ہے۔" بوڑھا سائنس دان بولا۔ "دو سال کے بعد زمین پر سے ایٹمی اثرات ختم ہو چکے ہوں گے۔"

بوڑھے سائنس دان نے وی سی آر پر ۱۹۹۰ء کی فلم چڑھا دی اور خود دیوار پر بنی ہوئی سکرین کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔

کلارا نے عنبر کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"عنبر بھائی! میں تمھارے لیے دعا کروں گی۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"بہن جب اپنے بھائی کے لیے دعا کرتی ہے تو خدا اسے فوراً قبول کر لیتا ہے۔"

بوڑھے سائنس دان نے کہا:

"میں بھی تمھارے لیے دعا کروں گا۔"

عنبر نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا:

"میں ٹیپ چلانے لگا ہوں۔ آپ لوگ تیار ہو جائیں۔"

کلارا بہن بوڑھے سائنس دان کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔

بوڑھے سائنس دان نے ہاتھ فضا میں بلند کر لیا تھا۔

پھر وہ الٹی گنتی گننے لگا۔ سات، چھ، پانچ، چار، تین، دو، ایک — فائر!

عنبر نے وی سی آر کا بٹن دبا دیا۔

دیوار کی سکرین پر روشنی ہو گئی اور زمین کے خوبصورت پہاڑوں کا سین ابھر آیا۔ وادی میں ایک دریا بہہ رہا تھا۔

کلارا نے کہا:

"یہاں کوئی انسان نظر نہیں آ رہا۔"

بوڑھا سائنس دان کہنے لگا:

"یہ مجھے شمالی امریکہ کے پہاڑ لگتے ہیں۔ کلارا بیٹی! کیا تم تیار ہو؟"

"بالکل تیار ہوں۔"

"تو پھر آنکھیں بند کر لو۔"

کلارا نے آنکھیں بند کر لیں۔ بوڑھے سائنس دان نے کلارا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر عنبر نے کہا:

"عنبر! ہمارے جانے کے دس سیکنڈ بعد وی سی آر کا خفیہ بٹن دبا دینا۔"

"او کے بابا۔ فکر نہ کرو۔"

اس کے ساتھ ہی بوڑھا سائنس دان کلارا کو لے کر
سکرین کے اندر کود گیا۔ عنبر نے دیکھا کہ وہ دونوں فضا
میں اڑتے ہوئے نیچے پہاڑوں کی طرف جا رہے ہیں پھر
وہ پہاڑی وادی میں دریا کنارے اترنے لگے۔ ٹھیک دس
سیکنڈ بعد عنبر نے وی سی آر کا دوسرا بٹن دبا دیا۔
بٹن کے دبتے ہی سکرین پر زرد رنگ کی دھند چھا گئی
اور پھر اندھیرا چھا گیا۔ فلم خالی جا رہی تھی۔ عنبر نے وی
سی آر پر فلم کو ریوائنڈ کیا۔ اسے دوبارا چلایا۔ مگر سکرین
پر کوئی منظر نہ آیا۔ بوڑھے سائنس دان نے ٹھیک کہا
تھا۔ فلم صاف ہو چکی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ کلارا
اور بوڑھا سائنس دان ۱۹۹۰ء کے زمانے میں اپنی پیاری دنیا
میں پہنچ کر وہاں کا حصہ بن چکے تھے۔
ان کے جاتے ہی عنبر کو تنہائی کا شدید احساس ہوا۔
لیکن وہ اس قسم کے حالات کا عادی تھا۔ وہ لیبارٹری
سے باہر نکل آیا۔ باہر راکٹ آسمان کی طرف منہ اٹھائے
خاموش کھڑا تھا۔ عنبر نے سوچا کہ بوڑھے سائنس دان نے
کہا تھا کہ یہ راکٹ ہماری زمین کے سورج کی تپش برداشت
نہیں کر سکتا اور ہمارے سورج کے قریب پہنچ کر تباہ ہو
جائے گا۔ لیکن اس نے سوچا کہ وہ تو اسے زمین پر

نہیں لے جانا چاہتا۔ کیوں نہ اس میں بیٹھ کر وہ خلا میں
نکل جائے۔ ہو سکتا ہے کسی جگہ ناگ ماریا اور کیپٹن سے
ملاقات ہو جائے۔ کیوں کہ وہ سب خلا میں سفر کر رہے
تھے اور خلا ہی میں اب ان کی جگہ ملاقات ہو
سکتی تھی۔
عنبر یہ سوچ کر راکٹ میں داخل ہو گیا۔ انجن روم
میں جا کر انجن کا جائزہ لیا۔ یہ شمسی توانائی سے چلنے
والا انجن تھا۔ گیس کی اسے ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ
کاک پٹ والے کیبن میں آ گیا۔ عنبر کو راکٹ کا کافی
تجربہ ہو چکا تھا۔ پھر بھی اس نے انجن اور مشینری کا
چارٹ نکال کر اس کا مطالعہ شروع کر دیا۔
دیر تک وہ انجن کے چارٹ کو پڑھتا اور غور سے
دیکھتا رہا۔ وہ راکٹ کو چلا سکتا تھا۔ سامنے راکٹ کو کنٹرول
کرنے، اس کا رخ موڑنے اور اس کو کسی سیارے پر
اتارنے کے تمام بٹن لگے تھے۔ عنبر نے خدا کا نام لے
کر ایک بٹن دبا دیا۔ اس بٹن کے دبتے ہی کمپیوٹر پر
الٹی گنتی شروع ہو گئی۔ عنبر نے راکٹ کے اندر کا
پریشر سوئچ اور آکسیجن سوئچ اون کر دیا۔
جب گنتی صفر پر پہنچی تو راکٹ کا انجن خودبخود

شارٹ ہو گیا۔ راکٹ کو ایک دھچکا لگا اور وہ آہستہ
آہستہ اوپر اٹھنے لگا۔ سامنے سکرین پر عنبر دیکھ رہا تھا۔
راکٹ لیبارٹری کے میناروں سے اوپر آ گیا۔ پھر اس کی
رفتار تیز ہونے لگی اور دیکھتے دیکھتے وہ خلا کی وسعت
میں دور ہی دور نکلتا چلا گیا۔ سکرین پر عنبر کو وہ سیارہ
اب چھوٹا ہوتا نظر آ رہا تھا جہاں سے وہ اڑا تھا۔ پھر
یہ سیارہ بھی دوسرے سیاروں کی طرح ایک نقطے کی طرح
خلا میں چمکنے لگا۔

عنبر خلا میں اربوں کھربوں میل دور نکل چکا تھا۔

یہاں وقت کا، دن رات کا کوئی حساب نہیں تھا،
خلا میں تاریکی تھی۔ کروڑوں نوری سال کے فاصلوں پر
سیارے اور ستارے چمک رہے تھے۔ عنبر کے حساب سے
جب اسے خلا میں سفر کرتے ایک ہفتہ گذر گیا تو اس
کو خیال آیا کہ اب کوئی سیارہ قریب آنا چاہیے۔ مگر بظاہر
کوئی سیارہ قریب آتا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

عنبر کا سفر خلا میں جاری رہا۔ کچھ اور دن گذر گئے۔
ایک دن عنبر کو محسوس ہوا کہ راکٹ آہستہ آہستہ کانپنے
لگا ہے۔ یہ ایک نیا تجربہ تھا۔ عنبر نے سامنے سکرین پر
دیکھا کہ کہیں کسی سیارے کی کشش تو نہیں ہے یہ؟ مگر

کوئی سیارہ بھی قریب نہیں تھا۔

راکٹ کو اب دھچکے لگنے لگے۔ عنبر نے سامنے ڈائل
پر نگاہ ڈالی۔ وہاں سرخ بتی جلنے لگی تھی۔ اس کا مطلب
تھا کہ انجن میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ عنبر کاک
پٹ سے نکل کر جلدی سے پیچھے انجن روم کی طرف گیا۔
انجن روم میں اسے دھواں نظر آیا۔ دروازہ کھولا تو سفید
دھوئیں کا بادل باہر کو لپکا۔ انجن روم میں آگ لگ
گئی تھی۔

عنبر نے آگ بجھانے والی گیس کھول دی۔ انجن روم
گیس سے بھر گیا۔ آگ بجھ گئی۔

جب دھواں ہٹا تو عنبر انجن روم میں داخل ہو گیا۔
اس کو خلائی راکٹ کے انجن کی سمجھ نہیں تھی۔ پھر بھی اس
نے جانچ پڑتال شروع کر دی۔ آدھے سے زیادہ انجن جل
چکا تھا جو حصہ باقی بچا تھا اس میں سے بھی نیلے رنگ
کا پتلا سا شعلہ بار بار لپک رہا تھا۔

عنبر کی سمجھ میں جب کچھ نہ آیا تو وہ واپس اپنے کاک
پٹ میں آ گیا۔ انجن کے جل جانے سے راکٹ کا توازن
بگڑ گیا تھا۔ اسے بار بار دھچکے لگ رہے تھے۔ اب
طریقے سے راکٹ خلا کے محفوظ راستے [illegible] رہے تھے۔ عنبر

تھا۔ خلا میں محفوظ راستے ہوتے ہیں جہاں مصنوعی سیارے
اور راکٹ اور خلائی جہاز سفر کرتے ہیں۔ ان راستوں پر
شہابیے اور دوسرے خلائی پتھر نہیں گذرتے ورنہ ان سے
ٹکرا کر جہاز اور راکٹ پاش پاش ہو جائیں۔ ہر خلائی راکٹ
اور خلائی جہاز کو ان محفوظ خلائی راستوں پر پہلے سے ڈال
دیا جاتا ہے۔ ورنہ خلا میں کراچی اور لاہور شہر جتنے بڑے
بڑے پتھر لاکھوں میل فی کلو میٹر کی سپیڈ پر گھوم رہے ہوتے
ہیں اور ان سے ٹکرا کر کسی خلائی جہاز کے بچنے کا سوال
ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

عنبر راکٹ کے انجن کی وجہ سے کچھ پریشان سا ہو
گیا تھا۔ اگر وہ ہر بار انجن کی آگ کو بجھا بھی لیتا ہے
تو انجن کے بند ہو جانے سے وہ راکٹ کو خلا کے تباہ
کن راستوں پر چلے جانے سے نہیں روک سکتا تھا۔ یہی بات
عنبر کو پریشان کر رہی تھی۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ کہیں قریب
کوئی سیارہ ہے یا نہیں عنبر نے سکرین پر نگاہ ڈالی تو اسے
ایک چمکیلا سلنڈر خلا میں تیرتا ہوا نظر آیا۔

یہ کیا شے ہو سکتی تھی؟ عنبر نے سوچا۔ اس کا خیال
تھا کہ ہو سکتا ہے یہ کسی مصنوعی سیارے سے الگ ہو
دیکھا کر کہیں ٹدر خلا میں بھٹک رہا ہو۔ مگر یہ سلنڈر

اس کے راکٹ کی طرف بڑھا آ رہا تھا۔ شاید راکٹ
کے انجن والی گرمی کی لہریں اسے اپنی طرف کھینچ رہی
تھیں۔ عنبر اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔

سلنڈر بہت قریب آ گیا۔ عنبر نے دیکھا کہ یہ
پندرہ فٹ کے قریب لمبا اور چار پانچ فٹ کی گولائی
والا سلنڈر تھا جس کے پیچھے ایک چھوٹا سا پنکھا لگا
تھا جو آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ عنبر گھبرایا کہ کہیں یہ
ایٹمی میزائیل ہی نہ ہو۔ اس نے سلنڈر سے بچنے کی
بہت کوشش کی مگر اب راکٹ اس کے اختیار میں نہیں
تھا اور سلنڈر کو بھی وہ نہیں روک سکتا تھا۔

سلنڈر ٹھک کی آواز کے ساتھ عنبر کے راکٹ کے
دروازے کے عین ساتھ آ کر لگ گیا۔ یہ اسے باہر لگے
کیمرے سکرین پر ظاہر کر رہے تھے۔ عنبر نے خدا کا شکر
ادا کیا کہ سلنڈر پھٹا نہیں تھا۔ اب راکٹ نے زور
زور سے ڈولنا شروع کر دیا۔ اچانک راکٹ کا خطرے کا
الازم بیج اٹھا۔ عنبر بھاگ کر انجن روم میں گیا۔ انجن روم
میں آگ لگ چکی تھی۔ اس نے آگ بجھانے والی گیس
کا بٹن دبایا مگر وہ بھی جام ہو چکا تھا۔ یہاں دیواریں
اس قدر گرم تھیں کہ بٹن اور سوئچ پگھل رہے تھے

بھاگ کر راکٹ کے دروازے پر آیا۔
خطرہ تھا کہ راکٹ کسی وقت بھی پھٹ جائے گا۔
خطرے کا الارم اسی لیے بجا تھا کہ راکٹ چھوڑ دیا جائے
عنبر نے راکٹ کا دروازہ کھول دیا۔ دروازے کے کھلتے
ہی اسے سلنڈر دکھائی دیا۔ یہ سلنڈر راکٹ کے ساتھ
لگا تھا اور راکٹ کے ساتھ ہی دائیں بائیں ڈول رہا تھا
سلنڈر کے اوپر ایک تختہ لگا تھا جس پر انگریزی میں
میں X.II لکھا تھا۔ انگریزی حروف دیکھ کر عنبر کا ماتھا
ٹھنکا۔ کہیں یہ سلنڈر زمین کی طرف سے تو نہیں آیا؟
اس کے اندر کیا ہوگا؟ ضرور یہ میزائیل ہے۔
عنبر سوچ رہا تھا۔ راکٹ میں گویا بھونچال آ گیا تھا۔ سلنڈر
کے پہلو میں ایک ہتھی لگی تھی۔ عنبر نے ہتھی کو کھینچا
تو اس کا اوپر والا تختہ کھل گیا۔ عین اس وقت راکٹ
کا اوپر والا حصہ پھٹ گیا۔ عنبر قلا بازی کھا کر سلنڈر
کے کھلے تختے کے اندر گر پڑا۔ اس کے اندر گرتے
ہی سلنڈر کو ایک دھکا لگا اور وہ راکٹ سے الگ
ہو گیا۔ الگ ہوتے ہی اس نے ایک غوطہ سا لگایا
اور راکٹ کے نیچے آ کر دوسری طرف نکل گیا۔ ایک
دھماکہ ہوا اور عنبر نے خلا میں اپنے راکٹ کے ٹکڑے

بکھرتے دیکھے۔ اس خلا میں تھوڑی بہت فضا قائم تھی۔
یعنی فضا میں ذرات موجود تھے جن کی وجہ سے اسے
راکٹ کے دھماکے کی آواز سنائی دی تھی اگرچہ یہ آواز
کافی ہلکی تھی۔
عنبر نے اب اپنے آس پاس دیکھا کہ وہ سلنڈر
میں کہاں بیٹھا ہے۔ اس کے اوپر والا تختہ اپنے آپ
بند ہو گیا۔ عنبر نے دیکھا کہ وہ فولاد کے ایک تابوت
پر بیٹھا ہے۔ یہ سلنڈر ایک چھوٹی سی گول سرنگ کی
طرح تھا جس میں عنبر صرف لیٹ سکتا تھا اور یا ذرا
سا سر اٹھا کر چند فٹ تک رینگ سکتا تھا۔
وہ فولادی تابوت کے اوپر غور سے دیکھنے لگا۔
سلنڈر میں دھیمی دھیمی روشنی تھی۔ شاید یہ روشنی تابوت
کے فولاد کی چادر سے نکل رہی تھی۔ تابوت کے اوپر بھی
X II ہی کا نمبر لکھا تھا۔ عنبر کی سمجھ میں یہ بات نہیں
آ رہی تھی کہ یہ فولادی تابوت والا سلنڈر کسی نے خلا میں
پھینکا ہے اور اس کے اندر کیا چیز ہے؟
موت کا سلنڈر خلا میں بڑی تیزی سے سفر کر رہا تھا۔
شاید اس کے پیچھے لگے ہوئے ایٹمی پنکھے زور سے چلنے
لگے تھے۔ عنبر تابوت کے قریب ہی لیٹ گیا۔ اب

ہو گا۔ دیکھا جائے گا۔ وہ کیا کر سکتا تھا۔ یہ موت کا سلنڈر
اسے جہاں بھی پہنچا دے اسے جانا پڑے گا۔ اگر وہ قیامت
تک خلا میں چکر لگاتا رہے گا تو عنبر بھی قیامت تک
اس کے ساتھ ہی گردش کرے گا۔

عنبر نے ناگ ماریا اور کیٹی کے بارے میں سوچنا
شروع کر دیا۔

وہ کس سیارے پر ہوں گے۔ کس حال میں ہوں گے۔
ان سے کبھی دوبارہ ملاقات ہو گی بھی یا نہیں؟ یہ سوال
عنبر کو پریشان کر رہے تھے۔ زمین پر وہ کئی ہزار سال
سے سفر کر رہا تھا۔ لیکن زمین پر کم از کم اسے چاہے
ڈاکو ہی سہی کوئی انسان تو مل جاتا تھا۔ یہاں تو نہ
آدم نہ آدم زاد تھا اور پھر اسے معلوم بھی نہیں تھا کہ
وہ کہاں جا رہا ہے اور اس کا انجام کیا ہو گا۔

عنبر سلنڈر کی بند چھوٹی سی سرنگ میں خاموش لیٹا ہوا
تھا۔ راکٹ میں تو اسے باہر خلا کا منظر ہی نظر آ جاتا
تھا لیکن سلنڈر میں اسے باہر کی کوئی چیز دکھائی نہیں
دے رہی تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ سلنڈر نے ایک
طرف کو رُخ بدلا ہے۔ پھر اسے لگا کہ سلنڈر نے خلا
میں غوطہ لگایا ہے اور بڑی تیزی سے نیچے اتر رہا ہے۔

کیا سلنڈر کسی سیارے پر اتر رہا تھا؟
عنبر نے سوچا۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ سلنڈر کو
ایک سیارے کی کشش اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ یہ
سیارہ بھورے رنگ کا تھا۔ سلنڈر کی رفتار کافی تیز تھی
اور کم نہیں ہوئی تھی۔

عنبر نے فولادی تابوت کو زور سے پکڑ لیا۔ اسے کچھ
معلوم نہیں تھا کہ وہ کسی سیارے پر اتر رہا ہے یا کسی
گہرے کنوئیں میں گر رہا ہے۔ اس کا سلنڈر زور سے
بھورے سیارے کی بھوری زمین سے ٹکرایا اور کھل گیا۔
عنبر فولادی تابوت کے ساتھ ہی باہر اچھل پڑا۔

عنبر زمین پر سیدھا پڑا تھا۔ اس کی جگہ کوئی دوسرا
عام آدمی ہوتا تو اس کی ہڈیاں چُور چُور ہو گئی ہوتیں۔
عنبر نے فضا میں جو پہلی بات محسوس کی وہ یہ تھی کہ
فضا میں دو چیزیں موجود تھیں۔ ایک تو یہ کہ فضا میں
ایسی مشک کافور قسم کی بُو رچی ہوئی تھی جو مُردوں کو
کفناتے وقت آیا کرتی ہے اور دوسری بات یہ تھی
کہ ہوا میں ہلکی ہلکی آہوں کی آواز آ رہی تھی۔ جیسے
کوئی کسی گہری سرنگ میں بند آہستہ آہستہ سانس لے
رہا ہو۔

عنبر نے اٹھ کر چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ وہاں سوائے
بھوری چٹانوں کے اور کچھ نہیں تھا۔ کوئی انسان بھی موجود
نہیں تھا جس کی آہ بھرنے کی آواز ہو۔ عنبر کو تابوت کا
خیال آ گیا۔ تابوت کھل گیا تھا۔ اس نے جھک کر دیکھا
تابوت میں ایک جوان آدمی کی لاش پڑی تھی۔
عنبر نے لاش کے ہونٹوں کے ساتھ کان لگا دیا۔ یہ آہ
کی آواز اس کے ہونٹوں سے آ رہی تھی۔
عنبر حیران ہوا کہ اگر یہ کسی مردہ نوجوان کی لاش ہے
تو پھر اس کے منہ سے آہ بھرنے کی دھیمی دھیمی آواز
کیوں آ رہی ہے۔ عنبر اب یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ
جس سیارے کی زمین پر وہ آیا ہے وہ کس قسم کا
سیارہ ہے۔ یہاں کوئی مخلوق بھی آباد ہے کہ نہیں؟
عنبر نے آسمان کی طرف دیکھا۔ آسمان پر بھورے
بادل چھائے ہوئے تھے۔ ان بھورے بادلوں میں سے بھوری
بھوری اداسی اور منحوس سی روشنی آ رہی تھی۔ عنبر اٹھ کر
چٹانوں کی طرف چلا۔ چٹانوں پر خاردار جھاڑیاں اُگی
ہوئی تھیں۔ ایک جگہ عنبر کو ایک دوسرا فولادی تابوت
نظر آیا۔ وہ بھی کھلا ہوا تھا۔ اس میں بھی ایک لاش پڑی
تھی۔ یہ کسی سفید بالوں والی عورت کی لاش تھی جس کا

جسم ویسے کا ویسا ہی تھا۔ مگر وہ مر چکی تھی۔
عنبر نے اس کے منہ پر کان رکھا۔ اس مردہ عورت
کے منہ سے بھی آہیں بھرنے کی دھیمی دھیمی آواز آ رہی
تھی۔ اس نے عورت کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ عورت مر
چکی تھی۔ اس کا دل بند تھا۔ آنکھیں پتھر بن چکی تھیں۔
اگر یہ عورت بھی مردہ ہے تو پھر وہ آہیں کیسے بھر
رہی ہے؟
یہی سوچتا سوچتا عنبر چٹانوں کی دوسری طرف نکل گیا۔
دوسری طرف ایک میدان تھا۔ عنبر چکر کھا کر رہ گیا۔
کیوں کہ دوسری طرف میدان میں جگہ جگہ بے شمار
فولادی تابوت بکھرے ہوئے تھے۔ یہ سب کے سب
تابوت کھلے تھے اور ان کے اندر مردہ لاشیں پڑی تھیں
عنبر نے کتنی ہی لاشوں کے منہ کے ساتھ کان لگا کر سنا۔
ہر لاش آہستہ آہستہ آہیں بھر رہی تھی۔ ان میں عورتوں
مردوں اور بڑے بوڑھوں کے علاوہ جوان لڑکیوں اور
بچوں کی لاشیں بھی تھیں۔ عنبر بڑا پریشان ہوا کہ یہ کس
قسم کا سیارہ ہے کہ جہاں ہر طرف مردوں کے تابوت کھلے
ہوئے ہیں اور لاشیں ہی لاشیں ہیں۔
عنبر سر پکڑ کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ وہ کس قسم کے

منحوس سیارے پر آ گیا ہے۔ اس سے تو بہتر تھا کہ وہ
جنگلی درندوں کے کسی سیارے پر آ جاتا۔ کم ازکم کوئی
شے زندہ تو ہوتی۔ دیر تک وہ وہاں بیٹھا سوچتا رہا
کہ کہاں جائے اور کیا کرے؟ اسی طرح سیارے پر دن
غروب ہو گیا اور رات کا اندھیرا پھیلنے لگا۔ رات اتنی
ہو گئی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ پھر بھی عنبر
اندھیرے میں دیکھ سکتا تھا۔ کیوں کہ اس کی آنکھوں میں
غیر معمولی طاقت تھی۔

اس نے سوچا کہ یہاں بیٹھے رہنے سے بہتر ہے کہ
اٹھ کر چلا جائے۔ ہو سکتا ہے سیارے کے دوسری جانب
کوئی آبادی ہو۔ آخر جہاں اتنے مردے ہیں وہاں آبادی
بھی ضرور ہو گی۔ وہ میدان عبور کر کے چٹانوں کے سلسلے
سے باہر نکلا تو اسے اندھیرے، گھپ اندھیرے میں دور
ایک روشنی ٹمٹماتی نظر آئی۔

وہ تیزی سے اس روشنی کی طرف چلا۔

اس کے پاس خلائی گن موجود تھی۔ وہ زرد خلائی لباس
میں تھا۔ چہرے پر سے اس نے زرد نقاب اتار کر
پھینک دیا تھا۔ کیوں کہ اب اسے نقاب کی ضرورت
نہیں تھی۔ روشنی قریب آنے لگی۔ عنبر نے دیکھا کہ یہ

روشنی ایک چھوٹا سا چراغ ہے جو ایک اونچے محرابی
دروازے کے اوپر جل رہا ہے۔ سیارے پر ہوا چل رہی
تھی مگر چراغ کی لَو اپنی جگہ پر سیدھی کھڑی تھی۔ وہ
ہوا میں ذرا بھی نہیں ہل رہی تھی۔

عنبر دروازے کے قریب آ گیا۔ یہ کافی اونچا محرابی
دروازہ تھا اور دونوں طرف دیوار جا رہی تھی۔ ایسا لگ
رہا تھا کہ یہ کسی شہر کی دیوار کا دروازہ ہے۔ اندھیرے
میں عنبر کو ایک پتھریلا راستہ اندر شہر میں داخل ہوتا نظر
آیا۔ وہ اس راستے پر چل پڑا۔ یہ راستہ آگے کو جھکے
ہوئے چھجوں اور گیلریوں والے سنسان مکانوں کے درمیان
سے گذرتا تھا۔ کسی مکان میں روشنی نہیں ہو رہی تھی۔
ہر مکان کا دروازہ کھلا تھا۔ یہ مکان پرانے اور شکستہ
تھے۔ اکثر کے کھلے دروازوں پر مکڑیوں نے جالے تان
رکھے تھے۔ صاف لگ رہا تھا کہ ان کے اندر نہ کوئی گیا
ہے نہ باہر نکلا ہے۔

یہ تو ایک اجڑا ہوا ویران آسیبی شہر تھا۔

عنبر یہی سوچتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ آگے چوک
آ گیا۔ اس چوک میں ایک چبوترے پر بھی چراغ جل رہا
تھا۔ آس پاس گلیاں بنی ہوئی تھیں۔ گلیوں میں بھی بوسیدہ

ویران مکان تھے جو اندھیرے اور سنسان پڑے تھے۔
مگر یہاں کی فضا میں بھی آہوں کی دھیمی دھیمی آواز
پھیلی تھی۔ یہ آواز عنبر کو برابر آ رہی تھی۔ اگرچہ یہ بہت
ہی دھیمی آواز تھی۔

عنبر نے ساری گلیاں گھوم کر دیکھیں۔ ہر مکان کا
دروازہ کھلا تھا اور تقریباً ہر دوسرے دروازے پر مکڑیوں
نے جالے تان رکھے تھے۔ ایک جگہ عنبر نے بہت بڑی
بلی جتنی چھپکلی کو دیکھا کہ ایک مکان کی دیوار پر
رینگ رہی تھی۔ عنبر کو دیکھ کر وہ رُک گئی۔ گردن
گھما کر عنبر کو غور سے دیکھا اور پھر تیزی سے مکان
کے روشن دان میں غائب ہو گئی۔

عنبر کو یہ سب کچھ ایک گہرا اور آسیبی معمّہ لگ
رہا تھا۔ وہ ناگ ماریا اور کیٹی کی تلاش میں نکلا تھا
اور کس منحوس ڈراؤنے سیارے میں آن پھنسا تھا۔ عنبر
واپس آ کر چوک کے چبوترے پر بیٹھ گیا۔ اس کے
قریب ہی چراغ جل رہا تھا۔

جب وہ بیٹھا تو چراغ کی لَو تھوڑی دیر کو
کانپ کر پھر ساکت ہو گئی اور عنبر کو آہ بھرنے
کی آواز سنائی۔ عنبر نے آہستہ سے کہا:

"تم کون ہو جو آہیں بھر رہے ہو؟"
کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ آہ کی آواز پھر
آئی۔ عنبر نے زمین پر زور سے پاؤں مارے۔

"میں لعنت بھیجتا ہوں اس سیارے پر جہاں
مردے اور لاشیں رہتی ہیں۔"

عنبر اصل میں جھنجھلا گیا تھا۔ اس قسم کے سیّارے
پر پہنچنے کی اسے کبھی توقع نہیں تھی۔ رات آہستہ آہستہ
بہت ہی آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ آسمان پر بھورے
بادلوں کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ عنبر کو محسوس نہیں
ہو رہا تھا کہ رات گزر رہی ہے کہ ایک جگہ رُک
گئی ہے۔

تاریکی اتنی ہی گہری تھی۔ فضا میں مشک کافور کی
بُو تھی اور لاشوں کی آہوں کی آوازیں بھی اسی طرح
آ رہی تھیں۔

عنبر نے اپنا سر جھکا لیا اور پھر چبوترے پر لیٹ گیا۔
اس نے آنکھیں بند کر لیں اور ناگ کیٹی اور ماریا کے
بارے میں سوچنے لگا۔

نہ جانے کتنی دیر تک وہ اسی طرح آنکھیں بند
کیے لیٹا رہا۔ جب آنکھ کھول کر دیکھا۔ رات اسی طرح

اس کے سر پر کھڑی تھی۔ وہی ویران اندھیرا تھا، وہی
دھیمی دھیمی آہوں کی آوازیں تھیں۔ عنبر نے دوبارہ آنکھیں
بند کر لیں اور جان بوجھ کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔
سونے کے سوا وہ کیا کر سکتا تھا؟

مگر اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں اگرچہ
بند تھیں۔ جب اسی طرح کافی وقت گذر گیا تو عنبر
اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اسے سخت غصہ آ رہا تھا کہ یہ رات
گذرتی کیوں نہیں۔ دن کیوں نہیں چڑھتا۔ سورج کی روشنی
کیوں نہیں ہوتی؟

اسے کیا معلوم تھا کہ اس منحوس سیارے پر ایک
سال کی رات اور ایک سال کا دن ہوتا ہے۔ ایک
سال کا دن ختم ہو گیا تھا اور ایک سال کی رات
شروع ہو گئی تھی۔

عنبر نے چراغ پر بھی اپنا غصہ اتارتے ہوئے اسے
پھونک مار کر بجھا دیا۔ چراغ کے بجھتے ہی فضا میں
آہوں کی آواز بلند ہو گئی۔ عنبر کو ایسے محسوس ہوا جیسے
لاشیں آہیں بھرتی اپنے تابوتوں سے باہر نکل آئی
ہوں۔ پھر ایک دم سے جیسے کسی نے چراغ کو روشن
کر دیا۔ چراغ کی لَو جل اٹھی۔ اس کے ارد گرد دھیمی سی

روشنی پھیل گئی۔ عنبر خاموشی سے چراغ کی طرف تکنے لگا۔
اس نے دوسری بار پھونک مار کر چراغ بجھانا چاہا مگر
اس بار چراغ پر اس کی پھونک کا کوئی اثر نہ ہوا۔ چراغ
کی لَو ذرا سی بھی نہ کانپی۔ جیسے کسی نے اس کے ارد
گرد شیشے کی دیوار کھڑی کر دی ہو۔ عنبر نے خلائی گن
نکال کر چراغ پر فائر کر دیا۔ گن کی نیلی شعاع چراغ
کی لَو سے ٹکرا کر ایک جھماکا سا پیدا کر کے غائب
ہو گئی۔ چراغ اسی طرح جل رہا تھا۔

اب تو عنبر کو بہت غصہ آیا۔ اس نے اٹھ کر
چراغ کو زور سے ہاتھ مارا۔ اس کا خیال تھا کہ چراغ
ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔ لیکن الٹا اس کا ہاتھ درد کرنے
لگا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اسے کسی شے پر ضرب لگاتے
ہوئے ہاتھ میں درد محسوس ہوا تھا۔

عنبر وہاں سے اٹھ کر شہر کی دوسری جانب سڑک
پر چلنے لگا۔ وہ ایک گلی میں سے گذر رہا تھا کہ جیسے
کسی نے پیچھے سے آ کر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ
دیا۔ عنبر نے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ پیچھے کوئی نہیں تھا۔

"کون ہو تم؟"

عنبر چلایا۔ کوئی جواب نہ آیا۔ عنبر نے زمین پر غصے

میں پاؤں مارا اور آگے بڑھ گیا۔ گلی کے ذرا آگے گیا
ہوگا کہ ایک بار پھر کسی نے اس کے دوسرے کاندھے
پر ہاتھ رکھ دیا۔

عنبر رُک گیا:

"تم جو کوئی بھی ہو میرے سامنے کیوں نہیں
آتے۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تم سے ڈر
جاؤں گا تو یہ تمہاری بھول ہے۔ تمہاری حماقت
ہے۔ تم میری طاقت سے واقف نہیں ہو!"

عنبر یہ کہہ کر ایک بار پھر آگے بڑھا۔ اسے فضا
میں ہلکے سے نقرئی قہقہے کی آواز سنائی دی۔ وہ وہیں
رُک گیا۔ یہ نقرئی آواز کسی لڑکی کے قہقہے کی تھی۔ بڑی
معصوم اور پاکیزہ آواز تھی۔ عنبر کے دل پر اس آواز کی
پاکیزگی کا بڑا اثر ہوا۔ اس لئے کہا:

"مجھے معاف کر دینا لیکن تم کون ہو بہن؟ مجھ سے
بات کیوں نہیں کرتی ہو؟"

کسی نے عنبر کے سوال کا جواب نہ دیا۔ اب نقرئی
قہقہے کی بھی آواز نہ آئی بلکہ فضا میں کسی نے آہستہ سے
گہری آہ بھری اور پھر وہی آہوں بھرا سناٹا چھا گیا۔
عنبر مجبوراً آگے چلنے لگا۔ آگے یہ گلی بند ہو گئی تھی۔

جہاں گلی بند ہوتی تھی وہاں ایک بہت ہی پرانی
حویلی کا دروازہ تھا۔ عنبر نے قریب جا کر دیکھا۔ اس
دروازے پر بھی مکڑی نے جالا تان رکھا تھا۔ مگر اندر
ایک طرف سے چراغ کی دھیمی دھیمی روشنی سی آ رہی تھی۔

عنبر نے آہستہ سے آواز دی:

"کیا اس حویلی میں کوئی ہے؟"

اندر سے کوئی آواز نہ آئی۔

عنبر نے دوسری بار کہا:

"اس حویلی میں دیا کس نے روشن کر رکھا ہے؟
جس نے یہ دیا جلایا ہے وہ میرے سوال کا
جواب دے۔"

حویلی میں سوائے گہری آسیبی خاموشی کے اور
کچھ نہیں تھا۔ عنبر جھنجھلا کر واپس مڑنے لگا تھا کہ اسے
ایک دھیمی سے آواز سنائی دی۔ یہ وہی نقرئی ہنسی کی
دھیمی آواز تھی۔

عنبر نے پُکار کر کہا:

"تم کون ہو؟ مجھ سے بات کیوں نہیں کرتی ہو؟"

جب عنبر نے دو تین بار اپنا سوال دہرایا تو کسی نسوانی
آواز نے جیسے سرگوشی میں کہا:

"یہاں سے نکل جاؤ۔ چلے جاؤ۔ چلے جاؤ۔"

اور پھر یہ سرگوشی کی آواز آہوں میں تبدیل ہو کر عنبر سے دور چلی گئی۔

عنبر نے کہا:

"میں نہیں جاؤں گا۔ نہیں جاؤں گا۔ جب تک یہ معلوم نہیں کر لوں گا۔ کہ تم لوگ کون ہو اور یہ مردہ لاشیں کہاں سے آئی ہیں؟"

فضا میں نقرئی ہنسی کی آواز بلند ہو کر غائب ہو گئی۔

عنبر کچھ دیر وہاں کھڑا حویلی کے اندر جلتے چراغ کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے سوچا کہ ایسی بھی کیا بات ہے۔ اسے کوئی کھا تو نہیں جائے گا۔ اس معمے کو حل کرنا چاہیے۔

چنانچہ عنبر نے دروازے کے جالے کو ہاتھ سے پرے ہٹایا اور اندر داخل ہو گیا۔ مکڑی کا جالا ہٹتے ہی فضا میں ایک مکروہ چیخ کی آواز بلند ہوئی۔ ایک بار تو عنبر کا دل بھی دہل گیا۔ مگر وہ ایک بہادر اور غیر معمولی طاقت رکھنے والا نوجوان تھا اور کبھی خوف زدہ نہیں ہوا تھا۔

چیخ کی آواز پر وہ ذرا سا کانپا مگر فوراً ہی اس نے اپنے حواس پر قابو پا لیا اور پیچھے مڑنے کی بجائے حویلی میں آگے کی جانب بڑھا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ

حویلی میں جس چراغ کی روشنی ہو رہی ہے وہ کہاں جل رہا ہے۔ حویلی کی ڈیوڑھی کے آگے بائیں جانب راہ داری گھومتی تھی۔

روشنی اسی طرف سے آ رہی تھی۔

جونہی عنبر بائیں جانب گھوما اس کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ اس کے سامنے ایک بے حد مکروہ صورت کی بوڑھی عورت جس کے سر کے جھاڑ جھنکار، بنے ہوئے اور ناک اتنی لمبی تھی کہ ٹھوڑی کو چھو رہی تھی اپنے ہاتھ میں چراغ لیے کھڑی تھی۔ اس نے عنبر کو دیکھتے ہی ایک دلدوز دل کو ہلا دینے والی مکروہ چیخ ماری۔ مگر عنبر اپنی جگہ ہمت کے ساتھ کھڑا رہا۔ مکروہ صورت چڑیل نما عورت نے دوسری چیخ ماری اور عنبر کی طرف اپنا لمبے لمبے ناخنوں والا ہاتھ بڑھایا۔ عنبر نے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر ایک جھٹکا دیا۔

عورت چیخ مار کر چراغ سمیت غائب ہو گئی۔

عنبر گھپ اندھیری راہ داری میں اکیلا کھڑا رہ گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد اسے اندھیرے میں سب کچھ دکھائی دینے لگا۔ راہ داری خالی تھی۔ ایک طرف دیوار کے ساتھ بہت بڑا مرتبان پڑا تھا۔ عنبر نے اسے جھک کر دیکھا۔

مرتبان کے اندر اسے دو سرخ آنکھیں اپنی طرف دیکھتی نظر آئیں۔

"کون ہو تم؟ باہر نکلو۔ باہر نکلو۔"

عنبر نے مرتبان کو الٹ دیا۔

مرتبان کے اندر سے ایک بہت بڑی چھپکلی پھنکار مارتی نکلی اور عنبر پر حملہ کر دیا۔ عنبر نے اپنے پاؤں تلے اس کی گردن کو ایسا دبایا کہ اسے وہیں کچل کر رکھ دیا۔

چھپکلی کے مرتے ہی حویلی پر گویا بھونچال سا آ گیا۔ دیواریں ہلنے لگیں۔ گڑگڑاہٹ کی آواز آنے لگیں۔ عنبر اپنی جگہ پر بڑی بہادری سے کھڑا رہا۔ اسے موت کا تو کوئی خوف ہی نہیں تھا۔ ویسے بھی جن لوگوں کو خدا پر بھروسہ ہوتا ہے اور جو خدا سے اور صرف خدا سے ڈرتے ہیں ان کے دلوں سے پھر دنیا کا خوف اپنے آپ نکل جاتا ہے۔ آپ بھی اپنے دل میں خدا کا خوف بٹھا کر دیکھیں، باقی سارے خوف اپنے آپ دل سے غائب ہو جائیں گے۔

بھونچال رک گیا۔ زلزلہ ختم گیا۔ گڑگڑاہٹ کی آوازیں رک گئیں۔ آہوں کی دھیمی دھیمی آواز جو فضا میں رچی ہوئی تھی وہ بھی ختم ہو گئی۔ حویلی کی راہ داری میں دور نیلے رنگ کی روشنی ابھری۔ عنبر اس روشنی کی طرف چلا۔

آگے جا کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک خوبصورت سجا بجایا کمرہ ہے۔ فرش پر قالین بچھے ہیں۔ مسند لگی ہے۔ گاؤ تکیے رکھے ہیں۔ پھولوں کے گہنے پڑے ہیں۔ چھت سے فانوس لٹک رہا ہے۔ اس فانوس میں سے نیلی نیلی نورانی روشنی نکل رہی تھی۔ کمرے میں مشک کافور کی بجائے گلاب اور موتیے کے پھولوں کی خوشبو پھیلی تھی۔

عنبر اس حسین تبدیلی پر حیران سا ہو کر رہ گیا۔

وہ ابھی سوچ رہا تھا آگے بڑھے یا پیچھے واپس چلا جائے کہ اسے پھر وہی نقرئی پاکیزہ ہنسی کی آواز سنائی دی۔

عنبر نے آواز دی:

"کون ہو تم کیا اب بھی میرے سامنے نہیں آؤ گی میری بہن؟"

اچانک سامنے والے دروازے کا ریشمی پردہ ہٹا اور عنبر کے سامنے ایک خوبصورت معصوم لڑکی کھڑی تھی۔ جس کی آنکھیں نیلی تھیں۔ کانوں اور ہاتھوں میں پھولوں کے گجرے تھے۔ سنہری بالوں میں گلاب کے پھولوں کا تاج سج رہا تھا۔

اس نے عنبر کو مسند پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

عنبر مسند پر بیٹھ گیا۔ یہ خوبصورت معصوم لڑکی اس کے سامنے آ کر قالین پر بیٹھ گئی۔

عنبر نے کہا:

"تم ۔ تم کون ہو؟ یہ کون سا سیارہ ہے تم انسانی شکل والی اتنی حسین لڑکی اس سیارے پر کیسے آگئی ہو؟"

لڑکی نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر عنبر کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

عنبر نے جھلا کر کہا:

"خدا کے لیے مجھ سے بات کرو کہ تم کون ہو۔ میں تو جب سے اس منحوس سیارے پر آیا ہوں سوائے انسانی لاشوں کے اور کوئی شے نہیں ملی۔ اب پہلی بار تمہاری شکل دیکھی ہے تو تم سے باتیں کرنے کو بے تاب ہو رہا ہوں مجھے بتاؤ کہ اس منحوس سیارے پر اتنی لاشوں کے تابوت کہاں سے آگئے؟ یہ شہر ویران کیوں ہے؟"

اس لڑکی نے خاموش سنجیدہ نظروں سے عنبر کی طرف دیکھا۔ ایک ٹھنڈی آہ بھری اور نقرئی آواز میں کہا:

"تم یہاں کیوں آگئے؟"

عنبر نے جواب دیا:

"میں خود کہاں اس منحوس سیارے پر آیا ہوں۔

مجھے تو مجبوراً یہاں گرنا پڑا ہے۔ میں یہاں کریش ہوا ہوں۔ کیا تمہیں نہیں معلوم؟"

"نہیں" لڑکی نے کہا: "کیا تم مردہ ہو؟"

اس سوال پر عنبر بھونچکا ہو گیا۔ یہ لڑکی کیا کہہ رہی ہے۔ اس نے کہا:

"میں تمہیں مردہ لگتا ہوں! میں زندہ نہیں لگ رہا؟ میں زندہ ہوں۔ مردہ نہیں ہوں۔"

لڑکی نے کہا:

"یہاں کوئی بھی زندہ نہیں ہے۔ میں تمہیں لگتی ہوں نا؟ مگر میں زندہ نہیں ہوں۔"

عنبر حیرت سے لڑکی کا منہ تکنے لگا۔ پھر وہ اپنی اپنی جگہ سے اٹھا کہ لڑکی کو ہاتھ لگا کر دیکھے۔ لڑکی بھی سمجھ گئی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ عنبر اس کے پاس جا کر اسے ہاتھ سے چھوتے ہی لگا تھا کہ لڑکی غائب ہو گئی۔

عنبر نے چلا کر کہا:

"تم زندہ ہو۔ میں جانتا ہوں کہ تم زندہ ہو۔"

عنبر کو وہی نقرئی ہنسی کی پاکیزہ آواز پھر سنائی دی۔

عنبر بولا:

"اگر تم میرے سامنے نہیں آنا چاہتی تو بے شک

مت آؤ۔ لیکن کیا تم مجھے کوئی ایسا طریقہ بتا سکتی ہو کہ میں اس منحوس سیارے سے نکل سکوں؟"

لڑکی کی سنجیدگی اور گہری آواز بلند ہوئی:

"تم یہاں سے نہیں جا سکتے۔ کیوں کہ تم مُردہ ہو اور جو مردہ یہاں ایک بار آ جاتا ہے وہ پھر یہاں سے کبھی واپس نہیں جاتا۔"

ایک قہقہہ بلند ہوا اور پھر آہستہ آہستہ گہری خاموشی میں گم ہو گیا۔ یہ اسی لڑکی کا نقرئی قہقہہ تھا۔ عنبر سر پکڑ کر قالین پر بیٹھ گیا پھر اس نے اپنے جسم کو ٹٹول کر دیکھا۔ وہ واقعی زندہ تھا۔ مُردہ نہیں تھا۔

عنبر واقعی کہیں مر تو نہیں گیا تھا؟
یہ نیلی آنکھوں والی لڑکی کون تھی؟
سیارے کا راز کیا تھا؟
ناگ کیٹی اور ماریا کی عنبر سے ملاقات کہاں ہوئی؟
یہ معلوم کرنے کے لیے "عنبر ناگ ماریا خلا میں" کی اگلی قسط نمبر ۱۰۶ "خونخوار انسانی لومڑی" پڑھیں۔

میرے نام

انکل اے حمید صاحب میری اور میرے دوستوں کی طرف سے سلام قبول ہو

ہم یہاں خیریت سے ہیں امید ہے کہ آپ بھی خیریت سے ہوں گے۔ میں عنبر ناگ ماریا اور کیٹی کی سیریز ناول بہت شوق سے پڑھتا ہوں مجھے ایک سوال کا جواب چاہیئے سوال یہ ہے کہ عنبر ناگ ماریا کیٹی کے ناول سچے ہیں کیا؟ کیونکہ میرے دوست مجھے بولتے ہیں کہ یہ ناول جھوٹے ہوتے ہیں میرے خیال سے عنبر ناگ ماریا کی پہلی سو قسطوں میں ناول کے اوپر لکھا ہوتا تھا "سچی داستان" کیا یہ سچا ناول ہے۔ اور آپ کے ایک ناول کا اشتہار "خلائی گھڑی کا قیدی" اس ناول کا بہت انتظار ہے خاص طور پہ عنبر ناگ ماریا کیٹی ان کے ناول کا مجھے بہت بے چینی سے انتظار ہوتا ہے کہ کب مہینہ پورا ہو اور کب ناول آئے۔

آپ کے ناول پڑھنے کا شوقین
محمد شوکت چوہان۔ چوہان بیکری اینڈ جنرل اسٹور
شیر شاہ کالونی محمدی روڈ بی بلاک گلی نمبر ۱۰ کراچی نمبر ۲۸

پیارے انکل! اسلام مسنون

ناول عنبر ہوشیار میں جناب فیض احمد فیض مرحوم کے چند مختصر الفاظ جنہیں لوگوں نے تو مختصر جانا لیکن میری نظر میں یہ چند الفاظ کہ "اے حمید اردو ادب میں ایک رنگین اسلوب لے کر آیا اور جب اس نے بچوں کے لیے لکھنا شروع کیا تو یہ اسلوب اس میں بھی قائم رکھا" اور یہ داستان طلسم ہوش ربا جیسی بڑی

داستان کا مقابلہ کر سکتا ہے" بہت بڑی بات ہے اور یہ آپ کی شخصیت
کا جامع ترین تجزیہ ہے۔

لاہور کے مشہور ناشر تو آپ کی خوب صورت ترین ناول تو شائع
کرتے ہی ہیں۔ میری مراد نیا مکتبہ اقراء سے ہے لیکن میں بتانا یہ چاہ
رہا ہوں کہ کراچی میں گھومتے ہوئے شیخ غلام علی اینڈ سنز کی دکان میں چلا
گیا اور پھر یقین جانیے کہ آپ کی شخصیت کا دوسرا رخ سامنے آگیا مطلب
یہ ہے کہ اس وقت میرے پاس تقریباً ۹۵ روپے تھے اور وہ سب
آپ کی خوب صورت ترین ناولوں کے سر ہو گئے میرے دوستوں نے کہا
بھی کہ کیوں فضول پیسے خرچ کر رہے ہو آؤ چل کر ان کا چرغہ اڑاتے
ہیں۔ میں نے اُن سے کہا کہ بھائی فضول خرچی یہ نہیں وہ ہے جو تم
کہہ رہے ہو۔

نئی عنبر ناگ ماریا اور اب تو کیٹی کی سیریز کے دو ناول (خلائی جہاز کی
ممی اور دوسری غیبی خلائی شیطان) کی مبارک باد قبول کیجئے۔ اس مبارکباد
کے ساتھ ساتھ ایک میری خواہش پوری کر دیجئے وہ یہ کہ آپ کی نیا
مکتبہ اقراء سے شائع ہونے والی کتب کے علاوہ کیونکہ ان کے تو ناول ہم
لگاتار پڑھ رہے ہیں دوسرے کسی بھی پبلشر کے ناول جو آپ نے لکھے
ہیں اُن کے نام کسی بھی طریقے سے ہمیں بتائیں کہ میرے علاوہ اور دوسرے
لوگ بھی آپ کی کتب سے مستفید ہو سکیں۔ شکریہ

آپ کا چاہنے والا سید سلمان سلیم
۲۰۹/۸ عزیز آباد فیڈرل بی ایریا کراچی نمبر ۳۸

پیارے انکل اے حمید صاحب

السلام علیکم! کے بعد عرض ہے کہ میں آپ کا پرانا قاری ہوں اور میں
عنبر ناگ ماریا کی کہانیاں بڑے شوق سے پڑھتا ہوں۔ انکل میرے ذہن
میں یہ رہتا ہے کہ کیا یہ عنبر ناگ ماریا واقعی ہیں۔ اور اس طرح کے بہت
سے سوالات ذہن میں آتے رہتے ہیں میرے بہت سے ساتھی بھی آپ
کی یہ کہانیاں بہت پسند کرتے ہیں میں آپ کی کہانیاں بہت جلدی ختم
کر لیتا ہوں اور باقی دنوں میں فارغ رہتا ہوں۔ آپ کی اس ماہ کی کہانیاں
عنبر ہوشیار سینچری نمبر پڑھا بہت پسند آیا۔

اچھا اب اجازت چاہوں گا خدا حافظ
ساجد حسین معرفت لفٹیننٹ کرنل اے ایچ عابد
E-۳۲۷/۳۲۸ - نیو سپر ٹاؤن لاہور کینٹ۔

انکل اے حمید! السلام علیکم

گزارش یہ ہے کہ آپ کا سیریل عنبر ناگ ماریا ہمیں بہت پسند آیا
ہے آپ سے گزارش یہ ہے کہ یہ سیریل بند نہ کیجئے اور آپ عنبر ناگ ماریا
کو خلا میں سفر کرائیں گے اس کا جواب جلد سے جلد دینا کہ عنبر ناگ ماریا
خلا میں سفر کریں گے یا نہیں ہمیں اس کا انتظار ہو گا۔ فقط

منظور علی بلوچ محلہ کرماں باغ لاڑکانہ سندھ۔

عمران، ریحان ایڈونچر قدم قدم حیرانی، ہر موڑ پہ نئی کہانی!!

مصنف ـــــ اے حمید

۱۔ لنڈی کوتل کا بھوت ۵/-
۲۔ مفرور قیدی ۵/-
۳۔ ہینڈز اپ ۵/-
۴۔ ہیروں کے چور ۵/-
۵۔ شاہی تاج کی چوری ۵/-
۶۔ خونی راز ۵/-
۷۔ آدھی رات کو فرار ۵/-
۸۔ خفیہ ڈائری کی تلاش ۵/-
۹۔ جب ہمیں عمر قید ہوئی ۵/-
۱۰۔ بند کمرے کا راز ۵/-
۱۱۔ پیرس کے جاسوس ۵/-
۱۲۔ ایلاسکالا اور حبشی داود ۵/-
۱۳۔ کے جی بی کے جاسوس ۵/-
۱۴۔ موت کی چٹانیں ۵/-
۱۵۔ بارود کی موت ۵/-
۱۶۔ سنڈریلا اور مسٹر ڈی کارلو ۵/-
۱۷۔ میکاؤ کا سپاکو ۵/-
۱۸۔ جاپان کی ڈمپل ۵/-
۱۹۔ سناتا جالالگ اور پادری ۵/-
۲۰۔ اچھا دوست الوداع ۵/-
۲۱۔ تابت، ڈیوڈ اور عمران ۵/-
۲۲۔ ایمپی جل پری ۵/-
۲۳۔ مائی ڈڈی اور موٹا ڈیڈی ۵/-
۲۴۔ دوربین میں قتل ۵/-
۲۵۔ بلیک وارنٹ (سلور جوبلی نمبر) ۱۳/-
۲۶۔ پستول پھینک دو ۵/-
۲۷۔ طارجیہ عمران [illegible]
۲۸۔ خاموش ریوالور کی گولی ۵/-
۲۹۔ پھر دال میں کالا کالا ۵/-
۳۰۔ ایٹم بم کی تلاش ۵/-

عنبر ناگ ماریا کیٹی اور خلا میں

اے حمید

نیا مکتبہ اقرأ

نیا مکتبہ اقرأ
۱۴- بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور-۸

خونخوار انسانی لومڑی

اے حمید
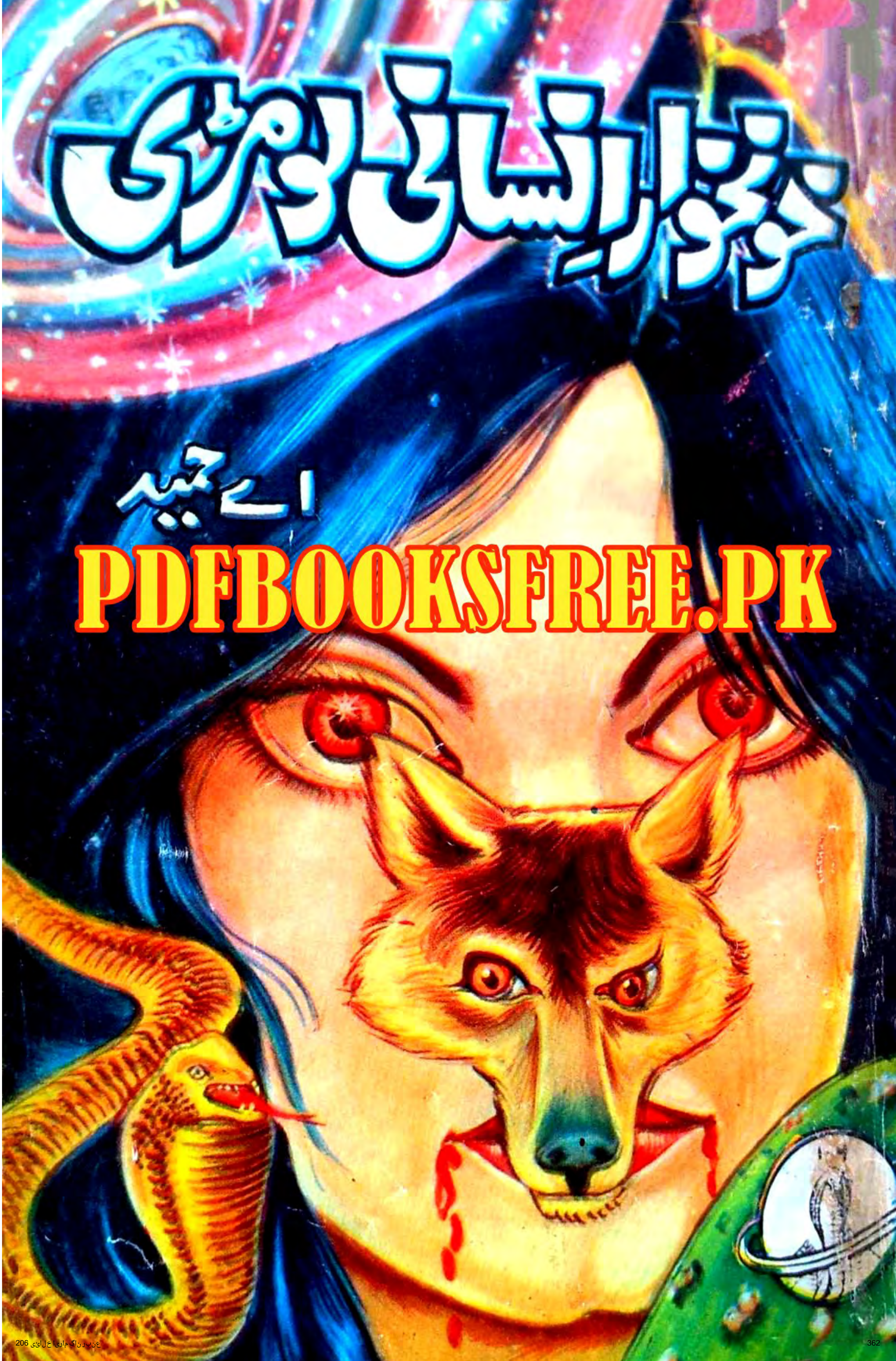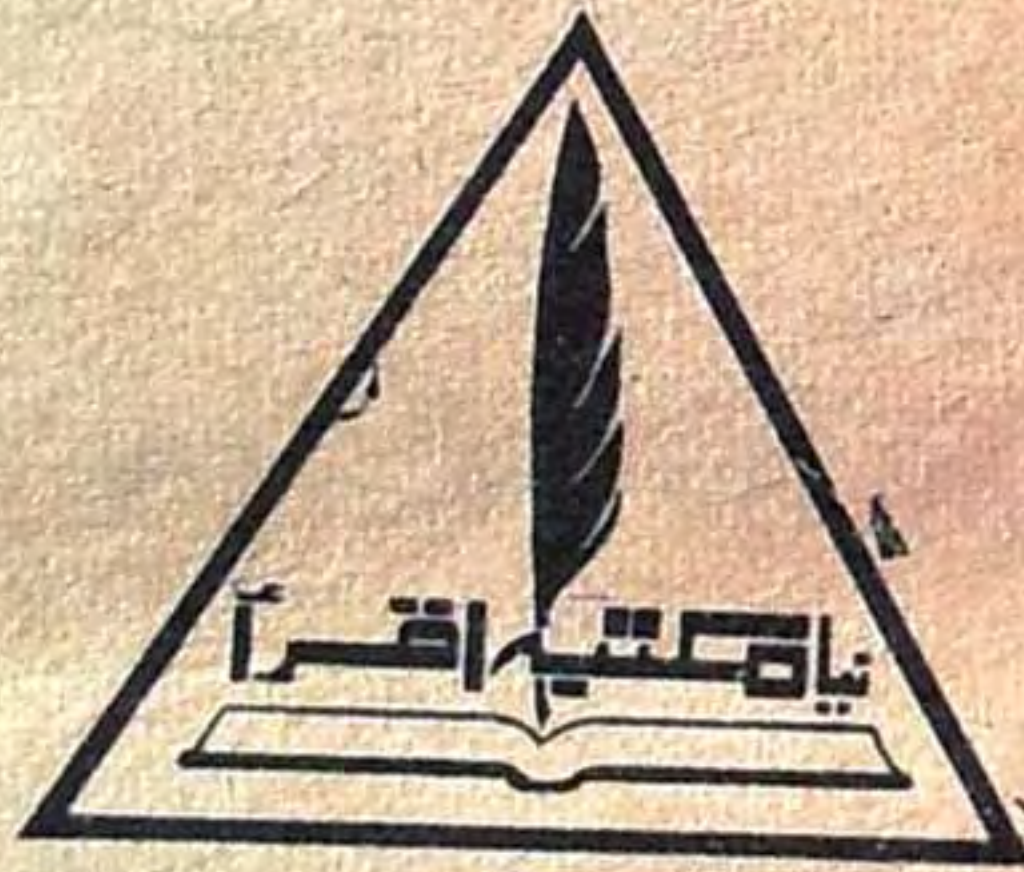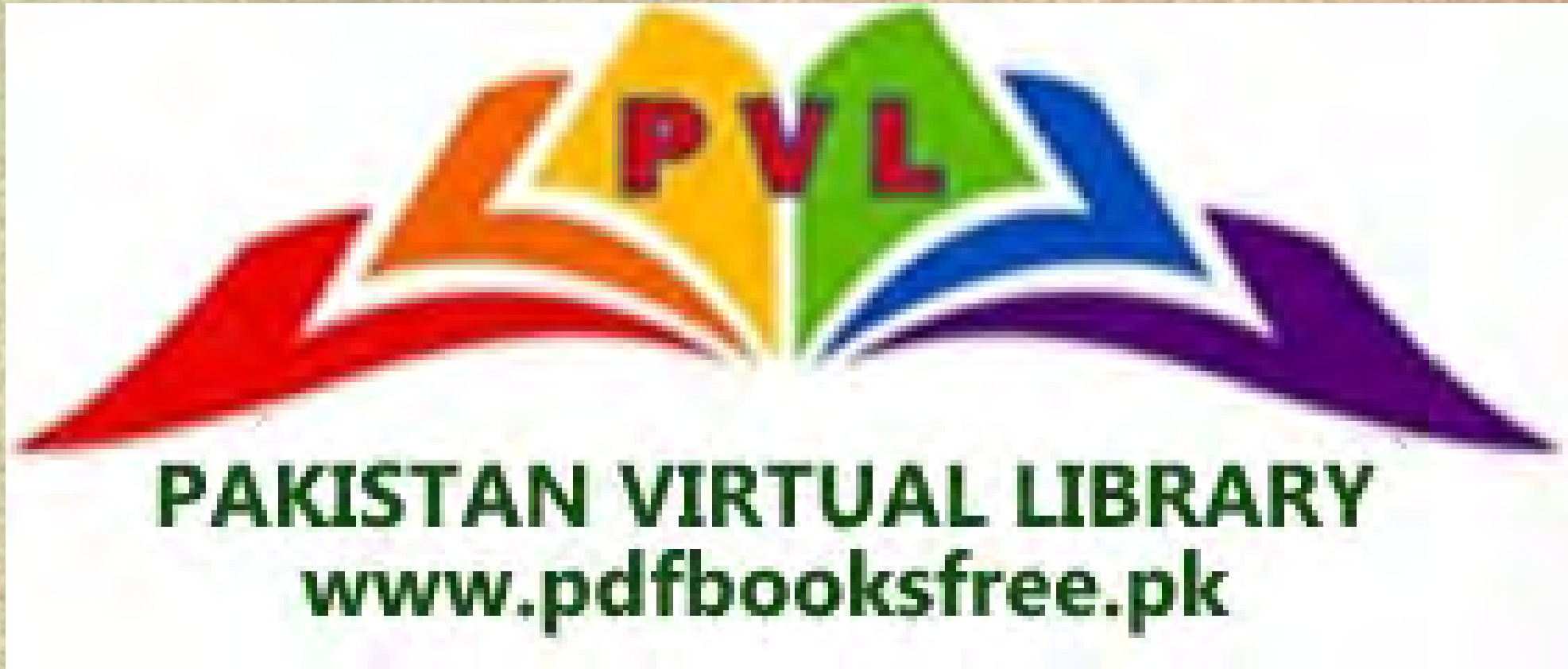
نیا مکتبہ اقرأ

عنبر، ناگ، ماریا اور کیٹی خلا میں

خونخوار انسانی لومڑی
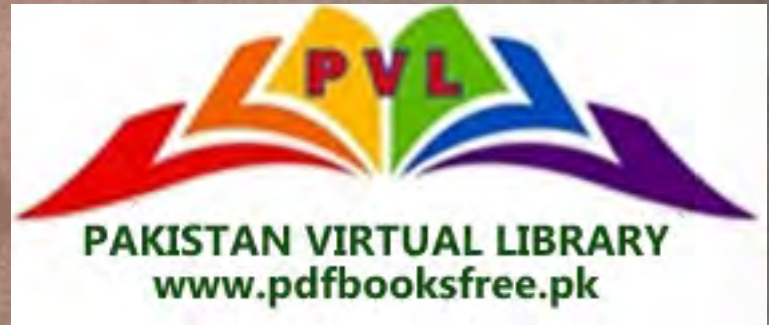
اے۔ حمید

قیمت : ۷/۵۰ روپے

باراوّل : ۱۹۸۵
ناشر : نیا مکتبہ اقراء ۱۴۔بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور ۸
طابع : تاج دین پرنٹرز آبکاری روڈ، لاہور

پیارے دوستو!

عنبر ناگ ماریا کے خلائی سفر کا جس گرم جوشی، محبت اور دلچسپی کے ساتھ استقبال کیا ہے میں اس کے لیے آپ سب ساتھیوں کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ۱۰۰ ویں نمبر کی تعریف کے خطوط مجھے ابھی تک مل رہے ہیں۔ میں ان تمام دوستوں کے قیمتی جذبات کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ انشاء اللہ آپ دوستوں کی حوصلہ افزائی میرے ساتھ رہی تو عنبر ناگ ماریا کا خلائی سفر انتہائی سنسنی خیزی اور دلچسپی کے ساتھ جاری رہے گا۔

پنڈی گھیپ سے عزیزہ زوبیہ احسان بٹ نے لکھا ہے کہ وہ عنبر ناگ ماریا کی پرستار ہے مگر وہ اپنی پڑھائی بھی دل لگا کر کرتی ہے اور اس نے امتحان میں تینوں سیکشنوں میں اوّل پوزیشن حاصل کی ہے۔ ہم عزیزہ زوبیہ احسان بٹ کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ ہماری قوم کے سبھی بچے بچیاں اسی طرح لائق بن کر ملک و قوم کا نام روشن کریں۔ آمین!

اے حمید
۴۵۴۔ این راہِ چمن سمن آباد۔ لاہور

ترتیب

خونخوار انسانی لومڑی

"میں زندہ ہوں۔ مُردہ نہیں ہوں"

عنبر نے اپنے آپ سے کہا

پھر اس نے سجے ہوئے عالی شان کمرے میں چاروں طرف دیکھا۔ وہاں نہ کوئی مُردہ انسان تھا نہ زندہ ——— جس لڑکی کی ابھی ابھی آواز آئی تھی۔ وہ بھی اِسے نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ اُٹھ کر باہر جانے لگا تو اِس نے دیکھا کہ کمرے کا بڑا دروازہ بند تھا۔ اس کے اندر اتنی طاقت تھی کہ وہ دروازے کو توڑ کر بھی باہر نکل سکتا تھا۔ عنبر نے زور سے بند دروازے کو دھکا دیا۔ دروازہ خدا جانے کس خلائی سیارے کی دھات کا بنا ہوا تھا کہ اپنی جگہ سے ذرا سا بھی نہ ہلا۔ عنبر نے پوری طاقت سے دروازے کو ٹکر ماری۔ اگرچہ عنبر کو ذرا بھی چوٹ نہ لگی تھی تو دروازے پر بھی اس کی ٹکر کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

یہ پہلا موقع تھا کہ عنبر کی طاقت اس کے کام نہیں آئی تھی۔
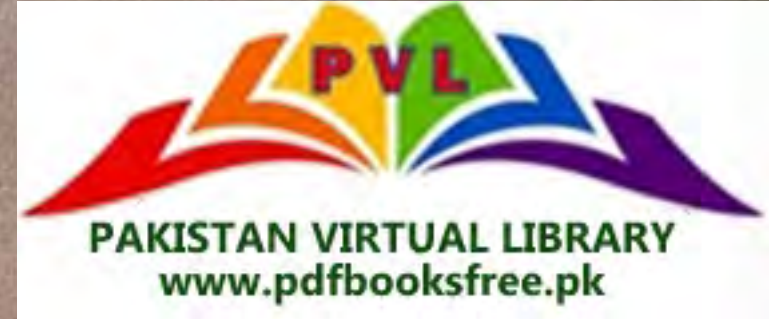
اس شاندار قالینوں سے سجے ہوئے کمرے کا ایک اور دروازہ
بھی تھا۔ یہ دروازہ بھی بند تھا۔ عنبر نے اِسے بھی توڑنے
کی کوشش کی مگر دروازہ اپنی جگہ سے ٹس سے مَس نہ
ہوا۔ اب اِس نے کمرے کی دیوار کے پتھروں کو اُکھاڑنے
کی کوشش شروع کی مگر پتھروں نے بھی اپنی جگہوں سے
ہلنے سے انکار کر دیا۔ عنبر نے چلّا کر کہا۔

"تم لوگ مردہ ہو۔ میں زندہ ہوں۔ مجھے یہاں
کیوں قید کر لیا ہے تم لوگوں نے؟"

عنبر کو کسی عورت کی بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔

"عنبر! تم مردہ ہو۔ تم زندہ نہیں ہو۔ یہ تمہاری
لاش ہے جو اِدھر اُدھر پھر رہی ہے۔ تھوڑے
عرصے بعد تم بھی ہماری لاشوں کی طرح فرش
پر پڑے ہوگے۔"

عنبر نے زور زور سے کہا۔

"تم بھوت پریت ہو۔ میں زندہ ہوں۔"

اِسے آواز آئی

"اگر زندہ ہو تو تمہاری طاقت کہاں چلی گئی ہے؟
پہلے تمہاری طاقت کو موت آئی ہے۔ اب تم
بھی مرجاؤ گے۔"

عنبر غصے میں بولا۔

"مجھے تم لوگ نہیں مار سکتے۔ میں زندہ رہوں
گا۔ میں تمہارے مُردہ سیّارے سے نکل جاؤں
گا۔"

"تم یہاں سے نہیں جا سکتے کبھی نہیں۔"

یہ آواز بار بار آنے لگی۔ پھر اپنے آپ گم ہوگئی اور
چاروں طرف موت ایسی خاموشی چھا گئی۔ عنبر جھنجھلا کر قالین
پر بیٹھ گیا۔ وہ حیران تھا کہ یہ معمہ کیا ہے اور پریشان
اس لیے تھا کہ وہ کمرے میں قید ہو گیا ہے اور وہاں
سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اچانک کمرے میں جو
شمع دان رکھا تھا اس کی شمع اپنے آپ روشن ہوگئی۔ عنبر
نے دیکھا کہ سامنے والا دروازہ اپنے آپ کھل گیا ہے
اور اِس میں سے ایک لمبے سنہری بالوں والی ایک عورت
جس کے جسم پر چاندی ایسا لباس چمک رہا تھا نمودار
ہو رہی ہے۔ عنبر اس عورت کو تعجب سے دیکھنے لگا۔

عورت کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ تھی۔ وہ ایک
ایک قدم چلتی عنبر کے قریب آکر رُک گئی۔ عنبر اُٹھ کھڑا
ہوا۔ اس نے تھوڑی سی غصیلی آواز میں عورت سے
کہا

"آخر مجھے اِس قید خانے میں کس لیے بند کر دیا
گیا ہے؟ میں زندہ ہوں۔ مُردہ نہیں ہوں۔"
عورت نے اپنے پیچھے دروازے پر ایک نظر ڈالی۔
عنبر کو اشارے سے خاموش رہنے کو کہا اور جلدی سے
دروازہ بند کر دیا۔ اور عنبر کے پاس آ کر تخت پر بیٹھ گئی
اور پُراسرار آواز میں بولی۔
"یہاں تم نے جتنے مردے دیکھے ہیں وہ بھی مردہ
نہیں ہیں۔ سب زندہ ہیں۔ مگر انہیں لاشیں بنا دیا
گیا ہے۔ اور تمہیں بھی بہت جلد ایک لاش
بنا دیا جائے گا۔ تم ابھی تک اِس لیے بچے ہوئے
ہو کہ تمہارے اندر غیر معمولی طاقت ہے۔"
عنبر اس پُراسرار عورت کی باتیں بڑی حیرانی سے سُن
رہا تھا۔

"تم — تم کون ہو؟ یہ سب کچھ کیا ہے؟"
پُراسرار عورت نے سرگوشی کرتے ہوئے آہستہ سے
کہا۔

"میں تمہیں جانتی ہوں۔ مگر تم مجھے نہیں جانتے۔
سُنو! میرا نام یاقومہ ہے۔ میں یہاں سے دُور
ایک سیارے کی شہزادی ہوں۔ یہاں مجھے

اغوا کر کے لایا گیا ہے۔"
عنبر نے پوچھا۔
"یہ کون لوگ ہیں جو تمہیں اغوا کر کے لائے
ہیں؟ اور — اور تمہیں کس لیے اغوا کیا گیا
ہے؟"
پُراسرار عورت یاقومہ اداس لہجے میں کہنے لگی۔
"یہ لوگ دوسرے سیاروں کی مخلوق کو اغوا
کر کے یہاں لاتے ہیں اور انہیں ایک خاص انجکشن
کے ذریعے بے ہوش کر کے ڈال دیتے ہیں۔
پھر یہ لوگ بالکل مُردہ معلوم ہوتے ہیں مگر اصل
میں وہ زندہ ہوتے ہیں۔"
عنبر نے سوال کیا۔
"یہ لوگ اُن لوگوں کا کیا کرنا چاہتے ہیں؟"
"مجھے صرف اتنا علم ہو سکا ہے کہ یہاں کی
مخلوق کا سردار اِن بے ہوش لوگوں کو ایک سال
تک کھلے میدان میں پڑے رہنے کے بعد اِن
سب کے جسموں سے چربی نکال کر ایک بہت بڑے
برتن میں جمع کرے گا۔ وہ اِس چربی سے کوئی
ایسی دوائی بنائے گا جس کے جسم پر لگانے سے

یہاں کی مخلوق کبھی نہیں مرے گی اور اسے موت
پر فتح حاصل ہو جائے گی"
عنبر نے کہا۔
"انھوں نے تمہیں انجکشن لگا کر مردہ کیوں نہیں
بنایا؟"
پُر اسرار عورت بولی۔
"اس لیے کہ میں سردار کو پسند آگئی ہوں۔ وہ
مجھے اپنی بیوی بنانا چاہتا ہے"
عنبر نے کہا۔
"تم میری کس لیے مدد کرنا چاہتی ہو؟"
پُر اسرار عورت نے جواب دیا۔
"اس لیے کہ تم ہی ایک ایسے آدمی ہو جو
مجھے اس خونی سیارے سے نکال کر اپنے سیارے
پر پہنچا سکتے ہو"
عنبر سوچ میں پڑ گیا۔ پُر اسرار عورت نے کہا۔
"تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں عنبر! میں
یہاں سے فرار ہونے میں تمہاری مدد کروں گی۔
تم میرے ساتھ آؤ"
عنبر کو وہاں سے نکلنے کا دوسرا کوئی راستہ نظر نہیں

آرہا تھا چنانچہ وہ مجبور ہو گیا کہ اس پُر اسرار عورت کی
باتوں پر عمل کرے۔ ویسے بھی وہ اسے مخلص لگ رہی تھی۔
وہ عورت کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ پُر اسرار عورت اسے
ساتھ لے کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ آگے ایک دروازہ
آگیا۔ پُر اسرار عورت اسے ساتھ لے کر کمرے سے باہر
نکل گئی۔ آگے ایک برآمدہ تھا۔ یہاں ہلکی ہلکی روشنی پھیلی
تھی۔ پُر اسرار عورت یاقومہ عنبر کو لے کر اس دروازے
میں داخل ہوئی۔
یہاں ایک چھوٹا سا خوبصورت سجا ہوا کمرہ تھا جس میں
ریشمی بچھونا بچھا تھا۔ میز پر طرح طرح کے تازہ پھل
رکھے ہوئے تھے۔ چاندی کے گلاس بھی تھے اور ایک جگ
میں شربت تھا۔ یاقومہ نے کہا۔
"عنبر جب تک میں فرار کے لیے راہ ہموار نہیں
کرتی تم اس جگہ چھپے رہو۔ یہاں تم بالکل محفوظ
ہو گے۔ تمہیں کوئی انجکشن لگانے نہیں آئے گا"
عنبر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔
"لیکن یاقومہ! مجھے کب تک یہاں رہنا ہو گا؟"
"زیادہ سے زیادہ سات دن ——— کیونکہ مجھے
راستہ صاف کرنے میں سات دن ضرور لگ جائیں

گے۔ یہاں کی مخلوق کے سردار کے پاس ایک خفیہ
اُڑن طشتری ہے جس کو وہ ہر سات روز کے
بعد کھولتا ہے۔ اس دفعہ جب وہ اُڑن طشتری
کو کھولے گا۔ تو میں کسی نہ کسی طرح اُسے
بے ہوش کر کے اُڑن طشتری پر قبضہ کر لوں گی۔"
اور پھر تمہیں آ کر یہاں سے لے جاؤں گی۔"
عنبر خاموش رہا۔ پُر اسرار عورت کہنے لگی۔
"وعدہ کرو کہ تم یہاں سے سات روز سے پہلے
باہر نہیں نکلو گے۔ کیونکہ اگر تمہیں کسی نے دیکھ
لیا تو ہمارا سارا منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔"
عنبر نے کہا۔
"مجھے باہر نکلنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم بے فکر
رہو۔ میں اسی جگہ رہوں گا۔ مگر تم کب آؤ گی
میرے پاس؟"
پُر اسرار عورت بولی۔
"میں ہر روز شام کو تمہیں دیکھنے آجایا کروں
گی۔ اچھا اب تم اس جگ میں سے تھوڑا سا
شربت پی لو۔ یہ بڑا طاقتور شربت ہے اور
سات دن یہ شربت پینے کے بعد تم میں اتنی

طاقت پیدا ہو جائے گی کہ یہاں کی مخلوق کا انجکشن
تم پر کوئی اثر نہیں کر سکے گا۔"
پُر اسرار عورت نے جگ میں سے شربت گلاس میں
ڈال کر عنبر کو دیا۔ عنبر نے محسوس کیا کہ شربت میں سے
بڑی پیاری خوشبو آ رہی تھی۔ اِس نے شربت کے چند
گھونٹ پی لیے۔ شربت پیتے ہی اِس نے اپنے اندر بڑی
تروتازگی اور طاقت محسوس کی۔
"یہ شربت تو بڑا طاقتور اور خوشگوار ہے۔"
پُر اسرار عورت مسکرائی۔
"جب تم سات دن تک اسے پی لو گے تو اس
سیارے کی مخلوق پر فتح حاصل کر سکو گے۔ اچھا
اب میں جاتی ہوں۔ کل شام کو آؤں گی۔"
یہ کہہ کر پُر اسرار عورت چلی گئی۔
عنبر نے کمرے کی چیزوں کا جائزہ لیا۔ ہر شے بڑے سلیقے
سے سجی تھی اور بالکل ہماری دنیا ایسی تھی۔ عنبر نے پھل
کے ٹرے میں سے ایک سرخ سیب اُٹھا کر دیکھا۔ بڑا تازہ
اور خوشبودار سیب تھا۔ عنبر نے اِسے تھوڑا سا کھایا۔ بڑا
میٹھا تھا اور بالکل اپنی دنیا کی طرح ذائقہ تھا اس کا۔ عنبر بچھونے
پر لیٹ گیا۔

اسی طرح اپنی دنیا کے حساب سے ایک رات گزر گئی ۔
کیونکہ اس سیارے پر تو ایک سال کی رات ہوتی تھی۔ اندازے
کے مطابق دوسرے دن شام کو پُراسرار عورت پھر آگئی۔ اس
نے وہی چاندی کا لباس پہن رکھا تھا۔ اس نے عنبر سے کچھ
دیر باتیں کیں اور پھر جگ میں سے شربت کا ایک گلاس بھر
کر اسے پلایا۔ پھر کہنے لگی۔

"سردار نے تمہاری تلاش میں اپنے سپاہی چاروں
طرف دوڑا دیئے ہیں۔ وہ تمہارے گم ہو جانے سے
بہت پریشان ہے۔ مگر تم اطمینان سے یہاں پڑے
رہو۔ بس پانچ دنوں کی بات ہے۔ پھر میں تمہیں یہاں
سے نکال کر اُڑن طشتری میں پہنچا دوں گی اور ہم
یہاں سے فرار ہو جائیں گے۔"

عنبر نے کہا۔

"اگر تم اُڑن طشتری پر قبضہ نہ کر سکیں تو پھر کیا ہو
گا؟"

پُراسرار عورت باقاعدہ کہنے لگی۔

"یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ مجھے تمہارا بڑا حوصلہ ہے۔
ایک تمہارے ایسے بہادر مرد کا میرے ساتھ ہونا
بہت ضروری ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سردار

مجھ پر بڑا بھروسہ کرتا ہے۔ جب وہ ساتویں
روز مجھ ساتھ لے کر اُڑن طشتری میں جائے
گا تو میں اسے بے ہوش کر کے اُڑن طشتری اپنے
قبضے میں کر کے سیدھی تمہارے پاس آجاؤں گی۔"

عنبر نے پوچھا۔

"جب اُڑن طشتری تمہارے قبضے میں ہوگی تو پھر
تم خود اسے اُڑا کر اپنے سیارے کی طرف پرواز
کیوں نہیں کر جاتیں؟"

پُراسرار عورت بولی۔

"میں اکیلی خلاء میں اتنا لمبا سفر نہیں کر سکتی میرے
ساتھ تمہارے ایسے بہادر اور سمجھ دار مرد کا
ہونا ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" عنبر بولا۔ "تم مجھے تیار پاؤ گی۔"
پُراسرار عورت عنبر کا شکریہ ادا کر کے چلی گئی۔
اس روز عنبر نے محسوس کیا کہ اسے نیند آنے لگی ہے۔
پہلے اسے اپنے آپ کبھی نیند نہیں آتی تھی۔ اس نے سمجھا کہ شاید
اس کمرے میں زیادہ دیر بند رہنے کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے۔
وہ سو گیا۔ کافی دیر تک سوتے رہنے کے بعد اس کی آنکھ کھلی
تو اس کو اپنے جسم میں کمزوری سی محسوس ہوئی۔ عنبر نے جگ

میں سے تھوڑا سا شربت نکال کر پیا تو اسے کچھ طاقت محسوس
ہونے لگی۔

پانچواں دن بھی گزر گیا۔ اب عنبر کو بہت زیادہ نیند آنے
لگی تھی اور جب تک وہ جگ میں سے شربت نکال کر نہیں پیتا
تھا اس کی کمزوری دور نہیں ہوتی تھی۔ یہ شربت روزانہ پُر
اسرار عورت وہاں لاکر رکھ جاتی تھی۔ عنبر نے پُر اسرار عورت
سے اپنی نیند اور کمزوری کا ذکر کیا تو وہ ہنس کر بولی۔

"پہلے پہلے ایسا ہی ہوتا ہے۔ سات دن گزرنے
کے بعد تم اپنے اندر پہاڑ جتنی طاقت محسوس
کرنے لگو گے۔"

پُر اسرار عورت چلی گئی تو عنبر کو پھر نیند نے آلیا۔ اس کا
سر بھاری ہو کر اپنے آپ اونگھنے لگا۔ وہ بڑی کوشش کرتا
کہ اسے نیند نہ آئے مگر کامیاب نہ ہوا اور بستر پر گر کر گہری
نیند سو گیا۔ خدا جانے وہ کتنی دیر سویا ہو گا۔ کہ اسے یوں
لگا۔ جیسے کوئی اس کے شانے کو جھنجھوڑ کر اسے جگا رہا
ہے۔ عنبر نے بڑی مشکل سے آنکھیں کھولیں اور دیکھا کہ اس
کے پاس ایک سفید بالوں والی بوڑھی عورت بیٹھی اسے مامتا
بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

عنبر کا سر نیند کی وجہ سے بوجھل ہو رہا تھا۔ بوڑھی عورت

کے ہاتھ میں ایک چاندی کی طشتری تھی۔ اس میں کوئی سفید
سا سفوف پڑا تھا۔ بوڑھی عورت نے تھوڑا سا سفوف لے
کر عنبر کے ہونٹوں پر رکھ دیا اور کہا۔

"بیٹا اسے نگل جاؤ۔"

عنبر سفوف کو نگل گیا۔ سفوف میں جانے کیا جادو تھا کہ اس
کی نیند ایک دم سے دور ہو گئی اور اسے اپنے جسم میں بھی
ایک طاقت سی محسوس ہوئی۔ وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا اور
بوڑھی عورت کی طرف دیکھ کر بولا۔

"خاتون آپ کون ہیں اور یہاں کیسے آگئیں؟"

بوڑھی عورت کے بال چاندی کی طرح چمک رہے تھے۔
چہرے پر جھریاں پڑی تھیں مگر آنکھوں میں رحم دلی اور ماں
کی مامتا کا نور چمک رہا تھا۔ اس نے عنبر کے سر پر ہاتھ
پھیر کر کہا۔

"میرے بچے! میں تمہیں ایک بہت بڑے خطرے
سے آگاہ کرنے آئی ہوں۔"

"کون سا خطرہ ماں جی؟" عنبر نے حیرانی سے پوچھا۔

بوڑھی عورت نے عنبر کا ماتھا چوم لیا۔ اور بولی۔

"ایک مدت کے بعد مجھے کسی نے ماں کہہ کر پکارا
ہے۔ میں کس قدر خوش ہوں۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ عنبر پریشان تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے اور یہ عورت کہاں سے آگئی ہے۔ اور اس سے کیا چاہتی ہے۔ اس نے ایک بار پھر سوال کیا۔

”ماں جی! آپ کیا چاہتی ہیں۔ میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں اور —— اور آپ کو یہاں کا راستہ کیسے معلوم ہوا؟“

بوڑھی عورت نے کہا۔

”بیٹا! مجھ سے یہاں کا کوئی راستہ چھپا ہوا نہیں ہے۔ میں اس سیارے کے سردار کی ماں ہوں۔ مگر میرا بیٹا ظالم ہو گیا ہے۔ وہ میرا بھی دشمن بن گیا ہے۔ کیونکہ میں اُسے خدا کی مخلوق پر ظلم کرنے سے روکتی ہوں“

”میری کچھ سمجھ میں نہیں آیا خاتون؟“ عنبر نے تعجب سے کہا۔

بوڑھی عورت نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور بولی۔

”سنو بیٹا! تمہارے ساتھ دھوکہ ہو رہا ہے۔ یہ عورت جو روز تمہارے پاس آتی ہے۔ میرے بیٹے کی ساتھی ہے۔ وہ ایک گہری سازش کے ذریعے تمہاری ہمدردیاں حاصل کر کے اور تمہیں

یہاں سے فرار ہونے کا جھانسہ دے کر ایک ایسا شربت پلا رہی ہے جس کو سات روز پینے کے بعد تمہارے اندر کی غیر معمولی طاقت ختم ہو جائے گی۔ پھر یہ عورت بڑی آسانی سے تمہارے جسم کو انجکشن لگا کر اپنے مالک کے اشارے پر تمہیں بھی زندہ مُردہ بنا ڈالے گی“

عنبر کا تو منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اب اِسے احساس ہوا کہ شربت پینے کی وجہ سے اِسے زیادہ نیند کیوں آنے لگی تھی اور کمزوری کیوں محسوس ہوتی تھی۔ اس نے شربت کے جگ کی طرف دیکھ کر کہا۔

”تو کیا اس شربت کے ذریعے میرے جسم میں زہر داخل کیا جا رہا تھا“

”ہاں —— بوڑھی عورت نے کہا۔ ”لیکن تم فکر نہ کرو۔ میں نے تمہیں جو سفوف کھلایا ہے وہ اِس شربت کے زہر کو بے اثر کر دے گا“

عنبر نے کہا۔

”ماں جی! مجھے یقین نہیں آ رہا کہ یہ عورت جس کا اخلاق اتنا اچھا ہے اور مجھ سے اتنی گہری ہمدردی کی باتیں کرتی ہے اتنی سازشی اور

دھوکے باز بھی ہو سکتی ہے۔"

بوڑھی عورت بولی۔

"تم اِسے آزما کر دیکھ سکتے ہو۔ میری بات غور سے سنو۔ وہ اصل میں خوب صورت عورت نہیں بلکہ ایک خونخوار لومڑی ہے جس نے عورت کی شکل اختیار کر رکھی ہے۔"

بوڑھی عورت نے مشتری کا سفوف ایک کاغذ میں ڈال کر اس کی پُڑیا بنائی اور عنبر کو دے کر کہا۔

"یہ سفوف تمہیں اس شربت کے زہر سے بچائے گا لیکن جب تم اس کو شربت میں تھوڑا سا ڈال کر اس لومڑی عورت کو پلاؤ گے تو وہ انسانی شکل سے اپنی اصلی خونخوار لومڑی کی شکل میں آجائے گی۔ آج جب وہ آئے تو تم یہ تجربہ کر سکتے ہو۔ اچھا۔ اب میں جاتی ہوں۔ میں کل تمہارے پاس آؤں گی میرے بیٹے! خدا حافظ!"

بوڑھی عورت عنبر کو سفوف کی پُڑیا دے کر چلی گئی۔ وہ دیوار کے ایک خفیہ دروازے سے نکل کر گئی تھی جو اس کے قریب جانے پر اپنے آپ ظاہر ہو گیا تھا۔ عنبر نے سفوف کی پُڑیا سنبھال کر رکھ لی اور سوچنے

لگا کہ کیا اتنی خوب صورت اور رحمدل عورت خونخوار لومڑی ہو سکتی ہے۔ اسے بڑھیا کی باتوں پر پہلے تو یقین نہ آیا۔ پھر اس نے سوچا کہ چلو آج شام آزما کر دیکھ لیتے ہیں۔ عنبر اُٹھ کر بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ پھر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اُسے وقت کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔

دروازہ کھلا۔ اور وہی پُر اسرار عورت چاندی کا لباس پہنے مسکراتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے آتے ہی جگ میں پڑے شربت کو دیکھا اور کہا۔

"عنبر! تم نے آج شربت نہیں پیا؟"

عنبر نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

"کیوں نہیں پیا؟ یہ شربت تو مجھے بہت پسند ہے۔ میں اسے دن میں دو بار پی چکا ہوں۔ اور ابھی تمہارے ساتھ بھی پیوں گا۔"

پُر اسرار عورت ہنس کر بولی۔

"میں بھی پی لوں گی۔ مجھے تو خود بھی یہ شربت بہت پسند ہے۔"

پھر وہ بستر پر بیٹھ گئی اور بولی۔

"تمہیں نیند کیسی آتی ہے؟"

عنبر سمجھ گیا کہ وہ یہ معلوم کرنا چاہتی ہے کہ شربت میں

جو خفیہ طور پر زہر ملا دیا گیا ہے اس کا اثر ہو رہا ہے کہ نہیں۔ اس نے فوراً کہا۔

"نیند تو مجھے بہت آتی ہے۔ اس سے پہلے اتنی نیند کبھی نہیں آئی تھی۔ لیکن بعد میں کچھ کمزوری سی محسوس ہوتی ہے لیکن جب شربت کے چند گھونٹ پیتا ہوں تو یہ کمزوری دُور ہو جاتی ہے۔"

عنبر نے دیکھا کہ پُر اسرار عورت کے چہرے پر اطمینان سا آگیا تھا۔ کہنے لگی۔

"بس ایک دن کی بات رہ گئی ہے۔ اصل میں یہ تمہارے اندر شربت کی وجہ سے ایک نئی طاقت پیدا ہو رہی ہے۔ پرسوں سردار اُڑن طشتری کا تالا کھول کر اندر جائے گا۔ اس کے بعد میں اس پر قبضہ کر لُوں گی اور پھر ہم یہاں سے فرار ہو جائیں گے۔"

عنبر نے جگ میں سے اپنے گلاس میں شربت ڈال کر کہا۔

"میں تمہارا بے حد شکر گزار ہوں کہ تم مجھے یہاں سے نکالنے میں میری مدد کر رہی ہو۔"

پُر اسرار عورت بولی۔

"اس میں میرا بھی تو فائدہ ہے۔"

عنبر سوچنے لگا کہ اب عورت کے گلاس میں سفوف کیسے ڈالے۔ اس نے اپنا گلاس اُٹھا لیا اور پھر عورت کے گلاس میں تھوڑا سا شربت ڈال کر بولا۔

"یہ شربت مجھے کچھ باسی لگتا ہے۔ کیا تم میرے لیے تازہ شربت نہیں لا سکتیں یاقومہ؟"

"کیوں نہیں؟"

یہ کہہ کر یاقومہ نے شربت والا جگ اُٹھایا اور کمرے سے نکل گئی۔

اس کے جاتے ہی عنبر نے جیب سے سفوف کی پڑیا نکالی اور ایک خالی گلاس میں تھوڑا سا سفوف ڈال دیا۔ عورت شربت کا جگ لے کر واپس آگئی۔ عنبر نے اس میں سے اپنے نئے گلاس میں شربت ڈالا اور پھر جلدی سے عورت کے سفوف والے گلاس میں بھی شربت ڈال دیا اور بولا۔

"آج ہم اکٹھے شربت پیئں گے۔ اپنے یہاں سے فرار ہونے کی خوشی میں۔"

عورت نے بڑی خوش ہو کر اپنا گلاس اُٹھا لیا۔ عنبر کو خطرہ تھا کہ کہیں اسے سفوف کی بُو نہ آجائے۔ مگر اس سفوف کا نہ تو کوئی رنگ تھا اور نہ بُو تھی۔ عنبر پلنگ پر

بیٹھ گیا۔ عورت کرسی پر اِس کے سامنے بیٹھ گئی۔ گلاس اس

کے ہاتھ میں تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔

"کل تک تم یہ جگ والا سارا شربت خالی کر دینا۔

اس کے بعد تمہیں شربت پینے کی ضرورت نہیں رہے

گی۔"

عنبر نے شربت کا ایک گھونٹ پیا اور بولا۔

"تم جیسے کہو گی میں ویسے ہی کروں گا۔ آخر تم میری

ہمدرد ہو۔ مگر تم بھی شربت پیو۔"

پُر اسرار عورت نے مسکراتے ہوئے گلاس اپنے ہون

کے ساتھ لگایا۔ اور شربت کے دو گھونٹ پی گئی۔ عنبر اِسے ٹ

سے تک رہا تھا۔ شربت پیتے ہی پُر اسرار عورت کا جس

اپنی جگہ سے یوں ہلا جیسے کسی نے اِسے جھٹکا دے دیا

گلاس اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ اس کی آنکھیں سُرخ ہو

جیسے باہر کو اُبل آئیں۔ اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ ن

اور وہ کرسی پر سے قلا بازی کھا کر اوپر کو اُچھلی۔ جب فرش

پر گری تو وہ ایک خونخوار لومڑی کی شکل اختیار کر چکی تھی۔

لومڑی نے غصّے سے دیوانی ہو کر عنبر پر حملہ کر دیا۔ عنب

نے اِسے گردن سے پکڑ کر ایک زور دار جھٹکا دیا او

وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔ عنبر نے اپنا پاؤں لومڑی

کی گردن پر رکھ دیا اور اس وقت اُٹھایا جب اس کا دم نکل

چکا تھا۔

عنبر تو دنگ سا ہو کر رہ گیا۔ بوڑھی عورت کی بات سچی

نکلی تھی۔ یہ پُر اسرار عورت تو واقعی ایک خونخوار لومڑی تھی۔

وہ کرسی پر بیٹھ کر سوچنے لگا کہ کیا بوڑھی عورت اِسے

اس سیارے سے نجات دِلا سکے گی؟ کافی وقت گزر گیا۔

سفید سفوف کی وجہ سے اب عنبر کو نیند نہیں آ رہی تھی۔

نہ معلوم دن کا وقت تھا کہ رات کا ——— خفیہ دروازہ

اپنے آپ کھُل گیا اور وہی نیک دل بوڑھی عورت اندر داخل

ہوئی۔ اس نے فرش پر خونخوار لومڑی کی لاش دیکھی

تو بولی۔

"میرے بیٹے! اب تمہیں یقین آ گیا ہو گا کہ میں نے

جھوٹ نہیں بولا تھا۔"

عنبر نے بوڑھی عورت کا ہاتھ چوم لیا اور بولا۔

"ماں جی! آپ نے مجھے بہت بڑی تباہی سے

بچا لیا ہے نہ جانے اِس خونخوار لومڑی کے شربت

سے مجھ پر کیا اثر ہوتا اور میرا کیا انجام ہوتا۔

اب مجھ پر ایک اور مہربانی کریں اور مجھے

اس سیارے سے نکال دیں۔"

بوڑھی عورت نے عنبر کے سر پہ پیار کیا اور بولی۔

"میرے بیٹے! میں بھی یہی چاہتی ہوں اور اب تمہارا یہاں سے نکل جانا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ اس لومڑی کی موت کا سردار کو پتہ چل جائے گا اور ہو سکتا ہے وہ اِس کمرے میں بھی پہنچ جائے وہ تمہیں ہلاک تو نہیں کر سکے گا لیکن ساری زندگی کے لیے ایسے غار میں قید ضرور کر دے گا کہ جہاں سے تم کبھی باہر نہیں نکل سکو گے"

"آپ میری مدد کیجیے محترم خاتون" عنبر نے کہا۔

بوڑھی عورت بولی۔

"بیٹے تم مجھے ماں کہہ کہہ ہی پکارا کرو۔ کیونکہ میں نے تمہیں بیٹا بنا لیا ہے"

"ماں جی" عنبر نے عورت کا ہاتھ چوم لیا۔

بوڑھی عورت نے عنبر کے ماتھے پر پیار کیا اور کہنے لگی۔

"میرے ساتھ آؤ"

عنبر اس کے پیچھے چل پڑا۔ بوڑھی عورت ایک زینے سے اُتر کر غار میں داخل ہو گئی۔ اِس غار کی دیواریں سیاہ پتھروں کی تھیں اور چمک رہی تھیں۔ ایک جگہ غار کی دیوار کے ساتھ ایک کیپسول کی شکل کا سلنڈر پڑا تھا۔ اس

کے اوپر بیٹھنے کی جگہ بنی ہوئی تھی۔ بوڑھی عورت عنبر کو لے کر سلنڈر میں بیٹھ گئی۔ اس نے کسی بٹن کو دبایا اور کیپسول انتہائی تیز رفتاری سے غار میں سے گزرنے لگا۔

باغی لڑکی سائگی

غار نیچے کو جا رہا تھا۔

سلنڈر کسی راکٹ کی طرح تیز رفتاری کے ساتھ غار میں نیچے کی طرف اُتر رہا تھا۔ پھر ایک گول ہال کمرہ آگیا۔ کیپسول راکٹ یہاں پہنچ کر اپنے آپ رُک گیا۔ عنبر نے دیکھا کہ اس کمرے کے بیچ میں ایک شیشے کا سلنڈر سیدھا کھڑا تھا۔ اس میں زرد روشنی ہو رہی تھی۔ نیک دل بوڑھی عورت عنبر کو اِس سلنڈر کے پاس لے آئی اور بولی۔

"میرے بیٹے! تمہیں یہاں سے فرار کروانے کے لیے میرے پاس یہی ایک راستہ ہے۔ اس کے علاوہ دوسرا کوئی ایسا راستہ نہیں ہے کہ جس کے ذریعے تم یہاں سے نکل سکو۔"

عنبر نے سلنڈر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیا یہ کوئی راکٹ ہے ماں جی؟"

بوڑھی عورت بولی۔

"نہیں بیٹا۔ یہ راکٹ نہیں ہے۔ یہ ہمارے سائنسدانوں کی ایک خاص ایجاد ہے۔ اس کے ذریعے تم جس سیارے پر چاہو پہنچ سکتے ہو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارا تعلق کس نظام شمسی سے ہے؟"

عنبر نے اُسے اپنی زمین کے بارے میں بتایا تو وہ بولی۔

"کیا تم اپنے نظام شمسی کے سیارے کی زمین پہ جانا چاہتے ہو؟"

عنبر نے سوچا کہ کسی دوسرے سیارے پر جانے سے بہتر ہے کہ وہ اپنی زمین پر ہی واپس چلا جائے۔ کیونکہ نہ جانے دوسرے سیارے پر اسے کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ناگ ماریا اور کیٹی وغیرہ بھی اپنی ہی زمین پہ پہنچ چکے ہوں۔ چنانچہ اس نے بوڑھی عورت سے کہا۔

"ہاں میں اپنی زمین پر واپس جانا چاہتا ہوں۔ مگر وہاں کون سا زمانہ ہوگا؟ میرا مطلب ہے کہ جب میں زمین پہ پہنچوں گا تو وہاں کون سا سن ہوگا؟"

بوڑھی عورت نے کہا۔

"یہ معلوم کرنے کے لیے ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ یہ خطرہ تمہیں خود ہی مول لینا ہوگا۔"
عنبر نے کہا۔

"جب ہم اپنی زمین سے نکلے تھے تو وہاں ۱۹۹۰ کا سن تھا۔"
بوڑھی عورت نے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ اب وہاں ۱۹۹۰ کا ہی سن ہو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہاں دو ہزار نوے کا سن ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ خلائی شعاعوں کے ردِ عمل سے تم ہزاروں سال پہلے کے زمانے کی دنیا میں پہنچ جاؤ۔ اس لیے میرے بیٹے ایک بار پھر سوچ کر بتاؤ کہ کیا واقعی تم اپنی زمین پر ہی جانا پسند کرو گے یا کسی دوسرے سیارے پر جانا چاہو گے۔ ہمارے اس سلنڈر کے چارٹ میں لاکھوں سیاروں کے نام لکھے ہیں۔ تم جس سیارے کا نام لو یہ سلنڈر تمہیں وہاں پہنچا دے گا۔"

عنبر نے ایک بار پھر سوچا مگر یہی فیصلہ کیا کہ اس کا واپس اپنی زمین پر جانا ہی بہتر رہے گا۔ اس نے

بوڑھی عورت کو آخری بار اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیا۔ اس نیک دل عورت نے سلنڈر کے پاس چاندی کے شیلف میں سے ایک چارٹ نکالا۔ اس کے ورق الٹ کر اس نظامِ شمسی کا نقشہ دیکھا جہاں ہماری زمین اپنے سورج کے گرد گھومتی دکھائی گئی تھی۔ عورت نے سلنڈر کے باہر لگی ہوئی سوئی کو ہماری زمین کے زاویے پر گھمایا اور عنبر سے کہا۔

"میرے بیٹے سلنڈر میں جا کر کھڑے ہو جاؤ۔"
عنبر نے بوڑھی عورت کو جھک کر سلام کیا۔ عورت نے آخری بار اس کا ماتھا چوما اور کہا۔
"خدا تمہاری حفاظت کرے میرے بیٹے۔"
عنبر سلنڈر میں داخل ہو گیا۔
عورت نے کہا۔
"اپنی جگہ سیدھے کھڑے رہنا بیٹے۔ ہلنا بالکل نہیں۔ ذرا سی بھی حرکت نہ کرنا۔"
عنبر نے آہستہ سے پوچھا۔
"ماں جی! مجھے کتنی دیر بے حس و حرکت ہو کر کھڑا رہنا ہوگا؟"
عورت نے کہا۔

"تمہیں اپنی زمین پر پہنچنے میں صرف دس سیکنڈ لگیں گے۔ تم روشنی کی رفتار سے بھی زیادہ تیزی سے سفر کرو گے۔"

"میں سفر کروں گا خلا میں؟" عنبر نے پریشانی سے پوچھا۔

عورت نے مسکرا کر کہا۔

"تم نہیں۔ بلکہ تمہارے جسم کے الیکٹرون اور پروٹون سفر کریں گے۔"

عنبر سمجھ گیا کہ وہ بیم ڈاؤن ہو رہا ہے۔ اس نے کہا۔

"اوکے ماں جی! میں بالکل تیار ہوں۔"

بوڑھی عورت نے خدا حافظ کہہ کر سلنڈر کا دروازہ بند کر دیا۔ پھر اس نے شیشے میں سے عنبر کو دیکھا۔ عنبر بالکل سیدھا کھڑا تھا۔ عورت نے سلنڈر کے باہر لگے ہوئے ایک سرخ بٹن کو دبایا۔ بٹن کے دبتے ہی سلنڈر میں ایک دم سے تیز روشنی چمکی اور دوسرے ہی لمحے عنبر سلنڈر میں سے غائب ہو گیا۔

عنبر کو محسوس ہوا کہ وہ ہوا میں اڑتا جا رہا ہے۔ اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ دس سیکنڈ کے

وقفے کے بعد اس نے محسوس کیا کہ اس کے پیر زمین پر لگ گئے ہیں۔ عنبر نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھول دیں۔ وہ دن کی روشنی میں ایک ایسی جگہ پتھروں میں کھڑا ہے۔ جہاں چاروں طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں۔ عنبر نے سب سے پہلے اپنے جسم کو دیکھا۔ وہ صحیح سلامت تھا۔ جس طرح سیارے کے سلنڈر سے غائب ہوا تھا اسی طرح اپنی زمین پر واپس پہنچ گیا تھا۔

اب وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ اگر اپنی دنیا میں واپس آ گیا ہے تو یہ کون سا زمانہ ہے اور کون سا ملک ہے۔ اس کے آس پاس اونچے اونچے درخت تھے۔ اچانک فضا میں فائر کا دھماکہ ہوا۔ پھر کچھ آدمیوں کی آوازیں سنائی دیں۔ فائر کے دھماکے سے عنبر نے اندازہ لگا لیا کہ وہ اٹھارویں یا انیسویں صدی عیسوی کے زمانے میں ہے اور یہ دھماکہ کسی رائفل کی گولی کا تھا۔

وہ اس طرف چلا جس طرف دھماکے کی آواز آئی تھی درختوں کے جھنڈ میں گزرتا وہ ایک پتھر کی اونچی دیوار کے پاس پہنچ کر رک گیا۔ آدمیوں کی آوازیں اس دیوار کی دوسری جانب سے آ رہی تھیں۔ اس نے کان لگا

کر اِن آوازوں کو سنا۔ کچھ لوگ میکسیکو کی زبان میں
کر رہے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ ملک میکسیکو میں
گیا ہے۔

عنبر نے دیوار کی اوٹ سے تھوڑا سا سر نکال کر
کچھ فاصلے پر درختوں کے نیچے کافی کھلی جگہ تھی جہاں
دس پندرہ فوجی وردی والے سپاہی رائفلیں لیے کھڑے
تھے۔ اِن کا افسر پستول لگائے کھڑا آرڈر دے رہا تھا
سامنے ایک نوجوان لڑکی کھڑی تھی جس کے گلے میں
بندھی ہوئی تھی۔ اس لڑکی نے لمبا گاؤن پہن رکھا تھا۔ اس
کے سیاہ بال اس کی کمر تک لٹک رہے تھے۔ اس کا چہرہ
خوف کے مارے زرد ہو رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو
رہے تھے۔ وہ میکسیکی زبان میں فوجی افسر سے رحم کی
مانگ رہی تھی۔

میکسیکی فوجی افسر نے اسے گالی دے کر کہا۔
”کنگ آف میکسیکو نے تمہیں زندہ دفن کر دینے کا حکم
دیا ہے۔ کیونکہ تم نے اس کے خلاف بغاوت کی تھی
مرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لو۔ رحم
کی بھیک مانگنے سے کوئی فائدہ نہیں اب۔“
پھر اس نے سپاہیوں سے کہا کہ وہ جلدی جلدی

قبر کھودیں۔
عنبر کو اس لڑکی پر بے حد ترس آیا۔ اور اس نے
اُسے بچانے کا فیصلہ کر لیا۔ اگر وہ اِسی وقت فوجیوں
پر ہلہ بول دیتا ہے تو خطرہ تھا کہ یہ لوگ لڑکی کو شوٹ
کر دیں گے۔ عنبر انتظار کرنے لگا۔ جب قبر تیار ہو گئی تو
چار فوجی ایک طرف درختوں سے لکڑی کا بڑا تابوت اُٹھا
کر لے آئے۔ لڑکی کو زبردستی اِس خالی تابوت میں لٹا کر
اوپر ڈھکن بند کر کے کیل جڑ دیئے گئے۔ تابوت میں سے
لڑکی کی چیخ و پکار کی دبی دبی آوازیں آ رہی تھیں۔
انہوں نے تابوت کو جلدی سے قبر کے اندر اتار کر اوپر
مٹی ڈالنی شروع کر دی۔ دیکھتے دیکھتے قبر تیار ہو گئی۔
فوجی افسر نے ایک میکسی سپاہی سے کہا۔
”تم آج سارا دن ساری رات یہاں پہرہ دو گے۔“
یہ آرڈر دے کر فوجی افسر اپنے سپاہیوں کو لے کر
وہاں سے چل دیا۔ جب وہ درختوں میں غائب ہو گئے تو
عنبر دیوار کی اوٹ سے نکل آیا۔ اس سے پہلے کہ تابوت
میں موجود آکسیجن ختم ہو جائے وہ لڑکی کو جتنی جلدی ہو
سکے قبر سے باہر نکال لینا چاہتا تھا۔ عنبر کا لباس چست
پتلون اور چست جیکٹ تھا۔ اس کے پاس خلائی گن بھی نہیں

تھی۔ مگر وہ خالی ہاتھ بھی اِس سنتری سے نمٹ سکتا تھا۔
عنبر تیزی سے سنتری کے قریب گیا اور میکسیکی زبان
میں بولا۔

"میرے دوست! مجھے اِن درختوں میں ایک بڑے
پتھر کے نیچے سے سونے کی کچھ اینٹیں پڑی ملی ہیں
کیا تم میرے ساتھ چل کر پتھر کو پرے ہٹاؤ گے۔
میں آدھی سونے کی اینٹیں تمہیں دے دوں گا۔"

میکسیکی سنتری لالچ میں آ گیا۔
اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر عنبر سے کہنے لگا
"اگر تم جھوٹ بول رہے ہو تو میں تمہیں شوٹ
کر دوں گا۔ چلو میرے آگے آگے چلو۔"

عنبر جلدی سے اس کے آگے چل پڑا۔ وہ دیر نہیں
لگانا چاہتا تھا۔ اسے خوب معلوم تھا کہ تابوت کے اندر
کی آکسیجن نوجوان لڑکی کو زیادہ سے زیادہ دس منٹ
تک زندہ رکھ سکے گی۔ وہ درختوں میں ایک بڑے پتھر
کے پاس آ کر رُک گیا اور بولا۔

"اس پتھر کے نیچے سونے کی اینٹیں ہیں۔ یہ
دیکھو۔ یہاں سے جھانک کر دیکھو۔"

میکسیکی سنتری نے جونہی جھک کر جھانکا۔ عنبر نے اسکی

گردن پر ایک بھرپور کراٹے کا ہاتھ مارا۔ یہ ہاتھ نہیں تھا بلکہ
ایک بہت بڑا پتھر تھا۔ جو سنتری کی گردن پر زور سے آن گرا تھا۔
اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ منہ کے بل گرا اور پھر نہ
اُٹھ سکا۔ عنبر اِسے وہیں چھوڑ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ
قبر کی طرف دوڑا۔ اس نے جلدی جلدی ہاتھوں سے قبر کی
نرم مٹی کو کھودنا شروع کر دیا۔ عنبر کی پوری طاقت کے سامنے
وہ قبر کی ڈھیری کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ اس نے چند
سیکنڈوں میں قبر کی مٹی ہٹا دی۔

درمیان میں سے تابوت نکل آیا۔ عنبر نے جلدی سے
اس کا ڈھکنا اکھاڑ ڈالا۔ لمبے سیاہ بالوں والی خوب صورت
لڑکی اندر بے ہوش پڑی تھی۔ عنبر نے اس کے پیٹ کو
دبا دیا کہ اس کے منہ میں تازہ ہوا داخل کی۔ لڑکی نے آہستہ
سے آنکھیں کھول دیں اور حیرت سے عنبر کو تکنے لگی۔ وہ خوف
اور کمزوری سے اس قدر نڈھال تھی کہ بول بھی نہیں سکتی تھی۔
عنبر نے اِسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"گھبراؤ مت۔ میں تمہارا ہمدرد ہوں۔ دوست
ہوں۔ تمہیں یہاں سے نکالنے آیا ہوں۔ اُٹھو ——
جلدی سے میرے ساتھ یہاں سے نکل چلو۔"

یہ سن کر کہ اس کی زندگی بچ گئی ہے۔ لڑکی کے اندر ایک

نئی طاقت پیدا ہوگئی ۔ وہ جلدی سے اُٹھ بیٹھی ۔ عنبر نے اِسے
سہارا دے کر قبر سے باہر نکالا ۔ لڑکی بڑی بہادر تھی ۔ اس
نے باہر آتے ہی لمبے لمبے گہرے سانس لیے اور عنبر کی
طرف دیکھ کر بولی ۔

"تم کون ہو ؟"

عنبر نے کہا ۔

"یہ باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی ۔ پہلے یہاں سے
فرار ہوتے ہیں ۔ کیا تم کسی ایسی جگہ جا سکتی ہو
جہاں یہ لوگ تمہیں دوبارہ نہ پکڑ سکیں ؟"

لڑکی اپنے لمبے سیاہ بالوں کو پیچھے ہٹاتے ہوئے بولی
"اس پہاڑی کے اوپر ہمارے باغی سردار ڈومیکو
کا خفیہ غار ہے ۔ میں اس کی دوست ہوں ۔ ہم سب
باغی ہیں اور اس ملک کے ظالم بادشاہ کو تخت
سے ہٹا کر غریب عوام کو اس کے ظلم و ستم سے
نجات دلانا چاہتے ہیں ۔"

"تمہارا نام کیا ہے" عنبر نے چلتے ہوئے پوچھا ۔

"سانگی ۔۔۔ میرا نام سانگی ہے ۔"

نوجوان باغی دوشیزہ سانگی نے عنبر کو ساتھ لیا اور جنگل
کے خفیہ راستے سے ہوتی ہوئی پہاڑی غار کی طرف روانہ ہو

گئی ۔ عنبر نے راستے میں اِسے پوچھا ۔

"آج کون سی تاریخ ہے ؟"

سانگی نے اِسے مہینے کی تاریخ بتائی ۔ اب عنبر سن پوچھتے
ہوئے سوچ رہا تھا کہ سانگی یہ نہ سوچے کہ اِس شخص کو سن
بھی معلوم نہیں ہے ۔ آدمی تاریخ تو بھول جاتا ہے مگر سن کبھی
نہیں بھولتا ۔ وہ خاموش ہی رہا ۔ باغی لڑکی سانگی کو عنبر نے اِسے
بچانے کا سارا واقعہ سنا دیا ۔ سانگی نے عنبر کی طرف چمکتی ہوئی
سیاہ آنکھوں سے دیکھا اور کہا ۔

"میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں ۔ سردار ڈومیکو بھی
تمہارا شکریہ ادا کرے گا ۔ اگرچہ وہ بڑا اکھڑ مزاج
ہے اور کئی سرکاری افسروں اور سپاہیوں کو موت
کے گھاٹ اتار چکا ہے ۔"

پھر وہ عنبر سے پوچھنے لگی ۔

"تم کون ہو اور یہ تم نے زرد رنگ کا کیسا چُست
لباس پہن رکھا ہے ۔ ہماری بیسویں صدی یعنی ۱۹۱۸
میں تو اِس قسم کا لباس کوئی نہیں پہنتا ۔"

عنبر نے کہا ۔

"میں ہسپانیہ کا رہنے والا عیسائی سیّاح ہوں ۔ یہ
لباس میں نے خاص طور پر تیار کروایا تھا ۔ تاکہ

دنیا کا سفر کرنے میں آسانی ہو۔"

اسی طرح باتیں کرتے ہوئے وہ پہاڑی پر چڑھ کر جھا
درختوں اور دلدلوں اور گھنی لمبی لمبی گھاس میں سے گزر
ایک پہاڑی موڑ پر پہنچے تو درخت پر سے ایک آدمی کود
ان کے سامنے آگیا۔

"سانگی! تم کہاں چلی گئی تھیں۔ سردار ڈومیکو تمہارے
لیے پریشان تھا۔ یہ کون ہے؟"

اور اس آدمی نے رائفل عنبر کی طرف تان دی۔ سانگی
ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"خبردار۔ اسے کچھ نہ کہنا۔ اس نے میری جان
بچائی ہے۔ یہ ہمارا ہمدرد ہے۔"

وہ پہرے دار اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ اس نے را
دے دیا۔ عنبر سانگی کے ساتھ ساتھ چلتا اس غار کے دہا
پر پہنچا جہاں چار باغی سپاہی یا باغی ڈاکو رائفلیں اٹھائے پہ
دے رہے تھے۔ سانگی کو دیکھتے ہی وہ خوشی سے چلائے

"سردار ڈومیکو ـــــ سانگی واپس آگئی ہے۔
اری سانگی۔ تم کہاں غائب ہو گئی تھیں۔"

اتنے میں غار کے اندر سے ایک لمبا تڑنگا مضبوط
جسم اور چوڑے شانوں والا جوان باہر نکلا جس کے بدن

پر چمڑے کی جیکٹ تھی۔ کاندھے سے کارتوسوں کی پیٹی
لٹک رہی تھی۔ ہاتھ میں دو نالی بندوق تھی۔ سیاہ گھنگھریالے
بال سر کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے اور گال پر زخم کا لمبا
نشان تھا۔ اس نے پہلے سانگی کو دیکھا، پھر بندوق کا رخ
عنبر کی طرف کیا اور کرخت آواز میں بولا۔

"یہ کون ہے؟"

سانگی نے مسکرا کر کہا۔

"سردار ڈومیکو! غار میں چلو تمہیں سب کچھ بتاتی
ہوں۔ یہ ہمارا دوست ہے۔ اس نے میری
جان بچائی ہے۔"

غار میں آ کر سردار ڈومیکو نے اسی کرخت لہجے میں
سانگی کو حکم دیا کہ وہ بیان کرے کہ کہاں چلی گئی تھی۔ سانگی
نے شروع سے لے کر آخر تک ساری کہانی بیان کر دی۔
کہ وہ جنگل میں لکڑیاں جمع کرنے جا رہی تھی کہ سرکاری
فوجیوں نے اسے پکڑ لیا اور اسے پہچان بھی لیا۔

"وہ میرا منہ بند کر کے مجھے نیچے وادی کے
ایک غار میں لے گئے انہوں نے مجھ پر بڑا تشدد
کیا کہ میں کسی طرح انہیں اپنے خفیہ غار کا سراغ
بتا دوں مگر میں نے زبان بند رکھی۔ جب سرکاری

سپاہی عاجز آ گئے تو انہوں نے مجھے ایک تابوت
میں زندہ بند کر کے قبر میں دفن کر دیا۔ میں مر گئی
ہوتی اگر یہ نوجوان دیوار کی اوٹ سے یہ منظر
نہ دیکھ رہا ہوتا۔ جب فوجی چلے گئے اور صرف
ایک سنتری پہرہ دیتا رہ گیا تو اس نے اسے ہلاک
کر کے مجھے قبر سے باہر نکال لیا اور اب میں زندہ
تمہارے سامنے کھڑی ہوں۔"

باغی سردار ڈومینگو نے بندوق کی نالی عنبر کے سر کی طرف
کر دی اور گرجا۔

"یہ سرکاری فوجوں کی چال بھی ہو سکتی ہے۔ یہ
آدمی سرکاری جاسوس ہے اور تمہیں قبر سے
نکال کر ہمارے خفیہ ٹھکانے کا پتہ لگاتے آیا
ہے۔"

باغی سردار ایک ذہین باغی تھا۔ اس نے ٹھیک سوچا
تھا۔ ایسا ہو سکتا تھا۔ لیکن عنبر ایسا نہیں تھا۔ عنبر سرکاری
جاسوس نہیں تھا۔ یہی بات عنبر نے سردار ڈومینگو کے
آگے دہرائی۔ مگر اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے اپنے
ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اس کو غار کی کوٹھری میں بند کر دو۔ خبردار

یہ اس غار سے ہرگز باہر قدم نہ رکھنے پائے۔"

باغی سردار ڈومینگو نے جو کچھ کیا تھا بالکل ٹھیک کیا
تھا۔ اسے ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اس کی جگہ یہ کام
کوئی سرکاری جاسوس بھی کر سکتا تھا۔ عنبر کے بارے میں
اگرچہ سانگی نے اسے بتا دیا تھا کہ وہ ایک ہسپانوی سیاح
ہے مگر اس نے عنبر پر یقین نہیں کیا تھا۔

عنبر کو غار کے اندر پیچھے بنی ہوئی ایک کوٹھڑی میں
ڈال دیا گیا۔ اس کے ہاتھ وغیرہ نہیں باندھے گئے تھے۔
اسے کھانے پینے کو بھی دیا گیا تھا۔ بس نظر بند کر دیا گیا
تھا کہ اگر وہ سرکاری جاسوس ہے تو وہ وہاں سے باہر جا
کر حکومت کو باغیوں کے خفیہ اڈے کا پتہ نہ بتا سکے۔ کوئی
ایک گھنٹے بعد باغی دوشیزہ سانگی اس کے پاس آئی۔
کہنے لگی۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

اس نے کہا کہ میرا نام عنبر ہے۔ وہ بولی۔

"عنبر! مجھے افسوس ہے کہ سردار نے تمہیں یہاں
نظر بند کیا۔ لیکن تم خود محسوس کرتے ہو گے
کہ اسے تم پر شک کرنا ہی چاہیئے تھا۔ ہاں جب تم
نے اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کر دیا تو تمہاری نظر بندی

ختم کر دی جائے گی۔"

عنبر نے کہا۔

"میں اپنی بے گناہی کیسے ثابت کر سکتا ہوں؟ میں تو اس کوٹھری میں بند ہوں۔"

سانگی کچھ سوچ کر بولی:

"اس کے بارے میں سوچوں گی۔ اس وقت تم خاموش ہی رہو۔ بہرحال میں تمہارا یہاں ہر طرح سے خیال رکھوں گی، تم نے میری زندگی بچائی ہے۔ مجھ پر تمہارا یہ بہت بڑا احسان ہے۔"

یہ کہہ کر سانگی چلی گئی۔

سارا دن عنبر کوٹھری میں بند رہتا۔ شام کو دو باغی جنہوں نے رائفلیں تان رکھی ہوتی تھیں اس کے ہاتھوں میں رسی باندھ کر باہر ٹہلانے کے لیے لے جاتے اور دوبارہ کوٹھری میں لا کر بند کر دیتے۔ وہ بھی اپنی طرف سے کوئی عذر پیش نہیں کرنا چاہتا تھا۔ عنبر کو دنیا میں آ کر کسی نہ کسی جگہ تو رہنا ہی تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ۱۹۱۸ عیسوی کا زمانہ ہے۔ گویا ہماری دنیا ایک بار ایٹمی جنگ ہونے کے بعد واپس ۱۹۱۸ عیسوی کے زمانے میں چلی گئی تھی۔ اور پھر وہی زمانہ شروع ہو گیا تھا۔

اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ یہ ۱۹۱۸ عیسوی کا زمانہ ایک بار گزر جانے کے بعد دوبارہ کیسے شروع ہو گیا؟

عنبر کو کوٹھری میں نظر بند ہوئے تین دن گزر گئے۔

چوتھے روز اس نے محسوس کیا کہ غار میں ہر کوئی باغی جوان گھبرایا گھبرایا سا پھر رہا ہے۔ وہ سخت پریشانی کے عالم میں کبھی غار میں آتے تھے اور کبھی باہر نکل جاتے تھے۔ اتنے میں باغی لڑکی سانگی غار میں آئی۔ وہ بھی پریشان تھی۔ یہ سب لوگ غار میں سے اسلحہ کی پیٹیاں نکال نکال کر باہر لے جا رہے تھے۔ سانگی عنبر کی کوٹھڑی کے سامنے سے گزری تو اس نے سلاخوں کے قریب آ کر کہا۔

"خفیہ ٹھکانہ بدلا جا رہا ہے سانگی؟ کیا کسی نے مخبری کر دی ہے؟ اب تو تمہارے سردار ڈومیکو کو یقین آ جانا چاہیئے کہ میں پولیس کا آدمی نہیں ہوں۔"

سانگی نے بڑی اداس آواز میں کہا۔

"ایسی بات نہیں ہے عنبر! بات اصل میں یہ ہے کہ ہمارا سردار ڈومیکو پکڑا گیا ہے۔"

عنبر دھک سے رہ گیا۔

"سردار ڈومیکو پکڑا گیا ہے؟ مگر ۔۔۔ کیسے؟"

سانگی نے بتایا کہ رات کے پچھلے پہر بہادر باغی سردار ڈومیکو

شاہ میکسیکو کو قتل کرنے کے ارادہ سے اپنے ایک ساتھی
ہمراہ بھیس بدل کر بادشاہ کے محل میں گھس گیا مگر بد قسمتی
سے اسے پہچان لیا گیا۔ فوجی اس پر ٹوٹ پڑے۔ اس
ساتھی زخمی ہو گیا مگر جان بچا کر بھاگ آیا۔

"ہم یہ جگہ بدل رہے ہیں۔ وہ سردار کو پھانسی پر
چڑھا دیں گے"

عنبر نے پوچھا۔

"کیا وہ اسے بہت جلد مار ڈالیں گے؟"

سانگی نے آہ بھر کر کہا۔

"شاید اس میں کچھ وقت لگے۔ ہو سکتا ہے وہ
دو ایک دن سردار ڈومینکو سے ہمارے متعلق پوچھ
گچھ کریں۔ سردار مر جائے گا مگر ہمارا پتہ نہیں بتائے
گا۔ پھر بھی ہمیں یہ ٹھکانہ بدلنا ہی ہو گا"

عنبر نے سانگی سے کہا۔

"سانگی! کیا تم مجھ پر بھروسہ کرتی؟ میرا مطلب تمہیں
یقین ہے نا کہ میں سرکاری آدمی نہیں ہوں بلکہ تمہارا
ہمدرد ہوں؟"

سانگی نے کوئی جواب نہ دیا۔ عنبر نے بے تابی سے کہا۔

"سانگی! یقین کرو کہ میں تمہارے سردار ڈومینکو کو
سرکاری فوجوں کی قید سے نکال کر لا سکتا ہوں"

وہ حیرانی سے اس کا منہ تکنے لگی۔ کیونکہ یہ کوئی آسان کام
نہیں تھا۔ ڈومینکو ایک باغی تھا۔ وہ میکسیکو گورنمنٹ کی اسلحہ سے
لیس فوج کے قبضے میں تھا۔ پھر بھلا کسی انسان کے لیے یہ کیسے
ممکن تھا کہ وہ اکیلا شاہی محل کی چھاؤنی میں گھس کر باغی لیڈر
کو چھڑا کر لے آئے۔ وہ بولی۔

"تم شاید مجھ سے مذاق کر رہے ہو"

عنبر نے گہرا سانس بھر کر کہا۔

"سانگی میں مذاق نہیں کر رہا۔ میں جو کچھ کہہ رہا
ہوں اس میں ذرا سا بھی جھوٹ نہیں ہے۔ تم
مجھے یہاں سے جانے کی اجازت دے دو میں
تمہارے بہادر لیڈر ڈومینکو کو شاہی فوجوں کی
حراست سے نکال کر لے آؤں گا"

سانگی کو اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ چنانچہ فیصلہ کن
انداز میں کہنے لگی۔

"مجھے افسوس ہے عنبر۔ میں تمہیں یہاں سے جانے
کی اجازت نہیں دے سکتی"

یہ کہہ کر وہ دوسرے باغی جوانوں کے ساتھ اسلحہ کی
پیٹی اٹھائے غار سے باہر نکل گئی۔ کوٹھڑی کے باہر

باغی جوان پہرہ دیتا تھا وہ بھی دوسرے جوانوں کے ساتھ مل
کر گولہ بارود کے بکسے باہر نکال رہا تھا۔ دوبارا باغی لڑکی ساگی
عنبر کے قریب سے گزری تو اس نے غصے سے عنبر کی طرف دیکھا
اور ڈانٹ کر بولی۔

"یہ تم پوچھنے والے کون ہو؟ اپنی زبان بند
رکھو، ہم پریشان ہیں۔"

عنبر نے طے کر لیا کہ اُسے وہاں سے فرار ہونے کے لیے
دوسری ترکیب استعمال کرنی ہوگی۔ یہ لوگ غریبوں کے ہمدرد
تھے۔ مزدوروں اور غریب مظلوم کسانوں کی آزادی کے لیے
جدوجہد کر رہے تھے۔ کیونکہ سرکاری فوجیں اِن غریبوں کو
لوٹ کھسوٹ رہی تھیں۔ جب کسانوں کی فصل تیار ہو جاتی
تو یہ سرکاری فوجی گھوڑے دوڑاتے آتے اور ان کی ساری
فصل اٹھا کر لے جاتے اور کسانوں کو صرف اتنا ہی دیتے کہ جس
سے وہ بڑی مشکل سے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھر سکتے
تھے۔ باغی لیڈر ڈومیکو ایک بہادر، جانباز اور مخلص لیڈر تھا۔
اس نے اپنے وطن میکسیکو کو بادشاہ کے ظلم سے نجات دلانے
کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا رکھی تھی۔

اب وہ شاہی فوج کی قید میں تھا اور یقیناً اسے دو ایک
روز میں تھوڑی بہت پوچھ گچھ کے بعد پھانسی پر لٹکا دیا جانے

تھا۔ عنبر کو ڈومیکو اور اس کے جانباز سرفروش باغیوں سے دلی
ہمدردی تھی اور وہ اس کی ہر حالت میں جان بچانا چاہتا تھا۔

رات ہوئی تو غار کے باہر اور اندر باغی جوانوں کی آوازیں
سنائی نہ دیں۔ حالانکہ ہر روز رات کو اِن کے گانے بجانے اور
ایک دوسرے کو مذاق کرنے کی آوازیں آیا کرتی تھیں۔ صرف
کوٹھڑی کے باہر پہرے دار رائفل لیے موجود تھا۔ عنبر نے
اس سے پوچھا کہ یہ سب لوگ کہاں چلے گئے ہیں۔ اس نے دو
تین بار پوچھنے کے بعد غصے میں صرف اتنا ہی بتایا کہ سب لوگ
نئے ٹھکانے پر چلے گئے ہیں۔ کل تمہیں بھی وہاں پہنچا دیا جائے
گا۔ عنبر کے لیے یہ بڑا سنہری موقع تھا۔

اگرچہ پہرے دار جوان کے پاس رائفل تھی مگر اس کی
گولی عنبر کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ جب رات ذرا گہری ہو گئی
اور عنبر نے دیکھا کہ پہرے دار دیوار کے ساتھ سٹول پر
بیٹھا اونگھنے لگا ہے تو اس نے سلاخوں میں سے ہاتھ باہر
نکال کر زنجیر کے ساتھ لگے تالے کو اپنی مٹھی میں لے لیا اور
پھر دوسرے ہاتھ سے اِسے زور سے ایک طرف جھٹکا دیا۔
تالا کھُل گیا لیکن اِس کے ساتھ ہی پہرے دار جوان کی آنکھ بھی
کھُل گئی۔ اس نے لالٹین کی روشنی میں عنبر کو تالے کی زنجیر کھولتے
دیکھا تو رائفل اس کی طرف تان کر فائر کر دیا۔ گولی عنبر کے کاندھے

کے اوپر والے حصّے سے ٹکرا کر نیچے گر پڑی۔ مگر پہرے دار اس کو نہ دیکھ سکا۔ وہ دوسرا فائر جھونکنے ہی والا تھا کہ عنبر نے باہر نکل کر اِسے قابو میں کر لیا۔

چند لمحوں کے بعد وہ زمین پر بے ہوش پڑا تھا اور عنبر غار سے باہر کھڑا دائیں بائیں دیکھ رہا تھا کہ کہیں گروہ کا کوئی دوسرا آدمی تو وہاں نہیں ہے؟

○

پُراسرار پادری

غار کے باہر اندھیری رات کا سناٹا تھا۔

معلوم ہوا کہ باقی سارے باغی کسی دوسرے خفیہ ٹھکانے میں جا چکے ہیں۔ یہ عنبر کے لیے اچھی بات تھی۔ اس کا راستہ صاف تھا۔ باہر درخت کے نیچے اِس پہرے دار کا گھوڑا کھڑا تھا جس کو اس نے بے ہوش کر دیا تھا۔ وہ گھوڑے پر بیٹھا اور اُسے قدم قدم چلاتا وادی سے نکلنے لگا گھوڑے کو شاید سارے راستے کا پتہ تھا۔ کھُلی جگہ پر آتے ہی وہ اپنے آپ دُلکی چال چلنے لگا اور وہ اُسے پہاڑی کے خفیہ راستے سے نکال کر نیچے وادی میں لے آیا۔ ہر طرف گھپ اندھیرا اور موت ایسی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ لیکن عنبر کو اس اندھیرے میں نظر آ رہا تھا آگے ایک کھلا میدان آ گیا جس کے درمیان میں سے ایک کچی سڑک دُور تک چلی گئی تھی۔

عنبر کو یقین تھا کہ یہی سڑک شہر کو جاتی ہے۔ اس نے اس سڑک پر گھوڑا ڈال دیا۔ راستے میں عنبر کو سامنے کی طرف

ایک گھوڑا گاڑی آتی ملی جس میں کچھ فوجی سوار تھے۔ ان ک
ساتھ پھولے ہوئے فراک والی دو خواتین بھی تھیں۔ گھوڑ
گاڑی تیزی سے قریب سے گزر گئی۔ اس سے ظاہر ہوتا تھ
کہ عنبر شہر ہی کی طرف جا رہا ہے۔

کچھ دیر بعد دُور میدان میں روشنیاں نظر آنے لگیں۔ ی
میکسیکو کے دارالحکومت میکسیکو سٹی کی عمارتوں کی روشنیا
تھیں۔ اِس زمانے میں بھی یہاں عمارتوں میں کافی روشنیا
نظر آ رہی تھیں۔ ان کی ایک جانب جو شاید شہر کی فصیل تھی چار
میناروں والی ایک عمارت کافی بلند تھی۔ اِن چاروں مینارو
پر روشنی ہو رہی تھی۔ ضرور یہی شاہی محل تھا۔ عنبر کی سمجھ می
ابھی تک یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ وہ شاہی محل کی فوجی چھاؤن
میں کسی طرح داخل ہوگا۔ سانگا نے اسے باغی لیڈر ڈومنگ
کے بھاگ کر آئے ہوئے ساتھی کے حوالے سے صرف اتن
ہی بتایا تھا کہ باغی لیڈر کو شاہی محل کی فوجی چھاؤنی میں کس
تہہ خانے میں قید رکھا ہوا ہے۔

پو پھٹ رہی تھی کہ عنبر کا گھوڑا شہر میں داخل ہو گیا۔
۱۹۱۸ عیسوی کا زمانہ تھا۔ موٹر کاریں ابھی اتنی ماڈرن او
اتنی زیادہ نہیں ہوئی تھیں۔ ابھی تک اُسے کوئی پرانی وضع
موٹر کار بھی نظر نہیں آئی تھی۔ شہر کی سڑکوں پہ بھی گیس کے لیمپ

روشن تھے۔ سڑکیں پتھروں کو جوڑ کر بنائی گئی تھیں۔ شہر کے
چاروں طرف ایک فصیل تھی مگر اس کا کوئی دروازہ نہیں تھا۔
اور یہ فصیل بھی کئی جگہوں سے گرا کر وہاں اونچی عمارتیں بنا دی
گئی تھیں۔

شہر کے چاروں طرف ایک وسیع باغ تھا جس میں درخت
خاموش کھڑے تھے۔ اس باغ میں داخل ہو کر عنبر نے گھوڑے
کو ایک پتھر کے بُت کے پاس باندھ دیا اور صبح ہونے کا انتظار
کرنے لگا۔ جب دن نکل آیا اور سورج کی روشنی شہر کی عمارتوں
اور مکانوں اور دو ایک کارخانوں کی اونچی چمنیوں پر پڑنے
لگی تو عنبر باغ سے نکل کر اس دروازے میں سے شہر کے اندر
داخل ہو گیا۔ جس کے عقب میں دیوار کے پہلو میں شاہی محل کے
مینارے اب اُسے بالکل صاف دکھائی دے رہے۔ محل کا رنگ
بالکل سفید تھا اور پہلی منزل تک پام اور کھجور کے درختوں
کے جُھنڈ کہیں کہیں نظر آ رہے تھے۔ محل کی چھت پر سرکاری
جھنڈا صبح کی ہوا میں لہرا رہا تھا۔

عنبر نے بازار میں ایک چائے خانہ کھُلا دیکھا تو اس میں
داخل ہو گیا۔ اسے معلوم تھا کہ شاہی محل کی چھاؤنی میں شہر
ہی سے کھانے پینے کی چیزوں کی سپلائی جاتی ہے۔ وہ یہ
معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ سپلائی جس دکان سے جاتی ہے وہ

کہاں ہے۔ اس کا پروگرام اِن چیزوں کے ساتھ کسی گاڑی
میں بیٹھ کر قلعے میں داخل ہونے کا تھا۔

چائے خانے میں کچھ لوگ بیٹھے چائے قہوہ وغیرہ پی رہے
تھے۔ عنبر جس میز کے قریب جا کر بیٹھا وہاں دو میکسیکی آدمی
بڑے بڑے ہیٹ سر پر جمائے سر جھکائے بیٹھے آپس میں
باتیں کر رہے تھے۔ اگرچہ وہ دھیمی آواز میں بول رہے تھے
لیکن عنبر تک اِن کی آواز بخوبی پہنچ رہی تھی۔ ایک کہہ رہا تھا

"یہاں انقلاب آ کر رہے گا۔ شاہی فوجیں انقلاب
کا راستہ نہیں روک سکتیں"

دوسرے نے آہ بھری اور بولا۔

"لیکن ہمارا لیڈر تو پھانسی چڑھ رہا ہے"

پہلا کہنے لگا۔

"ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔ لیڈر مر جاتے ہیں مگر
ان کی قربانی ضائع نہیں جاتی"

عنبر چونکا۔ یہ لوگ یقیناً باغی لیڈر ڈومینکو کی باتیں کر رہے
تھے۔ تو کیا اِسے پھانسی دی جا رہی ہے؟ عنبر نے ان لوگوں کی
طرف متوجہ ہو کر پوچھا۔

"میرے دوستو! میں ایک انقلابی مزدور ہوں۔ میں
آج ہی اس شہر میں داخل ہوا ہوں۔ کیا ہمارے لیڈر

ڈومینکو کو پھانسی چڑھایا جا رہا ہے؟"

میکسیکی نے تھوک کر نفرت سے کہا۔

"وہ ہم سب کو باری باری مار ڈالیں۔ مگر انقلاب
آ کر رہے گا"

ان کی زبانی معلوم ہوا کہ ڈومینکو کو شاہی چھاؤنی میں آج
آدھی رات کو پھانسی دی جا رہی ہے۔ اگرچہ اس بات کو
راز میں رکھا گیا تھا۔ مگر شاہی قلعے اور چھاؤنی میں بھی انقلاب
کے ہمدرد موجود تھے۔ انہوں نے اِس خبر کو شہر میں پہنچا دیا
تھا۔ لوگ مجبور و بے بس تھے۔ وہ صرف اپنی زبان میں چہ میگوئیاں
ہی کر سکتے تھے۔ وہ قلعے اور شاہی محل پر حملہ کر کے اپنے
پسندیدہ لیڈر کو موت کے پھندے سے نہیں چھڑا سکتے تھے۔

عنبر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہیئے۔
کیونکہ اس کے پاس بہت کم وقت رہ گیا تھا۔ وہ اِن دونوں میکسیکی
آدمیوں سے پوچھنے لگا کہ پھانسی کون دے گا؟ کہاں دی جائے
گی وغیرہ وغیرہ ــــ ایک میکسیکی نے نفرت سے کہا۔

"اِس سے کیا ہوتا ہے کہ کہاں دی جائے گی
پھانسی؟ وہ لوگ ہمارے لیڈر کو مار رہے ہیں۔
آج رات پادری اس کے گناہوں کا اعتراف سننے جائے گا
اور پھر اس کو پھانسی پر کھینچ دیا جائے گا۔ میرا بس

پہلے تو میں محل کو آگ لگا دوں۔"
دوسرا میکسیکی ٹھنڈی آہ بھر کر بولا۔

"ہم میں اتفاق نہیں ہے۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے شاہی
فوج ایک ایک کر کے ہم سب کو ختم کر دے گی۔"

اچانک عنبر کے ذہن میں ایک ترکیب بجلی کی طرح چمک اُٹھی۔
اُس نے پوچھا کہ پادری کس گرجے سے کس وقت باغی
لیڈر کے پاس جائے گا؟ ان کی زبانی پتہ چلا کہ شاہی محل کی دیوار
سے تھوڑی دور سینٹ میریانہ کا ایک پرانا کیتھولک گرجا ہے۔
اسی گرجے کا بڑا پادری پھانسی والوں کو آخری وقت بائبل
پڑھ کر سنانے جایا کرتا ہے۔ آج رات بھی یہی پادری باغی لیڈر
ڈومینکو کو مرنے سے پہلے بائبل پڑھ کر سنانے جا رہا تھا۔

عنبر کے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی تھی۔

وہ وہاں سے سیدھا سینٹ مریانہ کے گرجا گھر کی طرف
چل پڑا۔ یہ گرجا بڑا خوب صورت بنا ہوا تھا۔ چونکہ اتوار
کا دن نہیں تھا۔ اس لیے وہاں عبادت کرنے والے موجود
نہیں تھے۔ عنبر گرجا گھر کے ہال کمرے میں جا کر عبادت گاہ
کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ ہاتھ جوڑ کر عبادت کرنے لگا۔ مگر چوری
چوری آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں۔
کچھ دیر بعد ایک دبلا پتلا سا پادری آ گیا اور پوچھنے
کہ تم کون ہو۔

"تم مجھے مسافر لگتے ہو۔ اس سے پہلے میں نے
تمہیں اس گرجا گھر میں کبھی نہیں دیکھا۔"

عنبر نے بڑی عقیدت اور عاجزی سے کہا۔

"مقدّس باپ میں پردیسی ہوں۔ سپین کا ایک غریب
سیاح ہوں، اس ملک کی سیر کو آیا ہوں۔"

پادری نے عنبر کو دعا دی اور دوسری طرف چلا گیا۔
عنبر نے پادری کی کوٹھڑی دیکھ لی تھی۔ چنانچہ وقت
کاٹنے کے لیے گرجا سا چلا آیا اور شہر کی سڑکوں پر پھرتا رہا۔
جب رات ہو گئی اور عمارتوں کی روشنیاں جل اُٹھیں تو عنبر
دوبارہ گرجے میں آ گیا۔ عبادت گاہ پر موم بتیاں روشن
تھیں۔ پادری شام کی عبادت کروا رہا تھا۔ کچھ لوگ ہال کمرے
میں خاموش بیٹھے عبادت میں مصروف تھے۔ عنبر بھی ان
کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

آدھا گھنٹہ عبادت ہوتی رہی۔ عبادت ختم ہوئی تو لوگ
باہر نکلنے لگے۔ عنبر وہیں بیٹھا رہا۔ جب ہال خالی ہو گیا تو
پادری بھی اپنی کوٹھڑی میں آ گیا۔ عنبر کچھ وقت ڈال کر اس
کی کوٹھڑی کی طرف چلا۔ دروازے پر دستک دی تو اندر سے
پادری کی آواز آئی۔

"اندر آجاؤ بیٹا۔ دروازہ کھلا ہے۔"

عنبر اندر داخل ہوگیا۔ پادری کرسی پر بیٹھا میز پر رکھے
ایک کلاک کو ٹھیک کر رہا تھا۔ عنبر کو دیکھ کر بولا۔

"تم چائے پیو گے؟"

عنبر نے کہا۔

"جی ہاں۔ شکریہ"۔

عنبر زیادہ سے زیادہ وقت اس کے پاس گزارنا چاہتا تھا۔
باتوں ہی باتوں میں عنبر نے اس سے پوچھا کہ وہ آج رات
کسی پھانسی پانے والے کو بائبل کی آیات سنانے جا رہا
ہے؟ تو اس نے کہا کہ ہاں —— یہ بڑی دردناک بات ہے
مگر کیا کروں۔ مرنے والے کی روح کو سکون پہنچانے کے لیے
یہ فرض ادا کرنا ہی پڑتا ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ رات
ایک بجے فوجی گاڑی اسے لینے آئے گی۔ عنبر سب کچھ سنتا
رہا اور دماغ میں اسکیم بھی تیار کرتا چلا گیا۔

رات کے کوئی دس بجے وہ پادری سے اجازت لے کر
وہاں سے اُٹھ آیا۔ بارہ بجے رات تک وہ گرجے کی پچھلی
دیوار کی جھاڑیوں میں سے نکل کر پادری کی کوٹھری کی طرف
بڑھا۔ پادری کی کوٹھری بند تھی۔ اندر موم بتی روشن تھی۔
پادری شاید جاگ رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔

"کیا فوجی گاڑی آگئی ہے؟"

عنبر نے کہا۔

"جی ہاں ——"

پادری کے قدموں کی آواز آئی۔ عنبر پیچھے ہٹ گیا۔
پادری نے دروازہ کھول کر باہر جھانک کر دیکھا۔ عنبر نے پادری
کے سر کی پچھلی طرف ہتھیلی کی ضرب لگائی۔ یہ ضرب اس نے
اتنی زور سے نہیں لگائی تھی۔ بس اتنی ہی طاقت خرچ کی تھی
کہ پادری بے ہوش ہو جائے۔ پادری چوٹ لگتے ہی آگے
کو گرا اور بے ہوش ہوگیا۔

عنبر کو اس کا سخت افسوس ہوا کہ اس نے ایک نیک
اور شریف پادری کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ مگر وہ
مجبور تھا۔ اگر اِسے بے ہوش نہ کرتا تو وہ اِس باغی لیڈر
کو بادشاہ کی طرف سے دی جانے والی موت کی سزا سے
نہیں بچا سکتا تھا جو غریب مزدوروں کسانوں اور دکھی
لوگوں کا ہمدرد تھا اور غریب لوگوں کی خوشحالی کے لیے اپنی
جان قربان کرنے والا تھا۔ لاکھوں کروڑوں غریبوں کی مدد
کرنے والے انسان کی جان بچانے کے لیے پادری صاحب
کو اتنی تکلیف دینا بہت ضروری ہوگیا تھا۔

پادری کو اُٹھا کر عنبر جلدی سے کوٹھری میں لے گیا۔ سب

ے پہلا کام یہ کیا کہ اس کے کپڑے خود پہن لیے۔ پھر اس کے ہاتھ پیچھے باندھے۔ اس کے منہ پر کپڑا باندھا۔ اسے چارپائی پر ڈال دیا۔ کونے میں اس کا لمبا سیاہ لبادہ لٹکا ہوا تھا۔ عنبر نے اِسے پہن کر سر کے اوپر کالا ھڈ بھی آگے کو کر لیا۔ اب اندھیرے میں عنبر کی شکل پوری دکھائی نہیں دیتی تھی۔ کمر کے گرد پٹکا باندھ کر اس نے سنہری صلیب والی صلیب لٹکا ی اور ہاتھ میں بائیبل پکڑ کر کوٹھڑی میں کوئی ہتھیار تلاش کرنے لگا۔

پادری کی کوٹھڑی میں اُسے کسی قسم کا کوئی ہتھیار، کوئی چاقو بھی نہ مل سکا۔ وہ خاموشی سے بیٹھ کر فوجی گاڑی کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ کوٹھڑی میں ایک گھڑی دیوار سے لگی تھی۔ اس گھڑی نے جب رات کا ایک بجایا تو عنبر کو گرجاگھر کے ہال کمرے میں کچھ فوجی بوٹوں کی آوازیں سنائی دیں۔ فوجی قدموں کی بھاری بھرکم آواز کوٹھڑی کے باہر آ کر رُک گئی۔

کسی نے فوجی لہجے میں پکار کر کہا۔

"مقدّس باپ — اگر آپ تیار ہیں تو چلیئے۔ ہم آپ کو لینے آئے ہیں۔"

عنبر نے بے ہوش اور اصلی پادری کے اوپر چادر ڈال

دی تھی۔ آہستہ سے دروازہ کھول کر باہر آیا۔ کوٹھڑی
کا دروازہ فوراً بند کر کے تالا لگایا اور سینے پر صلیب کا
نشان بنا کر اپنے سر کے ھُڈ یعنی کالے کپڑے کی ٹوپی کو آگے
کرتے ہوئے بولا۔

"مقدس باپ سب کی حفاظت کرے۔ چلو میرے
بچو۔ میں تیار ہوں"

یہ دو میکسیکی فوج کے سپاہی تھے اور گرجا میں داخل
ہونے سے پہلے اپنے ہتھیار باہر گاڑی میں ہی چھوڑ آئے
تھے۔ انہوں نے پادری کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ عنبر ہی کو
اصلی پادری سمجھ کر ساتھ لے باہر آگئے۔

گرجا گھر کے صحن میں دو گھوڑوں والی ایک بند گاڑی
کھڑی تھی۔ گاڑی کی اونچی گدی پر ایک میکسیکی سپاہی رائفل
لگائے گھوڑوں کی باگیں تھامے تیار بیٹھا تھا۔ گاڑی کے پہیوں
کے اوپر تیل کے لیمپ روشن تھے۔

عنبر کو بڑے ادب اور عقیدت سے گاڑی میں بٹھا
دیا گیا۔ وہ لکڑی کے دانوں والی تسبیح پھیر رہا تھا۔ عنبر کی جیب
میں بائبل تھی اور کمر کے ساتھ صلیب لٹک رہی تھی۔

گاڑی کھڑ کھڑاتی شور مچاتی آدھی رات کی تاریکی اور سناٹے
میں شاہی محل کی چھاؤنی کی طرف دوڑنے لگی۔ کتنی ہی سڑکوں

اور اونچے نیچے راستوں سے گزر کر گاڑی ایک ڈیوڑھی میں
داخل ہو گی جس کا فرش پتھروں کا تھا۔ یہاں گاڑی کھڑی
ہو گی۔

چار سپاہیوں نے دروازہ کھول دیا۔ عنبر اُترا تو وہ
بڑے ادب سے اُسے ایک دروازے کی طرف لے گئے۔
یہاں بھی ایک سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ یہ جیل کے چیف
وارڈن کا دفتر تھا۔ پادری کے آنے کا سُن کر وہ جلدی
سے دفتر سے باہر نکل آیا۔ اس نے وارڈن کی وردی پہن
رکھی تھی۔ سر پہ چوڑا ہیٹ تھا اور کمر کے ساتھ پستول
لگا تھا۔ اس نے عنبر کو بڑے ادب سے سلام کیا اور پھر
اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنا کر بولا۔

"فادر۔ براہ مہربانی میرے ساتھ چلیں"

عنبر کو ساتھ لے کر وہ کئی ایک برآمدوں میں سے
گزر کر ایک کھلی جگہ پر آ گیا۔ یہاں چاروں طرف اونچی
دیوار تھی۔ آگے ایک لوہے کا زینہ نیچے جاتا تھا۔ عنبر
نے اس جگہ کو اچھی طرح سے اپنے ذہن میں بٹھا لیا کیونکہ
اسی جگہ سے اِسے باغی لیڈر ڈومینگو کو نکال کر لے جانا تھا۔
اس نے یہ بات خاص طور پر نوٹ کی کہ یہاں جگہ جگہ فوج
کے جوان اندھیرے کونوں میں رائفلیں لیے پہرہ دے رہے

تھے۔

نیچے تہہ خانے میں چیف وارڈن کو دیکھتے ہی پہریدار
سنتری نے لوہے کا دروازہ کھول دیا۔ چیف وارڈن بولا۔

"فادر! باغی لیڈر بڑا خطرناک آدمی ہے۔ ہم آپ
کو اتنی اجازت نہیں دے سکتے کہ آپ اس
کی کوٹھڑی میں جا کر اس کو دعا پڑھائیں۔ آپ
باہر کھڑے رہ کر یہ فرض ادا کریں گے"

عنبر نے آہستہ سے کہا۔

"آپ جیسا کہیں گے ویسا ہی ہوگا۔ خداوند اس
کی روح کو معاف کرے"

چیف وارڈن تہہ خانے کے برآمدے کا موڑ گھوما تو
سامنے کونے میں ایک کوٹھڑی عنبر کو نظر آئی جس کا سلاخوں
والا دروازہ تھا۔ عنبر پادری کے لباس میں آگے بڑھا۔
اس نے دیکھا کہ باغی لیڈر ڈومینگو کوٹھڑی میں کمبل پر
خاموش بیٹھا تھا۔ ایک لالٹین اس کے قریب جل رہی تھی
جس کی بتی کافی نیچی تھی۔

عنبر نے دیکھا کہ یہاں کوئی پہرے دار نہیں تھا۔ رائفل
والا سنتری صرف تہہ خانے کے موڑ پر ہی تھا۔ سلاخوں
کے پاس جا کر چیف وارڈن نے کرخت آواز میں ڈومینگو

ے کہا۔

"اٹھو۔ تیار ہو جاؤ مرنے کے لیے۔ پادری صاحب
تمہارے گناہ بخشوانے آئے ہیں"

باغی لیڈر نے آہستہ سے اپنا چہرہ اٹھا کر کہا۔

"مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ چلے جاؤ"

عنبر نے آہستہ سے بڑی نرم آواز میں کہا۔

"بیٹا! یہ تمہارا آخری وقت ہے۔ خداوند سے اپنے
گناہوں کی معافی مانگو۔ تاکہ تمہاری روح سیدھی
بہشت میں جائے"

ڈومینگو نے کوئی جواب نہ دیا۔ عنبر اب ایکشن کے لیے بالکل
تیار تھا۔ کیونکہ یہی موقع تھا۔ اس کے بعد اسے کوئی موقع نہیں
مل سکتا تھا۔ چیف وارڈن اس کے بالکل قریب کھڑا تھا۔ وہ
چاہتا تھا کہ وارڈن ذرا آگے کو ہو جائے۔ چنانچہ عنبر نے چیف
وارڈن سے کہا۔

"بیٹا تم آگے ہو کر اسے کہو کہ میرے پاس آئے۔"

چیف وارڈن ذرا آگے سلاخوں کے پاس ہو گیا اور بولا۔

"مرنے سے پہلے گناہ بخشوا لو کم بخت"

عنبر آہستہ سے چیف وارڈن کے پیچھے ہو گیا۔ اس نے
ایک نظر برآمدے میں ڈالی۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ عنبر نے

پیچھے سے ایک بھرپور مکا چیف وارڈن کی گردن پر مارا۔ عنبر
کے طاقتور مکے میں ہاتھی کے سونڈ سے بھی زیادہ طاقت
تھی۔ چیف وارڈن کی گردن کی ہڈی کٹک سے ٹوٹ گئی۔ وہ
نیچے گرا۔ یہ منظر دیکھ کر باغی لیڈر ڈومینکو حیران ہو کر اٹھ کھڑا
ہوا۔

عنبر نے اپنے چہرے کے آگے سے سیاہ پادریوں کی
ٹوپی والا چھجہ اوپر اٹھایا اور بولا۔

"ڈومینکو! اب تو تمہیں یقین ہو گیا ہو گا کہ میں پولیس
کا جاسوس نہیں ہوں؟"

ڈومینکو نے عنبر کو پادری کے لباس میں پہچان لیا تھا۔ وہ
کچھ کہنے ہی والا تھا کہ عنبر نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ
کیا اور تیزی سے چیف وارڈن کی کمر سے لگے چابیوں کے
چھلے کو توڑ ڈالا۔ چابی نکال کر تالا کھول کر چیف وارڈن کی
لاش کو کوٹھڑی میں گھسیٹ لیا۔ اور باغی لیڈر ڈومینکو سے کہا۔

"جلدی سے اپنے کپڑے اتار دو۔"

اس کے ساتھ ہی عنبر نے بڑی جلدی جلدی چیف وارڈن
کے کپڑے اتارنے شروع کر دیئے۔ اتنی دیر میں باغی لیڈر
ڈومینکو بھی اپنے قیدیوں والے کپڑے اتار چکا تھا۔

"چیف وارڈن کے کپڑے پہن لو۔ جلدی کرو۔"

باغی لیڈر ڈومینکو نے جلدی جلدی چیف وارڈن کی وردی
پہن کر اپنے سر پہ ہیٹ رکھ کر اس کا چھجہ اپنے چہرے کے
آگے کر لیا۔

"میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔"

عنبر یہ کہہ کر ڈومینکو کو چیف وارڈن کی وردی میں
کوٹھڑی سے باہر نکال لایا۔

"خبردار! ذرا بھی نہ ہچکچانا۔ کھانس کر بات کرنا۔
تم اس وقت چیف وارڈن ہو۔"

ڈومینکو نے آہستہ سے کہا۔

"او کے عنبر!"

باغی لیڈر ڈومینکو بڑا ہوشیار اور بہادر آدمی تھا۔
اور اس قسم کے بھیس بدل کر وہ کئی بار معرکے مار چکا تھا۔
عنبر نے ہاتھ میں بائبل تھام رکھی تھی۔ دوسرے ہاتھ
میں تسبیح تھی۔ چیف وارڈن یعنی باغی لیڈر ڈومینکو اس
کے ساتھ ساتھ تھا۔ برآمدے کا موڑ گھومے تو سامنے
رائفل والا پہرے دار سنتری کھڑا تھا۔ اس نے چیف وارڈن
کو دیکھا تو اٹین شن ہو گیا۔ اس نے ڈومینکو کو نہیں پہچانا
تھا۔

ڈومینکو نے اشارے سے اس کے سلیوٹ کا جواب

دیا اور عنبر پادری کے ساتھ ساتھ زینہ چڑھ کر اوپر والی
کھلی جگہ پر آگیا۔ یہاں بھی اندھیرے میں جگہ جگہ فوجی جوان
رائفلیں لیے پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ نیچے
سے پادری کے ساتھ چیف وارڈن اوپر آرہا ہے۔

وہ ان دونوں کو پہلے بھی نیچے جاتے دیکھ چکے تھے
وہاں ہلکا ہلکا اندھیرا بھی تھا۔ انہیں ذرا بھی شک نہ ہوا۔
وہ اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے رہے۔ عنبر پادری کے بھیس میں
باغی لیڈر ڈومینکو کو چیف وارڈن کی وردی میں کھلی جگہ سے
لے کر چھاؤنی کی ڈیوڑھی میں آگیا۔ یہاں چار فوجی وارڈن کے
دفتر کے باہر کھڑے تھے۔

عنبر پادری نے آہستہ سے ڈومینکو سے کہا۔

"تم اس وقت چیف وارڈن ہو۔ ان سپاہیوں
کو اشارے سے حکم دو کہ پہرے پر سے چلے جائیں"

ڈومینکو نے ایسا ہی کیا۔ اشارے سے ان سپاہیوں سے
کہا کہ وہ دفتر کے آگے سے ہٹ جائیں۔ سپاہیوں نے
اپنے چیف وارڈن کے اشارے پر فوراً عمل کیا اور پرے
ہٹ گئے۔ اب باغی لیڈر نے بھی اداکاری کرتے ہوئے
عنبر کے ساتھ آہستہ آہستہ باتیں شروع کر دیں اور اسے لے
کر ڈیوڑھی کے گیٹ کی طرف بڑھا۔ وہ یہ تاثر دینا چاہتا تھا

کہ پادری کو باہر تک چھوڑنے جا رہا ہے۔
چیف وارڈن کو اپنی طرف آتا دیکھ کر گیٹ پر کھڑے
سنتریوں نے دروازہ کھول دیا۔ ڈومینکو نے اپنا ہیٹ آگے کو
جھکا رکھا تھا۔ تاکہ نیم روشنی میں اسے کوئی سپاہی پہچان نہ
لے۔ وہ عنبر کو لے کر ڈیوڑھی سے باہر آگیا۔ باہر گھوڑا گاڑی
پادری کو لے جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔ چیف وارڈن نے
گھوڑا گاڑی کے کوچوان سے کہا۔

"تم جاؤ۔ میں پادری صاحب کو لے جاؤں گا"

بھلا کس کی جرات تھی کہ چیف وارڈن کے حکم سے انکار
کرتا۔ کوچوان اسی وقت گھوڑا گاڑی سے اتر گیا۔
عنبر گھوڑا گاڑی کے اندر بیٹھا تھا۔ باغی لیڈر ڈومینکو چیف
وارڈن کی وردی میں گاڑی کی گدی پر بیٹھ گیا۔ اس نے گھوڑوں
کو سانٹا مارا۔ گھوڑے ایک دم سے چل پڑے۔ گھوڑا گاڑی
ڈھلتی رات کی تاریکی میں بہت جلد فوجی چھاؤنی کے احاطے سے
نکل کر شہر کی سڑک پر غائب ہو گئی۔ باغی لیڈر ڈومینکو نے سڑک
پر کچھ دور گاڑی بھگانے کے بعد اسے ایک کچی سڑک پر ڈال
دیا۔

یہ سڑک دور پہاڑیوں کی طرف جاتی تھی۔
گھوڑے رات کے اندھیرے میں سرپٹ دوڑے جا رہے

تھے۔ جب گھوڑا گاڑی پہاڑیوں کے پاس پہنچی تو ڈومینکو نے
اسے روک دیا۔ وہ اوپر والی گدی سے چھلانگ لگا کر نیچے اُترا
اور اس نے عنبر سے کہا۔

"یہاں سے ہم گھوڑوں پر آگے جائیں گے"
عنبر نے کہا۔

"تمہارے ساتھیوں نے ٹھکانہ بدل لیا ہے"
ڈومینکو بولا۔

"میں جانتا ہوں دوسرا ٹھکانہ کہاں ہے۔ میں نے
انہیں پہلے ہی بتا رکھا ہے کہ اگر خطرہ ہو تو پہاڑ
والا غار چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جانا"

اس نے دونوں گھوڑوں کو گاڑی سے کھول دیا اور گاڑی
کو ایک کھڈ میں گرا دیا۔ گاڑی کھڈ میں گرتے ہی چکنا چور ہو
گئی۔ ایک گھوڑے پر ڈومینکو سوار ہو گیا۔ دوسرے گھوڑے
پر عنبر بیٹھ گیا اور گھوڑے تیزی سے پہاڑی کی چڑھائی چڑھنے
لگے۔ صبح ہوتے تک وہ کئی ایک پہاڑیوں کی چڑھائیاں چڑھتے
اُترتے آخر ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں چاروں طرف پہاڑیوں
کی اونچی اونچی دیواریں کھڑی تھیں اور درمیان میں بڑی
بڑی چٹانیں تھیں۔

اچانک چٹانوں کی طرف سے فائر ہوا۔

ڈومینکو نے گھوڑے سے چھلانگ لگا دی۔
"عنبر بھی گھوڑے سے کود پڑا"

"یہ کون ہیں ڈومینکو؟" عنبر نے پوچھا۔
ڈومینکو نے کہا۔

"اپنے ہی آدمی ہیں مجھے سرکاری وردی میں دیکھ
کر پہچان نہیں سکے"
ڈومینکو نے میکسیکی زبان میں چلا کر کہا۔

"سانگی! لومبوترو۔ مارلیکو۔ میں ہوں تمہارا سردار
ڈومینکو ــــ!"

صبح کی ہلکی ہلکی روشنی پھیل رہی تھی۔ ڈومینکو کی آواز
سنتے ہی چٹانوں کے اندر سے چھ سات باغی جوان رائفلیں
ہاتھوں میں لیے ہوئے باہر نکل آئے۔ ان کے ساتھ لڑکی
سانگی بھی تھی۔ ڈومینکو نے اپنا بڑا ہیٹ اتار کر پھینک دیا تھا۔
عنبر نے بھی اپنے سر سے پادریوں والا کپڑا پیچھے کو گرا دیا
تھا۔ ڈومینکو نے اپنے دونوں بازو پھیلا کر نعرہ لگایا۔

"وہ مجھے قتل نہیں کر سکے۔ ہم جیل توڑ کر نکل
آئے ہیں۔ آزادی زندہ باد۔ انقلاب زندہ باد"

اب دوسرے باغی جوان بھی غار میں سے نکل آئے

سارے ڈومینکو سے لپٹ گئے۔ اور انقلاب زندہ باد کے
نعرے لگانے لگے۔ سانگی بھی بہت خوش تھی۔ وہ عنبر کے
پاس آکر بولی۔

"پادری صاحب! تم کہاں فرار ہو گئے تھے؟"

ڈومینکو نے کہا۔

"اگر عنبر — ہمارا ساتھی — پادری کے بھیس
میں میرے پاس نہ پہنچتا تو اِس وقت میری لاش
چھاؤنی میں پڑی ہوتی۔"

سب جوان عنبر زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔ ڈومینکو
نے ہاتھ بلند کر کے کہا۔

"ساتھیو! ہمیں شور نہیں مچانا چاہئے۔ آؤ۔ غار
میں چل کر بیٹھتے ہیں۔"

سب لوگ چٹانوں کے نیچے بنے ہوئے اِس نئے خفیہ
غار میں آگئے۔ یہ غار پہلے والے غار سے کھلا تھا۔ باہر
دو باغی جوان پہرے پر کھڑے رہے۔ غار میں ایک کھلی جگہ
پر لالٹین روشن تھی۔ یہاں بیٹھ کر باغی لیڈر ڈومینکو نے
اپنے ساتھیوں کو عنبر کی بہادری کی ساری داستان سنائی۔
ہر کوئی عنبر کی دلیری پر اِسے داد دینے لگا۔ ڈومینکو بولا۔

"عنبر بھائی! میں نے تم پر سرکاری جاسوس

ہونے کا شک کیا تھا۔ مجھے معاف کر دینا۔ مجھے نہیں —
معلوم تھا کہ تم ہمارے اتنے ہمدرد ہو۔ اگر تم
پادری کا بھیس بدل کر میری موت کی کوٹھڑی میں نہ
آتے تو میں کبھی زندہ نہیں بچ سکتا تھا۔"

سانگی نے مسکرا کر عنبر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں تو حیران تھی کہ عنبر یہاں سے کیسے اور کہاں
فرار ہو گیا ہے۔"

عنبر بولا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم لوگوں کے دل سے میرے
بارے میں جو شک تھا وہ دُور ہو گیا۔"

ڈومینکو نے عنبر کو گلے لگا لیا۔ اس رات باغی لیڈر نے
شاہی محل پر حملے کی خطرناک سکیم تیار کی۔

O

خلائی دیوی

اب ہم ماریا ناگ اور کیٹی کی طرف چلتے ہیں۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ ماریا، ناگ، کیٹی اور خلائی انسان تھیوسانگ یہ چاروں ایک خلائی راکٹ میں بیٹھے خلا میں سفر کر رہے تھے۔ ناگ انسان شکل میں نہیں تھا۔ بلکہ عقاب کی شکل میں تھا۔ وہ سب کچھ سُن رہا تھا۔ دیکھ رہا تھا مگر بول نہیں سکتا تھا تھیوسانگ اور کیٹی خلائی راکٹ کے کنٹرول پر بیٹھے تھے۔ ماریا ان کے پیچھے بیٹھی تھی۔ ناگ عقاب کی شکل میں پینل کے پاس ہی ایک چھوٹی تپائی پر خاموش بیٹھا تھا۔

کیٹی نے اپنے خلائی ساتھی تھیوسانگ کو ڈائیل کی سوئی دکھاتے ہوئے کہا۔

"تھیوسانگ راکٹ نیچے جا رہا ہے"

تھیوسانگ اور ماریا نے سامنے پینل پر لگے ایک چھوٹے ڈائیل کی سوئی کو دیکھا جو نیچے کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

"راکٹ اپنے آپ نیچے کا رُخ کیسے کر سکتا ہے؟" تھیوسانگ نے کہا۔

اس نے مختلف آلات اور سوئچوں کو چیک کیا۔ مگر سوئی کا رخ نیچے ہی کو رہا۔

ماریا کہنے لگی۔

"ہو سکتا ہے کسی سیارے کی کشش ہمیں اپنی طرف کھینچ رہی ہو۔"

اچانک راکٹ کو ایک جھٹکا لگا۔ یہ جھٹکا اس قدر شدید تھا کہ تھیوسانگ اپنی سیٹ سے بائیں طرف کو گر گیا۔ کیٹی نے چلّا کر کہا۔

"کوئی بلیک ہول خلا میں آگیا ہے۔"

بلیک ہول ایسا سیارہ ہوتا ہے جو بجھا ہوا سورج ہوتا ہے۔ مگر اس میں اتنی زبردست کشش پیدا ہو جاتی ہے کہ بڑے سے بڑے سیارے کو اپنی طرف کھینچ کر تباہ کر دیتا ہے۔

کیٹی اور تھیوسانگ نے سکرین کی طرف دیکھا اور کہا۔

"یہ سیارہ کون سا ہے؟ ہو سکتا یہی ہمیں اپنی طرف کھینچ رہا ہو۔"

وہ متعجب اس سیاہ نقطے کی طرف دیکھنے لگے جو قریب آتا جا رہا تھا۔ جوں جوں وہ قریب آ رہا تھا۔ بڑا ہو رہا

تھا۔ ناگ بھی عقاب کی شکل میں تپائی پر بیٹھا چہرہ گھما کر اپنی
عقابی آنکھوں سے سکرین کو دیکھنے لگا۔ راکٹ بڑی تیزی
سے اس سیاہ نقطے کی طرف بڑھ رہا تھا جو اب بڑھا ہونے
لگا تھا۔ راکٹ اِن کے کنٹرول سے باہر ہو گیا تھا۔ تھیوسانگ
نے کہا۔

"میں بیک انجن چلانے لگا ہوں۔"
تھیوسانگ نے یہ کہہ کر پچھلے انجن چلا دیئے تاکہ راکٹ
پیچھے کی طرف دوڑ پڑے اور یوں سیارے کی طرف سے جو
کشش پڑ رہی ہے وہ کم ہو جائے۔ مگر اس کا بھی کوئی اثر نہ
پڑا۔ راکٹ بڑی تیز رفتاری سے نیچے سیاہ سیارے کی طرف
برابر بڑھ رہا تھا۔ کیٹی نے تمام انجن بند کر دیئے۔ انہیں
صرف ایک ہی خطرہ تھا کہ اگر راکٹ اس رفتار سے سیارے
سے جا ٹکرایا تو اس کے پرخچے اُڑ جائیں گے۔
انہیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ اس سیارے پر زمین
سخت ہے یا دلدلی ہے۔ سیاہ سیارے کی شکل ایک بہت
بڑے لٹو سے ملتی جلتی تھی۔ راکٹ لٹو نما سیارے کی
فضا میں داخل ہوا تو اس کی رفتار اپنے آپ مدھم ہو گئی۔
"کیا اس سیارے کی فضا میں کشش نہیں ہے؟"
کیٹی نے تھیوسانگ کی طرف دیکھ کر کہا۔ تھیوسانگ

سیارے کی سطح کو دیکھ رہا تھا۔
"معلوم ہوتا ہے کہ اس کی فضا میں جو ذرات ہیں یہ
اِن کے رد عمل کی وجہ سے ہوا ہے۔"
سیارے کی سطح پر ایسی دھیمی روشنی تھی جیسے شام ہو رہی
ہو۔ تھیوسانگ، ماریا اور کیٹی سکرین پر اس کی زمین کو غور سے تک
رہے تھے۔ راکٹ آہستہ آہستہ سیارے کی سطح کی طرف بڑھ رہا تھا۔
ناگ بھی پریشان تھا کہ خدا جانے اس سیارے پر کس قسم کے
حالات پیش آئیں۔
انہوں نے دیکھا کہ سیارے کی زمین پر نہ کوئی درخت ہے
اور نہ کہیں کوئی سمندر یا دریا ہی نظر آ رہا ہے۔ سیارے کی زمین
کی سطح کے بالکل قریب آ کر انہوں نے دیکھا کہ وہاں عجیب بے ہنگم
قسم کی سیاہ مخروطی چٹانیں انسانی انگلیوں کی طرح اوپر کو اٹھی ہوئی
تھیں۔ یہ اتنی بڑی بڑی چٹانیں تھیں کہ ان پر پورا ایک شہر آباد
ہو سکتا تھا۔
اِن کا راکٹ اِن چٹانوں کے درمیان ایک درّے میں
بڑے بڑے گول اور مخروطی پتھروں کے درمیان جا کر رُک
گیا۔ راکٹ کے اندر گہری خاموشی چھا گئی۔ تھیوسانگ
کیٹی اور ماریا خاموش تھے۔ کیٹی نے خلائی پائلٹ کی کرسی پر
سے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"ہمیں باہر کی فضا کو چیک کرنا ہو گا۔"
تھیوسانگ نے ایک خاص کمپیوٹر کو اون کر دیا۔ پھر اس
پر ابھرے حروف کو پڑھ کر بولا۔
"حیرانی کی بات ہے کہ اس سیارے کی فضا میں
آکسیجن موجود ہے اور پریشر بھی نارمل ہے۔ مگر پانی
کہیں نظر نہیں آیا۔"
ماریا بولی۔
"اگر یہ بات ہے تو تم دونوں یہیں بیٹھو۔ میں باہر
جا کر حالات کا جائزہ لیتی ہوں۔"
کیٹی جلدی سے کہنے لگی۔
"نہیں نہیں۔ نہ جانے باہر کی فضا کیسی ہے اگر
تمہیں بھی کچھ ہو گیا تو ہم کیا کریں گے۔ ہم ناگ
کے عقاب بن جانے کی وجہ سے پہلے ہی پریشان
ہیں۔"
ماریا نے کہا۔
"فکر کی کوئی بات نہیں۔ مجھے کچھ نہیں ہوتا۔"
ناگ کا دل چاہتا تھا کہ وہ اڑ کر باہر جائے اور خود
ماحول کا جائزہ لے مگر وہ الفاظ میں اپنی خواہش کو بیان
نہیں کر سکتا تھا۔

تھیوسانگ نے کہا۔
"میرا خیال ہے ماریا ٹھیک کہتی ہے۔ اگر
باہر کی فضا میں کمپیوٹر کے مطابق آکسیجن موجود
ہے تو پھر ماریا پر خطرناک اثر نہیں ہو گا۔"
ماریا نے کہا۔
"میں باہر جا رہی ہوں۔ تم لوگ میرا انتظار کرو۔"
یہ کہہ کر ماریا راکٹ کی موٹی فولادی دیوار میں سے باہر
نکل گئی۔
ناگ کیٹی اور تھیوسانگ کو ماریا کی خوشبو آنا بند ہو گئی
تو وہ سمجھ گئے کہ ماریا باہر نکل گئی ہے۔ ماریا نے راکٹ
کے باہر آتے ہی محسوس کیا کہ اس نئے سیارے کی
فضا میں ہلکی ہلکی گرمی رچی ہوئی ہے۔ وہ زمین سے دس
پندرہ فٹ کی بلندی پر فضا میں اڑنے لگی اور مخروطی
سیاہ چٹانوں کے اوپر آ گئی۔
ان چٹانوں کے اوپر آ کر اس نے دیکھا کہ دوسری
طرف ایک تنگ راستہ چٹانوں کی بلند و بالا دیواروں کے
بیچ میں سے جا رہا ہے۔ ماریا اس راستے سے گزرنے
لگی ـــــ یہ ایک درّے کی طرح کا راستہ ہے جو پہاڑوں
کے درمیان بنا ہوتا ہے۔ اس درّے سے نکلی تو سامنے

اسے ایک جگہ چٹانوں کے درمیان بنا ہوا قلعہ نظر آیا۔ یہ
اونچے اونچے چار میناروں والا بہت بڑا قلعہ تھا جو
دور ہی سے ویران اور بے آباد لگ رہا تھا۔

ماریا نے سوچا کہ یہاں یہ قلعہ کس نے بنایا ہے۔ کیا
یہ یہاں کی مخلوق کا کارنامہ ہے؟ ماریا فضا میں تیرتی ہوئی
آہستہ آہستہ پُراسرار قلعے کی طرف بڑھنے لگی۔ قلعے کے
باہر کوئی مخلوق نہیں تھی۔ کوئی پہرے دار بھی نہیں تھا۔ قلعے
کا بہت بڑا دروازہ کھلا تھا۔

ماریا دروازے میں داخل ہو گئی۔ ایک عجیب بات
ہوئی جس نے ماریا کو بھی تھوڑی دیر کے لیے پریشان کر
دیا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی خلائی قلعے کا دروازہ
اپنے آپ بند ہو گیا۔ ماریا نے سوچا کہ دروازے کے باہر
چل کر دیکھنا چاہیے کہ باہر تو کوئی نہیں ہے؟

ماریا بڑی آسانی سے لوہے کے دروازوں اور پتھروں
کی دیوار کے درمیان میں سے بھی گزر جاتی مگر جونہی وہ
خلائی قلعے کے بند دروازے میں سے گزرنے لگی
تو اس کا نظر نہ آنے والا جسم دیوار سے ٹکرا کر رہ گیا۔
ماریا تو سناٹے میں آگئی کہ اے خدا یہ کیا معاملہ ہے؟
ماریا نے ایک بار پھر کوشش کی مگر اس بار بھی وہ

دروازے میں سے نہ نکل سکی۔ دروازہ کسی ایسی دھات کا بنا ہوا
تھا جو ماریا کو باہر نہیں نکلنے دے رہی تھی۔ ماریا تھوڑی سی پریشان
ہوئی۔ کیونکہ اسے محسوس ہوا کہ اُسے یہاں جان بوجھ کر قید کر
دیا گیا ہے۔ لیکن سوال یہ تھا کہ یہاں اُسے کس نے قید کیا
تھا؟

ماریا ابھی تک لہروں کی شکل میں تھی اور غائب تھی۔
وہ آگے بڑھی خلائی قلعے میں آگے ایک گلی سی تھی۔ جس
کا فرش پتھروں کو جوڑ کر بنایا گیا تھا۔ گلی ختم ہوئی تو ایک
اور دروازہ آگیا۔ یہ دروازہ ماریا کے قریب پہنچتے ہی اپنے
آپ کھل گیا۔ اس نے دیکھا کہ دروازے کی دوسری طرف
ایک بہت بڑا اونچی چھت والا ہال کمرہ ہے۔ جہاں درمیان
میں پتھر کے ایک بہت بڑے پیالے میں آگ جل رہی ہے۔
اس کے پیچھے ایک سبز رنگ کا تخت بچھا ہے جس پر سرخ
شیشے کا ایک تاج پڑا ہے۔ تخت کے پیچھے کچھ آدمی کھڑے
ہیں۔ ان کے جسم سیاہ لبادوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ ان
کی صرف سبز آنکھیں ہی دکھائی دے رہی ہیں۔ ان کے سروں
پہ سبز رنگ کے دو دو سینگ ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں
ایک ایک خلائی گن ہے۔ ماریا انہیں حیرت سے تکنے لگی۔
ماریا کا خیال تھا کہ اسے کوئی نہیں دیکھ رہا۔ لیکن یہ اس کی

بھول تھی۔ وہ سب خلائی آدمی اسے دیکھ رہے تھے۔ ماریا
آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر ہال کمرے کی دیوار کے پاس
آئی تو اسے محسوس ہوا کہ سارے کے سارے سبز آنکھوں
والے لوگ اُسے گھور رہے ہیں۔

"کیا یہ مجھے دیکھ رہے ہیں؟ ماریا نے سوچا۔ اسے اس
مخلوق کی آنکھیں اپنے نظر نہ آنے والے جسم پر بھی ہوئی لگ
رہی تھیں۔ ماریا یہ سوچ ہی رہی تھی کہ ایک دم سے فضا میں
ایک چیخ بلند ہوئی۔ سارے آدمی پیچھے پیچھے ہٹ گئے۔
تخت کے پیچھے ایک محرابی دروازہ تھا۔ یہ دروازہ اپنے
آپ کھل گیا۔

ماریا نے دیکھا کہ ایک سیاہ پوش اونچا لمبا آدمی نمودار
ہوا۔ اس کے سر پر بھی دو سینگ تھے جو اس کی سیاہ ٹوپی
میں سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ اس کے ہاتھ میں خلائی گن
کی بجائے ایک چمکدار شیشے کی چھڑی تھی جس کے آگے
ننھا سا سبز بلب روشن تھا۔ وہ تخت کے پاس آ کر رک
گیا۔ باقی آدمی سر جھکائے کھڑے تھے۔ سیاہ پوش ان کا سردار
اعظم معلوم ہوتا تھا۔ اس نے بلند آواز میں کہا۔

"خلائی قلعے کی مخلوق کو خوشی خبری ہو کہ دیوی سلاطی
ہم پر مہربان ہو کر خود ہمارے قلعے میں آ گئی ہے"

سب آدمیوں نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر نعرہ لگایا۔

"دیوی سلاطی کی جے ہو۔"

ماریا سوچنے لگی کہ یہ لوگ کس دیوی کی بات کر رہے ہیں۔
سیاہ پوش سردار اعظم نے اچانک ماریا کی طرف اپنی چھڑی کا
اشارہ کیا اور بولا۔

"وہ دیوی سلاطی کھڑی ہے مگر دشمن نے اِس پر
جادو کر کے اُس کے جسم کو خلائی لہروں میں بدل
دیا ہے۔ ہم دیوی سلاطی کو پھر سے جسمانی حالت میں
واپس لائیں گے تاکہ وہ ہمارے تخت پر بیٹھ کر
ہمارے قلعے پر حکومت کرے اور ہمارے دشمنوں
کو ایک ایک کر کے ختم کر دے"

ماریا تو اپنی جگہ پر کانپ اُٹھی۔ یہ کم بخت تو باقاعدہ اِسے
دیکھ رہے تھے۔

اس نے سوچا کہ اس گھن چکر قلعے سے نکل جانا چاہیئے۔
وہ بھاگنے کے لیے پیچھے کو گھومنے لگی تو اُسے محسوس ہوا
کہ وہ اپنی جگہ سے بالکل نہیں ہل سکتی۔ اس نے سیاہ پوش سردار
کی طرف دیکھا۔

سیاہ پوش سردار نے اپنی سبز روشنی والی چھڑی کا رُخ ماریا
کی طرف کر رکھا تھا۔ وہ تخت کے قریب سے گزر کر ماریا

کے پاس آگیا۔ اس نے اپنی عجیب وغریب زبان میں کچھ منتر
پڑھے اور چھڑی کے سبز بلب کی روشنی ماریا کے جسم پر ڈالی۔
روشنی کے پڑھتے ہی ماریا کا جسم ظاہر ہو گیا۔ اس نے تعجب
سے اپنے بازوؤں اور پاؤں کو دیکھا اور بولی۔

"تم ـــــ تم کیا چاہتے ہو؟۔ میں تمہاری دیوی
نہیں ہوں "

علاقے سیاہ پوش سردار نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"دیوی سلاطی پر ابھی ہمارے دشمنوں کے جادو
کا اثر ہے۔ ابھی یہ اثر بھی ختم ہو جائے گا "

وہ واپس گھوم کر تخت کے پاس گیا۔ ماریا نے دوسری
بار وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی مگر وہ اپنی جگہ سے اپنے
پاؤں نہ ہلا سکی۔ اس نے دیکھا کہ سیاہ پوش کے ہاتھ میں
وہ سرخ شیشے کا تاج تھا جو تخت پر پڑا تھا۔ اس نے
تاج کو بڑی عقیدت کے ساتھ دونوں ہاتھوں میں تھام
رکھا تھا۔ سیاہ پوش سردار قدم قدم چلتا ماریا کے پاس
آیا اور سرخ چمکتا ہوا تاج ماریا کے سر پر رکھ دیا۔

ماریا کو اپنے جسم میں بجلی کا کرنٹ سا دوڑتا محسوس ہوا۔
اس کا جسم ایک بار لرزا اور پھر اس کے پاؤں زمین پر نرم
ہو گئے۔ اب وہ اپنے پاؤں اٹھا سکتی تھی۔ اب اسے نہ عنبر

یاد تھا۔ نہ کیٹی اور نہ ناگ کا کوئی خیال تھا۔ وہ اپنے آپ
کو دیوی سلاطی ہی سمجھ رہی تھی۔

اس کے چہرے پر ایک دم سے جلال آگیا۔ اس نے
اپنا ہاتھ اوپر اٹھا کر کہا۔

"میں دیوی سلاطی ہوں۔ تمہارے سیارے اور
تمہارے قلعے کی ملکہ ـــ میں تمہارے لیے فتح
کا پیغام بن کر آئی ہوں۔ میں تمہارے دشمنوں کو
ایک ایک کر کے تباہ کر دوں گی۔ تم بہت جلد
اس نظام شمسی کے دوسرے سیاروں پر بھی قبضہ
کر لو گے "

سب نے دیوی سلاطی کی جے ہو کے نعرے لگانے شروع
کر دیئے۔

سیاہ پوش سردار ماریا کے آگے جھک گیا دوسرے
بھی جھک گئے۔ پھر سیاہ پوش سردار نے ماریا کا ہاتھ تھام
لیا اور بولا۔

"دیوی سلاطی! تمہارا آنا مبارک ہو۔ میرے ساتھ
آؤ۔ ہمارا خالی تخت ہزاروں سالوں سے تمہاری
راہ دیکھ رہا تھا۔ اس پر بیٹھ کر ہم پر حکمرانی
کرو "

ماریا بڑی شاہانہ چال سے چلتی تخت پر آکر بیٹھ گئی۔ سب لوگ سجدے میں گر پڑے۔ سردار سیاہ پوش نے جیب سے کوئی سفوف نکال کر آگ پر ڈالا۔ آگ میں سے ایک سبز شعلہ بھڑک کر اوپر تک گیا اور پھر آگ میں آکر غائب ہوگیا۔ اس نے ایک نعرہ لگایا۔

"ہمارے عظیم دیوتاؤں نے دیوی سلاطی کو ہماری ملکہ تسلیم کرلیا ہے۔ مبارک ہو۔"

اچانک دوسرے دروازوں میں سے کچھ عورتیں نکل کر آگئیں اور انہوں نے ماریا کے تخت کے آگے رقص کرنا شروع کر دیا۔ اِن عورتوں کے سروں پر بھی سینگ تھے اور انہوں نے سیاہ لبادے پہن رکھے تھے۔ ان کے لمبے لمبے بال ان کے ٹخنوں کو چھو رہے تھے۔ وہ رقص کرتی ہوئی ماریا کے تخت کے سامنے آتیں اور اسے چوم کر واپس چلی جاتیں۔

ماریا کو کچھ یاد نہیں رہا تھا کہ وہ عنبر ناگ، کیٹی اور تھیوسانگ کی ساتھی ہے اور انہیں پیچھے چٹانوں کے درمیان راکٹ میں چھوڑ کر آرہی ہے۔ جب رقص رُک گیا تو سیاہ پوش سردار آگے بڑھا۔

ماریا کے آگے جھک کر بولا۔

"مقدس دیوی سلاطی! جو دشمن اِس وقت ہماری قید میں ہیں۔ ان کا کام تمام کرنے کی رسم اپنے مقدس ہاتھوں سے ادا کرو۔"

ماریا نے جلالی آواز میں کہا۔

"میں تیار ہوں۔ مجھے ہمارے دشمنوں کے پاس لے کر چلو۔ میں اِن کا نام و نشان تک مٹا دوں گی۔"

"دیوی سلاطی کی جے ہو۔"

سب نے خوشی سے لہرا لہرا کر نعرہ لگایا۔

سیاہ پوش سردار نے دیوی سلاطی یعنی ماریا کا ہاتھ تھاما اور اسے بڑی عقیدت کے ساتھ لے کر پچھلے دروازے میں داخل ہوگیا۔ باقی سارے لوگ جو دیوی سلاطی کے خاص وزیر تھے پیچھے پیچھے چل پڑے۔

یہ جلوس ایک اندھیری راہداری میں سے گزر کر ایک اور بڑے ہال کمرے میں آگیا۔ یہاں آمنے سامنے دو اونچے سبز شیشے جیسے پتھر کے دو بڑے چبوترے بنے تھے ایک پر سرخ شیشے کی بڑی کرسی پڑی تھی اور دوسرے چبوترے پر ایک بہت بھیانک درندے کا بت بنا ہوا تھا۔ اس درندے کے دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے اور سرخ زبان نیچے لٹک

رہی تھی۔ درندے کی شکل کسی مکروہ اور خوفناک بھیڑیے
سے ملتی جلتی تھی۔ درندے کی زبان پر چھوٹے چھوٹے
سرخ دندانے بنے ہوئے تھے۔ یہ درندہ دو منزلہ اونچا
تھا۔

ماریا کو سامنے والے چبوترے کی سرخ بلوریں کرسی پر
بڑے آرام سے بٹھا دیا گیا۔ ماریا اپنی یادداشت کھو چکی
تھی۔ وہ تو اپنے آپ کو دیوی سلاطی ہی سمجھ رہی تھی جو اس
سیارے کی حکمران تھی اور وہاں اُس مخلوق کے دشمنوں کو ختم
کرنے آئی تھی۔

سیاہ پوش سردار ماریا کے تخت کی داہنی سمت کھڑا ہو
گیا۔ باقی وزیر پیچھے ایک قطار بنا کر ادب سے کھڑے تھے۔
سیاہ پوش سردار نے اپنے شیشے کی چھڑی کو حرکت دی اور
کہا۔

"آج ان ہمارے دشمنوں کو لایا جائے تاکہ دیوی سلاطی
انہیں اپنے مقدس ہاتھوں دیوتا کی بھینٹ چڑھائے۔"
ایک خلائی وزیر قطار میں سے نکلا۔ اس نے تین بار
ماریا کے آگے جھک کر تعظیم کی اور ایک دروازے میں
گھس گیا۔ اتنی دیر سیاہ پوش سردار سینے پر ہاتھ باندھ
کر کوئی خلائی منتر پڑھتا رہا۔ تھوڑی ہی دیر بعد سات آدمی

لائے گئے۔ وہ اس طرح لائے گئے کہ ساتوں کے ساتوں
شیشے کی لمبی لمبی بوتلوں میں بند تھے۔ بوتلوں کے منہ
ڈھکنوں سے بند کر دیئے گئے تھے۔ ان کے اندر یہ آدمی
باہر نکلنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے مگر بوتل سے
باہر نہیں نکل سکتے تھے۔

ان ساتوں آدمیوں کے ماتھوں پہ دو کی بجائے ایک ایک
سینگ تھا۔ اور ان کے بازو اور ٹانگیں ہماری زمین کے
انسانوں ایسی تھیں مگر ان کے قد درمیانے تھے۔ بوتلوں میں
بند ساتوں دشمن ماریا کے چبوترے کے سامنے ایک تختے پر
لاکر رکھ دیئے گئے۔

سیاہ پوش سردار نے بند بوتلوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
"مقدس دیوی! یہ ہمارے وہ دشمن ہیں جو ساتھ
والے سیارے سے ہمیں قتل کرنے یہاں آئے تھے۔
مگر ہم نے انہیں پکڑ کر ان بوتلوں میں بند کر دیا تھا۔
تاکہ انہیں دیوتا کی خدمت میں پیش کر سکیں۔ دیوتا
نے ہماری دعا قبول کر لی اور تجھے بھیج دیا۔ اب
تو ان دشمنوں کو اپنے ہاتھوں دیوتا کے چرنوں میں
بھینٹ کر۔"
ماریا یعنی دیوی سلاطی نے غضیل نظروں سے بوتلوں میں

بند آدمیوں کو دیکھا اور گرج کر کہا۔
"تمہاری اتنی جرأت کہ دیوی سلاطی کے پیارے پر حملہ کرنے آگئے؟ ہم تمہیں اس گستاخی کی پوری پوری سزا دیں گے۔ دیوتا تمہیں ہڑپ کرنے کے لیے بے تاب ہے۔"

ماریا نے سیاہ پوش سردار کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
"انہیں میری طرف سے دیوتا کے آگے پیش کر دو۔"

"جو حکم دیوی سلاطی!"

یہ کہہ کر سیاہ پوش سردار نے اپنے وزیر خاص آران کو اشارہ کیا۔ آران آگے بڑھا۔ اس نے ساتوں آدمیوں والی بند بوتلوں کے تختے کو گھسیٹ کر بھیانک بھیڑیے کی لٹکتی ہوئی زبان کے بالکل قریب کر دیا۔ پھر اس نے ایک بوتل کو لڑھکا کر بھیڑیے کی زبان کے ساتھ لگا کر اس کا ڈھکن کھول دیا۔

ڈھکنے کے کھلتے ہی اس کے اندر کا قیدی تیزی سے باہر نکلا کہ وہاں سے جان بچا کر بھاگ جائے گا مگر بھیڑیے بت کی لٹکتی ہوئی زبان میں خدا جانے اتنی کشش کہاں سے آگئی تھی کہ وہ قیدی ٹھک کی آواز کے ساتھ بھیڑیے کی

زبان سے چپک گیا۔

آران نے دوسری بوتل کو کھولا۔ اس میں سے بھی قیدی باہر نکلا تو ٹھک کی آواز کے ساتھ دیوتا بھیڑیے کی لٹکتی ہوئی زبان سے چپک کر رہ گیا۔ تیسری بوتل کھلی تو قیدی باہر نہیں نکل رہا تھا۔ اس نے اپنے دو ساتھیوں کا حشر دیکھ لیا تھا۔ مگر دیوتا بھیڑیے کی زبان کی مقناطیسی لہریں بوتل کے اندر داخل ہو گئیں اور بوتل کے اندر ڈر کر پیچھے پیندے سے لگا ہوا قیدی اس کی کشش سے کھنچ کر اپنے آپ باہر آ کر زبان سے چپک گیا۔

اسی طرح جب ساتوں کے ساتوں قیدی دیوتا بھیڑیے کی کروہ زبان سے چپک گئے تو ماریا (دیوی سلاطی) نے اپنا بازو بلند کیا اور بولی۔

"مقدس دیوتا! ہماری قربانی قبول کر۔"

تمام آدمی زور زور سے منتر پڑھنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی دیوتا بھیڑیے کی زبان میں حرکت پیدا ہوئی اور اس نے آہستہ آہستہ اوپر کھسکنا شروع کر دیا۔ ساتوں قیدی چیخ رہے تھے۔ ہاتھ پاؤں مار رہے تھے مگر ان کے جسم اس مضبوطی سے زبان کے دندانوں کے ساتھ چپکے ہوئے تھے۔ کہ وہ اپنی جگہ سے نیچے نہیں گر رہے تھے۔

بھیڑیئے دیوتا کی زبان آہستہ آہستہ ساتوں قیدیوں کو لے
کر ان کا تر لقمہ بناتے اوپر منہ کے جبڑوں کی طرف جا رہی
تھی جہاں بھیڑیئے کے دو لمبے لمبے نوکیلے دانت چمک رہے
تھے۔ دیکھتے دیکھتے دیوتا بھیڑیئے کی زبان ساتوں قیدیوں
کو لے کر بھیڑیئے کے منہ کے اندر چلی گئی۔ قیدیوں کی چیخ و
پکار سے ہال گونج رہا تھا۔ لیکن جونہی ساتوں قیدی بھیڑیئے کے
منہ کے اندر گئے بھیڑیئے نے ایک زور دار غراہٹ کے
ساتھ اپنا منہ بند کر لیا۔

سیاہ پوش سردار نے اونچی آواز میں خوش ہو کر
کہا۔

"مقدس دیوی! مبارک ہو۔ دیوتاؤں نے ہماری
قربانی قبول کر لی۔ ہمارے دشمنوں کا قصہ پاک
ہو گیا۔"

ماریا نے ہاتھ اوپر اٹھا کر سب کو مبارک باد دی۔
بھیڑیئے دیوتا کا منہ بند تھا اور اس کے اندر سے ساتوں آدمیوں
کی ہلکی ہلکی چیخوں کی آواز ابھی تک آ رہی تھی۔ پھر یہ آواز بھی
بند ہو گئی اور بھیڑیئے کے نتھنوں سے دھواں سا نکلنے لگا۔
پھر یہ دھواں بھی رک گیا۔

دیوتا بھیڑیئے نے اپنی زبان پھر پیچھے لٹکا دی۔

سب لوگ خوش ہو کر نعرے لگانے لگے۔ سیاہ پوش سردار
نے ماریا کے آگے ادب سے جھک کر کہا۔

"مقدس دیوی! آج سے پہلے دیوتا نے ہماری
قربانی قبول نہیں کی تھی۔ ہم جب بھی قیدیوں کو
بھینٹ چڑھانے کے لیے لائے دیوتا کی زبان نے
کوئی حرکت نہ کی۔ آپ کے تشریف لانے سے
ہماری مشکل آسان ہو گئی۔ دیوتا ہم پر خوش ہو
گئے اور انہوں نے قیدیوں کی قربانی قبول کر لی۔ تمہاری
جے جے ہو دیوی سلاطی۔"

ماریا کا چہرہ بالکل پتھر کی طرح ساکت تھا مگر نیلی آنکھیں
بڑی تیزی سے پر اسرار انداز میں چمک رہی تھیں۔ ان آنکھوں
میں بڑا غصہ اور جلال تھا۔ اس نے سیاہ پوش سردار کی طرف
دیکھا اور کہا۔

"کیا ہمارے اور بھی دشمن ہیں یہاں؟"

"نہیں مقدس دیوی! بس یہی سات آدمی تھے۔"

سیاہ پوش سردار کے اتنا کہتے پر ماریا نے خوش ہو
کر کہا۔

"ہماری حکمرانی سات سیاروں پر قائم ہو گی۔"

سارا ہال نعروں سے گونج اٹھا۔

اس کے بعد ماریا کو ایک شاندار کمرے میں لے جایا
گیا۔ جہاں میزوں پر قسم قسم کے پھل سونے اور سرخ
شیشے کی تھالیوں میں سجے تھے۔ ماریا نے ان سب پھلوں کو
ہاتھ لگا کر پاک کیا۔ پھر ان سب نے مل کر پھل کھائے اور
ایک دوسرے بڑے ہال کمرے میں آگئے۔ ماریا ان کے آگے
آگے سیاہ پوش سردار ماریا کے ساتھ چل رہا تھا۔

اس ہال کمرے میں دیوار کے ساتھ ساتھ کتنے ہی
مرتبان رکھے تھے۔

ماریا ایک جگہ کھڑی ہو گئی۔ سیاہ پوش سردار اس
کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔

ماریا نے باقی تمام درباری وزیروں کی طرف دیکھ کر
کہا۔

"میرے پجاریو۔ اب تمہارے سونے کا وقت ہو
گیا ہے جاؤ۔ ان مرتبانوں میں داخل ہو کر سو
جاؤ۔"

سارے آدمی ایک ایک کر کے مرتبانوں میں داخل ہو
گئے۔ سیاہ پوش سردار نے ان سب مرتبانوں کے ڈھکن بند
کر دیئے۔ اس کے بعد وہ ماریا کو لے کر اس کی خواب گاہ میں
آگیا۔ یہاں ایک شاندار پلنگ بچھا تھا جس پر ریشمی بستر

لگا تھا۔ سیاہ پوش سردار نے ادب سے جھک کر کہا۔

"مقدس دیوی سلاطی! اب تم بھی آرام کرو۔"

یہ کہہ کر سیاہ پوش سردار ماریا کی خواب گاہ سے
باہر نکل گیا۔

ماریا بالکل بھول چکی تھی کہ وہ کون ہے اور یہاں
کس غرض کے لیے آئی تھی؟ اب وہ مکمل طور پر مقدس
دیوی سلاطی بن چکی تھی۔ اس نے اپنا سرخ چمکیلا تاج سر
سے اتار کر میز پر رکھا اور بستر پر لیٹ گئی۔ سر پر سے
تاج اتارنے سے بھی کوئی فرق نہ پڑا اور ماریا کی کھوئی ہوئی
یادداشت واپس نہ آئی۔ وہ اپنے آپ کو مقدس دیوی سمجھتی
ہوئی بڑے سکون سے بستر میں لیٹتے ہی گہری نیند سو گئی۔

دوسری طرف سیاہ پوش سردار اپنے خاص کمرے میں
آگیا۔ یہاں اس کے بستر کے پاس ایک چھوٹا سا ٹی وی سیٹ
رکھا ہوا تھا۔ اس نے اس کا بٹن دبا کر ایک خاص چینل
پر سوئی گھمائی تو ایک شیطانی شکل نمودار ہوئی۔ سیاہ پوش
نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مقدس دیوی سلاطی! ہمارے قبضے میں آگئی ہے
شیلاش! اب کیا حکم ہے؟"
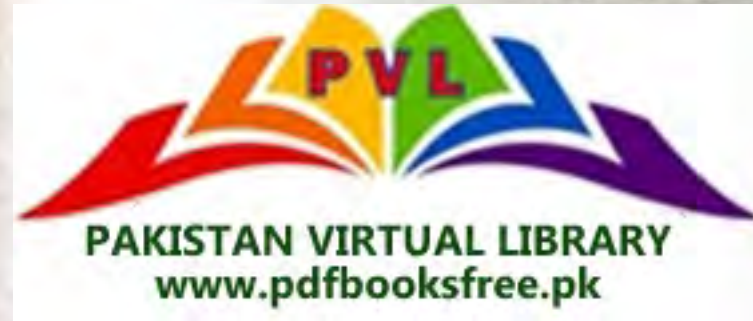
طلائی دیوی

شیطانی صورت نے کہا۔

"جب تک میں کوئی حکم نہ دوں۔ دیوی سلاطی کو اپنے قبضے میں رکھنا۔"

"جو حکم شیلاشی"

شیلاشی کی شیطانی شکل ٹی وی پر غائب ہو گئی۔ سیاہ پوش سردار کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ آگئی۔ وہ اپنے سیاہ لبادے سمیت ہی بستر پر لیٹ گیا۔ اس کی سبز آنکھوں سے جو روشنی نکل رہی تھی وہ آہستہ آہستہ کم ہونے لگی اور پھر بجھ سی گئی۔

سیاہ پوش سردار سو چکا تھا مگر اس کی آنکھیں کھلی تھیں

دوسری جانب جب ماریا کو گئے کافی دیر گزر گئی اور وہ واپس نہ آئی تو کیٹی اور تھیوسانگ کو فکر ہوئی کہ ماریا نے اتنی دیر کہاں لگا دی؟ انہوں نے ناگ کو جو عقاب کی شکل میں تھا۔ وہیں راکٹ کے اندر ہی رہنے دیا اور خود راکٹ سے باہر نکل آئے اور ایک طرف چلنا شروع کر دیا۔

یہ لٹو کی طرح کا سیارہ ان کے لیے اجنبی تھا۔ سیارے پر وہی شام ایسی فضا تھی۔ آسمان پر ستارے بھی نہیں چمک رہے تھے اور سورج بھی نہیں تھا۔ اندھیرا نہیں تھا مگر دن کی طرح روشنی بھی نہیں تھی۔ یہ دونوں خلا میں دور دراز سیاروں کے رہنے والے تھے۔ کیٹی نے ہوا میں گہرا سانس لے کر کہا۔

"یہ بجھا ہوا سیارہ لگتا ہے تھیوسانگ۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"ہاں" تھیوسانگ نے ارد گرد دیکھ کر کہا۔ "یہاں کی تڑی مڑی چٹانیں اور سیاہ اور بھوری بے گھاس اور بے درختوں کی زمین دیکھ کر یہی اندازہ ہوتا ہے کہ ایک مدت ہوئی اس ستارے پر آگ لگی اور جل کر سیاہ ہو گیا۔ اب اس پر ہزاروں سال کے بعد بارشیں شروع ہوں گی۔ اور پھر ہزاروں برس کے بعد سمندر اور سبزہ نمودار ہوگا۔"

کیٹی نے ایک بلند چٹان کی طرف اشارہ کیا۔

"اس چٹان پر چل کر دیکھتے ہیں کہ اس کی دوسری

جانب کیا ہے۔"
تھیوسانگ بولا۔

"میرا خیال ہے ماریا بھی ضرور اِسی طرف گئی ہو گی۔"

ماریا تو ہوا میں اُڑتی ہوئی گئی تھی۔ چنانچہ کیٹی اور تھیوسانگ کو چٹان کی چوٹی پر پہنچتے پہنچتے کافی دیر لگ گئی۔ مگر وقت ویسے کا ویسا ہی رہا۔ نہ دن ڈھلا۔ نہ شام ہوئی اور نہ ستارے نکلے۔

چٹان کے اوپر آئے تو نیچے انہیں چٹانی دیواروں کے درمیان ایک درّہ دکھائی دیا جو ایک تنگ و تاریک گلی کی طرح تھا۔ اسی درّے میں سے گزر کر ماریا قلعے پر پہنچی تھی۔ وہ چٹان کی انتہائی سے اُتر کر درّے میں آگئے۔ یہاں اندھیرا تھا۔ اس تاریک درّے کو پار کرنے کے بعد کیٹی نے چونک کر کہا۔

"تھیوسانگ! وہ دیکھو۔"

تھیوسانگ اس طرف دیکھنے لگا جدھر کیٹی نے اشارہ کیا تھا۔ اُسے دور ایک کھلی جگہ پر مخروطی چٹانوں کے درمیان ایک بہت بڑا قلعہ نظر آرہا تھا۔

"یہ تو کوئی پرانا قلعہ ہے کیٹی۔"

"یہاں کون رہتا ہوگا؟ مجھے تو یہ سیارہ بے آباد لگتا ہے،" کیٹی نے کہا۔

تھیوسانگ کہنے لگا۔

"چل کر پتہ کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے ماریا اسی قلعے میں ہو۔"

جب وہ قلعے کے دروازے کے پاس پہنچے تو قلعے کا دروازہ بند تھا۔ تھیوسانگ نے دروازے پر ہاتھ لگایا اور بولا۔

"یہ کسی جلے ہوئے سیارے کے پتھر سے بنایا گیا ہے۔"

اس کے ہاتھ لگانے سے اندر سیاہ پوش سردار کی خواب گاہ میں تیز روشنی ہوگئی تھی جس سے سیاہ پوش بیدار ہوگیا۔ اس نے اپنے سرہانے رکھے ٹی وی کا بٹن آن کیا۔ ٹی وی پر تھیوسانگ اور کیٹی کی شکلیں نظر آنے لگیں۔ وہ دروازے کے باہر کھڑے اسے کھولنے کی کوشش کر رہے تھے۔

سیاہ پوش سردار نے فوراً دوسرا چینل لگا دیا۔ سکرین پر ایک بار پھر وہی شیطانی شکل یعنی شیلاش کی صورت نمودار ہوئی جس کے کان اوپر کو چڑھے ہوئے تھے اور

آنکھیں بلی کی طرح سبز اور چمکتی ہوئی تھیں۔
شیلاش نے تیز آواز میں کہا۔

"یہ دونوں خلائی سیارے کے رہنے والے ہیں اور ہمارے دشمن نمبر ایک ہیں۔ ان میں ایک کا نام کیٹی ہے اور دوسرے کا نام تھیو سانگ ہے۔ یہ ماریا کے ساتھی ہیں۔ انہیں بھی فوراً اپنے قبضے میں کرو۔"

سیاہ پوش نے کہا۔

"جو حکم میرے آقا۔"

اس نے ٹی وی بند کیا اور تیزی سے خواب گاہ سے باہر نکل گیا۔ سفید شیشے کی چھڑی اس کے پاس تھی جس کے آخر کا سبز بلب روشن تھا۔

کیٹی اور تھیو سانگ سے ابھی تک دروازہ نہیں کھل سکا تھا۔ کیٹی بڑے سے بڑے دروازے کو زور لگا کر کھول لیا کرتی تھی۔ تھیو سانگ کے اندر بھی کافی خلائی طاقت تھی مگر اس دروازے کے آگے ان کا بس نہیں چل رہا تھا۔

کیٹی نے کہا۔

"اس قلعے کی دوسری طرف چلتے ہیں۔ شاید وہاں کوئی خفیہ دروازہ یا کھڑکی ہو۔"

وہ دروازے سے ہٹ کر قلعے کی پرانی پتھروں والی دیوار کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ ابھی وہ تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ انہیں قلعے میں ایک چھوٹا دروازہ ملا جو کھلا تھا۔ تھیو سانگ نے خوش ہو کر کہا۔

"یہ دروازہ کھلا ہے۔ میرے پیچھے پیچھے آؤ۔"

وہ دروازے میں سے قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔ یہاں کافی اندھیرا تھا۔ مگر خلائی مخلوق ہونے کی وجہ وہ دیکھ سکتے تھے۔ ایک دالان تھا جس کے اندر پرانے پتھروں کے ستون گرے پڑے تھے۔ دالان سے آگے ایک زینہ اوپر جاتا تھا۔ تھیو سانگ اور کیٹی زینے کے پاس آئے ہی تھے کہ ان کے پاؤں کے نیچے سے پتھر کی بڑی سل کھسک گئی اور وہ دھڑام سے نیچے ایک گہری جگہ میں مٹی اور چھوٹے چھوٹے پتھروں کے اوپر گر گئے۔

کیٹی نے جلدی سے اٹھ کر کہا۔

"تھیو! یہ کوئی سازش ہے۔ ہمیں جان بوجھ کر نیچے پھینکا گیا ہے۔"

تھیو سانگ اٹھ کر دیواروں کو ٹٹول رہا تھا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر سوال یہ ہے کہ ہمیں جس جگہ گرا دیا گیا ہے وہ جگہ کونسی ہے۔"

کیٹی اندھیرے میں آنکھیں کھول کر دیکھ رہی تھی۔
"یہ تو کوئی چوکور اندھا کنواں ہے۔"
انہوں نے اوپر نگاہ کی تو دیکھا کہ پتھر کی سل دوبارہ اپنی جگہ پر آگئی تھی۔

"ہمیں یہاں قید کیا گیا ہے تھیو۔ یہ ضرور ہماری دشمن مخلوق کا قلعہ ہے جو ہمیں جانتے ہیں ان کے کمپوٹر نے ہمارے الیکٹرون کی تفصیل انہیں بتا دی ہو گی۔"
تھیوسانگ بولا۔
"یہ بھی تم ٹھیک کہہ رہی ہو لیکن میں پھر وہی سوال کروں گا کہ آخر ماریا کہاں گم ہو گئی، وہ تو غائب تھی۔ اس کو تو یہ کسی کنوئیں یا کوٹھڑی میں قید نہیں کر سکتے تھے۔"
کیٹی نے کہا۔
"ہو سکتا ہے انہوں نے اسے دیکھ لیا ہو اور اسے بھی کسی خفیہ جگہ جکڑ رکھ دیا ہو۔"
تھیوسانگ چھوٹے چھوٹے پتھروں پر بیٹھ گیا۔
"ہمیں یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔"
"مگر یہاں تو کوئی راستہ نہیں ہے۔ دیواریں اس

قدر اونچی ہیں کہ ہم جتنا بھی اچھلیں اوپر تک نہیں پہنچ سکتے اور اوپر بھی چھت بند ہے۔"
عین اسی وقت چھت کی سل ایک طرف کو کھسک گئی۔

اوپر سیاہ پوش سردار ہاتھ میں شیشے کی چھڑی لیے کھڑا تھا۔ کیٹی اور تھیوسانگ نے اوپر دیکھا۔ انہیں ایک عجیب سیاہ پوش شخص نظر آیا جس کے سر پر سینگ تھے۔ اور سبز آنکھیں بلّی کی آنکھوں کی طرح چمک رہی تھیں۔
"تم کون ہو؟ تم نے ہمیں یہاں کیوں بند کر دیا ہے ہم یہاں کسی سے جنگ کرنے نہیں آئے۔"
تھیوسانگ نے کہا۔ سیاہ پوش سردار نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا۔
"تم جنگ کرنے نہیں آئے۔ مگر ہمیں تمہارا انتظار تھا۔ تم ہمارے دشمن ہو۔ اب تم دونوں ہمیشہ اسی جگہ بند رہو گے۔"
کیٹی نے چلّا کر کہا۔
"تم کیا چاہتے ہو؟"
سیاہ پوش سردار بولا۔
"یہ تمہیں وقت آنے پر اپنے آپ معلوم ہو جائے

گا۔"

اس کے ساتھ ہی ایک ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ پتھر کی سل اپنی جگہ پر واپس آ گئی۔

غار میں پھر اندھیرا چھا گیا۔ لیکن تھیو سانگ اور کیٹی ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔

"اب کیا کریں تھیو سانگ بھائی؟ یہ تو کوئی ہماری دشمن مخلوق کا آدمی لگتا ہے؟"

تھیو سانگ سر کھجانے لگا۔

"یہ تو ہمیں نہیں چھوڑے گا۔"

"تم اس کنوئیں کی دیواروں کو چھوٹا نہیں کر سکتے؟"

کیٹی نے کہا۔ تھیو سانگ نے اپنی انگلی کی طرف دیکھا۔ پھر بولا۔

"میں نے اس دیوار کو چھوٹا کیا تو اوپر کی چھت ہمارے سر کے ساتھ آکر لگ جائے گی اور اس کے اندر پس کر رہ جائیں گے۔ ہاں اگر اوپر چھت کھلی ہوتی تو میں ان دیواروں کو انگلی لگا کر چھوٹا کر دیتا۔"

کیٹی نے فکر کرتے ہوئے کہا۔

"تم کوشش تو کرو۔ آخر ہم مر تو نہیں جائیں گے۔ جب چھت ہمارے اوپر آجائے گی تو تم دوبارہ انگلی چھو کر اسے بھی چھوٹا کر دینا۔"

تھیو سانگ بولا۔

"تم کہتی ہو تو میں یہ تجربہ کر کے دیکھ لیتا ہوں۔ تم ایسا کرو کہ زمین پر لیٹ جاؤ۔ میں بھی لیٹ جاتا ہوں۔"

تھیو سانگ اور کیٹی ساتھ ساتھ لیٹ گئے۔ تھیو سانگ کا رخ دیوار کی طرف تھا۔ اس نے ایک آنکھ بند کر کے دیوار کو انگلی لگا دی۔ مگر یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا کہ دیوار پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ اس نے ایک بار، دو بار، تین بار کوشش کی مگر یہاں اس کی خاص طاقت نے کوئی اثر نہ دکھایا۔

"کیٹی! دیوار پر کوئی اثر نہیں ہو رہا۔"

کیٹی بولی۔

"مجھ کو چھوٹا کر کے دیکھو۔ کہیں تمہاری طاقت ختم نہیں ہو گئی۔"

تھیو سانگ نے ایک آنکھ بند کر کے کیٹی کو انگلی لگا دی۔ اگر عام حالت میں وہ کیٹی کو انگلی سے چھوتا تو وہ ایک سیکنڈ سے بھی پہلے تتلی سی بن جاتی مگر اب اس پر بھی کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

تھیوسانگ مایوس ہو کر بولا۔

"کیٹی۔ اس سیارے کی فضا میں جو کیمیکلز ہیں ان
کی وجہ سے میری خاص طاقت جاتی رہی ہے۔
میں کسی چیز کو بھی چھوٹا نہیں کر سکتا"

"اب کیا ہو گا؟" کیٹی نے آہ بھر کر کہا۔

تھیوسانگ بھی مٹی پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ اور سر
کھجاتے ہوئے بولا۔

"اس سیارے کی فضا اور دشمن مخلوق کے رویّے
کو دیکھتے ہوئے مجھے اندیشہ ہے کہ ماریا بھی ضرور
کسی بھیانک مصیبت میں پھنس چکی ہے"

کیٹی نے ناامید ہو کر سر جھکا لیا اور ٹھنڈی سانس بھر
کر بولی۔

"مصیبت میں تو ہم بھی پھنس چکے ہیں"

○

ماریا سو کر اُٹھی تو اس کی یادداشت ابھی تک واپس نہیں
آئی تھی۔

وہ اپنے آپ کو دیوی سلاطی ہی سمجھ رہی تھی۔ اس
نے دیکھا کہ چار خلائی عورتیں اس کی خدمت کے لیے اس کا
نیا لباس لے کر ادب سے کھڑی ہیں۔ انہوں نے ماریا

کو روشنی کے غسل خانے میں لے جا کر سبز روشنی کی کرنوں
سے غسل کرایا۔ پھر شاہی لباس پہنایا اور شاہی ہال کمرے
میں تخت پر لا کر بٹھا دیا۔

سیاہ پوش سردار وہاں موجود تھا۔ رات کو جو درباری
مرتبانوں میں داخل ہو کر سوئے تھے وہ بھی مرتبانوں سے
نکل کر وہاں موجود تھے۔ سیاہ پوش سردار نے جان بوجھ
کر ماریا سے کیٹی اور تھیوسانگ کی گرفتاری کا ذکر نہیں کیا۔
وہ اس کو بتانے لگا کہ دشمن سیارے کی مخلوق ان کے
سیارے پر حملے کی تیاری کر رہی ہے۔" ماریا نے کہا۔

"ہم انہیں شکست دیں گے۔ دیوتا ہمارے
ساتھ ہیں"

سیاہ پوش سردار بولا۔

"مقدس دیوی سلاطی! آپ تو جانتی ہیں کہ یہاں
سے ایک لاکھ نوری سال کے فاصلے پر ہمارا
اپنا دوسرا سیارہ موجود ہے جہاں ہماری خلائی
اسلحہ کی فوجی چھاؤنی ہے۔ آپ کو اس سیارے
کا معائنہ کرنا چاہیئے تاکہ آپ کو اندازہ ہو
جائے کہ ہم نے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے
کس قدر تیاری کر رکھی ہے"

ایک لاکھ نوری سال کا فاصلہ اِن لوگوں کے لیے ایسا ہی تھا۔ جیسے ہم کراچی سے حیدر آباد جائیں۔ ماریا بولی۔

"ہمارے دورے کا انتظام کیا جائے۔ ہم اپنے دوسرے سیارے پر جا کر خلائی اسلحے کا معائنہ کریں گے۔"

سیاہ پوش سردار نے آمان کو اسی وقت حکم دیا کہ مقدس دیوی کے سفر کا بندوبست کیا جائے۔

اصل میں یہ سب کچھ ایک سازش کے ساتھ ہو رہا تھا۔ ساتھ والے سیارے پر شیطانی صورت والا شیلاش رہتا تھا جس نے ماریا اور پھر کیٹی اور تھیو سانگ کو اپنے قابو میں کیا تھا۔ وہ اِن تینوں سے ایک خاص کام لینا چاہتا تھا۔ وہ ایک عرصے سے کسی ایسی عورت کی تلاش میں تھا جو زندہ گوشت پوست کی عورت ہو مگر نظر نہ آتی ہو۔ وہ ایسی عورت کو اپنے خاص کیمیکل اثرات کے ذریعے ظاہر تو کر سکتا تھا مگر خود اپنے جسم کو غائب نہیں کر سکتا تھا۔ اِسے اِس طاقت کی ضرورت تھی تاکہ باقی نظامِ شمسی کے سارے سیاروں پر حملہ کے لیے ایک غیبی خلائی فوج تیار کر کے اِن پر قبضہ کر سکے۔ تھیو سانگ اور کیٹی چونکہ ماریا کے ساتھی تھے اس لیے شیلاش نے انہیں بھی پکڑوا دیا تھا۔

شیلاش کو اپنے کمپیوٹر نے بتایا تھا کہ ایک غیبی لڑکی سیاہ [illegible] سیارے کی فضا میں داخل ہو چکی ہے۔ چنانچہ سیاہ پوش [illegible] کو اس نے حکم دیا تھا کہ ماریا کے سر پہ خلائی تاج رکھ [illegible] کی یادداشت گم کر کے اس کے ذہن میں مقدس [illegible] سیلاطی کے خیالات داخل کر دیئے جائیں تاکہ وہ اپنے [illegible] کو مقدس دیوی ہی سمجھے۔ اس طرح سے شیطانی صورت شیلاش ماریا پہ آسانی سے تجربہ کر سکتا تھا۔ اس نے سیاہ پوش سردار کو حکم دیا تھا کہ کیٹی اور تھیو سانگ [illegible] تہہ خانے میں بند رکھو اور ماریا کو ساتھ لے کر [illegible] اسلحہ کے معائنے کا بہانہ بنا کر میرے پاس لے [illegible]

چنانچہ اسی روز سیاہ پوش سردار نے ماریا کو اپنے [illegible] ایک خلائی راکٹ میں بٹھایا اور شیطانی شیلا[illegible] کے [illegible] کی طرف روانہ ہو گیا جو وہاں سے ایک لاکھ نوری [illegible] کے فاصلے پر تھا۔

جانے سے پہلے سیاہ پوش سردار نے آران کو خاص [illegible] پر کہا تھا۔

"اس عورت ماریا کا راکٹ ویران چٹانوں کے درمیان کھڑا ہے۔ اسے تباہ کر دیا جائے۔"

آران نے دو خلائی سپاہی اپنے ساتھ لیے اور ماریا کے راکٹ کو تباہ کرنے کی غرض سے خلائی قلعے سے نکل کر چٹانوں کی طرف روانہ ہو گیا۔

راکٹ کے آٹومیٹک دروازے بند تھے۔ راکٹ کے کنٹرول روم میں بینلی کے پاس ناگ عقاب کی شکل میں خاموش بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے پہلے ماریا راکٹ سے گئی تھی اور پھر کیٹی اور تھیوسانگ اس کی تلاش میں گئے تھے اور ابھی تک ان تینوں میں سے کوئی بھی واپس نہیں آیا تھا۔

ناگ فکر کرنے لگا تھا کہ یہ لوگ آخر کہاں جا کر غائب ہو گئے۔ کہیں کسی مشکل میں تو نہیں پھنس گئے۔ مگر وہ خود بے بس اور مجبور تھا۔ ان کی کیا مدد کرتا۔ جب تک راکٹ کا دروازہ نہیں کھلتا وہ باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ خاموش تپائی پر بیٹھا رہا۔

اس عرصے میں خلائی دشمن آران اپنے دو خلائی سپاہیوں کو لے کر وہاں پہنچ گیا۔ اس نے دیکھا کہ واقعی چٹانوں کے درمیان ایک تین منزلہ راکٹ کھڑا ہے۔ راکٹ کو تباہ کرنے کے لیے آران نے خلائی گن سیدھی کر کے راکٹ کی اوپر والی منزل کا نشانہ بنایا اور فائر کر دیا۔ خلائی گن میں سے شعلہ نکل کر راکٹ کی اوپر والی

...ونی چھت سے ٹکرایا اور چھت اڑ گئی۔ راکٹ کو آگ
...ل گئی۔ آران نے دوسرا فائر کر دیا۔
ناگ گھبرا گیا۔ راکٹ کے باہر آگ لگی ہوئی تھی اور
...ندر لہروں کی شدید گرمی آ رہی تھی۔ ناگ کے جسم
پر ان گرم ریڈیائی لہروں کا عجیب اثر ہوا۔ اس کا خون تیزی
سے گردش کرنے لگا۔ وہ تپائی سے پھڑ پھڑا کر اوپر
کو اٹھا۔ راکٹ کی چھت اڑ چکی تھی اور اس کی دیواروں
سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔

ناگ تیزی سے اوپر کو اٹھا اور اپنے پروں کو پھڑ پھڑاتا راکٹ سے باہر نکل گیا۔ خلائی دشمن آران ناگ کو اڑتا ہوا نہ دیکھ سکا۔ ناگ دور جا کر ایک چٹان پر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے راکٹ ایک دھماکے سے پھٹ کر تباہ و برباد ہو گیا۔ ناگ نے تین خلائی آدمیوں کو وہاں سے جاتے دیکھا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ اس سیارے کی رہنے والی مخلوق ہے اور ان کے راکٹ کو تباہ کرنا ان کا مشن تھا۔

ناگ وہاں سے اڑ گیا۔ وہ فضاؤں میں اڑتا چٹانی ورّے کے اوپر سے ہوتا ہوا جب اس کھلے میدان میں پہنچا جہاں پُر اسرار قلعے کی عمارت کھڑی تھی تو

ں نے چٹان کے اوپر کھڑے ہو کر چاروں طرف
ر سے دیکھا۔ پُر اسرار قلعہ اِس کے سامنے تھا۔
اس پُر اسرار قلعے کے سوا وہاں کوئی عمارت نظر
یں آ رہی تھی۔ ہو سکتا ہے ماریا اور پھر کیٹی اور
یو سانگ اسی قلعے کے اندر کسی مصیبت میں پھنسے ہوئے
وں۔ ناگ نے سوچا کہ اِسے اِنسانی شکل میں قلعے کی طرف
یں جانا چاہئیے۔ کیونکہ یہ خلائی مخلوق کا قلعہ ہے اور وہ
شمن مخلوق ہے۔

ناگ نے آنکھیں بند کر زور سے سانس لیا اور جب
سانس چھوڑا تو وہ سانپ کی شکل اختیار کر چکا تھا۔
یہ سانپ مٹیالے رنگ کا تھا اور اس کا سائز ایک فٹ
ے زیادہ نہیں تھا۔ ناگ نے قلعے کی طرف رینگنا شروع
کر دیا۔ فضا میں روشنی زیادہ نہیں تھی۔ سورج ڈھلنے
کے بعد کا سماں لگ رہا تھا۔ چٹانوں کا رنگ بھی بھورا
تھا۔ ناگ کا رنگ بھی مٹیالا تھا۔ اِس لیے وہ سانپ
کی شکل میں پتھروں کے درمیان رینگتا نظر نہیں آ رہا تھا۔

ناگ قلعے کے دروازے کے قریب پہنچ کر دوسری
طرف مُڑ گیا۔ اگرچہ یہاں کوئی خلائی پہرے دار موجود
نہیں تھا۔ پھر بھی ناگ بڑے دروازے سے قلعے

ناگ کو اپنے جسم میں تبدیلی کا احساس ہوا۔ ناگ سمجھ گیا خلائی
گن کی شعاعوں کے پڑنے سے اِس کے جسم پر ایک کیمیاوی
ردِ عمل ہوا ہے۔ وہ غوطہ لگا کر نیچے آ گیا۔

ناگ ایک اونچی چٹان کے ساتھ لگ کر پتھروں پر بیٹھ
گیا۔ اس کے جسم میں تبدیلی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ سب
سے پہلے اس کے جسم کے پَر غائب ہو گئے۔ اِس کے بعد
اس کے دونوں انسانی ہاتھ پاؤں باہر نکل آئے۔ ناگ نے
آنکھیں بند کر لیں اور وہیں پتھروں کے درمیان لیٹ گیا۔
چند لمحوں کے بعد وہ انسانی شکل میں واپس آ چکا تھا۔

ناگ نے آنکھیں کھول کر اپنے جسم کو دیکھا۔ وہ پوری
انسانی شکل میں تھا۔ ناگ تھا۔ ناگ بڑا خوش ہوا۔ وہ
اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اب وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا اِس کی
طاقت بھی واپس آ گئی کہ نہیں۔ اس نے آنکھیں بند کر کے
سانس روکا۔ سانس کو چھوڑا تو وہ سانپ کی شکل اختیار کر
چکا تھا۔

ناگ سانپ کی شکل میں اپنے آپ کو دیکھ کر بے حد
خوش ہوا۔ اس نے ایک ہلکی سی پھنکار ماری۔ اس پھنکار
کے ساتھ ہی وہ پھر سے انسان بن گیا۔ ناگ کی خوشی کا
کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اس کی ساری طاقتیں واپس آ چکی تھیں۔

میں داخل ہونا نہیں چاہتا تھا۔ قلعے کی دیوار کے ساتھ ساتھ
رینگتا ناگ چھوٹے دروازے کی جانب آ گیا۔ یہ وہ دروازہ
تھا جہاں سے کیٹی اور تھیوسانگ داخل ہو کر تہہ خانے
میں گر پڑے تھے۔ یہ دروازہ بند تھا۔ ناگ دیوار پر
چڑھ کر رینگتا رینگتا اوپر ایک سوراخ کے پاس جا کر اندر
چلا گیا۔

یہ سوراخ دوسری جانب ایک راہ داری کی دیوار کی
طرف نکل آیا۔ یہاں اندھیرا تھا۔ مگر ناگ کو سانپ ہونے
کی وجہ سے سب کچھ نظر آ رہا تھا۔ وہ راہ داری میں سے
گزر گیا۔ سامنے بائیں جانب اسے ایک روشندان دکھائی
دیا۔ اس پر کسی مضبوط دھات کی جالی لگی تھی مگر اس
میں سوراخ تھے۔ ناگ سوراخ میں سے گزر کر دوسری
طرف آیا تو وہ اس بڑے ہال کمرے میں تھا جہاں وسط
میں دو کشادہ اور بلند چبوتروں کے پاس بھیڑیے کی شکل
کا بہت بڑا بت بنا ہوا تھا۔

اس بت کی سبز آنکھیں چمک رہی تھیں اور اس کی
لٹکتی ہوئی سرخ زبان نیچے فرش کو چھو رہی تھی۔ ناگ زبان
کے قریب سے گزرا تو اسے یوں لگا جیسے زبان کی مقناطیسی
کشش اسے اپنی طرف کھینچ رہی ہو۔ وہ بھیڑیے کی زبان

ے بیچ کو گزرتے ہوئے اس کے پیچھے آ گیا۔
بھیڑیے کے بت کے پیچھے دیوار تھی۔ اس دیوار
میں ایک دروازہ تھا۔ یہاں پہلی بار ناگ کو ماریا کی خوشبو
آئی۔ اگرچہ ماریا اپنے بیڈ روم میں نہیں تھی مگر اس کے
بستر میں اس کی خوشبو ابھی باقی تھی اور یہی خوشبو
ناگ کو آ رہی تھی کیونکہ ماریا کا بیڈ روم ساتھ ہی
تھا۔

ناگ دوسرے کمرے میں آ گیا۔ یہاں ماریا کا بچھونا پلنگ
پر بچھا تھا۔ اسی بچھونے میں سے ناگ کو ماریا کی خوشبو آ
رہی تھی۔ ناگ نے ماریا کو چاروں طرف تلاش کیا۔ مگر وہ
اسے کہیں نظر نہ آئی۔ ناگ نے یہی نتیجہ نکالا کہ ماریا وہاں
نہیں ہے۔ وہ کسی دوسری جگہ جا چکی ہے۔

ناگ یہاں سے باہر آیا تو سامنے پھر ایک راہ داری
تھی۔ اس راہ داری میں ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔ وہ دیوار
پر رینگنے لگا تاکہ اگر کوئی سامنے سے آ جائے تو اسے فرش
پر نہ دیکھ سکے۔ آگے ایک چھوٹا سا روشن دان آ گیا۔ ناگ
نے اس میں سے جھانک کر دوسری طرف دیکھا۔ ادھر
ایک بڑا کمرہ تھا۔ یہاں آران اپنے خلائی ساتھیوں کے
پاس کھڑا ان سے کچھ باتیں کر رہا تھا

ناگ غور سے ان کی باتیں سُننے کی کوشش کرنے لگا.
آران کہہ رہا تھا.

"مقدس دیوی سلاطی شیلاشں کے سیارے
پر گئی ہے شاید وہ دیر بعد واپس آئے لیکن سردار
واپس آجائے گا."

ایک خلائی سپاہی نے پوچھا.

" آران دشمن کے جو دو قیدی ہمارے قلعے
میں بند ہیں ان کو کب ختم کرنا ہے؟"

ناگ چونکا۔ اِن دو قیدیوں سے مراد کہیں کیٹی اور
تھیوسانگ تو نہیں؟ کیونکہ ماریا تو اِن کے کہنے کے مطابق
قلعے میں نہیں تھی. آران نے کہا.

"نہیں. شیلاش کا حکم ابھی نہیں آیا. ابھی انہیں
قید ہی میں پڑے رہنے دو اور ہاں. ان کو وٹا
من ٹیوب پہنچا دی گئی تھی؟"

"وہ تو کل ہی اِن کے تہہ خانے میں پھینک دی
تھی."

"ٹھیک ہے." آران بولا. "اب تم جا کر آرام
کرو."

دونوں خلائی سپاہی کمرے سے نکل کر راہ داری میں

گئے. ناگ نے سوچا کہ اِن لوگوں کا تعاقب کرنا چاہیئے.
ہو سکتا ہے اِن سے کیٹی اور تھیوسانگ کا کوئی سراغ
مل سکے. کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے کیٹی اور تھیوسانگ
کے تہہ خانے وٹامن ٹیوب پھینکی تھی. ناگ کو اس بات
کا یقین ہو گیا تھا کہ جن قیدیوں کو یہاں تہہ خانے میں قید رکھا
گیا ہے وہ کیٹی اور تھیوسانگ ہی ہیں دونوں خلائی سپاہی
راہ داری گھوم کر ایک کمرے میں داخل ہو گئے. ناگ دیوار
پر اُن کے پیچھے پیچھے رینگ رہا تھا.

یہ وہی کمرہ تھا جہاں دیوار کے ساتھ کتنے ہی بڑے
بڑے مرتبان تھے. یہ خلائی سپاہی اِن مرتبانوں میں داخل
ہو کر آرام کرتے تھے. ناگ کی آنکھوں کے سامنے دونوں
خلائی سپاہی مرتبان کے ڈھکن اُٹھا کر اِن میں اُتر گئے اور
انہوں نے اندر سے ہاتھ باہر نکال کر ڈھکن دوبارا مرتبانوں
پر رکھ دیئے.

ناگ حیران ہوا کہ یہ لوگ مرتبانوں میں گھُس کر کیسے
آرام کرتے ہیں؟

ہو سکتا ہے اِن لوگوں کا یہی طریقہ ہو. مگر سوال یہ
تھا کہ اِن لوگوں سے کیٹی اور تھیوسانگ کے بارے میں
معلومات کیسے حاصل کی جائیں؟ ناگ دیوار سے اُتر کر مرتبانوں

کے پاس آگیا۔ اس کو محسوس ہوا کہ دوسرے مرتبانوں
میں بھی خلائی مخلوق سو رہی ہے۔ ناگ ان دو مرتبانوں
کے پاس واپس آگیا جس میں وہ خلائی سپاہی گھسے تھے
جن کو کیٹی اور تھیوسانگ کے تہہ خانے کا پتہ تھا۔

لیکن ناگ کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ وہ
ان سے کیسے اپنی مرضی کی معلومات حاصل کرے۔ جب
ناگ کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا تو اس نے یہی فیصلہ کیا کہ اسے
اپنے طور پر گھوم پھر کر کیٹی اور تھیوسانگ کے تہہ خانے
کا سراغ لگانا چاہیے۔ وہ مرتبانوں والے کمرے سے نکل کر
راہ داری میں آگیا۔ یہاں سے ایک سیڑھی اوپر والے کمرے
کو جاتی تھی۔ ناگ سیڑھی پر سے رینگ کر اوپر آگیا۔ یہ کمرہ
طرح طرح کے خلائی آلات سے بھرا ہوا تھا۔ دیوار کے ساتھ
ساتھ کتنے ہی کمپیوٹر لگے تھے۔ ایک بڑی سکرین دیوار پر
بنی تھی جس میں خلا کے سیاروں کا نقشہ دکھایا گیا
تھا۔

ناگ یہاں سے رینگتا ہوا دوسرے دروازے کی
طرف گیا تو اُسے اچانک کیٹی اور تھیوسانگ کی خوشبو محسوس
ہوئی۔ وہ وہیں رُک گیا۔ اس نے اپنی چھوٹی سی سانپ والی
تھوتھنی اُٹھا کر زبان نکال کر چاروں طرف سونگھا۔ خوشبو
دروازے کی دوسری طرف سے آ رہی تھی۔

ناگ دروازے میں سے نکل گیا۔ آگے زینہ تھا۔
جو نیچے پتھر کے فرش تک جاتا تھا۔ اس فرش پر بڑی
بڑی سلیں بچھی تھیں۔ ناگ نے فرش کو سونگھا۔ ایک جگہ
سے کیٹی اور تھیوسانگ کی خوشبو بڑی صاف آ رہی تھی۔
ناگ سمجھ گیا کہ یہاں نیچے وہ تہہ خانہ ہے جہاں ان
لوگوں نے کیٹی اور تھیوسانگ کو قید میں ڈالا ہوا
ہے۔

ناگ نے فرش کا چکر لگا کر پوری طرح سے دیکھا
نیچے جانے کے لیے کوئی راستہ نہیں تھا۔ پتھر کی سلیں
ایک دوسرے سے جڑی ہوئی تھیں۔ کوئی معمولی سی درز بھی
نہیں تھی۔ ناگ وہیں چکر لگاتا رہا۔ کچھ دیر بعد وہ رُک گیا۔
اِسے خیال آیا کہ اگر نیچے تہہ خانہ ہے تو یقیناً اس کا راستہ
یہیں کہیں ہوگا۔ اور اس راستے کو کھولنے کے لیے کوئی خفیہ
بٹن بھی اسی جگہ کہیں لگا ہوگا۔ مگر ہزار کوشش کرنے پر
بھی ناگ خفیہ بٹن معلوم نہ کر سکا۔ اِسے اوپر والے کمرے
میں کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔

ناگ جلدی سے دیوار پر چڑھ کر چھت کے پاس آ
گیا۔ اس کی نگاہیں اوپر والے کمرے کے دروازے پر

پر لگی تھیں۔ اس نے دیکھا کہ دروازے میں ایک
خلائی سپاہی نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا
سا پلاسٹک کا سفید چمکیلا چھوٹا سا ڈبہ تھا۔ وہ سیڑھیاں
اترنے لگا۔ خلائی گن اس کے پہلو میں لٹک رہی تھی۔
سب سے آخری سیڑھی پر آکر وہ رُک گیا۔
پھر اُس نے آخری سیڑھی پر تین بار پاؤں مارا۔ تیسری
بار پاؤں مارنے سے فرش کے وسط میں سے پتھر کی سِل
ایک طرف کو کھسک گئی۔ یہی وہ سِل تھی جس کے نیچے
تہہ خانہ تھا۔ ناگ تیزی سے رینگتا نیچے اُتر کر فرش پر
آگیا۔ خلائی سپاہی نے نیچے جھانک کر دیکھا اور کہا۔
"یہ تمہاری خوراک ہے"
اور اس کے ساتھ ہی پلاسٹک کا بکٹ نیچے پھینک
دیا۔ ناگ نے نیچے سے آتی تھیو سانگ کی غصیلی آواز
سُنی۔
"تم لوگوں نے ہمیں یہاں کیوں قید کر رکھا ہے۔
ہمارا کیا قصور ہے"
خلائی سپاہی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ سیڑھی کی
طرف بڑھا تاکہ تہہ خانے کے پتھر کو واپس جما دے۔
ناگ خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ خلائی سپاہی نے

ایک بار پھر اسی طرح آخری سیڑھی پر تین بار پاؤں
مارا اور پتھر کی سِل نے گڑگڑاہٹ کی ہلکی آواز کے
ساتھ تہہ خانے کا منہ بند کر دیا۔ کیٹی اور تھیو سانگ کو
ناگ کی خوشبو آتی محسوس ہوئی لیکن یہ سوچ کر کہ وہ تو
شیشے کا عقاب بنا ہوا ہے۔ کیسے یہاں آسکتا ہے۔ خاموش
ہو گئے۔ خلائی سپاہی جب واپس چلا گیا تو ناگ سیڑھی
کے پاس آگیا۔ اس نے پھنکار مار کر دوبارا انسانی شکل
اختیار کی اور آخری سیڑھی پر تین بار پاؤں مارا۔ تہہ خانے
کے منہ پر سے پتھر کی سِل ایک طرف کو ہٹ گئی۔ نیچے
سے کیٹی کی آواز آئی۔
"ہمارے ساتھی بہت جلد ہمیں یہاں سے
نکال لیں گے وہ تم سے بدلہ لیں گے"
ناگ نے تہہ خانے میں جھانک کر آہستہ سے
کہا۔
"تمہارا ساتھی آگیا ہے کیٹی۔ شور نہ مچاؤ۔
وہ لوگ آجائیں گے"
نیچے تھیو سانگ اور کیٹی نے ناگ کی آواز سنی تو
خوشی سے ان کے چہرے کھِل گئے۔ انھوں نے اوپر دیکھا،
تہہ خانے کے منہ پر اسے ناگ کی انسانی گردن دکھائی دی۔

اندھیرے میں وہ اسے پوری طرح نہیں دیکھ سکتے تھے۔
کیٹی نے آواز دی۔

"ناگ! کیا یہ تم ہو۔ شکر ہے تم آ گئے۔"

ناگ نے کہا

"کیٹی! خدا کے لیے خاموش رہو۔ میں ناگ ہی ہوں۔"

تھیوسانگ نے نیچے سے آہستہ سے آواز دی۔

"ناگ! ہمیں یہاں سے نکالو۔"

ناگ نے جواب میں کہا۔

"میں اسی کوشش میں ہوں۔ تم اپنی جگہوں پر خاموش بیٹھے رہو۔"

یہ کہہ کر ناگ سیڑھی چڑھ کر اس کمرے میں آ گیا جہاں خلائی مشین، کمپوٹر اور مختلف ساز و سامان پڑا تھا۔ ناگ اب انسانی شکل میں تھا۔ اس نے سامان اور دوسری چیزوں کو ٹٹولنا شروع کیا۔ ایک الماری کے پیچھے اسے شیشے کی چرخڑی دکھائی۔ اس چرخڑی پر باریک تار لپٹا ہوا تھا۔ اسی چیز کی ناگ کو تلاش تھی۔

اس نے چرخڑی پر سے تار اتارا اور نیچے آ گیا۔ تہہ خانے میں تار کا ایک سرا لٹکا کر اس نے دوسرا سرا

اوپر ایک ستون کے ساتھ باندھا اور نیچے کیٹی کو آواز دی۔

"اس تار کو پکڑ کر اوپر آ جاؤ۔"

یہ کام کیٹی اور تھیوسانگ ہی کر سکتے تھے۔ کیونکہ وہ خود خلائی مخلوق تھے۔ ان میں عام انسانوں کے مقابلے میں زیادہ طاقت تھی۔ وہ بڑی جلدی تار کی مدد سے تہہ خانے سے باہر آ گئے۔ باہر آتے ہی ناگ نے آہستہ سے کہا۔

"یہاں آس پاس خلائی مخلوق موجود ہے۔ اس لیے خاموش رہنا۔"

ناگ نے جلدی سے تار چرخڑی پر دوبارہ لپیٹی اور زینے کی آخری سیڑھی پر تین بار پاؤں مارا۔ تہہ خانے کا منہ پتھر کی سل سے بند ہو گیا۔

"ماریا کہاں ہے؟" کیٹی نے ناگ سے پوچھا۔

ناگ نے آہستہ سے کہا۔

"مجھے ان لوگوں کی باتوں سے صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ ماریا سلاطی دیوی کے روپ میں یہاں سے دور کسی شیلاتش کے پاس سیارے میں گئی ہے اور ابھی واپس نہیں آئے گی۔"

"یہ شیلاتش سیارہ کون ہے؟" تھیوسانگ نے پوچھا۔

ناگ نے کہا۔

"سیاروں کے بارے میں تو تمہیں مجھ سے زیادہ
معلومات ہونی چاہئیں۔ لیکن جہاں تک میرا خیال ہے
کہ کسی خلائی مخلوق کا نام ہے۔"

تھیوسانگ بولا۔

"ہمیں یہاں سے نکل کر واپس اپنے راکٹ میں چلے
جانا چاہیئے۔"

ناگ نے ذرا سا مسکرا کر کہا۔

"راکٹ نام کی کوئی شے وہاں نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" کیٹی نے پریشان ہو کر پوچھا۔

ناگ نے انہیں سب کچھ بتا دیا کہ کس طرح انہوں نے ان
کے راکٹ کو آگ لگائی اور پھر کیسے کیمیاوی ردعمل کی وجہ سے
وہ عقاب سے دوبارا اپنی اصلی انسانی شکل میں واپس آگیا۔

"اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟" کیٹی بولی۔

تھیوسانگ نے کہا۔

"ہمیں یہاں سے تو نکل جانا چاہیئے اس کے بعد
سوچیں گے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔"

وہ تینوں وہاں سے نکل کر اندھیری راہ داری میں آگئے۔
راہ داری بالکل خالی پڑی تھی۔ آگے ایک بڑا کمرہ تھا۔ اس

کمرے میں دو خلائی سپاہی کھڑے پہرہ دے رہے
تھے۔ ناگ نے کیٹی اور تھیوسانگ کو پیچھے کر دیا اور سرگوشی
میں کہا۔

"گارڈ کھڑے ہیں۔ میں ان کی خبر لیتا ہوں۔"

تھیوسانگ نے ناگ کے کان کے قریب منہ لا کر
سرگوشی کی۔

"ہو سکتا ہے ان پر تمہارے زہر کا اثر نہ
ہو۔ یہ خلائی مخلوق ہے۔"

ناگ نے کہا۔

"میں کوشش ضرور کروں گا۔"

پھر ناگ نے تھیوسانگ کی طرف دیکھ کر سرگوشی میں
کہا۔

"تم انہیں انگلی سے چھو کر چھوٹا کیوں نہیں کر
دیتے۔ ہم انہیں جیب میں ڈال کر لے جائیں گے۔"

تھیوسانگ نے سر ہلا کر افسوس کے ساتھ بتایا کہ اس
سیارے کی فضائی کیفیت کی وجہ سے اس کے پاس یہ طاقت
نہیں رہی۔ ناگ نے کہا۔

"پھر تو مجھے ہی ہمت کرنی پڑے گی۔ جو ہوگا
دیکھا جائے گا۔ تم اسی جگہ اندھیرے میں چھپے

رہو۔"

کیٹی اور تھیو سانگ اندھیرے میں دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو گئے۔

ناگ نے سانپ کی شکل اختیار کی اور فرش کی بجائے راہ داری کی دیوار پر چڑھ گیا اور رینگتا ہوا اس جگہ پہنچا جہاں نیچے دونوں خلائی پہرے دار خلائی گنیں لٹکائے چاق و چوبند کھڑے تھے۔

ناگ بڑی احتیاط سے رینگ کر ان کے پیچھے دیوار سے نیچے اُتر آیا۔ اب وہ دونوں پہرے دار ناگ کی زد میں تھے۔ ناگ اِن دونوں کو ڈس کر ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ وہ یہی کر سکتا تھا۔ اِس کے ذہن میں تھیو سانگ کا یہ جملہ بھی گونج رہا تھا کہ ہو سکتا ہے اِس خلائی مخلوق پر اِس کے زہر کا اثر نہ ہو۔ ناگ کو یہ بھی خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے ڈسنے سے خلائی مخلوق تو ہلاک نہ ہو لیکن خود ناگ پر کوئی خطرناک اثر ہو جائے۔

یہ تمام خطرے اور اندیشے ناگ کے ذہن میں تھے۔ اس کے باوجود وہ اِن خلائی گارڈز کو اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا تھا اور انہیں راستے سے ہٹانے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ وہ انہیں ڈس دے۔

چنانچہ ناگ نے ایک پہرے دار کو چُن لیا کہ پہلے اس کو ڈسے گا۔

یہ سوچ کر ناگ اِس پہرے دار کی طرف بڑھا اور اس کے پاؤں کے قریب آ گیا۔ وہ اِسے ڈسنے ہی والا تھا

________ کہ خلائی پہرے دار نے ناگ کو دیکھ لیا۔ ایک دم سے اِس نے خلائی گن کا رُخ ناگ کی طرف کر کے فائر کر دیا۔ ناگ اتنی دیر میں وہاں سے اُچھل کر دوسری طرف ہو گیا تھا۔ دونوں پہرے دار ناگ کے پیچھے دوڑے۔ ناگ نے پلٹ کر زور سے پھنکار ماری

اس سے اس کا مقصد محض اتنا تھا کہ شاید اس کی پھنکار سے یہ پہرے دار ڈر کر وہیں رُک جائیں اور ناگ کو چھُپنے کا موقع مل جائے۔ لیکن پھنکار کی گرم لہریں جب پہرے داروں کے جسموں سے ٹکرائیں تو وہ وہیں کھڑے کے کھڑے ہو کر رہ گئے۔ ناگ سمجھا کہ وہ ڈر کے مارے رُک گئے ہیں چنانچہ وہ تیزی سے ایک الماری کے پیچھے گھُس گیا۔ پھر اِس نے چند لمحوں کے بعد محسوس کیا کہ باہر کوئی حرکت نہیں ہو رہی۔ پہرے داروں کو

تو الماری کے پیچھے فائر کرنا چاہیئے تھا۔ اس نے گردن
ذرا سی باہر نکال کر دیکھا۔

وہ یہ دیکھ کر حیران سا ہوا کہ دونوں خلائی آدمی
اسی حالت میں کھڑے تھے۔ ناگ تیزی سے باہر نکلا اور
پہرے داروں کے قریب جا کر انہیں غور سے دیکھا دونوں
اس طرح جھکے ہوئے تھے جیسے حملہ کرنے والے ہوں۔
ناگ نے ان کے جسموں کو باری باری چھو کر دیکھا۔
تو وہ دنگ سا ہو کر رہ گیا۔ کیونکہ دونوں پہرے دار
کھڑے کھڑے وہیں پتھر بن گئے تھے۔ کیا یہ ناگ
کی پھنکار کا اثر تھا؟

ناگ فوراً دیوار کی دوسری طرف چھپے ہوئے
تھیوسانگ اور کیٹی کی طرف گیا اور انسان کی شکل اختیار
کر کے انہیں سارا ماجرا سنایا۔ تھیوسانگ بولا۔

"یہ تمہاری سائنس کا یہاں کی خلائی مخلوق پر
کیمیاوی ردِ عمل ہوا ہے۔ یہ بڑی اچھی بات
ہوئی ہے۔ اس طرح سے ہم یہاں ان لوگوں
کا مقابلہ کر سکتے ہیں"

کیٹی نے کہا۔

"چلو کر پہرے داروں کو دیکھتے ہیں"

تینوں نے قریب جا کر پتھر بنے پہرے داروں کو
چیک کیا۔ ان میں اور پتھر کے بتوں میں کوئی فرق
نہیں تھا۔ ان کے جسم پتھر کی طرح سخت ہو چکے تھے۔
ناگ نے تھیوسانگ سے پوچھا۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ لوگ کسی کیمیاوی
ردِ عمل کی وجہ سے پھر زندہ ہو جائیں؟"

تھیوسانگ نے جواب دیا۔

"جب ایسا ہو گا تب دیکھا جائے گا"

کیٹی نے کہا۔

"ہاں۔ ابھی تو ہمیں یہاں سے فرار ہو کر ماریا
کے آنے تک کسی خفیہ مقام پر چھپ جانا
چاہیئے"

"ناگ تم سانپ ہی کی شکل میں چلو۔ تاکہ اگر
راستے میں کوئی اور خلائی سپاہی مل جائے تو
اس سے نمٹ سکو"

ناگ نے فوراً سانپ کی شکل اختیار کی اور وہ
تینوں قلعے کے پچھلے دروازے سے نکل کر قلعے کے
پیچھے جو ویران اونچا نیچا میدان تھا وہاں آ گئے۔
انہیں یہاں کوئی پہرے دار نہ ملا۔ سارا علاقہ چپ چاپ

اور سنسان تھا۔ ناگ سانپ کی شکل میں کیٹی کی گردن میں لٹک رہا تھا۔ قلعے سے دُور ایک جگہ کچھ نوکیلی چٹانیں ساتھ ساتھ کھڑی تھیں۔ اِن کے درمیان بیچ میں ایک تنگ سا درّہ بنا ہوا تھا۔

"ہمیں اِس جگہ چھپ جانا چاہیئے"، کیٹی نے اشارہ کیا۔

تھیوسانگ بولا۔

"یہ جگہ قلعے سے قریب ہے"

کیٹی نے کہا۔

"ہمیں قلعے کے قریب ہی رہنا ہوگا۔ تاکہ جب ماریا آئے تو ہمیں اس کی خوشبو محسوس ہو جائے"

"تمہارا کیا خیال ہے ناگ؟"، تھیوسانگ نے ناگ سے پوچھا۔

ناگ کیٹی کی گردن سے اُتر کر نیچے آگیا اور فوراً انسانی شکل اختیار کرلی۔

"اِس سے اچھی جگہ یہاں آس پاس کہیں نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں اسی جگہ چھُپنا چاہیئے"

چٹانوں کے بیچ جگہ تنگ تھی۔ وہ لیٹ کر اس کے اندر داخل ہوگئے۔ آگے زمین کھُلی تھی اور چھوٹا سا دالان بنا ہوا تھا۔ یہ تینوں دوست یہاں چٹانی دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئے اور ماریا کے بارے میں سوچنے لگے کہ شیلاشں نے اِسے اپنے سیارے پر کیوں بُلایا ہے۔ اور اگر ماریا غیبی حالت میں ہے تو پھر اِسے کس طرح قید کیا گیا؟ کیٹی نے اِس خیال کا اظہار کیا کہ ماریا غیبی حالت میں نہیں ہوگی۔ کسی خاص وجہ سے اِسے ضرور ظاہر کرلیا گیا ہے۔

انہیں عنبر کا بھی خیال ستانے لگا کہ نہ جانے وہ اِس وقت کہاں ہوگا۔ عنبر کے بارے میں انہیں کوئی خبر نہیں تھی۔ اس وقت انہیں سب سے زیادہ فکر ماریا کی تھی۔ دیر تک وہ باتیں کرتے رہے۔ پھر ناگ سانپ کا روپ بدل کر چٹان کے سوراخ کے باہر جاکر پہرہ دینے لگا۔

کوئی چھ سات گھنٹے گزرنے کے بعد باہر آسمان پر جو تھوڑی سی روشنی تھی کم ہونا شروع ہو گئی۔ ناگ نے اندر جاکر کیٹی اور تھیوسانگ کو بتایا کہ سیارے کی سرزمین پر رات ہونے لگی ہے۔ انہوں نے بھی باہر نکل کر دیکھا۔ آس پاس کی چٹانوں پر اندھیرا دھند بن کر اُتر رہا تھا۔ اِن کے

دیکھتے دیکھتے وہاں گہری تاریکی چھا گئی۔ اس تاریکی میں تھیوسانگ اور کیٹی خلائی مخلوق ہونے کی وجہ سے تھوڑا تھوڑا دیکھ سکتے تھے۔ ناگ نے کہا۔

"تم لوگ اندر چل کر بیٹھو میں باہر پہرہ دوں گا"

کیٹی اور تھیوسانگ چٹان کے اندر چلے گئے۔ ناگ سانپ کی شکل اختیار کر کے ایک پتھر کے پیچھے چھُپ کر بیٹھ گیا۔ چاروں طرف موت ایسا سناٹا اور اندھیرا چھا چکا تھا۔ کہیں کوئی آہٹ تک سنائی نہیں دے رہی تھی۔ گھُپ اندھیرے میں ناگ کو بھی بہت کم دکھائی دے رہا تھا۔ تھوڑی دیر گزری ہو گی تو ناگ ایک آواز سُن کر چونک پڑا۔ یہ آواز خلائی مخلوق کے باتیں کرنے کی تھی اور دُور سے قریب آتی جا رہی تھی۔ ناگ تیزی سے چٹان کے اوپر چڑھا اور کیا دیکھتا ہے کہ خلائی قلعے کی جانب سے چار خلائی آدمی زمین پر کسی شے سے روشنی ڈالتے ان چٹانوں کی طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں جہاں کیٹی تھیوسانگ اور ناگ نے پناہ لے رکھی تھی۔

O

یہ خلائی لوگ وہاں کس لیے آئے تھے؟

ماریا کی ناگ اور کیٹی سے کس حالت میں ملاقات ہوئی؟

عنبر کس دنیا میں جا کر نکل گیا تھا؟

ناگ، ماریا اور کیٹی وغیرہ اس سیارے سے کیونکر فرار ہوئے؟

ان سوالوں کے جواب آپ کو "عنبر ناگ ماریا خلاء میں" کی اگلی قسط ۱۰۷ "خطرناک مقناطیسی روشنی" میں ملیں گے۔

O

محترم اے حمید صاحب! آداب عرض

خلاف توقع اس بار بھی آپ کے نئے ناول ناگ عنبر ماریا نہیں ملے
ایک تو سونے پر سہاگہ آپ نے لکھا کہ اکتوبر کے بعد ہر ماہ دو ناول خلائی
ملیں گے۔ مگر اب تک کوئی آثار نہیں جبکہ وہی ایک سیریز والا سلسلہ شروع
اور وہ بھی اس بار دیر سے ملا۔ وجہ؟ اور نہ آپ نے کوئی خط لکھنے
کی زحمت کی!

اور اب رائے —! اس بار کا ناول بہت پسند آیا پُراسرار
حیرت انگیز کیفیات سے بھرپور ڈرامائی طرز پر مبنی لاجواب شاہکار تھا۔
شروع سے لے کر آخر تک سسپنس بالکل مکمل اور جامع ناول تھا۔ اس
بات پر آپ مبارکباد کے مستحق ہیں قبول فرمائیں۔ اچھا اب اجازت!
میری طرف سے محترم نقش محمد اعوان صاحب کو سلام

صفدر حسین اعوان، بانکا رام روڈ، نزد تاج ہوٹل، نواب شاہ۔

محترم جناب اے حمید صاحب!

السلام علیکم۔ دو ماہ کے طویل انتظار کے بعد آپ کے دو ناول "خلائی
جہاز کی ممی" اور "غیبی خلائی شیطان" پڑھ کر عجیب راحت اور خوشی

ں ہوتی۔ میں تو چاہتا ہوں کہ ناگ ماریا عنبر اور کیٹی سیریز کے ہر ماہ چار
ل شائع ہوا کریں گے لیکن آپ تو ایک ماہ ایک ناول بھی باقاعدہ گی
ے نہیں لکھتے یہی حال آپ کی دوسری سیریز نزرتاش مشن اور پرانے
ے کی فائل کا ہے ہر ماہ ان میں سے یا تو ایک ناول پرانے قلعے کی
ل کا یا زرتاش مشن کا پڑھنے کو ملتا ہے کیا بات ہے آپ اب اتنے
ناول کیوں لکھنے لگ گئے ہیں۔ ناگ ماریا عنبر اور کیٹی اب خلا میں
خل ہو چکے ہیں ویسے شاید میں کچھ غلط کہہ گیا ہوں کیونکہ ماریا تو ابھی
ین پر ہی ہے خیر وہ بھی خلا میں پہنچ ہی جائے گی اور ان کا یہ سفر
ینا" بہت دلچسپ ہوگا جولی اور اس کے ڈیڈی کی موت کا بہت
دکھ ہوا ویسے آپ کو جولی کے باپ کا نام ضرور بتانا چاہیے تھا۔

اللہ حافظ فقط والسلام

محمد نوید مرزا گلی ۷-۱۰، مکان ۱۰۴۲ تیزاب احاطہ نزد ۲۵ جی۔ ٹی روڈ لاہور۔

پیارے انکل اے حمید السلام علیکم

عنبر ناگ ماریا کیٹی خلا میں کی دونوں قسطیں "خلائی جہاز کی ممی"
"غیبی خلائی شیطان" پڑھی نہایت ہی بہترین کہانیاں تھیں۔ پڑھ کر
دل چاہا کہ آپ کو اتنی اچھی کہانی لکھنے پر مبارک باد دے دوں۔ تو
یہ خط لکھا۔ میرے ذہن میں کچھ سوالات ہیں جو آپ سے پوچھنا
چاہتا ہوں۔ اور کچھ اپنے خیالات ہیں جو پیش کرنا چاہتا ہوں۔

۱:۔ عنبر ناگ ماریا کیٹی کی آپ کم سے کم ہر ماہ چار قسطیں لکھا کریں۔

۲:۔ عنبر ناگ ماریا میں تھیوسانگ کا کردار بڑا اچھا ہے۔ پلیز اُسے ختم نہ کیجیئے گا۔

۳:۔ عنبر ناگ ماریا کے صفحات بڑھا دیں۔ اس کے لیے اگر آپ قیمت بھی بڑھائیں گے تو ہم خوشی سے منظور کر لیں گے۔

۴:۔ پنڈی میں لال کرتی کے اندر نہ تلاش اور پُر اسرار فائل سیریز نہیں آتی اگر آتی ہے تو بہت دیر کے بعد۔ مثلاً ایک مہینے کے بعد جیسے ابھی تک پستول کی آخری گولی اور خونی تکون نہیں آئی ہے۔ آخر کیا وجہ ہے؟

۵:۔ مجھے خونی مرتبان اور گم شدہ خلا باز کی تلاش چاہیئے کیسے منگاؤں؟

۶:۔ خلائی گھڑی کا قیدی کب چھپ رہی ہے؟

ان سوالوں اور خیالات کا جواب ضرور دیں انتظار رہے گا۔

فقط عنبر ناگ ماریا کیٹی کا پرانا قاری

راحیل اظہر ۵/۶ اظہر مجید مکان ۱۹۴۰ انڈس روڈ ۲ لال کرتی راولپنڈی
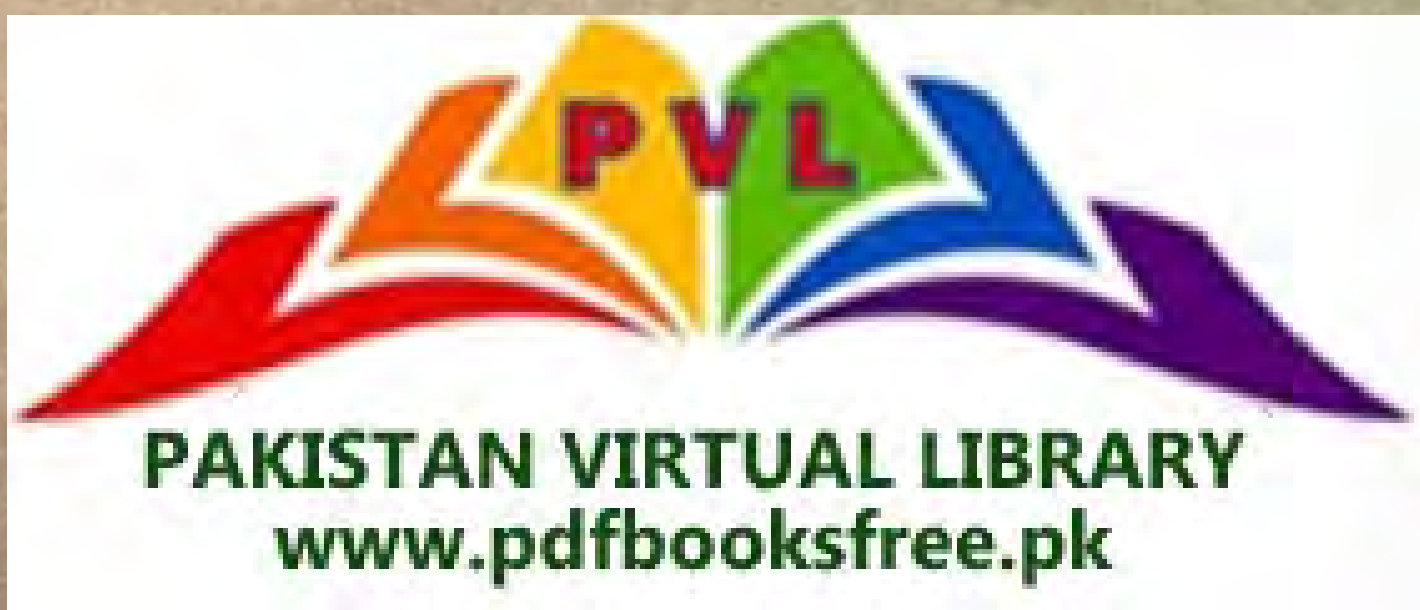
خطرناک طلسمی وحشی

اے حمید

۱۰۶

ترتیب

خلائی نقاب پوش

ناگ تیزی سے چٹان سے نیچے اتر آیا۔

وہ رینگ کر چٹان کے اندر گیا اور انسانی شکل اختیار کرنے کے بعد کیٹی اور تھیوسانگ کو بتایا کہ کچھ خلائی لوگ ادھر آرہے ہیں۔

تھیوسانگ بولا۔

"وہ اپنے ساتھیوں کے پتھر بننے کی وجہ سے دشمن کی تلاش میں نکلے ہوں گے۔"

کیٹی نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر اب ان کا مقابلہ کیسے کریں گے؟"

تھیوسانگ نے ناگ کی طرف دیکھا۔

"یہ تو ناگ ہی کرے گا۔ بس انہیں بھی پھنکار مار کر پتھر بنا دو۔"

کیٹی بولی۔

"لیکن اس میں ناگ کی جان کا خطرہ ہے۔ اگر انہوں نے لیزر گن کی شعاع ناگ پر پھینک دی تو؟"

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"تم میری فکر نہ کرو کیٹی۔ میں ان لوگوں سے نمٹ لوں گا۔ بہر حال میں باہر جاتا ہوں۔ تم لوگ یہاں سے باہر مت نکلنا۔"

یہ کہہ کر ناگ نے سانپ کا روپ اختیار کیا اور چٹان کے غار میں سے رینگ کر باہر نکل گیا۔ اس نے اندھیرے میں دیکھا کہ وہ کل تین خلائی سپاہی تھے۔ ان کے ہاتھوں میں چھوٹی چھوٹی گول ٹارچیں تھیں۔ جن میں سے تیز روشنی نکلتی تھی۔ ناگ چٹان کی دوسری طرف ہو کر ایک گول پتھر کے پیچھے گھات لگا کر چھپ گیا۔ خلائی سپاہی باتیں کرتے چٹانوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"یہ سیارہ پلوٹو کی مخلوق ہو سکتی ہے۔ وہ لوگ ہی اپنی ٹھنڈی یخ شعاع سے ہمیں پتھر بنا سکتے ہیں۔"

دوسرا خلائی سپاہی بولا۔

"مگر پلاٹو کی مخلوق ہمارے سیارے پر کیسے آ گئی

ہمارے کمپوٹر نے تو اس کی آمد کو نوٹ نہیں کیا تھا۔"

تیسرا خلائی سپاہی کہنے لگا۔

"پلاٹو ہمارا دشمن سیارہ ہے اور وہ ہم سے بہت زیادہ ترقی یافتہ ہے۔ انہوں نے ایسے راکٹ تیار کر لیے ہیں جن کا سراغ کسی راڈار پہ نہیں ملتا۔ اور انہیں کوئی کمپوٹر بھی نوٹ نہیں کر سکتا۔"

پہلا خلائی سپاہی کہنے لگا۔

"یہاں ہوشیار رہنا۔ ہو سکتا ہے۔ دشمن ان چٹانوں میں گھات لگائے بیٹھا ہو۔ اگر اس کی لیزر شعاع ہم میں سے کسی پر پڑ گئی تو ہم پتھر ہو جائیں گے۔"

"ہمیں لیٹ کر آگے بڑھنا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے ان چٹانوں میں دشمن چھپا ہوا ہے۔"

وہ تینوں زمین پر لیٹ گئے۔ اور رینگ رینگ کر آگے بڑھنے لگے۔ اب وہ ٹارچ کی روشنی بھی نہیں ڈال رہے تھے اور ایک دوسرے سے کوئی بات بھی نہیں کر رہے تھے۔ جب وہ چٹان کے قریب آ گئے تو ناگ پیچھے کو گھوما۔ پتھروں کے بیچ میں رینگتا ہوا وہ ان تینوں خلائی

انسانوں کے عقب میں نکل آیا۔ اسے اندھیرے میں اوندھے
لیٹ کر رینگتے ہوئے خلائی آدمی کے پاؤں صاف نظر آ رہے
تھے۔ ناگ کو اس خطرے کا احساس تھا کہ جونہی اس نے پھنکار
مار کر اس آخری آدمی کو پتھر کر دیا تو دوسرے ہوشیار ہو
جائیں گے اور فوراً ہی اس پر اپنی خلائی گن کا فائر کر ڈالیں
گے۔

ناگ ایک ہی وقت میں ان تینوں پر حملہ نہیں کر سکتا تھا۔
یہ اس کی مجبوری تھی۔ وقت گزرتا جا رہا تھا۔ ناگ کو معلوم
تھا کہ اگر یہ لوگ چٹان کے اندر پہنچ گئے۔ تو ممکن تھا کہ ان کی
خلائی گن کے فائر سے کیٹی اور تھیوسانگ ہلاک ہو جائیں اگرچہ
تھیوسانگ نے ایک بار کہا تھا کہ وہ صرف اسی صورت میں مر
سکتا ہے اگر اس کے ہاتھ کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی جائے۔
پھر بھی ناگ نہیں چاہتا تھا کہ وہ تھیوسانگ کو خطرے میں
ڈالے۔ کیونکہ کچھ معلوم نہیں تھا کہ اس خلائی مخلوق کی لیزر
شعاعوں کا تھیوسانگ اور کیٹی کے خلائی جسم پر کیا اثر ہوتا ہے۔
ناگ رینگتا ہوا پچھلے آدمی کے پاؤں کے بالکل قریب آ گیا
تھا۔ اس نے اپنا منہ اس کے پاؤں کے بالکل ساتھ لگا کر
آہستہ سے پھنکار ماری۔ اس پھنکار کی آواز اتنی ہلکی تھی
کہ اگلے دو خلائی آدمی نہ سن سکے۔ پچھلا آدمی وہیں اکڑ کر

رہ گیا۔ ناگ کی پھنکار سے وہ پتھر بن چکا تھا۔
ناگ اس کے جسم کے اوپر سے گزر کر دوسرے
آدمی تک پہنچ گیا۔ اب وہ کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا
تھا۔ اس نے تیزی سے دوسرے آدمی پر اپنی پھنکار پھینکی۔
دوسرا آدمی بھی وہیں جم کر رہ گیا۔ لیکن اس دوران میں
تیسرا آدمی ہوشیار ہو گیا تھا اور اس نے پلٹ کر فائر کر دیا۔
یہ فائر نشانے پر نہ بیٹھا۔ ناگ نے پھنکار ماری تو تیسرا خلائی
آدمی تیزی سے اٹھا اور قلعے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ ناگ
نے اس کا تعاقب کرنا چاہا مگر خلائی آدمی بہت جلد اندھیرے
میں غائب ہو گیا۔

ناگ چٹان کے اندر آیا انسانی شکل اختیار کی اور ساری
کہانی تھیوسانگ اور کیٹی کو سنائی۔
چٹان سے باہر آ کر پتھر بنے خلائی آدمیوں کو دیکھنے لگے۔
یہ دونوں خلائی سپاہی پتھر کے بت بنے زمین پر پڑے
تھے۔ ان کی وردیاں سیاہ تھیں اور سروں میں سینگ نکلے
ہوئے تھے۔ لیکن شکلیں انسانوں سے ملتی جلتی تھیں۔ کیٹی
نے کہا۔

"ہم ان کی وردیاں پہن کر بھی قلعے میں نہیں
جا سکتے۔ ہمارے سروں پر سینگ نہیں ہیں جس

کی وجہ سے ہم پکڑے جا سکتے ہیں۔"
ناگ نے تھیوسانگ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"وہ جو خلائی آدمی بھاگ گیا ہے وہ دوسروں کو میرے بارے میں بتا دے گا۔ اور وہ لوگ ہو سکتا ہے زیادہ مہلک خلائی اسلحہ لے کر یہاں آ جائیں۔"
تھیوسانگ بولا۔

"ہمیں یہ جگہ بدل لینی چاہیئے۔"

"مگر اس اندھیرے میں ہم کہاں جائیں گے؟" کیٹی نے کہا۔

ناگ بولا۔

"کوئی دوسری جگہ تلاش کرتے ہیں۔ یہاں رہنا اب خطرناک ہے۔"

انہوں نے پتھر بنی خلائی لاشیں وہیں چھوڑیں اور چٹان کی دوسری طرف ڈھلان اُترنے لگے۔ اندھیرے میں وہ تیز تیز چلتے گئے۔ آگے جا کر ایک چوڑی کھائی آ گئی۔ جو خشک تھی اور چھوٹے چھوٹے پتھروں سے بھری ہوئی تھی۔ رات اسی طرح تاریک اور ساکت تھی۔ لگتا تھا کہ رات ایک جگہ رُک گئی ہے۔ انہیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہاں کتنے گھنٹوں کی رات ہوتی ہے۔ کئی دنوں کے

بعد رات چھائی تھی۔ ہو سکتا تھا کہ ابھی کچھ دن رات ہی رہے۔ آسمان پر ستارے آدھ بجھے کوئلوں کی طرح سُلگتے سے نظر آ رہے تھے۔

اس کھائی سے نکل کر وہ چھوٹی چھوٹی تاریک پہاڑیوں کے سلسلے میں داخل ہو گئے۔ انہیں اپنی بھی فکر تھی اور ماریا کا بھی خیال تھا جس کو خلائی سردار اپنے ساتھ شیطانی لیڈر کے پاس کسی دوسرے سیارے پر لے گیا ہوا تھا۔

چلتے چلتے وہ ایک پہاڑی کے پیچھے سے نکلے ہی تھے کہ اچانک چاروں طرف سے ان پر خلائی مخلوق نے ہلّہ بول دیا۔ ناگ تیزی سے پیچھے کو پلٹا۔ سانس کھینچ کر ناگ کا روپ بدلا اور پہاڑی پتھروں میں گھس گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ خلائی مخلوق کا حملہ کامیاب ہو گیا ہے اور اب تھیوسانگ اور کیٹی کو بچانے کے لیے اس کا وہاں سے بچ کر نکل جانا بہت ضروری ہے۔

خلائی مخلوق کے ہاتھوں میں لیزر گنیں تھیں۔ ان کا رُخ کیٹی اور تھیوسانگ کی طرف تھا۔ قلعے کے سردار کا ساتھی آران ان کے آگے تھے۔ اس نے غضبناک آواز میں کہا۔

"تم میرے تہہ خانے والے کنوئیں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن اب تمہیں میرے چُنگل سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔"

اس نے دو خلائی آدمیوں کو حکم دیا کہ عنبر سے آدمی یعنی ناگ کو تلاش کیا جائے۔ دو خلائی آدمی پہاڑی کی طرف بھاگے مگر اس عرصے میں ناگ چھپ چکا تھا۔

کیٹی نے اپنی خاص خلائی زبان میں تھیوسانگ سے کہا۔

"تھیوسانگ! ہمارے لیے یہی بہتر ہے کہ ہم خود کو ان کے حوالے کر دیں۔"

"اور کیا ہو سکتا ہے کیٹی۔"

آران نے گرج کر کہا۔

"خاموش! اگر دوبارہ آواز نکالی تو یہیں بھسم کر ڈالوں گا۔"

انہوں نے تھیوسانگ اور کیٹی کو شیشے کے ذروں سے بنی ہوئی رسی میں جکڑ دیا اور انہیں ایک خلائی گاڑی میں بند کر کے پُراسرار خلائی قلعے کے قریب واقع ایک پہاڑی ڈھلان پر لے گئے۔ ناگ ایک چٹان کی اوٹ سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ پہاڑی ڈھلان پر پہنچتے ہی آران نے جیب سے ایک ننھی سی پنسل ٹارچ نکال کر اس کا بٹن دبایا اور ٹارچ کا رُخ آسمان کی طرف کر کے تین بار اس کی روشنی آسمان کی طرف پھینکی۔ ناگ تعجب سے دیکھنے لگا کہ یہ شخص کس کو سگنل دے رہا ہے۔

دو سیکنڈ کے اندر اندر آسمان پر ایک اُڑن طشتری نمودار ہوئی اور عین اس گاڑی کے اوپر آ کر فضا میں رُک گئی جس میں کیٹی اور تھیوسانگ بند تھے۔ آران کے حکم سے ان دونوں کو باہر نکال کر ان کے ہاتھوں کی رسیاں کھول دی گئیں۔ چار سپاہی گنیں لیے کیٹی اور تھیوسانگ کی چاروں طرف چوکس کھڑے تھے۔ آران نے اُڑن طشتری کی طرف ایک اور سگنل کا اشارہ کیا۔ اُڑن طشتری کے پیندے کے عین نیچے ایک کافی بڑا گول سوراخ تھا۔ سگنل ملتے ہی اس میں سے تیز روشنی باہر نکل کر کیٹی اور تھیوسانگ پر پڑی۔ خلائی مخلوق پرے پرے ہٹ گئی۔

ناگ نے دیکھا کہ اچانک کیٹی اور تھیوسانگ خود بخود اوپر کو اُٹھنے لگے۔ اُڑن طشتری کی روشنی انہیں اوپر کی طرف کھینچ رہی تھی۔ کیٹی اور تھیوسانگ نے اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارے مگر معلوم ہوتا تھا کہ اُڑن طشتری سے نکلتی روشنی میں زبردست کشش تھی جو انہیں اوپر کو کھینچے لیے جا رہی تھی۔ ناگ پریشان ہو کر آگے بڑھا مگر پھر یہ سوچ کر رُک گیا کہ ہو سکتا ہے وہ بھی ان کے ساتھ ہی اس مشکل میں پھنس جائے اور اگر وہ کسی مشکل میں گرفتار ہو گیا یا اس پر خلائی گن کا حملہ ہو گیا اور وہ

ہلاک ہو گیا تو کیٹی اور تھیوساتگ کو بچانے والا کوئی باقی نہیں
رہے گا۔ چنانچہ وہ وہیں ٹھہر گیا اور پہاڑی کی ڈھلان پر
پتھروں کے پیچھے چھپا کیٹی اور تھیوساتگ کو اوپر اُڑن طشتری
میں جاتے دیکھتا رہا۔

کیٹی اور تھیوساتگ کو اُڑن طشتری نے اوپر کھینچ لیا۔

اس کے بعد اُڑن طشتری کا گول سوراخ بند ہو گیا۔ روشنی
بجھ گئی اور اُڑن طشتری ایک زبردست آواز کے ساتھ ناگ کے
دیکھتے دیکھتے ——— کیٹی اور تھیوساتگ کو لے کر خلا، میں غائب
ہو گئی۔

اُڑن طشتری کے غائب ہونے کے بعد آران نے اپنے خلائی
ساتھیوں کو لیا اور خلائی گاڑی میں بیٹھ کر پُراسرار خلائی قلعے
طرف روانہ ہو گیا۔ ناگ پہاڑی کی ڈھلان پر اکیلا رہ گیا۔ دیر
تک وہ خلا میں اس جگہ کو تکتا رہا جہاں سے کیٹی اور تھیوساتگ
والی اُڑن طشتری غائب ہوئی تھی۔

دُور پُراسرار قلعے کے اوپر والے ٹاور پر نیلی روشنی ہو رہی
تھی۔ یہ اس خلائی قلعے کا راڈار ٹاور تھا۔ یہاں اوپر سے سگنل
وغیرہ وصول کیے جاتے تھے۔ ناگ نے چھوٹے سیاہ عقاب
کی شکل اختیار کی اور خلائی ٹاور کی طرف اُڑنے لگا۔

اس ٹاور کے اوپر ایک چھوٹی سی چوکی بنی ہوئی تھی اور

کتنی ہی تاریں نکل کر اِدھر اُدھر پھیلی ہوئی تھیں۔ ناگ اس
چوکی پر بیٹھ کر ان تاروں کو غور سے دیکھنے لگا۔ جب
اس کے پلّے کچھ نہ پڑا تو وہ وہاں سے اُڑ کر قلعے کی گول
چھت کے اوپر آ گیا۔ قلعے کی چھت میں ایسا کوئی راستہ نہیں
تھا کہ جس میں سے گزر کر ناگ قلعے کے اندر جا سکتا۔

قلعے کے دروازے پر سخت پہرہ تھا۔ وہاں اس کے
پکڑے جانے یا جان سے مار دیئے جانے کا ڈر تھا۔ ناگ
وہاں سے پرواز کر گیا اور دُور چٹانوں میں جا کر چھپ گیا۔
تاکہ سوچ سکے کہ اب اسے کیا کرنا چاہیئے کہ کیٹی اور تھیوساتگ
کو اوپر والے سیارے سے واپس لایا جا سکے۔

کیٹی اور تھیوساتگ کو جب اُڑن طشتری نے اوپر کھینچ لیا
تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک گول کمرے میں بند ہیں جس کی دیوار
میں نہ کوئی روشندان ہے اور نہ کوئی دروازہ ہے۔ وہ ایک
دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ کیٹی بولی۔

"تھیوساتگ! ہمیں اُڑن طشتری کی مقناطیسی شعاعوں
نے اوپر کھینچا ہے"۔

تھیوساتگ نے کہا۔

"سوال یہ ہے کہ یہ لوگ ہمیں کہاں لے جا رہے
ہیں۔ اُڑن طشتری میرے اندازے کے مطابق روشنی

کی رفتار سے بھی زیادہ تیز خلا میں پرواز کر رہی
ہے۔"

تھیوسانگ اگر خلائی انسان تھا تو کیٹی بھی خلائی مخلوق تھی۔
کمرے میں جو فضا تھی اس کی لرزش سے اس کو بھی اندازہ
ہوگیا۔ کہ واقعی اڑن طشتری کی رفتار روشنی کی رفتار سے بہت
زیادہ ہے۔ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ
ہوتی ہے اور یہ اڑن طشتری نہ جانے کتنے لاکھ میل فی سیکنڈ
کی رفتار سے خلا میں اڑی جا رہی تھی۔ اتنے میں انہیں ایک
مردانہ آواز سنائی دی۔

"تم لوگ ہمارے قیدی ہو۔ خاموشی سے اپنی
تقدیر کے فیصلے کا انتظار کرو۔ یہاں سے فرار کی
کوئی بھی کوشش بیکار ہوگی۔"

یہ آواز دیوار میں لگے کسی مخفیہ سپیکر سے آ رہی تھی۔
کیٹی نے چلا کر کہا۔

"تم لوگ ہم سے کیا چاہتے ہو؟ ہم پُرامن مشن
پر ہیں ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں۔"

مخفیہ آواز آئی۔

"تم لوگوں نے ہمارے کتنے ہی آدمیوں کو پتھر
بنا کر ہلاک کر ڈالا ہے۔ ہم تم سے اس کا بدلہ لیں

گے۔ اور ہم تمہارے ساتھی کا بھی سراغ لگا رہے
ہیں جو کہیں چھپ گیا تھا۔"

کیٹی نے تھیوسانگ کی طرف دیکھا اور آہستہ سے
کہا۔

"اس کا اشارہ ناگ کی طرف ہے۔"

آواز بلند ہوئی۔

"اچھا کیا تم نے ہمیں اپنے مفرور ساتھی کا نام بتا
دیا۔ تو اس کا نام ناگ ہے۔ ہم ناگ کو بھی پکڑ لیں
گے۔ وہ ہم سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتا۔"

تھیوسانگ بولا۔

"اگر تم خلائی انسان ہو تو ہم بھی خلائی مخلوق ہیں۔"
"خاموش۔" آواز بلند ہوئی۔ "تم اپنے خلائی سیاروں
سے بھاگے ہوئے ہو۔ تمہیں کوئی خلائی مخلوق قبول نہیں
کر سکتی۔ خبردار۔ اب آواز مت نکالنا۔ ہمیں تمہاری
باتوں کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ کیٹی نے تھیوسانگ سے
کہا۔

"یہ لوگ ہماری باتیں سن رہے ہیں۔ ہم کوئی خفیہ
بات نہیں کر سکتے۔"

تھیوسانگ نے کہا۔

"اب بات کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے کیٹی۔ اب تو ہمیں اپنی تقدیر کے فیصلے کا انتظار کرنا ہوگا"

وہ خاموش ہو کر ایک طرف دیوار سے لگ کر بیٹھ گئے۔

اُڑن طشتری خلا میں یقین نہ آنے والی رفتار کے ساتھ پرواز کرتی رہی۔ کچھ وقت گزر جانے کے بعد کیٹی اور تھیوسانگ کو محسوس ہوا کہ اُڑن طشتری ایک طرف کو جھک گئی ہے۔ کیٹی نے کہا۔

"یہ نیچے کسی سیارے کی زمین پر اُتر رہی ہے"

اُڑن طشتری اس سیارے پر اُتر رہی تھی جہاں اس سے پہلے ماریا کو پہنچایا گیا تھا اور جس سیارے پر شیطانی لیڈر کی حکومت تھی اور جس کے حکم سے کیٹی اور تھیوسانگ کو بھی اوپر لایا جا رہا تھا۔

اس سیارے پر رات کا اندھیرا چھایا تھا۔ کہیں کہیں زرد روشنی کے نقطے چمک رہے تھے۔ اُڑن طشتری ایک نقطے کی طرف جا رہی تھی۔ یہ زرد نقطہ روشنی کا ایک دائرہ تھا جو ایک چٹان کے اوپر روشن تھا۔ اُڑن طشتری

اس دائرے کے اوپر آ کر خلاء میں رُک گئی۔ کیٹی اور تھیوسانگ نے محسوس کیا کہ اُڑن طشتری ٹھہر گئی ہے۔

اتنے میں وہی خفیہ آواز بلند ہوئی۔

"کمرے کے درمیان میں کھڑے ہو جاؤ"

تھیوسانگ اور کیٹی گول کمرے کے درمیان میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ اچانک ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ ان کے پاؤں کے نیچے سے فرش کھسک گیا مگر وہ نیچے گرنے کی بجائے اپنی جگہ پر ہی کھڑے رہے۔ انہیں محسوس ہوا کہ نیچے سے زرد روشنی انہیں اوپر سہارا دیئے ہوئے ہے۔ پھر وہ اپنے آپ نیچے کی طرف جانے لگے۔

زرد روشنی انہیں آہستہ آہستہ نیچے کھینچے لیے جا رہی تھی۔ چٹان پر جہاں روشنی کا دائرہ تھا وہاں سے پتھر کا فرش ایک طرف کو پہلے ہی سے ہٹ گیا ہوا تھا۔ کیٹی اور تھیوسانگ اس سوراخ میں چٹان کے اندر داخل ہو گئے۔ یہ بھی گول چمکیلی دیوار والا ایک خالی کمرہ تھا۔ کمرے کے چمکیلے فرش پر ان کے پاؤں ٹک گئے۔

کیٹی نے اوپر دیکھا۔ زرد روشنی واپس چلی گئی اور چھت والا سوراخ اپنے آپ بند ہو گیا۔ وہ کمرے میں بند ہو کر رہ گئے۔ کیٹی نے دیواروں کو غور سے ہاتھ لگا کر دیکھا۔

وہاں کوئی دروازہ نہیں تھا۔

"میرا خیال ہے تھیوسانگ یہ وہی سیارہ ہے جہاں ناگ کے کہنے کے مطابق یہ لوگ ماریا کو لے کر آئے تھے۔"

تھیوسانگ کہنے لگا۔

"یہ اچھی بات ہے۔ ہم ماریا کے قریب تو پہنچ گئے اس طرح سے۔"

"لیکن ہم بھی ماریا کی طرح یہاں پھنس گئے ہیں۔" کیٹی نے نا امید ہو کر کہا۔

تھیوسانگ بولا۔

"ہم ماریا کو لے کر یہاں سے بھاگنے کی پوری کوشش کریں گے کیٹی۔ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ ایک جگہ دیوار میں خفیہ دروازہ بن گیا۔ دو سیاہ نقاب پوش جن کے سروں میں سے سینگ نکلے ہوئے تھے۔ خلائی گنیں لیے نمودار ہوئے۔ وہ تیزی سے ایک طرف دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کی گنوں کا رخ کیٹی اور تھیوسانگ کی طرف تھا۔ اب ایک اونچا لمبا، لمبے کانوں والا نقاب پوش اندر داخل

ہوا۔ اس کے سر پر بھی سینگ تھا۔ اس کے پیچھے اس کے دو باڈی گارڈ بھی تھے۔ یہ وہی شیطانی لیڈر تھا جس نے پہلے ماریا کو اوپر منگوایا تھا اور اب کیٹی اور تھیوسانگ کو بھی اغوا کروا لیا تھا۔

اس نے آتے ہی اشارہ کیا۔

اس کے اشارے پر دو خلائی گارڈ آگے بڑھے اور انہوں نے کیٹی اور تھیوسانگ کی گردنوں پر خلائی گنوں کی نالیاں لگا دیں اور آگے چلنے کو کہا۔ کئی سرنگ نما گول نالیوں میں سے گزار کر کیٹی اور تھیوسانگ کو ایک کافی کشادہ گول کمرے میں لایا گیا۔ یہاں ایک گول شیشے کی چوکی پر زرد رنگ کی چمکیلی کرسی رکھی تھی۔ خلائی سپاہی قطار باندھے کرسی کے دائیں بائیں کھڑے تھے۔ کیٹی اور تھیوسانگ کو شیشے کی چوکی کے سامنے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا کر دیا گیا۔ شیطانی لیڈر نے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا۔

سامنے دیوار میں ایک دروازہ اپنے آپ کھل گیا اور خلائی گارڈ کا ایک نقاب پوش دستہ نمودار ہوا۔ اچانک کیٹی اور تھیوسانگ کو ماریا کی خوشبو آئی۔ کیٹی نے تھیوسانگ کی طرف دیکھا۔ جیسے کہہ رہی ہو کہ یہ تو ماریا کی خوشبو ہے۔ تھیوسانگ نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کیٹی کو خاموش رہنے کا اشارہ

کیا۔

اب انہوں نے دیکھا کہ شاندار زرق برق لباس میں ماریا سر پر زرد رنگ کا ہیرے جواہرات والا تاج رکھے شاہانہ انداز میں چلی آ رہی ہے۔ کیٹی اور تھیوسانگ ماریا کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔ انہیں یقین تھا کہ اگر ماریا یہاں کی ملکہ بن چکی ہے تو اب اِن کی زندگیوں کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

ماریا کرسی پر بیٹھ گئی۔ شیطانی لیڈر آگے بڑھ کر ذرا سا جھکا اور بولا۔

"ہمارے دشمن قیدی حاضر ہیں۔ ان کے بارے میں حکم دیا جائے۔"

ماریا، کیٹی اور تھیوسانگ کو غضبناک نظروں سے تک رہی تھی۔ اس کی یادداشت چونکہ کھو چکی تھی اس لیے ماریا نے کیٹی اور تھیوسانگ کو بالکل نہیں پہچانا تھا۔ وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ یہ دونوں اس کے دشمن ہیں۔ اس نے غصّہ بھری آواز میں کہا۔

"ان دشمن قیدیوں نے ہمارے قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ ان کو چیمبر ۹ میں لے جایا جائے یہ ہمارا حکم ہے۔"

اس حکم کے ساتھ ہی چار خلائی گارڈ آگے بڑھے اور

انہوں نے کیٹی اور تھیوسانگ کے ہاتھ باندھنے شروع کر دیئے۔ کیٹی نے چلّا کر کہا۔

"ماریا! ماریا! ہم تمہارے ساتھی ہیں۔ ہمیں پہچانو مَیں کیٹی ہوں۔"

ماریا نے غضب ناک ہو کر کہا۔

"خاموش! تم ہمارے دشمن ہو اور ہم اپنے دشمنوں کے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔"

کیٹی نے تھیوسانگ کی طرف دیکھا۔

"ماریا کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ ہمیں پہچان ہی نہیں رہی۔"

تھیوسانگ نے آہستہ سے کہا۔

"صبر سے کام لو کیٹی۔ ماریا کی یادداشت ختم کر دی گئی ہے۔ اب ہم کچھ نہیں کر سکتے؟"

خلائی گارڈ کیٹی اور تھیوسانگ کو لے کر ہال کمرے سے باہر نکل گئے۔ کیٹی اور تھیوسانگ کو جس کمرے میں لایا گیا وہ کسی ہسپتال کا آپریشن روم لگتا تھا۔ دیواروں کے ساتھ میڈیکل آلات لگے تھے۔ چھت پر سرچ لائٹ جل رہی تھی۔ نیچے دو آپریشن ٹیبل پڑے تھے۔ کونے میں شیشے کے

سلنڈر پڑے تھے۔ کیٹی اور تھیوسانگ کو آپریشن ٹیبل پہ الگ
الگ لٹا کر باندھ دیا گیا۔ اس کے بعد یہ لوگ وہاں سے چلے
گئے۔

کیٹی نے گھبراہٹ سے کہا۔

"تھیوسانگ! یہ لوگ ہمارا آپریشن کرنے والے ہیں
اب کیا ہوگا؟"

تھیوسانگ نے کہا۔

"میں اپنی خاص طاقت استعمال کرتا ہوں"

اس نے ایک آنکھ بند کر کے اپنے جسم کو انگلی لگائی مگر
یہ دیکھ کر اسے سخت مایوسی ہوئی کہ اس کا جسم چھوٹا نہیں ہوا
تھا۔ اس کی طاقت ابھی تک واپس نہیں آئی تھی۔ اس نے
مایوسی سے کہا۔

"کیٹی! میری خاص طاقت جواب دے چکی ہے اس
سیارے کی فضا میں میری طاقت کا کوئی اثر نہیں
ہو رہا"

کیٹی نے پورا زور لگایا مگر وہ بھی گلاس فائبر کے ان تسموں
کو توڑ نہ سکی جن سے اس کے جسم کو سٹریچر کے ساتھ
باندھا گیا تھا۔ اب تھیوسانگ نے زور لگایا۔ وہ بھی اپنے
آپ کو آزاد کرانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

گھبرا کر بولا۔

"میری یہ کوشش بھی ناکام ہو گئی ہے کیٹی۔ معلوم
ہوتا ہے ہماری موت قریب ہے"

کیٹی خاموش سی ہو گئی۔ تھیوسانگ بولا۔

"ان کے آپریشن کمپیوٹر بتا دیں گے کہ اگر میری انگلی
کاٹ دی جائے تو میں مر جاؤں گا"

"ایسا نہ کہو تھیوسانگ۔ اگر یہ بات ہے تو یہ میری
زندگی کا راز بھی معلوم کر لیں گے۔ یہ بھی خلائی لوگ
ہیں۔ ہماری ساری کمزوریاں بہت جلد ان کو معلوم
ہو جائیں گی"

اتنے میں آپریشن روم کا دروازہ کھلا اور چار سفید پوش
خلائی آدمی داخل ہوئے۔ یہ خلائی سرجن تھے۔ ان کے پیچھے
چار ان کے اسسٹنٹ سرجن تھے۔ انہوں نے آتے ہی سرجری کے
آلات والا ٹیبل تھیوسانگ اور کیٹی کے سٹریچروں کے درمیان
کر دیا اور سب سے پہلے تھیوسانگ کے سینے پر سے قمیض
ہٹا کر اس کا سینہ ننگا کر دیا۔

تھیوسانگ تو خوف سے لرز گیا۔ یہ کم بخت اس کا سینہ چاک
کرنے والے تھے۔ کیٹی بھی پریشان ہو گئی۔ کیونکہ اس کے
بعد کیٹی کی باری تھی۔ اس کا ذہن تیزی سے کام کرنے

لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس مصیبت سے کس طرح نجات حاصل کرے۔

اچانک اسے اپنی چٹکی کا خیال آ گیا۔ اگرچہ چٹکی بجائے ایک عرصہ ہو چکا تھا اور اس کے بجانے میں خطرہ تھا کہ وہ نہ جانے کون سی شکل اختیار کر جائے۔ مگر اس وقت ان کی جان پہ بنی ہوئی تھی۔ دونوں کی زندگیاں موت کی دہلیز پر پہنچ چکی تھیں۔ کیٹی کو ہر حال میں یہ خطرہ مول لینا ہی تھا چنانچہ اس نے شیطانی لیڈر کا ذہن میں سوچ کر چٹکی بجا دی۔ چٹکی کی آواز پر خلائی سرجنوں نے کیٹی کی طرف دیکھا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کیٹی کے سٹریچر پہ کیٹی کی بجائے ان کا شیطانی لیڈر جکڑا ہوا پڑا تھا۔

کیٹی کے کنوئیں والے جن دوست نے کیٹی کی مدد کی تھی اور اسے چٹکی بجاتے ہی شیطانی لیڈر کی شکل میں تبدیل کر دیا تھا۔ کیٹی نے غصیلی آواز میں کہا۔

”کم بختو یہ تم نے مجھے یہاں کیوں جکڑ رکھا ہے؟“

کیٹی کی آواز بھی مردانہ ہو گئی تھی۔

سرجن تو دنگ ہو کر رہ گئے تھے۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹے۔ تھیوسانگ کو انہوں نے وہیں چھوڑ دیا اور تیزی سے شیطانی لیڈر

کے چمڑے کے تسمے کھول دیئے۔ تھیوسانگ بھی کیٹی شیطانی لیڈر کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا تھا۔ کیٹی شیطانی لیڈر کے نقاب میں تھی اور پوری اونچا لمبا مرد بن چکی تھی۔ یہ تماشہ تھیوسانگ بھی پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ کیٹی نے اسے اپنی چٹکی کے بارے میں کئی بار بتایا تھا کہ چٹکی بجائے پر وہ کسی بھی ایسے شخص کی شکل میں آ سکتی ہے جس کا اس کے ذہن میں زیادہ خیال ہو۔ مگر پچھلے دنوں اس کے ساتھ اکثر ایسا ہوا تھا کہ چٹکی بجانے سے اگر اس کی شکل مرد کی بن گئی تو دھڑ عورت ہی کا رہ گیا تھا۔ اس مضحکہ خیز صورت حال سے بچنے کے لیے کیٹی نے فیصلہ کر لیا ہوا تھا کہ وہ کبھی چٹکی نہیں بجائے گی۔ مگر اب ان کی زندگی اور موت کا سوال تھا چنانچہ اس لیے کیٹی کو چٹکی بجانے کا خطرہ مول لینا پڑ ہی گیا۔ چٹکی بجانے سے وہ شیطانی لیڈر کی شکل میں آ گئی تھی۔ اگرچہ اصلی شیطانی لیڈر اس خلائی کمپلیکس میں اپنے خاص کمرے میں موجود تھا مگر کیٹی اس کی نقلی شکل میں آپریشن روم میں بھی موجود تھی۔

خلائی سرجن نے شیطانی لیڈر یعنی کیٹی کے آگے ادب سے جھک کر کہا۔

”باس! آپ یہاں کیسے آ گئے؟“

کیٹی نے مردانہ آواز میں چیخ کر کہا۔

"حرام خور! یہی بات تو میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ تم نے اس دشمن لڑکی کی جگہ مجھے کیوں باندھ کر رکھ دیا۔ اسے تلاش کرو۔ وہ کہاں غائب ہو گئی ہے؟"

خلائی سرجن باہر کو بھاگے

○

خطرناک طلسمی روشنی

آپریشن روم خالی رہ گیا

تھیو سانگ نے بے تابی سے کہا

"کیٹی یہ تم ہی ہو ناں۔ کہیں تم اصلی شیطانی لیڈر تو نہیں ہو؟"

کیٹی نے مردانہ آواز میں کہا

"تھیو سانگ بھائی میں کیٹی ہی ہوں۔ میں نے اس چٹکی کو آزمایا تھا جس کا ذکر میں تم سے اکثر کیا کرتی تھی۔ میرے جن دوست نے میری مدد کی ہے اس بار اُس نے میرے ساتھ کوئی مذاق نہیں کیا لیکن ہمیں یہاں سے فوراً نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے اصلی شیطانی لیڈر کو پتہ چل جانے گا"

کیٹی نے جلدی سے تھیو سانگ کے جسم کے گرد بندھے ہوئے تسمے کھول دیے۔ تھیو سانگ اپنی قمیض درست کرتا ہوا سٹریچر سے اٹھ بیٹھا کہنے لگا۔

"ہم کدھر جائیں ہمارے پاس کوئی گن بھی نہیں ہے"

کیٹی دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔
"میرے ساتھ آؤ میں ان کے لیڈر کی شکل میں ہوں
میرا حکم کوئی نہیں ٹال سکے گا"
تھیوسانگ کہا۔
"جب تک اصلی نقلی کا بھانڈا نہیں پھوٹ جاتا ہمیں
یہاں سے نکل کر کسی محفوظ مقام تک پہنچ جانا
چاہیئے"
آپریشن روم کے دروازے کے آگے ایک لمبا——
——برآمدہ تھا۔ جس میں روشنی ہو رہی تھی۔ کیٹی اس وقت
شیطانی لیڈر کی شکل و صورت میں تھی۔ مردانہ قد کاٹھ کے
ساتھ اس کے سر پر سینگ بھی نکلا ہوا تھا اور چہرہ سیاہ
نقاب میں چھپا تھا۔ اس کی نہ صرف شکل بلکہ آواز بھی شیطانی
لیڈر کی آواز میں ڈھل چکی تھی۔ وہ تیز تیز چلتی برآمدے کے
آخری کنارے پر پہنچی تو آگے دو خلائی گارڈ کھڑے تھے۔
اپنے شیطانی لیڈر کو آتے دیکھ کر انہوں نے زور
سے سلیوٹ مارا۔
کیٹی نے بڑی رعب دار آواز میں کہا۔
"اپنی خلائی گنیں ہمیں دے دو۔ دشمن عورت فرار
ہو گئی ہے۔ جاؤ۔ اسے جا کر تلاش کرو"

خلائی گارڈ اپنے لیڈر کا حکم کیسے ٹال سکتے۔ انہوں نے فوراً
اپنی خلائی گنیں بڑے ادب سے شیطانی لیڈر یعنی کیٹی کو پیش
کر دیں۔ مگر وہ تھیوسانگ کو کچھ شک کی نظروں سے دیکھ رہے
تھے۔ کیٹی نے ان کی کوئی پرواہ نہ کی اور ایک خلائی گن خود
لے لی۔ دوسری تھیوسانگ کو دے دی اور کہا۔
"میرے ساتھ آؤ"
خلائی گارڈ ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ گئے اور کیٹی
——کیٹی اپنے ساتھی تھیوسانگ کو لے کر ایک کھلے دروازے
میں داخل ہو گئی۔ یہاں دوسری بار انہیں ماریا کی خوشبو آئی۔
کیٹی نے کہا۔
"تم نے ماریا کی خوشبو محسوس کی تھیوسانگ؟"
"ہاں—— خوشبو کافی تیز ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ
وہ یہیں کسی جگہ موجود ہے"
یہ کہہ کر تھیوسانگ نے کمرے میں شمال کی طرف
دیکھا۔ اس کمرے میں ہلکا اندھیرا تھا۔ شمال کی طرف دیوار میں درز
سی بنی ہوئی تھی جس میں سے مدھم روشنی آ رہی تھی۔ وہ دونوں
لپک کر اس درز کے پاس گئے۔ یہاں انہیں دوسری طرف سے
آوازیں آئیں۔ کیٹی اور تھیوسانگ نے درز کے ساتھ آنکھیں
لگا دیں۔

دوسری طرف انہوں نے دیکھا کہ اصلی شیطانی لیڈر نقاب پہنے ماریا پہ جھکا ہوا ہے۔ ماریا کے سر پر تاج ہے۔ وہ سٹریچر پر لیٹی ہے۔ اس کے پاس چار خلائی گارڈ کھڑے ہیں۔ ماریا بے ہوش ہے۔ شیطانی لیڈر کے ہاتھ میں ایک لمبا چاقو ہے۔ وہ ماریا کے جسم میں چاقو گھونپنے ہی لگا تھا کہ اچانک سامنے والا دروازہ کھلا اور دونوں خلائی سرجن وہاں داخل ہوئے۔ وہ گھبرائے ہوئے تھے۔ انہوں نے آتے ہی کہا۔

"باس! کیٹی ابھی تک نہیں ملی۔ وہ مفرور ہے۔"

شیطانی لیڈر نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا اور غرا کر کہا۔

"وہ کیسے فرار ہو گئی؟"

ایک خلائی سرجن نے گھبراہٹ ملی آواز میں کہا۔

"باس! آپ کے سامنے ہی تو وہ غائب ہوئی تھی۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔" شیطانی لیڈر گرجا۔

خلائی سرجن شیطانی لیڈر کے بارے میں یہی سمجھ رہے تھے کہ وہ کیٹی کی جگہ سٹریچر پر نمودار ہو گیا تھا اور کیٹی فرار ہو گئی تھی۔

اصلی شیطانی لیڈر نے چاقو میز پہ رکھ دیا۔ وہ کیٹی کے فرار سے پریشان تھا۔

اس نے کہا۔

"ماریا کا آپریشن تم مکمل کرو گے۔ میں کیٹی کا کھوج لگانے جا رہا ہوں۔ وہ فرار ہو گئی تو ہمارا سارا تجربہ ادھورا رہ جائے گا۔"

یہ کہہ کر اصلی شیطانی لیڈر کمرے سے تیز تیز قدم اٹھاتا باہر نکل گیا۔ دونوں سرجن بے ہوش ماریا کے سٹریچر کے اردگرد آ کر کھڑے ہو گئے۔

کیٹی نے کہا۔

"اب مجھے اندر جانا ہو گا۔ نہیں تو خدا جانے وہ ماریا کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ تم اسی جگہ چھپ جاؤ۔ میں تمہیں یہاں سے لے لوں گی۔"

کیٹی شیطانی لیڈر کے روپ میں تیزی سے قدم اٹھاتی باہر نکل کر راہ داری میں آ گئی۔ وہ ادھر سے چکر لگا کر اس کمرے کے پاس آ گئی جہاں ماریا کے جسم کا چیر پھاڑ ہونے والا تھا۔ یہاں ایک خلائی سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ اس نے شیطانی لیڈر کو دیکھا تو ایک دم اٹین شن ہو گیا۔ اس کے سامنے ابھی ابھی شیطانی لیڈر آپریشن روم سے نکل کر گیا تھا۔ اب پھر اسے آتا دیکھ کر اٹین شن ہو گیا تھا۔

شیطانی لیڈر یعنی کیٹی کمرے میں داخل ہو گئی۔

عین اس وقت خلائی سرجن چاقو سے بے ہوش ماریا کے

سینے میں شگاف ڈالنے ہی والا تھا۔ شیطانی لیڈر کو واپس آتے
دیکھ کر خلائی سرجن نے کہا۔

"باس! آپ آ گئے؟ کیٹی کا کوئی سراغ ملا؟"

کیٹی نے کہا۔

"میں نے گارڈ اس کی تلاش میں روانہ کر دی ہے
ماریا کا آپریشن شروع کیا کہ نہیں؟"

خلائی سرجن بولا۔

"باس! شروع کرنے لگا ہوں۔"

کیٹی شیطانی لیڈر کے روپ میں تھی۔ اسے کوئی پہچان نہیں سکتا
تھا۔ کیونکہ اس میں اور شیطانی لیڈر میں ذرا سا بھی فرق
نہیں تھا۔ کیٹی نے ہاتھ اپنے سیاہ لبادے سے باہر نکال کر کہا۔

"ٹھہرو۔ میں ماریا سے اس کے غائب ہونے کا راز
کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ اسے ہوش
میں لاؤ۔"

شیطانی لیڈر کے حکم کے آگے کون انکار کر سکتا تھا۔ وہ تو
اس سیارے کا مالک تھا۔ خلائی سرجن نے اسی وقت ماریا کو
ایک ٹیکہ لگایا۔ ماریا ہوش میں آ گئی۔ اس کی یادداشت ابھی
واپس نہیں آئی تھی۔ کیونکہ اس کا زرد تاج ابھی تک اس کے سر
پر تھا۔

ہوش میں آتے ہی اس نے اپنے پاس شیطانی لیڈر اور خلائی
سرجنوں کو دیکھا تو بولی۔

"اب میری طبیعت بالکل ٹھیک ہے۔"

کیٹی کو معلوم ہوا کہ شیطانی لیڈر کے حکم سے ماریا کو ایک ایسی
دوا پلا دی گئی تھی جس سے اس کے سر میں شدید درد ہونے
لگا۔ اس کے درد کا علاج کرنے کے بہانے خلائی سرجنوں نے اسے
بے ہوش کر کے آپریشن روم میں ڈال دیا اور شیطانی لیڈر
کے حکم سے اس کا آپریشن کرنے والے تھے تاکہ اس کے سینے
سے اس کا دل نکال کر شیشے کے گلاس میں ڈال کر تجربہ کیا جا
سکے۔

خلائی سرجن نے ماریا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"آپ کا علاج کامیاب رہا ملکہ۔"

شیطانی لیڈر یعنی کیٹی نے ماریا کی طرف ذرا سا جھک کر
کہا۔

"ملکہ! ابھی آپ اسی جگہ کچھ دیر آرام کریں۔"

پھر اس نے دونوں خلائی سرجنوں اور خلائی گارڈ کو حکم
دیا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔

"ہم ملکہ سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

خلائی لیڈر کا حکم سنتے ہی دونوں خلائی سرجن اور خلائی گارڈ

سلیوٹ کر کے وہاں سے چلے گئے۔ جب کمرہ خالی رہ گیا تو کیٹی
نے ماریا سے کہا۔

"ماریا! کیا تمہیں کچھ یاد ہے کہ تمہارے دوست عنبر
ناگ کیٹی ہوا کرتے تھے؟"

کیٹی چونکہ شیطانی لیڈر کی شکل میں تھی اور اور اسے یہ بھی
معلوم تھا کہ ماریا اپنی یادداشت کھو چکی ہے اس لیے وہ اسے
یہ کہہ کر کہ میں کیٹی ہوں خطرہ مول لینا نہیں چاہتی تھی۔ اسے ڈر
تھا کہ ماریا کہیں شور نہ مچا دے کہ یہ شیطانی لیڈر اصلی نہیں
بلکہ نقلی ہے۔

ماریا نے شیطانی لیڈر یعنی کیٹی کا جملہ سُن کر تلخ آواز
میں کہا۔

"تم کس عنبر ناگ کیٹی کی بات کر رہے ہو میں
کسی کو نہیں جانتی۔ میں سیارے کی ملکہ ہوں۔
دیوی ہوں"

کیٹی سمجھ گئی کہ ماریا کی یادداشت واپس نہیں آ رہی۔
مصیبت یہ تھی کہ جب اس کی یادداشت واپس نہیں آتی
اسے ساتھ لے جانا مشکل تھا۔ وہ تو شور مچا دیتی کہ یہ لوگ
مجھے اغوا کر رہے ہیں۔

اچانک کیٹی کو خیال آیا کہ ماریا کے سر پر اس وقت بھی

تاج کیوں ہے جبکہ وہ سٹریچر پر لیٹی ہوئی ہے۔ کہیں اسی تاج
کی وجہ سے تو ماریا کی یادداشت غائب تو نہیں ہو گئی؟

وقت گزرتا جا رہا تھا۔ اصلی شیطانی لیڈر کسی بھی وقت
واپس آ سکتا تھا۔ کیٹی نے ماریا کے سر کی طرف ہاتھ بڑھا
کر کہا۔

"ملکہ! یہ تاج اتار دیں مجھے آپ کے سر پہ دوا
لگانی ہو گی"

ماریا نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ تم تو خود ہی کہتے تھے کہ
یہ تاج ملکہ کبھی نہیں اُتارا کرتی"

اب تو کیٹی کو یقین ہو گیا کہ یہ سارا قصور اس تاج کا ہی
ہے۔ اس نے جلدی سے کہا۔

"مگر ملکہ اب تاج اُتارنا ضروری ہو گیا ہے"

اس کے ساتھ ہی شیطانی لیڈر یعنی کیٹی نے ماریا کے سر
پر سے تاج اُتارنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ وہ بہت
بُری طرح سے ماریا کے سر پر پھنسا ہوا ہے۔ کیٹی نے دیکھا کہ تاج کے اوپر
ایک لٹو کی طرح کا پیچ لگا ہوا ہے۔ کیٹی نے لٹو کو گھما کر اتار دیا۔

لٹو کے اُترتے ہی ماریا اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کی یادداشت
واپس آ گئی تھی۔ اس نے حیران ہو کر شیطانی لیڈر یعنی کیٹی کی طرف

دیکھا، اور بولی۔

"میں کہاں ہوں؟ یہ ——— یہ کیٹی کی خوشبو کہاں
سے آ رہی ہے؟"

کیٹی بے حد خوش ہوئی۔ اس نے فوراً کہا۔

"ماریا! میں ہی کیٹی ہوں۔ تھیوسانگ بھی میرے
ساتھ ہے۔ وہ ساتھ والے کمرے میں چھپا ہوا
ہے۔"

ماریا شیطانی لیڈر کی شکل کو دیکھ رہی تھی۔

"مگر——مگر تم کیٹی نہیں ہو۔ تم شیطانی لیڈر
ہو۔"

کیٹی نے کہا۔

"ماریا میری شکل پہ نہ جاؤ۔ یہ سارا کرشمہ میری
چٹکی کا ہے۔ اس بار چٹکی نے مجھے دھوکہ نہیں دیا۔
یہ لوگ میرا اور تھیوسانگ کا بھی سینہ چیرنے لگے
تھے کہ میں نے چٹکی آزمانے کا فیصلہ کیا اور شیطانی
لیڈر کی شکل میں آ گئی۔ اگر میں کیٹی نہ ہوتی تو تمہیں
میری خوشبو کیسے آتی؟"

ماریا خوش ہو کر بولی۔

"یہ تم نے ٹھیک کہا۔ تم واقعی کیٹی ہو۔ اب

یہاں سے بھاگو۔ وہ لوگ واپس آ گئے تو مصیبت آ
جائے گی۔"

شیطانی لیڈر یعنی کیٹی نے ماریا کے تاج کو اسی وقت
توڑ ڈالا اور ماریا کو ساتھ لے کر کمرے سے باہر آئی۔ دوسرا
کمرہ ابھی تک خالی تھا۔ اس نے تھیوسانگ کو آواز دی۔

"میں یہاں ہوں۔"

تھیوسانگ اندھیرے کونے میں چھپا ہوا تھا۔ اس نے ماریا
کو ساتھ دیکھا۔ تو بڑا خوش ہوا۔ اور بولا۔

"ماریا کی یادداشت واپس آ گئی کیٹی؟"

ماریا نے کہا۔

"اگر یادداشت واپس نہ آتی تو میں اس کے ساتھ
یہاں کیسے آتی۔"

تھیوسانگ بولا۔

"ماریا! تم کو ملکہ کے لباس میں نے پہلی بار دیکھا
تو مجھے یقین نہیں آیا تھا کہ تم وہی ماریا ہو جو ہمارے
ساتھ غائب رہ کر سفر کرتی ہے۔"

ماریا بولی۔

"اچھا اب ان باتوں کا وقت نہیں۔ جتنی جلدی ہو
سکے یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو۔ اگر پکڑے لیئے

گئے تو پھر یہ لوگ ہمیں ختم کر کے ہی دم لیں گے،،
کیٹی نے کہا۔

،،تم یہاں کے راستوں کو ہم سے بہتر جانتی ہو۔ یہ تمہیں بتانا چاہیئے کہ ہم اب کہاں جائیں ؟،،
ماریا کچھ سوچ کر کہنے لگی۔

،،میرے ساتھ آؤ۔ مگر ایسا کرو کیٹی کہ تم تھیوسانگ کی گردن پر خلائی گن کی نالی لگا دو۔ یہ ظاہر کرو کہ تم نے اسے گرفتار کیا ہے۔ میں تمہارے ساتھ ساتھ چلوں گی،،

کیٹی نے ایسا ہی کیا۔ اس نے خلائی گن تھیوسانگ کی گردن سے لگا کر اسے آگے آگے چلنے کا حکم دیا۔ ماریا نے کیٹی یعنی نقلی شیطانی لیڈر کے ساتھ چلنا شروع کر دیا۔ وہ ایک کشادہ ہال کمرے میں سے گزر رہے تھے کہ وہاں دونوں سرجن تیز تیز قدموں سے آتے نظر آئے۔ شیطانی لیڈر یعنی کیٹی کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک گئے۔ ایک بولا۔

،،باس! آپ کو تو ہم ابھی ابھی دوسرے کمرے میں چھوڑ کر آئے ہیں۔ آپ یہاں ؟،،
کیٹی یعنی نقلی شیطانی لیڈر نے غرا کر کہا۔

،،اندھے ہو۔ دیکھتے نہیں، میں دشمن کو پکڑ کر لا رہا

ہوں ماریا ملکہ نے میری مدد کی ہے۔ تم آپریشن روم جا کر ہمارا انتظار کرو۔ ہم اِس قیدی کو تہہ خانے میں چھوڑ کر ابھی واپس آتے ہیں،،

،،جو حکم باس،،

یہ کہہ کر دونوں سرجن دوسری طرف کو بھاگ گئے۔
کیٹی نے کہا۔

،،ماریا یہی وہ سرجن تھے جو تمہارے سینے کو چاک کرنے والے تھے،،

،،میرے خدا!،، ماریا نے سہم کر کہا۔ ،،میں نہیں جانتی یہ لوگ مجھ پر کیا تجربہ کرنے والے تھے،،
تھیوسانگ بولا۔

،،تمہارا پھر سے غائب ہونا بہت ضروری ہے ماریا،،
ماریا نے کہا۔

،،یہ میرے اختیار میں نہیں۔ یہاں کی فضا کی کرنوں نے مجھ پر اثر کیا ہے کہ میں ظاہر ہو گئی ہوں،،
کیٹی نے کہا۔

،،پہلے یہاں سے نکل چلیں۔ پھر دیکھا جائے گا،،

ماریا انہیں لے کر اس کمپلکس کے کونے والے حصے میں
آ گئی۔ یہاں ایک محرابی دروازہ تھا جس کے باہر چار خلائی
گارڈ پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے اپنے شیطانی لیڈر کو آتے
دیکھا تو فوراً اٹین شن ہو گئے۔

ماریا نے کیٹی کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ان خلائی گارڈز کو
حکم دینا کہ گاڑی لاؤ۔ شیطانی لیڈر بنی کیٹی نے انہیں کرخت
آواز میں کہا۔

"گاڑی لاؤ کم بختو!"

ماریا دل میں ہنسنے لگی۔ کیٹی ان کو کچھ زیادہ ہی ڈانٹ رہی
تھی۔ خلائی گارڈز میں سے ایک گارڈ تیزی سے دیوار کے پاس
گیا۔ ایک بٹن کو دبایا تو ہلکی سی آواز کے ساتھ شیشے کی ایک
بند گول گاڑی دروازے کے اندر آ کر کھڑی ہو گئی۔ ماریا آگے
بڑھی۔

گاڑی کے پاس آتے ہی اس کا دروازہ اپنے آپ کھل
گیا۔ ماریا نے کہا۔

"میرے ساتھ بیٹھ جاؤ اس میں"

کیٹی تھیوسانگ اور ماریا گاڑی میں بیٹھ گئے۔ دروازہ
اپنے آپ بند گیا۔ ماریا نے سامنے لگے ڈائیل پر بنے ہوئے
ایک بٹن کو دبایا۔ گاڑی تیزی سے ایک تاریک سرنگ کے اندر

دوڑنے لگی۔ یہ گاڑی شاید زمین سے ایک فٹ بلند ہو کر سرنگ میں
بھاگ رہی تھی۔ کیونکہ کیٹی اور تھیوسانگ کو معمولی جھٹکا بھی
نہیں لگ رہا تھا۔ ماریا نے انہیں بتایا کہ یہ گاڑی سرنگ کے
اندر بنے ہوئے خلائی ویکیوم میں چلتی ہے اور انہیں لے کر اس
خلائی عمارت کے آخری سٹیشن تک پہنچ جائے گی۔

"اس کے آگے ہمیں کیا کرنا ہو گا؟" تھیوسانگ نے پوچھا۔
ماریا نے کہا۔

"وہاں سے ہم اس منحوس عمارت سے باہر نکل جائیں
گے۔ آگے ایک دلدلی جنگل ہے اس جنگل کے پار ان
لوگوں کا خلائی پیڈ ہے جہاں سے اڑن طشتریاں دوسرے
سیاروں کو جاتی ہیں"

کیٹی نے ماریا کو بتا دیا تھا کہ ناگ ابھی تک نیچے والے
سیارے پر ہی ہے اور انہیں واپس جا کر اپنے ساتھ لے جانا
ہو گا۔ ماریا کہنے لگی۔

"خلائی پیڈ پر بڑا سخت پہرہ ہوتا ہے۔ وہاں تک
ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی اصلی شیطانی لیڈر کو علم
ہو چکا ہو گا کہ کیٹی اس کے بھیس میں ہے اور ظاہر
ہے کہ خلائی پیڈ پر سیکورٹی سخت کر دی جائے
گی۔"

تھیوسانگ بولا۔
"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم یہاں سے ناگ کے
سیارے پر واپس نہیں جا سکیں گے۔"
ماریا نے کہا۔
"ہمیں نا امید نہیں ہونا چاہیئے۔ ہمارا مشن واپس ناگ
کے پاس جانا ہی ہے۔ کوئی نہ کوئی صورت نکل آئے
گی۔ لیکن اس دوران ہمیں کسی خفیہ جگہ اپنے آپ
کو چھپانا ہوگا۔"
خلائی گاڑی کی رفتار مدھم ہو گئی۔
"سٹیشن آ رہا تھا۔ ہوشیار ہو جاؤ۔" ماریا نے کہا۔
کیٹی نے خلائی گن کا رُخ تھیوسانگ کی طرف کر دیا۔
"معاف کرنا تھیو بھائی۔ مجھے مجبوراً یہ فرض ادا
کرنا پڑ رہا ہے۔"
تھیوسانگ بولا۔
"کوئی بات نہیں کیٹی۔ مگر اس گن کا بٹن نہ دبا دینا۔"
"تم کون سے ہلاک ہو جاؤ گے۔"
کیٹی نے ہنس کر کہا۔
خلائی گاڑی رُک گئی۔ یہاں بھی ایک دروازہ تھا۔ جہاں
خلائی گارڈ کھڑے تھے۔ ماریا کو خطرہ تھا کہ کہیں ان لوگوں تک

یہ اطلاع نہ پہنچ چکی ہو کہ یہ لوگ فرار ہو کر آ رہے ہیں انہیں فوراً
گرفتار کر لیا جائے۔ مگر خلائی گارڈ شیطانی لیڈر کیٹی کو دیکھ کر
فوراً اٹین شن ہو گئے۔ انہوں نے سیلوٹ مار کر انہیں سلام کیا۔
ماریا نے اطمینان کا سانس لیا۔
وہ تیزی سے باہر نکل آئے۔
نقلی شیطانی لیڈر نے خلائی گارڈز کی طرف دیکھ کر کہا۔
"اپنی ڈیوٹی پر چوکس رہنا۔ خبردار کوئی اِدھر اُدھر آنے
نہ پائے۔"
یہ کہہ کر وہ ماریا کے پیچھے چل پڑی۔
وہ ایک لمبی سرنگ میں سے نکل کر خلائی عمارت کے باہر
آ گئے۔ باہر ابھی تک رات کا سماں تھا۔ پھیکا پھیکا اندھیرا چاروں
طرف پھیلا تھا۔ اس اندھیرے میں انہیں کچھ فاصلے پر دلدلی جنگل
کے عجیب و غریب درخت بھوتوں کی طرح نظر آ رہے تھے۔
ماریا ان کے آگے آگے تھی۔ وہ جنگل میں داخل ہو گئے۔
یہاں اور زیادہ اندھیرا ہو گیا۔ لیکن خلائی مخلوق ہونے کی وجہ
سے کیٹی اور تھیوسانگ اس اندھیرے میں بھی دیکھ سکتے تھے۔
فضا میں نہ سردی تھی نہ گرمی —— دلدل کی مرطوب بُو آ رہی
تھی۔ ماریا انہیں گائیڈ کرنے لگی۔ اس نے کہا۔
"یہ دلدل اوپر نیچے ہوتی رہتی ہے۔ جیسے سانس لے

رہی ہو۔ یہاں کی مخلوق کا کہنا ہے کہ یہ دلدل اتنی
گہری ہے کہ اس میں دس منزلہ عمارت بھی ڈوب
جائے۔ ہمیں احتیاط سے کام لینا ہوگا۔"
تھیوسانگ نے انہیں بتایا کہ اس سیارے کی دلدل لاکھوں
برس پرانی ہو سکتی ہے۔
"ابھی اس سیارے میں توڑ پھوڑ کا عمل جاری
ہے۔"
جنگل میں جو درخت تھے وہ کافی اونچے اور گھنے تھے
مگر ان پر کوئی پرندہ نہیں تھا۔ ان پر جنگلی جھاڑیاں چڑھی ہوئی
تھیں۔ جگہ جگہ اونچی گھاس ان کا راستہ روک رہی تھی۔ جب وہ
جنگل کے درمیان میں پہنچے تو انہیں ایسی آواز سنائی دی جیسے
کوئی بہت بڑا عفریت زمین پر پڑا لمبے لمبے سانس لے رہا ہو۔
کیٹی نے کہا۔
"یہ کوئی جنگلی درندہ ہے۔"
ماریا نے کہا۔
"یہ جنگلی درندے کی آواز نہیں ہے۔ بلکہ دلدل کی آواز
ہے۔ دلدل سانس لے رہی ہے۔"
وہ پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہے تھے۔ دلدل کی مرطوب
بو تیز ہو گئی تھی۔ اس میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی بو تھی۔ جنگل کی

ایک پگڈنڈی پر سے گزر کر وہ دوسری طرف آئے تو انہیں سامنے
ایک گول میدان میں سیاہ زمین سمندر کی لہروں کی طرح اوپر
نیچے ہوتی نظر آئی۔ اندھیرے میں یہ زمینی لہریں بڑی بھیانک
لگ رہی تھیں۔
"یہی دلدل ہے۔" ماریا نے کہا۔
دلدل والی سیاہ بلبلی زمین اوپر نیچے ہوتی تو سانس لینے
کی لمبی اور گہری آواز بلند ہوتی۔ سیاہ دلدل کو چکراتے دیکھ
کر تھیوسانگ ذرا پیچھے ہٹ گیا۔
"ایسی خوفناک دلدل میں نے آج تک کسی سیارے
پر نہیں دیکھی۔"
وہ بڑی احتیاط سے قدم اٹھاتے دلدلی میدان کے پہلو
سے ہو کر آگے نکل گئے۔ آگے کچھ دور جا کر پھر ایک دلدلی
ٹکڑا آیا۔ یوں تین چار جگہوں پر سے دلدلوں کو عبور کرتے ہوئے
وہ جنگل کے دوسرے کنارے پہنچ گئے۔
سامنے گول پہاڑیوں کے درمیان ایک پیالے کی طرح کی
جگہ بنی ہوئی تھی، جہاں کہیں کہیں زرد اور سبز روشنیاں چمک
رہی تھیں۔ ماریا نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
"یہ اس سیارے کی مخلوق کا خلائی پیڈ ہے یہاں
سامنے والی پہاڑی کے اندر اڑن طشتریاں موجود

ہیں۔"

کیٹی کہنے لگی۔

"اگر ہم کسی نہ کسی طرح اُڑن طشتری تک پہنچ بھی گئے تو اسے ہم ناگ کے سیارے تک کیسے لے جائیں گے؟"

ماریا نے کہا۔

"یہ اُڑن طشتری کے اندر جا کر دیکھا جائے گا ابھی تو ہمیں سیکورٹی گارڈز کو جل دے کر اندر گھسنے کا مسئلہ درپیش ہے جو اتنا آسان نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اصلی شیطانی لیڈر کو علم ہو چکا ہو گا کہ ایک نقلی شیطان اس کی شکل بنا کر چل پھر رہا ہے۔"

تھیوسانگ نے کہا۔

"وجہ کچھ بھی ہو، ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر کچھ وقت اور گزر گیا تو پھر ہمارا یہاں سے نکلنا بالکل ہی ناممکن ہو جائے گا۔"

کیٹی جو شیطانی لیڈر کی شکل میں تھی کہنے لگی۔

"ماریا۔ یہ مخلوق تمہیں اپنی ملکہ کی حیثیت سے پہچانتی ہے اور تمہارا ادب کرتی ہے۔ میں شیطانی لیڈر کی شکل میں ہوں۔ اگر انہیں میری اطلاع پہنچ بھی گئی ہو گی تو میں یہی کہوں گی کہ میں اصلی شیطانی لیڈر

ہوں۔ باقی رہ گیا تھیوسانگ کا معاملہ — تو اس کو ہم ایک قیدی کی حیثیت سے اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

ماریا نے کچھ سوچ کر کہا۔

"کہنے کو تو یہ اسکیم بالکل ٹھیک ہے لیکن آگے جا کر کیا ہوتا ہے؟ اس کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔"

تھیوسانگ بولا۔

"ہمیں آگے بڑھنا چاہیئے۔"

چنانچہ انہوں نے خلائی پیڈ کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ وہاں سے خلائی پیڈ کا اونچا خاردار گیٹ زیادہ دور نہیں تھا۔ گیٹ کے باہر دو خلائی گارڈ لمبی لیزر گنیں تھامے پہرہ دیتے رہتے تھے۔ شیطانی لیڈر یعنی کیٹی نے کہا۔

"ہوشیار ہو جاؤ۔ ہم ممنوعہ علاقے میں داخل ہو رہے ہیں۔"

جونہی وہ گیٹ کے پاس پہنچے ان کے جسم کی شعاعوں کی وجہ سے گیٹ پر لگا ہوا سیکورٹی سرخ بلب تیز تیز جلنے بجھنے لگا۔ سیکورٹی گارڈ گنیں لے کر ماریا اور کیٹی وغیرہ کی طرف دوڑے۔ کیٹی نے وہیں سے آواز دی۔

"رُک جاؤ۔ میں تمہارا لیڈر ہوں۔"
مگر گارڈ نے خلائی گنوں کا رُخ اِن کی طرف کر کے انہیں گھیرے میں لے لیا۔

"تم نقلی لیڈر ہو۔ تمہارے بارے میں ہمیں اطلاع مِل چکی ہے۔ خبردار اگر فرار ہونے کی کوشش کی تو یہیں بھسم کر دیئے جاؤ گے۔ گیٹ کی طرف چلو۔"

ماریا نے بڑے رُعب سے کہا۔

"میں تمہاری ملکہ ہوں۔ کیا تم مجھے بھی نہیں پہچانتے؟"
خلائی گارڈ بولا۔

"ہمیں لیڈر کی طرف سے حکم مِلا ہے کہ ان دونوں دشمن قیدیوں کے ساتھ تمہیں بھی گرفتار کر لیا جائے۔"

اس کے ساتھ ہی دوسرے گارڈ نے خطرے کا الارم بجا دیا۔ خلائی ہیڈ کی عمارتوں میں روشنیاں جل اُٹھیں اور شور سا مچ گیا۔ کیٹی سمجھ گئی کہ ہم پھنس گئے ہیں۔ کوئی خطرناک قدم اُٹھانا ہی پڑے گا۔

اس کے ہاتھ میں خلائی گن تھی۔ گارڈ نے حکم دیا۔
"گن پھینک دو۔"

مگر گن پھینکنے کی بجائے کیٹی نے اس پر فائر جھونک دیا۔ شعاع سیدھی گارڈ کے سینے پر جا کر لگی اور وہ پھک کی آواز کے ساتھ جل کر بجھ گیا۔

دوسرے گارڈ نے کیٹی پر فائر کر دیا مگر کیٹی نے پہلے ہی سے اس کا بچاؤ کر لیا تھا۔ اور وہ زمین پر لیٹ گئی تھی۔ زمین پر لیٹتے ہی اس نے دوسرا فائر کیا جس سے دوسرا خلائی گارڈ بھی ملک عدم کو سدھار گیا۔

ماریا چلائی۔

"یہاں سے واپس جنگل کی طرف بھاگو۔ وہ لوگ آ رہے ہیں۔"

خلائی ہیڈ میں خطرے کے الارم کے بجتے ہی خلائی سپاہی گیٹ کی طرف بھاگے۔ اِن پر پیچھے سے دو چار فائر ہوئے۔ ایک فائر کیٹی کے شانے پر لگا مگر یہ شعاع اس پر اثر نہ کر سکی۔ خلائی سپاہیوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ ماریا کیٹی اور تھیوسانگ بے تحاشا بھاگے جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ جنگل کے اندھیرے میں گم ہو گئے۔

○

سانس لیتی دلدل

وہ جنگل کے اندھیرے میں بھاگتے جا رہے تھے۔

ان کے پیچھے خلائی سپاہی ان کا برابر تعاقب کرتے چلے آ رہے تھے۔ اپنے پیچھے انہیں درختوں میں ٹارچ کی روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ یہ روشنیاں خلائی سپاہی ڈال رہے تھے۔ ماریا انہیں جنگل کے جنوب کی طرف لے جا رہی تھی۔ اس جنگل میں ایک خفیہ راستہ تھا جو آگے جا کر اس سیارے کے ایک دریا پر نکل جاتا تھا۔ ماریا کو اس راستے کا علم تھا۔ وہ اسی راستے پر جا رہی تھی۔ بھاگتے بھاگتے کیٹی نے کہا۔

"میں چٹکی بجاتی ہوں، ہو سکتا ہے میں کوئی ایسی شکل اختیار کر لوں۔ جس سے یہ لوگ ڈر جائیں۔"

ماریا نے فوراً اسے ڈانٹ دیا۔

"خبردار جو تم نے چٹکی بجائی۔ پہلے ہی تمہاری چٹکی نے کافی پریشان کر رکھا ہے۔"

کیٹی نے تنک کر جواب دیا۔

"لیکن میری چٹکی کی وجہ سے تم بھی تو بچ گئی ہو۔"

"مگر اب تو ہم تینوں مشکل میں پھنس گئے ہیں۔" ماریا نے کہا۔

تھیوسانگ دوڑتے ہوئے بولا

"تم کیوں عورتوں کی طرح جھگڑنے لگی ہو۔ دشمن ہمارے پیچھے لگا ہے۔ ماریا۔ وہ تمہارا خفیہ راستہ کہاں ہے؟"

ماریا نے کہا۔

"آگے ہے۔ میرے پیچھے بھاگتے چلو۔"

خلائی سپاہی پیچھا کر رہے تھے۔ ایک دو بار انہوں نے خلائی گن کا فائر بھی کیا۔ جس سے ایک درخت میں آگ لگ گئی اور جنگل میں کچھ روشنی ہو گئی۔ وہ دلدل سے بچ کر بھاگ رہے تھے۔ خلائی سپاہی بھی ان دلدلوں سے خوب واقف تھے اور بڑی احتیاط سے تعاقب کر رہے تھے۔ جھاڑیوں، ٹیلوں اور اونچی نیچی جگہوں سے گزرنے کے بعد ماریا اپنے ساتھیوں کو لے کر ایک تنگ گھاٹی میں آگئی جس کی دونوں جانب اور پیچھے پہاڑوں کی دیوار تھی۔ یہاں کافی اندھیرا تھا۔ ماریا نے کہا۔

"رُکنا بالکل نہیں کیٹی"

خلائی سپاہیوں کی آوازیں دُور ہو گئیں تھیں۔ تھیوسانگ بولا۔

"معلوم ہوتا ہے ہم دشمن کے چنگل سے نکل آئے ہیں"

ماریا نے کہا۔

"نکل نہیں آئے۔ بلکہ یوں کہوں کہ ہم نے راستہ بدل لیا ہے۔ وہ تو سارے کے سارے جنگل کو گھیرے میں لے چکے ہوں گے"

کیٹی نے کہا۔

"وہ تمہارا خفیہ راستہ کہاں ہے؟"

ماریا نے کہا۔

"اس گھاٹی کو پار کرنے کے بعد آئے گا"

گھاٹی کافی لمبی تھی۔ دوڑتے دوڑتے آخر انہوں نے گھاٹی پار کر لی۔

اب اِن کے سامنے ایک سیاہ چٹیل پہاڑ کھڑا تھا۔ جس کے دامن میں سانپ کی طرح کے بے شمار جنگلی پودے پھن اُٹھائے کھڑے تھے۔ ماریا نے کہا۔

"اِن ناگ یعنی پودوں سے بچ کر گزرنا۔ اگر اِن

سے جسم ٹکرا گیا تو آگ بھڑک اُٹھے گی"

وہ پھونک کر قدم اُٹھاتے اِن خطرناک آتشی پودوں کے بیچ میں سے گزر گئے۔ آگے ایک غار منہ پھاڑے نظر آیا۔

"یہی وہ غار ہے جس میں سے خفیہ راستہ دوسری طرف دریا کو جاتا ہے۔ میرے ساتھ آجاؤ"

وہ تینوں اس اندھیرے غار میں داخل ہو گئے۔

غار میں اس قدر تاریکی تھی کہ انہیں بھی بہت کم دکھائی دے رہا تھا۔ وہ غار کی دیوار کے ساتھ لگ کر آگے بڑھتے چلے گئے۔ یہاں فرش پر پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ غار پہاڑ کے نیچے اندر ہی اندر چکر کھا کر گھومتا چلا جا رہا تھا۔

کیٹی نے کہا۔

"وہ لوگ ہمارے پیچھے غار میں داخل ہو جائیں گے"

"اتنی دیر میں ہم دریا پر پہنچ گئے ہوں گے" ماریا نے جواب دیا۔

تھیوسانگ بولا۔

"سوال یہ ہے کہ دریا پر جا کر کدھر جائیں گے۔ ہم تو دشمن کے سیارے پر ہیں۔ اور اب جبکہ ہمارا

بھانڈا پھوٹ گیا ہے تو دشمن قزیوں بھی ہمارا پیچھا
کرتا پہنچ جائے گا۔"

ماریا نے صرف اتنا جواب دیا۔

"تھیوسانگ بھائی، خاموشی سے چلتے چلو، جو
ہوگا دیکھا جائے گا۔"

غار پہاڑ کی دوسری جانب ایک دلدل پر نکل آیا۔

"ہوشیاری سے قدم اٹھانا آگے دلدل ہے۔"

ماریا نے خبردار کیا۔ کیٹی اور تھیوسانگ نے ایک دوسرے
کا ہاتھ تھام لیا اور وہ پہاڑ کی دیوار سے بالکل ساتھ لگ کر
چلنے لگے۔ دلدل ختم ہوئی تو سامنے انہیں رات کے اندھیرے
میں پانی چمکتا دکھائی دیا۔ یہاں غار والا گھپ اندھیرا نہیں تھا۔
ماریا نے اُس طرف اشارہ کیا۔

"وہ دیکھو دریا ——"

"ہم اسے کس طرح پار کریں گے؟" کیٹی نے پوچھا۔

ماریا بولی۔

"یہ دریا پر چل کر دیکھ لیں گے۔"

دریا کا پاٹ کافی چوڑا تھا۔ پانی بالکل سیاہ نظر آرہا تھا۔
اس کی لہریں بڑی خاموشی سے بہہ رہی تھیں۔ دریا کا دوسرا
کنارہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ دریا کے بالکل بیچ میں

ایک تکونی چٹان اُبھری ہوئی تھی۔ تھیوسانگ بولا۔

"اگر ہم نے دریا پار کر بھی لیا تو دوسرے کنارے
پر جا کر نہ پکڑیں جائیں۔"

کیٹی نے کہا۔

"سوال یہ ہے کہ دریا کس طرح پار کریں گے؟"

ماریا کہنے لگی۔

"ہم ڈوب نہیں سکتے، اور پھر ہمیں تیرنا بھی آتا
ہے۔ اس لیے سوال و جواب میں وقت ضائع
کرنے کی بجائے، بہتر ہے کہ ہم دریا میں کود
جائیں اور تیر کر دوسرے کنارے پر پہنچیں، دشمن
ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے۔"

انہوں نے دریا میں چھلانگیں لگا دیں، اور دوسرے کنارے
کی طرف تیرنا شروع کر دیا۔ دریا کا پانی ٹھنڈا نہیں بلکہ نیم گرم
تھا۔ وہ تیرتے چلے جا رہے تھے، جب وہ دریا کے درمیان
میں پہنچے تو انہیں آسمان پر روشنی سی نظر آئی۔

ماریا نے گھبرا کر کہا۔

"وہ لوگ خلائی ہیلی کاپٹر لے کر ہماری تلاش
میں نکل آئے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی دو خلائی ہیلی کاپٹر جن کے پر نہیں تھے

شور مچاتے ہوئے ان سے کچھ فاصلے پر سے گزر گئے۔ ان کی سرچ لائیٹ دریا پر پڑی تو وہاں روشنی ہو گئی۔ ماریا نے چلا کر کہا۔

"اس دریا والی چٹانوں کی طرف چلو۔"

دریا کے درمیان میں جو تکونی چٹان باہر کو نکلی ہوئی تھی وہ ان سے زیادہ دور نہیں تھی۔ ماریا کے اشارے پر انہوں نے چٹان کی طرف تیرنا شروع کر دیا۔ ایک اور خلائی ہیلی کاپٹر شور مچاتا، روشنی ڈالتا ان سے کچھ فاصلے پر آسمان پر سے گزر گیا۔

تھیو سانگ کیٹی اور ماریا پوری رفتار سے تیرتے چلے جا رہے تھے۔ جب تین خلائی ہیلی کاپٹر اکٹھے دریا کے اوپر نمودار ہوئے تو اس وقت کیٹی ماریا اور تھیو سانگ تکونی چٹان پر پہنچ چکے تھے۔

تینوں خلائی ہیلی کاپٹروں نے ایک ساتھ دریا پر سرچ لائٹ کی روشنی پھینکی۔ دریا جگمگا اُٹھا، مگر اس عرصے میں کیٹی اور ماریا وغیرہ چٹان کی اوٹ میں آ کر چھپ گئے تھے۔ کیٹی نے کہا۔

"ہم کتنی دیر یہاں چھپ سکیں گے۔ وہ لوگ تھوڑی دیر میں یہاں اُتر آئیں گے۔"

کیٹی کا اندازہ درست نکلا۔ خلائی ہیلی کاپٹروں نے تکونی چٹان کا رُخ کر لیا اور وہ اس کے اوپر آ کر تھوڑی بلندی پر

منڈلانے لگے۔ ان میں نیلی روشنی ہو رہی تھی۔ ماریا نے سر پیچھے کر لیا۔

"نیچے ہو جاؤ۔ پتھر کی اوٹ میں ــــــ"

لیکن چٹان اتنی چھوٹی تھی کہ وہ سرچ لائٹ کی روشنی میں دیکھے جا سکتے تھے۔ ایک خلائی ہیلی کوپٹر نے چٹان پر سرچ لائٹ پھینکی، مگر وہ کیٹی اور ماریا وغیرہ کو نہ دیکھ سکے۔ اس کے باوجود وہ خلائی ہیلی کاپٹر چٹان کے پہلو میں دریا پر اُتر آیا۔ اس ہیلی کاپٹر کے نیچے دو کشتی نما پیڈ لگے ہوئے تھے۔ ہیلی کاپٹر کشتی کی طرح تیرتا ہوا چٹان کی طرف بڑھا۔ تھیو سانگ بولا۔

"اب ہمیں دشمن کا مقابلہ کرنا ہو گا۔"

کیٹی نے اپنی خلائی گن سنبھال لی۔ ماریا نے کہا۔

"ہم صرف ایک خلائی گن سے ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔"

تھیو سانگ بولا۔

"لیکن ہم ان کے آگے ہتھیار بھی نہیں ڈالیں گے۔"

اچانک ماریا نے محسوس کیا کہ جس چٹان کے پتھر کے ساتھ وہ ٹیک لگا کر بیٹھی ہے۔ وہ پیچھے کھسک رہا ہے۔ ماریا نے پتھر کو دونوں ہاتھوں سے اندر کو دبایا تو پتھر پیچھے

کو گر پڑا۔ ماریا نے کیٹی اور تھیوسانگ کو متوجّہ کیا۔

"یہاں ایک سوراخ ہو گیا ہے چٹان میں"

انہوں نے جھک کر دیکھا۔ جہاں سے پتھر اندر کی طرف گرا تھا۔ وہاں ایک چوکور سوراخ نمودار ہو گیا تھا۔ ماریا نے سر اندر ڈال کر دیکھا۔ اندر اندھیرا تھا۔ انہوں نے تھوڑا سا زور لگایا تو ایک اور پتھر اندر کو گر گیا۔ اندر پتھر گرنے کی ایسی آواز آئی جیسے وہ تھوڑی نیچے ہی زمین پر گرا ہو۔

"یہاں ضرور کوئی خفیہ جگہ ہے" ماریا بولی۔

کیٹی نے کہا۔

"سوچنے کا وقت نہیں۔ دشمن سر پر آگیا ہے جلدی سے اندر گھس چلو"

پہلے ماریا سوراخ میں سے اندر اُتری۔ اندر زمین کوئی دو فٹ نیچے تھی۔ ماریا کے بعد کیٹی اور تھیوسانگ بھی سوراخ کے اندر اُتر گئے۔ اندر اترتے ہی انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ دونوں پتھروں کو واپس اپنی جگہ پر لگا کر سوراخ بند کر دیا۔

اب وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تکنے لگے چند سیکنڈوں کے بعد انہیں اندھیرے میں دھندلا دھندلا دکھائی دینے لگا۔ یہ ایک سرنگ تھی جس کی چھت بالکل ان کے

سروں کے ساتھ لگ رہی تھی۔ وہ جھک کر سُرنگ میں آگے کو چلنے لگے۔

سرنگ تنگ تھی اور وہ ایک دوسرے کے آگے پیچھے ہو کر چل رہے تھے۔ انہوں نے اپنے سر تھوڑے تھوڑے جھکا رکھے تھے۔ سرنگ آگے چلتی جا رہی تھی۔ کیٹی نے تشویش کے ساتھ کہا۔

"کہیں آگے جا کر یہ سرنگ بند نہ ہو جائے"

"تو واپس آکر یہیں چھپ کر بیٹھ رہیں گے" تھیوسانگ بولا۔ ماریا آگے آگے جا رہی تھی۔

اب انہیں دریا کی لہروں کی آواز سنائی دینے لگی۔ ماریا نے کہا۔

"لگتا ہے ہم دریا کے اندر سے گزر رہے ہیں"

کیٹی بولی۔

"اس کا مطلب ہے یہ سرنگ دریا کے اندر سے گزر رہی ہے"

اب سرنگ کی دیواروں اور چھت میں سے پانی رِسنے لگا۔ چلتے چلتے وہ بھیگ گئے۔ کچھ دُور چلے تو ان کے ٹخنوں تک پانی آگیا۔

"کہیں آگے سرنگ پانی میں نہ ڈوبی ہوئی ہو" کیٹی نے

کہا۔

ماریا بولی:

"احمقوں والی بات نہ کرو۔ اگر آگے سرنگ پانی سے بھری ہوئی ہوتی تو اس کا پانی یہاں تک بھی بھر گیا ہوتا۔ تم خاموشی سے چلتی آؤ۔"

کیٹی نے پریشان ہو کر کہا۔

"میں شیطانی لیڈر کی شکل میں ہوں اور میرے سر کے درمیان سے جو سینگ ابھرا ہوا ہے وہ چھت سے ٹکرا کر مجھے تنگ کر رہا ہے۔"

تھیوسانگ بولا۔

"اسے اتار کر جیب میں ڈال لو۔"

ماریا ہنس دی۔ کیٹی نے ناراض ہو کر کہا۔

"تم میرا مذاق مت اڑاؤ۔ اس سینگ کی وجہ سے تم دشمن کی قید سے نکل سکے ہو۔"

ماریا نے کہا۔

"وہ ٹھیک ہے لیکن اب کیا ہو سکتا ہے۔ تمہیں یہ سینگ برداشت کرنا ہی پڑے گا۔"

کیٹی نے جھلا کر کہا۔

"میں چٹکی بجا کر اپنی اصلی شکل میں آتے لگی ہوں۔"

"اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم اپنی اصلی شکل میں ہی آ جاؤ گی۔" ماریا نے اعتراض کیا۔

کیٹی بولی۔

کسی بھی شکل میں آ جاؤں مگر اس سینگ سے تو نجات ملے گی۔"

یہ کہہ کر کیٹی نے اپنی شکل کا تصور آنکھوں میں جمایا اور چٹکی بجا دی۔ چٹکی کی آواز سن کر ماریا اور تھیوسانگ وہیں رک گئے۔ سرنگ کی تاریکی میں انہوں نے کیٹی کی طرف ڈرتے ڈرتے دیکھا۔ وہ یہ دیکھ کر خوشی سے جھوم گئے کہ کیٹی اپنی اصلی شکل اختیار کر چکی تھی۔

کیٹی نے بے تابی سے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرا اور بولی۔

"میں اپنی اصلی شکل میں ہوں نا ماریا؟"

"کیوں نہیں۔ تم بالکل اصلی کیٹی بن گئی ہو۔ خدا کا شکر ادا کرو کہ تم نے کسی گینڈے کا روپ نہیں دھار لیا۔ تمہارا کنوئیں والا جن دوست تم پر مہربان لگتا ہے۔"

کیٹی نے اطمینان کا سانس لے کر کہا۔

"میرے کنوئیں والے دوست! تمہارا شکریہ! اس سینگ سے تو نجات ملی۔"

وہ ایک بار پھر سرنگ میں چلنے لگے۔

اب پانی اِن کے گھٹنوں تک آ گیا تھا۔ اور دریا کی لہروں کا شور پہلے سے زیادہ زور سے سنائی دینے لگا تھا۔

"کہیں یہ سرنگ دریا میں تو نہیں جا نکلے گی؟" تھیوسانگ نے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔" ماریا بولی "کیونکہ سرنگ ڈھلانی ہو گئی ہے۔"

کیٹی نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔

"مجھے تو سمندر کی خوشبو آ رہی ہے۔"

"تو کیا آگے سمندر ہے؟" تھیوسانگ کے منہ سے نکلا۔

وہ سب یہی سوچ رہے تھے کہ آگے سمندر تو نہیں ہے۔ پانی اِن کے کاندھوں تک پہنچ گیا تھا اور ان کے چلنے کی رفتار دھیمی پڑ گئی تھی۔ لیکن پانی کی سطح اس سے بلند نہ ہوئی۔ انہیں تازہ اور ٹھنڈی ہوا کا احساس ہوا۔

"کیٹی معلوم ہوتا ہے ہم سرنگ سے باہر نکلنے والے ہیں۔"

ماریا کا خیال درست تھا۔ سُرنگ ختم ہو گئی۔ مگر پانی کا بہاؤ تیز ہو گیا تھا اور وہ تینوں پانی کی ایک تیز لہر میں بہتے ہوئے اونچے اونچے پتھروں کے درمیان آ کر رُک گئے۔

انہوں نے ایک ساتھ چہرے اوپر اٹھا کر دیکھا۔ اِن کے اوپر آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔ مگر اِن کی چمک زمین پر سے نظر آنے والے ستاروں کی چمک سے بالکل مختلف تھی۔ وہ ایک کھلی جگہ پر بڑے بڑے گول اور نوکیلے پتھروں کے درمیان پڑے تھے۔ پانی ان کے درمیان سے ہو کر لہروں کی شکل میں اِن پتھروں سے ٹکرا کر واپس جا رہا تھا۔

"ہم سمندر کے کنارے پر ہیں۔ یہاں دریا سمندر میں گر رہا ہے۔"

تھیوسانگ نے ایک طرف پتھر کے اوپر سے جھانک کر کہا۔

وہ پانی سے نکل کر بڑے پتھر کے اوپر آ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ سامنے دُور دُور تک سمندر پھیلا ہے جس کی جھاگ اُڑاتی لہریں شور کے ساتھ ساحل کے چٹانوں سے ٹکرا رہی ہیں۔ بائیں جانب سمندر کا ریتیلا کنارہ ہے جو دُور اندھیروں میں ڈوبتا نظر آ رہا ہے۔ اس کنارے سے کچھ فاصلے پر ایک جگہ درختوں میں روشنی دکھائی دے رہی تھی۔

"یہاں کون ہو سکتا ہے؟" کیٹی نے روشنی کی طرف دیکھ کر کہا۔

ماریا کہنے لگی۔

"ظاہر ہے ہم اسی سیارے پر ہیں۔ ہو سکتا ہے یہ سیارے کا دوسرا حصہ ہو۔ اور یہ روشنی کسی خلائی گارڈ روم کی بھی ہو سکتی ہے۔"

تھیوسانگ روشنی کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ کہنے لگا۔

"روشنی کو غور سے دیکھو۔ یہ جھلملا رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بجلی کی روشنی نہیں ہے بلکہ ہو سکتا ہے کوئی چراغ یا لالٹین جل رہی ہو۔"

کیٹی نے کہا۔

"آگ کا آلاؤ بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر آلاؤ ہوتا تو اس کے شعلے اُٹھتے یہاں سے صاف دیکھے جا سکتے تھے۔"

ماریا کہنے لگی۔

"بہر حال ہمیں انتہائی ہوشیاری کے ساتھ اس روشنی کا کھوج لگانا ہو گا۔ تھیوسانگ تم اوپر کی طرف سے جاؤ۔ میں اور کیٹی اِس طرف سے روشنی کی طرف بڑھتے ہیں۔"

"او کے ماریا"، تھیوسانگ نے کہا۔

تھیوسانگ پتھر پر سے اُتر کر ساحل کی دوسری طرف نکل گیا۔ کیٹی اور ماریا بائیں جانب سمندر کے ساحل سے گزر کر درختوں کے جُھنڈ میں گھس گئیں۔ یہ درخت ناریل کی طرح کے تھے اور اِن کے جھنڈ رات کے اندھیرے میں دُور تک جگہ جگہ نظر آ رہے تھے۔ ماریا کہنے لگی۔

"یہ روشنی ضرور کسی خلائی بلڈنگ کی ہے۔"

جب وہ دونوں روشنی کے قریب پہنچے تو انہوں نے درختوں کے تنوں کی اوٹ میں سے دیکھا کہ یہ روشنی درختوں میں بنے ہوئے ایک ڈھلانی چھت والے مکان میں سے آ رہی تھی۔

کیٹی نے کہا۔

"یہ تو ہماری دنیا کی طرح کا مکان ہے ماریا۔"

"ہاں ـــ سوال یہ ہے کہ یہاں کون رہتا ہے؟"

ماریا کی سمجھ میں ابھی تک کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اتنے میں ایک جانب سے تھیوسانگ بھی درختوں میں سے نکل کر اِن کے پاس آ گیا۔

"تھیوسانگ! یہ مکان دیکھ رہے ہو؟"، ماریا نے کہا۔

ٹھیوسانگ بولا۔

"میں نے دوسری طرف بھی دیکھا ہے۔ اس قسم کے چھ سات مکان ادھر بھی درختوں میں بنے ہوئے ہیں۔ مگر ان میں سے کسی میں روشنی نہیں ہو رہی۔"

"یہ روشنی مٹی کے چراغ کی ہے۔" ماریا نے کہا۔

اس کی نظریں مکان کی کھڑکی پر لگی تھیں جس میں سے چراغ کی روشنی نکل رہی تھی۔

"اگر یہ مکان ہماری زمین کے مکانوں جیسے ہیں اور چراغ بھی جل رہا ہے تو کہیں یہاں ہماری زمین کے انسان تو نہیں رہتے ہیں۔" ماریا نے کہا۔

"یہ لوگ یہاں کیسے آسکتے ہیں۔" کیٹی نے اعتراض کیا۔

ماریا نے جواب میں کہا۔

"سب کچھ ہو سکتا ہے۔ بہرحال یہ معمہ مکان میں جا کر ہی حل ہو سکتا ہے۔ مگر ہمارا اس طرح وہاں جانا خطرے کا باعث بھی ہو سکتا ہے۔"

ٹھیوسانگ بولا۔

"میں رینگ کر جاتا ہوں مکان کے قریب۔"

ماریا نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم اسی جگہ تمہارا انتظار کریں گے۔"

ٹھیوسانگ جھک کر چلتا درختوں میں غائب ہو گیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ واپس آیا اور اس نے بتایا۔

"مکان میں کوئی نہیں ہے۔ وہاں ایک چراغ کھڑکی کے پاس جل رہا ہے۔ لکڑی کے تخت پر بستر لگا ہے مگر انسان کوئی نہیں وہاں پر۔"

ماریا نے کہا۔

"ہم اکٹھے اس مکان میں چل کر دیکھتے ہیں۔"

ماریا، کیٹی اور ٹھیوسانگ ساحل سمندر کے جنگلی درختوں میں سے گزر کر ان جھاڑیوں کے پاس پہنچے جہاں سے انہیں ڈھلانی چھت والا مکان دکھائی دینے لگا۔ مکان زمین سے کوئی دو فٹ اونچے لکڑی کے پلیٹ فارم پر بنایا گیا تھا۔ لکڑی کا ایک برآمدہ تھا جو ویران پڑا تھا۔

مکان کی کھڑکی کے اندر کسی تپائی پر چراغ جل رہا تھا۔

چند لمحے اس خالی سنسان مکان کو دیکھتے رہنے کے بعد وہ آہستہ آہستہ مکان کی طرف بڑھے۔ انہوں نے سارے کے سارے مکان کو گھوم پھر کر دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ مکان میں صرف دو کمرے تھے۔ ایک کمرے میں لکڑی کے تخت پر

گھاس پھوس کے اوپر بچھونا بچھا تھا۔ دوسرے چھوٹے کمرے میں لکڑی کے پیالے اور کھانے پینے کا سامان پڑا تھا۔ چراغ لکڑی کے اونچے میز پر جل رہا تھا۔ کمرے کے کونے میں ایک لمبا نیزہ رکھا تھا۔ لکڑی کے مٹکے میں خشک چاول بھرے تھے۔ مکان کے پیچھے جاکر انہوں نے دیکھا کہ کچھ فاصلے پر اسی قسم کے چار چھ اور مکان بنے تھے جن پر اندھیرا چھا رہا تھا۔

"ان مکانوں میں چل کر دیکھتے ہیں۔ شاید وہاں کوئی انسان مل جائے۔"

یہ کہہ کر ماریا ان مکانوں کی طرف چل پڑی۔

یہ مکان بھی خالی تھے۔ وہ بڑے حیران ہوئے کہ اگر یہ مکان یہاں موجود ہیں تو اس کے رہنے والے رات کے وقت کہاں چلے گئے؟ جبکہ رات کو انہیں اپنے گھروں میں ہونا چاہیئے تھا۔

کیٹی نے کہا:

"ہمیں کسی جگہ چھپ کر انتظار کرنا چاہیئے۔ شاید صبح ہونے تک یہ لوگ واپس اپنے گھروں میں آجائیں۔"

"اچھا خیال ہے۔ بہتر ہے کہ ہم اس مکان کے

سامنے جھاڑیوں میں چھپ جائیں جس کی کھڑکی میں دیا جل رہا ہے۔"

پہلے والے مکان کے سامنے جو جھاڑیاں تھیں یہ تینوں وہاں آکر درختوں کے نیچے چھپ کر بیٹھ گئے۔ تھیوسانگ کہنے لگا۔

"یہ سب کچھ مجھے بہت پُراسرار لگ رہا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ لوگ کون ہیں؟ یہاں کیسے آگئے؟ سیارے کی شیطانی مخلوق سے کیا ان کا کوئی تعلق نہیں؟"

کیٹی نے کہا۔

"ابھی تک ہم نے ان مکانوں میں رہنے والوں کو نہیں دیکھا۔ ہو سکتا ہے وہ بھی اس سیّارے کی شیطانی مخلوق ہو۔"

ماریا نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی اور بولی۔

"میں حیران ہوں کہ سیّارے کی شیطانی مخلوق کی خلائی گاڑیاں ہماری تلاش میں اِدھر کیوں نہیں آئیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم اِس سیارے کی کسی ایسی انوکھی جگہ پر نکل آئے ہیں جہاں کسی وجہ سے سیّاروں کی شیطانی مخلوق داخل نہیں ہو سکتی۔"

تھیوسانگ مسکرایا۔

"یہ دل کے بہلانے کے لیے اچھا خیال ہے۔
بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اس علاقے سے یہاں کی شیطانی
مخلوق واقف نہ ہو؟"

"تو پھر ان لوگوں کی یہاں کوئی نشانی نظر کیوں نہیں
آرہی؟" کیٹی نے سوال کیا۔

تھیوسانگ نے کہا۔

"ممکن ہے انہوں نے اس علاقے کو زیادہ اہمیت
نہ دی ہو۔ اور یہاں ان کے غلام اور نوکر قسم کے
لوگ رہتے ہوں"

ماریا کہنے لگی۔

"یہاں بجلی بھی نہیں ہے۔ اس گھر میں تیل کا
دیا جل رہا ہے۔ مجھے تو ایسے محسوس ہو رہا ہے
ہم بالکل ہی نئی دنیا میں آگئے ہیں"

تھیوسانگ اس کے جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ
ماریا کو آہٹ سی سنائی دی۔ اس نے جلدی سے تھیوسانگ
کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

سب چوکنے ہو گئے اور اندھیرے میں اس طرف تکنے
لگے جدھر سے آہٹ کی آواز سنائی دی تھی۔ ان کے کان

کھڑے تھے۔ آواز ایسی تھی جیسے کوئی جھاڑیوں میں سے گزر
کر چلا آرہا ہوں۔ اندھیرا بہت تھا۔ جنگل کی جانب لیکن ان
تینوں کو اس اندھیرے میں بھی سب کچھ نظر آرہا تھا۔ جھاڑیوں
کی شاخوں کے ادھر ادھر ہلنے کی آواز قریب آگئی۔ یہ تینوں
درختوں کے پیچھے جھک گئے۔

ان کی آنکھیں جدھر سے آواز آرہی تھی ادھر ہی کو
لگی تھیں۔ انہوں نے اندھیرے میں جھاڑیوں کے پیچھے سے
ایک اونچے انسانی شکل کے ڈاکو نما شخص کو نکلتے دیکھا جس
نے برجس پہن رکھی تھی۔ بندوق کاندھے پر تھی اور دوسرے
ہاتھ میں ایک رسی تھی جس کا دوسرا سرا ایک نوجوان لڑکی کی
گردن میں بندھا تھا۔ اس لڑکی کے کپڑے پھٹے پرانے تھے۔
بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ سینے پر ہاتھ باندھے، سر
جھکائے جانور کی طرح اس لمبے تڑنگے ڈاکو نما آدمی کے پیچھے
پیچھے چلی آرہی تھی۔

یہ آدمی چراغ والے مکان کے برآمدے میں آکر رک گیا۔
اس نے بندوق کاندھے سے اتاری کہ لکڑی کی دیوار کے
ساتھ لگائی اور نوجوان لڑکی کو لکڑی کے ایک کھمبے کے
ساتھ بالکل اس طرح باندھ دیا جس طرح لوگ بکری یا دوسرے
پالتو جانور کو باندھتے ہیں۔ اس نے لڑکی کی گردن پر اپنا بھاری

پاؤں رکھ کر ذرا دبایا۔ لڑکی نیچے کو جھک گئی اور کانپتی ہوئی
رحم طلب آواز میں بولی۔

"رحم آقا رحم"۔

ڈاکو نما آدمی نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور نوجوان لڑکی کے
ہاتھ بھی رسی سے پیچھے کمر پر باندھ دیئے۔ پھر وہ کمرے
میں گھس گیا۔ اس نے دروازہ بند کر لیا۔ ساتھ ہی کھڑکی
والا چراغ بھی بجھ گیا۔ اور وہاں اندھیرا چھا گیا۔ کیٹی نے
سرگوشی کی۔

"میرے خدا! یہ کیا ماجرا؟ یہ آدمی کون ہے؟
یہ لڑکی کون ہے؟ ان کی شکلیں تو بالکل ہی ہماری
زمین کے لوگوں جیسی ہیں"۔

تھیوسانگ نے آہستہ سے کہا۔

"اس کے پاس خلائی گن بھی نہیں ہے بلکہ عام
شکاری بندوق ہے؟ کہیں ہم کسی دوسرے
سیارے پر تو نہیں آ گئے؟"

ماریا بولی۔

"آہستہ بات کرو"۔

وہ خاموش ہو گئے۔ اندھیرے میں انہیں برآمدے میں
بدنصیب نوجوان لڑکی کا دھندلا ہیولا نظر آ رہا تھا۔ جو فرش

پر کسی جانور کی طرح دبک کر بیٹھی تھی۔

ماریا آہستہ آہستہ کہنے لگی۔

"اس لڑکی کو قیدی کیوں بنایا گیا ہے؟"

کیٹی بولی۔

"ہمیں لڑکی کو چھڑا کر لے آنا چاہئے"

تھیوسانگ نے کہا۔

"ہمیں پہلے اس ظالم شخص پر قابو پانا چاہیئے۔
کم بخت وہ بندوق بھی جاتی دفعہ اپنے ساتھ
کمرے میں لے گیا ہے اگر اس نے فائر کر دیا
تو خدا جانے شیطانی مخلوق یہاں پہنچ جائے۔
کیونکہ ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ یہ آدمی کون ہے۔
ہو سکتا ہے یہ شیطانی مخلوق کا کوئی کارندہ ہو"۔

ماریا نے تھیوسانگ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیا تم اس ظالم شخص پر قابو پا سکتے ہو؟"

کیٹی نے مشورہ دیا کہ انہیں اکٹھے مل کر اس ڈاکو نما وحشی
کو اپنے قبضے میں کرنا چاہیے اور پھر اسے کسی جگہ بند کر
کے لڑکی کو آزاد کروانا چاہیئے۔ یہ مشورہ تھیوسانگ کو
بھی پسند آیا۔ وہ تینوں جھاڑیوں کے پیچھے سے نکل کر مکان
کے عقب کی طرف بڑھے۔

مکان کے پیچھے بھی ایک برآمدہ تھا۔ جس کی سیڑھیوں پر دونوں جانب کوئی جنگلی بیل چڑھی ہوئی تھی۔ ماریا کیٹی اور تھیوسانگ ساتھ چل رہے تھے۔ اِن کے اور مکان کے برآمدے کے درمیان ایک گھنا درخت تھا جس کے سائے میں گھاس اُگی ہوئی تھی۔ یہ تینوں جب اِس درخت کے نیچے سے گزرے تو اِن کے پاؤں گھاس میں چھپے ہوئے جال پر پڑ گئے۔ پاؤں کے پڑتے ہی ایک کڑاکے کی آواز آئی اور وہ تینوں جال میں پھنس کر درخت کی اونچی شاخ کے ساتھ لٹکنے لگے۔

کڑاکے کی آواز کے ساتھ ہی کمرے میں سے وہی وحشی ڈاکو نما انسان ہاتھ میں بندوق لیے بھاگتا ہوا باہر نکلا اور درخت کے نیچے کھڑا ہو کر اوپر کیٹی ماریا اور تھیوسانگ کو تکنے لگا۔ جو مضبوط رسّی کے جھولے میں لٹک رہے تھے۔

○

سانپوں کا گڑھا

وحشی ڈاکو نما انسان نے بندوق والا ہاتھ بلند کیا۔ اس کے ہاتھ سے ایک بھیانک چیخ نکلی۔ چیخ کی آواز سنتے ہی دوسرے مکانوں میں سے نکل کر چار اسی طرح کے لمبے تڑنگے بندوقوں والے وحشی انسان وہاں آ گئے اور اوپر رسیوں کے بنے ہوئے جال میں لٹکتے کیٹی، ماریا اور تھیوسانگ کو تکنے لگے۔

ماریا اور کیٹی نے مل کر جال کی رسیوں کو کاٹنے کی کوشش کی مگر وہ کسی ایسی دھات سے بنی تھیں کہ ان پر ذرا سا بھی اثر نہ ہوا۔ اور وہ رسّی کے ایک چھوٹے سے پھندے کو بھی نہ توڑ سکے۔

کیٹی نے کہا۔

"ہمیں اِس درخت کے نیچے سے نہیں گزرنا چاہیئے تھا۔"

تھیوسانگ آہ بھر کر بولا۔

"ہمیں کیا خبر تھی کہ یہاں گھاس میں جال چھپا ہوا ہے۔"

ماریا نے کہا۔

"افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہماری خلائی گن بھی نیچے گر پڑی ہے۔"

عین اس وقت وحشی انسان گھاس میں سے خلائی گن اُٹھا کر دیکھ رہا تھا۔ اس نے گن اپنے ساتھیوں کو بھی دکھائی اور اوپر لٹکتے ہوئے جال کی طرف اشارہ کر کے بلند آواز میں چلّایا۔

"انہیں موت کے گڑھے میں پھینک دو۔"

چار لمبے تڑنگے وحشی درخت کی طرف بڑھے۔ بڑا وحشی ڈاکو نما انسان فوراً مکان کے برآمدے کے پیچھے جا کر ایک دو پہیوں والی گاڑی لے آیا۔ وحشی آدمیوں نے ان کو جال سمیت گاڑی پر لادا۔ اور گاڑی کو چلاتے ہوئے رات کے اندھیرے میں جنگل میں ایک جانب چل پڑے۔ بڑا وحشی ڈاکو ان کے آگے آگے تھا۔ بندوق اس کے ہاتھ میں تھی۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا جا رہا تھا۔

جنگل کا یہ دوسرا حصہ تھا۔ یہاں اونچی نیچی جگہ تھی جہاں کہیں زمین بنجر تھی اور کہیں جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ ماریا

نے تھیوسانگ سے کہا۔

"یہ موت کا گڑھا کس قسم کا ہو سکتا ہے؟"

تھیوسانگ نے سرگوشی میں کہا۔

"کوئی گڑھا ہماری موت کا گڑھا نہیں ہو سکتا۔"

کیٹی ایک بار پھر رسی کو توڑنے کی کوشش کر رہی تھی مگر وہ اس میں کامیاب نہیں ہو رہی تھی۔ دو پہیوں والی گاڑی ہچکولے کھاتی جنگل میں بڑھی جا رہی تھی۔ ایک اونچے درخت کے پاس پہنچ کر انہوں نے گاڑی روک دی۔ بڑے وحشی نے آگے بڑھ کر نیچے جھانک کر دیکھا۔ درخت کے آگے ایک گہرا گڑھا تھا۔ جس میں کتنے ہی زہریلے سانپ رینگ رہے تھے۔ بڑے وحشی نے ایک کنکر گڑھے میں پھینکا۔ نیچے سانپوں نے پھنکارنا شروع کر دیا۔

سانپوں کی پھنکار کی آواز ماریا نے بھی سُنی۔ کیٹی نے سہم کر کہا۔

"اس گڑھے میں سانپ ہوں گے۔"

تھیوسانگ بولا۔

"اگر سانپ نے مجھے ڈس لیا تو ہو سکتا ہے میرے جسم پر اس کے زہر کا اثر ہو جائے۔"

ماریا کچھ اور سوچ رہی تھی کہ زمین سے نکلنے کے بعد یہ پہلی بار اِن کا سامنا سانپوں سے ہوا تھا۔ وہ ناگ کی بہن تھی۔ ناگ جو سانپوں کا دیوتا تھا۔ اتنے میں وحشیوں نے کیٹی ماریا اور تھیوسانگ کو اس طرح کھولا کہ وہ تینوں کے تینوں نیچے گڑھے میں لڑھک گئے۔ کیٹی کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ کیونکہ اس نے سانپوں کو گڑھے میں پھن اُٹھائے دیکھ لیا تھا۔

وہ تینوں سانپوں کے درمیان پکے ہوئے آموں کی طرح دھپ دھپ سے گر پڑے۔ سانپ پھن اُٹھا کر پھنکاریں مار رہے تھے۔ سانپ اور انسان کی پرانی دشمنی ہے۔ سانپوں نے اپنے دشمنوں کو دیکھا تو ان کو ڈسنے کے لیے بڑھے۔ کیٹی، ماریا اور تھیوسانگ گڑھے کی دیوار کے ساتھ لگ گئے تھے۔ ماریا گہری نظروں سے سانپوں کو تک رہی تھی۔

اچانک سانپ آگے بڑھتے بڑھتے وہیں رُک گئے۔ انہیں ایک ایسی خوشبو آنے لگی تھی جس کو وہ اچھی طرح جانتے تھے۔ یہ اِن کے ناگ دیوتا کی خوشبو تھی۔ ماریا نے بھی محسوس کر لیا کہ سانپوں نے ناگ کی بُو کا احساس کر لیا ہے۔ اس نے آہستہ سے کیٹی اور تھیوسانگ سے کہا۔

"اپنی جگہ سے حرکت مت کرنا۔ سانپوں نے میرے جسم سے نکلتی ناگ دیوتا کی خوشبو کو سونگھ لیا ہے۔"

کیٹی اور تھیوسانگ وہیں پتھر بن کر بیٹھے رہے۔

یہ کتنے ہی سانپ تھے۔ اِن سبھوں نے پھن اُٹھا رکھے تھے۔ اِن کی سرخ آنکھیں انار کے سرخ دانوں کی طرح اندھیرے میں چمک رہی تھیں۔ وہ زبانیں نکال کر پھنکار رہے تھے۔ پھر ان میں ایک حیرت انگیز تبدیلی آ گئی۔ ان کی پھنکاریں رک گئیں۔ انہوں نے اپنے پھن سمیٹ لیے۔ وہ پیچھے ہٹ کر زمین پر کنڈلی مار کر بیٹھ گئے۔

ان میں سے ایک سانپ جو اِن سب کا سردار معلوم ہوتا تھا رینگتا ہوا آگے بڑھا۔ ماریا نے سانپ کی بولی میں اُسے کہا۔

"میں ناگ دیوتا کی بہن ماریا ہوں۔ اس مخلوق نے جو ہماری دشمن ہے ہمیں اس گڑھے میں پھینک دیا ہے۔"

سردار سانپ نے ایک عورت کو اپنی بولی میں بات کرتے سنا تو اُسے اور بھی یقین ہو گیا کہ یہ ناگ دیوتا کی بہن ہے۔ کیونکہ اس کے جسم میں سے ناگ دیوتا کی خوشبو اسے پہلے ہی آ رہی تھی۔ سردار سانپ نے آہستہ سے اپنا سر

جھکایا اور بولا۔
"ناگ دیوتا کی عظیم بہن! ہم خود یہاں قید ہیں۔ لیکن تمہاری مدد کرنا ہمارا فرض ہے خواہ اس میں ہماری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔"
ماریا نے کہا۔
"نہیں۔ نہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ تم سانپوں کو کوئی نقصان پہنچے۔ تم ہمیں صرف اتنا بتا دو کہ کیا تم ہمیں باہر جا کر کوئی رسی لا کر دے سکتے ہو کہ جس کو پکڑ کر ہم اس گڑھے سے باہر نکل جائیں۔ کیونکہ گڑھا کافی گہرا ہے۔"
سردار سانپ کہنے لگا۔
"عظیم ناگ کی بہن! تمہارے ساتھ یہ کون لوگ ہیں؟"
ماریا نے کہا۔
"یہ میرے ساتھی ہیں۔ ہم اکٹھے اپنی دنیا سے نکل کر خلاؤں میں سفر کر رہے ہیں۔"
سردار سانپ نے ناگ دیوتا کے بارے میں پوچھا تو ماریا نے کہا۔
"ناگ ہم سے بچھڑ گیا ہے۔ وہ اس وقت اسی

سیارے کی مخلوق کی قید میں ہے۔ اور یہاں سے دو لاکھ نوری سال کے فاصلے پر دوسرے سیارے میں موجود ہے۔ ہمیں اس کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے کہ وہ کس حالت میں ہے۔"
سردار سانپ بولا۔
"عظیم بہن! کاش ہم اپنے ناگ دیوتا کو دشمن کی قید سے چھڑا سکتے۔ لیکن تم دیکھ رہی ہو کہ ہم خود اس گڑھے میں قید ہیں۔ گڑھے کی دیواروں پر کانٹے ابھرے ہوئے جس کی وجہ سے ہم رینگ کر بھی باہر نہیں جا سکتے۔ مگر میں خود باہر جا کر تمہارے لیے کوئی رسی لانے کی کوشش کروں گا۔"
ماریا نے سردار سانپ کا شکریہ ادا کیا۔
ان کے دیکھتے دیکھتے سردار سانپ نے گڑھے کی دیوار کے ابھرے ہوئے کانٹوں پر کے اوپر کی طرف رینگنا شروع کر دیا۔ یہ کانٹے پتھر کے تھے اور ساتھ ساتھ بنائے گئے تاکہ کوئی سانپ باہر نہ نکل سکے۔ مگر سردار سانپ نے اپنی جان خطرے میں ڈال دی تھی۔ وہ بڑی احتیاط کے ساتھ جوں کی چال رینگتا دیوار پر چڑھتا جا رہا تھا۔ وہ اس طرح رینگ رہا تھا کہ کانٹے اس کے جسم میں چبھنے نہ پائیں۔ سارے سانپ

منہ اُٹھائے اپنے سردار کو تک رہے تھے۔ ماریا کیٹی اور تھیوسانگ بھی اِس بہادر سانپ کی طرف نظریں اُٹھائے ہوئے تھے۔

کافی جدوجہد کے بعد آخر سانپ گڑھے سے باہر نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ کیٹی نے کہا۔

"خدا کرے کہ وہ جلدی واپس آجائے۔"

تھیوسانگ بولا۔

"اگر وحشی سردار کی نظر اس پر پڑ گئی تو وہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

کافی دیر تک یہ تینوں ساتھی گڑھے میں بیٹھے آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کرتے رہے۔ باقی سانپ اپنے سردار کے انتظار میں بے چینی سے اِدھر اُدھر رینگ رہے تھے۔ پھر اچانک اوپر سے کسی نے رسّی نیچے پھینکی۔

ماریا نے جلدی سے اُٹھ کر رسّی کو تھام لیا۔ اوپر سے سیٹی کی آواز میں سردار سانپ کی آواز آئی۔

"ماریا بہن! میں نے رسّی کو ایک درخت کے گرد لپیٹ دیا ہے۔ اسے پکڑ کر باہر آجاؤ۔"

ماریا نے کہا۔

"کیا تم نیچے نہیں آؤگے؟"

اوپر سے سردار سانپ نے کہا۔

"جب تک میں تم لوگوں کو آرام سے باہر نہیں نکال لوں گا نیچے نہیں آؤں گا۔ تم لوگ ایک ایک کر کے باہر نکل آؤ۔ یہ رسّی اگرچہ باریک ہے مگر بہت مضبوط ہے۔"

کیٹی نے کہا۔

"تھیوسانگ پہلے تم باہر نکلو۔"

تھیوسانگ نے رسّی کو پکڑ کر کھینچا۔ اوپر رسّی بندھی ہوئی تھی۔ اس نے دونوں پاؤں گڑھے کی دیوار سے لگائے اور پھر اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔ چند لمحوں میں یہ تینوں خلائی مسافر گڑھے سے باہر نکل آئے۔ سردار سانپ وہاں ان کے استقبال کے لیے موجود تھا۔ کیٹی نے رسّی درخت سے کھول کر دُور پھینک دی۔ ماریا نے سردار سانپ کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ یہ لوگ کون ہیں اور انہوں نے نوجوان لڑکی کو کس لیے قید کر رکھا ہے؟"

سردار سانپ بولا۔

"عظیم بہن! ہمیں ان کے بارے میں کچھ خبر نہیں ہے یہ لوگ ہمیں جنگل سے پکڑ لائے تھے اور ہم

ایک مدت سے اس گڑھے میں پڑے ہیں۔ یہ
اپنے دشمنوں کو ہمارے درمیان پھینک جاتے ہیں
اور ہم ان دشمنوں کو ڈس کر ہلاک کر دیتے ہیں۔
اس کے سوا ہم کچھ نہیں جانتے۔"

کیٹی اور تھیوسانگ نے بھی سانپ کا شکریہ ادا کیا۔ یہ شکریہ
انہوں نے ماریا کے ذریعے کیا۔ سانپ واپس گڑھے میں اترنے لگا۔
تھیوسانگ نے کہا۔

"اب ہمیں اس لڑکی کو یہاں سے نکالنا چاہیئے۔
تاکہ اس سے معلومات حاصل کر سکیں۔ کیونکہ صرف
وہی ایک قیدی لڑکی ہے جو ہمیں یہ معلومات دے
سکتی ہے کہ ہم یہاں سے کیسے فرار ہو سکتے ہیں۔"
کیٹی نے کہا۔

"پہلے ہمیں ان وحشی آدمیوں کی بندوقیں اپنے قبضے
میں کرنی ہوں گی۔"
ماریا کہنے لگی۔

"ہم اپنے مشن کو وحشی سردار کے مکان سے کرتے
ہیں۔ رات گہری ہو گئی ہے وہ گہری نیند سو رہا ہو
گا۔"
تھیوسانگ بولا۔

"میں اس کے مکان میں جا کر اس کی بندوق
قابو کرتا ہوں۔"

ان لوگوں نے وحشی سردار کے مکان کی طرف چلنا
شروع کر دیا۔

کوئی آدھ گھنٹے تک مسلسل میں گزرنے کے بعد یہ لوگ
اسی جگہ پہنچ گئے۔ جہاں وحشی سردار کا مکان تھا۔ مکان کی
کھڑکی میں اب دیا روشن تھا۔ مگر آس پاس سناٹا چھایا
ہوا تھا۔

تھیوسانگ نے ماریا اور کیٹی کو اس جگہ درختوں میں چھپے
رہنے کو کہا۔ اور خود رینگتا ہوا وحشی سردار کے مکان کے
پچھلے حصے کی طرف بڑھا۔ مکان کے پچھلے حصے کا برآمدہ
بالکل خالی پڑا تھا۔ یہاں روشنی نہیں تھی۔ مگر تھیوسانگ کو
سب کچھ نظر آ رہا تھا۔ وہ رینگ رینگ کا چلتا برآمدے میں
آ گیا۔ برآمدے میں بھی وہ سانپ کی طرح رینگتا دروازے کے
قریب ہی دیوار میں بنی ایک کھڑکی کے پاس گیا اور اس
نے تھوڑا سا سر اٹھا کر اندر کمرے میں جھانکا۔ کمرے میں
اندھیرا تھا لیکن تھیوسانگ کو اس اندھیرے میں بھی وحشی سردار
ایک تخت پر لیٹا ہوا دکھائی دیا۔
اس کے ہلکے ہلکے خراٹے فضا میں بلند ہو رہے تھے۔

تھیوسانگ نے دیکھا کہ اس کی بندوق کونے میں پڑی تھی۔ تھیوسانگ بڑی احتیاط کے ساتھ کھڑکی میں سے اندر داخل ہو گیا۔ تھیوسانگ خلائی انسان تھا۔ اس کے سامنے جو شخص تخت پر سو رہا تھا۔ وہ خلائی انسان نہیں تھا۔ اس لیے تھیوسانگ میں اس کے مقابلے میں زیادہ طاقت تھی۔ اس کے علاوہ تھیوسانگ کو معلوم تھا کہ انسان کی گردن کے پاس ایک خاص رگ ہوتی ہے جس کو اگر آہستہ سے کچھ دیر کے لیے دبا کر رکھا جائے تو انسان کے دماغ میں آکسیجن نہ جانے سے انسان بے ہوش ہو جاتا ہے۔

یہ سوچ کر تھیوسانگ لکڑی کے فرش پر رینگتا ہوا وحشی سردار کے تخت کی طرف بڑھا۔ وحشی سردار خراٹے لے رہا تھا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ تھیوسانگ رینگ کر بیٹھا اس کے سرہانے آگیا۔ اس نے دیکھا کہ وحشی سردار کی گردن پر بال ہی بال تھے۔ اس کے باوجود تھیوسانگ انسانی گردن کی رگ سے خوب واقف تھا۔

اس نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا۔ دو انگلیوں کو آہستہ سے آگے کر کے ایک دم سے سوئے ہوئے وحشی سردار کی گردن کی رگ کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ وحشی سردار ایک سیکنڈ کے لیے تڑپا مگر اس کے دماغ کو آکسیجن کی سپلائی بند

ہو گئی تھی اور دماغ کو اگر آکسیجن ایک سیکنڈ کے لیے بھی نہ ملے۔ تو دماغ پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔

تھیوسانگ وحشی سردار کے مقابلے میں زیادہ طاقت رکھتا تھا۔ اس نے گردن کی رگ کو بالکل نہ چھوڑا۔ خون میں ملی ہوئی آکسیجن سپلائی کا سلسلہ رک گیا تھا۔ وحشی سردار نے ایک ہاتھ اوپر اٹھایا۔ اس نے اپنی آنکھیں کھول کر لال لال ڈیلے تھیوسانگ کی طرف گھمائے۔ وہ انتہائی غضب کے عالم میں تھا مگر بے بس ہو چکا تھا۔ دماغ پر بے ہوشی چھا جانے کی وجہ سے اس کی ساری طاقت ختم ہو گئی تھی۔

چند سیکنڈ میں وحشی سردار بالکل بے ہوش ہو گیا۔

تھیوسانگ نے فوراً دوسرے کمرے سے رسی لا کر اس کے ہاتھ پاؤں کو مضبوطی سے باندھا۔ اس کے منہ میں کپڑا ٹھونسا اور اسے اٹھا کر دوسرے کمرے میں فرش پر ڈال دیا۔ اب اگر وہ ہوش میں بھی آجاتا تو اسے اس طرح جکڑ دیا گیا تھا کہ اپنی جگہ سے ذرا سا بھی نہیں ہل سکتا تھا۔

تھیوسانگ نے بندوق اٹھائی اور چھلانگ لگا کر برآمدے سے کود کر ان درختوں کی طرف دوڑا جہاں ماریا اور ریٹی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ تھیوسانگ کے

ہاتھ میں بندوق دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے۔ تھیوسانگ نے انہیں بتایا کہ اس نے وحشی سردار کو بے ہوش کر کے رسّی میں جکڑ کر قید کر دیا ہے۔ ماریا نے کہا۔

"اب ہمیں دوسرے مکانوں میں سوئے ہوئے وحشی لوگوں کو اپنے قبضے میں کرنا ہوگا۔"

تھیوسانگ نے بتایا کہ وہ نوجوان لڑکی جس کو وحشی سردار نے قید کر رکھا ہے۔ برآمدے میں نہیں تھی۔ کیٹی بولی۔

"ہو سکتا ہے وحشی سردار نے اِسے کسی دوسرے مکان میں بند کر رکھا ہو۔"

تینوں ساتھی اب وہاں سے نکل کر دوسرے مکانوں کی طرف بڑھے۔ یہ پانچ مکان تھے جو درختوں کے درمیان تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بنے ہوئے تھے۔ ان مکانوں پر گہرا اندھیرا چھا رہا تھا۔ تھیوسانگ نے ماریا اور کیٹی کو پیچھے رہنے کو کہا۔ اور خود ایک مکان میں داخل ہوگیا۔

تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں دوسری بندوق تھی۔ اسی طرح انہوں نے چار دوسرے وحشی لوگوں کو بھی بے ہوش کر کے ان کے منہ بند کرنے کے بعد رسیوں میں جکڑ کر کمروں میں بند کر دیا۔ جب تھیوسانگ پانچویں مکان میں داخل ہوا تو اس کے پاؤں سے ٹکرا کر لکڑی کا ایک

سٹول نیچے گر پڑا۔ اس کی آواز پر وحشی جاگ پڑا۔ اس نے فوراً بندوق اٹھالی اور چیخ کر کہا۔

"کون ہے باہر؟"

تھیوسانگ اندھیرے میں چھپ گیا۔ وحشی باہر برآمدے میں نکل آیا۔ وہ جنگلی درندے کی طرح اندھیرے میں ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ لکڑی کا سٹول ابھی تک برآمدے میں گرا پڑا تھا۔ وحشی نے آگے بڑھ کر سٹول کو اُٹھایا۔ سیدھا کر کے رکھا اور پھر اچانک اس کی نظر اندھیرے میں تھیوسانگ پر پڑ گئی۔

تھیوسانگ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ وحشی لوگ بھی اندھیرے میں دیکھ لیتے ہیں۔ وحشی نے فوراً بندوق کا فائر کر دیا۔

ماریا اور کیٹی فائر کی آواز سن کر چونک پڑے۔ فائر کا نشانہ چُوک گیا تھا۔ گولی تھیوسانگ کے بازو کے قریب سے گزر کر لکڑی کی دیوار میں جا کر گھُس گئی۔ وحشی دوسرا فائر کرنے ہی والا تھا کہ تھیوسانگ ایک چیتے کی طرح اِس کے اوپر آن گرا۔ دونوں فرش پر گتھم گتھا ہو گئے۔ مگر تھیوسانگ کی طاقت کے آگے وحشی اِنسان نہ ٹھہر سکا۔

تھیوسانگ نے وحشی انسان کو اگرچہ وہ لمبا تڑنگا تھا۔

نیچے گرا لیا۔ اور اس کی کنپٹی پر ایک زور کا گھونسا مارا۔ اس
گھونسے نے وحشی کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔ تھیوسانگ کا ہاتھ
زیادہ سخت پڑ گیا تھا۔ وحشی فرش پر بے حس مُردے کی
طرح پڑا تھا۔ وہ مر چکا تھا۔ تھیوسانگ نے لاش کو گھسیٹ
کر دوسرے کمرے میں پھینک دیا۔ اور ماریا کیٹی کو آکر بتایا
کہ راستہ صاف ہے۔

"اگر یہاں پانچ وحشی ہی رہتے تھے تو میں نے ان
میں سے ایک کو ہلاک کر دیا ہے اور باقی چار مکانوں
کے اندر اس حالت میں پڑے ہیں کہ نہ وہ ہل سکتے
ہیں اور نہ کوئی آواز حلق سے نکال سکتے ہیں"

"اب ہمیں نوجوان لڑکی کو تلاش کرنا چاہیئے۔
کیونکہ صرف وہی ہمیں بتا سکتی ہے کہ یہ لوگ کون
ہیں۔ اور ہم یہاں سے کس طرح نکل سکتے ہیں
اور یہ بھی کہ ہمیں کس طرف جانا چاہیے کہ دشمن مخلوق
ہم پر حملہ نہ کر سکے"

ماریا کے اس خیال سے سب نے اتفاق کیا اور نوجوان
قیدی لڑکی کی تلاش شروع کر دی۔ انہوں نے پانچوں مکان
دیکھ لیے وہاں وہ لڑکی نہیں تھی جب وہ اِن مکانوں سے
کچھ دُور گئے۔ تو درختوں میں ایک جگہ جھونپڑی نظر آئی۔ وہ

بھاگ کر جھونپڑی میں گئے۔

جھونپڑی میں اندھیرا چھایا تھا۔ مگر اِس اندھیرے میں
انہوں نے دیکھا کہ وہی نوجوان قیدی لڑکی اِس طرح فرش
پر پڑی ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں رسّی
سے جکڑے ہوئے ہیں۔ وہ ہوش میں تھی۔ ماریا نے
اس کی رسیاں کھول دیں۔ لڑکی گھبرائی ہوئی تھی۔ وہ پھٹی
پھٹی زرد آنکھوں سے ماریا، کیٹی اور تھیوسانگ کو اندھیرے
میں تک رہی تھی۔ ماریا نے کہا۔

"کیا تم ہماری زبان سمجھ رہی ہو؟"

ماریا نے زمین کی زبان میں بات کی تھی۔ لڑکی نے سر
ہلا کر کہا۔

"ہاں"

کیٹی نے لڑکی کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا

"بہن ہم تمہارے ہمدرد ہیں۔ ہم تمہیں یہاں
سے نکالنے آئے ہیں۔ لیکن ہمیں پہلے یہ بتاؤ
کہ تم کون ہو؟ اگر تم ہماری زبان سمجھتی ہو تو
یقیناً تمہارا تعلق ہماری زمین سے ہے"

لڑکی نے آہستہ سے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"وہ ــــ وہ لوگ تمہیں مار ڈالیں گے۔ یہاں

سے بھاگ جاؤ۔ بھاگ جاؤ"۔
تھیوسانگ بولا۔
"بہن! فکر نہ کرو۔ اگر یہاں پانچ وحشی رہتے تھے
تو ہم نے اِن کی مُشکیں کس کر انہیں مکانوں میں
بند کر دیا ہے۔ وہ اب تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتے"۔
ماریا نے بڑے پیار سے پوچھا۔
"بہن! تم کون ہو؟ تمہارا نام کیا ہے؟ اور تم یہاں
کیسے آگئیں؟"
لڑکی کو ذرا حوصلہ ہوا۔ اس نے ڈری ہوئی آواز میں
پوچھا۔
"کیا ــــ کیا وہ لوگ قید میں ہیں۔ مجھے نہیں
ماریں گے؟"
"بالکل نہیں" ماریا نے کہا۔ "اگر تم چاہو تو چل
کر انہیں بے ہوش پڑے دیکھ لو"۔
تھیوسانگ کیٹی اور ماریا نے سہمی ہوئی لڑکی کو ساتھ
لیا۔ سب سے پہلے انہوں نے اِسے وحشی سردار کو دکھایا
جو اپنے بند کمرے میں فرش پر رسیوں میں جکڑا ابھی تک
بے ہوش پڑا تھا۔ باقی تین وحشیوں کو بھی رسیوں میں جکڑے
بے ہوش پڑے اور ایک وحشی کی لاش دیکھ کر لڑکی کی تسلی

ہو گی۔ ماریا نے لڑکی کو پانی پلایا۔
پھر وہ اِسے لے کر وحشی سردار کے برآمدے میں آ
کر بیٹھ گئے۔ قیدی لڑکی کہنے لگی۔
"میرے باپ کے پڑدادا اور پڑدادی کو یہاں
کے سیارے کی مخلوق زمین سے اغوا کر کے
یہاں لے آئی تھی۔ ہم لوگ اس وقت سے اِس
سیارے پر آباد ہیں۔ میں اور میری ماں بھی
اسی سیارے پر پیدا ہوئی"۔
کیٹی نے کہا۔
"مگر تمہارے ماں باپ کہاں ہیں؟"
لڑکی نے کہا۔
"ہمارا گاؤں سے دُور ایک دریا کے کنارے پر
ہے۔ ہم لوگوں کو سیارے کی مخلوق نے ان وحشی
لوگوں کے حوالے کر رکھا ہے۔ ہم لوگ اپنے گاؤں
میں سیارے کی مخلوق کے لیے اِن وحشیوں کی نگرانی
اناج اُگاتے ہیں اور یورینیم کی کان میں سے یورینیم
نکالتے ہیں"۔
ماریا نے سوال کیا۔
"لیکن تم یہاں کیسے آگئیں؟"

لڑکی آہ بھر کر بولی۔

"ہم سب اِن وحشیوں کے غلام ہیں۔ صدیوں سے ہمارے باپ دادا اِن کے غلام چلے آ رہے ہیں۔ یہ ہر ماہ کسی ایک لڑکی کو چُن کر یہاں لے آتے ہیں اور اس سے خدمت لیتے ہیں۔ مجھے یہاں آئے پندرہ روز ہو گئے ہیں۔ میں اِن کی غلام ہوں۔ اِن کے لیے کھانا پکاتی ہوں۔ اِن کے کپڑے دھوتی ہوں۔ برتن صاف کرتی ہوں۔ مکانوں میں جھاڑو دیتی ہوں۔ یہ لوگ مجھ پر بڑا ظلم کرتے ہیں۔ اور مجھے مارتے پیٹتے بھی ہیں۔ مگر ہم آگے سے کوئی فریاد نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم غلام ہیں۔"

لڑکی کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ ماریا نے اِسے پیار کیا۔ اِسے حوصلہ دیا۔ اور کہا۔

"فکر مت کرو۔ ہم تمہیں تمہارے ماں باپ کے پاس پہنچا دیں گے۔"

لڑکی نے تشویش سے کہا۔

"یہ وحشی جب ہوش میں آئیں گے اور تم لوگ انہیں آزاد کر دو گے تو یہ ہم پر بڑا ظلم کریں گے۔ یہ یہی کہیں گے کہ ہم نے تمہاری مدد کی تھی۔"

تھیو سانگ کہنے لگا۔

"تم فکر نہ کرو بہن! ہم ان کا کام تمام کر دیں گے تم لوگوں پر ظلم کرنے والے زندہ نہیں بچیں گے۔"

کیٹی نے پوچھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

لڑکی نے کہا۔

"میرا نام لُوشا ہے۔"

ماریا کچھ سوچ کر بولی۔

"کیا تمہیں اندازہ ہے کہ یہاں کی جو مخلوق ہے۔ جن کے سروں پر سینگ ہیں۔ ان کا کوئی دوسرا خلائی اڈہ بھی ہے؟"

لُوشا بولی۔

"مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ سیارے کی مخلوق میں سے ہر دوسرے مہینے دو آدمی ہمارے گاؤں میں آتے ہیں۔ اور اناج اور یورینیم اکٹھا کر کے لے جاتے ہیں۔ اس کے سوا مجھے کچھ معلوم نہیں اگر تم میرے باپ سے ملو تو ہو سکتا ہے انہیں کچھ معلوم ہو۔"

کیٹی نے ماریا سے کہا۔

"ہمیں لُوشا کے گاؤں جاکر اس کے ماں باپ سے ملنا چاہیئے"۔

ماریا بولی۔

"اچھا خیال ہے"۔

پھر اس نے لوشا سے اس کے گاؤں کا پتہ پوچھا۔ لُوشا کہنے لگی۔

"میں تمہیں اپنے گاؤں لیے چلتی ہوں"۔

پھر وہ ڈرتے ہوئے کہنے لگی۔

"لیکن یہ لوگ بعد میں ہمیں مار ڈالیں گے۔ یہ کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے"۔

تھیوسانگ نے کہا۔

"گھبراؤ مت۔ میں ان وحشی ظالموں میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا"۔

ماریا کیٹی اور تھیوسانگ نے قیدی لڑکی لُوشا کو ساتھ لیا اور اس کے گاؤں کی طرف چل پڑے۔

لُوشا کا گاؤں اِس جنگل سے تھوڑے فاصلے پر ایک سنگلاخ پہاڑ کی دوسری جانب دریا کے کنارے آباد تھا۔ راتوں رات یہ لوگ اِس گاؤں میں پہنچ گئے۔ یہاں

چند ایک ڈھلانی چھتوں والے لکڑی کے مکان بنے ہوئے تھے جو اندھیرے میں ڈوبے ہوئے تھے۔

قیدی لڑکی لُوشا کیٹی وغیرہ کو لے کر اپنے گھر کے برآمدے میں آگئی۔ اس نے اپنے ماں باپ کو جگایا وہ بڑبڑا کر باہر آگئے۔ چراغ روشن کیا گیا۔ اپنی بیٹی کو دیکھ کر غم زدہ ماں باپ نے اسے سینے سے لگا لیا۔ پھر کیٹی، ماریا اور تھیوسانگ کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے تکنے لگے۔ ماریا نے آگے بڑھ کر کہا۔

"جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ ہماری شکلیں آپ ہی کی طرح ہیں۔ ہمارا تعلق بھی اِس زمین سے ہے۔ جہاں سے یہ ظالم مخلوق کبھی آپ کے آباؤ اجداد کو اغوا کر کے لے آئی تھی۔ ہم ایک ناخوشگوار اتفاق سے اِس سیارے پر پہنچ گئے ہیں اور سیارے کی ظالم مخلوق ہماری دشمن بن چکی ہے"۔

اس کے بعد ماریا نے لُوشا کے ماں باپ کو ساری کہانی بیان کر دی۔ لُوشا کے باپ کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔ وہ بولا۔

"اگر ہم نے تمہاری مدد کی تو ہمارے گاؤں کو جلا

کرناک کر دیا جائے گا اور ہم میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچے گا۔"

کیٹی اور تھیوسانگ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔

○

ناگ خلائی دشمنوں میں

اُوشا کے باپ نے کہا۔

"ہمیں یہاں رہنا ہے۔ ہم ان لوگوں سے دشمنی مول لے کر زندہ نہیں رہ سکتے۔ بہتر یہی ہے کہ آپ ہماری بیٹی کو اسی جھونپڑی میں واپس چھوڑ آئیں۔"

ماریا کہنے لگی۔

"مگر وہ آپ کی بچی پر ظلم کرتے ہیں۔"

باپ نے آہ بھر کر کہا۔

"یہ ظلم ہم پر صدیوں سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ ہم مجبور ہیں۔"

چراغ کی روشنی میں اُوشا کی ماں کا چہرہ بے حد اداس تھا۔ اس نے کہا۔

"میرے بچو! تم یہاں سے چلے جاؤ۔ نہیں تو ہم پر ضرور کوئی آفت آجائے گی۔"

تھیوسانگ کہنے لگا۔

"آپ لوگ جیسا کہتے ہیں ہم ویسا ہی کریں گے لیکن

کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس سیارے کی مخلوق کا کوئی
خفیہ خلائی اڈہ بھی ہے؟"
اس موقع پر اوشا کے باپ نے اپنی بیوی اور اوشا کو مکان
کے اندر بھیج دیا اور خود رازداری سے ماریا کے قریب ہو کر بولا۔
"تم لوگوں نے میری بچی کے ساتھ ہمدردی کا اظہار
کیا ہے اس لیے میں تمہاری ضرور مدد کروں گا۔ مگر
تمہیں میری ایک شرط ماننی ہو گی"
"وہ کیا ہے؟" ماریا نے پوچھا۔
اوشا کا باپ کہنے لگا۔
"شرط یہ ہے کہ تم لوگ میری بیٹی کو واپس اس جھونپڑی
میں چھوڑ آؤ گے اور یہاں سے فرار ہونے کے بعد
کسی سے ہمارا ذکر نہیں کرو گے"
ماریا نے کچھ سوچ کر کہا۔
"ہمیں یہ شرط منظور ہے"
اوشا کے باپ نے اطمینان کا سانس لیا اور بولا۔
"یورینیم کی جن کانوں میں ہم لوگ کام کرتے ہیں
وہ یہاں سے ایک کوس شمال مشرق میں واقع ہیں
ان سے تھوڑی دور ایک خلائی پہاڑی ہے۔ یہ
مصنوعی پہاڑی ہے۔ اس کے اندر سیارے کی

مخلوق نے ہنگامی حالات کے لیے ایک خفیہ خلائی
اسٹیشن بنا رکھا ہے۔ ایک بار میں یورینیم کی تھیلیاں
لے کر وہاں گیا تھا۔ میں نے وہاں چار خلائی اڑن
طشتریاں دیکھی تھیں۔ ہم نے سنا ہے کہ ان اڑن
طشتریوں کو پہنچے یہاں سے دو لاکھ نوری سال کے
فاصلے پر واقعہ اس مخلوق کے دوسرے سیارے
کے لیے یہ اڑن طشتریاں ہر وقت تیار رہتی ہیں۔
یہ اس لیے ہے کہ اگر کوئی دوسرے سیارے کی
مخلوق پر حملہ کر دے اور انہیں شکست ہو جائے۔
تو یہ لوگ ان اڑن طشتریوں میں بیٹھ کر یہاں سے
اپنے دوسرے سیارے پر فرار ہو سکیں"
ماریا اور کیٹی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ان کا مقصد
حل ہو گیا تھا۔
تھیوسانگ بولا۔
"اس خفیہ خلائی اسٹیشن پر سیکورٹی کتنی ہوتی
ہے۔ کیا وہاں کوئی خلائی فوج پہرہ دیتی ہے"
اوشا کا باپ بولا۔
"نہیں۔ اس خلائی اسٹیشن کا بہت کم لوگوں کو پتہ
ہے۔ وہاں صرف خلائی سپاہیوں کا ایک چھوٹا سا

دستہ ہر وقت چوکس رہتا ہے۔ اگر تم لوگ ان پر قابو
پا لو تو کسی بھی اُڑن طشتری میں بیٹھ کر یہاں سے
فرار ہو سکتے ہو۔"

ماریا، کیٹی اور تھیوسانگ یہی چاہتے تھے۔ انہوں نے ٹوشا
کے باپ کا شکریہ ادا کیا اور وعدہ کیا کہ وہ کسی سے اس کا
ذکر نہیں کریں گے۔ ٹوشا کو بھی اپنے ماں باپ کی زندگی کا خیال تھا،
چنانچہ وہ بھی اصرار کرنے لگی کہ اسے واپس اسی جھونپڑے میں پہنچا
دیا جائے جہاں وہ رسیوں میں جکڑی لیٹی ہوئی تھی۔

ماریا اور کیٹی مجبور ہو گئے۔ انہوں نے تھیوسانگ سے
کہا کہ وہ ٹوشا کو واپس جھونپڑے میں چھوڑ آئے۔ چنانچہ
تھیوسانگ نے ٹوشا کو ساتھ لیا اور جنگل میں سے گزرتا واپس
ٹوشا کی جھونپڑی میں آ گیا۔

"پیاری بہن! تمہیں اس حالت میں یہاں چھوڑنے
کو دل نہیں چاہتا مگر تمہارے ماں باپ سے وعدہ
کیا ہے۔"

ٹوشا اداس لہجے میں بولی۔

"مجھے اپنے ماں باپ کی جان بچانے کے لیے
یہاں رہنا ہو گا۔ تم ہماری فکر نہ کرو۔ ہم صدیوں
سے اسی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں۔"

"اچھا خدا حافظ بہن!"

یہ کہہ کر تھیوسانگ تیزی سے جھونپڑے سے باہر نکل
گیا۔

واپس ٹوشا کے گھر آ کر اس نے کیٹی، ماریا اور ٹوشا کے
ماں باپ کو بتا دیا کہ وہ ٹوشا کو واپس اس کی جھونپڑی میں
چھوڑ آیا ہے۔

ٹوشا کے باپ نے کہا۔

"اب اگر تم لوگ یہاں سے فرار ہو بھی گئے تو
ہم پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ بہتر یہی ہے کہ اس سے
پہلے کہ گاؤں کے دوسرے لوگ تمہیں میرے مکان
میں دیکھ لیں تم صبح ہونے سے پہلے پہلے یہاں
سے نکل جاؤ۔"

اس کے بعد ٹوشا کے باپ نے ماریا اور کیٹی وغیرہ کو خفیہ
خلائی اسٹیشن کا نقشہ اچھی طرح سمجھا دیا اور کہا۔

"دن نکلنے والا ہے۔ گاؤں کے لوگ بیدار ہو رہے
ہیں۔ اگر تمہیں کسی نے میرے مکان میں دیکھ لیا
تو ہم پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔"

ماریا نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ ہم ابھی یہاں سے چلے جاتے ہیں۔"

تمہارا ایک بار پھر بہت بہت شکریہ !"

تھیو سانگ اور کیٹی نے بھی نوشا کے باپ سے باری باری ہاتھ ملایا اور پچھلی رات کے اندھیرے میں وہاں سے نکل کر یورینیم کی کانوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ غلاموں کے اس گاؤں سے نکلنے کے بعد آگے بنجر اور تاریک پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ نوشا کے باپ نے انہیں ایک کاغذ پہ باقاعدہ نقشہ بنا کر دے دیا تھا۔ اس نقشے کی مدد سے وہ صبح ہونے سے پہلے یورینیم کی کانوں کے پاس پہنچ گئے۔

یہاں بڑی بڑی مشینیں لگی تھیں۔

کیٹی ماریا اور تھیو سانگ ان کانوں سے بچ کر آگے نکل گئے۔ اب ان کی منزل خلائی اسٹیشن تھا۔ اب صبح ہو رہی تھی۔ چاروں طرف ہلکی ہلکی روشنی پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کے ارد گرد سیاہ رنگ کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں پھیلی ہیں جن پر نہ کوئی درخت ہے اور نہ سبزہ نظر آرہا ہے۔ ان پہاڑیوں کے درمیان انہیں ایک گول پہاڑی دکھائی دی۔

ماریا نے اس طرف اشارہ کر کے کہا۔

"یہی وہ پہاڑی ہے جس کے اندر خلائی اسٹیشن

ہے"

"ہاں" کیٹی نے اس طرف دیکھتے ہوئے کہا" یہ مصنوعی پہاڑی لگ رہی ہے۔ مگر اس کے باہر کوئی ریڈار وغیرہ کا انٹینا نظر نہیں آرہا"

تھیو سانگ بولا۔

"تم خلا کی رہنے والی ہو کر ایسی باتیں کر رہی ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جس مقام پر خفیہ اور ہنگامی خلائی اسٹیشن بنایا جاتا ہے وہاں باہر کوئی ایسی نشانی نہیں چھوڑی جاتی جس سے کسی کو یہ پتہ چل سکے کہ یہاں کوئی خلائی اسٹیشن ہے"

ماریا نے کہا۔

"ہمیں دوسری طرف سے ہو کر ادھر جانا چاہیئے"

"لیکن دن کے وقت وہاں جانا خطرے سے خالی نہیں ہوگا۔ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ ہمیں رات ہونے کا انتظار کرنا چاہیئے"

کیٹی بولی۔

"تھیو سانگ ٹھیک کہتا ہے ماریا"

آخر انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ دن کسی جگہ چھپ کر گزار دیا جائے اور جب چاروں طرف رات کا گہرا اندھیرا

چھا جائے تو خفیہ خلائی اسٹیشن پر قبضہ کرنے کی کوشش کی
جائے۔

وہ تینوں بنجر اور سیاہ پہاڑیوں میں ایک ایسی جگہ چھپ
گئے۔ جہاں سے انہیں خلائی اسٹیشن والی گول مصنوعی پہاڑی
کا کوئی دروازہ انہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہاں کوئی
خلائی سپاہی بھی نظر نہیں آتا تھا۔ کیٹی کہنے لگی۔

"یہ پہاڑی مجھے تو ویران لگ رہی ہے۔ کہیں
وُشا کے باپ کو مغالطہ تو نہیں لگا؟"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" تھیوسانگ بولا۔ "اس
کی ساری زندگی اسی علاقے میں گزر گئی ہے۔ نقشے
کے مطابق بھی اس نے اِس پہاڑی پر نشان لگایا
ہے"
ماریا نے کہا۔

"یہ خفیہ خلائی اسٹیشن ہے۔ یہاں باہر کوئی پہریدار
نظر نہیں آئے گا۔ مگر اس کے اندر پوری گارد
ہوگی"
تھیوسانگ نے کہا۔

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خلائی سپاہی آس
پاس چھپے ہوئے ہوں۔ وہ چھپ کر پہرہ دے

رہے ہوں"

"پھر تو ہمیں بڑی احتیاط سے یہاں بیٹھنا ہوگا" کیٹی
بولی۔

اس طرح باتیں کرتے دوپہر بھی گزر گئی۔ ابھی سورج
نے ڈھلنا ہی شروع کیا تھا۔ کہ انھوں نے ایک خلائی زمینی
گاڑی کو پہاڑیوں میں سے نکل کر گول پہاڑی کی طرف
بڑھتے دیکھا۔

"ماریا تم اس گاڑی کو دیکھ رہی ہو؟" تھیوسانگ
نے کہا۔

سب کی نظریں اس گاڑی پہ لگی تھیں۔ یہ گول بلبلے
جیسی خلائی گاڑی تھی مگر اس کا بلبلہ شیشے کا نہیں بلکہ کسی
ایسی دھات کا تھا جو چمک رہی تھی اور اندر کچھ نظر
نہیں آرہا تھا کہ کون بیٹھا ہے۔

خلائی گاڑی گول پہاڑی کی دیوار کے ساتھ جاکر
کھڑی ہوگئی۔

دیوار میں آہستہ آہستہ شگاف پڑنے لگا۔ لگتا تھا کہ دیوار
درمیان سے اوپر اُٹھ رہی تھی۔ دیوار میں گول دروازہ بن
گیا۔ خلائی گاڑی اس کے اندر داخل ہوگئی۔ کیٹی نے
کہا۔

"اِس کا مطلب ہے کہ خلائی اسٹیشن کا دروازہ خفیہ ہے۔ ہمیں اِس کے اندر داخل ہونے میں دشواری ہوگی۔"

ماریا کے چہرے پر سوچ کی پرچھائیاں اُبھر آئیں۔ اس نے کہا۔

"تم نے دیکھا ہوگا کہ خلائی گاڑی جونہی دیوار کے سامنے جاکر رُکی دیوار میں شگاف نمودار ہونے لگا تھا۔ کسی نے گاڑی سے اُتر کر دیوار میں کوئی خفیہ بٹن نہیں دبایا تھا۔"

"ہاں"، تھیوسانگ بولا۔ "اِس کا مطلب ہے کہ دیوار کا دروازہ خلائی گاڑی کی مقناطیسی شعاعوں سے اپنے آپ کھُل گیا تھا۔"

ماریا نے اپنی مُٹھی دباتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ ہم چاہے ساری عمر ٹکریں مارتے رہیں خلائی اسٹیشن کے اس خفیہ دروازے کو کبھی نہیں کھول سکیں گے۔"

کیٹی بے اختیار بولی۔

"تو پھر کیا ہمیں اسی قسم کی کوئی خلائی گاڑی کہیں سے پیدا کرنی ہوگی؟"

تھیوسانگ کہنے لگا۔

"ایسی گاڑی ہم کہاں سے لا سکتے ہیں بھلا؟"

ماریا جھنجلاتے ہوئے بولی۔

"تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ ہمیں اسی خلائی گاڑی پر قبضہ کرنا ہوگا۔"

تھیوسانگ نے کہا۔

"یہ اِسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ یہ خلائی گاڑی باہر آئے۔"

ماریا سنجیدہ آواز میں بولی۔

"وہ ضرور باہر آئے گی۔ اور اگر وہ باہر آگئی تو اس پر قبضہ کس طرح کیا جانے گا؟ یہی ایک مسئلہ ہے جس کا ہمارے پاس کوئی حل نہیں ہے کیونکہ میں غائب نہیں ہو سکتی اور تھیوسانگ چیزوں کو چھوٹا نہیں کر سکتا۔ اِس سیّارے کی فضا میں آکر ہم دونوں کی غیر معمولی طاقتیں ہم سے بچھڑ گئیں ہیں۔"

کیٹی نے کہا۔

"میں خلائی گاڑی پر حملہ کر دُوں گی۔"

ماریا مسکرائی۔

"یہ اپنے آپ کو ان لوگوں کے حوالے کرنے کے برابر ہو گا۔ وہ لوگ بڑی آسانی سے ہمیں ہلاک کر دیں گے۔ اگر کوئی آدمی بہت بڑے ٹینک کے سامنے آجائے تو اس کا جو حشر ہوتا ہے وہی ہمارا حشر ہوگا۔"

تھیوسانگ بولا۔

"اگر ایسی بات ہے تو میں اس مشن کے لیے اپنی خدمات پیش کرتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ میں انگلی سے چھو کر کسی شے کو چھوٹا نہیں کر سکتا لیکن مجھ میں اتنی طاقت کہ میں اس خلائی گاڑی کو روک سکوں۔"

ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ کیٹی بھی خاموش رہی تھیوسانگ نے ان دونوں کو خاموش دیکھ کر کہا۔

"بس میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ اگر خلائی گاڑی باہر نکلی تو میں اسے اغوا کرنے کی کوشش کروں گا۔"

ماریا بولی۔

"یہ کوئی اتنا آسان کام نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ ہمیں مل کر اس گاڑی کو اغوا کرنے کے

لیے باقاعدہ ایک منصوبہ تیار کرنا ہوگا۔"

تینوں خلائی ساتھی سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔

چند لمحوں میں انہوں نے ایک سکیم تیار کر لی۔ اب انہیں یہی انتظار تھا کہ خلائی گاڑی باہر نکلے۔ سورج غروب ہونے لگا تھا۔ ہلکا ہلکا اندھیرا پہاڑیوں میں اتر رہا تھا۔ پہاڑیوں کے سائے لمبے ہو رہے تھے۔ وہ اپنی کمین گاہ سے نکل کر خلائی اسٹیشن والی پہاڑی سے کچھ فاصلے پر اس جگہ پر آ گئے جہاں سے ان کے خیال میں خلائی گاڑی گزر کر گئی تھی۔

یہاں سڑک پر ادھر ادھر بے شمار چھوٹے بڑے پتھر پڑے تھے۔ ماریا کو معلوم تھا کہ خلائی گاڑی زمین سے دو ایک فٹ بلند ہو کر چلتی ہے۔ اس لیے پتھر اس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتے۔

ماریا نے اپنے منصوبے کے مطابق سڑک کی ایک جانب ٹیلے کے اوپر کیٹی کو بٹھا دیا جس نے اپنے پاس کچھ پتھر رکھ لیے۔ اسی طرح ماریا بھی کچھ پتھر لے کر دوسرے ٹیلے پر چھپ کر بیٹھ گئی۔ تھیوسانگ سڑک کے کنارے کنارے پتھروں کے پیچھے گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ خلائی اسٹیشن کی جانب سے نیم روشنی میں ایک گول سی چیز حرکت کرتی نظر آئی۔

یہ وہی خلائی گاڑی تھی جس کا ماریا کو انتظار تھا.
اس نے بلند آواز میں کہا۔

"کیٹی، تھیوسانگ ہوشیار"۔

خلائی گاڑی زمین سے دو فٹ بلند ہو کر چل رہی. جب وہ ان دو ٹیلوں کے درمیان آئی جہاں ماریا اور کیٹی بیٹھی تھیں تو انہوں نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت خلائی گاڑی پہ پتھر پھینکنے شروع کر دیئے. یہ اس علاقے میں پہلا موقع تھا کہ خلائی مخلوق کی گاڑی پر پتھر برسائے جا رہے تھے.
خلائی گاڑی رک گئی. اور اس میں سے لیزر شعاعوں کے دو فائر ہوئے. ایک فائر ماریا کے ٹیلے اور دوسرا فائر کیٹی کے ٹیلے پہ ہوا. مگر وہ پتھروں کے پیچھے چھپی ہوئی تھیں.

انہوں نے چھپ کر پتھر پھینکنے شروع کر دیئے.

خلائی گاڑی کا پچھلا دروازہ کھل گیا. اس میں سے دو خلائی آدمی باہر نکلے. ان کے ہاتھوں میں لیزر گنیں تھیں. ان میں سے ایک ماریا والے ٹیلے اور دوسرا کیٹی والے ٹیلے کی طرف بڑھا.

تھیوسانگ اسی لمحے کا انتظار کر رہا تھا. وہ اوٹ میں سے نکل کر رینگتا ہوا خلائی گاڑی کی طرف بڑھا. خلائی گاڑی کا پچھلا دروازہ کھلا تھا. تھیوسانگ نے سر اٹھا کر دیکھا کہ گاڑی

کا پچھلا حصہ خالی تھا. اگلے حصے میں ایک خلائی آدمی بیٹھا سامنے دیکھ رہا تھا. تھیوسانگ چھلانگ لگا کر گاڑی میں گھسا اور اس سے پہلے کہ خلائی آدمی پلٹ کر اس پہ فائر کر سکے تھیوسانگ نے اس کی گردن پہ پوری طاقت سے مکا مارا. اس کی گردن ڈھلک گئی. تھیوسانگ نے لپک کر اس کی خلائی گن اٹھائی اور خلائی گاڑی میں سے کود کر باہر آ گیا. اوپر اسے ایک خلائی سپاہی دکھائی دیا جو ماریا والی پہاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا. تھیوسانگ نے اس کو نشانہ بنا کر فائر کر دیا. خلائی سپاہی شعلہ بن کر بھسم ہو گیا. جو خلائی سپاہی کیٹی والے ٹیلے کی طرف بڑھ رہا تھا اس نے پلٹ کر دیکھا

تھیوسانگ نے اس پہ بھی فائر کر دیا. وہ بھی بھک سے اڑ گیا.

ان کے مشن کا پہلا مرحلہ کامیابی سے طے ہو گیا تھا. ماریا اور کیٹی دوڑتی ہوئی ٹیلے پر سے نیچے اتر آئیں. انہوں نے گاڑی میں سے خلائی ڈرائیور کی لاش نکال کر ٹیلے کے پتھروں میں پھینک دی اور تھیوسانگ ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھ گیا.

اس نے گاڑی کو پیچھے موڑا اور خلائی اسٹیشن والی پہاڑی کی طرف بڑھا. ماریا نے کہا۔

"ہوشیار رہنا تھیوسانگ! وہ لوگ گاڑی کو واپس
آتا دیکھ کر ضرور چیکنگ کریں گے۔"
تھیوسانگ کی آنکھیں سامنے گول پہاڑی پر لگی تھیں۔
اس نے کہا۔
"دیکھا جائے گا۔"
ان کے پاس صرف ایک ہی خلائی گن تھی جو ماریا نے
تھام رکھی تھی۔ باقی دو خلائی سپاہیوں کی خلائی گنیں ان کے
ساتھ ہی جل کر راکھ ہو گئی تھیں۔
گاڑی جونہی خلائی اسٹیشن کی گول پہاڑی کی دیوار کے
سامنے پہنچی، دیوار میں اپنے آپ شگاف نمودار ہو گیا۔ تھیوسانگ
گاڑی دیوار کے اندر لے گیا۔ اندر ایک روشن سرنگ
تھی گاڑی اپنے آپ اس کے اندر چلی جا رہی تھی۔ کیٹی نے
تشویش سے پوچھا۔
"ہم کہاں جا رہے ہیں؟"
تھیوسانگ بولا۔
"خاموش رہو۔ آواز نہ نکالو۔"
گاڑی میں سے باہر کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔ ماریا
ہاتھ میں گن لیے چوکسی سے بیٹھی دائیں بائیں دیکھ رہی
تھی۔ سرنگ کے آگے موڑ آ گیا۔ یہاں سے گاڑی مڑی تو

ماریا کی نظر ایک خلائی سپاہی پر پڑی جو ایک کھلے دروازے
کے آگے پہرہ دے رہا تھا۔ اس نے خلائی گاڑی کو واپس
آتے دیکھا تو ہاتھ کے اشارے سے اسے روک لیا۔ ماریا
نے کہا۔
"گاڑی روک لو تھیو۔"
تھیوسانگ نے گاڑی روک لی۔ گاڑی کے اندر سے
یہ لوگ باہر سب کچھ دیکھ سکتے تھے مگر باہر سے گاڑی کے
اندر نگاہ نہیں جاتی تھی۔ خلائی پہرے دار گاڑی کے قریب
آ کر بولا۔
"تم لوگ واپس کیوں آ گئے؟"
ماریا نے خلائی گن کا رخ اس کی طرف کر دیا اور گاڑی
کے سوراخ میں سے اس پر فائر جھونک ڈالا۔ بھک کی آواز
کے ساتھ پہرے دار جل کر بھسم ہو گیا۔
"گاڑی اندر لے چلو۔" ماریا نے چلا کر کہا۔
تھیوسانگ گاڑی کھلے دروازے میں سے اندر لے
گیا۔ یہ ایک گول بڑا ہال کمرہ تھا جس کی چھت اوپر سے
کھلی تھی۔ یہاں بہت روشنیاں لگی تھیں اور سات اڑن
طشتریاں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کھڑی تھیں۔ ایک
نیلے رنگ کی اڑن طشتری چھت کے گول کھلے سوراخ کے

عین نیچے تھی۔ ماریا نے کہا۔

"ہمیں اس نیلی اُڑن طشتری پر قبضہ کرنا ہوگا۔"

گاڑی نیلی اُڑن طشتری کے پاس پہنچی تو سامنے والے دروازے میں سے دو خلائی پہرے دار بھاگتے ہوئے داخل ہوئے۔

"خبردار — تم لوگ کون ہو؟"

ماریا نے فوراً گن فائر کر دی۔ دوسری طرف سے بھی فائرنگ ہوئی۔ مگر خلائی گاڑی پر لیزر شعاع کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ چوتھے فائر پر ایک خلائی پہرے دار جل کر راکھ ہو گیا۔ دوسرا بھاگ اُٹھا۔

"یہ آدمی اطلاع کر دے گا۔ جلدی سے باہر نکلو۔" تھیوسانگ نے کہا۔

گاڑی سے نکل کر تینوں اُڑن طشتری کی طرف لپکے۔ کیٹی اور تھیوسانگ کے لیے اُڑن طشتریاں کوئی نئی چیز نہیں تھیں۔ وہ اُڑن طشتری کی مشینری سے واقف تھے اور اس سے پہلے بھی کئی بار اُڑن طشتریاں چلا چکے تھے۔

اُڑن طشتری کا دروازہ کھول کر وہ اس میں گھس گئے۔

"کمپیوٹر بٹن اون کر دو کیٹی۔"

تھیوسانگ نے کاک پٹ میں کنٹرول سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ کیٹی نے جلدی سے ایک جگہ سرخ بٹن کو دبا دیا۔ بٹن کے دباتے ہی تھیوسانگ نے سفید سٹک کو پیچھے کھینچا۔ اُڑن طشتری کے نیچے سے زبردست روشنی نکلی اور ایک دھماکے ایسی آواز کے ساتھ اُڑن طشتری نے اوپر اُٹھنا شروع کر دیا۔

ابھی اُڑن طشتری چھت کے پاس ہی پہنچی تھی کہ نیچے سے اس پر فائرنگ شروع ہو گئی۔ خلائی اسٹیشن کی گارڈ کے سارے سپاہی وہاں پہنچ گئے تھے اور اُڑن طشتری پر فائرنگ کر رہے تھے۔

"یہ لوگ فائرنگ کر رہے ہیں۔" ماریا نے گھبرا کر کہا۔

تھیوسانگ بولا۔

"ان کی فائرنگ کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔"

اس کے ساتھ ہی اُڑن طشتری ایک زنّاٹے کے ساتھ پہاڑی کے گول سوراخ میں نکل کر اوپر کھلے آسمان کی طرف بڑھنے لگی۔ تھیوسانگ کنٹرول سیٹ پر بے حد مصروف تھا۔ وہ کبھی کسی بٹن کو دباتا کبھی کسی بٹن کو اون کرتا۔ اُڑن طشتری کے گول سوراخوں میں سے رنگ برنگی روشنیاں نکل رہی تھیں وہ تیزی سے اوپر خلا میں بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

اس کی رفتار ہر سکینڈ کے بعد بڑھ رہی تھی۔ اور
پھر اس کی سپیڈ اتنی تیز ہو گئی کہ شیطانی لیڈر کا سیارہ
انہیں اُڑن طشتری کے اندر سے گول ستارے کی طرح
چمکتا نظر آنے لگا۔ کیٹی نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے
کہا۔

"ہم دشمن کی زد سے نکل آئے ہیں۔"

تھیوسانگ بولا۔

"وہ کسی راکٹ میں ہمارا پیچھا بھی کر سکتے ہیں۔"

ماریا نے کہا۔

"تم خلائی راستہ تبدیل کر لو۔"

"یہ بات خطرناک ہو سکتی ہے۔ اگر ہم خلا
میں راستہ بھول گئے تو کیا ہو گا۔"

ماریا بولی۔

"اس وقت ہمیں دشمن سے بچنے کی ضرورت
ہے۔"

یہ لفظ ابھی ماریا کے منہ سے نکلا ہی تھا کہ اچانک
ان کے پیچھے دو اُڑن طشتریاں نمودار ہوئیں۔ ان کے
منہ راکٹ کی طرح کے تھے۔

"دشمن ہمارا تعاقب کر رہا ہے۔" تھیوسانگ نے کہا۔

"رخ بدل لو تھیو۔" کیٹی نے بھی چلا کر کہا۔

تھیوسانگ نے خلاء میں اُڑن طشتری کو ایک جھکولا دیا
اور نیچے غوطہ لگا کر کئی ہزار میل آگے جا کر طشتری کو
بائیں جانب لے گیا۔ دشمن کی راکٹ طشتری بھی اس
کے پیچھے ہی آئی۔ اس نے فائر کھول دیا۔ روشنی کے
گولے تیزی سے اُڑن طشتری کے نزدیک سے گزر
گئے۔ ان کے گزرنے سے طشتری میں زلزلہ آ گیا۔

"یہ بڑے خطرناک فائر ہیں۔" کیٹی بولی۔ "اگر
ہماری طشتری ہٹ ہو گئی تو ہمارے پُرزے
اُڑ جائیں گے۔"

مگر تھیوسانگ ایک بڑا ماہر انجینئر بھی تھا۔ اس نے
اُڑن طشتری کو خلا میں شہاب ثاقب کی طرح گھما دیا۔ اُڑن
طشتری روشنی کی لکیر کی طرح خلا میں میں لاکھوں میل
نیچے چلی گئی۔ یہ اس قدر خطرناک بات تھی کہ اس
کے پیچھے آنے والے دشمن ایسا نہ کر سکے۔ کیونکہ اس
طرح سے اُڑن طشتری میں بیٹھے ہوئے زندہ نہیں بچ
سکتے تھے۔

لیکن تھیوسانگ، کیٹی اور ماریا فرش کے ساتھ چپک
گئے تھے۔ ایک منٹ تک اُڑن طشتری ٹوٹے ہوئے تارے

کی طرح خلا میں روشنی کی لکیر بناتی تیرتی چلی گئی۔ اس ایک منٹ میں کیٹی کی اُڑن طشتری نے کروڑوں میل کا فاصلہ طے کر لیا تھا۔

تھیوسانگ نے لیٹے لیٹے آگے بڑھ کر اُڑن طشتری کی سٹک نیچے گرا دی۔ اُڑن طشتری ایک دم سے سیدھی ہو کر نارمل سپیڈ پر آ گئی۔ وہ جیسے خلاء میں ٹھہر سی گئی۔

کیٹی، ماریا اور تھیوسانگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔

کیٹی نے ایک طرف دیکھ کر حیرانی سے کہا۔

"ماریا کہاں ہے؟"

اس فقرے پر ماریا نے اپنے آپ کو دیکھا۔ خوشی سے اس کی چیخ نکل گئی۔ ماریا پھر سے غائب ہو گئی تھی۔

"کیٹی! تھیو! میں پھر سے غائب ہو گئی ہوں۔"

تھیوسانگ نے کنٹرول سیٹ سے پلٹ کر دیکھا۔ اسے ماریا نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس نے خوشی سے اُچھل کر کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ میری طاقت بھی واپس آ گئی ہو گی۔ ہم شیطانی کیڈر کے منحوس

سیارے کے اثرات سے نکل آئے ہیں۔"

ماریا بولی۔

"پہلے راڈار پر چیک کرو۔ دشمن ہمارے تعاقب میں ہے کہ نہیں۔"

کیٹی نے کمپیوٹر کا بٹن دبا دیا۔ تھیوسانگ نے راڈار چیک کیا۔ دشمن کی راکٹ طشتری کا خلاء میں کہیں نام و نشان بھی نہیں تھا۔

"ہم دشمن کی زد سے نکل آئے ہیں ماریا۔" تھیوسانگ بولا۔

کیٹی اور ماریا نے اطمینان کا سانس لیا۔ کیٹی بولی

"ماریا کی طاقت تو واپس آ گئی۔ اب تھیوسانگ تم چیک کرو تمہاری طاقت واپس آئی ہے یا نہیں؟"

تھیوسانگ نے اُڑن طشتری کو خلا میں ایک طرف سیٹ کر دیا اور خود سیٹ کو گھما کر اس نے اپنا رُخ کیٹی کی طرف کر لیا۔ اسے ماریا نظر نہیں آ رہی تھی مگر اس کی خوشبو بتا رہی تھی کہ ماریا کیٹی کے پاس ہی بیٹھی ہے۔ ماریا نے مسکرا کر کہا۔

"میں کیٹی کے پاس ہی بیٹھی ہوں اور میں مسکرا

بھی رہی ہوں۔ تم میری مسکراہٹ نہیں دیکھ سکتے۔"

تھیوسانگ بولا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تمہاری طاقت تمہیں واپس مل گئی۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ میری طاقت واپس آئی ہے کہ نہیں۔"

اس نے کیٹی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیٹی انگلی سے چھو کر تمہیں چھوٹا کر کے دیکھوں؟"

"خبردار جو مجھے ہاتھ لگایا۔" کیٹی ٹھنک کر بولی۔

تھیوسانگ ہنسنے لگا۔

"اچھا بابا تمہیں ہاتھ نہیں لگاتا۔ میں اس — اس خلائی گن پر اپنی خفیہ طاقت کا اثر آزماتا ہوں۔"

تھیوسانگ نے ایک آنکھ بند کر کے خلائی گن کو انگلی سے چھوا تو وہ ایک دم سے اتنی چھوٹی ہو گئی کہ پنسل پر ایک چھوٹا سا پیچ بن کر رہ گئی تھی۔ تھیوسانگ نے خوشی سے نعرہ لگایا۔

"میری طاقت بھی واپس آ گئی۔"

اس خوشی میں کیٹی اور ماریا نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

اب انہوں نے اُڑن طشتری کے روٹ کی طرف توجہ دی۔ وہ کمپیوٹر کی سکرین پر یہ دیکھنے لگے کہ ان کی اُڑن طشتری کس طرف جا رہی ہے۔ تھیوسانگ نے کمپیوٹر کی مدد سے حساب لگا کر ماریا کو بتایا کہ اِن کی طشتری کسی نامعلوم سمت چلی جا رہی ہے۔ ماریا ایک دم اداس ہو گئی۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہم اِس سیارے پر نہیں جا سکیں گے جہاں ہم ناگ کو اکیلا چھوڑ آئے تھے۔"

اس خیال سے تھیوسانگ اور کیٹی بھی اُداس ہو کر چُپ ہو گئے۔ کیٹی بولی۔

"اگر دشمن کی وجہ سے ہم اپنی جان بچانے کے لیے اپنی اُڑن طشتری کو خلا میں دُور نہ لے جاتے تو ہم ناگ والے سیارے پر ہی جا رہے تھے۔"

"اب کوئی صورت واپس ناگ کے سیارے پر جانے کی نہیں ہو سکتی؟" ماریا نے سوال کیا۔

ماریا نے ایک بار پھر اُڑن طشتری کے سارے روٹ کو چیک کیا اور مایوسی سے بولا۔

"ہمیں کچھ معلوم نہیں ہے کہ ہم خلا میں کس طرف جا رہے ہیں۔"

ماریا اور کیٹی نا امید ہو کر خاموش ہو گئیں۔

o o

اب ہم واپس ناگ کی طرف آتے ہیں۔

عنبر کے بارے میں آپ کو یاد ہوگا کہ وہ ہماری زمین پر تاریخ کے پرانے زمانے کے میکسیکو ملک میں باغی لیڈر ڈومینکو کے غار میں چھپا ہوا ہے جو اپنی باغی ساتھی لڑکی سانچی کے ساتھ مل کر میکسیکو کے شاہی محل پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا رہا ہے۔ عنبر کو ابھی ہم وہیں چھوڑتے ہیں اور ناگ کی خبر لیتے ہیں۔ کہ جب کیٹی اور تھیوسانگ کو اُڑن طشتری کی روشنی نے مقناطیسی شعاعوں کی مدد سے اوپر کھینچ لیا تو اس پر کیا گزری۔

ناگ سانپ کی شکل میں پہاڑی کی اوٹ میں چھپا کیٹی، اور تھیوسانگ کو اُڑن طشتری میں اوپر کھینچتے دیکھتا رہا۔ پھر یہ اُڑن طشتری ان دونوں کو لے کر خلا میں اُڑ گئی۔

ناگ اکیلا رہ گیا۔ شیطانی سیارے کے خلائی سپاہی آران کے ساتھ واپس قلعے کی طرف چلے گئے۔ ناگ سوچنے لگا۔ کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ کیٹی اور تھیوسانگ کو لے کر اُڑن طشتری کس سیارے

کی طرف اُڑ گئی ہے۔

ناگ کو اپنے اکیلے رہ جانے کا شدید احساس ہوا۔ لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ اس کی ہمت بلند تھی اور اسے یقین تھا کہ ایک نہ ایک روز وہ سب دوست ایک دوسرے سے ضرور آن ملیں گے۔ پہاڑی کی ڈھلان سے رینگتا ہوا ناگ دوسری طرف گہری گھاٹی میں اُتر گیا۔ یہاں پتھروں میں کہیں کہیں پانی رس رہا تھا۔ ناگ نے ایک جگہ پتھر کے نیچے پانی میں ایک ننھے سے سانپ کے بچے کو دیکھا۔

سانپ کا ننھا سا بچہ بھی ناگ کی طرف دیکھ رہا تھا اگرچہ سینولیا چھوٹا سا تھا مگر اس نے ناگ دیوتا کی بو سونگھ لی تھی۔ سینولیا سر جھکائے ہوئے تھا۔ ناگ اس کے قریب چلا گیا اور اپنی سانپوں کی زبان میں اس سے پوچھا کہ کیا وہ اکیلا ہے کہ اس کے ماں باپ بھی یعنی ناگ اور ناگن بھی اس کے ساتھ ہیں۔ سینولیے نے باریک آواز میں کہا۔

"عظیم ناگ دیوتا جی! میری ماں اور باپ بھی میرے ساتھ ہی رہتے ہیں۔"

"وہ کہاں ہیں وہ؟ مجھے ان کے پاس لے چلو۔"

سینولیا پانی سے باہر نکل آیا اور بولا۔

"عظیم ناگ دیوتا! میرے ساتھ آئیے۔"

سنپولیا بالکل ننھا سا تھا۔ وہ پتھروں میں آگے آگے چلنے
لگا۔ ناگ اس کے ساتھ ساتھ رینگ رہا تھا۔ پہاڑی کی دوسری
طرف ایک کھوہ بنا ہوا تھا۔ اس کے اندر اندھیرا تھا۔ وہاں
ایک بہت بڑا پتھر پڑا تھا۔ سنپولیا بولا۔
"میرے ماں باپ اس پتھر کے نیچے رہتے ہیں۔"
ناگ نے کہا۔
"انہیں بلاؤ۔"
سنپولیا ایک سوراخ میں گھس گیا۔ چند لمحوں بعد سبز
رنگ کے دو ایک ایک فٹ سائز کے سانپ سوراخ
سے باہر نکلے اور ناگ کے سامنے سر جھکا کر بیٹھ گئے۔
ناگ نے کہا۔
"تم لوگوں کو پہلے میری خوشبو نہیں آئی تھی؟"
سانپ بولا۔
"عظیم ناگ! جب ہم سوراخ کے اندر زمین میں
گھس جاتے ہیں تو اس زمین میں ہمیں باہر کی
کوئی بو یا خوشبو نہیں آتی۔"
ناگن نے ادب سے پوچھا۔
"عظیم ناگ! آپ اس سیارے پر کیسے آگئے؟"
ناگ نے کہا۔

"یہ بڑی لمبی کہانی ہے۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ
یہاں تم دونوں اپنے بچے کے ساتھ اکیلے ہی رہتے
ہو یا دوسرے سانپ بھی رہتے ہیں؟"
سانپ بولا۔
"عظیم ناگ! اس سیارے کی مخلوق بھی سانپوں
کی دشمن ہے۔ آپ کی دنیا میں تو لوگ پھر بھی
سانپ کو پکڑ کر اس کا تماشہ دکھاتے ہیں۔ ہندوستان
میں تو لوگ ہماری پوجا بھی کرتے ہیں۔ لیکن اس
سیارے پر اگر کسی کو سانپ نظر آجائے تو
وہ اُسے وہیں ہلاک کر ڈالتا ہے۔ اس لیے ہم
ہمیشہ بل کے اندر چھپے رہتے ہیں۔"
"لیکن تمہارا بچہ تو باہر پانی میں نہا رہا تھا۔" ناگ
نے کہا۔
ناگن بولی۔
"عظیم ناگ! بچہ کسی کو نظر نہیں آتا۔ ویسے ہم
اس کو بھی بہت کم باہر نکلنے دیتے ہیں۔ آج
یہ نہانے کے لیے بڑی ضد کر رہا تھا۔ اس لیے
اسے اجازت دے دی۔"
سانپ نے پوچھا۔

"عظیم ناگ! یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ ہمارے
ہاں تشریف لائے۔ فرمائیے ہم آپ کی کیا خدمت
کر سکتے ہیں؟"
ناگ نے کہا۔
"کیا اس خلائی قلعے کے اندر جانے کا کوئی خفیہ راستہ
تمہیں معلوم ہے؟"
سانپ بولا۔
"کیوں نہیں عظیم ناگ؟ اس میرے سوراخ کے اندر
ہی اندر سے ایک راستہ قلعے کے اندر جاتا ہے مگر
ہم ادھر کبھی نہیں گئے۔ لیکن آپ وہاں کس لیے جانا
چاہتے ہیں؟ وہ لوگ تو ہمارے دشمن ہیں"
ناگ نے کہا۔
"یہ تمہیں بتانے والی بات نہیں ہے۔ تم ایسا کرو
کہ مجھے قلعے کے اندر جانے والا راستہ بتا دو"
سانپ نے ادب سے کہا۔
"جو حکم عظیم ناگ! تشریف لائیے"
سانپ نے اپنی ناگن اور بچے کو وہیں رہنے کی ہدایت کی
اور ناگ کو لے کر اپنے سوراخ میں آگے کی طرف رینگنے لگا۔
ناگ اس کے پیچھے پیچھے رینگ رہا تھا۔ ناگ نے یہ سوچا

تھا کہ اسے قلعے میں پہنچ کر کسی خفیہ جگہ چھپ جانا چاہیے اور
اگر موقع ملے تو کسی راکٹ میں سوار ہو کر اس سیارے
میں پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیئے جہاں کیٹی اور تھیوسانگ گئے
ہیں۔ اسے یقین تھا کہ سیارے کی مخلوق انہیں اسی سیارے
پر لے گئی ہے۔ جہاں ماریا پہلے سے موجود ہے۔
دونوں سانپ زمین کے اندر ہی اندر دیر تک رینگتے رہے
انہوں نے زمین کے اندر بنے ہوئے راستے میں کئی موڑ کاٹے۔
ایک بار انہیں دلدل میں سے بھی گزرنا پڑا۔ آخر ایک جگہ پہنچ
کر سانپ رک گیا۔ اور بولا۔
"عظیم ناگ! وہ دیکھئے۔ آگے ہلکی روشنی نظر آرہی
ہے وہ سوراخ کا منہ ہے۔ یہ قلعے کے اندر کی
جگہ ہے۔ میں کبھی وہاں نہیں گیا۔ مگر میں نے سُنا
ہے کہ یہ قلعے کا چھوٹا عقبی میدان ہے"
ناگ نے سانپ کا شکریہ ادا کیا۔ سانپ ادب سے سلام
کر کے واپس چلا گیا اور ناگ نے آگے رینگنا شروع کر دیا۔
اس نے سوراخ میں سے سر باہر نکال کر دیکھا۔ باہر ستاروں
کی روشنی میں اسے ایک چھوٹا سا میدان دکھائی دیا جس کی چاروں
طرف اونچی پتھریلی دیوار تھی۔ باہر نکلنا خطرناک بات بھی تھی۔
مگر باہر نکلنے کے بغیر ناگ آگے کوئی قدم بھی نہیں اٹھا سکتا تھا۔

اس کو خیال آیا کہ وہ کسی پرندے کا روپ دھارے مگر
پرندہ بن کر وہ قلعے کے اندر کمروں میں نہیں جا سکتا تھا. جبکہ
سانپ کی شکل میں وہ ہر جگہ رینگ کر داخل ہو سکتا تھا.
ناگ سوراخ سے باہر نکل آیا.

میدان چھوٹا سا تھا اور وہاں جگہ جگہ خالی ڈرم اور خالی
ڈبے بکھرے ہوئے تھے. جب وہ ڈبوں کے ایک اونچے
ڈھیر کے پیچھے سے نکل کر دوسری طرف آیا تو دیکھا کہ چند قدم
کے فاصلے پر ایک دیوار میں چھوٹی سی کھڑکی میں روشنی ہو
رہی تھی. ناگ رینگتا رینگتا اس کھڑکی کے پاس آیا اور دیوار
پر سے ہوتا ہوا کھڑکی پر آ گیا. کھڑکی پر شیشہ چڑھا تھا. ناگ
نے شیشے کے ساتھ لگ کر دیکھا کہ دوسری طرف ایک گول
کمرہ ہے جس کے درمیان میں ایک لمبوترا پندرہ بیس فٹ لمبا
راکٹ کھڑا ہے. اس راکٹ کا دروازہ کھلا ہے اور ایک خلائی
آدمی اس کی سیڑھیوں پر سے اُتر رہا ہے. راکٹ سے نکل
کر خلائی آدمی نے دیوار کے لگے ایک پینل پر جا کر دو تین
آلات کو چیک کیا اور پھر کمرے سے نکل گیا.

اس نے پیچھے دروازہ بند کر دیا تھا. ناگ نے سوچا کہ
اس راکٹ کو جا کر دیکھنا چاہیئے کہ یہ کہیں ان کے دوسرے
سیارے پر جانے کے لیے تیار تو نہیں کیا جا رہا. یہ سوچ

کر ناگ کھڑکی سے اُتر آیا. اب وہ اندر جانے کا راستہ تلاش
کرنے لگا. بہت جلد اسے ایک نالی کا سوراخ مل گیا. ناگ
اس نالی کے ذریعے کمرے میں داخل ہو گیا.

کمرے میں مختلف کیمکلز کی بُو پھیلی ہوئی تھی. سامنے راکٹ
کا دروازہ ابھی تک کھلا تھا. ناگ راکٹ میں داخل ہو گیا.
اس نے دیکھا کہ اس راکٹ میں المونیم کے بہت سے ڈرم
بھرے ہوئے تھے. شاید یہاں سے سپلائی اوپر والے
سیارے کو جا رہی تھی. اس راکٹ میں سوائے ان بڑے
بڑے ڈرموں کے اور کچھ نہیں تھا.

وہ رینگتا ہوا کنٹرول روم میں سے گزر کر راکٹ کی دیوار
کے اوپر چڑھ گیا. یہاں ایک چھوٹا سا خانہ کھلا تھا. اس چوکور
خانے میں شیشے کا ڈائیل لگا تھا. ناگ نے سوچا کہ اس ڈائیل
کو دیکھنا چاہیئے. شاید اس پر راکٹ کی منزل کے بارے
میں کچھ درج ہو. کہ یہ کس طرف جا رہا ہے. ناگ رینگتا
ہوا اس چوکور خانے میں داخل ہو گیا. جونہی وہ چوکور خانے
میں داخل ہوا. کھٹک کی آواز کے ساتھ چوکور خانے کا شٹر
نیچے گر پڑا. خانہ بند ہو گیا.

ناگ نے پریشان ہو کر خانے کی دیوار کو زور لگا کر
پیچھے دھکیلا. مگر وہ تو اس قدر مضبوط تھا کہ ناگ اسے ذرا

بھی نہ ہلا سکا۔ وہاں جگہ اتنی تنگ تھی کہ ناگ انسان کا روپ بھی نہیں بدل سکتا تھا۔ اب تو وہ گھبرا گیا۔ کہ خواہ مخواہ اس خانے میں داخل ہوا۔ یہ آٹومیٹک خانہ تھا اور اپنے آپ بند ہو گیا تھا۔

ناگ نے بہت زور لگایا کہ وہاں سے باہر نکل سکے مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ تھک ہار کر وہ ڈائیل کے پاس بیٹھ گیا۔ ڈائیل پر سوائے ایک تیر کے نشان کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔ اتنے میں اسے راکٹ کے باہر قدموں کی بھاری آواز سنائی دی۔ کچھ خلائی آدمی باتیں کرتے اندر داخل ہوئے تھے۔ ان کی باتوں سے ناگ کو جب یہ پتہ چلا کہ یہ راکٹ ایٹمی کوڑا لے کر کسی نامعلوم سیارے پر پھینکنے جا رہا ہے تو پریشان ہو گیا۔ وہ اپنی مدد کے لیے کسی کو آواز بھی نہیں دے سکتا تھا۔
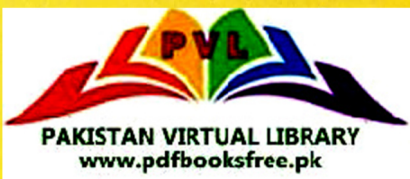
اتنے میں اسے راکٹ کا دروازہ بند ہونے کی آواز آئی۔ باہر کوئی گنتی گننے لگا۔ پھر زبردست آواز کے ساتھ راکٹ کو ایک خوفناک جھٹکا لگا۔ اور راکٹ اوپر کی طرف اٹھنے لگا۔ ناگ گھبرا کر چوکور خانے میں چکر لگانے لگا۔ اس نے زور سے خانے کی فولادی دیوار کو دھکیلا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ راکٹ بے پناہ شور اور رفتار کے ساتھ زمین سے

اٹھ کر اوپر خلا میں اڑا چلا جا رہا تھا۔

پھر ناگ کو محسوس ہوا کہ خلا میں اوپر جا کر راکٹ ایک طرف کو جھک گیا ہے۔ راکٹ خلا میں اس سیارے کی طرف اپنا رخ بدل رہا تھا۔ جہاں اسے پھینکا جا رہا تھا۔ یہ ایٹمی کوڑا تھا جس کو ہر ماہ ایک راکٹ کے ذریعے وہاں سے اربوں میل کے فاصلے پر ایک ویران خلائی سیارے میں راکٹ سمیت پھینک دیا جاتا تھا۔ ناگ صبر شکر کر کے بیٹھ گیا۔ وہ سوائے صبر کرنے کے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ راکٹ بے پناہ رفتار کے ساتھ تاریک خلا میں کسی نامعلوم سیارے کی طرف بھاگا چلا جا رہا تھا۔ راکٹ کی رفتار شاید روشنی کی رفتار سے بھی زیادہ تھی۔ ناگ کو اپنا آپ فولادی دیوار سے چپکا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

○

ناگ کس سیارے پر جا پہنچا؟

عنبر کے ساتھ میکسیکو میں کیا بیتی؟

ماریا تھیوسانگ اور کیٹی سے ناگ عنبر کی ملاقات کب اور کہاں ہوئی؟۔

ان سوالوں کے سنسنی خیز جواب کے لیے "ناگ عنبر ماریا اور کیٹی خلا میں" کی قسط نمبر ۱۰۸ "ہیبت ناک قلعہ" پڑھیے۔

عنبر ناگ ماریا کیپٹن اور خلا میں

اے حمید

نیا مکتبہ اقرا
۱۴-بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور-۸

بست ناگ قلعہ

۱۰۸

نیا مکتبہ اقرا

عنبر ناگ ماریا اور کیپٹی خلا میں

ہیبت ناک قلعہ

اے۔ حمید

قیمت : ۷/۵۰ روپے

بار اوّل : ۱۹۸۵
ناشر : نیا مکتبہ اقراء ۱۴-بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور-۸
طابع : ناصر دین پرنٹرز آبکاری روڈ، لاہور
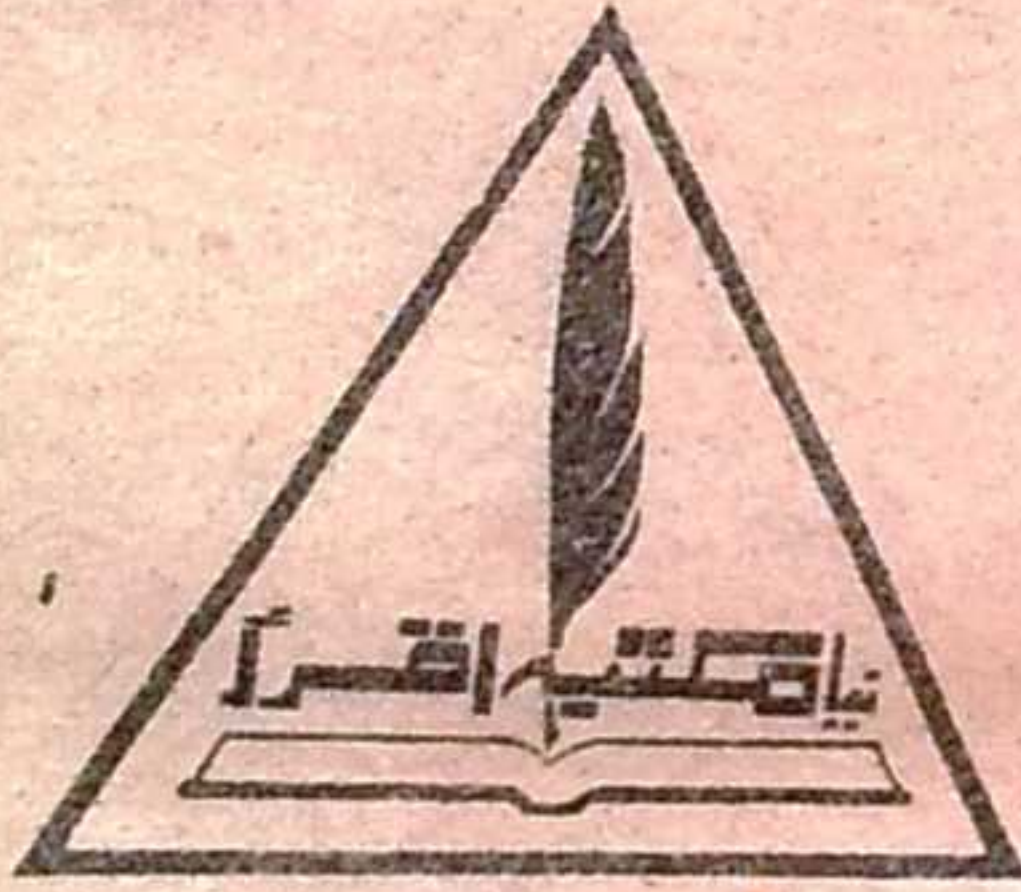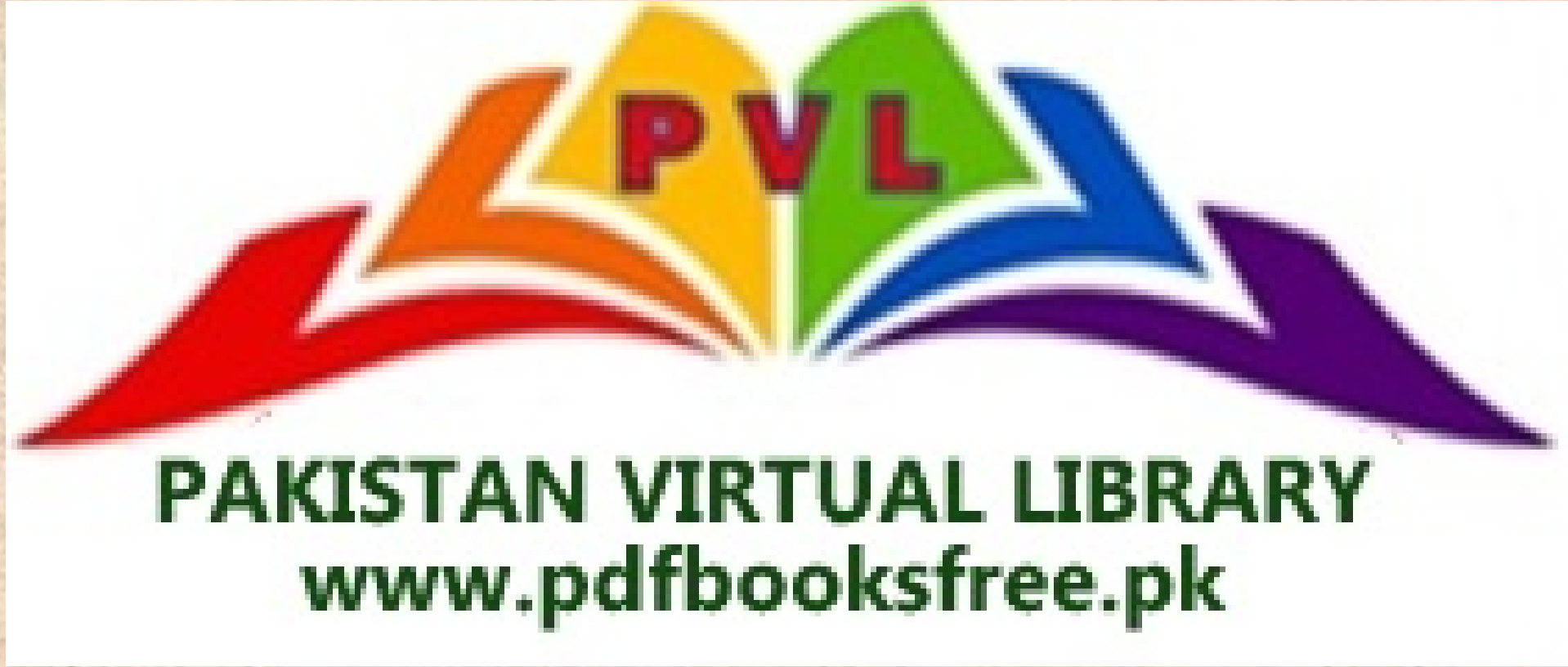
پیارے دوستو!

عنبر ناگ ماریا اور کیٹی کے ساتھ اب اُن کا خلائی دوست تھیو سانگ بھی ان کے پراسرار خلائی سیاروں میں سنسنی خیز سفر میں ساتھ ساتھ ہے۔ اپنی زمین سے اربوں نوری سال دُور خلائی کہکشاؤں کی دنیاؤں میں ان کو رونگٹے کھڑے کر دینے والے واقعات پیش آ رہے ہیں۔ وہ بہادری اور جرأت کے ساتھ ہر مشکل کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے انوکھے اور عجیب و غریب سفر پر رواں دواں ہیں۔ اس سفر میں انہیں حیرت انگیز واقعات سے بھی گذرنا پڑ رہا ہے اور ان کی علمی اور سائنسی معلومات میں اضافہ بھی ہو رہا ہے۔ اب جلدی سے پڑھنا شروع کریں اور دیکھیں کہ عنبر ناگ ماریا اور کیٹی کس مشکل میں پھنسے ہیں اور پھر کس طرح اس مشکل سے نکلتے ہیں۔

تمہارا انکل

اے حمید
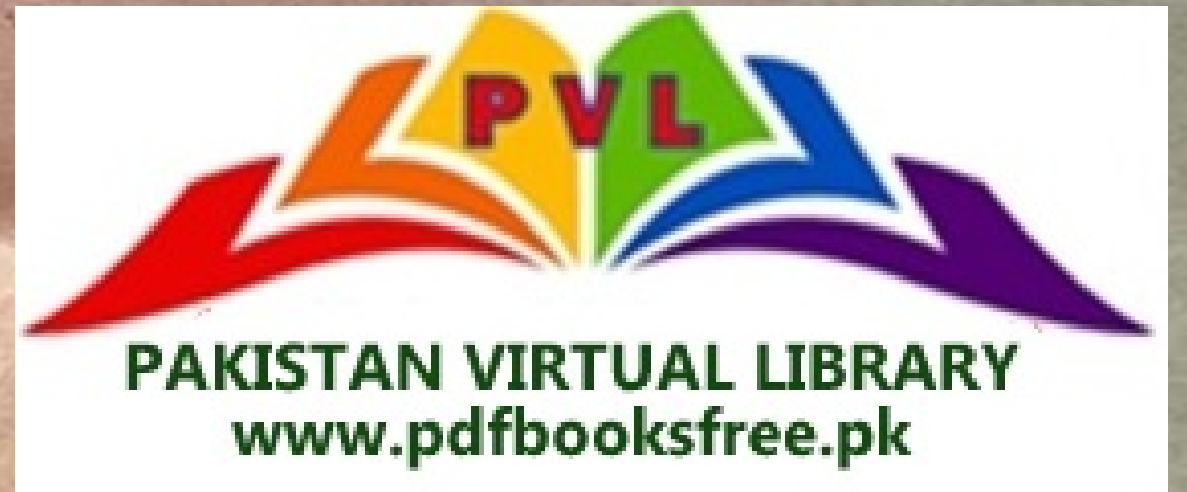
"راہِ چمن" ۴۵۴ این سمن آباد، لاہور۔

ترتیب

خزانہ اور سانپ

راکٹ سیارے کی فضا سے نکل گیا۔

اب وہ خلا میں آ گیا تھا اور اس کی رفتار کتنی تیز ہو گئی تھی اس کا ناگ کو بالکل احساس نہیں ہو رہا تھا۔ وہ راکٹ کے ڈائیل والے چوکور ڈبے میں بند تھا۔ اب راکٹ کی وہ کشش ختم ہو گئی تھی جو اسے نیچے کھینچ رہی تھی اور جس کے حلقے سے نکلنے کے لیے وہ اتنی تیز رفتاری سے اوپر کو اٹھا تھا کہ ناگ ڈبے کے ساتھ چپک کر رہ گیا تھا۔

اگرچہ اس وقت راکٹ اس رفتار سے لاکھوں گنا زیادہ رفتار سے سفر کر رہا تھا مگر ناگ کو اس لیے محسوس نہیں ہو رہا تھا کہ راکٹ خلا میں تھا اور راکٹ کی فضا میں ہوا کا دباؤ سیارے کے دباؤ کے برابر کیا ہوا تھا تاکہ ایٹمی کوڑا کرکٹ کے ڈرم بھی کہیں راکٹ کے ساتھ ہی پھٹ کر خلا میں نہ بکھر جائیں اور خلا کو آلودہ نہ کر دیں۔

ناگ سانپ کی شکل میں ڈبے میں بند خاموش بیٹھا تھا۔

اسے صرف اتنا ہی معلوم تھا کہ یہ راکٹ ایٹمی کوڑا کرکٹ
لے کر خلا میں کسی ویران سیارے کی طرف جا رہا ہے جہاں
سیارے کا ایٹمی کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا ہے۔ ظاہر ہے وہاں
سوائے کوڑا کرکٹ کے اور کچھ نہیں ہوگا۔ ایک بات یقینی
تھی کہ جس سیارے کو اس مخلوق نے اپنا کوڑے کرکٹ
کا گودام بنا رکھا ہے وہاں دوسری کوئی آبادی نہیں ہوگی

ناگ کو وقت کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ خلا میں نہ
دن تھا نہ رات تھی۔ راکٹ روشنی سے بھی بڑھی ہوئی رفتار
کے ساتھ خلا میں تیرتا چلا جا رہا تھا۔ نہ جانے کتنے شب
روز گذر گئے ہوں گے کہ ناگ کو احساس ہوا کہ راکٹ
ایک طرف کو جھک رہا تھا۔ پھر اس کا اوپر والا سرا نیچے کی
کی طرف ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی راکٹ کو زبردست جھٹکے
لگا۔ راکٹ کسی سیارے کی کشش کے دائرے میں داخل
ہو چکا تھا۔

ناگ ڈبے کی فولادی دیوار سے چپک کر رہ گیا۔

پھر ایک جھپاکے کی آواز کے ساتھ راکٹ جیسے گہرے
پانی میں نیچے ہی نیچے اترتا چلا گیا۔ چند سیکنڈ کے بعد
جیسے راکٹ کی نوک پانی کے اندر زمین میں کھب گئی
اور اس کے ساتھ ہی ایسا جھٹکا لگا راکٹ کو کرچی ڈبے

میں ناگ بند تھا وہ کھل گیا۔ ناگ اچھل کر باہر گر پڑا۔
ایٹمی کوڑے کرکٹ کے ڈرم راکٹ کے اندر ادھر اُدھر
بکھر گئے تھے۔ راکٹ کی دیواروں میں سے پانی اندر آنے
لگا تھا۔ ایک جگہ سوراخ دیکھ کر ناگ اس میں سے نکل
گیا۔ وہ پانی کے اندر تھا۔ اس نے پانی کے اندر سے
اوپر کی طرف آنا شروع کر دیا۔ پانی کے نیچے ناگ نے
بڑے بڑے پہاڑ اور گہری گھاٹیاں دیکھیں جن کے درخت
اور جھاڑیاں اوپر کو لہرا رہی تھیں۔

ناگ سمجھ گیا کہ یہ کوئی دریا نہیں بلکہ سمندر ہے۔ جوں
جوں ناگ اوپر پانی کی سطح کے قریب آ رہا تھا اسے
سمندری جانور ملنے لگے ایک بہت بڑی شارک مچھلی اس
کے قریب سے گذر گئی۔ ناگ کافی گہرائی میں راکٹ کے
ساتھ گرا تھا۔

ناگ کو سمندر کی سطح پر آنے کے لیے آدھا گھنٹہ
لگ گیا۔ سمندر کی سطح پر آتے ہی اس نے جو پہلی تبدیلی
محسوس کی وہ یہ تھی کہ فضا روشن تھی۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی
اوپر نیلا شفاف آسمان تھا اور نیچے دُور دُور تک سمندر
ہی سمندر تھا۔ ناگ کو ایک دم احساس ہوا کہ کہیں وہ
اپنی پرانی زمین پر تو نہیں آ گیا؟ لیکن وہ زمین تو ایٹمی جنگ

کی تباہ کاریوں سے برباد ہو گئی تھی؟ ہو سکتا ہے اس تباہ شدہ دنیا پر ایٹمی تباہی کے بعد ایک نئی زندگی شروع ہو گئی ہو۔

سورج آسمان کے وسط میں چمک رہا تھا۔ سمندر کا پانی گہرا نیلا تھا۔ ناگ نے مغرب کی طرف تیرنا شروع کر دیا۔ سورج مغرب کی طرف سمندر میں جھکتے جھکتے پانی کے اندر اُتر گیا اور سمندر پر رات کا اندھیرا چھا گیا۔ آسمان پر ستارے چمکنے لگے۔ ناگ کو یہ ستارے بالکل اپنی پرانی دنیا کے آسمان کے ستارے لگے۔ کہیں سچ مچ وہ اپنی پرانی دنیا میں تو نہیں آ گیا؟

ناگ نے سوچا کہ پانی میں وہ کب تک تیرتا رہے گا۔ اسے ہوا میں اڑ کر راستہ طے کرنا چاہیے۔ چنانچہ ناگ نے فوراً عقاب کی شکل اختیار کی اور سمندر کے اوپر ہوا میں اڑنا شروع کر دیا۔ اسے فضا میں وہی تازگی اور ٹھنڈک محسوس ہوئی جو اس کی اپنی دنیا میں محسوس ہوا کرتی تھی۔ آدھی رات تک وہ سمندر کے اُوپر اُڑتا رہا۔

رات آدھی سے زیادہ گذر گئی ہو گی کہ ناگ کو پہلی بار دور روشنی کا ایک دھبہ سا دکھائی دیا۔ ناگ نے زیادہ تیزی سے اس طرف اڑنا شروع کیا۔ جب وہ سمندر

کے کنارے کے قریب پہنچا تو اس نے دیکھا کہ سمندر کے کنارے پر، دور دور تک چٹانیں پھیلی ہوئی تھیں۔ ہر طرف دھند تھی اور اس دھند میں یہ روشنی ایک لائٹ ہاؤس میں سے نکل رہی تھی۔

ناگ اڑتا اڑتا اس لائٹ ہاؤس کے اوپر آیا تو اسے اندر کوئی آدمی دکھائی نہ دیا۔ روشنی ایک بہت بڑے تھال میں نکل رہی تھی۔ اس روشن تھال میں گیس کی آگ روشن تھی۔ اس سے ناگ نے یہ اندازہ لگا لیا کہ یہ اس کی اپنی ہی دنیا ہے مگر وہ پرانے زمانے کے عہد میں آ گیا ہے۔ مگر یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ ان کا پرانے زمانے کا سفر تو ختم ہو گیا تھا۔ پھر وہ اپنی دنیا کے پرانے زمانے میں کیسے پہنچ گیا؟

ناگ کو دور کہیں کہیں روشنیاں دکھائی دیں۔ یہ گیس کی روشنیاں تھیں جو دھند میں لپٹی ہوئی تھیں۔ یہاں سردی بہت زیادہ تھی۔ روشنیاں گیس کی تھیں۔ بجلی کی نہیں تھیں۔ ناگ نے آگے جا کر دیکھا کہ یہ ایک بہت گنجان شہر تھا جس کے مکانوں کی چمنیاں اوپر کو اٹھی ہوئی تھیں۔ کسی کسی چمنی سے دھواں نکل کر سردی کی وجہ سے وہیں جمع ہو رہا تھا۔ گلیاں تنگ و تاریک تھیں

اور سنسان پڑی تھیں۔ ان ویران گلیوں میں سردی کی وجہ
سے دھند اتر کر تیرتی پھر رہی تھی۔

ناگ شہر کے ایک بازار میں اتر آیا۔

اس نے دیکھا کہ پرانی قسم کی دکانوں کے اوپر انگریزی
زبان میں بورڈ لگے تھے۔ ہر بورڈ کے نیچے "لندن" لکھا تھا۔
تو کیا وہ لندن میں پہنچ گیا تھا؟ ایک بورڈ پر سن ۱۹۰۴ء
لکھا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ بیسویں صدی کے شروع
کے لندن میں آ گیا تھا۔

ناگ کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ واپس
پرانے زمانے میں کس طرح پہنچ گیا ہے۔ اس سرد اور دھندلی
رات میں ناگ نے ایک جگہ گیٹ دیکھا جس کے درمیان
اوپر گیس لٹک رہا تھا۔ سخت دھند کی وجہ سے اس گیس
کی روشنی بہت کمزور لگ رہی تھی۔ گیٹ پر گیس کے
بالکل نیچے ایک بورڈ پر انگریزی میں "یتیم خانہ" لکھا تھا۔
ناگ وہاں سے اڑ کر دوسری طرف جانے ہی لگا تھا کہ
اچانک اس کی نظر ایک جگہ گیٹ کے اندر برآمدے میں
ایک چھوٹی سی گٹھڑی پر پڑی۔

وہ ذرا اوپر آیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ ایک سات
آٹھ سال کا لڑکا تھا جو پھٹے پرانے گرم کوٹ میں اپنے آپ

کو بڑی مشکل سے لپیٹے سردی میں ٹھٹھرتا وہاں سمٹا ہوا
بیٹھا تھا۔ ناگ کے دل پر بڑا اثر ہوا کہ یہ بے چارہ اتنی
سخت سردی میں باہر کیوں پڑا ہے۔ وہ ذرا پرے جا کر
زمین پر اترا اور انسانی شکل میں آ گیا۔ ناگ کا لباس اسی
زمانے جیسا ہو گیا تھا۔ یعنی اس کے سر پر گرم ٹوپی تھی اور
جسم کے گرد لمبا گرم کوٹ تھا۔ اگرچہ ناگ کو سردی نہیں
لگ رہی تھی۔

وہ برآمدے میں ٹھٹھرے بیٹھے لڑکے پاس آیا اور اس
کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا:

"بیٹا! تم اتنی سردی میں یہاں کیوں پڑے ہو؟"

لڑکے نے سردی سے کانپتے ہوئے کہا:

"مسٹر کوڈی نے مجھے باہر نکال دیا ہے۔"

"مسٹر کوڈی کون ہے؟" ناگ نے پوچھا۔

لڑکے نے کہا:

"مسٹر کوڈی اس یتیم خانے کا مینجر ہے۔"

ناگ نے پوچھا:

"مسٹر کوڈی نے تمہیں اتنی سخت سردی میں باہر
کیوں نکال دیا؟"

لڑکا بولا: "اس لیے کہ ہم لوگوں کی جیب نہیں

کاٹ سکتا۔ میں لوگوں کے گھروں میں چوری نہیں
کرنا چاہتا۔ میں چوری کرنا گناہ سمجھتا ہوں"۔
ناگ اس لڑکے کے خیالات سے بہت متاثر ہوا:
"تمہارا نام کیا ہے بیٹے؟" ناگ نے سوال کیا۔
لڑکا بولا: "میرا نام ایڈگر ہے سر۔ آپ کون ہیں؟"
ناگ نے کہا:
"میرا نام ناگ ہے۔ میں ملک مصر سے یہاں
لندن کی سیر کرنے آیا ہوں۔ ادھر سے گذر رہا
تھا کہ مجھے تم سردی میں بیٹھے نظر آ گئے۔ چلو میں
تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آؤں"۔
ایڈگر [illegible]: "سر! میں یتیم ہوں۔ میرا کوئی ماں باپ
[illegible] بھائی نہیں ہے"۔
ناگ نے کہا:
"مگر تمہیں اس طرح سردی میں نہیں پڑے رہنا
چاہیے۔ اوپر کسی کمرے میں چلے جاؤ"۔
ایڈگر نے عمارت کی طرف دیکھا اور بولا:
"سر! مسٹر کوڈی نے مجھے یہاں سے نکال دیا ہے۔
میں اوپر گیا تو وہ مجھے مارے گا"۔
ناگ نے اس لڑکے سے پوچھا کہ اس شہر میں یا شہر

سے باہر اس کا کوئی ایک رشتے دار بھی نہیں ہے جہاں
اسے پہنچا دیا جائے۔
ایڈگر نے کچھ سوچ کر کہا:
"یہاں سے دور ایک گاؤں میں میری ایک خالہ
رہتی ہے۔ اگر وہ مجھے قبول کرے تو میں اس
کے پاس جا کر رہ سکتا ہوں"۔
"چلو میں تمہیں تمہاری خالہ کے پاس لیے چلتا ہوں"۔
ناگ نے اس لڑکے کو ساتھ لیا اور اس کے بتانے
پر اس کی خالہ کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جس وقت
وہ خالہ کے گھر پہنچے صبح ہو رہی تھی۔ ایڈگر کی خالہ پہلے
تو سخت ناراض ہوئی اور اس نے ایڈگر کو اپنے گھر رکھنے
سے صاف انکار کر دیا مگر جب ناگ نے اسے بتایا کہ
اگر اس نے ایڈگر کو پناہ نہ دی تو وہ بڑا ہو کر چور
ڈاکو بن جائے گا اور اس کے خاندان کے نام کی
بدنامی ہو گی تو خالہ راضی ہو گئی۔
جب ناگ وہاں سے جانے لگا تو ایڈگر نے
اسے بتایا کہ یتیم خانے میں دوسرے کئی ایسے معصوم
بچے موجود ہیں جو نیک زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں مگر مینجر
کوڈی بڑا نکردہ آدمی ہے وہ ان سے چوریاں کرواتے

انہیں بازاروں میں بھیجتا ہے کہ وہ لوگوں کی جیبیں کاٹ کر لائیں۔ ناگ پر اس کا بہت اثر ہوا کہ ایک گناہگار شخص معصوم بچوں کو بھی گناہ کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ایسے بدکردار شخص سے معصوم بچوں کو ضرور نجات دلا کر رہے گا۔ ایڈگر کو پیار کر کے وہ واپس لندن روانہ ہو گیا۔

وہ سیدھا یتیم خانے کی عمارت میں آیا۔ باہر سے تو عمارت کا دروازہ بڑا رعب والا تھا مگر اندر یتیم خانے کی بہت خستہ حالت تھی۔ چھوٹے سے کمرے میں دفتر بنا تھا جہاں آگ بھی نہیں جل رہی تھی اور ٹوٹا پھوٹا فرنیچر پڑا تھا۔ ناگ کرسی پر بیٹھ گیا۔

اتنے میں ایک میلا کچیلا طوطے کی ناک اور تیز آنکھوں والا اونچا لمبا آدمی اندر آیا جس کے جسم پر بھاری گرم کوٹ لٹک رہا تھا اور بالوں کے پچھے اونی ٹوپی میں چھپے ہوئے تھے۔ پہلی نظر میں ناگ کو یہ شخص کوئی پیدائشی بحری ڈاکو لگا۔

"کوئی بچہ یتیم خانے میں داخل کرانے آئے ہو؟"

"میرا نام کوڈی ہے۔ میں اس یتیم خانے کا مینیجر ہوں۔ ہم بچوں کی پڑھائی خوراک اور کپڑوں

وغیرہ کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ کہاں ہے تمہارا بچہ؟"

ناگ نے کہا:

"میں کسی بچے کو داخل کروانے نہیں آیا۔"

مسٹر کوڈی کی آنکھیں سکڑ گئیں۔ اس نے کرخت آواز میں پوچھا:

"پھر یہاں کیا لینے آئے ہو مسٹر؟"

ناگ نے ادھر اُدھر دیکھ کر کہا:

"میں تمہارے پاس ایک خاص کام کے لیے آیا ہوں کیا یہاں ہماری باتیں کوئی دوسرا تو نہیں سن رہا۔"

مکار کوڈی نے شک کی نظروں سے ناگ کی طرف دیکھا اور بولا:

"تم کون ہو مسٹر؟ مجھے تو تم کوئی اُٹھائی گیرے لگتے ہو جاؤ جاؤ۔ تم ایسے لوگ یہاں لندن میں بہت پھرتے رہیں۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

ناگ آہستہ سے بولا:

"مسٹر کوڈی! مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے اور سارے شہر میں صرف تم ہی ایک ایسے آدمی ہو جو میری مدد کر سکتے ہو۔"

مکار کوڈی نے جھنجھلا کر کہا:

"آخر تم کیا چاہتے ہو؟ میرا سر کیوں کھا رہے ہو
بھاگو یہاں سے۔"

یہ کہہ کر کوڈی دفتر سے باہر نکلنے ہی لگا تھا کہ ناگ
نے کہا:

"مسٹر کوڈی! میرے پاس ایک خزانے کا نقشہ ہے"

یتیم خانے کا مینجر کوڈی بے حد لالچی شخص تھا۔ اسی
لالچ کی وجہ سے وہ یتیم بچوں سے لوگوں کے گھروں میں
چوریاں کرواتا تھا۔ اس نے یتیم خانے کے ایک کمرے کا
فرش کھود کر کتنی ہی دولت جمع کر رکھی تھی جس کو وہ ہر
رات نکال کر دیکھتا اور بڑا خوش ہوتا تھا۔ وہ کنجوس بھی
بڑا تھا اور ایک پائی بھی خرچ نہیں کرتا تھا۔ خزانے کا نام
سن کر اس کے قدم وہیں رک گئے۔ مگر آدمی بڑا چالاک
تھا۔ بولا:

"آخر تم خزانے کا نقشہ لے کر میرے پاس ہی کیوں
آئے ہو؟"

ناگ نے جلدی سے بولا:

"اس لیے کہ اس سارے شہر میں صرف تم ہی
ایک ایسے شخص ہو جس پر میں بھروسہ کر سکتا

ہوں۔ یہاں ایک سے ایک غنڈہ پڑا ہے۔ میں
جس سے خزانے کی بات کروں گا۔ مجھے معلوم
ہے۔ کہ وہ مجھے دھوکہ دے کر سارا خزانہ لوٹ کر
لے جائے گا۔"

کوڈی اپنی تعریف سن کر بڑا خوش ہوا۔ ہاتھ زور زور
سے ملتا ہوا ناگ کے قریب آیا اور جھک کر بولا:

"کہاں ہے نقشہ؟"

ناگ نے کہا:

"نقشہ میں نے ایک جگہ چھپا کر رکھا ہوا ہے
اگر تم وعدہ کرو کہ میرے ساتھ دھوکہ نہیں
کرو گے اور خزانے کو آدھوں آدھ بانٹو گے
تو میں جا کر نقشہ لے آتا ہوں:

لالچی مکار کوڈی ہاتھ ملتے ہوئے مسکرایا:

"یہ میں تمہیں نقشہ دیکھ کر اور اپنی تسلی کر لینے کے
بعد ہی کہہ سکوں گا۔ کیا خیال ہے؟"

ناگ سمجھ گیا کہ یہ آدمی بڑا چالاک ہے اور جب
تک اسے خزانے کے بارے میں یقین نہیں ہو جائے
گا کوئی بات نہیں کرے گا۔ ناگ اٹھ کھڑا ہوا:

"بہتر ہے۔ میں ایک گھنٹے بعد خزانے کا نقشہ

لے کر آتا ہوں۔"

ناگ یتیم خانے سے باہر نکل آیا۔

یہ ساری اسکیم اس نے پہلے ہی اپنے ذہن میں تیار کر رکھی تھی۔ وہاں سے سیدھا وہ ایک پرانے کباڑیئے کی دکان پر گیا۔ یہاں اسے چمڑے کا ایک خستہ اور شکستہ ٹکڑا مل گیا۔ اس ٹکڑے پر اس نے چاقو سے چند آڑی ترچھی لکیریں ڈالیں۔ ایک جگہ چٹان کی تکون اور ایک جگہ درختوں کے نشان بنائے۔ پھر چمڑے کے ٹکڑے کو مٹی میں میلا کیا۔ جھاڑ کر جیب میں تہہ کر کے رکھا اور ایک گھنٹہ گذر جانے کے بعد سیدھا یتیم خانے میں مسٹر کوڈی کے پاس آ گیا۔

اس وقت مسٹر کوڈی یتیم بچوں کو کچھ سمجھا رہا تھا۔ ناگ کو دیکھ کر وہ ایک دم خاموش ہو گیا اور بچوں سے بولا:

"جاؤ۔ اب اپنا اپنا کام کرو۔ خبردار کسی کی چیز کو ہاتھ مت لگانا۔ بس محنت مزدوری ہی کر کے دو تین شلنگ کما کر لانا۔"

ناگ سمجھ گیا کہ کوڈی ان یتیم بچوں کو چوری کرنے اور لوگوں کی جیبیں صاف کرنے کے لیے شہر کے بازاروں

میں بھیج رہا ہے۔ لڑکوں کی حالت بے حد خستہ تھی۔ سردی سے ٹھٹھر رہے تھے۔ کوٹ اور سویٹر پھٹے پرانے تھے۔ جب لڑکے چلے گئے تو کوڈی ناگ سے کہنے لگا،

بھی کیا کروں۔ یتیم خانے کا خرچ بھی تو چلانا ہوتا ہے۔ میں خود کام کرتا ہوں۔ بچے بھی محنت مزدوری کرتے ہیں۔ پھر بھی گذارہ نہیں ہوتا۔ اچھا۔ کہو تم نقشہ لائے؟"

"ہاں۔" ناگ نے کہا:

مکار کوڈی بولا:

"میرے کمرے میں آ جاؤ۔"

مکار کوڈی کا کمرہ اگرچہ بے حد گندہ تھا مگر یہاں آتشدان میں آگ سلگ رہی تھی جس کی وجہ سے وہاں سردی نہیں تھی۔ درمیان میں لکڑی کی گول میز تھی جس پر جھوٹے برتن پڑے تھے۔ کوڈی نے جلدی سے برتن اٹھائے اور کرسی پر بیٹھ کر بولا:

"کہاں ہے نقشہ۔ مجھے دکھاؤ۔"

ناگ نے جیب سے چمڑے کا نقشہ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ کوڈی نقشہ میز پر پھیلا کر دیکھنے لگا۔

ناگ لندن پہلے بھی آ چکا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ وہاں

دریا کے پار ایک جنگل ہے جو بہت گھنا ہے۔ اس
کے آگے سنگلاخ چٹانیں ہیں۔ چنانچہ اس نے نقشے
انگلی رکھ کر یونہی کہنا شروع کیا:
"یہ دیکھو۔ یہ دریا ہے۔ یہ دریا پار کے جنگل کا
آخری کنارہ ہے۔ اس کے آگے یہ ایک چٹان
ہے۔ اور یہ دو درخت اس پر اُگے ہیں۔
بس خزانہ اس چٹان کے نیچے ہے۔"
"تم کو یہ نقشہ کہاں سے ملا ہے؟" کوڈی نے
سوال کیا:
ناگ بولا: "یہ میرے دادا کے پاس محفوظ پڑا
تھا۔ میں ملک مصر کا رہنے والا ہوں۔ جب میرا
دادا مرنے لگا تو اس نے یہ نقشہ مجھے دیا
اور کہا کہ میں جاکر یہ خزانہ تلاش کروں اور
باقی زندگی آرام و آسائش سے گزاروں۔ مگر میں
اکیلا یہ کام نہیں کر سکتا تھا۔ میں ڈرپوک ہوں۔
اور پھر کہتے ہیں کہ خزانے پر سانپ ہوتا ہے۔
مجھے سانپوں سے بڑا ڈر لگتا ہے۔"
یہ کہہ کر ناگ دل ہی دل میں مسکرایا۔ کیوں کہ
وہ خود سانپ تھا۔ لالچی کوڈی بڑے شوق سے

...کو دیکھ رہا تھا۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ ابھی خزانے
...ی تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے۔
لندن شہر پر دھند پھیلی تھی۔ آسمان پر بادل چھا
...ے تھے۔ اس ساری سکیم سے ناگ یہ چاہتا تھا کہ
...س ظالم شخص کوڈی سے یتیم بچوں کو نجات دلائی
...ئے۔ وہ اسے مارنا نہیں چاہتا تھا۔ کیوں کہ وہ کسی بے گناہ
...ا خون کرنا سب سے بڑا گناہ سمجھتا تھا۔ اس کی سکیم
...تھی کہ کوڈی کو لے کر جنگل میں نکل جائے۔ پھر کسی
...انپ کی مدد سے کوئی خزانہ تلاش کرے۔ کیوں کہ
...ں سارے علاقے میں بادشاہوں کی حکومتیں رہی تھیں
...ر کئی جگہوں پر خزانے دفن تھے۔ اس کے بعد خزانہ
...ی جائے تو وہ خزانہ لالچی کوڈی کے حوالے کر کے اسے
...ے کر اب وہ یتیم بچوں کو آزاد کر دے اور خود کسی
...سرے شہر جا کر اپنی زندگی شروع کرے۔
کوڈی جیسے لالچی آدمی کے لیے یہی ایک سکیم فائدے
...مند ہو سکتی تھی۔ ناگ اور کوڈی ایک گھوڑا گاڑی میں
...ھ کر دریا کنارے جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ جنگل
...کنارے پہنچ کر وہ گھوڑا گاڑی سے اتر گئے۔ اور جنگل
...یں داخل ہوئے۔ جنگل پار کر کے چٹانوں میں آئے تو

کوڈی نے نقشہ نکال لیا۔

"کہاں ہے وہ چٹان جس پر درخت ہیں؟"

کوڈی چٹانوں کی طرف تکنے لگا۔ ناگ نے سوچا
کہ کسی نہ کسی چٹان پر تو درخت ضرور ہوں گے چ
ایک چٹان پر اسے دو درخت نظر آ ہی گئے۔ اس
خوش ہو کر کہا:

"وہ دیکھو چٹان پر درخت ہیں۔ نقشے میں یہی
نشانی دی گئی ہے خزانے کی۔"

لالچی کوڈی بڑا خوش ہوا۔ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہ د
والی چٹان کی طرف بڑھا۔ ناگ نے قریب جا کر دیکھا
چٹان کے پیچھے ایک چھوٹا سا کھوہ تھا۔

ناگ نے کوڈی سے کہا:

"مسٹر کوڈی! شاید اسی کھوہ میں خزانہ ہے۔ تم
باہر ٹھہرو۔ میں اندر جا کر دیکھتا ہوں۔"

کوڈی نقشہ لپیٹ کر وہیں کھڑا رہا اور ناگ
میں داخل ہو گیا۔ کھوہ میں اندھیرا تھا۔ اندر جاتے
ناگ نے سانپ کی آواز میں آہستہ سے کہا:

"کیا یہاں کوئی سانپ ہے۔ اگر ہے تو میرے
سامنے آئے۔ میں ناگ دیوتا ہوں۔"

چند لمحوں کے بعد ایک سانپ بل میں سے نکل کر
ناگ کے سامنے آ گیا۔ ناگ کو اس نے جھک کر کہ
سلام کیا اور بولا:

"عظیم ناگ دیوتا! میں آپ کی کیا خدمت کر
سکتا ہوں؟"

ناگ نے پوچھا:

"کیا یہاں کوئی خزانہ دفن ہے؟"

سانپ بولا: "عظیم ناگ! اس کھوہ میں تو کوئی
خزانہ نہیں ہے۔ لیکن یہاں سے دو چٹانیں
چھوڑ کر ایک سیاہ ٹیلہ ہے۔ اس ٹیلے میں ایک
چھوٹی سرنگ ہے اس سرنگ میں شاہ رچرڈ کے
زمانے کا خزانہ دفن ہے۔"

ناگ سانپ کا شکریہ ادا کر کے کھوہ سے باہر آ گیا۔

"کیا خزانہ ملا؟" کوڈی نے بے تابی سے پوچھا۔

ناگ نے کہا:

"خزانہ یہاں نہیں ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ
ہم آگے کسی چٹان میں چل کر دیکھتے ہیں۔"

مکار کوڈی نے شک سے ناگ کو دیکھا:

"مسٹر! تم مجھے دھوکہ دینے کی کوشش نہ کرنا اس

کا انجام ٹھیک نہیں ہوگا۔"
ناگ آگے چل پڑا:
"تم میرے پیچھے آؤ۔ خزانہ سامنے والی سیاہ
پہاڑی کی سرنگ میں ہے۔"
کوڈی ناگ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔
سیاہ پہاڑی میں واقعی ایک چھوٹی سی سرنگ بنی ہوئی
تھی۔ ناگ بولا:
"مجھے یقین ہے کہ خزانہ اسی سرنگ میں ہے۔"
ناگ اور کوڈی سرنگ میں داخل ہو گئے۔ کوڈی نے
جیب سے موم بتی نکال کر روشن کر لی۔ اس کی روشنی
میں وہ سرنگ میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے چلنے
لگے۔ ناگ نے سرنگ کے درمیان ایک جگہ پہنچ کر کہا:
"تم ایک طرف ہو کر کھڑے رہو۔ میں خزانے کو
تلاش کرتا ہوں۔"
کوڈی موم بتی ہاتھ میں لیے سرنگ کی دیوار کے
ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ ناگ ذرا آگے اندھیرے میں آگیا۔
یہاں اس نے سرگوشی میں سانپ کی آواز میں خزانے
کے سانپ کو بلایا۔ چند سیکنڈ میں ایک سانپ اندھیرے
سے نکل کر ناگ کے سامنے آگیا۔ ناگ نے بھی سیٹی نما آواز میں
جو سانپوں کی زبان تھی سانپ سے کہا کہ خزانہ کہاں ہے؟

سانپ نے بتایا کہ جہاں ناگ کھڑا ہے اس جگہ خزانہ ...
زمین میں موجود ہے۔ ناگ نے سانپ کو حکم دیا کہ ...
اندھیرے میں چھپ جائے۔
سانپ اندھیرے میں جا کر چھپ گیا۔
ناگ نے کوڈی کو آواز دی۔ جب وہ آیا تو ناگ
نے زمین کی طرف اشارہ کر کے کہا:
"خزانہ اس جگہ دفن ہے۔"
کوڈی نے اپنے لمبے کوٹ کے اندر چھپایا ہوا تیشہ
باہر نکالا اور زمین کھودنی شروع کر دی۔ کوئی ایک فٹ
زمین کھودی ہو گی کہ نیچے سے ایک صندوقچہ نکل آیا۔
کوڈی کی باچھیں کھل گئیں۔
"یہی خزانہ ہے!" وہ بے اختیار چلایا۔
اس نے صندوقچہ باہر نکال کر کھولا تو اس کی آنکھیں
چکا چوند ہو گئیں۔ صندوقچہ ہیرے جواہرات سے بھرا ہوا
تھا۔ ان کی چمک سے سرنگ میں روشنی ہونے لگی۔
ناگ نے کہا:
"اب ایسا کرو کہ خزانے کو آدھوں آدھ کر لو
جیسا کہ تم نے وعدہ کیا تھا؟"
مگر مکار کوڈی کی نیت خراب ہو چکی تھی۔ اسی لیے

وہ یتیم خانے سے ہی ایک خنجر ساتھ لے کر چلا تھا
جو اس نے اپنے کوٹ میں چھپا رکھا تھا۔ اس نے
صندوقچہ وہیں زمین پر رکھ دیا اور عیاری سے مسکرا
کر بولا:

"میرے دوست! تم ہی جواہرات کو آدھا آدھا
کر دو۔ مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے۔"

ناگ نے کوڈی پر ذرا بھی شک نہ کیا۔ حالانکہ یہ
اس کی بھول تھی۔ پیارے بچو! زندگی میں کسی بھی
نئے شخص سے ملو تو فوراً ہی اس پر بھروسہ نہیں
کر لینا چاہیے۔ پہلے اسے آزما کر دیکھ لینا چاہیے کہ
وہ آپ کا ہمدرد ہے یا اپنا کوئی مطلب پورا کرنے
کے لیے آپ سے ملا ہے۔

ناگ نے غلطی کی اور کوڈی پر بھروسہ کرتے ہوئے
صندوقچے کے آگے بیٹھ گیا اور جواہرات کو الگ الگ
کرنے لگا۔ کوڈی نے چپکے سے اپنے لمبے کوٹ کی جیب
سے چاقو نکالا اور بڑی پھرتی سے ناگ کی پشت پر حملہ
کر دیا۔ چاقو ناگ کی پیٹھ میں آدھا گھس گیا۔ ناگ تڑپ کر
پرے گر پڑا۔ اس کی پیٹھ میں سے خون بہہ رہا تھا۔
اندھیرے میں چھپا ہوا خزانے کا سانپ یہ سب کچھ

دیکھ رہا تھا۔ مکار کوڈی نے اتنی تیزی سے ناگ پر
چاقو سے حملہ کیا تھا کہ خزانے کا سانپ بھی دھوکہ کھا
گیا اور عین وقت پر عظیم ناگ کی کوئی مدد نہ کر سکا۔
لیکن جب عظیم ناگ دیوتا کو اس نے زخمی ہو کر گرتے
دیکھا تو خزانے کے سانپ کے منہ سے ایک ایسی پھنکار نکلی
کہ سرنگ کی فضا گونج اٹھی۔ کوڈی کے ہاتھ سے دہشت
کے مارے چاقو نیچے گر پڑا۔ خزانے کا سانپ اچھل کر
کوڈی کی گردن سے لپٹ گیا اور اس نے اس کی گردن
پر ڈس دیا۔

○
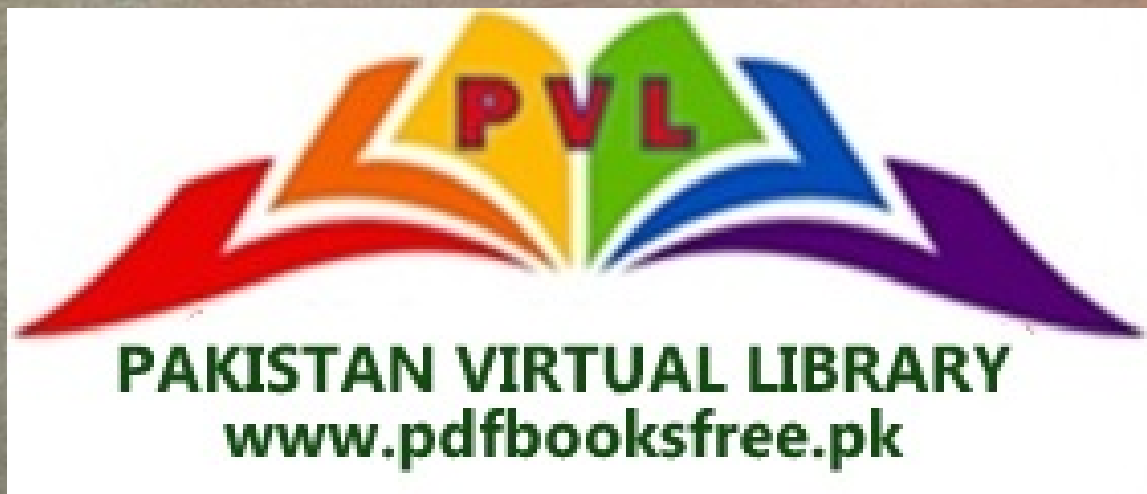
جاسوس پیچھے لگا تھا

مکار کوڑی کو کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ سانپ کہاں سے آ گیا تھا؟

مگر اب سوچنے سمجھنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ سانپ اپنا کام کر چکا تھا۔ زہر مکار کوڑی کی گردن کی رگوں سے ہوتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ ہی کوڑی کا جسم کانپا، لرزا اور وہ دھڑام سے نیچے گرا اور اس کے نتھنوں سے خون جاری ہو گیا۔

خزانے کا سانپ لپک کر ناگ کی طرف آیا۔ ناگ اپنی پیٹھ کے زخم پر ہاتھ رکھ کر خون روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

سانپ نے کہا:

"عظیم ناگ دیوتا! میں نے آپ کے دشمن کو ہلاک کر ڈالا ہے۔"

ناگ بولا: "اس کا یہی انجام ہونا تھا۔"

سانپ نے کہا:

"عظیم ناگ! میں آپ کے زخم کے لیے کیا کر سکتا ہوں کہ یہ اچھا ہو جائے؟"

ناگ نے کہا:

"فکر نہ کرو۔ ابھی زخم مل جائے گا۔"

اور ایسا ہی ہوا۔ تھوڑی دیر بعد جب ناگ نے زخم پر سے ہاتھ اٹھایا تو اس کا زخم بند ہو گیا تھا۔ صرف تھوڑا سا خون ہی بہا تھا۔

ناگ نے خزانے کے سانپ سے کہا:

"تم اس خزانے کی حفاظت کرو۔ ہو سکتا ہے اس کی کسی دوسرے مستحق کو ضرورت ہو۔ میں ان میں سے صرف ایک ہیرا ہی لے جا رہا ہوں۔"

خزانے کے سانپ نے کہا:

"عظیم ناگ۔ یہ سارا خزانہ آپ کا ہے۔"

ناگ کہنے لگا:

"مجھے ان خزانوں کی ضرورت نہیں ہے جس کو اس کی ضرورت ہو گی وہ خود آ کر یہ خزانے لے جائے گا۔"

ناگ نے صندوقچے میں سے ایک انڈے کے سائز کا

ہیرا اٹھا کر جیب میں رکھ لیا اور صندوقچے کو وہیں
گڑھے میں دبا کر اوپر مٹی برابر کر کے پتھر بکھیر دیئے۔
پھر خزانے کے سانپ کو خدا حافظ کہا اور سرنگ سے
باہر نکل کر شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس کا پروگرام اب یہ تھا کہ لندن کے کسی جوہری
کے پاس جا کر اس ہیرے کو فروخت کرے۔ جتنی رقم
ملے اس میں تھوڑی سی اپنے پاس رکھے اور باقی کی ساری
رقم یتیم خانے کے یتیم لڑکوں میں بانٹ کر انہیں کہے کہ
وہ نئے کپڑے بنائیں اور کسی ایسے سکول میں جا کر داخل ہو
جائیں جہاں ان کے رہنے کے لیے ہوسٹل بھی ہو۔

یہی کچھ سوچتا ہوا ناگ جنگل سے نکل کر دریائے ٹیمز
کے کنارے آ گیا۔ اس کے سامنے ۱۹۰۴ کا پرانا لندن دھند
میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ شہر میں داخل ہو گیا۔ انگریز عورتیں اور
مرد پرانے زمانے کے لمبے کوٹ اور ہیٹ پہنے چل پھر
رہے تھے۔ گھوڑا گاڑیاں چل رہی تھیں۔ کہیں کہیں کوئی پرانی
طرز کی رولز رائس کار بھی نظر آ جاتی تھی۔

ناگ لندن کی ریجنٹ سٹریٹ میں آ گیا۔ یہاں بڑے
بڑے جوہریوں کی شاندار دکانیں تھیں۔ ناگ ایک عالی شان
دکان کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ باہر بڑی سخت

سردی پڑ رہی تھی مگر اس دکان کی فضا گرم تھی۔ یہاں
ایک آتش دان میں آگ جل رہی تھی۔ دکان ایک بہت
بڑے ہال کمرے کی شکل میں تھی جہاں جگہ جگہ شیشے کے شو
کیسوں میں ہیرے جواہرات چمک رہے تھے۔

سامنے کاؤنٹر کے پیچھے ایک ٹھگنے قد کا گول مٹول انگریز
جوہری کھڑا تھا۔ ناگ کے کپڑے اتنے اچھے نہیں تھے۔ ناگ
اس کی طرف بڑھا تو اس ٹھگنے قد کے آدمی نے نفرت سے
ناگ کی طرف دیکھا اور ناک چڑھا کر بولا:

"مسٹر! تم غلطی سے اس دکان میں تو نہیں آ گئے؟"

ناگ نے بڑے اعتماد سے کہا:

"نہیں۔ میں ایک ہیرا فروخت کرنے آیا ہوں۔"

جوہری نے آنکھیں اوپر گھما کر کہا:

"اوہ! کہاں ہے ہیرا؟"

ناگ نے جیب سے انڈے کے برابر ہیرا نکال کر جوہری
کے سامنے رکھا تو اسے دیکھتے ہی انگریز جوہری کی آنکھیں
کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ کیوں کہ اتنا بڑا ہیرا اس نے آج
تک نہیں دیکھا تھا۔ اسے پہلا جو خیال آیا وہ یہ تھا کہ
یقیناً یہ ہیرا نقلی ہو گا۔ اس نے اپنی آنکھوں کے ساتھ شیشہ
لگا کر ہیرے کو اچھی طرح سے پرکھا۔ ہیرا بالکل اصلی تھا۔

جوہری تو حیران ہو گیا۔
اس نے جلدی سے دوسرے انگریز جوہری کو بلایا اور ہیرا دکھایا۔
وہ بھی ہیرے کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اب انہوں نے ناگ
کو اوپر نیچے دیکھا۔

"مسٹر! یہ ہیرا تمہیں کہاں سے ملا ہے؟"

ناگ نے کہا:

"یہ ہمارا خاندانی ہیرا ہے۔ ہمارے حالات اچھے
نہیں ہیں۔ اس لیے میں اسے بیچنا چاہتا ہوں۔"

ٹھگنے جوہری نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا اور پھر ناگ
کی طرف دیکھ کر بولا:

"تم اس کے عوض کتنی رقم چاہتے ہو؟"

ناگ نے کہا:

"جتنی رقم تم دے سکتے ہو دے دو۔"

ٹھگنے جوہری نے کہا:

"ہم تمہیں اس ہیرے کے عوض ایک لاکھ پونڈ
دے سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھے منظور ہے۔" ناگ نے کہا۔

اصل میں ٹھگنے قد کے جوہری اور اس کے ساتھی کی
نیت ٹھیک نہیں تھی۔ انہیں چاہیے تو یہ تھا کہ پولیس

کو خبر کرتے کہ ایک عجیب مزدور سا نوجوان انتہائی قیمتی
ہیرا کہیں سے چرا کر لے آیا ہے۔ مگر انہوں نے ایسا نہ
کیا اور ناگ کو ایک لاکھ پونڈ کے نوٹ لفافے میں
ڈال کر دے دیئے۔ جب ناگ نوٹ لے کر دکان سے چلا
گیا تو ٹھگنے جوہری نے ایک آدمی کو بلا کر کہا:

"اس نوجوان کا پیچھا کرو۔ اس کے پاس ضرور اور
جواہرات بھی ہوں گے۔"

جوہری یہ چاہتا تھا کہ اگر ناگ کے پاس کوئی خزانہ ہے
تو وہ اس کو اپنے قبضے میں لے کر اور ناگ کو ہلاک
کروا ڈالے۔ یہ انگریز جاسوس ناگ کے پیچھے لگ گیا۔

ناگ کو اس کی کچھ خبر نہیں تھی۔ وہ ایک لاکھ پونڈ لے
کر سیدھا یتیم خانے پہنچا۔ سب یتیم لڑکوں کو ایک کمرے میں
جمع کیا اور بولا:

"میرے دوستو! مسٹر کوڈی آج تک تم پر ظلم کرتا رہا
ہے اس نے تم سے تمہاری مرضی کے خلاف چوریاں
کروائیں خدا تمہیں معاف کرے۔ لیکن میں تمہاری اس
گناہ آلود زندگی سے تمہیں نجات دلانا چاہتا ہوں۔
تاکہ تم کسی ہوسٹل میں داخل ہو کر تعلیم حاصل
کرو اور اچھے اچھے گرم کپڑے بنوا کر پہنو اور

پڑھ لکھ کر شریف شہریوں کی طرح زندگی بسر کر سکو۔
مجھے بتاؤ کہ یہاں ایسا کون سا سکول ہے۔ جس کا
کوئی ہوسٹل بھی ہے۔"

یتیم لڑکے بڑے خوش ہوئے۔ انہوں نے ناگ کو بتایا کہ
لندن میں گرائمر سکول ایک ایسا سکول ہے جس کا ایک ہوسٹل
بھی ہے۔

ناگ نے کہا:

"تم لوگ میرے ساتھ چلو۔ میں تم سب کو گرائمر
سکول میں داخل کراؤں گا۔ ساتھ ہی تمہیں ہوسٹل
میں بھی ایک ایک کمرہ لے دوں گا۔ تم سب
کے نام الگ الگ بینک میں پونڈ جمع کرا دیئے
جائیں گے جس سے تم ہوسٹل اور اپنی پڑھائی کا
خرچہ پورا کرو گے۔"

ناگ نے شام ہونے سے پہلے پہلے یتیم خانے کے
سارے بچوں کو سکول میں داخل کروا دیا اور ہوسٹل میں
بھی انہیں کمرے لے کر دے دیئے۔ ان کے لیے کپڑے
بھی خرید کر انہیں پہنائے۔ یتیم بچے بے حد خوش تھے۔
جب ناگ ان سے رخصت ہونے لگا تو لڑکوں نے
ناگ سے گرم جوشی کے ساتھ ہاتھ ملایا اور اس کا بیحد

شکریہ ادا کیا۔

جوہری کا انگریز جاسوس برابر ناگ کے پیچھے لگا ہوا
تھا اور یہ ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔ اسے یقین ہو گیا
تھا کہ اگر یہ شخص اتنا دل کھول کر دوسروں پر پیسہ خرچ
کر رہا ہے تو ضرور اس کے پاس کوئی خفیہ خزانہ ہو گا۔
ناگ نے اپنے لیے پانچ سو پونڈ رکھ لیے تھے جو ۱۹۰۴ء
کے زمانے میں بہت بڑی رقم تھی۔

ناگ نے اپنے لیے گرم کپڑے خریدے۔ ایک درمیانے درجے
کے ہوٹل میں کمرہ لے لیا۔ گرم پانی سے غسل کر کے کپڑے
پہنے اور شام کو تھوڑی سی سیر کے بعد کمرے میں
آ کر گرم بستر پر لیٹ گیا۔

جاسوس اس کے ہوٹل کے باہر فٹ پاتھ پر گرم کوٹ
کے کالر اٹھائے سر پر پرانا گرم ہیٹ جمائے سردی میں
کھڑا تھا اور ناگ کے کمرے کی روشنی کو دیکھ رہا تھا۔
جب کافی گذر گئی اور ناگ کمرے سے باہر نہ نکلا تو جاسوس
وہاں سے سیدھا مکار جوہری کے مکان پر گیا۔ اس نے اسے
بتایا کہ ناگ ایک پراسرار نوجوان ہے۔

"میرا خیال ہے کہ اس نے ہیرے جواہرات کا خزانہ
خفیہ جگہ سے نکال کر اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔"

جوہری کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اس نے جاسوس سے کہا:
"اگر تم اس نوجوان سے خزانہ چھین کر لے آؤ
تو اس میں سے آدھا خزانہ تمہیں دے دوں
گا۔ بلکہ تم آدھا خزانہ اپنے پاس رکھ کر باقی آدھا
مجھے دے دینا۔"
جاسوس بھی لالچ میں آ گیا۔ اس نے دل میں سو
کہ کیوں نہ میں ناگ کو ہلاک کر کے سارے خزانے
خود ہی قبضہ کر لوں۔ اس ٹھگنے جوہری کو خزانہ کر
لیے دوں گا۔ مگر جوہری کو اس نے یہی کہا کہ وہ
خزانہ اسے دے دے گا۔
یہ پروگرام بنا کر جاسوس نے دوسرے روز ایک ف
کا بھیس بدلا اور ناگ کے ہوٹل کے باہر جا بیٹھا۔ جب
ناگ ہوٹل سے باہر نکلا تو جاسوس نے آگے بڑھ کر
اس سے کہا:
"مسٹر ایک پنس دے جاؤ۔ میں چائے پی
لوں گا۔"
ناگ نے جیب سے ایک شلنگ نکال کر اسے
دے دیا۔ جاسوس نے شلنگ کو ہاتھ میں لے کر ایک
ٹھنڈی آہ بھری اور بولا:

"مسٹر! کبھی اس قسم کے سکّوں سے میرے گھر کی
تجوری بھری رہتی تھی مگر افسوس کہ میرے چچا
نے میری جائیداد پر قبضہ کر لیا اور اس کے
غنڈے میری بیوی کو بھی اٹھا کر لے گئے۔"
یہ کہہ کر جاسوس مکاری سے آنسو بہانے لگا۔
ناگ کے دل پر اس کی درد بھری کہانی کا بڑا اثر ہوا۔
اس نے جاسوس کو ایک مصیبت زدہ شخص سمجھ کر پوچھا
کہ اس کے ساتھ ایسا ظلم کیوں ہوا۔
جاسوس روتے ہوئے بولا:
"اس لیے کہ میں کمزور تھا۔ میرا کوئی مددگار
نہیں تھا۔ خدا جانے میری بیوی ظالموں کی قید میں
کس طرح زندگی بسر کر رہی ہو گی۔"
ناگ تو ہمیشہ مصیبت زدہ لوگوں کی مدد پر تیار رہتا
تھا۔ اس نے جاسوس کو تسلی دی اور کہا کہ وہ اسے
اپنی ساری دکھی داستان سنائے۔ چالاک جاسوس نے ایک
بڑی ہی دردناک من گھڑت کہانی سنا ڈالی۔ ناگ کے دل
پر بڑا اثر ہوا۔ اس نے کہا:
"کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری بیوی کو ان غنڈوں
نے کہاں قید کر رکھا ہے؟"

"ہاں" جاسوس نے نقلی آنسو پونچھ کر کہا: "میں وہ
جگہ جانتا ہوں۔ کیا تم میری بیوی کو ان غنڈوں
سے چھڑا سکو گے؟ نہیں۔ وہ بڑے قاتل قسم کے
لوگ ہیں۔ وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تم
کیوں میرے لیے اپنی جان خطرے میں ڈالتے ہو۔
خدا تمہارا بھلا کرے۔"
ناگ نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا:
"نہیں بھائی۔ میں تمہاری ضرور مدد کروں گا اور
یقین کرو میں تمہاری بیوی کو غنڈوں کی قید سے
چھڑا لوں گا۔"
جاسوس یہی چاہتا تھا کہ ناگ اس کے ساتھ چ
تاکہ وہ اسے ایک جال میں پھنسا کر اس سے خز
کا مطالبہ کرے۔ اس نے سر جھکا لیا اور بولا:
"خدا تمہاری مدد کرے۔ تم نے ایک غریب انسان
کو پھر سے حوصلہ دیا ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں
کہ میری بیوی کو غنڈوں نے کہاں قید کر رکھا
ہے۔"
انگریز جاسوس نے ناگ کو بتایا کہ غنڈے اس کی
بیوی کو دریا کے پرانے پل کے نیچے ایک خفیہ تہہ خانے

میں رکھے ہوئے ہیں۔ وہاں ہر وقت پہرہ لگا رہتا ہے
اور کوئی اندر نہیں جا سکتا۔
"لیکن مجھے اس تہہ خانے کا ایک خفیہ راستہ معلوم
ہے۔ میں اکیلا اس راستے سے اندر جاتے ہوئے
ڈرتا تھا۔ اگر تم میرے ساتھ ہو گے تو میں تمہاری
راہ نمائی کروں گا۔"
ناگ بولا: "میں ابھی تمہارے ساتھ جانے کو
تیار ہوں۔"
مکار جاسوس کہنے لگا:
"نہیں نہیں۔ دن کے وقت وہاں جانا اپنی زندگی
کو خطرے میں ڈالنے کے برابر ہو گا ہمیں رات
کے وقت جانا چاہیے جب اندھیرا چھا جائے۔ میں
رات کے وقت یہاں آ جاؤں گا۔ کیا تم میرا انتظار
کرو گے؟"
ناگ بولا: "کیوں نہیں۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا
ہوں۔ تم رات کو مجھے اسی جگہ پاؤ گے۔"
جاسوس نے ناگ کا ہاتھ چوم لیا اور بناوٹی آنسو بہا
کر اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے چلا گیا۔ ناگ شہر کی
سیر و تفریح کو نکل گیا۔ دل میں اس کے یہ خیال بھی تھا

کہ شاید کسی جگہ عنبر ماریا اور کیپٹی سے ملاقات ہو جائے
یا اس بات کا راز کھلے کہ وہ واقعی اپنی دنیا کے پرانے
زمانے میں آگیا ہے یا یہ محض اس کی نظر کا دھوکہ
ہے۔ کیوں کہ اس کی دنیا تو ایٹمی جنگ میں تباہ ہو
چکی تھی۔

دوسری طرف مکار جاسوس سیدھا اپنے گھر پہنچا۔ اپنی نگ
کے بارے میں اس نے ٹھگنے جوہری کو کچھ نہیں بتایا
تھا۔ یہ جاسوس اکیلا ہی ناگ کے خزانے کو ہتھیانا چاہتا
تھا۔ اس نے ناگ کو دریا کے پرانے پُل کے نیچے جو
خفیہ تہہ خانے کا پتہ بتایا تھا وہاں اس کی نہ کوئی بیوی
موجود تھی اور نہ کوئی غنڈے ہی تھے۔ یہ ایک ویران
اور گمنام تہہ خانہ تھا جہاں سو سال پہلے بادشاہ اپنے
دشمنوں کو قید کیا کرتے تھے۔ جاسوس کو اس تہہ خانے کے
سارے خفیہ راستوں کا علم تھا کیوں کہ وہ لندن ہی کا
رہنے والا تھا اور جاسوسی کے سلسلے میں وہاں دو ایک
بار جا چکا تھا۔

ناگ سے الگ ہوتے ہی یہ کمینہ جاسوس سیدھا دریا
کے پرانے پل کے تہہ خانے میں گیا۔ تہہ خانے کے راستوں
کا جائزہ لیا اور پھر شہر میں آ کر ایک پستول خریدا۔ اس

میں بکنے کی گولیاں اور بارود بھرا اور اپنی موٹی قمیص کے
اندر چھپا لیا۔ اب وہ رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔
لندن کہر میں ڈوبا ہوا تھا۔ سخت سردی پڑ رہی تھی۔ آسمان
پر گہرے بادل چھائے تھے۔ لوگ سردی کی وجہ سے اپنے
گھروں میں گھس گئے۔ سڑکیں اور گلیاں سنسان ہو گئیں۔ گلیوں
اور بازاروں کے کونوں میں روشن گیس کے ہنڈولوں کی روشنی
بھی کہر میں لپٹی ہوئی تھی۔

ناگ کو سردی بہت ہی کم لگتی تھی۔ وہ معمولی گرم لمبے
کوٹ میں اپنے ہوٹل سے نکل کر وعدے کے مطابق فٹ پاتھ
پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ اور بدنصیب فقیر کا انتظار کرنے لگا۔
جاسوس وہاں قریب ہی ایک درخت کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔
جب اس نے ناگ کو فٹ پاتھ پر کھڑے دیکھا تو خود
بھی مریل چال چلتا، چہرے کو اداس بنائے وہاں آ گیا۔ ناگ
کو سلام کیا اور کہا:

"میرے بھائی! ایک بار پھر میں تمہیں کہوں گا کہ
تم نوجوان ہو۔ میرے لیے اپنی جان خطرے میں
نہ ڈالو۔"

اصل میں جاسوس ناگ کو اور پکا کرنا چاہتا تھا۔
ناگ نے مسکرا کر کہا:

"تم میری فکر نہ کرو۔ میں جب تک تمہاری بیوی کو
غنڈوں کے چنگل سے چھڑا نہ لوں گا مجھے چین
نہیں آئے گا۔ چلو۔ مجھے دریا کے پرانے پُل
پر لے چلو۔"

دل میں مکار جاسوس بڑا خوش ہوا۔ ناگ نے ایک گھوڑا
گاڑی کو رکوا لیا۔ اس میں بیٹھ کر وہ لندن کو کہر آلود ٹھنڈی
سنسان گلیوں بازاروں میں گزرتے دریا کے پرانے پل کے
پاس جا کر اُتر گئے۔

ناگ نے جاسوس سے کہا:

"تم نے مجھے اپنا نام ابھی تک نہیں بتایا دوست!"

جاسوس بولا: "سر میرا نام الفریڈ ہے اور میں نے
آپ سے بھی نام نہیں پوچھا ابھی تک!"

ناگ نے مسکرا کر کہا:

"تم مجھے ناگ کہہ کر پکار سکتے ہو۔"

جاسوس آگے آگے دریا کے پل کی طرف چلا اور بولا:

"یہ مجھے انڈین نام لگتا ہے!"

ناگ نے کہا:

"میں انڈیا میں کچھ دیر رہا ضرور ہوں۔ مگر میں
مصر کا رہنے والا ہوں اور لندن میں سیر کرنے

آیا ہوں۔"

جاسوس نے جب سنا کہ ناگ مصر کا رہنے والا ہے
تو اس کے دل میں یہ خیال اور پختہ ہو گیا کہ ناگ
کے پاس خزانہ ضرور ہو گا۔ کیوں کہ ملک مصر میں پرانے
بادشاہوں کے بے شمار خزانے دفن تھے۔

جاسوس پل کے عقب میں آ گیا۔ یہاں شکستہ پتھروں
کی سیڑھیاں نیچے اندھیرے میں اتر رہی تھیں۔ جاسوس
آگے آگے تھا۔ کہنے لگا:

"مسٹر ناگ! یہاں سے تہہ خانے کو خفیہ راستہ
جاتا ہے۔ اب تم خاموش رہنا۔ آواز بالکل نہ
نکالنا۔"

ناگ نے سوال کیا:

"کیا غنڈوں کا پہرے دار یہاں نہیں ہو گا؟"

جاسوس کہنے لگا:

"میں دوسرے راستے سے تمہیں لایا ہوں۔ لیکن
ہو سکتا ہے کہ اس طرف بھی غنڈوں کا کوئی
آدمی چھپا ہوا ہو۔ اس لیے ہمیں اونچی آواز
میں بات نہیں کرنی ہو گی۔ میرے پیچھے پیچھے
چلے آؤ۔"

دونوں اندھیری سیڑھیوں میں اتر گئے۔

یہ پتھر کی سیڑھیاں بہت پرانے زمانے کی تھیں۔ اندھیرے میں جاتے ہی جاسوس نے جیب سے موم بتی نکال کر روشن کر لی اور آگے چلنے لگا۔ ناگ نے موم بتی کی روشنی میں دیکھا کہ وہ ایک تنگ راستے سے گذر رہے ہیں۔ پتھر کی دیوار سیاہ ہے جس میں سے پانی ٹپک رہا ہے۔ فرش پر بھی پانی تھا۔ اچانک جاسوس کا پاؤں پھسلا اور وہ فرش پر گر پڑا۔ اب ایسا ہوا کہ گرنے سے اس کی قمیض کے اندر چھپایا ہوا پستول بھی فرش پر گر پڑا۔

ناگ نے پوچھا:

"یہ تم پستول کس لیے لائے تھے الفریڈ؟"

جاسوس نے فوراً جواب دیا:

"مسٹر ناگ! کیا تم بغیر ہتھیار کے غنڈوں کا مقابلہ کرو گے۔ یہ میں تمہارے لیے لایا تھا۔ یہ لو تم اسے رکھو اپنے پاس۔"

جاسوس نے فرش پر سے پستول اٹھا کر ناگ کو دیتے ہوئے کہا۔

ناگ کو پستول کی ضرورت تو نہیں تھی لیکن پھر بھی اپنی حفاظت کے خیال سے اس نے پستول لے کر رکھ لیا۔

جاسوس نے پستول اس لیے دے دیا تھا کہ ناگ کو اس کی نیت پر شک نہ ہو۔ پستول کے ہاتھ سے نکل جانے سے اب اس نے ناگ کو ہلاک کرنے کا ایک دوسرا منصوبہ بنایا۔

جاسوس جانتا تھا کہ اسی دریا کے نیچے والے تہہ خانے میں ایک ایسی کوٹھڑی بھی ہے جس میں بادشاہ کے دشمنوں کو بند کر کے پانی چھوڑ دیا جاتا تھا اور دشمن کوٹھڑی میں ڈوب کر مر جاتے تھے۔ اس نے ناگ کو اس کوٹھڑی میں لا کر ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اسے یقین تھا کہ ناگ کو ختم کرنے کے بعد ہی وہ اس کے خزانے پر قبضہ کر سکتا ہے جو اس نے اپنے ہوٹل کے کمرے میں کسی جگہ چھپا کر رکھا ہوا ہے۔

اب وہ ناگ کو لے کر ایک دوسری سرنگ میں داخل ہو گیا۔ یہاں سے ایک پیچ دار تنگ و تاریک راستہ موت کی کوٹھڑی کی طرف جاتا تھا۔ آگے ایک دروازہ آ گیا جو پتھر کا تھا۔ یہاں آ کر جاسوس رک گیا۔ اس نے موم بتی والا ہاتھ اوپر اٹھا کر بند دروازے پر روشنی ڈالی اور سرگوشی میں ناگ کو بتایا۔

"اس دروازے کی دوسری طرف ایک سیڑھی نیچے

اڑتی ہے۔ وہاں غنڈوں کا خفیہ ٹھکانہ ہے۔
مجھے یہاں سے آگے جاتے ہوئے ڈر لگ
رہا ہے۔"

ناگ نے کہا:

"تمہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ اب میں جاؤں گا
تم اسی جگہ میرا انتظار کرو۔"

جاسوس نے موم بتی بڑھا کر کہا:

"میرے بھائی! یہ موم بتی لے جاؤ ساتھ۔"

ناگ بولا: "نہیں۔ مجھے موم بتی کی ضرورت نہیں
ہے۔"

یہ کہہ کر ناگ نے پوچھا:

"یہ دروازہ کدھر سے کھلتا ہے؟"

جاسوس کو پتہ تھا کہ دروازہ کہاں سے کھلتا ہے۔ وہ
اس تہہ خانے کے سارے رازوں سے واقف تھا۔ اس
نے ایک جگہ دیوار کے طاق میں ہاتھ ڈال کر ہتھی کو
گھمایا تو ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ پتھر کا دروازہ کھل گیا۔
ناگ نے دیکھا کہ ایک زینہ نیچے جا رہا تھا۔ جاسوس
پیچھے ہٹ گیا۔ جونہی ناگ دروازے میں سے گذر کر
سیڑھیاں اترنے لگا جاسوس نے جلدی سے طاق میں ہاتھ

ڈال کر ہتھی گھما دی۔

ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ دروازہ بند ہو گیا۔ ناگ
نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ پتھر کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔
وہ حیران سا ہوا کہ اس شخص نے اتنی جلدی دروازہ
کس لئے بند کر دیا؟ ناگ کے دل میں شک سا پیدا
ہوا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ بند دروازے کے پیچھے
سے جاسوس کے قہقہے کی آواز بلند ہوئی اور اس نے
اونچی آواز میں کہا:

"مسٹر ناگ! تم موت کی کوٹھڑی میں بند ہو چکے
ہو۔ اب تمہاری زندگی صرف اسی صورت میں
بچ سکتی ہے کہ مجھے اس خزانے کا پتہ بتا دو
جس میں سے تم انڈے کے برابر ہیرا جوہری کے
پاس لائے تھے۔"

اب ساری بات ناگ سمجھ میں آ گئی۔ وہ سمجھ گیا کہ
یہ شخص کوئی ڈاکو ہے اور جوہری کی دکان سے ہی اس
کے پیچھے لگا ہے۔

ناگ نے بلند آواز میں جواب دیا:

"مسٹر الفریڈ! یقین کرو۔ میرے پاس کوئی خزانہ
نہیں ہے۔"

"تو پھر وہ ہیرا تم کہاں سے لائے تھے؟ ایسا ہیرا کسی خفیہ شاہی خزانے میں ہی مل سکتا ہے۔"

ناگ نے کہا:

"یہ میں تمہیں نہیں بتا سکتا کہ میں وہ ہیرا کہاں سے لایا تھا۔ لیکن یقین کرو کہ میرے پاس کوئی خزانہ نہیں ہے۔"

الفریڈ کی غصّہ بھری آواز دیوار کے پیچھے سے سنائی دی:

"تم بکواس کرتے ہو۔ میں جانتا ہوں تم نے خزانہ نکال کر اپنے کمرے میں کسی جگہ چھپایا ہوا ہے۔ میں ابھی جا کر اس پر قبضہ کرتا ہوں۔"

ناگ نے کہا:

"لیکن مجھے تو باہر نکالو۔"

دیوار کی دوسری جانب سے الفریڈ نے قہقہہ لگا کر کہا:

"اب تم اس کوٹھڑی میں ہی مرو گے۔ پرانے زمانے میں یہاں بادشاہ اپنے دشمنوں کو پانی میں ڈبو کر ہلاک کیا کرتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد تمہارے اس تہہ خانے میں بھی پانی آنا شروع ہو جائے گا۔ اچھا دوست خدا حافظ!"

ناگ آوازیں ہی دیتا رہا مگر الفریڈ کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔

مکّار الفریڈ جاسوس نے پتھر کے مضبوط ترین بند دروازے کی دوسری جانب بنے ہوئے طاق میں ہاتھ ڈالا اور ایک ہتھی کو زور سے پیچھے کی طرف گھمانا شروع کر دیا۔ اس ہتھی کے گھمانے سے جس تہہ خانے میں ناگ بند تھا اس میں خفیہ نل کے ذریعے پانی اندر آنا شروع ہو گیا۔ مکّار جاسوس اس کام سے فراغت پا کر وہاں سے سیدھا اپنے فلیٹ پر آ گیا۔ یہاں اس نے لباس تبدیل کیا۔ ایک پولیس افسر کے کپڑے پہنے اور اس ہوٹل میں آ گیا جہاں ناگ ٹھہرا ہوا تھا۔ اس نے ہوٹل کے مالک کو اپنا پولیس افسری کا کارڈ دکھا کر کہا:

"یہاں ناگ نام کا ایک مشتبہ مسافر ٹھہرا ہوا تھا۔ پولیس کو معلوم ہوا ہے کہ وہ حکومت کے خلاف ایک گروہ میں کام کرتا ہے۔ میں اس کے کمرے کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔"

ہوٹل کے مالک کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا بلکہ اُلٹا اس نے کہا:

"سر! آپ چاہے سارا دن کمرے میں تلاشی لیتے

وہیں آپ کو کوئی کچھ نہیں کہے گا لیکن خدا کے
لیے کسی کو بتائیں نہیں۔ ہمارے ہوٹل کی سخت
بدنامی ہو گی اور گاہک ادھر کا رُخ کرنا چھوڑ
دیں گے۔"

جاسوس کو اور کیا چاہیے تھا۔ اس نے کہا:
"فکر نہ کرو۔ یہ بات کسی کو معلوم نہیں ہو گی۔"

اس انگریز جاسوس نے ناگ کے کمرے میں گھس گ
ایک ایک شے کی تلاشی لی مگر اسے کہیں کوئی خزانہ
ملا۔ وہ ناامید ہو کر واپس جانے ہی لگا تھا کہ اچانک ا
کی نظر الماری کے کونے میں پڑی۔ وہاں ایک تھیلا پ
تھا۔ جاسوس نے تھیلا کھولا تو اسے اس میں وہی چ
کا نقشہ ملا جس کو ناگ نے یتیم خانے کے لالچی منی
کے لیے بنایا تھا۔

نقشہ دیکھ کر جاسوس کی باچھیں کھل گئیں۔ یہ تو خزا
کا نقشہ تھا۔ اسے لپیٹ کر جیب میں ڈالا اور جاس
ہوٹل سے نکل کر اپنے فلیٹ پر آ گیا۔ یہاں اس
نقشے کو کھول کر غور سے دیکھا۔ وہاں دریا بنا تھا
دریا پار چٹانیں تھیں اور ایک سیاہ پہاڑی پر نشا
لگا تھا۔ جاسوس اسی علاقے کا رہنے والا تھا۔ فوراً

گیا کہ یہ سیاہ پہاڑی دریا کے پار ایک جنگل کے کنارے پر
چٹانوں کے عقب میں واقع ہے۔

اس نے گھوڑا گاڑی لی اور آدھے گھنٹے کے اندر اندر
چٹانوں کے پیچھے والی سیاہ پہاڑی کے دامن میں پہنچ گیا۔
یہاں وہی کھوہ بنا ہوا تھا جہاں ناگ یتیم خانے کے مینجر
کو لے کر داخل ہوا تھا اور جہاں خزانہ دفن تھا اور
سانپ اس کی حفاظت کر رہا تھا۔ لالچی جاسوس نے کھوہ
میں داخل ہوتے ہی موم بتی روشن کر لی اور غور سے
زمین کو دیکھنے لگا۔

ایک جگہ اسے تازہ تازہ مٹی نظر آئی۔ یہاں اگرچہ
زمین برابر کر کے اوپر ناگ نے پتھر بکھیر دیئے تھے
مگر صاف لگتا تھا کہ کسی نے کچھ دیر پہلے یہ زمین کھودی
تھی۔ جاسوس نے موم بتی ایک پتھر پر لگا لی اور ہاتھوں
سے زمین کھودنی شروع کر دی۔

○

مقدس فادر

ایک فٹ زمین کھودنے کے بعد صندوقچہ نکل آیا۔

جاسوس نے صندوقچے کو کھولا تو جواہرات کی چمک دمک سے اس کی آنکھیں چکا چوند ہو کر رہ گئیں۔ اس نے دونوں ہاتھ لہرا کر خوشی کا نعرہ لگایا۔ آخر اسے خزانہ مل گیا تھا۔ اس نے جلدی سے صندوقچے میں سے سارے جواہرات نکال کر رومال میں ڈالے اور ابھی وہ رومال باندھ ہی رہا تھا کہ اسے اپنے پیچھے پھنکار کی آواز سنائی دی۔

جاسوس نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ خوف کے مارے اسے پسینہ آ گیا۔ موم بتی کی روشنی میں ایک دو فٹ لمبا سانپ اپنا بھیانک پھن اٹھائے اس سے دو قدم کے فاصلے پر کھڑا اپنی لال لال آنکھوں سے اسے تک رہا تھا اور بار بار اپنی سرخ زبان نکال رہا تھا۔

جاسوس کے تو ہوش گم ہو گئے۔ سمجھ گیا کہ یہ اس خزانے کا سانپ ہے اور اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔

اس نے بھی سانپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ وہ سانپ پر اچانک حملہ کرنا چاہتا تھا۔ مگر سانپ اتنا بے وقوف نہیں تھا۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ اس کا دشمن اس کی طرف آہستہ آہستہ کھسک رہا ہے۔

جاسوس نے بڑی آہستگی سے اپنا ایک ہاتھ جیب کی طرف بڑھایا۔ اس جیب میں اس نے چاقو رکھا ہوا تھا۔ اس کی سکیم یہ تھی کہ جیب سے چاقو نکال کر سانپ پر وار کر دے گا۔

مگر سانپ نے اسے اتنی مہلت نہ دی۔ جونہی جاسوس نے جیب میں ہاتھ ڈالا سانپ اپنی جگہ سے اچھلا اور اس نے لپک کر جاسوس کی کلائی پر ڈس دیا اور ایک سیکنڈ میں وہاں سے ہٹ گیا۔ جاسوس نے فوراً اپنی کلائی کو زور سے پکڑ لیا تھا کہ زہر اُوپر نہ جائے۔ مگر یہ کوئی معمولی سانپ نہیں تھا۔ خزانے کا سانپ تھا۔ اس کا زہر جاسوس کے خون میں داخل ہوتے ہی اس کے جسم میں بجلی کے کرنٹ کی طرح پھیل گیا تھا اور زہر نے خون کے سفید ذرات کو پھاڑنے کا عمل شروع کر دیا تھا۔

جاسوس اپنی کلائی کو پکڑے پکڑے زمین پر گر پڑا۔

اس کا سارا جسم لرزنے لگا۔ پہلے ٹانگیں سُن ہوئیں اس
کے بعد باقی جسم بھی بے جان ہو گیا اور کان اور
نتھنوں سے سیاہ خون بہنے لگا۔ سانپ اندھیرے سے
نکل کر جاسوس کے پاس آ گیا۔ اس نے اپنا پھن اُٹھا
رکھا تھا۔ جاسوس پر موت کی غشی چھا رہی تھی۔ سانپ
اسے غور سے دیکھتا رہا۔ جب جاسوس مر گیا تو سانپ
نے جواہرات کو گڑھے میں صندوقچے سمیت گرایا اور اوپر
اپنے جسم سے مٹی اور پتھر ڈالنے شروع کر دیئے۔ دوسری
طرف ناگ تہہ خانے میں بند باہر نکلنے کا راستہ تلاش
کر رہا تھا۔ تہہ خانے میں کسی خفیہ جگہ سے پانی اُبل
اُبل کر اندر آ رہا تھا اور ناگ کے ٹخنوں تک پانی آ
گیا تھا۔ ناگ نے دیکھا کہ اس تہہ خانے میں پہلے ہی
کئی انسانی ڈھانچے پڑے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں
بادشاہ کے حکم سے یہاں ڈبو دیا گیا تھا۔ اب ان کی
ہڈیوں کے پنجر ہی باقی رہ گئے تھے۔

ناگ نے آخر ایک جگہ فرش میں وہ جگہ تلاش کر لی
جہاں سے پانی نکل کر اندر تہہ خانے میں آ رہا تھا۔ یہاں
سے ناگ باہر نکل سکتا تھا۔ مگر یہ سوراخ ایک تو چھوٹا تھا
دوسرے اس میں پتھر کی جالی لگی ہوئی تھی۔ ناگ نے سانس

اوپر کھینچی اور ایک دھاگے جتنے باریک سیاہ سانپ کا روپ
دھار لیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ پانی میں سوراخ کے
اندر داخل ہوا۔

پانی کا زور بہت زیادہ تھا۔ ناگ بڑی جد وجہد
اور کوشش کے بعد سوراخ میں سے دوسری طرف چلا گیا۔
یہ ایک پتھر کا پائپ تھا جس میں سے پانی تیزی سے
تہہ خانے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ناگ اپنی پوری طاقت
کو استعمال کرتے ہوئے پانی میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا
گیا۔ پانی کا پائپ زمین کے اندر ہی اندر بہت دُور
تک چلا گیا تھا۔ ناگ بڑھتا گیا۔ کافی دور چلنے کے بعد
اسے پانی کے بہاؤ میں کمی کا احساس ہوا۔ اس نے اپنا
منہ اور سر اوپر کو اُٹھایا۔

اب اس کا سر پتھر کے پائپ کی چھت سے ٹکرانے
کی بجائے پانی کی سطح سے باہر نکل آیا۔ ناگ نے آنکھیں
کھول کر دیکھا۔ اوپر آسمان بادلوں میں لپٹا ہوا تھا۔ وہ
لندن کے دریائے ٹیمز میں نکل آیا تھا۔ اس کی دونوں جانب
دریا کے کناروں پر گہری تاریکی اور سناٹا طاری تھا۔

بائیں جانب اونچے درختوں کے جھنڈ تھے جس میں سے
ایک گرجے کا مینار اوپر کو اُبھرا ہوا تھا۔

ناگ نے سوچا کہ اس گرجے میں چل کر رات بسر
کرنی چاہیے۔

اس نے سانپ ہی کی شکل میں پانی کی سطح پر تیرنا
شروع کر دیا۔ بہت جلد وہ دریا کے کنارے پر آگیا۔
یہاں پہنچنے کے بعد ناگ نے ایک بار پھر اپنی اصلی
انسانی شکل اختیار کر لی اور درختوں کی طرف بڑھا۔ شاید
رات آدھی گذر رہی تھی۔ ہر طرف خاموشی، سناٹا، اندھیرا
اور سخت سردی تھی۔ ناگ کے کپڑے اگرچہ بھیگے ہوئے تھے
مگر اسے سردی نہیں لگ رہی تھی۔

گنجان درختوں کے نیچے بہت اندھیرا تھا اور یہاں ناگ
نے کئی ایک پکی قبریں دیکھیں جن پر صلیبیں لگی تھیں۔ شاید
یہ عیسائی پادریوں کی قبریں تھیں۔ سامنے چرچ یعنی گرجا کی اونچی
عمارت کھڑی تھی۔ اس کا دروازہ بند تھا۔ کوئی ایسی جگہ
نہیں تھی جہاں ناگ باقی رات گذار سکے۔ اس کا اپنا ہوٹل
وہاں سے بہت دور تھا اور اس وقت اسے سواری کا
ملنا بھی مشکل تھا۔ لیکن جب وہاں کوئی جگہ نہ ملی تو ناگ
نے ہوٹل جانے کا پروگرام بنایا۔

وہ واپس مڑنے ہی لگا تھا کہ اسے گرجا گھر کے پہلو
میں ایک جگہ روشنی نظر آئی۔ اس نے غور سے دیکھا۔ یہ

موم بتی کی روشنی تھی جو اس اندھیری رات میں درختوں کے
پیچھے روشن تھی۔ ناگ چلتا ہوا وہاں آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ
یہ ایک پرانا قبرستان ہے اور موم بتی ایک قبر کے سرہانے
جل رہی ہے۔ ناگ کے لیے یہ موم بتی کسی کام کی نہیں
تھی۔ وہ یہاں سے بھی واپس ہونے ہی لگا تھا کہ اسے
دور جھاڑیوں میں قبرستان کے دروازے کی طرف ایک
اور روشنی دکھائی دی جو آہستہ آہستہ قریب آ رہی تھی۔

ناگ وہیں رک گیا اور ایک درخت کے پیچھے چھپ
گیا۔ اس خیال سے کہ شاید یہ کوئی لاشیں چرانے والا
ہے۔ کیوں کہ اس زمانے کے لندن میں لوگ قبروں میں
سے لاشیں چرا کر ڈاکٹروں کے ہاتھ بیچ دیا کرتے تھے۔
جو ان پر میڈیکل تجربے کرتے تھے۔ روشنی اور قریب آئی
تو ناگ یہ دیکھ کر ٹھٹھک سا گیا کہ یہ ایک سفید لباس
والی حسین اور پاکیزہ چہرے والی عورت تھی جس نے
چاندی کے شمع دان میں لگی ہوئی موم بتی دونوں ہاتھوں
میں تھام رکھی تھی۔ اس کا بے داغ پاکیزہ سفید لباس
اس کے پیچھے گھاس اور جھاڑیوں پر سے گذرتا ساتھ ساتھ
جا رہا تھا۔ مگر وہ کسی جھاڑی میں اٹک نہیں رہا تھا۔

ناگ یہ دیکھ کر بھی حیران ہوا کہ اس حسین عورت

کے پاکیزہ چہرے کے گرد نور کا ایک دائرہ بنا ہوا
تھا جس طرح ہم کبھی کبھی فرشتوں کی بنی ہوئی تصویروں
میں دیکھا کرتے ہیں۔ ناگ درخت کی اوٹ میں کھڑا
اس حسین اور پاکیزہ چہرے عورت کو تکتا رہا جس کے
چہرے پر بے حد سکون تھا اور وہ اس قبر کی طرف
آ رہی تھی جس پر پہلے ہی سے موم بتی روشن تھی۔

اس قبر کے پاس آ کر پاکیزہ چہرے والی عورت
رک گئی۔ اب ناگ نے غور سے دیکھا۔ اس عورت
کے چہرے سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں اور
ایک عجیب سی آسمانی خوشبو سارے قبرستان میں پھیل
گئی تھی۔ ایسی خوشبو ناگ نے اس سے پہلے کسی پھول
میں نہیں سونگھی تھی۔

عورت نے اپنے ہاتھ کی موم بتی بھی اس قبر پر
رکھ دی اور گھٹنوں کے بل جھک کر ہاتھ باندھ کر
سر جھکا لیا۔ وہ شاید دعا مانگ رہی تھی۔ ناگ بُت
بنا یہ منظر دیکھتا رہا۔ وہ اپنی جگہ سے ذرا سا بھی
نہیں ہل رہا تھا۔ دعا مانگنے کے بعد پاکیزہ عورت
نے جو ناگ کو کوئی آسمانی روح لگ رہی تھی، قبر
پر لگی صلیب کو بوسہ دیا اور دو قدم پیچھے ہٹ کر

سر جھکا کر کھڑی ہو گئی۔
اتنے میں قبر کے اوپر نورانی روشنی سی ہوئی اور
ایک تخت نمودار ہوا جس پر ایک سفید داڑھی اور
سفید براق لباس والا بزرگ بیٹھا تھا۔ اس بزرگ کو
دیکھ کر پاکیزہ چہرے والی عورت نے ادب سے سر
جھکا کر سلام کیا اور کہا:

"مقدس فادر! عالم برزخ میں میرے مرحوم خاوند
کی روح کو ابھی کتنی دیر سزا بھگتنی ہو گی؟"

نورانی چہرے والے بزرگ نے بڑی شفقت بھری
آواز میں کہا:

"میری بیٹی! تمہارا خاوند تم سے بڑی محبت کرتا تھا۔
مگر اس نے ایک ایسا گناہ کیا کہ وہ جنت میں
تمہارے ساتھ داخل نہیں ہو سکا۔ وہ گناہ یہ
تھا کہ وہ تم سے جھگڑتا تھا اور تم پر ہاتھ اٹھاتا
تھا۔ بیٹی! دنیا میں جو آدمی کسی عورت کو مارتا
پیٹتا ہے اس کو مرنے کے بعد سخت سزا ملتی
ہے۔ تمہارے خاوند کو بھی اپنی سزا پوری کی
پوری بھگتنا ہو گی۔"

عورت نے غمگین آواز میں کہا:

"مقدس فادر! کیا اپنی سزا بھگتنے کے بعد وہ میرے
پاس جنت میں آ جائے گا۔"
بزرگ نے کہا:
"اس کے لیے تمھیں خدا وند کریم سے دعا کرنی
ہو گی کیوں کہ تم اس کی بیوی ہو اور اس سے
محبت کرتی رہی ہو۔ خدا وند تمھاری دعا ضرور
قبول کرے گا۔"
پاکیزہ چہرے والی عورت نے کہا:
"مقدس فادر! مجھے اجازت دیں کہ میں اپنی اصلی
دنیا میں جا کر اپنے خاوند کی قبر پر اس کی
مغفرت کے لیے دعا مانگ سکوں۔"
بزرگ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولے:
"اگر تم دعا کرنا چاہتی ہو تو میری طرف سے تمھیں
اجازت ہے مگر پیاری بچی! تمھاری اور ہماری
اصلی دنیا ایٹمی جنگ کے بعد بالکل ہی بدل چکی
ہے کیا تم اپنے خاوند کی قبر تک پہنچ سکو گی؟"
"میں کوشش کروں گی مقدس فادر!" عورت نے آہستہ
سے کہا
بزرگ کہنے لگے:

"تو پھر جاؤ میری بچی! میری طرف سے تمھیں
اجازت ہے۔"
پاکیزہ چہرے والی عورت نے ادب سے بزرگ کو
سلام کیا اور موم بتی والا شمع دان اٹھا کر جدھر سے
آئی تھی ادھر کو چل دی۔ اس کے جانے کے بعد نورانی
صورت والے بزرگ اپنی چوکی پر قبر کے اوپر اسی طرح
بیٹھے رہے۔ ناگ سوچنے لگا کہ یہ بزرگ اب کس کا
انتظار کر رہے ہیں؟
ابھی یہ خیال ناگ کے دل میں آیا ہی تھا کہ بزرگ
کی آواز آئی:
"میرے بیٹے! تم درخت کے پیچھے کیوں چھپے
ہوئے ہو میرے سامنے کیوں نہیں آتے؟"
ناگ پر تو جیسے بجلی گر پڑی۔ بزرگ نے اسے درخت
کے پیچھے بھی دیکھ لیا تھا۔ وہ فوراً درخت کی اوٹ سے
نکل کر سامنے آ گیا۔ نورانی چہرے والے بزرگ اس کی
طرف دیکھ کر مسکرائے اور بولے:
"ہم نے تمھیں دیکھ بھی لیا تھا اور پہچان بھی لیا
ہے تم ناگ ہو اور عنبر ماریا کے ساتھ ہزاروں برس
سے سفر کر رہے ہو۔"

ناگ تو ہکا بکا سا ہو گیا تھا۔ رُک رُک کر بولا:
"مقدس فادر! اگر آپ سب کچھ جانتے ہیں تو مجھے
یہ بھی بتا دیجئے کہ عنبر ماریا اور کیٹی اس وقت
کہاں ہیں اور میں ان سے کیسے مل سکتا ہوں؟"
مقدس فادر چپ ہو گئے پھر بولے:
"میرے بچے! یہ ہماری کائنات میں گذرنے والے
واقعات کا راز ہے جس کو میں فاش نہیں کر سکتا۔"
ناگ نے کہا:
"مقدس فادر! کم از کم مجھے یہ ہی بتا دیجئے کہ
میں یہاں سے کس طرف جاؤں کہ آگے چل
کر میری ملاقات عنبر ماریا اور کیٹی سے ہو جائے۔"
مقدس فادر نے کہا:
"تم واپس اپنی دنیا میں چلے جاؤ۔ ہو سکتا ہے
اس دنیا میں تمہاری اپنے دوستوں سے ملاقات
ہو جائے۔"
ناگ نے تعجب سے کہا:
"مگر مقدس فادر! میں اپنی دنیا ہی میں تو ہوں
یہ لندن میری دنیا ہی میں ہے اگرچہ میں
۱۹۰۴ء سن میں نکل آیا ہوں۔ مگر یہ میری دنیا

کا ہی لندن شہر ہے۔ میں اس شہر میں پہلے
بھی آ چکا ہوں۔"
مقدس فادر کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔ انہوں نے
پُر سکون آواز میں کہا:
"یہ تمہاری بھول ہے میرے بچے! تم اپنی اس دنیا
میں نہیں ہو جہاں روس اور امریکہ کے درمیان
ایٹمی جنگ ہوئی تھی۔ تباہ کن میزائیل چلے تھے
اور ساری دنیا پر زبردست تباہی نازل ہوئی تھی۔"
ناگ اور زیادہ حیران ہو کر بولا:
"تو پھر یہ کون سی دنیا ہے مقدس فادر؟"
بزرگ نے فرمایا:
"میرے بچے! یہ تمہاری اور ہماری اصلی دنیا کا
عکس ہے۔ ہماری دنیا میں جو واقعات گذر چکے
ہیں خلا میں ان تمام واقعات کا عکس اس
سیارے پر سے گذر رہا ہے اور اس سیارے
پر تمام گذرے ہوئے تاریخی واقعات پھر اسی
ترتیب سے دوبارہ گذر رہے ہیں۔ یہ سیارہ
ہماری تمہاری وہ دنیا نہیں ہے جس پر خوفناک
ایٹمی جنگ ہوئی تھی۔ یہ خلا میں ایک دوسرا

سیارہ ہے۔"

ناگ یہ سن کر بہت حیران ہوا۔ مقدس فادر نے اسے سمجھایا کہ دنیا میں ہر گذرنے والے واقعے، ہر آدمی، ہر شے کا ایک عکس ہوتا ہے جس کو روشنی اپنے ساتھ لے کر خلا میں اپنا سفر شروع کرتی ہے۔ اگر ہم کسی طرح خلا میں اس سیارے پر پہنچ جائیں جہاں ہماری زمین کی روشنی ابھی نہ پہنچی ہو تو ہم دنیا کے سارے واقعات کو اسی ترتیب کے ساتھ پھر سے گذرتے دیکھیں گے۔

ناگ یہ سوچ کر تعجب کرنے لگا کہ جس زمین پر وہ اس وقت موجود ہے اور جس شہر لندن میں وہ چل پھر رہا ہے وہ اصل میں اس کی دنیا اپنی نہیں ہے۔ اس نے مقدس فادر سے کہا:

"مقدس فادر! کیا آپ مجھے میری اپنی اور اصلی دنیا میں پہنچا سکتے ہیں؟ ہو سکتا ہے وہاں میری ملاقات میرے بچھڑے ہوئے دوستوں سے ہو جائے۔"

بزرگ مسکرائے کہنے لگے:

"اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو میں تمہیں تمہاری اصلی دنیا میں پہنچائے دیتا ہوں لیکن بیٹا! وہ دنیا تو ایٹم بموں نے تباہ کر دی تھی۔ اب کیا پتا

وہاں کس قسم کی زندگی شروع ہو چکی ہے۔"

ناگ نے کہا:

"خواہ وہاں کیسے ہی حالات کیوں نہ ہو آپ برائے مہربانی مجھے میری اصلی دنیا میں واپس پہنچا دیجئے۔ میں آپ کا بے حد شکر گذار ہوں گا۔"

بزرگ نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

"جیسے تمہاری مرضی۔ تم ایسا کرو کہ اپنی آنکھیں بند کر کے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لو اور جب تک میں نہ کہوں اپنی آنکھیں مت کھولنا۔"

ناگ نے آنکھیں بند کر کے اپنے سینے پر ہاتھ باندھ لیے اور خاموش کھڑا ہو گیا۔ اسے ایک دم ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اسے اوپر اٹھا لیا ہے۔ اس کے پاؤں کے نیچے اب زمین نہیں تھی۔ جیسے وہ ہوا میں اڑتا جا رہا تھا۔ پھر اس کے پاؤں اپنے آپ زمین سے لگ گئے۔ اس کے کانوں میں بزرگ کی آواز آئی:

"بیٹا! اپنی آنکھیں کھول دو۔"

ناگ نے آنکھیں کھول دیں۔ کیا دیکھتا ہے کہ نہ وہاں

بزرگ ہیں۔ نہ لندن کا پرانا قبرستان ہے۔ نہ وہاں
ٹھٹھرتی رات اور درختوں کے جھنڈ ہیں اور نہ ہی
گرجا گھر ہے۔ بلکہ اس کی بجائے ارد گرد دور تک
ایسی کالی سیاہ مخروطی پہاڑیاں ہی پہاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں
جن کو لگتا تھا کہ آتش فشاں پہاڑ کے اگلنے ہوئے
لاوے نے بنایا ہے۔ ان پہاڑیوں کے پیچھے ایک بہت
بڑا پہاڑ تھا جس میں سے دھواں نکل رہا تھا۔ یہ آتش
فشاں پہاڑ تھا۔ سورج بادلوں میں چھپا ہوا تھا اور
دن کی پھیکی روشنی چاروں طرف پھیلی تھی۔ آس پاس کوئی
درخت کوئی سبزہ نہیں تھا۔ ناگ وہیں کھڑا اس منظر
کو دیکھتا رہا۔

اسے یقین تھا کہ یہ اس کی اپنی ہی پرانی زمین
جس زمین پر اس نے عنبر ماریا اور کیٹی کے ساتھ
ہزاروں برس تک مل کر سفر کیا تھا۔ مگر اسے یہ معلوم
نہیں تھا کہ وہ کون سے ملک کون سے براعظم میں ہے
اس قسم کے ہیبت ناک جوالا مکھی پہاڑ اس نے زمین
پر پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ ایک طرف
چل پڑا۔

زمین پتھریلی اور اونچی نیچی تھی۔ صاف لگ رہا تھا

یہ لاوا ہے جو کبھی جوالا مکھی سے اُبل کر یہاں پھیل گیا
تھا اور اب ٹھنڈا ہو کر جم گیا ہے۔ ناگ کچھ دور تک
چلتا رہا۔ پھر اس نے سوچا کہ اسے ہوا میں اڑ کر اس
علاقے کا جائزہ لینا چاہیے۔ چنانچہ وہ سانس اوپر کھینچ کر عقاب
بن گیا اور اس نے فضا میں اڑنا شروع کر دیا۔

اڑتے اڑتے جب وہ اس علاقے کے بڑے آتش فشاں
پہاڑ کے اوپر پہنچا تو اس نے جھک کر نیچے دیکھا۔ آتش
فشاں پہاڑ کا دہانہ بہت بڑا تھا اور اس کے اندر نیچے
سرخ رنگ کا لاوا اُبل رہا تھا اور اس میں سے دھواں اور
گیس اٹھ رہی تھی۔

ناگ تیزی سے اس کے اوپر سے گذر گیا۔
آگے کچھ فاصلے پر لاوے کی سخت زمین کا سلسلہ
ختم ہو گیا اور ہرے بھرے گھاس کا میدان آ گیا۔ اس
میدان کے آخری کنارے پر اسے ایک اونچی پہاڑی پر
سیاہ میناروں والا ایک قلعہ دکھائی دیا۔ ناگ اُڑتا اُڑتا اس
قلعے کے اوپر پہنچ گیا۔

قلعے کے میناروں کے پتھر اکھڑے ہوئے تھے قلعہ بڑا
ویران اور کھنڈر تھا۔ اس کا ایک بڑا دروازہ بھی ٹوٹا
ہوا تھا۔ دروازے کے آگے ایک سڑک تھی جس کے

کنارے کنارے جھاڑیاں اُگی تھیں۔ ناگ نیچے اُتر آیا۔
قلعے کے دروازے پر اوپر درمیان میں ایک انسانی ہڈیوں
کا ڈھانچہ لٹک رہا تھا۔

ناگ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ انسانی ڈھانچہ یہاں
کس نے لٹکا رکھا ہے، کیوں کہ اسے وہاں کوئی انسان
دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ قلعے کے دروازے کی ایک
جانب سوکھے ٹنڈ منڈ درخت تھے۔ ناگ قلعے میں
داخل ہو کر سراغ رسانی کرنے کے بارے میں سوچ رہا
تھا کہ اسے ایک آواز سنائی دی۔ یہ آواز اسے کسی پرانی
موٹر کار کے انجن کی لگی۔

ناگ ہوا میں اڑتا ہوا آواز کی طرف چلا۔

قلعے کے کھنڈر سے دور جہاں میدان ختم ہو جاتا تھا
اور گھنا جنگل شروع ہوتا تھا ناگ نے دیکھا کہ خشک
برساتی نالے کے پُل پر ایک پرانی طرز کی فورڈ کار کھڑی
ہے۔ ایک آدمی اس کا بونٹ اٹھائے اسے ٹھیک کرنے کی
کوشش کر رہا ہے۔ کار کا انجن چل رہا تھا۔

ناگ ایک انسان کو دیکھ کر خوش ہوا کہ چلو اپنی دنیا
کی زمین پر کوئی انسان تو نظر آیا کہ جس سے وہ بات
چیت کر کے پوچھ سکتا ہے کہ یہ کون سا ملک ہے۔

کون سا براعظم ہے۔ ناگ کچھ دور جا کر درختوں کے
پیچھے اُتر آیا اور انسانی شکل اختیار کر لی۔ وہ پیدل
چلتا جب پُل کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ کار کا مالک
کچھ بے بسی کے عالم میں اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا کہ کوئی
اس کی مدد کرنے آئے۔

ناگ اس کے پاس آیا تو وہ آدمی مسکرا کر بولا:

"موسیو! کیا آپ کار کے انجن کی خرابی دور کر
سکتے ہیں؟"

ناگ نے دیکھا کہ اس آدمی کی عمر پچاس کے قریب تھی
بال کنپٹیوں پر سفید ہونے لگے تھے۔ وہ ایک مضبوط قد
کاٹھ کا آدمی تھا اور اس نے بند گلے کا سیاہ اچکن نما
کوٹ پہن رکھا تھا۔ نیچے سیاہ پتلون پہنی ہوئی تھی۔ سیاہ
جوتوں کا پالش چمک رہا تھا۔ کوٹ کے بٹن چاندی کے
تھے۔ رنگ گورا تھا اور اس نے فرانسیسی زبان میں
ناگ سے بات کی تھی۔ شکل صورت اور لباس سے وہ
کوئی خاندانی آدمی لگتا تھا۔

ناگ نے سب سے پہلے اس سے یہی پوچھا کہ یہ
ملک اور شہر کون سا ہے؟

اس آدمی نے قدرے حیرت سے ناگ کی طرف دیکھا

ور مسکرا کر کہا:

"موسیو! لگتا ہے آپ یہاں اجنبی ہیں۔ چلئے کوئی
بات نہیں۔ لیکن اگر آپ سیاح ہیں تو آپ کو
معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ملک فرانس ہے اور یہ
شہر پیرس کا ایک پرانا گاؤں ہے۔ میرا نام
گارشاں ہے میں اس علاقے کا کاؤنٹ ہوں۔
وہ سامنے میرا قلعہ ہے۔ آج ہمارے ہاں مہمانوں
کی دعوت ہے۔ میں کچھ چیزیں مارکیٹ سے لے
کر آ رہا تھا کہ گاڑی خراب ہو گئی۔ کیا آپ
انجن کو ٹھیک کر سکتے ہیں؟"

ناگ نے تھوڑی ہی دیر میں کار کے انجن کو ٹھیک
کر دیا۔ اس میں کچھ بھی خرابی نہیں تھی۔ بس ایک پلگ
باہر نکلا ہوا تھا۔

ناگ نے تعجب سے پوچھا:

"حیرانی کی بات ہے آپ کو اتنا بھی معلوم
نہیں ہو سکا کہ انجن کا پلگ باہر نکلا ہوا ہے۔"

گارشاں نے شرمندہ سا ہو کر کہا:

"معاف کرنا موسیو! میں نے کبھی گاڑی کے انجن
کی شکل نہیں دیکھی۔ میرا ڈرائیور آج چھٹی پر تھا

جس کی وجہ سے گاڑی مجھے ہی چلانی پڑی۔"

شکل صورت سے بھی یہ آدمی کسی شاہی خاندان کا
لگتا تھا۔ اس کے چہرے پر خاندانی شرافت اور
بھی نمایاں تھی اور وہ بڑی شائستگی اور ادب آداب
کے ساتھ ناگ سے گفتگو کر رہا تھا۔ اس نے تین بار
جھک کر ناگ کا شکریہ ادا کیا اور گاڑی میں بیٹھ کر
دروازہ بند کرتے ہوئے بولا:

"موسیو! آپ کو اگر کوئی ضروری کام نہیں ہے
تو ہماری دعوت میں شرکت فرمائیے۔ مجھے اور
میرے خاندان کے دوسرے لوگوں کو بڑی خوشی
ہو گی۔"

ناگ کو کوئی کام نہیں تھا۔ اس نے سوچا کہ دعوت
میں ضرور شریک ہو جانا چاہیے۔ اس طرح اسے لوگوں سے
ملنے کا موقع ملے گا اور ہو سکتا ہے کہ لوگوں کی باتوں
سے عنبر ماریا کے بارے میں بھی کچھ معلومات حاصل
ہو جائیں۔ اتنا اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ زمانہ پرانا نہیں
بلکہ اکیسویں صدی ہی کا ہے یعنی جب دنیا پر ایٹمی جنگ
ہوئی تھی۔ ابھی تک ناگ نے اس فرانسیسی کاؤنٹ سے
اس بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی کہ یہ کون سا

زمانہ ہے اور ایٹمی جنگ کے بعد یہاں کون سے لوگ
آباد ہیں اور دنیا پر کس ملک کی برتری قائم ہے۔ ناگ
کو خاموش دیکھ کر کاؤنٹ گارشاں نے مسکرا کر کہا:
"موسیو! اگر آپ میری دعوت میں آنا پسند نہیں
کرتے تو میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔ اچھا
آپ کا ایک بار پھر شکریہ۔ خدا حافظ!"
یہ کہہ کر گارشاں نے گاڑی کا دروازہ بند کر دیا۔ وہ
گاڑی لے کر چلنے ہی لگا تھا کہ ناگ نے کہا:
"نہیں نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ مجھے آپ کی
خاندانی دعوت میں شامل ہو کر خوشی ہوگی۔ یہ
میرے لیے بڑی عزت افزائی کی بات ہے۔"
گارشاں نے مسکراتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔
"تشریف لائیے موسیو۔ آپ نے میری دعوت قبول
فرما کر مجھے عزت بخشی ہے۔"
ناگ گاڑی میں کاؤنٹ گارشاں کے پہلو والی سیٹ
پر آ کر بیٹھ گیا۔ گاڑی قلعے کی طرف روانہ ہوگئی۔
کاؤنٹ گارشاں نے کہا:
"موسیو! آپ نے اپنا نام نہیں بتایا۔"
ناگ نے کہا:

"میرا نام ناگ ہے۔ میں ملک مصر کا سیاح ہوں۔"
پھر کچھ دیر خاموش رہا۔ گاڑی میدان کے درمیان سے
گزرتی سڑک پر آہستہ سے چلی جا رہی تھی۔
ناگ نے پوچھا:
"آپ کے پاس نئی گاڑیاں بھی ضرور ہوں گی موسیو۔"
کاؤنٹ نے سامنے سڑک پر نظریں جمائے کہا:
"موسیو! آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ تیسری ایٹمی
جنگ کے بعد ہر ملک تباہ و برباد ہو گیا تھا
ساری جدید سائنسی تہذیب کا خاتمہ ہو گیا اور
کہیں کوئی ایسی سائنسی ایجاد باقی نہ رہی کہ
جس کو دیکھ کر پتہ چلے کہ ہماری دنیا نے
سائنس میں کس قدر ترقی کر لی تھی کہ ہم خلا
میں مصنوعی سیارے بھیجنے لگے تھے۔ بس اس علاقے
میں میں اور میرے کچھ ساتھی اور خاندان کے
لوگ ہی ایٹمی جنگ کی تباہ کاری سے بچ گئے۔
کیوں کہ ہم اپنے اپنے قلعے کے تہہ خانوں
میں جا کر چھپ گئے تھے۔ جنگ ختم ہونے اور
زمین پر سے ایٹمی تابکاری کے اثرات کے ختم
ہو جانے کے بعد ہم تہہ خانوں سے نکل آئے

اور اب میں اپنے خاندان والوں کے ساتھ
اس قلعے میں رہتا ہوں۔ یہ جو تم آتش فشاں
پہاڑ دیکھ رہے ہیں یہ ایٹمی جنگ اور ایٹم بم
گرنے کے بعد یہاں بن گئے ہیں۔ اس پہاڑ نے
ایک بار ایسا لاوا اگلا کہ ہم ایک ماہ تک
اپنے قلعے سے باہر نہیں نکل سکے۔"
ناگ خاموشی سے کاؤنٹ کی باتیں سن رہا تھا۔
کار ایک پنی تلی رفتار کے ساتھ قلعے کے دروازے
کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ناگ کو ساری معلومات حاصل
ہو گئی تھیں۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اپنی ہی
دنیا میں ہے اور یہ لوگ فرانس کے وہ امیر ترین
جاگیردار ہیں جو محض اپنے بڑے بڑے قلعوں کے تہہ
خانوں کی وجہ سے ایٹمی تباہ کاری سے بچ گئے ہیں۔
گاڑی دروازہ کے سامنے آئی تو ناگ نے اس کے دروازے
کے اوپر لٹکتے انسانی ہڈیوں کے پنجر کی طرف اشارہ
کر کے پوچھا:
"موسیو گارشاں! یہ انسانی ڈھانچہ کس خوشی میں
یہاں لٹکا دیا گیا ہے؟"
کاؤنٹ گارشاں نے ڈھانچے کی طرف دیکھ کر کہا:

"موسیو ناگ! ہم خاندانی لوگ ہیں۔ ہمارا تعلق فرانس
کے بادشاہ لوئی چہار دہم کے خاندان سے ہے۔
ہم اپنے دشمن کو کبھی معاف نہیں کرتے اور
اس سے پورا بدلہ لیتے ہیں۔ یہ انسانی ڈھانچہ
میرے ایک ایسے دشمن کا ہے جس نے میرے
قلعے میں گھس کر مجھے قتل کرنے کی کوشش کی
تھی۔ میں نے اسے پکڑ کر اس کی لاش کو قلعے
کے دروازے پر لٹکا دیا تاکہ میرے دوسرے
دشمنوں کو عبرت حاصل ہو۔ یہ ہم شاہی
خاندان کے لوگوں کا دستور رہا ہے۔ ہم اپنی
عزت پر کبھی آنچ نہیں آنے دیتے اور دشمن کو
کبھی معاف نہیں کرتے۔"
ناگ اس کاؤنٹ گارشاں کے ایسے بلند اور باعزت
خیالات سے بہت متاثر ہوا۔ واقعی انسان کو اپنی عزت
کے لیے اپنی جان تک قربان کر دینی چاہیے۔ انسانی عزت اور
وقار ہی دنیا میں سب سے اہم شے ہے اور انسان کو اس کی
ہر لمحے حفاظت کرنی چاہیے۔
گاڑی قلعے کے اندر داخل ہو رہی تھی۔

وحشی کھیل

قلعے کے اندر پتھر کا ایک چھوٹا سا پُل بنا ہوا تھا۔

گاڑی اس پُل پر سے گزر کر قلعے کے دوسرے حصے کی طرف آ گئی۔ یہاں سے گاڑی ایک سرنگ میں داخل ہوئی اور ناگ کو ایسا لگا کہ گاڑی زمین کے اندر بنے ہوئے راستے میں جا رہی ہے۔ کاؤنٹ گارشاں نے ناگ کی تشویش کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا:

"موسیو ہمارے قلعے میں کئی کمرے ہیں۔ مگر جب سے دنیا پر ایٹمی جنگ ہوئی ہے اس کے بعد ہم نے اپنے قلعے کے تہہ خانے میں رہنا شروع کر دیا ہے۔"

گاڑی ایک جگہ اونچی چھت والے برآمدے میں آ کر رک گئی۔ یہاں دن کے وقت بھی دیوار کے ساتھ ایک بجلی کا زرد بلب جل رہا تھا۔ ناگ نے محسوس کیا کہ قلعے کی اندرونی ساری دیواریں سیاہ رنگ کی تھیں

اور ابھی تک اسے کوئی دوسرا آدمی وہاں نظر نہیں آیا تھا۔ موسیو نے اتر کر گاڑی کا دروازہ کھولا اور بڑی خندہ پیشانی سے ناگ کے آگے ذرا سا جھک کر کہا:

"موسیو! کاؤنٹ گارشاں آپ کو اپنے قلعے میں خوش آمدید کہتا ہے۔ میرے ساتھ شاہی مہمان خانے میں تشریف لے چلیے۔"

ناگ اس شخص کے حسن اخلاق سے بہت متاثر ہوا۔ گارشاں اسے ساتھ لے کر ایک کشادہ کمرے میں آ گیا۔ جو بڑی خوش اسلوبی سے سجایا گیا تھا۔ دیواروں پر بادشاہوں اور شہزادیوں کی بڑی بڑی تصویریں لگی تھیں۔ صوفے شاندار تھے۔ فرش پر قیمتی قالین بچھا تھا۔ چھت کے ساتھ ایک ایک خوبصورت فانوس لٹک رہا تھا۔ آتش دان کے اوپر ایک کلاک دن کے دو بجا رہا تھا۔ ناگ نے ایک عجیب بات یہاں بھی محسوس کی کہ اس عالی شان کمرے کا صرف ایک ہی دروازہ تھا جس میں سے وہ داخل ہوئے تھے اور اس نے دیکھا تھا کہ یہ دروازہ لکڑی کا نہیں بلکہ لوہے کا تھا۔ کمرے میں کوئی روشندان بھی نہیں تھا۔ پتھریلی دیواریں اوپر چھت تک چلی گئی تھیں۔

کاؤنٹ گارشاں نے صوفے کی طرف اشارہ کیا اور کہا:

"موسیو! تشریف رکھیں میں اپنی بیوی بچوں کو لے کر آتا ہوں"

وہ دروازے کی طرف بڑھا پھر رُک کر بولا:

"آپ کافی پئیں گے یا چائے؟ اچھا میں آپ کے لیے کافی بھجواتا ہوں"

گارشاں باہر نکل گیا۔

کمرے میں گہرا سناٹا چھا گیا۔ ناگ کے دل میں پراسرار قسم کے خیالات آنے لگے۔ اس قلعے کا سارا ماحول ہی پراسرار تھا۔ مگر جب اسے کاؤنٹ گارشاں کا بااخلاق مسکراتا ہوا چہرہ یاد آیا تو ناگ نے اس قسم کے خیالات کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا۔ وہ سوچنے لگا کہ وہ گارشاں کے بیوی بچوں سے مل کر بہت خوش ہوگا اور ہو سکتا ہے۔ اسے ان سے ماریا یا کیٹی کے بارے میں کوئی سراغ مل سکے۔

ناگ نے اٹھ کر کمرے کا جائزہ لیا۔ وہ آتش دان کے پاس گیا۔ آتش دان ٹھنڈا تھا۔ شاید اسی لیے وہاں ٹھنڈک تھی۔ آتش دان کے اندر سے چمنی باہر کو نکلتی تھی۔ مگر چمنی میں گھپ اندھیرا تھا۔ اسے دروازے کے باہر قدموں کی آواز سنائی دی۔

ناگ جلدی سے صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔ دروازہ آہستہ سے کھلا اور ایک عجیب ڈراؤنی شکل والا بوڑھا آدمی اندر داخل ہوا۔ وہ آدمی ہاتھ میں کافی کا طشت لیے لنگڑا کر چل رہا تھا۔ طشت میز پر رکھنے کے بعد اس نے ناگ کی طرف کچھ پریشان سی نظروں سے دیکھا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ ناگ سے کچھ کہنا چاہتا ہے کہ دروازے میں کاؤنٹ گارشاں نمودار ہوا۔ وہ ہنستا ہوا آرہا تھا۔ کہنے لگا:

"موسیو! میری بیوی آپ کے آنے کا سن کر بہت خوش ہوئی ہے۔ اصل میں یہاں بہت دیر کے بعد کوئی مہمان آتا ہے۔ میرے بچے بھی آپ سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔ میری بیوی تیار ہو رہی ہے۔ بس آتی ہی ہو گی؟"

پھر وہ ناگ کے پاس بیٹھ گیا۔ بوڑھا نوکر خاموشی سے خالی ٹرے اٹھائے کمرے سے نکل گیا۔ گارشاں کافی کی چینک اٹھا کر بولا:

"میرا خیال ہے ہمیں اتنی دیر تک ایک ایک پیالی کافی سے جی بہلانا چاہیے۔ بیگم کے آنے پر نئی کافی منگوا لیں گے۔ کیا خیال ہے؟"

ناگ نے مسکرا کر کہا:

"اچھا خیال ہے۔"

ایک عرصے کے بعد اسے کافی کی پیاری پیاری خوشبو آئی تھی۔ وہ بہت خوش تھا کہ ایک مدّت کے بعد وہ فرانس کے شاہی خاندان کے کسی فرد کے پاس بیٹھا اعلیٰ قسم کی کافی پینے والا ہے۔ گارشاں نے کافی ناگ کے پیالے میں ڈالی۔ پھر بالائی اور چینی ملا کر پیالی اس کی طرف بڑھائی:

"موسیو! شوق کیجئے۔ ہم یہ کافی اپنی زمینوں پر ہی اُگاتے ہیں۔ اور اب تو جنگ کے بعد باہر سے بھی کافی نہیں آتی۔ مجھے یقین ہے آپ کو ہماری کافی پسند آئے گی۔"

ناگ نے جلدی سے ایک گھونٹ بھرا۔ کافی واقعی بہت لذیذ اور خوشبودار تھی۔ گارشاں ابھی اپنی پیالی میں چینی ہلا رہا تھا۔ اس نے ناگ کی طرف دیکھ کر بڑے شوق سے پوچھا:

"موسیو! کافی پسند آئی؟ خدا کرے آپ کو کافی اچھی لگی ہو؟"

ناگ نے دوسرا گھونٹ بھرا اور بولا:

"موسیو گارشاں! آپ کی لذیذ کافی کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ میں بڑا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے کافی سے نوازا۔"

کاؤنٹ گارشاں نے اپنی پیالی میں سے چمچ نکال کر پلیٹ میں رکھا اور بولا:

"موسیو ناگ! اس کافی کے ساتھ ہی ساتھ آپ کو ہمارا یہ قلعہ بھی پسند آیا ہو گا۔ یہ قلعہ سات سو برس پرانا ہے اور اسے ہمارے خاندان کے ایک کاؤنٹ نے بنوایا تھا۔ اس قلعے کے نیچے ایسے ایسے تاریک تہہ خانے ہیں کہ اگر اس میں ایک بار انسان داخل ہو جائے تو پھر قیامت تک باہر نہیں نکل سکتا۔ اس قلعے کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ میرے دادا نے اس قلعے کے نیچے ایک بہت بڑا تھیٹر تعمیر کرایا تھا۔ اس تھیٹر میں میرے دادا روم کے بادشاہوں کی طرح انسانوں کو انسانوں سے لڑایا کرتے تھے۔ پھر وہ ان پر بھوکے بھیڑیئے چھوڑ دیتے۔ میں نے یہ خونی کھیل بند کر دیا ہے۔ اس کی جگہ میں نے ایک نئی چیز ایجاد کی ہے۔ کیا آپ اس ایجاد کے بارے میں سننا پسند کریں گے موسیو ناگ؟"

ناگ پر نیند طاری ہونے لگی تھی۔ اسے کاؤنٹ گارشاں
کی آواز دُور ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ اسے اس کی آواز
بھی کم سنائی دے رہی تھی۔ اس کا چہرہ بھی دھندلا ہونے
لگا تھا۔ ناگ نے اپنے ذہن پر زور دے کر سوچا کہ
اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کہیں یہ کافی کی وجہ
تو نہیں ہے؟ کہیں اس شخص نے کافی میں کوئی بیہوشی
کی دوائی تو نہیں ملا دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے
خود یہ کافی نہیں پی تھی۔ ناگ نے اپنی جگہ سے اُٹھنے
کی کوشش کی مگر وہ اپنی جگہ سے بالکل نہ ہل سکا۔

کاؤنٹ گارشاں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک مکروہ
قہقہہ لگایا اور بولا،

"موسیو ناگ! اب تم اس قلعے سے کبھی باہر
نہیں جا سکو گے۔ بہت جلد تمہاری روح یہاں
سے پرواز کر جائے گی۔ ابھی تم بے ہوش ہو
جاؤ گے اور تمہارا تعارف میں اپنی اس ایجاد
سے کرواؤں گا جو تمہاری موت کا پیغام لیے
تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ لیکن اس سے پہلے
مجھے اپنے ایک اور شکار سے نمٹنا ہے تمہاری
باری اس کے بعد آئے گی۔ اچھا موسیو! اب

تم آرام کرو ـــ تم دو روز تک یہاں بے ہوش
رہو گے۔ خوراک تمہارے جسم میں انجکشن کے
ذریعے داخل کی جائے گی تاکہ تم زندہ رہ
سکو اور میرے خاندان کے لوگوں اور دوستوں
کے لیے موت کا خونی منظر پیش کر سکو۔
خدا حافظ!"

یہ کہہ کر یہ مکروہ انسان قہقہہ لگاتے ہوئے دروازہ
کھول کر چلا گیا۔ جاتے ہوئے اس نے لوہے کے
دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ ناگ کو چٹخنی لگانے کی
دھیمی آواز سنائی دی۔ اب ہر شے اس کے ذہن میں
صاف ہو چکی تھی۔ یہ کوئی عفریت نما شیطان صفت
انسان تھا جو انسانوں کو شکار کر کے اپنی کسی انسان
دشمن ایجاد کی بھینٹ چڑھاتا تھا۔ اس نے ناگ کو
بھی اپنا شکار بنا لیا تھا۔ وہ کسی دوسرے انسان کو بھی
پہلے سے شکار کر کے قلعے میں قید کیے ہوئے تھا۔

ناگ نے فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے تو اسے نیند
اور دوائی کے اثر کے خلاف لڑنا چاہیے تاکہ وہ بیہوش
نہ ہونے پائے۔ اگر وہ بے ہوش ہو گیا تو نہ صرف یہ
کہ وہ دوسرے بدقسمت انسان کو نہیں بچا سکے گا بلکہ

اس کا اپنا زندہ رہنا بھی مشکل ہو گا۔

"ناگ کے پاس ایسی کوئی شے نہیں تھی جس کی مدد سے وہ بے ہوشی کی دوائی کے اثرات سے لڑ سکتا۔ دوائی کا اثر بڑی تیزی سے ہو رہا تھا۔ ناگ کی آنکھیں اپنے آپ بند ہوئی جا رہی تھیں۔ اس کا سارا جسم پہلے ہی سُن ہو چکا تھا۔ اب اسے کوئی دوسرا سانپ ہی اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہے۔ ناگ کو خیال آیا کہ اس طرح کے پرانے قلعوں میں سانپ ضرور اپنا ٹھکانہ بنا لیا کرتے ہیں۔

ناگ نے ایک خاص قسم کی سسکار کی آواز نکال کر سانپ کو آواز دی۔ اس نے تین بار آواز دی اور پھر اس پر غشی طاری ہونے لگی۔ اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ پپوٹے بھاری ہو کر اس کی آنکھوں پر گرے ہوئے تھے۔

اچانک ناگ کے کانوں میں ہلکی سی پھنکار کی آواز آئی۔ ناگ نے اپنے جسم کی ساری طاقت لگا کر آنکھیں کھول دیں۔ اس کے سامنے ایک سفید سانپ پھن اٹھائے کھڑا بار بار جھک کر تعظیم کر رہا تھا۔

"عظیم ناگ! آپ سو رہے ہیں۔ میں معافی چاہتا ہوں لیکن آپ نے مجھے آواز دی تھی۔"

ناگ نے کہا:

"جلدی سے ــــ میرے ــــ میرے ہاتھ پر ڈس دو۔"

سفید سانپ نے گھبرا کر کہا:

"عظیم ناگ! میری یہ جرأت کیسے ہو سکتی ہے کہ میں آپ کے جسم میں اپنا زہر داخل کروں۔"

ناگ نے بڑی مشکل سے آواز نکال کر کہا:

"میرا حکم مانو ــــ مجھے ڈسو ــــ جلدی کرو۔"

سفید سانپ سمجھ گیا کہ معاملہ خراب ہے۔ عظیم ناگ دیوتا پر ضرور کسی نے جادو کر دیا ہے۔ سفید سانپ بڑے ادب سے آگے بڑھا اور اس نے اپنا منہ ناگ کے ہاتھ پر رکھ کر اسے ڈس دیا۔

سفید سانپ کے زہر نے ناگ کے جسم میں داخل ہوتے ہی بے ہوشی کی دوائی کے اثر کو ایک دم ختم کر دیا۔ ناگ کے جسم میں دوبارا جیسے جان پڑ گئی۔ اس کی آنکھیں اپنے آپ کھل گئیں۔ اس کا جسم گرم ہو گیا۔ اس نے سفید سانپ سے کہا:

"شاباش! تم نے عین وقت پر آ کر میری مدد کی ہے۔ اگر تم نہ آتے تو معاملہ خطرناک ہو

سکتا تھا۔

سفید سانپ بولا:

"عظیم ناگ! آپ کے ساتھ یہ زیادتی کس نے
کی ہے؟ مجھے حکم دیجئے۔ میں ابھی جا کر اسے
موت کی نیند سلائے دیتا ہوں۔"

ناگ نے کچھ سوچ کر کہا،

"نہیں۔ یہ کام میں خود ہی کر لوں گا۔ لیکن
ابھی اس کا وقت نہیں آیا تم جاؤ۔ اگر
تمہاری ضرورت پڑی تو میں تمہیں بلا لوں گا۔"

"جو حکم عظیم ناگ!"

یہ کہہ کر سفید سانپ نے ادب سے سر جھکایا اور
خاموشی سے قالین پر رینگتا آتش دان میں داخل ہو کر
اس کی چمنی کے اندھیرے میں غائب ہوگیا۔ یہ سانپ
آتش دان کی ٹھنڈی تاریک چمنی میں سے رینگ کر کمرے
میں آیا تھا۔

ناگ نے اب پوری طرح غور کیا تو اس نتیجے
پر پہنچا کہ یہ کاؤنٹ گارشاں کوئی انتہائی ظالم، خونی
اور انسان دشمن آدمی ہے۔ ناگ ابھی اس کو ہلاک
کر کے اس سے بدلہ لے سکتا تھا۔ لیکن گارشاں

ے بتا گیا تھا کہ اس نے ایک اور شکار کو بھی
قید کر رکھا ہے اور پہلے اس کی باری آئے گی۔
ناگ سب سے پہلے اس بدنصیب انسان کو بچانا
چاہتا تھا جو اس وحشی کی نئی خونی ایجاد کی بھینٹ
چڑھنے والا تھا۔

ناگ کو اتنا معلوم تھا کہ گارشاں اپنی طرف سے اسے
بے ہوش کر گیا ہے اور اب وہ اسے غذا کا انجکشن دینے
شاید رات کے کسی پہر میں آئے گا۔ اس دوران میں ناگ
دوسرے بدنصیب انسان کو تلاش کر سکتا تھا۔ یقیناً وہ اسی
قلعے کے کسی تہہ خانے میں قید ہو گا۔ ناگ نے اٹھ کر
کمرے کی ایک ایک دیوار کو ٹھونک بجا کر دیکھا۔ وہاں
کوئی سوراخ کوئی معمولی سی درز تک بھی نہیں تھی۔

لوہے کا دروازہ بھی اس طرح بند تھا کہ ایک سوئی کے
برابر بھی باہر نکلنے کا راستہ نہیں تھا۔ ناگ کوئی بھی جنگلی
درندہ بن کر دروازے کو توڑ سکتا تھا۔ مگر وہ نہیں چاہتا
تھا کہ کسی کو کانوں کان خبر ہو۔ اس طرح سے گارشاں
اپنے شکار کو موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا۔

ناگ کو آتش دان کا خیال آیا جس میں سے رینگ
کر سفید سانپ اس کی مدد کو آیا تھا۔ ناگ نے فوراً

سانپ کی شکل اختیار کی اور آتش دان کی چمنی میں
اوپر کی طرف رینگنے لگا۔ چمنی کافی اونچی تھی۔ اسے دور
چمنی کے منہ پر روشنی نظر آ رہی تھی۔ جب وہ کے
باہر پہنچا تو دیکھا کہ وہ قلعے کے باہر آ گیا ہے۔ کچھ
دیر وہ دن کی روشنی میں قلعے کی چھت پر ادھر ادھر
پھرتا رہا۔ یہاں وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اسے ایک بار
پھر قلعے کے اندر جانا پڑتا۔ کیونکہ جس بدنصیب انسانی
شکار کو وحشی گارشان نے ہلاک کرنے کے لیے قید میں
ڈال رکھا تھا وہ قلعے کے اندر بلکہ قلعے کے نیچے کسی
تہہ خانے میں تھا۔

ناگ اسی چمنی میں سے گذرتا ہوا واپس کمرے میں
آ گیا۔ اسے بند دروازے کے پیچھے برآمدے میں آدمیوں
کے قدموں اور باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔ ناگ
جلدی سے واپس انسانی شکل میں آ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔
اس نے اپنا سر پیچھے لگا دیا اور آنکھیں بند کر کے
یوں ظاہر کیا جیسے وہ بے ہوش پڑا ہے۔

وہ ایک آنکھ تھوڑی سی کھول کر دروازے کو دیکھ
رہا تھا دروازہ کھلا اور کمرے میں گارشان اور اس کا
ایک ساتھی داخل ہوا۔ گارشان نے وہی لباس پہن

رکھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں سٹین لیس سٹیل کی ایک
ڈال تھی۔ اس کے ساتھی نے بھی لمبا اوپر تک بند سیاہ
کوٹ پہن رکھا تھا۔ وہ باتیں کرتے ہوئے ناگ کے
صوفے کی طرف بڑھے۔

ناگ نے آنکھ بند کر لی۔

گارشان نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھ کر کہا:

"کیوں ہنری! میرے تازہ شکار کے بارے میں
کیا خیال ہے؟"

اس کے ساتھی نے ناگ کو جھک کر غور سے دیکھا
اور کہا:

"نوجوان ہے۔ اس کی کھوپڑی کاٹنے میں ہماری نئی
مشین شاید دیر لگائے۔"

گارشان نے قہقہہ لگا کر کہا:

"میں اپنی ایجاد سے ناامید نہیں ہوں۔ میری مشین
جب اس کے سر پر فٹ کر دی گئی اور میں
نے اس کا بٹن دبا دیا تو تم دیکھنا کہ ایک
سیکنڈ میں اس کی آدھی کھوپڑی سر سے الگ
ہو کر پیالے میں گر پڑے گی۔ اچھا اب تم
اس کے بازو پر سے کوٹ پرے ہٹاؤ میں

اسے غذائی انجکشن دے دوں۔ اس کا زندہ رہنا
ضروری ہے۔"

ناگ یہ سن کر کانپ گیا کہ یہ درندہ صفت لوگ
اس کی کھوپڑی اتارنے کا پروگرام بنا چکے تھے۔ وہ
بے ہوش بن کر پڑا رہا۔ گارشاں کے ساتھی نے ناگ
بازو پر سے کوٹ کی آستین پرے ہٹائی اور گارشاں
نے سٹین لیس سٹیل کی ڈبی میں سے سرنج نکال کر اسے
ٹیکہ لگا دیا۔ ٹیکہ لگانے کے بعد اس نے سرنج کو ڈبی
میں رکھا اور بولا:

"ہمیں جلدی چلنا چاہیے۔ مہمانوں کے آنے کا وقت
ہو گیا ہے۔ ہمیں اپنے خونی ڈرامے کے لیے تیاری
بھی تو کرنی ہے۔"

اس کے ساتھی نے کہا:

"تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں گارشاں۔
میں نے لڑکی کے سر کے بال مونڈ کر اسے بے ہوش
کر کے سٹریچر پر ڈال دیا ہے۔ بس مہمانوں کے
آنے کی دیر ہے کہ ہم اپنا ڈرامہ شروع کر دیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ دونوں کمرے سے باہر نکل گئے۔
ناگ کو جب دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تو اس نے

آنکھیں کھول دیں۔

وہ یہ سوچ کر کانپ اٹھا کہ یہ درندے ایک
بے گناہ معصوم لڑکی کی کھوپڑی اتارنے کی تیاری کر رہے
تھے۔ ناگ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے ہر حالت میں
اس بے گناہ لڑکی کی جان بچانی تھی۔ مگر اسے یہ تک
معلوم نہیں تھا کہ وہ لڑکی کس جگہ سٹریچر پر بے ہوش
پڑی ہے۔ کمرے سے باہر نکلنے کا بھی کوئی راستہ
نہیں تھا۔

اس نے سوچا کہ اس سلسلے میں سفید سانپ سے
مشورہ کرنا چاہیے۔ وہ اس قلعے میں رہتا ہے ضرور اسے
تمام خفیہ راستوں کا علم ہو گا۔ یہ سوچ کر ناگ نے
ایک بار پھر سفید سانپ کو آواز دی۔ تھوڑی ہی
دیر میں سفید سانپ پھنکارتا ہوا آتش دان کی چمنی میں
سے نکل کر ناگ کے سامنے ادب سے کنڈلی مار کر بیٹھ
گیا۔ ناگ نے اس سے پوچھا:

"کیا تم اس قلعے کے تمام خفیہ راستوں کو
جانتے ہو؟"

"جانتا ہوں عظیم ناگ! لیکن آپ کو کہاں جانا
ہے؟"

ناگ نے جھنجلا کر کہا:

"کم بخت یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ تو ہے نہیں۔"

سفید سانپ بولا:

"عظیم ناگ! آپ قلعے سے باہر چمنی کے راستے جا سکتے ہیں۔"

ناگ نے غصے میں آکر کہا:

"میں قلعے سے باہر نہیں قلعے کے اندر جانا چاہتا ہوں۔"

سفید سانپ سہم کر خاموش ہو گیا۔

ناگ نے بڑی ملائمت سے کہا:

"بھائی! مجھے کسی طرح اس قلعے کے اندر ہی اندر اس جگہ پہنچا دو جہاں ان لوگوں نے ایک تماشہ کرنے والا تھیٹر بنایا ہوا ہے۔"

سفید سانپ کچھ سوچ کر بولا:

"عظیم ناگ! میں نے ایک بار یہاں ایک بہت بڑا گول کمرہ دیکھا تھا جہاں اوپر تک سیڑھیاں بنی ہیں۔ ان سیڑھیوں پر لوگ بیٹھا کرتے ہیں۔ کیا آپ وہاں جانا چاہتے ہیں؟"

ناگ نے جلدی سے کہا:

"ہاں ہاں۔ وہیں جانا چاہتا ہوں۔ کیا یہاں سے کوئی راستہ اس کمرے تک جاتا ہے؟"

سفید سانپ نے کہا:

"یہاں سے تو نہیں عظیم ناگ مگر قلعے کے باہر سے ایک راستہ جاتا ہے۔ میرے ساتھ آیئے۔"

سفید سانپ ناگ کو ساتھ لے کر آتش دان کی چمنی سے قلعے کے باہر نکل آیا۔ پھر قلعے کی پچھلی ٹوٹی پھوٹی دیوار کی اینٹوں میں ایک جگہ داخل ہو گیا۔ ناگ بھی سانپ کی شکل میں اس کے پیچھے پیچھے رینگ رہا تھا۔ یہاں ایک سوراخ تھا۔ دونوں سانپ اس سوراخ میں داخل ہو گئے۔ کافی دور تک رینگنے اور کئی ایک موڑ گھومنے کے بعد سفید سانپ ایک کمرے میں نکل آیا۔

"یہ ہے وہ کمرہ عظیم ناگ"

ناگ نے دیکھا کہ ایک گول کمرے میں تھیٹر کی طرز پر چھت تک سیڑھیاں چلی گئی تھیں۔ یہ لوگوں کے بیٹھنے کے لیے بنائی گئی تھیں۔ سامنے دیوار کے ساتھ ایک سٹیج بنا تھا۔ اس سٹیج پر ایک سفید چبوترے پر سٹریچر رکھا تھا جس پر ایک لڑکی بے ہوش پڑی تھی۔ اس کا سر منڈا ہوا تھا۔ اس کا سارا جسم چمڑے کے تسموں سے سٹریچر کے

ساتھ بندھا تھا۔ اس کے سر کے اوپر ایک عجیب قسم
کی شکنجے کی شکل کی گول مشین لٹک رہی تھی۔
ناگ سمجھ گیا کہ یہی وہ خونی ایجاد ہے جو بے ہوش
انسان کے سر پر چڑھا دی جاتی ہے اور بدنصیب انسان
کی کھوپڑی الگ ہو جاتی ہے۔ اس سٹریچر کے آگے سیڑھیوں
کی طرف کالا پردہ تان دیا گیا تھا۔
سفید سانپ نے کہا:
"عظیم ناگ! یہاں کیا ہونے والا ہے؟"
ناگ نے اس سے پوچھا:
"کیا تم نے پہلے یہ ڈرامہ کبھی نہیں دیکھا؟ تم
تو اس قلعے میں ہی رہتے ہو۔"
سفید سانپ نے کہا:
"عظیم ناگ! میں اس قلعے میں ضرور رہتا ہوں مگر
میں صرف ایک بار اس کمرے میں آیا تھا جب یہ
سارا کمرہ بالکل خالی پڑا تھا۔"
ناگ اور سفید سانپ سٹیج کی دیوار کے نیچے ایک
سوراخ میں سے باہر نکلے تھے۔ ناگ نے کہا:
"اس قلعے کا مالک ایک خونی درندہ ہے۔ وہ
اس لڑکی کو ہلاک کرنے والا ہے۔ ہمیں اس

لڑکی کو بچانا ہے۔ اس سلسلے میں میری مدد کرو۔"
سفید سانپ نے سر جھکا کر کہا:
"میں ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں عظیم ناگ!
آپ حکم کیجیے۔"
ناگ نے کہا:
"کیا یہاں کوئی ایسا راستہ بھی ہے جہاں سے ہم
اس لڑکی کو باہر نکال کر لے جائیں؟"
سفید سانپ نے سٹیج کے عقبی دروازے کی طرف
اشارہ کیا:
"عظیم ناگ! یہاں یہی ایک دروازہ ہے جو قلعے
کے تہہ خانے میں سے گذر کر ایک اس نالے
میں جا نکلتا ہے جہاں سے قلعے کا پانی باہر
نکالا جاتا ہے۔"
ناگ ایک سیکنڈ میں انسانی شکل میں آ گیا۔ اس نے
فوراً بے ہوش لڑکی کے تسمے کھول کر اسے سٹریچر پر سے
اٹھا کر اپنے کاندھے پر ڈالا اور سفید سانپ سے کہا:
"میری رہنمائی کرو۔ اگر کوئی ہمارے راستے میں
آیا تو اسے فوراً ڈس دینا۔"
"جو حکم عظیم ناگ!"

بی ڈس کر ہلاک کر دیا۔ ناگ نے لڑکی کو دوبارا کاندھے
پر ڈالا اور تیزی سے آگے بڑھا۔ ایک جگہ پھر زینہ نیچے
جا رہا تھا۔ یہ زینہ ایک نالے پر جا کر ختم ہو گیا جو
قلعے کے اندر ہی اندر سے گندے پانی کو لے کر قلعے
سے باہر جاتا تھا۔ وہ نالے کے کنارے کنارے آگے
بڑھنے لگے۔

یہاں مکڑیوں نے جالے تان رکھے تھے۔ سفید سانپ
ناگ کی راہ نمائی کر رہا تھا۔ بہت جلد وہ نالے کے
منہ پر پہنچ گئے۔ یہاں لوہے کا مضبوط جنگلا لگا تھا۔
ناگ نے بے ہوش لڑکی کو نالے کے کنارے اینٹوں پر
ڈال دیا اور خود ایک گینڈے کی شکل اختیار کر لی اور
لوہے کی جالی کو زور سے ٹکر ماری۔ جالی ٹوٹ کر
دوسری طرف جا گری۔

ناگ دوبارا انسانی شکل میں آ گیا۔ اس نے بے ہوش
لڑکی کو اٹھایا اور نالے سے نکل کر باہر کھلی ہوا میں
آ گیا۔ دن ڈھلنا شروع ہو گیا تھا۔

ناگ نے کہا:

”کوئی ایسی جگہ بتاؤ جہاں میں اس لڑکی کو
چھپا کر رکھ سکوں۔“

ناگ لڑکی کو کاندھے پر اٹھائے سٹیج کے عقبی دروازے
کی طرف بڑھا۔ یہ چھوٹا سا تنگ و تاریک راستہ تھا
جو خالی پڑا تھا۔ آگے زینہ آ گیا۔ سفید سانپ ناگ کے
آگے آگے چل رہا تھا۔ زینہ اترے تو اچانک ایک
جانب دو آدمیوں کے باتیں کرنے کی آواز آئی۔ ناگ پیچھے
نہیں بھاگنا چاہتا تھا۔ اس نے سانپ کی سسکار والی
زبان میں سفید سانپ کو حکم دیا کہ ان آدمیوں کی خبر لے
یہ دو آدمی گارشان کے ساتھی ہی تھے اور بیہوش
لڑکی کے سر پر خونی شکنجہ چڑھانے چلے آ رہے تھے۔
ناگ دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا مگر وہ صاف
نظر آ رہا تھا۔ جونہی وہ دو آدمی سامنے آئے اور ان
کی نظر ناگ پر پڑی کہ اس نے لڑکی کو اٹھا رکھا ہے تو
فوراً چاقو نکال لیے اور ناگ پر حملہ کرنے کے لیے لپکے۔

لیکن اس دوران میں سفید سانپ غافل نہیں تھا۔ اس
سے پہلے کہ ناگ پر پہلا آدمی حملہ کرتا سفید سانپ
نے اس کی گردن پر چھلانگ لگائی اور اسے ڈس دیا۔
یہ زہر اتنا تیز تھا کہ وہ آدمی کھڑے کھڑے کانپنے لگا۔
اور پھر دھڑام سے گر پڑا۔ اتنی دیر میں ناگ نے
دوسرے آدمی کو قابو کر لیا تھا۔ سفید سانپ نے اسے

سفید سانپ بولا:
"عظیم ناگ! سامنے جنگل میں ایک چٹان کے
نیچے ایک غار ہے۔ اسے وہاں چل کر رکھ
دیں مگر آپ کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟"
ناگ بولا: "میں ان درندوں کو ختم کرنے کا ارادہ
رکھتا ہوں تاکہ وہ اس کے بعد کسی بے گناہ
معصوم انسان کو اپنی درندگی کا نشانہ نہ بنا سکیں۔"
سفید سانپ نے کہا:
"میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔ آپ کی
حفاظت ہمارا فرض ہے۔"
ناگ بولا: "میں اپنی حفاظت اچھی طرح کر سکتا
ہوں۔ دوسرے تم غار میں اس لڑکی پر پہرہ
دو گے۔"
"جو حکم عظیم ناگ۔"
ناگ نے بے ہوش لڑکی کو جنگل کے خفیہ غار
میں لے جاکر چھپا دیا اور سفید سانپ کو اس کی
حفاظت کے لیے چھوڑ کر خود تیزی سے واپس قلعے
کے اندر نالے کے ذریعے داخل ہو کر رینگتا ہوا
خونی تھیٹر کے سٹیج پر نکل آیا۔ راستے کی راہ داری

میں دونوں آدمیوں کی لاشیں ابھی تک وہیں پڑی تھیں۔
اس کا مطلب تھا کہ وہاں سے ابھی تک کوئی نہیں
گزرا تھا۔ سٹیج پر سٹریچر لڑکی کے بغیر خالی پڑا تھا۔
ناگ سانپ کی شکل میں تھا۔ وہ زمین کے اندر
بل میں رینگتا ہوا ایک باہر پھر قلعے کے باہر اینٹوں
میں نکل آیا۔ اب اسے اپنی حماقت پر ہنسی آ گئی۔ اسے
تو چمنی کے ذریعے اپنے کمرے میں داخل ہو جانا چاہیے
تھا۔ چنانچہ وہ رینگتا ہوا قلعے کی چھت پر آ کر چمنی
کے اندر داخل ہو گیا۔ چمنی میں سے نکل کر وہ اپنے اس
کمرے میں آ گیا جہاں درندہ صفت کاؤنٹ گارشاں اسے
بے ہوش کر کے گیا تھا۔
ناگ نے تیزی سے دوبارہ انسانی شکل بدلی اور صوفے
پر اس طرح پڑ گیا جیسے پہلے بے ہوشی کی حالت میں
لیٹا تھا۔ مگر وہ آنکھیں کھولے دیکھ رہا تھا۔ دروازہ باہر
سے ابھی تک بند تھا۔ اب اسے گھوڑوں کے ٹاپوں
اور موٹر گاڑیوں کی گڑگڑاہٹ کی ہلکی ہلکی آوازیں آنے لگیں۔
خونی ڈرامہ دیکھنے والے درندہ مہمان آنے شروع ہو گئے تھے۔
ناگ چپ چاپ اپنی جگہ پر نیم دراز رہا۔ باہر قلعے
کے زمین دوز راستے میں سے کاؤنٹ گارشاں کے مہمان مرد

موٹر گاڑیوں اور گھوڑوں پر سوار چلے آ رہے تھے۔
درندہ کاؤنٹ گارشاں تھیٹر کے دروازے پر کھڑا ان کا
خیر مقدم کر رہا تھا۔ یہ سارے کے سارے اونچے لمبے مرد تھے۔
ان میں عورت کوئی نہیں تھی۔ اصل میں گارشاں نے ناگ کے
آگے جھوٹ بولا تھا کہ اس کی بیوی بچے وہاں قلعے میں
رہتے ہیں۔ وہ وہاں اکیلا اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رہتا تھا اور
ہر ہفتے وہ خود باہر پل پر جاکر موٹر گاڑی کو خراب کر دیتا۔
پھر جب کوئی مسافر وہاں سے گذرتا تو گارشاں اسے اپنے قلعے
میں دعوت کا کہہ کر چکنی چپڑی باتیں کر کے اپنے ساتھ پھانس
کر لے آتا اور پھر سب وحشی دوستوں کے سامنے اس کی
کھوپڑی اپنی خاص مشین کے ذریعے اتار کر لوگوں سے اپنی ایجاد کی
داد وصول کرتا۔ نہ جانے اب تک وہ کتنے معصوم انسانوں کو
موت کے گھاٹ اتار چکا تھا۔ مہمان تھیٹر میں داخل ہو رہے
تھے کہ اچانک ایک آدمی نے گارشاں کے کان میں آکر کچھ کہا۔
گارشاں کا رنگ اڑ گیا۔ وہ پریشان ہو کر تھیٹر کی طرف بھاگا۔

○
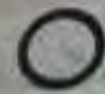
ہیبت ناک قلعہ

کاؤنٹ گارشاں گھبرایا ہوا پیچھے سے سٹیج پر آیا۔
تھیٹر کی نشستوں پر اس کے دوست اور مہمان بیٹھے
جا رہے تھے۔ سامنے کالا پردہ لگا تھا۔ اس کے پیچھے گارشاں
کا ساتھی سٹریچر کے پاس پریشان کھڑا تھا۔ کیوں کہ سٹریچر
خالی پڑا تھا۔ چمڑے کے تسمے کھلے تھے اور وہ لڑکی جس
کی ابھی تھوڑی دیر بعد سب تماشائیوں کے سامنے
کھوپڑی اتاری جانے والی تھی۔ وہ غائب تھی۔ ابھی تک
گارشاں کے دوستوں یعنی تھیٹر کی سیڑھیوں پر بیٹھے ہوئے
تماشائیوں کو علم نہیں ہوا تھا کہ لڑکی غائب ہو گئی ہے
اگر خونی تماشہ نہیں ہوتا تو کاؤنٹ گارشاں کی سخت
بدنامی بھی تھی اور اس کی اپنی جان کو بھی خطرہ تھا۔
کیوں کہ اس کے یہ سارے تماشائی دوست اس خونی
ڈرامے کے لیے دس دس ہزار روپے کا ٹکٹ خریدتے
تھے۔ گارشاں سب کو ٹکٹ کے پیسے واپس نہیں کر

سکتا تھا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ تماشائی غضب ناک ہو
کر خود گارشاں کو ہی ہلاک کر ڈالیں۔ یہی وجہ تھی کہ
گارشاں کی جان ہوا ہو گئی تھی۔ اس کا رنگ اُڑ گیا تھا۔
وہ اپنے ساتھی کو سٹیج کے پیچھے دوسرے کمرے میں
لے گیا اور گھبرائی ہوئی آواز میں بولا:

"آخر لڑکی کو اُٹھا کر کون لے گیا؟ یہ کسی
دشمن کی شرارت ہو سکتی ہے۔ جو مجھے تباہ
کرنا چاہتا تھا"

اس کے ساتھی نے کہا:

"پچھلی راہ داری میں ہمارے دو آدمیوں کی لاشیں
بھی ملی ہیں اور پانی کے نالے کی جالی بھی
ٹوٹی ہوئی ہے"

گارشاں چلایا:

"تو باہر جا کر سارے علاقے کو گھیرے میں لے
لو۔ لڑکی کو تلاش کرو۔ دشمن اسے جنگل میں کسی
جگہ چھپائے ہوئے ہو گا"

ساتھی نے کہا:

"وہ تو میں ابھی اپنے مسلح آدمی دوڑائے دیتا
ہوں۔ مگر سوال یہ ہے کہ اب کیا کریں۔ اگر

کسی شکار کی کھوپڑی نہ اتاری گئی تو یہ سارے
لوگ جو تماشہ دیکھنے کے لیے آئے ہیں۔
طوفان مچا دیں گے۔ وہ ہم پر حملہ کر
دیں گے"

اچانک گارشاں کو ناگ کا خیال آ گیا۔ وہ چٹکی
بجا کر بولا:

"فوراً موسیو ناگ کو لے آؤ۔ ہم لڑکی کی
بجائے ناگ کی کھوپڑی اتاریں گے۔ فوراً اس
کا سر مونڈ کر یہاں لاؤ۔ جلدی کرو"

"او کے"

یہ کہہ کر گارشاں کا ساتھی ناگ کے کمرے کی طرف
بھاگا۔ دوسری طرف گارشاں نے اپنے خفیہ سیکورٹی گارڈ
کے مسلح سپاہیوں کو حکم دیا کہ فوراً جنگل میں جا کر
لڑکی کو تلاش کر کے لائیں اور جس نے اسے اغوا کیا
ہے اس کا سر کاٹ کر پیش کریں۔ سیکورٹی گارڈ کے
سپاہی بندوقیں لے کر قلعے کے خفیہ راستے سے نکل
کر جنگل کی طرف دوڑ پڑے۔ تماشائی شور مچانے لگے تھے۔
گارشاں نے سٹیج پر آ کر تماشائیوں سے کہا:

"حاضرین! انتظار کی گھڑیاں ختم ہو رہی ہیں۔

آپ کے سامنے ڈرامہ شروع ہونے والا ہے
بس پانچ منٹ اور صبر کیجیے۔"
گارشاں یہ کہہ کر ناگ کے کمرے کی طرف لپکا۔
اس نے دیکھا کہ اس کے چار ساتھی بے ہوش
ناگ کو سٹریچر پر ڈال کر لا رہے ہیں۔ ناگ بے ہوش
نہیں تھا۔ وہ ہوش میں تھا۔ انہوں نے فوراً اس کا
سر مونڈ ڈالا۔ ناگ نے کوئی حرکت نہ کی۔ وہ خاموش
سٹریچر پر لیٹا رہا۔ انہوں نے سٹریچر لا کر سٹیج پر پردے
کے پیچھے کھڑا کر دیا اور خالی سٹریچر وہاں سے ہٹا
دیا گیا۔

گارشاں نے اعلان کیا:
"حاضرین کرام! خونی کھیل شروع ہونے والا ہے،
تھوڑی دیر میں آپ اس خاکسار کی ایک حیرت
انگیز ایجاد یعنی کھوپڑی اتارنے والی مشین کا کمال
دیکھیں گے۔ اگرچہ یہ کھیل آپ کئی بار دیکھ چکے
ہیں۔ پھر بھی یہ بار بار دیکھنے والی چیز ہے۔"
تماشائیوں نے تالیاں بجا کر داد دی اور آوازے
لگانے لگے۔ کھیل شروع کیا جائے۔ کھیل شروع کیا جائے۔
ناگ یہ سب کچھ سن رہا تھا۔ اس نے ایک آنکھ

ذرا سی کھول کر دیکھا کہ تھیٹر کی ساری سیڑھیاں سنگ دل
تماشائیوں سے بھری ہوئی تھیں۔ مکار اور درندہ صفت
گارشاں سٹیج پر ناگ کے سٹریچر کے بالکل قریب کھڑا
تھا۔ اس کے دو ساتھی کھوپڑی اتارنے والی مشین کے پاس
ے۔

گارشاں نے اشارہ کیا۔
کھوپڑی اتارنے والی مشین ناگ کے سر کے اوپر لائی گئی۔
تھیٹر میں سناٹا چھا گیا۔ کئی تماشائی دوربین لگا کر یہ
منظر دیکھ رہے تھے۔ مشین ناگ کے سر میں فٹ کر دی
گئی۔ ایکشن لینے کا وقت آ گیا تھا۔ ناگ نے اپنی آنکھیں
کھول کر کاؤنٹ گارشاں کی طرف دیکھا جو اس کے سر پر کھڑا
تھا اور طنز کے لہجے میں کہا:
"کاؤنٹ گارشاں! تیری موت کی گھڑی آن
پہنچی ہے۔"
گارشاں نے ناگ کو ہوش میں آتے دیکھا تو اپنے
ساتھی سے چلا کر کہا:
"مشین کا بٹن دبا دو۔"
لیکن ناگ بھلا اسے اتنی مہلت کیسے دے سکتا
تھا۔ اس نے ایک سیکنڈ سے بھی کم عرصے میں سانس

اوپر کھینچا اور سفید عقاب کی صورت اختیار کر کے سٹریچر سے
پھڑ پھڑاتا ہوا اڑا اور تھیٹر میں تماشائیوں کے سروں کے
اوپر دو چکر لگانے کے بعد بڑے دروازے میں سے باہر
نکل گیا۔

تماشائی پہلے تو ہکا بکا ہو کر رہ گئے۔ کیونکہ انہوں
نے اپنی آنکھوں سے بے ہوش نوجوان کو سٹریچر پر سے
عقاب بن کر اڑتے دیکھا تھا اور اب سٹریچر بھی خالی
تھا۔ پھر انہوں نے شور مچا دیا،

"ہمیں تماشہ دکھاؤ۔ ہمیں تماشہ دکھایا جائے۔"

کاونٹ گارشاں اور اس کے دونوں ساتھی بھی ششدر
تھے کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا اور ایک بے ہوش
انسان کس طرح عقاب بن کر اڑ گیا۔ وہ اسے جادو ہی
سمجھا اور ہاتھ اٹھا کر تماشائیوں سے مخاطب ہوا۔

"حاضرین! یہ ایک نیا تماشہ تھا جو میں آپ کو
دکھانا چاہتا تھا کہ کس طرح ایک انسان عقاب کی
شکل بدل سکتا ہے۔"

گارشاں لوگوں کو بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہا
تھا مگر وہ شور مچاتے رہے اور انہوں نے کہا کہ ان کی
رقم واپس کی جائے۔

گارشاں نے کہا:

"حضرات! مجھے دو دن کی مہلت دیں۔ میں آپ
کو کھوپڑی اتارنے کا کھیل بھی ضرور دکھاؤں گا۔"

بڑی مشکل سے اس نے تماشائیوں کو راضی کیا کہ وہ
دو دن بعد تماشہ دکھائے گا۔ لوگ بڑبڑاتے، گارشاں کو برا بھلا
کہتے دو دن بعد آنے کا کہہ کر وہاں سے رخصت ہو
گئے۔ گارشاں سر تھام کر بیٹھ گیا۔

"اب کیا ہو گا؟ جس طرح ہو سکے کسی آدمی کو
فوراً پکڑو۔"

اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

ایک ساتھی کہنے لگا:

"کاونٹ! آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں۔ اول تو
ہمارے آدمی جنگل سے لڑکی کو تلاش کر کے لے
آئیں گے۔ اگر لڑکی نہ مل سکی تو ہم کسی بھی
آدمی کو اغوا کر کے لے آئیں گے۔"

گارشاں نے سر کے بال نوچتے ہوئے کہا:

"جلدی لاؤ۔ نہیں تو یہ لوگ میرے تھیٹر کو
آگ لگا دیں گے۔"

دونوں ساتھی تیزی سے باہر کو دوڑے۔

دوسری طرف گارشاں کے سیکورٹی گارڈ کے سپاہی بندوقیں
لیے جنگل میں گھسے لڑکی کو تلاش کر رہے تھے۔ یہ لڑکی
جنگل میں ایک چٹان کے اندر بنی ہوئی قدرتی غار میں
ابھی تک بے ہوش پڑی تھی اور سفید سانپ غار کے
منہ پر بیٹھا اس کی حفاظت کر رہا تھا۔

سفید سانپ نے ایک سفید عقاب کو اپنی طرف آتے
دیکھا۔ ساتھ ہی اسے ناگ دیوتا کی بو بھی آئی۔ یہ ناگ
تھا۔ ناگ غار کے سامنے اتر آیا اور انسانی شکل اختیار کر
لی۔ سفید سانپ نے سر جھکا کر کہا:

"عظیم ناگ! آپ کو دوبارہ دیکھ کر خوشی ہوئی۔ کیا
آپ نے ان درندہ لوگوں کو ختم کر دیا ہے؟"

ناگ بولا: "نہیں! انسانیت کو ان ظالم اور سنگ دل
قاتلوں سے نجات دلانے کے لیے میں نے ایک سکیم
سوچی ہے۔"

ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ انہیں سیکورٹی گارڈ
کے بندوق بردار سپاہی جھاڑیوں کو ادھر اُدھر ہٹاتے غار کی
طرف آتے دکھائی دیے۔

ناگ نے کہا:

"یہ کاونٹ گارشاں کے سپاہی ہیں اور اس بے گناہ

لڑکی کی تلاش میں آئے ہیں۔"

سفید سانپ بولا:

"عظیم ناگ! آپ غار میں چلے جائیں۔ میں ان
کی خبر لیتا ہوں۔"

ناگ نے کہا:

"میں تمہارے ساتھ حملہ کروں گا۔ یہ چار سپاہی
ہیں۔ دو کو تم سنبھالو اور دو کو میں ہلاک
کرتا ہوں۔"

ناگ نے فوراً سانپ کا روپ دھارا اور سفید
سانپ کے ساتھ تیزی سے لمبی گھاس میں گم ہو کر سپاہیوں
کے عقب کی طرف بڑھا۔ دونوں سانپ جھاڑیوں اور
گھاس میں برق رفتاری سے بھاگتے ہوئے سپاہیوں کے
پیچھے نکل آئے۔ دو سپاہی آگے آگے جا رہے تھے۔ دو
سپاہی ان کے پیچھے تھے۔ وہ غار کے پاس پہنچ کر رک
گئے۔ ایک سپاہی بولا:

"اس غار کی تلاشی لو۔"

فوراً دو سپاہی بندوقیں تانے غار کی طرف بڑھے۔

عین اس وقت باقی رہ گئے دو سپاہیوں میں سے
ایک کو سفید سانپ اور دوسرے کو ناگ نے ڈس دیا۔

ان کے زہر اتنے تیز تھے کہ سپاہی کوئی آواز نکالے
بغیر دھڑام سے گھاس پر گر پڑے۔ ان کے حلق بند ہو
گئے تھے اور جسم پتھر بنتے جا رہے تھے۔

ناگ غار کی طرف بڑھا۔

غار کے اندر سے ایک سپاہی باہر آیا اور خوش
ہو کر بولا:

"لڑکی مل گئی ہے"

اس کے ساتھ ہی ناگ نے اس کی پنڈلی پر ڈس
دیا۔ سپاہی اچھلا اور اس نے ناگ پر فائر کر دیا۔ ناگ
وہاں سے ہٹ چکا تھا۔ فائر کی آواز سن کر اندر سے
دوسرا سپاہی دوڑ کر باہر آیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کا
ساتھی لڑکھڑا رہا ہے۔

"کیا ہوا؟"

اس سے پہلے کہ وہ اپنے لڑکھڑاتے ہوئے ساتھی کو
سنبھالتا سفید سانپ نے اس باقی بچے ہوئے سپاہی
کو بھی ڈس دیا۔ چند سیکنڈ کے اندر اندر یہ دونوں سپاہی
بھی وہیں ڈھیر ہو گئے۔

ناگ نے انسانی شکل اختیار کی اور بھاگ کر غار
میں گیا۔ لڑکی سفید چادر میں لپٹی زمین پر بے ہوش

پڑی تھی۔ سفید سانپ بھی اندر آ گیا۔

"عظیم ناگ دیوتا! ان چار دشمنوں سے تو نجات
مل گئی ہے مگر آپ اس لڑکی کو کب تک
اس غار میں چھپا کر رکھ سکیں گے۔ کاؤنٹ
کے دوسرے آدمی بہت جلد یہاں پہنچ جائیں گے"

ناگ نے کہا:

"تم یہاں ٹھہرو اور لڑکی کی حفاظت کرو۔
میں اپنی اسکیم پر عمل کرنے جا رہا ہوں"

یہ کہہ کر ناگ نے سفید عقاب کی دوبارہ شکل بدلی
اور ہوا میں پرواز کرتا ہوا قلعے کی طرف اڑ گیا۔

وہ قلعے کے بڑے دروازے میں سے غوطہ لگا کر
اندر گیا اور جہاں برآمدہ شروع ہونے سے پہلے چھوٹا
ل آتا تھا وہاں جا کر بیٹھ گیا۔ اس نے دیکھا کہ کاؤنٹ
گارشاں پریشانی کے عالم میں ایک کمرے سے نکل کر
برآمدے میں جا رہا تھا۔

ناگ نے انسان کی شکل بدلی اور کاؤنٹ گارشاں
کو آواز دی۔ کاؤنٹ گارشاں وہیں رک گیا۔ اب جو
اس نے ناگ کو چیل پر کھڑے دیکھا تو دہشت زدہ
سا ہو کر کچھ دیر وہیں کھڑا رہا پھر اس کی طرف آیا۔

ناگ نے مسکرا کر کہا:

"تم نے اس بات کا اندازہ لگا لیا ہو گا کہ میں تم سے زیادہ طاقتور ہوں اور تم مجھے اپنے قبضے میں نہیں کر سکتے۔"

گارشان نے آہستہ سے کہا:

"موسیو ناگ! یہ جادو تم نے کہاں سے سیکھا؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم بہت بڑے جادوگر ہو۔"

ناگ نے کہا:

"میں اسی لیے تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم مجھ سے مل کر کام کرو۔ تمہارا راز مجھ پر فاش ہو چکا ہے۔ مگر میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کا ذکر کسی سے نہیں ہو گا۔ تمہارے جو چار سپاہی لڑکی کی تلاش میں جنگل میں گئے تھے میں نے ان کو بھی ہلاک کر دیا ہے۔ اب تمہاری بچت اسی میں ہے کہ میرے ساتھ مل کر تھیٹر میں جادو کا کھیل کرو تا کہ جن تماشائیوں سے تم نے ٹکٹ کے طور پر بھاری رقمیں وصول کی ہیں وہ تمہارے تھیٹر کو آگ نہ لگائیں؟"

تجویز بڑی معقول تھی۔ گارشان نے سوچا کہ ناگ کی

تجویز پر عمل کرنے سے ہی اس کی جان بچ سکتی ہے۔

اس نے کہا:

"میں تمہاری صلاح مان لیتا ہوں موسیو ناگ! مگر یہ لوگ کھوپڑی اتروانے کا کھیل ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔"

ناگ نے کہا:

"میں کسی بے گناہ انسان پر ظلم کرنے کی تمہیں ہرگز اجازت نہیں دوں گا۔ تم اعلان کر دو کہ سٹیج پر ایک جیتے جاگتے انسان کو سانپ کی شکل اختیار کرتے دکھایا جائے گا۔ یہ بھی کوئی کم حیرت انگیز کھیل نہیں ہو گا۔ یقیناً لوگ اسے پسند کریں گے۔"

گارشان کے سامنے دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ یہ خطرہ مول لینے پر تیار ہو گیا۔ اس نے گردن ایک طرف جھکا کر کہا:

"ٹھیک ہے۔ میں یہ اعلان کرائے دیتا ہوں مگر سانپ کون بنے گا؟"

ناگ نے کہا: "میں"

اور اس کے ساتھ ہی ناگ ایک سیاہ کوبرا کی شکل اختیار

کر گیا۔ گارشاں ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ ناگ فوراً ہی واپس انسانی شکل میں آگیا اور بولا:

"اُمید ہے اب تمہیں یقین آگیا ہو گا کہ میں انسان سے سانپ بن سکتا ہوں۔"

گارشاں کی آنکھیں ابھی تک حیرانی سے کھلی تھیں۔ آہستہ سے بولا:

"مجھے یقین نہیں آ رہا۔"

ناگ نے مسکراتے ہوئے کہا:

"تم اعلان کر کے اس کا ردِ عمل دیکھو اور اپنے سارے تماشائیوں کو پرسوں تھیٹر میں آنے کی دعوت دو۔ مگر یاد رکھو کسی زندہ انسان کو شکار مت بنانا۔ نہیں تو میں تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

گارشاں نے جلدی سے کہا:

"میں ایسا کیوں کرنے لگا؟ کیا مجھے اپنی جان عزیز نہیں ہے۔ میں ابھی اپنے سارے تماشائیوں تک پیغام بھجواتا ہوں کہ پرسوں رات تھیٹر ہال میں آ کر ایک انسان کو سانپ کی شکل میں تبدیل ہوتا دیکھیں۔"

ناگ بولا: "ٹھیک ہے۔ میں پرسوں شام کو اپنا طلسمی کھیل دکھانے کے لیے تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

اتنا کہہ کر ناگ نے دوبارا سفید عقاب کی شکل اختیار کی اور پھڑپھڑاتا ہوا وہاں سے اُڑ گیا۔

غار میں آ کر اس نے سفید سانپ کو بتایا کہ اس نے تمام سنگ دل اور قاتل تماشائیوں کو ایک بار پھر تھیٹر ہال میں جمع کرنے کا بندوبست کر لیا ہے۔

سفید سانپ نے پوچھا:

"عظیم ناگ! اس کے بعد آپ کیا کرنا چاہیں گے؟"

ناگ نے کہا:

"میں چاہتا ہوں کہ جس وقت سارے قاتل تماشائی اور درندہ صفت گارشاں اور اس کے ساتھی تھیٹر کے ہال میں جمع ہوں تو کوئی ایسی ترکیب کی جائے کہ قلعے کو آگ لگ جائے اور ان درندوں اور وحشیوں کے وجود سے انسانیت کو ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے۔"

سفید سانپ سوچ میں پڑ گیا۔

ناگ نے سوال کیا:

"کیا کوئی ایسی ترکیب ہو سکتی ہے۔ قلعہ پتھروں
سے بنا ہے۔ اس کو آگ نہیں لگائی جا سکتی۔"
سفید سانپ سر اٹھا کر بولا:
"عظیم ناگ! اس سلسلے میں میرا ذہن کام نہیں
کر رہا ہاں ہم دادا سانپ سے مشورہ لے
سکتے ہیں۔"
ناگ نے پوچھا:
"یہ دادا سانپ کون ہے؟"
سفید سانپ نے کہا:
"یہ ہمارا بڑا دادا سانپ ہے۔ وہ بے حد بوڑھا
ہو چکا ہے اور اپنی جگہ سے بیماری اور
کمزوری کے باعث حرکت نہیں کر سکتا۔ وہ
ایک مدت سے اس قلعے میں رہ رہا ہے۔
ہو سکتا ہے وہ ہمیں کوئی مشورہ دے سکے۔"
ناگ نے کہا:
"مجھے اپنے دادا سانپ کے پاس لے چلو۔ کیا
اس بے ہوش لڑکی کو یہیں چھوڑ دیں؟"
سفید سانپ بولا:
"دادا سانپ یہاں سے تھوڑی دور اسی جنگل

کے ایک کھوہ میں رہتا ہے۔ ہم بہت جلد
واپس آ جائیں گے۔"
ناگ نے درختوں کی شاخوں اور گھاس سے غار کے
کو بند کیا اور سفید سانپ کے ساتھ دادا سانپ
کھوہ کی طرف روانہ ہوا۔
یہ دادا سانپ اپنی کھوہ کے اندر نرم پتوں اور
گھاس کے بچھونے پر لیٹا ہوا تھا۔ ناگ دیوتا کو سانپ
کی شکل میں اپنے سامنے دیکھ کر اس نے بڑے ادب
سے کہا:
"مقدس ناگ! مجھے معاف کر دینا۔ میں اٹھ کر
آپ کی تعظیم نہیں کر سکتا۔ مجھے آپ کے آنے
کی خبر ہو گئی تھی۔ مگر میں اس قدر بوڑھا اور
کمزور ہو گیا ہوں کہ اپنی جگہ سے حرکت بھی
نہیں کر سکتا۔"
ناگ نے کہا:
"بڑے دادا! میں تمہاری مجبوری کو سمجھتا ہوں مگر
اس وقت میں اور سفید سانپ تم سے ایک
بڑا ضروری مشورہ کرنے آئے ہیں۔"
پھر سفید سانپ نے ساری بات دادا سانپ کو سنا

ڈالی۔ دادا سانپ ایک دو سیکنڈ تک کچھ نہ بولا پھر
کہنے لگا:

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس قلعے میں انسانوں
کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ اس قلعے
کو تباہ کر دینا چاہیے۔"

ناگ نے کہا:

"یہی ہم بھی چاہتے ہیں مگر ہماری سمجھ میں نہیں
آتا کہ اتنے مضبوط قلعے کو ہم کیسے تباہ کر سکتے
ہیں۔ ہم اس میں آگ بھی نہیں لگا سکتے۔"

دادا سانپ نے ہلکی سی پھنکار مار کر کہا:

"اس قلعے کا ایک راز ہے۔ جو شاید صرف مجھے
ہی معلوم ہے۔ میں یہ راز کسی کو نہیں بتانا چاہتا
تھا مگر ایسا لگتا ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ
اس راز کو فاش کر دیا جائے۔"

سفید سانپ نے پوچھا:

"وہ کون سا راز ہے بڑے دادا؟"

دادا سانپ آہستہ آہستہ کہنے لگا:

"یہ راز مجھے میرے دادا سانپ نے اور اسے اس
کے دادا سانپ نے بتایا تھا۔ یہ راز اس وقت

سے سینہ بسینہ چلا آ رہا ہے جب اس خونی
قلعے کو بنایا گیا تھا۔ راز یہ ہے کہ اس قلعے
کو اگرچہ بے حد مضبوط اور طاقتور بنایا گیا ہے
اور دشمن نہ تو اس کی دیواروں کو توڑ سکتا ہے
اور نہ اس میں آگ لگا سکتا ہے۔ لیکن اس
قلعے کی ایک بہت بڑی کمزوری ہے۔ قلعے کی
جنوبی دیوار میں سیاہ رنگ کا ایک بڑا پتھر
تھوڑا سا باہر نکلا ہوا ہے۔ اگر اس پتھر کو باہر
کھینچ لیا جائے تو قلعے کی ساری عمارت دیکھتے
دیکھتے گر کر تباہ ہو جائے گی۔ کیوں کہ اصل میں
قلعے کی ساری عمارت اسی ایک کالے پتھر پر
کھڑی ہے۔ یہ پتھر اس طرح سے لگایا گیا ہے
کہ اس کے باہر نکل آنے سے ایک ایک کر
کے قلعے کی ساری دیواروں کے پتھر گر پڑیں گے
اور ان دیواروں کے اوپر بنی چھتیں بھی دھڑام
سے گر جائیں گی اور قلعہ آن کی آن میں پتھروں
کا ڈھیر بن جائے گا۔"

ناگ اور سفید سانپ یہ سُن کر خوش بھی ہوئے اور
حیران بھی۔

دادا سانپ کہنے لگا،
"اس قلعے کی تعمیر اس عزم کے ساتھ ایسی کی
گئی تھی کہ اگر کبھی دشمن اس قلعے پر قبضہ کر
لے تو اس پتھر کو نکال کر قلعہ ڈھا دیا جائے
اور دشمن کو اس کے اندر ہی برباد کر دیا جائے۔"
ناگ نے خوش ہو کر کہا:
"دادا سانپ! تم نے ہماری مشکل کو آسان کر
دیا ہے۔"
سفید سانپ اور ناگ نے دادا سانپ کا شکریہ
ادا کر کے اس سے اجازت لی اور واپس اپنے غار
میں آ گئے۔ لڑکی ابھی تک بے ہوش پڑی تھی۔ ناگ
نے سفید سانپ سے کہا کہ وہ جنگل میں جا کر ناگ
پھنی جڑی اکھاڑ کر لائے تا کہ اس کا عرق بے ہوش لڑکی
کے منہ میں ڈال کر اس کے جسم کی طاقت بحال رکھی جائے۔
سفید سانپ تیزی سے غار سے نکل کر جنگل میں گیا
اور ناگ پھنی کی جڑی توڑ کر لے آیا۔ ناگ نے اس
کو ہتھیلی پر مسل کر توڑا اور اس کا عرق نچوڑ کر
بے ہوش لڑکی کے منہ میں ڈالا۔
سفید سانپ نے پوچھا:

"عظیم ناگ! اس لڑکی کو کب ہوش آئے گا؟"
ناگ بولا: "ابھی اسے ہوش میں آنا بھی نہیں چاہیے
جب تک ہمارا مشن مکمل نہیں ہو جاتا اسے
اسی جگہ بے ہوش پڑا رہنے دو۔ تم اس کی
حفاظت کرنا۔ میں گارشاں کی طرف جا رہا ہوں تا کہ
اسے پرسوں کے تماشے کے لیے تیار کر سکوں۔
قلعے میں اس وقت رات کی تاریکی بڑھ رہی تھی۔
اور سردی میں اضافہ ہو گیا تھا۔ قلعے میں داخل ہونے
کے بعد ناگ نے سانپ کی شکل بدلی اور رینگتا ہوا
اس برآمدے میں آ گیا جہاں پہلے روز گارشاں نے اپنی
پرانی موٹر گاڑی کھڑی کی تھی۔
اسے قلعے کے ڈرائنگ روم میں انسانوں کے باتیں
کرنے کی آواز سنائی دی۔ ناگ بند دروازے کے ساتھ
لگ کر اندر کی باتیں سننے لگا۔ ایک آواز کاؤنٹ گارشاں
کی تھی۔ وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔
"یہ ناگ کوئی بہت بڑا جادوگر ہے۔ اس کے پاس
انسانی جون بدلنے کا طلسم ہے۔ اگر کسی طریقے سے ہم اس
سے یہ طلسم حاصل کر لیں تو ساری دنیا پر حکومت کر
سکتے ہیں۔"

اس کے ساتھی نے کہا:
"پرسوں وہ آئے گا۔ تماشہ دکھانے کے بعد ہم اسے پھسلا کر اس کمرے میں لے آئیں گے اور پھر اسے قلعے کے اندھے کنوئیں میں پھینک کر اوپر سے ڈھکن دے دیں گے۔ جب تک وہ ہمیں اپنا طلسم نہیں بتائے گا ہم اسے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دیں گے۔"
گارشاں نے کہا:
"وہ جادوگر ہے۔ ہو سکتا ہے وہ قلعے کے ڈھکنے کو توڑ کر باہر نکل آئے پھر تو وہ ہمیں بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔"
اس کے ساتھی نے کہا:
"میرا خیال ہے کہ اس کے پاس صرف ایک ہی جادو ہے اور وہ یہ کہ وہ صرف اپنی شکل بدل سکتا ہے۔"
گارشاں کہنے لگا:
"اس پر غور کریں گے۔ بہرحال پرسوں اس کا کھیل ہو رہا ہے۔ اس کے بعد سوچیں گے۔ لیکن ہمارے تماشائیوں نے جادو کے کھیل دیکھنے

پر آمادہ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ اگلا کھیل خونی کھیل ہو گا۔"
اس کا ساتھی بولا:
"ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اس بار ناگ کی وجہ سے ہم جادو کا کھیل دکھانے پر مجبور ہیں۔ اس کے بعد ہم ناگ کو بھی قابو کریں گے اور پھر سے کھوپڑی اتارنے کا خونی کھیل بھی شروع کر دیں گے۔"
گارشاں خوش ہو کر بولا:
"ایسا ہی کریں گے۔ تم اگلے ہفتے کسی انسان کو اغوا کرنے کی اسکیم تیار کر لو۔ ادھر بہت کم لوگ آتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ تمہیں کسی انسان کو اغوا کرنے کے لیے پرسوں کے بعد شہر کی طرف جانا ہو گا۔"
"میں چلا جاؤں گا کاؤنٹ۔"
ناگ نے اسی وقت سانپ سے دوبارہ انسانی شکل اختیار کی اور دروازے پر آہستہ سے دستک دی اندر ایک دم خاموشی چھا گئی۔ پھر دروازہ کھلا ناگ کے سامنے گارشاں کھڑا تھا۔ ناگ کو دیکھ کر وہ بھی کچھ

ٹھٹک سا گیا پھر بناوٹی ہنسی کے ساتھ بولا:
"آؤ مسٹر ناگ! اندر آ جاؤ۔"
ناگ کمرے میں جا کر صوفے پر بیٹھ گیا۔
گارشاں نے کہا:
"ہم نے اپنے سارے ممبروں کو پرسوں کے طلسمی تماشے کی اطلاع پہنچا دی ہے۔ سب لوگ تمہارا جادوئی تماشہ دیکھنے آ رہے ہیں۔"
ناگ نے کہا:
"میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ آپ کے سارے ساتھی پرسوں رات تھیٹر ہال میں میرا تماشہ دیکھنے آئیں۔ میں انہیں انسان سے سانپ اور سانپ سے عقاب اور عقاب سے ہرن اور جو بھی جانور وہ کہیں گے بن کر دکھاؤں گا۔"
گارشاں نے بڑے خوشامدانہ انداز میں کہا:
"موسیو ناگ! کیا آپ کو اس کے علاوہ بھی کوئی جادو آتا ہے؟"
ناگ مسکرایا: "یہ میں آپ کو پرسوں کے بعد بتاؤں گا۔ لیکن ایک شرط پر کہ آپ اب کبھی کسی انسان کو اپنی ایجاد پر قربان نہیں کریں گے۔"

گارشاں نے کانوں کو ہاتھ لگایا اور بولا:
"ہرگز نہیں۔ مجھے جب آپ ایسا جادو کے کرتب دکھانے والا مل جائے گا تو میں کوئی دوسرا کام کیوں کرنے لگا بھلا؟"
ناگ نے اُٹھتے ہوئے کہا:
"اچھا۔ اب میں جاتا ہوں۔ پرسوں شام ملنے آؤں گا۔"
ناگ چلا گیا تو کاؤنٹ گارشاں کے ساتھی نے کہا:
"اس کم بخت کے پاس اور جادو بھی ہے۔"
گارشاں اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے بولا:
"تم فکر کیوں کرتے ہو۔ اس موسیو ناگ کو میں ایک چکر دوں گا کہ اس کا سارا طلسم نکال کر باہر رکھ دوں گا۔ تم پرسوں کا تماشہ ختم تو ہو لینے دو۔"
اس کے ساتھی نے کہا:
"کاؤنٹ! ہمیں انسانوں کی کھوپڑی اتارنے کا کام جاری رکھنا ہو گا۔ نہیں تو ہم اپنے سارے ساتھیوں سے محروم ہو جائیں گے اور ہماری آمدنی بھی ختم ہو جائے گی۔"

گارشاں بولا: "ایسا ہی ہوگا۔ اس قلعے کی یہی روایت رہی ہے یہاں زندہ انسانوں کی قربانی کا سلسلہ جاری رہے گا۔"

O

ناگ غار میں پہنچا تو سفید سانپ غار کے باہر ہی اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے ناگ کو دیکھ کر کہا:
"عظیم ناگ! لڑکی کو ہوش آ رہا ہے۔"
ناگ نے غار میں جا کر دیکھا۔ لڑکی سفید چادر میں لپٹی لیٹی تھی مگر کبھی کبھی اپنی گردن ایک جانب سے دوسری جانب کرتی اور اس کے منہ سے ہلکی سی آواز نکلتی۔
ناگ نے اس کے ہونٹوں سے کان لگا کر سنا۔ وہ کسی فلپ کا نام بار بار لے رہی تھی۔
ناگ نے سفید سانپ سے کہا:
"لڑکی ہوش میں آ رہی ہے۔ تم پتھروں کے پیچھے چھپ جاؤ۔ وہ تمہیں دیکھ کر ڈر نہ جائے۔"
سفید سانپ ایک پتھر کے پیچھے جا کر چھپ گیا۔
ناگ نے لڑکی کے کان میں کہا:
"بہن! تم بچ گئی ہو۔ ہوش میں آ جاؤ۔"

لڑکی نے آہستہ سے آنکھیں کھول دیں۔ غار میں اندھیرا تھا۔ ناگ نے موم بتی روشن کر دی۔ لڑکی نے موم بتی کی روشنی میں اپنے سامنے ایک سانولے رنگ کے گھنگریالے بالوں والے نوجوان کو دیکھا تو کانپتی ہوئی آواز میں بولی:
"کیا میں جنت میں پہنچ گئی ہوں؟"
لڑکی فرانسیسی زبان میں بات کر رہی تھی۔
ناگ نے مسکرا کر کہا:
"بہن! تم اسی دنیا میں ہو۔ تم زندہ ہو۔ میں تمہیں قلعے سے نکال کر لے آیا ہوں۔"
لڑکی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا اور روتے ہوئے بولی:
"انہوں نے میرے بال مونڈ ڈالے۔ میرے سنہری بال کتنے خوبصورت تھے۔ اب میں فلپ کو کیا منہ دکھاؤں گی۔"
ناگ نے کہا:
"بہن! خدا کا شکر ادا کرو کہ تمہاری جان بچ گئی۔ سر کے بال تو پھر سے اُگ آئیں گے۔"
لڑکی نے ناگ کی طرف بڑی بڑی آنکھوں سے

اور کہا:

"تم ان ظالموں سے مجھے کس طرح بچا کر لے آئے؟ وہ۔ وہ شاید مجھے قتل کرنا چاہتے تھے۔ ہے ناں؟"

ناگ نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا:

"ہاں۔ وہ تمہیں مارنا چاہتے تھے۔ لیکن میں عین وقت پر پہنچ گیا اور موقع پا کر تمہیں وہاں سے اٹھا کر لے آیا۔"

لڑکی نے کہا:

"خدا کے لیے مجھے میرے خاوند فلپ کے پاس پہنچا دو۔ یہ لوگ مجھے میرے گھر سے اغوا کر کے قلعے میں لے آئے تھے۔ فلپ بہت پریشان ہو گا۔"

ناگ بولا: "تمہارا گھر کہاں ہے اور تمہارا نام کیا ہے؟"

لڑکی نے بتایا کہ اس کا نام موناہے اور وہ شہر لوزیان میں رہتی ہے جہاں اس کا خاوند مچھلی کا کاروبار کرتا ہے۔

ناگ نے پوچھا:

"کیا تم بتا سکتی ہو کہ تمہارا شہر لوزیان اس قلعے

ے کتنی دور ہے؟"

ہاں — یہ قلعہ آتش فشاں پہاڑوں والا قلعہ ہے یہاں سے میرا گھر ایک دن کے سفر پر ہے۔ مجھے راستہ آتا ہے۔ کاونٹ کے آدمی مجھے دریا کے ذریعے یہاں لائے تھے۔ مجھے آدھے راستے میں ہوش آ گیا تھا اور میں نے دریا کو پہچان لیا تھا اور ان کے قلعے کو بھی دور سے دیکھ لیا تھا۔"

ناگ نے لڑکی سے کہا:

"اس وقت رات گہری ہو چکی ہے۔ تم آرام کرو۔ صبح ہوتے ہی میں تمہیں تمہارے گھر کی طرف لے چلوں گا۔"

ناگ باہر سے سوکھی لکڑیاں لے آیا۔ اس نے غار میں آگ جلا دی۔ کیوں کہ لڑکی کو سردی لگ رہی تھی۔ جب لڑکی سو گئی تو ناگ نے سفید سانپ سے کہا:

"مجھے اس لڑکی کو لے کر صبح اس کے گھر کی طرف کوچ کرنا ہو گا۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے آنے تک تم اسی غار میں میرا انتظار کرو۔"

سفید سانپ کہنے لگا:

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر عظیم ناگ۔ آپ یہاں سے دریا کی طرف جائیں گے تو آپ کو وہاں کوئی کشتی مل جائے گی۔"

جب صبح ہوئی تو ناگ جنگل سے کچھ پھل توڑ کر لایا۔ اس نے لڑکی کو کھلائے۔ خود بھی کھائے اور اسے ساتھ لے کر شہر لوزیان کی طرف روانہ ہو گیا۔

وہ جنگل میں ایسے راستے سے گذر رہا تھا جو دریا کی طرف جاتا تھا۔ آتش فشاں پہاڑوں کا سلسلہ اس کے بائیں جانب رہ گیا تھا۔ لڑکی نے اپنے جسم کو سفید چادر میں لپیٹ رکھا تھا۔ دوپہر تک وہ جنگل میں سفر کرتے رہے۔ راستے میں انہوں نے دو تین جگہ بیٹھ کر آرام کیا۔ جنگل سے پھل توڑ کر کھائے اور دوبارہ اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔

دن ڈھل رہا تھا کہ وہ دریا کے کنارے پہنچ گئے۔ لڑکی مونا نے کہا:

"یہ دریا ہمارے شہر کے قریب سے گذرتا ہے۔"

ناگ کہنے لگا:

"یہاں کوئی کشتی نظر نہیں آ رہی۔"

مونا نے کہا:

"ہمیں یہاں انتظار کرنا ہو گا۔ گاؤں کے مچھیرے ادھر کشتی لے کر آیا کرتے ہیں۔"

ناگ اور لڑکی مونا دریا کنارے اوپر کی طرف آہستہ آہستہ چلنے لگے۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد انہیں ایک کشتی پیچھے آتی نظر آئی۔ مونا کا اندازہ درست نکلا۔ یہ ایک ماہی گیر تھا جو مچھلیاں پکڑنے کے بعد صبح کے وقت واپس شہر کی طرف جا رہا تھا۔ انہیں اس کشتی میں لفٹ مل گئی اور وہ ایک گھنٹے بعد لوزیان شہر کی چھوٹی سی بندرگاہ پر پہنچ گئے۔

یہ شہر ناگ نے پہلے بھی دیکھا تھا۔ مگر یہ پہلے والے شہر سے مختلف تھا۔ یہاں پہلے اونچی ماڈرن بلڈنگیں ہوا کرتی تھیں۔ اب دو منزلہ عمارتیں اور ایک منزلہ رہائشی مکانات بنے ہوئے تھے۔ ہر مکان کے آگے چھوٹا سا باغیچہ تھا۔ نہ بسیں تھیں۔ نہ فیشن ایبل پلازا تھے اور نہ جدید موٹر کاروں کا ہجوم تھا۔ سڑکیں پکی تھیں اور کہیں کہیں کوئی پرانی طرز کی موٹر کار دکھائی دے جاتی تھی۔ لوگوں کے لباس بھی ۱۹۰۴ عیسوی کے زمانے کے تھے۔

لڑکی مونا کا گھر دریا کے کنارے پر تھا۔ اس کا خاوند فلپ مارکیٹ میں مچھلیوں کا کاروبار کرتا تھا اور

زیادہ امیر آدمی نہ تھا۔ اپنی بیوی کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔
مونا نے اپنے خاوند کو ساری درد بھری داستان سنائی
تو وہ غصے میں بولا:

"میں ابھی جا کر اس بدمعاش کاؤنٹ کو مزا
چکھاتا ہوں"۔

ناگ نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا:

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے اس کو
قانون کے حوالے کرنے کا بندوبست کر رکھا
ہے۔ تم خدا کا شکر ادا کرو کہ تمہاری بیوی
بچ کر یہاں آ گئی ہے"۔

فلپ نے ناگ کا شکریہ ادا کیا۔ ناگ اسی روز وہاں
سے واپس چلے جانا چاہتا تھا مگر فلپ نے کہا:

"تم میرے محسن ہو۔ تم نے میری بیوی کی
زندگی بچا کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ کم از کم
ایک دن تو مجھے اپنی خدمت کا موقع دو۔
کل چلے جانا"۔

ناگ نے سوچا کہ کاؤنٹ کے آخری خونی تماشے
میں ابھی دو دن باقی ہیں۔ چنانچہ اس نے مونا کے
خاوند فلپ کی میزبانی قبول کر لی اور وہاں ٹھہر گیا۔ دن

بھر وہ مونا کے ساتھ شہر کی سیر کرتا رہا۔ شام کا
کھانا انہوں نے مل کر کھایا۔ وہ اور مونا اور اس
کا خاوند کھانا کھانے کے بعد آتش دان کے سامنے
بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ ان کی باتوں سے ناگ پر
یہ انکشاف ہوا کہ ______ یہ ۱۹۰۴ عیسوی
کا زمانہ نہیں ہے بلکہ تیسری تباہ کن ایٹمی جنگ کے
بعد زمین پر ایک ایسی تہذیب ابھری ہے جو ۱۹۰۴ء
عیسوی کی تہذیب سے ملتی جلتی ہے۔ لوگ سادہ طرز
پر زندگی بسر کرنے لگے ہیں اور سائنس کی ہلاک کر دینے
والی ایجادوں سے نجات حاصل کر لی گئی ہے۔

وہ باتیں کر رہے تھے کہ کسی نے باہر سے گھنٹی
بجائی۔ فلپ اٹھ کر باہر گیا۔ تھوڑی دیر بعد باہر
سے لڑائی جھگڑے کی آواز آئی۔ فلپ کی بیوی مونا
اٹھ کر باہر چلی گئی۔ پھر باہر خاموشی چھا گئی اور جب
مونا اور اس کا خاوند واپس آئے تو فلپ سخت
پریشان تھا۔

ناگ نے پوچھا:

"کیا بات ہوئی ہے؟"

فلپ تو سر جھکا کر خاموش ہو گیا۔ اس کی بیوی
مونا نے بتایا۔

"میرے خاوند نے اس شخص کا قرضہ دینا ہے۔
یہ شخص بہت بڑا جاگیر دار ہے۔"
فلپ بولا: "میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے
میں نے اسے کہا بھی ہے کہ میں تھوڑی تھوڑی
کر کے رقم واپس کر دوں گا مگر وہ دھمکی دے
گیا ہے کہ اگر کل تک اس کی رقم ادا نہ
کی گئی تو وہ مجھے اس مکان سے بے دخل
کر دے گا۔ یہ مکان میں نے اس کی زمین
پر بنایا ہے۔"
ناگ نے اس پُرسکون اور ایک دوسرے سے
پیار کرنے والے کنبے کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔
اس نے رقم پوچھی تو معلوم ہوا کہ کوئی ایک لاکھ روپے
کے قریب تھی۔
ناگ نے کہا:
"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بھائی فلپ
مونا میری بہن ہے اور میں اپنی بہن کا گھر
اجڑتا نہیں دیکھ سکتا۔ میں تمہیں آج ہی رات
یہ رقم لا دوں گا۔"
مونا اور فلپ حیران ہو کر ناگ کا منہ تکنے لگے:
"تم۔ تم اتنی رقم کہاں سے لاؤ گے بھائی۔ تم

تو خود اس شہر میں اجنبی ہو۔"
ناگ نے کہا:
"اس کی تم فکر نہ کرو۔ میں چاہے جہاں سے بھی
لاؤں لیکن یقین رکھو۔ یہ رقم چوری کی نہیں
ہوگی۔ تم یہ بتاؤ کہ یہاں کوئی پرانا قلعہ ہے؟"
فلپ نے کہا:
"ہاں۔ شہر سے باہر قلعے کا ایک کھنڈر ہے۔
مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"
ناگ بولا: "بات دراصل یہ ہے کہ وہاں ایک
خفیہ خزانہ ہے جس کا مجھے علم ہے۔ میں
تمہیں اس خزانے میں سے کچھ جواہرات لا کر
دے دوں گا جن کو بیچ کر تم اپنا قرض ادا کر
لینا۔ لیکن وعدہ کرو کہ تم کبھی اس قلعے کا رُخ
نہیں کرو گے۔"
فلپ نے جواب دیا:
"میں —— میں وعدہ کرتا ہوں۔ مگر مجھے یقین
نہیں آ رہا کہ قلعے میں کوئی خزانہ بھی ہو گا۔
وہ تو اس قدر آسیبی اور ڈراؤنا قلعہ ہے کہ
کوئی دن کے وقت بھی ادھر کا رُخ نہیں کرتا۔"
ناگ مسکرایا: "یہ باتیں تم مجھ پر چھوڑ دو مجھے

قلعے کا راستہ بتاؤ۔ میں ابھی وہاں جاتا ہوں۔"
فلپ اور اس کی بیوی مونا کو اب بھی یہی احساس
تھا کہ ناگ ان سے مذاق کر رہا ہے یا یونہی ان کا دل
بہلانے کی کوشش کر رہا ہے۔ انہوں نے ناگ کو قلعے
کا پتہ بتا دیا۔
ناگ اُٹھ کھڑا ہوا:
"میں تھوڑی دیر میں قلعے سے ہو کر آتا ہوں۔"
ناگ چلا گیا تو فلپ نے اپنی بیوی سے کہا:
"مجھے تو یہ شخص کوئی سر پھرا لگتا ہے۔"
مونا نے آہستہ سے کہا:
"فلپ! مجھے لگتا ہے کہ اس شخص میں کوئی
غیر معمولی طاقت ہے۔ نہیں تو یہ مجھے کاؤنٹ
کے بند قلعے سے بچا کر نہیں لے جا سکتا تھا۔"
فلپ نے خاموشی سے سر جھکا دیا۔
ناگ رات کے ٹھٹھرتے اندھیرے اور موت ایسے
سناٹے میں پرانے قلعے کے کھنڈر میں آ گیا۔ قلعہ واقعی
ٹوٹا پھوٹا اور خستہ حالت میں تھا۔ ایٹمی جنگ نے
اس کی دیواروں کو گرا دیا تھا۔ کہیں کہیں ایک آدھ
ستون کھڑا تھا۔ ناگ قلعہ کے کھنڈر کے وسط میں آ
گیا۔ اس نے ایک ٹوٹے ہوئے چبوترے پر بیٹھتے

ہوئے کسی سانپ کو آواز دی۔ اسے یقین تھا کہ وہاں
ضرور کوئی نہ کوئی خزانہ دبا ہوا ہو گا اور اس کی خزانے
کی حفاظت کوئی سانپ کر رہا ہو گا جیسا کہ پہلے بھی
ہوتا آیا تھا۔
ناگ نے دو تین بار آواز دی۔ کسی سانپ نے وہاں
جواب نہ دیا۔ ناگ نے سوچا کہ ہو سکتا ہے۔ اس کھنڈر
میں کوئی سانپ نہ رہتا ہو۔ جانے سے پہلے اس نے
ایک بار پھر آواز دی تو اسے گھپ اندھیرے میں ایک
ستون کے پیچھے دو چمکتی ہوئی زرد انسانی آنکھیں نظر
آئیں۔ یہ آنکھیں تھوڑی دیر تک ناگ کو دیکھتی رہیں
پھر غائب ہو گئیں۔
ناگ نے سانپ کو پکارا۔
"میں عظیم ناگ دیوتا ہوں۔ اگر تم یہاں ہو تو
میرے سامنے آؤ!"
ستون کے پیچھے نظر آنے والی آنکھیں غائب ہو گئیں۔
پھر اندھیرے میں ایک تین فٹ لمبا کالا سانپ زمین پر
تھوڑا سا پھن اٹھائے رینگتا ہوا ناگ کے سامنے آ کر
ادب سے بولا:
"مقدس ناگ دیوتا! میں آپ کی کیا خدمت
کر سکتا ہوں؟"

ناگ نے کہا:

"اگر اس کھنڈر میں کوئی خزانہ دفن ہے تو مجھے
اس میں سے کچھ قیمتی جواہرات لا کر دو۔"

کالے سانپ نے سر جھکا کر کہا:

"جو حکم میرے دیوتا۔ ابھی لاتا ہوں۔"

اس کالے سانپ کی لمبی لمبی مونچھیں بھی تھیں۔ جب
سانپ چلا گیا تو ناگ نے اندھیرے میں ستون کے پیچھے
پھر انہی زرد آنکھوں کو دیکھا جو اسے گھور رہی تھیں۔
ناگ اٹھ کر ستون کے پاس گیا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ واپس
آ رہا تھا کہ اسے وہی زرد آنکھیں ایک بار پھر دکھائی
دیں۔ اس دفعہ یہ آنکھیں ایک ٹوٹی ہوئی دیوار کے اوپر
سے ناگ کو تک رہی تھیں۔

"کون ہو تم؟" ناگ نے آواز دی۔

زرد آنکھیں غائب ہو گئیں۔

- کیا یہ کسی آسیب کی آنکھیں تھیں؟
- ناگ کس ان جانی مصیبت میں پھنس گیا؟
- ماریا کیٹی اور تھیوسانگ کس دنیا میں اُتر گئے؟
- عنبر پر کیا گذری اور ان کی ملاقات کیسے ہوئی؟

یہ آپ کو قسط نمبر ۱۰۹ غیبی شیشہ میں معلوم ہوگا۔

میرے نام

پیارے انکل اے حمید السلام وعلیکم!

میں جب بھی کوئی خط آپ کو لکھتا ہوں تو ہمیشہ پیارے انکل
سے شروع کرتا ہوں۔ میں نے بہت کوشش کی کہ خط کسی اور
طرح شروع کروں لیکن پھر آپ کے محبت اور خلوص سے بھرے ہوئے
خطوط قلم بن کر میرے ہاتھ سے لفظ پیارے انکل لکھا دیتے ہیں۔

جب میں نے آپ سے خط و کتابت شروع کی تھی تو میں آٹھویں
جماعت میں پڑھتا تھا اور اب ماشاء اللہ میٹرک کے امتحان کی تیاری
کر رہا ہوں اور امید نہیں یقین ہے کہ اچھے نمبروں کے ساتھ پاس ہوں
گا۔ اور انسان کو یقین اُسی وقت ہوتا ہے جب اُسے اللہ پر کامل یقین
اور اپنے اوپر مکمل اعتماد ہوتا ہے۔ آج تک میں نے کوئی ایسا مصنف
نہیں دیکھا جو جب بھی کسی کو کوئی خط لکھے اس میں اُسے اپنی کہانیوں
سے زیادہ اُسے اپنی پڑھائی کی طرف توجہ دلانے کی تلقین کرے۔
کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ نے جب بھی مجھے خط لکھا ہمیشہ مجھے
پڑھنے کی تلقین کی۔ اور کبھی یہ نہیں کہا کہ میری لکھی ہوئی کتابیں پڑھا
کرو۔ اور میں یہی پڑھا کروں۔

آپ واقعی اردو ادب میں ایک منفرد اسلوب لے کر آئے ہیں اور

جب آپ نے ہمارے لیے یعنی بچوں کے لیے لکھنا شروع کیا تو
اپنے اس اسلوب کو یہاں بھی برقرار رکھا۔

آپ نے اپنی ناولوں میں سائنس کی بڑی بڑی تھیوریوں کو بڑے
مؤثر انداز میں بیان کیا ہے آپ کی ناولیں پڑھنے سے ہماری معلومات
میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے اس کی ایک چھوٹی سی مثال یہ ہے
کہ میرے IX کے امتحان میں ایک objective یہ آیا کہ بتائیے
روشنی کی رفتار کتنی ہے اور یقین جانیے کہ میں نے آپ کی کسی
ناول میں یہ پڑھ رکھا تھا کہ روشنی کی رفتار (ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی
سیکنڈ ہے) میں نے وہی لکھ دیا اور بالکل درست ہوا۔

اس کے علاوہ آپ نے اپنے ناولوں میں بڑے مؤثر انداز میں
یہ تعلیم دی کہ مایوسی کفر ہے انسان کو ہمیشہ خدا تعالیٰ سے امید رکھنی
چاہیے کیونکہ وہی ہمیں عزت اور ذلت دینے والا ہے۔

آپ کی عنبر ناگ سیریز کی کہانی (ماریا دوزخ میں) پڑھ کر
میرے اندر انتہائی سے زیادہ تبدیلیاں رونما ہوئیں اور یہ پتہ چلا کہ یہ
جو ہم چھوٹے چھوٹے کام کرتے ہیں اور انہیں کچھ اہمیت نہیں دیتے
اس سے دوسروں کو کتنی تکلیف ہے اور ان کا انجام آخرت میں
کیا ہے۔ اور آپ یقین جانیں کہ یہ ناول جب میں نے اپنے
چند دوستوں کو پڑھنے کو دی تو پہلے تو انہوں نے کہا کہ چھوڑو میاں
کون کہانیاں پڑھ کر وقت ضائع کرے لیکن جب میں نے انہیں ضد

کر کے دی تو پڑھ کر حد سے زیادہ شرمندہ ہوتے اور کہنے لگے
واقعی یار اسے پڑھ کر معلوم ہوا ہے کہ یہ جو ہم چھوٹی موٹی غلطیاں
کرتے ہیں اور انہیں غلطیاں نہیں سمجھتے اس کا آخرت میں کیا انجام
ہے۔

اچھا ایک بات اور انکل وہ یہ کہ آپ کی کہانی عنبر ہوشیار میں
ایک صاحب نے میرے طلسم ہوش ربا کو پسند کرنے کی مخالفت کی
ہے تو انکل آپ ہی بتائیے آپ کا اور طلسم ہوش ربا کا کیا مقابلہ وہ
الگ چیز ہے اور آپ الگ چیز لیکن پھر بھی فیض احمد فیضؔ مرحوم کے
الفاظ کہ آپ کی کہانیاں طلسم ہوش ربا کی یاد دلاتی ہیں، بہت بڑی بات
ہے۔ کیونکہ ملک کے نامور ادیب سید رئیس احمد جعفری (ندوی) مرحوم
کے یہ الفاظ کہ:

طلسم ہوش ربا ایک مستقل کلچر ہے۔ ایک مستقل ثقافت ہے
اس میں زبان کی باریکیاں ہیں۔ محاورات کی نزاکتیں ہیں۔ فصاحت و
بلاغت کی شیوہ طرازیاں ہیں۔ جنگی محاورات و مصطلحات ہیں روانی
کلام ہے۔ شگفتگی بیان ہے۔ شوخی اور بذلہ سنجی ہے۔ پہلوانوں کے
داؤ پیچ ہیں۔ محلات کی کوثر میں دھلی ہوئی زبان ہے۔

اور آپ یقین جانیے کہ طلسم ہوش ربا کے بعد اگر کوئی شخص
یہ سب خوبیاں دیکھنا چاہے تو وہ آپ کی ناولوں میں نظر آجائے
گا۔ جبھی تو فیض احمد فیضؔ نے اسے طلسم ہوش ربا کی یاد دلانا کہا

ہے۔ اور یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے جو آپ کو نصیب ہوا ہے۔
آپ کی تحریر طلسم ہوشربا کا مقابلہ کر سکے۔

اچھا انکل اب اجازت دیں کیونکہ میں نے پہلے ہی آپ کا اتنا
زیادہ وقت لے لیا ہے اور آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ کیا بے
تکا سا خط لکھ بھیجا ہے کہ ختم ہی نہیں ہو پا رہا۔

فقط آپکا پرستار، ملنے کا متمنی، چاہنے والا۔

سید سلمان سلیم ۸/۹، ۲۷ عزیز آباد، فیڈرل بی ایریا کراچی نمبر ۳۸۔

میرے پیارے انکل السلام علیکم! کے بعد عرض ہے آپ کا
خوشبو سے بھرا ہوا خط ملا پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ بیان نہیں کر سکتا یاد
کرنے کا شکریہ۔ میں نے آپ کی کہانی ماریا دوزخ میں اور خلائی گرد
پڑھی پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ جیسے اچھے کہانیاں لکھنے والے
اور کوئی نہیں انکل میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں ویسے آپ
اگر میرے گھر آئیں تو مجھے بے حد خوشی ہوگی کہ میں بیان نہیں کر سکتا
مجھے آپ کی کہانی پرانے قلعے کی فائل ٹھنڈی موت کا ہاتھ پڑھی
جس کو میرے چھوٹے بہن بھائیوں نے بے حد پسند کیا اور آپ کی
تعریف بھی کی۔ انکل آپ خلائی گھڑی کے قیدی کب لکھنا شروع کر
رہے ہیں۔
انکل آپ لکھیں کہ کب آ رہے ہیں اور خط میں مجھے جواب

دیں۔ میرے گھر کے ٹیلی فون کا نمبر ۶۰۶ ہے۔ اس نمبر پر ٹیلی فون کر کے
کہیں کہ کرنل عابد کے گھر ملا دیں وہ آپ کی بات میرے گھر کروا دیں
گے میں آپ کو وہاں دوپہر ۳ بجے سے شام ۹ بجے تک مل سکوں گا۔

اچھا انکل اب اجازت دیں۔ خدا حافظ

ساجد حسین S/O لیفٹیننٹ کرنل اے ایچ عابد صاحب ای ۳۲۷/۳۲۸
نیو سپر ٹاؤن لاہور چھاؤنی۔

پیارے انکل اے حمید صاحب! السلام علیکم

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے اور ہمارے لیے اچھی اچھی
کہانیاں لکھنے میں مصروف ہوں گے آپ کا خط ملا پڑھ کر بہت خوشی
ہوئی انکل میں آٹھویں جماعت میں پڑھتا ہوں اور اب میرے
امتحان ہو رہے ہیں اس لیے خط ذرا دیر سے لکھ رہا ہوں اب
بھی بڑی مشکل سے وقت نکال کر آپ کو خط لکھ رہا ہوں کل میرا انگریزی
کا پرچہ ہے آپ دعا کریں کہ میں تمام مضامین میں پاس ہو جاؤں۔
میں نے عنبر ناگ ماریا کی کتنی ہی کتابیں پڑھ لی ہیں۔ میری یہ دعا
ہے کہ آپ ہمیشہ سدا سلامت رہیں اور ہمارے لیے اچھے
اچھے ناول لکھتے رہیں۔

آپکا پیارا ساتھی

شکیل احمد مکان نمبر ۳۶ خضر پارک حبیب اللہ روڈ لاہور

بخدمت جناب اے حمید صاحب. آداب

ڈیئر انکل آپ کے ناول ملے بہت اچھے تھے خاص کر خلا
کی پہلی قسط عنبر ہوشیار تو بہت ہی پسند آیا اور اس کے بعد خلائی
جہاز کی ممی اور غیبی خلائی شیطان تو بہت ہی اچھا تھا باقی انکل
میری تو آپ سے ایک التجا ہے آپ ہر مہینے ۳ یا ۴ ناول ضرور
لکھا کریں کیونکہ آپ مزید انتظار نہیں ہوتا۔ انکل آپ کی
داد دیتا ہوں کہ آپ نے اتنی اچھی اور تاریخ کی پُراسرار داستان بیان
کی کہ جس کی وجہ سے رہتی دنیا تک پڑھنے والے آپ کو اور موت کے
تعاقب کو محبت اور چاہت سے یاد کیا کریں گے۔ باقی انکل میرے خط
کا جواب دینا نہ بھول جائیے گا۔

فقط والسلام

افتخار احمد مونا کچی آبادی مکان نمبر ۲/F۳۸ بیگم پورہ محمود آباد لاہور ۹
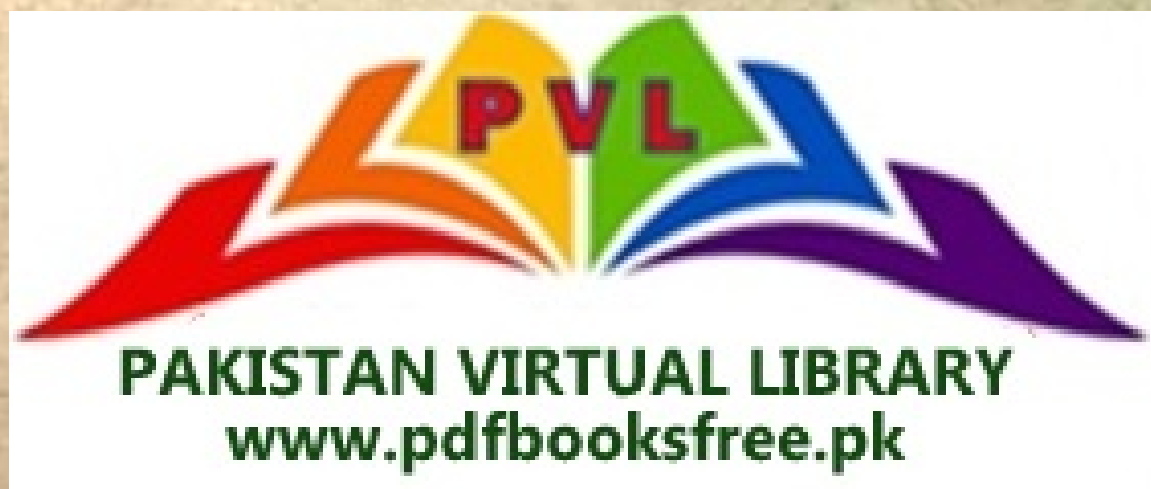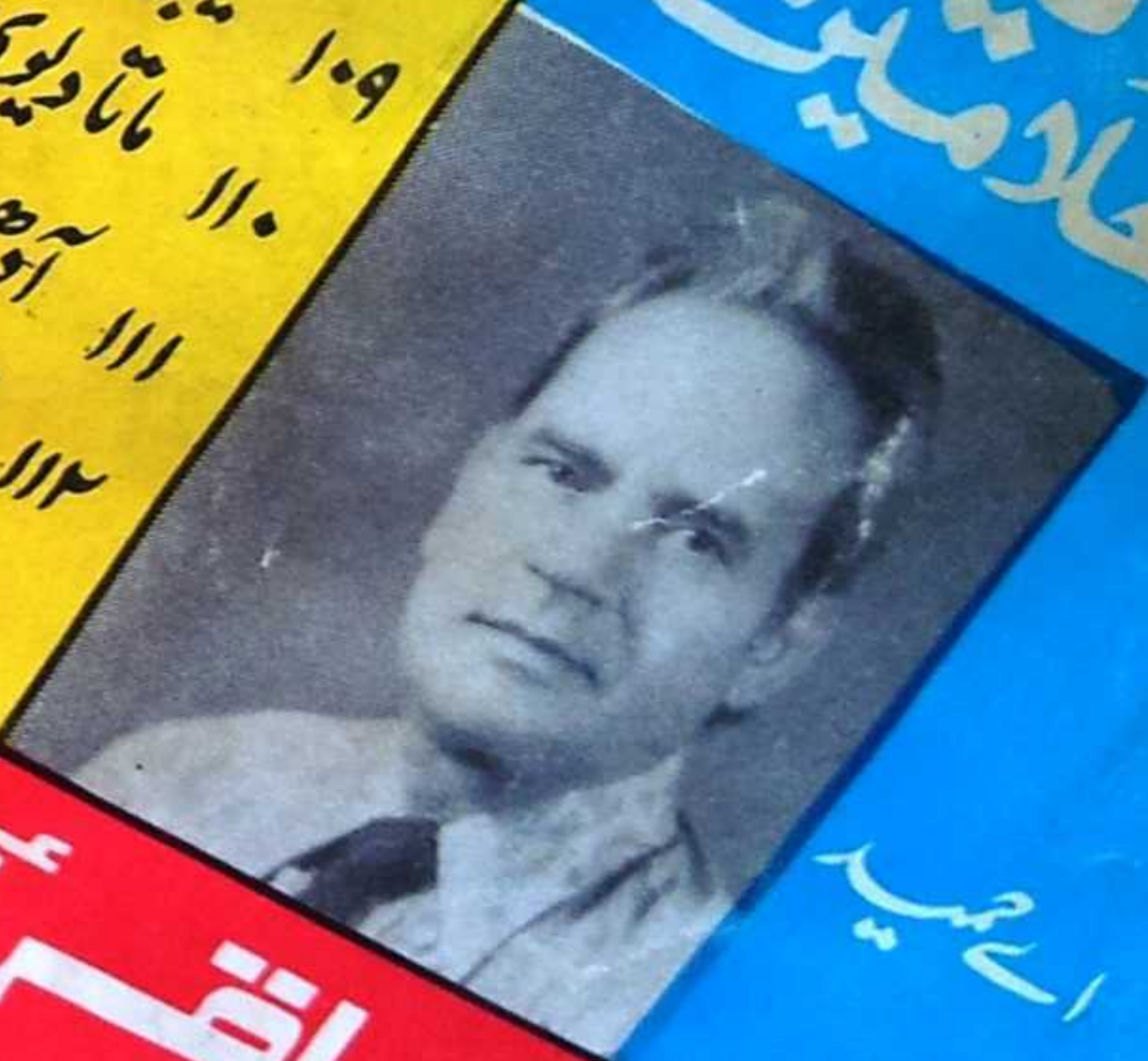
عنبر ناگ ماریا اور کیپٹی خلا میں

اے حمید

نیا مکتبہ اقرأ
۱۴-بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور-۸

غیبی شیشہ

اے حمید

نیا مکتبہ اقرا
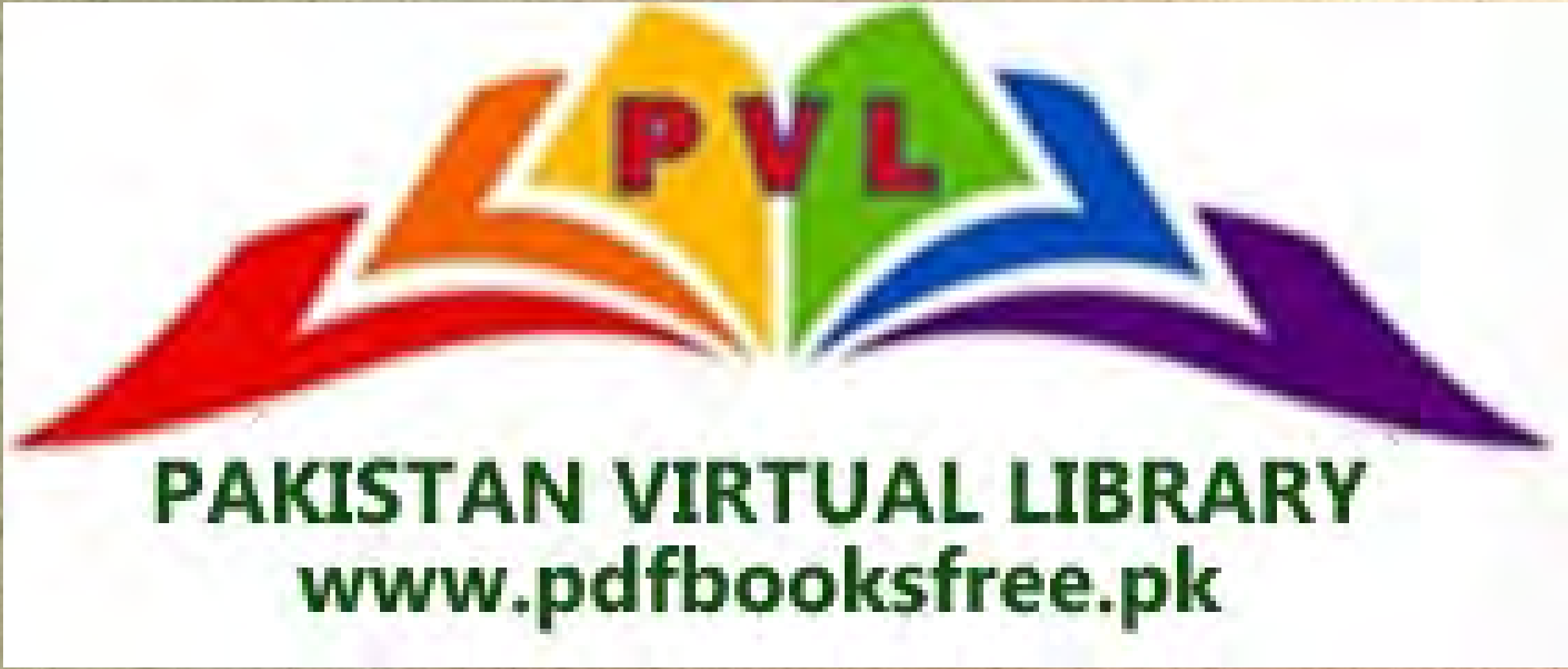
عنبر، ناگ، ماریا اور کیٹی خلا میں

غیبی شیشہ

اے حمید

قیمت : ۵۰/۷ روپے

بار اوّل : ۱۹۸۵
ناشر : نیا مکتبہ اقرار ۱۴-بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور ۸
طابع : تاجدین پرنٹرز آبکاری روڈ، لاہور۔

پیارے دوستو!

عنبر ناگ ماریا اور کیٹی کے خلائی سفر کو آپ لوگ جس طرح پسند کر رہے ہیں اور مجھے پیارے پیارے خط لکھ کر اپنی پسندیدگی کا اظہار کر رہے ہیں اس کے لیے میں آپ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ کی حوصلہ افزائی ہی مجھ سے آپ کے پیارے پیارے ناول لکھواتی ہے۔ عنبر ناگ ماریا کی ایک سو نادیں قسط حاضر ہے۔ دیکھئے اس وقت ان پر کیا گزر رہی ہے اور کیسے کیسے رونگٹے کھڑے کر دینے والے واقعات سے گزر رہے ہیں۔ اس سے زیادہ میں آپ کو اس لیے کچھ نہیں بتاؤں گا کہ کہیں آپ کا مزا کرکرا نہ ہو جائے۔ آپ خود ہی پڑھ کر لطف اٹھائیں۔

میری طرف سے ایک بار پھر شکریہ قبول کریں۔ آپ کے خط ہم ہر قسط کے آخر میں شائع کرتے رہیں گے۔

آپ کا انکل
اے حمید
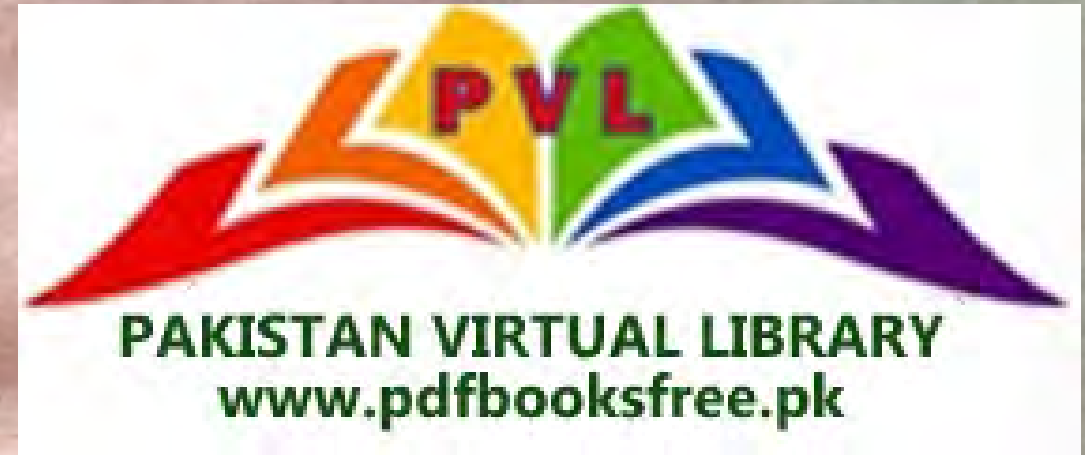
۴۵۴-این-راہ چمن سمن آباد-لاہور۔

ترتیب

قیدی ناگن

ناگ کھنڈر کے چبوترے پہ آ کر بیٹھ گیا۔

وہ خزانے کے سانپ کا انتظار کر رہا تھا جو اس کے لیے قیمتی جواہر لینے کے لیے گیا تھا۔ زرد آنکھوں کا راز ابھی تک حل نہیں ہوا تھا کہ کس کی آنکھیں ہیں وہ ناگ کو کیوں گھور رہی تھیں۔ ناگ کو اتنا معلوم ہو گیا تھا کہ یہ کسی انسان کی آنکھیں ہیں لیکن وہ لومڑی کی آنکھوں کی طرح زرد نہیں۔

ناگ کے چاروں طرف ٹھٹھرتی سرد رات کا گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ سناٹا اتنا گہرا تھا کہ ناگ کو اپنے سانس لینے کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔ ناگ کو آہٹ سنائی دی۔ اس نے دیکھا کہ وہی لمبا کالا سانپ پتھروں اور خشک گھاس میں رینگتا اس کی طرف چلا آ رہا تھا۔ اس کا پھن زمین سے تھوڑا سا اٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنے منہ میں ایک چھوٹا سا ہار پکڑ رکھا تھا۔ جس کے جواہرات اندھیرے میں ستاروں کی طرح چمک رہے تھے۔ سانپ نے قیمتی ہار ناگ کے قدموں میں
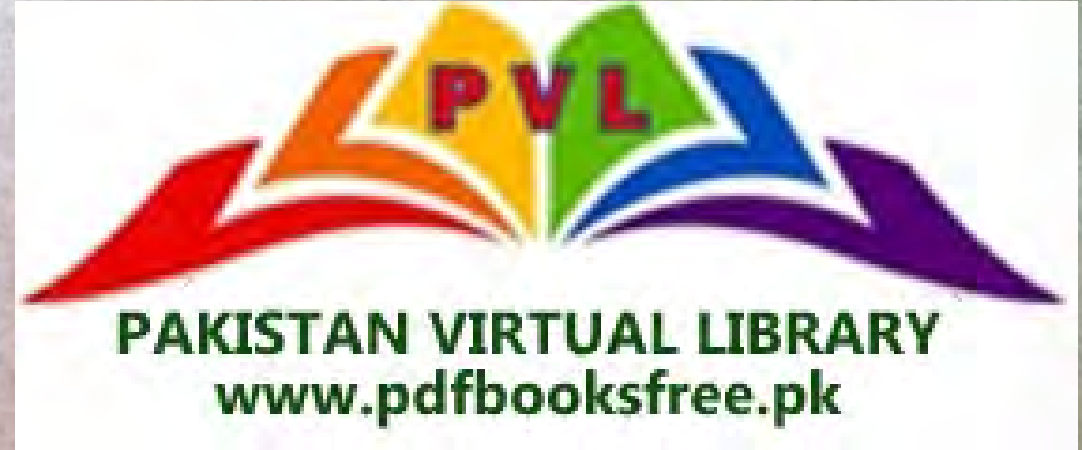
لاکر ڈال دیا اور کہا۔
"مقدس ناگ! کوئی اور حکم کیجیے"۔
ناگ نے ہار اٹھا کر جیب میں رکھ لیا اور کہا۔
"کوئی اور حکم نہیں ہے مگر یہ بتاؤ کہ اس ویران کھنڈر میں تھوڑی دیر بعد زرد آنکھیں کیوں دکھائی دیتی ہیں؟ کیا یہاں کوئی آسیب رہتا ہے؟"
سانپ نے چاروں طرف پھن گھما کر دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"مقدس ناگ! آہستہ بات کریں، یہ ایک خطرناک آسیب ہے۔ جس نے اس قلعے کے کھنڈر پر قبضہ کر رکھا ہے"۔
ناگ نے پوچھا کیا یہ کوئی جن بھوت ہے؟"
سانپ نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور بولا۔
"مقدس ناگ کسی کو کچھ پتہ نہیں ہے کہ یہ آسیب کوئی جن بھوت ہے یا کوئی چڑیل ہے۔ یہاں رہنے والے سارے سانپ اس کے قبضے میں ہیں۔ میں بڑی مشکل سے آپ کے پاس آیا ہوں۔ اس آسیب نے میری ناگن کو عورت بنا کر اپنی قید میں ڈال رکھا ہے۔ میرے بچے اپنی ماں کے لیے

تڑپ رہے ہیں۔ مگر میں اس آسیب کی قید سے اپنی ناگن کو نہیں چھڑا سکتا"۔
یہ سن کر ناگ کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ وہ خود سانپ تھا اس لیے اسے سانپوں سے بے حد ہمدردی تھی اور وہ کسی سانپ کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس نے کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو میں تمہاری ناگن کو اس ظالم آسیب کی قید سے ضرور رہائی دلاؤں گا"۔
کالے سانپ نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔
"نہیں نہیں مقدس ناگ! آپ اپنی جان خطرے میں نہ ڈالیں۔ آسیب بڑا خطرناک ہے۔ اس کی طاقت کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا"۔
یہ ناگ کے لیے ایک چیلنج تھا۔ اس نے گردن اٹھا کر کہا۔

"تم نے مجھے کیا سمجھ رکھا ہے۔ میں ناگ دیوتا ہوں دنیا کا کوئی آسیب، کوئی جن بھوت میرے مقابلے پر نہیں آسکتا۔ میں یہ ہار ایک جگہ دینے جا رہا ہوں ابھی واپس آکر آسیب کی خبر لیتا ہوں"۔
یہ کہہ کر ناگ وہاں سے چل دیا۔

مونا اور اس کا خاوند گھر میں آتشدان کے پاس بیٹھے ناگ
کا انتظار کر رہے تھے۔

فلپ کہہ رہا تھا۔

"میرا خیال ہے وہ ہمارا دل بہلا کر چلا گیا ہے۔
اب وہ کبھی واپس نہیں آئے گا۔ چلو چل کر سو
جاؤ۔"

مونا نے کہا۔

"تم ناگ کو نہیں جانتے فلپ۔ اس کے پاس غیر
معمولی طاقت ہے۔ وہ ضرور واپس آئے گا۔"

اتنے میں ناگ وہاں پہنچ گیا۔ اس کو دیکھ کر فلپ نے
مسکرا کر مذاق میں کہا۔

"معلوم ہوتا ہے تمہیں الہ دین کے جن نے خزانہ لا
کر دے دیا ہوگا۔ مگر تم تو خالی ہاتھ ہو ناگ؟"

ناگ نے جیب میں ہاتھ ڈال کر انتہائی قیمتی جواہرات
والا ہار نکال کر اس کے آگے رکھ دیا اور کہا۔

"اگر تم لوگوں کو الہ دین کے جن کے خزانے کی
ضرورت ہوتی تو میں وہ بھی تمہیں لا کر دے دیتا۔
لیکن مجھے معلوم ہے کہ اس ہار کو بیچ کر تمہارا قرضہ
اتر جائے گا۔ اور ضرورت سے زیادہ میں نے کسی

خزانے سے کبھی کچھ نہیں نکالا۔"

جواہرات کی چمک دمک سے فلپ اور مونا کی آنکھیں
چکا چوند ہو گئیں۔ انہیں ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اتنے
قیمتی ہار کے مالک بن گئے ہیں۔ ناگ نے کہا۔

"اطمینان رکھو۔ یہ چوری کا ہار نہیں ہے بلکہ پرانے
قلعے کے کھنڈر میں سے نکال کر لایا ہوں۔ لیکن
خبردار تم اس خزانے کی کھوج میں مت جانا۔ اس
کی حفاظت بڑا زہریلا سانپ کر رہا ہے۔ یہ غلطی
کبھی نہ کرنا۔"

مونا نے ناگ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا۔

"میرے بھائی تم نے اپنی بہن کا گھر اجڑنے سے
بچا لیا ہے۔ اب ہم اس ہار کو فروخت کر کے
اپنا سارا قرضہ اتار دیں گے۔"

فلپ بھی بے حد خوش تھا۔ بار بار قیمتی ہار کو دیکھ رہا
تھا۔ کہنے لگا۔

"اس ہار کو بیچ کر اور قرضہ ادا کرنے کے بعد
بھی ہمارے پاس اتنی دولت بچ جائے گی کہ
ہم اپنے لیے مچھلیاں پکڑنے والی نئی کشتی خرید سکتے
ہیں۔"

ناگ بولا۔

"خدا تم دونوں کو سلامت رکھے۔ لیکن میں ایک بار پھر تاکید کرتا ہوں، کہ لالچ کبھی نہ کرنا۔ لالچ کا انجام ہمیشہ بُرا ہوتا ہے۔ اچھا اب میں جا رہا ہوں۔"

"کہاں؟ اتنی رات گئے تم کہاں جاؤ گے؟"

قلپ نے ناگ سے کہا۔ مونا بھی ناگ کو باہر جانے سے منع کرنے لگی۔ ناگ نے کہا۔

"مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔ میں یہاں نہیں رُک سکتا۔ زندگی رہی تو پھر کبھی ملاقات ہوگی۔ اچھا خدا حافظ!"

یہ کہہ کر ناگ نے سلام کیا اور وہاں سے چلا گیا۔

مونا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اسے ناگ سے بھائیوں ایسا پیار ہو گیا تھا۔ ناگ نے اس کی مدد بھی بہت کی تھی۔ لیکن ناگ کو خزانے کے سانپ کی ناگن کو ظالم آسیب سے بچانے جانا تھا اور وہ اس کا وعدہ کر کے آیا تھا۔ ناگ سنسان اندھیری سڑکوں پر سے ہوتا ہوا شہر سے باہر اندھیرے میں ڈوبے ہوئے ویران اور تاریک قلعے کے کھنڈر میں آ گیا۔

قلعے کے کھنڈر میں چبوترے کے پاس پہنچتے ہی ناگ نے ان زرد آنکھوں کو ایک بار پھر دیکھا۔ یہ آنکھیں ایک ستون کے پیچھے سے اسے جھانک رہی تھیں۔ ناگ نے چلا کر کہا۔

"کون ہو تم؟ سامنے آؤ۔ تم نے کالے سانپ کی ناگن کو کیوں قید کر رکھا ہے۔ اسے آزاد کر دو۔ نہیں تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

زرد آنکھیں ایک دم سے غائب ہو گئیں۔

ناگ نے کالے سانپ کو آواز دی۔ اسی ستون کے پیچھے سے کالا سانپ نکل کر ناگ کے سامنے آ گیا اور سہمی ہوئی آواز میں بولا۔

"مقدس ناگ! آسیب کہیں آپ کو نقصان نہ پہنچا دے۔ آپ کی زندگی ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔"

ناگ نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"تم مجھے بزدل سمجھتے ہو کیا؟ چلو۔ مجھے اس جگہ لے کر چلو جہاں تمہاری ناگن کو آسیب نے قید کر رکھا ہے۔"

یہ کہہ ناگ نے سانپ کی شکل اختیار کر لی۔ کالا سانپ

ناگ کو لے کر کھنڈر میں ایک سوراخ میں گھس گیا۔ یہ سوراخ
آگے جا کر ایک غار میں نکل گیا۔ یہاں ناگ نے دیکھا کہ جگہ
جگہ لمبوترے پتھر زمین میں سے کانٹوں کی طرح باہر کو نکلے
ہوئے ہیں۔ ایک جگہ دیوار کے ساتھ ایک بڑا سا مرتبان رکھا
تھا جو اوپر سے ڈھکا ہوا تھا۔ کالے سانپ نے اس مرتبان
کی طرف اشارہ کیا اور سرگوشی میں کہا۔

"مقدس ناگ! آسیب نے میری ناگن کو اس
مرتبان میں ڈال کر بند کر رکھا ہے۔ مگر وہ خود
مرتبان سے باہر نہیں نکل سکتی۔ اس کو نکالنے کے
لیے تمہیں بھی مرتبان میں جانا ہوگا۔ لیکن میں پھر
کہوں گا کہ آپ اپنی جان خطرے میں نہ ڈالیں۔ آسیب
کسی وقت بھی یہاں پہنچ جائے گا۔"

ناگ نے سانپ کی سرزنش کی اور کہا۔

"پرے ہٹ جاؤ۔ تم بزدل سانپ ہو جو اپنی بیوی
کی بھی مدد کرنے سے گھبرا رہے ہو۔ میں مرتبان میں
جا کر تمہاری ناگن کو باہر نکال کر لاؤں گا۔"

یہ کہہ کر ناگ مرتبان کی طرف بڑھا۔

ناگ کے دل میں قیدی ناگن کی مدد کا جذبہ اتنا شدید تھا
کہ اس نے کچھ سوچے سمجھے بغیر مرتبان کا ڈھکنا اٹھا دیا اور

اس کے اندر داخل ہو گیا۔ دوستو! ایک بات ہمیشہ یاد رکھو
کہ جب کوئی تمہارے پاس اپنی درد بھری کہانی سنانے
آئے تو اس کی مدد کرنے سے پہلے ہمیشہ اچھی طرح سوچ سمجھ
لو کہ کہیں یہ آدمی تمہیں کسی جال میں تو نہیں پھنسا رہا۔ جب
تمہیں یقین ہو جائے کہ وہ واقعی دکھی انسان ہے اور تم اس
کی مدد کر سکتے ہو تو پھر اللہ کے بھروسے اس کی ضرور مدد
کرو۔

لیکن ناگ جذبات میں آ گیا تھا اور اس نے سوچا ہی نہیں
کہ کہیں اس کے ساتھ دھوکہ تو نہیں ہو رہا۔ جونہی وہ مرتبان
میں داخل ہوا باہر کالے سانپ نے اپنی جون بدل لی۔ ایک بجلی
سی چمکی اور کالا سانپ جو ناگ کو اپنی ناگن کا جھوٹا قصہ سنا
کر وہاں لایا تھا ایک آسیب میں تبدیل ہو گیا۔ اس کا سیاہ جسم
کسی بھوت کی طرح بن گیا اور لومڑ ایسے سر پر دو زرد آنکھیں
چمکنے لگیں۔ یہ وہی زرد آنکھیں تھیں جو ناگ کو کھنڈر میں گھور
رہی تھیں۔ اصل میں اس آسیب نے ناگ کو پھانسنے کے لیے
سارا جال پھیلایا تھا۔

آسیب نے فوراً مرتبان کا ڈھکنا بند کر دیا۔
ڈھکنا بند ہوتے ہی مرتبان میں سفید رنگ کی گیس نکلنا
شروع ہو گئی۔ ناگ نے گھبرا کر اپنا پھن اوپر اٹھایا۔ مرتبان

کا منہ بند ہو گیا تھا۔ اس نے سانس اوپر کھینچا کہ کسی جنگلی درندے
کا روپ اختیار کر لے تاکہ اس کے زور سے مرتبان ٹوٹ
جائے اور وہ باہر نکل سکے لیکن سانس اوپر کھینچتے ہی مرتبان
میں پھیلی ہوئی سفید گیس ناگ کے جسم میں داخل ہو گئی اور ناگ
اپنی جگہ سے اُچھلا اور اسے اپنا جسم سانپ سے ایک نیلے رنگ
کے خونخوار چیتے میں بدلتا محسوس ہوا۔ وہ اپنے جسم کو ایک خونخوار
درندے کی شکل میں بڑا ہوتے دیکھ رہا تھا۔ مرتبان ٹوٹ گیا۔
وہ مرتبان سے باہر تھا۔

ناگ شیر سے بھی بڑے سائز کے چیتے کی شکل میں غار
میں کھڑا غرا رہا تھا۔ اس کے چاروں ہاتھوں کے نوکیلے پنجے
باہر نکلے ہوئے تھے۔ ناگ نے اپنے سامنے دیوار کے پاس
ایک بھوت ایسے اونچے لمبے آدمی کو کھڑے دیکھا جس کی
زرد آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ناگ کو یاد آگیا کہ یہ وہی زرد
آنکھیں تھیں جو کچھ دیر پہلے اسے کھنڈر کی تاریکیوں میں کبھی
ستونوں اور کبھی ٹوٹی ہوئی دیواروں کے پیچھے سے دیکھ رہی
تھیں۔

ناگ نے محسوس کیا کہ اس کی یاد داشت تو قائم ہے مگر
اس کا سر اپنے آپ اس بھوت نما انسان کے سامنے جھکا
جا رہا ہے۔ یہ قلعے کا آسیب تھا۔ اس نے ایک بھیانک قہقہہ

لگایا اور ناگ سے کہا۔

"ناگ! مجھے ایک عرصے سے تمہارا ہی انتظار تھا۔
اب تم میرے غلام ہو۔ میں تمہیں جو حکم دُوں
گا تم وہی کرو گے۔"

آسیبی انسان نے ہاتھ بلند کر کے چھت سے لٹکتی ہوئی
زنجیر کو جھٹکا دے کر نیچے کھینچا اور ناگ کی گردن میں اسے
باندھ دیا۔ ناگ آہستہ آہستہ غراتا رہا مگر نہ جانے اس آسیبی
بھوت میں کیا بات تھی کہ ناگ اس کے سامنے اپنی گردن
اونچی نہیں کر سکتا تھا۔

آسیبی بھوت نے ناگ کی زنجیر کو غار کی ایک اُبھری
ہوئی پتھریلی کھونٹی سے باندھ دیا اور گرج دار ڈراؤنی آواز
میں بولا۔

"تم یہاں سے کبھی آزاد نہیں ہو گے۔ مجھے تم
سے ایک کام لینا ہے۔ یہی وہ خطرناک کام ہے
جس کی خاطر میں نے تمہیں اپنا غلام بنا لیا ہے۔"

یہ کہہ کر آسیبی بھوت قہقہہ لگاتا وہاں سے غائب ہو گیا۔
ناگ نے آسیبی بھوت کے جانے کے بعد اپنی حالت پر
غور کیا۔

اس کی یاد داشت بالکل ٹھیک تھی۔ اسے عنبر ماریا کیٹی

اور تھیوسانگ اسی طرح یاد آرہے تھے۔ وہ اپنے تصور میں
ان کی شکلیں بھی دیکھ سکتا تھا۔ اسے یہ بھی یاد تھا کہ وہ ناگ
ہے۔ سانپ ہے اور اپنی جون بدل لیا کرتا تھا۔ اس نے سانس
اوپر کھینچ کر اپنی جون بدلنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو
سکا۔ وہ سمجھ گیا اس کی طاقت جاتی رہی ہے۔ اب وہ کوئی
دوسری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

ناگ کو اچانک خیال آیا کہ اُسے سفید سانپ کے پاس
واپس جانا ہے۔ تاکہ انسانوں کو ان درندہ اور وحشی قاتلوں سے
نجات دلا سکے جو ہر ہفتے ایک نئے بے گناہ انسان کو پھانس
کر قلعے میں اس کی کھوپڑی اترواتے کا ہولناک منظر دیکھتے
ہیں۔ اگر وہ وہاں جا کر قلعے کو تباہ نہ کر سکا تو نہ جانے کب
تک یہ وحشی لوگ انسانوں کا خون بہاتے رہیں گے۔

ناگ نے زور لگا کر زنجیر کو توڑنا چاہا مگر وہ ایسا نہ کر سکا
لوہے کی زنجیر بہت مضبوط تھی۔ ناگ ایک غصیلے چیتے کی طرح
بیٹھ گیا اور اپنا چوڑے نتھنوں اور نوکیلے زرد دانتوں والا
بھاری بھرکم سر اپنے پنجوں کے اوپر رکھ کر سوچنے لگا کہ اسے
کیا کرنا چاہیئے؟

اس کو کالے سانپ کا خیال آیا۔ اسے یہ معلوم ہی نہیں
تھا کہ یہی وہ آسیبی بھوت تھا جو مکارانہ چال کے ساتھ

کالے سانپ بن کر اس کے پاس آیا تھا۔ ناگ نے سانپ
کی آواز میں آواز دی۔ مگر وہاں کسی نے اس کی آواز نہ
سنی۔ کوئی سانپ نہ آیا۔ اسے محسوس ہوا کہ شاید وہ پوری
طرح سانپ کی زبان میں آواز نہیں نکال سکا تھا۔

ناگ سخت مایوسی کے عالم میں خاموش ہو کر بیٹھا
رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسے اگلے روز شام تک ضرور واپس
بھیانک قلعے کے جنگل میں سفید سانپ کے پاس پہنچ جانا چاہیئے
کیونکہ اگلی رات کاونٹ گارشاں ناگ کا طلسمی کھیل دیکھنے
کے لیے اپنے تمام وحشی دوستوں کے ساتھ قلعے کے تھیٹر
ہال میں موجود ہوگا۔ اور ناگ کو قلعے کی عقبی دیوار میں
سے خاص پتھر کو باہر کھینچ کر سارے قلعے کو تباہ و برباد کر
دینا تھا تاکہ اس کے ساتھ ہی وہ سارے درندہ نما لوگ
بھی ختم ہو جائیں جو انسانوں کو نہ جانے کب سے اپنی درندگی
کا شکار بنا رہے تھے۔

لیکن سوال یہ تھا کہ ناگ وہاں تک کیسے جائے۔ وہ
تو آسیبی بھوت کی قید میں تھا۔ اس کے طلسم سے وہ ناگ
سے چیتا بن چکا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ یہ آسیبی بھوت
اس سے کیا کام لینا چاہتا ہے؟ ضرور یہ کوئی بڑا مکروہ اور
لوگوں کو تہس نہس کرنے والا کام ہوگا۔

لیکن اس وقت ناگ کاؤنٹ گارشاں کے قلعے کی طرف جانے کو بے تاب تھا۔ ناگ نے دل میں دیوی طلالہ کا خیال کیا۔ آج اسے دیوی طلالہ کا بڑے عرصے بعد خیال آیا تھا۔ اس دیوی نے ہمیشہ ان تینوں کی مدد کی تھی۔ ناگ نے دیوی طلالہ کا خیال دل میں لا کر کہا۔

"عظیم دیوی! میری مدد کرو۔ میں عجیب مشکل میں پھنس گیا ہوں"

اس کی فریاد کا کوئی اثر نہ ہوا۔ جب تیسری بار ناگ نے دیوی طلالہ کو پکارا تو دیوی طلالہ کی شکل سامنے دیوار میں نمودار ہوئی۔ ناگ نے سر جھکا لیا اور کہا۔

"دیوی طلالہ مجھ سے بھول ہو گئی کہ سوچے سمجھے بغیر اس میدان میں کود پڑا۔ میری مدد کرو۔"

دیوی طلالہ کی آواز آئی۔

"ناگ تم نے اپنے آپ کو بڑی بھیانک مصیبت میں مبتلا کر لیا ہے۔ میں تمہاری کھوئی ہوئی طاقت اور تمہاری انسانی شکل تمہیں واپس نہیں کر سکتی لیکن تمہیں اتنی طاقت ضرور واپس دے سکتی ہوں۔ تم زنجیر توڑ کر یہاں سے نکل سکتے ہو۔ اس سے زیادہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔"

یہ کہہ کر طلالہ دیوی کا ہیولا غائب ہو گیا۔ ناگ نے تھوڑا زور لگا کر گردن کو جھٹکا دیا تو اس کی زنجیر ٹوٹ کر الگ ہو گئی۔ ناگ آزاد تھا۔ وہ غار میں ایک طرف کو چلنے لگا۔ وہ اپنے چیتے کے بڑے بڑے نوکیلے ناخنوں والے چاروں پنجے زمین پر رکھ کر آگے بڑھ رہا تھا۔ یہ ایک بھاری بھر کم قوی ہیکل نیلے رنگ کا چیتا تھا۔ جس کی زرد آنکھیں بجلی کی طرح دور سے دکھائی دیتی تھیں۔

غار آگے جا کر تنگ ہو گیا۔ ایک پتھریلا زینہ اوپر کو جاتا تھا۔ ناگ اوپر چڑھا تو اسے روشنی دکھائی دی۔ یہ دن کی روشنی تھی۔ ناگ غار میں سے باہر نکلا تو دیکھا کہ سورج آہستہ آہستہ ڈھل رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ اسے شام ...ے کاؤنٹ گارشاں کے قلعے میں پہنچ جانا چاہیئے تھا۔ کیونکہ ...طرح رات تماشہ دیکھنے کے لیے وہاں سارے وحشی لوگ جمع ہو رہے تھے۔ ناگ نے کھنڈر سے نکل کر دوڑنا شروع کر دیا۔

وہ یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا کہ اس کے جسم میں ...لی ایسی پھرتی اور لچکیلا پن آگیا تھا اور وہ بڑی تیز ...تاری سے دوڑ سکتا تھا۔ چیتے کی رفتار ویسے بھی ساٹھ ستر میل فی گھنٹہ سے زیادہ ہوتی ہے۔ ناگ دریا کے کنارے

آگیا۔ وہ ویران جگہوں سے دوڑتا ہوا گزر رہا تھا کہ کوئی ا
دیکھ نہ لے۔ اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں آسیبی بھوت
کو جادو کے ذریعے اس کے فرار کا علم نہ ہو گیا تو
وہ اسے وہیں پتھر بنا کر رکھ دے گا۔

مگر ناگ ایک بھلائی کے کام کے لیے جا رہا تھا انسانیت
کی بھلائی کا یہ کام وہ خوب سوچ سمجھ کر رہا تھا۔ اسے
معلوم تھا کہ آج رات سارے زندہ نما وحشی لوگ تھیٹر
میں جمع ہوں گے اور اگر آج رات انہیں نیست و نابود نہ
کیا گیا تو ہو سکتا ہے ناگ کو اس کے بعد کوئی موقع نہ مل سکے
نہ جانے آسیبی بھوت اسے کہاں سے کہاں لے جائے اور
ہیبتناک قلعے کے اندر انسانوں کے قتل کا خونی کھیل کبھی بند
نہیں ہو سکے گا۔

ناگ کی یعنی نیلے چیتے کی رفتار اسی میل فی گھنٹہ تک پہنچ
گئی تھی۔ وہ بجلی کی طرح لہراتا جھاڑیوں، درختوں اور لمبی
گھاس میں دوڑتا چلا جا رہا تھا۔ ابھی سورج پوری طرح غر
نہیں ہوا تھا کہ ناگ کو دور آتش فشاں پہاڑوں کے عقب
کاؤنٹ کے خونی قلعے کے سیاہ مینار سے نظر آنے لگے
آتش فشاں پہاڑ میں سے آج کچھ زیادہ ہی دھوا
اٹھ رہا تھا۔

ناگ زقندیں بھرتا اس جنگل میں پہنچ گیا جہاں غار میں اس
نے سفید سانپ کو انتظار کرنے کے لیے کہا تھا۔ اس نے
دیکھا کہ غار کے منہ پہ ایک طرف پتھروں کے پیچھے سفید سانپ
پھن اٹھائے کھڑا تھا۔ اپنے سامنے نیلے رنگ کے بہت بڑے
چیتے کو دیکھ کر سفید سانپ نے اپنا سر جھکا دیا۔

ناگ سمجھ گیا کہ سفید سانپ کو ناگ دیوتا کی بو آگئی ہے۔

سفید سانپ نے کہا۔

"مقدس ناگ! آپ چیتے کی شکل میں کیوں ہیں؟"

ناگ نے سانپ کی آواز میں کہا۔

"یہ ایک دردناک کہانی ہے۔ کیا تم میری بات سمجھ
رہے ہو؟"

"کیوں نہیں مقدس ناگ!" سفید سانپ نے کہا۔ "آپ
کی زبان مجھے بڑی آسانی سے سمجھ میں آ رہی ہے"

اب ناگ نے سفید سانپ کو اپنے ساتھ گزرا ہوا دردناک
واقعہ سنایا اور کہا۔

"آسیبی بھوت کے جادو کا مجھ پہ وقتی اثر ہو گیا
ہے میں اس کا کوئی نہ کوئی توڑ نکال لوں گا۔ لیکن
اس وقت سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہمیں یہ معلوم
کرنا ہو گا کہ قلعے کے تھیٹر ہال میں تماشائی جمع ہو

رہے ہیں کہ نہیں۔ کیونکہ آج مجھے وہاں طلسمی تماشہ دکھانا ہے۔"

سفید سانپ کہنے لگا۔

"عظیم ناگ دیوتا! یہ تو میں ابھی جا کر معلوم کئے دیتا ہوں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا آپ وہاں جا کر طلسمی کھیل دکھا سکیں گے؟ آپ تو اپنی جون نہیں بدل سکتے۔"

ناگ بولا۔

"اس کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ ظاہر ہے وہاں خونخوار تماشائی جمع ہو جائیں گے۔ جب ہال بھر جائے گا تو وہ میرا انتظار کریں گے۔ اتنی دیر میں پتھر نکال کر قلعے کو گرا دوں گا۔

ناگ نے سفید سانپ سے پوچھا کہ کیا اس نے قلعے کے اندر رہنے والے سانپوں کو خبردار کر دیا ہے۔ سفید سانپ نے کہا۔

"ان کو میں نے آج ہی وہاں سے نکل جانے کو کہہ دیا تھا۔ وہ سارے کے سارے قلعے کے نیچے سے نکل کر اس جنگل میں آ گئے ہوئے ہیں۔"

ناگ بولا۔

"بہت خوب! اب شام کا اندھیرا ہو رہا ہے میرے ساتھ آؤ۔ ہم قلعے کی طرف جائیں گے۔"

ناگ نے سفید سانپ کو اپنی پیٹھ پر بٹھایا اور قلعے کی طرف دوڑنے لگا۔ راستے میں انہوں نے دیکھا کہ آتش فشاں پہاڑ میں سے بڑا ہی گاڑھا سیاہ دھواں اُٹھ رہا تھا۔ سفید سانپ نے کہا۔

"مقدس ناگ! آتش فشاں پہاڑ کے ارادے اچھے نہیں لگتے۔"

ناگ چیتے کی شکل میں دوڑتا چلا جا رہا تھا۔

وہ قلعے کی عقبی دیوار میں اس جگہ آ کر رُک گیا جہاں ایک بھاری پتھر باہر کو نکلا ہوا تھا۔ سفید سانپ نے اس پتھر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"مقدس ناگ! یہی وہ پتھر ہے جس پر اس قلعے کی ساری عمارت کھڑی ہے۔ اگر اس پتھر کو یہاں سے باہر کھینچ لیا جائے تو قلعے کی ساری عمارت دھڑام سے گر پڑے گی۔"

ناگ پتھر کے قریب آیا اور سفید سانپ سے کہنے لگا۔

"قلعے میں جاؤ اور معلوم کر کے آؤ کہ لوگ جمع ہو گئے ہیں کہ نہیں۔"

سفید سانپ فوراً وہاں سے قلعے کے دروازے کی طرف
بھاگا۔ اس وقت تک شام کا اندھیرا رات کے اندھیرے میں
گھل مل گیا تھا۔ ناگ چیتے کی شکل میں قلعے کی پچھلی دیوار کے
ساتھ لگ کر بیٹھا تھا۔ اُسے ایک ہلکی سی گڑگڑاہٹ
کی آواز سنائی دی۔

یہ آتش فشاں پہاڑ کی گڑگڑاہٹ تھی۔ اس میں سے
سُرخ لاوا اوپر کو اچھلا اور پھر گہری خاموشی چھا گئی۔
ناگ نے سفید سانپ کو واپس آتے دیکھا۔ اس نے آتے
ہی بتایا کہ قلعے میں سارے تماشائی ہال میں جمع ہو کر
شور مچا رہے ہیں کہ طلسمی تماشہ دکھاؤ۔

"کاؤنٹ گارشاں کہاں ہے؟" ناگ نے پوچھا۔

سفید سانپ بولا۔

"وہ سٹیج پر کھڑا لوگوں کو خاموش رہنے کے لیے
کہہ رہا ہے کہ ابھی تھوڑی دیر میں طلسمی کھیل شروع
ہونے والا ہے۔"

ناگ نے کہا۔

"اب مجھے یہ پتھر یہاں سے نکال دینا چاہیئے
کیونکہ اگر دیر ہو گئی تو لوگ ہال سے باہر آ
جائیں گے اور سارا منصوبہ دھرے کا دھرہ

رہ جائے گا۔"

سفید سانپ نے کہا۔

"مگر مقدس ناگ! یہ پتھر آپ باہر نکال سکیں گے؟"

ناگ بولا۔

"دیوی طلالہ نے میری اتنی طاقت بحال کر
دی ہے کہ میں اس پتھر کو باہر نکال سکوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی ناگ نے اپنے دونوں پنجوں سے
باہر نکلے ہوئے سیاہ پتھر کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور
اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا۔ پہلے جھٹکے میں پتھر ذرا سا
کھسکا۔ دوسرے جھٹکے میں پتھر قلعے کی دیوار سے باہر آگیا
پتھر کے باہر آتے ہی قلعے کی دیوار کانپ کر لرزی۔
ناگ اور سفید سانپ دوڑ کر دیوار سے پرے ہو گئے۔
ان کے دیکھتے دیکھتے قلعے کی دیوار گر پڑی۔ اس کے
بعد انہوں نے قلعے کے میناروں کو ہلتے دیکھا۔ یہ مینار
جھوم کر ایک طرف کو دھڑام دھڑام سے گر پڑے۔
پھر قلعے میں چاروں طرف تباہی مچ گئی۔ قلعہ گر رہا تھا۔
تھیٹر کے ہال کمرے میں کاؤنٹ گارشاں اپنے
ساتھیوں کے ہمراہ سٹیج پر کھڑا درندہ تماشائیوں کو تسلی دے
رہا تھا۔ کہ اچانک ہال کمرے کی دیواریں لڑکھڑائیں اور

پھر ہال کی چھت ایک زبردست کڑاکے کے ساتھ ٹوٹی اور واویلا
مچاتے چیختے چلاتے تماشائیوں پر دھڑام سے گر پڑی۔ وہ
وحشی ظالم لوگ جو آج تک نہ جانے کتنے معصوم انسانوں کو
موت کی نیند سُلا چکے تھے دیکھتے دیکھتے بھاری پتھروں میں
پس کر رہ گئے۔

سچ ہے ظالم کا انجام ہمیشہ عبرت ناک ہوتا ہے۔

کاؤنٹ گارشان بھی اپنے جلاد نما ساتھیوں کے ساتھ اس
قلعے میں دب کر مر گیا۔ اس عبرت ناک تباہی کا منظر سفید سانپ
اور ناگ قلعے سے دُور کھڑے دیکھ رہے تھے۔ جب قلعہ کھنڈر
کا ڈھیر بن گیا تو ناگ نے سفید سانپ سے کہا۔

"چلو۔ واپس جنگل میں تمہارے دادا سانپ کے پاس
چلتے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ میرے طلسم کے بارے
میں میری کچھ مدد کر سکے۔"

وہ جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔

ابھی وہ جنگل کے قریب ہی پہنچے تھے کہ اچانک زمین کانپی
جیسے بھونچال آ گیا ہو۔ درخت اپنی اپنی جگہوں پر لرزنے
لگے۔ سفید سانپ نے کہا۔

"مقدس ناگ! آتش فشاں پہاڑ پھٹ رہا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی ایک بھیانک دھماکہ ہوا اور آتش فشاں

پہاڑ پھٹ گیا۔ اس میں سے لاوے کا کھولتا ہوا دریا بہنے لگا۔
اس لاوے کا رُخ قلعے کی طرف تھا جہاں کھنڈروں کا ڈھیر بنا
ہوا تھا۔

سفید سانپ نے کہا۔

"لاوا جنگل کی طرف نہیں آ رہا۔ پھر بھی ہمیں دادا سانپ
اور دوسرے سانپوں کو لے کر یہاں سے دریا کے
پتن کی طرف نکل جانا چاہیے۔"

آتش فشاں پہاڑ میں رہ رہ کر دھماکے ہو رہے تھے۔
بڑے بڑے پتھر اوپر کو اُڑ کر زمین پر دھماکوں کے ساتھ
گر رہے تھے۔ زرد رنگ کا کھولتا ہوا لاوا قلعے کی طرف بڑھتا
جا رہا تھا۔ وہ قلعے کے کھنڈروں کو اپنی آغوش میں لینے کو
بے تاب تھا۔ یہ جہنم کی آگ تھی جو انسانوں کو ہلاک کرنے
والے ظالموں کی لاشوں سے ان کے گناہوں کا بدلہ لینے جا
رہی تھی۔

ابھی تک لاوے نے جنگل کا رُخ نہیں کیا تھا۔

سفید سانپ اور ناگ دادا سانپ کی کھوہ میں پہنچے تو
دیکھا کہ وہاں دوسرے سانپ بھی جمع تھے۔ سارے سانپ
ناگ کے آگے جھک گئے۔ دادا سانپ نے ناگ کو چیتے
کی شکل میں دیکھا تو کمزور آواز میں بولا۔

"مقدس ناگ! کیا آپ پر کسی کا طلسم کا اثر ہو
گیا ہے؟"
ناگ نے اپنے نوکیلے پنجوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"دادا سانپ! تم دیکھ رہے ہو کہ میں اپنی اصلی
شکل میں نہیں ہوں۔"
پھر ناگ نے اسے آسیبی بھوت کے بارے میں بتایا۔
جس نے دھوکے سے اسے طلسمی مرتبان میں ڈال کر چیتا بنا
دیا۔

"اب میں کوشش بھی کرتا ہوں تو دوبارہ اپنی
شکل پھر واپس نہیں آتا۔ اس سلسلے میں دیوی
طلالہ بھی مجبور ہے۔"

دادا سانپ خاموش تھا۔ سارے سانپ سر جھکائے
اداس تھے۔ سفید سانپ بھی پریشان تھا۔ ان کے مقدس
ناگ پر مشکل آن پڑی تھی۔ اور وہ خواہش کے باوجود اس
کی کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ دادا سانپ نے کچھ دیر
خاموش رہنے کے بعد کہا۔
"مقدس ناگ! آپ کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ میری
آپ کے سامنے کوئی حثیت نہیں ہے۔ مگر میں
ایک بوڑھا سانپ ہوں اور اس دنیا پر میرا

تجربہ بہت زیادہ ہے۔"
ناگ نے پوچھا۔
"تم کیا کہنا چاہتے ہو دادا سانپ؟"
دادا سانپ بولا۔
"میں یہ کہنا چاہتا ہوں مقدس ناگ کہ اس طلسم
کا توڑ میں جانتا ہوں۔"
سارے سانپ دادا سانپ کا منہ تکنے لگے۔ ناگ نے
بے دلی سے پوچھا کہ وہ کون سا توڑ ہے؟ کیونکہ اسے یقین
نہیں آتا تھا کہ بوڑھا سانپ اس کی کچھ مدد کر سکے گا۔

پتھر کی روح

دادا سانپ نے کہا۔

"مقدس ناگ! جس آسیب نے آپ پر طلسم کیا ہے وہ اس علاقے کا سب سے پرانا آسیب ہے۔ اس نے سانپ کا روپ دھار کر آپ کو دھوکے سے اپنی غار میں بلایا۔ اس طرف علاقے کا کبھی کوئی سانپ بھی خوف کے مارے نہیں جاتا۔"

ناگ نے غرا کر کہا۔

"میں اِس آسیب سے نہیں ڈرتا۔ اگر تم اس طلسم کا کوئی توڑ جانتے ہو تو مجھے بتاؤ۔ میں زیادہ باتیں نہیں سننا چاہتا۔"

دادا سانپ نے معذرت پیش کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے معاف کر دیں مقدس ناگ! اب میں آپ کو اس طلسم کا توڑ بتاتا ہوں۔ ہمارے بزرگ کہا کرتے تھے کہ دریا کنارے والے غار

میں ایک آسیبی بھوت رہتا ہے جو انسانی سانپ کا دشمن ہے اور اگر کوئی انسانی سانپ اس کے ہاتھ لگ جائے تو وہ اسے درندہ بنا کر شہر کی طرف بھیجتا ہے تاکہ وہ معصوم شہریوں کو ہلاک کر کے اس کے پاس لائے۔ آپ اس کے غار سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ یہ اچھا ہوا اب میں آپ کو وہ توڑ بتاتا ہوں جو ہمارے بزرگ سانپ ہمیں بتایا کرتے تھے۔"

ناگ نے جھنجھلا کر کہا۔

"دادا سانپ! مجھے توڑ بتاؤ۔"

دادا سانپ نے آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے کہا۔

"مقدس ناگ! میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ یہاں سے شمال کی جانب جہاں زمین ختم ہو جاتی ہے وہاں اونچی اونچی پہاڑیوں کے درمیان شیطانی وادی ہے جہاں نقاب پوش شیطانوں کی حکومت ہوتی ہے۔ ان کا بادشاہ ایک نقاب پوش شیطان فوڈلا ہے۔ یہ ایک جادوگر بھی ہے اس نے ایک نقلی چاند بنا رکھا ہے جو ہر روز ایک کنوئیں کے اندر سے نکل کر پہاڑیوں

کے اوپر آکر روشن ہو جاتا ہے۔ اس مصنوعی چاند
کے اندر مٹی کا ایک انسانی پتلا ہے۔ اس پتلے کے
جسم میں ایک کیل کھبا ہوا ہے۔ اگر آپ اس
پتلے تک پہنچ کر اس کے جسم سے یہ کیل اکھاڑ
کر پھینک دیں تو نہ صرف یہ کہ آپ دوبارا انسانی
شکل میں آجائیں گے۔ بلکہ اس شیطانی بستی پر سے
بھی طلسم کا اثر ختم ہو جائے گا۔"
ناگ بڑی توجہ سے دادا سانپ کی باتیں سن رہا تھا۔
وہ کہنے لگا۔
"میں مصنوعی چاند کے اندر پہنچ کر اس پتلے کو توڑ
ڈالوں گا۔"
دادا سانپ نے کہا۔
"اس کو توڑنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ مقدس ناگ!
آپ کو اس کے جسم میں سے کیل نکال کر پھینکنا ہو
گا۔ مگر مصنوعی چاند تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔
جس کنوئیں سے مصنوعی چاند ہر شام طلوع ہوتا ہے
اس کے ارد گرد طلسم کا دائرہ ہے۔ جو کوئی اس
کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرے وہ جل
کر راکھ ہو جاتا ہے۔"

ناگ نے پوچھا۔
"تو پھر میں اس میں کیسے داخل ہوں گا؟"
دادا سانپ نے کہا۔
"میں نے بزرگوں کی زبانی سنا ہے کہ اس شیطانی
بستی میں ایک عیسائی بزرگ کی خانقاہ ہے۔ اس
خانقاہ کے اندر دو صلیبیں رکھی ہیں۔ اگر آپ کسی
طرح ان صلیبوں کو ہاتھ میں لے کر طلسمی دائرے
میں گزریں گے تو آپ پر طلسم کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔"
ناگ نے کہا۔
"میں یہ کام آسانی سے کر لوں گا۔ تم فکر نہ کرو۔"
دادا سانپ بولا۔
"لیکن ایک بات کا خاص طور پر خیال رکھنا مقدس
ناگ! جب آپ نے جادوئی پتلے کا کیل نکال پھینکا
اور نقاب پوش جادوگر فولا کا طلسم ٹوٹ گیا تو وہ
مصنوعی چاند آسمان کی طرف پرواز شروع کر دے
گا۔"
ناگ نے کہا۔
"پھر کیا ہوا۔ میں مصنوعی چاند میں سے عقاب بن
کر پرواز کر جاؤں گا۔"

داوا سانپ نے آہستہ سے کہا۔

"یہی مشکل کام ہے جو آپ نہیں کر سکیں گے۔"

"کیوں؟" ناگ نے سوال کیا۔

داوا سانپ بولا۔

"اس لیے کہ جب تک آپ مصنوعی چاند کے اندر رہیں گے آپ کی ساری طاقت آپ سے دُور رہے گی۔ آپ کوئی شکل نہیں بدل سکیں گے۔ یہ اس مصنوعی چاند کا اثر ہو گا۔ ہمارے بزرگوں نے یہی کہا ہے۔"

ناگ نے غرا کر اپنی گردن اوپر اٹھائی اور پنجہ زمین پر مار کر بولا۔

"میں شیطانوں کی بستی میں ضرور جاؤں گا۔ میں ساری زندگی ایک چیتا بن کر زندہ نہیں رہ سکتا۔ تمہارا شکریہ۔ میں ابھی نقاب پوش شیطانوں کی بستی کی طرف جاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر ناگ نے داوا سانپ اور سفید سانپ کو خدا حافظ کہا اور چھلانگ لگا کر غار سے باہر جنگل میں نکل آیا۔

جنگل میں رات تاریک تھی۔ دور مغرب کی طرف

آتش فشاں پہاڑ میں سے ابھی تک لاوا نکل رہا تھا اور ہلکے ہلکے دھماکوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ناگ چیتے کی شکل میں زقندیں بھرتا جنگل میں شمال کی طرف دوڑا جا رہا تھا۔ ساری رات وہ جنگلی درختوں اور ٹیلوں کے درمیان دوڑتا چلا گیا۔

دوسرے دن وہ خشک میدانوں میں پہنچ گیا۔ جہاں سوکھی گھاس کے سوا کچھ نہیں اُگا ہوا تھا۔ دن بھر وہ ان میدانوں میں دوڑتا رہا۔ رات کو اس نے ایک کھوہ میں آرام کیا۔ اگلے روز وہ ایک صحرا میں آ گیا۔ تین دن کے سفر کے بعد یہ صحرا ختم ہوا تو ناگ کو دُور اونچی پہاڑیاں نظر آئیں۔ شاید یہی نقاب پوش شیطانوں کی بستی تھی۔ ناگ ایک چھوٹے سے تالاب پر پانی پینے کے لیے جھکا تو اس نے پہلی بار اپنی شکل دیکھی۔

وہ ایک نیلا چیتا تھا۔ اس کی آنکھیں زرد تھیں۔ کان اوپر کو اُٹھے ہوئے تھے۔ گردن چیتے کی طرح بھاری بھر کم تھی اور کھال نیلی تھی۔ ناگ نے اپنا منہ تالاب میں ڈال کر پانی پیا اور پھر دُور پہاڑیوں کی طرف دیکھا۔ چونکہ دن کا وقت تھا۔ اس لیے اسے ان پہاڑیوں کے اوپر جادوگر فولا کا بنایا ہوا مصنوعی چاند نظر نہیں آ رہا تھا۔ داوا سانپ کے کہنے کے مطابق یہ چاند شام کے بعد کنویں سے نکل کر ان پہاڑیوں کے اوپر آ کر چمکنے لگتا تھا۔ اس وقت دوپہر کا سماں تھا۔

ناگ نے پہاڑیوں کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ وہ چیتے کی
طرح لمبی لمبی جست لگا کر پہاڑیوں کی طرف بھاگا جا رہا تھا۔
پہاڑیاں قریب دکھائی دیتی تھیں مگر اصل میں وہ کافی دور تھیں
وہاں تک پہنچتے پہنچتے سورج غروب ہو گیا۔ ناگ نے اپنا
سفر جاری رکھا۔

شام کا اندھیرا پھیل رہا تھا کہ ناگ پہاڑی کے اوپر پہنچ
گیا۔

اس نے گردن جھکا کر پہاڑی کی دوسری طرف دیکھا۔
نیچے پہاڑیوں کے درمیان ایک پیالے ایسی وادی میں پتھروں
کے مخروطی چھتوں والے مکان بنے تھے جن کے درمیان میں
ایک بہت بڑا بت رکھا تھا۔ اندھیرا ہونے کی وجہ سے ناگ
اندازہ نہ لگا سکا۔ کہ یہ بت کسی انسان کا ہے یا کسی جانور کا۔

اچانک وادی میں ہلکی ہلکی روشنی پھیلنے لگی، یہ روشنی وادی
کے درمیان ایک جگہ سے اوپر کو نکل رہی تھی، ناگ سمجھ
گیا کہ نقاب پوش جادوگر فولا کا مصنوعی چاند کنویں میں سے
ایک گول چمکیلا پہاڑی جتنا گولا نکل کر آہستہ آہستہ آسمان کی
طرف بلند ہو رہا ہے۔ کنویں کے ارد گرد نقاب پوش لوگ
مکانوں سے نکل کر آ گئے۔ اور انہوں نے بھجن گانے شروع
کر دیئے۔ ان کی ہلکی ہلکی آوازیں ناگ تک پہنچ رہی تھیں۔

یہ نقاب پوش جادوگر فولا کا مصنوعی چاند تھا جو کنویں
میں سے نکل کر اوپر اٹھتا چلا جا رہا تھا۔ مصنوعی چاند وادی
کے عین اوپر آ کر ایک جگہ رک گیا۔ اس کی مصنوعی روشنی
سے ساری وادی روشن ہو رہی تھی۔ ناگ اس ایجاد پر
جادوگر فولا کو داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ سوچنے لگا
کہ وہ اس چاند کے اندر کیسے پہنچے گا؟ بہر حال اسے یہ مہم
سر کرنی تھی اور اس چاند کے اندر داخل ہو کر جادوئی پتلے
کے جسم سے طلسمی کیل کو نکال پھینکنا تھا۔ اسی میں اس کی
نجات تھی۔

مگر وہ مقدس صلیبوں کی مدد کے بغیر طلسمی کنویں کے
دائرے میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ ناگ نے سوچا کہ عیسائی
بزرگ کی خانقاہ کہاں ہو گی؟ اس نے مصنوعی چاند کی روشنی
میں وادی میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ اسے وادی کے
مشرقی کونے کی جانب ایک جگہ درختوں کا ایک جھنڈ نظر آیا۔ اس نے
سوچا کہ ہو سکتا ہے ان کے نیچے مقدس بزرگ کی خانقاہ ہو۔
ناگ نے پہاڑیوں کے اوپر ہی اوپر سے مشرق کی
طرف دوڑنا شروع کیا۔ وہ مصنوعی چاند کی روشنی میں
ہی اس خانقاہ تک پہنچ جانا چاہتا تھا۔ کوئی آدھ گھنٹے
بعد وہ مشرقی پہاڑی کی چوٹی پر پہنچا اور اس نے ڈھلان

پر سے نیچے اُترنا شروع کیا۔ پہاڑی سنگلاخ تھی۔ یعنی اس
کی ڈھلان پر کوئی سبزہ جھاڑیاں یا درخت نہیں اُگے
ہوئے تھے۔ ناگ زقندیں لگاتا بڑی تیزی سے نیچے وادی میں
آگیا۔

وہ ایک بہت بڑے پتھر کے پیچھے چھپ کر درختوں
کے جھنڈ کو دیکھنے لگا۔ مصنوعی چاند کی روشنی میں ان درختوں
کے سائے لمبے ہو رہے تھے۔ کیونکہ چاند ان سے ذرا
ترچھا اوپر آسمان پر رکا ہوا تھا۔ درختوں کے نیچے اندھیرا
تھا۔ ناگ کے چیتے کی آنکھوں نے دیکھا کہ ان درختوں کے
سائے میں ایک دیوار کھڑی تھی۔ ضرور یہی مقدس ناگ
کی خانقاہ ہوگی۔ ناگ زمین کے ساتھ پیٹ لگا کر اس طرح
خانقاہ کی طرف بڑھنے لگا جس طرح شیر آدھی رات کو
جنگل میں اپنے شکار کی طرف بڑھتا ہے۔

ناگ کو معلوم ہی نہیں تھا کہ وہ اس طلسمی لکیر کے اندر
داخل ہو چکا ہے جس کو نقاب پوش جادوگر قُولا کے
حکم سے وہاں کھینچ دیا گیا تھا۔ اس طلسمی لکیر کا ناگ پر
تو کوئی اثر نہ ہو مگر نقاب پوش جادوگر کی گپھا میں
پتھر کے طوطے نے اپنی گردن اُٹھا کر چیخ مار دی۔ جادوگر
قُولا اس وقت اپنے مشیروں کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔

طوطے کی چیخ سن کر اس نے اپنی بندوق اٹھائی اور چلّا کر
بولا۔

"کوئی دشمن شمال کی طرف سے داخل ہوا ہے"

باقی نقاب پوش شیطانوں نے بھی اپنی بندوقیں اٹھائیں
اور اپنے لیڈر کے پیچھے دوڑے۔ بستی کے دوسرے نقاب
پوش لوگ کنویں کے پاس کھڑے نگاہیں اوپر اُٹھائے
بڑے شوق سے مصنوعی چاند کو روشنی بکھیرتے دیکھ رہے
تھے۔ شیطانی جادوگر قولا اپنے سات نقاب پوش آدمیوں
کو لے کر مکانوں کے پیچھے سے ہوتا ہوا پہاڑی کی شمالی
دیوار کی طرف بڑھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک نیلے رنگ کا چیتا
زمین کے ساتھ لگا خانقاہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

جادوگر قولا نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر کے آہستہ
سے کہا۔

"اس چیتے کو مارنا نہیں۔ اسے زندہ پکڑنا ہے۔
نیلا چیتا پہلی بار دیکھا ہے۔ یہ ہمارے کام آ
سکتا ہے"

شیطانی نقاب پوش ناگ کے ارد گرد پھیل گئے اور
پھر انہوں نے ناگ کو گھیرے میں لے لیا۔ ناگ کو ابھی
تک کچھ معلوم نہیں تھا۔ وہ برابر خانقاہ کی طرف بڑھ

رہا تھا۔ اچانک بندوق کا فائر ہوا۔ اور اس سے پہلے
کہ ناگ سنبھلتا سات آٹھ نقاب پوش اس پر ٹوٹ پڑے۔
ان میں سے ایک نقاب پوش نے مشعل کو آگ لگا کر ہاتھ میں
تھام رکھا تھا۔ کیونکہ آگ سے درندے بہت ڈرتے ہیں۔ جادوگر
فولا نے چیخ کر کہا۔

"اس درندے کو زندہ پکڑ و"

چار نقاب پوش ناگ پر ٹوٹ پڑے۔

ناگ نے ان سے نکلنے کی کوشش کی مگر انہوں نے
اس کو دبوچ رکھا تھا۔ ان میں سے ایک نقاب پوش نے آگ
سے جلتی مشعل ناگ کے سر پر ماری۔ ناگ نے اپنی پوری
طاقت کو ایک جگہ جمع کر کے اس نقاب پوش کو ایسا ہاتھ مارا
کہ اس کی گردن اس کے جسم سے الگ ہو گئی۔ یہ حالت
دیکھ کر جادوگر فولا نے ناگ پر بندوق کا فائر کر دیا۔ لیکن
ناگ کی خوش قسمتی تھی کہ وہ اس سے پہلے چھلانگ لگا کر
دوسری طرف گر گیا تھا۔ نقاب پوشوں نے لیڈر سے کہا کہ
اس کو ہلاک کر دیتے ہیں فولا۔ نہیں تو یہ ہمیں زندہ نہیں
چھوڑے گا۔ فولا نے کہا "اسے زخمی کر دو۔ مارنا نہیں"

ناگ یہ سب کچھ سن رہا تھا۔ اس نے ایک دھاڑ
ماری اور قلابازی لگا کر فضا میں اچھلا اور پھر بجلی کی
طرح غوطہ لگا کر پہاڑی کی طرف بھاگا۔ پیچھے سے اس

پر بندوقوں کے فائر ہونے لگے۔ گولیاں اس کے اوپر سے
ہو کر گزر رہی تھیں مگر ناگ نہ رکا۔ وہ دیکھتے دیکھتے
نقاب پوشوں کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ ناگ پہاڑی
کی چٹانوں کے پیچھے پہنچ کر اوپر چوٹی کی طرف چڑھتا چلا
گیا۔

نقاب پوش فولا نے پہاڑی کے نیچے کھڑے ہو کر حکم
دیا۔

"چیتا روپوش ہو گیا ہے۔ اس نے ہمارے تین
آدمی ہلاک کر ڈالے ہیں۔ ہم اسے زندہ پکڑیں
گے۔ ان پہاڑیوں میں سراغ رساں شکاری نقاب
پوشوں کو روانہ کیا جائے"

نقاب پوش حکمران فولا کا یہ حکم اوپر پہاڑی میں چھپ کر
بیٹھے ناگ نے بھی سن لیا تھا۔ اس نے سوچا کہ کسی جگہ چھپ
جانا چاہیئے اور چاند کے واپس کنوئیں میں جانے کا انتظار
کرنا چاہیے کیونکہ چاند کی روشنی میں اسے دیکھا جا سکتا تھا۔
دادا سانپ نے اسے بتایا تھا کہ مصنوعی چاند رات کے پچھلے
پہر واپس کنوئیں میں اتر جاتا ہے اور پھر سورج نکلنے تک
وادی میں اندھیرا چھایا رہتا ہے۔ ناگ اس اندھیرے میں اپنی
مہم پر دوبارہ نکلنے کا پروگرام بنا کر پہاڑی کی چوٹی سے
دوسری طرف اتر گیا اور چھپنے کے لیے کسی محفوظ جگہ کی

تلاش شروع کر دی۔

آخر ناگ کو ایک چھوٹی سی سرنگ مل گئی جو پتھروں میں چھپی ہوئی تھی اور باہر سے دکھائی نہیں دیتی تھی۔ ناگ اس کے اندر جا کر چھپ کر بیٹھ گیا۔ رات گزرتی چلی گئی۔ آدھی رات کے بعد اسے پہاڑی پر دور آدمیوں کی آوازیں سنائی دیں۔ یہ نقاب پوش تھے جو اس کو تلاش کر رہے تھے۔ مگر انہیں سرنگ کا منہ نظر نہ آسکا اور آوازیں دور ہو گئیں۔

پچھلے پہر کے قریب ناگ سرنگ سے باہر نکل آیا۔ اس نے دیکھا کہ آسمان پر سے مصنوعی چاند آہستہ آہستہ نیچے آ رہا تھا۔ پھر وہ کنوئیں کے عین اوپر آ گیا اور اس کی نظروں کے سامنے مصنوعی چاند کنوئیں میں اتر کر غائب ہو گیا۔ چاند کے ساتھ ہی اس کی روشنی بھی کنوئیں میں چلی گئی اور پھر چاروں طرف گہرا اندھیرا چھا گیا۔ کچھ دیر ناگ کو نقاب پوشوں کے بھجن گانے کی آوازیں آتی رہیں پھر یہ آوازیں بھی خاموش ہو گئیں۔

اب ناگ پچھلے پہر کی تاریکی میں خانقاہ میں داخل ہونے کی کوشش کر سکتا تھا۔ کیونکہ آدھے گھنٹے کے بعد سورج نکلنے والا تھا اور سورج کی روشنی میں ناگ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ ناگ نے ایک بار پھر پہاڑی پر

سے نیچے اترنا شروع کر دیا۔

پہاڑی پر اور پہاڑی کے نیچے اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ کسی نقاب پوش کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ ناگ کو معلوم تھا کہ جس طرف سے اس نے خانقاہ کی طرف داخل ہو جانے کی کوشش کی تھی وہاں کوئی طلسمی حصار تھا جس نے نقاب پوشوں کو خبردار کر دیا تھا۔ اب وہ اس حصار سے بچ کر دوسری طرف سے خانقاہ کی طرف بڑھا۔

یہاں ایک چھوٹی سی کھائی تھی جو خانقاہ کے عقب کی طرف جا رہی تھی۔ ناگ اس کھائی میں سے پھونک پھونک کر قدم رکھتا چلا جا رہا تھا۔ جب اسے کھائی کے باہر درختوں کا جھنڈ نظر آیا تو وہ کھائی کی دیوار پھاند کر باہر نکل آیا۔ اس کے سامنے اندھیرے میں ایک دیوار تھی۔ یہ خانقاہ کی دیوار تھی۔ دیوار کے نیچے ایک محرابی دروازہ بنا تھا جو بند تھا۔ ناگ نے دروازے کو زور سے دھکا دیا تو وہ کھل گیا۔

اندر ایک تہہ خانہ تھا۔ اندھیرا اور تاریک —— ناگ کی زرد آنکھیں اس اندھیرے میں بھی دیکھ رہی تھیں۔ اس تہہ خانے کے وسط میں ایک تختے پر دو صلیبیں پڑی تھیں۔ ناگ نے قریب جا کر دیکھا کہ یہ لکڑی کی صلیبیں تھیں۔ ناگ نے ایک صلیب کو اٹھا لیا اور خانقاہ

سے باہر نکلا۔

اب اس کا ٹارگٹ وہ کنواں تھا جس میں سے نقاب پوش فولا کا مصنوعی چاند ہر شام طلوع ہوتا تھا اور اب اس کے اندر غروب ہو چکا تھا۔ صلیب مل جانے کی وجہ سے ناگ کے اندر ایک زبردست حوصلہ اور طاقت آ گئی تھی۔ وہ دوڑتا ہوا کنوئیں کے قریب آگیا۔ اسے معلوم تھا کہ یہاں طلسمی دائرہ بنا ہوا ہے۔ مگر اسے یہ بھی حوصلہ تھا کہ اس کے ہاتھ میں مقدس صلیب ہے اور یہ طلسمی حصار اسے جلا نہیں سکتا۔

ناگ نے گردن جھکا کر دیکھا۔ کنوئیں کے چند قدموں کے فاصلے پر سرخ رنگ کی ایک لکیر کنوئیں کے اردگرد پھیلی ہوئی تھی۔ ناگ اس لکیر پر سے گزر کر ہی کنوئیں کی منڈھیر تک پہنچ سکتا تھا۔ صلیب کی وجہ سے ناگ کے اندر بڑی جرات آگئی تھی۔ اسے یقین تھا کہ طلسمی لکیر اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ چنانچہ وہ صلیب ہاتھ میں لیے طلسمی لکیر کے اوپر سے گزر گیا۔

لکیر کے اوپر سے گزرتے ہی کنوئیں کے چاروں طرف شعلے ہی شعلے بلند ہونے لگے۔ مگر یہ شعلے ناگ کو کچھ نہیں کہہ رہے تھے۔ اس کے جسم کا ایک بال بھی نہیں جلا تھا۔ صلیب بھی اس کے ہاتھ میں اسی طرح پکڑی

ہوئی تھی اور صلیب کے گرد مقدس ہالہ روشن تھا۔ ناگ لپک کر کنوئیں کی منڈھیر پر جا پہنچا۔ بستی کی طرف شور مچ گیا۔ نقاب پوش مکانوں سے نکل نکل کر کنوئیں کی طرف دوڑتے چلے آئے۔ انہوں نے نیلے چیتے کو کنوئیں کی منڈھیر پر دیکھا تو فائرنگ شروع کر دی۔ مگر گولیاں صلیب کے اِدھر اُدھر سے ہو کر گزر جاتیں۔ ناگ نے نیچے جھانک کر دیکھا۔ کشادہ کنوئیں کے اندر ایک بہت بڑا چاند کا گولہ فضا میں لٹکا ہوا تھا۔ ناگ نے صلیب کو کنوئیں کی منڈھیر پر رکھ دیا اور خود کنوئیں کے اندر چھلانگ لگا دی۔ وہ گول چاند کے اوپر جا کر گرا۔ اس نے دیکھا کہ چاند کسی مضبوط دھات کا بنا ہوا تھا اور بالکل گول تھا۔ وہ چاند پر رینگتا، بھرے ہوئے پتھروں کو اپنے نوکیلے پنجوں سے پکڑتا چاند کے پہلو میں نیچے آگیا۔ یہاں ایک گول سوراخ تھا جو چاند کے اندر جاتا تھا۔

ناگ اس سوراخ میں گھس گیا۔

اندر چاند میں ایک گول کمرہ بنا تھا جس کے درمیان میں چبوترے کی پتھریلی چوکی پر ناگ کو مٹی کا ایک پتلا نظر آیا۔ اس پتلے کے سینے میں چاندی کی ایک کیل کھبی

ہوئی تھی۔ یہی وہ کیل تھی جس کے بارے میں دادا سانپ
نے بتایا تھا کہ اس کے باہر نکال دینے سے نہ صرف یہ
کہ ناگ اپنی اصلی حالت میں واپس آجائے گا بلکہ اس
وادی پر جادوگر فولا کا طلسم بھی ٹوٹ جائے گا۔ ناگ نے
ایک سیکنڈ ضائع کیے بغیر پتلے کے سینے پر پنجہ مارا اور
اس کا کیل کھینچ کر باہر پھینک دیا۔

کیل کے باہر نکلتے ہی چاند ایک دم سے اوپر بلند ہو
گیا۔ ناگ نے سوراخ میں سے باہر جھانک کر باہر دیکھا تو چا
کنوئیں سے دس بارہ منزل اوپر آگیا تھا۔ اسے دادا سانپ
کی بات یاد آئی کہ چاند کے اندر رہنے کی وجہ سے ناگ
طاقت کچھ عرصے تک معطل رہے گی۔ ناگ نے اپنے جسم
کو دیکھا۔ وہ دوبارا انسانی شکل میں آچکا تھا۔ مگر چاند بڑ
تیزی سے آسمان کی طرف اٹھتا چلا جارہا تھا۔ ناگ نے نیچ
وادی میں دیکھا۔ اسے مقدس صلیب روشنی کی لکیر بن کر
خانقاہ کی طرف جاتی نظر آئی۔ جبکہ باقی ساری وادی میں
ہر شے غائب ہو چکی تھی۔ نہ کوئی نقاب پوش تھا۔ نہ کو
مکان تھا۔ ساری وادی خالی خالی تھی۔ وہ کنواں بھی غائب
ہوگیا تھا جس میں سے مصنوعی چاند نکلا تھا۔

ناگ کو درختوں کے جھنڈ میں صرف خانقاہ کی دی

نظر آرہی تھی جس کے اوپر دونوں مقدس صلیبیں لگی نور پھیلا
رہی تھیں۔

ناگ کو لے کر مصنوعی چاند بڑی برق رفتاری سے آسمان
کی طرف اُٹھتا چلا جارہا تھا۔ نیچے پہاڑیاں آہستہ آہستہ دُھندلی
ہوتی چلی جارہی تھیں۔ ناگ کو صرف مقدس صلیبوں کی نورانی
روشنی ہی نظر آرہی تھی۔ چند منٹوں کے اندر اندر یہ مصنوعی
چاند زمین کے مدار سے نکل کر خلا میں آگیا۔ اب نیچے
زمین ایک چمکیلا گولہ لگ رہی تھی۔

ناگ چاند کے گول کمرے میں آکر چبوترے پر بیٹھ گیا۔
اس نے سانس کھینچ کر اپنی طاقت کو آزمانا چاہا۔ مگر وہ سانپ
کی شکل اختیار نہ کر سکا۔ سانپ دادا نے سچ کہا تھا کہ جتنی
دیر وہ مصنوعی چاند کے اندر رہے گا اپنی شکل تبدیل نہ
کر سکے گا۔ اب ناگ اس مصنوعی چاند کے رحم و کرم پر
تھا۔ اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ یہ چاند اسے لے کر خلا میں
کس طرف بھاگتا جارہا ہے۔

کچھ دیر کے بعد ناگ نے مصنوعی چاند کے سوراخ میں
سے باہر جھانک کر دیکھا تو وہ دنگ ہو کر رہ گیا۔ وہ اپنی
زمین سے اتنی دور اوپر خلا میں نکل آیا تھا کہ اس کی زمین
ایک سیارے کی طرح چمک رہی تھی۔

ناگ سر جھکائے واپس چبوترے پر آکر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے آپ کو خدا کے بھروسے پر چھوڑ دیا۔ فرش پر جادوئی پتلا گرا ہوا تھا۔ اس کے سینے سے نکلی ہوئی چاندی کی کیل بھی پاس ہی پڑی تھی۔ ناگ کو اب ان میں سے کسی چیز سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن فرش پر پڑا ہوا پتھر کا بالشت بھر کا انسانی پتلا اپنی مردہ آنکھوں سے ناگ کو برابر دیکھ رہا تھا۔ کیل نکالنے سے پتھر کے انسانی جسم میں جان پڑ گئی تھی۔ لیکن پتلا اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ دیکھ سکتا تھا۔ سن سکتا تھا۔ اور بول بھی سکتا تھا۔

پتلے نے ناگ کو پریشان دیکھا تو آہستہ سے کہا۔

"میری طرف دیکھو"

ایک باریک انسانی آواز سن کر ناگ چونک پڑا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ اسے کوئی انسان نظر نہ آیا۔ پھر یہ آواز کہاں سے آئی تھی؟ ناگ نے خیال کیا کہ ہو سکتا ہے اس کے کانوں کو دھوکہ ہوا ہو۔ وہ دوبارہ سر جھکا کر عنبر ماریا اور کیٹی کے بارے میں سوچنے لگا۔ وہی آواز پھر آئی۔

"تم میری آواز سن رہے ہو دوست؟"

ناگ نے فوراً گردن اٹھا کر اپنے پیچھے دیکھا۔ پیچھے کوئی بھی نہیں تھا۔

ناگ نے کہا۔

"تم ــــ کون ہو؟"

پتلا بولا۔

"میں تمہارا دوست ہوں اور تمہارے سامنے فرش پر پڑا ہوں"

اب ناگ نے فرش پر پڑے پتھر کے چھوٹے پتلے کو دیکھا تو اسے پتلے کی آنکھیں اپنی طرف گھورتی نظر آئیں۔ وہ چبوترے سے اٹھ کر پتلے کے پاس آکر بیٹھ گیا اور اسے جھک کر دیکھنے لگا۔ پتلے نے مسکرا کر کہا۔

"تم ضرور حیران ہو رہے ہو گے۔ مگر گھبراؤ نہیں۔ یہ میں ہی بول رہا ہوں۔ تم نے میرے جسم سے کیل نکال کر مجھے دوبارہ زندگی عطا کی ہے۔ میں تمہارا احسان ہمیشہ یاد رکھوں گا"

ناگ نے تعجب سے پتلے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا ــ کیا تم جادو کے پتلے ہو؟ یا کوئی سچ کے بونے انسان ہو؟"

پتلا باریک آواز میں بولا۔

"میں سچ مچ کا انسان نہیں ہوں۔ جادو کا پتلا ہی
ہوں. مگر طلسمی کیل کے نکل جانے سے مجھ میں
جان واپس آگئی ہے. میں انسان نہیں بلکہ پتھر
کی روح ہوں۔ نقاب پوش جادوگر نے پتھر
میں سے نکال کر مجھے تراشہ اور کیل میرے سینے
میں ٹھونک کر مجھے پتھر بنا ڈالا تھا۔ تم نے
کیل نکالا تو میں پھر سے زندہ روح بن گیا۔ میں
پتھر کی روح ہوں۔ پہاڑوں کی روح ہوں۔"

ناگ نے کہا۔

"کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ یہ چاند ہمیں لے
کر کہاں جا رہا ہے؟"

پتلے نے کہا۔

"یہ جاننا میرے اختیار میں نہیں ہے، اگر یہ
چاند پتھر کا بنا ہوا ہوتا تو میں اس چاند کے
ارادے کا اندازہ لگا سکتا تھا. لیکن یہ چاند
کی مصنوعی دھات سے بنایا گیا ہے۔"

ناگ خاموش ہو گیا. پتھر کے پتلے نے کہا۔

"جس پتھر سے تراش کر مجھے بنایا گیا ہے
اس میں کئی ہیرے. جواہرات اور لعل و یاقوت
کے اثرات شامل ہیں۔ ہر ہیرے جوہر کی روح
ہوتی ہے۔ یہ روح مجھے اپنے ماحول کے بارے
میں سب کچھ بتا دیتی ہے. مگر اس مصنوعی چاند
کی دھات میرے لیے اجنبی ہے۔"

ناگ نے مایوسی کے انداز میں آہ بھر کر کہا۔

"اب تو ہمیں یہ چاند جہاں لے جائے جانا
ہوگا۔"

ایک دم سے چاند کو ایک جھٹکا لگا۔ ناگ نے دونوں
وں سے فرش پکڑ لیا اور بولا۔

"کوئی شہاب ثاقب ہمارے چاند سے ٹکرایا
ہے۔"

پتلے نے کہا۔

"مجھے اپنے اندر سے کشش کی لہریں گزرتی
محسوس ہو رہی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ کوئی
بہت بڑا سیارہ ہمارے چاند کو اپنی طرف
کھینچ رہا ہے۔"

ناگ نے جلدی سے اُٹھ کر سوراخ میں سے باہر
انک کر دیکھا۔ اس نے باہر جو منظر دیکھا اس سے
ہ مبہوت ہو کر، حیران ہو کر رہ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ

نیچے خلا میں ایک بہت بڑے گول سیارے کی گول
روشن زمین لگی ہوئی ہے جس کے ارد گرد بارہ چھوٹے
چھوٹے چاند روشن ہیں۔ ناگ نے کہا۔
"یہ بارہ چاندوں والا کوئی سیارہ ہے۔ وہ ہمیں
اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔"

مصنوعی چاند بم

پتھر کے پتلے نے کہا۔
"مجھے باہر کا منظر دکھاؤ۔"
ناگ نے پتلے کو ہاتھ میں اٹھا کر اس کا چہرہ باہر کو
کر دیا۔ پتلے نے کہا۔
"دوست! یہ کوئی ایسا سیارہ ہے جس کے بارہ
چاند ہیں۔ اور تم نے اس سورج کو نہیں دیکھا جو
ان چاندوں کے اوپر بہت دور خلا میں چمک
رہا ہے۔"
ناگ نے کہا۔
"کیا ہمارا مصنوعی چاند اس سیارے سے
ٹکرا جائے گا؟"
پتلا بولا۔
"نہیں — ایسا نہیں ہو گا۔ کیونکہ میں محسوس
کر رہا ہوں کہ سیارے کی کشش کی لہریں کم

ہو رہی ہیں"

ناگ نے بھی محسوس کیا کہ مصنوعی چاند کی رفتا
کم ہو گئی تھی۔ پھر ان کا مصنوعی چاند سیارے
زمین کے اوپر کافی بلندی پر پہنچ کر رک گیا۔ ان
اور دوسرے چاندوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ ناگ
آنکھیں کھول کر سوراخ میں سے نیچے سیارے کی گو
زمین کو دیکھنے لگا۔ پتلا اس کے ہاتھ میں تھا۔ ناگ
کہا۔

"یہ کوئی ویران سیارہ ہے۔ یہاں چاروں طرف
نیلا سمندر ہی سمندر نظر آ رہا ہے"

پتلے نے نیچے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ جگہ جگہ جو بھورے دھبے
نظر آتے ہیں یہ یہاں کی خشک زمین ہے"

ناگ کہنے لگا۔

"مگر ہمارا کیا بنے گا؟ کیا ہم اس چاند میں
ہمیشہ کے لیے رہ جائیں گے؟ ہمارا مصنوعی
چاند تو اس سیارے پر آ کر لٹک گیا ہے"

مصنوعی چاند نیچے کی زمین سے کافی بلندی پر آ
خلا میں لٹک گیا تھا۔ زمین ان سے بہت فاصلے پر تھ

پتلا بھی نیچے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس نے آہستہ سے
ناگ سے کہا۔

"دوست! کوئی چیز ہماری طرف بڑھ
رہی ہے"

ناگ نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نیچے زمین کی سطح پر
دیکھا ایک سیاہ دھبہ سا نظر آیا جو آہستہ آہستہ اوپر
کی طرف اٹھ رہا تھا۔

"یہ کیا چیز ہے؟" ناگ کے منہ سے اپنے آپ
نکلا۔

پتلا بولا۔

"یہ کوئی پتھر کی بنی ہوئی چیز نہیں ہے۔ ورنہ
مجھے اس کی شعاعوں کا احساس ہو جاتا"

اس اجنبی سیارے کی زمین سے اوپر کو اٹھتا
ہوا سیاہ دھبہ بڑی تیز رفتاری سے بلند ہو رہا تھا۔
اب ناگ کو وہ دھبہ بڑا صاف نظر آنے لگا تھا۔ یہ
ایک سیاہ رنگ کا راکٹ تھا جس کی نوک ان کے
مصنوعی چاند کی طرف تھی اس راکٹ کی دیوار میں دو
چوکور کھڑکیاں تھیں جن میں روشنی ہو رہی تھی۔
ویسے باہر بھی روشنی ہی روشنی تھی۔ ناگ نے کہا۔

"یہ کوئی راکٹ ہے۔ لگتا ہے اس سیارے کی مخلوق ہماری طرف آ رہی ہے۔"

پتلا کچھ نہ بولا۔ ناگ نے کہا۔

"اس سے پہلے کہ ہمارے ساتھ کوئی حادثہ پیش آ جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنے بارے میں بتا دوں۔ میرا نام ناگ ہے۔ میری طاقت اس مصنوعی سیارے کے اندر ہونے کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لیے معطل ہو گئی ہے۔ لیکن جب میں اس سے باہر نکلوں گا تو میری طاقت واپس آ جائے گی اور جو میں جو شکل چاہے اختیار کر سکوں گا۔"

پتلے نے مسکرا کر کہا۔

"ناگ میں تمہارے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں۔ میں نے ویسے ہی تمہیں نہیں بتایا تھا۔ اب میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے مجھے اس لائق سمجھا کہ اپنا سب سے قیمتی راز مجھ پر فاش کر دیا۔ میں نے اپنے بارے میں تمہیں پہلے ہی سب کچھ

بتا دیا ہے۔ اب میرا نام بھی سن لو۔ میرا نام یاقوت ہے۔ کیونکہ میرے جسم میں یاقوت پتھر کا عنصر سب سے زیادہ ہے۔"

ناگ نے کہا۔

"اگر یہ مخلوق ہماری دشمن ہوئی اور اس نے ہم پر حملہ کر دیا تو ہمیں کیا کرنا ہو گا؟ میں اتنا کر سکتا ہوں کہ تمہیں ساتھ لے کر مصنوعی چاند سے باہر چھلانگ لگا دوں اور خلا میں ہی اپنی شکل تبدیل کر کے کوئی پرندہ بن کر فضا میں اڑنا شروع کر دوں اس صورت میں تم میرے ساتھ ہی ہو گے۔"

یاقوت پتلے نے مسکرا کر کہا۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے میرے دوست! ذرا اس مخلوق کو اوپر تو آنے دو۔ ہو سکتا ہے یہ ہمیں کچھ نہ کہیں"

ناگ نے کہا۔

"میں ایک عرصے سے خلا میں سفر کر رہا ہوں۔ ایسی مخلوق ہمیں کسی سیارے پر نہیں کہ جس نے ہماری آؤ بھگت کی ہو۔"

یاقوت پتلا خاموش ہو گیا۔ ناگ نے سوراخ میں سے
باہر دیکھا۔ سیارے کی مخلوق کا راکٹ ان کے مصنوعی
چاند کے بہت قریب آچکا تھا۔ ناگ نے دیکھا کہ راکٹ
کی دیواروں پر چاند کی رنگدار تصویریں بنی ہوئی تھیں
یہ اتنا بڑا راکٹ تھا کہ اس میں آدھی درجن آدمی سفر
کر سکتے تھے۔ راکٹ کے نیچے سے سفید رنگ کی شعاعیں
خارج ہو رہی تھیں اور فضا میں اُن کا شور گونج رہا
تھا۔

ناگ عجیب الجھن میں تھا۔ وہ اپنی شکل بدل کر سانپ
بھی نہیں بن سکتا تھا اور اندر کہیں چھپ بھی نہیں سکتا
تھا۔ پتھر کا پتلا اس کے ہاتھ میں تھا اور خلائی مخلوق
کا راکٹ مصنوعی چاند کے قریب ہوتا جا رہا تھا۔ ناگ
نے پتلے سے کہا۔

"اگر انہوں نے ہمیں پکڑ لیا تو اس مصنوعی
چاند کی فضا سے نکلتے ہی میری طاقت واپس
آجائے گی اور میں کوئی بھی شکل اختیار کر کے
ان کی گرفت سے نکل جاؤں گا مگر تم کیا کرو
گے۔ میرا مطلب ہے اگر انہوں نے پہلے تمہیں
قابو کر لیا تو کیا تم اپنی جان بچا سکو گے؟"

پتھر کا پتلا بولا۔
"یہ میں ابھی نہیں بتا سکتا۔ کیونکہ مجھے نہیں معلوم
کہ اس خلائی مخلوق کے ہاتھ میرے جسم سے
لگے تو میرے جسم میں کیا تبدیلی واقع ہو سکے
گی اور میں کیا صورت اختیار کر سکوں گا۔"

وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ ٹھک کی آواز کے ساتھ
خلائی مخلوق کا راکٹ مصنوعی چاند کے سوراخ کے ساتھ آ
کر لگ گیا۔

ناگ نے پتھر کے پتلے کو اپنی جیب میں ڈالا اور دیوار
کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ اسے خلائی مخلوق کی آوازیں
آئیں۔ یہ ایسی آوازیں تھیں۔ جیسے بہت سے چوہے
آپس میں بول رہے ہوں۔ سوراخ میں سے نیلی روشنی
اندر آئی اور اس کے ساتھ ہی چار ایسے اونچے لمبے
آدمی اندر داخل ہوئے جن کے سر چوہوں کے تھے
اور باقی جسم انسان کا تھا۔ اُن کی سرخ آنکھیں انگاروں
کی طرح دہک رہی تھیں۔ ان میں سے ہر ایک چوہے
انسان کے ہاتھ میں لیزر گن تھی۔

آگے آگے ایک بڑا چوہا انسان تھا جو ان کا لیڈر
تھا۔ اس نے ناگ کو دیوار کے ساتھ کھڑے دیکھا تو

وہیں ٹھٹھک سا گیا اور اپنے چوہے کی آنکھوں سے
اسے گھورنے لگا۔ پھر اس نے پچ پچ کچ کچ کی آواز
نکال کر اپنے ساتھی چوہے انسان سے بات کی۔ اگرچہ
یہ چوہے انسانوں کی خلائی زبان تھی مگر ناگ اسے سمجھ
رہا تھا۔ سردار چوہے انسان نے اپنے ساتھی سے کہا۔
"یہ بارہویں نظام شمسی کی زمین کا انسان ہے۔
ان انسانوں کے بارے میں ہماری لائبریری میں
ایک ویڈیو فلم موجود ہے جسے ہمارے ایک بزرگ
سائنسدان نے خلا میں سفر کرنے والی فوٹو لہروں
سے ٹیپ کیا تھا۔"
ناگ یہ سن کر حیران رہ گیا کہ یہ چوہا مخلوق کس قدر ترقی
یافتہ ہے کہ خلا میں سفر کرنے والے زمینی سیارے
کے عکسی واقعات کو فلم پر اتار سکتی ہے۔ مگر اس وقت
اسے اپنی زندگی کی فکر پڑی تھی۔ اسے کچھ معلوم نہیں تھا
کہ یہ چوہا مخلوق اس کے ساتھ کیا سلوک کرنے والی ہے
اس کے دوسرے چوہے ساتھی نے کہا۔
"مگر یہ اس چاند میں کیسے آ گیا باس؟"
سردار چوہا بولا۔
"یہ مصنوعی چاند ہے۔ ہو سکتا ہے بارہویں
نظام شمسی کی زمین سے اڑایا گیا ہو۔ اسے پکڑ
کر لے چلو لیبارٹری میں اس کی ذہنی لہروں
کا تجزیہ کیا جائے گا۔"
سردار چوہے انسان کے اشارے پر تین چوہے انسانی
آگے بڑھے اور انہوں نے ناگ کو گھیر لیا اور اپنی
لال لال چوہے کی آنکھوں سے غور سے تکنے لگا۔
اچانک ان میں سے ایک نے ناگ کے کاندھے پر
اپنا ہاتھ رکھ دیا۔
ہاتھ کا رکھنا تھا کہ ناگ بے حس ہو کر گر پڑا۔ اسے
محسوس ہوا کہ اس کا سانس آنا بھی بند ہو گیا ہے مگر وہ
زندہ تھا۔ اس کا ذہن بھی کام کر رہا تھا مگر سانس کا
آنا جانا رک گیا تھا۔
انسانی چوہوں نے اسے اٹھایا اور مصنوعی چاند کے
سوراخ میں سے نکال کر اپنے راکٹ میں لے گئے۔ راکٹ میں بھی انسانی چوہے
لمبے لمبے سفید لبادے پہنے گھوم پھر رہے تھے۔ راکٹ
اندر سے جدید ترین مشین سے لیس تھا۔ ناگ کو ایک
شیشے کے بکس میں لٹا دیا گیا۔ پھر اس کی تلاشی لی
گئی۔ اس کی جیب سے پتھر کا پتلا نکلا جس کو چوہے
انسان حیرانی سے دیکھنے لگے۔

"یہ بُت اس کی جیب میں کیوں ہے؟"، ایک چوہے انسان نے کہا۔

دوسرا چوہا انسان بولا۔

"اس کو باہر پھینک دو۔ یہ ہمارے کام کی چیز نہیں ہے۔"

ناگ یہ سب کچھ سن رہا تھا مگر نہ بول سکتا تھا۔ نہ اپنے جسم کو ہلا سکتا تھا۔ ایک چوہے انسان نے پتھر کے بُت کو راکٹ کی کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔

پتھر کا پتلا راکٹ کی کھڑکی سے نیچے گرا تو گرتا ہی چلا گیا۔ پتلے نے دیکھا کہ نیچے زمین بہت دُور ہے۔ اس نے دل میں کہا۔ کم بختوں نے مجھے اِدھر کیوں پھینک دیا۔ اب خدا جانے ناگ کے ساتھ کیا گزرے گی۔

پتھر کا پتلا گرتا چلا جا رہا تھا۔ زمین قریب سے قریب آ رہی تھی۔ پتلے نے دیکھا کہ وہ سمندر میں گرنے والا تھا۔ اس کے نیچے ٹھاٹھیں مارتا نیلا سمندر تھا۔ جس کی بڑی بڑی لہریں اوپر اُٹھ رہی تھیں۔ پتھر کا پتلا سمندر میں گرتے ہی پانی میں چلا گیا۔ سمندر کافی گہرا تھا۔ پتھر کا پتلا سمندر کی تہہ میں زنگ آلود پتھروں کے پاس جا کر زمین سے لگ گیا۔ سمندر کے پانی میں

گرنے سے اس پر شدید دباؤ پڑا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔

دوسری طرف ناگ کو شیشے کے بکس میں بند کر دیا گیا۔

راکٹ واپس زمین کی طرف پرواز کرنے لگا۔ سردار چوہا اس کے بکس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا ساتھی چوہا پاس ہی تھا۔ سردار چوہے نے کہا۔

"اس مصنوعی چاند کو ہم ایک بہت بڑے خلائی بم میں تبدیل کر کے اپنے دشمن سیارے پر گرا سکتے ہیں۔"

ساتھی چوہا کہنے لگا۔

"اچھا خیال ہے۔ اتنا بڑا بم دشمن سیارے سے ٹکرا گیا تو اس کے پرخچے اُڑ جائیں گے۔"

"ہم بھی یہی چاہتے ہیں۔ دشمن سیارے کی مخلوق ہمارے شمسی پروگرام کے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ ہم اس ساری کہکشاں پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ جبکہ ہمارے دشمن سیارے کی مخلوق اپنے لیزر بموں سے ہمیں بار بار دھمکی دیتی رہتی ہے کہ اگر ہم

نے کہکشاں پر حملے کی کوشش کی تو ہمارے چاند
سیارے پر لیزر بم گرا دیئے جائیں گے۔"

ساتھی چوہا بولا۔

"اس سلسلے میں یہ انسان جو اس مصنوعی چاند
کے ساتھ آیا ہے، ہماری بہت مدد کر سکتا ہے
اگر ہم اس چاند بم کے ساتھ اس انسان کی
ذہنی لہروں کو ماؤف کر کے روانہ کر دیں تو
مصنوعی چاند کی شعاعیں اس انسان کے جسم کی
طرف رخ پھیر لیں گی اور دشمن کے راڈار اس
مصنوعی چاند بم کو نہ پکڑ سکیں گے۔"

سردار چوہا اپنی تھوتھنی اوپر اٹھا کر بولا۔

"اور ہمارا مصنوعی چاند بم ان کے سیارے
پر اچانک نمودار ہو کر گر پڑے گا اور اسے
نیست و نابود کر دے گا۔"

ساتھی چوہا انسان بولا۔

"سردار! یہ ہماری سب سے بڑی فتح ہو گی۔
یہ تو بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ یہ انسان
اس مصنوعی چاند کو لے کر ہمارے سیارے
پر آ گیا۔"

سردار چوہے نے کہا۔
"ڈاکٹر چوہے کو کہو کہ آپریشن کی تیاری
کرے، تاکہ اس انسان کی ذہنی لہروں کے
تجزیے کے بعد اسے ماؤف کر دیا جائے
اور ہاں کمانڈر چوہے سے کہو کہ مصنوعی
چاند کو لیزر بم بنانے کا کام شروع کر دے۔"

شیشے کے بکس میں لیٹے لیٹے ناگ نے یہ باتیں سنیں
خوف کی ایک ٹھنڈی لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی۔
یہ لوگ تو اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دینے کے
پروگرام پر عمل کرنے والے تھے۔ مصیبت یہ تھی کہ
ناگ بے حس ہو چکا تھا۔ اپنے جسم کا کوئی عضو نہیں
ہلا سکتا تھا۔ اور جب تک وہ سانس نہ لے اپنی جون
نہیں بدل سکتا تھا۔ کسی جانور یا سانپ کا روپ نہیں
دھار سکتا تھا۔

راکٹ زمین پر پہنچ کر زمین کے اندر بنے ہوئے
ایک بہت بڑی ہسپتال نما لیبارٹری میں چلا گیا۔ یہاں
سے ناگ کے شیشے کے بکس کو اتار کر ایک ایسے
سلنڈر میں اسے ڈالا گیا جو اسقدر ٹھنڈا تھا کہ
ناگ کا جسم برف سے بھی زیادہ سرد ہو کر جم گیا۔

اب ناگ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کوئی آواز بھی نہیں سن سکتا تھا۔

وہ بے حس اور بے ہوش ہو چکا تھا۔

ادھر پتھر کے پتلے کو جب ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ ابھی تک سمندر کی تہہ میں ہی پڑا ہے۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا کہ اس کے پاس ہی ایک کھُردری سمندری چٹان کا ایک کونا باہر نکلا ہوا تھا۔ اس سمندری چٹان کے کونے کی شکل کسی عورت سے ملتی جُلتی تھی۔ اس کے سر پر سمندری گھاس بالوں کی طرح لہرا رہی تھی۔

پتھر کے پتلے نے اس کھردری چٹان کے پتھر سے روحانی رابطہ پیدا کیا تو چٹان نے پتلے سے اپنی زبان میں پوچھا۔

"تم کیا چاہتے ہو؟ میں دیکھ رہی ہوں کہ تمہیں مجھ سے کسی چیز کی ضرورت ہے۔"

پتھر کے پتلے نے پتھر کی زبان میں جواب دیا۔

"میں اور میرا ایک ساتھی بارہویں نظام شمسی کے زمینی سیارے سے نکل کر ایک حادثے کے باعث تمہارے سیارے پر آ گئے ہیں۔ میرے دوست کو تمہارے سیارے کی

مخلوق گرفتار کر کے لے گئی ہے۔ مجھے انہوں نے راکٹ کی کھڑکی سے سمندر میں پھینک دیا تھا۔ اب میں اپنے دوست کے لیے پریشان ہوں۔"

"تم کیوں پریشان ہو؟" چٹان نے سوال کیا۔

پتھر کے پتلے نے کہا۔

"مجھے ڈر ہے کہ چوہا مخلوق میرے دوست کے دماغ کے سارے مواد کو نکال کر اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دے گی۔ میں اسے بچانا چاہتا ہوں۔ مگر تم جانتی ہو کہ میں محض ایک پتھر ہوں اگرچہ میں سن سکتا ہوں۔ دیکھ سکتا ہوں۔ پھر بھی میں پتھر ہوں۔ تم میری کیا مدد کر سکتی ہو؟"

چٹان کہنے لگی۔

"تم میرے پتھر بھائی ہو۔ میں تمہارے لیے جو کچھ کر سکتی ہوں ضرور کروں گی۔"

چٹان کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئی۔ پھر اس نے کہا۔

"میرے پتھر بھائی! میں تمہیں سمندری شہزادی کا روپ دے کر یہاں سے چوہا انسانوں کے

پاس پہنچائے دیتی ہوں۔ تم ان کی زیرِ زمین لیباٹری
کے دروازے پر جا کر نمودار ہوگے۔ وہاں ایک
پانی کا تالاب ہے۔ تم اس تالاب میں سے نکلوگے۔
تم ایک سمندری شہزادی کے لباس میں اور اسی کی
شکل میں ہوگے۔ یہاں کی مخلوق سمندری شہزادیوں کی پوجا
کرتی ہے یہ لوگ تمہاری عزت کریں گے۔ آگے اپنے
دوست کو بچانا اور اس کے پاس پہنچنا تمہارا کام ہے۔
میں اس سے زیادہ تمہارے لیے اور کچھ نہیں کر
سکتی۔"

پتھر کا پتلا کہنے لگا۔

"میرے لیے اتنا ہی بہت ہے چٹان بہن! تم مجھے
فوراً وہاں پہنچا دو۔"

چٹان بولی۔

"مگر ایک بات دھیان میں رکھنا۔ یہ بھیس صرف دن
کی روشنی تک ہی رہے گا۔ شام ہوتے ہی تم
اپنی اصلی شکل پر واپس آجاؤ گے۔ اگر تمہیں منظور
ہے تو میں ابھی تمہیں سمندری شہزادی بنائے دیتی
ہوں۔"

پتھر کے پتلے نے سوچا کہ ایک بار وہ زیرِ زمین لیباٹری

میں پہنچ گیا تو پھر وہ شام ہونے سے پہلے پہلے اپنے دوست
ناگ کو وہاں سے بچا کر لے آئے گا۔ اس نے کہا۔

"مجھے منظور ہے۔"

سمندری چٹان کے اندر سے ایک کھردرا سا ہاتھ نکلا۔
اس ہاتھ نے پتھر کے پتلے کو اپنی انگلی سے چھو لیا۔ انگلی کے
چھوتے ہی پتھر کے پتلے نے ایک خوب صورت سمندری
شہزادی کی شکل اختیار کر لی جس کی آنکھیں نیلی اور بال سنہری
تھے اور شاندار لباس پر مرجان اور موتی جُڑے ہوئے تھے۔
سر پر سفید موتیوں کا تاج تھا۔

پتھر کے پتلے نے تعجب سے اپنے جسم کو دیکھا اور چٹان
کا شکریہ ادا کیا۔ چٹان نے کہا۔

"تمہیں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ دن گزر رہا
ہے۔ یاد رکھنا۔ سورج غروب ہونے سے پہلے
پہلے واپس لیبارٹری کے دروازے والے تالاب
میں چھلانگ لگا دینا نہیں تو تم وہیں پتھر کے پتلے
بن جاؤ گے۔"

سمندری شہزادی یعنی پتھر کے پتلے نے کہا۔

"میں سورج غروب ہونے تک ناگ کو بچا کر لے
جاؤں گا تم فکر نہ کرو۔"

سمندری چٹان نے اسے موتیوں کی ایک چھڑی دی اور
کہا۔

"اسے پانی میں آگے پھیلائے رکھنا۔ یہ خود بخود
تمہیں سمندر کے اندر ہی اندر سے لیبارٹری کے
دروازے والے تالاب تک پہنچا دے گی۔"

سمندری شہزادی یعنی پتھر کے پتلے نے چھڑی ہاتھ میں
میں لے لی اور بازو آگے پھیلا دیا۔ اس چھڑی نے بڑی تیزی
سے پتھر کے پتلے کو آگے کی طرف کھینچنا شروع کر دیا۔
یہ تو جیسے جادو کی چھڑی تھی۔ پتھر کا پتلا سمندری شہزادی کے
روپ میں سمندر کے اندر ہی اندر بڑی زبردست رفتار کے
ساتھ ایک طرف بہا چلا جا رہا تھا۔ پھر موتیوں کی چھڑی اسے
سمندر میں اوپر کی طرف لے جانے لگی۔ پتلا سمجھ گیا کہ وہ
تالاب آ گیا ہے جہاں سے اس نے باہر نکلنا ہو گا۔

پتلے نے اپنا سر پانی سے باہر نکالا تو دیکھا کہ ایک بھورے
رنگ کی بہت بڑی نوکیلے پتھروں والی عمارت کے سامنے
وہ ایک تالاب میں ہے۔ چار انسانی چوہے کچھ فاصلے پر
ایک زمین کے اندر جاتے راستے کے باہر دروازے پر پہرہ
دے رہے تھے۔ انہوں نے تالاب میں سے ایک موتیوں
کے تاج والی لڑکی کو باہر نکلتے دیکھا تو اسے دیکھتے ہی

رہ گئے۔

سمندری شہزادی تالاب سے باہر نکل کر کھڑی ہو گئی۔
جادو کی موتیوں والی چھڑی اس کے ہاتھ میں تھی۔ اور دن کی
روشنی میں اس کے لباس کے موتی اور تاج کے جواہرات
چمک رہے تھے۔ وہاں شور مچ گیا کہ سمندری شہزادی درشن
دینے آئی ہے۔ کتنے ہی انسانی چوہے آس پاس سے نکل کر
وہاں جمع ہو گئے اور انہوں نے سمندری شہزادی یعنی پتھر کے
پتلے کے ارد گرد رقص کرنا شروع کر دیا۔ وہ چوں چوں ایسی
آوازیں نکال رہے تھے۔

سردار چوہا نیچے لیبارٹری میں ناگ پر تجربے کی تیاریاں
کروا رہا تھا۔ سمندری شہزادی عرف پتھر کے پتلے نے
اوپر آسمان کی طرف دیکھا۔ سیارے کے بارہ
چاند خلا میں زمین کے گرد کھڑے چمک رہے تھے۔ ان
کے پاس ہی خلا میں ان کا اپنا مصنوعی چاند خلا میں اٹکا کھڑا
تھا اور اس کی طرف انسانی چوہوں کے راکٹ آ جا رہے تھے۔
پتھر کا پتلا سمجھ گیا کہ اس مصنوعی چاند کو لیزر شعاعوں کے ہلاکت
خیز بم بنانے کا عمل شروع ہو گیا ہے۔

اس سیارے کی چوہا مخلوق شروع ہی سے سمندر کی
پوجا کرتی آئی تھی۔ اب انہوں نے سمندر کی پوجا چھوڑ دی تھی

مگر یہاں کی مخلوق اور خود چوہا سردار بھی اس عقیدے پر یقین
رکھتا تھا کہ سمندری شہزادی کا سمندر سے نکل کر اپنے آپ
کو ظاہر کرنا خوش قسمتی کی علامت ہے۔

چنانچہ جب سردار چوہے کو لیبارٹری کے آپریشن روم
میں پتہ چلا کہ لیبارٹری کے تالاب میں سے سمندری شہزادی
ظاہر ہوئی ہے تو اس کی چوہے ایسی تھوتھنی پر مسکراہٹ
آ گئی۔ آپریشن کرنے والا سائنس دان چوہا انسان اس کے
قریب ہی کھڑا تھا۔ اس نے کہا۔

"سردار! یہ بڑا اچھا شگون ہے۔ سمندری شہزادی
کے ظاہر ہونے سے اس بات کا ثبوت مل گیا کہ
ہم مصنوعی چاند بم سے اپنے دشمن سیارے کو
تباہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

سردار چوہا خوش ہو کر بولا۔

"ڈاکٹر تم زمینی انسان کے دماغ کے آپریشن
کی تیاری کرو۔ میں جا کر سمندری شہزادی کا خیر
مقدم کرتا ہوں۔"

سردار چوہا لیبارٹری کے ایٹمی لفٹ میں کھڑے ہو کر ایک
سکینڈ میں لیبارٹری کے دروازے پر آ گیا۔ اس نے
دیکھا کہ صحن کے باغیچے میں سمندری شہزادی اپنے شاندار لباس
میں موتیوں کی چھڑی ہاتھ میں لیے کھڑی ہے اور چوہے انسان
اس کے اردگرد رقص کر رہے ہیں۔

وہ آگے بڑھا۔ اس نے سمندری شہزادی کے سامنے
جا کر ادب سے اسے سلام کیا اور اپنی چوہوں کی زبان میں
بولا۔

"سمندری شہزادی تمہارا ہمارے ہاں تشریف لانا ہمارے
لیے مبارک ثابت ہوگا۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ تم
اس وقت آئی ہو جبکہ ہم اپنے دشمن پر حملے کی تیاری
کر رہے ہیں۔"

پتھر کے پتلے نے کہا۔

"میں تمہیں خوشخبری دیتی ہوں کہ تمہیں فتح ہو گی۔"

پتھر کا پتلا سمجھ گیا تھا کہ یہی شخص یہاں کا سردار چوہا
ہے اور یقیناً ناگ کو اسی نے کسی خفیہ جگہ رکھا ہوا ہے۔ فتح
کی خوشخبری کا سن کر سردار چوہا خوشی سے جھوم گیا۔ پتھر
کے پتلے نے کہا۔

"میں سمندر کی سلطنت کو چھوڑ کر تمہیں یہی خوشخبری
سنانے آئی تھی۔ سمندری دیوتا نے مجھے ہدایت
کی ہے کہ میں یہ خبر تمہیں جا کر سنا دوں۔"

سردار چوہا تو پھولا نہیں سما رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"مقدس سمندری شہزادی! میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

پتھر کا پتلا بھی اسی جملے کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"میں نے تمہاری لیبارٹری کی بہت تعریف سنی ہے۔ سمندر میں تمام شہزادیاں اور شہزادے تمہاری لیبارٹری کی تعریف کرتے ہیں۔ کیا تم مجھے اپنی لیبارٹری کی سیر نہیں کراؤ گے؟"

سردار نے اپنا بڑے چوہے والا سر جھکا کر کہا۔

"کیوں نہیں شہزادی! میرے ساتھ تشریف لائیے بلکہ ہم بہت جلد ایک زمینی سیارے کے انسان کے دماغ کا اپریشن کرنے والے ہیں۔ کیا آپ یہ آپریشن دیکھنا پسند کریں گی؟"

پتھر کا پتلا تو اندر سے کانپ کر رہ گیا۔ کم بخت یہ تو ناگ کا اپریشن کرنے والے ہیں۔ اچھا ہوا، میں بڑے وقت پر پہنچ گیا۔ اوپر سے مسکراتے ہوئے پتھر کے پتلے نے کہا۔

"کیوں نہیں۔ میں تمہارے ساتھ چل کر یہ آپریشن ضرور دیکھوں گی۔"

سردار سمندری شہزادی یعنی پتھر کے پتلے کو ساتھ لے کر لیبارٹری کے آپریشن روم میں آ گیا۔ پتھر کے پتلے نے دیکھا کہ ناگ کو آپریشن ٹیبل پر لٹا رکھا تھا۔ وہ ٹیبل سے ساتھ بندھا ہوا تھا اور دو چوہا انسان ڈاکٹر اس کو انجکشن دے رہے تھے۔ پتھر کے پتلے نے پوچھا۔

"کیا یہ انسانی مخلوق ہے؟"

سردار چوہا بڑے ادب سے بولا۔

"ہاں سمندری شہزادی! ہماری خوش قسمتی ہے کہ یہ ہمارے ہاتھ آ گیا۔"

"کیا بے ہوشی میں ہی اس کا اپریشن کیا جائے گا؟"

سمندری شہزادی نے پوچھا۔ کیونکہ پتلے کو یہ فکر تھی کہ اگر ناگ ہوش میں نہ آیا تو وہ کچھ نہیں کر سکے گا۔ سردار چوہا بولا۔

"نہیں سمندری شہزادی! آپریشن اسے ہوش میں لانے کے بعد ہی کیا جائے گا۔ ڈاکٹر اسے ہوش میں آنے کا انجکشن دے رہے ہیں۔ مگر ہوش میں آنے کے ساتھ ہی اس کی کھوپڑی کو دوسرا انجکشن لگا کر سن کر دیا جائے گا۔"

پتھر کا پتلا چوکس ہو گیا۔ وہ آپریشن ٹیبل کے قریب آ گیا اور بولا۔

"میں یہ آپریشن قریب سے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"تشریف لائیے سمندری شہزادی"، سردار چوہا پرے ہٹ گیا۔

اب معاملہ بڑا نازک ہو گیا تھا۔ ناگ کے ہوش میں آتے ہی ان لوگوں نے ناگ کے سر میں دوسرا انجکشن لگانا تھا۔ پتھر کا پتلا یعنی سمندری شہزادی ناگ کے سرہانے آ کر رک گئی۔ جونہی ڈاکٹر نے انجکشن لگا کر ناگ کو ہوش دلایا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ سمندری شہزادی دوسرے ڈاکٹر کے ہاتھ کی طرف دیکھ رہی تھی جس نے دوسرے انجکشن کا سرنج پکڑ رکھا تھا۔ ناگ کے ہوش میں آتے ہی دوسرا ڈاکٹر ناگ کے سر میں انجکشن لگانے کے لیے جھکا تو سمندری شہزادی یعنی پتھر کے پتلے نے اپنا آپ اس پر یوں گرا دیا کہ ایسا لگے کہ اس کا پاؤں پھسل گیا ہے۔ سرنج ڈاکٹر کے ہاتھ سے چھوٹ کر

فرش پہ گرتے ہی ٹوٹ گیا۔ سردار چوہے نے غضب ناک ہو کر سمندری شہزادی کی طرف دیکھا۔
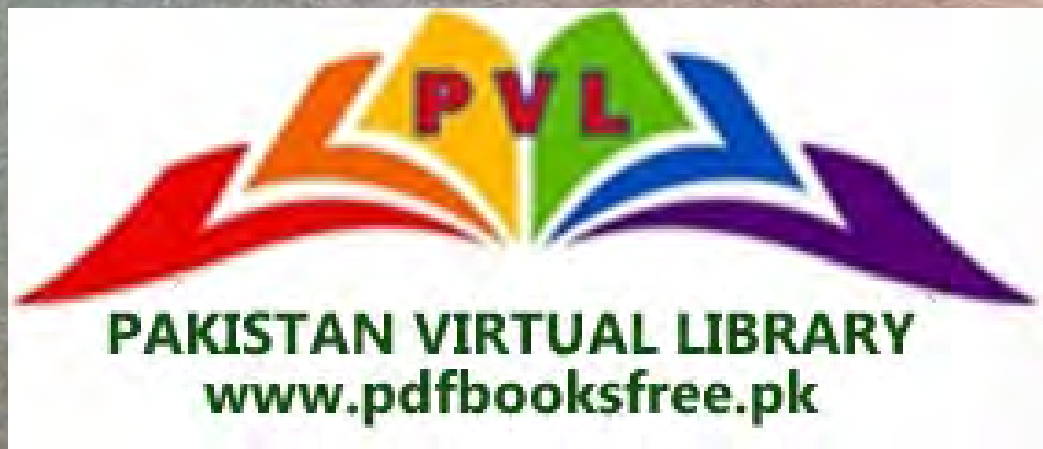
عنبر دیوار میں دفن ہو گیا

•

سمندری شہزادی نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے۔ میرا پاؤں کھڑے کھڑے سو گیا تھا"

سردار چوہے نے گرج کر کہا۔

"سمندری شہزادی! تم مجھے کوئی جھوٹی عورت لگتی ہو۔ تم کو ضرور ہمارے دشمن نے یہاں بھیجا ہے"

باقی چوہا انسانوں نے بھی سمندری شہزادی کو گھیر لیا۔ سردار چوہے نے چلّا کر حکم دیا۔

"اس سمندری شہزادی کو گرفتار کر لیا جائے"

اسی وقت چار سپاہی آگے بڑھے اور انہوں نے سمندری شہزادی کو گرفتار کیا اور کال کوٹھری میں لے جا کر بند کر دیا۔

ناگ کو ہوش آ چکا تھا۔ اس نے سمندری شہزادی کو بھی دیکھا تھا کہ وہ ڈاکٹر پہ گری اور انجکشن والا سرنج ٹوٹ گیا تھا۔ ڈاکٹر دوسرے سرنج میں دوائی ڈال رہا تھا۔ ناگ نے دیکھا کہ وہ آپریشن ٹیبل پہ پڑا ہے اور اس کا جسم بندھا ہوا ہے۔

سردار چوہا اس پہ جھک کر بولا۔

"یہ تمہاری زندگی کا آخری وقت ہے۔ اگر تم خدا کو مانتے ہو تو اس کو یاد کرو"

ناگ مسکرایا۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ سانس لے سکتا ہے۔ ناگ نے آہستہ سے سانس اوپر کھینچا اور اس کے ساتھ ہی چھوٹا سا پرندہ بن کر آپریشن ٹیبل سے اُڑا اور ادھ کھلے دروازے میں سے باہر نکل گیا۔

سردار چوہا، ڈاکٹر اور دوسرے انسان چوہے یہ منظر دیکھ کر ہکّا بکّا رہ گئے۔ انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ ایک زندہ گوشت پوست کا آدمی چڑیا بن کر اُڑ جائے۔

جب ذرا ہوش آیا تو سردار چوہے نے چیخ مار کر کہا۔

"اس انسان کو پکڑو۔ لیبارٹری سے نکلنے نہ پائے"

سب انسانی چوہے ناگ کے پیچھے بھاگے۔ لیبارٹری میں خطرے کا الارم بجا دیا گیا۔ لیبارٹری کا بڑا دروازہ بند کر دیا گیا۔

ناگ چھوٹی چڑیا کے روپ میں لیبارٹری کے کمروں میں اُڑتا پھر رہا تھا۔ جب اس نے اِدھر اُدھر سے انسان چوہوں کو دوڑتے بھاگتے دیکھا تو فوراً باریک سانپ بن کر چھت کے ساتھ لگ گیا۔ راہ داریوں میں انسان چوہے لیزر گنیں لیے اس کی تلاش میں بھاگتے پھر رہے تھے۔ راہ داری خالی ہوئی تو ناگ رینگتا رینگتا لیبارٹری میں لگی ہوئی لفٹ کی طرف بڑھا۔ یہ لفٹ اوپر لیبارٹری کے بڑے دروازے کو جاتی تھی۔ مگر لفٹ کے سامنے دو سپاہی گنیں لیے کھڑے تھے۔ سب سے خطرناک بات یہ تھی کہ یہاں اتنی روشنی تھی کہ فرش پر پڑا ہوا تنکا بھی نظر آ رہا تھا۔ اس روشنی میں ناگ رینگتا ہوا صاف دیکھا جا سکتا تھا۔

ناگ نے اپنا رُخ پھیر لیا۔ وہ راہ داری کے دوسرے کونے میں چلا گیا۔ وہاں تھوڑا اندھیرا تھا۔ راہ داری آگے بند تھی۔ ناگ چھت کے ساتھ لگا رینگ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ یہاں ایک کمرہ ہے جس کے باہر تالا لگا ہے۔

ناگ نیچے آ گیا۔ بند کمرے کی درز میں سے ہلکی ہلکی روشنی باہر آ رہی تھی۔ ناگ نے درز میں اپنا سر ڈال کر اندر دیکھا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ جو شہزادی اس کے آپریشن ٹیبل کے پاس کھڑی تھی اور جس نے ڈاکٹر کے اوپر اپنے آپ کو گرا کر انجکشن کا سرنج توڑ ڈالا تھا وہ اندر دیوار کے ساتھ لگی اداس بیٹھی ہے۔ ناگ سمجھ گیا تھا کہ یہ شہزادی قسم کی لڑکی ضرور اس کی ہمدرد ہے۔ ورنہ وہ اس انجکشن کو کیوں توڑتی جس کے لگنے سے ناگ کی کھوپڑی سُن ہو جانے والی تھی۔

ناگ درز میں سے گزر کر کوٹھڑی کے اندر چلا گیا۔ پتھر کا پتلا سمندری شہزادی کے روپ میں اداس بیٹھا تھا۔ وہ اس لیے بھی پریشان تھا کہ سورج غروب ہوتے ہی وہ پھر سے پتھر کا پتلا بن جائے گا اور پھر اسے وہاں سے کوئی باہر نہیں نکال سکے گا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ سمندری شہزادی کی شکل میں ہی وہاں سے فرار ہو جائے۔ لیکن وہاں سے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

اچانک سمندری شہزادی کی نظر ایک باریک سانپ پر پڑی۔ جو اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ناگ نے قریب آتے ہی انسانی شکل اختیار کر لی۔ سمندری شہزادی نے

ناگ کو انسانی روپ میں دیکھتے ہی بے تابی سے کہا۔

"ناگ میں سمندری شہزادی نہیں بلکہ تمہارا دوست پتھر کا پتلا ہوں اور سمندر میں گرنے کے بعد سمندری چٹان کی مدد سے شہزادی کا بھیس بدل کر تمہاری مدد کو یہاں آیا اور جب ڈاکٹر تمہیں دوسرا ٹیکہ لگانے لگا تو......"

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"آگے میں سب جانتا ہوں دوست! تمہارا شکریہ اگر عین وقت پر تم میری مدد نہ کرتے تو میں مارا گیا تھا۔ اچھا اب یہاں سے نکلنے کی فکر کرنی چاہیئے۔"

پتھر کا پتلا بولا۔

"ناگ! میں تو باہر سورج غروب ہوتے ہی سمندری شہزادی سے پتھر کا پتلا بن جاؤں گا۔"

ناگ نے کہا۔

"تم فکر کیوں کرتے ہو۔ میں تمہیں اپنی جیب میں چھپا لوں گا۔ مگر دوست! لیبارٹری کے سارے دروازے بند ہیں۔ لمنٹ کے آگے بھی دو سپاہی چوہے گنیں لے کر پہرہ دے رہے ہیں" اور سارے لوگ میری تلاش میں ہیں۔"

پتھر کا پتلا کچھ کہنے ہی والا تھا کہ باہر سورج غروب ہو گیا اور سمندری شہزادی غائب ہو گئی اور اس کی جگہ پتھر کا پتلا فرش پر پڑا تھا۔ ناگ نے کہا۔

"تم نے جو کہا تھا سچ نکلا ــــ گھبراؤ نہیں۔ میں تمہیں اپنے سے الگ نہیں کروں گا۔"

پتھر کے پتلے نے کہا۔

"کوئی آ رہا ہے۔ مجھے فرش پر کسی کے قدموں کی لہروں کی آواز محسوس ہو رہی ہے۔"

ناگ بولا۔

"میں تمہیں لے کر سانپ بن کر چھت کے ساتھ لگ جاتا ہوں۔"

پتلا بولا۔

"مگر میں چھوٹا کیسے ہوں گا؟"

ناگ نے کہا۔

"جب میں چھوٹا ہوں گا تو تم بھی اپنے آپ میرے ساتھ بالکل ننھے سے ہو جاؤ گے۔"

قدموں کی بھاری بھرکم آواز دروازے کی طرف آ رہی

تھی۔ ناگ نے کہا۔

"ہوشیار ہو جاؤ۔"

اس کے ساتھ ہی ناگ نے پتھر کے پتلے کو اٹھا کر سینے سے لگایا اور سانس اوپر کھینچ کر باریک سانپ بن کر تیزی سے رینگتا ہوا چھت پر جا کر چھپ گیا۔

کمرے کا دروازہ کھلا۔ دو انسانی چوہے گنیں ہاتھ میں لیے اندر داخل ہوئے۔ یہ دیکھ کر کہ کمرہ خالی ہے اور سمندری شہزادی فرار ہو گئی ہے وہ بوکھلا گئے اور گھبرا کر باہر کو بھاگے۔ جاتے ہوئے وہ دروازہ باہر سے بند کرنا بھی بھول گئے۔

ناگ کے حق میں یہ اچھی بات ہوئی تھی۔ وہ جلدی سے چھت پر سے رینگتا ہوا اترا اور دروازے سے باہر نکل گیا۔ اس نے دونوں انسانی چوہوں کو لفٹ کی طرف دوڑتے دیکھا۔ ناگ بھی رینگتا ہوا لفٹ کے سامنے والی دیوار پر آگیا۔ انسانی چوہے لفٹ میں داخل ہوئے لفٹ بند ہو گئی اور اوپر نمبر چمکنے لگے۔ لفٹ اوپر چار نمبر پر جا کر رک گئی۔ ناگ یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔

ناگ رینگتا ہوا لفٹ کے دروازے پر آیا اور اس نے اپنے سر سے بٹن دبا دیا۔ لفٹ نیچے آنے لگی۔

اور لفٹ کا دروازہ کھل گیا۔ لفٹ خالی تھی۔ ناگ اس کے اندر چلا گیا اور اپنے سر کے دباؤ سے چار کے ہندسے والے بٹن کو دبا دیا۔ لفٹ اوپر چڑھنا شروع ہو گئی۔

لفٹ لیبارٹری کی پہلی منزل میں آکر رک گئی۔ ناگ لفٹ کی چھت کے ساتھ لگ گیا۔ لفٹ کا دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ ناگ نے گردن جھکا کر دیکھا۔ باہر کوئی نہیں تھا۔ ناگ لفٹ سے باہر آگیا۔ وہ تیزی سے دیوار پر چڑھ گیا کیونکہ ایک طرف سے کچھ آدمی بھاگے آرہے تھے۔ یہ آدمی لفٹ میں سوار ہو کر نیچے چلے گئے۔ ناگ لیبارٹری کے بڑے دروازے کی طرف بڑھا۔

یہ ایک لمبا راستہ تھا جہاں روشنی ہو رہی تھی۔ ناگ چھت پر رینگتا چلا جا رہا تھا۔ اس نے دور سے دیکھا کہ لیبارٹری کا بڑا دروازہ بند ہے اور اس کے پاس ہی دو انسانی چوہے سپاہی پہرہ دے رہے ہیں۔ ناگ چھت کے ساتھ رینگتا دروازے کے اوپر پہنچ گیا۔ پھر وہ کونے میں رینگتا نیچے اس جگہ آگیا جہاں ایک انسانی چوہا پہرے دار چاق و چوبند گردن اکڑائے ہاتھ میں لیزر گن لیے کھڑا تھا۔ دوسرا پہرے دار اس کے

سامنے ایک طرف کھڑا تھا۔

ناگ نے بڑی احتیاط سے پیچھے سے گردن اوپر
کر کے انسانی چوہے کے سر پر ڈس دیا۔ ڈستے ہی انسانی
چوہے نے ایک چکر کھایا اور دھڑام سے فرش پر گر پڑا
اس کم بخت پر سانپ کے زہر کا بہت جلدی اثر ہو
گیا تھا۔

دوسرا پہرے دار لپک کر اس کی طرف آیا۔ وہ اسے
اٹھانے کو جھکا ہی تھا کہ ناگ نے اس کے سر پر بھی
ڈس دیا۔ وہ بھی چکرا کر اس کے اوپر ہی گر پڑا۔
ناگ نے فوراً انسانی شکل اختیار کی اور دروازہ کھولنے
لگا۔ اس نے دیکھا کہ ان کے زہر کی وجہ سے دونوں انسانی
چوہے پگھلنا شروع ہو گئے تھے۔ ناگ نے دروازہ کھول
کر خاموشی سے باہر قدم رکھا۔

باہر رات چھائی ہوئی تھی۔ صرف لیبارٹری کے دروازے
کے آگے روشنی تھی۔ ناگ دو تین چھلانگیں لگا کر دروازے
سے بھاگ کر پہاڑی ڈھلان پر آ گیا۔ اچانک ایک طرف
سے لیزر گن کا فائر ہوا۔ دھماکے سے پتھر اُڑ گئے۔
ناگ نے سانس بھرا، عقاب کی شکل اختیار کی اور غوطہ
لگا کر اوپر کو اُٹھ گیا۔

پتھر کا پتلا اس کے سینے سے لگا ہوا تھا۔ ناگ نے
نیچے گردن گھما کر دیکھا۔ پیچھے چار چوہا نما انسان اوپر تک
رہے تھے۔ انہوں نے باری باری فائرنگ شروع کر دی۔
مگر لیزر شعاعیں ناگ سے دور پڑ رہی تھیں۔ ناگ
بڑی برق رفتاری کے ساتھ آسمان کی بلندیوں پر پہنچ
گیا۔ اس کا رخ اس سیارے کے آسمان کے اوپر
لٹکے ہوئے مصنوعی چاند کی طرف تھا۔ یہ وہی چاند تھا
جس میں بیٹھ کر ناگ اور پتھر کا پتلا اس سیارے پر
آئے تھے۔

ناگ کو اپنی جان بچانے کے لیے دوسرا کوئی راستہ
دکھائی نہ دیتا تھا۔ وہ مصنوعی چاند کی طرف اُڑتا چلا
رہا تھا۔ پتھر کا پتلا اس کے سینے سے لگا تھا۔ اس نے
ناگ سے کہا۔

"مصنوعی سیارے پر لیزر بم لادے جا چکے
ہیں۔"

ناگ بولا۔

"ہمارے لیے یہی ایک راستہ باقی رہ گیا ہے کہ
جیسے بھی ہو سکے اس مصنوعی چاند کو یہاں
سے لے کر فرار ہو جائیں۔ ورنہ یہ چوہے

ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

مصنوعی سیارے کے قریب پہنچ کر ناگ نے دیکھا کہ نیچے سیارے کی زمین سے ایک راکٹ اوپر کو اٹھ رہا تھا۔ پتھر کے پتلے نے کہا۔

"انسانی چوہے ہمارے پیچھے آ رہے ہیں۔"

ناگ بولا۔

"دیکھا جائے گا۔"

ناگ عقاب کی شکل میں مصنوعی چاند کے سوراخ میں سے اندر داخل ہو گیا۔ اندر داخل ہوتے ہی اس نے ایک جائزہ لیا۔ وہاں کوئی انسانی چوہا نہیں تھا۔ ناگ جلدی سے انسان کی شکل میں واپس آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ مصنوعی چاند کی دیوار کے ساتھ جگہ جگہ لیزر بم سے بھرے ہوئے سلنڈر پڑے تھے۔ پتھر کے پتلے نے کہا۔

"ناگ! یہ سارے اتنے طاقتور بم ہیں کہ یہ دشمن سیارے کی زمین پر گر کر پرخچے اڑا سکتے ہیں۔"

ناگ بولا۔

"ہم انہیں ان لوگوں کے سیارے پر ہی

گرا دیں گے۔"

پتلا کہنے لگا۔

"میرا خیال ہے ہمیں ان لوگوں کو ناحق نہیں مارنا چاہیے۔ اگر ہمیں جان کا خطرہ ہوا تو ایسا کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔"

ناگ اپنے دل میں شرمندہ ہوا کہ اس نے ایسی نامناسب بات کیوں سوچی تھی۔ کیونکہ اس نے آج تک کسی بے گناہ کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ اس کے ہاتھ سے صرف وہی لوگ مرے تھے جو اس کے راستے میں رکاوٹ بن کر کھڑے ہو گئے تھے اور جن کی وجہ سے ناگ ہلاک ہو سکتا تھا۔ ناگ نے پتھر کے پتلے کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے اسے برائی کے راستے پر جانے سے روک دیا ہے۔

ناگ نے مصنوعی چاند کے سوراخ میں سے باہر دیکھ کر کہا۔

"لیکن ہمارے دشمنوں کا راکٹ ہماری طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ یہ لوگ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

پتلا کہنے لگا۔

"ان پر تم حملہ کر سکتے ہو۔ کیونکہ وہ خود تم
حملہ کرنے چلے آ رہے ہیں۔"
ناگ نے پلٹ کر پتلے سے پوچھا۔
"لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس تو
کوئی لیزر گن بھی ہے۔"
پتلے نے مسکرا کر کہا۔
"ہمارے پاس لیزر گن نہیں مگر لیزر شعاعوں
سے بھرا ہوا پورا سلنڈر بم پڑا ہے۔ اِسے
سوراخ میں سے اپنی طرف آنے والے راکٹ
پر گرا دو۔"
انسانی چوہوں کا راکٹ بڑی تیزی سے مصنوعی چاند
کی طرف آ رہا تھا۔ اب اس راکٹ میں سے مصنوعی
چاند پر فائرنگ بھی شروع ہو گئی تھی۔ لیزر شعاعیں
دھماکوں کی آواز کے ساتھ مصنوعی چاند کی سطح سے
ٹکرا کر اس میں گڑھے ڈال رہی تھیں۔
پتلے نے کہا۔
"ناگ اس سے پہلے کہ یہ مصنوعی چاند بھی
ساتھ لے کر دھماکے سے اُڑ جائے لیزر
بم سلنڈر نیچے گرا دو۔ مگر اس طرح گرانا کہ

سلنڈر بم عین راکٹ کے اوپر جا کر
گرے۔"
ناگ نے دیوار کے ساتھ لگا ایک سلنڈر بم
اٹھایا اور سوراخ میں سے اِسے باہر نکال کر نیچے
دیکھنے لگا۔ راکٹ چونکہ کافی اوپر آ گیا تھا اس لیے
اس کی جسامت بڑھ گئی تھی۔ نشانہ بڑا صحیح اور
سامنے تھا۔ ناگ نے سلنڈر بم نیچے گرا دیا۔ سلنڈر
بم تیزی سے نیچے گرتا چلا گیا۔ راکٹ تیزی سے
اوپر آ رہا تھا۔ پھر دونوں ایک بھیانک دھماکے
کے ساتھ ٹکرا گئے۔ اس ہولناک دھماکے کے ساتھ
ہی مصنوعی چاند کو ایک زبردست دھکا لگا اور وہ
لیزر بموں کے پھٹنے سے پیدا ہونے والے خلاء کی
وجہ سے گیند کی طرح فضا میں اوپر کو اُچھلا اور اتنی
تیزی سے خلا میں اوپر کی طرف چلا گیا کہ وہ انسانی
چوہوں کے سیارے کے مدار سے بھی باہر نکل گیا۔
مدار سے باہر نکلتے ہی وہ خلا میں آ گیا۔
خلا میں آنے سے وہ ایک طرف کو بھاگنے لگا۔
کیونکہ اگر کسی شے کو زور سے دھکا لگا کر خلا میں
دھکیل دیا جائے تو پھر خلا میں وہ پرواز کرنا شروع

کر دیتی ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کی
رفتار بڑھتی چلی جاتی ہے۔ مصنوعی چاند کے ساتھ بھی
ایسا ہی ہوا۔ پتلا فرش پر پڑا تھا۔ اس نے ناگ
سے کہا۔

"ایک مصیبت سے نکلے ہیں تو یہ ایک
نئی مصیبت سامنے آگئی ہے۔ ہمیں کچھ معلوم
نہیں کہ یہ مصنوعی چاند اب ہمیں کہاں لے
جائے گا۔"

ناگ نے پتھر کے پتلے کو فرش پر سے اُٹھا کر
چبوترے پر اپنے پاس رکھ دیا اور پوچھا کہ کیا کسی
طریقے سے مصنوعی چاند کو اپنی زمین کی طرف واپس نہیں
پھیرا جا سکتا۔ پتھر کا پتلا کہنے لگا۔

"یہ بات ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ اب
تو یہ مصنوعی چاند ہمیں جہاں لے جائے گا۔
ہمیں وہیں جانا پڑے گا۔"

ناگ نے دیوار کے ساتھ لگے دوسرے سلنڈر
بموں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں ان مہلک بموں سے
نجات حاصل کر لینی چاہیئے۔ کیونکہ اگر یہ کسی

منطقے کی گرمی کی وجہ سے پھٹ گئے تو سارا
کھیل ختم ہو جائے گا۔"

پتلا کہنے لگا۔

"تو انہیں خلا میں گرا دو۔ خلا میں یہ پھٹیں
گے نہیں سفر کرتے رہیں گے۔"

ناگ ایک ایک کر کے بموں کے سلنڈر خلا
میں پھینکنے لگا۔ اس نے سارے سلنڈر بم خلا میں پھینک
دیئے۔ اب ان کا مصنوعی چاند دھماکے سے پھٹ
جانے سے محفوظ ہو گیا تھا۔ مگر اِن کا یہ مصنوعی چاند
خلا میں کس کہکشاں کی طرف جا رہا تھا؟ یہ انہیں کچھ
معلوم نہیں تھا۔

ہمارا خیال ہے کہ اب ہمیں عنبر کی خبر لینی چاہیئے۔
یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ ماریا، کیٹی اور تھیوسانگ
بھی ایک راکٹ میں سوار خلا میں گردش کر رہے ہیں۔
ناگ بھی پتھر کے پتلے کے ساتھ اسی خلا میں مصنوعی
چاند میں بیٹھا گھوم رہا ہے۔ جبکہ عنبر ہماری اپنی دنیا کے
۱۹۰۴ء کے زمانے میں میکسیکو کے باغی لیڈر ڈومیکو
کے غار میں اِن کے ساتھ رہ رہا ہے۔ ڈومیکو کی

ساتھی لڑکی سانگی بھی ان کے ساتھ ہی ہے اور وہ
لوگ میکسیکو کے محل اور چھاؤنی پر حملہ کرنے کا پروگرام
بنا رہے تھے۔ اب ہم وہیں سے اپنی کہانی شروع
کرتے ہیں۔

باغی ڈومیکو اور سانگی اب عنبر سے ہر مشورہ
کر لیتے تھے۔ کیونکہ وہ ان کا وفادار تھا اور اس نے
باغی ڈومینکو کو موت سے نکالا تھا۔ یہ لوگ اپنے نئے
خفیہ ٹھکانے یعنی گمنام پہاڑیوں کے ایک غار میں موم
بتی جلائے بیٹھے تھے۔ شاہی محل اور چھاؤنی کا نقشہ
ان کے سامنے تھا اور وہ غور کر رہے تھے کہ انہیں
کس طرف سے حملہ کرنا چاہیئے۔

آخر یہ طے ہوا کہ رات کے پچھلے پہر باغی ڈومیکو
اپنے آدمیوں کو لے کر شاہی محل کے عقب کی طرف سے
اندر داخل ہوگا اور سانگی اور عنبر چھاؤنی میں جو گولہ
بارود کا ذخیرہ ہے اسے اُڑانے کی کوشش کریں گے۔
جب رات آدھی سے زیادہ گزر گئی تو باغی لیڈر ڈومیکو
اپنے آدمیوں کو لے کر بندوقیں کاندھوں پر ڈالے گھوڑوں
پر سوار ہو کر شاہی محل کی طرف روانہ ہو گئے۔ دوسری
طرف عنبر اور سانگی بھی بندوقیں سنبھالے گھوڑوں پر

چھاؤنی کی طرف چل پڑے۔
باغی ڈومینکو رات کے اندھیرے میں شاہی محل کی
دیوار پر کمند ڈال کر چڑھ گیا۔ اس کے آدمی بھی
کے پیچھے پیچھے تھے۔ محل کی چھت پر جو پہریدار
تھے ان کو انہوں نے قابو کر کے وہیں ڈال دیا۔
ڈومینکو آگے آگے تھا۔ اسے محل کے اندر جانے
ایک خفیہ راستہ معلوم تھا۔ مگر اسے یہ معلوم نہیں تھا۔
اس کے فرار ہونے کے بعد اس خفیہ راستے میں بادشاہ
کے حکم پر ایک ایسا گڑھا کھودا جا چکا ہے جو اوپر
سے نظر نہیں آتا اور اس کے اوپر گھاس پھوس ڈال
دی گئی ہے۔
چنانچہ باغی ڈومینکو جب ایک برج کا زینہ اتر کر
سرنگ میں داخل ہوا تو وہ گھاس پھوس کے جال
کو پہچان نہ سکا۔ جونہی اس نے اس پر قدم رکھا وہ دھڑام
سے ایک اندھے گڑھے میں گر گیا۔ اس کے ساتھیوں
نے جب اپنے لیڈر کو گہرے گڑھے میں گرتے دیکھا تو
اسے چھوڑ کر اپنی جان بچا کر بھاگ گئے۔ اس گڑھے کے
اندر ایک خفیہ تار لگا تھا۔ اس تار کو شاہی محل میں بادشاہ
کی خواب گاہ میں ایک گھنٹی کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا

جونہی باغی ڈومیکو اس تار پر گرا بادشاہ کی خواب گاہ میں
گھنٹی بج اُٹھی۔

بادشاہ نے خطرے کا الارم بجا دیا۔ اسی وقت چاک و
چوبند فوج کا ایک مسلح دستہ سرنگ کی طرف دوڑا۔
انہوں نے روشنی ڈال کر نیچے گڑھے میں دیکھا۔ کوئی پچاس
فٹ گہرے گڑھے میں باغی ڈومیکو زخمی حالت میں پڑا
تھا۔ فوجیوں کو نیچے اتار کر ڈومیکو کو فوراً گرفتار کر لیا
گیا۔ اور بادشاہ کے حکم سے اسے زنجیروں میں جکڑ
کر کال کوٹھری میں ڈال دیا گیا۔

یہ سب کچھ آدھے گھنٹے کے اندر اندر ہو گیا۔

اس وقت عنبر اور سانگی دونوں اکیلے چھاؤنی کی دیوار
پر چڑھ کر کود چکے تھے اور اب وہ درختوں کے پیچھے سے
ہوتے ہوئے کمانڈوز کی طرح زمین پر رینگ رینگ کر
اس گودام کی طرف بڑھ رہے تھے جہاں گولہ بارود جمع
تھا۔ بندوقیں دونوں کی پیٹھ سے لگی تھیں۔ انہیں کوئی خبر
نہیں تھی کہ ان کا لیڈر ڈومیکو پکڑا جا چکا ہے۔

عنبر نے اندھیرے میں دیکھا کہ گولہ بارود کے گودام
کے باہر دو فوجی چل پھر کر پہرہ دے رہے ہیں۔ اس نے
سرگوشی میں سانگی سے کہا۔

"میں ایک فوجی کو قابو کرتا ہوں۔ جب سیٹی
بجاؤں تو تم دوڑ کر گودام کے دروازے پر پہنچ
جانا۔"

یہ کہہ کر عنبر دوسری طرف سے ہو کر رینگتے ہوئے
گودام کے دروازے کی جانب بڑھا۔ ارد گرد اندھیرا تھا
مگر گودام کے آگے ایک گیس جل رہا تھا جس کی روشنی میں
اسے دونوں پہرے دار صاف نظر آ رہے تھے۔ عنبر نے
دیکھا کہ پہرے دار دروازے سے تھوڑی دور تک
جاتے ہیں اور پھر واپس آ جاتے ہیں۔ عنبر اس جگہ چھپ
کر بیٹھ گیا جہاں ایک پہرے دار پہنچ کر واپس ہوتا
تھا۔

عنبر اندھیرے میں گھات لگائے بیٹھا تھا۔ جونہی پہریدار
فوجی اس کے قریب آ کر واپس پلٹا عنبر چیتے کی طرح گھات
سے نکل کر اُچھلا اور فوجی کی گردن کو دبوچ کر نیچے گرا
لیا۔

فوجی کے زمین پر گرنے کی آواز سن کر دوسرا
فوجی چوکنا ہو گیا۔ اس نے اپنے ساتھی کو آواز دی۔
جب کوئی جواب نہ آیا تو بندوق تان کر اندھیرے
کی جانب بڑھا۔ عنبر وہاں سے ہٹ کر دوسری طرف

چلا گیا تھا۔ جونہی دوسرے فوجی نے اپنے ساتھی کو زمین پر پڑے دیکھا اور اس پر جھکا عنبر نے اس پر بھی چھلانگ لگا دی۔ دونوں پہرے داروں کو ہمیشہ کی نیند سُلا کر عنبر نے سیٹی بجائی۔ سانگی درختوں میں سے نکل کر اس کی طرف دوڑی۔

عنبر گودام کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

یہ بہت بڑا گودام تھا۔ اس کے اندر ایک چھوٹا گیس روشن تھا۔ انہیں اندر جا کر سخت مایوسی ہوئی۔ کیونکہ یہ اسلحے اور گولہ بارود کا گودام نہیں تھا بلکہ اس کے اندر رسّے کے بڑے بڑے گچھے، گھوڑوں کے زین، کاٹھیاں لکڑی کے تختے، فوجی چارپائیاں اور لوہے کے خار دار تاروں کے گچھے بھرے ہوئے تھے۔ سانگی مایوسی سے سر ہلا کر بولی۔

"مائی گڈنس! یہاں تو گولہ بارود کہیں نہیں"

عنبر کہنے لگا۔

"نقشے میں تو یہاں گولہ بارود کا گودام دکھایا گیا تھا۔"

سانگی بولی۔

"ہم سے دھوکہ ہوا ہے۔ جلدی یہاں سے

واپس نکلو۔"

وہ گودام سے نکل کر چھاؤنی کی دیوار کی طرف دوڑے ہی تھے کہ ان پر گولیاں برسنے لگیں۔

"سانگی لیٹ جاؤ۔" عنبر نے چیخ کر کہا۔

دو گولیاں عنبر کے سر سے ٹکرا چکی تھیں۔ اِسے ڈر تھا کہ سانگی ماری جائے گی۔ وہ سانگی کے ساتھ ہی زمین پر لیٹ گیا۔ سانگی نے بندوق سے فائرنگ شروع کر دی۔ عنبر نے اندازہ لگایا کہ وہ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اسے معلوم تھا کہ وہ تو ہلاک نہیں ہو سکے گا مگر سانگی زندہ نہیں بچ سکے گی۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہتھیار ڈال دیئے جائیں۔ اگر وہ فوجیوں سے مقابلہ کر کے ان پر حاوی ہو بھی گیا تب بھی سانگی کو گولی ضرور لگ جائے گی۔ اس نے بندوق پھینک کر سانگی سے کہا۔

"سانگی! تم بھی بندوق پھینک دو۔"

سانگی نے چلّا کر کہا۔

"تم بزدل ہو۔ میں ہتھیار نہیں پھینکوں گی میں لڑتے لڑتے مروں گی۔"

لیکن عنبر اِسے بچانا چاہتا تھا۔ وہ ایک معصوم لڑکی کو ہلاک ہوتے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ اس نے سانگی سے

ہاتھ سے بندوق چھین کر پرے پھینک دی اور بلند آواز
میں کہا۔

"ہم اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کرتے
ہیں۔"

سانگی نے عنبر کی گردن پر زور سے مکّا مارا اور غصیلی
آواز میں کہا۔

"تم بزدل ہو۔ تم نے غداری کی ہے۔ تم
سرکاری فوجیوں کے ساتھ مل گئے ہو۔"

سانگی نے محسوس کیا کہ اس نے کسی پتھر پر مکّا
مارا ہو۔ اس کا ہاتھ درد کرنے لگا۔ اتنے میں پندرہ
سولہ فوجی دوڑ کر ان کے پاس آگئے اور انہیں گھیرے
میں لے لیا۔

کمانڈر نے حکم دیا۔

"ان کو گرفتار کر کے لے چلو۔"

سانگی سخت غضب ناک ہو رہی تھی۔ وہ عنبر کو بُرا
بھلا کہہ رہی تھی کہ اس نے غداری کی ہے

"عنبر اگر میں بچ گئی تو تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں
گی۔ تم غدار ہو۔ دشمن کے جاسوس ہو۔"

عنبر نے آہستہ سے کہا۔

"یہ وقت آنے پر تمہیں معلوم ہوگا کہ میں نے
ہتھیار کیوں ڈالے تھے۔"

فوجیوں نے اسی وقت دونوں کو رسیوں میں جکڑا
اور قید خانے کی طرف گھسیٹتے ہوئے لے گئے۔

سرکاری فوجوں کی یہ سب سے بڑی فتح تھی۔
ایک ہی رات میں انہوں نے باغی گروپ کے تینوں
سربراہوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ بادشاہ بہت خوش
تھا کہ اس کے دشمن اس کے قبضے میں آ گئے ہیں۔ وہ
ان تینوں کو سخت اذیت دے کر ہلاک کرنا چاہتا تھا۔
بہت جلد عنبر اور سانگی کو بھی پتہ چل گیا کہ ان کا لیڈر
ڈومینکو بھی گرفتار ہو چکا ہے۔

عنبر، سانگی اور ڈومینکو کو الگ الگ قید خانوں میں
بند کیا گیا تھا۔ ڈومینکو گڑھے میں گرنے سے زخمی
ہو گیا تھا اور اس کا بازو سخت درد کر رہا تھا۔ جب
ایک پہرے دار نے اسے طنز کرتے ہوئے بتایا کہ
اس کے دو ساتھی اور بھی پکڑے گئے ہیں جن میں ایک
لڑکی ہے تو ڈومینکو کو سخت مایوسی ہوئی۔ اُسے
یقین ہو گیا کہ اب اُسے موت کے منہ میں جانے
سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اگلے روز دن چڑھا تو بادشاہ

نے باغی ڈومینکو، عنبر اور سانگی کی موت کا حکم دے
دیا۔ اس حکم میں یہ بھی لکھا گیا کہ ان تینوں کو پتھروں
کی دیوار میں زندہ چن دیا جائے۔

یہ بڑی ہولناک موت تھی۔

فوج کا ایک دستہ باغی ڈومینکو، عنبر اور باغی لڑکی
سانگی کو زنجیروں میں جکڑ کر چھاؤنی سے دور پہاڑیوں
میں لے کر آگیا۔ یہاں ایک جگہ پہلے ہی سے پتھروں
کی چوکور اینٹیں اور گارا تیار تھا۔ آٹھ راج مزدور دیواریں
کھڑی کرنے کے لیے بالکل تیار تھے۔ زمین میں بنیادیں
راتوں رات ہی بنا دی گئی تھیں۔

عنبر، سانگی اور ڈومینکو کو زنجیروں میں جکڑ کر
الگ بنیادوں کے درمیان کھڑا کر دیا گیا۔ فوج کے
سپاہی بندوقیں تان کر ارد گرد کھڑے ہو گئے تھے۔
راج مزدوروں نے جلدی جلدی ان تینوں کے گرد
دیوار کھڑی کرنی شروع کر دی۔ سانگی نے چیخ کر کہا۔

”ڈومینکو! عنبر نے ہمیں دھوکہ دیا ہے۔ اس
نے میرے ہاتھ سے چھین کر ہتھیار پھینکے
تھے۔ یہ دشمن کا جاسوس ہے۔“

عنبر نے کہا۔

”سانگی! اگر میں دشمن کا جاسوس ہوتا
تو مجھے بھی تمہارے ساتھ موت کی سزا
نہ دی جاتی۔“

ڈومینکو خاموش تھا۔ اس نے کوئی جواب
نہ دیا۔ اس نے اپنے آپ کو موت کے حوالے
کر دیا تھا۔ سانگی نے ایک بار پھر عنبر کو برا
بھلا کہا تو ڈومینکو نے اسے ڈانٹ دیا اور
بولا۔

”سانگی! ہمیں خاموشی سے مرنا چاہیے۔
ہم ایک اعلیٰ مقصد کے لیے جان دے رہے
ہیں۔ مجھے بھی میرے ساتھی چھوڑ کر بھاگ
گئے۔ مگر میں انہیں برا بھلا نہیں کہتا۔ یہ
ہمارا آخری وقت ہے۔ ہمیں ایک دوسرے
سے ہنس کر جدا ہونا چاہیے۔“

راج مزدور تیزی سے کام کر رہے تھے۔ دیکھتے دیکھتے انہوں
نے ڈومینکو، سانگی اور عنبر کے گرد کاندھوں تک دیوار کھڑی کر
دی۔ اب صرف ان کی گردنیں ہی دیوار سے باہر تھیں، اور
پھر ان کی گردنیں بھی دیوار کے اندر چھپ گئیں۔

غیبی شیشہ

باغی ڈومینکو کے سر کے اوپر آخری اینٹ لگائی گئی تو اس نے نعرہ لگایا۔

"آزاد میکسیکو زندہ باد!"

یہی نعرہ باغی لڑکی سانگی نے بھی لگایا اور سرکاری راج نے ان دونوں کے سروں کے اوپر اینٹیں لگا کر ان کو دیوار کے اندر بند کر دیا۔ عنبر کو وہ پہلے ہی دیوار کے اندر بند کر چکے تھے۔ عنبر نے سوچا کہ اس دیوار کے اندر صرف اتنی ہی آکسیجن رہ گئی ہے کہ جس میں ڈومینکو اور سانگی پانچ منٹ تک زندہ رہ سکیں گے۔ اس کے بعد وہ بے ہوش ہو جائیں گے اور پھر موت کی نیند سو جائیں گے۔ عنبر کو ان پانچ منٹوں کے دوران ہی سب کچھ کرنا تھا۔

عنبر نے پہلی بار اپنی پوری طاقت سے کام لینے کا فیصلہ کیا۔ وہ بڑی آسانی سے دیوار توڑ کر باہر نکل سکتا تھا۔ مگر اسے معلوم تھا کہ باہر کم از کم دو فوجی ضرور پہرہ دے رہے ہوں گے اور وہ ڈومینکو اور سانگی کو یہاں سے نکال کر نہیں لے جا سکے گا۔ اسے دیوار کے اندر رہ کر ہی کچھ کرنا تھا۔

عنبر نے اپنی پوری طاقت کو ایک جگہ جمع کیا اور جہاں دیوار کے اندر کھڑا تھا وہاں کھڑے کھڑے اپنے جسم کو زور سے گھمایا۔ وہ ایک برمے کی طرح اتنی تیزی سے گھومنے لگا کہ زمین کے اندر دھنستا چلا گیا۔ پھر اس نے ایک طرف سے زمین کے اندر ہی چھوٹی سی سرنگ بنا لی اور وہاں سے بیس پچیس قدموں کے فاصلے پر ایک چٹان کے پیچھے زمین میں سے باہر نکل آیا۔

اس کام میں دو منٹ ضائع ہو گئے تھے۔ اب اس کے پاس صرف تین منٹ باقی رہ گئے تھے۔ عنبر نے چٹان کی اوٹ سے ان تین قد آدم دیواروں کی طرف دیکھا جس کی دو دیواروں میں ڈومینکو اور سانگی بند تھے۔ ان دیواروں کے قریب ہی دو میکسیکی فوجی بندوقیں پاس رکھے بیٹھے پہرہ دے رہے تھے۔ اور ہنس ہنس کر باتیں بھی کر رہے تھے

عنبر نے ایک پتھر زور سے دوسری طرف پھینکا

سپاہی چونک کر اِدھر دیکھنے لگے۔ عنبر کا خیال تھا کہ
وہ اِدھر جائیں گے۔ مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ عنبر
کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ اس نے سامنے آنے
کا فیصلہ کیا اور چٹان سے نکل کر دونوں سپاہیوں کے
پاس آکر کھڑا ہو گیا۔

سپاہی عنبر کو دیکھ کر ہکے بکے ہو کر رہ گئے۔
کیونکہ انھوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے عنبر کو دیوار
میں دفن ہوتے دیکھا تھا۔ عنبر نے کہا۔

"اِن دیواروں کو گرا دو؟"

سپاہیوں نے بندوقیں اٹھا لیں اور پوزیشن سنبھال
کر کھڑے ہو گئے۔

عنبر جانتا تھا کہ ان سپاہیوں کی موجودگی میں اگر اس
نے دیواریں توڑ کر ڈومیکو اور سانگ کو باہر نکالا تو
یہ ان پر گولیاں چلا کر انہیں ہلاک کر ڈالیں گے۔ چنانچہ
عنبر نے پہلے ان دونوں کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کیا۔
عنبر آگے بڑھا۔ ایک سپاہی نے فائر کر دیا۔ گولی
عنبر کے سینے سے ٹکرا کر نیچے گر پڑی۔ عنبر نے
چھلانگ لگا کر دونوں سپاہیوں کو نیچے گرا دیا اور
اِن کے ہاتھوں سے بندوقیں چھین کر انہیں دوہرا کر

کے بیکار کر دیا۔

اب وہ تیزی سے دیواروں کی طرف بڑھا۔ اس
نے دھکا دے کر ایک دیوار کے اوپر کی اینٹیں نیچے
گرادیں۔ پھر دوسری دیوار کی اینٹیں بھی نیچے گرادیں۔
دیواروں کے اندر سے سانگی اور ڈومینکو کے سر نمودار ہوئے۔
وہ نیم بے ہوش تھے۔ تازہ ہوا میں سانس لیتے ہی
دونوں نے اپنی اپنی آنکھیں کھول دیں اور دیکھا کہ عنبر
دونوں سپاہیوں سے لڑ رہا تھا۔ بھلا سپاہی عنبر کا کہاں
مقابلہ کر سکتے تھے۔

عنبر کا ہاتھی سے بھی زیادہ طاقتور ایک ایک مکّا کھا
کر وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ عنبر نے تیزی سے
دیواروں کے پتھر گرائے اور سانگی اور ڈومینکو کو باہر
نکال لیا۔ وہ دونوں زمین پر بیٹھ کر تازہ ہوا میں لمبے
لمبے سانس لینے لگے۔ انہیں ابھی تک یہ راز معلوم نہیں
ہو رہا تھا کہ عنبر خود دیوار کے اندر سے کیسے باہر نکلا۔
کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ عنبر کی دیوار ویسے کی
ویسے ہی کھڑی ہے۔ ڈومینکو نے اُٹھ کر کہا۔

"تم —— تم دیوار سے کیسے باہر نکلے؟"

عنبر نے کہا۔

"یہ وقت اِن باتوں کا نہیں ہے۔ جتنی جلدی
ہو سکے یہاں سے نکل چلو۔"
سانگی احسان مند نظروں سے عنبر کو دیکھ رہی تھی۔
عنبر نے اِسے کہا۔
"اب تو تمہیں یقین آگیا ہو گیا کہ میں سرکاری
جاسوس نہیں ہوں۔ اس وقت اگر میں تم سے
ہتھیار نہ ڈلواتا تو تم مر چکی ہوتیں۔ اب بھاگو
یہاں سے۔"
ڈومیکو سانگی اور عنبر سامنے والی چٹانوں کی طرف
دوڑے۔

ان چٹانوں کے پیچھے ڈھلان دور نیچے مکئی کے
کھیتوں تک چلی گئی تھی۔ وہ بھاگتے ہوئے ڈھلان سے
اتر کر کھیتوں کے پیچھے چلے گئے۔ ڈومینکو نے کہا۔
"ہمارے پاس نہ گھوڑے ہیں نہ بندوقیں
ہیں۔ ہم دوبارا پکڑے جا سکتے ہیں۔"
سانگی نے ایک طرف گاؤں طرف اشارہ کیا اور بولی۔
"ہمیں اس گاؤں سے گھوڑے مل سکتے ہیں۔"
ڈومیکو بولا۔
"ہو سکتا ہے وہاں سپاہی موجود ہوں۔"

عنبر نے کہا۔
"تم لوگ اسی جگہ ٹھہرو۔ میں گاؤں میں جا کر
گھوڑے لانے کی کوشش کرتا ہوں۔"
عنبر تیز تیز قدم اُٹھاتا گاؤں کی طرف بڑھا۔
ڈومینکو اور سانگی اونچی فصل میں چھپ کر بیٹھ گئے
بر گاؤں کے باہر ہی تھا کہ اسے ایک بوڑھا میکسیکی
دھے پر سوار اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ عنبر نے اسے
تھ کے اشارے سے روکا۔ بوڑھے نے گردن ایک
ف جھکا کر کہا۔
"تم میکسیکی نہیں لگتے ہو۔ تم کہاں سے آئے
ہو؟"
عنبر نے کہا۔
"چچا! میں ملک مصر کا سیاح ہوں۔ میرے
بوڑھے ماں باپ ——— میرے ساتھ
ہیں۔ وہ بیمار ہیں۔ مجھے ان کے لیے دو گھوڑے
چاہییں۔"
بوڑھا بولا۔
"میرے پاس صرف ایک ہی گدھا ہے اور
یہ میں تمہیں نہیں دے سکتا۔ خدا حافظ!"

"یہ وقت اِن باتوں کا نہیں ہے۔ جتنی جلدی
ہو سکے یہاں سے نکل چلو۔"
سانگی احسان مند نظروں سے عنبر کو دیکھ رہی تھی۔
عنبر نے اِسے کہا۔

"اب تو تمہیں یقین آگیا ہو گیا کہ میں سرکاری
جاسوس نہیں ہوں۔ اس وقت اگر میں تم سے
ہتھیار نہ ڈلواتا تو تم مر چکی ہوتیں۔ اب بھاگو
یہاں سے۔"

ڈومیکو سانگی اور عنبر سامنے والی چٹانوں کی طرف
دوڑے۔

ان چٹانوں کے پیچھے ڈھلان دور نیچے مکئی کے
کھیتوں تک چلی گئی تھی۔ وہ بھاگتے ہوئے ڈھلان سے
اتر کر کھیتوں کے پیچھے چلے گئے۔ ڈومیکو نے کہا

"ہمارے پاس نہ گھوڑے ہیں نہ بندوقیں
ہیں۔ ہم دوبارا پکڑے جا سکتے ہیں۔"
سانگی نے ایک طرف گاؤں طرف اشارہ کیا اور بولی۔
"ہمیں اس گاؤں سے گھوڑے مل سکتے ہیں۔"
ڈومیکو بولا۔
"ہو سکتا ہے وہاں سپاہی موجود ہوں۔"

عنبر نے کہا۔
"تم لوگ اسی جگہ ٹھہرو۔ میں گاؤں میں جا کر
گھوڑے لانے کی کوشش کرتا ہوں۔"
عنبر تیز تیز قدم اُٹھاتا گاؤں کی طرف بڑھا۔
ڈومیکو اور سانگی اونچی فصل میں چھپ کر بیٹھ گئے
عنبر گاؤں کے باہر ہی تھا کہ اسے ایک بوڑھا میکسیکی
گدھے پر سوار اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ عنبر نے اسے
ہاتھ کے اشارے سے روکا۔ بوڑھے نے گردن ایک
طرف جھکا کر کہا۔

"تم میکسیکی نہیں لگتے ہو۔ تم کہاں سے آئے
ہو؟"
عنبر نے کہا۔
"چچا! میں ملک مصر کا سیاح ہوں۔ میرے
بوڑھے ماں باپ ________ میرے ساتھ
ہیں۔ وہ بیمار ہیں۔ مجھے ان کے لیے دو گھوڑے
چاہییں۔"
بوڑھا بولا۔
"میرے پاس صرف ایک ہی گدھا ہے اور
یہ میں تمہیں نہیں دے سکتا۔ خدا حافظ!"

یہ کہہ کر بوڑھا آگے بڑھ گیا۔

عنبر کو ایک مکان کی دیوار کے پیچھے دو گھوڑے گھاس چرتے دکھائی دیئے۔ وہ ان کے قریب گیا۔ ادھر ادھر دیکھا۔ وہاں کوئی آدمی نہیں تھا۔ عنبر نے گھوڑوں کی باگیں تھامیں اور انہیں آہستہ آہستہ چلاتا اپنے ساتھ لے کر مکئی کے کھیت میں آگیا۔ جہاں ڈومینگو اور سانگی اس کا انتظار کر رہے تھے۔ ڈومینگو نے سانگی کو اپنے ساتھ گھوڑے پر بٹھایا۔ دوسرے گھوڑے پر عنبر بیٹھ گیا اور وہ گھوڑے دوڑاتے پہاڑیوں کی طرف چل دیئے مختلف پہاڑیوں کے چکر کاٹ کر وہ اپنے خفیہ ٹھکانے پر پہنچ گئے۔ غار میں آتے ہی ڈومینگو نے عنبر سے پوچھا

"عنبر! یہ تو بتاؤ کہ تم بند دیوار میں سے کیسے باہر نکلے؟"

عنبر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے اندر سرنگ کھودی تھی۔"

سانگی کہنے لگی۔

"دیوار میں تو صرف کھڑے ہونے کی جگہ تھی۔ تم نے جھک کر سرنگ کیسے کھود لی؟"

عنبر بولا۔

"یہ میرا راز ہے جو میں نہیں بتا سکتا۔"

ڈومینگو ہنس دیا۔ پھر اس نے کہا۔

"اب ہمیں یہاں سے بھی کوچ کر جانا چاہیئے۔ ہمارے فرار کا کچھ دیر بعد حکومت کو پتہ چل جائے گا اور ان کی فوج اس سارے علاقے کو گھیرے میں لے لے گی۔"

سانگی کہنے لگی۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں ملک کیوبا کے جزیرے کی طرف چلے جانا چاہیئے۔ تاکہ وہاں رہ کر ہم اپنی طاقت کو ایک بار پھر جمع کریں۔ ایک نیا گروہ بنائیں اور پھر تازہ دم ہو کر یہاں آئیں۔"

ڈومینگو کو سانگی کی یہ تجویز پسند آئی۔

"ٹھیک ہے ہم اس وقت کیوبا کی طرف نکل چلتے ہیں۔"

عنبر سوچ رہا تھا کہ وہ ان کے ساتھ جا کر کیا کرے گا۔ اسے تو ماریا ناگ اور کیٹی کی تلاش تھی۔ وہ تو اپنے ساتھیوں سے ملنا چاہتا تھا۔ مگر اسے کچھ معلوم نہیں تھا۔ کہ وہ اپنے دوستوں سے کہاں اور کس طرح مل سکتا ہے۔ اس نے یہی مناسب سمجھا کہ ابھی ڈومینگو اور سانگی

کے ساتھ ہی رہے۔ شاید کیوبا جانے کے بعد ماریا
ناگ اور کیٹی کا کوئی سراغ مل جائے۔

کیوبا جانے کے لیے ان تینوں کو ساحل سمندر پر
جانا پڑا۔ وہ سمندر کے ویران کنارے پر آ گئے۔ یہاں
سمگلروں کی کشتیاں چلتی تھیں جو لوگوں کو غیر قانونی طور پر
میکسیکو کے ساحل سے کیوبا کی طرف لے جاتی تھیں۔ اور
سمگلنگ کا کاروبار بھی ساتھ ہی ساتھ کرتی تھیں۔

جب اندھیرا چھا گیا تو ڈومینکو نے ایک کشتی کو ساحل
کی طرف آتے دیکھا۔ کشتی کنارے کے ساتھ آ کر لگ
گئی۔ ڈومینکو نے عنبر اور سانگی کو وہیں رہنے کا اشارہ
کیا اور خود کشتی کی طرف بڑھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ خوشی
خوشی واپس آیا۔ اس نے بتایا کہ کشتی اس کے ایک سمگلر
دوست کی ہے۔ عنبر اور سانگی بہت خوش ہوئے۔

انہوں نے کشتی میں سمندر پار کیا اور کیوبا کے ساحل
پر آ گئے۔

کیوبا میں نیگرو لوگ رہتے تھے اور یہاں ایک فوجی
جرنیل کی حکومت تھی۔

ڈومینکو نے عنبر سے کہا:

"یہاں ایک جنگل میں جھیل کے کنارے میرے

کچھ دوست رہتے ہیں۔ ہمیں ان کے پاس جانا
ہوگا۔"

یہ لوگ جنگل میں جھیل کے کنارے ایک پرانے مکان
میں رہ رہے تھے۔ یہ بھی باغی تھے اور کیوبا کے
خلاف بغاوت کا پروگرام بنا رہے تھے۔ عنبر کو اب ان لوگوں
سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اسے ماریا، ناگ اور کیٹی کی
یاد ستانے لگی تھی۔ رات باغی گروہ کے مکان میں گزارنے
کے بعد عنبر جھیل کنارے سیر کرتے کرتے جنگل میں
میں دُور نکل گیا۔ اس نے دیکھا کہ جھیل کی دوسری طرف
درختوں میں کسی مکان کی چمنی باہر نکلی ہوئی تھی۔ وہ
اس مکان کی طرف چلنے لگا۔

عنبر نے دیکھا کہ یہ ایک خستہ حال پُراسرار سا مکان
تھا۔ جس کی سیاہ چمنی میں سے دھواں نکل رہا تھا۔
کیا کوئی اس کے اندر رہ رہا ہے؟ عنبر نے سوچا اور
مکان کے پرانے دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ
بند تھا۔ عنبر مکان کی پچھلی طرف آ گیا۔ یہاں جنگلی گھاس
دیوار کے ساتھ اُگی ہوئی تھی۔ اوپر ایک چھوٹی سی
کھڑکی تھی جس پر پھولوں والی بیل جھکی ہوئی تھی۔
عنبر اُچھل کر کھڑکی پر چڑھ گیا۔ اس نے کھڑکی کا

پٹ آہستہ سے کھولا۔

اندر ایک کمرہ تھا۔ پرانا۔ خستہ حال۔ صوفوں پر گرد جمی تھی۔ مگر آتش دان میں آگ جل رہی تھی۔ آتش دان کے قریب ایک آرام کرسی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ابھی ابھی یہاں سے کوئی اٹھ کر واپس گیا ہے۔ عنبر کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ آتش دان کے پاس ایش ٹرے میں ایک سگار پڑا تھا جو سلگ رہا تھا۔ کوئی سگار یہاں رکھ کر ابھی باہر گیا تھا۔

عنبر کو کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی۔ عنبر جلدی سے دیوار کے پردے کے پیچھے ہو گیا۔

اس نے پردے کے پیچھے سے دیکھا کہ سامنے والے دروازے میں سے ایک سیاہ فام نوجوان حبشی لڑکی نمودار ہوئی جس کے ہاتھ میں ایک کپ تھا۔ کپ اس نے آتش دان کے پاس چھوٹی میز پر رکھ دیا اور جدھر سے آئی تھی ادھر واپس چلی گئی۔

عنبر پردے میں سے نکلنے ہی والا تھا کہ اسے گہرے گہرے سانس لینے کی آواز سنائی دی۔ عنبر نے دیکھا کہ اسی دروازے میں سے ایک موٹی ناک والا بھاری بھر کم حبشی باہر نکلا۔ اس کے جسم پر بن مانس کی طرح بال

تھے۔ اس نے چھوٹی جیکٹ پہن رکھی تھی۔ اس کے سر کے بال گھنگھریالے تھے اور وہ گینڈے کی طرح سانس لے رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک خنجر تھا۔ وہ جھومتا جھامتا آ کر آتش دان کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور ایش ٹرے میں سے سگار اٹھا کر پینے لگا۔ پھر اس نے کپ اٹھا کر دیکھا اور اسے غٹا غٹ چڑھا گیا۔ اس نے سگار آتش دان میں پھینک دیا اور غراتے ہوئے آواز نکالی۔

"مصرانی! میرے ناشتے کا وقت ہو گیا ہے۔ جلدی آؤ!"

دروازے میں سے وہی حبشی لڑکی نکل کر آئی۔ اب وہ سہمی ہوئی تھی۔ ڈرتے ڈرتے وہ حبشی بن مانس کے پاس آ کر دو زانو ہو کر بیٹھ گئی۔ حبشی کسی درندے کی طرح غرا رہا تھا۔ اس نے حبشی لڑکی مصرانی کی گردن پر آئے ہوئے سیاہ بالوں کا گچھا پرے ہٹایا۔ اور اپنے لمبے لمبے۔ نوکیلے دانت نکال کر بولا۔

"آج مجھے بڑی پیاس لگی ہے مصرانی!"

حبشی لڑکی نے مردہ آواز میں کہا۔

"میرے آقا! میں حاضر ہوں۔"

حبشی بن مانس نما انسان نے آہستہ سے حبشی لڑکی
کی گردن پر اپنے دانت رکھ دیئے۔ جب اس نے اپنے
دانت حبشی لڑکی کی گردن میں گاڑے تو حبشی لڑکی کے
حلق سے ایک دردانگیز چیخ نکل گئی مگر حبشی بن مانس نے
اس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا اور اس کی گردن کا خون
پیتا چلا گیا۔

یہ منظر دیکھ کر عنبر کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ حبشی
بن مانس کا جب پیٹ بھر گیا تو اس نے اپنا منہ حبشی لڑکی
کی گردن سے ہٹا لیا۔ حبشی لڑکی کا جسم کمزوری کی وجہ
سے لرز رہا تھا۔ وہ نیچے گر پڑی۔ حبشی بن مانس نے اسے
زور سے ٹھوکر مار کر کہا۔

"ذلیل لڑکی تم میں اتنا کم خون کیوں ہے؟"

حبشی لڑکی خون نکل جانے کی وجہ سے بے حد کمزور
ہو رہی تھی۔ اس میں اتنی طاقت بھی نہیں تھی کہ کوئی
جواب دیتی۔ حبشی بن مانس نے اسے کاندھے پر ڈالا۔
اور دروازے میں سے گزر گیا۔ عنبر اپنی جگہ پردے
کے پیچھے خاموش کھڑا تھا۔ چند سیکنڈ کے بعد حبشی
بن مانس اندر واپس آ گیا۔ وہ آرام کرسی پر دھڑام
سے گر پڑا۔ وہ خوب سیر ہو چکا تھا۔ اس نے گردن

پیچھے کر لی اور گہری نیند سو گیا۔ اس کے خراٹے گونجنے لگے۔
عنبر تیزی سے پردے کے پیچھے سے نکلا اور دروازے
میں سے گزر کر دوسرے کمرے میں آ گیا۔ اس نے دیکھا
کہ کونے میں ایک ٹوٹا پھوٹا پلنگ بچھا تھا۔ جس پر بے چاری
حبشی لڑکی نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑی تھی۔ عنبر نے
اسے ہوش میں لانے کی بہت کوشش کی مگر حبشی لڑکی
کو پوری طرح ہوش نہ آیا۔ ایک بار لڑکی نے اپنی آنکھیں
کھول کر عنبر کو دیکھا اور حیرانی سے اسے تکتے رہ گئی۔ عنبر
نے آہستہ سے کہا۔

"میں تمہیں یہاں سے نکالنے آیا ہوں۔"

حبشی لڑکی کے حلق سے ہلکی سی کراہ کی آواز نکلی۔ عنبر نے
اس کے ہونٹوں کے ساتھ اپنا کان لگا دیا۔ حبشی لڑکی کہہ
رہی تھی۔

"بھاگ جاؤ۔ بھاگ جاؤ ـــــ"

اس کے بعد لڑکی پھر بے ہوش ہو گئی۔

دوسرے کمرے سے حبشی بن مانس کی آواز آئی۔

"مصرانی! بدبخت لڑکی! یہاں آؤ"

عنبر کھڑکی میں سے باہر باغ میں کود گیا۔
وہ باغ کی اونچی اونچی گھاس اور جھاڑیوں میں سے

ہوتا جھیل کے کنارے پر آگیا اور ڈومینکو کے دوست
کے گھر کی طرف چل پڑا۔ ڈومینکو اور سانگی وہاں پر نہیں
تھے۔ ڈومینکو کا کیوبن دوست ڈائس برآمدے میں
بیٹھا ناریل چھیل رہا تھا۔ عنبر اس کے پاس بیٹھ کر
اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا۔ پھر باتوں ہی باتوں
میں اس نے ڈائس سے پوچھا۔

"جھیل کے پار جو پرانا خستہ حال مکان ہے
اس میں کون رہتا ہے؟"

اس سوال پر ڈائس کا ہاتھ ناریل چھیلتے ہوئے وہیں
رک گیا۔ اس کی آنکھیں خوف کی وجہ سے پھیل گئیں۔
اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور سہمی
ہوئی آواز میں پوچھا۔

"کیا تم اس مکان کے پاس گئے تھے؟"
عنبر نے اصل بات چھپاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میں نے اس مکان کو دور ہی سے دیکھا
ہے۔ بڑا پُراسرار مکان لگا ہے مجھے۔"

ڈومینکو کے ساتھی ڈائس نے اطمینان کا سانس لیا
اور ناریل چھیلتے ہوئے بولا۔

"مسٹر عنبر! اس مکان کی طرف کبھی نہ جانا۔"

عنبر نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں؟ کیا وہاں کوئی جن بھوت رہتے ہیں؟"

ڈائس کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر بولا۔

"میں نے تمہیں جو کچھ کہا ہے اس پہ عمل کرنا۔
اس مکان کا رُخ کرو گے تو واپس نہ آسکو
گے۔"

یہ کہہ کر ڈائس اُٹھ کر مکان کے اندر چلا گیا۔
عنبر کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ اس پُراسرار مکان
کا معمہ حل کرنا چاہیئے۔ اس کا دل کہتا تھا کہ وہاں کوئی
جن بھوت نہیں ہے۔ ایک خونخوار حبشی ہے جس نے
ایک معصوم حبشی لڑکی کو قید کر رکھا ہے اور اس کا
خون پیتا ہے۔ عنبر نے ڈومینکو اور سانگی سے بھی بات
نہ کی اور شام کا اندھیرا ہوتے ہی خستہ حال پُراسرار
مکان کی طرف چل پڑا۔

ابھی وہ مکان سے دُور ہی تھا کہ جھیل کے کنارے
اسے ایک نیگرو بوڑھا مچھیرا ملا۔ اس نے عنبر سے سوال
کیا کہ وہ کدھر جا رہا ہے؟ عنبر نے کہا۔

"یونہی ذرا جنگل کی سیر کر رہا ہوں۔"

بوڑھا مچھیرا پُراسرار مکان کی طرف اشارہ کر کے

بولا۔

"بیٹا! سارے جنگل میں گھومتے پھرنا۔ مگر اس مکان کی طرف نہ جانا۔"

"کیوں بابا! اس مکان میں کوئی بھوت رہتا ہے کیا؟"

بوڑھے مچھیرے نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی آنکھوں سے خوف ٹپک رہا تھا۔ وہ جال کاندھے پر ڈال کر وہاں سے چلا گیا۔

عنبر کے لیے پُراسرار مکان کا معمہ اور الجھتا جا رہا تھا۔

اس نے اپنی آنکھوں سے وہاں ایک وحشی خونخوار حبشی کو مصراتی نام کی ایک نیگرو لڑکی کی گردن کا خون پیتے دیکھا تھا۔ وہ کیسے مان لیتا کہ مکان میں جن بھوت رہتے ہیں۔ بھلا جن بھوت انسانوں کا خون تھوڑے پیتے ہیں؟

عنبر مکان کی طرف بڑھا۔ چند گز کے فاصلے سے اس نے دیکھا کہ مکان کے جھکے ہوئے پرانے دروازے کے اوپر جو روشندان بنا تھا۔ اس میں دھیمی دھیمی روشنی ہو رہی تھی۔ مکان کے قریب جاتے ہی یہ روشنی بجھ گئی۔

عنبر مکان کے پچھواڑے آ گیا۔ یہاں وہ کھڑکی تھی جس

ں سے کود کر وہ پہلی بار مکان کے اندر گیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ کھڑکی بند ہے۔

عنبر نے کھڑکی کے قریب جا کر اسے آہستہ سے دھکیلا کی کا پٹ کھل گیا۔ عنبر کھڑکی میں سے اندر داخل ہو گیا۔ یہ وہی کمرہ تھا۔ جس کے آتش دان میں آگ رہی تھی۔ آرام کرسی پاس ہی خالی پڑی تھی۔ تپائی کے ایش ٹرے میں سگار نہیں تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وحشی خونخوار حبشی دوسرے کمرے میں ہے۔ عنبر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا دروازے میں سے گزر کر دوسرے کمرے آیا تو دیکھا کہ کمرے میں ایک بڑا پلنگ بچھا ہے۔ دیواروں پر لمبے لمبے بھاری پردے لٹک رہے ہیں۔ پلنگ پر وہی حبشی لڑکی مصراتی سیدھی لیٹی تھی۔ اس کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ چھت کو تک رہی تھی۔

عنبر اس کے پیچھے آ گیا اور جھک کر اسے تکنے لگا۔

حبشی لڑکی مصراتی نے آنکھیں گھما کر عنبر کو دیکھا۔ اور اس کے خشک ہونٹ ذرا سے ہلے۔

اس نے کہا۔

"بھاگ جاؤ۔ بھاگ جاؤ۔"

عنبر نے کہا۔

"میں تمہیں یہاں سے نکالنے آیا ہوں۔ اٹھو۔ میرے ساتھ یہاں سے نکل چلو"

حبشی لڑکی مصرانی نے سامنے والی دیوار کی طرف خوف بھری نظروں سے دیکھا۔ عنبر نے دیکھا کہ سامنے والی دیوار پر پردہ نہیں تھا۔ دیوار خالی تھی مگر اس پر روشنی کا ایک چھوٹا سا دائرہ کسی طرف سے پڑنے لگا۔ روشنی کا یہ دائرہ آہستہ آہستہ بڑا ہوتا گیا۔ حبشی لڑکی مصرانی نے پریشان ہو کر کہا۔

"بھاگ جاؤ۔ وہ ___ وہ آ رہے ہیں"

عنبر نے دیکھا کہ روشنی کے دائرے کا سائز انسانی قد کے برابر ہو گیا تھا اور اس میں دو انسانی ہیولے ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے۔ مصرانی نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"چھپ جاؤ۔ چھپ جاؤ"

عنبر تیزی سے سامنے والی دیوار کے بھاری پردے کے پیچھے چھپ گیا۔ مگر وہ ذرا سا پردہ پیچھے کھسکا کر دیوار کی گول روشنی میں انسانی ہیولوں کو ظاہر ہوتے دیکھ رہا تھا۔ یہ انسانی ہیولے سفید چاندی کی طرح چمکنے لگے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ وہ دو انسان بن گئے۔

اور روشنی کے دائرے سے باہر نکل کر کمرے کے فرش پر پلنگ کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے۔

دونوں انسانی شکل کے تھے اور کسی دوسری دنیا کی مخلوق نہیں لگ رہے تھے۔ مگر انہوں نے سفید خلائی سوٹ قسم کی وردیاں پہن رکھی تھیں اور ان کے ہاتھوں میں چھوٹے سائز کے دو گول شیشے تھے۔ ان شیشوں کا رخ انہوں نے دیوار کی طرف کیا۔ دیوار کی روشنی کا دائرہ سمٹ کر ان شیشوں میں واپس آ گیا۔

دونوں انسانوں نے گول چھوٹے شیشے وہیں پلنگ کے پاس بڑی میز پر رکھ دیئے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر اشارہ کیا۔

اشارے کے ساتھ ہی ایک نے اپنی جیب میں سے ایک بال پوائنٹ کے سائز کا ایک پین نکال کر اس کا رخ دروازے کی طرف کیا۔ دروازے میں وہی خوفناک حبشی نمودار ہو گیا۔ یہ وحشی حبشی آہستہ آہستہ چل کر آتا پلنگ کے پاس سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ ایک سفید خلائی لباس والے آدمی نے کسی نامعلوم زبان میں کہا۔ عنبر یہ زبان پہلی بار سن رہا تھا۔ مگر وہ اسے سمجھ رہا تھا۔

"آج تمہیں اس لڑکی کے جسم میں اپنا زہر داخل کرتے دس روز ہو گئے ہیں۔ صرف پانچ روز مزید تم اس کے جسم میں اپنا زہر داخل کرو گے۔ اس کے بعد تم اپنے آپ مر جاؤ گے اور ہم اس لڑکی کو اپنی دنیا میں لے جائیں گے۔"

وحشی حبشی نے سر جھکا کر اسی زبان میں کہا۔

"میں آپ کے حکم کا پابند ہوں سانچور!"

سانچور نے حبشی لڑکی مصراتی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"حبشی لڑکی کو ہم نے بے حس کر دیا ہے۔ یہ پانچ دن تک اسی جگہ بے حس و حرکت پڑی رہے گی۔ چوتھے روز شام کو تم اس گول شیشے کی روشنی کی مدد سے اس کے جسم کو پھر زندہ کر سکو گے۔ اس وقت تم آخری بار اس کی گردن میں اپنے خون کا زہر ڈالو گے۔ پانچویں دن ہم آ کر اسے اپنے ساتھ لے جائیں گے اس کے بعد تم اسی جگہ اپنے آپ ہلاک ہو جاؤ گے۔"

یہ کہہ کر سانچور نے میز پر رکھا ہوا چھوٹا گول شیشہ اٹھا کر حبشی وحشی کو دیا۔ اور کہا:

"اس کی حفاظت کرنا۔ کیونکہ اسی کی مدد سے ہمیں اس حبشی لڑکی کو اپنے ساتھ اپنی دنیا میں لے جانا ہے۔"

دوسرا انسان بولا۔

"اب ہم جاتے ہیں۔ پانچویں دن آئیں گے۔"

یہ کہہ کر دونوں انسان سامنے والی دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ ایک گول چھوٹا شیشہ انہوں نے وحشی حبشی کو دے دیا تھا۔ دوسرا شیشہ سانچور کے پاس تھا۔ اس نے شیشے کے پیچھے اس کا بٹن دبایا۔ گول شیشے میں سے روشنی نکل کر دائرے کی شکل میں سامنے والی دیوار پر پڑی۔ دونوں سفید وردی والے انسان اس روشنی کے دائرے میں داخل ہو گئے۔ ان کے داخل ہوتے ہی ان کے جسم جگمگانے لگے اور پھر ہیولا بن کر غائب ہو گئے۔

اُن کے غائب ہوتے ہی روشنی کا دائرہ بھی بجھ گیا۔ عنبر پردے کے پیچھے چھپا یہ سب کچھ حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ دونوں پُراسرار انسانوں کے غائب ہونے

کے بعد وحشی حبشی نے پلنگ پر پڑی حبشی لڑکی مصراقی
کی طرف جھک کر دیکھا اور غراتے ہوئے بولا۔
"تمہاری وجہ سے مجھے موت مل رہی ہے
کاش میں تمہیں بھی اپنے ساتھ ہلاک کر
ساتھ ۔ لیکن میں بے بس ہوں۔ تمہارے جسم
میں اپنے جسم کا خاص کیمیاوی زہر داخل کرنے
کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔"
وحشی حبشی نے گول شیشہ اپنی جیکٹ کی جیب میں
ڈالا اور دوسرے کمرے کی طرف چلا گیا۔ اب عنبر کی
سمجھ میں یہ بات آئی کہ اصل میں یہ وحشی آدمی حبشی
لڑکی مصراقی کا خون نہیں پیتا بلکہ اس کی گردن میں
اپنے دانت گاڑ کر اس کے جسم میں کوئی خاص زہر
داخل کرتا ہے۔
اس کے جانے کے بعد کمرے میں اندھیرا اور
خاموشی چھا گئی۔ وحشی حبشی چلتے ہوئے کمرے کا دروازہ
بند کرتا گیا تھا۔
عنبر پردے کے پیچھے سے نکل آیا۔ دروازے
کے پاس جا کر اس نے درز میں سے دوسرے کمرے
میں دیکھا۔ وحشی حبشی آتش دان کے پاس آرام کرسی

پر سر پیچھے لگائے۔ نیم دراز تھا۔ اس کی آنکھیں بند
نہیں۔ شاید وہ سونے کی کوشش کر رہا تھا۔ عنبر واپس
حبشی لڑکی مصراقی کے پاس آیا اور اس کے پاس پلنگ
پر بیٹھ گیا۔ حبشی لڑکی مصراقی اس طرح کھلی آنکھوں سے
چھت کو تک رہی تھی۔ اس نے عنبر کی طرف آنکھیں گھما
کر دیکھا اور آہستہ سے کہا۔
"تم نے سب کچھ دیکھ لیا ہوگا۔ اب اگر اپنی
زندگی چاہتے ہو تو یہاں سے نکل جاؤ۔"
عنبر نے جھک کر حبشی لڑکی مصراقی کے کان میں کہا۔
"میں نے سب کچھ دیکھا بھی ہے اور سُن بھی
لیا ہے۔ اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں
ان ظالموں کی قید سے رہائی دلا کر رہوں گا۔"
دوسرے کمرے سے غراتے کی آواز آئی۔ عنبر جلدی
سے پلنگ کے پیچھے ہو گیا۔ کمرے میں گہری خاموشی
چھا گئی۔ عنبر پھونک پھونک کر قدم رکھتا دروازے
کے پاس گیا اور دوسری طرف جھانک کر دیکھا۔ وحشی
حبشی کرسی پہ سو رہا تھا اور اس کے خراٹے اس
طرح گونج رہے تھے جیسے وہ غرا رہا ہو۔
عنبر جلدی سے واپس حبشی لڑکی مصراقی کے پاس آ گیا

اس نے آہستہ سے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔ اُن لوگوں نے تمہیں پلنگ پر
پتھر بنا دیا ہے۔ میں نے یہ بھی سن لیا تھا
کہ اگر پُر اسرار گول شیشے کی روشنی تمہارے
جسم پر ڈالی جائے تو تمہارے جسم میں پھر
سے جان پڑ جائے گی۔"

مصرانی نے سرگوشی کی۔

"مگر یہ گول شیشہ اس ظالم وحشی کی جیکٹ میں
ہے اگر تم اسے نکالو گے تو وہ تمہیں مار
ڈالے گا۔ تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"

عنبر ذرا سا مسکرایا۔ کیونکہ اس حبشی لڑکی مصرانی
کو عنبر کی طاقت کا پتہ نہیں تھا۔ اس نے مصرانی کے
کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"وہ میرا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ میں اس کی
جیب سے گول شیشہ لے کر آتا ہوں۔"

لڑکی مصرانی کی دہشت سے آنکھیں پھیل گئیں۔
اس نے آہستہ سے کہا۔

"ایسا مت کرنا۔ ایسا مت کرنا۔ وہ تمہیں زندہ
نہیں چھوڑے گا۔"

عنبر نے اس کی ہدایت پر کوئی توجہ نہ دی اور
دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے میں دوسری
رف تالا لگا تھا۔ عنبر نے اپنے ہاتھ کو دروازے
ر رکھ کر ذرا سا زور لگایا۔ تالا توڑنے کے لیے عنبر
اتنا زور ہی کافی تھا۔ مگر دروازے کا تالا آواز
ساتھ ٹوٹ گیا۔ اس آواز نے وحشی حبشی کو جگا
یا۔

اس نے اپنا بھاری گینڈے ایسا سر گھما کر دروازے
طرف دیکھا۔ اس کے سامنے عنبر کھڑا تھا۔ عنبر
ک کر اس کے قریب آگیا۔ وحشی حبشی غصے سے
تھرانے لگا۔ اس کے حلق سے عجیب عجیب بھیانک
ازیں نکلنے لگیں۔ وہ غراتے ہوئے عنبر کی طرف
ھا۔ عنبر نے اپنی جگہ سے کوئی حرکت نہ کی۔ وحشی
شی نے چیخ مار کر _____ عنبر
گردن کو دبوچ لیا۔ مگر عنبر کی گردن تو چٹان سے
زیادہ سخت ہو چکی تھی۔ عنبر نے اپنے جسم کو ایک
کا دیا۔

وحشی حبشی اچھل کر پرے جا گرا۔

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے عنبر کو تکنے لگا کہ اس میں

اتنی طاقت کہاں سے آگئی تھی؟ اب عنبر نے اس پر حملہ کر دیا۔ عنبر نے جست لگائی اور وحشی حبشی کو دونوں ہاتھوں سے فرش پر سے اوپر اٹھا لیا۔ پھر اس کو دو چکر دینے اور پوری طاقت سے آتش دان میں دے مارا۔ ایک خوفناک چیخ کے ساتھ وحشی حبشی آتش دان سے باہر نکلا۔ مگر آگ نے اس کے جسم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

عنبر نے لپک کر اسکے جسم سے جیکٹ کو کھینچ لیا۔ جیکٹ پھٹ کر اس کے ہاتھ میں آگئی۔ اس جیکٹ کی جیب میں گول شیشہ تھا۔ وحشی حبشی لڑکھڑا کر آتش دان کے سامنے گر پڑا۔ اس کا جسم آگ میں جل کر سیاہ ہو گیا تھا۔ وہ تڑپ رہا تھا۔ پھر وہ بے حس ہو گیا اور اس کے جسم نے کوئی حرکت نہ کی۔

عنبر نے اسے جھک کر دیکھا۔ وہ ختم ہو چکا تھا۔

عنبر جیکٹ کی جیب میں سے شیشہ نکال کر حبشی لڑکی مصرانی کے پلنگ کے پاس آگیا۔ اس نے وحشی حبشی کے چیخنے چلانے کی آوازیں سن لی تھیں۔ جب عنبر نے اسے بتایا کہ وحشی حبشی ختم ہو چکا ہے تو مصرانی کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ عنبر نے اسے گول شیشہ دکھا

یہ دیکھو۔ میں پر اسرار غیبی طاقت والا شیشہ
ے ساتھ لے آیا ہوں۔ یہ یقیناً غیبی شیشہ ہے۔
ں اسے غیبی شیشہ ہی کہوں گا۔"
صرانی حیرت سے کبھی عنبر کو دیکھتی اور کبھی غیبی
ے کو۔ عنبر نے کہا۔
"اب اس کی روشنی میں تم پر کیسے ڈالوں؟"
مصرانی نے کہا۔
"اس کے پیچھے ایک بٹن لگا ہے۔ اسے دباؤ گے
تو غیبی شیشے میں سے روشنی نکلے گی۔"
عنبر نے غیبی شیشے کے پیچھے لگا ہوا چھوٹا سا بٹن
تو شیشے میں سے روشنی کا چھوٹا سا دائرہ باہر
آیا۔ مصرانی نے کہا۔
"اس دائرے کو میرے سینے پر ڈالو۔"
عنبر نے دائرے کا رخ حبشی لڑکی مصرانی کے جسم
ڈالا۔ روشنی کا دائرہ بڑا ہونے لگا۔ پھر لڑکی کا
را جسم روشنی میں آگیا۔ اس کے ساتھ ہی لڑکی اٹھ
بیٹھ گئی۔ اس نے جلدی سے کہا۔
"بٹن دبا کر روشنی بجھا دو۔"

عنبر نے روشنی بجھا دی۔ مصرانی پلنگ سے اتر آئی۔
اس نے عنبر کے ساتھ دوسرے کمرے میں جا کر وحشی
حبشی کی جلی ہوئی لاش دیکھی تو بولی۔

"ہر ظلم کرنے والے کا یہی انجام ہوتا
ہے۔"

عنبر نے لڑکی کو آرام کرسی پر بٹھا دیا۔ وحشی حبشی
کی جلی ہوئی لاش کو کونے میں لڑھکا دیا اور خود ایک
چوکی پر بیٹھ گیا اور مصرانی سے پوچھا۔

"یہ سب کچھ کیا معمہ ہے؟ مجھے بتاؤ کہ تم
کون ہو؟ کہاں سے آئی ہو۔ وہ دو سفید لباس
والے آدمی کون تھے۔ ان کی دنیا کون سی ہے؟
اور وہ اس وحشی حبشی کا زہر تمہارے جسم میں
کیوں داخل کر رہے تھے؟"

مصرانی نے کہا۔

"میرے لیے خوشی کی بات یہ ہے کہ اب ان
کا زہر بیکار ہو گیا ہے۔ اگر تم چار دن بعد
یہاں آتے تو میرا کام تمام ہو چکا تھا۔ پھر
مجھے ان لوگوں سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔ لیکن
اب میں موت کے منہ سے بچ گئی ہوں۔"

عنبر نے پوچھا۔

"مگر یہ لوگ کون تھے اور تمہارے ساتھ
ایسا سلوک کیوں کر رہے تھے؟"

حبشی لڑکی بولی۔

"اس دنیا کو تم اپنی اصلی دنیا سمجھ رہے
ہو گے۔ مگر یہ تمہاری اور ہماری اصلی دنیا
نہیں ہے بلکہ اصلی دنیا کا عکس ہے۔ ہماری
اصلی دنیا جو تیسری ایٹمی جنگ کے بعد تباہ
ہو گئی تھی۔ یہاں سے ایک لاکھ نوری سال
کے فاصلے پر اسی طرح سورج کے گرد گردش
لگا رہی ہے۔ وہ ہماری اصلی دنیا ہے۔ یہ
دو سفید پوش آدمی مریخ کی مخلوق تھی۔ جب
ہماری دنیا ایٹمی جنگ کی وجہ سے تباہ ہو گئی
تو مریخ پر سے یہ مخلوق جنوبی قطب کے ایک
علاقے میں اتر آئی۔ وہاں میں اپنے ماں باپ
کے ساتھ رہتی تھی۔ ہم ایٹمی جنگ سے اس
لیے بچ گئے کہ میرا باپ ہمیں ساتھ لے کر ایک
کان کے اندر زمین میں جا چھپا تھا۔ جنگ کے
بعد جب ہم اوپر زمین پر آئے تو ہمیں مریخ کی

مخلوق نے پکڑ لیا۔ انہوں نے ہم پر تجربے
شروع کر دیئے کہ ہم پر ایٹمی تابکاری کا
اثر کیوں نہیں ہوا۔ انہوں نے میرے بوڑھے
ماں باپ کو تو وہیں کان کے اندر قید کر ڈالا
اور مجھے اس غیبی شیشے کے ذریعے ہوا
میں غائب کر کے اس دنیا میں لے آئے
جہاں ہماری دنیا پر گزرے ہوئے واقعات
کا عکس گزر رہا تھا۔ انہوں نے اپنے تجربے
کے لیے یہاں کے ایک طاقتور حبشی انسان
کو ایک ماہ تک سانپ ڈسوائے پھر اس
کو اپنے قابو میں کر کے میرے جسم میں اس
کے دانتوں کا زہر داخل کرانا شروع کر دیا۔
یہ لوگ پانچ روز بعد مجھے اپنے سیارے
مریخ پر لے جانے والے تھے جہاں یہ میرے
جسم سے سارا خون نکال کر اس کے کیپسول۔۔
بنانے والے تھے۔ تاکہ اس کی مدد سے مریخ
پر ایٹمی تابکاری کے اثرات کو زائل کیا جا
سکے۔"

عنبر حیران ہو کر حبشی لڑکی مصراقی کی باتیں سُن ر
تھا۔

"کیا انہوں نے ہماری اصلی زمین پر بھی
کوئی اڈہ بنا رکھا ہے؟"

"ہاں ـــ جہاں میرے ماں باپ سونے کی
کان میں قید ہیں وہاں انہوں نے ایک خفیہ
جگہ پر اپنا اڈہ بنایا ہوا ہے۔ وہاں اس مخلوق
نے ایک بہت بڑا ایٹمی ری ایکٹر لگا رکھا
ہے جس مدد سے یہ ساری دنیا کو اپنے
قبضے میں لینے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔"

جب ساری بات عنبر کی سمجھ میں آ گئی تو اس
نے مصراقی سے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہم اپنی اصلی دنیا سے
ایک لاکھ نوری سال کے فاصلے پر ہیں۔"

"ہاں ـــ" مصراقی نے جواب دیا۔

"تو ہم وہاں کس طرح پہنچیں گے؟" عنبر نے
سوال کیا۔

حبشی لڑکی مصراقی نے کہا۔

"یہ جو غیبی شیشہ تمہارے پاس ہے
یہی ہمیں ہماری اصلی دنیا میں واپس پہنچا

سکتا ہے۔"

"وہ کیسے؟" عنبر نے شیشے کی طرف دیکھ کر کہا۔

غیبی شیشہ اپنے ہاتھ میں لے کر حبشی لڑکی مصراتی نے کہا۔

"یہ دیکھو! اس غیبی شیشے کے پیچھے جو بٹن لگا ہے۔ اس کے اوپر ایک سوئی ہے جس کا رخ شمال کی طرف ۹۰° ڈگری کے زاویے پر ہے اس کا رخ ہماری اصلی دنیا کی طرف ہے۔ ہم اس غیبی شیشے کی روشنی کی مدد سے اپنی اصلی دنیا میں واپس جا سکتے ہیں۔"

عنبر کو خیال آیا کہ اگر وہی اس کی اصلی دنیا ہے تو اسے وہیں جانا چاہئے۔ ہو سکتا کہ وہاں اس کی ملاقات ماریا ناگ اور کیٹی وغیرہ سے ہو سکے۔ اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں بھی تمہارے ساتھ اپنی اصلی دنیا میں جاؤں گا۔"

مصراتی نے عنبر سے پوچھا۔

"مگر کیا یہ دنیا تمہاری اصلی دنیا نہیں ہے؟ تم کون ہو؟ تم نے مجھے اپنے بارے میں تو کچھ بتایا ہی نہیں۔"

عنبر نے کہا۔

"میرا نام عنبر ہے۔ میں ملک مصر کا رہنے والا تھا۔ وہاں سے سیاحت کرتا ملک انگلستان گیا کہ ایٹمی جنگ شروع ہو گئی۔ میں ایک زیر زمین ریلوے اسٹیشن میں جا کر چھپ گیا۔ پھر وہاں ایک روشنی ہوئی۔ شاید وہاں نیوٹرون بم گرا تھا۔ پھر مجھے ہوش نہیں رہا۔ جب ہوش آیا تو اس جگہ جھیل کے کنارے پڑا تھا جس کو تم ہماری اصلی دنیا کا عکس کہہ رہی ہو۔"

اس کے علاوہ عنبر نے حبشی لڑکی کو کچھ نہ بتایا۔ کچھ بتانے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ حبشی لڑکی مصراتی نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ پھر ہمیں دیر نہیں کرنی چاہئے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مریخ کی مخلوق کو ہمارے بارے میں کسی طرح معلوم ہو جائے۔"

عنبر بولا۔

"میں بالکل تیار ہوں۔ تم یہ بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا ہوگا؟"

حبشی لڑکی مصراتی اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر وہ عنبر کو ساتھ لے کر دوسرے کمرے میں آ گئی۔ یہاں اس نے عنبر کو خالی دیوار کے سامنے اپنے قریب کھڑا کر لیا اور غیبی شیشے کو اپنے ہاتھ میں لے کر اس کا بٹن دبا دیا۔ غیبی شیشے میں سے روشنی کا دائرہ نکل کر سامنے دیوار پر پڑا۔ یہ دائرہ بڑا ہوتے ہوتے انسان کے سائز کا ہو گیا تو مصراتی نے کہا۔

"میرا ہاتھ پکڑ کر اس دائرے میں داخل ہو جاؤ۔ خبردار گھبرانا بالکل نہیں۔ روشنی میں آتے ہی اپنی آنکھیں بند کر لینا۔ اگر آنکھیں کھلی رکھیں تو آنکھیں جل جائیں گی۔ اب میرے ساتھ آہستہ آہستہ قدم اٹھا کر چلو۔"

عنبر کا ہاتھ مصراتی کے ہاتھ میں تھا۔ غیبی شیشہ مصراتی نے عنبر کو دے کر کہا۔

"اسے اپنے ہاتھ میں ہی تھامے رکھنا۔"

وہ دونوں دیوار پر بنے ہوئے روشن دائرے میں داخل ہو گئے۔ دائرے کی روشنی میں آتے ہی عنبر نے بھی مصراتی کے ساتھ آنکھیں بند کر لیں۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کا جسم روئی کی طرح ہلکا ہو کر ہوا میں اوپر کو اُڑنے لگا ہے۔۔۔ اس وقت عنبر اور مصراتی کے جسم بالکل سفید ہو کر روشنی کے ذروں میں تبدیل ہو گئے تھے۔ پھر وہ غائب ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی روشنی بھی دیوار پر سے غائب ہو گئی۔

عنبر نے اپنی آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ مصراتی نے اسے تاکید کر دی تھی کہ جب تک اس کے پاؤں دوبارہ زمین پر نہ لگیں وہ اپنی آنکھیں ہرگز نہ کھولے۔ فضا میں کچھ دیر رہنے کے بعد عنبر نے محسوس کیا کہ اس کے پاؤں کسی سخت جگہ سے جا کر لگ گئے ہیں۔ عنبر نے آہستہ سے پوچھا۔

"مصراتی اب میں آنکھیں کھول لوں؟"

"ہاں عنبر! آنکھیں کھول لو۔"

عنبر نے آنکھیں کھول دیں۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہ ایک اونچی پہاڑی کی ڈھلان کے پاس زمین پر کھڑا ہے۔ مصراتی

بھی اس کے پاس ہی کھڑی ہے۔ دونوں نے ایک
دوسرے کا ہاتھ تھام رکھا ہے۔
"مصرانی ہم کس ملک میں ہیں؟"
حبشی لڑکی مصرانی نے کہا۔
"عنبر! یہ ہماری اصلی دنیا کے ملک افریقہ کا
جنوبی علاقہ ہے۔ اس پہاڑی کے پیچھے وہ
کان ہے جس کے اندر مریخ کی مخلوق نے
میرے بوڑھے ماں باپ کو قید کر رکھا
ہے"
"اور مریخ والوں نے ایٹمی ری ایکٹر کس
جگہ لگا رکھا ہے؟"
عنبر کے اس سوال پر مصرانی نے کہا۔
"ان کا ایٹمی ری ایکٹر یہاں سے تھوڑی دور
ایک جنگل میں زمین کے اندر بنا ہوا ہے۔
مگر میں سب سے پہلے اپنے ماں باپ سے
ملنا چاہتی ہوں"
پھر وہ پریشان سی ہو کر بولی۔
"کان کے باہر مریخ کے آدمیوں کا زبردست
پہرہ ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہاں لگا

ہوا خفیہ ریڈار ہمارے بارے میں ان کو
خبردار کر دے۔ اس لیے ہمیں دوسری
طرف سے ہو کر سونے کی کان کے پچھواڑے
جانا چاہیے"
"کیا تم یہ راستہ جانتی ہو؟" عنبر نے پوچھا۔
"مجھے اس سارے علاقے کا پتہ ہے"
مصرانی نے عنبر کو ساتھ لیا اور وہ دونوں پہاڑی
کے جنوب مشرقی علاقے کی طرف سے ہو کر اس کی
چڑھائی چڑھنے لگے۔ پہاڑی کے اوپر کہیں کہیں بلند
جنگلی جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ مصرانی نے ان جھاڑیوں
میں چھپ کر دوسری جانب دیکھا۔ عنبر بھی اس کے
پاس ہی چھپ کر دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔
دوسری طرف نیچے وادی میں ایک جگہ ٹیلے میں ایک
سرنگ کا دروازہ تھا۔ جس کے باہر عنبر نے دو سفید
پوش آدمیوں کو دیکھا کہ ہاتھوں میں لیزر گنیں
لیے پہرہ دے رہے ہیں۔
مصرانی نے آہستہ سے کہا۔
"دیکھو مریخ کی مخلوق کان کے دروازے
پر پہرہ دے رہی ہے۔ ہم کان کے دروازے

سے اندر داخل نہیں ہو سکتے۔ ہمیں ٹیلے
کے پیچھے سے اندر جانا ہو گا۔"
عنبر نے پوچھا۔
"کیا ٹیلے کے پیچھے بھی کان میں داخل ہونے
کا کوئی راستہ ہے؟"
"ہاں" حبشی لڑکی مصرانی بولی۔ "یہ بہت پرانا
راستہ ہے۔ جب اس کان سے سونا نکلا
کرتا تھا تو اس راستے سے کان میں رِس
رِس کر جمع ہونے والا پانی باہر پھینکا جاتا
تھا۔ اب اِس کان سے پانی نہیں ٹپکتا۔ ایٹمی
تابکاری نے اس پانی کو خشک کر دیا ہے۔
میرے ساتھ چلو۔"
"کہیں ادھر بھی پہرے دار نہ ہو" عنبر نے کہا۔
"میرا خیال ہے ادھر شاید کوئی نہیں ہو گا۔
اور اگر ہوا بھی تو دیکھا جائے گا۔"
پھر وہ عنبر کی طرف دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔
"تم نے وحشی خونخوار کو جس طرح سے
ہلاک کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ واقعی
تمہارے اندر زبردست طاقت ہے۔ لیکن خبردار
مریخ کی مخلوق کے سامنے آنے کی غلطی نہ کر بیٹھنا ان کی

طاقت کا تم تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔"
عنبر بھی جواب میں مسکرایا۔
وہ ٹیلے سے اترے اور اس کے پیچھے سے ہو
کر پانی کے خشک نالے کے دہانے کی طرف چلنے لگے۔
یہاں جگہ جگہ سیاہ پتھروں کے بڑے بڑے ڈلے
بکھرے ہوئے تھے۔ ہر طرف ویرانی اور خاموشی تھی۔
اگرچہ دوپہر کا وقت تھا۔ مگر آسمان پر سیاہ بادل
گھرے ہوئے تھے اور لگتا تھا کہ ابھی آسمان سے
موسلا دھار بارش شروع ہو جائے گی۔ جب وہ کان
کے خفیہ نالے کے قریب پہنچے تو آسمان پر بجلی چمکی
اور زور سے بادل گرجا۔ مصرانی نے عنبر کا ہاتھ پکڑ کر
اسے ذرا پیچھے کھینچ لیا۔ کیونکہ کچھ فاصلے پر پانی کے خشک
نالے کے منہ پر ایک مریخی پہرے دار لیزر گن ہاتھ میں
لیے۔ وہاں پہرہ دے رہا تھا۔

کیا عنبر اور مصرانی کان کے اندر داخل ہو سکے؟
ناگ ماریا اور کیٹی سے عنبر کی ملاقات کہاں ہوئی؟
ناگ ماریا اور کیٹی کے پاس کن حالات میں پہنچا؟
اپنی اصلی اور تباہ شدہ دنیا سے یہ لوگ خلا میں کہاں گئے؟
غیبی شیشے کی وجہ سے عنبر پر کیا گزری: یہ اگلی قسط نمبر ۱۱ ماتا دیوی کا گدھ
میں پڑھیے گا۔

مصنّف : اے۔ حمید

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

عنبر ناگ ماریا کیپٹی اور خلا میں

اے حمید

نیا مکتبہ اقرأ

۱۳- بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور-۸

نیا مکتبہ اقرأ

ماتا دیوی کا گدھ

اے حمید

عنبر ناگ ماریا اور کیپٹن خلا میں

ماتا دیوی کا گدھ

اے حمید

قیمت : ۷/۵۰ روپے

بار اوّل : [illegible]
ناشر : نیا مکتبہ اقراء ۱۴-بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور
طابع : تاج دین پرنٹرز [illegible] لاہور

پیارے دوستو :

گھنٹہ گھر پشاور شہر سے ہمارے ایک دوست شبیر احمد لکھتے ہیں کہ "عنبر ناگ ماریا اور کیپٹن خلا میں" کی قسط خلائی جہاز کی ممی پڑھی بے حد پسند آئی ۔ آپ سے گذارش ہے کہ یہ سلسلہ جاری رکھیں اور مہینے میں چار کتابیں شائع کیا کریں ۔ ہم اپنے دوست شبیر احمد کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں خط لکھا اور قسط پسند کرنے پر بھی ہم اس کے تہہ دل سے شکر گذار ہیں ۔ شبیر احمد بھائی چار کتابیں چھاپنے میں کئی مشکلات ہیں ۔ پھر بھی ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اپنے پیارے دوستوں کو ہر ماہ کم از کم تین کتابیں ضرور دیا کریں ۔ ایک بات میں اپنے دوستوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کتابوں کے لیے منی آرڈر نہ بھیجا کریں بلکہ مکتبہ اقراء ۔ ۱۴ ۔ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور کو منی آرڈر بھیجا کریں ۔ سرگودھا سے ہمارے دوست محمد رمضان صاحب نے ۲۰ روپے کا منی آرڈر بھیجا تھا جو میں نے واپس کر دیا اور ان سے بھی گذارش ہے کہ وہ یہ منی آرڈر نیا مکتبہ اقراء ۱۴ ۔ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور کے نام بھیج دیں انہیں کتابیں پوسٹ کر دی جائیں گی ۔

تمہارا انکل
اے ۔ حمید

۴۵۴۰۸
راہ چمن ۔ سمن آباد
لاہور

ترتیب

ماتا دیوی کا گدھ

مریخی پہرے دار چل پھر کر پہرہ دے رہا تھا۔

عنبر اور مصرانی سیاہ پتھروں کی اوٹ میں چھپے ہوئے تھے۔ عنبر نے مصرانی کے کان کے پاس منہ لا کر کہا:

"میں جا کر اسے قابو کرتا ہوں۔ تم یہاں ٹھہرو۔"

اس سے پہلے کہ حبشی لڑکی مصرانی اسے منع کرتی عنبر رینگ کر دو تین قدم آگے نکل چکا تھا۔ مریخی پہرے دار کو کچھ خبر نہیں تھی۔ ابھی تک وہ بڑے اطمینان سے خشک نالے کے دہانے پر ٹہل کر پہرہ دے رہا تھا۔ عنبر رینگتا ہوا اس کے عقب میں جا پہنچا۔ عنبر کی سکیم یہ تھی کہ وہ اچانک پیچھے سے حملہ کر کے پہرے دار کو بے بس کر دے گا۔ مگر اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ مریخی پہرے دار کے سینے پر ایک خفیہ راڈار لگا ہے جو اسے عنبر کے بارے میں خبردار کر دے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جونہی عنبر پیچھے سے رینگتا رینگتا
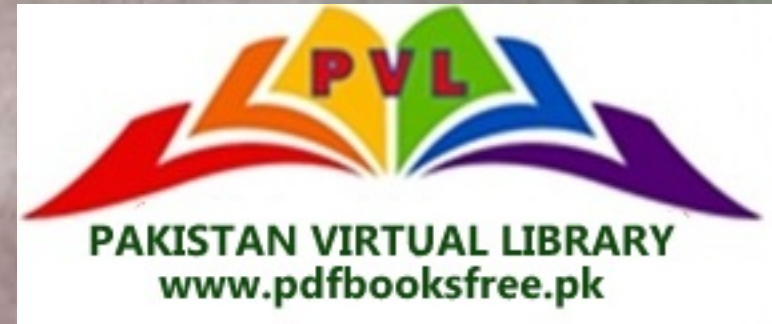
راڈار کی رینج میں پہنچا۔ مریخی پہرے دار کے سینے پر لگا
ہوا ننھا سا راڈار سگنل دینے لگا۔ پہرے دار نے پلٹ کر
پیچھے دیکھا کہ ایک انسان زمین پر رینگتا ہوا اس کی
طرف بڑھ رہا ہے۔ عنبر نے پہرے دار کو پلٹ کر اپنی
طرف متوجہ ہوتے دیکھا تو مریخ کے پہرے دار پر حملہ کرنے
کے لیے لپکا۔ مگر اس سے پہلے کہ عنبر حملہ کرتا مریخ کا
پہرے دار اس پر اپنی لیزر گن فائر کر چکا تھا۔

لیزر گن میں سے سفید باریک روشنی کی دھار نکل
کر عنبر کے سینے پر پڑی۔ عنبر کا خیال تھا کہ اسے کچھ
نہیں ہوگا مگر اس روشنی کی شعاع نے عنبر کو ایک دھکا
لگایا۔ عنبر اچھل کر پیچھے گرا اور بے ہوش ہوگیا۔

مصرانی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ عنبر کو مریخی پہرے
دار کے فائر سے بے ہوش ہوتے دیکھ کر وہ یہی سمجھی کہ
عنبر مر گیا ہے۔ وہ پیچھے کو دوڑی اور دوڑتی ہی چلی
گئی۔ مریخی پہرے دار نے عنبر کو جھک کر دیکھا۔ عنبر
بے ہوش تھا۔ پہرے دار نے اسے اٹھا کر کاندھے پر
ڈالا اور اندر لے گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے چیف کے سامنے کھڑا
تھا۔ عنبر زمین پر ابھی تک بے ہوش پڑا تھا۔ ایٹمی ری ایکٹر

کے چیف نے عنبر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
"اس کو ہوش آئے تو یورینیم کی کان میں لے جا کر
دوسرے حبشیوں کے ساتھ کام پر لگا دو۔ ہمیں
زیادہ سے زیادہ غلاموں کی ضرورت ہے۔"

پہرے دار نے عنبر کو اٹھایا اور زمین دوز ایٹمی
ری ایکٹر کے ایک گھومتے ہوئے پٹے پر ڈال دیا۔ یہ
پٹہ آگے کو چل رہا تھا۔ عنبر کو اس پٹے نے ایک تاریک
سرنگ میں سے نکال کر کھلی جگہ پر لا کر ڈال دیا۔ یہاں
مریخ کی مخلوق کے چار اونچے لمبے آدمی سفید خلائی
سوٹ پہنے ہاتھوں میں ہنٹر لیے کھڑے تھے۔ سامنے ایک
بارک تھی جس کے برآمدے میں پندرہ بیس حبشی غلام
زنجیروں میں جکڑے سر جھکائے خاموش بیٹھے تھے۔ عنبر کو
بھی زنجیروں میں جکڑ کر برآمدے میں دوسرے غلاموں کے
پاس ڈال دیا گیا۔ کسی غلام نے عنبر کی طرف نہ دیکھا۔
وہ جانتے تھے کہ یہ بھی کسی جگہ سے پکڑ کر لایا ہوا غلام
ہے جو ان کے ساتھ یورینیم کی کان میں کام کرتے کرتے
مر جائے گا۔

ان غلاموں کو دن میں ایک بار کھانا ملتا تھا۔ ان کے
سیاہ جسم کمزور ہو رہے تھے۔ چہرے پر موت کے سائے

رقص کرتے رہتے۔ عنبر کو تھوڑی دیر بعد ہوش آیا تو
اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھ کر اسے کسی قسم
کی پریشانی نہ ہوئی۔ اسے یقین تھا کہ وہ اپنی غیبی اور
غیر معمولی طاقت سے کام لے کر ان زنجیروں کو توڑ ڈالے گا۔
اس نے اپنے ارد گرد سیاہ فام غلاموں کو دیکھا تو
ایک غلام سے پوچھا کہ وہ لوگ کون ہیں اور انہیں زنجیروں
میں کیوں جکڑا گیا ہے؟
ایک بوڑھے سیاہ فام حبشی غلام نے جس کا نام کیتو
تھا آہستہ سے سر گھما کر اپنی مردہ زرد آنکھوں سے عنبر کو
دیکھا اور کمزور آواز میں کہا:
"بیٹا! ہم غلام ہیں۔ تم بھی غلام ہو۔ اب تم بھی
ہمارے ساتھ یورینیم کی کان میں جانوروں کی
طرح کام کرو گے۔ تمہیں دن میں ایک بار
باجرے کی باسی روٹی اور دو بار پانی ملے گا۔"
عنبر خاموش نظروں سے بوڑھے حبشی کو تک رہا تھا۔
حبشی غلام کیتو نے آہ بھر کر آہستہ سے کہا:
"ہم بہت جلد مر جائیں گے۔ تم بھی ایک روز
مر جاؤ گے اور تمہارا جسم کسی گڑھے میں پھینک
دیا جائے گا تاکہ جنگل درندے اسے نوچ نوچ

کر کھاتے رہیں۔"
عنبر بولا: "تمہارا نام کیا ہے بابا؟"
"کیتو" بوڑھا حبشی بولا: "میرا نام کیتو ہے تم کو
یہ لوگ کہاں سے پکڑ کر لائے ہیں؟"
عنبر نے اصلی بات نہ بتائی اور کہا:
"میں جنگل میں جا رہا تھا کہ یہ لوگ مجھے
پکڑ کر یہاں لے آئے۔ میں بے ہوش ہو گیا تھا۔"
پھر اس نے بوڑھے حبشی سے پوچھا:
"کیتو بابا! یہ کون سا سیارہ ہے؟"
دوسرے حبشی غلام اداس نظروں سے عنبر کو تکنے لگے۔
بوڑھے حبشی غلام نے کہا:
"کیا تم کسی دوسرے سیارے سے آئے ہو؟ کیا
تم نہیں جانتے کہ یہ ہماری اپنی زمین ہے
اور ہم جنوبی افریقہ کے آخری کونے والے ملک
میں ہیں؟"
عنبر کو یقین ہو گیا کہ یہ اس کی اپنی اصلی دنیا ہی
ہے۔ اب اسے حبشی لڑکی مصرانی کا خیال آیا کہ اس کے
بے ہوش ہو جانے کے بعد وہ کہاں گئی ہو گی؟
بوڑھا حبشی غلام ٹھنڈی سانس بھر کر بولا:

"ہم بھی دوسرے لوگوں کی طرح ایٹمی جنگ میں مر
جاتے تو اچھا تھا۔"
ایک دوسرا حبشی غلام آہستہ سے کہنے لگا:
"تب نہیں مرے تو اب مر جائیں گے۔ آخر
اس دوسری دنیا کی مخلوق کا ظلم کب تک برداشت
کرسکیں گے۔"
عنبر نے سوال کیا:
"کیا یہ کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہیں؟"
"ہاں" بوڑھا حبشی بولا: "یہ مریخ سے آئے ہیں۔
یہاں انہوں نے زمین کے اندر لیبارٹری بنا
رکھی ہے۔ ہمارے ملک سے یہ یورینیم نکال کر
اپنے سیارہ مریخ پر لے جا رہے ہیں۔"
عنبر کو مصرانی کے ماں باپ کا خیال آ گیا۔ مصرانی
اپنے ماں باپ کی تلاش میں اس کے ساتھ یہاں آئی
تھی۔ اس نے کہا تھا کہ میرے ماں باپ یہاں ایک
ایسی کان میں بند ہیں جہاں سے مریخ کی مخلوق سونا نکالتی
ہے۔ عنبر نے بوڑھے حبشی سے اس سونے کی کان کے
بارے میں پوچھا تو اس نے کہا:
"سونے کی ایک کان یہاں سے دُور جنگل میں

ہے۔ وہاں بھی کچھ سیاہ فام غلام کام کرتے
ہیں۔"
عنبر خاموش ہو گیا۔ اب اس نے اپنی طاقت آزمانی
چاہی کہ دیکھے اس کی طاقت کہیں لیزر کے فائر سے
ختم تو نہیں ہو گئی۔ عنبر کے پاؤں میں بھی دوسرے
حبشی غلاموں کی طرح بیڑیاں پڑی تھیں۔ یہ بیڑیاں لوہے
کی تھیں۔ عنبر نے اپنے ایک پاؤں کی بیڑی کو ہاتھ میں
پکڑ کر ذرا سا زور لگا کر پیچھے کو کھینچا تو وہ کھل گئی۔
عنبر نے خدا کا شکر ادا کیا۔
عنبر کی طاقت موجود تھی۔ وہ بڑا خوش ہوا۔
اب اسے وہاں سے فرار ہونا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ
مریخی پہرے داروں کی گن فائر سے وہ بے ہوش ہو
جائے گا۔ وہ فائرنگ سے بچ کر فرار ہونا چاہتا تھا۔ عنبر
کو ایک یہ بھی حوصلہ تھا کہ غیبی شیشہ اس کی جیب میں
ابھی تک موجود ہے۔ جس کی روشنی ڈال کر وہ غائب
ہو سکتا ہے۔ مگر وہ مصرانی کو اکیلا چھوڑ کر وہاں سے
غائب نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اسے یہ بھی علم نہیں تھا
کہ غیبی شیشے کے پیچھے لگی سوئی کو کس ڈگری پر رکھ
کر شیشے کا بٹن دبائے کہ وہ مصرانی کے پاس پہنچ جائے۔

اس لیے وہ کسی قسم کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔
اس نے اپنے پاؤں کی لوہے کی بیڑی کو وہیں جما دیا۔
بوڑھے حبشی غلام کیتو نے عنبر کو اپنے پاؤں کی
بیڑی کو ہلاتے دیکھا۔ تو گردن گھما کر کہنے لگا:
"یہ لوہے کی بیڑیاں ہیں۔ تم خالی ہاتھوں سے
اسے کبھی نہیں کاٹ سکتے۔ اب یہاں سے بھاگنے
کا خیال دل سے نکال دو۔ تمہیں ہمارے
ساتھ ہی ایک روز کان میں یورینیم کھودتے کھودتے
مرجانا ہے۔"

بوڑھا حبشی آہ بھر کر خاموش ہو گیا۔
اتنے میں اونچے لمبے مریخی ہنٹر والے نے ہنٹر کو
زور سے جھٹکا۔ فضا میں ایک پٹاخہ سا پھٹا۔ سارے
حبشی غلام سہم کر اسے تکنے لگے۔ اس نے اپنے آدمیوں
کو حکم دیا کہ غلاموں کو کان میں پہنچا دیا جائے۔
کھلی ہوا میں چند لمحے سانس لینے کے بعد زنجیروں
میں جکڑے غلاموں کو ایک بڑے ٹرک میں ڈال کر وہاں
سے تھوڑی دور یورینیم کی کان میں پہنچا دیا گیا۔ عنبر بھی
ان کے ساتھ ہی تھا۔ اس کان میں زمین کے نیچے غلام
پہاڑی دیواروں کو ڈائنامیٹ لگا کر اڑاتے پھر اس میں

سے یورینیم ملی مٹی کے بڑے بڑے ڈلے اٹھا کر
ٹرالی میں ڈالتے جاتے۔ ٹرالی بھر جاتی تو اسے غلام کھینچ
کر کان کے باہر پہنچا دیتے۔
عنبر خاموشی سے غلام بن کر ان کے ساتھ کام کرنے
لگا۔ دل میں سوچ رہا تھا کہ کب اسے وہاں سے فرار
ہونے کا موقع ملے گا۔ اسے معرانی کا خیال بار بار پریشان
کر رہا تھا کہ بے چاری لڑکی اکیلی کہاں ماری ماری پھر
رہی ہو گی۔۔ اسے یہ غم بھی تھا کہ کہیں وہ بھی نہ
پکڑی گئی ہو۔۔

شام تک عنبر دوسرے غلاموں کے ساتھ کان میں
کام کرتا رہا۔

اس کے بعد انہیں پینے کو پانی دیا گیا اور پھر کان
سے باہر نکال کر کھلی ہوا میں بٹھا دیا گیا۔ نیم مردہ حبشی
غلام پسینے میں نہا رہے تھے۔ شام کا اندھیرا آہستہ آہستہ
بڑھتا جا رہا تھا۔ پہرے دار چند گز کے فاصلے پر ٹرک
کے پاس کھڑے تھے۔ پھر سارے غلاموں کو ٹرک میں بٹھا
دیا گیا تاکہ انہیں کوٹھڑیوں میں لے جا کر بند کر دیا جائے۔
عنبر نے سوچا کہ اب اسے راستے میں فرار ہو جانا چاہیے۔
یہ ٹرک اوپر سے کھلا تھا۔

عنبر نے بوڑھے حبشی سے کہا:
"اگر تم چاہو تو میں تمہاری زنجیریں توڑ کر آزاد کرا
سکتا ہوں۔ کیا تم یہاں سے بھاگنا پسند کرو گے؟"
دوسرے غلاموں نے یہ بات سنی تو کچھ نہ بولے۔ بوڑھا
حبشی بھی خاموش رہا۔ تھوڑی دیر بعد ٹھنڈا سانس بھر کر بولا:
"بھاگنے سے کیا ہو گا۔ یہ لوگ ہمیں پھر پکڑ کر
لے آئیں گے اب ہمیں اسی جگہ مرنا ہے۔
مگر تم یہ لوہے کی زنجیر کیسے توڑ سکو گے؟"
عنبر نے مسکرا کر کہا:
"یہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔"
ٹرک جنگل راستے پر چلا جا رہا تھا۔ اس کی رفتار کافی
تیز تھی۔ عنبر نے پاؤں کی بیڑی کو ایک ہاتھ میں پکڑ کر
ذرا سا جھٹکا دیا۔ بیڑی ٹوٹ گئی۔ سارے غلام پھٹی پھٹی
آنکھوں سے اسے دیکھنے لگے۔ وہ اسے کوئی آسمانی دیوتا
سمجھ رہے تھے۔ عنبر نے اپنے دوسرے پاؤں کی بیڑی
بھی توڑ دی۔ اس کے بعد اپنی گردن میں پڑی ہوئی زنجیر
کو توڑ دیا۔ اب وہ آزاد تھا۔
اس نے حبشی غلاموں کی طرف دیکھ کر آہستہ سے کہا:
"گارڈ ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا ہے۔ اگر تم چاہو تو

میں تمہاری زنجیریں بھی توڑ سکتا ہوں۔"
غلاموں نے سر جھکا دیئے اور ٹھنڈی آہیں بھرنے لگے۔
بوڑھے حبشی نے کہا:
"بیٹا! اب ہم میں فرار ہونے کی بھی طاقت نہیں
رہی تم جوان ہو۔ نئے نئے یہاں قید ہوئے ہو۔
تمہارے اندر ابھی طاقت ہے۔ تم فرار ہو جاؤ۔"
عنبر نے دیکھا کہ ٹرک جنگل میں ایسی جگہ سے گزر رہا
تھا کہ اس کی ایک جانب پہاڑ کی دیوار تھی اور دوسری طرف
ایک ہری بھری گھاس والی ڈھلان تھی جو دُور تک چلی گئی تھی۔
عنبر نے غلاموں کو سلام کیا اور اپنے آپ کو چلتے ٹرک میں
سے سڑک کی ڈھلان پر گرا دیا۔
وہ اونچی جنگلی گھاس میں دور تک لڑھکتا چلا گیا۔
جنگل کے درختوں پر اندھیرا چھا رہا تھا۔ عنبر ایک جگہ
رک گیا۔ اس نے اٹھ کر ارد گرد کا جائزہ لیا۔ وہ اُونچے
اونچے گھنے درختوں والے جنگل کے کنارے پر کھڑا تھا۔ اس
جنگل میں تاریکی پھیل رہی تھی۔ اس نے اوپر کی طرف نگاہ
دوڑائی۔ دُور پہاڑی کی بل کھاتی سڑک پر وہ ٹرک جا رہا
تھا جس میں سے اس نے چھلانگ لگائی تھی۔
عنبر کے دل میں ناگ ماریا کیمپ اور بھتوسانگ کا بھی

خیال تھا کہ خدا جانے وہ کس جگہ پر ہوں گے کس حا
میں ہوں گے اور ان سے کہاں ملاقات ہوتی ہے لیکن
اس وقت عنبر کے دل میں حبشی لڑکی مصرانی کا خیال ز
نمایاں تھا۔ کیوں کہ وہ اس کے ساتھ آئی تھی اور اسے اپ
بوڑھے ماں باپ سے ملنا تھا۔

عنبر جنگل میں داخل ہو گیا کہ شاید وہاں مصرانی کسی
چھپی بیٹھی ہو۔

رات ہو گئی۔ جنگل میں گہری تاریکی چھا گئی۔ عنبر چل
چلا گیا۔ جنگل ختم ہونے میں نہ آتا تھا۔ جنگل سنسان
نہ وہاں کوئی جنگلی درندہ اسے ملا اور نہ درختوں پر ک
پرندہ ہی بول رہا تھا۔ ایٹمی جنگ کے بعد خدا جانے پرند
اور درندے کہاں غائب ہو گئے تھے۔ شاید وہ بھی دو
بدقسمت انسانوں کے ساتھ مر گئے تھے۔ جب چلتے چلتے
کو کافی دیر ہو گئی تو وہ ایک جگہ درختوں میں بی
گیا۔ یہاں قریب ہی ایک چھوٹا سا نالہ بہہ رہا تھا۔
نے جیب سے گول شیشہ نکال کر دیکھا۔ اندھیرے میں
اچھی طرح دیکھ سکتا تھا۔

شیشے کے پیچھے ڈائیل پر کتنے ہی ہندسے اور ڈگر
کے نشان بنے ہوئے تھے۔ عنبر کو چونکہ معلوم نہیں تھا ک

وہ سوئی کو کون سے ہندسے پر رکھے تو غائب ہو کر مصرانی
سے مل سکتا ہے اس لیے یہ شیشہ ابھی تک اس کے
کسی کام کا نہیں تھا۔ پھر بھی اس نے شیشے کو جیب میں
سنبھال کر رکھ لیا اور درخت سے ٹیک لگا کر آنکھیں
بند کریں۔ کتنے ہی سال ہو گئے تھے وہ سویا نہیں تھا۔
اس نے سوچا کہ موقع بھی مل گیا ہے تو کیوں نہ وہ تھوڑی
دیر نیند کے مزے لے۔

اس نے نیند کا خیال کیا اور وہ اسی لمحے سو گیا۔

○

عنبر کو یہاں سوتا چھوڑ کر ہم حبشی لڑکی مصرانی کی طرف
جاتے ہیں۔

جب مصرانی نے عنبر کو گرتے دیکھ کر وہاں سے دوڑی تو اس
نے پیچھے بھی پلٹ کر نہیں دیکھا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ کسی
خفیہ راڈار کے ذریعے مریخ کے پہرے دار نے عنبر کو اپنے
پیچھے آتا دیکھ لیا تھا اور اس پر حملہ کر دیا۔ وہ تو یہ
بھی ہوئی تھی کہ اس کا ساتھی عنبر لیزر گن کے فائر سے مر
گیا ہے اور اب وہ اکیلی رہ گئی ہے۔ چنانچہ وہ دوڑتی
چلی گئی۔

ایک گہری کھڈ میں پہنچ کر وہ سخت تھک گئی اور جھاڑیوں کے پیچھے چھپ کر لمبے لمبے سانس لینے لگی۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اس کے پیچھے کوئی مریخی سپاہی نہیں آ رہا تھا۔ انہیں حبشی لڑکی کا علم نہیں تھا۔ مصرانی کو عنبر کی موت کا سخت صدمہ ہوا تھا۔ مگر وہ اس کی مدد نہیں کر سکتی تھی۔ اگر وہ آگے بڑھتی تو مریخی پہرے دار اسے بھی فائر کر کے ہلاک کر ڈالتا۔

تھوڑی دیر سستانے کے بعد مصرانی اٹھی اور جھاڑیوں میں سے گذرتی کھڈ سے باہر آ گئی۔ ابھی دن کی روشنی باقی تھی۔ سورج مغرب میں پہاڑ کے اوپر جھک گیا تھا۔ مصرانی کو اس کان کا پتہ نہیں تھا جہاں اس کے ماں باپ قید تھے۔ وہ صرف اتنا جانتی تھی کہ مریخ کی مخلوق کے زیر زمین ایٹمی ری ایکٹر کے قریب ہی جو جنگل ہے۔ اس جنگل میں کہیں سونے کی کان ہے۔ اگرچہ مصرانی اس علاقے کو جانتی تھی مگر سونے کی کان اس نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ یہ کان ایک عرصہ ہوا بند کر دی گئی تھی۔ اسے علم نہیں تھا کہ مریخ کی مخلوق نے اس میں سے دوبارا سونا نکالنا شروع کر دیا تھا۔ اس کی بائیں جانب ویران میدان تھا جو دُور تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ بائیں ہاتھ کو سنگلاخ چٹانیں تھیں۔ آگے دُور سے

ایک دریا نظر آ رہا تھا۔ یہ اس علاقے کا مشہور دریا تھا۔ مصرانی کو معلوم تھا کہ دریا پار ویران علاقہ ہے جو دور سمندر تک پھیلا ہوا ہے۔ مصرانی نے چٹانوں کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ اس کے باپ نے ایک بار کہا تھا کہ سونے کی کان جہاں پر ہے وہاں بڑی بڑی چٹانوں کے پاس ہی ایک جنگل ہے اس جنگل میں سونے کی کان ہے۔

مصرانی اس خیال سے ان چٹانوں کی طرف جا رہی تھی کہ ہو سکتا ہے سونے کی کان والا جنگل ان چٹانوں کی دوسری طرف ہو۔ اسے اپنے ماں باپ کی یاد ستا رہی تھی۔ چلتی چلتی جب وہ چٹانوں کے قریب پہنچی تو اسے ان چٹانوں کے پیچھے گھنے سرسبز جنگل کے درخت نظر آئے۔ وہ بڑی خوش ہوئی کہ ہو سکتا ہے سونے کی کان اس جنگل میں ہو۔

یہ چٹانیں بڑی ڈراؤنی تھیں۔ بچپن میں بھی مصرانی ان چٹانوں کی طرف آتے ہوئے ڈرا کرتی تھی۔ کیونکہ اس کے دادا جان کہا کرتے تھے کہ ان چٹانوں میں بدروحیں رہتی ہیں۔

اس وقت بھی مصرانی ان چٹانوں کی طرف جاتے ہوئے گھبرا رہی تھی۔ لیکن اپنے ماں باپ کی محبت اسے چلنے پر مجبور کر رہی تھی۔ کیونکہ سونے کی کان والا جنگل

چٹانوں کے عقب ہی میں تھا۔ جب وہ چٹانوں کے پاس
آئی تو اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ یہ کالی سیاہ
چٹانیں تھیں جن کی چوٹیاں نوکیلی تھیں اور وہاں موت ایسا
سناٹا چھایا ہوا تھا۔

چٹانوں کو دیکھ کر خوف آتا تھا۔ حبشی لڑکی مصرانی کو
یوں لگا جیسے چٹانیں بھی اسے پتھریلی نگاہوں سے گھور
رہی ہیں۔ اسے اپنے دوست عنبر کا خیال آنے لگا۔ کاش
اس وقت وہ اس کے ساتھ ہوتا۔ مگر اس کے خیال کے
مطابق تو عنبر مر چکا تھا۔

عنبر کو یاد کر کے مصرانی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کتنا
بہادر نوجوان تھا۔ اس نے اسے موت کے منہ سے نکالا
تھا مگر اپنے آپ کو موت سے نہ بچا سکا۔ مصرانی دو
اونچی اونچی چٹانوں کے درمیان سے گزر رہی تھی۔ اسے یوں
محسوس ہوا جیسے سیاہ چٹانیں اس کے اوپر جھک رہی ہیں۔
وہ سہم کر ایک طرف ہٹ گئی۔

لیکن یہ اس کا وہم تھا۔ چٹانیں اپنی جگہ پر کھڑی تھیں۔
جب انسان کے دل میں خوف پیدا ہو جاتا ہے تو اسے
ہر طرف ڈراؤنی چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔ اسی لیے کہا جاتا
ہے کہ انسان کو کسی چیز سے خوف نہیں کھانا چاہیے۔ ہر

حالت میں خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ مگر مصرانی ایک
کمزور دل کی لڑکی تھی۔ وہ ایک دہشت ناک فضا سے نکل
کر آئی تھی اور اب قدم قدم پر ڈر رہی تھی۔ اس کے
علاوہ اس نے اپنے دادا جان سے سن رکھا تھا کہ ان چٹانوں
میں بدروحیں رہتی ہیں۔ اس وجہ سے بھی وہ ڈر رہی تھی کہ
کہیں کوئی بدروح نہ اسے پکڑ لے۔ حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے
کہ دنیا میں بدروح کہیں بھی نہیں ہوتی۔ انسان اپنے وہم سے
ہی ڈرتا رہتا ہے۔

مصرانی بھی ایک کمزور لڑکی تھی۔ وہ بھی ڈر رہی تھی۔

وہ ان دو چٹانوں سے باہر نکلی تو سامنے ایک اور چٹان
کھڑی تھی۔ اس چٹان کے اوپر ایک گدھ بیٹھا اپنی گردن نیچے
کیے حبشی لڑکی مصرانی کو گھور رہا تھا۔ مصرانی تیز تیز قدم اٹھاتی
وہاں سے گزرنے لگی تو گدھ نے ایک چیخ ماری اور پھڑپھڑاتا
ہوا اڑا اور مصرانی کے سر کے اوپر آ کر اپنے بڑے بڑے
جہازی پر پھیلا دیئے۔

حبشی لڑکی مصرانی چیخ مار کر پیچھے کو دوڑی۔ گدھ نے اسے
اپنے پنجوں میں جکڑ کر اوپر اٹھا لیا۔ خوف کے مارے مصرانی
بے ہوش ہو گئی۔ گدھ اسے اڑاتا ہوا چٹانوں کی دوسری جانب
ایک غار کے دہانے پر لے آیا۔ یہاں گدھ نے اپنے حلق

سے ایک بھیانک چیخ نکالی۔ اس چیخ کی آواز کے ساتھ ہی
غار کے آگے پڑا ہوا بھاری پتھر پیچھے ہٹ گیا۔ گدھ مصرانی
کو پنجوں میں دبوچے غار میں داخل ہو گئی۔

یہ غار کافی بڑا تھا مگر یہاں کالا سیاہ اندھیرا چھایا تھا۔
گدھ غار کے اندر اڑتی چلی گئی۔ آگے غار میں ایک جگہ
دروازہ آگیا جس کی دونوں جانب مشعلیں جل رہی تھیں۔ دو
اونچی لمبی سخت چہروں والی سیاہ فام حبشی عورتیں تلواریں
ہاتھوں میں لیے اس دروازے کے باہر پہرہ دے رہی تھیں
گدھ نے مصرانی کو اپنے پنجوں سے نکال کر وہاں دروازے کے
آگے ڈال دیا اور چیخ مار کر واپس اڑ گئی۔

مصرانی وہاں بے ہوش پڑی تھی۔ پہرے دار حبشی عورتوں
نے جھک کر مصرانی کو دیکھا۔ ان کے کرخت چہروں پر
ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ بے ہوش مصرانی کو اٹھا کر
دروازے کے اندر داخل ہو گئیں۔

دوسری طرف پتھر کی سیڑھیاں نیچے اترتی تھیں۔ حبشی عورتوں
میں سے ایک نے مصرانی کو اپنے کاندھے پر ڈال رکھا تھا۔
دوسری آگے آگے سیڑھیاں اترنے لگی۔ سیڑھیاں ختم ہوئیں تو
ایک دالان سا آگیا جہاں بڑے بڑے سیاہ ستون اوپر
چھت تک چلے گئے تھے۔ وہ دالان سے بھی گذر گئیں۔

آگے ایک دوسرا دالان آ گیا جس کی دونوں جانب جگہ جگہ
مشعلیں روشن تھیں اور یہاں بھی اونچی لمبی کرخت چہروں
والی حبشی عورتیں تلواریں ہاتھوں میں لیے چپ چاپ کھڑی
پہرہ دے رہی تھیں۔ بے ہوش مصرانی کو کاندھے پر اٹھائے
حبشی عورتیں اس دالان سے بھی گذر گئیں۔ اب ان کے سامنے
ایک محراب دار دروازہ تھا جس کے سامنے ایک چھوٹے سے
چبوترے میں آگ روشن تھی۔ آگ کے گلابی شعلے اوپر کو
اٹھ رہے تھے۔ تین حبشی عورتیں یہاں آگ کے آگے ہاتھ
باندھے سر جھکائے بیٹھی تھیں۔ انہوں نے فوراً اٹھ کر دروازہ
کھول دیا۔ مصرانی ابھی تک بے ہوش تھی۔ دروازے میں سے
گذرنے کے بعد دونوں حبشی عورتیں مصرانی کو لے کر ایک
گول کمرے میں آ گئیں۔ یہاں زمین پر بیئر کی کھال بچھی تھی۔
ان عورتوں نے مصرانی کو بیئر کی کھال کے بستر پر لٹا کر
رسی سے اس کے ہاتھ پیر جکڑ دیئے اور باہر آ کر آگ کے
سامنے بیٹھی ہوئی عورتوں کو ایک خاص اشارہ کیا۔ ان عورتوں
نے سر جھکا دیا۔ جیسے ان کے اشارے کا مطلب سمجھ
گئی ہوں۔

دونوں حبشی عورتیں وہاں سے چلی گئیں۔ محرابی دروازے کے
باہر بیٹھی عورتوں میں سے دو اٹھیں اور تلوار لے کر دروازے

کے آگے کھڑی ہو گئیں جو حبشی عورتیں مصرانی کو اٹھا کر وہاں لائی تھیں ان میں سے ایک نے دوسری سے کہا:

"لاکھی! میں ماتا دیوی کو خوش خبری سنانے جا رہی ہوں۔ تم پہرہ سخت کر دینا۔ اگر یہ لڑکی ہمارے ہاتھ سے نکل گئی تو ماتا دیوی ہمارے سر قلم کروا دے گی۔"

دوسری حبشی عورت بولی:

"لاچی! تم فکر مت کرو۔"

اونچی لمبی حبشی عورت لاکھی ایک طرف کو مڑ گئی۔ اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی۔ اس زمین دوز سرنگ میں وہ جہاں سے گذرتی پہرہ دیتی حبشی عورتیں جھک کر سلام کرتیں۔ یہ ساری کی ساری حبشی عورتیں اونچی لمبی تھیں اور ان کے چہرے کرخت اور سنگ دل لگتے تھے۔

حبشی عورت لاچی ایک جگہ غار کی سیڑھیاں اُتر کر بہت بڑے ہال کمرے میں داخل ہو گئی۔ یہاں دونوں جانب دیوار کے ساتھ اونچے قد کی حبشی عورتیں دونوں ہاتھ سینے پر باندھے سر جھکائے ادب سے کھڑی تھیں۔ لاچی ان کے درمیان سے گذرتی گئی۔ سامنے بارہ ستون کھڑے تھے۔ ان ستونوں کے آگے زمین سے سنگ مرمر کی سیڑھیوں کا ایک چبوترہ اوپر کو

اٹھا ہوا تھا جس پر سرخ پتھر کی چھتری پڑی تھی۔ اس چھتری کے نیچے سرخ پتھر کا تخت بچھا تھا۔ تخت پر ایک بوڑھی عورت آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی۔

اس بوڑھی عورت کی عمر دو سو برس سے کم نہیں ہو گی۔ اس کی بھنوؤں کے بال بھی سفید ہو کر آنکھوں کے آگے لٹک رہے تھے۔ سر کے سفید بال روئی کے گالے بن گئے تھے۔ چہرے پر بے شمار جھریاں پڑی ہوئی تھیں۔ اس نے سرخ چادر اوڑھ رکھی تھی مگر اس میں سے اس کے جسم کی ہڈیوں کے کونے باہر کو نکلے ہوئے تھے۔ اس کا بوڑھا سر آہستہ آہستہ ہل رہا تھا۔ مگر اس کی آنکھوں میں ایسی تیز اور سرخ چمک تھی کہ اس پر نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی۔ یہ ماتا دیوی تھی جو اس قبیلے کی دیوی تھی۔ دو کالے سیاہ بچے اس کے دائیں بائیں بیٹھے اپنے زرد رنگ کے نکالے عزا رہے تھے۔ حبشی عورت لاچی تخت کے سامنے جا کر دوزانو ہو گئی۔ اس نے گردن جھکا کر سینے پر ہاتھ باندھ دیے۔ ماتا دیوی نے آنکھیں اوپر اٹھائے بغیر کانپتی ہوئی بوڑھی آواز میں پوچھا:

"کیا خبر لائی ہو لاچی؟"

لاچی نے ادب سے کہا:

"ماتا دیوی! تم پر اگنی دیوی مہربان ہو۔ میں

تمہارے لیے خوش خبری لائی ہوں۔"
ماتا دیوی نے اب بھی گردن اوپر نہ اٹھائی۔ ویسے ہی
کپکپاتی آواز میں سوال کیا:
"میرے لیے تم کیا خوش خبری لا سکتی ہو۔ میری عمر
دو سو برس کی ہو گئی ہے۔ اگنی دیوی مجھے موت
بھی نہیں دیتی۔ مجھے میری ہم شکل لڑکی کبھی
نہیں ملے گی۔"
لاچی نے خوشی بھری آواز میں کہا:
"ماتا دیوی! اگنی دیوی تجھے مبارک ہو! ہمیں
تمہاری ہم شکل لڑکی مل گئی ہے۔"
بوڑھی کھوسٹ ماتا دیوی نے گردن اٹھائی اور اپنے
لرزتے ہڈیوں کے ڈھانچے جیسے ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کے
آگے آئے ہوئے بھنوؤں کے سفید بال پیچھے کو ہٹا کر لاچی
کو دیکھا اور سوکھے مریل ہونٹ ہلائے۔ ماتا دیوی کے منہ میں
ایک بھی دانت نہیں تھا۔
"لاچی! کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟"
لاچی نے کہا:
"ماتا دیوی! مقدس گدھ کبھی دھوکہ نہیں کھا سکتا۔
مقدس گدھ نے آپ کو جوانی میں دیکھا ہے۔ اس

کو آپ کی شکل یاد ہے۔ وہ ابھی ابھی جنگل
سے ایک ایسی خوبصورت لڑکی کو اٹھا کر لایا
ہے جس کی شکل آپ سے بالکل ملتی ہے۔"
ماتا دیوی ایک پل کے لیے ساکت ہو گئی۔ پھر اس کے
پوپلے منہ والے ہونٹ مسکراتے ہوئے پھیل گئے۔ اس نے کہا:
"لاچی! تم سچ کہہ رہی ہو؟"
"جی ہاں ماتا دیوی! آپ کی کنیز کبھی آپ کے سامنے
جھوٹ بول سکتی ہے؟ آپ کی ہم شکل لڑکی کو ہم نے
بند کر کے رکھ لیا ہے؟"
بوڑھی ماتا دیوی کی سرخ آنکھوں کی چمک تیز ہو گئی تھی،
جیسے اس میں سے آگ کے شعلے نکلنے لگے تھے۔ اس نے
اپنا سوکھا مریل بازو آہستہ آہستہ اوپر اٹھایا اور کھڑکھڑاتی
آواز میں کہا:
"مقدس رسم کی تیاری کی جائے۔"
اس اعلان کے ساتھ ہی وہاں کھڑی تمام اونچی لمبی
حبشی عورتوں نے خوشی کے نعرے بلند کیے اور چبوترے
کے سامنے آ کر ماتا دیوی کی تعریف میں رقص کرنے لگیں
لاچی تین بار ماتا دیوی کے آگے جھکی اور الٹے پاؤں
چبوترے سے نیچے اترنے لگی۔ زمین کے اندر چٹانوں کے

نیچے ماتا دیوی کی عورتوں کی سلطنت میں ایک جشن برپا ہو گیا۔ سب سے نچلے غار میں چار مقدس ستونوں کے درمیان آگ روشن کر دی گئی۔ بوڑھی ماتا دیوی کے تخت کو حبشی عورتیں کاندھے پر اٹھا کر لائیں۔ تخت کو آگ کے سامنے رکھ دیا گیا۔ آگ میں خوشبو دار جڑی بوٹیاں ڈالی جانے لگیں۔ ہر طرف خوشبوئیں پھیل گئیں۔ کال سیاہ لمبی لمبی حبشی عورتیں تلواریں اور مشعلیں لے کر چاروں طرف کھڑی ہو گئیں۔ کچھ عورتوں نے رقص کرنا شروع کر دیا۔ ایک عورت نے کڑچھے میں سلگتی خوشبوئیں لے کر ماتا دیوی کے تخت کے ارد گرد سات چکر لگائے۔ وہ پراسرار اشلوک پڑھ رہی تھی۔

بوڑھی کھوسٹ ماتا دیوی کا سفید بالوں والا سر جھکا ہوا تھا۔ اس کی بھنوؤں کے سفید بال لٹکے ہوئے تھے وہ آہستہ آہستہ ہل رہی تھی اور پوپلے منہ سے کچھ بڑبڑ رہی تھی۔ اتنے میں ایک طرف سے شور بلند ہوا۔ سات حبشی عورتیں ایک تخت اٹھائے لیے آ رہی تھیں۔ اس تخت پر عنبر کی دوست حبشی لڑکی مصرانی بے ہوش پڑی تھی۔

اس لڑکی کو لا کر بوڑھی ماتا دیوی کے سامنے ڈال د

گیا۔ بوڑھی دیوی نے اپنی سفید بھنوؤں کو کانپتے ہاتھوں سے پرے ہٹا کر مصرانی کے چہرے پر نگاہ ڈالی اور اس کا جھریوں بھرا چہرہ خوشی سے پھیل سا گیا۔ اس نے مسرت سے لرزتی کمزور سی آواز میں کہا:

"یہ میری ہم شکل ہے۔ ماتا دیوی پھر سے جوان ہو جائے گی۔"

سُرخ غار

ہال کمرے میں چبوترے کی آگ تیز کر دی گئی۔
بے ہوش حبشی لڑکی مصرانی کو لمبی تڑنگی حبشی عورتوں نے اٹھا کر بوڑھی ماتا دیوی کے تخت کے آگے ایک بانس کے سٹریچر پر رکھ دیا۔ بوڑھی ماتا دیوی اپنے تخت سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اگرچہ وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی مگر اس کی کمر بڑھاپے کی وجہ سے جھکی ہوئی تھی۔ اس کی حبشی خادماؤں نے اسے تھام رکھا تھا۔ تخت کے اوپر سے ایک فولادی تاروں سے بندھا ہوا تخت نیچے لٹکا دیا گیا۔ خادماؤں نے بوڑھی ماتا دیوی کو اٹھا کر اس لٹکتے ہوئے تخت پر بٹھا دیا۔ بے ہوش لڑکی مصرانی کو بوڑھی ماتا دیوی کے سامنے جھولتے تخت پر لیٹا دیا گیا۔ ماتا دیوی نے اپنی سُرخ چادر اس کے اوپر ڈال دی۔

حبشی رقص کرنے والی عورتوں نے اچھل اچھل کر ناچنا شروع کیا۔ دوسری عورتیں اونچی آواز میں اشلوک گانے لگیں۔

چار حبشی عورتیں آگ میں زعفران ڈال رہی تھیں۔ آگ کے شعلے بلند سے بلند تر ہو رہے تھے۔ اچانک بوڑھی ماتا دیوی نے ایک ہاتھ بے ہوش مصرانی کے سینے پر رکھ کر دوسرا ہاتھ بلند کر دیا۔

بوڑھی ماتا دیوی کے ہاتھ بلند ہونے ہی جھولتے ہوئے تخت نے آگے کھسکنا شروع کر دیا۔ تخت فولادی تاروں سے چھت کے ساتھ ایک پہیئے سے بندھا تھا۔ یہ پہیہ آہستہ آہستہ آگے کھسک رہا تھا۔ خادمائیں ناچ رہی تھیں۔ بھجن گا رہی تھیں۔ آگ تیز ہو گئی تھی۔ جھولتا ہوا تخت آگ کے شعلوں کے قریب پہنچا تو رقص کی دُھن اور گانوں کی لے اور تیز ہو گئی۔

تخت اب شعلوں کے درمیان پہنچ گیا۔

ہال کمرے میں حبشی خادماؤں، گانے والیوں اور رقص کرنے والیوں نے اونچی آوازوں میں "ماتا دیوی کی جے" "ماتا دیوی کی جے" کے بلند نعروں سے ہال کی چھت آسمان پر اُٹھا لی۔ بوڑھی ماتا دیوی کا جھولتا ہوا، کھسکتا ہوا تخت اب آگ کے لہراتے بل کھاتے شعلوں میں سے گذر رہا تھا۔ معلوم ہو رہا تھا کہ آگ نے نہ تو بوڑھی ماتا دیوی کو جلایا ہے اور نہ ہی بے ہوش مصرانی کو کوئی نقصان

تخت چبوترے پر آگ کے الاؤ سے نکل کر رک گیا۔

ماتا دیوی نے اپنی سیاہ جادوگرنیوں ایسی آنکھوں سے اپنی خادماؤں کی طرف دیکھا اور چمکیلی آواز میں کہا:

"دیوتاؤں نے میری قربانی قبول کر لی۔ انہوں نے اس میری ہم شکل حبشی لڑکی کی جوانی مجھے دے دی اور میرا بڑھاپا اسے دے دیا۔ اس رسم کے لیے کسی میری ہم شکل لڑکی کا ملنا ضروری تھا۔ اب میری شکل ماتا دیوی کی شکل ہے۔ اس بوڑھی حبشی عورت کو لے جا کر سب سے پچھلے تہہ خانے میں پھینک دو۔ یہ تہہ خانہ اس کی قبر بن جائے گی۔"

حبشی عورتوں نے خوشی سے ایک بار پھر نعرہ لگایا۔

ماتا دیوی کا تخت نیچے زمین کے ساتھ آ کر لگ گیا۔ ماتا دیوی بڑے شاہانہ انداز میں تخت پر سے اتری۔ دو خاص خادماؤں نے اس کے آگے فرش پر پھول نچھاور کیے۔ پھر وہ اپنی خاص خادماؤں کے ساتھ محل کی شاہی خواب گاہ میں داخل ہو گئی۔

ماتا دیوی کی خاص خواب گاہ حبشی عورت لاچی نے نوکرانیوں کو حکم دیا۔

"اس بڈھی حبشی عورت کو اٹھا کر میرے ساتھ آؤ۔"

پہنچایا ہے۔ کیوں کر دونوں میں سے کسی کی چیخ بلند نہ ہوئی تھی۔

ہال میں نعروں اور بھجنوں کا شور گونج رہا تھا۔

اور پھر جھولتا ہوا تخت شعلوں سے نکل کر باہر آ

تخت پر ایک حیرت انگیز منظر تھا۔ بوڑھی کھوسٹ ما دیوی ایک خوبصورت نوجوان لڑکی کے روپ میں تخت پر بانہیں پھیلائے، چہرہ چھت کی طرف اٹھائے کھڑی تھی۔ اس کے سفید بال سیاہ ہو گئے تھے۔ چہرے کی جھریاں غائب تھیں۔ جسم پر شہزادیوں ایسا شاہانہ زرق برق لبا تھا۔ آنکھوں کی سیاہ لمبی پلکیں اوپر کو اٹھی تھیں۔ اس کے پاس ہی تخت پر اس کے پاؤں میں حبشی لڑکی معا ایک بڈھی کھوسٹ عورت کی شکل میں بیٹھی تھی۔ اس کی کمر جھکی ہوئی تھی۔ اس کے سر کے بال سفید ہو گئے تھے۔ چہرے پر جھریاں ہی جھریاں تھیں۔ پلکیں اور بھنوئیں سفید ہو کر لٹک رہی تھیں۔ جسم کی ہڈیاں نکل آئی تھیں۔ بڑ نے اس کا سر آہستہ آہستہ ہل رہا تھا۔ اپنی بوڑھی ما دیوی کو پھر سے جوان لڑکی کے روپ میں دیکھ کر حبش خادماؤں اور دوسری عورتوں نے خوشی سے ناچنا شروع کر دیا۔

جبشی نوکرانیوں نے بڈھی مصرانی کو جو تھوڑی دیر پہلے
جوان تھی ایک جھولے میں ڈالا اور لاچی کے ساتھ غار
کے سب سے نچلے اور تاریک تہہ خانے میں لا کر
پھینک دیا۔ انہوں نے پانی کا ایک گھڑا بڈھی مصرانی
کے بالکل قریب رکھ دیا اور تہہ خانے کے دروازے کو
بند کر کے باہر سے قفل لگا دیا تا کہ یہ عورت اس
تہہ خانے کے اندر بھوک سے نڈھال ہو کر ایک روز
مر جائے۔

●

یہ سارا کچھ رات کے بارہ بجے تک ہو چکا تھا۔
یعنی جس وقت عنبر اسی علاقے کے ایک جنگل میں
سو رہا تھا عین اس وقت اس کی دوست حبشی لڑکی
مصرانی کو چٹانوں والے زیر زمین تہہ خانوں میں ماتا دیوی
آگ کے شعلوں میں سے گذار کر اس کی جوانی چھین کر
اسے اپنا بڑھاپا سونپ رہی تھی۔
عنبر کو کچھ خبر نہیں تھی۔ وہ اپنی مرضی سے گہری نیند
سو رہا تھا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو دن نکل آیا تھا۔
جنگل میں سورج کی کرنیں گھنے درختوں میں سے گذر کر

نیچے گھاس تک پہنچ رہی تھیں۔ مگر درختوں پر ایک بھی
پرندہ نہیں چہچہا رہا تھا۔ عنبر اٹھا۔ اس نے ایک جگہ
ندی پر منہ ہاتھ دھویا اور جلدی جلدی چلنا شروع کر دیا۔
جنگل ختم ہوا تو سامنے دریا تھا۔ دریا کی لہریں بڑی
تیزی سے بہہ رہی تھیں۔ مگر وہ عنبر کا راستہ نہیں روک
سکتی تھیں۔ وہاں آس پاس نہ تو کوئی پُل تھا اور نہ
ہی کوئی کشتی نظر آ رہی تھی۔ عنبر نے دریا میں چھلانگ لگا
دی اور تھوڑی دیر میں تیر کر دریا پار کر لیا۔ دھوپ اچھی
خاصی تیز ہو گئی تھی۔
دریا کے دوسرے کنارے پر ایک ویران میدان تھا جہاں
کہیں کہیں جنگلی درخت خاموش کھڑے تھے۔ ہر طرف ایک
سناٹا چھایا تھا۔ عنبر سوچنے لگا کہ وہ جنگل کہاں ہے جس
کے بارے میں مصرانی نے اسے بتایا تھا کہ وہاں سونے
کی پرانی کان ہے اور اس سونے کی کان میں اس کے ماں
باپ قید ہیں۔
عنبر نے وہ میدان پار کر لیا۔ اس میدان کے پار
پھر ایک گھنا جنگل شروع ہو گیا۔ عنبر نے دیکھا کہ ایک
سفید رنگ کی گول شے جنگل سے بلند ہو رہی ہے۔
وہ ایک جھاڑی کے پیچھے چھپ کر اس شے کو دیکھنے

لگا۔ یہ ایک چھوٹی سی بلبلے جیسی اڑن طشتری تھی۔
وہ سمجھ گیا کہ یہ مریخ والوں کی چھوٹی اڑن طشتری ہے۔
یہ اُڑن طشتری جنگل کے اوپر سے اڑتی ہوئی دریا کی دوسری
طرف جاکر غائب ہو گئی۔ عنبر کے لیے اب یہ اندازہ
لگانا مشکل نہیں تھا کہ اسی جنگل میں مریخ والوں کی سونے
کی کان ہے جس میں انہوں نے دوبارا کام شروع کر دیا
ہو گا۔ اور اگر کان نہیں تو ان کا کوئی خفیہ "اڈہ" ہو گا،
ہو سکتا ہے مصرانی کے بوڑھے ماں باپ کا وہاں سے
کوئی سراغ مل جائے۔

یہ سوچ کر عنبر جنگل میں داخل ہو گیا۔
دیر تک گھنے جنگل میں چلتے رہنے کے بعد اسے
ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی مشین چل رہی ہو ... ب
وہ بڑی احتیاط سے آگے چلنے ... دور جانے کے
بعد جھاڑیوں اور درختوں کے پیچھے ... سے دیکھا کہ
ایک کھلی جگہ پر لکڑی کے تختے ... ایک ... کی
ڈھال میں پشتہ بنا دیا گیا ہے جس میں ... جبشی غلام
بڑے بڑے ٹوکرے اٹھائے داخل ہو رہے ہیں۔ ایک مریخی
سپاہی لیزر گن لیے پہرہ دے رہا تھا۔
ضرور یہی سونے کی کان ہے، عنبر نے سوچا اور درختوں

کی اوٹ لیتا، پھونک پھونک کر قدم رکھتا زیادہ قریب
آ گیا۔ اب اسے سامنے کان کا سرنگ کی طرح کا دروازہ
صاف نظر آ رہا تھا۔ باہر ایک طرف پانی کا چوبچہ تھا
جس میں چار جبشی غلام سونے کے ذرات کو چھان رہے
تھے۔ عنبر سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ اس وقت
مریخی سپاہی پر حملہ کرنا بے وقوفی کی بات تھی۔ کیوں کہ
اسے سب سے پہلے جبشی لڑکی مصرانی کے ماں باپ کا
پتہ چلانا تھا۔ اس کو خیال آیا کہ یہ جبشی غلام ضرور
کسی جگہ جنگل میں جھونپڑیاں بنا کر رہتے ہوں گے۔ ان
جھونپڑیوں کی طرف چل کر سراغ لگانا چاہیے۔
چنانچہ عنبر خاموشی سے پیچھے ہٹتا گیا۔ اور پھر کان کی
دوسری طرف آ گیا۔ یہاں اس نے ایک جنگلی راستہ دیکھا
جو درختوں کے درمیان جنگل میں جا رہا تھا۔ عنبر راستے
سے ہٹ کر اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ دو فرلانگ
چلنے کے بعد اس کو چند ایک جھونپڑیاں نظر آئیں جو
بانس کے درختوں کے درمیان بنی ہوئی تھیں۔ ان جھونپڑیوں
کے باہر ایک جبشی عورت اپنے بچے کو گودی میں اٹھائے
چولہے میں آگ جلا رہی تھی۔ ایک بڈھا جبشی جس کے سر
کے بال سفید ہو چکے تھے جھونپڑی میں سے نکل کر اس

عورت کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ عنبر کا خیال آیا کہ یہ
کان میں کام کرنے والے حبشی غلاموں کے ماں باپ
ہوں گے۔ ان سے ملنا چاہیے۔

عنبر کو یہ خطرہ مول لینا ہی تھا۔ ان لوگوں سے
ہی اس کی حبشی دوست مصرانی کے ماں باپ کا کچھ پتہ
مل سکتا تھا۔ عنبر درختوں کے پیچھے سے نکل کر اُس
عورت اور بوڑھے حبشی کے سامنے آ گیا۔ اس نے حبشی لوگوں
کی رسم کے مطابق انہیں جھک کر سلام کیا اور ان کی زبان
میں کہا:

"میں جنگل میں راستہ بھول گیا ہوں۔ کیا مجھے پینے کو
پانی مل جائے گا؟"

حبشی عورت اور بوڑھے حبشی مرد نے چونک کر عنبر کی
طرف دیکھا۔ ان کے منہ کھلے تھے اور وہ سہمی ہوئی آنکھوں
سے عنبر کو تک رہے تھے۔ عنبر ان پریشانی کو سمجھتا تھا۔ اس
نے مسکرا کر کہا:

"میرا نام عنبر ہے۔ میں ملک مصر کا ایک شکاری
ہوں۔ اس جنگل میں شکار کھیلنے آیا تھا کہ لٹیروں نے
میری بندوق چھین لی۔ اب میں جنگل میں بھٹک
رہا ہوں۔"

بوڑھے حبشی نے اٹھ کر عنبر سے ہاتھ ملایا اور کہا:
"تم ہماری زبان کیسے بول لیتے ہو؟"
عنبر نے کہا:
"میں نے یہ زبان ملک مصر میں سیکھی تھی۔"
"بیٹھو۔ بیٹھو۔ ہم بہت غریب لوگ ہیں مگر
تمہاری خدمت کریں گے۔ یہ میری بہو ہے میرا بیٹا
کان میں کام کرتا ہے۔"

بوڑھے حبشی نے عنبر کو شکر قندی کھانے کو دی اور عورت
نے ناریل کے پیالے میں کالی کافی بنا کر دی۔ عنبر نے اِدھر
اُدھر کی باتوں کے بعد مریخ کی مخلوق کی بات شروع کی
تو بوڑھا خوف زدہ سا ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

"ان کی بات نہ کرو۔ میں حیران ہوں کہ اس مخلوق
کی تم پر نظر کیوں نہیں پڑی۔ وہ تمہیں بھی پکڑ
کر کان میں لے جاتے اور پھر ساری زندگی تم کان
میں کام کرتے کرتے بسر کرتے۔"

بوڑھا عنبر کو جھونپڑی کے اندر لے گیا اور کہنے لگا:
"بیٹا! تم یہاں سے کسی طرح نکل جاؤ۔ میں تمہیں
ایک خفیہ راستہ بتاؤں گا۔ جو تمہیں جنگل سے نکال
کر سمندر کے کنارے پہنچا دے گا۔ وہاں سے تم

کسی کشتی میں سوار ہو کر سمندر کے کنارے کنارے
جنوب کی طرف سفر کر کے مڈغاسکر کے جزیرے
میں پہنچ جاؤ گے۔ وہاں مریخ والے ابھی تک
نہیں پہنچے"۔

عنبر نے کہا:

"بابا! یہ راستہ تم نے اپنے بیٹے کو کیوں نہیں
بتایا کہ وہ تم سب کو لے کر یہاں سے فرار
ہو جاتا"۔

بوڑھا حبشی کہنے لگا:

"بیٹا! مریخ والوں نے میرے بچے کو یرغمال بنا
رکھا ہے۔ وہ سارا دن کان میں کام کرتا ہے۔
آدھی رات کو آتا ہے۔ دو مریخی سپاہی۔ اس
رات جھونپڑی کے باہر پہرہ دیتے ہیں۔ ایسا ہر غلام
کے ساتھ ہوتا ہے"۔

عنبر نے باتوں ہی باتوں میں مصرانی کے ماں باپ کا
ذکر کیا اور پوچھا کہ کیا کبھی اس نے ایسے دو بوڑھے بوڑھی
کے بارے میں سنا ہے کہ انہیں مریخی مخلوق نے اپنی قید
میں ڈال رکھا ہو؟ بوڑھا حبشی کچھ سوچ کر بولا:

"مریخ کی مخلوق کے پاس جو بوڑھے قیدی تھے

ان میں سے بہت سے اپنی موت مر گئے۔ جو
چند ایک باقی بچے ان کو مریخ والوں نے یہاں
سے دور ایک پہاڑ کی وادی میں دیس نکالا دے
دیا۔ ہو سکتا ہے تم جن لوگوں کی تلاش میں ہو
وہ وہاں پر ہوں مگر امید نہیں کہ وہ زندہ ہوں
کیوں کہ اس وادی میں جنگلی درندے رہتے ہیں"۔

عنبر نے کہا:

"کوئی بات نہیں بابا۔ میں تو ویسے ہی پوچھ
رہا تھا۔ مجھے اس وادی میں جانے کی کیا ضرورت
ہے"۔

مگر دل میں عنبر نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس وادی
میں ضرور جائے گا۔ کچھ دیر وہ جھونپڑی میں بوڑھے حبشی
کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ پھر اس نے بڑے طریقے
سے درندوں کی وادی کا پتہ پوچھا اور بولا:

"بابا! اب تم مجھے جنگل کا وہ خفیہ راستہ بتاؤ
جس پر چل کر میں سمندر پر پہنچ جاؤں گا"۔

بوڑھے حبشی نے عنبر کو بڑی راز داری سے خفیہ راستے
کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ اگرچہ عنبر نے اس
طرف نہیں جانا تھا مگر وہ بڑے غور سے سنتا رہا۔

اور پھر بوڑھے حبشی کا شکریہ ادا کر کے وہاں سے
چل دیا۔

دوپہر تک عنبر اس گھنے جنگل میں سفر کرتا رہا۔ دو
کے بعد وہ ایک ٹیلے پر پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ دوسری
طرف ایک چھوٹی سی وادی تھی جس کی چاروں طرف او
اونچے خطرناک اور بالکل سیدھے پہاڑ کھڑے تھے۔ ان
پہاڑوں پر چڑھنا کسی انسان کے بس میں نہیں تھا۔

یہی درندوں کی وادی تھی اور بوڑھے حبشی
کے بیان کے مطابق اسی وادی میں مصرانی کے بوڑھے
ماں باپ کو جلا وطن کیا گیا تھا۔ عنبر ٹیلے سے اترنے لگا
اترائی بالکل سیدھی تھی اور عنبر کو اترتے وقت کسی درخت
اور کسی بڑے پتھر کا سہارا لینا پڑتا۔ کسی نہ کسی طرح وہ ٹیلے سے
اتر آیا۔ اب وہ درندوں کی وادی میں تھا۔

یہ وادی بڑی ڈراؤنی تھی۔ لیے درخت کھڑے تھے کہ جن
کو جنگلی بیلوں نے ڈھانپ رکھا تھا اور ان کی شاخیں سانپ
کی طرح لٹک رہی تھیں۔ عنبر وادی میں چلنے لگا۔ جگہ جگہ
اسے خطرناک دلدلیں نظر آئیں۔ وہ ان سے بچ کر چلتا گیا۔

پہلی بار اسے ایک جگہ شیر کی گرج سنائی دی۔ خیر
اس شیر نے عنبر کو دیکھ لیا تھا۔ کیونکہ دوسری بار شیر کی

گرج بالکل قریب سے سنائی دی۔ عنبر کو اگرچہ یہ شیر
نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا، پھر بھی وہ ایک درخت پر
چڑھ گیا۔ وہ درخت کی شاخ پر ابھی بیٹھا ہی تھا کہ
جھاڑیوں میں سے ایک دس فٹ لمبا خونخوار شیر دھاڑتا
ہوا باہر نکلا اور عنبر کے نیچے درخت کے پاس آ کر
غرانے لگا۔ عنبر نے سوچا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ شیر وہاں
سے نہیں ہٹ رہا تھا۔ عنبر نے کچھ دیر انتظار کیا کہ یہ
چلا جائے مگر شیر جانے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ عنبر نے
شیر کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ابھی وہ درخت سے اتر ہی رہا تھا کہ ایک جانب
سے بہت بڑا ہاتھی جھومتا جھامتا آیا اور اس نے شیر
پر حملہ کر دیا۔ شیر اچھل کر پرے ہٹ گیا اور ہاتھی کی
طرف دیکھ کر گرجنے لگا۔ ہاتھی نے اپنی سونڈ گھما کر
پوری طاقت سے شیر پر حملہ کیا۔ شیر تڑپ کر پھرتی سے
ہاتھی کی گردن پر سوار ہو گیا اور اپنے پنجوں سے اس
کی کھال ادھیڑنے لگا۔ مگر ہاتھی بڑا ہوشیار تھا۔ اس نے
اپنی سونڈ اوپر اٹھا کر شیر کو جکڑ لیا اور پھر زور سے
زمین پر پٹخ کر اس پر پاؤں رکھ دیا۔ شیر کے حلق سے
آخری چیخ نکل کر جنگل میں گونج گئی۔

شیر کو ہلاک کرنے کے بعد ہاتھی نے سونڈ اُٹھا کر
فتح کی آواز نکالی اور جھومتا جھامتا درختوں میں غائب ہو
گیا۔ عنبر نے یہ سارا خونیں ڈرامہ درخت کی شاخ پر
بیٹھے بیٹھے دیکھا۔ ہاتھی کے جانے کے بعد عنبر درخت
سے اتر آیا اور ایک طرف چلنے لگا۔ راستے میں ایک
بڑی تیز رفتار جنگلی ندی آ گئی۔ عنبر ندی پر پہنچا ہی تھا
کہ اچانک اس نے اپنے سے چند گز کے فاصلے پر
بانس کی جھاڑیوں میں ایک اور خونخوار شیر کو دیکھا کہ وہ
عنبر کی طرف منہ اٹھائے غرّا رہا تھا۔

عنبر کو بڑا غصّہ آیا کہ یہ کم بخت کہاں سے آن ٹپکا
ہے۔ اچانک عنبر کو خیال آیا کہ اس شیر کو ہلاک کرنے کی
بجائے کیوں نہ غیبی شیشے کو اس پر آزمایا جائے؟

عنبر نے جیب میں سے گول شیشہ نکال لیا۔ اس نے
شیشے کے پیچھے لگے۔ چھوٹے ڈائیل کی سوئی کو ہلانے کی
بھی تکلیف نہ کی اور شیشے کا بٹن دبا کر اس کی روشنی
شیر پر پھینکی۔ غیبی شیشے میں سے روشنی کا گول دائرہ نکل
کر شیر کے جسم پر پڑا۔ شیر ذرا سا پیچھے ہٹا۔ مگر روشنی
کا دائرہ اب بڑا ہو گیا تھا اور سارا شیر روشنی میں تھا۔
عنبر کے دیکھتے دیکھتے شیر پہلے ساکت ہوا۔ پھر اس کا

جسم چمک اُٹھا۔ اور سفید ہو کر روشنی کے ذروں میں
بدل کر غائب ہو گیا۔

شیر خدا جانے کہاں سے کہاں غائب ہو چکا تھا۔
عنبر مسکرایا۔ غیبی شیشے کا تجربہ کامیاب ثابت ہوا تھا۔
عنبر نے غیبی شیشے کو دوبارا جیب میں سنبھال کر رکھا
اور ندی پار کر کے دوسری طرف چلا گیا۔ وہ درختوں کے
درمیان سے گذر رہا تھا۔ درختوں پر جنگلی بیلیں چڑھی
ہوئی تھیں۔ اچانک عنبر کو سانپ کی پھنکار سنائی دی۔ عنبر
نے گردن گھما کر دیکھا۔ ایک سرخ سانپ درخت کی
ٹہنی کو دُم سے پکڑے لٹک رہا تھا اور عنبر کی طرف دیکھکر
بار بار اپنے سر کو اوپر نیچے کر رہا تھا۔

عنبر کو ناگ نے سانپوں کی زبان سکھا دی ہوئی تھی۔
عنبر نے سانپ سے کہا:

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں ناگ دیوتا کا بھائی
ہوں؟"

سانپ نے کہا،

"عظیم ناگ دیوتا کے بھائی! اسی لیے تو میں بار بار
تعظیم کے لیے اپنا سر جھکا رہا ہوں۔ بتاؤ
میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

سانپ نے ٹہنی چھوڑ دی۔ وہ عنبر کے سامنے گول
پر کنڈلی مارے بیٹھ گیا۔

عنبر نے کہا:

"سب سے پہلے تو مجھے یہ بتاؤ کہ ناگ دیوتا
یہاں کہیں موجود ہے کہ نہیں؟"

سانپ نے چاروں طرف گردن پھیر کر بار بار منہ
سے زبان نکال کر سونگھا اور کہا:

"عظیم ناگ کے بھائی! ناگ دیوتا کی خوشبو مجھے
کسی طرف سے نہیں آ رہی۔ وہ یہاں نہیں ہے۔"

عنبر نے پوچھا:

"اچھا پھر یہ بتاؤ کہ تم نے یہاں ایک بوڑھے
حبشی جوڑے کو دیکھا ہے جو ابھی زندہ ہو؟"

سانپ نے کہا:

"یہاں کچھ بوڑھے حبشی رہتے تھے مگر باری باری
سب مر گئے۔ کچھ کو جنگلی درندوں نے ہڑپ
کر لیا۔ جہاں تک میرا خیال ہے۔ میں نے
سرخ غار سے کبھی کبھی ایک حبشی کو باہر نکلتے
دیکھا ہے۔"

عنبر نے بے تابی سے پوچھا:

"وہ سرخ غار کہاں ہے؟"

سانپ بولا: "میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں سرخ غار
تک لیے چلتا ہوں۔"

سانپ آگے آگے رینگنے لگا۔ عنبر اس کے پیچھے چل
رہا تھا۔ سانپ عنبر کو وادی کے خطرناک راستوں سے گذارتا
ایک سرخ پہاڑی ٹیلے کے سامنے لے گیا جہاں ایک جگہ
اونچی جنگلی گھاس کے بیچ میں سے سرخ غار کا منہ نظر
آ رہا تھا۔

سانپ نے کہا:

"عظیم ناگ کے بھائی! یہ ہے وہ سرخ غار جہاں
سے کبھی کبھی میں نے ایک بوڑھے حبشی کو باہر آ کر
پھل وغیرہ اکٹھے کرتا دیکھا ہے۔"

عنبر نے سانپ کا شکریہ ادا کیا اور غار کے منہ کی طرف
بڑھا۔ سانپ واپس جنگل میں چلا گیا۔ عنبر نے دیکھا کہ غار
کے منہ کا آدھا حصہ کانٹے دار جھاڑیوں سے کافی اوپر تک
ڈھانپ دیا گیا تھا۔ تا کہ جنگلی درندے اندر داخل نہ
ہو سکیں۔

سورج غروب ہو رہا تھا۔ وادی میں سائے گہرے
ہو رہے تھے۔ عنبر نے کانٹے دار چھاپے کو غار کے منہ

سے پیچھے ہٹانے کی کوشش کی ہی تھی کہ ایک دم پیچھے
سے کسی نے نیزہ اس کی گردن میں چبھو کر چلا کر کہا
"خبردار — اپنی جگہ سے حرکت کی تو نیزہ تمہاری
گردن کو چھلنی کر دے گا۔"
عنبر نے پیچھے مڑے بغیر کہا:
"تم کون ہو؟"
پیچھے سے آواز آئی:
"تم کون ہو؟ یہاں کیا کرنے آئے ہو؟"
عنبر نے کہا:
"میں مصرانی کے ماں باپ کی تلاش میں ہوں۔"
اس جملے کے ساتھ ہی نیزہ تیزی سے پیچھے ہٹ گیا۔
عنبر نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کے پیچھے ایک پچپن ساٹھ
برس کا آدمی نیزہ ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔ اگرچہ وہ کافی
عمر کا تھا۔ اس کے بال بھی سفید تھے مگر سیاہ جسم بہت
مضبوط تھا اور اس نے صرف ایک لنگوٹا پہن رکھا تھا۔ اس
نے نیزہ پھینک دیا اور عنبر کے قریب آکر بولا:
"تم ۔ تم میری بیٹی مصرانی کو کیسے جانتے ہو؟"
عنبر مسکرایا۔ اس نے دل میں خدا کا شکریہ ادا کیا کہ آخر
وہ اپنی حبشی دوست لڑکی مصرانی کے باپ کے پہنچ ہی گیا تھا۔

اس نے کہا:
"میرا نام عنبر ہے۔ میں تمہاری بیٹی مصرانی کو ملک
کیوبا سے نکال کر افریقہ میں لایا تھا کہ وہ کھو گئی۔
وہ تم سے ملنے میرے ساتھ یہاں آ رہی تھی۔"
بوڑھے حبشی نے عنبر کو سینے سے لگا لیا۔ اس کی آنکھوں
میں آنسو تھے۔
"میری بیٹی کہاں ہو گی؟ خدا کے لیے مجھے اس کے
پاس لے چلو۔"
بوڑھا حبشی رو رہا تھا۔ عنبر نے اسے حوصلہ دیا اور مصرانی
کی والدہ کے بارے میں پوچھا تو حبشی نے کہا:
"وہ اپنی بیٹی کو یاد کرتے کرتے مر گئی۔ میں نے اسے
اسی وادی میں جلا دیا۔ وہ خدا کے پاس پہنچ گئی
ہے میرے ساتھ اندر آؤ۔ یہاں درندوں کا خطرہ ہے۔"
مصرانی کا باپ عنبر کو غار کے اندر لے گیا۔ غار میں
چند ایک مٹی کے برتن پڑے تھے۔ مصرانی کے حبشی باپ
نے بتایا کہ وہ اب اکیلا وہاں رہتا ہے۔ وادی کے پہاڑ
اتنے خطرناک اور اونچے اونچے ہیں کہ وہ یہاں سے نکل کر باہر
نہیں جا سکتا۔ پھر وہ ٹھنڈی سانس بھر کر بولا:
"اب میں باہر جا کر بھی کیا کرتا۔ نہ میری بیوی رہی

نہ بچی۔ سوچا تھا کہ اسی غار میں مروں گا۔ مگر
تم نے یہ بتا کر میرے جسم میں نئی زندگی دوڑا
دی ہے کہ میری بچی مصرانی زندہ ہے اور اسی
جنگل میں ہے۔"

عنبر نے اسے ساری کہانی سنائی اور مریخ کی مخلوق کے
بارے میں بھی باتیں کیں۔

مصرانی کے حبشی باپ نے کہا:

"یہ مخلوق بڑی سنگ دل ہے۔ انہوں نے علاقے
میں کسی بوڑھے کو زندہ نہیں چھوڑا۔ جو چند ایک
بچ گئے ہیں ان کے بچوں کو غلام بنا کر کان میں
لگا دیا ہے۔ یہ بوڑھے اپنے بچوں یعنی مریخ کی مخلوق
کے غلاموں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔"

پھر اس نے مایوس لہجے میں کہا:

"میری بچی مجھے کہاں ملے گی؟ میں اسے جنگل
میں کہاں تلاش کروں؟ اس وادی سے نکلنا
تو بہت مشکل ہے۔ میں حیران ہوں کہ تم یہاں
کیسے پہنچ گئے؟"

عنبر نے کہا:

"تم فکر نہ کرو۔ تم اسی جگہ رہو۔ میں خود

وادی سے باہر جا کر جنگل میں مصرانی کو تلاش کر کے
تمہارے پاس لے آؤں گا۔"

حبشی بولا:

"میرے بچے؟ کیا تم ایسا کر سکو گے؟ یہ جنگل
تو دشمن مخلوق اور آدم خوروں سے بھرا
ہوا ہے۔"

عنبر نے مسکراتے ہوئے کہا:

"میں ان تمام مشکلوں کا مقابلہ کروں گا۔ تم فکر
نہ کرو۔ میں کل یہاں سے چلا جاؤں گا لیکن
تمہیں تاکید ہے کہ اس غار سے ہرگز کسی دوسری
جگہ مت جانا۔ کیوں کہ جب مجھے مصرانی مل
گئی تو میں اسے لے کر سیدھا اسی غار میں
آؤں گا۔"

بوڑھا حبشی بولا:

"میں یہاں سے بالکل کہیں کسی جگہ نہیں جاؤں
گا۔ کاش! میں بھی تمہارے ساتھ اپنی بیٹی کی تلاش
میں شامل ہو سکتا۔"

عنبر نے کہا:

"اس تلاش کی مہم کے لیے میں اکیلا ہی کافی ہوں۔"

وہ رات عنبر نے مصرانی کے باپ کے ساتھ غار میں گزاری۔ دوسرے روز اس نے ایک بار پھر مصرانی کے باپ کو غار میں ہی بیٹھے رہنے کی تاکید کی اور ہاتھ ملا کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اس کی منزل وہی جنگل تھا۔ جہاں مصرانی اس سے بچھڑی تھی اور جس کے بارے میں عنبر کو یقین تھا کہ وہ اسے وہیں کہیں نہ کہیں مل جائے گی۔

○
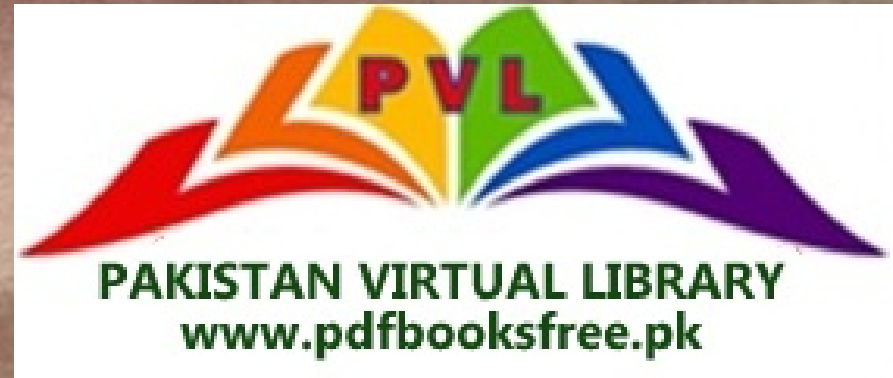
عنبر دلدل میں ڈوب گیا

حبشی لڑکی مصرانی بوڑھی کھوسٹ ہو کر سرخ چٹانوں کے نیچے جوالا ماتا دیوی کی سلطنت کے ایک قبر ایسے تہ خانے میں پڑی ہے۔ دریا پار اسی جنگل کے سرخ غار میں مصرانی کا حبشی باپ اپنی بیٹی مصرانی کا انتظار کر رہا ہے۔ اور عنبر خود مصرانی کی تلاش میں اسی علاقے میں چلتا چلا جا رہا ہے۔ دوسری طرف ماریا کیپٹ اور تھیوسانگ ایک خلائی راکٹ میں سوار خلائی کہکشاں میں کسی نامعلوم منزل کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ جب کہ ناگ اور اس کا پنجر کا پتلا ساتھی مصنوعی چاند میں بیٹھے ہیں اور چاند ہماری اصلی زمین کی طرف رُخ کر چکا ہے۔

ماریا، کیپٹ اور تھیوسانگ کو تو ہم ان کے راکٹ میں خلاء ہی میں چھوڑتے ہیں۔ ہم ناگ کی طرف آتے ہیں آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ ناگ نے مصنوعی چاند کے اندر لگے ہوئے ایٹم بم کے سارے سلنڈر اور ہائیڈروجن

میزائیل نیچے خلا میں گرا دیئے گئے تا کہ ان کا مصنوعی
چاند پھٹ کر تباہ نہ ہو جائے۔ پتھر کا پتلا مصنوعی چاند
کے اندر فرش پر خاموش بیٹھا تھا۔ ناگ مصنوعی چاند کے سوراخ
میں سے باہر خلا میں جھانک رہا تھا۔ اس نے چونک
کر کہا:

"یاقوت پتلے! میرا خیال ہے کہ ہم اپنی اصلی زمین
کی طرف جا رہے ہیں۔"
پتلے نے کہا:
"مجھے اصلی زمین کے پہاڑوں پتھروں کی لہریں اپنے
جسم سے ٹکراتی محسوس ہو رہی ہیں۔ تم ٹھیک کہہ
رہے ہو۔"
ناگ بولا: "لیکن یہ چاند اگر اسی رفتار سے چلتا
رہا تو ہماری زمین سے ٹکرا کر پاش پاش ہو
جائے گا۔"
پتلے نے کہا:
"جب یہ چاند ہماری اصلی زمین کی فضا میں داخل
ہو گا تو ذروں کی رگڑ سے اس میں آگ لگ
جائے گی اور یہ ہماری زمین پر گیند جتنا چھوٹا ہو
کر گرے گا۔"

ناگ نے کچھ پریشان ہو کر کہا:
"اگر اس میں آگ لگ گئی تو ہم کیسے زندہ
بچیں گے؟"
پتلا بولا: "تمہیں شاید معلوم نہیں کہ اس مصنوعی
چاند کی اندرونی فضا کو اس طرح سے بنایا
گیا ہے کہ اس پر باہر کی آگ کا کوئی اثر
نہیں ہو سکتا۔ یہ سارے کا سارا جل کر چھوٹا
بھی ہو جائے گا تو ہم زمین پر اترنے سے
پہلے زندہ رہیں گے۔"
ناگ نے کہا:
"اگر یہ کسی پہاڑ سے ٹکرا گیا تو چاہے چھوٹا ہی
سہی مگر ہمارے ٹکڑے اڑا دے گا۔"
پتلے نے جواب دیا:
"فکر نہ کرو۔ اس چاند کی سطح پر ایسی دھات
لگی ہے جس کی لہریں زمین کے پانی پر پڑ کر
اس طرف کا رخ کر لیتی ہیں۔ چنانچہ ہمارا یہ
چاند ایک گیند کی شکل میں زمین کے کسی دریا یا
سمندر میں ہی گرے گا۔"
ناگ نے دیکھا کہ ہماری زمین بڑی تیزی سے قریب

آتی جا رہی تھی۔ اسے زمین پر سمندر اور براعظموں کے
پہاڑ اور ملکوں کے جنگل میدان نظر آنا شروع ہو گئے
تھے۔ اس نے چلا کر کہا:
"مجھے یقین ہے ہمارا چاند جنوبی افریقہ کے ساحل
سمندر میں گرے گا۔ اس کا رُخ جنوبی افریقہ
کی طرف ہے۔"
مصنوعی چاند اب زمین کی فضا میں داخل ہونے والا
تھا۔ مصنوعی چاند ایک زبردست گڑگڑاہٹ اور دھماکے
کے ساتھ زمین کی فضا میں داخل ہو گیا۔ زمین کی فضا
میں آتے ہی اس کے باہر والے حصے کو آگ لگ گئی۔
وہ آگ کا گولا بن گیا۔ ناگ مصنوعی چاند کے اندر پتلے
کو ہاتھ میں سنبھال کر خاموشی سے بیٹھ گیا۔
مصنوعی چاند پہلے بہت بڑا گول تھا۔ آگ لگنے سے
اس نے جل کر راکھ ہونا شروع کیا۔ زمین تک پہنچتے
پہنچتے اس نے دس فٹ قطر کے گولے کی شکل اختیار کر
لی تھی۔ ناگ فرش کے ساتھ چمٹ گیا تھا۔
پھر یہ گولا ایک دھماکے کے ساتھ پانی میں گر پڑا۔
یہ ایک دریا تھا۔ جنوبی افریقہ کے جنوبی ساحل کے ملک
والا وہی دریا جس کے کنارے جنگل میں عنبر مصرانی کی

تلاش میں گھوم رہا تھا۔ عنبر چونکہ گھنے جنگل میں تھا اس
لیے اسے مصنوعی چاند کا گولا دریا میں گرتا دکھائی نہ دیا۔
دریا میں گرنے کے بعد مصنوعی چاند کے اندر پانی بھرنے
لگا۔ ناگ نے پتلے کو اٹھا کر جیب میں رکھا۔ اور چاند
کے سوراخ میں سے باہر دریا میں چھلانگ لگا دی۔ ناگ
نے دیکھا کہ باہر دھوپ نکلی ہوئی تھی۔
ناگ نے تیر کر دریا پار کیا۔ کنارے پر آیا تو پیچھے
مصنوعی چاند دریا میں ڈوب کر ہمیشہ کے لیے پانی کی
تہ میں بیٹھ چکا تھا۔ ناگ نے اپنے کپڑے نچوڑے پتلے
کو جیب سے نکال کر دھوپ میں پتھر پر رکھ دیا
اور بولا:
"یاقوت پُتلے! پہلے یہ بتاؤ کہ کیا یہ ہماری اصلی
زمین ہے یا اس کا عکس ہے؟"
پتھر کے پتلے یاقوت نے کہا:
"ناگ بھائی! مجھے اصلی زمین کے پتھروں کی لہریں
محسوس ہو رہی ہیں۔ ہم اپنی اصلی زمین پر ہی
ہیں اور یہ جنوبی افریقہ کا کوئی جنوبی ملک
ہے۔"
ناگ دھوپ میں بیٹھا اس جنگل کی طرف دیکھ رہا

تھا جو دریا کے کنارے کے ساتھ ساتھ پھیلا ہوا تھا۔
یہاں ناریل، بانس اور دیو دار کے درخت تھے۔ ناگ
نے محسوس کیا کہ اس کی اپنی زمین پر ایسے ہی درخت
ہوا کرتے تھے اور پھر اب پتھر کے پتلے نے بھی
اسے بتا دیا تھا کہ یہ اس کی اصلی زمین ہی ہے
چنانچہ ناگ کو جہاں یہ خوشی ہوئی کہ وہ اپنی اصلی
زمین پر واپس آ گیا ہے۔ وہاں اس کے دل میں یہ
امید بھی پیدا ہوئی کہ ہو سکتا ہے عنبر ماریا کیٹی اور تھیوسانگ
بھی یہاں پہنچ گئے ہوں اور ان سے اس کی ملاقات
ہو جائے۔

پتھر کے پتلے نے اپنی باریک آواز میں کہا،
"اب تمہارے کیا ارادے ہیں ناگ؟"
ناگ نے کہا:
"میں تو اپنے ساتھیوں کی تلاش میں نکلوں گا۔ تم
بتاؤ کہ تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ میں تمہیں جہاں
تم کہو گے پہنچا دوں گا۔"
پتھر کا پتلا بولا:
"مجھے تم کسی بھی پہاڑ کے غار میں چھوڑ دو
میں وہاں جڑ پکڑ کر پتھر بن جاؤں گا۔ اور پھر

اپنی پتھر کی زندگی شروع کر دوں گا لیکن اگر
تم چاہو تو مجھے اپنے ساتھ بھی رکھ سکتے ہو۔ کم
از کم اس طرح میری ملاقات بھی تمہارے دوستوں:
ماریا کیٹی اور تھیوسانگ سے ہو جائے گی۔"
ناگ نے مسکرا کر کہا:
"ٹھیک ہے۔ اب تو تم بھی ہمارے دوست بن
گئے ہو۔ میں تمہیں اپنے ساتھ ہی رکھوں گا۔ چلو میرا
خیال ہے اب ہم عنبر ماریا کیٹی اور تھیوسانگ کی
تلاش شروع کرتے ہیں۔"
ناگ نے پتلے کو جیب میں ڈالا اور دریا کے کنارے
کنارے جنگل کے ساتھ ساتھ چلنا شروع کر دیا۔ چلتے چلتے
جب وہ دریا کی پرانی اور سنسان گھاٹ پر پہنچا تو جنگل
کی طرف سے ہوا کا جھونکا آیا۔ ناگ ایک دم سے وہیں
رک گیا۔ کیوں کہ ہوا کے جھونکے میں عنبر کی خوشبو تھی۔
ناگ نے خوش ہو کر کہا:
"یاقوت! جنگل سے میرے دوست عنبر کی خوشبو آ
رہی ہے۔"
یاقوت پتلے نے ناگ کی جیب میں ہی اس کی آواز
سن لی۔ اس نے کہا:

تو پھر جنگل کی طرف چلو۔ ہو سکتا ہے تمہارے
دوست سے ہماری بھی ملاقات ہو جائے۔"
ناگ نے دو تین بار ہوا کو سونگھا۔ کسی وقت ہوا
کے جھونکے میں عنبر کی خوشبو بڑی صاف محسوس ہوتی تھی۔
"ضرور عنبر اس جنگل میں ہے۔"
یہ کہہ کر ناگ جنگل کے اندر جاتے ہوئے راستے میں
مڑ گیا۔ یہ راستہ جھاڑیوں کے بیچ سے ہو کر جا رہا تھا۔
دوسری طرف عنبر بھی حبشی لڑکی مصرانی کی تلاش میں
اکیلا چلا آ رہا تھا۔ ایک دم وہ ٹھٹھک سا گیا۔ کیوں کہ
اسے بھی ہوا میں ناگ کی خوشبو محسوس ہوتی تھی۔ اس
نے ایک لمبا سانس کھینچا۔ ہوا میں ناگ کی خوشبو تھی
اگرچہ یہ خوشبو بڑی ہلکی تھی۔ عنبر بے حد خوش ہوا کہ
ناگ بھی اسی جنگل میں ہے۔ خوشبو جدھر سے آ رہی
تھی وہ ادھر کو چلنے لگا۔
ابھی دن کا وقت تھا مگر آسمان پر اچانک بادل
چھا جانے سے جنگل میں اندھیرا سا ہو گیا تھا۔ لیکن یہ
اندھیرا عنبر کا راستہ نہیں روک سکتا تھا۔ وہ آگے ہی
آگے بڑھتا چلا گیا۔ ناگ سے ملنے کے جوش میں اسے
یہ خیال بھی نہ رہا کہ اس کے آگے دلدل شروع ہو

رہی ہے۔ یہ دلدل ایسی تھی کہ اس کی سطح ننگی نہیں
تھی بلکہ اس پر سبز سبز کائی اُگی ہوئی تھی جو قریب سے
دیکھنے پر بھی بالکل گھاس معلوم ہوتی تھی۔
جونہی عنبر نے اس پر قدم رکھا اس کا قدم دلدل
میں گھٹنے تک دھنس گیا۔ عنبر نے اس پاؤں کو باہر
نکالنے کے لیے گھبراہٹ میں دوسرے پاؤں پر زور
ڈالا تو اس کی دوسری ٹانگ بھی گھٹنے سے اُوپر تک
دلدل میں اتر گئی۔ عنبر وہیں ساکت ہو گیا۔ مگر یہ دلدل
ایسی تھی کہ اس کے نیچے حرکت جا رہی تھی۔ دلدل نیچے
سے عنبر کو اندر کھینچنے لگی۔ عنبر نے سوچا کہ اسے کیا
کرنا چاہیے۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ کیوں کہ
وہ پہاڑ کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ ہاتھی کو سونڈ سے پکڑ کر پٹخ
سکتا تھا مگر دلدل سے باہر نکلنا اس کے بس میں
نہیں تھا۔ یہاں وہ اپنی طاقت کو کیسے استعمال کرتا۔ وہ
ناگ نہیں تھا کہ پرندہ بن کر اڑ جاتا۔ دلدل اسے آہستہ
آہستہ نگل رہی تھی۔ عنبر نے اپنا آپ دونوں بازو پھیلا کر
آگے کو گرا دیا۔
دلدل میں سے بچ نکلنے کا یہی ایک بہترین طریقہ
ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ کو دونوں بازو پھیلا کر دلدل

کی سطح پر اس طرح گرا دے جیسے آدمی دریا یا نہ
میں بازو آگے پھیلا دیتا ہے۔ پھر دونوں بازوؤں
اس طرح ہلائے جیسے پانی میں تیر رہا ہو۔ اس طرح
سے اس کی ٹانگیں دلدل میں سے اپنے آپ باہر آجا
ہیں اور انسان کی جان بچ سکتی ہے۔

مگر یہ دلدل ایسی تھی کہ نیچے سے وہ عنبر کے پاؤ
کھینچ رہی تھی۔ جونہی عنبر نے اپنے بازو دلدل پر پھیلا
دلدل نے اس کے بازوؤں کو بھی نیچے لے جانا شرو
کر دیا۔ عنبر نے ایک زور کا جھٹکا اپنے آپ کو د
وہ دلدل کی سطح پر ذرا سا اچھلا مگر جب نیچے گرا
دلدل نے اسے گردن تک اپنے اندر چھپا لیا۔

ناگ کی خوشبو برابر آ رہی تھی۔ عنبر نے پوری طا
سے آواز دی:

"ناگ!"

اور پھر وہ دلدل میں ڈوب گیا۔ دلدل عنبر کو ہلاک
نہیں کر سکتی تھی مگر اس نے عنبر کو جیسے کیچڑ میں جکڑ
رکھ دیا۔ عنبر کافی زور لگا کر دلدل کے اندر اس کے
کنارے تک گیا۔ وہ کسی پتھر یا درخت کی جڑ کو پکڑ
تو باہر نکل سکتا تھا مگر دلدل کو پکڑ کر کیسے باہر آتا۔ اس

کے ہاتھ بار بار پھسل جاتا۔ وہ دلدل کی تہہ میں کیچڑ میں جکڑا
خاموش بیٹھ گیا۔

جنگل میں چلتے چلتے ناگ کو اچانک عنبر کی آواز
سنائی دی۔

عنبر نے "ناگ!" کہہ کر اسے آواز دی تھی۔ ناگ وہیں رک
گیا۔ اس نے چاروں طرف دیکھا۔ آواز گنجان درختوں والے
سایوں کی طرف سے آئی تھی۔

ناگ نے وہیں سے جواب دیا:

"عنبر! میں آ رہا ہوں۔"

مگر اس وقت تک عنبر دلدل میں ڈوب
اور اسے ناگ کی آواز سنائی نہ دی۔

ناگ کی جیب والے پتے نے کہا:

"یہ تمہارے دوست عنبر کی آواز تھی ناگ؟"

"ہاں!" ناگ نے خوش ہو کر کہا: "میرے دوست نے
بھی میری خوشبو محسوس کر لی ہو گی۔ اسی لیے اس
نے مجھے آواز دی تھی۔ وہ یہیں کہیں ہے۔ میں
اسے تلاش کر لوں گا۔"

ناگ عنبر کو آوازیں دیتا آگے بڑھ رہا تھا۔ مگر اسے
عنبر کی کوئی آواز نہ آئی۔ ناگ بڑا پریشان ہوا کہ عنبر

جواب کیوں نہیں دے رہا۔ ابھی تو اس کی آواز قریب ہی سے سنائی دی تھی۔ اگر اس کی آواز مجھ تک پہنچ سکتی ہے تو میری آواز بھی اس تک پہنچ جانی چاہیے۔ ناگ سوچنے لگا۔

گنجان درختوں کے سایوں سے گذر کر ناگ ایک ٹیکری کے دامن میں آیا جس پر جنگلی جھاڑیوں نے سبز چادر بچھا رکھی تھی۔ ناگ نے گہرے گہرے سانس لیے۔ اسے عنبر کی خوشبو تو آ رہی تھی مگر یہ خوشبو اتنی دھیمی تھی کہ بڑی مشکل سے ناگ کو محسوس ہو رہی تھی۔

"خدا جانے عنبر اچانک کہاں چلا گیا۔ اس کی خوشبو بھی مدھم پڑ گئی ہے۔"

ناگ نے جیسے اپنے آپ سے کہا: اس کی جیب میں سے پتلا بولا:

"دوسری طرف جا کر دیکھو ناگ بھیا۔"

ناگ کو پتھر کا پتلا کیا مشورہ دے سکتا تھا۔ اس کی سونگھنے کی طاقت بے حد تیز تھی اور خاص طور پر وہ عنبر ماریا اور کیپٹن کی خوشبو کو تو بہت دور سے سونگھ سکتا تھا۔ ناگ نے محسوس کیا کہ عنبر کی مدھم خوشبو ٹیکری کے پیچھے سے آ رہی ہے۔ وہ اس طرف آ گیا۔ یہاں بھی

عنبر نہیں تھا۔ اس نے عنبر کو کئی بار آواز دی۔ یہ آواز دلدل کے نیچے بیٹھے ہوئے عنبر نے بھی سنی گر عنبر کے منہ سے آواز نکل نہیں سکتی تھی اگر نکل بھی آتی تو وہ اوپر تک نہیں جا سکتی تھی۔ عنبر سوچنے لگا۔ خدا کرے کہ ناگ کسی طرح دلدل کے نیچے آ جائے اور مجھے یہاں سے نکال دے۔ اگر یہ یہاں سے چلا گیا تو پھر مجھے کوئی دلدل سے باہر نہیں نکال سکے گا۔

ناگ ہر بار آواز دے کر کان لگا کر عنبر کا جواب سننے کی کوشش کرتا۔ مگر عنبر کی آواز سنائی نہ دیتی۔ ناگ سخت مایوس ہوا۔ عنبر کی خوشبو اسی طرح مدھم تھی۔ ناگ تھک ہار کر بیٹھ گیا۔ اس کے سامنے وہی دلدل تھی جس میں عنبر ڈوبا ہوا تھا۔ دلدل پر سبز کائی جمی تھی۔ ناگ کو بھی خواب میں بھی خیال نہیں آ سکتا تھا کہ عنبر دلدل کے اندر ڈوبا ہوا ہے۔

ناگ نے پتھر کے پتلے یاقوت کو جیب سے نکال کر باہر گھاس پر رکھ دیا:

"یاقوت! اب کیا کروں۔ عنبر کی خوشبو بھی آ رہی ہے مگر وہ کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ میری آواز کا جواب بھی نہیں دیتا۔"

پتھر کا پتلا بولا:

"میری رائے میں تمھیں یہاں کچھ دیر انتظار کرنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے۔ عنبر اس طرف سے گذرے۔"

ناگ سر جھکا کر خاموش ہو گیا۔

اس کے دل میں خیال آیا کہ اس جنگل میں سانپ ضرور ہوں گے۔ کیوں نہ کسی سانپ کو بُلا کر اس سے عنبر کے بارے میں پوچھا جائے۔

ناگ نے پتھر کے پتلے سے کہا:

"میں کسی سانپ کو بُلا کر اس سے مشورہ کرنے لگا ہوں۔"

یاقوت پتھر کا پتلا کہنے لگا:

"یہ بھی کر کے دیکھ لو۔ یہاں تو تم اڑ کر بھی عنبر کا پتہ نہیں چلا سکتے۔ جنگل کے درخت اس قدر گھنے ہیں کہ تم جنگل میں پرواز بھی نہیں کر سکتے۔"

"اسی لیے میں نے کسی سانپ سے مشورہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

یہ کہہ کر ناگ نے سانپ کی آواز میں ایک خاص سیٹی بجائی۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ سانپوں کا دیوتا ناگ بُلا رہا ہے۔ چند ہی سیکنڈ میں جنگل میں

ے وہی سانپ سامنے آ گیا جو اس سے پہلے عنبر کو ل چکا تھا۔ اس نے ناگ کے سامنے جھک کر اسے سلام کیا اور کہا:

"عظیم ناگ دیوتا! آپ کا یہاں آنا ہمارے لیے مبارک ہو۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ یہاں ضرور تشریف لائیں گے۔"

ناگ نے پوچھا:

"تمھیں کیسے معلوم تھا کہ میں یہاں آؤں گا؟"

سانپ بولا: "عظیم ناگ دیوتا۔ ابھی صبح ہی آپ کے بھائی سے ملاقات ہوئی تھی۔"

"میرا بھائی؟" ناگ نے جلدی سے کہا: "وہ۔ وہ تمھیں کہاں ملا تھا؟"

سانپ بولا: "اسی جنگل میں عظیم ناگ دیوتا۔ مجھے تو۔ اس وقت بھی آپ کے بھائی کی خوشبو آ رہی ہے۔"

ناگ نے چونک کر کہا:

"تو کیا تم عنبر کی خوشبو محسوس کر رہے ہو؟"

سانپ بولا: "ہاں عظیم ناگ! مگر کیا بات ہے؟ آپ کا بھائی کہاں ہے؟"

ناگ نے بے تابی سے کہا:

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ معلوم کرو یہ جو میرے بھائی عنبر کی خوشبو ہے یہ کہاں سے آ رہی ہے۔"

سانپ نے اپنی گردن کو چاروں طرف گھما کر اپنے منہ سے زبان نکال کر لہرائی۔ پھر اس نے اپنا منہ آسمان کی طرف کیا۔ اس کے بعد اپنا منہ زمین کی طرف کر کے زبان کو دو تین بار لہرایا اور بولا:

"عظیم ناگ دیوتا! آپ کے بھائی کی خوشبو مجھے اس زمین کے اندر سے آ رہی ہے۔"

"زمین کے اندر سے؟" ناگ نے تعجب سے کہا:

سانپ کہنے لگا:

"عظیم ناگ دیوتا! ہو سکتا ہے آپ کا بھائی اس دلدل میں گر کر ڈوب گیا ہو۔ کیوں کہ مجھے اس کی خوشبو اس دلدل کے اندر سے آتی محسوس ہو رہی ہے۔"

سانپ نے اپنا منہ دلدل کے اوپر رکھا اور پھر جلدی سے منہ اٹھا کر بولا:

"عظیم ناگ دیوتا! آپ کے بھائی کی خوشبو اسی دلدل

کے اندر سے آ رہی ہے۔"

"فوراً میرے بھائی کو نکالو۔ جلدی کرو۔ وہ خود باہر نہیں آ سکتا۔"

"جو حکم عظیم ناگ دیوتا۔"

یہ کہہ کر سانپ نے اپنے منہ سے سیٹی کی آواز نکالی۔ اس کی آواز پر ایک بہت بڑا اژدہا درختوں میں سے نکل کر ناگ کے سامنے آ کر جھک گیا۔

ناگ نے کہا:

"اس دلدل کے اندر ایک انسان جو میرا بھائی ہے ڈوبا ہوا ہے۔ اس کو فوراً نکالو۔"

اژدہا نے فوراً اپنا سر دلدل میں ڈالا اور اس کے اندر اترتا چلا گیا۔ عنبر دلدل کے نیچے بے بسی کی حالت میں بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے دلدل کی دیوار میں سے ایک اژدہا کا چہرہ نکل آیا۔ اژدہا نے عنبر کو اپنے سر پر اٹھا لیا اور اوپر لے جانے لگا۔

ناگ باہر بے تابی سے کھڑا تھا۔ اس نے دیکھا کہ عنبر کیچڑ میں لت پت اژدہا کے سر کے اوپر بیٹھا ہے۔ اژدہا نے عنبر کو دلدل کے کنارے پر ناگ کے قریب لا کر رکھ دیا۔

ناگ عنبر کی طرف دیکھ کر مسکرایا:

"عنبر بھائی! اگر تم کیچڑ میں بھرے ہوئے نہ ہوتے تو میں تمھیں گلے لگا لیتا۔ تمھارا آنا مبارک ہو"

عنبر بھی مسکرانے لگا اور منہ اور آنکھوں کے آگے سے دلدل کے کیچڑ کو پرے ہٹاتے ہوئے بولا:

"میں جانتا ہوں تمھیں خوشی ہوئی ہے مگر میں تمھارا شکریہ ضرور ادا کرنا چاہتا ہوں اگر تم اس وقت میری مدد نہ کرتے تو خدا جانے میں کب تک دلدل میں پڑا رہتا۔"

اژدہے اور سانپ کو ناگ نے رخصت کر دیا۔

جنگل کے چشمے پر جا کر عنبر نے غسل کیا۔ کپڑے دھو کر پہنے اور پھر دونوں پرانے ساتھی اور گہرے دوست ایک جگہ بیٹھ کر اپنی اپنی سفر کی کہانیاں ایک دوسرے کو سنانے لگے۔ دونوں ہی ماریا کیتھی اور تھیوسانگ کے لیے پریشان تھے۔

ناگ نے کہا:

ہو سکتا ہے وہ بھی خلا میں بھٹکتے ہوئے یہاں ہماری اصلی زمین پر پہنچ جائیں۔

عنبر بولا: "کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ایک ہماری زمین پر گذرے تمام واقعات کا عکس خلا میں روشنی کی

رفتار سے سفر کر رہا ہے اور دوسری یہ ہماری اصلی دنیا ہے جہاں تیسری جنگ کے بعد ایک نئی نسل ایک نیا انسان اپنی زندگی شروع کر چکا ہے۔ لیکن ناگ! کیا تمھیں یقین ہے کہ یہ ہماری اصلی دنیا ہی ہے؟"

ناگ نے کہا:

"مجھے اس لیے یقین ہے کہ یہ بات مجھے ایک ایسے شخص نے بتائی ہے جو پتھروں کی لہروں کو ان کی صحیح حالت میں محسوس کر سکتا ہے۔"

"وہ کون شخص ہے؟" عنبر نے قدرے تعجب سے پوچھا۔

ناگ نے اپنی جیب میں سے پتھر کا پتلا یاقوت نکالا اور کہا:

"یہ بات مجھے اس پتلے نے بتائی ہے۔"

عنبر پتلے کی طرف حیرانی سے دیکھنے لگا جو ناگ کے ہاتھ کے برابر سائز کا تھا اور اس کی ہتھیلی پر پڑا عنبر کی طرف اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے تک رہا تھا۔

"عنبر بھیا سلام!"

پتلے نے اپنی باریک آواز میں عنبر کو سلام کیا۔ عنبر نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا:

"ناگ! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ یہ تو پتھر کا
پتلا ہے مگر بولتا ہے۔"
ناگ ہنس پڑا:
"عنبر بھیا! ہم نے اپنے ہزاروں برس کے سفر میں
کیا کیا حیرت انگیز چیزیں نہیں دیکھیں؟ یہ
بھی ان میں سے ایک ہے۔ بہرحال اس پتلے
کا نام یاقوت میں نے رکھا ہے اور یہ زمین
کی مٹی اور پتھر کی لہروں کو محسوس کر کے ان
کے ارادے کو سمجھ جاتا ہے۔ زمین کے اندر
کوئی بھی تبدیلی ہو رہی ہو اس پتلے کو معلوم
ہو جاتی ہے۔"
"ناگ ٹھیک کہہ رہا ہے عنبر بھیا!" یاقوت پتلے
نے کہا:
عنبر نے پتلے کے سر پر انگلی پھیری اور بولا:
"تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔"
پھر عنبر نے ناگ سے کہا:
"ایک حیرت انگیز تجربہ میرے پاس بھی ہے۔"
اور عنبر نے جیب سے چھوٹا سا گول یعنی شیشہ نکال
کر اس کو دکھایا:

"یہ تو ایک معمولی شیشہ ہے۔" ناگ کہنے لگا:
عنبر مسکرایا: "دیکھنے میں یہ ایک معمولی شیشہ ہے
مگر اس کے اندر ایک ایسی خوبی ہے جو کسی
شیشے میں نہیں ہے اس کے پیچھے جو بٹن لگا
ہے اس کو دبانے سے اس میں سے روشنی کا
دائرہ نکلتا ہے۔ اس دائرے میں جو شے بھی آ
جائے وہ تھوڑی دیر بعد غائب ہو جاتی ہے۔"
ناگ تعجب سے بولا:
"مگر وہ جاتی کہاں ہے؟"
عنبر نے کہا:
"شیشے کے پیچھے ایک ڈائیل لگا ہے۔ ڈائیل
میں سوئی ہے اور ڈگریوں کے نمبر لکھے ہیں ہم
جس ڈگری پر چاہیں سوئی جما کر اس شیشے
کی روشنی کی مدد سے وہاں پہنچ سکتے ہیں۔"
ناگ شیشے کو الٹ پلٹ کر غور سے تکنے لگا:
"یہ تو خلائی مخلوق کی ایجاد ہے۔"
عنبر بولا: "یہ ایک خلائی مخلوق ہی سے مجھے ہاتھ
لگی ہے۔"
پھر عنبر نے ناگ کو حبشی لڑکی مصراتی کی ساری داستان

سنا ڈالی ۔
ناگ نے کہا :
"اگر حبشی لڑکی مصرانی تمہارے ساتھ اس جنگل تک
آئی تھی تو پھر یقیناً وہ اسی علاقے میں ہوگی
لیکن مریخ کی مخلوق کی موجودگی ہمیں مصیبت میں
ڈال سکتی ہے ۔"
عنبر نے کہا :
"ان کا زمین دوز ایٹمی مرکز یہاں سے زیادہ دور
نہیں ہے ۔ مگر مجھے یقین ہے کہ مصرانی ادھر
نہیں گئی ہوگی ۔ جب مریخی سپاہی نے مجھ پر فائر
کیا تو وہ ضرور مجھے گرتا دیکھ کر یہی سمجھی ہوگی
کہ میں مر گیا ہوں اور وہ وہاں سے فرار
ہو گئی ہو گی ۔"
ناگ بولا : "اسی لیے تو میں کہہ رہا ہوں کہ وہ
اسی علاقے میں ہی ہو گی ۔ چلو ۔ جہاں ہم ماریا
کیٹی اور تھیوسانگ کو تلاش کریں گے وہاں
تمہاری دوست مصرانی کو بھی ڈھونڈنے کی کوشش
کریں گے ۔ ہو سکتا ہے ۔ وہ ہمیں پہلے مل جائے ۔"
عنبر نے ناگ سے کہا :

"میرا خیال ہے کہ تم عقاب بن کر اس سارے
جنگل اور میدانی علاقے کا فضائی جائزہ لو ۔ ہو
سکتا ہے کہیں حبشی لڑکی یا کیٹی اور تھیوسانگ ہی
نظر آ جائیں ۔ میں اسی جگہ تمہارا انتظار کروں گا ۔"
ناگ نے پتلا یاقوت عنبر کے حوالے کیا اور خود
عقاب کا روپ بدل کر فضا میں بلند ہوا اور دریا
والے جنگل کی طرف نکل گیا ۔ عنبر اپنے قریب ہی
گھاس پر بیٹھے پتھر کے پتلے سے باتیں کرنے لگا ۔ اس نے
عنبر کو بتایا کہ ناگ اسے بہت یاد کیا کرتا تھا ۔
عنبر بولا : "ہم بڑے پرانے دوست ہیں ۔ تم
نہیں جانتے ۔"
پتھر کا پتلا خاموش ہو گیا ۔ پھر آہستہ سے بولا :
"عنبر بھائی ! میں اگرچہ ایک پتھر ہوں مگر پتھر اور زمین
پر جس کے قدم پڑتے ہیں میں اس سے واقف
ہو جاتا ہوں ۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ سب دوست
کئی ہزار برس سے اس دنیا میں سفر کر رہے ہیں
میں آپ کی غیر معمولی طاقت سے بھی واقف ہوں ۔"
عنبر حیران سا ہو کر پتھر کے پتلے کو تکنے لگا ۔ اس نے کہا :
"کیا تم ماریا کو بھی جانتے ہو ؟"

پتھر کے پتلے نے جواب دیا:
"اگر وہ ہمیشہ غائب رہتی تو شاید میں اس کے
بارے میں کچھ نہ جانتا۔ کیوں کہ غیبی حالت میں
ماریا کے پاؤں زمین پر نہیں پڑتے۔ لیکن ماریا کئی
بار زندہ حالت میں آ کر زمین پر چلتی رہی ہے۔
اس کے قدم زمین اور پتھروں پر پڑتے رہے ہیں۔
اس لیے میں ماریا کے بارے میں بھی سب کچھ
جان گیا ہوں"
عنبر نے مسکراتے ہوئے کہا:
"یہ اچھی بات ہے کہ تم ان سب رازوں سے واقف
ہو گئے ہو، لیکن یہ بتاؤ کہ کیا ماریا اور کیٹی اس
زمین پر کہیں موجود ہیں؟"
پتھر کا پتلا کہنے لگا:
"اگر وہ میرے قریب سے گذریں تو بتا سکتا ہوں
دور دور ہوں تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ تم لوگوں کے
بارے میں بھی میں اس لیے سب کچھ جانتا ہوں
کہ تم اس دنیا میں سفر کرتے ہوئے کئی بار میرے
اوپر سے گذر چکے ہو جب میں ایک پتھر کا ٹکڑا
تھا اور پہاڑ کے دامن میں پڑا رہتا تھا:

عنبر نے دیکھا کہ ناگ عقاب کی شکل میں اُڑتا ہوا
نیچے اتر رہا ہے۔
ناگ نے آ کر عنبر کو بتایا کہ اسے کسی جگہ کوئی حبشی
لڑکی نظر نہیں آئی:
"وہاں ایک جگہ میں نے ایک گدھ کو دیکھا ہے
جو ایک چٹان کے اوپر سر جھکائے بیٹھا ہے
معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ضرور کوئی قبرستان وغیرہ
ہو گا۔ یا لوگ اپنے مردے پھینک جاتے ہوں گے"
پتھر کا پتلا بولا:
"اگر وہاں قبرستان ہے تو حبشی لڑکی مصرانی کو
وہاں جانے کی کیا ضرورت تھی۔ میرا خیال ہے کہ
وہ جنگل ہی میں کسی جگہ چھپی ہو گی"
عنبر نے کہا:
"ناگ! تم جنگل میں جا کر مصرانی کو دیکھو، اس کی
نشانی یہ ہے کہ اس کا رنگ سیاہ ہے اور
اس کے ماتھے پر بائیں جانب زخم کا نشان پڑا ہوا
ہے۔ میں قبرستان میں جا کر پتہ کرتا ہوں ہو سکتا ہے
وہ وہیں کسی قبر میں چھپی ہو"
یہ کہہ کر عنبر تو چٹانوں کی طرف چل پڑا اور ناگ پتھر

کا پتلا جیب میں ڈال کر جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔
عنبر جن چٹانوں کی طرف جا رہا تھا یہ وہی جگہ تھی جن
کے نیچے زمین کے اندر ماتا دیوی کی عورتوں کی حکومت
قائم تھی اور مصرانی اس کے ایک تہہ خانے میں بوڑھی
ہو کر موت کی گھڑیاں گن رہی تھی۔

زندہ قبر

عنبر سیاہ ڈراؤنی چٹانوں کے علاقے میں پہنچ گیا۔
ایسی نوکیلی اور خوفناک چٹانیں اس نے پہلے کبھی نہیں
دیکھی تھیں۔ وہ چٹانوں کے درمیان سے گذر رہا تھا کہ
اسے ایک اونچی چٹان کے کنگورے پر ایک بہت بڑا گدھ
سر جھکائے بیٹھا نظر آیا۔ اسی گدھ کے بارے میں ناگ نے
اسے بتایا تھا۔ عنبر کو دیکھتے ہی گدھ پھڑپھڑا کر اڑ گیا۔
عنبر نے دیکھا کہ وہاں نہ تو کوئی قبرستان تھا اور
نہ کسی جگہ کسی انسان کی لاش ہی پڑی تھی کہ جس کو کھانے
کے لیے گدھ وہاں آیا ہو۔ عنبر چٹانوں میں چلتا گیا۔
وہ دو چٹانوں میں سے گذر رہا تھا کہ اسے اپنے
پیچھے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ عنبر نے پلٹ
کر دیکھا۔ اس کے پیچھے کوئی نہیں تھا۔ عنبر نے قدموں
کی آہٹ صاف سنی تھی۔ وہ آگے چلنے لگا۔ وہ سیاہ
ڈراؤنی چٹانوں کی ایک تنگ سی گلی میں سے گذر رہا تھا۔
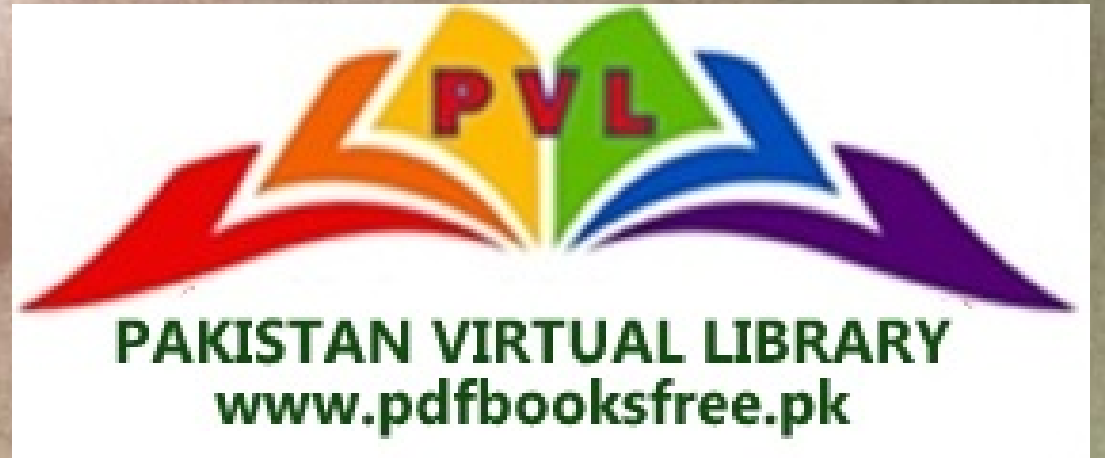
اچانک سیاہ گدھ پھڑپھڑاتا ہوا چٹانوں کے اوپر نمودار
ہوا۔ عنبر نے سر اٹھا کر اوپر کو دیکھا ہی تھا کہ گدھ
کے منہ سے نیلے دھوئیں کی ایک پھوار نکل کر عنبر کے
جسم پر پڑی۔

عنبر کا سانس اس نیلے دھوئیں میں گھٹنے لگا۔ وہ چھلانگ
مار کر دھوئیں کے اس خول میں سے نکل جانا چاہتا تھا لیکن
دھواں اس کے پھیپھڑوں میں پہنچ چکا تھا۔ عنبر کا سر اتنی
زور سے چکرایا کہ وہ لڑکھڑا کر زمین پر گرا اور بے ہوش
ہو گیا۔ عنبر کے بے ہوش ہوتے ہی گدھ نے اسے
اپنے پنجوں میں اٹھایا اور تیسری سیاہ چٹان کے خفیہ دروازے
کے سامنے لا کر ڈال دیا۔

گدھ نے اپنی چونچ کھول کر زور سے ایک چیخ ماری
اور اڑ گیا۔

گدھ کی چیخ پر سیاہ چٹان کا خفیہ دروازہ کھلا اور
اس کے اندر سے دو لمبی تڑنگی سیاہ حبشی عورتیں باہر
نکلیں۔ انہوں نے بے ہوش عنبر کو جھک کر دیکھا۔ پھر
اس کے دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے باندھے اور اسے گھسیٹتے
ہوتے غار کے اندر لے گئیں۔

غار کے اندر وہ سیڑھیاں اتر کر پہلی منزل میں

آ گئیں۔ یہاں ماتا دیوی کی خاص دیوداسی لاچی ہاتھ میں
ننگی تلوار لیے کھڑی تھی۔

اس نے پوچھا:

"یہ کہاں تک آ گیا تھا؟"

حبشی عورت بولی:

"یہ ہمارے خفیہ دروازے کے قریب پہنچ چکا تھا۔"

لاچی نے غضبناک ہو کر کہا:

"اس کی یہ جرأت؟ ضرور اسے ہمارے دشمن
قبیلے ساکونی نے جاسوسی کے لیے بھیجا ہے۔ اس
کی شکل اور سر کے بال بھی ساکونی قبیلے والوں
کی طرح ہیں اسے ماتا دیوی کے سامنے پیش کیا
جائے گا۔ ابھی اسے تہہ خانے میں لے جا کر
بند کر دو۔"

دونوں حبشی عورتیں عنبر کو اٹھا کر تیسری منزل میں زمین
کے اندر ایک چھوٹے سے تنگ و تاریک تہہ خانے میں
لے گئیں اور اسے وہاں پھینک کر چلی گئیں۔

لاچی وہاں سے سیدھی ماتا دیوی کے دربار میں جا کر
پیش ہوئی۔ جوان اور خوبصورت ماتا دیوی اپنے تخت پر
بڑی شان سے بیٹھی تھی۔ سنہری تلوار اس نے اپنے زانو

پر رکھی ہوئی تھی۔ پانچ تلوار والی حبشی عورتیں ایک طرف
اور پانچ تلوار والی حبشی عورتیں دوسری جانب ادب سے
کھڑی تھیں۔ درمیان میں چبوترے پر مقدس آگ روشن تھی
لاچی جاتے ہی تین بار جھک کر آداب بجا لائی اور کہا:
"عظیم ماتا دیوی! ساکونی قبیلے کا ایک جاسوس ہم
نے پکڑا ہے اگر حکم ہو تو اسے آپ کے حضور
پیش کیا جائے۔"
ماتا دیوی کی بھنوئیں تن گئیں۔ چہرے پر غصہ آگیا۔ کرخت
آواز میں بولی:
"ساکونی ہمارا دشمن قبیلہ ہے۔ اس کے جاسوس
کو تم نے ابھی تک زندہ کیوں رکھا ہے۔
اسے ابھی تہہ خانے میں قبر کھود کر زندہ
دفن کر دو۔"
"جو حکم ماتا دیوی!"
لاچی جلدی سے تعظیم بجا لا کر واپس بھاگی۔ وہ خوش
قسمت تھی کہ ماتا دیوی نے اس کو کچھ نہیں کہا تھا۔
ورنہ ماتا دیوی کو جب غصہ آتا تھا تو سامنے والے
کی خیر نہیں ہوتی تھی۔ لاچی نے چار حبشی عورتوں کو اپنے
ساتھ لیا اور نیچے تہہ خانے میں آگئی۔

عنبر ابھی تک بے ہوش پڑا تھا۔
لاچی کے حکم سے عورتوں نے فوراً وہیں قبر کھود ڈالی۔
جب قبر کھد گئی تو انہوں نے بے ہوش عنبر کو اٹھا
کر قبر میں ڈال کر اوپر مٹی ڈال کر قبر کو بند کر دیا۔
ناگ جنگل میں پھر پھرا کر جب واپس آیا تو دیکھا کہ
عنبر ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ اس نے سوچا کہ حبشی
لڑکی مصرانی کو تلاش کر رہا ہو گا ابھی واپس آ جائے گا۔
وہ وہیں بیٹھ کر ناگ کا انتظار کرنے لگا۔ پتھر کے
پتلے کو اس نے جیب سے نکال کر اپنے قریب ہی
گھاس پر رکھ دیا۔ یاقوت بولا۔
"ناگ بھائی! عنبر نے بہت دیر کر دی ہے مجھے
دال میں کچھ کالا کالا دکھائی دے رہا ہے۔"
ناگ مسکرایا: "ارے یاقوت میاں! ہم ایک دوسرے
کے انتظار کرنے کے عادی ہیں۔ ابھی آ جائے
گا عنبر۔"
مگر دو گھنٹے گذر گئے۔ دن ڈھلتا چلا گیا۔ مگر عنبر نہ
آیا۔ اب تو ناگ کو بھی کچھ پریشانی ہوئی۔ اس نے
پتھر کے پتلے سے کہا:
"کافی دیر ہو گئی ہے۔ میرا خیال ہے مجھے خود عنبر

کی تلاش میں نکلنا چاہیے۔"

پتلا کہنے لگا:

"جیسے تمہاری مرضی ناگ بھائی۔ کہیں واقعی وہ کسی
مشکل میں نہ پھنس گیا ہو۔"

ناگ نے پتھر کے پتلے کو جیب میں رکھا اور جنگل
میں سے نکل کر سیاہ چٹانوں کی طرف چلنے لگا۔ کیونکہ
عنبر انہی چٹانوں کی طرف جانے کا کہہ کر گیا تھا۔

سیاہ چٹانوں کے درمیان پہنچ کر ناگ نے دیکھا کہ وہی
گدھ اب بھی چٹان کے اوپر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے
پتلے سے کہا:

"یہ گدھ ابھی تک ویسے ہی بیٹھا ہے۔ مجھے یہ عیار
گدھ لگتا ہے۔ میں اپنی جون بدلنے لگا ہوں۔"

یہ کہہ کر ناگ نے سانس اوپر کھینچا اور سانپ بن
کر رینگنے لگا۔

جب وہ رینگتا ہوا گدھ والی چٹان کے قریب سے
گذرا تو گدھ نے اسے دیکھ لیا۔ ایک کالے سانپ کو
جاتے دیکھ کر گدھ کے دل میں جو سانپ کے خلاف
دشمنی ہوتی ہے وہ ابھر آئی۔ گدھ چیخ مار کر چٹان سے
اڑا۔ غوطہ لگا کر نیچے آیا اور ناگ پر پنجہ مارا۔ ناگ

ب کر ایک پتھر کے پیچھے ہو گیا۔
یہ اس کی خوش قسمتی تھی۔ اگر ناگ پھرتی سے کام
لیتا تو گدھ نے اپنے تیز پنجوں سے اس کے تین
ٹکڑے کر دیئے ہوتے۔ ناگ پتھر کے پیچھے چھپا گدھ کو
دیکھنے لگا۔ گدھ پھڑپھڑاتا ہوا سانپ کو ابھی تک تلاش کر
رہا تھا۔ دن ڈوب گیا تھا۔ شام کی تاریکی نے سیاہ چٹانوں
کو اور زیادہ تاریک اور ڈراؤنا بنا دیا تھا۔ گدھ کو جب
سانپ نہ ملا تو وہ وہاں سے اڑ کر چلا گیا۔

ناگ نے پتلے سے کہا:

"یہ تو بڑا خبیث گدھا تھا۔"

پتلا کمزور آواز میں بولا:

"کہیں اسی گدھ نے عنبر پر حملہ نہ کر دیا ہو؟"

پتلے کے اس اندیشے پر ناگ سوچ میں پڑ گیا۔ ایسا
ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انہیں ابھی تک عنبر کہیں
نظر نہیں آیا تھا۔ ناگ نے چاروں طرف منہ کر کے
عنبر کی خوشبو سونگھنے کی کوشش کی۔ اسے کسی طرف سے عنبر
کی خوشبو نہیں آ رہی تھی۔ ناگ بولا:

"یاقوت! یہ گدھ ضرور کوئی پُراسرار مخلوق ہے عنبر
کی خوشبو یہاں کہیں بھی نہیں ہے۔ اگر وہ آس پاس

ہوتا تو مجھے اس کی ہلکی ہلکی خوشبو ضرور آتی۔"
پتلا کہنے لگا:
"اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ عنبر کو کسی ایسے بند کنوئیں میں پھینک دیا گیا ہے جہاں سے اس کی خوشبو بھی نہیں نکل سکتی۔"
ناگ کچھ سوچ کر بولا:
"مگر سوال یہ ہے کہ عنبر کو کن لوگوں نے پکڑ کر بند کنوئیں میں پھینکا ہے؟ مجھے تو یہاں کوئی قلعہ یا مکان دکھائی نہیں دیتا۔"
پتھر کا پتلا یاقوت کہنے لگا:
"یہاں مریخ کی مخلوق اتر چکی ہے اور قریب ہی عنبر کے کہنے کے مطابق ان کا زیر زمین ایٹمی مرکز بھی ہے۔ چنانچہ ہو سکتا ہے کہ اس جگہ بھی انہوں نے کوئی خفیہ ٹھکانہ بنا رکھا ہے جہاں یہاں کے انسانوں پر خطرناک تجربے کیے جا رہے ہوں:
ناگ نے کہا:
"ایسا ہو سکتا ہے۔ اگرچہ عنبر مر نہیں سکتا پھر بھی اسے اگر کسی گہرے بند کنوئیں میں پھینک دیا جائے تو وہ اس وقت وہاں قید رہنے پر مجبور

ہو گا جب تک کہ کوئی اسے باہر نہیں نکالتا۔"
"پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" پتلے نے پوچھا۔
ناگ بولا: "میری رائے میں مجھے چھوٹے سانپ کی شکل اختیار کر کے اس سارے علاقے کا جائزہ لینا چاہیے۔"
پتلے نے کہا:
"میں بھی تو تمہارے ساتھ رہوں گا۔"
ناگ بولا: "کیوں نہیں جب میں کوئی شکل تبدیل کرتا ہوں تو تم بھی چھوٹے سائز کے ہو کر میرے ساتھ چپکے رہتے ہو۔ میں سانپ کا روپ بدلنے لگا ہوں۔"
"میں تیار ہوں۔" پتلا بولا:
ناگ نے سانس اوپر کھینچ کر چھوٹے سانپ کا روپ دھار لیا۔ وہ سیاہ رنگ کا ایک بالشت بھر کا سانپ بن گیا تھا اور پتھر کا پتلا بھی بہت ہی چھوٹا سا ہو کر اس کے جسم کے ساتھ ہی چپکا ہوا تھا۔ ناگ سیاہ چٹانی دیوار کے ساتھ رینگنے لگا۔ چٹانوں کی بنی ہوئی قدرتی گلی میں سے نکلنے کے بعد ناگ نے دیکھا کہ آگے تھوڑی سی کھلی جگہ تھی۔ یہاں ایک جانب اونچی چٹان اوپر تک چلی گئی تھی۔ اس

چٹان کی دیوار کو جنگلی بیل نے ڈھانپ رکھا تھا۔

ناگ اس دیوار کی طرف جانے ہی لگا تھا کہ اسے چٹان کے ساتھ لپٹی ہوئی جنگلی بیل میں حرکت دکھائی دی۔ وہ ایک پتھر کے پیچھے ہو گیا۔ جنگلی بیل ایک طرف کو ہٹ گئی۔ ناگ نے دیکھا کہ اس کے پیچھے چٹان میں ایک خفیہ دروازہ ہے جس میں سے دو اونچے قد کی حبشی عورتیں، تلواریں کمر سے لٹکائے، ہاتھوں میں پلاسٹک کے تھیلے لیے باہر نکل رہی ہیں۔ انہوں نے دروازے سے چند گز کے فاصلے پر پلاسٹک کے لفافوں میں بھری ہوئی کالی مٹی الٹ دی۔ اس کے بعد وہ واپس چلی گئیں۔ ان کے جاتے ہی چٹان کا خفیہ دروازہ بند ہو گیا۔

ناگ نے تھیلے سے کہا،

"یہ مریخ کی مخلوق نہیں تھی۔ یہ تو اس علاقے کی حبشی عورتیں تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس چٹان کے اندر انہوں نے کوئی خفیہ ٹھکانہ بنا رکھا ہے۔"

پتلا کہنے لگا،

"میرا بھی یہی خیال ہے کہیں یہ جادوگرنیاں عنبر کو اغوا کر کے اندر نہ لے گئی ہوں۔"

ناگ نے کہا،

"ہمیں اس غار کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرنی ہو گی۔"

ناگ رینگتا ہوا مٹی کی دونوں چھوٹی ڈھیریوں کے قریب سے گزر گیا۔ یہاں خفیہ دروازہ تھا وہاں چٹان بالکل بند تھی۔ کوئی درز بھی نہیں تھی کہ اس میں سے ناگ رینگ کر اندر داخل ہو سکتا۔

ناگ نے پتلے سے کہا،

"میں چٹان کے پیچھے جا کر دیکھتا ہوں۔ ہو سکتا ہے وہاں کوئی اندر جانے کا راستہ مل جائے۔"

ناگ رینگتے ہوئے چٹان کے پیچھے آیا ہی تھا کہ اچانک وہی منحوس گدھ نمودار ہوا اور اس نے ناگ پر جھپٹا مارا۔ ناگ جھاڑی میں گھس گیا۔ گدھ نے اپنے منہ سے نیلے رنگ کا دھواں نکالا۔ ناگ سمجھ گیا کہ یہ دھواں اس کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ وہ تڑپ کر بجلی کی تیزی کے ساتھ پیچھے کو لپکا اور چٹان کے سوراخ میں داخل ہو گیا۔

یہ ایک چھوٹا سا بل تھا جو آگے جا کر چوڑا ہو گیا اور پھر ایک چھوٹی سی نالی میں نکل آیا۔ نالی میں پانی بہہ کر زمین کے نیچے سے باہر جا رہا تھا۔

ناگ نے نالی کے کنارے کنارے اس طرف
رینگنا شروع کیا جدھر سے پانی آ رہا تھا۔ کچھ دیر چلنے کے
بعد آگے لوہے کا جنگلا آ گیا۔ اس جنگلے نے نالی کا منہ
بند کر رکھا تھا۔ مگر ناگ بڑی آسانی سے جنگلے میں سے
گزر گیا۔

اب نالی ایک تنگ چھوٹی سی سرنگ میں داخل ہو گئی۔
سرنگ میں بائیں جانب اندھیرے میں ناگ کو ایک
چھوٹی سی نالی دکھائی دی۔ جو پانی بہنے کے لیے بنائی گئی
تھی۔ ناگ نے سوچا کہ اس چھوٹی نالی میں داخل ہو کر دوسری
طرف جانا چاہیے۔ ناگ چھوٹی نالی میں سے رینگ کر گزر
گیا۔ اس نے اپنا سر باہر نکالا تو دیکھا کہ ایک تنگ و
تاریک تہہ خانہ ہے۔ اور دیوار کے پاس ایک بہت ہی
بوڑھی عورت گردن جھکائے بیٹھی ہے۔ اس کے بال برف
کی طرح سفید ہیں۔ جسم کی ہڈیاں نکل ہوئی ہیں۔ بھنووں کے
بال بھی سفید ہو چکے ہیں جو اس کی آنکھوں پر لٹک
رہے ہیں۔

ناگ بڑا حیران ہوا۔ اتنی بوڑھی عورت اس نے
پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ پہلے تو وہ یہ سمجھا کہ یہ عورت

مر چکی ہے اور اس کا ڈھانچہ دیوار کے ساتھ لگا ہے۔
مگر ناگ نے دیکھا کہ اس بڈھی عورت کا سر آہستہ
آہستہ ہل رہا تھا۔ ناگ آہستہ آہستہ رینگتا بوڑھی عورت
کے قریب ایک جانب آ گیا۔

اس بوڑھی عورت کے سامنے مٹی کا ایک گھڑا پڑا
تھا جس پر مٹی کا پیالہ اوندھا رکھا ہوا تھا۔ ناگ نے
سوچا کہ یہ عورت اگر زندہ ہے تو اس سے بات کرنی
چاہیے۔ ضرور یہ یہاں رہنے والی مخلوق کی قیدی عورت ہے
ناگ اس عورت سے سانپ کی شکل میں رہتے ہوئے بات
نہیں کر سکتا تھا۔ ضروری تھا کہ وہ انسانی شکل اختیار
کرے۔

ناگ نے اندازہ لگایا کہ بوڑھی عورت کی آنکھیں بند
ہیں اور وہ اتنی بوڑھی ہے کہ اسے شاید ہی کوئی شے نظر
آتی تھی۔ ناگ نے بوڑھی عورت کے پیچھے آ کر انسانی شکل
اختیار کر لی۔ پتھر کا پتلا ابھی تک خاموش تھا۔ اس نے بھی
بوڑھی عورت کو دیکھ لیا تھا۔ اپنی باریک آواز میں بولی:

"ناگ بھائی! یہ عورت اتنی بوڑھی ہے کہ ہمیں کچھ
نہیں بتا سکے گی۔"

ناگ نے آہستہ سے پتھر کے پتلے کو خاموش رہنے کو

کہا۔ اگرچہ وہ بڑی مدھم آواز میں باتیں کر رہے تھے مگر
بوڑھی عورت نے ان کی آواز سن لی تھی۔ یہ بوڑھی عورت
عنبر کی دوست حبشی لڑکی مصرانی تھی جس کی جوانی چھین
کر ماتا دیوی خود جوان ہو گئی تھی اور مصرانی کو بوڑھا
کر کے یہاں مرنے کے لیے پھینک دیا گیا تھا۔ بوڑھی
مصرانی نے آہستہ آہستہ سر گھمایا۔ شاید وہ پیچھے دیکھنے کی
کوشش کر رہی تھی۔

ناگ اس کے سامنے آ گیا۔ بوڑھی مصرانی نے اپنے
کانپتے ہوئے ہاتھ سے آنکھوں کے آگے ہوتے بھنوؤں
کے سفید بال پرے ہٹائے اور ناگ کی طرف دیکھا۔ اسے
ناگ کی شکل بالکل صاف نظر آ رہی تھی۔ کیوں کہ اگرچہ
مصرانی کو بوڑھی عورت بنا دیا گیا تھا مگر یہ بڑھاپا غیر
قدرتی تھا۔ مصرانی کا جسم ضرور بوڑھا ہو گیا تھا مگر اس کی
نظر اسی طرح جوان تھی۔ اس نے اپنی کوٹھڑی میں ایک
انسان کو دیکھا تو یہی سمجھی کہ یہ بھی حبشی ملکہ ماتا دیوی
کا کوئی غلام ہے اور اسے ہمیشہ کے لیے ختم
کرنے آیا ہے۔

بوڑھی مصرانی نے اپنی کپکپاتی آواز میں کہا:
"مجھے کیوں زندہ رکھا ہے۔ مجھے ختم کر دو۔"

ناگ بوڑھی مصرانی کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور اس
کی زبان میں آہستہ سے بولا:
"دادی جان! میں تمہیں مارنے نہیں آیا۔"
بوڑھی مصرانی کو ناگ کا دادی جان کہنا بہت برا لگا
اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا:
"میں دادی جان نہیں ہوں۔ میری عمر انیس برس
ہے مجھے۔ مجھے جادو کے زور سے بوڑھی عورت
بنایا گیا ہے۔"
ناگ تو یہ سن کر ہکا بکا ہو کر رہ گیا۔ اس نے
بے اختیار پوچھا:
"پھر تم — تم کون ہو؟"
بوڑھی مصرانی نے مڑک مڑک کر کہا:
"پہلے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو۔ اور۔ اور اس قبر
میں کیسے داخل ہو گئے؟"
ناگ بھلا اس عورت کو کیسے اپنے بارے میں بتا
سکتا تھا۔ اس نے صرف اتنا کہا:
"میں اپنے بارے میں تمہیں اتنا ہی بتا سکتا ہوں
کہ میں تمہارے دشمنوں میں سے نہیں ہوں۔ میں
اپنے ایک دوست کی تلاش میں یہاں آیا ہوں

اگر وہ مجھے مل گیا تو میں تمہیں بھی اس کے ساتھ یہاں سے نکال لے جانے کی کوشش کروں گا۔"

بوڑھی مصرانی نے جواب دیا:

"میں اپنی جوانی ظالم ماتا دیوی کے اس زمین دوز غار میں چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔ میں اس سے اپنی جوانی واپس لوں گی۔ اور اسے اس کا بڑھاپا واپس کر کے ہی یہاں سے جاؤں گی۔"

ناگ نے پوچھا:

"یہ ماتا دیوی کون ہے؟"

بوڑھی مصرانی نے کہا:

"ماتا دیوی یہاں کی ملکہ ہے جو اس زمین دوز غاروں کی سلطنت پر حکومت کرتی ہے یہ عورتوں کی سلطنت ہے۔ ماتا دیوی ایک جادوگرنی بھی ہے۔"

ناگ نے سوال کیا:

"تم۔ ماتا دیوی کے چنگل میں کیسے پھنس گئیں؟"

بوڑھی مصرانی رک رک کر بات کر رہی تھی کہنے لگی:

"یہ بڑی لمبی کہانی ہے۔ گر یہاں میں اپنے ایک دوست کے ساتھ اپنے ماں باپ کی تلاش میں آئی تھی کہ ماتا دیوی کے گدھ نے مجھے جکڑ لیا۔"

ناگ ایک دم سے چونک اٹھا۔ کیوں کہ اسے عنبر نے بھی بتایا تھا کہ وہ اپنی دوست لڑکی مصرانی کے ساتھ اس کے ماں باپ کی تلاش میں یہاں آیا تھا۔ اس نے سوچا کہ یہ تو بوڑھی کھوسٹ عورت ہے۔ مصرانی تو نوجوان لڑکی تھی۔ پھر اسے یاد آ گیا کہ اس بوڑھی عورت نے کہا ہے کہ وہ انیس برس کی ہے اور ماتا دیوی نے اسے جادو کے زور سے بوڑھی کر دیا ہے۔

ناگ نے جلدی سے پوچھا:

"کیا تم — تم مصرانی تو نہیں ہو؟"

بوڑھی عورت بھی چونک گئی۔ اس نے آہستہ آہستہ اپنا سر گھمایا اور ناگ کی طرف دیکھا۔ ناگ نے دیکھا کہ بوڑھی عورت کی آنکھیں نوجوان لڑکیوں کی آنکھوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ بوڑھی عورت بولی:

"میں — ہاں میں مصرانی ہوں مگر — مگر تمہیں میرے بارے میں کیسے پتہ چلا؟"

ناگ نے فوراً ہی سوال کیا:

"تمہارے ساتھ جو تمہارا دوست آیا تھا کیا۔ کیا اس

کا نام عنبر تو نہیں تھا ؟"

بوڑھی مصرانی نے کہا :

"ہاں — یہی نام تھا اس کا مگر — مگر تم عنبر کو بھی جانتے ہو ؟"

"ہاں" ناگ بولا، "میں عنبر کو جانتا ہوں۔ کیونکہ میں اس کا جگری دوست اور ساتھی ناگ ہوں۔"

اب تو بوڑھی مصرانی کی حیرانی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ مگر اس کی بوڑھی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔

ناگ نے کہا :

"تم — تم رو کیوں رہی ہو مصرانی ؟"

بوڑھی مصرانی غمگین اور آنسو بھری آواز میں بولی :

"اس لیے کہ عنبر اب اس دنیا میں نہیں ہے میں نے اپنے سامنے اسے مریخ والوں کی گن فائر سے مرتے دیکھا ہے۔ ناگ ! مجھے معاف کر دینا۔ عنبر میری خاطر مر گیا !"

بوڑھی مصرانی سسکیاں بھرنے لگی۔ ناگ مسکرا رہا تھا۔ بوڑھی مصرانی تعجب سے بولی :

"کیا تمہیں اپنے دوست عنبر کے مرنے کا دکھ نہیں ہے ؟ وہ تمہارا پیارا دوست تھا۔"

...ں نے کہا :

...ں وہ میرا پیارا دوست ہے۔ میں مسکرا اس ...ے رہا ہوں کہ وہ مرا نہیں۔"

...وہ کیسے ؟ میری اپنی آنکھوں کے سامنے اس ...ر فائر ہوا تھا اور خلائی مخلوق کی پستول کے فائر سے کوئی نہیں بچ سکتا۔"

...اگ نے مصرانی کو زیادہ بتانے کی ضرورت محسوس نہ ... اس نے بس اتنا ہی کہا :

"عنبر مجھے مل چکا ہے۔ ہم اکٹھے ہی اس جنگل ...یں تمہیں تلاش کرتے پھر رہے تھے کہ عنبر ایک بار پھر کھو گیا۔ میں اس کی تلاش میں چٹانوں کی طرف آیا اور یہاں پہنچ گیا۔"

بوڑھی مصرانی نے بوڑھے ہاتھ اٹھا کر دعا کی :

"اے خدا! عنبر کو سلامت رکھنا۔ اس نے میری خاطر بڑی سے بڑی قربانی دی ہے۔ وہ ایک بہادر اور حقیقی دوست ہے۔ وہ ضرور میری تلاش میں ہو گا مگر تم یہاں اس تہہ خانے میں کیسے پہنچ گئے ؟"

ناگ سوچ میں پڑ گیا کہ مصرانی پر اپنا آپ ظاہر کرے یا نہیں ؟ کیوں کہ اس کی بے علمی سے ظاہر ہوتا تھا کہ

عنبر نے اس کے بارے میں اسے کچھ نہیں بتایا۔ اس
وقت بوڑھی مصرانی کو اپنی غیر معمولی طاقت کے بارے
میں کچھ بتانا ضروری بھی تھا۔ کیوں کہ تہہ خانہ بند تھا
اور ناگ کو ابھی وہاں سے باہر بھی جانا تھا۔ چنانچہ
ناگ نے کہا:

"سنو مصرانی! میرے پاس بھی تھوڑا سا طلسم ہے
جس کی وجہ سے میں اپنی شکل بدل لیتا ہوں
اور میرے پاس جادو کا ایک پتلا بھی ہے جو
باتیں کرتا ہے۔ میں سانپ کی شکل اختیار کرکے
اس نالی کے ذریعے تمہارے تہہ خانے میں آیا ہوں"

بوڑھی مصرانی کہنے لگی:

"اگر تمہارے پاس جادو ہے تو تم ماتا دیوی کے
جادو کو ختم کرکے مجھے پھر سے جوان کر دو۔
اور یہاں سے مجھے نکال کر لے جاؤ"

ناگ اس کی بات کا کیا جواب دیتا۔ بولا:

"شاید میرا جادو اتنا طاقتور نہیں ہے کہ ماتا دیوی
کے جادو کا مقابلہ کر سکے لیکن میں کوشش
ضرور کروں گا"

بوڑھی مصرانی نے مایوس ہو کر سر جھکایا اور آہ

ر بولی:

"تم بھی میری طرح یہاں قید ہو کر رہ گئے ہو۔
تم بھی میری کوئی مدد نہیں کر سکو گے۔ ماتا
دیوی کا جادو بہت طاقتور ہے۔ میری قسمت
میں اب بڑھاپے کی موت ہی لکھی ہے۔ یہ
تہہ خانہ میری قبر بنے گی"

اور بوڑھی مصرانی آہستہ آہستہ آنسو بہانے لگی۔
ناگ نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا:

"ایسی بات نہیں ہے۔ مصرانی۔ ہمیں خدا کی
رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ مایوسی گناہ
ہے۔ خدا ہماری مدد کرے گا"

بوڑھی مصرانی نے کہا:

"میں نے دو روز سے کچھ نہیں کھایا۔ صرف پانی
پی رہی ہوں۔ اب پانی بھی ختم ہونے والا ہے
ظاہر ہے میں اس طرح دو ایک روز تک ہی
زندہ رہ سکوں گی"

ناگ بولا: "میں تمہارے کھانے کے لیے کچھ لے
کر آتا ہوں۔ مجھے تم بتاؤ کہ ماتا دیوی نے تم پر کس
طرح جادو کیا تھا؟"

بوڑھی مصرانی کے ساتھ جو کچھ بیتی تھی وہ ساری کی ساری
اس نے ناگ کو سنا دی۔

ناگ نے اپنے پتلے سے پوچھا:

"یاقوت! تمہارا کیا خیال ہے؟"

پتلا بولا: "ہمیں سب سے پہلے مصرانی کے لیے
کچھ کھانے کو لانا ہوگا تاکہ یہ زندہ رہ سکے۔
اس کے بعد سوچیں گے کہ اسے پھر سے جوان
کس طرح بنایا جائے اور ماتا دیوی کے طلسم کو
کس طرح شکست دی جائے۔"

ناگ نے مصرانی سے کہا:

"مصرانی! تم گھبراؤ مت۔ میں ابھی تمہارے لیے کچھ
کھانے کو لاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر بوڑھی مصرانی کی آنکھوں کے سامنے ناگ دوبارہ سانپ
بن کر نالی کے راستے باہر نکل گیا۔ زمین کی سرنگ سے ہوتے
ہوئے وہ چٹانوں سے باہر آگیا۔ یہاں کھانے کو بھلا اسے کیا
مل سکتا تھا۔ اس نے پتھر کے پتلے سے مشورہ کیا تو پتلا
کہنے لگا:

"یہاں کوئی پھلدار درخت بھی نہیں ہے کہ ہم پھل
ہی توڑ کر مصرانی کے لیے لے جا سکتے۔ ہاں ایک

بات ہو سکتی ہے۔"

"وہ کیا؟" ناگ نے پوچھا:

پتلا کہنے لگا:

"مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ ان چٹانوں کے اندر
ایسے سمندری بیج چھپے ہوئے ہیں جو ایک انسان
کو ایک ماہ تک زندہ رکھ سکتے ہیں۔"

ناگ نے پوچھا:

"یہ سمندری بیج ان چٹانوں میں کیسے آگئے؟"

پتلا بولا: "تمہیں معلوم نہیں۔ یہ چٹانیں کبھی سمندر میں
ڈوبی ہوئی تھیں۔ یہ سارے کا سارا علاقہ کبھی سمندر
تھا جس جگہ تم کھڑے ہو یہاں سے پتھر اکھاڑو۔
تمہیں اس کے نیچے سمندری بیج ملیں گے جو غذائیت
سے بھرپور ہیں۔ ہم یہ بیج لے جا کر مصرانی کو
دے سکتے ہیں۔"

ناگ نے ایسا ہی کیا۔ اس نے پتھر کو اکھاڑا تو اس
کے نیچے تربوز کے بیجوں کی طرح کے بے شمار سیاہ
بیج پڑے تھے۔ ناگ نے سارے بیج اٹھا کر اپنی جیب
میں رکھ لیے اور سانپ ہی کی شکل میں نالی اور سرنگ
میں سے ہوتا ہوا واپس بوڑھی مصرانی کے پاس آگیا۔

اس نے ایک بار پھر انسانی شکل اختیار کی اور مصرانی
کو بیج کھلائے۔ باقی بیج اس کے پاس رکھ دیئے اور کہا:
"میں مانا دیوی کے جادو کے توڑ کی تلاش میں
جاتا ہوں تم بھوک لگے تو یہ بیج کھا لیا کرنا۔"
بیج کھانے سے بوڑھی مصرانی کے بوڑھے جسم میں تھوڑی
بہت طاقت آ گئی تھی۔ اُس نے کہا:
"مانا دیوی سے خبردار رہنا۔ وہ بڑی ظالم جادوگرنی ہے۔
یہاں اس کی پوجا ہوتی ہے۔"
ناگ بولا: "فکر مت کرو۔ میں انسانی بھلائی کی خاطر یہ
سب کچھ کر رہا ہوں۔ مجھے اپنی کوئی غرض نہیں ہے
اس لیے خدا میری مدد کرے گا۔"
بوڑھی مصرانی نے ناگ کو تہہ خانے کا دروازہ دکھایا جو
بند تھا۔ اس میں ایک جگہ چھوٹا سا سوراخ تھا۔ ناگ سانپ
کی شکل میں اس سوراخ میں سے دوسری طرف نکل گیا۔ دوسری
طرف پتھر کی سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں۔ ناگ سیڑھیاں چڑھ کر
اوپر چلا گیا۔ آگے ایک راہ داری بنی ہوئی تھی۔ اس جگہ گھرا اندھیرا
تھا۔ ناگ آہستہ آہستہ رینگتا آگے بڑھا۔

پُراسرار اہرام

رینگتا رینگتا ناگ راہ داری سے نکل کر دوسرے برآمدے
میں آ گیا۔
یہاں اس نے دیکھا کہ برآمدے میں آمنے سامنے
دروازے تھے جن کے باہر اونچے قد کی حبشی عورتیں تلواریں
ہاتھوں میں لیے پہرہ دے رہی تھیں۔ ناگ برآمدے کی چھت
سے چمٹا رینگ رہا تھا۔ ایک دروازے کے اندر سے روشنی
نکل رہی تھی۔ ناگ اندر داخل ہو گیا۔
کیا دیکھتا ہے کہ شاندار ہال کمرے میں مشعلیں جل رہی
تھیں۔ ایک چبوترے پر آگ روشن ہے۔ اس کے پیچھے ایک
عالی شان تخت بچھا ہے جس پر ایک نہایت خوبصورت
جوان عورت سر پر تاج رکھے بیٹھی ہے۔ کتنی ہی حبشی عورتیں
اس کے دائیں بائیں ہاتھ باندھے کھڑی ہیں۔ ناگ خاموشی سے
دروازے کے اوپر چھت سے چمٹا رہا۔
ناگ سمجھ گیا کہ یہی مانا دیوی ملکہ ہے جو جادوگرنی بھی

ہے۔ ایسا لگتا تھا کہ یہاں کوئی خاص رسم ادا ہو رہی ہے
کیوں کہ حبشی عورتیں ماتا دیوی کا بار سنگھار کر رہی تھیں
کوئی بال سنوار رہی تھی۔ کوئی ماتا دیوی کی آنکھوں میں سرمہ
ڈال رہی تھی۔ کوئی اس کے جسم پر پھولوں کے گہنے سجا رہی
تھی۔ کوئی اس کے آگے آگ میں منتر پڑھتے ہوئے خوشبو
ڈال رہی ہے۔ ناگ خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔
اتنے میں ماتا دیوی نے ہاتھ کے اشارے سے سب عورتوں
کو پیچھے جانے کا حکم دیا۔ حبشی عورتیں پیچھے ہٹ کر ادب
سے کھڑی ہو گئیں۔

ماتا دیوی نے آئینے میں اپنی شکل دیکھی اور کہا:
"لاچی! مقدس سانپ کو لایا جائے۔"

ناگ چھت کے ساتھ چمٹا چمٹا چونک پڑا۔ یہاں مقدس
سانپ کون سا آگیا؟

حبشی عورت لاچی نے سر جھکا کر کہا:
"جو حکم ماتا دیوی!"

لاچی نے دوسری عورت کی طرف دیکھ کر تالی بجائی۔ دوسری
عورت تیزی سے ایک کمرے میں گھس گئی۔ جب واپس آئی
تو اس کے ہاتھ میں ایک بند پٹاری تھی۔ پٹاری لاچی نے
تھام کر ماتا دیوی کے سامنے تخت پر رکھ دی۔ پٹاری کے

اندر ایک بہت ہی زہریلا سانپ تھا۔ جس نے مقدس ناگ
دیوتا کی بو سونگھ لی تھی۔ وہ بے تابی سے پٹاری کے اندر
بل کھا رہا تھا۔ جونہی ماتا دیوی نے پٹاری کا منہ کھولا زہریلا
سانپ اچھل کر باہر آیا اور اس نے چھت کی طرف دیکھ کر
سانپ کی زبان میں کہا:
"مقدس ناگ دیوتا! کیا تم یہاں تشریف لائے ہو؟"

ناگ نے جلدی سے سانپ ہی کی زبان میں کہا:
"خبردار! میری طرف آنے کی کوشش نہ کرنا۔ میں ایک
خاص مقصد لے کر آیا ہوں اور اپنا آپ ظاہر نہیں
کرنا چاہتا یہ عورت تم کو جو کہتی ہے وہی کرو۔"

سانپ نے کہا:
"جو حکم مقدس ناگ دیوتا!"

ماتا دیوی پریشان سی ہو کر سانپ کو تک رہی تھی۔ اس
نے کہا:
"لاچی! میں ہر روز اس زہریلے سانپ سے اپنے
آپ کو ڈسوا کر اس کا زہر اپنے بدن میں داخل
کرتی ہوں مگر یہ کبھی اتنا گھبرایا ہوا نظر نہیں
آیا تھا۔ آج یہ سانپ اتنا گھبرایا ہوا کیوں ہے؟"

لاچی نے عرض کی:

ملکہ صاحبہ! یہ آپ کے رعب سے گھبرا رہا ہے۔"
اس وقت سانپ ناگ کے کہنے پر مطمئن ہو گیا تھا۔
ماتا دیوی نے کہا:
"تم ٹھیک کہہ رہی ہو لاچی! دیکھو۔ اب یہ کس طرح
شریف بن گیا ہے۔ اب میں اس سے ڈسواؤں گی۔"
یہ کہہ کر ماتا دیوی نے سانپ کی گردن پکڑ کر اس کا منہ
اپنے بازو کے ساتھ لگا دیا۔ پہلے کی طرح اب بھی سانپ
نے ماتا دیوی کے بازو پر ڈس دیا۔ اپنے دانت اس کے
بازو میں گاڑ کر اپنا زہر ماتا دیوی کے جسم میں داخل کر دیا۔
ماتا دیوی کو فوراً نیند آنے لگی۔ اس نے لاچی سے آہستہ
سے کچھ کہا۔
لاچی نے تمام عورتوں کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا
اور خود بھی سانپ کو پٹاری میں بند کر کے ایک کمرے کی
طرف بڑھی۔
ناگ نے بھی چھت پر آگے کی طرف رینگنا شروع کیا۔ لاچی
اس کمرے میں داخل ہو گئی۔ ناگ بھی چھت کے ساتھ لگا
رینگتا ہوا کمرے کی چھت پر آ کر کونے میں چھپ گیا۔ لاچی
نے سانپ کی پٹاری ایک تپائی پر رکھی اور واپس چلی گئی۔
کمرہ خالی رہ گیا تو ناگ چھت پر رینگتا ہوا نیچے اتر آیا۔

اس نے پٹاری کے پاس جا کر اس میں بند سانپ کو
باہر آنے کا حکم دیا۔
زہریلا سانپ فوراً باہر آ گیا۔ ناگ نے کہا:
"تم ماتا دیوی کو کیوں ڈستے ہو؟"
زہریلے سانپ نے بڑے ادب سے سر جھکا کر کہا:
"ناگ دیوتا! جب سے ماتا دیوی نے آگ میں
سے گذر کر اپنے بڑھاپے کو جوانی میں تبدیل کیا
ہے اس کے ضروری ہو گیا ہے کہ وہ ہر روز
اپنے آپ کو مجھ سے ڈسوائے۔ اگر وہ ایسا نہیں
کرتی تو اس کا بڑھاپا دوبارا واپس آ جائے گا۔"
ناگ نے کہا:
"میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ کل سے ماتا دیوی کو
مت ڈسنا۔"
زہریلا سانپ کہنے لگا:
"مقدس ناگ دیوتا! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ
ماتا دیوی کا بڑھاپا واپس آ جائے اور وہ پھر سے
بوڑھی کھوسٹ بن جائے؟"
ناگ بولا: "ابھی میں یہی چاہتا ہوں۔"
زہریلا سانپ بولا:

"مقدس ناگ! اس کے لیے تو میں ماتا دیوی کے
جسم میں زہر کی اتنی مقدار داخل کر سکتا ہوں کہ
زہر کا اثر اُلٹا ہو جائے اور وہ پھر سے
بوڑھی کھوسٹ بن جائے گی لیکن اس سے آپ
کو کیا فائدہ ہو گا؟"
ناگ نے کہا:
"میں اس لڑکی کو پھر سے جوان دیکھنا چاہتا ہوں
جس کی جوانی اس بڈھی کھوسٹ عورت نے چھین
لی ہے۔"
زہریلا سانپ کہنے لگا:
"مقدس دیوتا! میں اگر ماتا دیوی کو بوڑھا بنا بھی
دوں تو بھی اس لڑکی کی جوانی واپس نہیں
آئے گی۔ وہ ویسے کی ویسی بوڑھی ہی رہیگی۔"
ناگ نے پوچھا:
"تو پھر وہ لڑکی کیسے پھر سے جوان ہو سکتی ہے؟
کیا تم اس سلسلے میں میری کچھ مدد کر سکتے
ہو کیوں کہ میں اسی مشن کو لے کر یہاں
آیا ہوں؟"
زہریلا سانپ کہنے لگا:

"مقدس ناگ! ماتا دیوی کوئی جادوگرنی نہیں ہے
مگر اس کے پاس ایک زبردست منتر ہے جس
کے لیے شرط تھی کہ اس کو اپنی کوئی ہم شکل
لڑکی ملے۔ جب اسے یہ لڑکی مل گئی تو وہ منتر
پڑھ کر اسے گود میں لے کر آگ میں سے گذر
گئی اور اس کے بعد وہ لڑکی بوڑھی عورت بن
گئی اور ماتا دیوی پھر سے جوان ہو گئی۔ اب
اگر آپ اس لڑکی کو پھر سے جوان دیکھنا چاہتے
ہیں تو ماتا دیوی سے خاص طلسمی منتر معلوم کرنا
ضروری ہے۔ اگر یہ منتر آپ نے معلوم کر لیا تو
پھر آپ اسے پڑھ کر اس لڑکی کو دوبارا آگ
میں سے گذاریں گے تو وہ دوبارا جوان ہو
جائے گی۔"
ناگ نے کہا:
"وہ طلسمی منتر میں کیسے معلوم کر سکتا ہوں؟"
زہریلا سانپ بولا:
"یہ منتر ماتا دیوی کا سب سے بڑا راز ہے۔
وہ یہ منتر کسی کو نہیں بتائے گی۔ کاش میں
آپ کی کوئی خدمت کر سکتا۔ مگر میں بھی مجبور

ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ یہ طلسمی منتر آپ
کو خود ہی کسی طریقے سے معلوم کرنا پڑے گا۔"
ناگ خاموش ہو گیا پھر بولا:
"اچھا تم واپس اپنی پٹاری میں جا کر آرام کرو۔
میں خود ہی کچھ کرتا ہوں۔ اگر تمہاری ضرورت پڑی
تو میں تم سے مدد لے لوں گا۔"
"میں ہر وقت حاضر ہوں مقدس ناگ!"
یہ کہہ کر زہریلا سانپ واپس پٹاری میں چلا گیا۔
ناگ خالی کمرے میں اکیلا رہ گیا۔ ناگ نے اندر سے
کنڈی لگا لی اور انسان کی شکل اختیار کر کے پتھر کے
پتلے سے صورت حال کے بارے میں مشورہ کیا۔
پتلے نے کہا:
"ماتا دیوی یہ طلسمی منتر کسی کو نہیں بتائے گی۔
یہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا راز ہے۔ اس
کے لیے کوئی گہری چال چلنی ہو گی۔"
ناگ بولا: "یہی تو میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ
ہمیں کونسی چال چلنی چاہیے؟"
وہ باتیں کر رہے تھے کہ انہیں انسانی قدموں کی آواز
دروازے کی طرف آتی سنائی دی۔ پتھر کے پتلے نے ناگ

خبردار کیا:
"کوئی آ رہا ہے۔"
ناگ نے فوراً سانس اوپر کھینچا اور چھوٹے سانپ
کی شکل اختیار کر کے زہریلے سانپ کی پٹاری والی میز
کے پیچھے جا کر چھپ گیا۔ ناگ نے یہ عقلمندی کی تھی
کہ اپنا روپ بدلنے سے پہلے دروازے کی اندر والی
کنڈی کھول دی تھی تاکہ کسی کو یہ شک نہ پڑے کہ
اندر کوئی پہلے سے موجود تھا۔ دروازہ کھلا اور ماتا دیوی
کی خاص ملازمہ اور راز دار لاچی ایک دوسری حبشی عورت
کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ انہوں نے اندر آتے ہی دروازہ
بند کر دیا اور باتیں کرنے لگیں۔ لاچی تو جوان حبشی
عورت تھی مگر اس کی ساتھی ذرا پکی عمر کی عورت تھی۔
لاچی نے کہا:
"لارکا! اب مجھ سے ماتا دیوی کی ناز برداریاں اور
حکم نہیں اٹھائے جاتے۔ میں چاہتی ہوں جتنی
جلدی ہو سکے اس کا کام تمام کر کے اس کی جگہ
خود ماتا دیوی بن کر تخت سنبھال لوں۔"
پکی عمر کی حبشی عورت لارکا بولی:
"لاچی! یہ کام اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھ

رہی ہو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ماتا دیوی کو
ہم ہلاک نہیں کر سکتے۔"
لاچی نے کہا:
"ہم اسے پھر سے بڑھی کھوسٹ بنا کر بیکار تو
کر سکتے ہیں۔ پھر وہ ہمارے خلاف کچھ نہیں
کر سکے گی۔ کیوں کہ وہ جادوگرنی نہیں ہے۔ اسے
سوائے جوانی کے خفیہ منتر کے اور کوئی جادو
نہیں آتا۔"

لارکا بولی: "یہی منتر تو ایک مصیبت ہے جب
تک ہمیں اس منتر کا راز معلوم نہیں ہو جاتا
ہم ماتا دیوی کو دوبارا جوان عورت سے بڑھی
کھوسٹ نہیں بنا سکتے اور یہ طلسمی منتر سوائے
ماتا دیوی کے اور کسی کو معلوم نہیں ہے۔"
لاچی سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بولی:
"ماتا دیوی کے میں بہت قریب رہتی ہوں۔ میں
نے دیکھا ہے کہ آدھی رات کو وہ اپنی
خواب گاہ سے غائب ہو جاتی ہے۔ میں دو
ایک بار آدھی رات کو اس کے کمرے میں گئی
تو وہ اپنے پلنگ پر موجود نہیں تھی۔ باہر

بھی کہیں نہیں تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ
ماتا دیوی آدھی رات کو کسی خفیہ جگہ پر
جاتی ہے۔"
"وہ کہاں سے جاتی ہو گی؟" لارکا نے پوچھا۔
لاچی کہنے لگی:
"جہاں تک میں نے اندازہ لگایا ہے۔ ماتا دیوی
کی خواب گاہ میں کوئی خفیہ راستہ ضرور ہے
جس کے بارے میں اس نے مجھے بھی نہیں
بتایا۔ اگر ہم یہ معلوم کر لیں کہ وہ کہاں
جاتی ہے تو ہو سکتا ہے ہمیں اس کی
جوانی کے خفیہ منتر کا کچھ سراغ مل جائے۔"

لارکا نے کہا:
"یہ کام تم ہی کر سکتی ہو۔ تم اس کی خاص
خادمہ ہو تم اس کی ٹوہ میں رہو اور پتہ
کرو کہ وہ کہاں جاتی ہے اور کس راستے
سے جاتی ہے۔"
"ٹھیک ہے۔" لاچی نے کہا: "میں کل رات اس
کی خواب گاہ ہی میں چھپ جاؤں گی۔ آؤ
اب چلتی ہیں۔"

اس کے بعد وہ دونوں عورتیں کمرے سے نکل گئیں۔
ناگ نے ان کی ساری باتیں سن لی تھیں۔ جب
وہ چلی گئیں تو پتھر کے پتلے نے کہا:
"ان عورتوں نے تمہیں بہت کچھ بتا دیا ہے ناگ!
میری رائے یہ ہے کہ اس سے پہلے کہ یہ
عورتیں ماتا دیوی کا پیچھا کریں تم آج رات
کسی طرح اس کی خواب گاہ میں پہنچ کر چھپ جاؤ
اور اس کا پیچھا کرو۔ مجھے یقین ہے کہ ماتا دیوی
کسی ایسی جگہ جاتی ہے جہاں سے ہمیں بہت
کچھ مل سکتا ہے۔"
ناگ نے بھی دل میں یہی فیصلہ کیا تھا۔ کہنے لگا:
"میں ایسا ہی کروں گا۔ ابھی رات کا پہلا پہر ہے
میں ماتا دیوی کی خواب گاہ تلاش کر کے وہاں جا کر
چھپ جاتا ہوں۔"
ناگ اس وقت سانپ کے روپ ہی میں تھا۔ وہ
رینگ کر بند دروازے کے سوراخ میں سے باہر نکل
گیا۔ اب اس نے زمین کے اندر کے سارے راستوں کو
کھنگال ڈالا۔ وہ چھت سے لگا رینگ رہا تھا جس کی وجہ
سے کوئی اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ آخر اسے ایک جگہ چار حبشی
عورتیں پہرہ دیتی نظر آئیں۔ یہاں ایک خوبصورت محرابی دروازہ
تھا۔ ناگ نے سوچا کہ ہو سکتا ہے یہی ماتا دیوی کی خوابگاہ
ہو۔ چنانچہ وہ آدھ کھلے دروازے کے اوپر سے نکل کر
دوسری طرف چلا گیا۔
یہ ایک بہت خوبصورت اور شاندار خواب گاہ تھی۔
ماتا دیوی ایک حسین عورت کے روپ میں عالی شان
بچھونے والے پلنگ پر بیٹھی سیب کھا رہی تھی۔ دو عورتیں
پیچھے کھڑی اس کے سیاہ لمبے بالوں میں کنگھی کر رہی تھیں۔
کنگھی کرنے کے بعد انہوں نے بالوں کو باندھا تو ماتا دیوی
نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں خواب گاہ سے چلے جانے
کو کہا۔ دونوں خادمہ عورتیں ادب سے جھک کر باہر چلی
گئیں۔
ماتا دیوی نے ان کے جاتے ہی اٹھ کر خواب گاہ کے
دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر وہ پلنگ کے پاس
سنگار میز پر بیٹھ گئی۔ یہ سنگِ مرمر کا سنگھار میز تھا جس
میں گول آئینہ لگا تھا۔ ماتا دیوی آئینے میں اپنے آپ
کو دیکھنے لگی۔
ناگ خواب گاہ کی چھت سے لگا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔
ماتا دیوی نے سنگھار میز کے ایک خفیہ خانے میں سے ایک

کنجی نکالی اور چاروں طرف غور سے دیکھا۔ جب اسے اطمینان
ہو گیا کہ وہاں اس کے سوا کوئی نہیں ہے تو وہ سنگھار
میز کے پیچھے آ گئی۔ یہاں اس نے کسی خفیہ بٹن کو دبایا تو
سنگھار میز اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ ناگ بھی چھت پر سے
رینگ کر دیوار سے ہوتا ہوا سنگھار میز کے قریب آ کر پردے
کی اوٹ میں چھپ گیا۔ ماتا دیوی نے فرش پر سے قالین
کو ایک طرف ہٹا دیا۔ وہاں ایک تختہ لگا تھا۔ ماتا دیوی
نے کنجی لگا کر تختے کا تالا کھولا اور تختہ اپنی جگہ سے
ہٹ گیا۔

وہاں لکڑی کی سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔

ماتا دیوی سیڑھیاں اُتر گئی۔ ناگ بھی اس کے پیچھے پیچھے
اندھیری سیڑھیوں میں تیزی سے اتر کر دیوار کے ساتھ لگ
گیا۔ ماتا دیوی کو معلوم نہ ہو سکا کہ ناگ اس کا پیچھا کر رہا
ہے۔ اس نے تختے کو بٹن دبا کر واپس اپنی جگہ پر کر دیا۔
پھر وہ سیڑھیاں اتر کر ایک تنگ و تاریک کمرے میں آ گئی۔
ناگ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ وہ تنگ و تاریک
کوٹھڑی کی چھت سے کونے میں چپک کر دیکھنے لگا کہ ماتا
دیوی یہاں کیا کرنے آئی ہے۔ کوٹھڑی کے کونے میں ناگ کو
ایک عورت کا بُت نظر آیا۔ اس بت کے سر پر ایک گول

... کے آگے جھک گئی۔
ر رکی ہوا تھا۔ ماتا دیوی بُت کے آگے جھک گئی۔

ر بولی:

"آکاش کی دیوی! تمہاری مہربانی سے اور تمہارے
منتر سے مجھے میری جوانی پھر سے مل گئی ہے۔ اب
میں اپنا وعدہ پورا کروں گی۔ اور سات انسانوں
کی قربانی تمہارے حضور پیش کروں گی۔ اس کے
بعد تم مجھے امر کر دو گی اور میں جوانی کے خفیہ
منتر کی محتاج نہیں رہوں گی۔ اب میں تمہارے
سامنے اپنا خفیہ منتر دہراتی ہوں۔"

اس کے بعد ماتا دیوی نے کسی عجیب و غریب زبان
میں ایک خفیہ منتر کو چار بار دہرایا۔ ناگ پریشان ہو گیا۔
وہ اس منتر کو یاد کر لینا چاہتا تھا مگر ایک تو منتر کی
زبان ایسی کرخت اور مشکل تھی کہ ناگ نے کبھی اتنی مشکل
طلسمی زبان نہیں سُنی تھی۔ دوسرے ماتا دیوی بڑی تیز تیز
بول رہی تھی۔ وہ چار بار خفیہ منتر دہرا کر خاموش ہو گئی
اور ناگ اسے یاد نہ کر سکا۔ ماتا دیوی نے جھک کر بُت
کے آگے تعظیم کی اور جس راستے سے آئی تھی اسی راستے
سے واپس چلی گئی۔

ناگ بھی اس کے پیچھے پیچھے اس کی خواب گاہ میں

آ گیا۔ ناگ کو دو باتیں پریشان کر رہی تھیں۔ ایک تو یہ
وہ ماتا دیوی کا خفیہ منتر یاد نہ کر سکا تھا۔ دوسری بات یہ
کہ ماتا دیوی ایک بہت بڑا ظلم کرنے والی تھی۔ یعنی وہ
ہمیشہ کے لیے امر ہونے کی خاطر کچھ انسانوں کو ہلاک کر کے
اس منحوس بت کے آگے ان کی قربانی پیش کرنے والی تھی۔
ناگ یہ ظلم نہیں دیکھ سکتا تھا۔

وہ ماتا دیوی کی خواب گاہ سے نکل کر واپس اسی کمرے
میں آ گیا جہاں پٹاری میں زہریلا سانپ بند پڑا تھا۔
ناگ نے دروازہ اندر سے بند کر کے انسان کا روپ بدلا
اور پتھر کے پتلے سے بے چین ہو کر کہا:

"یاقوت! ہم نے یہ قیمتی موقع ضائع کر دیا۔ اب
شاید ماتا دیوی کبھی اس بت کے آگے یہ خفیہ منتر
نہیں دہرائے گی اب وہ انسانی جانوں کی قربانی پیش
کرنے والی ہے۔ یہ کم بخت منتر اتنا مشکل تھا
کہ میں اس کا ایک لفظ بھی یاد نہیں رکھ سکا۔"

پتھر کے پتلے نے بڑے آرام سے کہا:

"مجھے وہ منتر یاد ہو گیا ہے۔"

ناگ نے خوشی سے چونک کر پتلے کی طرف دیکھا۔

"کیا واقعی تم سچ کہہ رہے ہو؟"

پتلا بولا: "ہم کبھی جھوٹ نہیں بولا کرتے۔ کہو تو
میں ابھی وہ منتر سنائے دیتا ہوں۔"

اور پتلے نے ماتا دیوی کے خفیہ منتر کو زبانی دہرا
دیا۔ ناگ بے حد خوش ہوا۔ اس نے دس بارہ مرتبہ
پتھر کے پتلے کے منہ سے خفیہ منتر سن کر زبانی یاد
کر لیا۔ پھر کہنے لگا:

"اب ہمیں اپنے مشن کو آگے بڑھانا ہے۔ ہمیں
بوڑھی مصرانی کو یہاں سے نکال کر باہر لے جانا
ہو گا اور پھر یہ خفیہ منتر پڑھتے ہوئے اسے
آگ کے شعلوں میں سے گزارنا ہو گا۔ اس کے
بعد وہ اپنے آپ جوان ہو جائے گی اور ماتا دیوی
پھر سے بڈھی کھوسٹ اور بیکار عورت بن
جائے گی اور یوں وہ کسی انسان پر ظلم نہیں
کر سکے گی۔"

پتھر کے پتلے نے کہا:

"ہم اسے اس قید خانے سے کیسے باہر نکال کر
لے جائیں گے؟ یہاں تو قدم قدم پر پہرے
لگے ہیں۔"

ناگ بولا: "یہی ہمیں سوچنا ہے۔"

پتلے نے کہا:
"یہ کام تم ہی کر سکتے ہو۔ ظاہر ہے ہم مصرانی
کو پانی کی نالی میں سے گذار کر نہیں لے جا
سکتے۔ اسے سُرنگ کے راستے سے ہی نکال کر
لے جانا ہو گا۔ ہمیں سرنگ کے راستے کا جائزہ
لینا ہو گا اور راستے میں حبشی عورتیں پہرہ دے
رہی ہیں تم انہیں ڈس کر موت کی نیند سلا دو۔
ہمارا راستہ صاف ہو گا۔"
ناگ نے کہا:
"میں نے آج تک کسی کا ناحق خون نہیں بہایا۔
ایسا کرنا سب سے بڑا گناہ ہے۔ خدا مجھے اس
گناہ سے بچائے۔ ہاں میں ان پہرہ دار عورتوں
کے جسموں میں صرف اتنا ہی زہر داخل کروں
گا کہ جس سے وہ تھوڑی دیر کے لیے بے ہوش
ہو جائیں گی۔"
"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" پتلا بولا: "چلو۔ باہر
چل کر جائزہ لیتے ہیں۔"
ناگ سانپ ہی کی شکل میں اس کمرے سے باہر
راہ داری میں آ گیا۔ وہاں اس وقت کوئی حبشی عورت

پہرہ دیتی نظر نہیں آ رہی تھی۔ ناگ آگے بڑھتا چلا گیا۔
اچانک ایک جگہ پر وہ رُک گیا۔
پتلے نے کہا:
"رُک کیوں گئے ناگ؟"
ناگ بولا: "عجیب بات ہے یاقوت! مجھے یہاں
سے عنبر کی خوشبو آ رہی ہے۔"
پتھر کا پتلا بولا:
"یہاں عنبر کی خوشبو کہاں سے آ گئی؟"
ناگ گردن اٹھا کر ایک جانب ہوا کو بار بار سونگھ
رہا تھا۔ بولا:
"عنبر کی خوشبو اس دروازے کے پیچھے سے
آ رہی ہے۔"
یہ کہہ کر ناگ اس بند دروازے کی طرف بڑھا۔
دروازے میں جو درز تھی وہ اس میں سے دوسری طرف
نکل گیا۔ عنبر کی خوشبو بڑی ہلکی تھی مگر برابر آ رہی تھی۔
ناگ بڑے جوش کے ساتھ آگے بڑھا۔ آگے زینے تھے۔
وہ زینے پر سے نیچے اُتر گیا۔ خوشبو یہاں بھی ہلکی ہلکی
تھی۔ ناگ رینگتا چلا گیا۔ آگے پھر ایک کوٹھڑی کا دروازہ
آ گیا۔ ناگ نے کوٹھڑی کے بند دروازے سے منہ لگا کر سونگھا

اور بولا:

"خوشبو اندر سے آ رہی ہے۔"

ناگ نے دیکھا کہ اندر جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا لیکن کافی تلاش کے بعد اسے دروازے کے نیچے ایک جانب چھوٹا سا سوراخ مل گیا۔ ناگ نے کوشش کرکے وہاں سے پتھر ہٹا دیے اور پھر اندر چلا گیا۔

وہ ایک قبر ایسی کوٹھڑی میں پہنچ گیا۔ پتلا کہنے لگا:

"یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے ناگ۔"

مگر ناگ کو یقین تھا کہ عنبر اسی جگہ کہیں ہے۔ کیونکہ یہاں اس کی خوشبو پہلے سے زیادہ ہو گئی تھی۔ ناگ نے ایک جگہ زمین کو سونگھا اور بولا:

"یاقوت! مجھے یقین ہے کہ عنبر اس جگہ زمین کے اندر دفن ہے۔"

ناگ نے تیزی سے انسانی شکل اختیار کر لی اور زمین کو کھودنا شروع کر دیا۔ ایک فٹ زمین کھودی گئی تھی کہ عنبر کی باریک آواز سنائی دی۔ آواز زمین کے اندر سے آ رہی تھی۔

"ناگ! مجھے تمہاری خوشبو آ رہی ہے۔ کیا یہ تم ہی ہو؟"

ناگ کا چہرہ خوشی سے کھل اُٹھا۔ فوراً جواب دیا:

"عنبر! ہاں میں ناگ ہوں۔ میں آ گیا ہوں۔"

ناگ تیزی سے زمین کھودنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد عنبر زمین کے اندر سے نکل آیا۔ اس کے کپڑے مٹی میں بھرے ہوئے تھے بولا:

"یار ناگ! اگر تم اس وقت نہ آتے تو جانے میں کتنی دیر یہاں دفن ہی رہتا۔"

پھر عنبر نے ناگ کو بتایا کہ ایک گدھ نے اسے بے ہوش کر دیا تھا۔ ناگ بولا:

"یہ بڑی خطرناک زیر زمین سلطنت ہے عنبر! اور تمہیں مبارک ہو کہ ہمیں مصراتی مل گئی ہے۔"

"مل گئی؟" عنبر خوش ہو کر بولا۔ "کہاں ہے وہ؟"

ناگ بولا: "وہ یہیں ہے مگر بے حد بوڑھی ہو چکی ہے۔"

عنبر حیران ہو کر ناگ کا منہ تکنے لگا:

"یہ کیسے ہو گیا؟"

اب ناگ نے عنبر کو ساری کہانی شروع سے آخر تک سنا دی۔

عنبر کہنے لگا:

"تمہیں خفیہ منتر ابھی تک یاد ہے نا؟"
ناگ نے کہا:
"ہاں۔ مجھے یاد ہے۔ لیکن یہ منتر مجھے ہمارے دوست پتے نے یاد کرایا ہے۔"
عنبر بولا: "تو چلو۔ ہم مصرانی کو یہاں سے نکال کر لے جاتے ہیں۔"
ناگ نے کہا:
"ہمیں احتیاط سے کام لینا ہو گا۔ کیوں کہ اگر ماتا دیوی کو پتہ چل گیا تو وہ فوراً مصرانی کو ہلاک کر ڈالے گی۔"
عنبر اور ناگ اس تنگ و تاریک کوٹھڑی سے نکل کر زینہ چڑھنے کے بعد راہ داری میں آ گئے۔ اب وہ بوڑھی مصرانی کی کوٹھڑی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ راستے میں انہیں ایک جگہ ایک اونچی لمبی حبشی عورت تلوار لیے پہرہ دیتی نظر آئی۔ ناگ سانپ کی شکل میں تھا کہنے لگا:
"میں اسے بے ہوش کرتا ہوں۔"
ناگ دیوار پر رینگتا ہوا حبشی عورت کے پیچھے آ گیا۔ اس نے بڑے آرام سے اس کی پنڈلی پر ڈس کر اس کے اندر اپنا خاص مقدار میں زہر داخل کر دیا۔ حبشی عورت

ا جسم ایک سیکنڈ کے اندر اندر سُن ہو گیا اور وہ بیہوش ہو کر فرش پر گر پڑی۔ عنبر اور ناگ یہاں سے آگے بڑھے۔
مصرانی والی کوٹھڑی بالکل سامنے تھی۔
کوٹھڑی میں جانے کے بعد عنبر نے مصرانی کو بوڑھی کھوسٹ عورت کے روپ میں دیکھا تو دنگ ہو کر رہ گیا۔ اس نے اپنی ہزاروں سال کی زندگی میں اتنی بوڑھی عورت پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اس نے مصرانی سے کہا:
"مصرانی! فکر مت کرو۔ ہم نے ماتا دیوی کا منتر معلوم کر لیا ہے۔ ہم تمہیں پھر سے جوان کر دیں گے۔"
ناگ نے بھی عنبر کی بات کی تائید کی۔ بوڑھی مصرانی یہ سُن کر بڑی خوش ہوئی اور کمزور بوڑھی آواز میں رُک رُک کر بولی:
"عنبر! میں تم لوگوں کا کس منہ سے شکریہ ادا کروں۔ مگر ___ تمہیں، تم لوگوں کو ___ بڑی احتیاط سے کام لینا ہو گا۔ ماتا دیوی کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔"
ناگ بولا: "مصرانی تم گھبراؤ نہیں۔ ہم راستہ صاف کرنا جانتے ہیں۔ تم ہمارے ساتھ چلو۔ ہم تمہیں لینے آئے ہیں۔"

اور عنبر نے بوڑھی مصرانی کو گود میں اٹھا لیا۔ بوڑھی
ہونے کی وجہ سے مصرانی کا وزن بے حد ہلکا ہو گیا تھا۔
وہ کوٹھڑی سے نکل کر راہ داری میں آ گئے۔ عنبر، مصرانی
کو اٹھائے پیچھے تھا اور ناگ سانپ کی شکل میں آگے
آگے جا رہا تھا۔ ناگ سرنگ کے دروازے کی طرف جا
رہا تھا۔ راستے میں اسے تین جگہوں پر جبشی پہرے داروں
کو ڈس کر بے ہوش کرنا پڑا۔

جب وہ تینوں خفیہ دروازے سے نکل کر سرنگ سے
باہر آئے تو آسمان پر ابھی ستارے چمک رہے تھے۔ رات
کا آخری پہر تھا۔ صبح ہونے میں زیادہ دیر نہیں تھی۔ انہوں
نے خدا کا شکر ادا کیا اور تیز تیز سیاہ چٹانوں میں سے
گذرنے لگے۔ ابھی وہ تھوڑی دور ہی گئے ہوں گے کہ
فضا میں پروں کی زبردست پھڑپھڑاہٹ سنائی دی۔
ناگ نے چلا کر عنبر کو خبردار کیا۔

"عنبر! ماتا دیوی کا گدھ حملہ کرنے آ رہا ہے۔"

عنبر وہیں رک گیا۔ اس نے بوڑھی مصرانی کو ناگ کے
حوالے کیا۔ ناگ بوڑھی مصرانی کو لے کر پتھریلی چٹان کی
اوٹ میں چھپ گیا۔ گدھ چیخ مارتا ہوا عنبر پر جھپٹا۔
اس نے عنبر کو اپنے پنجوں میں اٹھا کر اوپر لے جانا

چاہا مگر گدھ کو عنبر کی طاقت کا اندازہ نہیں تھا۔
عنبر نے گدھ کے دونوں پنجوں کو پکڑ کر زور سے جھٹکا
دیا۔ گدھ اگرچہ ایک بہت بڑے ہوائی جہاز کی طرح تھا
مگر وہ عنبر کی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ عنبر کے
جھٹکے کے ساتھ ہی گدھ زمین پر گر پڑا۔ عنبر اچھل کر
اس کی گردن پر چڑھ گیا اور گدھ کی گردن پر اتنے
زور سے ہاتھ مارا کہ اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ کر دو
ٹکڑے ہو گئی۔

گدھ وہیں مر گیا۔ عنبر نے اسے گھسیٹ کر چٹانوں
کے پیچھے ایک گہرے کھڈ میں گرا دیا اور ناگ کے
پاس آ کر کہا:

"اسی گدھ نے مجھے بے ہوش کیا تھا۔ یہ ہماری
خوش قسمتی تھی کہ گدھ نے منہ سے بے ہوشی
کا دھواں نہیں نکالا۔ ورنہ ہم سب بے ہوش
ہو جاتے۔"

ناگ نے کہا:

"اب ہمیں یہاں سے بہت دور نکل جانا چاہیے۔
گدھ کی موت کا ماتا دیوی کو پتہ چل گیا تو
وہ مصرانی کی کھوج کروائے گی۔ ہو سکتا ہے وہ

اپنے جادو سے مصرانی کو کوئی نقصان پہنچانے
کی کوشش کرے۔"

پتھر کے پتلے نے کہا:
"تمہیں جنگل میں پہنچ کر فوراً کسی جگہ آگ کا الاؤ
روشن کرنا ہوگا تاکہ خفیہ منتر پڑھتے ہوئے مصرانی
کو آگ کے شعلوں میں سے گذارا جائے۔"

عنبر بولا: "پتلا ٹھیک کہہ رہا ہے ناگ۔ یہاں
سے اب نکل چلو۔"

بوڑھی مصرانی کو عنبر نے اٹھا رکھا تھا۔

وہ سیاہ چٹانوں سے نکل کر جنگل میں ایک کھلی جگہ
پر آ گئے۔ عنبر اور ناگ نے بہت سی خشک لکڑیاں
جمع کر کے ایک جگہ آگ روشن کر دی۔

ناگ بولا: "عنبر بھائی! مصرانی کو تمہیں گود میں
لے کر آگ میں سے گذارنا ہو گا۔ میں تمہیں
منتر یاد کرا دیتا ہوں۔ کیوں کہ تمہیں آگ کچھ
نہیں کہہ سکتی۔"

عنبر نے کہا:
"ناگ! مجھے ڈر ہے کہ کہیں مصرانی آگ میں جل
نہ جائے۔"

بوڑھی مصرانی بھی آگ میں جاتے ہوئے ڈر رہی تھی۔

پتھر کے پتلے نے کہا:
"آگ بوڑھی مصرانی کو جلانے کی بجائے پھر سے
جوان کر دے گی۔ یہ خفیہ منتر کا اثر ہو گا۔
تم بے فکر ہو کر بوڑھی مصرانی کو گود میں لے
کر آگ میں سے گذر جاؤ۔ مگر خبردار منتر پڑھتے
جانا۔ منتر نہ بھولنا۔ نہیں تو مصرانی جل جائے گی۔"

ناگ نے عنبر کو پورا منتر یاد کرا دیا۔

بوڑھی مصرانی اگرچہ ڈر رہی تھی اور آگ میں نہیں
جانا چاہتی تھی مگر وہ اس قدر بوڑھی ہو چکی تھی کہ مجبور
تھی۔ جب آگ کا الاؤ خوب روشن ہو گیا اور شعلے آسمان
کو چھونے لگے تو عنبر نے خدا کا نام لے کر بوڑھی
مصرانی کو اپنی گود میں اٹھایا اور خفیہ منتر کو پڑھتے ہوئے
آگ میں داخل ہو گیا۔

آگ کے شعلے اس سے لپٹ گئے۔ مگر اس نے دیکھا
کہ بوڑھی مصرانی پر بھی آگ کے شعلوں کا کوئی اثر
نہیں ہو رہا تھا۔ عنبر برابر منتر پڑھتا جا رہا تھا۔ اس
نے دیکھا کہ بوڑھی مصرانی کے بال سیاہ ہونے لگے ہیں۔
عنبر تیز تیز آواز میں خفیہ منتر پڑھتے ہوئے آگ کے شعلوں
میں سے گذر گیا۔

جب وہ آگ کے الاؤ سے باہر آیا تو وہ یہ دیکھ کر
حیران رہ گیا کہ مصرانی پھر سے انیس برس کی نوجوان لڑکی
بن چکی تھی۔ مصرانی اچھل کر عنبر کی گود سے نیچے آگئی
اور اپنے جسم کو دیکھ کر خوشی سے اس کی آنکھوں میں
آنسو آ گئے۔ وہ پھر سے جوان ہو گئی تھی۔ اس کے بال
لمبے اور سیاہ تھے۔ چہرے پر ایک بھی جھری نہیں تھی۔
اس نے عنبر اور ناگ کا شکریہ ادا کیا۔ ناگ بھی بہت
خوش تھی۔ مصرانی کہنے لگی:

"اگر تم لوگ اس خفیہ منتر کا راز معلوم نہ کرتے
تو میں مر چکی ہوتی۔"

عنبر نے کہا:

"یہ سارا کام ناگ نے کیا ہے۔ یہ میرا دوست ناگ
ہے تم سے اس کا تعارف ہو چکا ہو گا۔"

مصرانی نے کہا:

"ہاں۔ ناگ نے مجھے اپنے اور تمہارے اور پتھر
کے پتلے کے بارے میں بھی سب کچھ بتا دیا
تھا۔ مجھے ناگ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔
میں اس کا اور اس کے پتلے کا بھی شکریہ ادا
کرتی ہوں۔"

عنبر نے مصرانی سے کہا:

"میں تمہیں ایک اور خوش خبری سنانا چاہتا ہوں
مصرانی! اور وہ یہ کہ تمہارے والد کا بھی پتہ
چل گیا ہے۔"

"سچ؟" مصرانی نے بے تابی سے کہا۔ "کہاں ہے میرا
بابا؟ اور میری ماں بھی تو اس کے ساتھ ہی
ہو گی۔"

عنبر خاموش ہو گیا۔ مصرانی نے کہا: "تم چپ کیوں
کیوں ہو گئے عنبر بھائی؟"

عنبر نے مصرانی کو بتایا کہ اس کی والدہ کا انتقال ہو
چکا ہے۔ مگر اس کا باپ سرخ غار میں اس کا انتظار کر
رہا ہے۔ مصرانی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ناگ اور عنبر
نے اسے بہت حوصلہ دیا۔

پتھر کا پتلا بولا:

"آپ لوگ یہاں دیر نہ کریں۔ اگرچہ مصرانی کے
جوان ہوتے ہی ماتا دیوی بوڑھی کھوسٹ ہو گئی
ہو گی لیکن ہم ابھی تک اس کی حدود میں
ہیں اور وہ ہمارے لیے خطرہ بن سکتی ہے۔"

چنانچہ عنبر ناگ اور مصرانی جنگل میں سرخ غار کی
طرف روانہ ہو گئے۔

صبح ہو چکی تھی جب عنبر انہیں لے کر سرخ غار میں

پہنچ گیا۔ اپنی بیٹی مصرانی کو دیکھتے ہی اس کے باپ کی
آنکھوں میں خوشی سے آنسو آ گئے۔ اس نے اپنی بیٹی
کو گلے لگا کر پیار کیا اور اس کی ماں کی موت کی خبر
سُنائی۔

مصرانی نے روتے ہوئے کہا:

"بابا! مجھے عنبر نے بتا دیا تھا۔ کاش! میری ماما
اتنی جلدی مجھ سے جدا نہ ہوتی۔"

بوڑھے باپ نے کہا:

"بیٹی! یہ تو خدا کے کام ہیں۔ ان میں کون دخل
دے سکتا ہے۔ میں عنبر کا دل سے شکریہ ادا
کرتا ہوں کہ جس نے مجھے میری بچھڑی ہوئی
بیٹی سے ملا دیا۔ اب ہم یہاں نہیں رہیں
گے۔ یہ جگہ مریخ کی مخلوق سے گھری ہوئی ہے
دشمن پھر مجھ سے میری بیٹی کو چھین سکتا ہے۔ ہم
سوڈان کی طرف نکل چلیں گے۔"

عنبر ناگ اور پتھر کے پتلے نے بھی آپس میں مشورہ
کیا تو اسی نتیجے پر پہنچے کہ انہیں جنوبی افریقہ سے نکل
کر اوپر شمالی افریقہ کے ملک سوڈان کی طرف چلے جانا
چاہیے۔ سوڈان افریقہ کا وہ ملک تھا جو مصر کے ملک
سے ملا ہوا تھا اور جہاں ہزاروں برس پہلے مصر سے

شکست کھا کر نکلنے کے بعد فرعونوں نے اپنی حکومت
قائم کی تھی اور دو اہرام بھی بنائے تھے۔ عنبر نے سوچا
کہ چلو اس طرح سے اسے اپنے آباؤ اجداد کے اہرام دیکھنے
کا بھی موقع مل جائے گا۔

چنانچہ وہ مریخ غار سے نکل کر سوڈان کی طرف
روانہ ہو گئے۔

یہ راستہ کوئی سہل اور آسان نہیں تھا۔ جنوبی افریقہ
سے شمالی افریقہ کے ملک سوڈان تک کتنے ہی جنگل اور
صحرا پھیلے ہوئے تھے۔ عنبر اور ناگ تو اس قسم کے خطرناک
سفر کے عادی تھے۔ انہیں مصرانی اور اس کے بوڑھے
باپ کی فکر تھی۔ مگر وہ لوگ بھی بہت بہادر نکلے اور
بڑے حوصلے کے ساتھ جنگل میں ان کے ساتھ سفر کرتے رہے۔

عنبر ناگ کے دل میں یہ خیال بھی تھا کہ ہو سکتا ہے
اس طرح سے ان کی ملاقات ماریا، کیٹی اور تھیوسانگ سے
بھی ہو جائے۔ یہ ہزاروں برس پرانا زمانہ نہیں تھا، بلکہ
زمین پر دو ہزارویں صدی کا زمانہ تھا۔ یعنی تیسری عالمگیر
ایٹمی جنگ کی تباہی کے بعد کا زمانہ تھا۔ دنیا کے تمام
ملکوں کی تہذیبیں تباہ ہو چکی تھیں۔ تمام بڑے بڑے شہر
پتھر اور راکھ کا ڈھیر بن چکے تھے۔ صرف جنگلوں میں
کہیں کہیں انسان آباد تھے۔ دنیا کی آبادی اتنی ہو چکی

بھی کر بڑی مشکل سے کہیں کوئی انسان نظر آتا تھا۔

چھ ماہ تک سفر کرنے کے بعد عنبر ناگ مصرانی اور اس کا باپ ملک سوڈان میں پہنچ گئے۔ یہاں ایک پرانے قصبے میں دریا کے کنارے مصرانی کے باپ کے ایک رشتے دار کی حویلی تھی۔ یہ حویلی بالکل خالی پڑی تھی۔ مصرانی کے باپ نے اسی جگہ رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ عنبر اور ناگ کچھ روز مصرانی کے باپ کی حویلی میں رہے۔ پھر انہوں نے مصرانی اور اس کے باپ سے اجازت لی اور ماریا اور کیٹی کی تلاش میں سوڈان کے قدیم ترین اور بڑے شہر خرطوم کی طرف روانہ ہو گئے۔

خرطوم کا شہر ۱۹۹۰ء میں بڑا ماڈرن قسم کا شہر تھا مگر ایٹمی جنگ کی تباہی کی لپیٹ میں آ کر یہ شہر بھی ملبے کا ڈھیر بن چکا تھا۔ کوئی بلڈنگ سلامت نہیں تھی۔ شاپنگ سنٹر پتھروں کے ٹیلے بن گئے تھے۔ کہیں کوئی انسان دکھائی نہیں دیتا تھا۔ عنبر اور ناگ نے سارے شہر کو گھوم پھر کر دیکھا۔ آبادی کا کوئی نشان نہ ملا۔ کوئی ایک مکان بھی سلامت نہیں تھا۔

عنبر نے کہا:

"ہمیں سوڈان کے اہرام کی طرف جانا چاہیے۔ ہو سکتا ہے وہاں ماریا اور کیٹی کا کچھ سراغ مل جائے۔"

ناگ بولا: "ہم نے انہیں خلا میں چھوڑا تھا۔ وہ ہماری اس زمین پر کہاں سے آ جائیں گے عنبر بھائی؟"

"پھر بھی تلاش کرنا ہمارا فرض ہے۔ ہمارے ساتھ کوئی بھی حادثہ پیش آ سکتا ہے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی کسی حادثے کا شکار ہو کر یہاں زمین پر واپس آ سکتے ہیں۔"

سوڈان کا اہرام شہر خرطوم سے باہر دس کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔

یہ اہرام مصر کے ایک فرعون نے بنایا تھا جس نے مصر میں یونان والوں سے شکست کھانے کے بعد یہاں آ کر اپنی حکومت قائم کی تھی۔ پتھر کا پتلا ناگ کی جیب میں تھا اور غیبی شیشہ عنبر کی جیب میں تھا۔

حیرانی کی بات تھی کہ ایٹم بم کی تباہکاری کا اثر اہرام پر نہیں ہوا تھا۔ صرف ایک طرف سے اس کے پتھروں کو تھوڑا سا نقصان پہنچا تھا اور وہ ایک جگہ سے ٹوٹ کر نیچے گر پڑے تھے۔

ناگ نے کہا:

"عنبر بھائی! ایٹمی جنگ نے تو زمین پر کچھ نہیں چھوڑا۔"

عنبر نے کہا:
"جنگ بہت بڑی لعنت ہوتی ہے۔ ہاں اگر
کسی اصول کی خاطر لڑی جائے تو ہم اس کو
معاف کر سکتے ہیں۔ مگر یہ لیبی جنگ تو دنیا
پر اقتدار حاصل کرنے کے لیے لڑی گئی تھی۔
اور دیکھ لو کوئی باقی نہیں بچا۔"
اسی طرح باتیں کرتے وہ سوڈان کے اہرام کے پاس
پہنچ گئے۔ اہرام چاروں طرف سے بند تھا۔ ناگ نے پتھر کے
پتلے کو جیب سے باہر نکال کر کہا:
"یاقوت! تم اس اہرام کے پتھروں کی لہروں کو محسوس
کر کے بتا سکتے ہو کہ اس کے اندر کیا ہے؟"
ناگ نے یاقوت پتلے کو اہرام کے ایک پتھر پر رکھ دیا
پتلا کہنے لگا:
"ناگ! مجھے اندر سے کسی زندہ شے کی لہریں محسوس
نہیں ہو رہی ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ اندر کوئی
جاندار چیز نہیں۔"
عنبر مسکرا کر بولا:
"ارے بھائی! یہ اہرام ہمارے دیکھے بھالے ہیں۔
ان کے اندر سوائے بادشاہوں کی لاشوں کے اور
کچھ نہیں ہوتا۔"

اچانک پتھر کا پتلا بولا:
"ذرا ٹھہرو۔ مجھے کچھ محسوس ہو رہا ہے۔"
عنبر اور ناگ پتھر کے پتلے کا منہ تکنے لگے۔ پتلا
خاموش تھا۔
ناگ نے کہا:
"یاقوت! تمہیں کیا محسوس ہو رہا ہے؟"
پتھر کا پتلا کہنے لگا:
"اس اہرام کے اندر کوئی زندہ انسان موجود
ہے۔"
"کیا مطلب؟" عنبر نے تعجب سے کہا۔
ناگ بولا: "یہ اہرام تو ہزاروں برسوں سے
بند پڑا ہے۔ اس کے اندر زندہ انسان کہاں
سے آ گیا؟"
پتھر کا پتلا بولا:
"پتھروں کی لہریں کبھی جھوٹ نہیں بولتیں۔ میں ان
پتھروں کی قبر کے اندر سے کسی زندہ انسان کے
جسم کی لہروں کو اپنے جسم سے ٹکراتی محسوس
کر رہا ہوں۔"
عنبر اور ناگ اب تعجب سے ایک دوسرے کا منہ تکنے
لگے

ناگ نے پتلے سے کہا:

"کیا یہ کسی ایک ہی انسان کے جسم کی لہریں ہیں؟"

پتھر کا پتلا کچھ دیر چپ رہا۔ پھر بولا:

"نہیں — مجھے ایک دوسرے انسان کے جسم کی لہریں بھی محسوس ہو رہی ہیں۔ مگر یہ دوسرے انسان کی لہریں بہت کمزور ہیں۔ لگتا ہے وہ اہرام کے اندر کسی قبر نما شے میں بند ہے۔"

عنبر اور ناگ خاموش ہو گئے۔ آخر انہوں نے اہرام کے اندر جانے کا فیصلہ کر لیا۔

○

اہرام کے اندر جو انسان بند تھے وہ کون تھے؟
ماریا، کیمٹی اور تھیوسانگ کا راکٹ کون سے سیارے پر جا کر اُترا؟
کیا عنبر اور ناگ کی ملاقات کیمٹی اور ماریا سے ہو سکی؟

ان سنسنی خیز سوالوں کے جواب کے لیے عنبر ناگ ماریا "آدھی عورت آدھا سانپ" کی قسط عنبر ااا پڑھیے۔

میرے نام

محترم المقام جناب چچا جان سدا خوش رہیں۔

السلام علیکم!

امید ہے آپ خیریت سے ہونگے۔ ابھی کل ہی میں نے آپ کی لکھی ہوئی قسط وار کہانی "موت کا تعاقب" کی ایک قسط پڑھی۔ بے حد پسند آئی۔ چچا جان آپ نے یہ قسط وار کہانی بہت لمبی لکھی ہے۔ یہ تو آپ کی ہی ذہانت ہے۔ یہ آپ کا نمایاں کردار ہے کہ آپ نے اس کہانی کو پوری سو قسطوں میں شائع کیا۔ میرے خیال کے مطابق آپ ہی کی شخصیت ہے جنہوں نے اتنی محنت اور لگن کے ساتھ اتنی دلچسپ اور حیرت انگیز اور طویل داستان لکھنے کی سعادت حاصل کی۔

باقی چچا جان آپ کو بھی یہ معلوم ہو گا اور مجھے بھی اس بات کا بے حد افسوس ہے کہ ہمارے جانے پہچانے ادیب مقبول جہانگیر کچھ عرصہ پہلے انتقال کر گئے۔ جو میرے خیال کے مطابق آپ کے بھی عزیز دوست تھے۔ مقبول صاحب نہایت اچھے ادیب، صحافی اور بہترین کالم نگار تھے۔ جن کا کالم "حرف و حکایت" میں بڑے شوق سے پڑھتا تھا جو روزنامہ امروز میں شائع ہوتا تھا۔ یہ مقبول صاحب کا ہی حصہ ہے کہ آپ نہ صرف اس کالم کو چار چاند لگائے

بلکہ آپ نے اس اخبار میں ایک نمایاں کردار ادا کیا۔ جو قابل تعریف
ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت نصیب کرے آمین۔

میری طرف سے آپ کو اور تمام اہل خانہ کو بہت بہت سلام
اور ساتھ نئے سال کی مبارک باد بھی قبول فرمائیں۔ والسلام
سعید احمد شاکر محلہ گوبند گڑھ گلی نمبر ۱ مکان نمبر ۱۶۴/N گوجرانوالہ

○

پیارے انکل اے حمید

السلام علیکم! یہ خط میں آپ کو ایک چھوٹا سا مشورہ دینے
کے لیے لکھ رہا ہوں۔ بُرا مت مانیے گا۔ میں نے خط میں مشورہ
دینے کا لفظ استعمال کیا ہے اگر ناگوار گزرے تو معافی کا خواستگار
ہوں۔ لیکن پھر میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ جو شخص ہمیں اسلام کی
تعلیم دے اور غصہ کرنے سے روکے وہ خود کبھی کسی کا بُرا نہیں
مان سکتا۔

اچھا خیر انکل مشورہ یا ہماری خواہش کہہ لیں وہ یہ کہ میں
نے کسی کتاب میں پڑھا تھا (ہو سکتا ہے غلط بھی ہو لیکن بہر
حال کہنے میں کیا حرج ہے)، وہ یہ کہ خلا میں پرانے زمانے کی آوازیں،
اور شکلیں محفوظ ہیں۔ اور گزارے ہوئے لمحات بالکل عکس کی طرح
ہو رہے ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انکل عنبر ناگ ماریا آج
کل اپنا سفر خلا میں گزار رہے ہیں۔ تو اگر آپ سے ہو سکے
تو انہیں ان سیاروں میں لے جائیں۔ جہاں یہ سب کچھ ہزاروں
سالوں سے ہو رہا ہے ــــ اور عنبر ناگ کے توسط سے
ان واقعات کو ہم تک پہنچائیں۔

خیر یہ آپ پر منحصر ہے۔ اس کے علاوہ انکل ایک بات
اور وہ یہ کہ آپ جب کبھی بھی کراچی آئیں اپنی کسی ناول کے
پیچھے ضرور اس بارے میں لکھیں کیونکہ دوسرے مصنفین تو ہر
شہر میں باقاعدہ اپنا پروگرام سیٹ کرتے ہیں۔ کیونکہ انکل یہ ایک
بہت اچھی بات ہے کہ مصنف اور پڑھنے والا ایک دوسرے
سے خود مل سکے تو انکل آپ ضرور کراچی آئیں اور ہم لوگوں سے
ملیں۔ کیونکہ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ کے اچھے خاصے پرستار
کراچی میں ہیں۔

اگر انکل آپ کو کراچی پسند نہیں تو وہ دوسری بات ہے ورنہ
آپ ضرور کراچی آئیں۔ امید تو ہے آپ اس بارے میں ضرور
سوچیں گے۔ ان باتوں کے علاوہ آپ کی کہانیوں کی تعریف کرنا تو
سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہو گا۔ فقط طالب دیدار
سید سلمان سلیم ۸/۹، ۲۷، عزیز آباد، فیڈرل بی ایریا کراچی نمبر ۳۸۔

○

ڈیئر انکل! آداب
انکل مجھے آپ کی کہانیاں بہت زیادہ پسند ہیں۔

میں آپ کی کہانیاں بہت شوق سے پڑھتی ہوں، میں نے سب سے پہلے جو کہانی پڑھی تھی اس کا نام "نیلی قبر کا خفیہ راستہ" تھا۔ اس کہانی کو پڑھ کر اور بھی زیادہ شوق پیدا ہو گیا۔ انکل میں آٹھویں جماعت میں پڑھتی ہوں دعا کریں کہ میں سالانہ امتحان میں اوّل آجاؤں (آمین) ثم آمین۔

انکل میں پڑھائی کے ساتھ ساتھ کہانیاں بھی شوق سے پڑھتی ہوں پہلے اسکول کا کام کرتی ہوں اور پھر فارغ وقت میں کہانیاں پڑھتی ہوں لیکن اب کبھی کبھی پڑھتی ہوں وہ اس لیے کہ میں نے بورڈ کا امتحان دینا ہے دعا کریں پاس ہو جاؤں (آمین)

انکل کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ ہماری ملاقات عنبر بھائی ناگ بھائی اور ماریا کیٹی بہنوں سے کروا سکتے ہیں۔ مجھے بہت شوق ہے۔ ان سب سے ملاقات کرنے کا پلیز آپ ہماری ملاقات کروا دیں نا انکل کیا عنبر ناگ سب حقیقت میں ہیں اگر یہ حقیقت میں ہیں تو پھر ہم ضرور ملیں گے۔ ان میں کسی ایک سے میری ملاقات ہو جائے تو میں یقین کروں گی کہ یہ سب حقیقت میں ہے ملاقات کے ساتھ ساتھ میرا امجد کی طرح پُراسرار دنیا کی سیر کرنے کو بھی دل چاہتا ہے مگر کیا کروں کسی سے بھی ملاقات ہی نہیں ہوئی میرے ساتھ میری سہیلی کو بھی آپ کی کہانیاں پڑھنے کا شوق ہے انکل کیا آپ مجھے امجد بھائی کے گھر کا ایڈریس دے سکتے ہیں۔ آپ مجھے امجد بھائی کے گھر کا ایڈریس دیں گے نا۔

اچھا اب اجازت دیں۔ اگر کوئی غلطی ہو تو معاف کر دیجئے۔ عنبر ناگ بھیا ماریا کیٹی بہنوں کو بھی سلام قبول ہو۔ خدا حافظ

ثمینہ ناز۔ راولپنڈی

○

انکل اے حمید السلام علیکم

انکل حمید میں آپ کو ایک سال بعد خط لکھ رہا ہوں آپ نے اب تک دو خطوں کے جواب دیئے ہیں اور آپ نے لکھا تھا کہ میں آٹوگراف بھیجوں گا اور آپ خود ہی خط لکھیں گے لیکن آپ نے خط نہیں لکھا۔ میں لکھ رہا ہوں۔

عنبر ناگ، ماریا کی ایک ٹو دو قسطیں پڑھ چکا ہوں اور سب مل کر دو ٹو دو پڑھ چکا ہوں۔ دو ٹو ناول جو خاص نمبر تھا اس کا سرورق بہت خوب صورت تھا۔ لیکن ۹۹ سیڑھیوں کا راز جیسا خاص نمبر نہیں لکھ سکے ایسا خاص نمبر پڑھنے کا دل چاہتا ہے۔ جلدی سے ناگ کو جوان کر دیں۔

انکل جب خلائی انسان پہلی مرتبہ عنبر کو چھوٹا بناتا ہے۔ تو عنبر اپنی طاقت استعمال کر کے اپنی اصلی حالت میں آجاتا ہے لیکن دوسری بار جب اپنے کو چھوٹا کرتا ہے اور خلائی انسان پچھلے زمانے میں چلا جاتا ہے تو عنبر چھوٹا ہی رہتا ہے یہ بات غلط دکھائی ہے

تو ہوتا ہی ہے۔

آپ نے خلائی سفر شروع کرکے اچھا کیا کم از کم ہم اپنے پسندیدہ کرداروں سے دوبارہ مل سکیں گے۔ انکل عنبر ناگ ماریا کو آپ نے اُن کے باپ سے تو ملایا ہی نہیں ہماری خواہش تھی کہ اپنے باپ سے عنبر کی ملاقات ہو جائے لیکن نہیں ہوئی۔ اور اپنے پچھلے پانچ ہزار سال پہلے لوٹ جائیں لیکن آپ نے تو ملایا ہی نہیں اچھا اب خط بند کیا۔ خدا حافظ

ندیم غوری بلاک نمبر ۵ اا کوارٹر نمبر اا اورنگ آباد ناظم آباد کراچی ۱۸

○

پیارے انکل اے حمید السلام علیکم

امید ہے کہ جناب خیریت سے ہوں گے۔ انکل! میں پہلی مرتبہ آپ کو خط لکھنے کے لیے قلم اٹھا رہا ہوں۔ میں آپ کی عنبر ناگ ماریا سیریز بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔ ان کا خلائی سفر امید ہے ہے کہ پہلے کے سفر کی طرح دلچسپ ہوگا اور بوریت کی شکایت نہیں کرنی پڑے گی۔ اور یہ سفر بھی معیار پہ پورا اترے گا اور اس کے اعزاز میں دوبارہ قلم اٹھانا پڑے گا۔ تب تک کے لیے اجازت۔ خدا حافظ

فقط آپ کا ایک قاری

سمیع اللہ مکان نمبر ۹۴۶ نیا محلہ نواں شہر ایبٹ آباد

○

عنبر ناگ ماریا اور کیپٹن خلا میں

اے حمید

نیا مکتبہ اقرأ

۱۴- بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور – ۸

نیا مکتبہ اقرأ

اژدھی عورت اور ڈھاشاچ

اے حمید

مکتبہ اقرأ
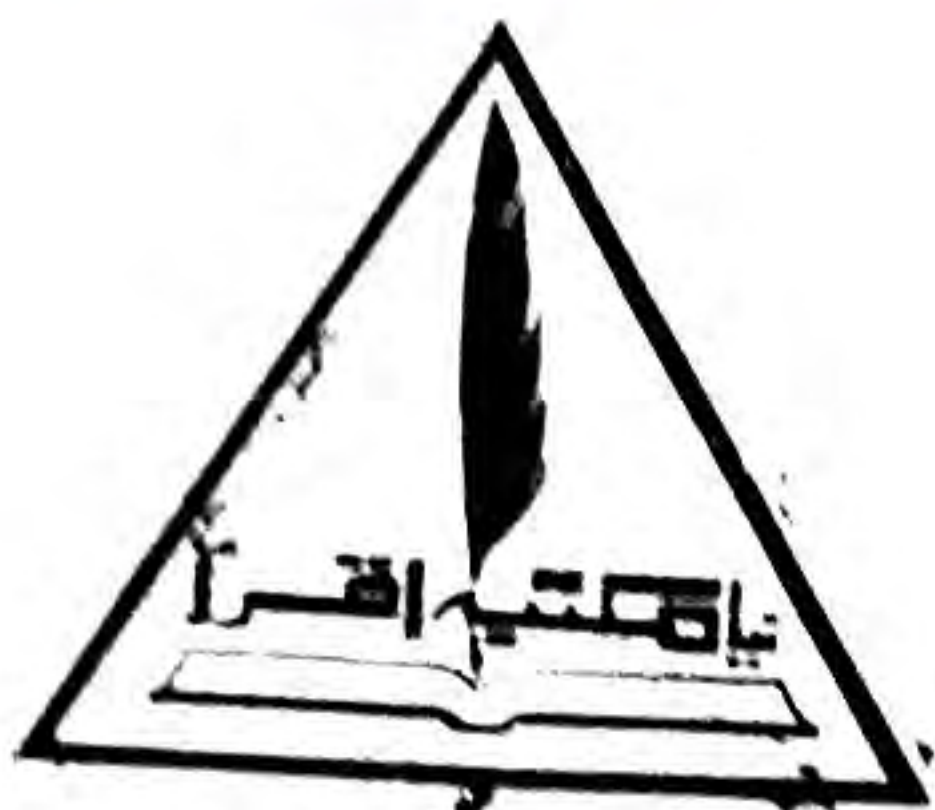
عنبر، ناگ، ماریا اور کیٹی خلا میں

آدھی عورت آدھا سانپ

اے حمید

پیارے دوستو!

عنبر ناگ ماریا کے خلائی سفر کو آپ نے جس محبت اور دلچسپی
سے پسند کیا ہے۔ اس سے میرا بے حد حوصلہ بلند ہوا ہے۔ آپ
دوستوں کے سینکڑوں خط مجھے مل رہے ہیں۔ جن میں عنبر ناگ ماریا
کے خلائی سفر کو بے حد پسند کیا گیا ہے۔ میں آپ سب دوستوں کا
تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہ خط میرے دوست صوبہ سرحد،
سندھ، پنجاب، بلوچستان کے ہر شہر اور دیہات سے مجھے لکھ رہے
ہیں۔ یہ میرے لیے بڑے فخر کی بات ہے کہ میرے دوستوں نے
عنبر ناگ ماریا کے خلائی سفر کو دل و جان سے پسند کیا ہے۔ دوستو!
آپ سب کی دعائیں اور محبت اور خلوص میرے ساتھ رہا تو میں انشاءاللہ
آپ کے لیے عنبر ناگ ماریا کی قسطیں اس سے بھی زیادہ مشقت سے
لکھتا رہوں گا۔

بس میری ایک ہی گزارش ہے کہ جس دلچسپی سے آپ
میری کتابیں پڑھتے ہیں اسی دلچسپی سے اپنے اسکول کی کتابیں بھی پڑھا
کریں۔ کیونکہ میری دلی خواہش ہے کہ آپ پڑھ لکھ کر زندگی میں کامیاب
ہوں۔ اور اپنے ماں باپ اور پاکستان کا نام روشن کریں۔ آمین!

تمہارا انکل اے حمید

۲۵۴۔ این راہ چمن سمن آباد۔ لاہور

قیمت ۵۰/- روپے

ناشر : نیا مکتبہ اقراء [illegible] لاہور
طابع : [illegible] لاہور

ترتیب

آدھی رات اور عورت

پُر اسرار بند اہرام کے اندر جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

عنبر اور ناگ نے اہرام کی تینوں تکونی دیواروں کے ارد گرد گھوم کر دیکھا۔ انہیں اندر جانے کا کوئی راستہ نہ ملا۔ ناگ نے پتھر کے پتلے سے ایک بار پھر پوچھا۔

"یاقوت! یہ بتاؤ کہ تم کو اہرام کے اندر سے جو لہریں آتی محسوس ہو رہی ہیں۔ وہ کسی انسان کی ہیں یا کسی جانور کی ہیں؟"

پتھر کا پتلا بولا۔

"یہ میں نہیں بتا سکتا کہ یہ لہریں انسان کی ہیں کہ نہیں۔ ہاں یہ کسی زندہ جسم کی لہریں ہیں"

ناگ نے عنبر سے مشورہ کیا کہ انہیں اہرام کے اندر جانا چاہیئے کہ نہیں کیونکہ وہ خواہ مخواہ کسی مصیبت میں نہیں

پھنسنا چاہتے تھے۔ ناگ نے کہا۔

" ہو سکتا ہے اہرام کے اندر کیٹی اور ماریا
یا تھیو سانگ میں سے کوئی قید کر دیا گیا ہو۔
اس لیے میرا خیال ہے ہمیں اندر جا کر معلوم
کرنا چاہیئے۔ یا پھر ایسا کرتے ہیں کہ تم پتھر کے
پتلے کو لے کر اہرام کے باہر ٹھہرو۔ میں زمین کھود
کر اہرام کے اندر جا کر دیکھتا ہوں کہ کون
ہے "

عنبر نے پہلے تو ناگ کی اس تجویز کو ناپسند کیا مگر
جب ناگ نے اسے مجبور کیا تو وہ راضی ہو گیا۔ ناگ
نے پتھر کا پتلا عنبر کے حوالے کیا۔ اور اہرام کی ایک
شکستہ دیوار کی دراڑ کے نیچے زمین کھودنے لگا۔ ریت
بھربھری تھی۔ جلد وہاں ایک سوراخ بن گیا۔

ناگ نے سانپ کی شکل بدلی اور سوراخ میں گھس گیا
ریت اس کے آگے سے اپنے آپ ہٹتی جاتی تھی
کیونکہ یہ ہزاروں سال پرانی ریت بڑی خشک تھی۔
اہراموں کے بارے میں عنبر ناگ ماریا بہت کچھ جانتے
تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ مصر کے فرعون اپنی لاشوں کو دفن
کرنے کے لیے اس قسم کے اہرام بنایا کرتے تھے۔ چنانچہ

ناگ اسی دیوار سے داخل ہوا تھا جہاں اس کے
اندازے کے مطابق اہرام کا راستہ اس کوٹھڑی میں
یہاں جاتا تھا۔ جہاں فرعون کی لاش دفن تھی۔

ابھی وہ زمین کے اندر ہی تھا۔ وہ سانپ کی شکل
میں زمین کی ریت میں آگے ہی آگے رینگتا چلا جا رہا تھا۔
کافی دور تک رینگنے کے بعد ناگ ایک چھوٹے سے
تنگ راستے پر نکل آیا۔ یہ پتھر کی ایک تنگ و تاریک گلی
تھی جو اہرام کے اندر بنی ہوئی تھی۔ یہاں گھپ اندھیرا
تھا۔ مگر ناگ کو سب کچھ نظر آ رہا تھا۔ ناگ اس تنگ گلی
میں رینگتا چلا گیا۔ آگے گلی ختم ہو گئی اور ایک گہرا کنواں
آ گیا۔ ناگ کو معلوم تھا کہ اہرام کے اندر فرعون اس
قسم کے گہرے کنوئیں اس لیے کھودا کرتے تھے کہ اگر
ڈاکو اہرام کے اندر چھپا ہوا سونا لوٹنے کے لیے آئیں
تو وہ اس کنوئیں میں گر کر مر جائیں۔ ناگ کنوئیں کے
کنارے سے ہو کر آگے نکل گیا۔

آگے پھر وہی تاریک گلی شروع ہو گئی۔ کچھ
دور جا کر گلی بائیں طرف کو گھوم گئی۔ فضا میں ایسی
جڑی بوٹیوں کے تیل کی بو پھیلی ہوئی تھی جو فرعون کی
لاشوں پر انہیں ممی بنانے سے پہلے ملا جاتا تھا۔ ناگ

چند گز چلا ہوگا کہ اسے ایک سراسراہٹ سنائی دی۔
پھر اچانک سامنے سے ایک نیلے رنگ کا دھاریدار سانپ اپنا پھن اٹھائے ناگ کے سامنے آ گیا۔ اس نے آتے ہی ناگ پر پھنکار ماری اور حملہ کرنے ہی والا تھا کہ ناگ نے ڈانٹ کر کہا۔
"گستاخ! کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں ناگ دیوتا ہوں؟ تم اپنے دیوتا پر حملہ کرنے لگے تھے؟"
یہ سن کر نیلا سانپ وہیں سُن ہو کر خاموش ہو گیا۔ اس نے فوراً گردن جھکا دی اور خوف سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔
"مقدس ناگ دیوتا مجھے معاف کر دینا۔ میری سونگھنے کی حس بے حد کمزور پڑ گئی ہے۔ میں اپنے دیوتا کی خوشبو محسوس نہیں کر سکا"
ناگ نے غصے میں کہا۔
"تمہیں اس گستاخی کی سزا ملے گی"
نیلے سانپ نے زمین پر گردن رکھ دی اور گڑگڑا کر بولا۔
"مقدس ناگ دیوتا! مجھے معاف کر دو۔ میری جان بخشی کر دو۔ مجھ سے بھول ہو گئی۔ اگر میری

سونگھنے کی حس خراب نہ ہوتی تو مجھ سے یہ بھول کیسے ہو سکتی تھی"
ناگ کو بھی اس وقت کسی ایسے سانپ کی ضرورت تھی جو اسے اس اہرام کے بارے میں کچھ بتائے۔ چنانچہ اس نے معاف کر دیا اور بولا۔
"اچھا میں تمہاری اس بھول کو معاف کرتا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ یہاں کوئی انسان قید ہے؟"
نیلا سانپ بولا۔
"میرے دیوتا! میں ایک عرصے سے اس اہرام میں رہتا ہوں۔ میں نے کبھی کسی انسان کو یہاں نہیں دیکھا۔ ہاں اس ساتھ والی کوٹھڑی میں جو ممی کا تابوت ہے اس میں سے کبھی کبھی کسی عورت کے رونے کی آواز آیا کرتی ہے"
ناگ نے کہا۔
"مجھے اس تابوت کے پاس لے چلو"
نیلا سانپ ناگ کو پاس ہی ایک کوٹھڑی تھی وہاں لے گیا۔ اس کوٹھڑی میں ایک پرانا خستہ حال تابوت پڑا تھا۔
نیلا سانپ کہنے لگا۔
"یہ ہے وہ تابوت مقدس دیوتا جس میں سے کبھی کبھی

کسی عورت کے رونے کی آواز آتی ہے۔"
ناگ تابوت کو اِدھر اُدھر رینگ کر دیکھنے لگا۔ نیلا سانپ بولا۔

"مقدس دیوتا! آپ یہاں ٹھہریں۔ میں جنوب والی کوٹھڑی میں جا کر دیکھتا ہوں کہ کہیں وہاں سے تو یہ آواز نہیں آتی۔"

یہ کہہ کر نیلا سانپ وہاں سے چلا گیا تھا۔ تابوت کے اندر ایک خستہ اور سوکھی ہوئی ممی پڑی تھی۔ یہ مردہ ممی تھی۔ ناگ باہر نکل کر کوٹھڑی میں ادھر ادھر جائزہ لینے لگا کہ عورت کی آواز کہاں سے آ سکتی ہے۔

دوسری طرف نیلا سانپ تیزی سے رینگتا ہوا اہرام کی سیڑھیاں اُتر کر زمین کے اندر ایک ایسے تہہ خانے میں آ گیا جہاں دالان میں کئی ستون تھے۔ ان ستونوں کے درمیان ایک تنگ زینہ نیچے جاتا تھا۔ نیلا سانپ زینہ اُتر کر ایک گول چھت والی کوٹھڑی میں آ گیا۔ یہاں ایک پرانے تابوت کے پاس ایک سرخ آنکھوں والی جوان عورت اپنے بال کھولے بیٹھی تھی۔ اس عورت کا اوپر والا دھڑ عورت کا اور نچلا دھڑ سانپ کا تھا۔

نیلے سانپ نے اس کے سامنے پہنچتے ہی اپنی جُون بدلی

لی اور وہ ایک انسان بن گیا۔ اور آدھی عورت سے کہنے لگا
"الکا! تمہارا اندازہ درست نکلا۔ جو سانپ ہمارے اہرام میں آیا ہے وہ ناگ دیوتا ہی ہے۔"

سانپ کے آدھے دھڑ والی عورت کے نیلے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھا کر کہا۔

"یہ ہماری سب سے بڑی کامیابی ہے۔ ہم دونوں ایک ہزار برس سے جس ناگ دیوتا کا انتظار کر رہے تھے آخر وہ آ گیا۔"

سانپ کے دھڑ والی عورت الکا اپنی جگہ سے رینگ کر تابوت کے پاس آ گئی اور بولی۔

"داکش! اب تمہارا کام یہ ہے کہ ناگ دیوتا کو کسی طریقے سے اس کوٹھڑی میں لا کر اس تابوت کے اندر پہنچا دو۔ اس کے بعد سارا کام میں خود سنبھال لوں گی۔ جاؤ۔ جلدی کرو۔ اگر یہ موقع بھی ہاتھ سے نکل گیا تو نہ جانے پھر ہمیں کتنی صدیاں اور انتظار کرنا پڑے گا۔"

نیلا سانپ داکش بولا۔

"میں کوشش کرتا ہوں۔"

سانپ کے دھڑ والی عورت الکا نے پھنکار ایسی آواز نکال

کر کہا۔

"کوشش نہیں۔ ناگ دیوتا تو تمہیں ہر حالت میں یہاں
لانا ہے۔ فوراً جاؤ۔ نہیں تو تمہاری خیر نہیں ہے۔"

"ابھی لاتا ہوں الکا دیوی!"

یہ کہہ کر راکشش نے دوبارہ نیلے سانپ کا روپ اختیار
کیا اور رینگتا ہوا تیزی سے باہر نکل گیا۔ جب وہ ناگ والی
کوٹھڑی میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ناگ نے انسان کی شکل
اختیار کر رکھی تھی اور وہ ممی کے تابوت پر جھکا اسے غور
سے دیکھ رہا تھا۔ ناگ نے نیلے سانپ کو آتے دیکھ کر کہا۔

"تمہیں کسی عورت کا سراغ ملا؟"

نیلے سانپ نے کہا۔

"ہاں مقدس دیوتا! نچلی منزل میں ایک کوٹھڑی
ہے۔ اس کوٹھڑی میں ایک تابوت ہے مجھے اس
تابوت میں سے کسی عورت کی آواز سنائی دی
تھی۔ آپ چل کر دیکھیں"

ناگ سانپ کے ساتھ چل پڑا۔ نیلا سانپ اسے
اسی کوٹھڑی میں لے آیا جہاں تھوڑی دیر پہلے سانپ کے
آدھے دھڑ والی عورت بیٹھی تھی۔ اس وقت وہ وہاں پر
نہیں تھی۔ ممی کا تابوت چبوترے پر پڑا تھا۔ نیلے سانپ

نے کہا۔

"مقدس دیوتا! یہی وہ تابوت ہے جس کے اندر
سے مجھے عورت کی آواز سنائی دی تھی۔"

ناگ نے تابوت کا ڈھکنا اٹھا کر دیکھا۔ اس میں
ایک چوکور شگاف پڑا تھا۔ نیلے سانپ نے مکاری سے
کہا۔

"مقدس ناگ! ہو سکتا ہے۔ اس شگاف کے
اندر کوئی عورت قید ہو آپ اس کے اندر جا
کر پتہ کریں۔ کیا میں بھی آپ کے ساتھ آؤں؟"
ناگ نے کہا۔

"نہیں۔ تم اسی جگہ ٹھہرو۔ میں خود اس کے
اندر جا کر معلوم کرتا ہوں۔"

نیلا سانپ یہی چاہتا تھا کہ ناگ دیوتا اکیلا ہی شگاف
کے اندر داخل ہو گیا۔ ناگ نے اسی وقت سانپ کی شکل اختیار کی
اور تابوت میں اتر کر شگاف کے اندر داخل ہو گیا۔ جونہی وہ شگاف میں غائب
ہوا نیلے سانپ نے پلک جھپکتے میں انسان کی جون بدلی اور۔۔
نیلے سانپ نے پلک جھپکتے میں انسان کی جون بدلی اور
تابوت کا ڈھکنا فوراً بند کر دیا۔

تابوت کا ڈھکنا بند ہوتے ہی اس کے اندر سے سانپ
کی ایک ڈراؤنی پھنکار سنائی دی اور اس کے بعد موت

ایسی خاموشی چھا گئی۔ نیلا سانپ راکش وہیں بند تابوت کے پاس بیٹھ گیا۔

ناگ جب شگاف میں داخل ہوا تو وہ سانپ کی شکل میں تھا۔ جونہی وہ شگاف کی دوسری طرف گیا اسے ایک بھیانک پھنکار کی آواز سنائی دی اور ناگ کو یوں لگا جیسے کسی نے اسے کسی چیز میں بند کر دیا ہے۔ ابھی وہ سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ اس کی آنکھیں پتھرا سی گئیں اور سارا جسم سُن ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ پتھر کی ایک تنگ بوتل میں بند ہو چکا ہے۔ ناگ نے سانس اوپر کھینچ کر کسی درندے کی شکل اختیار کرنی چاہی تاکہ بوتل توڑ کر باہر نکل سکے مگر اس کا سانس بھی بند ہو چکا تھا۔ اور سانس اندر کو کھینچے بغیر ناگ کوئی بھی شکل اختیار نہ کر سکتا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے اور اسے کسی گہری سازش کے تحت یہاں لایا گیا ہے۔ مگر وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

بوتل میں اندھیرا تھا۔ ناگ اپنی جگہ سے ذرا سی بھی حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس کا سارا جسم بے حس ہو گیا تھا۔

اسے محسوس ہوا کہ اسے اٹھا کر کسی جگہ لے جایا جا رہا ہے۔ تابوت کے باہر نیلا سانپ راکش اسی طرح خاموش بیٹھا تھا کہ اسے دیوی الکا کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز سانپ کی پھنکار ایسی تھی۔

"راکش! مردہ گھر میں پہنچو"

راکش الکا دیوی کا حکم سنتے ہی نیلے سانپ میں تبدیل ہو گیا۔ اور رینگتا ہوا تابوت والی کوٹھڑی سے باہر نکل گیا۔

مُردہ گھر اس پُراسرار اہرام کے سب سے نیچے تھا۔ یہ ایک نیچی چھت اور پتھر کے ستونوں والا بڑا کمرہ تھا۔ جہاں کونے میں انسانی ہڈیوں کے ڈھانچے پڑے تھے۔ سانپ کے دھڑ والی عورت الکا درمیان میں اس طرح بیٹھی تھی کہ اس کے نچلے سانپ کے دھڑ نے کنڈلی مار رکھی تھی۔ اس کے سامنے نیلے رنگ کی ایک گول چوکی پر دائرہ بنا تھا۔ اس دائرے کے اندر وہ پتھر کی بوتل پڑی تھی جس میں ناگ سانپ کی شکل میں بے حس و حرکت بند تھا۔ نیلا سانپ بھی وہاں آ گیا۔ اس نے انسان کی شکل اختیار کر لی اور ادب سے الکا کی ایک جانب بیٹھ گیا۔

سانپ کے دھڑ والی عورت الکا منتر پڑھنے لگی۔ منتر پڑھتے پڑھتے وہ بیچ میں رک کر ناگ کی بوتل پر پھنکار ایسی پھونک مار دیتی تھی۔ سات مرتبہ پھونک مارنے کے بعد الکا نے ناگ والی بوتل کو اٹھا کر اس کا ڈاٹ کھول دیا اور اُلٹا کر کے پیچھے ہاتھ مارا۔ بوتل کے اندر ناگ اسی حالت میں لکڑی کی چوکی پر گرا کہ وہ بہت چھوٹا اور باریک سانپ بن گیا تھا

محل پر قبضہ کرنے آرہی ہوں۔ تیرا جادو اب مجھ پر نہیں چل سکے گا۔"

الکا قہقہے مار کر ہنسنے لگی۔ اس کا ساتھی نیلا سانپ یعنی راکش بھی بہت خوش تھا۔ آخر الکا دیوی دوبارہ عورت کے جسم میں تبدیل ہونے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ ایک ہزار برس پہلے سامری جادوگر نے ان دونوں کو سانپ بنا کر اپنے محل سے نکال دیا تھا کیونکہ انہوں نے اس کے تخت پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی اور کہا تھا۔

"الکا! تم آدھی سانپ اور آدھی عورت بن کر قیامت تک زمین پر رینگتی رہو گی۔ راکش بھی سانپ بن جائے گا۔ اب تم کبھی میرے محل کا رخ نہ کر سکو گے۔ نہ تم زندوں میں ہو گے نہ مُردوں میں۔ یہی تمہاری سزا ہے۔"

مگر الکا کو ایک جادوگر نے بتا دیا تھا کہ اگر کسی طرح تم ناگ دیوتا کو قابو کر کے اس پر طلسمی منتر پڑھ کر سات بار پھونکو گی تو تم دوبارہ عورت کے روپ میں آجاؤ گی۔ جادوگر نے کہا تھا۔

"مگر خبردار! ناگ دیوتا کو اپنے سے جدا نہ کرنا اس کی انگوٹھی بنا کر اپنی انگلی میں پہن لینا۔ پھر

الکا نے مسکرا کر راکش کی طرف دیکھا اور کہا۔

"راکش! میری ہزار سال کی محنت اب کامیاب ہونے والی ہے۔ میں اس مقدس ناگ دیوتا کو انگوٹھی بنا کر جب اپنی انگلی میں پہنوں گی تو میرا سانپ کا دھڑ عورت کا بن جائے گا۔"

یہ کہہ کر الکا نے ناگ کو چوکی پر سے اٹھا لیا۔ ناگ سب کچھ سن رہا تھا۔ سب کچھ دیکھ رہا تھا مگر وہ بے حس تھا۔ نہ بول سکتا تھا نہ سانس لے سکتا تھا۔ الکا نے ناگ کو اٹھا کر اسے گول انگوٹھی کی طرح کیا اور پھر اپنی انگلی میں پہن لیا۔ ناگ اتنا چھوٹا اور پتلا ہو گیا تھا کہ ایک چھوٹی سی انگوٹھی بن گیا۔ الکا نے ناگ کو انگوٹھی بنا کر اپنی انگلی میں پہنا ہی تھا کہ ایک بجلی سی چمک گئی۔ وہاں روشنی ہوئی اور اس روشنی کے ساتھ ہی الکا کا نچلا دھڑ جو پہلے سانپ کا تھا اب ایک عورت کے دھڑ میں تبدیل ہو گیا۔

الکا نے خوشی سے ایک زوردار پھنکار ماری اور کہا۔

"سامری! سامری! میں نے تجھے شکست دے دی۔ میں آخر ناگن انسان بننے میں کامیاب ہو گئی۔ اب تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں تیرے طلسمی

تمہارے اندر اتنی طاقت آجائے گی کہ تم پر دنیا
کا کوئی جادو اثر نہ کر سکے گا۔"

الکا نے آدھا سانپ بن کر ایک ہزار سال تک ناگ
کا انتظار کیا تھا۔ اب وہ بڑی خوش تھی۔ اس نے
سے کہا۔

"راکش! چلو۔ ہم سامری کے محل پر قبضہ کرنے
جا رہے ہیں۔ میرے ساتھ آؤ۔"

ایک پھنکار کے ساتھ الکا ناگن بن گئی۔ راکش
سانپ بن گیا۔ اور وہ دونوں ہڈیوں کے ڈھانچوں کے
کے نیچے ایک خفیہ دروازے میں سے گزر کر تاریک
میں چلنے لگے۔ اس سرنگ نے ان دونوں کو اہرام کے
پہنچا دیا۔ باہر دن کی روشنی میں آتے ہی وہ اُڑن سا
بن گئے اور ہوا میں اُڑتے ہوئے آسمان میں غائب ہو گئے
وہ سامری کے محل کی طرف جا رہے تھے۔

○

اہرام کے باہر دوسری طرف عنبر بیٹھا تھا۔
ناگ کو اہرام کے اندر گئے کافی دیر ہو گئی تھی۔
وہ اٹھ کر بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ پھر اس نے پتھر کے
سے کہا۔

"کیا تم اہرام کے اندر سے ناگ کے جسم کی لہروں
کو آتے محسوس کر رہے ہو؟"
پتھر کے پتلے نے کہا۔

"وہ سانپ کی شکل میں ہے۔ میں اس کے جسم
کی لہروں کو صرف انسانی جسم میں ہی محسوس کر سکتا
ہوں۔"

عنبر سوچنے لگا کہ ناگ نے اتنی دیر کیوں لگا دی؟ جب
اور زیادہ وقت گزر گیا تو اسے تشویش ہوئی۔ وہ اس ریتلے
شگاف کو دیکھنے لگا جہاں سے ناگ سانپ بن کر اندر گیا
تھا۔ یہاں اس نے ناک لے جا کر ناگ کی بو سونگھنے
کی کوشش کی۔ وہ تڑپ کر پیچھے ہٹ گیا اور پتلے
سے بولا۔

"مجھے ناگ کی خوشبو نہیں آ رہی۔"
پتھر کا پتلا یاقوت کچھ سوچ کر بولا۔
"ہو سکتا ہے ناگ کسی بند کوٹھڑی میں چلا گیا ہو۔"
عنبر بولا۔
"ناگ چاہے کسی بند کوٹھڑی میں ہی کیوں نہ چلا
جائے اس کے جسم کی خوشبو دیواروں میں سے بھی
آجایا کرتی ہے۔"

پتھر کے پتلے نے کہا۔

"پھر اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

عنبر نے کہا۔

"میں اہرام کے اندر جا کر ناگ کو تلاش کروں گا۔"

پتلا خاموش رہا۔ عنبر نے پتلے کو اٹھا کر جیب میں رکھا اور اہرام کے شگاف کے پاس آگیا۔ یہ بڑا چھوٹا سا شگاف تھا مگر عنبر اس کے اندر ہاتھ ڈال سکتا تھا۔ عنبر نے شگاف میں ہاتھ ڈال کر اس کے اوپر جو بھاری پتھر لگا ہوا تھا اسے ایک ہی جھٹکے سے اپنی جگہ سے اکھاڑ ڈالا۔ اس کے بعد تین اور پتھر بھی اکھاڑ ڈالے۔ اب وہاں اتنا راستہ بن گیا تھا کہ عنبر اندر داخل ہو سکتا۔ عنبر اہرام کی دیوار میں گھس گیا۔

دیوار کی دوسری جانب وہی تنگ و تاریک گلی آگئی جہاں سے ناگ گزر گیا تھا۔ عنبر اندھیرے میں پھونک پھونک کر قدم اٹھاتا چل رہا تھا۔ آگے کنواں آگیا۔ عنبر اس سے بچ کر آگے گزر گیا۔ اس کے بعد بائیں جانب وہ کوٹھڑی تھی جس کے اندر تابوت میں ممی بند تھی۔ عنبر نے تابوت کو کھول کر دیکھا۔ ممی مردہ پڑی تھی۔ یہاں ناگ کی ہلکی ہلکی خوشبو آرہی تھی۔ عنبر نے پتلے سے کہا۔

"ناگ یہاں سے ہو کر گیا ہے۔ ہم آگے چلتے ہیں۔"

عنبر کوٹھڑی سے نکل کر آگے روانہ ہوا۔ اہرام میں بھول بھلیاں سی بنی ہوئی تھیں۔ مگر عنبر اہرام کی تمام بھول بھلیوں کو جانتا تھا۔ کیونکہ اس کا بچپن اہراموں کے آس پاس ہی گزرا تھا اور مصر کے اہرام اس کے سامنے تعمیر کیے گئے تھے۔ آگے ایک زینہ نیچے اتر رہا تھا۔ عنبر زینہ اتر کر اس کوٹھڑی میں آگیا جہاں وہ خالی تابوت پڑا تھا۔ جس کے اندر چھوٹا سا شگاف تھا۔

عنبر نے اس شگاف کو غور سے دیکھا۔ مگر اب اس شگاف کی دوسری جانب ایک پتھر آگیا تھا۔

"ناگ یہاں سے بھی نہیں گزر سکتا۔ وہ ضرور اسی جگہ کہیں ہے۔"

یہ کہہ کر عنبر نے ناگ کو آواز دینی شروع کر دی۔ اس کی آواز بند اہرام کی فضا میں گھٹ کر رہ جاتی۔ یہاں بھی ناگ کی ہلکی ہلکی خوشبو پھیلی تھی۔

عنبر کہنے لگا۔

"اگر ناگ یہاں نہیں ہے تو پھر اس کی خوشبو کہاں سے آرہی ہے؟"

پتلے نے کہا۔

"ہو سکتا ہے وہ کسی مشکل میں پھنس گیا ہو۔
یہ اہرام جادو کی نگری ہے۔ یہاں فرعونوں نے
کئی طلسم کر رکھے ہیں۔"

عنبر بولا۔

"میں فرعونوں کو بھی جانتا ہوں اور ان کے طلسموں
کو بھی۔"

عنبر نے اہرام کے اندر جتنی کوٹھڑیاں اور بھول بھلیاں
تھیں ساری کی ساری کھنگال ڈالیں مگر اُسے ناگ کا کوئی
سراغ نہ ملا۔ اب آہستہ آہستہ وہاں کی فضا سے ناگ کی خوشبو
بھی مدھم پڑتے پڑتے غائب ہونے لگی تھی۔

پتھر کے پتلے نے کہا۔

"عنبر بھائی! میرا خیال ہے ناگ کسی طلسم کا شکار
ہو کر یہاں سے اغوا ہو گیا ہے۔ یہاں اسے تلاش
کرنا بیکار ہے۔ مجھے بھی اس کے جسم کی لہریں
محسوس نہیں ہو رہی ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ
یہاں نہیں ہے۔ ہمیں اہرام سے باہر نکل کر اسے
تلاش کرنا چاہیئے۔"

عنبر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"ہم اسے باہر کہاں تلاش کریں گے؟ وہ تو ہماری
آنکھوں کے سامنے اس اہرام میں داخل ہوا تھا۔"

پتلا بولا۔

"لیکن اب وہ یہاں نہیں ہے۔ یہاں اسے تلاش
کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔"

عنبر کچھ دیر خاموش بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر وہ اٹھا اور بولا۔

"ٹھیک ہے ہم ناگ کو اہرام سے باہر ڈھونڈیں
گے۔"

عنبر اہرام سے باہر آگیا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ چاروں
طرف دن کی روشنی پھیلی تھی۔ عنبر بولا۔

"یاقوت! تمہارے خیال میں ہمیں کس طرف کا رُخ
کرنا چاہیئے؟"

پتھر کا پتلا کہنے لگا۔

"عنبر بھائی! تمہارا اور ناگ کا تعلق ملک مصر سے
ہے۔ اور ملک مصر یہاں سے دور نہیں۔ میرا
خیال ہے کہ ہمیں ملک مصر میں جا کر وہاں ناگ کو
تلاش کرنا چاہیئے۔"

عنبر کیا جواب دیتا۔ اس کے پاس دوسرا کوئی راستہ نہیں
تھا۔ اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے ہم مصر ہی چلتے ہیں۔"
اور ہم اہرام کو پیچھے چھوڑ کر شہر خرطوم کی طرف روانہ ہو
گئے۔ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ ایٹمی جنگ نے شہر کو تباہ
کر رکھا تھا۔ کوئی مکان کوئی بلڈنگ سلامت نہیں تھی۔ ہر
طرف ملبے کے ڈھیر ہی ڈھیر پڑے تھے۔ لوگ یا تو مر گئے تھے
اور اگر کوئی بچا بھی تھا۔ تو وہ جنگل کی طرف نکل گیا تھا۔ عنبر
سوڈان کے ملک میں پہلے بھی کئی بار آ چکا تھا۔ دن بھر وہ ملک مصر کی
سرحد کی طرف چلتا رہا۔ شام کے قریب ایک جگہ جا
میں اس نے سوڈان کی سرحد عبور کی اور ملک مصر میں داخل
ہو گیا۔

مصر اس کا اپنا وطن تھا۔ آج سے ہزاروں برس پہلے
وہ اس ملک کے ایک شاہی محل کے قریب دریائے نیل کے
ایک مکان میں پیدا ہوا تھا۔ یہاں اہرام کے پاس اس
کے ماں باپ کی قبریں تھیں۔ مگر اب وہاں ان کا نام و نشان
تک نہ تھا۔

عنبر نے [illegible] آ کر دیکھا۔ یہ تمام اہرام [illegible]
[illegible] تھا۔ اہرام کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا
[illegible] تھا۔ [illegible]
اور [illegible]

سوائے تیرتے ہوئے گھاس پھونس کے اور کچھ نہیں تھا۔
کسی نے سچ کہا ہے۔ دنیا میں ہر شے فانی ہے۔ تاریخ ہمیں
یہی سبق سکھاتی ہے۔
شہر کے کچھ فولادی مینار ٹیڑھے ہو گئے ہوئے تھے۔ یہ
ایٹمی تابکاری کا اثر تھا۔ عنبر نے سوچا کہ کیوں نہ وہ فرعون
کے اہرام میں جا کر دیوی طلالہ سے رابطہ پیدا کر کے اس
سے ناگ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش
کرے۔ عنبر شہر سے نکل کر مصر کے سب سے پرانے
اور پہلے اہرام کے پاس آ گیا۔ اس اہرام پر بھی ایٹمی جنگ
کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ صرف اس کا دروازہ جہاں سے
سیاح گزر کر اندر جایا کرتے تھے۔ ایک بھاری پتھر گرنے
کی وجہ سے آدھا بند ہو گیا تھا۔ عنبر نے پتھر کے پیچھے کو
دیوی طلالہ کے [illegible] تایا اور اہرام کے اندر داخل
ہو گیا۔ جہاں پہلی بار دیوی طلالہ نے اس سے خطاب
کیا تھا۔

عنبر نے دیوی طلالہ کا نام لے کر [illegible] آواز دی۔
مگر دیوی طلالہ کی روح کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔
وہ [illegible] دیوی طلالہ کی روح کو آوازیں دیتا رہا۔ پہلے اس
اہرام میں صرف ایک [illegible] دیوی طلالہ کی آواز

آجایا کرتی تھی۔ عنبر نے سوچا کہ ہو سکتا ہے ایٹمی جنگ کی تباہی کے بعد ویری بھی اس دنیا سے چلی گئی ہو۔ عنبر نے سارے اہراموں میں گھوم کر دیکھا۔ ایٹمی تابکاری کی وجہ سے اکثر ممیوں کے رنگ سیاہ پڑ گئے تھے اور وہ سیاہ پتھر کی طرح لگ رہی تھیں۔ ان کی ایسی حالت پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ پتھر کے پتلے سے نہ رہا گیا۔ اس نے عنبر سے پوچھ ہی لیا کہ وہ کس کو پکار رہا تھا؟ عنبر نے کہا۔

"تمہیں کیا بتاؤں؟ تم نہیں سمجھ سکو گے"۔

پتلا کہنے لگا۔

"عنبر بھائی! میں سب کچھ جانتا ہوں۔ یہ جو سیاہ پہاڑ اور چٹانیں تمہیں نظر آرہی ہیں ان کو تم یونہی مت سمجھو۔ یہ اندھی اور گونگی بولی نہیں ہیں۔ کوئی دیکھنے اور سننے والا ہو تو یہ بات بھی کرتی ہیں۔ انہوں نے ہزاروں برس کی تاریخ کے واقعات کو اپنے سامنے گزرتے دیکھا ہے۔ میں بھی ان پہاڑوں اور چٹانوں کا ایک حصہ ہوں"۔

عنبر نے کہا۔

"تو پھر تم ہی کیوں نہیں بتاتے کہ ناگ کہاں ہے؟"

پتلا بولا

"کچھ راز ایسے ہیں جو پہاڑوں پر بھی قدرت ظاہر نہیں کرتی۔ یہ غیب کا علم ہے۔ اور بعض غیب کے علم ایسے ہیں کہ جو صرف خدا کو ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اور انسان ان میں دخل نہیں دے سکتے۔ ہاں میں اس سلسلے میں تمہیں مشورہ دے سکتا ہوں"۔

"تو پھر تم کیا مشورہ دیتے ہو؟" عنبر نے پوچھا۔

پتلا کہنے لگا۔

"اگر تم کسی پتھر بنی ہوئی ممی سے بات کرو تو ہو سکتا ہے وہ تمہاری رہنمائی کر سکے"۔

عنبر نے دل میں سوچا کہ پتھر کا پتلا اس سے مذاق کر رہا ہے۔ پھر خیال آیا کہ چلو یہ بھی کر کے دیکھ لیتے ہیں۔ عنبر اہرام کے اندر ایک ایسی ممی کے تابوت کے پاس گیا جو کھلا ہوا پڑا تھا۔ اس کی ممی کے جسم سے لپٹی ہوئی پٹیاں سیاہ ہو کر پتھر کی طرح سخت ہو گئی تھیں۔ ممی کا چہرہ بھی پتھر بن چکا تھا۔ عنبر نے ممی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اے پتھر ہو چکی ممی! کیا تم بتا سکتی ہو کہ ناگ اور ماریا کیتھی اس وقت کہاں ہیں؟"

ممی نے کوئی جواب نہ دیا۔ عنبر نے ایک پھر اپنے سوال کو

دہرایا تو ممی کے سیاہ پتھریلے ہونٹوں میں حرکت پیدا ہوئی
اور اس کے حلق سے خشک آواز نکلی۔
"ماریا کیٹی خلاء میں ہیں، ناگ یہاں سے دور
ایک نیلی وادی میں ہے"
ممی یہ کہہ کر خاموش ہو گئی۔ عنبر نے سوال کیا۔
"یہ نیلی وادی کہاں ہے؟"
ممی نے کہا۔
"ایک دریا ہے۔ نیل سے دریا جتنا بڑا۔ اس کی
ایک آبشار ہے۔ جو پہاڑ پر سے گرتی ہے۔ اس
پہاڑی کے اوپر ایک محل ہے۔ نیلا محل ——— وہاں
ناگ ———"
اس کے بعد ممی کا منہ بند ہو گیا۔ عنبر نے جلدی سے
پوچھا۔
"ہاں ہاں آگے بولو۔ نیلے محل میں ناگ کہاں
ہے؟"
مگر ممی نے آگے ایک لفظ بھی نہ کہا۔ پتھر کا پتلا کہنے لگا۔
"عنبر بھائی! ہمارے لیے اتنی معلومات ہی بہت
ہیں۔ ممی اب نہیں بولے گی"
عنبر وہاں سے ہٹ گیا۔ پتھر کا پتلا ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔

ممی کے ہونٹوں پر تو موت کی خاموشی کی مہر لگ گئی تھی۔
اہرام سے باہر آ کر عنبر نے پتھر کے پتلے سے کہا۔
"یہاں سے دور نیل کے دریا سے بڑا دریا کون
سا ہو سکتا ہے؟"
پتھر کا پتلا کہنے لگا۔
"جہاں تک مجھے معلوم ہے یہاں سے ایک ہزار
میل کے فاصلے پر دریائے زرد بہتا ہے۔ ہو
سکتا ہے ممی نے اسی دریا کا ذکر کیا ہو۔
صرف وہی ایک دریا ہے جو دریائے نیل سے بڑا
ہے"
عنبر نے کہا۔
"کیا کوئی وہاں نیلی وادی بھی ہے یاقوت؟"
پتلا کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر سوچ کر بولا۔
"نیلی وادی شاید اسے اس لیے بھی کہتے ہوں
کہ وہاں نیلے رنگ کی چٹانیں بہت ہیں۔ جب
دوپہر کو سورج کی شعاعیں ان چٹانوں پر پڑتی
ہیں تو ان کے عکس سے ساری وادی میں نیلا
رنگ بکھر جاتا ہے"
عنبر نے اچھل کر کہا۔

"یہ بات تم نے پہلے کیوں نہیں بتائی۔ ضرور وہاں کوئی آبشار بھی ہوگی۔ اور پہاڑ کے اوپر محل بھی ہوگا اور ناگ ہمیں وہیں ملے گا۔ ہم آج ہی نیلی وادی کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔"

پتلا بولا۔

"اور ماریا کیٹی کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

عنبر نے کہا۔

"وہ خلاء میں سفر کر رہے ہیں۔ پہلے ہمیں ناگ کا پتہ لگا کر اسے ساتھ لینا ہوگا۔ اس کے بعد ہم خلا کی طرف جانے کے بارے میں سوچیں گے۔"

عنبر اسی روز قاہرہ سے دریائے زرد کی طرف روانہ ہوگیا۔ یہ وہ علاقہ تھا جہاں عنبر نے اپنا بچپن اور جوانی گزاری تھی۔ اور اسے پانچ ہزار سال سے جانتا تھا۔ مگر آج اس کی تباہی دیکھ کر اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ وہی مصر اور اس کا شہر قاہرہ ہے۔ شہر سے پندرہ میل دور ایک صحرائی گاؤں میں عنبر کو ایک اونٹ مل گیا۔ وہ اس پہ سوار ہوکر دریائے زرد کو چل پڑا۔

○

ناگن الکا

ماریا، کیٹی اور جیبو سانگ خلاء میں ہیں۔

عنبر پتھر کے پتلے کے ساتھ ناگ کی "تلاش" میں نیلی وادی کی طرف جا رہا ہے۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ناگ کو چھوٹی سی انگوٹھی بنا کر اپنی انگلی میں پہن لینے کے بعد ناگن دیوی الکا جب سامری کے محل پہ حملہ کرنے گئی تو اس پہ کیا بیتی؟

ناگن الکا کے ساتھ اس کا ساتھی نیلا سانپ راکش بھی تھا۔ یہ راکش کوئی سانپ نہیں تھا۔ کہ جس کو ایک ہزار برس تک زندہ رہنے کے بعد یہ طاقت مل گئی ہو کہ وہ انسان کا روپ دھار سکتا ہو۔ بلکہ ایک جادوگر انسان تھا۔ اور ایک خاص چلہ کاٹنے کے بعد اس میں اتنی شکتی پیدا ہو گئی تھی کہ وہ سانپ بھی بن سکتا تھا۔ اسی وجہ سے کہ وہ ناگ کو نہیں پہچان سکا تھا کہ وہ دیوتا ہے۔ اگر سانپ ہوتا تو ناگ دیوتا کو ضرور پہچان لیتا

ناگن الکا عورت کی شکل میں ناگ کی انگوٹھی اپنی انگلی میں پہنے راکش کے ساتھ خرطوم کے پرانے اہرام سے نکل کر فضا میں اُڑ گئی تھی۔ وہ انسانی شکل میں فضا میں اس طرح اُڑ رہی تھی کہ نیچے سے کوئی دیکھے تو یہ سمجھے کہ کوئی عقاب اُڑا جا رہا ہے۔ راکش بھی اس کے ساتھ ہی اُڑ رہا تھا۔ کئی جنگل اور صحرا عبور کرتے کے بعد ناگن الکا کو دور سے ایک پہاڑی پر جادوگر سامری کے عالیشان محل کے نیلے نیلے مینار اور سنہری گنبد دکھائی دیئے۔

ناگن الکا نے راکش سے اُڑتے اُڑتے کہا۔

"راکش ہوشیار ہو جاؤ۔ سامری کی سلطنت کی حد شروع ہو رہی ہے۔"

راکش بولا۔

"الکا دیوی! تم نے ناگ دیوتا کی انگوٹھی پہن رکھی ہے۔ تم پر سامری کا جادو اثر نہیں کرے گا۔"

ناگن الکا نے کہا۔

"لیکن وہ ہم پر حملہ ضرور کرے گا۔ اسے حملہ کرنے دو۔ میں اس کے محل پر قبضہ کرنے

آئی ہوں۔ میں اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں گی۔"

ناگن الکا اور راکش جونہی جادوگر سامری کی سلطنت میں داخل ہوئے۔ انہیں ایک زبردست جھٹکا لگا۔ اور وہ اُڑتے اُڑتے اوپر کو اٹھ گئے۔ ان کے پاس اگر ناگ دیوتا کی انگوٹھی نہ ہوتی تو وہ اسی جگہ جل کر بھسم ہو گئے ہوتے۔ ناگن الکا چلا کر بولی۔

"سامری! تیری موت آ رہی ہے۔ میں تمہیں اب زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

اس کے ساتھ ہی سامری کے محل کے گنبد میں سے ایک سرخ شعلہ بلند ہوا۔ یہ شعلہ ایک گیند کی شکل اختیار کر کے تیز رفتاری سے ناگن الکا اور راکش کی طرف بڑھا۔ اور پھر اس شعلے نے ان دونوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ناگن الکا نے چیخ کر کہا۔

"راکش! ہمیں کچھ نہیں ہوگا۔ بس تم سانس مت کھینچنا۔"

راکش نے اپنا سانس روک لیا۔ اب جادو کے ذریعے ان کے جسم کے ذروں کے ساتھ ہوا اندر داخل ہو رہی تھی۔ مگر آگ ان پر ذرا بھی اثر نہ کر سکی تھی۔ وہ دونوں

جاؤ گے"۔

راکش نے لپک کر ناگن الکا کا ہاتھ تھام لیا۔ الکا کے دوسرے ہاتھ میں ناگ کی انگوٹھی تھی عفریت کے سانس میں اس قدر کشش تھی کہ ناگن الکا بھی خود بخود اس کی طرف کھنچنے لگی۔ الکا نے فوراً ناگ کی انگوٹھی والا ہاتھ عفریت کی طرف کر دیا۔ انگوٹھی میں سے نیلے رنگ کی تیز شعاع نکل کر عفریت کے جسم پر پڑی۔ ایک اور دھماکہ ہوا اور عفریت کا جسم پرزے پرزے ہو کر بکھر گیا۔

ناگن الکا نے غضبناک آواز میں نعرہ لگایا۔

"سامری! تیرا کوئی جادو اب مجھ پر نہیں چلے گا۔ اب تو اپنی خیر منا۔ میں حملہ کرنے لگی ہوں۔"

ناگن الکا محل کے دروازے کی طرف لپکی۔ دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ اور اندر سے سانپوں کا ایک لشکر پھنکارتا ہوا نکلا اور ناگن الکا کی طرف بڑھا۔ الکا نے یہاں بھی ناگ دیوتا کی انگوٹھی کو سامنے کر دیا۔ ناگ دیوتا کو انگوٹھی کی شکل میں دیکھتے ہی سارے کے سارے سانپ وہیں غائب ہو گئے۔ الکا محل میں داخل ہو گئی۔

محل کے بڑے دروازے پر دو انسان پہرہ دے رہے تھے۔ ناگن الکا کو دیکھتے ہی وہ اژدھا بن گئے اور پھنکارتے

بالکل محفوظ حالت میں آگ کے گولے میں سے نکل گئے۔

اب وہ سامری کے محل کے اوپر آ گئے تھے۔

محل کے اندر سے اچانک دو اژدھا اپنے نتھنوں اور منہ سے آگ خارج کرتے پھنکارتے شور مچاتے نکلے اور ہوا میں اڑتے ہوئے ناگن الکا اور راکش کی طرف بڑھے۔ ناگن الکا نے ناگ کی انگوٹھی والا ہاتھ آگے کر دیا۔ ناگ کے باریک اور مڑے ہوئے جسم میں سے شعاعیں نکل کر اژدہوں پر پڑیں۔ ایک دھماکہ کے ساتھ ان کے جسم پھٹ کر فضا میں بکھر گئے۔

ناگ یہ سارا تماشہ دیکھ رہا تھا۔

ناگن الکا اور راکش فضا میں سے غوطہ لگا کر نیچے محل کے صحن میں اتر آئے۔ ناگن الکا نے اپنی سرخ آنکھیں محل کے شاہی حجرے کی طرف اٹھائیں اور چیخ کر کہا۔

"سامری تیرا آخری وقت آن پہنچا ہے"

اچانک سامری کے محل سے دھماکے کی آواز کے ساتھ ایک بہت بڑا بھیانک عفریت اچھلتا ہوا نکلا اور اس نے ناگن الکا کی طرف منہ کھول کر سانس اندر کو کھینچا۔ ناگن الکا نے راکش سے کہا۔

"میرا ہاتھ پکڑ لو۔ نہیں تو عفریت کے منہ میں چلے

ہوئے الکا کی طرف لپکے۔ الکا نے انگوٹھی کے اشارے
سے انہیں بھی جلا کر راکھ کر دیا۔
اب وہ محل کے بڑے ہال کمرے میں آگئی۔ اس ہال
کے سامنے تخت پر سامری جادوگر بیٹھا تھا۔ اس کے
درباری جادوگر اس کے دائیں بائیں کھڑے تھے۔ ان
کی گردنوں میں زہریلے سانپ پھن اٹھائے جھوم رہے
تھے۔
سامری جادوگر کے جسم پر بھی سانپ لپٹے تھے۔ اس
کے ایک ہاتھ میں انسان کی کھوپڑی تھی۔ ناگن الکا
کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ تخت پر اٹھ کھڑا ہوا
اس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ اس کے جسم کے ساتھ
لپٹے ہوئے سانپ پھنکارنے لگے۔ سامری نے غضبناک
آواز میں گرج کر کہا۔
"الکا! تجھے تیری موت میرے پاس واپس لے
آئی ہے۔ تو یہاں سے بچ کر واپس نہیں جا
سکتی۔"
ناگن الکا نے بھی چیخ کر کہا۔
"سامری میں تیری موت بن کر تیرے پاس
آئی ہوں۔ تیری زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں۔"

سامری کو طیش آگیا۔ اس نے اپنے جسم سے لپٹے ہوئے
سانپوں کو حکم دیا۔
"اس گستاخ عورت کو ہلاک کر ڈالو۔"
دس بارہ زہریلے سانپ سامری کے جسم سے اچھل
کر الکا کی طرف دوڑے۔ مگر ناگ دیوتا کی انگوٹھی نے
انہیں راستے میں ہی بھسم کر دیا۔ سامری نے یہ ماجرا دیکھا
تو اپنے ہاتھ میں تھامی ہوئی انسانی کھوپڑی کو حکم دیا۔
"اڑ کر کھوپڑی! ناگن الکا کو ہڑپ کر لے۔"
کھوپڑی کے منہ سے چیخ بلند ہوئی اور وہ ہوا
میں اڑ کر ناگن الکا کے سر کے اوپر بیٹھ گئی۔ راکشش
پیچھے ہٹ گیا۔ ناگن الکا نے چلا کر کہا۔
"راکشش! میرے قریب سے مت ہٹنا نہیں تو
مارے جاؤ گے۔"
ناگن الکا نے ناگ دیوتا کی انگوٹھی والا ہاتھ اوپر اٹھا
کر انگوٹھی کو انسانی کھوپڑی کے ساتھ لگا دیا۔ ناگ کے
جسم کا کھوپڑی کے ساتھ لگنا تھا کہ انسانی کھوپڑی چٹاخ
سے چار ٹکڑے ہو کر پیچھے گر پڑی۔ کھوپڑی کے ٹکڑے
فرش پر الگ الگ ہو کر تڑپ رہے تھے۔ پھر وہ
پتھر بن گئے۔ سامری کے ساتھی جادوگروں نے یہ حالت دیکھی

تو وہاں سے بھاگ گئے۔ کیونکہ سامری کے سارے جادو کے حملے ناکام ہو گئے تھے۔ مگر سامری کے پاس ایک آخری جادو ابھی باقی تھا۔

سامری نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کیے۔ وہ انسان سے ایک بہت بڑا گدھ بن گیا جس کی آنکھوں اور پنجوں سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔ اس گدھ نے ناگن الکا پر حملہ کر دیا۔ ناگن الکا نے ناگ دیوتا کی انگوٹھی اس کی طرف کر دی۔ انگوٹھی میں سے وہی نیلی روشنی کی شعاع نکل کر گدھ پر پڑی اور گدھ دو ٹکڑے ہو کر فرش پر گر گیا۔ گرتے ہی وہ بہت بڑا سانپ بن کر پھنکارتا ہوا ناگن الکا پر حملہ آور ہوا۔ اس بار الکا نے اس کی طرف انگوٹھی کا اشارہ کیا اور کہا۔

"سامری! یہ تیری زندگی کی آخری گھڑی ہے۔"

اور اس دفعہ ناگن الکا کے منہ سے بھی ایک سرخ روشنی نکل کر سامری کے جسم پر پڑی اور گدھ کے دونوں ٹکڑوں میں آگ بھڑک اٹھی، سامری انسانی شکل میں آگیا۔ اور جادو کے زور سے فرش پر سے دس فٹ اوپر کو اچھلا۔ ناگن الکا نے ایک بار پھر اپنے منہ سے نکلتی روشنی اس پر پھینکی۔

سامری کے حلق سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور وہ جسم ہو کر راکھ ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی فضا میں خوف ناک ڈراؤنی آوازیں چیخیں بلند ہوئیں۔ اور پھر یہ چیخیں غائب ہو گئیں۔ سامری مر چکا تھا۔

ناگن الکا نے اپنی فتح کی خوشی میں ایک ایسا نعرہ بلند کیا کہ سامری کے محل کی دیواریں ہل گئیں۔ راکش کی طرف دیکھ کر الکا بولی۔

"راکش! ہم نے سامری کو ہلاک کر ڈالا۔ اب میں اس محل کی ملکہ ہوں۔"

ناگن الکا قہقہے لگاتی تخت پر جا کر بیٹھ گئی۔ اس کو تخت پر بیٹھتے دیکھ کر سامری کے وہ درباری جادوگر جو اس کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے فوراً آئے اور الکا کے سامنے سر جھکا دیئے۔ الکا نے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تم مصیبت کے وقت سامری کا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ مگر میں تمہیں معاف کرتی ہوں۔ آج سے تم لوگ میرے درباری بھی ہو اور میرے غلام بھی ہو۔ تم خوب جانتے ہو کہ میں تم سے، تمہارے سامری سے بھی بڑی جادوگرنی ہوں۔ تم اگر میرے غلام بن کر رہو گے تو تمہیں یہاں

سب کچھ ملے گا۔ اگر تم نے بغاوت کرنے کی
کوشش کی تو میرے طلسمی سانپ جو محل میں
پہرہ دے رہے ہوں گے تمہیں وہیں ایک ایک
کر کے ڈس دیں گے۔"
یہ کہہ کر ناگن الکا نے ہوا میں دونوں ہاتھ کھول کر
بند کئے تو اس کے دونوں ہاتھوں میں زہریلے سانپ
تھے۔ الکا نے ان سانپوں کو فرش پر پھینکا اور کہا۔
"میرے ساتھیو! میرے دوستو! اس محل کی
حفاظت اب تمہاری ذمے داری ہے۔ ان لوگوں
کی خبر گیری کرنا۔ کسی کے دل میں بغاوت کا
خیال بھی آئے تو اسے ڈس کر وہیں ہلاک کر
دینا۔"
سارے سانپ ایک ایک کر کے تمام درباری
جادوگروں کے پاس گئے۔ ان کے جسموں کو سونگھا اور
ادھر ادھر دوڑ کر محل میں پھیل گئے۔ ناگن الکا نے
کہا۔
"ان سانپوں نے تمہارے جسموں کی بو سونگھ
لی ہے۔ تم مجھے دھوکہ دے کر دنیا میں جہاں
بھی جاؤ گے یہ طلسمی سانپ تمہاری بو سے

پیچھے پیچھے وہاں پہنچ کر تمہیں جہنم میں پہنچا
دیں گے۔"
ناگن الکا نے سامری کے سارے محل پر قبضہ کر لیا۔
محل کی ساری جادوگر عورتیں، نوکرانیاں، خادمائیں۔ اور
جادوگر درباری اور نوکر اس کے آگے آ کر جھک گئے۔
الکا نے راکش کو اپنا وزیر اعظم بنا دیا۔ اس نے محل کے
اردگرد ایک طلسم کا دائرہ کھینچ دیا کہ اگر کوئی چڑیا بھی
اس دائرے میں داخل ہو تو وہیں جل کر راکھ ہو جائے۔
اسی روز ناگن الکا نے اپنی تاجپوشی کا شاندار جشن
منایا اور اپنے سر پہ ہیرے جواہرات کا قیمتی تاج پہنا
اس کا وزیر راکش یعنی نیلا سانپ اس کے ساتھ ہی
تخت پر بیٹھا تھا۔ ناگ الکا کی انگلی سے انگوٹھی بن کر
لپٹا یہ سارا تماشہ دیکھ رہا تھا اور دل میں سوچ رہا
تھا کہ اس مصیبت سے عنبر اسے کیوں کر نجات دلائے
گا؟
ناگ کا ذہن اور آنکھیں کام کر رہی تھیں۔ وہ سوچ
بھی سکتا تھا اور دیکھ بھی سکتا تھا۔ مگر اپنے چھوٹے
سے جسم کو یہ انگوٹھی کی طرح مڑا ہوا تھا اور الکا کی
انگلی سے لپٹا ہوا تھا، حرکت نہ دے سکتا تھا۔ اگر وہ اپنے

جسم کو حرکت دے سکتا تو ضرور اس کی انگلی سے رینگ
کر اُتر جاتا۔

جشنِ تاجپوشی کے بعد رات کو الکا اپنی خوابگاہ
میں آ کر لیٹ گئی۔ ناگ کا خیال تھا کہ وہ اپنی انگوٹھی اتا
کسی ڈبی میں رکھ دے گی مگر اس نے ایسا نہ کیا۔ کنیزیں
الکا کے بالوں کو ریشمی رومال میں لپیٹ رہی تھیں۔ پھر
ساری کنیزیں اور خادمائیں چلی گئیں اور الکا اپنے خوبصورت
بچھونے پر لیٹ گئی۔ ناگ اس کی انگلی سے لپٹا سوچ رہا
تھا کہ وہ کب تک اس قید میں جکڑا رہے گا؟ الکا گہری
نیند سو گئی تھی۔ ناگ کو اس کے ہلکے ہلکے خراٹوں کی آواز
سنائی دے رہی تھی۔ ناگ بول بھی نہیں سکتا تھا۔
اگر وہ بول سکتا تو سانپ کی آواز میں اس طلسمی محل
میں رہنے والے سانپوں میں سے کسی کو بلا کر اس سے
مدد حاصل کرتا۔ نہ جانے یہ کس قسم کے طلسمی سانپ تھے
کہ ناگ دیوتا کی خوشبو کو بھی نہیں سونگھ سکتے تھے۔
ظاہر ہے یہ سارا محل طلسمی تھا اور سانپ بھی
جادو کے تھے۔

جب رات آدھی گزر گئی تو اچانک الکا کے خراٹے
بند ہو گئے۔ وہ آہستہ سے جاگ کر بچھونے سے نکل کر پلنگ

سے نیچے اتر آئی۔ پلنگ کے پاس ہی ایک پتھر کا بکس
رکھا ہوا تھا۔ الکا نے اس بکس کا ڈھکنا کھول کر اس
کے اندر پڑا ہوا مور کا پنکھ اٹھا لیا۔ یہ مور کا پنکھ بھی
پتھر کا تھا۔ الکا مور کے پنکھ کو لے کر خوابگاہ کے کونے
میں پردے کے پیچھے چلی گئی۔

ناگ اس کی انگلی سے لپٹا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔
الکا نے دیوار میں ایک جگہ مور کے پنکھ کو لگایا تو وہاں
سے ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ دیوار میں ایک راستہ بن
گیا۔ اس کے آگے زینہ بنا ہوا تھا جو نیچے جاتا تھا۔ الکا
زینہ اتر گئی۔ ناگ یہ سارا ڈرامہ دیکھ رہا تھا۔ نیچے
ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جس کی چھت پر ایک الو کی شکل
کا فانوس لگا ہوا تھا۔ اس فانوس میں سے ہلکی ہلکی
روشنی نکل رہی تھی۔

الکا اس فانوس کے نیچے جا کر کھڑی ہو گئی۔ پھر اس
نے فانوس کی طرف منہ اٹھا کر کہا۔

" افراسیاب! میں نے تیری مدد سے ساری
کو شکست دی ہے۔ لیکن مجھے تمہارے بتائے
ہوئے راز یعنی اس ناگ دیوتا کی طرف سے
پریشانی ہے۔ اگر کسی روز یہ مجھ سے چھین لیا گیا۔

"تو میں کیا کروں گی؟"

فانوس میں روشنی جلنے بجھنے لگی۔ فانوس میں سے آواز آئی۔

"الکا۔ تیری بادشاہت اس انگوٹھی سے قائم ہے۔ اگر یہ ناگ دیوتا والی انگوٹھی کسی دوسرے انسان نے پہن لی تو تمہارا جادو ختم ہو جائے گا۔ اور تمہارا نچلا دھڑ سانپ کا بن جائے گا۔"

الکا بولی۔

"پھر میں کیا کروں؟ اس انگوٹھی کو کس جگہ سنبھال کر رکھوں کہ اس پر کسی دوسرے باہر کے انسان کی نظر نہ پڑ سکے؟"

الو کے فانوس میں سے افراسیاب کی آواز آئی۔

"تم اسے اتار کر میرے فانوس کے اندر چھپا دو۔ وہاں تک کوئی باہر کا انسان نہیں پہنچ سکتا۔"

الکا نے فوراً ناگ والی انگوٹھی اتاری اور اسے الو کی شکل والے فانوس کے اندر چھپا کر رکھ دیا۔ بولی۔

"اب تم اس کی حفاظت کرنا افراسیاب!"

افراسیاب جادوگر کی آواز آئی۔

"تم فکر نہ کرو۔ میں اس کی حفاظت کروں گا۔ اب تم سکون کے ساتھ جا کر آرام کرو۔"

الکا بولی۔

"میں اسی لیے تمہارے پاس آئی تھی۔ کیونکہ مجھے انگوٹھی کے کھو جانے کا خیال پریشان کر رہا تھا۔"

یہ کہہ کر الکا تہہ خانے سے واپس اپنی خواب گاہ میں آ گئی۔ اس نے مور کا پنکھ پلنگ کے پاس پتھر کے ڈبے میں بند کر دیا اور آرام سے سو گئی۔

ناگ انگوٹھی کی شکل میں تہہ خانے کے اندر الو کے فانوس میں خاموش پڑا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اب تو یہاں سے کوئی بھی اسے نہیں نکال سکتا۔

○

دوسری طرف عنبر صحراؤں میں سفر کرتا چلا آ رہا تھا۔ پتھر کا پنکھ اس کی جیب میں تھا۔ وہ اونٹ پر بیٹھا تھا۔ اسے سفر کرتے کئی دن گزر گئے تھے۔ ابھی تک کسی جانب سے بھی اسے ماریا، کیٹی یا ناگ کی خوشبو محسوس نہیں ہوئی تھی۔ ایک رات بڑے زور کی آندھی آئی۔ صحرا میں ریت کے ٹیلے اڑنے لگے

اونٹ سے اُتر کر اس کی اوٹ میں کمبل اوپر لے کر بیٹھ گیا۔ جب آندھی تھمی تو اس پر ریت ہی ریت پڑی تھی۔ اس نے ریت کو جھاڑا اور پتھر کے پتلے کو جیب سے نکال کر پوچھا۔

"یاقوت! تمہارا کیا خیال ہے ابھی دریائے زرد کتنی دور ہوگا؟"

پتھر کے پتلے نے ایک طرف سے ہوا میں موجود ریت کے ذرّوں کو سونگھ کر کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم اگر شمال کی طرف چلتے رہے تو صبح دریائے کے کنارے پہنچ جائیں گے۔"

عنبر اونٹ پر سوار ہو گیا اور سفر شروع کر دیا۔ پتھر کے پتلے کا اندازہ صحیح تھا۔ دن نکلا تو عنبر نے دیکھا کہ سامنے ایک دریا بہہ رہا تھا۔ دریا کے دوسرے کنارے سے دور چھوٹے چھوٹے پہاڑ تھے۔ عنبر نے یاقوت سے کہا۔

"یاقوت! دریا پر تو ہم آ گئے ہیں۔ اب مجھے یقین ہے کہ نیلی وادی ان سامنے والے پہاڑوں کے درمیان ہوگی۔"

"ہاں۔" یاقوت نے کہا۔ "ہمیں اسی طرف سفر کرنا ہوگا۔"

عنبر نے اونٹ کو وہیں چھوڑ دیا اور دریا کو تیر کر پار کیا۔

دریا کی دوسری جانب پتھریلا میدان تھا۔ یہ میدان ختم ہوا تو پہاڑی سلسلہ شروع ہو گیا۔ دریا آگے سے گھوم کر ان پہاڑیوں میں آ گیا تھا۔ وادی میں پہنچتے ہی عنبر نے دیکھا کہ وہاں نیلے رنگ کی اونچی اونچی چٹانیں تھیں جن پر دھوپ پڑ رہی تھی اور ساری وادی میں ہلکی ہلکی نیلی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ عنبر نے خوش ہو کر کہا۔

"یاقوت! ہم نیلی وادی میں پہنچ گئے ہیں۔ اب آبشار کو تلاش کرنا ہے۔"

وادی میں سفر کرتے ہوئے عنبر پہاڑی کی دوسری طرف آیا تو دیکھا کہ سامنے ایک اونچا پہاڑ تھا جس کی ایک طرف سے آبشار نیچے جھیل میں گر رہی تھی۔ عنبر کا چہرہ خوشی سے کھِل اُٹھا۔

"یاقوت! یہی ہے وہ آبشار جس کا ذکر ممی نے کیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ اب ہم

ہیں ہے تو تمہاری موجودگی سے جادوگر ہوشیار
ہو سکتا ہے اور ناگ کو نقصان پہنچنے کا خطرہ
پیدا ہو سکتا ہے۔"

"تو پھر تمہاری کیا رائے ہے؟" عنبر نے پربھ
پتلے سے کہا۔

"تمہیں بھیس بدل کر وہاں جانا چاہیئے۔"
عنبر کہنے لگا۔

"میں یہاں کس طرح سے بھیس بدل سکتا ہوں۔ جب
یہاں تو کوئی دوسرا آدمی نظر نہیں آرہا کہ میں اس
سے کپڑے پہن لوں۔"

عنبر کے اس سوال کا پتلے نے کوئی جواب نہ دیا۔ عنبر
نے خود ہی اپنے ذہن میں طے کرلیا۔ کہ وہ خفیہ طریقے
سے اس محل میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا۔

پہاڑی سے اتر کر وہ دوسری وادی میں گزرتا ہوا
طلسمی محل والے پہاڑ کی طرف بڑھا۔ پہاڑ کی چڑھائی بڑی
سیدھی تھی مگر عنبر کے لیے یہ چڑھائی کچھ زیادہ مشکل
نہیں تھی۔

وہ پہاڑ کی آدھی چڑھائی چڑھ گیا۔ یہاں ایک کھلی جگہ
آگئی۔ کچھ درخت یہاں سائے کیے ہوئے تھے۔ ایک چشمہ

بھی بہہ رہا تھا۔ عنبر یہاں منہ ہاتھ دھونے کے لیے
رک گیا۔ وہ چشمے کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اسے
انسانی آواز سنائی دی۔ عنبر جلدی سے درختوں کے
پیچھے چھپ گیا۔

اس نے دیکھا کہ دو آدمی جنہوں نے لمبے لمبے
لبادے پہن رکھے تھے اور سروں پر نیلے رنگ
کی ٹوپیاں تھیں باتیں کرتے آرہے تھے۔ وہ چشمے
کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ اور باتیں کرنے لگے۔ ایک
نے کہا۔

"منگش! ہماری ملکہ دیوی الکا کے خلاف
اس کا وزیر راکش کوئی سازش کر رہا
ہے۔"

دوسرا آدمی جس کا نام منگش تھا بولا۔
"جب تک الکا کے پاس طلسمی انگوٹھی ہے
اس کا کوئی شخص کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

دوسرا آدمی بولا۔
"وزیر راکش اس طلسمی انگوٹھی کو حاصل
کرنے کی پوری کوشش کرے گا۔"

منگش نے کہا۔

تھیں۔ عنبر نے پتلے سے کہا۔

"میں اس محل کے ایک غلام لنگش کے بھیس میں یہاں جا رہا ہوں۔ تم خاموش رہنا"

پتھر کے پتلے نے کہا۔

"تم بے فکر رہو۔ میں تمہاری جیب میں خاموش رہوں گا"

عنبر محل کے دروازے پر پہنچا تو پہرے دار نے اس کی طرف گھور کر دیکھا اور کہا۔

"تم کو پہلے محل میں نہیں دیکھا۔ تم کون ہو؟"

عنبر نے بڑی بے نیازی اور اعتماد کے ساتھ کہا

"اب تم اپنے آدمیوں کو بھی نہیں پہچانتے ہو؟ میں تمہاری شکایت وزیر اعظم راکش سے کروں گا"

پہرے دار نے راکش کا نام سن کر جلدی سے کہا۔

"چلو چلو بھائی مجھ سے غلطی ہو گئی۔ وزیر اعظم سے شکایت کرنے کی بھلا کیا ضرورت ہے"

عنبر مسکراتا ہوا بڑے اعتماد کے ساتھ محل میں داخل ہو گیا۔

طلسمی ناگ انگوٹھی

عنبر نے محل میں داخل ہو کر چاروں طرف دیکھا۔ ایک خوب صورت باغ تھا۔ جس میں چاندی ایسے فوارے چل رہے تھے۔ برآمدے میں سنہری ستون کھڑے تھے۔ کنیزیں باغ میں پھول چن رہی تھیں۔ عنبر نے جیسا لباس پہن رکھا تھا اسی قسم کے لباس دوسرے غلاموں نے بھی پہن رکھے تھے۔ اور وہ مختلف جگہوں پر پہرہ دے رہے تھے۔ عنبر کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ کس طرف کو جائے اور کہاں جا کر پہرہ دے۔ اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ کوئی اسے اجنبی دیکھ کر شور نہ مچا دے۔ مگر عنبر نے دیکھا کہ کوئی غلام دوسرے غلام سے بات نہیں کر رہا تھا۔ لگتا تھا کہ یہ سب ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں۔

یہ بات عنبر کے حق میں جاتی تھی۔ وہ محل کے دوسرے بڑے دروازے میں سے نکل کر ایک

چھوٹے سے باغیچے میں آگیا۔ جہاں کچھ غلام پتھر ایک طرف ہٹا رہے تھے۔ عنبر بھی وہاں پتھر اٹھانے لگا۔ ایک غلام نے اس کی طرف تعجب سے دیکھا اور کہا

"تم یہاں پتھر کیوں ڈھو رہے ہو؟ تمہارے سینے پر نیلے بٹن ہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ نیلے بٹن والے غلام محل کے اندر راکش کی خدمت کرتے ہیں؟"

عنبر کو فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ مگر اس نے بڑے اعتماد سے کہا۔

"میں سب کچھ جانتا ہوں۔ لیکن میں تم سے ہمدردی کی وجہ سے تمہارے کام میں ہاتھ بٹانے آگیا ہوں۔"

غلام نے کہا۔

"یہ یہاں کے اصولوں کے خلاف ہے۔ تم یہاں سے ہٹ جاؤ اور محل کے اندر جاؤ۔ نہیں تو ہماری بھی شامت آجائے گی۔"

عنبر کو معلوم ہو چکا تھا کہ اسے کہاں جاکر کام کرنا ہے چنانچہ وہ مسکرا کر بولا۔

"اچھا بھائی! میں اندر ہی چلا جاتا ہوں۔"

اور عنبر محل کے اندر داخل ہو گیا۔ ایک بات سمجھ گیا تھا کہ یہاں کے غلام ایک دوسرے کی شکلوں کو زیادہ نہیں جانتے۔ ورنہ یہ غلام عنبر کو دیکھ کر ضرور کہتا کہ میں نے تمہیں پہلے یہاں نہیں دیکھا۔

عنبر محل کے دوسرے بڑے دروازے میں سے گزر کر شاہی ہال کمرے میں آگیا۔ یہاں شاندار ریشمی پردے لہرا رہے تھے۔ جگہ جگہ قالین بچھے تھے جن پر قیمتی صوفے پڑے تھے۔ یہاں غلام ادھر اُدھر چل پھر رہے تھے۔ کوئی پھولوں کا گلدستہ لیے جا رہا تھا۔ کسی کے ہاتھ میں پھلوں کا طشت تھا۔ عنبر نے باغیچے میں سے پھول توڑ کر ان کا ایک گلدستہ بنایا اور دوسرے غلاموں کے پیچھے وہ بھی چل پڑا کہ دیکھیں یہ پھول کہاں لے جا رہے ہیں۔

غلاموں نے محل کے ایک دوسرے عالی شان کمرے میں پھول گلدان میں جا کر لگا دیے۔ اتنے میں ایک شاہانہ لباس والا آدمی دوسرے خادموں کے ساتھ وہاں سے گزرا۔ عنبر کو معلوم ہوا کہ یہ وزیر اعظم راکش تھا۔ عنبر نے اس کی شکل ذہن میں بٹھا لی۔ دوپہر تک وہ محل میں کام کرتا رہا۔ شام کو اپنے دوسرے غلاموں کے

عنبر نے پتلے کو جیب میں رکھا اور ملکہ الکا کے کمرے
کی طرف بڑھا۔ الکا دیوی کے کمرے کے باہر دو کنیزیں
تلواریں لیے پہرہ دے رہی تھیں۔ عنبر نے قریب جا کر
کہا۔

"میں ملکہ سلامت سے ملنا چاہتا ہوں۔"
کنیز نے اسے گھور کر دیکھا اور کہا۔
"تمہیں ملکہ سلامت سے کیا کام آپڑا ہے۔
تم ایک غلام ہو۔ غلام کو ملکہ سے ملاقات کی اجازت
نہیں ہے۔"
عنبر نے کہا۔
"میرا ملکہ الکا سے ملنا بہت ضروری ہے۔"
دوسری کنیز نے تلوار نکالی اور اونچی آواز میں
کہا۔
"اگر تم یہاں سے نہیں جاؤ گے تو میں تمہاری
گردن اڑا دوں گی۔"
عنبر نے بھی چیخ کر کہا۔
"میرا ملکہ سے ملنا ضروری ہے۔ میں ملکہ سے
ملاقات کر کے یہاں سے ٹلوں گا۔"
شور مچا تو اندر ملکہ الکا کو پتہ چل گیا۔ اس نے

کہا۔
"باہر کون ہے؟ یہ کیسا شور ہے؟"
ایک کنیز نے آکر کہا۔
"ملکہ سلامت! ایک غلام آپ سے ملنا چاہتا
ہے وہ کہتا ہے کہ میں آپ سے کوئی ضروری
بات کرنا چاہتا ہوں۔"
ملکہ الکا نے کہا۔
"اسے اندر آنے دو۔"
عنبر کو ملکہ نے اپنے کمرے میں طلب کر لیا۔ اور اس
کی طرف غور سے دیکھ کر پوچھا۔
"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"
عنبر نے کہا۔
"ملکہ سلامت! میں تنہائی میں آپ کو ایک ضروری
بات بتانا چاہتا ہوں۔"
ملکہ الکا دیوی نے تمام کنیزوں کو وہاں سے چلے
جانے کا حکم دیا۔ جب ساری کنیزیں چلی گئیں اور کمرہ
خالی ہو گیا تو ملکہ نے پوچھا۔
"کیا کہنا چاہتے ہو تم؟"
عنبر نے کہا۔

"ملکہ سلامت! میں آپ کا ادنیٰ غلام ہوں۔ لیکن میں یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص آپ کو نقصان پہنچائے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو صاف صاف کہو۔" ملکہ نے ڈانٹ کر کہا۔

عنبر نے جیب سے پتھر کا پتلا نکال کر ملکہ کو دیا اور کہا۔

"ملکہ سلامت! مجھے محل کے باغ میں یہ پتھر کا پتلا ملا ہے۔ یہ بولتا ہے۔ دیکھتا ہے۔ اس نے مجھے کہا ہے کہ محل میں آپ کے خلاف وزیر اعظم خطرناک سازش کر رہا ہے۔"

ملکہ الکا کی تیوری چڑھ گئی۔ اس نے عنبر کی طرف تیز سرخ آنکھوں سے دیکھا اور کہا۔

"تم کیا بکواس کر رہے ہو؟"

عنبر نے کہا۔

"ملکہ سلامت! میں آپ کا غلام ہوں۔ مگر آپ اس پتلے سے خود بات کر کے معلوم کر لیں۔ مجھے خود اس پتلے کی باتوں پر اعتبار نہیں آ رہا تھا۔ اسی لیے میں اسے آپ کے پاس لے آیا

ہوں کہ آپ خود اس سے بات کر لیں۔"

ملکہ الکا نے پتلے کی طرف غور سے دیکھا۔ پھر اسے کہا۔

"کیا تم بات کر سکتے ہو؟"

پتلا بولا۔

"ہاں ملکہ سلامت! میں بات بھی کر سکتا ہوں اور میں آپ کو ایک بہت بڑے خطرے سے آگاہ کرنے یہاں آیا ہوں۔"

"تمہیں کس نے بھیجا ہے؟" ملکہ الکا نے پوچھا۔

پتلا بولا۔

"مجھے دیوتا بھوتام نے بھیجا ہے جو پتھروں کا دیوتا ہے۔ پہاڑوں اور چٹانوں کا دیوتا ہے۔ آپ کی زندگی خطرے میں ہے۔ آپ کا وزیر اعظم داکش آپ کے خلاف زبردست سازش تیار کر رہا ہے۔"

ملکہ الکا بولی:

"تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟"

پتھر کے پتلے نے کہا۔

"آپ داکش کی سرگرمیوں کا جائزہ لیں۔ آپ کو

خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ ہم جھوٹ نہیں بولا
کرتے ...

الکا دیوی نے کہا۔

"بہت خوب۔ میں اس کی تحقیق کروں گی۔ اس
وقت تک تم میرے پاس رہو گے"
پتلے نے کہا۔

"مجھے منظور ہے۔ میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔
آپ مجھے اپنے پاس رکھ سکتی ہیں"
ملکہ الکا نے پتھر کے پتلے کو اٹھا کر اس ڈبے میں رکھ
لیا۔ جہاں پہلے ہی پتھر کا مور کا پنکھ پڑا تھا۔ ملکہ واپس پلنگ
تھا جس کو خواب گاہ میں ... لگا ... وہاں
تھا ... جانے والا ... [illegible]
ملکہ نے عنبر سے کہا ... [illegible]
"تمہارا نام کیا ہے؟ ... [illegible]
عنبر نے کہا۔
"میرا نام عنبر ہے۔ ملکہ سلامت! میں آپ کا غلام
ہوں"
ملکہ بولی۔
"دیکھو! جو باتیں یہاں ہوتی ہیں ان کا ذکر ہرگز کسی

سے مت کرنا"
پھر کچھ سوچ کر ملکہ نے کہا۔
"عنبر! تم میری خواب گاہ کے باہر پہرہ دیا کرو
گے۔ آج سے میری خواب گاہ کے باہر کنیزوں
کی جگہ پر تم پہرہ دو گے"
عنبر نے جھک کر کہا۔
"جو حکم ملکہ سلامت!"
عنبر کو خواب گاہ کے باہر پہرے پر لگا دیا گیا۔
ملکہ الکا پتلے کی باتوں سے پریشان ہو گئی تھی۔ اسے
اپنے وزیر اعظم پر پہلے ہی شک تھا۔ اب جب
جادو کے پتلے نے اسے سازش کے بارے میں آگاہ
کیا تو اس نے فیصلہ کیا کہ وہ افراسیاب سے مشورہ
کرے گی۔ چنانچہ رات کو اس نے پتھر کے ڈبے میں
سے مور کا پنکھ نکالا۔ پتلا اسے دیکھ رہا تھا کہ ملکہ نے
مور کا پنکھ نکالا ہے۔ ملکہ الکا سیدھی تہ خانے میں
گئی اور اس نے الو کے فانوس کی طرف منہ کر کے افراسیاب
کو آواز دی۔ افراسیاب نے پوچھا۔
"مجھے کس لیے پکارا ہے تم نے الکا؟"
الکا نے کہا۔

"ایک پتھر کا پتلا میرے پاس آیا ہے۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ میرا وزیراعظم راکش میرے خلاف سازش کر رہا ہے۔ کیا یہ خبر درست ہے افراسیاب؟"

افراسیاب نے کہا۔

"ہاں۔ میں خود چاہتا تھا کہ تم میرے پاس آؤ اور میں تمہیں یہ بات بتاؤں۔ راکش تمہارے خلاف سازش کر رہا ہے۔"

ملکہ الکا کو غصہ آگیا۔ اس نے کہا۔

"میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

افراسیاب بولا۔

"یہ تم بھی خوب جانتی ہو کہ راکش طلسمی آدمی ہے اور وہ سانپ بن کر فرار ہو سکتا ہے۔ اس لیئے تم اسے آسانی سے ہلاک نہیں کر سکتی ہو۔"

ملکہ الکا نے کہا۔

"تو کیا میں اسے اجازت دے دوں کہ وہ میرے خلاف سازش کرے اور میری ناگ دیوتا کی انگوٹھی اڑا کر لے جائے۔"

افراسیاب بولا۔

"اگر وہ یہاں انگوٹھی لینے آیا تو میں اپنے طلسم سے اسے ہلاک کر ڈالوں گا۔ تم انگوٹھی کی طرف سے کوئی فکر مت کرو۔ ہاں راکش سے ہوشیار رہو۔"

ملکہ الکا نے کہا۔

"میں اسے پتھر کی چاردیواری میں بند کر دوں گی جہاں وہ نیلا سانپ بن کر قید ہو جائے گا۔ اور کبھی باہر نہیں نکل سکے گا۔"

"اگر تم یہی کرنا چاہتی ہو تو کر سکتی ہو۔ لیکن اطمینان رکھو وہ یہاں آکر ناگ دیوتا کی انگوٹھی کبھی نکال کر نہیں لے جائے گا۔"

الکا خوش ہو کر وہاں سے اپنی خواب گاہ میں آگئی۔ دوسرے روز ملکہ الکا نے عنبر کو طلب کیا۔ وہ وزیر اعظم کو پتھر کے تہہ خانے میں بند کرنے کے لیے عنبر سے مدد لینا چاہتی تھی۔ کیونکہ یہی ایک غلام تھا جس کو سازش کے بارے میں علم تھا۔ عنبر آیا تو ملکہ نے کہا۔

"عنبر! اگر تم میرے وفادار غلام ہو تو غدار راکش کو پتھر کے تہہ خانے میں بند کرنے میں میری مدد کرو۔ میں تمہیں اپنا خاص غلام بنا لوں گی۔"

اور تجھے بہت انعام دوں گی۔"
عنبر نے ادب سے جھک کر کہا۔

"ملکہ سلامت! میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ میں آپ کے کام آؤں۔ مجھے انعام کا کوئی لالچ نہیں ہے، آپ کی مدد کرتے ہوئے اگر میری جان بھی چلی جاتی ہے تو مجھے کوئی دکھ نہیں ہوگا۔"

ملکہ الکا اپنے غلام عنبر کی اس بات پر بڑی خوش ہوئی۔ اس نے کہا۔

"تو سنو! میں پتھر کی کوٹھڑی کا معائنہ کرنے کے بہانے وزیر اعظم راکش کو ساتھ لے کر وہاں جاؤں گی۔ تم میرے غلام خاص بن کر میرے ساتھ جاؤ گے۔ پھر پتھر کی کوٹھڑی میں پہنچ کر تم وزیر اعظم راکش کو باتوں میں لگاؤ گے اور میں اس پر جادوئی منتر پڑھ کر پھونکوں گی جس سے وہ بے ہوش ہو جائے گا۔ اس کے بعد ہم کوٹھڑی کو بند کر کے وہاں سے آجائیں گے۔"

عنبر نے کہا۔

"میں آپ کا ہر حکم بجا لاؤں گا ملکہ سلامت!"
"شاباش! اب تم میرے دوسرے حکم کا انتظار کرو۔"

عنبر آداب بجا لا کر ملکہ الکا کی خواب گاہ سے باہر آ کر پہرہ دینے لگا۔

اصل میں ملکہ الکا نے ایک چال چلی تھی۔ وہ ایک تیر سے دو نشانے مارنا چاہتی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ عنبر کو اس راز کا علم ہو جائے کہ ملکہ نے وزیر اعظم راکش کو سنگ مرمر کی کوٹھڑی میں بند کر کے مار ڈالا ہے۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ عنبر کو بھی کوٹھڑی میں بند کر دے گی تاکہ یہ راز کوٹھڑی میں عنبر کے ساتھ ہی ہمیشہ کے لیے دفن ہو جائے۔

دوسرے دن شام کو ملکہ الکا نے عنبر کو طلب کیا۔ اس کے کمرے میں وزیر اعظم راکش بھی اپنے شاہی لباس میں موجود تھا۔ ملکہ نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"راکش! عنبر میرا غلام بھی میرے ساتھ کوٹھڑی میں جائے گا۔ اگر وہاں کوئی دیوار شکستہ ہوئی تو یہ اس کی مرمت کر دے گا۔ تم تو جانتے ہو کہ سنگ مرمر کی یہ کوٹھڑی ہمارے محل کی

سلامتی کے لیے بہت ضروری ہے"
وزیر اعظم نے کہا۔
"آپ نے بجا فرمایا ملکہ سلامت! چلیے۔ چل کر
سنگ مرمر کی کوٹھی کا معائنہ کرتے ہیں"
ملکہ الکا اور وزیر اعظم راکش سنگ مرمر کی کوٹھی
کی طرف چل پڑے۔

عنبر ان کے پیچھے تھا۔ کئی راہ داریوں سے گزر کر وہ
محل کی نچلی منزل میں آ گئے۔ یہاں ایک پتھر کا دروازہ
ہوا تھا۔ ملکہ الکا نے خفیہ بٹن کو دبایا تو پتھر کی دیوار ایک
طرف کھسک گئی۔ وہ سب اندر داخل ہو گئے۔ عنبر
نے دیکھا کہ یہ سنگ مرمر کی ایک چھوٹی سی کوٹھڑی تھی
جہاں کوئی روشن دان یا کھڑکی نہیں تھی۔ ملکہ جھوٹ موٹ
کوٹھڑی کا معائنہ کرنے لگی۔

وزیر اعظم راکش ایک جگہ کھڑا تھا۔ ملکہ الکا نے عنبر کو
اشارہ کیا۔ عنبر نے وزیر اعظم سے کہا۔
"حضور انور! مجھے اس کونے میں ایک جگہ پتھر
اکھڑا ہوا لگتا ہے۔ ذرا دیکھیں تو"
وزیر اعظم راکش کو ابھی تک سازش کا ذرا سا بھی
علم نہیں ہوا تھا۔ وہ عنبر کے ساتھ کونے کی طرف جا کر وہاں

جھک کر پتھروں کو تکنے لگا۔ اچانک ان کے پیچھے کھٹاک
کی آواز سے کوٹھڑی کی پتھر کی دیوار بند ہو گئی۔ عنبر
اور وزیر اعظم نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ دیوار بند ہو چکی
تھی۔

عنبر کو اب پتہ چلا کہ ملکہ الکا نے اس کے ساتھ بھی دھوکہ
کیا تھا۔ وزیر اعظم نے دیوار میں ایک طاق میں ہاتھ
ڈال کر بٹن دبایا۔ مگر پتھر کی دیوار اپنی جگہ سے نہ ہلی۔ ملکہ
الکا دیوی اتنی بے وقوف نہیں تھی۔ اس نے باہر سے
خفیہ بٹن کاٹ کر اندر والے بٹن کو بے کار بنا دیا تھا۔
اب وہ دونوں اندر بند ہو چکے تھے۔ اور باہر جانے کا
کوئی راستہ نہیں تھا۔

وزیر اعظم راکش نے گھور کر عنبر کی طرف دیکھا اور
کہا۔
"مجھے یقین ہے کہ تم بھی ملکہ کی سازش میں
شریک تھے"
عنبر نے کہا۔
"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے حضور انور"
راکش نے غصے میں کہا۔
"اگر یہ بات نہیں تھی تو تم مجھے کونے کی طرف ٹوٹا پتھر
دکھانے کیوں لے گئے تھے جبکہ وہاں کوئی پتھر ٹوٹا

ہوا نہیں ہے۔ ظاہر ہے تمہیں ملکہ نے ایسا کرنے کے لیے کہا ہوگا۔ تاکہ میں اس سے کچھ دور ہو جاؤں۔ لیکن تم ملکہ کی دوہری چال کا شکار ہو گئے ہو۔"

عنبر نے کہا۔

"ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو حضورِ انور! مگر اب ہمیں یہاں سے نکلنے کے بارے میں سوچنا چاہیئے۔"

وزیرِ اعظم راکش بولا۔

"بکواس بند کرو غدار! پہلے میں تم کو تمہاری غداری کی سزا دوں گا۔ اس کے بعد یہاں سے نکلنے کے بارے میں سوچوں گا۔"

عنبر خاموش نظروں سے راکش کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بھلا یہ شخص عنبر کو کیا سزا دے سکتا تھا۔ راکش نے کہا۔

"میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میرے خلاف خونی سازش کرنے کی سزا موت ہے۔ مرنے کے تیار ہو جاؤ۔"

عنبر نے کہا۔

"میں تیار ہوں۔ حضورِ انور!"

وزیرِ اعظم راکش اسی وقت نیلا سانپ بن گیا۔ عنبر بڑا حیران ہوا کہ یہ شخص بھی سانپ بن سکتا ہے۔ پھر اس نے سوچا کہ یہ جادو کا کرشمہ ہوگا۔ وہ دیوار کے پاس خاموش کھڑا رہا۔ راکش نیلے سانپ کی شکل میں پھن اٹھائے پھنکارتا ہوا عنبر کی طرف بڑھا اور اس نے اچھل کر بڑے غصے کے ساتھ عنبر کی گردن پر ڈس دیا۔ عنبر نے اپنی گردن کو جان بوجھ کر سخت نہیں کیا تھا۔ نیلے سانپ کے دانت عنبر کی گردن میں گھس کر زہر داخل کر چکے تھے۔ مگر یہ زہر وہیں سے باہر نکل کر بہہ گیا۔ وزیرِ اعظم راکش فوراً انسان بن گیا اور بولا۔

"غدار غلام! اب تم اپنے انجام کو پہنچ جاؤ گے۔"

عنبر نے سوچا کہ اس شخص کے پاس اگر جادو ہے تو یہ ضرور کسی جادو کے ذریعے یہاں سے نکل جائے گا۔ مرنے کا بہانہ بنا کر یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ یہاں سے کیسے باہر جاتا ہے۔ چنانچہ عنبر دھڑام سے فرش پر گر پڑا اور یہ ظاہر کیا کہ وہ مر گیا ہے۔ راکش نے عنبر کو جھک کر دیکھا۔ جب اسے تسلی

ہوگئی کہ عنبر مر گیا ہے تو وہ کوٹھڑی کی دیواروں کو ٹٹولنے
لگا۔ وہ سانپ بن کر وہاں کسی سوراخ سے باہر نکل جانا
چاہتا تھا۔ مگر یہ سنگ مرمر کی دیواروں والی بند کوٹھڑی
تھی۔ وہاں کوئی معمولی سا بھی سوراخ نہیں تھا۔ راکش
نے سانپ کا روپ دھار کر بھی دیواروں کو جگہ جگہ سے ٹٹولا
مگر اسے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہ ملا۔ راکش دوبارہ
انسانی شکل میں آگیا اور ایک جگہ فرش پر بیٹھ کر
سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ عنبر آدھ کھلی آنکھوں
سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ راکش کے پاس
صرف ایک ہی جادوئی منتر ہے جس کے زور سے وہ صرف
سانپ بن سکتا ہے۔ اس کے سوا وہ کوئی جادو نہیں
جانتا۔ لیکن ایسی بات نہیں تھی۔

وزیر اعظم راکش کے پاس ایک اور خفیہ منتر بھی تھا
جس کو وہ فرش پر بیٹھا یاد کر رہا تھا۔ جب اسے
منتر پورے کا پورا یاد آگیا۔ تو اس کا چہرہ خوشی سے مسکرا
اٹھا۔ اس نے منتر پڑھ کر ایک جگہ دیوار پر پھونک ماری
تو دیوار میں شگاف بن گیا اور راکش اس شگاف میں سے
باہر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی شگاف پھر بند ہو گیا۔

عنبر جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کم بخت شگاف بند

ہو چکا تھا۔ عنبر نے اس جگہ پتھر کو دوسری طرف
دھکیلا۔ پتھر اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلا۔ لیکن عنبر نے
ابھی اپنی پوری طاقت استعمال نہیں کی تھی۔ پھر
اس نے اپنی پوری طاقت کو کام میں لاتے ہوئے
پتھر کو زور سے دھکیلا تو وہ دوسری طرف لڑھک
گیا۔ وہاں وہی شگاف دوبارہ نمودار ہو گیا۔

عنبر جلدی سے باہر نکل گیا۔ اس نے باہر نکلتے
ہی پتھر کو اٹھا کر اس کی جگہ پہ جوڑ کر شگاف کو
بند کر دیا۔ عنبر نے دیکھا کہ وہ ایک چھوٹی سی تاریک
سرنگ میں کھڑا ہے۔ جس کی ایک جانب پانی کی نالی
بہہ رہی ہے۔ سرنگ کی چھت اتنی نیچی تھی کہ عنبر کو
جھک کر چلنا پڑ رہا تھا۔

کافی آگے جا کر سرنگ میں ایک زینہ یعنی سیڑھیاں
آگئیں۔ ان سیڑھیوں میں گھپ اندھیرا تھا مگر عنبر
ہر شے دیکھ رہا تھا۔ سیڑھیاں اوپر ایک جالی دار
دروازے پر جا کر ختم ہو گئیں۔ راکش اس جالی دار
دروازے میں سے سانپ بن کر نکل گیا تھا۔
عنبر سانپ نہیں بن سکتا تھا۔ لیکن اس نے اپنی
غیر معمولی طاقت کے ذریعے جالی دار دروازے کو

ایک طرف سے کھول دیا اور دوسری طرف نکل گیا۔
وہ محل کے عقبی باغ میں ایک جگہ جھاڑیوں میں
باہر نکل آیا۔ عنبر نے سوچا کہ اسے وزیر اعظم راکش
کے پاس جا کر اس سے ملکہ الکا کے طلسم کا راز معلوم
کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے اس
طرح سے طلسم ٹوٹ جائے اور ناگ اگر محل میں کسی جگہ
قید ہے تو اپنے آپ باہر آجائے۔
عنبر وزیر اعظم راکش کے کمرے کی طرف بڑھا۔
راکش کا شاہی کمرہ محل کے کونے میں تھا۔ اس کے
دروازے پر زبردست پہرہ تھا۔ عنبر پیچھے کی جانب
کھڑکی کے پاس آگیا جو لوہے کی تھی اور بند تھی۔ عنبر
نے دونوں ہاتھ کھڑکی کے پٹ پر ساتھ رکھ کر اندر
کو جھٹکا دیا تو کھڑکی کے فولادی پٹ اکھڑ کر دوسری
طرف گر پڑے۔ چھناکے کی آواز پیدا ہوئی۔
راکش اپنے کمرے میں دو غلاموں کے پاس کھڑا
کچھ بات کر رہا تھا۔ اس نے چونک کر کھڑکی کی طرف
دیکھا۔ عنبر چھلانگ لگا کر اندر کود گیا۔ راکش پہلے
تو عنبر کو زندہ دیکھ کر حیران ہوا کہ اس نے تو اسے
ڈسا تھا۔ پھر یہ زندہ کیسے بچ گیا؟ پھر اس نے

غلاموں کو حکم دیا۔
"اس کے ٹکڑے کر دو!"
حبشی غلام تلواریں لے کر عنبر پر ٹوٹ پڑے۔ عنبر
کے جسم پر تلواروں کے وار پڑنے لگے۔ مگر عنبر کے
جسم کو خراش تک نہ آئی۔ راکش بت بنا یہ عجیب و
غریب منظر دیکھ رہا تھا۔ یہ منظر عنبر راکش کو دکھانا
چاہتا تھا تاکہ اسے عنبر کی خفیہ طاقت کا علم ہو سکے۔
جب حبشی غلاموں کی تلواریں ٹوٹ گئیں تو عنبر نے
کہا۔

"راکش! تم اپنے محل کی ساری تلواریں آزما
کر دیکھ لو۔ مجھ پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔ بالکل
اسی طرح جس طرح مجھ پر تمہارے مہلک زہر
کا کوئی اثر نہیں ہوا!"
وزیر راکش سمجھ گیا کہ یہ شخص کوئی بہت بڑا
جادوگر ہے۔ اس نے ہاتھ بلند کر کے کہا۔
"رک جاؤ!"
حبشی پہلے ہی ٹوٹی ہوئی تلواروں کے دستے
ہاتھ میں لیے پریشان کھڑے تھے۔ راکش نے انہیں
کمرے سے نکل جانے کا حکم دیا۔ حبشی غلام باہر چلے

گئے. تو راکش نے عنبر کے قریب آ کر کہا

"تم ـــــ تم نے یہ جادو کہاں سے سیکھا؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"یہ میں تمہیں نہیں بتا سکتا"

راکش بولا۔

"کیا تم مجھے یہ جادو نہیں بتا سکتے۔ میں۔ میں تمہیں اپنا وزیر اعلیٰ بنا لوں گا میں وعدہ کرتا ہوں۔ تمہیں دولت سے مالا مال کر دوں گا"

عنبر نے کہا۔

"میں جتنی چاہے دولت پیدا کر سکتا ہوں۔ مجھے تمہاری دولت کا لالچ نہیں ہے"

راکش نے کہا۔

"تو پھر ایسا کرو کہ ـــــ میں تمہیں اپنا خفیہ منتر بتائے دیتا ہوں جس کو پڑھ کر تم سانپ بن سکو گے اور تم مجھے اپنا منتر بتا دو ـــــ"

عنبر نے کہا۔

"یہ سب کچھ تم کس لیے کر رہے ہو؟"

راکش بولا۔

"میں ملکہ الکا سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔ میں اس محل پر قبضہ کرنا چاہتا ہوں"

عنبر نے کہا۔

"تو تم ملکہ کو قتل کر کے تخت پر قبضہ کیوں نہیں کر لیتے؟"

راکش بولا۔

"میں ایسا نہیں کر سکتا۔ ملکہ الکا کے پاس جب تک طلسمی انگوٹھی موجود ہے کوئی اُسے ہلاک نہیں کر سکتا"

عنبر نے پہلے بھی طلسمی انگوٹھی کا ذکر سنا تھا۔ اب جب راکش نے اس کا نام لیا تو اس نے پوچھا۔

"یہ طلسمی انگوٹھی کیا چیز ہے اور کہاں ہے؟"

راکش نے کہا۔

"یہی تو مجھے معلوم نہیں کہ طلسمی انگوٹھی ملکہ نے کس جگہ چھپا کر رکھی ہے۔ پہلے وہ اسے اپنی انگلی میں پہنا کرتی تھی مگر اب اس نے یہ انگوٹھی کسی خفیہ جگہ رکھ دی ہے"

عنبر کہنے لگا۔

"دیکھو داکش! تم میری طاقت سے واقف ہو چکے ہو۔ تم پر یہ راز کھل گیا ہے کہ تم اور تمہارے سارے غلام مل کر بھی مجھے قتل نہیں کر سکتے۔ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اب تم مجھ سے ایک سودا کرو۔ میں یہاں اپنے ایک دوست کی تلاش میں آیا ہوں۔ اگر تم مجھے میرے دوست کے بارے میں بتا دو کہ وہ کہاں ہے تو میں طلسمی انگوٹھی حاصل کرنے میں تمہاری مدد کروں گا۔"

وزیر اعظم داکش نے پوچھا۔

"تمہارا دوست کون ہے اور یہاں کب آیا تھا؟ میں تو اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ تم اس کا نام بتاؤ کہ وہ کب ادھر آیا تھا؟"

عنبر نے کہا۔

"تم بھی خفیہ منتر کے ذریعے سانپ بن جاتے ہو۔ مگر میرا دوست سانپوں کا دیوتا ہے۔ وہ

ہزاروں سال سے زندہ ہے اور انسان کے علاوہ سانپ بن کر بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ اس کا نام ناگ ہے۔ وہ ناگ دیوتا ہے۔ کیا تم نے اُسے اس محل میں کہیں دیکھا ہے؟ کیونکہ مجھے ایک جوتشی نے بتایا تھا کہ ناگ اسی محل میں ہے۔"

عنبر کی باتیں وزیر اعظم داکش بڑے غور سے سن رہا تھا۔ وہ سب سمجھ گیا تھا کہ عنبر جس ناگ دیوتا کے بارے میں پوچھ رہا ہے اس کو ملکہ الکا نے سانپ کی شکل کی انگوٹھی بنا کر کہیں چھپا دیا ہے۔ یہی تو وہ ناگ دیوتا تھا جس کی داکش کو بھی ضرورت تھی۔ اب وہ عنبر کو کیسے بتا دیتا کہ ناگ دیوتا کو انگوٹھی بنا دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے اگر عنبر کو وہ بتا دیتا ہے تو عنبر ناگ دیوتا کی انگوٹھی خود لے جائے گا۔ چنانچہ اس نے مکاری سے کام لیتے ہوئے ان جان بن کر کہا۔

"مجھے افسوس ہے میرے دوست عنبر کہ میں نے ناگ دیوتا کو اس محل میں کبھی نہیں اور کہیں نہیں دیکھا۔"

عنبر نے کہا۔
"مگر جوتشی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اس نے کہا تھا کہ ناگ اسی محل میں ملے گا۔"
داکش عیاری سے بولا۔
"میرے بھائی! اگر ناگ دیوتا یہاں ہوتا تو مجھے اس کے بارے میں بتانے میں کیا حرج تھا بھلا۔ میں تمہیں صاف صاف بتا دیتا۔ مگر یقین کرو تمہارا دوست ناگ دیوتا اس طرف نہیں آیا۔ ہو سکتا ہے وہ دریا کے کنارے وادی میں کسی جگہ ہو۔ تم وادی میں جا کر اسے تلاش کرو۔ تو زیادہ بہتر ہے۔"
وزیر اعظم داکش اب یہی چاہتا تھا کہ عنبر محل سے چلا جائے۔ کیونکہ اگر وہ طلسمی انگوٹھی کو دیکھ لیتا ہے تو ناگ دیوتا کو پہچان لے گا اور انگوٹھی اپنے ساتھ لے جائے گا۔ عنبر نا امید ہو گیا۔ داکش کو جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ عنبر نے سوچا۔ وہ ٹھیک ہی کہہ رہا ہو گا۔ اگر ناگ وہاں ہوتا تو وہ بتا دیتا۔ اسے بتانے میں کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ اب

وزیر اعظم داکش یہ سوچ کر کہ عنبر کو شک نہ ہو کہ وہ اُسے وادی میں کیوں جانے کو کہہ رہا ہے یہ چال چلی کہ بڑی عاجزی سے بولا۔
"میرے دوست عنبر! میں تمہیں یہی کہوں گا کہ ابھی اپنے دوست ناگ کی تلاش کا کام روک کر میرے ساتھ طلسمی انگوٹھی کو تلاش کرو۔ ہم اس سلطنت پر قبضہ کر لیں گے تو پھر ہمارے غلام تمہارے ناگ کو بھی ڈھونڈ نکالیں گے۔"
لیکن عنبر کو داکش اور ملکہ الکا کی سلطنت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس نے کہا۔
"میں تمہارے ساتھ مل کر یہ کام نہیں کر سکتا۔ مجھے سوائے اپنے دوست ناگ کے اور کسی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"
یہ کہہ کر عنبر باہر نکل گیا۔

انسانی دھڑ والا سانپ

اب عنبر کو اپنے پتلے یاقوت کا خیال آیا۔

اس کا پتلا ملکہ الکا دیوی کے پاس اس کی خواب گاہ میں تھا اور عنبر پتلا لیے بغیر وہاں سے نہیں جا سکتا تھا عنبر نے یہی سوچا تھا کہ وہ ناگ کو وادی میں جا کر تلاش کرے گا۔ لیکن وہ پتھر کے پتلے کو بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ ملکہ الکا کی خواب گاہ کی طرف روانہ ہوا۔ اگرچہ ملکہ الکا نے عنبر کے ساتھ دھوکا کیا تھا مگر عنبر اس کو اس دھوکے کی سزا نہیں دینا چاہتا تھا۔ اسے ملکہ سے بدلہ لینے کی کیا ضرورت تھی۔

عنبر نے یہی سوچا کہ وہ پتھر کا پتلا لے کر محل سے چلا جائے گا۔

ملکہ کی خواب گاہ کی طرف جانے کے لیے عنبر ایک بارہ دری کے پیچھے سے ہو کر محل کی عقبی دیوار کے پاس آ گیا۔ یہاں رات کا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ عنبر دیوار پھاند کر

ملکہ کی خواب گاہ کے باغ میں آگیا۔ باغ میں بھی خاموشی اور گھپ اندھیرا تھا مگر ملکہ کی خواب گاہ کی کھڑکی میں سے ہلکی ہلکی روشنی باہر آ رہی تھی۔ عنبر نے تھوڑا سا زور لگایا تو کھڑکی کھل گئی۔

عنبر نے اندر جھانک کر دیکھا۔ ملکہ کا پلنگ خالی تھا۔ کمرہ بھی خالی تھا۔ ملکہ وہاں نہیں تھی۔ عنبر کو معلوم تھا کہ ملکہ الکا نے پتھر کا پتلا اپنے پلنگ کے پاس پتھر کے بکس میں رکھا ہوا ہے۔ عنبر نے قریب جا کر پتھر کے بکس کو کھولا تو پتھر کا پتلا اندر پڑا تھا۔ پتلے نے عنبر کو دیکھ کر کہا۔

"عنبر! ناگ اسی خواب گاہ کے تہہ خانے میں ہے۔"

عنبر تو حیران رہ گیا۔ بولا۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا؟"

پتلا بولا۔

"ابھی ابھی ملکہ الکا نے بکس کھول کر اس میں سے مور کا پنکھ نکالا تھا اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہا تھا کہ اسے پتھر کے پتلے کہیں مجھ سے ناگ دیوتا کی انگوٹھی چھین تو نہیں لی جائے

گی؟ میں نے اس سے کہا۔ کہ ناگ دیوتا کی انگوٹھی
کہاں پر ہے؟ ملکہ نے مجھے یہ نہیں بتایا۔ صرف
اتنا کہا کہ میں نے اسے تہہ خانے میں ایک
خفیہ جگہ پر چھپا رکھا ہے مجھے یقین ہے کہ وہ
تہہ خانے میں ہی گئی ہے۔"
عنبر نے کہا۔
"میں تہہ خانے میں جاؤں گا۔ کیا تم بتا سکتے
ہو کہ تہہ خانے کو جانے والا راستہ کہاں
ہے؟"
پتھر کا پتلا بولا۔
"وہ مجھے خواب گاہ کی دیوار کے ساتھ لگاؤ۔ میں
تہہ خانے کے خفیہ دروازے کی لہریں محسوس
کر کے ہی بتا سکوں گا۔"
عنبر نے پتھر کے پتلے کو دیوار کے ساتھ لگایا تو پتلا
بولا۔
"اس سامنے والی دیوار پر جو پردہ لٹک رہا ہے
ہے۔ خفیہ دروازہ اسی دیوار میں ہے۔ جا کر
معلوم کرو۔"
عنبر نے پتلے کو جیب میں رکھا اور سامنے والی

دیوار کا پردہ ایک طرف ہٹایا تو سامنے ایک چھوٹا سا
دروازہ کھلا تھا۔ ملکہ الکا نیچے تہہ خانے میں جاتے
ہوئے دروازہ بند کرنا بھول گئی تھی۔ عنبر نے جھانک
کر دیکھا۔ چار سیڑھیاں اتر کر کمرے کے درمیان
میں ملکہ الکا دو زانو بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔
اور اس کے اوپر الو کی شکل والا فانوس لٹک رہا تھا۔
عنبر کو ناگ کی خوشبو یہاں بھی نہیں آ رہی تھی۔ وہ
اسی نتیجے پر پہنچی کہ ناگ پر کوئی ایسا ظلم کیا گیا ہے۔
کہ جس کی وجہ سے اس کے جسم کی بو پتھر کی طرح
ساکت ہو گئی ہے۔ عنبر سیڑھیاں اتر کر تہہ خانے میں
میں آ گیا۔ وہ ملکہ الکا سے ناگ کے بارے میں دریافت
کرنا چاہتا تھا۔ اس کے پاؤں کی آہٹ سن کر ملکہ الکا
نے اپنی آنکھیں کھول کر عنبر کو اپنے سامنے دیکھا تو اس
کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ کیونکہ وہ خود عنبر کو
ایک ایسی پتھر کی کوٹھڑی میں بند کر کے آئی تھی کہ جہاں
سے کوئی انسان قیامت تک نہیں نکل سکتا تھا۔ پھر یہ
شخص وہاں سے کیسے باہر نکل آیا۔
عنبر نے ملکہ کی حیرانی کو دیکھتے ہوئے خود ہی کہا۔
"ملکہ الکا! اس وقت میں تمہارا غلام نہیں ہوں بلکہ

عنبر ہوں۔ عنبر — جس کی غیر معمولی طاقت
کا اندازہ تم نے اس بات سے لگا لیا ہو
گا کہ تمہاری پتھروں کی دیواریں بھی میرا راستہ
نہیں روک سکیں اور تمہیں یہ بھی بتا دوں
کہ تمہارا وزیراعظم بھی فرار ہو کر اپنے محل
میں آگیا ہے۔"
اب تو ملکہ الکا کے ہوش اُڑ گئے۔ اس نے گھبرا
کر کہا۔

"کیا راکش بھی آزاد ہو گیا ہے؟"
"ہاں" عنبر نے کہا "اس پر تمہاری سازش
بے نقاب ہو گئی ہے۔ اب وہ اپنے طلسم سے
تمہیں سخت نقصان پہنچائے گا۔ لیکن اگر تم مجھے
یہ بتا دو کہ ناگ دیوتا کہاں ہے تو میں تمہاری
مدد کر سکتا ہوں۔"
ملکہ الکا ایک بار پھر چونک پڑی۔ تو یہ شخص بھی ناگ
دیوتا کی انگوٹھی کی تلاش میں ہے۔ ملکہ الکا نے سوچا
وہ کسی حالت میں بھی عنبر کو ناگ دیوتا کی انگوٹھی نہیں
دے سکتی تھی۔ اس انگوٹھی میں تو ملکہ الکا کی جان تھی۔
وہ ایک قدم پیچھے ہٹی اور اس نے منتر پڑھ کر

عنبر پر پھونکا۔ الکا کے منہ سے آگ کا شعلہ نکلا اور
اس شعلے نے عنبر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مگر عنبر پر
آگ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ عنبر شعلے میں سے صحیح سلامت
نکل آیا اور بولا۔
"الکا! تمہارا کوئی جادو مجھ پر نہیں چلے
گا۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ مجھے
ناگ دیوتا کے بارے میں بتا دو کہ وہ
کہاں ہے۔ کیونکہ وہ میرا دوست ہے اور
میں اسی کی تلاش میں یہاں آیا ہوں۔"
ملکہ الکا نے ایک چیخ ماری۔ ہاتھ فضا میں بلند کیا۔
اور فانوس کی طرف منہ کر کے بولی۔
"افراسیاب! میری مدد کر۔ تو نے میری مدد
کا وعدہ کیا تھا۔ ناگ دیوتا کی طلسمی انگوٹھی میری
زندگی ہے۔ میری مدد کر۔"
عین اسی وقت الّو کی شکل والے فانوس میں سے
دو سانپ اڑتے ہوئے باہر نکلے اور انہوں نے عنبر
کی گردن کو جکڑ کر کسنا شروع کر دیا۔ عنبر نے بڑی
آسانی سے دونوں سانپوں کو گردن میں سے نوچ کر
ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور کہا۔

"اے افراسیاب! تیرا جادو مجھ پر نہیں چل سکتا۔ تم اپنی ہار مان لو اور ناگ دیوتا کے بارے میں بتا دو کہ اس کی انگوٹھی کہاں ہے؟"

افراسیاب نے دوسرا طلسم کیا۔ فانوس میں سے اس بار ایک بدروح چمگادڑ کی شکل میں نکل کر چیخ مارتی ہوئی عنبر پر جھپٹی۔ عنبر نے اسے بھی پکڑ کر اس کی گردن توڑ ڈالی۔ ملکہ الکا ڈر کر باہر کو بھاگی۔ عنبر نے اسے پکڑ کر وہیں بٹھا دیا اور کہا۔

"جب تک تم مجھے ناگ دیوتا کے بارے میں نہیں بتاؤ گی۔ میں تمہیں باہر نہیں جانے دوں گا۔"

فانوس کے اندر چھپایا گیا ناگ عنبر کی آواز سن چکا تھا اور خوش تھا کہ وہ اسے آزاد کرانے کے لیے آگیا ہے۔ مگر وہ خود بول نہیں سکتا تھا۔ افراسیاب کے فانوس میں سے چیخوں کی آواز بلند ہونے لگی اور فانوس چھت سے الگ ہو کر ایک آتشی گولے کی طرح تہہ خانے میں گردش کرنے لگا۔ عنبر نے فانوس کو دبوچ کر زمین پر پھینک دیا۔ زمین پر گرتے ہی فانوس

میں سے ایک بھیانک چیخ بلند ہوئی اور وہ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اس میں سے ایک سیاہ رنگ کی معمولی سی انگوٹھی نکل کر پرے گری۔ عنبر نے اسے اٹھا لیا۔ اب جو اس نے غور سے دیکھا تو وہ انگوٹھی نہیں تھی بلکہ ناگ تھا جو بہت چھوٹا ہو کر انگوٹھی کی شکل کا بنا دیا گیا تھا۔

عنبر نے بے اختیار کہا۔

"ناگ! میرے دوست! گھبراؤ نہیں۔ میں آ گیا ہوں۔"

ملکہ الکا نے ایک چیخ ماری اور عنبر پر جھپٹی۔ عنبر نے انگوٹھی کو اپنی انگلی میں پہن لیا اور الکا کے حملے کو روکنے کے لیے آگے بڑھا ہی تھا کہ الکا کا نچلا دھڑ سانپ کا بن گیا اور وہ دھڑام سے فرش پر گر پڑی۔ عنبر آنکھیں پھاڑے اسے تک رہا تھا۔

ملکہ الکا کا نچلا دھڑ سانپ کا اور اوپر والا دھڑ عورت کا تھا۔ عنبر نے کہا۔

"تم اصل میں کون ہو؟"

ملکہ الکا کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔

ل نے کہا۔

"عنبر! میں اس محل کی حقیقی ملکہ ہوں۔ میرا باپ
اس محل پر حکومت کرتا تھا۔ لیکن ایک جادوگر
نے مجھ سے بدلہ لینے کے لیے میرے نچلے دھڑ
کو سانپ کا بنا دیا پھر افراسیاب جادوگر نے
مجھے کہا کہ اگر کہیں سے مجھے ناگ دیوتا سانپ کی
شکل میں مل جائے اور میں اس کی انگوٹھی بنا کر
اسے اپنے پاس رکھ لوں تو میں عورت کی شکل
میں آجاؤں گی۔ اور میری سلطنت بھی قائم رہے
گی۔ لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ تم مجھ سے بھی
طاقتور نکلو گے۔"

عنبر کی انگلی میں آنے کے بعد ناگ کے جسم میں حرکت
پیدا ہو گئی۔ عنبر نے اسے اپنی انگلی پر رینگتے دیکھا تو اسے
اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا۔

"ناگ تم حرکت کر رہے ہو۔ تمہاری خوشبو
بھی آنے لگی ہے۔"

ناگ کی آواز بھی واپس آگئی تھی۔ اس نے
کہا۔

"میں پھر سے زندہ ہو گیا ہوں۔"

ملکہ الکا نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔

"افراسیاب کا طلسم بھی ختم ہو گیا ہے۔
اب میں ناگ دیوتا کے رحم و کرم پر ہوں۔"

ناگ پھر سے سانپ بن کر فرش پر آگیا۔ اس
نے سانس اوپر کو کھینچا اور انسانی شکل اختیار کر گیا۔
اس نے عنبر کو گلے لگا لیا اور پھر ملکہ کی طرف
دیکھ کر بولا۔

"اس عورت نے اپنی حکومت اور محل کو
بچانے کے لیے یہ سب کچھ کیا تھا۔ میں
اسے معاف کرتا ہوں۔"

عنبر بولا۔

"اس نے مجھے بھی تہہ خانے میں بند کر
دیا تھا۔ مگر اب میں بھی اسے معاف کرتا ہوں۔
کیونکہ یہ اس محل کی جائز حق دار ہے اور
اس کی وجہ سے یہاں کتنے ملازم اور خادمائیں
زندگی بسر کر رہی ہیں۔"

ملکہ الکا کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس نے
آنسوؤں بھری آواز میں کہا۔

"لیکن اب میں آدھا سانپ بن کر کیا حکومت
کروں گی۔ وزیر اعظم راکشس مجھے آسانی

سے قتل کر کے میرے محل پر قبضہ کر لے
گا۔ کیونکہ اب میرا طلسم ختم ہو چکا ہے۔"
ناگ نے غصے سے کہا۔
"وہ کون ہوتا ہے تمہیں قتل کرنے والا؟
ہم اسے بھی دیکھ لیں گے۔ ہماری ہمدردیاں
تمہارے ساتھ ہیں۔"
عنبر نے کہا۔
"جادوگر اعظم راکش اگرچہ اس وقت تمہاری
جان کا دشمن بن گیا ہے۔ مگر ہم اسے بڑی
آسانی سے ٹھکانے لگا دیں گے۔"
انکا بولی۔
"لیکن میرا آدھا دھڑ تو سانپ ہی کا رہے گا
اور اس طرح میں زندہ نہیں رہنا چاہتی۔"
ناگ مسکرایا۔
"انکا! یہ جو سانپ کا آدھا دھڑ تمہارے جسم
کے ساتھ لگا ہوا ہے میں اس سانپ کے
اوپر والے دھڑ کو طلب کر کے تمہیں نچلے
دھڑ سے نجات دلا دوں گا۔ میرے ساتھ
اوپر چلو۔"

پھر ناگ نے عنبر سے پتھر کے پتلے کے بارے
میں پوچھا تو عنبر کی جیب میں سے پتھر کے پتلے نے
کہا۔
"میں عنبر کی جیب میں خیریت سے ہوں
اور تمہاری خیریت نیک چاہتا ہوں۔"
عنبر اور ناگ مسکرانے لگے۔ وہ تہہ خانے سے
نکل کر ملکہ انکا کی خواب گاہ میں آ گئے۔ ملکہ انکا
بھی اپنے سانپ والے دھڑ سے رینگتی ہوئی اپنے
پلنگ کے پاس قالین پر آ کر کنڈلی مار کر بیٹھ گئی۔
ناگ نے کہا۔
"عنبر! دروازہ اندر سے بند کر دو۔"
عنبر نے خواب گاہ کے دروازے کو جا کر دیکھا
ملکہ نے کہا۔
"دروازہ اندر سے بند ہے عنبر بھائی۔"
عنبر کو ملکہ کے منہ سے بھائی کا لفظ بڑا اچھا لگا۔
بہن اگر بھائی کو بھائی کہہ کر پکارے تو بھائی کا دل
خوشی سے پھول جاتا ہے۔ کیونکہ بہن بھائی کا رشتہ
بڑا انمول پاکیزہ اور پیارا ہوتا ہے۔ بھائیوں کو چاہیئے
کہ وہ اپنی بہنوں کو بہت پیار کریں۔ ان کے آرام

کا خیال رکھیں۔ بہنیں بے چاری تو پرایا دھن ہوتی
ہیں۔ ایک نہ ایک دن انہیں دوسرے کے گھر جا کر
اپنا نیا گھر بسانا ہوتا ہے۔ اس لیے بہنوں سے جتنا
پیار کیا جائے کم ہے۔ دوستو! تم بھی اپنی بہنوں
سے بہت پیار کیا کرو۔

عنبر نے ملکہ سے کہا۔

"الکا بہن! تم نے مجھے بھائی کہہ کر واقعی
اپنا بھائی بنا لیا ہے۔ تمہاری مدد کرنا اب
میرا فرض ہے"

ناگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"الکا! تم اگر عنبر کی بہن ہو تو پھر خود
بخود میری بھی بہن بن گئی ہو۔ اور ہم اپنی
بہن کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے"

اس کے بعد ناگ نے سانپ کی طرح ہلکی سی
پھنکار منہ سے نکالی اور سانپ کی زبان میں اس
سانپ کو آواز دی جس کا نچلا دھڑ ملکہ الکا کو لگا
ہوا تھا۔ خواب گاہ میں خاموشی چھا گئی۔ ملکہ الکا
چپ چاپ نظروں سے ناگ کو دیکھ رہی تھی عنبر
بھی اپنی جگہ پر خاموش کھڑا تھا۔

اتنے میں پھنکار کی آواز سنائی دی اور ایک
ایسا بڑے سائز کا سانپ کمرے میں نمودار ہوا۔
جس کا اوپر والا دھڑ سانپ کا تھا مگر نچلا دھڑ
عورت کا تھا۔ اس سانپ کے نچلے دھڑ کے ساتھ
الکا کی ٹانگیں لگی تھیں۔

ملکہ الکا اس عجیب و غریب اور اپنی ٹانگوں والے
سانپ کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ سانپ نے آتے
ہی ناگ کے آگے سر جھکا دیا اور بولا۔

"ناگ دیوتا! میں آپ کی خدمت میں حاضر
ہوں"

ناگ نے سانپ کی زبان میں کہا۔

"ملکہ الکا کا نچلا دھڑ واپس کر دو اور اس
سے اپنا نچلا دھڑ واپس لے لو"

"جو حکم ناگ دیوتا!" سانپ نے ادب سے
کہا۔

ناگ نے ملکہ الکا سے کہا۔

"الکا بہن! تم اسی طرح لیٹی رہنا اور
بالکل حرکت نہ کرنا۔ یہ سانپ تم سے
اپنا نچلا سانپ کا دھڑ واپس لے کر تمہیں تمہارا

دھڑ واپس کر دینے والا ہے۔"

ملکہ الکا ساکت ہو کر بیٹھ گئی۔

سانپ بالکل انسانوں کی طرح چل رہا تھا رہا تھا، کیونکہ اس کی ٹانگیں انسان کی تھیں اور صرف اوپر والا دھڑ سانپ کا تھا۔ اس نے ملکہ الکا کے گرد اپنے قدموں پر چل کر سات چکر لگائے اور پھر اس کے ساتھ لپٹ گیا۔ اس کے منہ سے سات بار پھنکار نکلی اور پھر جو تڑپ کر ملکہ الکا کے جسم سے الگ ہوا تو وہ پورا سانپ بن گیا تھا اور ملکہ الکا کا نچلا دھڑ اس کے جسم کے ساتھ لگ چکا تھا۔ ملکہ الکا اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

اس نے ناگ کا ہاتھ چوم لیا۔

"ناگ بھائی! تم نے مجھ پر ایسا احسان کیا ہے کہ میں اسے جب تک زندہ ہوں فراموش نہیں کروں گی۔"

ناگ نے کہا۔

"بھائی بہنوں پر احسان نہیں کیا کرتے۔ اب دنیا کا کوئی طلسم تمہیں دوبارہ سانپ نہیں بنا سکے گا۔"

پھر ناگ نے سانپ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اب تم جا سکتے ہو۔"

سانپ نے جھک کر ناگ دیوتا کو سلام کیا اور غائب ہو گیا۔

عنبر نے بھی ملکہ الکا کو مبارک باد دی اور کہا۔

"اب تم ایک عالی شان ملکہ بن کر اپنے محل میں رہ سکو گی۔ تمہیں مبارک ہو۔"

ملکہ الکا نے کہا۔

"لیکن وزیر راکش مجھے حکومت نہیں کرنے دے گا۔ وہ میری جان کا دشمن ہو چکا ہے۔"

ناگ نے کہا۔

"اس کا بھی علاج ہو جائے گا۔ تم فکر مت کرو الکا۔ تم اپنی خواب گاہ میں آرام کرو۔ ہم تمہارے دشمن راکش کی خبر لیتے ہیں۔ آؤ عنبر!"

ناگ نے عنبر کو ساتھ لیا اور خواب گاہ سے باہر نکل آیا۔

عنبر نے یاقوت پتلے سے پوچھا۔

"تمہارے خیال میں وزیر راکش اس وقت کہاں ہوگا؟"

پتلا کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر بولا۔

"مجھے اس کے جسم کی لہریں محسوس نہیں ہو رہی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ زمین پر نہیں ہے۔"

"زمین پر نہیں ہے تو پھر کہاں ہوگا؟" عنبر نے پوچھا۔

ناگ بولا۔

"ہو سکتا ہے وہ ہوا میں لٹک رہا ہو۔ بہر حال ابھی چل کر معلوم کر لیتے ہیں۔"

عنبر نے ناگ کو بتایا کہ وزیر راکش کا محل باغ کے کونے پر ہے۔ ناگ نے کہا۔

"میں سانپ کی شکل میں اس کے محل میں جاتا ہوں تم باغ میں میرا انتظار کرنا۔"

ناگ سانپ بن کر وزیر راکش کے محل کی طرف بڑھا۔

عنبر محل کے سامنے والے باغ میں درختوں کے

نیچے اندھیرے میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ رات ڈھلنے لگی تھی۔ ناگ رینگتا ہوا وزیر راکش کے محل میں داخل ہوگیا۔ وہ دیوار کے اوپر ہوکر رینگ رہا تھا۔ ناگ کو عنبر نے راکش کا حلیہ بتا دیا تھا۔ ناگ ایک کمرے میں سے انسانی آوازوں کو سن کر اس طرف بڑھا۔ کمرے کا دروازہ آدھا کھلا تھا۔ ناگ اس کے اندر رینگ کر دیوار کے ساتھ لگ گیا۔

ناگ نے دیکھا کہ ایک آدمی جس کا حلیہ بالکل راکش ایسا تھا اپنے دو غلاموں کے ساتھ کھڑا باتیں کر رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی اور وہ ایک غلام کو کہہ رہا تھا۔

"تمہیں آج رات ہی صبح ہونے سے پہلے پہلے ملکہ انکا کا کام تمام کر دینا ہوگا۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ طلسمی انگوٹھی اس سے چھین لی گئی ہے۔ اب اس کا مرجانا آسان ہے۔"

غلام نے تلوار لے کر سر جھکا دیا اور کہا۔

"وزیر اعظم راکش! آپ اطمینان رکھیں۔ ہم ابھی ملکہ کا سر کاٹ کر آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔"

ناگ یہ سن کر پریشان سا ہوا۔ کیونکہ اگر وہ غلام
پر حملہ کرتا ہے تو اس بات کا ڈر تھا کہ وہ تلوار کا وار
کر کے ناگ کے دو ٹکڑے کر دے۔ دوسری طرف
ملکہ الکا کی جان بچانے کے لیے ان غلاموں کو روکنا بھی
ضروری تھا۔

ناگ اپنی جگہ پر چپ چاپ بیٹھا رہا۔ وزیر
راکش نے کہا:

"بس! اب تم دونوں جاؤ اور ملکہ الکا کا سر
کاٹ کر میرے پاس لاؤ۔ میں تمہیں اتنا
انعام دوں گا کہ تم نے کبھی اس کا تصور
بھی نہیں کیا ہوگا۔"

دونوں غلام کمرے سے باہر نکل گئے۔

ناگ اُن کے پیچھے پیچھے رینگنے لگا۔ جب غلام
محل کے باغ میں پہنچے تو ناگ بھاگ کر عنبر کے
پاس گیا اور اسے ساری بات بتا کر کہا۔

"ان غلاموں کو روکو عنبر! نہیں تو یہ الکا کو زندہ
نہیں چھوڑیں گے۔"

عنبر غلاموں کی طرف دوڑا۔

دونوں حبشی غلام ننگی تلواریں اپنے لبادوں میں
چھپائے ملکہ کے محل کے برآمدے میں داخل ہو چکے
تھے۔ عنبر دوسری طرف سے ہو کر برآمدے کی
دیوار پھاند کر غلاموں کے سامنے کود پڑا۔ اس وقت
دونوں غلام ملکہ الکا کے دروازے پر پہرہ دیتی
حبشی عورتوں پر حملہ کرنے ہی والے تھے کہ عنبر ان کے
سامنے آگیا۔ اس نے حبشی غلاموں کو للکارا۔

غلاموں نے عنبر پر تلواروں کا وار کیا۔ ان کو یقین
تھا کہ عنبر کے جسم کے تین ٹکڑے ہو جائیں گے۔ مگر
الٹا ان کی تلواریں عنبر کے جسم سے ٹکرا کر ٹکڑے
ٹکڑے ہو گئیں۔ حبشی سمجھے کہ عنبر نے اپنے جسم پر
زرہ بکتر پہن رکھا ہے۔ حبشی عورتوں سے تلواریں چھین
کر وہ عنبر پر جھپٹ پڑے۔ عنبر نے تلواروں کے
وار کو اپنے ہاتھوں پر لیا۔ عنبر کے ہاتھوں سے تلواریں
ٹکرائیں۔ تو ایک تلوار ٹوٹ گئی۔

حبشی غلام سچ مچ ڈر گئے کہ یہ کیسا آدمی ہے کہ
اس پہ تلوار کا بھی اثر نہیں ہوتا۔ وہ ڈر کر بھاگنے لگے
تو عنبر نے انہیں دبوچ لیا۔ شور سن کر اندر سے
ملکہ بھی باہر آگئی۔ ملکہ الکا نے عنبر کو حبشی غلاموں
سے گتھم گتھا دیکھا تو پوچھا۔

"عنبر بھائی ! یہ کیا ہو رہا ہے ؟"
حبشی عورتوں نے کہا ۔
"ملکہ سلامت ! یہ دونوں غلام زبردستی
آپ کے کمرے میں گھسنے لگے تھے"
عنبر نے دونوں غلاموں کو بہت جلد موت کی
نیند سلا دیا ۔ اور الکا سے کہا ۔
"یہ راکش کی سازش پوری کرنے اور
آپ کا سر کاٹنے آئے تھے"
ملکہ الکا نے عنبر کو کمرے میں بلا لیا اور پریشان
ہو کر کہا ۔
"عنبر بھائی ! یہ وزیر مجھے نہیں چھوڑے گا"
عنبر بولا ۔
"الکا بہن ! اب وہ ہمارے ہاتھ سے زندہ
نہیں بچ سکتا ۔ ہم اسی کی خبر لینے جا رہے
ہیں ۔ تم آرام سے سو جاؤ"
عنبر نے غلاموں کی لاشوں کو اٹھا کر محل کے پچھواڑے
خندق میں پھینکوا دیا اور خود باغ میں ناگ کے پاس
آ کر کہا ۔
"غلاموں کا کام تمام ہو چکا ہے جو دوسروں

کی جان لینے کی کوشش کرتا ہے اس کا یہی
انجام ہوتا ہے"
ناگ نے کہا ۔
"ملکہ الکا کو تو گزند نہیں پہنچا ؟"
عنبر بولا ۔
"نہیں ۔ بالکل نہیں ۔ مگر وہ غدار وزیر راکش
کی وجہ سے کافی پریشان ہے"
ناگ مسکرایا ۔
"ہمارے ہوتے ہوئے ہماری بہن پریشان
نہیں ہو سکتی ۔ میں ابھی جا کر اس کی خبر
لاتا ہوں ۔
عنبر نے کہا ۔
"میں تمہارے ساتھ جاؤں گا"
"تمہاری کیا ضرورت ہے عنبر ۔ تم اسی جگہ
باغ میں میرا انتظار کرو"
یہ کہہ کر ناگ ، سانپ کی شکل میں رینگتا ہوا واپس
وزیر راکش کے محل کی طرف روانہ ہوا ۔ حبشی غلاموں
کو ملکہ الکا کا سر کاٹ کر لانے کے واسطے بھیج کر
وزیر راکش بے چینی سے اپنی خواب گاہ میں ٹہل کر

غلاموں کا انتظار کر رہا تھا۔ ناگ خاموشی سے وزیر راکش کی خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔

راکش اپنے شاندار پلنگ کے سامنے ٹہل رہا تھا۔ ناگ نے اندر داخل ہوتے ہی انسانی شکل اختیار کر لی۔ ایک گھنگریالے بالوں اور شربتی آنکھوں والے نوجوان کو اپنے سامنے دیکھ کر وزیر راکش ٹھٹھک سا گیا۔ پھر انتہائی غضبناک آواز میں بولا۔

"تم کون گستاخ ہو؟ تمہیں شاہی خواب گاہ میں داخل ہونے کی جرأت کیسے ہوئی؟"

ناگ نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"راکش تمہاری کوئی آخری خواہش ہو تو بتا دو۔ کیونکہ تھوڑی دیر بعد تم اس دنیا میں نہیں ہو گے۔"

وزیر راکش سمجھ گیا کہ اس کے سامنے کوئی معمولی آدمی نہیں ہے بلکہ ضرور کوئی اس سے بھی زیادہ طاقتور جادوگر ہے۔ راکش ایک سکینڈ میں انسان سے نیلا سانپ بن کر پھنکارتا ہوا ناگ کی طرف جھپٹا۔

○

آدم خور خلا باز

ناگ اژدھا بن کر نیلے سانپ کے پرخچے اڑانے ہی والا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی۔

"ناگ! ٹھہر جاؤ"

ناگ نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اس کے پیچھے عنبر کھڑا تھا۔ غیبی شیشہ اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے کہا۔

"اس غیبی شیشے کو استعمال کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ اس غدار دشمن کو ماریں گے نہیں بلکہ اسے خلا میں چھوڑ دیں گے۔"

نیلا سانپ عنبر کی طرف لپکا۔ اس نے عنبر کو پہچان لیا تھا۔ مگر عنبر نے غیبی شیشے کا بٹن دبا دیا۔ شیشے میں سے دائرہ نکل کر نیلے سانپ پر پڑا۔ روشنی میں آتے ہی نیلے سانپ کا جسم چاندی کی طرح

پھٹنے لگا۔ وہ اپنی جگہ پر پتھر کی طرح جم گیا اور پھر دیکھتے
دیکھتے سفید ذرّے بن کر غائب ہو گیا۔
ناگ نے کہا۔
"میرا خیال ہے اس کی یہی سزا کافی ہے کہ یہ
ساری زندگی خلائی سیاروں میں بھٹکتا رہے۔"
اس کے بعد عنبر اور ناگ ملکہ الکا کے پاس گئے اسے
خوشخبری سنائی کہ اس کا دشمن ہمیشہ کے لیے اس کے
راستے سے ہٹ گیا ہے۔ اور اب وہ کبھی اس کو نقصان
پہنچانے واپس نہیں آسکے گا۔ الکا نے دونوں کا شکریہ
ادا کیا۔ عنبر نے کہا۔
"الکا بہن! اب ہم جا رہے ہیں۔ میں تمہیں یہ
نصیحت کروں گا کہ بڑے انصاف سے حکومت
کرنا۔ کبھی کسی پر ظلم مت کرنا۔ غریبوں کا خیال
رکھنا اور حاجت مندوں کی مدد کرنا۔"
ناگ اور عنبر نے باری باری الکا کو خدا حافظ کہا
اور محل سے نکل پڑے۔
اس وقت صبح ہو رہی تھی۔ دور دریا کے زرد کے
پیچھے سورج طلوع ہو رہا تھا۔ جنگل میں چلتے چلتے ناگ
نے پوچھا۔ "عنبر بھائی! اب ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

عنبر نے کہا۔
"کچھ پتہ نہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ جس
طرح سے بھی ہو سکے ہم خلا میں کسی سیارے
پر پہنچ کر ماریا اور کیٹی کو تلاش کریں۔ کیونکہ
مجھے یقین ہے کہ ماریا اور کیٹی زمین پر نہیں
آئے۔"
یاقوت بولا۔
"اہرام کی ممی نے بھی یہی کہا تھا کہ ماریا
اور کیٹی دونوں خلا میں سفر کر رہے ہیں۔"
ناگ نے یاقوت چیلے سے کہا۔
"مگر سوال یہ ہے کہ ہم خلا میں کس طرح
پہنچیں گے۔ ہمارے پاس تو کوئی راکٹ یا اُڑن
طشتری نہیں ہے۔"
یاقوت چیلا بولا۔
"میں کوئی خلائی جہاز پیدا کر سکتا تو ضرور
کر دیتا۔ لیکن میں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اب
اگر آپ لوگ خلا میں جائیں گے تو براہ
مہربانی مجھے اس دنیا میں ہی چھوڑتے جائیں۔
میں اپنے پتھروں اور پہاڑوں کے پاس ہی
زندگی بسر کرنا پسند کروں گا۔"

عنبر ہنس کر بولا۔

"کوئی بات نہیں یاقوت! ہم اگر خلا میں گئے تو نہیں اس دنیا میں جہاں تم کہو گے تمہیں چھوڑ جائیں گے۔"

ناگ نے کہا۔

"لیکن ہم خلا میں جائیں گے کیسے؟ پہلی بات تو یہ ہے۔"

عنبر نے کہا۔

"سرخ غاروں کے پاس مریخ کی مخلوق اتری ہوئی ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ وہاں چل کر کوئی خلائی جہاز اڑا لے جانے کی کوشش کریں۔"

ناگ بولا۔

"سرخ غار جنوبی افریقہ میں ہیں جو یہاں سے ہزاروں میل دور ہے۔ ہمیں یہاں کوشش کرنی چاہیئے۔"

عنبر نے کہا۔

"یہاں ہمارے لیے کون خلائی جہاز لے کر بیٹھا ہوا ہے؟"

یاقوت ہنستا بولا۔

"تم لوگ غیبی شیشے سے مدد کیوں نہیں

لیتے۔ آخر یہ خلائی شیشہ ہے۔ تم خلا میں کسی بھی سیارے پر پہنچ سکتے ہو۔ وہاں جا کر کسی دوسرے سیارے پر جانے کی کوشش کرنا۔"

ناگ بولا۔

"ہاں عنبر بھائی! غیبی شیشے کی مدد سے ہم کم از کم خلا میں تو پہنچ جائیں گے۔"

عنبر نے کہا۔

"ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ غیبی شیشے کے پیچھے کس سمت کی ڈگریاں اور زاویئے بنے ہوئے ہیں۔ کیا خبر ہم کسی ایسے سیارے پر پہنچ جائیں جہاں لاوا ہی لاوا پگھل رہا ہو۔ زہریلی گیسیں پھیلی ہوں۔"

یاقوت نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اگر یہ خلائی مخلوق کا غیبی شیشہ ہے جیسا کہ تم کہتے ہو تو پھر اس پر ایسے کسی سیارے کا زاویہ نہیں دیا گیا ہوگا جہاں موت ہی موت ہو۔ کیونکہ ظاہر ہے مریخ کی مخلوق اسی شیشے کی مدد سے سفر کرتی رہی ہے۔"

یہ نکتہ عنبر کو پسند آیا۔ اس نے ناگ سے کہا۔
"یاقوت ٹھیک کہتا ہے۔ کسی خطرناک
سیارے پر یہ غیبی شیشہ ہمیں نہیں پہنچائے
گا۔ ہم ضرور خلا میں کسی ٹھنڈے سیارے
پر ہی پہنچیں گے"
ناگ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔
"اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو میں تیار ہوں
ہزاروں برس گزر گئے خطرے مول لیتے ہوئے
ایک خطرہ اور سہی"
عنبر بھی سوچ میں پڑ گیا۔ اس نے کہا۔
"تو پھر ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔ یہ لو
شیشہ"
عنبر نے غیبی شیشہ ناگ کے ہاتھ میں دے دیا
ناگ بولا۔
"یہ تمہارا ہے۔ اسے تم ہی استعمال کرو تو
بہتر ہے"
"جیسے تمہاری مرضی"
اتنے میں یاقوت پتلے کی باریک آواز آئی۔
"بھائی مجھے پہلے اپنی جیب سے نکال کر

باہر رکھ دو"
"ارے! نہیں تو میں بھول ہی گیا تھا"
عنبر نے جیب سے پتلا نکال کر باہر ایک
ہموار چٹان پر رکھ دیا اور پوچھا۔
"یاقوت تم ٹھیک رہو گے یا چٹان کے اندر
کسی کھوہ میں رکھ دوں؟"
پتلا بولا۔
"تم مجھے چٹان کے اندر رکھ دو تو زیادہ بہتر
ہے"
عنبر اور ناگ نے پتلے کو چٹان کی کھوہ کے اندر
جاکر رکھ دیا۔ پھر باری باری دونوں نے پتلے کے
سر پر ہاتھ رکھ کر خدا حافظ کہا۔ پتلا بولا۔
"تم انسان رخصت ہوتے وقت خواہ مخواہ
اداس ہو جاتے ہو۔ ہم پتھر ایسا نہیں کیا
کرتے۔ ہم خاموشی سے ملتے ہیں اور خاموشی
سے جدا ہو جاتے ہیں"
ناگ نے کہا۔
"یاقوت بھائی! اگر ہم دوبارہ واپس اس دنیا میں
آئے تو یہاں آکر تم سے ضرور ملاقات کریں
گے"

عنبر نے کہا۔
"اگر تم یہاں نہ ہوتے تو؟"
پتلا بولا۔
"نہ ہوا تو کیا ہوا۔ تم بھی زندہ ہو۔ میں بھی زندہ ہوں۔ زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر ملاقات ہو جائے گی۔ اچھا! خدا حافظ۔ اب تم جاؤ۔ میں آرام کروں گا۔"
پتلے کو آخری بار دیکھنے کے بعد عنبر اور ناگ کھوہ سے باہر آ گئے۔
اب وہ دریا کے کنارے ایک درخت کے پاس کھڑے ہو گئے۔ عنبر نے کہا۔
"ناگ! میں اس غیبی شیشے کی روشنی اس درخت کے چوڑے تنے پر ڈالوں گا۔ میں اس کی روشنی کو درخت کے تنے پر ساکت کر دوں گا۔ تم اس کے اندر جلدی سے داخل ہو جانا۔ تمہارے پیچھے میں بھی آ جاؤں گا۔ ٹھیک ہے۔ تم تیار ہو؟"
"بالکل تیار ہوں عنبر بھائی۔"
یہ کہہ کر ناگ عنبر کے بالکل قریب ہو کر کھڑا ہو گیا۔ عنبر نے غیبی شیشے کی سوئی کو ایک ہندسے پر گھما کر

روک دیا۔ پھر اس کا بٹن دبا دیا۔ غیبی شیشے میں سے روشنی نکل کر درخت کے تنے پر پڑی۔ عنبر نے آہستہ سے کہا۔
"ناگ! روشنی میں داخل ہو جاؤ۔"
ناگ تیزی سے روشنی کے دائرے میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ عنبر نے فوراً بٹن بند کر دیا اور پھر خود بھی روشنی کے دائرے میں چھلانگ لگا دی اور ناگ کا ہاتھ مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔
"ناگ آنکھیں بند کر لو۔ ہم غائب ہونے والے ہیں۔"
ناگ نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔
ایک سیکنڈ میں دونوں غائب ہو گئے۔

○

اچانک عنبر اور ناگ دونوں ایک جگہ ظاہر ہو گئے۔ سب سے پہلے انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ اس بات پر بہت خوش ہوئے کہ وہ دونوں جدا نہیں ہوئے تھے اور ایک ساتھ غائب ہو کر ایک ساتھ ظاہر ہو گئے تھے۔
"عنبر بھائی! خدا کا شکر ہے کہ ہم دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔ اور کسی ایسے سیارے پر اترے ہیں۔ جہاں گھومتے ہوئے لاوے نے ہمارا استقبال نہیں کیا۔"

عنبر نے چاروں طرف ایک نگاہ ڈالی اور کہا۔
"پہلی اچھی بات تو یہ ہے کہ یہاں کی فضا ہماری
زمین کی فضا جیسی ہی ہے۔ اور دوسری بات
یہ ہے کہ ہم دونوں ساتھ ہی ظاہر ہوئے ہیں"
اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر دیکھا۔ عینی شیشہ
عنبر کی جیب میں ہی تھا۔
"خدا کا یہ بھی شکر ہے کہ عینی شیشہ میری
جیب میں ہی ہے۔ اب چل کر یہ دیکھتے ہیں
کہ اس سیارے پر کوئی مخلوق بھی رہتی ہے
کہ یہ کوئی ویران سیارہ ہے"
ناگ بولا۔
"اس کی فضا ہماری زمین کی فضا جیسی ہے
تو ظاہر ہے یہاں ہمارے جیسی کوئی مخلوق بھی
ضرور آباد ہوگی"
عنبر نے اردگرد نگاہ ڈالی
"مگر یار۔ یہاں تو سوکھے ہوئے چلے ہوئے
پہاڑوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آ رہا"
"ان پہاڑوں کے دوسری طرف چل کر دیکھتے ہیں"
یہ کہہ کر ناگ نے آگے قدم بڑھائے۔ دونوں سا

ان دوست اس گمنام اور ویران سیارے کی زمین
پلتے چلے گئے۔ آسمان کا رنگ بھی نیلا تھا اور سورج
اب کی طرف ڈھل رہا تھا۔ عنبر نے ناگ کی توجہ
ا طرف دلائی کہ آسمان پر کوئی پرندہ نہیں اُڑ رہا۔
بولا۔
"کیوں نہ میں عقاب بن کر ایک چکر لگا کر دیکھوں
کہ آس پاس کوئی آبادی ہے کہ نہیں"
عنبر نے کہا۔
"اچھا خیال ہے تو پھر تم ایسا کرو کہ اُڑ کر
ایک جائزہ لو۔ میں اسی جگہ بیٹھ کر تمہارا انتظار
کرتا ہوں"
ناگ نے عنبر کو تاکید کی کہ وہ اپنی جگہ سے بالکل کسی
سری جگہ پر نہ جائے اور خود عقاب بن کر ہوا میں اُڑ
عنبر وہیں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد عقاب پھڑپھڑاتا
واپس آیا تو غوطہ لگا کر عنبر کے پاس پہنچ کر اس نے
انسانی شکل اختیار کر لی اور بولا۔
"عنبر میں نے ایک عجیب چیز دیکھی ہے"
"وہ کیا؟" عنبر نے بے تاب ہو کر پوچھا۔
ناگ نے عنبر سے کہا۔
"ان پہاڑوں کے باہر ایک جھیل ہے۔ جھیل کے

کنارے میں نے ایک کھلی جگہ پر بہت بڑا راکٹ
دیکھا ہے۔ جو مجھے امریکہ کی خلائی شٹل کی طرح
کا لگتا ہے۔ اس راکٹ پر U.S.A امریکہ بھی
لکھا ہوا ہے۔ درختوں میں کچھ جھونپڑیاں بھی بنی
ہوئی ہیں۔ مگر مجھے وہاں کوئی آدمی نظر نہیں آیا۔"
عنبر بڑے غور سے سن رہا تھا۔ کہنے لگا۔
"ناگ! تم نے عجیب خبر سنائی ہے۔ اس سیارے
پر امریکہ کی خلائی شٹل تو زمین کے گرد بالائی
خلا میں تجربات کے لیے جایا کرتی تھی۔"
ناگ بولا۔
"یہ معمہ وہاں چل کر ہی حل ہو سکتا ہے۔ آؤ
میرے ساتھ۔ ہم وہاں خود چل کر دیکھتے ہیں
کہ یہ خلائی شٹل ہی ہے یا کسی دوسری مخلوق
کا راکٹ ہے۔"
عنبر اور ناگ وہاں سے آگے چل پڑے۔
عنبر اور ناگ پہاڑیوں میں سے نکل کر جب وہ دوسری
طرف آئے تو عنبر نے دیکھا کہ ایک کھلی جگہ ہے جہاں
ایک بہت بڑا راکٹ کھڑا ہے۔ یہ امریکہ کی خلائی شٹل
ہی تھی۔ اس کا سفید رنگ خراب ہو گیا ہوا تھا اور جہاں
وہ کھڑا تھا۔ وہاں نیچے گھاس اگ آئی تھی۔

عنبر نے کہا۔
"ناگ! یہ تو واقعی امریکہ کی خلائی شٹل ہے۔
مگر یہ یہاں کیسے پہنچ گئی؟ اور یہاں کوئی آدمی
بھی دکھائی نہیں دیتا۔"
ناگ بولا۔
"وہ جو سامنے درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے
ہیں ان کے درمیان کچھ جھونپڑیاں بھی بنی ہوئی
ہیں۔ ہم وہاں چلتے ہیں۔"
عنبر نے کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔
"ہمیں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ ہو سکتا ہے
یہاں کوئی دشمن مخلوق رہتی ہو۔ اور ہمیں نقصان
پہنچانے کی کوشش کرے۔ میرا خیال ہے تم
سانپ بن کر جاؤ اور دیکھو کہ یہ معاملہ کیا ہے
اور کیا یہاں کوئی انسان بھی ہے یا نہیں؟"
ابھی وہ یہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ خلائی شٹل کا پہلا
دروازہ کھلا اور اس میں سے تین آدمی باہر نکلے۔ ان
آدمیوں کے رنگ سفید تھے اور ان کی لمبی لمبی ڈاڑھیاں
تھیں اور لباس میلا کچیلا تھا۔ یہ لباس خلائی تھا۔ عنبر نے
کہا۔
"یہ تو مجھے امریکی خلاباز معلوم ہوتے ہیں۔ یہ اسی

خلائی شٹل کے خلا باز ہیں ناگ!"
ناگ بولا۔

"ہاں عنبر! میں دیکھ رہا ہوں - ان کی لمبی لمبی ڈاڑھیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں یہاں رہتے کافی عرصہ ہو گیا ہے۔ مگر انہوں نے ایک خلا باز کے ہاتھ پیچھے باندھ رکھے ہیں"

اب عنبر نے بھی دیکھا کہ جس آدمی کے ہاتھ باندھے ہوئے تھے۔ وہ آگے آگے تھا۔ ان کے پیچھے دو لمبی ڈاڑھیوں والے خلا باز تھے جن کے ہاتھوں میں لمبے لمبے چاقو تھے وہ قیدی خلا باز کو آگے لگائے درختوں کی طرف چلے گئے
عنبر نے کہا۔
"ناگ تم جا کر پتہ کرو کہ یہ قیدی خلاباز کو کہاں لے جا رہے ہیں"
ناگ بولا۔
"تم اسی جگہ ٹھہرنا۔ میں ابھی سراغ لگا کر واپس آتا ہوں"
یہ کہہ کر ناگ نے سانپ کی شکل اختیار کی اور زمین پر رینگتا ہوا ان درختوں کی طرف چلا جدھر قیدی خلا باز کو لے جایا گیا تھا۔ ناگ چھوٹے بڑے پتھروں کے بیچ میں سے رینگتا چلا جا رہا تھا۔ ابھی وہ درختوں کے جھنڈ سے

دور ہی تھا کہ اسے ایک انسانی چیخ سنائی دی۔ ناگ وہیں رک گیا۔ پھر خاموشی چھا گئی۔
یہ چیخ عنبر نے بھی سن لی تھی مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔
ناگ تیزی سے رینگنے لگا۔ اسے شک گزرا کہ لمبی ڈاڑھیوں والے خلا بازوں نے ضرور قیدی خلا باز کو مار ڈالا ہے۔ وہ جلدی جلدی درختوں کی طرف جانے لگا۔ جب وہ درختوں کے پاس پہنچا تو اس نے ایک ہیبت ناک منظر دیکھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ درختوں کے درمیان، جھونپڑیوں کے آگے آگ جل رہی ہے۔ اس کے ارد گرد کچھ اور لمبی ڈاڑھیوں والے خلا باز جن میں ایک عورت بھی ہے بیٹھے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں کھانا کھانے والے چھری کانٹے ہیں اور وہ آگ کی طرف دیکھ رہے ہیں۔
آگ کے آلاؤ کے ایک ایک لوہے کے لمبے ڈنڈے کے ساتھ ایک مردہ آدمی کو زنجیر سے باندھ رکھا ہے اور اسے گھما پھرا کر آگ پر بھونا جا رہا ہے۔ ناگ یہ خوفناک منظر دیکھ کر کانپ گیا۔ یہ لوگ قیدی خلا باز کو قتل کرنے کے بعد اسے بھون کر کھانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔
ناگ وہاں سے واپس آگیا۔
اس نے عنبر کو سارا واقعہ سنایا تو عنبر بولا۔

"معلوم ہوتا ہے اِن خلا بازوں کے پاس خوراک
ختم ہو گئی ہے اور یہاں بھی خوراک نہیں مل رہی
اور اب انہوں نے اپنے کمزور یا بیمار ساتھیوں
کو بھون کر کھانا شروع کر دیا ہے۔"
تاگ بولا۔

"انہیں اس بھیانک کام سے روکنا چاہیے عنبر!"
عنبر نے کہا۔
"لیکن ہم انہیں خوراک کہاں سے لا کر دیں گے؟
اور ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں بھی ہلاک کرنے
کی کوشش کریں۔ مجھے تو وہ ہلاک نہ کر سکیں
گے لیکن تمہاری جان خطرے میں پڑ سکتی ہے
تاگ!"
تاگ نے کہا۔
"کچھ بھی ہو یہ انسانیت کش فعل ہم نہیں دیکھ
سکتے۔ ان خلا بازوں میں ایک عورت بھی ہے
جس کے بال سنہری ہیں۔ وہ بھی امریکی عورت
معلوم ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کل کو اس کی باری
بھی آجائے۔"
عنبر کہنے لگا۔
"ایسا کرتے ہیں کہ تم سانپ یا پرندہ بن کر درختوں

کے جھنڈ میں کسی ایک درخت پر بسیرا کر لو۔ اور
میں اِن لوگوں کے بیچ میں جاتا ہوں اور انہیں یہ
کہتا ہوں کہ میں زمین سے آیا ہوں۔ زمین پر مریخ
والوں نے حملہ کر دیا ہے۔ اور میں اِن کی ایک
لیبارٹری میں غلطی سے داخل ہو گیا اور غائب ہو کر
یہاں پہنچ گیا۔ پھر میں اُن میں رہ کر پتہ کروں
گا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں اور
اپنے ساتھیوں کو مار کر اِن کا گوشت کیوں کھا
رہے ہیں۔"
تاگ نے کہا۔
"ٹھیک ہے۔ میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں وہ
درخت دکھائے دیتا ہوں جہاں میں چھوٹا عقاب
بن کر رہوں گا۔ اور تم سے رات کے وقت
آ کر مل لیا کروں گا!"
عنبر اور تاگ ایک چکر لگا کر خلائی شٹل سے پیچھے
ہرے درختوں کے پاس آ گئے۔ یہ درخت ایسے تھے کہ
ان پر نوکیلے پتے ہی پتے تھے۔ پھل نہیں تھا۔ تاگ
نے ایک بڑے درخت کی طرف اشارہ کیا اور بولا۔
"میں اس درخت کی شاخوں میں بسیرا کرنے لگا
ہوں۔ تم اِن لوگوں کے پاس جا کر تحقیق کرو۔"

بہر حال میں تمہیں اسی جگہ ملوں گا۔"

ناگ نے عقاب کی شکل بدلی اور اُڑ کر درخت کی گھنی شاخوں میں جا کر چھپ گیا۔ عنبر نے خدا کا نام لیا اور ان جھونپڑیوں کی طرف چل پڑا۔ جن کے سامنے آگ کا الاؤ روشن تھا اور وہاں بیٹھے ہوئے لمبی ڈاڑھیوں والے سفید فام خلا باز بھونے ہوئے مردے کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے۔ عنبر کو یہ منظر بڑا مکروہ لگا اور وہ ایک درخت کے پیچھے دوسری طرف منہ کر کے بیٹھ گیا۔ وہ یہ غیر انسانی منظر نہیں دیکھ سکتا تھا

اسے دوسری طرف منہ کیے بیٹھے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ اچانک کسی نے اس کی گردن پہ چاقو رکھ دیا اور اور چیخ مار کر انگریزی میں کہا۔

"اگلے ہفتے کے کھانے کا بندوبست ہو گیا دوستو! مجھے ایک آدمی مل گیا ہے"

عنبر نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کے سر پہ ایک لمبی ڈاڑھی اور وحشتناک آنکھوں والا پہلوان ٹائپ امریکی کھڑا اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔ عنبر نے کوئی حرکت نہ کی۔ اس امریکی کی آواز سن کر دوسرے لمبی ڈاڑھیوں والے امریکی بھی وہاں دوڑ کر آ گئے۔ وہ عنبر کو پکڑ کر الاؤ کے پاس لے گئے۔ ہر کوئی اسے تعجب

سے دیکھ رہا تھا۔ عنبر نے انگریزی میں کہا۔

"میں زمین سے آیا ہوں"

"تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟"

ایک سفید بالوں والے امریکی نے پوچھا۔ اس امریکی کے بال اگرچہ سفید تھے مگر جسم مضبوط تھا۔ اور وہ اتنا بوڑھا نہیں تھا۔ اس کا خلائی لباس بھی جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔ عنبر نے من گھڑت کہانی دہرادی

"ہماری زمین پر ایٹمی جنگ کے بعد مریخ کی مخلوق آ گئی۔ انہوں نے افریقہ میں اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا اور وہاں سے زمین پر بچے کھچے انسانوں کا شکار شروع کر دیا"

سفید بالوں والا امریکی عنبر کو گھور کر دیکھ رہا تھا۔

"وہ ___ انسانوں کا شکار کیوں کر رہے تھے؟"

عنبر نے کہا۔

"وہاں کے قبیلے والوں کا کہنا تھا کہ وہ انسانوں کے جسم سے کیلشیم نکال کر جمع کر رہے ہیں۔ اور مردہ انسانوں کا کوئی مرکب تیار کر رہے ہیں"

ایک موٹی گردن والے بھینسے نے پوچھا۔

"مگر تم یہاں خلا میں سے گزر کر کیسے پہنچے؟
کیا تم کسی خلائی راکٹ پر آئے ہو؟"
عنبر نے کہا۔
"نہیں میرے ساتھ ایک عجیب حادثہ ہوا
ہے۔ میں زمین پر باقی بچے ہوئے انسانوں
کی بھلائی کے لیے ایک رات مریخ والوں کے
ہیڈ کوارٹر میں گھس گیا۔ میرا ارادہ ان کی لیباٹری
کو تباہ کر کے انسانوں کو ان کے ظلم سے نجات
دلانا تھا۔ میں ایک لیبارٹری میں داخل ہوا۔
تو وہاں ایک سلنڈر میں روشنی ہو رہی تھی۔
جونہی میں اس سلنڈر کے قریب سے گزرا۔
تو روشنی مجھ پر پڑی۔ اور میں بے ہوش ہو
گیا۔ ہوش میں آیا تو میں اِن درختوں میں آپ
کے پاس بیٹھا تھا۔"
سفید بالوں والا امریکی اور دوسرے خلا باز ایک دوسرے
کی طرف دیکھنے لگے۔ موٹی گردن والے خلا باز کا نام
پنچ تھا۔ وہ شکل ہی سے خطرہ لگتا تھا۔ پنچ نے سفید
بالوں والے سے کہا۔
"سٹون! تمہارا کیا خیال ہے؟"
سفید بالوں والے کا نام سٹون تھا اور وہ ان سب میں
سنجیدہ آدمی تھا۔ اور سائنس دان لگتا تھا۔ سٹون نے کہا۔
"میرے خیال میں یہ بیم اپ ہوا ہے۔ مریخ
کی لیبارٹری میں وہ ایکس ریز تھیں جن میں سے
گزر کر یہ شخص ایٹمی اور الیکٹرون میں تبدیل ہو
کر یہاں پہنچ گیا ہے۔"
پھر اس نے عنبر سے پوچھا۔
"تمہارا نام کیا ہے اور تم کہاں کے رہنے والے
ہو؟"
عنبر نے کہا۔
"میرا نام عنبر ہے۔ میں ملک مصر کا سیّاح
ہوں۔ افریقہ کے جنگلوں میں سیاحت کرنے
آیا تھا کہ تیسری ایٹمی جنگ چھڑ گئی۔ پھر ساری
دنیا تباہ ہو گئی۔ میں نے ایک غار میں چھپ
کر جان بچائی۔"
پنچ نے پوچھا۔
"کیا ہماری دنیا پر کوئی ملک باقی نہیں بچا
تھا؟"
"نہیں" عنبر نے کہا۔ "ہماری دنیا پر ایٹم بموں
اور میزائلوں کی بارش ہوئی تھی۔ کچھ باقی نہیں
بچا۔ سارے شہر کھنڈر بن گئے۔ کہیں کہیں

جنگلوں میں کچھ لوگ باقی رہ گئے ہیں جو پھر سے
اپنی زندگی شروع کر رہے ہیں مگر یہ لوگ
غاروں کے رہنے والے انسانوں سے ملتے
جلتے ہیں۔"

امریکی خلاباز عورت بھی وہاں آگئی تھی اور عنبر کو غور
سے تک رہی تھی۔ دوسرے وحشی امریکی بھی عنبر کے
گرد جمع ہو گئے۔ سفید بالوں والے مسٹر سٹون نے عنبر
کے سوال پر بتایا۔

"جس وقت دنیا میں عالمی ایٹمی جنگ چھڑی اس
وقت ہم اپنی خلائی شٹل کے ساتھ زمین کے
گرد خلا میں گردش کر رہے تھے۔ پھر خلائی
جنگ شروع ہو گئی۔ خلا میں امریکہ اور روس
کے مصنوعی سیاروں نے ایک دوسرے پر
لیزر شعاعیں پھینکنی شروع کیں اور ہمارے دیکھتے
دیکھتے کئی مصنوعی سیارے تباہ ہو گئے۔ پھر
زمین پر لیزر شعاعیں پڑیں اور ہم نے کئی ملکوں
میں آگ لگتے دیکھی۔ ایک روسی سیارچے
نے ہم پر بھی حملہ کر دیا۔ ہم خلائی شٹل
کو لے کر خلا میں ایک طرف بھاگے۔ مگر ہماری

بدقسمتی سے ہماری خلائی شٹل مدار سے نکل
گئی۔ اور خلا کے سیاروں نے اسے اپنی
طرف کھینچنا شروع کر دیا اور پھر ہم دیکھتے
دیکھتے اپنی دنیا سے اتنی دور نکل آئے کہ ہمیں
اپنی دنیا ایک چھوٹے سے سیارے کی طرح
چمکتی نظر آنے لگی۔ خلا میں کئی ماہ سفر کرنے
کے بعد آخر ہمیں یہ سیارہ نظر آیا اور ہم
یہاں اتر پڑے۔ ہمارے پاس جو خوراک تھی
وہ ختم ہو گئی۔ ہم دو برس سے یہاں پڑے
ہیں۔ جھیل کا پانی پیتے ہیں۔ ان درختوں کے
پتے زہریلے ہیں۔ ہم انہیں نہیں کھا سکتے۔ ہم
مجبوراً اپنے ان آدمیوں کو بھون کر کھا جاتے
ہیں جو بیمار پڑ جاتے ہیں یا مر جاتے ہیں۔"

عنبر نے یہ نہ پوچھا کہ وہ ابھی ابھی جس آدمی کو بھون
کر کھا رہے تھے وہ بیمار نہیں تھا بلکہ یہ لوگ اس کے
ہاتھ پیچھے باندھ کر لائے تھے اور اسے انہوں نے خنجر
سے ہلاک کیا تھا۔ جس کی چیخ عنبر نے صاف سنی
تھی۔ عنبر نے کہا۔

"آپ لوگ کب تک اپنے بیمار اور مُردہ ساتھیوں

کا گوشت کھاتے رہیں گے؟"

موٹی گردن والا قہقہہ لگا کر بولا۔

"ابھی تو ہمیں ایک زندہ انسان مل گیا ہے۔ ہم اس کی دعوت اڑائیں گے"

سارے خلاباز وحشی انسانوں کی طرح ہنسنے لگے۔ دو برس کی تنہا اور تکلیف دہ خلائی زندگی نے انہیں وحشی بنا دیا تھا۔ سب عنبر کو گھور رہے تھے۔ ایک بولا۔

"اس نوجوان کو ہم پرسوں بھون کر کھائیں گے۔ ابھی ہمارے پیٹ بھرے ہوئے ہیں"

سفید بالوں والے مسٹر سٹون نے چونک کر اس خلاباز کی طرف دیکھا اور کہا۔

"یہ ہمارا مہمان ہے۔ ہمیں اس کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیئے"

سارے خلاباز سفید بالوں والے کو گالیاں دینے لگے۔ موٹی گردن والا چیخ چیخ کر بولا۔

"مسٹر سٹون! بہتر ہے کہ تم ہمارے معاملے میں دخل نہ دو۔ نہیں تو ہم تمہیں بھی کھا جائیں گے"

خلاباز عورت نے ہاتھ اٹھا کر سب کو خاموش کیا

اور کہا۔

"شور مت کرو دوستو! ہم اس مہمان کو پرسوں کھائیں گے۔ ابھی دو روز کے لیے ہمارے پاس انسانی گوشت موجود ہے۔ اس کو قید میں ڈال دو"

سب خوشی سے نعرے لگانے لگے۔ عنبر خاموش رہا۔ انہوں نے عنبر کو رسیوں میں جکڑ کر ایک جھونپڑی میں ڈال دیا اور باہر دو خلاباز پہرے پر لگا دیئے۔ چند گز کے فاصلے پر درخت پر بیٹھا ناگ یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور سُن رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے یہ آدم خور خلاباز عنبر کو رسیوں میں جکڑ کر ایک جھونپڑی کی طرف لے گئے۔ ناگ سمجھ گیا کہ عنبر نے اگر کوئی حملہ وغیرہ نہیں کیا تو وہ کسی خاص وجہ سے خاموش ہے۔ وہ چپکے سے درخت پر بیٹھا رہا۔

جب رات کا اندھیرا پہاڑوں طرف چھا گیا اور وحشی خلاباز اپنی اپنی جھونپڑیوں میں جا کر سو گئے تو ناگ نے ایک سائے کو جھونپڑی کی طرف بڑھتے دیکھا ناگ بھی سانپ کی شکل میں درخت سے نیچے اُتر کر جھونپڑی کی طرف رینگنے لگا۔ انسانی سایہ اندھیرے میں جھونپڑی کے

پیچھے کی طرف چلا گیا۔ کیونکہ جھونپڑی کے سامنے دروازے
پر دو آدم خور خلا باز پہرہ دے رہے تھے۔
ناگ بھی جھونپڑی کے پچھواڑے سے آگیا۔ کیا دیکھتا ہے
کہ ایک عورت جھونپڑی کی طرف پھونک پھونک کر قدم
رکھتی بڑھ رہی ہے۔ ناگ نے اسے پہچان لیا۔ یہ وہی
سنہری بالوں والی خلا باز امریکی عورت تھی۔ جس نے اعلان
کیا تھا کہ عنبر کو دو روز بعد بھون کر کھایا جائے گا۔ ناگ
کو خیال آیا کہ کہیں یہ عنبر پر حملہ کرنے تو نہیں جا رہی ہے؟
مگر وہ مطمئن تھا۔ کیونکہ عنبر مر نہیں سکتا تھا۔ پھر بھی وہ
یہ معلوم کرنے کے لیے آگے بڑھا کہ یہ عورت عنبر کے
پاس کس لیے جا رہی ہے۔ خلا باز عورت جھونپڑی کی دیوار
کے پاس جا کر رک گئی۔
اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر ایک جگہ سے
کے درختوں کی شاخوں سے بنی ہوئی دیوار کو ایک جگہ سے
ہٹایا اور اندر داخل ہو گئی۔ ناگ نے دیوار کی شاخوں میں سے
گردن نکال کر جھونپڑی کے اندر دیکھا۔
عنبر جھونپڑی میں رسیوں میں جکڑا ہوا پڑا تھا۔ مگر
عنبر نے اتنا ضرور کیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کی رسیاں کھول
ڈالی تھیں۔ اور بڑے آرام سے فرش پر بیٹھا کسی سوچ

میں گم تھا۔ اس نے خلا باز عورت کو دیوار کے سوراخ
میں سے آتے دیکھا تو بولا۔
"کیا تم آج رات ہی مجھے ہلاک کر ڈالو گے؟
تم نے تو کہا تھا کہ......"
خلا باز عورت نے اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر آہستہ
سے کہا۔
"خاموش رہو۔ باہر پہرے دار سُن لیں
گے۔"
ناگ یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس
عورت کی نیت بری نہیں ہے۔ عنبر خاموش ہو گیا۔ خلا باز
عورت نے پہلا کام یہ کیا کہ عنبر کی رسیاں کھول ڈالیں۔
اور آہستہ سے کہا۔
"میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔"
عنبر کو لے کر خلا باز عورت جھونپڑی سے باہر نکل
آئی۔ درختوں میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ اس نے
عنبر کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ عنبر اس کے پیچھے
پیچھے درختوں میں چلنے لگا۔ ناگ بھی ان کے پیچھے پیچھے روانہ
ہو گیا۔ خلائی عورت عنبر کو لے کر جھونپڑیوں سے جب
کافی دور نکل گئی تو آگے جھیل کا مشرقی کنارا آگیا۔ یہاں

ایک کھڈ نیچے کو اترتی تھی۔ خلائی عورت نے عنبر سے کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔"

عنبر خاموشی سے خلا باز عورت کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے ناگ تھا۔ عنبر کو ناگ کی خوشبو اپنے پیچھے سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ ناگ اس کے عقب میں چلا آرہا ہے۔

کھڈ کافی گہری تھی۔ اس کی ڈھلان زیادہ خطرناک نہیں تھی۔ ایک جگہ کھڈ کے اندر دیوار میں گھنی جھاڑیاں اُگی تھیں۔ خلا باز عورت نے جھاڑیوں کو ایک طرف ہٹایا تو اس کے پیچھے ایک غار نمودار ہوا۔ خلا باز عورت نے کہا۔

"اندر آجاؤ۔"

عنبر غار میں چلا گیا۔ ناگ بھی تھوڑا سا فاصلہ ڈال کر اندر داخل ہو گیا۔

غار میں اندھیرا تھا۔ خلا باز عورت نے جیب سے ایک موم بتی نکال کر روشن کی اور اسے ایک پتھر پر رکھ دیا۔ ناگ ایک پتھر کے پیچھے چھپ گیا۔ عنبر نے دیکھا کہ غار کی چھت زیادہ اونچی نہیں تھی اور اس میں سے نوکیلے پتھر باہر کو نکلے ہوئے تھے۔ فرش پر بھی نوکیلے اور گول سیاہ پتھر پھیلے تھے۔ عنبر نے پوچھا۔

"تم مجھے یہاں کس لیے لائی ہو؟"

خلا باز امریکی عورت نے اپنے سنہری بالوں کو ہاتھ سے پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"عنبر یہ تو تمہیں معلوم ہی ہو گیا کہ میں تمہیں ان وحشی خلا بازوں سے بچا کر یہاں لائی ہوں۔"

عنبر نے کہا۔

"لیکن شام کو تم نے ہی میرے بارے میں اعلان کیا تھا کہ مجھے پرسوں قتل کر دیا جائے گا۔"

خلا باز عورت نے کہا۔

"اگر میں یہ نہ کہتی تو وہ لوگ اتنے بے قابو ہو رہے تھے کہ شاید تمہیں کل شام ہی قتل کر کے بھون کر کھا جاتے۔"

عنبر نے پوچھا۔

"تمہارا نام کیا ہے۔ اور تم لوگ یہاں کب تک ایک دوسرے کا گوشت کھا کر زندہ رہو گے۔ ایک دن تم سب ختم ہو جاؤ گے۔"

خلا باز امریکی عورت بولی۔

"میرا نام شیلا ہے۔ میں خلا باز عورت ہوں اور نیویارک میں خلائی سائنس کی پروفیسر تھی۔ میں

اپنی مرضی سے ہوسٹن کے خلائی مرکز میں ٹریننگ
لینے کے بعد خلائی شٹل کی اس آخری مہم پر
آئی تھی۔ ہمیں کیا خبر تھی کہ پیچھے دنیا میں تیسری
ایٹمی جنگ چھڑ جائے گی اور ہم ہمیشہ کے لیے
خلا میں بھٹک جائیں گے۔"
عنبر نے کہا۔
"تمہیں یہاں آئے دو برس ہو گئے ہیں۔ تم اب
تک کیا کھاتے رہے ہو؟ دو برس میں تو تم سب
کو ختم ہو جانا چاہیئے تھا۔"
خلا باز عورت شیلا نے کہا۔
"شروع میں یہاں ایک خاص قسم کا پودا اُگتا تھا
ہم اس کی جڑیں کھا کر گزارہ کرتے رہے۔ پھر
یہ پودا بھی ختم ہو گیا۔ ہماری خوراک بھی ختم ہو گئی۔
اس کے بعد ہم میں سے ایک خلا باز مر گیا۔ ہم نے
اس کو بھونا اور کھا گئے۔ پھر ہم نے یہ کرنا شروع کیا
کہ جو خلا باز بیمار پڑتا اسے مار کر کھا جاتے۔ اب
تک ہم سات خلا باز ساتھیوں کو کھا چکے ہیں۔ اس
کے ساتھ ہم یہاں ایک خاص قسم کی گھاس اُگانے
میں کامیاب ہو گئے۔ جو کسی حد تک ہماری بھوک

مٹا دیتی ہے مگر ہمیں انسانی گوشت کی عادت پڑ
گئی ہے۔ اگرچہ میں نے انسانی گوشت زیادہ نہیں
کھایا۔ اور میں اسے پسند بھی نہیں کرتی مگر میرے
ساتھی وحشی ہو گئے ہیں۔ وہ گھاس نہیں کھاتے
اور ایک دوسرے کے بیمار پڑنے یا مرنے کا انتظار
کرتے رہتے ہیں۔ کہ کب کوئی ذرا سا بیمار
پڑے اور وہ اُسے مار کر کھا جائیں۔"
عنبر نے کہا۔
"تم لوگوں نے یہاں جو گھاس اُگایا ہے کیا وہ
تمہارے لیے کافی نہیں ہے؟"
خلا باز عورت شیلا کہنے لگی۔
"نہیں۔ وہ بہت کم اُگتا ہے۔ دوسرے اُس
میں اتنی غذائیت نہیں ہے۔ اور پھر اب ہمارے
ساتھی انسانی گوشت کو پسند کرنے لگے ہیں۔ ہم
اس وقت کل دس آدمی رہ گئے ہیں۔ مجھے یقین
ہے کہ دو تین ماہ کے اندر اندر یہ لوگ ایک
دوسرے کی تکا بوٹی کر دیں گے۔"
عنبر نے اب سوال کیا۔
"تم نے مجھے کیوں بچایا ہے۔ کیا تم میرا گوشت کھانا

پسند نہیں کرتی ہو؟"
خلا بانہ عورت شیلا مسکرائی اور بولی۔
"تم مجھے اچھے لگے تھے۔ اس لیے میں نے
فیصلہ کر لیا کہ تمہیں اپنے ساتھی آدم خور انسانی
درندوں کا شکار نہیں ہونے دوں گی۔ دوسری بات
یہ ہے کہ میں آدم خور نہیں ہوں اگر کبھی اپنے کسی
مردہ ساتھی کا گوشت کھایا بھی ہے تو سخت مجبوری
کی وجہ سے کھایا ہے۔ کیونکہ میں مرنا نہیں چاہتی۔ اس
کے باوجود میں خاص گھاس پہ ہی گزارہ کرتی ہوں"
ناگ خاموشی سے پتھر کے پیچھے چھپا شیلا کی گفتگو سن
رہا تھا۔ عنبر نے کہا۔
"مجھے لگتا ہے کہ سفید بالوں والا مسٹر سٹون بھی
انسانی گوشت کو پسند نہیں کرتا"
شیلا بولی۔
"مسٹر سٹون ہمارا لیڈر ہے۔ مگر وہ بے بس
ہے۔ اس کے ساتھی خلائی وحشی درندے
بن چکے ہیں۔ مسٹر سٹون نہیں چاہتا کہ ہم اپنے
بیمار ساتھیوں کو ہلاک کر کے انہیں بھون کر کھائیں۔
مگر وہ اکیلا کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ لوگ اسے بھی زندہ

نہیں چھوڑیں گے"
عنبر نے کہا۔
"آخر تم کب تک یہاں زندہ رہ سکو گے؟ کیا تم نے
کبھی واپس اپنی زمین پر جانے کی کوشش نہیں کی؟"
شیلا بولی۔
"ہماری خلائی شٹل کا ایندھن خلا میں ہی سفر کرتے
ہوئے ختم ہو گیا تھا۔ ایندھن کے بغیر ہم یہاں سے
نہیں اڑ سکتے"
عنبر نے پوچھا۔
"کیا تم لوگوں نے اس سیارے پر گھوم پھر کر دیکھا
ہے اس سیارے پر دوسری کوئی مخلوق نہیں رہتی؟"
شیلا نے کہا۔
"ہم سیارے کی دوسری طرف نہیں گئے۔ کیونکہ
ہمارے پاس کوئی سواری نہیں ہے۔ ہمیں یہاں دو
برس گزر گئے ہیں۔ اگر اس سیارے پر کوئی مخلوق
آباد ہوتی تو کم از کم وہ ہی ہماری طرف آتی"
عنبر نے کہا۔
"میں تمہاری ہمدردی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم
میری جان بچا کر مجھے یہاں لے آئی ہو۔ لیکن جب

تم آ گئے ہو۔ میں جاتی ہوں۔ کل رات آؤں گی۔
تم یہاں سے ہرگز باہر مت نکلنا"

یہ کہہ کر خلا باز عورت شیلا غار سے چلی گئی۔
اس کے جاتے ہی ناگ انسانی شکل میں عنبر کے سامنے آ گیا اور مسکرا کر بولا۔

"معلوم ہوتا ہے یہ امریکی عورت تم پر عاشق ہو گئی ہے"

عنبر بھی مسکرانے لگا اور بولا۔

"ناگ! عشق و محبت کی باتوں کے لیے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ یہ تو بے کار لوگ کیا کرتے ہیں ہم تو صرف اپنے دوستوں اور بہن بھائیوں سے ہی سے محبت کرتے ہیں"

ناگ عنبر کے قریب بیٹھ گیا۔ اور بولا۔

"یہ تو تم ٹھیک کہتے ہو مگر سوال یہ ہے کہ وہ اپنی جان بچانے کے لیے تمہیں یہاں سے فرار ہونے پر مجبور کر رہی ہے۔ ظاہر ہے تم انکار نہیں کرو گے"

عنبر نے کہا۔

"میں کیسے انکار کر سکتا ہوں ناگ؟ یہ ایک عورت

تمہارے ساتھی آدم خور خلا بازوں کو معلوم ہوا کہ میں فرار ہو گیا ہوں تو کیا وہ میری تلاش میں یہاں نہیں آ جائیں گے؟"

شیلا نے کہا۔

"یہ خفیہ غار ہے۔ اس کا سوائے میری ذات کے اور کسی کو علم نہیں ہے۔ تم کچھ روز اسی جگہ چھپے رہو۔ میں تمہیں رات کے اندھیرے میں غذائی گھاس لا کر دے دیا کروں گی۔ اور پانی بھی تمہارے پاس رکھ جاؤں گی۔ پھر ہم کسی دن یہاں سے فرار ہو کر سیارے کی دوسری جانب چلے جائیں گے؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"تم میرے ساتھ فرار کیوں ہونا چاہتی ہو؟"

شیلا نے کہا۔

"اس لیے کہ میں اپنے آدم خور ساتھیوں سے جان بچا کر بھاگ جانا چاہتی ہوں۔ کیونکہ میں جانتی ہوں کہ اگر میں ذرا سا بھی بیمار ہوئی تو یہ لوگ مجھے بھون کر کھا جائیں گے۔ میں اکیلی فرار نہیں ہو سکتی تھی۔ مجھے کسی مرد کی ضرورت تھی جو میری حفاظت کر سکے میری خوش قسمتی ہے کہ دنیا سے
کی زندگی کا معاملہ ہے۔ اگر وہ یہاں رہی تو اس

کے ساتھی اِسے بھی ایک دن ہڑپ کر جائیں
گے "
ناگ کہنے لگا۔
"اس طرح سے تو ہمیں دوسرے آدمیوں کو بھی
بچانا چاہیئے "
عنبر نے ناگ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"دوسرے کسی خلا باز آدم خور نے مجھے شیلا
کی طرح یہاں سے بھاگنے کے لیے نہیں کہا۔ بلکہ
وہ تو سارے کے سارے آدم خور ہو چکے ہیں۔
شیلا نے مجھ سے مدد کی درخواست کی ہے۔
اور میں اس کی ضرور مدد کروں گا۔ کیا تمہیں مجھ
سے اتفاق نہیں ؟"
ناگ بولا۔
"میں تجھ سے اتفاق کرتا ہوں۔ لیکن سوال یہ ہے
کہ ہم خود یہاں خطرے میں ہیں اور اس وقت
ہمیں، ماریا کیٹی اور تھیو سانگ کی تلاش ہے۔ ہم
کو انہیں تلاش کرنا چاہیئے "
عنبر نے کہا۔
"یہ بھی ماریا اور کیٹی کی تلاش کا ایک حصّہ
ہے۔ ہم کسی دوسرے انسان کی مدد کریں گے۔

تو خدا بھی ہماری مدد کرے گا۔ ہو سکتا ہے۔
اس سیارے کی دوسری جانب ہماری ملاقات
ماریا یا کیٹی سے ہو جائے "
ناگ نے کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عنبر
ٹھیک کہہ رہا ہے۔ وہ ہزاروں سال سے سفر کر رہے
تھے۔ اس سفر میں وہ ایک دوسرے سے کئی بار جدا ہو
گئے تھے۔ اور پھر دوسروں کی مدد کرتے ہوئے دوبارہ
ایک دوسرے سے آن ملے تھے۔ یہ سچ ہے کہ اس دنیا
میں ہر انسان کو دوسرے انسان کی مصیبت میں مدد کرنی چاہیئے
ناگ نے کہا۔
"اگر کسی طرح خلائی شٹل دوبارہ استعمال کے
قابل ہو جائے۔ تو ہم اسے لے کر کسی دوسرے
سیارے پر بھی جا کر ماریا کیٹی کو تلاش کر سکتے
ہیں "
عنبر نے کہا۔
"خلائی شٹل خراب نہیں ہے۔ اس کا ایندھن
نہیں ہے۔ اگر ایندھن مل جائے تو اسے دوبارہ
خلا میں اُڑایا جا سکتا ہے۔ مگر یہاں سے ایندھن
کیسے ملے گا؟"
ناگ نے کہا۔

"کیوں نہ میں اس سیارے کے کسی سانپ کو بلا کر اس سے پوچھوں کہ یہاں زمین کے اندر پٹرول یا مائع گیس موجود ہے؟ اگر ہو تو ہم اسے خلائی شٹل میں استعمال کر سکتے ہیں۔"

عنبر بولا۔

"کوشش کر کے دیکھ لو۔"

ناگ نے کہا۔

"میرے ساتھ غار سے باہر آ جاؤ۔ ستاروں کی روشنی میں کسی سانپ کو بلاتے ہیں۔"

عنبر اور ناگ غار سے باہر آ گئے۔ ناگ نے منہ سے پھنکار ایسی آواز نکال کر سانپ کی زبان میں کہا۔

"اگر یہاں کوئی سانپ ہے تو ظاہر ہو کر میرے سامنے حاضر ہو۔ میں ناگ دیوتا بول رہا ہوں۔"

عنبر اور ناگ ستاروں کی روشنی میں غور سے دیکھنے لگے۔ قریب ہی جھاڑیوں میں حرکت ہوئی اور انہوں نے ایک عجیب سی چیز کو جھاڑیوں سے نکل کر اپنی طرف آتے دیکھا۔

پھر کیا ہوا، جاننے کے لیے قسط نمبر ۱۱۲
"خلائی مخلوق" پڑھیے۔

۱۰۱ خلائی جہاز کی ممی ۵۰/۔

۱۰۲ عنبی خلائی شیطان ۵۰/۔

۱۰۳ ماریا دوزخ میں ۵۰/۔

۱۰۴ خلائی کمرہ ۵۰/۔

۱۰۵ مُردوں کا سیّارہ ۵۰/۔

۱۰۶ خونخوار انسانی لومڑی ۵۰/۔

۱۰۷ خطرناک طلسمی روشنی ۵۰/۔

۱۰۸ ہیبت ناک قلعہ ۵۰/۔

۱۰۹ عنبی شیشہ ۵۰/۔

۱۱۰ ماتا دیوی کا گدھ ۵۰/۔

۱۱۱ آدھی عورت آدھا سانپ ۵۰/۔

۱۱۲ خلائی مخلوق

ناگ نمبر
ماریا
کیٹی
اور
خلا میں

اے حمید

نیا مکتبہ اقرأ
شاہ عالم مارکیٹ ۔ لاہور ۔ ۸

عنبر اور خلائی مخلوق

اے حمید

نیا مکتبہ اقرا

عنبر ناگ، ماریا اور کیٹی خلا میں

عنبر اور خلائی مخلوق

اے حمید

پیارے دوستو!

عنبر ناگ ماریا کی قسط نمبر ۱۱۲ کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ یہاں میں اپنے ان تمام دوستوں کا ایک بار پھر خلوصِ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے مجھے پاکستان کے کونے کونے سے خط لکھ کر عنبر ناگ ماریا کے نئے خلائی سفر کے سلسلے کے بارے میں اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔ خاص طور پر میں اپنے سرگودھا کے دوست محمد رمضان کا بہت شکر گزار ہوں کہ وہ ہر قسط کے چھپنے پر عنبر ناگ کے سلسلے میں خط لکھ کر اپنے پیارے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی ہو سکتی ہے کہ جو کچھ میں لکھتا ہوں آپ سب دوست اسے پسند کرتے ہیں اور شوق پڑھتے ہیں۔ انشاءاللہ میں آپ کے لیے اچھی اچھی کتابیں لکھتا رہوں گا۔ آپ میرے لیے دعا کیا کریں۔

اور ہاں اپنی اسکول کی پڑھائی کے بارے میں کبھی غافل نہ ہونا۔ اسکول کی پڑھائی آپ کو وقت پر کرنی چاہیئے۔

آپ کا انکل

اے حمید

۴۵۴- این راہِ چمن سمن آباد لاہور۔

قیمت ۷/۵۰ روپے

۱۹۸۶
ناشر: [illegible]
طابع: [illegible]

ترتیب

سانپ کچھوا

یہ عجیب چیز کیا تھی؟

عنبر اور ناگ نے ستاروں کی دھیمی روشنی میں دیکھا کہ کچھوے کی طرح کا ایک جانور اڑتا ہوا جھاڑیوں میں سے نکل کر ناگ کے سامنے آکر بیٹھ گیا اس کی چار گردنیں تھیں جن کے اوپر سانپوں کی طرح کے چار منہ تھے۔ یہ سانپ کچھوا تھا۔ سانپ کچھوے نے چاروں گردنیں جھکا دیں۔ اس کی چوتھی گردن والا منہ ہی بات کر سکتا تھا۔ سانپ کچھوے نے اپنی زبان میں کہا۔

"ناگ دیوتا کا ہمارے سیارے پر آنا مبارک ہو۔ میں آپ کو سلام کرتا ہوں۔ میں سانپ کچھوا ہوں"

ناگ پہلے تو دلچسپی سے سانپ کچھوے کو دیکھتا رہا۔ عنبر بھی اسے حیرت سے تک رہا تھا۔ ناگ نے کہا۔

"کیا اس سیارے کے سانپ تمہاری طرح ہوتے

ہیں ؟"

سانپ کچھوا بولا ۔

"ہاں مقدس ناگ ! ہم سانپ کچھوے ہیں ۔ ہم ہوا میں اُڑ سکتے ہیں ۔ ہمیں کسی کو ڈسنا ہوتا ہے تو ہم اپنے جسم سے زہر کی چھوٹی سی لکیر خارج کرتے ہیں ۔ جو دشمن کے جسم پر پڑتے ہی اُسے موت کی نیند سلا دیتی ہے ۔"

ناگ نے پوچھا ۔

"ہمیں یہ بتاؤ کہ کیا اس سیارے پر کوئی مخلوق آباد ہے ؟"

سانپ کچھوا بولا ۔

"مقدس دیوتا ! یہاں کچھ عرصے سے آپ کی شکلوں جیسے لوگ آ کر سیارے کی اس طرف رہنے لگے ہیں ۔ ہم ان کے نزدیک کبھی نہیں گئے ۔"

ناگ نے پوچھا ۔

"یہ لوگ تو ہماری زمین کے آدمی ہیں ۔ مجھے یہ بتاؤ کہ کیا اس سیارے کی دوسری جانب بھی کوئی مخلوق رہتی ہے ؟"

سانپ کچھوے نے کہا ۔

"مقدس ناگ ! ہم کبھی اس سیارے کی دوسری جانب نہیں گئے ۔ کیونکہ ہم نے اپنے بزرگوں سے سُن رکھا ہے کہ سیارے کی دوسری جانب جن بھوتوں کی مخلوق رہتی ہے جو جانوروں کی طرف دیکھ کر ہی انہیں بے ہوش کر دیتی ہے اور پھر انہیں کھا جاتی ہے ۔ اس لیے ہم نے کبھی دوسری طرف جانے کی ہمّت نہیں کی ۔"

ناگ نے عنبر کی طرف دیکھا ۔ عنبر نے اپنی زبان میں کہا ۔

"یہ ہم خود ہی پتہ کر لیں گے ناگ ! تم اس سے یہ پوچھو کہ یہاں کی زمین کے نیچے کوئی تیل کی طرح کی کوئی شے ہے ؟"

ناگ نے جب یہی سوال سانپ کچھوے سے کیا تو وہ بولا ۔

"مقدس ناگ دیوتا ! ہم نے اپنے بزرگوں سے یہ بھی سُنا ہے کہ ہمارے سیارے کی دوسری جانب کالے پہاڑوں کے بیچ میں ایک تالاب ہے جس کے نیچے سیاہ گاڑھا تیل جما ہوا ہے ۔ ہو سکتا ہے یہی وہ تیل ہو جس کے بارے

یہ آپ پوچھ رہے ہیں۔ کیونکہ سنا گیا ہے کہ اس
تیل فوراً آگ لگ جاتی ہے۔"

ناگ نے مسکرا کر عنبر کی طرف دیکھا۔ کیونکہ انہیں جس
چیز کی تلاش کی تھی۔ وہ انہیں مل گئی تھی۔ ناگ نے سانپ
بچھوے سے کہا۔

"ٹھیک ہے دوست! اب تم جا سکتے ہو۔ اگر ضرورت
ہوئی تو میں تمہیں پھر بلا لوں گا۔"

"جو حکم مقدس دیوتا۔"

یہ کہہ کر سانپ بچھوا اڑا اور جھاڑیوں کے پیچھے غائب
ہو گیا۔

عنبر اور ناگ واپس غار میں آکر بیٹھ گئے اور باتیں کرنے
لگے۔ عنبر نے کہا۔

"ایک بات کا تو پتہ چل گیا کہ اس سیارے کی دوسری
جانب کالے پہاڑوں کے تالاب میں تیل جمی ہوئی
گار کی شکل میں موجود ہے۔ دوسری بات یہ کہ
وہاں جن بھوتوں کی کوئی مخلوق رہتی ہے۔"

ناگ کہنے لگا۔

"بھائی عنبر! جن بھوتوں کے تو ہم قائل نہیں ہیں۔
کیونکہ یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ جن بھوت کہیں نہیں
ہوتے۔ ہاں ایسا ضرور ہو سکتا ہے کہ وہاں کوئی
بڑی طاقتور مخلوق آباد ہو۔ جو جادو طلسم جانتی
ہو۔"

عنبر بولا۔

"بہرحال ہمیں اس طرف چل کر معلوم کرنا چاہیئے
لیکن میں تو غلاباً نہ شیلا کو لے کر جا رہا ہوں۔ سوال
یہ ہے کہ کیا شیلا کو بھی معلوم نہیں کہ سیارے کی
دوسری جانب جن بھوتوں کی مخلوق آباد ہے؟"

ناگ نے کہا۔

"شیلا کو کیسے پتہ چل سکتا ہے؟ وہ بھی ہماری
طرح سے ہماری زمین سے آئی ہے۔ وہ بھی یہاں
ہماری طرح اجنبی ہے۔ اب سوچنا یہ ہے کہ کہیں
اسے ساتھ لے جانے سے اس کی زندگی خطرے
میں تو نہیں پڑ جائے گی؟"

عنبر بولا۔

"میں نے اس کی جان بچانے کا ذمہ لے لیا ہے
میں اس کی جان ضرور بچاؤں گا اور ہم دونوں
مل کر اس کی جان کی حفاظت کریں گے۔ ہم
ایسا کر سکتے ہیں۔"

"کیوں نہیں،" ناگ یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔
پھر بولا۔

"ہمیں سیارے کی دوسری جانب جا کر کالے پہاڑوں کے تالاب میں سے گیس کی مائع گار نکال کر شٹل تک لانی ہو گی۔ اگر ہمیں سیارے کی دوسری جانب بھی ماریا اور کیٹی نہ ملی تو ہم اس خلائی شٹل کو یہاں سے اُڑا کر کسی دوسرے سیارے پر جا سکیں گے۔"
عنبر نے کہا۔

"مگر مائع گیس کی گار کو ہلکی پھلکی بخارات کی گیس میں تبدیل کرنا بھی تو مشکل کام ہے۔"
ناگ بولا۔

"اس کام میں خلاباز سائنس دان مسٹر سٹون ہماری مدد کرے گا۔ وہ مائع گیس کی گار کو مائع یا بخارات میں تبدیل کرنا جانتا ہو گا۔"
عنبر نے کہا۔

"تو سب سے پہلے یہاں مسٹر سٹون سے بات کرنی چاہیئے۔"
یہ نکتہ بڑا اہم تھا۔ مسٹر سٹون سے شٹل کے جمے ہوئے

ایندھن کے مِل جانے کے بارے میں بات کرنا ضروری تھا۔
عنبر کہنے لگا۔

"اب میں اکیلا خلا بازوں کی نگری میں نہیں جا سکتا۔ ہاں کل رات جب شیلا میرے پاس آئے گی تو اس سے بات کروں گا۔"
آخر یہی طے پایا کہ شیلا سے بات کی جائے۔ دوسری رات ناگ اسی طرح سانپ بن کر غار کے پتھروں میں چھپ گیا۔ شیلا رات کے اندھیرے میں غار میں آئی۔ ایک میلا سا تھیلا اس کے کاندھے پر تھا۔ وہ آدم خور خلا بازوں کی بستی سے بھاگ کر آ گئی تھی اور اب عنبر کو اپنے ساتھ لے کر سیارے کے کسی ویران اور دُور دراز مقام پر چلے جانا چاہتی تھی۔

عنبر نے شیلا سے بات کی اور کہا کہ میرا خیال ہے کہ سیارے کی دوسری جانب کالے پہاڑوں میں ایک تالاب ہے جس کی تہہ میں جما ہوا کالا پٹرول یا گیس موجود ہے۔ خلا باز شیلا تعجب سے عنبر کی طرف دیکھنے لگی۔

"کیا تم سچ کہتے ہو؟ تمہیں کیسے پتہ چلا؟"
عنبر نے کہا۔

"میں نے مصر میں زمین کا علم پڑھا تھا۔ میں نے
یہاں کے پتھروں کی ساخت کو غور سے دیکھا ہے۔
مجھے یقین ہے کہ یہاں سے کچھ دور کوئی کالا
پہاڑ ہے اور وہاں کوئی تالاب ہے جس کی تہہ
میں گیس جمی ہوئی گار کی شکل میں موجود ہے۔"
خلا باز عورت شیلا بولی۔
"اگر تمہارا اندازہ درست نکلا تو ہم اپنی خلائی
شٹل کو پھر سے فضا میں بلند کر سکیں گے۔"
عنبر نے کہا۔
"میرے خیال میں ہمیں اس جمی ہوئی گار کو گیس
کی شکل میں لانے کے لیے تمہارے سائنس دان
لیڈر مسٹر سٹون سے مدد لینا ہوگی۔ کیا خیال ہے۔
ہم مسٹر سٹون کو بھی اپنے ساتھ نہ لے چلیں؟
ہو سکتا ہے وہ جمی ہوئی گار کو گیس میں بدل
دیں۔"
شیلا کہنے لگی۔
"جب تک میں اپنی آنکھوں سے تالاب کی تہہ
والی جمی ہوئی گار کو نہ دیکھ لوں میں مسٹر سٹون
کو اپنے ساتھ نہیں ہلا سکتی۔ میں نے بھی ایم ایس سی

کی ہے۔ میں جمی ہوئی گیس کو پہچان لوں گی۔
اگر تمہارا اندازہ درست نکلا تو ہم واپس آکر
مسٹر سٹون کو راز داری سے اپنے ساتھ لے چلیں
گے اور پھر خلائی شٹل کے ذریعے یہاں سے
نکل کر واپس اپنی زمین پر پہنچ جائیں گے۔"
عنبر کیا کہہ سکتا ہے۔ شیلا کی تجویز معقول تھی۔ اس
میں کوئی شک نہیں کہ پہلے انہیں جاکر پتہ کرنا چاہیے کہ
کالے پہاڑوں کے تالاب میں پٹرول یا گیس جمی ہوئی گار
کی شکل میں موجود بھی ہے کہ نہیں۔
ناگ یہ باتیں سُن رہا تھا۔ اِسے بھی یہ تجویز پسند
آئی تھی۔ شیلا نے کہا۔
"اب ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ کیونکہ
تمہارے جانے کے بعد میرے خلا باز ساتھی تمہیں
جگہ جگہ تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ کیونکہ ان کا
شکار ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔"
عنبر نے کہا۔
"میں تیار ہوں۔ مگر کیا ہمیں پیدل چلنا ہوگا؟"
شیلا بولی۔
"کاش میرے پاس ہیلی کاپٹر ہوتا۔ مگر میں بھی

تمہاری طرح یہاں مجبور ہوں۔ ہمیں اس کھڈ
کے آخری کنارے تک پیدل ہی چلنا ہوگا۔ جہاں
یہ گھاٹی ختم ہوتی ہے وہاں ایک دریا بہتا ہے۔
ایک بار ہم نے دریا پار کر لیا تو پھر یہ آدم
خور خلاباز ہم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"
عنبر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ چلو۔ ہم یہاں سے نکل چلتے ہیں۔"
عنبر اور شیلا غار سے باہر آکر کھڈ کی گھاٹی میں
چلنے لگے۔

عنبر نے شیلا سے پوچھا کہ "اس تھیلے میں کیا ہے؟"
شیلا نے بتایا۔

"میرے تھیلے میں غذائی گھاس کے دو گٹھے
ہیں۔ جنہیں کھا کر ہم دو تین روز گزار لیں گے۔
اس کے بعد یہ گھاس جہاں ہم جا کر ٹھہریں
گے وہاں اُگا لیں گے۔"

شیلا کے تھیلے میں ایک ماچس کی ڈبی اور موم بتی بھی
تھی۔ دنیا سے وہ جو چیزیں اپنے ساتھ لے کر خلائی
شٹل میں روانہ ہوئے تھے۔ ان میں سے یہی دو چیزیں
شیلا کے پاس رہ گئی تھیں۔

ناگ بھی خاموشی اور رازداری سے ان کے پیچھے پیچھے
گھاٹی میں چل رہا تھا۔ عنبر کو ناگ کی خوشبو برابر آ رہی
تھی۔ دو تین گھنٹے وہ گھاٹی میں چلتے رہے۔ شیلا اگرچہ
بڑی تربیت یافتہ امریکی خلاباز تھی۔ لیکن آخر بے چاری
عورت تھی اور عورت جسمانی طور پر کمزور ہوتی ہے۔ وہ
راستے میں کئی بار تھکی اور آرام کرنے بیٹھی۔ جب گھاٹی
ختم ہوئی تو رات ڈھلنے لگی تھی۔ ان کے سامنے ایک دریا
تھا۔ دریا زیادہ چوڑا نہیں تھا۔ اس کے دوسرے کنارے
کی چٹانیں دور سے ہی نظر آرہی تھیں۔ عنبر نے شیلا سے
پوچھا کہ کیا اسے تیرنا آتا ہے۔ شیلا بولی۔

"میں کالج میں بہترین تیراک تھی۔"

انہوں نے دریا میں چھلانگیں لگا دیں۔ ناگ بھی ان
کے پیچھے پانی میں اتر گیا۔ دریا کا پانی زیادہ ٹھنڈا
نہیں تھا۔ وہ دونوں تیرتے ہوئے دریا کے دوسرے
کنارے پر پہنچ گئے۔ پھر انہوں نے چٹانوں کے درمیان
اپنا سفر شروع کر دیا۔ چلتے چلتے جب سورج نکلا اور
چاروں طرف اس کی روشنی پھیلی تو عنبر نے دیکھا کہ
دور ——— بہت دور سیاہ پہاڑوں کا سلسلہ ہے
عنبر نے شیلا سے کہا۔

"یہ پہاڑ سیارے سے دوسری طرف ہیں
کیا؟"

"ہاں —" شیلا بولی۔ "میں انہی پہاڑوں کے
پار جانا چاہتی ہوں۔ وہاں ہم کسی جگہ خفیہ گھر
بنا لیں گے۔ پھر جمی ہوئی گیس کے تالاب کا
نمونہ لے کر اس کا جائزہ لیں گے۔ اگر میرے
اندازے کے مطابق اس میں پٹرول ہوا تو ہم مسٹر
سٹون کو بھی وہاں بلا لیں گے۔"

وہ ایک جگہ سانس لینے کے لیے رک گئے۔ یہاں
زمین بالکل بنجر اور سخت تھی۔ کہیں کوئی جھاڑی یا گھاس
نہیں اُگی ہوئی تھی۔ شیلا نے تھیلے میں سے سبز رنگ
کے تیلے گھاس کا گٹھہ نکالا۔ اس میں چند خوشے نکال کر
عنبر کو دیئے اور کچھ خود کھانے لگی۔ عنبر نے محسوس کیا
کہ گھاس کی خوشبو کا ذائقہ نمکین تھا۔ اسے ضرورت تو
نہیں تھی۔ مگر وہ شیلا کے سامنے انہیں کھا گیا۔ عنبر نے
چوری چوری پیچھے نظر ڈال کر ناگ کو تلاش کیا۔
ناگ سانپ کی شکل میں ایک جگہ بنجر زمین کے ننھے
سے گڑھے میں سے سر باہر نکالے عنبر کو تک رہا تھا۔ عنبر
مسکرا دیا۔ شیلا نے پوچھا۔

"تم مسکرا کیوں رہے ہو عنبر؟"
عنبر بولا۔
"اپنی قسمت پر مسکرا رہا ہوں کہ کہاں اپنی زمین
پر چین کی زندگی بسر کر رہا تھا اور اب کہاں آ
گیا ہوں۔ کیا جانے اس سیارے سے کب
نجات ملے۔ خدا جانے اب واپس جانا بھی نصیب
ہو کہ نہیں۔"
شیلا نے آہ بھری اور بولی۔
"کبھی کبھی میں بھی ناامید ہو جاتی ہوں۔ لیکن اب
میرے اندر ایک نئی طاقت آ گئی ہے۔ تم میرے
ساتھ ہو۔ اور میں اپنے آدم خور ساتھیوں
کے چنگل سے نکل آئی ہوں۔ میں اپنے اندر نئی
طاقت محسوس کر رہی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ
اگر ہم نے ہمت سے کام لیا تو یہاں سے ایک
نہ ایک دن ضرور واپس اپنی دنیا میں پہنچ جائیں
گے۔"
عنبر نے کہا۔
"جو انسان خدا پر بھروسہ رکھ کر اپنی ہمت سے
کام لیتے ہوئے آگے بڑھتا ہے۔ خدا اس کو ضرور

کامیابی عطا فرماتا ہے۔ ہمیں خدا پر بھروسہ رکھنا
چاہیئے۔"
خلاباز امریکی عورت شیلا بولی۔
"میں بھی خدا پر اعتقاد رکھتی ہوں۔ مجھے یقین
ہے کہ وہ ساری کائنات کا مالک ہے۔ اس سیارے
پر بھی اسی کی قدرت کام کر رہی ہے۔ وہ ہماری ضرور
مدد کرے گا۔"
ناگ ان دونوں کی باتیں سنتا رہا۔ تھوڑی دیر وہاں
بیٹھ کر آرام کرنے کے بعد عنبر اور شیلا سیاہ کالے
پہاڑوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ ناگ بھی اُن کے پیچھے چل
پڑا۔
ان کے آگے وہی کالے پہاڑ تھے جن کے بارے میں
سانپ بچھوے نے بتایا تھا کہ وہاں جن بھوتوں کی بستی ہے۔
شیلا نے سامنے کالے پہاڑوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"ہو سکتا ہے وہاں سچ مچ کوئی مخلوق آباد ہو۔ ہمارے
پاس تو اپنی حفاظت کرنے کے لیے کوئی ہتھیار بھی
نہیں ہے۔"
عنبر نے کہا۔
"خدا ہماری مدد کرے گا۔"

سارا دن وہ سفر کرتے رہے۔ کئی میدان، کئی وادیاں
آئیں اور گزر گئیں۔ شام ہو گئی۔ مگر کالے پہاڑ اب بھی کافی
دُور تھے۔ شیلا نے کہا۔
"دُور سے دیکھنے پر یہ پہاڑ کس قدر قریب نظر
آتے تھے مگر یہ تو بہت دور ہیں۔"
"پہاڑوں کے بارے میں ایسا ہی محسوس ہوا کرتا
ہے۔ میرا خیال ہے ہم کل ان پہاڑوں کے پاس
پہنچ جائیں گے۔"
رات انہوں نے ایک جگہ چٹانوں کے درمیان گزاری۔ ناگ
بھی کچھ فاصلے پر خاموشی سے پڑا رہا۔ رات کو جب شیلا سو
گئی۔ تو ناگ عنبر کے پاس آگیا اور وہ دونوں باتیں کرنے
لگے۔ ناگ نے کہا۔
"مجھے ان پہاڑوں پر ابھی تھوڑی دیر پہلے سبز
رنگ کی روشنی سی دکھائی دی تھی۔ میرا خیال
ہے کہ میں عقاب بن کر ان پہاڑوں کا جائزہ
لیتا ہوں۔"
عنبر نے اسے اجازت دے دی۔ ناگ اُڑ کر پہاڑوں
کی طرف نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو بولا۔
"مجھے وہاں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ میں نے ان پہاڑوں

کے درمیان ایک سیاہ رنگ کا تالاب بھی دیکھا
ہے۔ جس میں کالے رنگ کا کیچڑ ہی کیچڑ تھا،
عنبر نے کہا۔
"یہی جما ہوا پٹرول ہے جو ہمارے کام آسکتا
ہے"
"لیکن،، ناگ بولا۔" اس تالاب کے اوپر اُڑتے
ہوئے مجھے دو تین بار جھٹکا سا لگا تھا اور میں
نیچے کو چلا گیا تھا"
عنبر بولا۔
"یہ تمہارا وہم ہے ناگ! تالاب میں جمے
ہوئے پٹرول کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ ایک
طرح کا ڈیزل یا موبل آئیل ہے جس میں سے
ہم پٹرول اور گیس نکال سکتے ہیں۔ ہو سکتا
ہے اس کی تیز گیس کی وجہ سے تمہیں ایسا محسوس
ہوا ہو کہ جھٹکا لگا ہے"
ناگ نے کہا۔
"بہرحال ہمیں ہر طرح سے چوکس ہو کر ان پہاڑوں
میں داخل ہونا ہوگا"
شیلا کی آنکھ کھل گئی۔ ناگ تیزی سے گھاس میں چھپ

گیا۔ شیلا بولی۔
"عنبر! تم کس سے باتیں کر رہے تھے؟"
عنبر نے جلدی سے سنبھل کر کہا۔
"میں ـــ وہ میں اپنے آپ سے باتیں کر رہا
تھا کہ پہاڑوں کے درمیان اگر کوئی دشمن مخلوق
ہوئی تو ہمیں اپنی حفاظت کس طرح کرنی ہوگی"
شیلا نے نیند بھری آواز میں کہا۔
"سو جاؤ عنبر! خدا سب ٹھیک کرے گا"
عنبر خاموشی سے لیٹ گیا۔
دوسرے روز بھی وہ سارا دن چلتے رہے۔ تیسرے
پھر جب سورج غروب ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا عنبر
اور شیلا کالے پہاڑوں کے دامن میں پہنچ گئے۔ یہاں
دو پہاڑوں کے درمیان ایک درّہ سا بنا ہوا تھا۔ یہ
درّہ ایک گلی کی طرح تھا۔ دونوں طرف پہاڑوں کی اونچی
اونچی دیواریں کھڑی تھیں۔ درمیان میں ایک تنگ سی
پتھریلی گلی جا رہی تھی۔ شیلا اور عنبر اس گلی میں چلنے
لگے۔ ناگ پہاڑ کی دیوار پر آگے کو رینگ رہا تھا۔
درّہ یعنی پہاڑی گلی ختم ہوئی تو سامنے انہیں پہاڑوں
کے درمیان پیالے کی شکل کا ایک چھوٹا سا تالاب نظر آیا۔

تالاب میں سیاہ رنگ کا کیچڑ ہی کیچڑ تھا۔

عنبر نے شیلا سے کہا۔

"شیلا! تم گیس کی تیز بو سونگھ رہی ہو؟ یہ ڈیزل کی بو ہے۔ اس تالاب کے کیچڑ میں اتنا پٹرول اور گیس جمع ہے کہ ہم بڑی آسانی سے خلائی شٹل کی مدد سے واپس اپنی زمین پر جا سکتے ہیں۔"

ناگ ایک طرف سانپ کی شکل میں چھپا ہوا تھا۔ شیلا اور عنبر تالاب کے کنارے پہنچ کر جھک کر تالاب کو دیکھنے لگا۔ ناگ بھی ایک جانب رینگتا ہوا تالاب کے کنارے پہنچ گیا۔ شیلا نے تالاب میں ہاتھ ڈال کر تھوڑا سا کیچڑ یعنی گارا ہاتھ میں اٹھائی۔ کیچڑ کو ہاتھ میں لیتے ہی شیلا اپنی جگہ سے دو فٹ اوپر کو اچھلی اور دھڑام سے زمین پر گر پڑی۔ وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ عنبر جلدی سے اس کے قریب آگیا۔ اس نے اسے آوازیں دیں۔

"شیلا! شیلا! ہوش کرو۔"

ناگ بھی تیزی سے عنبر کے پاس آگیا۔ ناگ نے اب سانپ کی شکل اختیار کر رکھی تھی۔

"یہ اس کیچڑ کی وجہ سے ہوا ہے عنبر! اس میں کوئی آسیبی یا ایٹمی طاقت ہے۔"

عنبر شیلا کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا مگر شیلا کا جسم بالکل ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ ویسے وہ زندہ تھی۔ اس کا دل بھی اسی طرح دھڑک رہا تھا اور سانس بھی چل رہی تھی۔

"اب کیا کریں ناگ! یہاں کوئی مخلوق بھی نظر نہیں آ رہی۔"

ناگ بولا۔

"تم اسی جگہ ٹھہرو۔ میں پہاڑ کی دوسری جانب جا کر دیکھتا ہوں۔"

عنبر شیلا کے سرہانے بیٹھا رہا اور ناگ عقاب بن کر اڑ گیا۔

عنبر کو بیٹھے ابھی چند منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ سامنے والے پہاڑ کی دیوار میں اچانک ایک شگاف پیدا ہو گیا۔ عنبر غور سے اس طرف دیکھنے لگا۔ عنبر نے دیکھا کہ پہاڑ کے شگاف میں سے شیشے کے دو بہت بڑے مرتبان نمودار ہوئے جن کے پیچھے فولاد کا ایک سلنڈر لگا تھا۔ شیشے کے آگے والے مرتبان کے سامنے کی جانب بھی ایک اونچا فولادی سلنڈر جڑا ہوا تھا۔ شیشے کے مرتبانوں کے اوپر بھی شیشے کے لٹو لگے تھے جن

میں سے بجلی کی کرنٹ کی طرح کی لہریں اوپر نیچے جا رہی تھیں۔
عنبر کھلی آنکھوں سے ساکت بیٹھا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔
آگے والا جو چھوٹے گنبد والا فولادی سلنڈر تھا اس کے اوپر
ڈائیل لگے تھے۔

یہ شیشے کے مرتبانوں والا سلنڈر پہاڑ کے شگاف سے
باہر آکر رُک گیا۔ عنبر نے شیلا کو اٹھانے کی کوشش کی
کہ وہ اسے کسی محفوظ مقام پر پہنچا دے کہ اچانک فولادی
سلنڈر کا دروازہ کھل گیا اور اس میں سے سبز رنگ کی ایک
کرن نکل کر عنبر کے جسم سے ٹکرائی۔

عنبر اپنی جگہ پر اچھل سا گیا۔ پھر اسے محسوس ہوا
کہ اس کے اندر کی طاقت ایک دم کمزور ہو گئی ہے۔
وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے فولادی سلنڈر کو تکنے لگا۔ پھر
سلنڈر کے دروازے میں سے پانچ عجیب و غریب شکل و
صورت والے آدمی باہر نکلے۔ ان کے چار بازو تھے۔ ہاتھ
اور پاؤں بن مانس کے ہاتھوں اور پاؤں کی طرح کے تھے۔
ان میں ایک آدمی زرد رنگ کا تھا۔ ایک سبز رنگ کا اور
چوتھا ہلکے نسواری رنگ کا تھا۔ ان کے گول چہروں پر دو
آنکھیں تھیں۔ بھنوئیں اور پلکیں غائب تھیں۔ ہونٹ بھی نہیں
تھے۔ ناک کی جگہ ایک چھوٹا سا سوراخ تھا۔ انہوں نے

کوئی لباس نہیں پہن رکھا۔ ان کے جسموں کی کھال پر ہلکے
ہلکے اون کی طرح کے بال اُگے ہوئے تھے اور اس کھال پر گول
گول دھبے تھے۔

عنبر کو شیلا کی فکر تھی۔ ناگ بھی ابھی تک واپس نہیں
آیا تھا۔ عنبر نے شیلا کو اٹھانا چاہا کہ اسے لے کر وہاں سے
دوڑے مگر عنبر کی طاقت عام آدمی کی طاقت میں تبدیل
ہو گئی تھی۔ شیلا کو وہ بڑی مشکل سے اٹھانے میں کامیاب
ہوا۔ مگر چار بازوؤں والی مخلوق اس کے سامنے آکر
کھڑی ہو گئی۔ ایک آدمی نے اپنے چاروں بازو آگے کئے
یہ بازو لمبے ہو کر بالکل عنبر کے قریب آگئے۔ ایک بازو نے
عنبر کو چھوا تو عنبر کو زبردست کرنٹ لگا اور اس کے جسم
میں بے چینی کی لہریں دوڑ گئیں۔

عنبر نے پوری طاقت سے ناگ کو آواز دی۔

"ناگ! تم کہاں ہو؟"

چار بازوؤں والی مخلوق نے ایک دوسرے کی طرف
دیکھا۔ پھر دو آدمیوں نے آگے بڑھ کر عنبر کو اٹھا لیا
اور فولادی سلنڈر کی طرف لے کر چلے۔ عنبر نے ان
کی گرفت سے نکلنے کی بہت کوشش کی۔ وہ بہت تڑپا مگر
مخلوق کی گرفت میں عنبر کو اپنے جسم کی طاقت ختم ہوتی

محسوس ہو رہی تھی۔

اس نے آخری بار چیخ مار کر ناگ کو آواز دی۔

"ناگ! تم جہاں بھی سن لو۔ یہ مخلوق پہاڑ کے شگاف میں مجھے لے جا رہی ہے"۔

چار بازوؤں والی مخلوق پر عنبر کی چیخ کا ذرا سا بھی اثر نہ ہوا۔ وہ عنبر کو اٹھا کر فولادی سلنڈر میں لے گئے۔ سلنڈر میں ایک ٹیوب ایسا شیشے کا سلنڈر تھا۔ عنبر کو اس سلنڈر میں بند کر دیا گیا۔ عنبر نے پوری طاقت سے سلنڈر کی دیوار پر مکا مارا۔ عنبر کو سخت تکلیف ہوئی۔ اس کی طاقت عام آدمی کی طاقت جتنی رہ گئی تھی۔ شیشے کے سلنڈر میں سے سبز رنگ کی ہلکی ہلکی گیس نکلنے لگی۔

عنبر کو سانس لینے میں دقت محسوس ہوئی اور پھر وہ بے ہوش ہو گیا۔ چار بازوؤں والی مخلوق اس کے بعد دوبارہ باہر گئی اور بے ہوش شیلا کو بھی اٹھا کر سلنڈر میں لے آئی۔ پہاڑ کی دیوار کا شگاف فولادی سلنڈر کے اندر جانے کے بعد بند ہو گیا۔

باہر پھر وہی بھیانک خاموشی چھا گئی۔ ایسا لگتا تھا کہ یہاں کچھ بھی نہیں ہوا۔ تھوڑی دیر بعد ناگ عقاب کی شکل میں آسمان پر نمودار ہوا۔ غوطہ لگا کر تالاب کے

کنارے آیا اور انسانی شکل میں آ کر عنبر اور شیلا کو تلاش کرنے لگا۔ وہ کہاں چلے گئے؟ ناگ نے سوچا۔ ہو سکتا ہے عنبر بے ہوش شیلا کو لے کر کسی محفوظ جگہ پر چلا گیا ہو۔ ناگ نے اِدھر اُدھر عنبر کی تلاش شروع کر دی۔ اس نے محسوس کیا کہ عنبر کی خوشبو کہیں سے بھی نہیں آ رہی۔ ناگ پریشان ہو گیا۔ اس نے عنبر کو آوازیں دیں۔ عنبر کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ ناگ بھاگ کر پہاڑوں کے درمیان والی گلی میں آ گیا۔ اس نے ساری گلی چھان ماری۔ چپہ چپہ دیکھا۔ مگر عنبر اور شیلا کا کوئی نشان نہ ملا۔

ناگ انسانی شکل میں تھا۔ وہ خطرناک کیچڑ والے تالاب کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ تالاب کا سیاہ کیچڑ بالکل ساکت تھا۔ ناگ نے زمین پر جھک کر عنبر کے پاؤں کے نشان دیکھنے کی بھی کوشش کی۔ مگر تالاب کے کنارے زمین پتھریلی اور سخت تھی۔ وہاں کسی انسان کے پاؤں کے نشان نظر نہیں آ سکتے تھے۔

ناگ پریشان ہو کر ایک پتھر کے پاس بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ عنبر اور شیلا اچانک کہاں غائب ہو گئے۔ اسے یہ خیال آنے لگا کہ سانپ کچھوے نے کہیں تالاب

کالے پہاڑوں میں بھوتوں کا بسیرا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ عنبر اور شیلا کو ان پہاڑوں کے بھوت اٹھا کر لے گئے ہوں؟

مگر ناگ کو بھوتوں پر اب یقین نہیں تھا۔ خلائی سفر میں ناگ نے سائنس کے ایسے ایسے کرشمے دیکھے تھے کہ اس کا جنّ بھوتوں پر سے اعتقاد اُٹھ گیا تھا۔ لیکن سوال یہ تھا کہ اگر یہاں بھوت بھی نہیں ہیں تو پھر عنبر اور شیلا کہاں چلے گئے؟

ناگ نے سوچا کہ عقاب بن کر ایک بار پھر سارے علاقے کا جائزہ لینا چاہیئے۔ چنانچہ ناگ عقاب بن کر ایک بار پھر اُڑان بھر کر اُڑ گیا۔ وہ سارے علاقے میں چکر لگاتا رہا۔ جگہ جگہ نیچے آکر بھی اس نے دیکھا۔ عنبر کہیں نہیں تھا۔ ناگ نے بھی یہی فیصلہ کیا کہ جہاں عنبر شیلا غائب ہوئے ہیں اسی جگہ چل کر بیٹھنا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے کہ عنبر دوبارہ وہاں آجائے۔ پس ناگ واپس اسی تالاب کے کنارے آکر پتھروں کے پیچھے چھُپ کر بیٹھ گیا۔

سورج پہاڑوں کے پیچھے چلا گیا تھا اور پیالے ایسی وادی پہاڑ کے سائے میں آگئی تھی۔ آہستہ آہستہ

شام کا اندھیرا بڑھ رہا تھا۔ ناگ کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کہاں جا کر عنبر اور شیلا کو تلاش کرے۔ اس نے سوچا کہ اسے انسانی شکل میں وہاں نہیں بیٹھنا چاہیئے۔ چنانچہ ناگ نے سانس اوپر کھینچا اور کالا سانپ بن گیا پھر اس کے ذہن میں خیال آیا کہ کیوں نہ وہ سانپ کچھوے کو بُلا کر اس کی مدد حاصل کرے۔ مگر اس کو یاد آگیا کہ سانپ کچھوے نے کہا تھا کہ وہ ان پہاڑوں کی طرف بالکل نہیں جاتے۔ ناگ خاموش ہو کر بیٹھا رہا۔
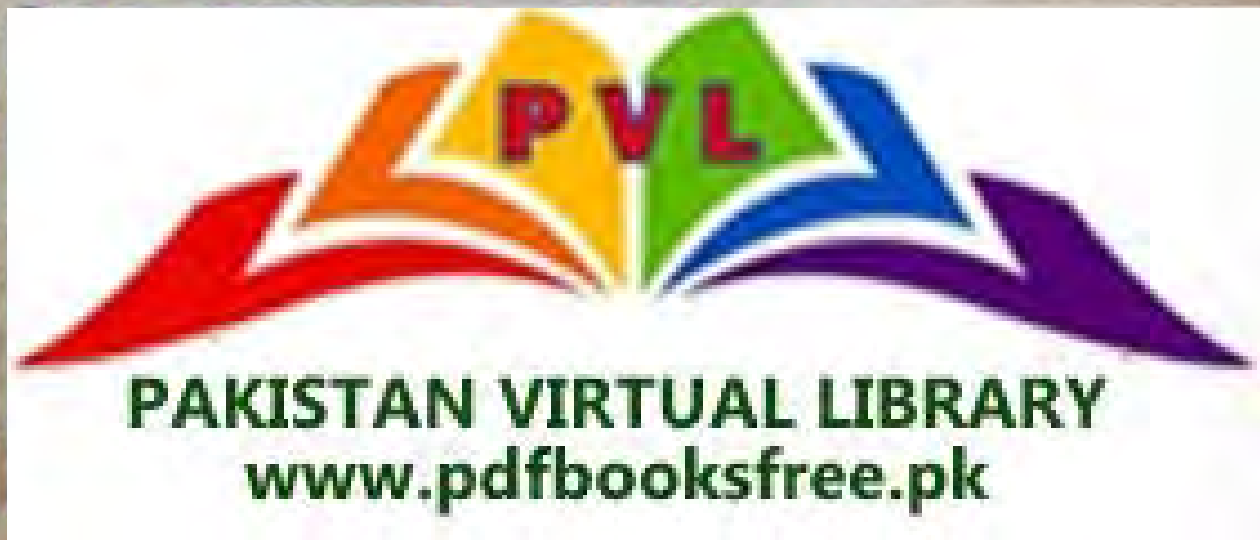
عنبر موت کے کنارے

ایک سلنڈر میں عنبر بند تھا۔

دوسرے سلنڈر میں شیلا بے ہوش پڑی تھی۔ پہاڑ کے اندر چار بازوؤں والی مخلوق کی ایک بہت بڑی لیباٹری تھی جس کے کئی تہہ خانے تھے۔ ان لیبارٹریوں میں قسم قسم کے سازو سامان والی مشینیں اور آلات کام کر رہے تھے۔ اس مخلوق نے عنبر اور شیلا کو الگ الگ کمروں میں لے جا کر بند کر دیا۔ اس مخلوق کا چیف سُرخ رنگ کا آدمی تھا جس کے سینے پر ایک لاکٹ لٹک رہا تھا۔ اس لاکٹ میں سبز رنگ کا ہیرا چمک رہا تھا۔

یہ چیف شیشے کی ایک بہت بڑی کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں بلور کا گولا تھا۔ اس گولے میں سے سبز شعاعیں نکل رہی تھیں۔ چیف کے جسم کی کھال پر بھی بھورے بھورے بال اُگے ہوئے تھے۔ دروازہ کھلا اور پانچ آدمی اندر آئے۔ یہ وہی چار بازوؤں والے

آدمی تھے جنہوں نے عنبر اور شیلا کو اغوا کیا تھا۔ ان میں سے زرد آدمی نے اپنے چاروں بازوؤں کو اوپر اُٹھا کر سلام کیا اور باریک آواز میں بولا۔

"چیف! زمین کی مخلوق میں سے ایک مرد اور ایک عورت کو ہم نے پکڑ لیا ہے۔ یہ دونوں خود ہمارے تالاب پر آگئے تھے۔"

اس عجیب مخلوق کی آواز اس کے ناک میں سے نکل رہی تھی۔ چیف نے بھی اسی قسم کی آواز میں پوچھا۔

"راکٹ والے [illegible] تو اس طرف نہیں آئے؟"

سبز آدمی بولا۔

"نہیں چیف! مگر ایک عجیب بات ہے۔ جو مرد ہم نے پکڑا ہے اس کی ڈاڑھی نہیں ہے۔ جبکہ باقی زمینی مخلوق جو اپنے راکٹ کے پاس رہ رہی ہے ان کی لمبی ڈاڑھیاں ہیں۔"

چیف کے ہاتھ کا بلوریں گولا زیادہ تیزی سے چمکنے لگا۔ اس نے کہا۔

"اس آدمی کی تابکاری ٹیسٹ کرو۔"

زرد مخلوق آدمی آگے بڑھا اور بولا۔

"چیف! میں نے اس کی تابکاری نوٹ کی ہے۔ ایک عجیب بات سامنے آئی ہے۔ اس مرد کے جسم میں جتنے بھی خلیے ہیں، اُن پر ہماری خطرناک شعاع بھی اثر نہیں کرتی۔"

"کیا مطلب؟" چیف نے حیران ہو کر پوچھا۔

زرد آدمی بولا۔

"چیف اس مرد کے خلیے اتنے طاقتور ہیں کہ وہ ہم سے تباہ نہیں ہو رہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ خلیے لافانی ہیں۔ ان پر موت کبھی نہیں آ سکتی۔"

چیف نے کہا۔

"کیا راکٹ والے دوسرے آدمیوں کے خلیے بھی ایسے ہی ہیں؟"

زرد آدمی بولا۔

"نہیں چیف! ہم نے راکٹ والے تمام خلابازوں کے خلیے خفیہ طور پر منگوا کر یہاں ٹیسٹ کیے تھے۔ وہ خلیے مر گئے تھے۔ اس مرد کے ساتھ جو عورت ہمارے قبضے میں آئی ہے اس کے خلیے بھی مر جاتے ہیں۔ مگر اس مرد کے خلیوں

میں غیر معمولی طاقت ہے۔ ہم نے اس شخص کو عارضی طور پر بے ہوش ضرور کر دیا ہے مگر اس کے خلیے زندہ ہیں اور ہم انہیں کسی طرح بھی ہلاک کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔"

چیف ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گیا۔ پھر بولا۔

"اس مرد کو الگ کر کے رکھو۔ یہ کوئی غیر فانی مخلوق ہے۔ ہم اس پر تجربے کریں گے اور اس کے جسم کے تمام خلیے نکال کر اپنے جسم میں داخل کریں گے تاکہ ہم بھی غیر فانی بن جائیں۔ پھر ہم میں سے کوئی نہیں مرے گا۔"

زرد آدمی بولا۔

"اور لڑکی کے بارے میں کیا حکم ہے چیف؟"

"اُسے تہہ خانے میں بند رکھو۔ اگر یہ واپس راکٹ والی مخلوق کے پاس چلی گئی تو ہماری خفیہ لیبارٹری کا راز فاش کر دے گی۔ ہم نے سنا ہے کہ راکٹ والوں کے پاس کوئی ایسا ایٹمی ہتھیار ہے کہ اس کی مدد سے وہ ہمارے پہاڑ کو روئی کے گالے کی طرح اُڑا کر رکھ دیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے ابھی تک ان کے خلائی راکٹ

اپنی تباہ کن شعاع نہیں ڈالی ۔ کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ
ان کا خفیہ ایٹمی بم اسی راکٹ میں لگا ہوا ہے
اگر وہ پھٹ گیا تو یہ سارا سیارہ ہمارے
ساتھ ہی تباہ ہو جائے گا ۔ اس لیے اس لڑکی
کی پوری طرح نگرانی کی جائے ۔ وہ یہاں سے باہر
نہ جانے پائے "

زرد آدمی بولا ۔

" ہم اسے بے ہوش ہی رکھیں گے ۔ اسے
غذا کا ٹیکہ دے دیا جائے گا جو ایک سال تک
اِسے زندہ رکھے گا "

چیف نے کہا ۔

" ٹھیک ہے ۔ تم جاؤ ۔ میں زمینی مرد کا معائنہ
کرنے خود آ رہا ہوں "

عنبر کو لیبارٹری کے سب سے نچلے تہہ خانے میں
بند کر دیا گیا ۔ اس لیبارٹری میں ہر قسم کا جدید ترین
سامان لگا تھا ۔ عنبر ابھی تک بے ہوش تھا ۔ اُسے
سٹریچر پر لٹا دیا گیا ۔ اس کے سر اور سینے کے ساتھ
تاریں لگا دی گئیں ۔ سامنے دیوار پر کمپیوٹر لگا تھا ۔ پانچ
آدمی ایک طرف کھڑے ہو گئے ۔ اتنے میں چیف اندر آ

اس نے آتے ہی عنبر کو غور سے دیکھا اور بولا ۔
" یہ ساتویں نظام شمسی کی مخلوق ہے جو لوگ
اپنے خلائی راکٹ میں یہاں آئے ہیں یہ اِن ہی
کی زمین کا رہنے والا ہے "
زرد آدمی نے کہا ۔

" مگر چیف ! اس میں غیر معمولی طاقت ہے ۔
اس کا جسم موت سے نا آشنا ہے "

چیف نے حکم دیا کہ عنبر کے جسم کے خلیے نکال کر انہیں
تباہ کرنے کی کوشش کی جائے ۔ زرد آدمی نے فوراً اشارہ
کیا ۔ چار بازوؤں والا ایک سبز آدمی آگے بڑھا ۔ اس
نے انجکشن کی مدد سے عنبر کے جسم میں سے خون کا ایک قطرہ
نکال کر شیشے کی سلائیڈ پر رکھا اور سلائیڈ کو ایک گول مرتبان
میں بند کر کے بٹن دبا دیا ۔ کمپیوٹر کی سلائیڈ پر رکھے
عنبر کے خون کے قطرے کی فلم آ گئی ۔ کمپیوٹر کی سکرین پر
عنبر کے جسم کے خلیے اِدھر اُدھر حرکت کر رہے تھے ۔
چیف کے حکم سے اِن خلیوں پر بجلی کی مہلک شعاعیں پھینکی
گئیں ۔

مرتبان کے اوپر سے بجلی کے کرنٹ کی طرح لہراتی ہوئی
کرنیں عنبر کے خلیوں پر گریں اور وہاں تیز روشنی ہو

گئی۔ اس کے بعد دیکھا گیا۔ کہ خلیے اسی طرح زندہ تھے
ایک بار پھر بجلی کا چارج دیا گیا۔ یہ بڑا طاقتور چارج تھا
مگر خلیے اب بھی نہ مر سکے۔ خلیے اب بھی زندہ تھے
اور کمپوٹر کی سکرین پر برابر حرکت کر رہے تھے۔

چیف کا چہرہ خوشی سے اور سرخ ہو گیا۔ اس کی
ناک سے باریک آواز بلند ہوئی۔

"یہ دنیا کا سب سے طاقتور آدمی ہے۔ اس کو
موت نہیں آسکتی۔ ہم اس کے جسم کے خلیے باہر
نکال کر آپس میں تقسیم کر دیں گے۔ ہم غیر فانی
بن جائیں گے۔ بڑے آپریشن کی تیاری کی جائے۔"

"جو حکم چیف!"

عنبر اگر ہوش میں ہوتا تو اپنا جسم پتھر کی طرح سخت
کر سکتا تھا۔ مگر وہ بے ہوش تھا۔ اس کا ارادہ
معطل ہو چکا تھا۔ اور اگرچہ اس کے خلیوں میں زندگی
کی پوری طاقت موجود تھی مگر عنبر کی اپنی طاقت وقتی طور
پر اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ اس لیے اس کے جسم
کو کاٹا جا سکتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ اگر عنبر کے بازو
اور عضو کاٹنے کے بعد قریب قریب رکھے جائیں تو وہ
دوبارہ آپس میں چپک سکتے تھے

عنبر کی زندگی کا یہ سب سے خطرناک مرحلہ تھا۔

بڑے آپریشن کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔
شیلا کو اس کے سلنڈر میں دوائی کا انجکشن دے کر ہمیشہ
کے لیے بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ دوسرے انجکشن کے ذریعے
غذا بھی اس کے جسم میں داخل کر دی گئی تھی۔ بڑے آپریشن
کے لیے عنبر کو سب سے بڑی لیبارٹری کے آپریشن روم میں
پہنچا دیا گیا۔ وہ سٹریچر پر سیدھا لیٹا تھا۔ وہ بالکل بے ہوش
تھا۔ چار بازوؤں والے پانچ آدمی بڑی تیزی سے آپریشن
کی قینچیاں، تیز چاقو اور آریاں طشت میں سٹریچر کے پاس رکھنے
لگے۔ چیف اِن کے پاس ہی کھڑا تھا۔ وہ عنبر کے جسم کو کاٹ
کر اس کے گوشت اور خون کے سارے خلیے اپنے سامنے
نکلتے دیکھنا چاہتا تھا۔

عنبر اگرچہ بے ہوش تھا مگر وہ اچانک ایک خواب دیکھنے
لگا۔

اُس نے دیکھا کہ وہ ہزاروں سال پرانے مصر کے
اہرام میں ایک تابوت کے قریب کھڑا ہے۔ تابوت پر
ایک بہت بڑا سونے کا انڈہ پڑا ہے۔ سونے کے انڈے
کو ہاتھ لگایا تو اسے ایک عورت کی آواز آئی۔

"عنبر! تم زندگی کے سب سے خطرناک مقام پر کھڑے

ہو۔"

عنبر نے آواز پہچان لی۔ یہ دیوی طلالہ کی آواز تھی۔ عنبر نے کہا۔

"دیوی طلالہ یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ میں تو یہاں بڑے آرام سے کھڑا ہوں۔ اور میرا دشمن بھی یہاں کوئی نہیں ہے۔"

دیوی طلالہ نے کہا۔

"ابھی تمہاری ماں کی روح میرے پاس آئی تھی اور اس نے مجھے بتایا کہ عنبر پر بھاری مصیبت آن پڑی ہے اس کی مدد کرو۔ تمہاری ماں کی نیک روح نے مجھے سب کچھ بتا دیا تو پھر میں نے اپنی آنکھوں سے تمہیں ایک سیارے میں پہاڑ کے پیچھے اس حالت میں دیکھا کہ تم بے ہوش ہو۔ تمہاری طاقت ختم کر دی گئی ہے اور تمہارے جسم کے ٹکڑے کیے جانے والے ہیں۔"

عنبر نے حیرانی سے کہا۔

"دیوی طلالہ یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ میں تو اس وقت تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔"

دیوی طلالہ نے کہا۔

"یہ تم خواب میں یہاں کھڑے ہو۔ اصلی حالت میں تم ایک انوکھی مخلوق کی لیبارٹری میں ان کے آپریشن روم میں ہو اور تم پر ایک خطرناک آپریشن کیا جانے والا ہے۔ اس انڈے میں جھانک کر دیکھو۔ تم اپنے آپ کو دیکھ سکو گے۔"

اب جو عنبر نے تابوت پر رکھے سونے کے انڈے نظر ڈالی تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کمرہ ہے۔ درمیان ں آپریشن ٹیبل پر جس پر وہ خود بے ہوش پڑا ہے۔ ر وہی چار بازوؤں والی مخلوق کے آدمی اس کے ں پاس کھڑے اس کے جسم کو کاٹنے کی تیاریاں کر رہے ں۔ عنبر چونک اٹھا۔

"میرے خدا! کیا میری طاقت ختم ہو چکی ہے؟"

دیوی طلالہ نے کہا۔

"ہاں۔ اس وقت تم خواب میں میرے سامنے ہو۔ اصلی زندگی میں تم اس لیبارٹری کے آپریشن روم میں ہو۔ یہ لوگ تمہارے جسم کے سارے اعضا کاٹ کر الگ الگ کر دیں گے۔ پھر ان کا ایک دوسرے سے جڑنا اس لیے مشکل ہو جائے

گا کہ ہو سکتا یہ تمہارے جسم کے ٹکڑوں کو اتنی
دُور پھینک دیں کہ وہ ایک دوسرے کے قریب
نہ پہنچ سکیں۔"

عنبر نے کہا۔

"میں اپنی والدہ صاحبہ کی نیک روح کا شکرگزار
ہوں کہ انہوں نے عین وقت پر تمہیں خبر کر دی
اب میری مدد کرو۔ اب مجھے یاد آ رہا ہے
کہ یہ چار بازوؤں والی مخلوق کالے پہاڑ کے
شگاف میں سے نکل کر میرے پاس آئی تھی
اور پھر میں بے ہوش ہو گیا تھا۔"

دیوی طلالہ نے کہا۔

"میں تمہاری یہی مدد کر سکتی ہوں کہ تمہارے
جسم کو اپنے ارادے سے کام لیتے ہوئے
فولاد سے زیادہ سخت کر دوں گی۔ اب تم
آنکھیں بند کر لو۔ تم واپس جا رہے ہو۔"

عنبر نے آنکھیں بند کیں تو اسے محسوس ہ
وہ غائب ہو گیا ہے۔ اب وہ ہوش میں تھا
حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو
روم میں سٹریچر پر پڑے ہوئے پایا۔ وہ دیکھ س

سُن سکتا تھا۔ مگر آنکھوں کو حرکت نہیں دے سکتا
تھا۔ بول بھی نہیں سکتا تھا۔ اپنے ہاتھ پاؤں بھی نہیں
ہلا سکتا تھا۔ چار بازوؤں والی مخلوق اس کے جسم کو
کاٹنے ہی والی تھی۔ عنبر نے ایک سرخ رنگ کے چار
بازوؤں والے آدمی کو دیکھا جس کے سینے میں سبز ہیرے
والا لاکٹ چمک رہا تھا۔ عنبر سمجھ گیا کہ یہ اِن کا چیف
ہی ہو سکتا ہے۔

چیف نے کہا۔

"آپریشن شروع کرو۔"

زرد آدمی نے ایک تیز چاقو ہاتھ میں تھام لیا۔
دوسرے ہاتھ میں ایک آری تھی۔ تیسرے ہاتھ
میں بھی ایک چھُری تھی۔ چوتھے ہاتھ میں ایک قینچی پکڑی
ہوئی تھی۔ اس ڈراؤنے آدمی نے چیف کا اشارہ پاتے
ہی کام شروع کر دیا۔ اس کے چاروں ہاتھوں نے عنبر
کے جسم پر حملہ کر دیا۔ اس کے ہاتھ چاقو، آری اور
چھری سے عنبر کے جسم کو کاٹنے کی کوشش کرنے لگے۔
مگر وہ یہ دیکھ کر پریشان سا ہوا کہ عنبر کے جسم پر
چاقو چھُری اور آری کوئی اثر نہیں کر رہی تھی۔
چاقو عنبر کے جسم سے ٹکراتے ہی ٹوٹ گیا۔ چھُری

ٹیڑھی ہوگئی۔ اور آری کے دندے مُڑ گئے۔ زرد آدمی نے
حیران ہو کر چیف کی طرف دیکھا۔ چیف نے کہا۔
" یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"
زرد آدمی نے کہا۔
" چیف! اس شخص کا جسم پتھر سے بھی زیادہ
سخت ہو گیا ہے"
چیف نے کہا۔
" اِسے مشین کے ذریعے کاٹو"
اسی وقت باقی سبز اور نسواری آدمی وہاں تیزی سے
ایک مشین لے آئے۔ جس کی آری بڑی تیزی سے گردش
کر رہی تھی۔ لکڑی چیرنے والی گول آری کو عنبر کے جسم سے
لگایا گیا تو تڑتڑ کی آواز کے ساتھ آری ٹوٹ گئی۔ اب
تو وہاں کھڑی ساری مخلوق تعجب سے ایک دوسرے کا منہ
تکنے لگی۔

عنبر کے جسم کو ہر طرح سے کاٹنے کی کوشش کی گئی۔
مگر ہر بار چار بازوؤں والی مخلوق کو ناکامی ہوئی۔ زرد
آدمی نے کہا۔
" چیف! اس کا جسم فولاد سے بھی زیادہ سخت
ہو گیا ہے"

چیف نے کہا۔
" اِسے لیزر شعاع سے کاٹ دو"
اب لیزر شعاع والی ڈراؤنی مشین سامنے لائی گئی
عنبر اس مشین کو تک رہا تھا۔ کیونکہ وہ اس کے بالکل
سامنے پاؤں کی جانب تھی۔ اس میں سے ایک پستول
کی نالی نکلی ہوئی تھی جس کا رُخ عنبر کے نچلے دھڑ کی
طرف تھا۔

چیف نے خود لیزر گن کا بٹن دبایا۔ تڑاخ کی آواز کے
ساتھ لیزر گن میں سے ایک تیز سرخ شعاع نکلی اور عنبر کے
پیٹ پر پڑی۔ اگر عنبر کی جگہ کوئی دوسرا آدمی ہوتا تو
اس کا نچلا دھڑ الگ ہو جاتا مگر عنبر پر ذرا بھی اثر
نہ ہوا۔ لیزر شعاع عنبر کے پیٹ پر چمک رہی تھی مگر
چیف نے ہار نہیں مانی تھی۔ اس نے اپنے چار بازوؤں
میں سے ایک بازو کو اُٹھا کر کہا۔
" اِسے بنفشی شعاعوں کے سیل میں ڈال دو۔
بنفشی شعاعیں اِسے موم کی طرح نرم کر دیں گی"
عنبر بھی سن رہا تھا۔ اسی وقت عنبر کے سٹریچر
کو بنفشی شعاع والے روم میں پہنچا دیا گیا۔ اس چھوٹے
سے زرد رنگ کے کمرے کے درمیان میں ایک شیشے کا

چوکور بکس رکھا تھا۔ یہ بکس کافی چوڑا تھا۔ عنبر کو اس بکس میں
ڈال کر اوپر سے ڈھکنا بند کر دیا گیا۔ پھر ایک بٹن دبایا گیا
تو شیشے کا بکس بنفشی شعاعوں سے بھر گیا۔ عنبر کا سارا بدن
بنفشی ہو گیا۔ کمرہ بند کر کے زرد اور سبز آدمی وہاں سے
چلے گئے۔

اس بکس کو ایک دن بعد کھولا جانا تھا۔ عنبر نے اپنے
جسم پر سوائے روشنی کے اور کچھ بھی محسوس نہ کیا۔ بنفشی
شعاعیں اس کے جسم پر ذرا سا بھی اثر نہیں کر رہی تھیں۔
عنبر خاموشی سے لیٹا خلا باز شیلا اور ناگ کے بارے
میں سوچنے لگا کہ ان کے ساتھ کیا گزر رہی ہو گی۔

شیلا اسی زیرِ زمین لیباٹری کے ایک کمرے میں
بے ہوش پڑی تھی۔ ناگ ساری رات کیچڑ والے
تالاب کے کنارے پتھروں کے پیچھے چھپا انتظار کر
رہا کہ شاید وہاں کوئی مخلوق آ جائے مگر ساری رات گزر
گئی اور کوئی نہ آیا۔

دن چڑھ گیا۔ چاروں طرف سیاہ پہاڑوں پر روشنی
پھیل گئی۔ ناگ نے ایک بار پھر عقاب کا روپ بدلا
اور ہوا میں اُڑ کر پہاڑوں کے اوپر چکر لگانے لگا۔ اس
نے سوچا کہ کیوں نہ خلائی شٹل والے آدم خور خلا بازوں

کی بستی کا ایک چکر لگایا جائے۔ ہو سکتا ہے وہاں سے
کوئی سراغ مل جائے۔ ناگ اُڑتا اُڑتا آدھے گھنٹے میں
خلا بازوں کی بستی میں پہنچ گیا۔ اس نے دیکھا کہ لمبی لمبی
داڑھیوں والے وحشی خلا باز آگ کے آلاؤ کے گرد جمع
تھے اور اپنے ایک روز پہلے والے مردہ ساتھی کا بچا ہوا
گوشت بھون کر کھا رہے تھے۔ ناگ کو یہ وحشت ناک منظر
بڑا گھناؤنا لگا۔

وہ اُڑ خلائی شٹل کی طرف نکل گیا۔ اسے اُڑتے ہوئے
کسی نے اس لیے نہ دیکھا کہ وہ درختوں کے پیچھے ہو کر اُڑ
رہا تھا۔ خلائی شٹل اسی طرح اپنی جگہ پر کھڑی تھی۔ وہاں
کوئی خلا باز نہیں تھا۔ ناگ نے سوچا کہ اس شٹل کے
اندر چل کر دیکھا جائے۔ ناگ غوطہ لگا کر نیچے زمین پر
اُتر آیا۔

وہ سانپ کی شکل اختیار کرنے کے بعد لمبی گھاس
میں سے رینگتا ہوا شٹل کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ سفید
بالوں والا سائنس دان خلا باز خلائی شٹل میں سے باہر
نکلا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سفید بالوں والے
سائنس دان مسٹر سٹون کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے
تھے اور دو خلائی آدم خور اسے شٹل سے نکال کر بستی

کی طرف لے جا رہے تھے۔

ناگ کانپ اُٹھا۔ یہ آدم خور اس بوڑھے سفید
والے سائینس دان کو ہڑپ کرنے کے لیے لے جا
تھے۔ ایک خلا باز وہی غنڈہ پنچ تھا۔ اس کے ہاتھ
چاقو تھا۔ ناگ پیچھے پیچھے رینگنے لگا۔
تھوڑی دُور جا کر غنڈہ پنچ بولا۔

"اس بڈھے کو یہاں قتل کر دو۔ پھر اِسے
بھون کر کھائیں گے۔"

لمبی ڈاڑھی والا دوسرا نیم وحشی خلا باز ہنسا اور
بولا۔

"اچھا خیال ہے۔ تم اِسے قتل کر دو۔"
سائینس دان مسٹر سٹون نے کہا۔

"مجھے مار کر تم ایک قابل آدمی سے محروم ہو
جاؤ گے۔ ہو سکتا ہے کبھی تمہیں یہاں ایندھن
مل جائے اور واپس زمین پر جانا پڑے میرے
بغیر تم خلائی شٹل نہیں اڑا سکو گے۔"
غنڈہ پنچ قہقہہ لگا کر بولا۔

"کیسی زمین؟ کیسا ایندھن؟ ہم اب اسی
سیارے پر رہیں گے۔ اور تمہیں بھون کر کھائیں

گے۔"

وہ چاقو لے کر مسٹر سٹون کی طرف بڑھا۔ ناگ نے
ایک پھنکار ماری اور اتنی زور سے چھلانگ لگائی کہ
وہ سیدھا غنڈے پنچ کی ٹانگ سے جا کر لپٹ گیا اور
اسے ایک سیکنڈ میں ڈس دیا۔ ناگ غصے میں تھا۔ چنانچہ
اس نے اپنا سارا زہر غنڈے پنچ کے جسم میں داخل کر
دیا۔ یہ بڑی خطرناک بات تھی۔ پنچ کا سارا جسم ایک
دم سے سن کر بے حس ہو گیا اور وہ دھڑام سے زمین
پر گر پڑا۔

اس کا ساتھی سانپ کو دیکھ چکا تھا۔ وہ ایک طرف
کو بھاگا۔ مگر وہ ناگ سے بچ کر کہاں جا سکتا تھا۔
ناگ نے اِسے قریب ہی جھاڑیوں میں جا لیا۔ اِس سے
پہلے کہ آدم خور خلا باز کے منہ سے چیخ نکلتی ناگ اسے
ڈس کر ہلاک کر چکا تھا۔

ناگ جلدی سے واپس آیا۔ اس نے دیکھا کہ سائینس
دان مسٹر سٹون حیران پریشان کھڑا اس طرف دیکھ رہا
تھا۔ جس طرف سانپ گیا۔ ناگ انسانی شکل میں آ کر
جھاڑیوں سے نکل کر سائینس دان سٹون کی طرف آیا
اور بولا۔

"مسٹر سٹون! مجھے دیکھ کر آپ یقیناً حیران ہوں
گے مگر میں مسٹر عنبر کا دوست ہوں اور اس
کے ساتھ ہی زمین پر مریخ والوں کی لیباٹری
سے غائب ہوا تھا۔"
سائنس دان سٹون پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے
سامنے زمین کے ایک انسان کو تک رہا تھا۔
"تم ___ تم یہاں کیسے آگئے؟"
ناگ نے کہا۔
"میں اور عنبر یہاں اکٹھے آئے تھے۔ جب وہ
آپ سے باتیں کر رہا تھا تو میں اس کے پیچھے
چھپا ہوا تھا۔"
"اب عنبر کہاں ہے؟ وہ تو شیلا کو ساتھ
لے کر فرار ہو گیا ہے۔"
ناگ نے بڈھے سائنس دان سے کہا۔
"اگر آپ وعدہ کریں کہ آپ کسی سے کوئی
بات نہیں کریں گے تو میں آپ کو ساری کہانی
سنائے دیتا ہوں۔ اس میں آپ کا بھی بھلا
ہے۔ کیونکہ یہ آدم خور آپ کی جان کے بھی دشمن
بن چکے ہیں:"

بوڑھے سائنس دان نے کہا۔
"میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم مجھے جو کچھ بتاؤ گے
اس کا ذکر کسی سے نہیں کروں گا۔ مگر خدا کے
لیے یہاں سے کسی طرف بھاگ چلو۔ نہیں تو
دوسرے خلا باز وحشی آکر مجھے پکڑ لیں گے۔
ان دونوں کو تو یہاں سانپ نے نکل کر ڈس دیا۔
میں حیران ہوں کہ یہاں سانپ کہاں سے آگیا؟"
ناگ نے کہا۔
"میرے ساتھ آئیں۔ مجھے ایک خفیہ جگہ کا علم
ہے۔ وہاں ان لوگوں کی نظر نہیں پہنچ سکتی۔"
ناگ نے بوڑھے سائنسدان سٹون کو ساتھ لیا اور
اسی راستے سے گزر کر دور پہاڑی گھاٹی میں پہنچ گیا۔
جہاں سے خلا باز شیلا عنبر کو لے کر گئی تھی۔ گھاٹی
کے اندر خفیہ غار میں پہنچ کر ناگ نے سائنسدان سٹون
کو شروع سے لے کر آخر تک ساری داستان سنائی کہ
کس طرح عنبر کو لے کر خلاباز عورت شیلا یہاں سے
فرار ہوئی۔ پھر کس طرح وہ کالے پہاڑ کے تالاب پر
پہنچے۔ یہاں سے آگے ناگ نے کہانی میں ذرا سی تبدیلی
کرتے ہوئے کہا۔

"تالاب پر پہنچنے کے بعد میں ذرا چکر لگانے
کے لیے پہاڑوں میں گیا۔ جب واپس آیا
تو دونوں وہاں نہیں تھے۔ میں نے انہیں بہت
تلاش کیا مگر وہ مجھے کہیں نہیں ملے۔"
سائنس دان سٹون نے سر کھجاتے ہوئے پوچھا۔
"کیا تمہیں یقین ہے کہ سیاہ تالاب کے کیچڑ
میں ڈیزل کے اجزا موجود ہیں؟"
ناگ نے کہا۔
"ہاں ہمیں تالاب کے کیچڑ میں سے ڈیزل کی
بُو آ رہی تھی۔"
سائنس دان سٹون بولا۔
"ہم نے یہ سُن رکھا تھا کہ دُور کالے پہاڑوں
میں آسیب رہتے ہیں۔ اور وہاں ویرانہ ہے۔ اسی
لیے ہم ادھر کبھی نہیں گئے۔"
ناگ نے کہا۔
"مجھے تالاب کے کنارے سیاہ پہاڑ کے اوپر
رات کو سبز روشنی بھی دکھائی دی ہے مسٹر
سٹون! مجھے یقین ہے کہ ان پہاڑوں میں
کوئی مخلوق آباد ہے اور اس مخلوق نے عنبر اور

شیلا کو اغوا کیا ہے۔ ہمیں ان کی مدد کرنی چاہیئے۔"
سائنس دان سٹون سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔
"اگر تالاب کے کیچڑ میں ڈیزل ہے تو ہم اپنی زمین
پر واپس جا سکتے ہیں۔ ہم اپنی خلائی شٹل کے
لیے ایندھن حاصل کر سکتے ہیں۔"
ناگ نے کہا۔
"مگر پہلے ہمیں عنبر اور شیلا کا سراغ لگانا ہوگا۔"
مسٹر سٹون کہنے لگا۔
"ہاں ان کا بھی سراغ ضرور لگائیں گے تم مجھے
کالے پہاڑوں کے تالاب پر لے چلو۔ کیا تم اس
کا راستہ جانتے ہو؟"
ناگ نے کہا۔
"ہاں۔ مجھے راستہ معلوم ہے۔ میرے ساتھ چلیں
لیکن وہاں جاتے جاتے ہمیں دو دن لگ
جائیں گے۔ کیا آپ کے پاس اتنے دنوں کے لیے
پانی اور گھاس ہے؟"
سائنس دان نے جیب میں سے ایک تھیلی نکالی۔
اس میں ایک ڈبی تھی۔ ڈبی میں زرد رنگ کی پندرہ بیس
گولیاں تھیں۔ سائنس دان سٹون نے کہا۔

"یہ غذائی گولیاں ہیں۔ ایک گولی کھانے سے
انسان کو ایک ہفتے تک کھانے اور پانی کی
ضرورت محسوس نہیں ہوتی لو۔ ایک گولی تم
کھا لو۔"
ناگ اسے کیا بتاتا کہ مجھے کھانے کی ضرورت نہیں ہے
اس نے بھی ایک گولی کھا لی۔ اب وہ سائینس دان سٹون
کو ساتھ لے کر کالے پہاڑوں کے سفر پر روانہ ہو گیا۔
راستے میں سائینس دان سٹون نے تعجب سے کہا۔
"میری سمجھ میں ابھی تک یہ بات نہیں آئی کہ
اس علاقے میں سانپ کہاں سے آ گیا؟ میں نے
خود اپنی آنکھوں سے سانپ کو دیکھا تھا۔ اس کا
رنگ سیاہ تھا اور آنکھیں سرخ تھیں۔ ہم دو
برس سے یہاں ہیں۔ ہمیں آج تک کبھی کوئی سانپ
یہاں نظر نہیں آیا۔
ناگ نے سنجیدہ ہو کر کہا۔
"ہو سکتا ہے کوئی سانپ اِدھر اُدھر سے گھومتا
گھامتا نکل آیا ہو۔"
"ہاں — میرا بھی یہی خیال ہے۔" سائنس دان یہ کہہ
کر چپ ہو گیا۔

گھاٹی سے نکل کر وہ دریا کے کنارے آ گئے۔ ناگ نے
سائینس دان سٹون سے پوچھا کہ کیا اِسے تیرنا آتا ہے۔ بوڑھے
سائنس دان نے مسکرا کر کہا۔
"ہمیں اسکول میں ہی تیرنا سکھایا جاتا تھا۔"
وہ دریا میں اُتر گئے۔ دریا میں تیرتے تیرتے وہ دوسرے
کنارے پر آ گئے۔ یہاں سے ان کا سیاہ پہاڑوں کی طرف
سفر پھر سے شروع ہو گیا۔ چلتے چلتے انہیں رات ہو گئی۔
وہ رات انہوں نے جنگل میں ہی گزار دی۔ دوسرے
دن پھر سفر شروع ہو گیا۔ اسی طرح سفر کرتے وہ کالے
پہاڑوں کے درمیان جو تنگ گلی تھی وہاں پہنچ گئے۔
ناگ نے رُک کر کہا۔
"اس پہاڑی درّے کی دوسری جانب وہ تالاب
ہے۔"
سائنس دان سٹون بولا۔
"چلو مجھے جلدی اس تالاب پر لے چلو۔ اگر اس
میں واقعی ڈیزل ملا کیچڑ ہے تو ہمارے واپس
اپنی زمین پر جانے کی امید پیدا ہو سکتی ہے۔"
ناگ سٹون کو درّے سے نکال کر تالاب پر لے آیا۔
لیکن ناگ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ تالاب
کے اوپر

شیشے کا ایک گول بلبلے ایسا ڈھکنا ڈال دیا گیا تھا۔ یہ
کام دوسرے ہی روز چار بازوؤں والی مخلوق نے کر دیا
تھا۔ تاکہ خلاباز وہاں آ کر ڈینزل جلا کیچڑ نکال کر نہ لے
جائیں۔

مسٹر سٹون نے شیشے کا ڈھکنا دیکھ کر کہا۔

"تالاب تو اوپر سے بند ہے"

ناگ نے کہا۔

"سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ شیشے کا ڈھکنا کہاں
سے آ گیا۔ جب میں عنبر اور شیلا یہاں
آئے تھے تو تالاب پر کوئی ڈھکنا نہیں تھا۔
نیچے ڈینزل جلا کیچڑ بالکل ننگا تھا"

مسٹر سٹون ڈھکنا کو ہاتھ لگا کر کہا۔ "یہ تو
فولادی شیشہ ہے"

وہ جھک کر کیچڑ کو تکنے لگا۔

"اس کیچڑ کا رنگ بتا رہا ہے کہ اس
میں ڈینزل موجود ہے۔ دوست! اگر
ہم کسی طرح یہاں سے کیچڑ نکال کر اپنے
شٹل تک لے جائیں تو وہاں ہم اس میں
سے مائع گیس پیدا کر کے اپنی شٹل کو اڑا

سکتے ہیں"

ناگ نے کہا!

"لیکن سوال یہ ہے کہ اس ڈینزل کو یہاں سے
نکالا کیسے جائے؟"

سائینس دان سٹون خاموش ہو گیا۔

○
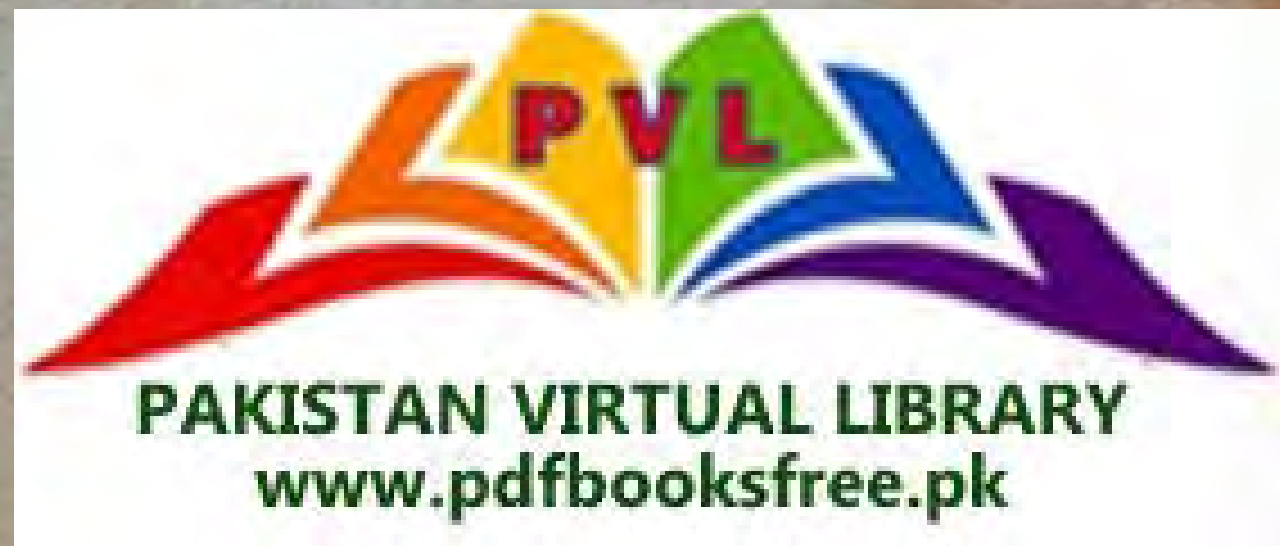
خطرناک بنفشی شعاعیں

سائنس دان سٹون نے کہا۔

"ایک بات صاف ظاہر ہے کہ اگر کسی نے اس تالاب کے
اوپر اتنا اعلیٰ قسم کا شیشے کا فولادی ڈھکنا ڈالا گیا ہے
تو یہاں کوئی ایسی مخلوق ضرور آباد ہے جو اس تالاب کی
حفاظت کر رہی ہے۔"

ناگ کہنے لگا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے مسٹر سٹون ۔"

سائنس دان نے کہا۔

"یہ ڈھکنا جس فولادی شیشے سے بنا ہے وہ ہمارے
ہاں نہیں ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو مخلوق اس تالاب
کی حفاظت کر رہی ہے وہ سائنس میں بہت ترقی یافتہ
ہے۔"

ناگ نے کہا۔

"مسٹر سٹون! اس کا ایک یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ اس

مخلوق کو علم ہو چکا ہے کہ میں اور عنبر اور شیلا یہاں
پہلے آئے تھے۔ اسی وجہ سے اس مخلوق نے اس تالاب
کو ڈھانپ دیا ہے۔"

سائنس دان مسٹر سٹون کہنے لگا۔

"اس سے یہ بات بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ عنبر اور
ہماری ساتھی شیلا کو یہی خلائی مخلوق اغوا کر کے لے
گئی۔ ورنہ انہیں تالاب کو ڈھانپنے کی کیا ضرورت تھی؟
مخلوق نے سوچا کہ اگر عنبر اور شیلا دو انسان یہاں پہنچ
گئے ہیں۔ تو ان کے ساتھی بھی یہاں پہنچ سکتے ہیں۔"

"آپ نے بالکل ٹھیک سوچا مسٹر سٹون!" ناگ بے اختیار
پکار اٹھا۔

سائنس دان مسٹر سٹون نے کہا۔

"اور یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ اس مخلوق کے لیے
بھی یہ ڈینرل ملا کیچڑ بے حد قیمتی ہے۔ دراصل یہ
گیس کا خزانہ ہے۔ اس کیچڑ کے رنگ سے مجھے
احساس ہو رہا ہے کہ اس کا ایک سیر کیچڑ ہماری
شٹل کے لیے ایک برس کا ایندھن سپلائی کر سکتا
ہے۔"

ناگ بولا۔

"یہ کیچڑ اس قدر طاقتور گیس اپنے اندر رکھتا ہے۔"
مسٹر سٹون نے کہا۔

"دوست! یہ ہماری زمین نہیں ہے۔ یہ کوئی اور
ہی سیارہ ہے۔ یہاں کے کیمیکل دوسرے ہیں۔ یہاں
کے عناصروں کا امتزاج دوسری طرح کا ہے۔
اس کیچڑ کے اجزاء اپنے اندر بے پناہ گیس کی طاقت
رکھتے ہیں۔"

ناگ نے کہا۔

"اب سوال یہ ہے کہ اگر یہاں کی مخلوق میرے دوست
عنبر اور آپ کی خلاباز شیلا کو اغوا کر کے لے گئی
ہے تو انہیں کہاں تلاش کیا جائے؟"

سائنس دان بولا۔

"ظاہر ہے کہ یہ مخلوق انہی پہاڑوں کے اندر رہتی
ہو گی۔ ہو سکتا ہے اس وقت وہ ہمیں دیکھ رہی
ہو۔ تم نے کہا تھا ناں کہ تم نے یہاں ایک سبز
روشنی دیکھی تھی؟"

"ہاں" ناگ نے کہا۔ "وہ سامنے پہاڑی کے اوپر
مجھے سبز روشنی نظر آئی تھی۔"

سائنس دان مسٹر سٹون نے پہاڑوں کی طرف غور سے دیکھا

اور کہا۔

"چلو۔ وہاں چل کر دیکھتے ہیں شاید کوئی سراغ مل
جائے۔"

ناگ اور سائنس دان مسٹر سٹون پہاڑی کی طرف روانہ
ہو گئے۔

پہاڑی کی چڑھائی بڑی مشکل تھی۔ ناگ نے سٹون کو سنبھالا
دے رکھا تھا۔ وہ اسے سہارا دے کر پہاڑی کے اوپر لے
گیا۔ اوپر جا کر مسٹر سٹون بیٹھ کر سانس ٹھیک کرنے لگا۔
پھر اس نے ناگ سے کہا۔

"دوست! تم نے مجھے اپنا نام ابھی تک نہیں بتایا۔
تمہارا نام کیا ہے؟"

ناگ نے کہا۔

"مجھے ناگا کہتے ہیں۔ میں سوڈان کا رہنے والا
ہوں۔"

سائنس دان نے اپنا سفید بالوں والا سر ہلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر ناگا۔ تمہارا نام مجھے انڈیا کے
لوگوں کا نام لگتا ہے۔ اچھا اب بتاؤ کہ تم نے روشنی
کہاں دیکھی تھی؟"

ناگ اندازے سے پہاڑی پر ایک جگہ جا کر رک گیا۔

"مسٹر سٹون! مجھے یقین ہے کہ روشنی یہاں سے چمکی تھی"

سائنس دان مسٹر سٹون اور ناگ اس جگہ کو جھک کر غور سے دیکھنے لگے۔ وہاں چھوٹے چھوٹے پتھر پڑے تھے۔ انھوں نے پتھروں کو ایک طرف ہٹایا تو نیچے سے چھوٹی سی ایک نلکی کا سر نکل آیا جس کے آگے شیشہ لگا تھا۔

مسٹر سٹون بڑے شوق سے اُسے دیکھنے لگا۔

"مسٹر ناگا! یہ ٹیلی لینز ہیں۔ اس میں سے رات کو روشنی نکلتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہو سکتا ہے اس ٹیلی لینز کے ذریعے ہماری فلم بھی لے لی گئی ہو"

ناگ نے کہا۔

"تو کیا یہاں کی مخلوق اس پہاڑ کے نیچے رہتی ہے؟"

"لگتا تو ایسا ہی ہے" مسٹر سٹون بولے۔

ناگ کہنے لگا۔

"ہم اِس نلکی کو اکھاڑ دیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے نیچے سے کوئی راستہ نکل آئے"

سائنس دان سٹون نے کہا۔

"نہیں ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر ہم نے نلکی اکھاڑ بھی لی تو ہم اس کے سوراخ میں سے اندر

داخل نہیں ہو سکیں گے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ اب جبکہ ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ یہاں کی مخلوق اس پہاڑی کے اندر خفیہ جگہ پر رہتی ہے تو ہمیں نیچے اُتر کر پہاڑی میں اندر جانے کا راستہ تلاش کرنا چاہیئے"

ناگ اب اِسے یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ وہ نلکی کے سوراخ میں سے سانپ بن کر اندر جا سکتا تھا۔ پہلے اس نے سوچا کہ وہ سائنس دان کو اپنے بارے میں بتا دے کہ وہ سانپ ہے۔ پھر اس نے اس خیال کو دل سے نکال دیا۔ وہ یہ سوچ کر چپ رہا کہ سائنس دان کو نیچے پہاڑی کے دامن میں چھوڑ کر وہ خود کسی بہانے اوپر آئے گا۔ نلکی اکھاڑ کر اس کے سوراخ میں سانپ بن کر چلا جائے گا اور عنبر کا سراغ لگانے کی کوشش کرے گا۔

سائنس دان مسٹر سٹون ابھی تک پہاڑی کے اوپر اِدھر اُدھر زمین کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس نے ایک جگہ پاؤں پتھروں پر مارتے ہوئے کہا۔

"ناگا! یہاں زمین نرم ہے اور اندر سے کھوکھلی آواز آتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہاں اندر خالی ہے۔ مگر ہم اِسے کیسے کھودیں؟"

ناگ اسے پہاڑی کے نیچے لے جانا چاہتا تھا تاکہ موقع
پاکر ناگ اکیلا پہاڑی کے اوپر آکر نلکی کے سوراخ میں سے
اندر جانے کی کوشش کرے۔ اس نے سائنسدان سے کہا۔

"میری رائے میں ہمیں نیچے جاکر پہاڑی کے اندر
جانے کا کوئی راستہ ڈھونڈنا چاہیئے"

"اچھا خیال ہے ناگا"

یہ کہہ کر سائنس دان مسٹر سٹون ناگ کے ساتھ پہاڑی
سے نیچے اُترنے لگا۔

پہاڑی کے نیچے آکر وہ تالاب سے کچھ دور پہاڑی کی دیوار
کو جگہ جگہ سے دیکھنے لگے۔ اچانک انہیں پہاڑی دیوار سے
ایسی آواز آتی سنائی دی۔ جیسے کوئی مشین چل رہی ہو۔ ناگ
نے کہا۔

"کوئی اندر ہے مسٹر سٹون"

سائنس دان سٹون پہلے ہی کان لگائے وہ آواز سُن رہا
تھا۔ پھر وہ گھبرا کر بولا۔

"آواز آگے بڑھ رہی ہے۔ کوئی باہر آرہا ہے۔
جلدی سے کسی جگہ چھپ جاؤ"

ناگ اور مسٹر سٹون ایک طرف دوڑ کر پتھروں کے
پیچھے چھپ گئے۔

ان کی نگاہیں پہاڑوں کی دیواروں پر لگی تھیں۔ اچانک دیوار
میں ایک جگہ شگاف پیدا ہوا۔ پتھر کی دیوار جیسے ایک طرف ہٹ
گئی۔ اور اس کے اندر سے چار بازوؤں اور بن مانس کے ہاتھ
پاؤں والے دو آدمی باہر نکلے ان میں سے ایک کا رنگ سبز
اور دوسرے کا رنگ نسواری تھا۔ ان کے جسموں پر داغ تھے
مسٹر سٹون کچھ بولنے ہی لگا تھا کہ ناگ نے اس کے
منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

سبز اور نسواری رنگ کی مخلوق کو سائنس دان سٹون حیرت
کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ایسی چار بازوؤں اور بغیر منہ
کی مخلوق اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ دونوں سبز اور
نسواری آدمی تالاب کی شیشے کی چھت کے پاس آکر کھڑے
ہوگئے اور باریک آواز میں آپس میں باتیں کرنے لگے سائنس
دان ان کی زبان نہیں سمجھ سکتا تھا مگر ناگ ان کی گفتگو سمجھ
رہا تھا۔

"ہمارے راڈار میں ضرور کوئی خرابی پیدا ہوگئی
ہے یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے"
نسواری آدمی بولا۔

"یہاں کوئی آ بھی نہیں سکتا۔ چیف کو وہم ہو گیا
ہے۔ چلو ہم واپس چلتے ہیں۔ باہر زیادہ دیر ٹھہرنے

سے ہمارا دم گھٹ سکتا ہے۔"

اور وہ دونوں جس شگاف سے آئے تھے اسی میں چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی پہاڑ کی دیوار ویسے ہی بند ہو گئی۔ سائنس دان سٹون بولا۔

"یہ کس قسم کی مخلوق ہے؟ یہ آپس میں کیا باتیں کر رہے تھے؟ کاش ہم ان کی زبان سمجھ سکتے۔"

ناگ اسے یہ بتا کر کہ وہ ان کی زبان سمجھ رہا تھا اپنے آپ کو اس کی نظروں میں مشکوک نہیں بنانا چاہتا تھا۔ اس نے صرف اتنا کہا۔

"ہو سکتا ہے یہ لوگ ہماری تلاش میں آئے ہوں۔ پہاڑی کے اوپر جو ٹیلی لینز کی نلکی لگی ہے اس نے ہمارے بارے میں اس مخلوق کو بتا دیا ہو گا۔ ہمیں یہاں سے کسی دوسری جگہ چلے جانا چاہئے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو ناگ۔" سٹون نے کہا۔

"لیکن ہمیں ہر حالت میں اس تالاب کے کیمیاوی کیچڑ کو حاصل کرنا ہو گا۔"

ناگ بولا۔

"یہ ہم بعد میں بھی کر لیں گے۔ پہلے ہمیں کسی خفیہ

جگہ چھپنا ہو گا۔"

ناگ اور سائنس دان سٹون تالاب کے کچھ فاصلے پر پہاڑوں کے درمیان والے درّے میں آ کر ایک شگاف میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ یہاں سے انہیں ڈھکا ہوا تالاب صاف نظر آ رہا تھا۔ ناگ پہاڑی والی نلکی میں سے پہاڑ کے اندر جانے کو بے تاب تھا تاکہ وہ عنبر کا کچھ پتہ چلا سکے۔ اس نے سٹون سے کہا۔

"آپ یہاں میرا انتظار کریں میں پہاڑی کا ایک اور چکر لگانا چاہتا ہوں۔"

سائنس دان سٹون نے ناگ کی طرف دیکھا اور کہا۔

"برخوردار تم نوجوان ہو اور تمہیں سائنس کا کچھ پتہ نہیں ہے۔ اگر تم اس مخلوق کے ہاتھ آ گئے تو تمہاری خیر نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم یہاں سے دور کسی دوسری وادی میں جا کر پناہ لیں اور پھر کوئی پلان بنا کر یہاں آئیں۔" ناگ نے کہا۔

"میں ابھی چکر لگا کر آتا ہوں۔ آپ میرے بارے میں فکر نہ کریں۔ میں احتیاط سے کام لوں گا۔"

اس سے پہلے کہ سائنس دان سٹون ناگ کو روکتا۔ ناگ اُٹھ کر پہاڑی درّے میں سے نکلا اور سامنے والی پہاڑی [illegible]

بڑھنے لگا۔ کچھ دُور تک تو ناگ مسٹر سٹون کو دکھائی دیتا رہا۔ پھر ناگ اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

ناگ جان بوجھ کر پہاڑی کی دوسری طرف سے اوپر چڑھا۔ پہاڑی کے اوپر آکر اس نے فوراً سانپ کی شکل بدلی اور رینگتا ٹیلی لینز والی نلکی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے اپنے دانتوں کی مدد سے نلکی کے منہ پر لگا ہوا شیشہ اتار کر پرے پھینک دیا۔ اب اس نے دیکھا کہ یہ کوئی کیمرہ نہیں تھا بلکہ شاید سورج کی روشنی کے لیے نلکی لگائی گئی تھی۔

نلکی نیچے پہاڑی کے اندر جا رہی تھی۔

ناگ نلکی میں اُتر گیا۔ یہ ایک فولادی پائپ تھا۔ ناگ رینگتا ہوا نیچے ایک ایسے تنگ سے کمرے میں آگیا جہاں مختلف قسم کی خلائی مشینیں کام کر رہی تھیں۔ ہلکی ہلکی آواز کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ ناگ کمرے سے باہر نکلنے کا راستہ تلاش کرنے لگا۔ کمرے کا ایک ہی دروازہ تھا جو بند تھا۔ یہ دروازہ اس طرح بند تھا کہ سوئی جتنی بھی درز کہیں دکھائی نہیں دیتی تھی۔ ناگ نے کمرے کے چاروں کونوں کا چکر لگایا۔ ایک جگہ دیوار کے کونے میں فرش کے ساتھ ہی نالی بنی ہوئی تھی۔

ناگ اس نالی میں سے گزر کر دوسری جانب آیا تو اس کے سفید رنگ کی ٹائیوں والا کمرہ تھا جس کے درمیان میں

ایک شیشے کا سلنڈر پڑا تھا۔ ناگ قریب آیا تو ٹھٹھک کر رہ گیا۔ اس سلنڈر میں خلاباز امریکی عورت شیلا بے ہوش پڑی تھی۔ ناگ نے سلنڈر کے گرد ایک چکر لگایا۔ پھر دروازے کو دیکھا۔ دروازہ بند تھا۔ کمرے کی چھت سے روشنی آرہی تھی۔

ناگ سانپ سے انسان بن گیا۔

اب اس نے سلنڈر کے ڈھکنے کا کنڈا الگ کر کے اسے اوپر اُٹھا دیا۔ شیلا بالکل بے ہوش تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ اسے کوئی ٹیکہ لگا کر بے ہوش کیا گیا ہے۔ شیلا کا جسم بے حد ٹھنڈا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ اِسے سرد بے ہوشی کی دوا دی گئی تھی۔ ناگ نے سوچا کہ اگر اس کے جسم کو گرم کر دیا جائے تو ہو سکتا ہے شیلا پھر سے ہوش میں آجائے۔

ناگ شیلا کو ہوش میں لانے کی ترکیب سوچ ہی رہا تھا کہ اسے گھرر کی آواز آئی۔ دوسری طرف سے کوئی آرہا تھا۔ ناگ ایک سیکنڈ میں پھر سے سانپ بن گیا اور کونے میں ایک ڈرم کے پیچھے جا کر چھپ گیا۔ وہ اپنی چھوٹی سی گردن نکالے باہر بھی دیکھ رہا تھا۔

کمرے کا دروازہ کھل گیا۔ اور اس نے ایک سُرخ مخلوق

کو دیکھا کہ جس کے گلے میں سبز ہیرے کا لاکٹ چمک رہا
تھا۔ یہ اس مخلوق کا چیف تھا۔ اس کے پیچھے دو زرد اور
سبز آدمی بھی تھے۔ زرد مخلوق کے ہاتھ میں انجکشن کا سرنج
تھا۔

ناگ نے یہ عقل مندی کی تھی کہ سانپ بننے سے
پہلے شیلا کے سلنڈر کا ڈھکنا بند کر دیا تھا۔ چیف نے سلنڈر
کی طرف اشارہ کر کے زرد آدمی سے کہا۔

"اسے کھولو۔"

سلنڈر کا ڈھکنا کھول دیا گیا۔ چیف نے جھک کر شیلا
کو دیکھا۔ پھر زرد آدمی کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

"ٹھیک ہے میں اس زمینی عورت سے شادی
کروں گا۔ ہو سکتا ہے ہماری جو اولاد پیدا ہو
اس کے چھلکے بھی زمینی مخلوق کی طرح طاقتور ہوں۔ اسے
ہوش میں لا کر میرے کمرے میں لے آؤ۔ خبردار
اسے پتہ نہ چلے کہ میں اس سے شادی کرنے
والا ہوں۔"

یہ کہہ کر چیف واپس نکل گیا۔

زرد اور سبز آدمیوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ سبز
مخلوق کے ہاتھ میں ایک کالا تھیلا تھا۔ جس میں سیاہ سلاخیں

باہر نکلی ہوئی تھیں۔ سبز آدمی نے سلنڈر کے ڈھکنے کو ایک
طرف غور سے دیکھا اور اپنے ساتھی سے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے یہاں کسی زمینی مخلوق نے ہاتھ
لگایا ہے۔ اس جگہ سے تابکاری نکل رہی ہے۔"

زرد آدمی اس جگہ کو جھک کر دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"یہاں کوئی زمینی مخلوق نہیں آ سکتی۔ ہو سکتا ہے
جس وقت ہم نے اس زمینی عورت کو سلنڈر میں
بند کیا تھا اس وقت اس کا ہاتھ یہاں لگ گیا ہو۔"

ناگ چھپا ہوا یہ ساری گفتگو سن رہا تھا۔ اچانک اسے
خیال آیا کہ اگر یہ دونوں یہاں سے نکل گئے تو وہ دوبارہ
اس کمرے سے باہر نہیں نکل سکے گا۔ کیوں نہ وہ اس مخلوق
کے کالے تھیلے میں چھپ جائے اور ان کے ساتھ ہی دوسری
جگہ پہنچ کر عنبر کا سراغ لگانے کی کوشش کرے

دونوں عجیب آدمی سلنڈر میں سے بے ہوش شیلا کو
باہر نکال رہے تھے۔ ان کا سیاہ تھیلا ایک طرف پڑا تھا۔
ناگ خطرہ مول لیتے ہوئے رینگ کر ڈرم کے پیچھے سے
نکلا اور تھیلے کے پاس آ کر جلدی سے اس میں گھس گیا
تھیلے میں سفید اور زرد رنگ کی روئی پڑی تھی۔ ناگ اس
میں چھپ گیا۔ اب اسے صرف زرد اور سبز آدمی کی باتیں

کی آوازیں ہی آرہی تھیں۔

زرد اور سبز آدمیوں نے شیلا کو سلنڈر سے نکال لیا۔ زرد آدمی نے بے ہوش شیلا کو اپنے کندھے پر ڈالنے سے پہلے اسے ایک انجکشن لگایا اور کمرے سے باہر کی طرف چلا۔ سبز آدمی نے تھیلا اٹھا لیا۔ ناگ تھیلے میں سمٹ کر بیٹھا رہا۔

تہ خانے کی ایک سیدھی لفٹ میں سوار ہو کر دونوں آدمی شیلا کو لے کر چیف کے کمرے میں آگئے۔ اس کمرے میں شیشے کا ایک پلنگ اور شیشے کی میز اور شیشے کی دو کرسیاں رکھی تھیں۔ زرد اور سبز آدمیوں نے شیلا کو پلنگ پر ڈالا۔ اس کے اوپر سفید رنگ کا کمبل سا ڈالنے لگے۔ کالا تھیلا انہوں نے پلنگ کے پاس ہی فرش پر رکھ دیا تھا۔ ناگ موقع دیکھ کر تھیلے سے رینگ کر باہر نکلا اور تیزی سے پلنگ کے نیچے گھس گیا۔

دونوں آدمی کمرے سے چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد کمرے کا دروازہ اپنے آپ بند ہو گیا۔ ان کے جانے کے بعد ناگ پلنگ کے نیچے سے نکل کر آیا۔ اس نے دیکھا کہ پلنگ پر لیٹی ہوئی شیلا کو ہوش آرہا تھا۔ ناگ انسانی شکل میں آنے ہی لگا تھا کہ

اچانک دروازہ کھل گیا۔ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ ناگ دوبارہ پلنگ کے نیچے گھس گیا۔

دروازے پر چیف کھڑا تھا۔ اس کے چاروں بازوؤں میں سے ایک بازو کے ہاتھ میں شیشے کا چمکیلا گولا تھا۔ دوسرے ہاتھ میں فولاد کی چھڑی تھی۔ وہ پلنگ کے قریب آکر غور سے شیلا کو تکنے لگا۔

شیلا نے آنکھیں کھول دیں۔ اپنے سامنے ایک ڈراؤنی شکل والے آدمی کو دیکھ کر اس نے چیخ ماری اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ پلنگ پر سمٹ گئی اور سہمی ہوئی آنکھوں سے چیف کو تکنے لگی جس کے بن مانس ایسے سرخ جسم پر ہلکی ہلکی پشم سی اگی ہوئی تھی۔ چہرے پر گول آنکھیں تھیں۔ ناک کی جگہ سوراخ تھا اور منہ غائب تھا۔ اس کے چار بازو آہستہ آہستہ حرکت کر رہے تھے۔ چیف نے چمکیلا گولا میز پر رکھ دیا اور شیشے کی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"میں تمہاری زمین کی زبان میں تم سے بات کر رہا ہوں۔ دیکھو۔ میں پہاڑ کے اندر کی دنیا کا چیف ہوں۔ میں نے تم سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تمہیں یہ فیصلہ منظور کرنا ہوگا۔ کیونکہ اب تم مرتے دم تک یہاں سے باہر نہیں جا سکو گی۔

شیلا نے ڈری ڈری آواز میں کہا۔
"تم ــــ تم انسان نہیں ہو۔ تم بن مانس ہو۔ میں
بن مانس سے شادی نہیں کر سکتی۔"
چیف کی باریک مگر غصے سے بھری ہوئی آواز بلند ہوئی۔
"میں تمہاری طرح کا انسان نہیں ہوں۔ مگر میرے
اندر تمہارے انسانوں سے زیادہ عقل ہے۔ میں
چیف ہوں۔ اگر تم نے انکار کیا تو تمہیں تیزاب میں
ڈال کر ختم کر دیا جائے گا۔ میں تمہیں آج کے دن
کی مہلت دیتا ہوں۔ میں شام کو آؤں گا۔"
یہ کہہ کر چیف نے چمکیلا گولا اٹھایا اور کمرے سے باہر
نکل گیا۔

ناگ نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی تو پلنگ کے
نیچے لیٹے لیٹے اس نے سانپ سے انسان کی شکل بدل
لی اور باہر نکل آیا۔ وہ شیلا کے سامنے سانپ کی شکل
میں نہیں جانا چاہتا تھا۔ شیلا ابھی تک سہمی بیٹھی تھی۔ مگر
اپنے سامنے ناگ کو دیکھ کر اس کو حوصلہ ہوا۔ شیلا نے
ناگ کو پہلے نہیں دیکھا تھا۔ مگر اپنے سامنے اپنے جیسے انسان
کو دیکھ کر اس کی ہمت بندھ گئی تھی۔ اس نے ناگ سے پوچھا۔
"تم انسان ہو۔ میرے جیسے انسان۔ مگر تم ــــ

تم یہاں کیسے آ گئے؟"
ناگ نے سوچا کہ شیلا کے سامنے ساری بات کھول
دینی چاہیے۔ چنانچہ اس نے کہا۔
"شیلا! میں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں عنبر
کا دوست ہوں۔ میں اس کے ساتھ ہی اپنی زمین سے
اس سیارے پر آیا تھا۔ یہاں کیسے پہنچا؟ یہ سوال
مت پوچھنا۔ بس یوں سمجھ لو کہ میرا دوست عنبر بھی اسی
تہہ خانے میں کسی جگہ بند ہے۔ اور میرے ساتھ تمہاری
خلا باز ٹیم کا سائنس دان مسٹر سٹون بھی آ رہا ہے۔"
شیلا نے بے تاب ہو کر کہا۔
"کہاں ہے مسٹر سٹون؟"
ناگ نے کہا۔
"وہ اس تہہ خانے والی پہاڑی کے باہر میرا انتظار
کر رہا ہے۔"
شیلا بولی۔
"اگر تم پلنگ کے نیچے چھپے ہوئے تھے تو تم نے وہ
ساری باتیں سن لی ہوں گی جو میرے اور چیف کے
درمیان ہوئی ہیں۔"
ناگ نے کہا۔

"ہاں — میں نے سب کچھ سُن لیا ہے۔ یہ جیف
کسی زمینی عورت سے شادی کر کے ایسی نسل پیدا
کرنا چاہتا ہے جو اس کے خیال میں یہاں کی نسل کے
مقابلے میں زیادہ طاقتور ہو گی۔"
شیلا نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔
"نہیں — میں اس بن مانس سے شادی نہیں کروں
گی۔ میں مرنا پسند کروں گی مگر یہ شادی ہرگز نہیں
ہونے دوں گی۔"
ناگ نے کہا۔
"تم ٹھیک کہتی ہو۔ کوئی بھی اس سے شادی کرنا پسند
نہیں کرے گا۔"
شیلا بولی۔
"تم مجھے یہاں سے نکال کر لے چلو۔ خدا کے لیے
مجھے اس جہنم سے نکال لو۔"
ناگ بولا۔
"میں اسی لیے یہاں آیا ہوں۔ مجھے عنبر کی بھی
تلاش ہے۔ کیا تمہیں عنبر کے بارے میں کچھ معلوم
ہے؟"
شیلا نے کہا۔

"ہم دونوں میرا خیال ہے ایک ساتھ ہی بے ہوش
ہو گئے تھے۔ اگر یہ لوگ مجھے یہاں لائے ہیں تو عنبر
کو بھی ضرور لے آئے ہوں گے۔"
ناگ پلنگ پر بیٹھتے ہوئے بولا۔
"لیکن سب سے پہلے تمہیں اس عفریت سے بچانا
ہوگا۔ یہ کام سب سے زیادہ اہم ہے۔"
شیلا نے ناگ کا ہاتھ تھام لیا اور گڑگڑا کر بولی۔
"خدا کے لیے مجھے اس عفریت سے بچاؤ۔ نہیں
تو میں خودکشی کر لوں گی۔ میں تیزاب کے ڈرم میں
گر کر اپنی زندگی ختم نہیں کرنا چاہتی۔"
ناگ کسی سوچ میں گم تھا۔ اس کا ذہن بڑی تیزی سے
کام کر رہا تھا۔ اس نے شیلا کی طرف دیکھا اور کہا۔
"میرا نام ناگا ہے۔ تم مجھے اس نام سے پکار
سکتی ہو۔ اب رہ گیا تمہیں یہاں سے باہر نکالنے
کا سوال تو حقیقت یہ ہے کہ مجھے اس تہہ خانے
کے راستوں کا کچھ پتہ نہیں ہے۔ اور پھر ان
لوگوں نے بڑے سخت انتظامات کر رکھے ہیں۔
اور اگر میں تمہیں لے کر نکلا تو ظاہر ہے یہ لوگ
ہمیں پکڑ لیں گے اور مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

شیلا اگرچہ عورت تھی مگر ایک آزاد ملک امریکہ کی عورت تھی۔ اس نے بہت جلد اپنی مایوسی پر قابو پا لیا اور اب وہ یہیں سے فرار کی سکیم پر غور کرنے لگی تھی۔ ناگ نے کہا۔

"میری رائے یہ ہے کہ تم چیف سے کہو کہ تم اس سے شادی کرنے پر تیار ہو۔ مگر تمہیں ایک ہفتے کی مہلت چاہیئے۔ کہہ دینا کہ میری طبیعت خراب ہے"

شیلا بولی۔

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟ ہم ایک ہفتے کے بعد بھی اسی جگہ قید ہوں گے"

ناگ نے کہا۔

"نہیں اس دوران میں یہاں عنبر کو بھی کسی نہ کسی طرح تلاش کروں گا۔ پھر ہم دو آدمی ہو جائیں گے اور ہمارا کام آسان ہو جائے گا"

شیلا نے کہا۔

"لیکن تم یہاں عنبر کی تلاش میں کیسے چل پھر سکو گے؟ یہ بھیانک مخلوق تو تمہیں یہاں سے نکلتے ہی پکڑ کر مار ڈالے گی"

ناگ اب اسے کیا بتاتا کہ وہ کسی بھی جانور کا روپ بدل کر یہاں عنبر کو تلاش کر سکتا ہے۔ اس نے شیلا کو کہا۔

"یہ بات تم مجھ پر چھوڑ دو۔ بس تم اتنا سمجھ لو کہ میرے پاس ایک ایسا منتر ہے جس کو پڑھ کر میں غائب ہو جاتا ہوں"

شیلا ناگ کو شک کی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو ناگا؟ ہماری دنیا میں ابھی تک سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی کہ کوئی انسان غائب ہو جائے"

ناگ بولا۔

"خدا کے لیے آگے سے اعتراض مت کرو۔ بس تم خاموش رہو۔ میں جو کچھ کروں مجھے کرنے دو اور میری کسی حرکت پر حیران نہ ہونا اور نہ مجھ سے کوئی سوال پوچھنا۔ اب تم ویسے ہی کرو۔ جیسا میں نے تمہیں کہا ہے۔ چیف رات کو آئے گا اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا اور یہ کہنا کہ تم شادی پر تیار ہو مگر تمہیں ایک ہفتے کی مہلت چاہیئے"

شیلا نے ایک آہ بھر کر کہا۔

"ایسا ہی کروں گی۔ مگر تم یہاں سے کیسے نکلو گے
مسٹر ناگا؟"
ناگ نے کہا۔
"میں کسی نہ کسی طرح نکل جاؤں گا۔ تم بے فکر
رہو۔"
یہ کہہ کر ناگ کرسی پر بیٹھ گیا اور شیلا کے ساتھ عنبر اور
سائنس دان سٹون کی باتیں کرنے لگا۔
"مسٹر سٹون پہاڑ کی کھوہ میں میرا انتظار کر رہے
ہوں گے۔ مجھے ان کے پاس بھی جانا ہے۔ مگر کہیں
اُن پر کوئی مصیبت نہ آ جائے۔"
یہ الفاظ ابھی ناگ کے منہ میں ہی تھے کہ گھرر کی آواز
آئی۔ کوئی آ رہا تھا۔ ناگ جلدی سے پلنگ کے نیچے جا کر چھپ
گیا۔ وہ ایک سیکنڈ میں انسان سے سانپ بن گیا اور
فرش کے ساتھ چپک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ دروازے
میں وہی زرد آدمی نمودار ہوا۔ وہ اپنے ساتھ ایک چھوٹی سی
مشین لایا تھا جس کے نیچے چھوٹے پہیے لگے تھے۔ مشین کو
اس نے دیوار کے ساتھ لگا دیا اور خود شیلا کے پاس آ کر
شیلا کی زبان میں بولا۔
"یہ مشین یہاں تمہاری زمین کی فضا پیدا کرنے میں

مدد دے گی۔"
اس دوران ناگ فرش پر تیزی سے رینگتا ہوا باہر
نکل گیا تھا۔ ناگ نے دیکھا کہ وہ ایک راہ داری میں آ گیا ہے
جہاں چھت پر سے روشنی پڑ رہی ہے۔ راہ داری خوش قسمتی
سے خالی تھی۔ ناگ احتیاط کے طور پر فرش پر رینگنے کی
بجائے تیزی سے دیوار پر چڑھ کر چھت کے ساتھ چپک
گیا اور آگے بڑھنے لگا۔
آگے راہ داری بائیں جانب گھوم گئی۔ ناگ بھی اسی
طرف چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک کمرے کے روشن دان میں
سے بنفشی رنگ کی روشنی باہر آ رہی ہے۔ ناگ نے روشن دان
میں سے جھانک کر دوسری جانب دیکھا تو خوشی سے جھوم گیا۔
دوسری جانب کمرے کے وسط میں شیشے کا ایک بکس پڑا تھا۔
بکس میں عنبر خاموش لیٹا ہوا تھا۔ ناگ روشن دان میں سے
کھسک کر کمرے میں آ گیا۔ کمرہ خالی پڑا تھا۔ ناگ نے دروازے
کو دیکھا جو باہر سے بند تھا اور پھر عنبر کے بکس کے پاس آ کر انسانی
شکل اختیار کر لی۔

عنبر اور خلائی مخلوق

عنبر بکس میں بے ہوش پڑا تھا۔
مگر وہ ناگ کو دیکھ رہا تھا۔ بکس میں بنفشی شعاعیں بھر
ہوئی تھیں۔ ناگ نے کونے والا بٹن نیچے کر دیا۔ بکس میں رو
بجھ گئی۔ ناگ بکس کا ڈھکنا اٹھا کر عنبر کو بکس میں سے باہر نکا
کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ عنبر ہوش م
ہی تھا مگر وہ حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ ناگ نے کہا۔
"عنبر تم میری آواز سن رہے ہو؟"
ناگ نے عنبر کی آنکھوں سے اندازہ لگا لیا کہ عنبر اس
کی آواز سن رہا ہے۔ ناگ نے کمرے کا جائزہ لیا۔ وہا
سوائے شیشے کے بکس کے اور کچھ نہیں تھا۔ اتنے می
عنبر نے حرکت کی۔ ناگ نے عنبر کا بازو تھام لیا۔ عنبر ک
بازو جو پہلے ٹھنڈا تھا اب گرم ہو گیا تھا۔ عنبر نے آہستہ
سے اپنے ہونٹ کھولے اور کہا۔
"ناگ مجھے اپنے اندر طاقت محسوس ہو رہی ہے۔"

اور عنبر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔
"میرا خیال ہے ان بنفشی شعاعوں نے میری کھوئی
ہوئی طاقت واپس کر دی ہے۔ یہ ایک عجیب اتفاق
ہوا ہے۔ یہ بتاؤ کہ شیلا کہاں ہے؟"
ناگ نے جلدی جلدی عنبر کو سائنس دان مسٹر سٹون اور
شیلا کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ عنبر نے کہا۔
"یہ ایک بڑی خطرناک مخلوق ہے۔ ہمیں کچھ معلوم نہیں
کہ یہ لوگ مرتے بھی ہیں کہ نہیں؟ تم نے شیلا کو چیف
سے ایک ہفتے کی مہلت لینے کا کہا ہے لیکن سوال یہ
ہے کہ ہم اسے لے کر یہاں سے کیسے باہر نکل سکیں
گے۔"
ناگ نے کہا۔
"تمہاری طاقت اگر واپس آ گئی ہے تو ہمیں اس
سے بڑی مدد ملے گی۔"
عنبر بولا۔
"مجھے کچھ پتہ نہیں کہ اس مخلوق کے جوابی حملے سے
ایک بار پھر میری طاقت ختم ہو جائے۔ میں مر تو نہیں
سکوں گا لیکن تمہاری اور شیلا کی جان خطرے
میں ہے۔"
تم

عنبر نے اٹھ کر دروازے کو ہاتھ لگا کر دیکھا، پھر ذرا
سا دبایا تو دروازہ کھل گیا۔ اس کا تالا ٹوٹ چکا تھا۔
عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"میری طاقت سچ مچ واپس آگئی ہے ناگ!"
ناگ نے کہا۔

"یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ اب ہمیں شیلا کو
لے کر یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔"
عنبر بولا۔

"دروازہ کھل گیا ہے تم سانپ بن کر میرے
ساتھ آؤ۔ اس وقت ہمیں غیبی شیشہ ہی اس مشکل
سے نکال سکتا ہے۔"
ناگ خوشی سے اُچھل پڑا۔

"ارے میں تمہارے شیشے کو تو بھول ہی گیا تھا۔
کیا وہ ابھی تک تمہاری جیب میں ہی ہے؟"

"ہاں" عنبر نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کہا۔ "غیبی
شیشہ خوش قسمتی سے میری جیب میں ہی ہے۔
اس مخلوق نے شاید اس شیشے کو زیادہ اہمیت
نہیں دی۔"
عنبر نے غیبی شیشہ اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔

ناگ نے سانپ کی شکل اختیار کر لی۔ عنبر نے ناگ کو
اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لیا اور کہا۔

"میری رہنمائی کرنا کہ شیلا کون سے کمرے میں
بند ہے ہمیں اس وقت اسے وہاں سے نکال کر
یہاں سے نکل جانا چاہیئے۔"
ناگ نے سانپ کی زبان میں کہا۔

"لیکن ہمیں یہ نہیں پتہ کہ اس تہہ خانے سے
باہر جانے والا راستہ کون سا ہے؟"
عنبر نے کہا۔

"یہ بھی معلوم کر لیں گے۔"
عنبر راہ داری میں آ گیا۔ اس نے اپنے پیچھے کمرے کو
اسی طرح بند کر دیا۔ جس کمرے میں شیلا بند تھی وہ
راہ داری کے دوسرے کونے پر تھا اور ناگ ابھی ابھی
وہاں سے نکل کر آیا تھا۔ وہ عنبر کی راہ نمائی کر رہا تھا۔
عنبر شیلا کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ خوش قسمتی سے
راستے میں کسی نے اُن کا راستہ نہ روکا۔ شیلا اسی طرح
سہمی ہوئی پلنگ پر بیٹھی تھی۔
ناگ کمرے میں داخل ہونے سے پہلے ہی انسانی
شکل میں آگیا تھا اور اس نے عنبر کو بتا دیا تھا کہ شیلا

کو اس کے سانپ بننے کی خبر نہیں ہے۔ عنبر اور ناگ
کو دیکھ کر شیلا کو بڑا حوصلہ ہوا۔ وہ عنبر کی طرف [illegible]
کر بولی۔

"پیارے دوست عنبر! خدا کا شکر ہے تمہیں
زندہ حالت میں دیکھ رہی ہوں۔"

عنبر نے کہا۔

"شیلا! اب جلدی سے اٹھو اور ہمارے ساتھ
چلو ہم یہاں سے نکل رہے ہیں۔"

شیلا چھلانگ لگا کر پلنگ سے اتر آئی۔ وہ تینوں [illegible]
کے دروازے کی طرف بڑھے۔ غیبی شیشہ عنبر کے [illegible]
میں تھا۔ وہ راہداری میں پہنچے ہی تھے کہ اچانک سا[illegible]
سے زرد آدمی آتا دکھائی دیا۔ زرد آدمی نے ان تینوں [illegible]
دیکھا تو وہیں رک گیا۔

وہ حملہ کرنے ہی والا تھا مگر عنبر نے اسے اتنا مو[illegible]
نہ دیا۔ عنبر غیبی شیشے کا بٹن دبا کر اس پر روشنی پھینک
چکا تھا۔ روشنی کا گولا زرد آدمی پر پڑا تو اس کا چار باز[illegible]
والا جسم سفید ہو کر ذرات میں بدل گیا اور پھر وہ غائب
ہو گیا۔ اب وہ راہداری میں مشرق کی طرف بھاگ اٹھے
راہداری کے کونے میں ایک لفٹ لگی تھی۔ لفٹ کا در[illegible]

[کھلا ہو]ا تھا۔ عنبر نے بٹن دیا۔ لفٹ اوپر سے نیچے آ کر اپنے آپ
کھل گئی۔ عنبر ناگ اور شیلا لپک کر اس میں سوار ہو
گئے۔ لفٹ انہیں لے کر اوپر جا کر رک گئی۔

دروازہ کھلا تو عنبر نے سر باہر نکال کر دیکھا۔
اس نے جلدی سے اپنا سر پیچھے کر لیا۔ کیونکہ لفٹ ایک
ہال کمرے میں آ کر رک گئی تھی جہاں عنبر نے چیف
کو دیکھا کہ وہ دو آدمیوں کے ساتھ شیشے کے ستونوں کی
طرف جا رہا تھا۔

عنبر نے سرگوشی کی۔

"خاموش رہو۔ چیف جا رہا ہے۔"

شیلا کو عنبر اور ناگ نے اپنے پیچھے چھپا لیا تھا۔
اچانک چیف کی آواز سنائی دی۔

"لفٹ اوپر آئی ہے مگر اس کے اندر سے کوئی
نہیں نکلا ـــــ یہ کیا بات ہے؟"

عنبر نے آہستہ سے کہا۔

"مصیبت اس طرف آ رہی ہے۔ میں تیار ہوں
تم لوگ میرے پیچھے رہنا۔"

چیف اپنے دونوں آدمیوں کے ساتھ لفٹ کی طرف
بڑھا۔ جس کا دروازہ کھلا تھا۔ عنبر کے لیے یہ ایکشن کا لمحہ

تھا۔ وہ ایک دم سے لفٹ سے نکل کر سامنے آگیا اور
اس نے غیبی شیشے کا بٹن دبا دیا۔ شیشے کا روشن دائرہ
چیف اور اس کے دو آدمیوں پر پڑا۔ ایک آدمی چھلانگ لگا
کر پیچھے کو بھاگا، مگر چیف اور زرد رنگ والا آدمی غیبی روشنی
کے شیشے کی زد میں آچکے تھے۔

اس روشنی کا عمل اس قدر تیز تھا کہ اس کی کرنوں میں
آتے ہی چیف اور اس کے ساتھی کا جسم سفید ہو کر دیکھتے
دیکھتے ذرّوں میں بدل کر غائب ہو گیا۔ عنبر نے چلا کر
کہا۔

"جو بھاگ ہے اسے جاتے دو۔ جلدی سے اس
طرف دوڑو۔"

عنبر ناگ اور شیلا شیشے کے ستونوں والے کمرے
سے نکل کر دوسرے ہال کمرے میں آگئے۔ یہاں چار
آدمی کھڑے تھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی
لیزر گن سے فائر کر دیا۔ عنبر اور شیلا کی خوش قسمتی
تھی کہ فائر ان کے قریب سے گزر گیا۔

اتنی دیر میں یہ چاروں کے چاروں آدمی عنبر کے
غیبی شیشے کی زد میں آکر غائب ہو چکے تھے۔ یہاں سے
ایک شیشے کا زینہ اوپر جاتا تھا۔ عنبر، ناگ اور شیلا

بھاگ کر زینہ چڑھنے لگے۔ اوپر ایک گول سرنگ تھی۔ سرنگ
آگے جا کر جہاں بند ہوتی تھی وہاں ایک اور چار بازوؤں
والا پہرے دار کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔ اس نے زمینی انسانوں
کو اپنی طرف آتے دیکھا تو اپنی گن کا رُخ ان کی طرف کر دیا۔
عنبر چلایا۔

"زمین پر لیٹ جاؤ۔"

وہ ایک دم سے زمین پر لیٹ گئے۔ عنبر نے لیٹے لیٹے
غیبی شیشے کی روشنی پہرے دار پر ڈالی جس کی گن کا فائر
عنبر کے بازو پر آکر لگا تھا مگر عنبر کو کوئی نقصان نہیں پہنچا
تھا۔ روشنی کے دائرے میں آتے ہی پہرے دار اپنی جگہ
پر سفید ہو کر جم گیا اور پھر سفید ذرّوں میں تبدیل ہو کر ایک
سیکنڈ میں غائب ہو گیا۔

عنبر نے اُٹھ کر سامنے والی دیوار کو ٹٹول کر دیکھا۔ ناگ
اور شیلا بھی اس کے پاس آگئے۔ یہاں اندھیرے میں عنبر نے
ایک خفیہ روشنی چمکتی دیکھی۔ یہ روشنی ایک تکونی ہتھی میں
سے نکل رہی تھی۔ عنبر نے اس ہتھی کو کھینچ دیا۔ اس کے ساتھ
ہی دیوار ایک طرف کو کھسک گئی اور پہلی بار دن کی روشنی
سامنے نظر آئی۔ وہ چھلانگیں لگا کر دروازے میں سے باہر
نکل گئے۔

ان کے باہر نکلنے کے بعد پہاڑ کا دروازہ اپنے آپ بند
ہو گیا۔

ناگ انہیں لے کر سیدھا پہاڑوں کے درمیان والے
درّے میں پہنچا۔ یہاں ناگ سائنس دان مسٹر سٹون کو چھوڑ
گیا تھا۔ مگر وہ وہاں نہیں تھا۔

عنبر نے کہا۔

"یہ کہاں چلا گیا؟ کہیں اس مخلوق تو اسے پکڑ کر
نہیں لے گئی؟"

ناگ اور شیلا نے ادھر اُدھر دیکھا۔ شیلا کو ایک
پتھر کے پیچھے مسٹر سٹون نظر آیا۔ وہ لپک کر وہاں گئے تو
دیکھا کہ سفید بالوں والا سائنس دان بڑے مزے سے سو
رہا تھا۔ شیلا نے اسے جگایا تو وہ آنکھیں مل کر بولا۔

"شیلا یہ تم ہو؟"

پھر وہ عنبر اور ناگ کو بھی دیکھ کر بہت خوش ہوا۔
اور بولا۔

"مسٹر ناگ! میں تمہاری امید چھوڑ بیٹھا تھا۔ مگر تم
نے تو کمال کر دیا۔ تم تو سچ مچ شیلا اور عنبر کو نکال
لائے۔"

عنبر نے کہا۔

"اب ہمیں یہاں سے فوراً چلے جانا چاہئے۔ بھیانک
مخلوق ہو سکتا ہے ہم پر اپنے مہلک ہتھیاروں
سے حملہ کر دے۔"

سائنس دان کہنے لگا۔

"ہم کیمیاوی کیچڑ لیے بغیر یہاں سے نہیں جا
سکتے یہ کیچڑ ہی ہماری نجات کا واحد ذریعہ ہے۔"

ناگ بولا۔

"مگر عنبر کہتا ہے کہ اس کو ہاتھ لگانے سے اسے
جھٹکا لگا ہے اور وہ اور شیلا دونوں بے ہوش
ہو گئے تھے۔"

سائنس دان نے کہا۔

"خواہ کچھ بھی ہو۔ یہ کیچڑ بڑا قیمتی ہے اس میں
ایندھن کا خزانہ ہے۔ یہ ہمیں اس سیارے سے
اپنی زمین پر واپس پہنچا سکتا ہے۔"

ناگ اور عنبر نے تالاب کی طرف دیکھا۔ ابھی تک پہاڑ
کے خفیہ دروازے میں سے بھیانک مخلوق کا کوئی آدمی باہر
نہیں نکلا تھا۔ شیلا نے کہا

"مسٹر سٹون! ہو سکتا ہے کہ رات ہونے کی وجہ
سے اس کیچڑ میں ایٹمی انرجی آ گئی ہو۔ اس وقت

سورج نکلا ہوا ہے۔ میرا خیال ہے دن کی روشنی
میں یہ کیچڑ ایٹمی ری ایکشن سے پاک ہو گا۔"
ناگ بولا۔

"اس میں خطرہ ہے۔"
عنبر نے کہا۔

"یہ تجربہ خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ ہم بڑی مشکلوں
سے بھیانک مخلوق کی قید سے نکلے ہیں۔"
سائنس دان نے کہا۔

"میں کیچڑ کو نکالوں گا۔ اگر مجھے کچھ ہو بھی گیا تو میں
اپنی جان کی قربانی دے دوں گا۔ لیکن اس ایندھن کی
ہمیں اشد ضرورت ہے۔"

وہ تیز تیز چلتے تالاب کے پاس آکر رک گئے۔

عنبر نے جیب سے غیبی شیشہ نکال کر اس کی روشنی تالاب
کے اوپر پڑی ہوئی شیشے کی بلبلہ نما چھت پر ڈالی۔ چھت روشنی
پڑتے ہی غائب ہو گئی۔ سائنس دان نے جھک کر کیچڑ میں ہاتھ
ڈال لیا۔ وہ کیچڑ ہاتھ میں اٹھا لایا۔ وہ خوش ہو کر بولا۔

"شیلا! تمہارا اندازہ درست نکلا۔ کیچڑ میں کسی قسم
کا ری ایکشن نہیں ہے۔"

سائنس دان نے جیب سے رومال نکال کر کیچڑ کو اس

میں ڈال لیا اور بولا۔

"اب ہمیں یہاں سے فرار ہو جانا چاہیئے۔"

اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے پہاڑی درے میں تیز
تیز چلنا شروع کر دیا۔ عجیب بات تھی کہ چار بازوؤں والی
مخلوق ان کے تعاقب میں اپنی زیر زمین لیبارٹری سے باہر نہیں
نکلی تھی۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا چیف اور زرد آدمی
جو سائنس دان تھا غائب ہو چکے تھے۔

دوپہر تک یہ چاروں پہاڑیوں میں چلتے رہے۔ دوپہر کے
بعد وہ ان کالے پہاڑوں سے باہر نکل آئے۔ ان کے سامنے ایک
سنگلاخ بنجر میدان تھا۔ سفر کرتے کرتے انہیں رات ہو گئی۔ سائنس دان
نے زرد غذائی گولیاں نکال کر شیلا اور ناگ عنبر کو دیں۔ یہ گولیاں
بھوک اور پیاس سے نجات دلاتی تھیں۔ ناگ عنبر کو ضرورت
تو نہیں تھی مگر وہ کھا گئے۔ رات انہوں نے ایک چھوٹی پہاڑی
کے دامن میں بسر کی۔ دوسرے دن صبح اٹھ کر اپنا سفر پھر
شروع کر دیا۔ اس طرح سفر کرتے کرتے عنبر ناگ شیلا
اور سائنس دان دریا کے کنارے پر پہنچ گئے۔

دریا پار کرنے کے بعد انہوں نے گھاٹی میں اسی پہاڑی
غار میں آکر دم لیا جہاں شیلا پہلی بار عنبر کو لے کر آئی تھی۔
شیلا اور سائنس دان بے حد تھک گئے تھے۔ یہاں انہوں

نے تھوڑی دیر آرام کیا۔ پھر آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے کہ
انہیں خلائی شٹل تک کیسے پہنچنا چاہیئے۔

کیمیاوی ایندھن والا کیچڑ سائنس دان کے پاس رومال میں
بندھا ہوا پڑا تھا۔ اس رومال کو اس نے غار میں ایک طرف
رکھ دیا تھا۔ شیلا کہنے لگی۔

"اگر ہم سب کے سامنے خلائی شٹل تک گئے تو وہ
آدم خور خلاباز ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

سائنس دان کہنے لگا۔

"جب ہم نے انہیں بتایا کہ ہم اپنے ساتھ ایندھن
لائے ہیں اور اب ہم اپنی زمین پر واپس جا سکتے ہیں
تو وہ ہمیں کچھ نہیں کہیں گے۔ بلکہ وہ تو خوش ہوں
گے۔"

شیلا نے کہا۔

"مسٹر ستون! آپ بھول رہے کہ ہمارے ساتھی
آدم خور بن چکے ہیں۔ اب انہیں اپنی زمین سے کوئی
دلچسپی نہیں رہی۔ وہ وحشی درندے بن گئے ہیں۔ اگر
ہم ان کے پاس گئے تو وہ ہم سب کو کھا جائیں گے۔"

عنبر نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں ان کے پاس جا کر انہیں ایندھن
کے بارے میں بتا کر سمجھانا چاہیئے۔ آخر وہ پڑھے لکھے
ہیں۔ وحشی ہو گئے ہیں تو کیا ہوا۔ وہ سمجھ جائیں گے
اور ہم شٹل کے لیے ایندھن تیار کرنے کا عمل شروع
کر سکیں گے۔"

سائنس دان بولا۔

"عنبر ٹھیک کہتا ہے شیلا! ہمیں ہر حالت میں اپنی خلائی
شٹل تک جانا ہے۔ اس کیمیاوی کیچڑ سے ہم خلائی شٹل
میں جا کر ہی ایندھن نکال سکتے ہیں۔ وہاں چھپ کر
بھی پہنچے تو خلاباز ساتھیوں کو ہمارے آنے کی خبر ہو
جائے گی۔"

ناگ کہنے لگا۔

"میں اس تجویز کی تائید کرتا ہوں۔"

کافی غور و فکر کے بعد آخر وہ اسی نتیجے پر پہنچے کہ انہیں اپنے
خلاباز ساتھیوں کے پاس جا کر انہیں سمجھانا چاہیئے۔ رات
انہوں نے غار کے اندر ہی آرام کیا۔ دوسرے دن جب سورج
نکل آیا تو عنبر ناگ، مسٹر ستون اور شیلا گھاٹی کے کھوہ سے
نکل کر خلابازوں کی جھونپڑیوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ ایک گھنٹے
بعد وہ اس جنگل میں آ گئے۔ جس کے کنارے پر خلابازوں کی جھونپڑیاں
بنی ہوئی تھیں۔ جھونپڑیوں سے کچھ فاصلے پر یہ لوگ رک گئے۔

جھونپڑیوں پر خاموشی چھائی تھی۔ باہر بھی کوئی ڈاڑھی والا خلاباز
نظر نہیں آرہا تھا۔ شیلا بولی۔

"اس وقت تو ہمارے ساتھی اپنے کسی مردہ ساتھی
کے گوشت کو بھون کر کھا رہے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ
کہاں چلے گئے؟"

سائینس دان نے کہا۔

"ہو سکتا ہے ہمارے ساتھی ابھی تک سو رہے ہوں۔
ہمیں چل کر معلوم کرنا چاہیئے۔"

جب وہ جھونپڑیوں کے درمیان گئے تو انہیں وہاں کسی
جگہ بھی کوئی ساتھی نظر نہ آیا۔ عنبر نے کہا۔

"ہمیں مکانوں کے اندر جاکر معلوم کرنا چاہیئے۔"

وہ ایک جھونپڑی کے پاس گئے اس کا دروازہ بند تھا۔
عنبر نے دروازہ کھولا تو دن کی روشنی میں اسے اندر ایک
خوفناک منظر نظر آیا۔ جھونپڑی کے فرش پر ڈاڑھی والے خلاباز
کی لاش پڑی تھی۔ اس کا سینہ اور پیٹ پھٹا ہوا تھا اور اس
کے اندر سے دل اور انتڑیاں نکالی جا چکی تھیں۔ سائینس دان،
ناگ اور شیلا عجیب نظروں سے ایک دوسرے کو تکنے لگے۔
عنبر نے کہا۔

"اس کے ساتھیوں نے اسے مار ڈالا ہوگا۔"

سائینس دان بولا۔

"اگر ہمارے ساتھیوں میں سے کسی نے اسے
ہلاک کیا ہوتا تو اس کی لاش اب تک کھائی جا
چکی ہوتی۔"

"تو پھر اس کو کس نے ہلاک کیا ہے؟" شیلا نے سوالیہ
انداز میں دیکھا۔

ناگ نے کہا۔

"ہمیں دوسری جھونپڑیوں میں چل کر پتہ کرنا چاہیئے
وہاں دوسرے خلابازوں سے معلوم کرتے ہیں۔"

لیکن وہ جس جھونپڑی میں گئے وہاں پھر خلاباز کی لاش
اس حالت میں پڑی تھی کہ اس کے جسم میں سے دل اور
انتڑیاں غائب تھیں۔ اب تو سائنس دان اور شیلا دہشت زدہ
سے ہو کر رہ گئے۔

سوٹن نے کہا۔

"یہ کسی باہر والے نے حملہ کیا ہے۔ مگر یہاں باہر
سے کون آسکتا ہے؟"

عنبر نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ناگ! کہیں ایسا تو نہیں کہ بھیانک مخلوق نے
رات کو یہاں حملہ کر دیا ہو اور اپنے چیف کا بدلہ ان

لوگوں سے لیا ہو۔"
ناگ کہنے لگا۔
"ایسا بھی ہو سکتا ہے۔"
وہ جھونپڑیوں سے نکل کر خلائی شٹل کی طرف چل پڑے۔ شیلا بڑی ڈری ہوئی تھی اور عنبر کے ساتھ لگ کر چل رہی تھی۔ خلائی شٹل میں کوئی خلاباز ساتھی نہیں تھا۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ ان خلابازوں کو کسی گمنام بلا نے سوتے میں ہلاک کر کے اُن کی انتڑیاں اور دل کھا لیے ہیں۔ سائینس دان سٹون نے کیمیاوی کیچڑ کو خلائی شٹل کی دوسری منزل والی خلائی لیبارٹری میں لے جا کر ایک سلنڈر میں ڈال دیا اور اس میں سے ایندھن نکالنے کا عمل شروع کر دیا۔
"ہمارے آدم خور ساتھیوں کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ ہمارے ساتھ نہیں ہونا چاہیئے۔ ہم اس شٹل سے باہر نہیں نکلیں گے۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ یہاں کوئی بلا آ گئی ہے۔"
شیلا نے کہا۔
"میں تو شٹل میں ہی رہوں گی۔ اس کا دروازہ بھی ہم بند رکھیں گے۔"
ناگ مسکرایا۔

"اتنا ڈرنے کی بھی کیا ضرورت ہے۔"
عنبر نے کہا۔
"زندگی موت تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔"
سائنس دان سٹون سلنڈر میں کچھ کیمیاوی قطرے ڈال رہا تھا۔ بولا۔
"مگر زندگی کی حفاظت کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔"
کیمیاوی دوائی کے قطرے ڈالنے سے کیچڑ میں سے بخارات نکلنے شروع ہو گئے۔ سائنس دان سٹون نے کہا۔
"یہ بخارات ایک بار جم کر برف بن جائیں گے۔ اس کے بعد یہ برف ایک لمبے تجرباتی عمل سے گزرے گی اور پھر ہمیں وہ ایندھن ملے گا۔ جو اس خلائی شٹل کو یہاں سے اُڑا کر ہمیں زمین تک پہنچا دے گی۔"
ناگ نے پوچھا۔
"اس کیچڑ سے ایندھن حاصل کرتے ہیں کتنے دن لگ جائیں گے؟"
سائینس دان نے کہا۔
"کم از کم ایک ہفتہ یا زیادہ سے زیادہ دس روز تو ضرور لگیں گے۔"
شیلا خلائی شٹل کے کاک پٹ میں جا کر بیٹھ گئی عنبر

اور ناگ بھی اس کے پاس آکر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ سائنسدان
اپنے تجربے میں مصروف تھا۔
شیلا نے عنبر سے کہا۔
"عنبر! کہیں یہ آدم خور بلا ہماری شٹل میں بھی
تو نہیں آجائے گی؟"
عنبر مسکرایا۔
"شیلا! تم فکر کیوں کرتی ہو۔ میں اور ناگ جب
تک تمہارے پاس ہیں تمہیں کوئی شے نقصان نہیں
پہنچا سکتی۔"
شیلا نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا۔
"ہاں عنبر! تم ٹھیک کہتے ہو۔ ناگا نے مجھے وہاں
بتایا تھا کہ اس کے پاس کوئی خفیہ منتر ہے جس کو
پڑھ کر یہ غائب ہو جاتا ہے۔ کیوں ناگ! تم واقعی
غائب ہو جاتے ہو؟ مجھے غائب ہو کر دکھاؤ پلیز!"
ناگ نے ہنس کر کہا۔
"شیلا! میں تو تم سے مذاق کر رہا تھا۔ بھلا کبھی
کوئی انسان بھی غائب ہو سکتا ہے؟"
"پھر تم اس کمرے میں کیسے پہنچ گئے تھے"؟ شیلا
نے پوچھا۔

ناگ نے عنبر کی طرف دیکھا۔ عنبر نے کہا
"شیلا! یہ تم کن باتوں میں پڑ گئی ہو۔ ناگ کبھی
غائب نہیں ہوا۔ اس کے پاس ایسا کوئی منتر بھی نہیں
ہے۔"
ناگ نے شیلا سے کہا۔
"تم پڑھی لکھی سائنس دان عورت ہو۔ پھر اس طرح
کیوں ڈر رہی ہو؟"
شیلا نے تنک کر کہا۔
"ہم کوئی اپنی زمین پر نہیں ہیں۔ یہ ایک خلائی
سیارہ ہے۔ یہاں کوئی بھی بلا ہم پر حملہ کر سکتی
ہے اچھا۔ پھر تم ہی بتاؤ کہ ہمارے ساتھی
خلابازوں کو کس نے بلاک کیا ہے؟"
عنبر کہنے لگا۔
"شیلا! ان باتوں کو بھول جاؤ۔ تم شٹل میں
ہی رہنا۔ بالکل باہر مت نکلنا۔ ہم تمہاری حفاظت
بھی تو کریں گے۔ تم کیوں گھبراتی ہو۔"
ناگ نے کہا۔
"اور ہفتہ، دس دن ہی کی تو بات ہے۔ خلائی شٹل
کو آٹھ دس دنوں میں ایندھن مل جائے گا پھر

ہم یہاں سے نکل جائیں گے۔"

سائنس دان سٹون ابھی تک تجربے میں لگا ہوا تھا۔ شیلا نے اس کے قریب جا کر کہا۔

"مسٹر سٹون! ہمارے ساتھی اگرچہ وحشی آدم خور ہو چکے تھے پھر بھی وہ ہمارے ساتھی تھے۔ ہمیں ان کی لاشوں کو مناسب جگہ دفن کر کے اوپر صلیب لگا دینی چاہیئے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ ہمارا فرض نہیں ہے؟"

سائینس دان بولا۔

"میں ایک سائینس دان ہوں۔ میرے نزدیک آدمی جب مر جاتا ہے تو اس کے جسم کے اجزا بیکار ہو جاتے ہیں۔ اور وہ قبر کے اندر ہوں یا باہر انہیں مٹی میں ہی ملنا ہوتا ہے۔"

شیلا نے کہا۔

"پھر بھی ہم اپنے ساتھیوں کو اس طرح بے گور و کفن نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ غیر اخلاقی بات ہے۔"

سائینس دان نے کہا۔

"تو پھر تم جا کر جھونپڑیوں میں سے لاشیں ایک جگہ جمع کر کے انہیں گڑھا کھود کر دفن کر دو۔ میں تو انتہائی

اہم کام کر رہا ہوں۔ تم عنبر کو ساتھ لے جاؤ۔"

شیلا نے عنبر سے ذکر کیا تو بولا۔

"میں تیار ہوں مگر تم کو ڈر نہیں لگے گا؟ تم تو کہتی تھیں کہ تم اس خلائی شٹل سے اب باہر نہیں نکلو گی۔"

شیلا نے کہا۔

"یہ ہمارا مذہبی فرض ہے۔ کیا تم میرے ساتھ نہیں چلو گے؟ تم میرے ساتھ ہو گے تو مجھے ڈر نہیں لگے گا۔"

ناگ عنبر کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔ عنبر نے کہا۔

"اچھا بی بی چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔"

عنبر نے شیلا کو ساتھ لیا اور شٹل سے نکل کر جھونپڑیوں کے سامنے آ گیا۔ ایک جھونپڑی میں سے بیلچہ نکال کر وہ گڑھا کھودنے لگا۔ شیلا اس کے بالکل سامنے کھڑی تھی۔ عنبر کی طاقت کا شیلا کو ابھی تک علم نہیں ہوا تھا۔ عنبر اپنی پوری طاقت دکھانا بھی نہیں چاہتا تھا۔ پھر بھی وہ تیزی سے گڑھا کھود رہا تھا۔ جب گڑھا تیار ہو گیا تو عنبر نے کہا۔

"چلو اب ایک ایک کر کے جھونپڑیوں میں سے لاشیں نکالتے ہیں۔"

اتنے میں وہاں ناگ اور سٹون بھی آ گئے۔

"ہم تمہاری مدد کرنے آئے ہیں۔"

ناگ اور عنبر نے جھونپڑیوں میں سے خلا بازوں کی ساری پھٹی ہوئی لاشیں نکال کر گڑھے میں ڈال کر گڑھے میں مٹی بھر دی۔ شیلا نے ایک جھونپڑی میں سے لکڑی کی چھوٹی صلیب لے کر گڑھے کے اوپر لگا دی۔ اور ہاتھ باندھ کر آنکھیں بند کیئے دعا مانگنے لگی۔ عنبر اور ناگ نے بھی ہاتھ باندھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیں اور دل میں خدا سے ان خلا بازوں کی مغفرت کے لیے دعا کرنے لگے۔ ان تینوں کی آنکھیں بند تھیں کہ ایک خوفناک چیخ کی آواز سنائی دی۔ سب نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ شیلا تو ڈر کر عنبر کے پیچھے ہو گئی۔

چیخ کے بعد موت ایسا سناٹا چھا گیا۔ ناگ عنبر اور سائنسدان چاروں طرف دیکھنے لگے۔ چیخ کی آواز انسان اور کسی درندے کی ملی جلی آواز تھی۔ سائنس دان سٹون نے خلائی شٹل کی طرف جاتے ہوئے کہا۔

"جلدی سے شٹل کے اندر چلے چلو۔ یہ کوئی خلائی درندہ ہے۔"

عنبر اور ناگ اس درندے کا کھوج لگانا چاہتے تھے مگر شیلا اور مسٹر سٹون کے مجبور کرنے پر انہیں بھی شٹل کی طرف جانا پڑا۔ خلائی شٹل میں داخل ہونے کے بعد اس کا

فولادی دروازہ بند کر دیا گیا۔ شٹل کی دوسری منزل کی گول کھڑکی کے شیشے میں سے یہ لوگ باہر دیکھنے لگے۔

اس وحشت ناک چیخ کے بعد کسی کی چیخ کی آواز نہ آئی۔ سائنس دان نے کہا۔

"ہمیں یہاں دو برس ہو گئے ہیں رہتے ہوئے مگر یہ چیخ ہم نے پہلی بار سنی ہے۔"

شیلا کہنے لگی۔

"ہو سکتا ہے یہ وہی خلائی مخلوق ہو اور ہماری تلاش میں یہاں آئی ہو۔"

ناگ بولا۔

"ہم میں سے کسی کو باہر جا کر اس مخلوق کا پتہ چلانا چاہیئے۔"

شیلا غصے سے بولی۔

"تم بہت بہادر بنتے ہو ناگ! ہمیں تمہاری زندگی کی بھی فکر ہے۔"

مسٹر سٹون نے کہا۔

"ہم ابھی خلائی شٹل میں رہیں گے۔ ہمیں خلائی درندے کے پیچھے جانے اور اپنی زندگی خطرے میں ڈالنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

پھر وہ دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے سے ملتے ہوئے
بولا۔

"مجھے ایندھن بنانے کا کام تیز کر دینا چاہیئے تاکہ
ہم جتنی جلدی ہو سکے اس منحوس سیارے سے نکل
جائیں۔ اب تو ہمارے ساتھیوں میں سے بھی کوئی
نہیں بچا۔"

سائنس دان مسٹر سٹون اپنی خلائی شٹل کی چھوٹی سی
لیباٹری کی طرف چلا گیا۔

○

نسواری پہاڑ کا راز

شیلا نے عنبر سے کہا۔

"عنبر! مجھے تو یقین ہے کہ یہی وہ خلائی درندہ
ہے جس نے ہمارے ساتھی خلا بازوں کو ہلاک
کیا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

عنبر نے کہا۔

"ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو۔"

شیلا بڑی ہمدردی سے بولی۔

"عنبر! تم ہرگز باہر مت جانا۔"

ناگ مسکرا کر کہنے لگا۔

"فکر نہ کرو۔ تمہارے دوست عنبر کو کچھ نہیں ہوگا۔"

شیلا نے کہا۔

"ناگ! تم کہتے ہو۔ تمہیں ایک ایسا منتر آتا ہے
جس کو پڑھ کر تم غائب ہو سکتے ہو تو پھر تم غائب
ہو کر باہر جاؤ۔ اور اس خلائی جن کا کھوج لگاؤ۔"

ناگ عنبر کی طرف دیکھنے لگا۔ عنبر نے کہا۔

"وقت آنے پر ناگ ضرور غائب ہو کر پتہ چلائے گا۔"

دن گزرتا چلا گیا۔ جب دوپہر کا وقت ہوا تو اچانک آسمان پر کالے سیاہ بادل چھانے لگے۔ شیلا لیباٹری میں مسٹر سٹوڈن کی مدد کر رہی تھی۔ عنبر اور ناگ خلائی شٹل کے انجن روم یعنی کاک پٹ میں بیٹھے ماریا اور کیٹی کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔

"عنبر! ماریا اور کیٹی بہت یاد آتی ہیں۔ ان سے ملے عرصہ گزر گیا ہے۔ کچھ معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ تھیوسانگ بھی تو ان کے ساتھ ہی ہے۔"

عنبر کہنے لگا۔

"ہاں ناگ! اتنی دیر ہم پہلے کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں رہے۔ اس سیارے پر تو مجھے یقین ہے کہ ماریا اور کیٹی وغیرہ نہیں ہیں۔"

ناگ نے کہا۔

"اب تک تو ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اگر خلائی شٹل کا ایندھن تیار ہو گیا تو ہم ان لوگوں کے ساتھ واپس اپنی زمین پر جا کر کیا کریں گے۔ مجھے نہیں یقین کہ ماریا اور کیٹی ہماری زمین ہماری

زمین پر ہوں۔ وہ تو خلا میں سفر کر رہی تھیں۔ جب میں ان سے الگ ہوا تھا۔"

عنبر بولا۔

"ناگ بھیا! کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ ماریا کیٹی کہاں ہیں۔ وہ ہماری زمین پر بھی پہنچ سکتی ہیں اور خلا میں کسی سیارے پر بھی اُتر سکتی ہیں۔"

ناگ نے کہا۔

"تو پھر تمہاری کیا رائے ہے؟ کیا ہمیں اس خلائی شٹل میں شیلا اور سٹوڈن کے ساتھ واپس اپنی زمین پر چلے جانا چاہیئے؟"

عنبر تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہا۔ پھر اپنے سر پر ہاتھ پھیر کر بولا۔

"میری رائے میں تو ہمیں ان لوگوں کے ساتھ ہی اس منحوس سیارے سے نکل جانا چاہیئے۔ اپنی زمین پر پہنچ کر دیکھ لیں گے۔"

پھر وہ ناگ کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

"اور ابھی یہ تو بھی پوری طرح یقین نہیں کہ ہماری خلائی شٹل زمین پر پہنچ بھی سکے گی کہ نہیں۔"

ناگ نے کہا ،

"وہ سائنس داں اسٹوٹن کیٹر سے ایندھن ضرور تیار کر
لے گا۔ وہ بڑا لائق سائنس داں ہے۔"

"تو پھر چلے چلیں گے اپنی زمین پر۔ ہم اکیلے یہاں
رہ کر کیا کریں گے ؟" عنبر نے کہا۔

ناگ خلائی شٹل کی کھڑکی کے شیشے میں سے باہر دیکھنے لگا
"بڑے کالے کالے بادل چھا رہے ہیں عنبر!
اتنے کالے بادل ہماری زمین پر نہیں ہوتے۔"

عنبر بھی باہر تکنے لگا۔ بادل واقعی بڑے کالے سیاہ تھے
اور اب ان میں بجلی چمکنے لگی تھی اور وہ گرجنے بھی لگے تھے
ان کی گرج سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے جنگل میں دو
کہیں شیر دھاڑ رہے ہوں۔ دن کا تیسرا پہر تھا۔ مگر کالے
کالے بادلوں کی وجہ سے باہر اندھیرا سا چھا گیا۔

اتنے میں شیلا کاغذ کے گلاسوں میں کافی بنا کر لے
آئی۔

"عنبر تم نے کبھی کافی پی ہے ؟ کافی کا ایک ڈبہ
میں نے یہاں بچا کر رکھا ہوا تھا۔ یہ لو تم بھی پیو۔
ناگ !

عنبر نے کافی کا گلاس لے کر کہا۔

"شیلا! میں کوئی جنگلی آدمی نہیں ہوں۔ ترقی یافتہ
ماڈرن دنیا میں رہتا ہوا یہاں آیا ہوں۔"

شیلا نے عنبر کی طرف مسکرا کر دیکھا اور کہا۔

"سوری عنبر! تم تو ناراض ہو گئے۔ میرا مطلب
یہ نہیں تھا۔"

ناگ بولا۔

"بھئی کافی کی اس وقت مجھے بھی ضرورت محسوس
ہو رہی تھی۔ دیکھو نا باہر کتنے کالے کالے بادل
چھا رہے ہیں۔"

"اور گرج بھی رہے ہیں۔" عنبر نے کافی کا گھونٹ لے
کر کہا۔

شیلا بولی۔

"کبھی کبھی یہاں بڑے گھنے بادل چھا جایا کرتے
ہیں۔ اور بارش بھی خوب ہوتی ہے۔"

باہر بارش شروع ہو گئی۔ بجلی رہ رہ کر چمکتی۔ بادل
گرجتے۔ بارش بڑی موسلا دھار ہونے لگی تھی۔ شیلا کافی
کا گلاس لے کر لیبارٹری کی طرف جاتے ہوئے بولی۔

"ارے میں مسٹر سٹوٹن کو کافی دینا بھول ہی گئی۔"

ناگ نے پوچھا۔

"ایندھن تیار کرنے کا کام کہاں تک پہنچا ہے؟"
شیلا دروازے میں گردن گھما کر بولی۔
"مسٹر سٹوش کا کام شیڈول کے مطابق ہو رہا ہے۔
میرا خیال ہے ایک ہفتے کے بعد ہم اس شٹل کو
کو لے کر یہاں سے پرواز کر جائیں گے۔"
شیلا مسکراتی ہوئی دوسری طرف چلی گئی۔
ناگ نے عنبر کی طرف دیکھا۔
"عنبر بھیا! میرا خیال ہے کہ اپنی دنیا میں پہنچ کر شیلا
تم سے ضرور شادی کرنے کو کہے گی۔"
عنبر ہنس پڑا۔
"ناگ! یار کبھی کبھی تم بڑی مزاحیہ باتیں کرنے
لگتے ہو۔ بھلا میں اس سے کیسے شادی کر سکتا ہوں۔
نہیں نہیں میں شیلا ایسی خوش شکل عورت کو
اپنی آنکھوں کے سامنے بڑھی کھوسٹ ہوتے نہیں
دیکھ سکتا۔ اور خاص طور پر ایسی حالت میں کہ
وہ تو بڑھی ہو جائے، اس کی جھریاں لٹکنے لگیں
اور میں اسی طرح جوان رہوں۔"
ناگ بولا۔
"اگر اس نے شادی کے بارے میں اپنی خواہش کا
اظہار کیا تو تم کیا کہو گے؟"
عنبر نے کہا۔
"ارے بھائی! وہ ایسا نہیں کرے گی۔ تم کو میرے
بارے میں خواہ مخواہ خوش فہمی ہو رہی ہے۔ اور
اگر اس نے شادی کی خواہش کا اظہار کیا بھی تو میں
اسے سمجھا دوں گا کہ میں پہلے سے شادی شدہ
ہوں۔"
ناگ ہنسنے لگا۔ باہر بارش ہو رہی تھی۔ عنبر نے کہا
"ناگ! مجھے درندے کی چیخ کا خیال آ رہا ہے یہ
چیخ چار بازوں والی مخلوق کی نہیں ہو سکتی۔ میرا
خیال ہے یہ کوئی دوسری مخلوق ہے اور اسی نے یہاں
کے خلا بازوں کو ہلاک کیا ہے۔"
ناگ بولا۔
"چار بازوں والی مخلوق بھی تو درندہ بن سکتی ہے ہمیں
کیا معلوم وہ کون سا روپ دھار لے۔"
باہر موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ رات کا گھپ اندھیرا
چھا گیا۔ بارش رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ ناگ اور عنبر
لیبارٹری میں آ گئے۔ مسٹر سٹوش بڑی محنت سے کام کر رہا تھا۔
شیلا اس کی مدد کر رہی تھی۔ عنبر اور ناگ کو دیکھ کر شیلا

نے کہا۔

”تم لوگ جا کر آرام کرو۔ ہمیں تو ابھی رات گئے تک کام کرنا ہے۔“

مسٹر سٹون اتنا مصروف تھا کہ اسے بات کرنے کی بھی فرصت نہیں تھی۔ ناگ نے کہا۔

”اچھا ہم سونے جاتے ہیں۔ تم بھی آرام کرو شیلا! تم پہلے ہی بہت تھکی ہو۔“

عنبر نے کہا۔

”تمہیں شیلا کا بہت خیال ہے ناگ؟“

شیلا مسکرا کر بولی۔

”کیوں نا ہو۔ ناگ میرا بھائی ہے۔“

عنبر اور ناگ مسکراتے ہوئے کاک پٹ میں آگئے۔ انہیں نیند تو نہیں آ رہی تھی۔ پھر بھی وہ آنکھیں بند کر کے برتھ پر لیٹ گئے۔ اور ماریا اور کیٹی کی باتیں کرنے لگے۔ رات گزرتی چلی گئی۔ بجلی اسی طرح چمک رہی تھی۔ بارش بھی اسی طرح ہو رہی تھی۔ خلائی شٹل کے اندر بادلوں کی گرج کی آواز آ رہی تھی۔

کچھ وقت گزرا ہو گا کہ اچانک شیلا کی چیخ کی سنائی دی عنبر اور ناگ بھاگ کر لیبارٹری میں پہنچے۔ مسٹر سٹون

[پہ]لے ہی شیلا کی چیخ سن کر پریشان کھڑا تھا۔ بولا۔

”وہ — وہ اپنے کیبن میں سونے گئی تھی۔ اوپر چل کر پتہ کرتے ہیں۔“

اور وہ تینوں اوپر والی منزل میں شیلا کے کیبن کی طرف دوڑے۔ شیلا پہلے ہی کیبن کے باہر کھڑی خوف سے کانپ رہی تھی۔

”کیا ہوا شیلا؟“ مسٹر سٹون نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

عنبر اور ناگ بھی اس کے قریب آگئے۔ شیلا اس قدر سہمی ہوئی تھی کہ اس کے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ عنبر نے اسے تسلی دی کہ ہم تمہارے پاس ہیں۔ بتاؤ تو سہی کہ کیا ہوا ہے؟ شیلا نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

”وہ بلا — وہ بلا آئی تھی۔“

”کون سی بلا؟“ سٹون نے تعجب سے پوچھا۔

وہ شیلا کو لے کر اس کے کیبن میں آگئے۔ اسے کافی کا ایک گھونٹ پلایا گیا۔ جب ذرا شیلا کی طبیعت سنبھلی تو اس نے کہا۔

”میں اپنے بستر پر آ کر لیٹی ہی تھی کہ مجھے خیال آیا کیبن کی بتی گل کر دوں۔ میں نے بتی گل کر دی۔

میرے کیبن کی کھڑکی کے اس شیشے میں سے بجلی چمکتی
تو اس کی روشنی اندر آتی تھی۔ میں کھڑکی کو تکتے ہوئے
سونے کی کوشش کر رہی تھی کہ مجھے باہر کھڑکی کے
شیشے پر ایک بلا کا بھیگا ہوا ڈراؤنا چہرہ نظر آیا۔“

”وہ ـــ اس کی شکل کیسی تھی؟“ عنبر نے پوچھا۔

شیلا نے کہا:

”ایسی ڈراؤنی شکل میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں
دیکھی۔ اس کی ایک آنکھ کا ڈیلا باہر کو نکلا ہوا تھا۔
ناک لمبا ہو کر گردن تک آیا ہوا تھا۔ سر کے درمیان
میں ایک سینگ تھا اور موٹے سیاہ لٹکتے ہوئے ہونٹوں
میں سے چار نوکیلے دانت باہر نکلے تھے۔ اس نے
اپنے نوکیلے پنجے کھڑکی کے شیشے سے چپکائے ہوئے
تھے۔“

اور شیلا ڈر کر سمٹ گئی۔ مسٹر سٹون نے کہا۔

”گھبرانے کی ضرورت نہیں شیلا بیٹی! تم آرام کرو۔
اگر وہ بلا ہے بھی تو خلائی شٹل میں داخل نہیں ہو
سکتی۔ یہ لو۔ میں کھڑکی کے آگے پردہ گرا دیتا
ہوں۔ تم سو جاؤ۔ ہم تمہارے پاس موجود رہیں
گے۔“

مسٹر سٹون نے کھڑکی کے آگے پلاسٹک کا پردہ کھینچ دیا۔
شیلا چپکے سے بستر پر لیٹ گئی۔ سائینس دان سٹون عنبر اور
ناگ کیبن سے باہر آ گئے۔

سٹون نے کہا۔

”یہ ضرور وہی درندہ ہے۔ جس نے ہمارے ساتھی
خلابازوں کی جان لی ہے۔“

عنبر بولا۔

”مگر وہ شٹل کی دوسری منزل پر باہر سے کیسے
آ گیا؟ یا تو اس کا قد بہت لمبا ہے اور یا پھر وہ دیواروں
سے چپک سکتا ہے۔“

ناگ خاموش تھا۔ سٹون کہنے لگا۔

”اس خونخوار درندے کی یہاں موجودگی ہمارے
کام میں رکاوٹ ڈالے گی۔ اس کا ہلاک کیا جانا بہت
ضروری ہے۔“

عنبر نے کہا۔

”صبح اس کی تلاش میں نکلیں گے۔ ابھی تو بارش
ہو رہی ہے۔“

سائینس دان سٹون نے عنبر اور ناگ کی طرف دیکھا اور
کہا۔

"تم لوگ شیلا کے کیبن کے باہر ہی سو جاؤ۔ میں
لیبارٹری میں جاکر کام کروں گا۔"

"تم بھی سو جاؤ مسٹر سٹون" عنبر نے کہا۔
سٹون بولا۔

"مجھے جلد از جلد ایندھن تیار کرنا ہے عنبر! یہاں
درندے کی موجودگی سے اب ہمارا یہاں سے فوراً
نکلنا بہت ضروری ہو گیا ہے۔"

یہ کہہ کر مسٹر سٹون اپنی لیبارٹری میں چلا گیا۔ عنبر اور ناگ
کیبن کے باہر ہی لیٹ گئے۔ ناگ کہنے لگا۔

"میرا خیال ہے مجھے شٹل سے باہر جاکر پتہ چلانا
چاہیئے۔ کہ یہ خوفناک بلا ہے کیا چیز؟"
عنبر نے کہا۔

"ہمیں نقصان پہنچ سکتا ہے ناگ! یہ کام کل صبح
میں کروں گا۔"

وہ اسی طرح باتیں کرتے رہے۔

سائنس دان۔ مسٹر سٹون چھوٹی سی لیبارٹری میں بڑی
محنت سے کام کر رہا تھا۔ کیمیاوی کیچڑ میں سے اس نے برف
کی سیاہ کاشیں نکالنا شروع کر دی تھیں۔ اس کے تجربے
کا پہلا مرحلہ ختم ہو گیا تھا۔ لیبارٹری کا دروازہ بند تھا۔ شیشے

کی کھڑکی بھی بند تھی اور اس کے آگے سے پلاسٹک کا پردہ ہٹا
ہوا تھا۔ مسٹر سٹون کی پیٹھ کھڑکی کے شیشے کی طرف تھی۔ اس
نے ایک شیشے کی نلکی میں دوائی کے چند قطرے ڈالے تو اس میں
سے دھواں نکلنے لگا۔

سٹون پیچھے ہٹ گیا۔ دھواں زیادہ ہوا تو سٹون نے
گول کھڑکی کا شیشہ کھول دیا تاکہ دھواں باہر نکل جائے۔
دھواں باہر نکل گیا تو سائنس دان کھڑکی کو بند کرنا بھول گیا۔ وہ
اپنے کام میں انہماک سے لگا تھا۔ کیچڑ کی قاشوں کو وہ الگ
الگ شیشے کے مرتبانوں میں بند کر کے ان میں بجلی کا کرنٹ
داخل کرنے لگا۔ وہ لیبارٹری کے میز پر جھکا ہوا تھا۔

اچانک اس کے پیچھے کھلی کھڑکی میں سے اسی خوفناک بلا
کا چہرہ نمودار ہوا۔ مسٹر سٹون کو کچھ پتہ نہیں تھا کہ اس کے
پیچھے کھڑکی میں سے اس کی موت جھانک رہی ہے۔ باہر
بارش اسی طرح ہو رہی تھی۔ بجلی چمکی تو خوفناک درندے کا
چہرہ روشن ہو گیا۔ اس کا وہی حلیہ تھا جو شیلا نے بتایا تھا۔
سر پہ سینگ تھا۔ ایک آنکھ کا ڈیلا باہر نکلا ہوا تھا۔ موٹے
لٹکے ہوئے ہونٹوں میں سے چار نوکیلے دانت باہر کو نکلے
تھے۔ مسٹر سٹون اپنے پیچھے اس خوفناک بلا سے بے خبر کام
میں جٹا ہوا تھا کہ خوفناک بلا نے اپنا پنجہ کھڑکی میں سے

اندر ڈال دیا۔

خوفناک بلا کا بازو سانپ کی طرح لچکیلا تھا اور پنجے کے ناخن باہر کو نکلے ہوئے تھے۔ سائینس دان سٹون میز پر ذرا سا جھکا نلکی کو ہلا رہا تھا کہ اچانک اس کی گردن پر کسی کا ہاتھ پڑا۔ سٹون نے ہڑبڑا کر پیچھے دیکھا تو اسے کھڑکی میں غراتی ہوئی بلا کا چہرہ نظر آیا۔ اس سے پہلے کہ مسٹر سٹون کے منہ سے چیخ نکلتی۔ خوفناک بلا نے اپنا پنجہ مسٹر سٹون کی گردن پر اتنی زور سے مارا کہ سٹون کی آدھی گردن کٹ گئی۔

عنبر اور ناگ وہاں سے چند قدم دُور شیلا کے کیبن کے باہر شفاف فرش پر آنکھیں بند کیے خاموش لیٹے تھے۔ وہ جاگ رہے تھے۔ بادل زور سے گرجا تو ناگ نے آنکھیں کھول دیں۔ اور کہا۔

"عنبر تم جاگ رہے ہو؟"

عنبر نے بھی آنکھیں کھول دیں۔ بولا۔

"ہم تو ہزاروں سال سے جاگ رہے ہیں ناگ بھیا!"

ناگ نے کہا۔

"یہ بارش تو رُکتی ہی نہیں۔ معلوم ہوتا ہے یہاں کئی کئی دن بارش ہوتی ہے۔"

عنبر بولا۔

"اب تو یہی امید لگی ہے کہ سائینس دان سٹون جلدی سے ایندھن تیار کرنے میں کامیاب ہو اور ہم اس منحوس سیّارے سے نجات حاصل کریں۔"

ناگ اُٹھ کر بیٹھ گیا اور لیباٹری کے بند دروازے کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

"کتنی دیر سے اندر سے کوئی آواز نہیں آئی کہیں مسٹر سٹون اندر سو تو نہیں گیا؟"

عنبر کہنے لگا۔

"ارے ناگ بھیا! سٹون ایک سائنس دان ہے اور سائنس دان بہت کم سویا کرتے ہیں۔"

اچانک لیبارٹری سے ایسی آواز آئی جیسے کوئی چیز میز پر سے نیچے گر پڑی ہو۔ عنبر اور ناگ کی آنکھیں لیباٹری کے دروازے کی طرف اُٹھ گئیں۔ ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔ عنبر نے کہا۔

"یہ اندر کیا گرا تھا؟"

ناگ بولا۔

"کوئی چیز گری ہوگی۔ سٹون کام کر رہا ہے۔"

عنبر نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

"میرا دل کہتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔"

عنبر جلدی سے اُٹھ کر لیبارٹری کے دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ ناگ بھی اس کے پاس آ گیا۔ عنبر نے دروازے پر آہستہ سے دستک دے کر سٹون کو آواز دی اور کہا۔

"مسٹر سٹون! میں عنبر ہوں۔ تم جاگ رہے ہو کیا؟"

اس دفعہ بھی اندر سے کسی نے جواب نہ دیا۔ عنبر نے ناگ کی طرف تشویش سے دیکھا۔ پھر عنبر نے تھوڑا سا زور لگا کر دروازہ چوپٹ کھول دیا۔ اندر روشنی ہو رہی تھی۔ اور فرش پر سائنس دان سٹون کی لاش اس طرح پڑی تھی کہ اس کی آدھی گردن کٹی ہوئی تھی پیٹ اور سینہ چاک تھا۔ اور اس کی انتڑیاں اور دل غائب تھا۔

ناگ نے دیکھا۔ کھڑکی کھلی تھی۔ وہ لپک کر کھڑکی کی طرف گیا۔ عنبر نے جلدی سے کہا۔

"ناگ! کھڑکی کے پاس مت جانا۔"

کیونکہ عنبر کو معلوم تھا کہ ناگ کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ناگ نے کھڑکی میں سے باہر جھانک کر دیکھا اور بولا۔

"یہ اسی خوفناک بلا کا کارنامہ ہے عنبر۔ مگر یہ کھڑکی کس نے کھول دی؟"

عنبر نے کہا۔

"ایسا معلوم ہوتا کہ کسی وجہ سے سٹون نے خود ہی کھڑکی کھولی ہو گی۔ کیونکہ اگر خوفناک بلا خود کھڑکی کھول سکتی تو شیلا کے کمرے میں بھی کھڑکی کھول کر آجاتی۔"

عنبر سٹون کی لاش کو دیکھ رہا تھا۔

"ناگ! یہ تو بڑی ہی افسوسناک بات ہوئی ہے۔ مسٹر سٹون بہت اچھے انسان تھے۔ انہیں ویسے بھی ابھی زندہ رہنا چاہیئے تھا کیونکہ یہ خلائی شٹل کے لیے ایندھن تیار کر رہے تھے۔"

ناگ نے کہا۔

"اب کیا کریں؟ شیلا کو تو بڑا صدمہ ہو گا۔"

عنبر بولا۔

"اب ہمیں اس خوفناک بلا سے چھٹکارا پانا ہی ہو گا۔"

اس نے سٹون کی لاش پر سفید چادر ڈال دی اور بولا۔

"شیلا کو صبح ہی بتایا جائے گا۔ ابھی اسے آرام کرنے دو۔"

دن نکلا تو شیلا کو مسٹر سٹون کی موت کی دُکھ بھری
خبر سنائی گئی۔ وہ سٹون کی لاش دیکھ کر سکتے میں آگئی۔
پھر اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنا شروع ہو
گئے۔ عنبر اور ناگ نے اِسے حوصلہ دیا اور کہا کہ وہ خوفناک بُلا
کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

عنبر نے ناگ سے کہا۔

"تم شیلا کے ساتھ خلائی شٹل میں ہی رہو۔ میں
باہر جا کر خوفناک بلا کا سراغ لگاتا ہوں۔"

شیلا نے عنبر کا بازو تھام لیا۔

"نہیں نہیں عنبر! تم مت جاؤ۔ تمہارے پاس کوئی
پستول بھی نہیں ہے۔"

شیلا نے ناگ سے کہا۔

"تم اگر غائب ہو سکتے ہو تو تم کیوں نہیں چلے جاتے؟"

ناگ نے عنبر سے کہا۔

"شیلا ٹھیک کہتی ہے۔ میں باہر جاتا ہوں۔"

عنبر بولا۔

"ہمیں مسٹر سٹون کی لاش کو دفن بھی کرنا ہے بہتر ہے
کہ ہم دونوں ہی لاش کو لے کر باہر جاتے ہیں۔
شیلا! تم شٹل کا دروازہ بند کر لینا۔"

ر اور ناگ نے مسٹر سٹون کی لاش کو چادر میں لپیٹ
یا اور اِسے خلائی شٹل سے باہر لے آئے۔ شیلا نے
بند کر لیا۔

ول شیشے میں سے باہر عنبر اور ناگ کو دیکھ رہی
گ نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ رات کی موسلا
ارش کی وجہ سے جگہ جگہ گڑھوں میں پانی کھڑا تھا۔ درخت
ٹپک رہے تھے۔ عنبر نے لاش کو کاندھے پر ڈالا۔

سے کہا۔

"خلائی شٹل میں سے شیلا تمہیں دیکھ رہی ہو
ی۔ ان درختوں کے پیچھے جا کر تم عقاب کی شکل
ختیار کرو اور جا کر پتہ لگاؤ کہ کہیں خوفناک بلا ادھر
دھر تو نہیں چھپی ہوئی ہے۔"

اگ نے کہا۔

"پہلے ہم سٹون کی لاش کو تو دفن کر لیں۔"

اگ اپنے ساتھ بیلچہ لایا تھا۔ انھوں نے جھونپڑیوں
سامنے دوسرے خلابازوں کی بڑی قبر کے پاس ہی
ں کھودنی شروع کر دی۔ گیلی زمین بڑی جلدی کھد گئی۔

ٹون کی لاش کو قبر میں بند کر کے عنبر نے کہا۔

"میں اسی جگہ بیٹھتا ہوں۔ ہو سکتا ہے مجھے

دیکھ کر خوفناک بلا میری طرف آئے۔ میں اس
سے نمٹ لوں گا۔ اتنی دیر میں تم عقاب بن کر
ایک چکر لگاؤ"۔

ناگ نے عقاب کی شکل اختیار کی اور درختوں کے
اوپر اُڑ گیا۔

عنبر وہیں گیلی قبر کے پاس ایک پتھر پہ بیٹھ گیا۔ وہ
تھوڑی تھوڑی دیر بعد اپنے چاروں طرف دیکھ لیتا تھا۔
چاروں طرف سناٹا چھایا تھا۔ صرف درختوں پر رُکے ہوئے
بارش کے قطروں کے ٹپکنے کی آواز آجاتی تھی۔ جھونپڑیوں
کے دروازے کھلے تھے۔ عنبر اُٹھ کر جھونپڑیوں کی طرف
چلا۔ اس نے ایک ایک جھونپڑی میں جا کر دیکھا۔ جھونپڑیاں
ویران اور خالی پڑی تھیں۔ خوفناک بلا اندر کہیں نہیں تھی۔
وہ باہر آگیا۔ اس نے درختوں کی اوٹ سے نکل کر خلائی
شٹل کی طرف دیکھا کہ کہیں خوفناک بلا اِدھر نہ چلی گئی
ہو۔ اگرچہ اسے یقین تھا کہ شٹل کا فولادی دروازہ
بند ہونے کی وجہ سے بلا اس کے اندر داخل نہیں ہوسکے
گی پھر بھی وہ شیلا کی طرف سے فکر مند تھا۔

خلائی شٹل کے پاس کوئی نہیں تھا۔

عنبر واپس ستون کی قبر کے پاس آکر پتھر پہ بیٹھ گیا

درختوں کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے عقاب غوطہ لگا کر اپنی طرف
نظر آیا۔ یہ ناگ تھا۔ عقاب اس کے پاس آکر پھڑ پھڑاتا
زمین پہ اُتر آیا۔ پھر عقاب ناگ کی انسانی شکل میں آگیا۔
نے پوچھا۔

"کچھ سراغ ملا؟"

ناگ بولا۔

"آس پاس کا سارا علاقہ چھان آیا ہوں۔ مجھے کسی
جگہ کوئی خوفناک بلا دکھائی نہیں دی۔ ہاں اس جنگل
کے اندر کہیں نہ چھپی بیٹھی ہو"۔

عنبر نے کہا۔

"تم بچھوے سانپ کو بلا کر پوچھو۔ شاید انہیں اس
بلا کے بارے میں کچھ پتہ ہو"۔

"اچھا خیال ہے"۔ ناگ نے کہا۔

عنبر اور ناگ دونوں جھونپڑیوں کے آگے بنے ہوئے
کے برآمدے میں آگئے۔ یہاں ناگ نے سانپ کی
زمین وہاں کے بچھوے سانپ کو آواز دی۔ تھوڑی ہی
بعد وہی بچھوا سانپ نمودار ہوا۔ اس کی چار گردنیں
رہی تھیں۔

ناگ نے کہا۔

"میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ یہاں ایک

خوفناک بلا موجود ہے۔ اس نے ہمارے کئی آدمیوں
کو ہلاک کر ڈالا ہے۔ کیا تم اس کے بارے میں
کچھ جانتے ہو؟"
سانپ کچھوا بولا۔
"مقدس ناگ! ہم نے آج تک یہاں کسی بلا کا
نام نہیں سنا۔ نہ ہی کسی خوفناک بلا کو دیکھا ہے
کہیں ایسا تو نہیں کہ کالے پہاڑوں والے جن بھوت
نے کسی بھوت کو ادھر بھیج دیا ہو؟"
ناگ نے کہا۔
"کچھ بھی ہو۔ تم جنگل میں جا کر پتہ کرو کہ
کوئی خوفناک بلا تو نہیں چھپی ہوئی"
"جو حکم مقدس ناگ!"
یہ کہہ کر سانپ کچھوا زمین سے ایک فٹ کی بلندی
اُڑتا ہوا جنگل کے درختوں میں غائب ہو گیا۔ عنبر
لگا۔
"مجھے شیلا کے پاس جانا چاہیئے۔ کہیں وہ
پریشان نہ ہو رہی ہو"
ناگ نے کہا۔
"تم جاؤ۔ میں سانپ کچھوے کی واپسی کا انتظار
کروں گا"

عنبر واپس خلائی شٹل کی طرف روانہ ہو گیا۔ شٹل
کا فولادی دروازہ بند تھا۔ اندر سے شیلا نے ہتھی کو اُلٹا
گھما کر اسے قفل لگا رکھا تھا۔ عنبر کو آتا دیکھ کر شیلا نے
ہتھی کو الٹا گھما کر بٹن دبا دیا۔ فولادی دروازہ کھل گیا۔ عنبر
اندر داخل ہوا تو دروازہ پھر اسی طرح بند کر کے قفل لگا دیا
گیا۔ شیلا نے بے تابی سے پوچھا۔
"کچھ پتہ چلا؟"
عنبر بولا۔
"ناگ کھوج میں گیا ہے۔ وہ پتہ لگا کر آئے گا۔
ہم نے مسٹر سٹون کو دفن کر دیا ہے"
شیلا اداس ہو گئی۔
"مسٹر سٹون ہمارے بزرگ ساتھی تھے۔ بڑے
نیک دل انسان تھے۔ ان کی وجہ سے مجھے آدم خور
خلا بازوں میں بھی رہتے ہوئے ڈر نہیں لگتا تھا"
عنبر نے کاک پٹ کی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
"شیلا! اب کیمیاوی کیچڑ سے ایندھن نکالنے
کے کام کا کیا ہو گا؟ اگر ہم ایندھن تیار نہ کر سکے
تو پھر اس منحوس سیارے سے کبھی نہ نکل سکیں گے"
شیلا بولی!
"خام مواد مسٹر سٹون کی لیبارٹری میں موجود ہے۔ میں

اس پر کام جاری رکھ سکتی ہوں۔ کچھ دیر تک
جائے گی مگر مجھے یقین ہے کہ میں ایندھن تیار کر
لوں گی۔"

"شاباش! یہ کام بہت ضروری ہے شیلا۔"

شیلا نے ڈبی میں سے زرد غذائی گولی نکال کر ایک خود
کھائی اور ایک عنبر کو دی۔

"ہمارے پاس غذائی گولیاں صرف ایک ماہ کے لیے
ہی رہ گئی ہیں۔"

عنبر نے کہا۔

"خدا رازق ہے۔ اور پھر میرا یقین ہے کہ ہم اس
سے پہلے یہاں سے نکل جائیں گے۔"

"میں پوری کوشش کروں گی۔" شیلا نے جواب دیا۔

وہ بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ شیلا نے عنبر سے پوچھا
"یہ ناگ کے پاس واقعی غائب ہونے کا کوئی
منتر ہے؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"ارے نہیں بھئی۔ وہ تو تم سے مذاق کر رہا تھا
بھلا کوئی آدمی غائب ہو سکتا ہے۔"

شیلا بھی ذرا سا مسکرائی۔

"جب ہی تو میں بھی حیران تھی کہ یہ کیسے ہو

سکتا ہے کہ آدمی غائب ہو جائے۔ اتنی ترقی
تو ہماری سائنس نے بھی ابھی تک نہیں کی۔"

عنبر خاموش ہو کر باہر دیکھنے لگا۔ وہ ناگ کے بارے
میں پریشان تھا۔ اسے بار بار خیال آ رہا تھا کہ اس نے ناگ
کو اکیلا باہر چھوڑ کر کہیں غلطی تو نہیں کی۔ کیونکہ ناگ کے
جسم پر حملہ ہو سکتا تھا۔ عنبر نے اچانک اٹھ کر کہا۔

"ناگ نے دیر کر دی ہے۔ میں باہر جا کر اسے
دیکھتا ہوں تم دروازہ اندر سے بند کر لینا۔"

شیلا نے کہا۔

"تم تھکے ہو عنبر! تمہیں باہر نہیں جانا چاہیے۔"

عنبر بولا۔

"تم فکر مت کرو۔ میں اپنی حفاظت کر سکتا ہوں۔"

یہ کہہ کر عنبر خلائی شٹل سے باہر نکل آیا۔ احتیاط کے
طور پر اس نے غیبی شیشہ جیب سے نکال کر اپنے ہاتھ
میں پکڑ لیا کہ شاید اچانک اسی کی ضرورت پڑ جائے۔ وہ پانی
کے گڑھوں سے بچتا بچاتا جب اس جگہ پہنچا جہاں وہ ناگ کو
چھوڑ گیا تھا تو دیکھا کہ ناگ وہاں پر نہیں تھا۔

عنبر کا دل دھڑک اٹھا۔ عنبر نے ادھر ادھر ناگ کو
دیکھا مگر ناگ کہیں بھی نہیں تھا۔ اس نے ناگ کو آواز دی
کوئی جواب نہ آیا۔ عنبر نے جھک کر زمین پر دیکھا۔ ناگ کے

پاؤں کے نشان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

جنگل میں ایک گڑھے کے پاس جا کر یہ نشان غائب ہو گئے۔ یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ ناگ پانی کے گڑھے میں ڈوب گیا ہو۔ گڑھا چھوٹا سا تھا اور اس میں بارش کا پانی جمع تھا۔ پھر بھی عنبر نے درخت کی ایک ٹہنی توڑ کر گڑھے کے پانی میں ڈال کر ہلائی۔ گڑھا بالکل خالی تھا۔ اب تو عنبر پریشان ہو گیا۔ بس اسے ایک ہی خطرہ تھا کہ کہیں خوفناک بلا نے ناگ کو ہڑپ نہ کر لیا ہو۔ کیونکہ اگر ناگ کو اپنی شکل بدلنے کا موقع نہ ملے تو اسے نقصان پہنچایا جا سکتا تھا۔

عنبر کو سانپ پھچوے کا خیال آ گیا۔ ناگ نے عنبر کو وہ زبان بتا رکھی تھی جس کی مدد سے سانپوں کو بلایا جا سکتا تھا۔ عنبر نے فوراً سانپ کی زبان میں کچھوے سانپ کو آواز دی۔ چند سیکنڈ کے بعد جھاڑیوں پر اڑتا ہوا کچھوا سانپ آ گیا۔ اس نے آتے ہی پوچھا۔

"مقدس ناگ دیوتا کہاں ہے؟"

عنبر نے کہا۔

"میں ناگ دیوتا کا بھائی عنبر ہوں۔ تم نے مجھے اس کے ساتھ ابھی ابھی دیکھا تھا۔ مجھے بتاؤ کہ ناگ دیوتا کہاں ہے؟"

کچھوا سانپ بولا۔

"ناگ دیوتا کا بھائی بھی ہمارے لیے مقدس ہے۔ مگر میں تو ابھی ابھی ناگ دیوتا کو اسی جنگل میں اسی گڑھے کے کنارے چھوڑ کر گیا تھا۔"

عنبر نے پوچھا۔

"ناگ دیوتا! یہاں جنگل میں اتنی دور کس لیے آیا تھا؟"

کچھوا سانپ بولا۔

"ناگ دیوتا کو میں نے جب بتایا کہ جنگل میں خوفناک بلا مجھے کہیں نہیں مل سکی تو اس نے کہا کہ میں جنگل میں خود چل کر اسے تلاش کرتا ہوں۔ میں ان کے ساتھ ساتھ اس گڑھے تک آیا اور انہیں کہا کہ وہ واپس چلے جائیں کیونکہ یہاں بارش والی رات کے بعد بھوت پریت آتے ہیں۔ لیکن انہوں نے واپس جانے کی بجائے مجھے چلے جانے کا حکم دیا"

عنبر سوچ میں پڑ گیا۔ پھر کچھوے سانپ کی طرف دیکھ کر

لا۔

"مجھے ناگ دیوتا کی خوشبو بھی نہیں آ رہی۔"

کچھوا سانپ کہنے لگا۔

"مقدس ناگ کی خوشبو مجھے بھی نہیں آ رہی۔"

عنبر نے کہا۔

"تم جنگل میں جا کر ناگ دیوتا کا کھوج لگاؤ۔ اگر تمہیں

کہیں ناگ دیوتا کا سراغ ملے تو مجھے آ کر بتانا۔ میں
تمہیں خلائی شٹل کے پاس مل جاؤں گا۔"
"جو حکم ناگ دیوتا کے بھائی۔"
یہ کہہ کر بچھوا سانپ چلا گیا۔
عنبر واپس خلائی شٹل کی طرف روانہ ہوا۔ جب اس نے
شٹل میں جا کر شیلا کو بتایا کہ ناگ کا کوئی پتہ نہیں چل رہا۔
تو شیلا ہکی بکی ہو کر رہ گئی۔
"کیا تم نے اسے جنگل میں تلاش کیا ہے؟" اس نے
عنبر سے پوچھا۔
عنبر نے کہا۔
"میں نے جنگل میں کوئی جگہ نہیں چھوڑی ہوئی جہاں
اسے نہ ڈھونڈھا ہو۔"
شیلا نے خوف زدہ آواز میں کہا۔
"کہیں اسے بھی ـــ مگر نہیں نہیں۔ ناگ کے ساتھ
ایسا نہیں ہو سکتا۔"
عنبر نے کوئی جواب نہ دیا۔ خاموش ہو کر کاک پٹ کے
سٹول پر بیٹھ گیا۔
"شیلا! جو کچھ تم سوچ رہی ہو وہی میں بھی
سوچ رہا ہوں۔ مگر میں یہ تصور کرتے ہوئے ڈرتا
ہوں کہ ناگ کو خوفناک بلا نے ہلاک کر دیا ہے۔"

شیلا جلدی سے بولی۔
"ایسا نہ کہو عنبر! ناگ تمہارا ہی نہیں ہمارا بھی بڑا
پیارا دوست ہے۔ خدا نہ کرے کہ اُسے کوئی
نقصان پہنچے۔"
پھر کچھ سوچ کر بولی۔
"لیکن ناگ تو غائب ہو سکتا ہے۔ اسے خوفناک
بلا کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ وہ غائب ہو
سکتا ہے نا عنبر؟"
عنبر نے آہ بھر کر کہا۔
"نہیں شیلا وہ غائب نہیں ہو سکتا ہوتا تو میں اس
کے بارے میں اتنا پریشان نہ ہوتا۔"
شیلا بولی۔
"عنبر! ہمیں ناگ کا ہر حالت میں کھوج لگانا ہوگا۔
اس کے بغیر ہم یہاں سے نہیں جا سکتے۔"
عنبر نے بچھوے سانپ اور ناگ کے سانپ ہونے کے
بارے میں شیلا کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ وہ بتانا بھی نہیں چاہتا
تھا۔ اس نے کہا۔
"مجھے یقین ہے ہم ناگ کو ڈھونڈ لیں گے وہ زندہ
ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔"
شیلا نے کہا۔

"ورنہ خدا تمہاری زبان مبارک کرے۔"

عنبر کھڑکی کے گول شیشے میں سے باہر دیکھ رہا تھا۔ اسے کچھوے سانپ کا انتظار تھا۔

شیلا نے کہا۔

"تم باہر کیا دیکھ رہے ہو؟"

عنبر نے اپنا چہرہ کھڑکی سے پیچھے کر لیا اور سر پر ہاتھ پھیر کر بولا۔

"دیکھ رہا ہوں کہ خوفناک بلا اس وقت کہاں ہو گی اس بلا نے ہمیں سخت نقصان پہنچایا ہے اور ابھی تک ہمارے پیچھے لگی ہے۔"

شیلا یہ کہہ لیبارٹری کی طرف چلی گئی کہ۔

"عنبر! خدا کے لیے اس بلا کا ذکر نہ کرو۔ میں مسٹر سٹوٹن کے کام کو شروع کرنے لیبارٹری جا رہی ہوں۔ امید ہے ہم ایندھن تیار کر لیں گے۔"

شیلا کے جانے کے بعد عنبر کھڑکی میں سے باہر تکنے لگا۔ کچھوا سانپ اسے کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ سٹول سے اُٹھ کر آرام کرسی پر نیم دراز ہو گیا تھوڑی دیر ہی گزری ہو گی کہ شیلا گھبرائی ہوئی آئی اور بولی۔

"عنبر! میں نے ایک کچھوا دیکھا ہے۔ جس کے چار سانپ ایسے منہ ہیں۔"

عنبر ایک دم سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"کہاں ہے کچھوا سانپ؟"

"لیبارٹری کی کھڑکی کے باہر۔ وہ جھاڑیوں کے اوپر اُڑتا پھر رہا ہے۔"

عنبر نے شیلا سے کہا۔

"تم لیبارٹری میں جا کر کام کرو۔ میں باہر جا کر دیکھتا ہوں۔"

"نہیں۔ نہیں تم باہر مت جانا۔ مجھے اکیلے میں ڈر لگتا ہے۔"

عنبر بولا۔

"بھئی میرا باہر جانا بہت ضروری ہے۔ تم نیچے آ کر شٹل کے دروازے کو اندر سے بند کر لو۔"

عنبر تیزی سے خلائی شٹل کی نچلی منزل میں آ گیا۔ شیلا اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ عنبر نے شٹل کا دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا۔ شیلا نے جلدی سے دروازہ بند کر کے اندر سے قفل لگا دیا۔

عنبر خلائی شٹل کی دوسری جانب جھاڑیوں کی طرف گیا تو اس نے کچھوے سانپ کو دیکھا کہ وہ جھاڑیوں کے اوپر اُڑ رہا تھا۔ عنبر نے سانپ کی آواز میں اسے کہا کہ وہ بھونپڑوں کی طرف آ جائے۔ عنبر لپک کر جھاڑیوں کی طرف چلا

گیا۔ کچھوا سانپ بھی وہاں آگیا عنبر نے اس سے ناگ کے بارے میں دریافت کیا۔ تو کچھوے سانپ نے کہا۔

"ناگ دیوتا کے بھائی! مجھے ناگ دیوتا کہیں نظر تو نہیں آیا۔ لیکن ایک جگہ میں نے اس کی خوشبو آتی محسوس کی ہے۔"

"کہاں؟ کہاں ناگ کی خوشبو آرہی ہے؟" عنبر نے بے تابی سے پوچھا۔

کچھوے سانپ نے کہا۔

"یہاں سے جنوب کی طرف دریا پار نسواری رنگ کا ایک ڈراؤنا پہاڑ ہے۔ اس پہاڑ کے اندر سے مجھے ناگ دیوتا کی خوشبو آتی محسوس ہوتی ہے۔ میں نے بہت دیکھا مگر مجھے وہاں کوئی غار نظر نہیں آیا۔ اور میں پتھر کے پہاڑ کے اندر سوراخ نہیں کر سکتا۔"

عنبر نے کہا۔

"تم ــــ تم مجھے وہاں لے چلو۔"

پھر کچھ سوچنے کے بعد عنبر نے کہا۔

"نہیں۔ نہیں۔ میں میں وہاں چلا گیا تو شیلا اکیلی رہ جائے گی۔ میں اسے اکیلی چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔"

کچھوا سانپ بولا۔

"مقدس ناگ کے بھائی! اس عورت کی ہم حفاظت

کریں گے۔"

عنبر نے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر خلائی شٹل اندر سے بند کر لی جائے۔ اور اس کی کھڑکیاں بھی بند ہوں تو خلائی بلا اندر داخل نہیں ہو سکتی۔ اچھا۔ تم مجھے نسواری پہاڑ کا راستہ بتاؤ۔ میں اکیلا ہی وہاں جاؤں گا۔"

کچھوے سانپ نے عنبر کو نسواری پہاڑ کو جانے والے راستے کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ عنبر نے کچھوے سانپ کو رخصت کر دیا۔ اور خود شیلا کے پاس آگیا۔ اس نے شیلا کو بتایا۔ کہ اس کا دل کہہ رہا ہے کہ ناگ جنوب کی طرف جو پہاڑ ہے وہاں قید ہے۔

"اگر تم مجھے اجازت دو تو میں وہاں جا کر سراغ لگا سکتا ہوں۔"

شیلا پریشان سی ہو کر چپ ہو گئی۔ عنبر نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"شیلا! میرا جانا بہت ضروری ہے۔ اگر دیر کر دی تو کہیں ناگ کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ خلائی شٹل کے اندر تم بالکل حفاظت سے ہو گی۔ اندر کوئی بھی داخل نہیں ہو سکتا۔"

شیلا نے جب یہ مجبوری دیکھی تو کہا۔
"ٹھیک ہے عنبر! یہ ہمارے دوست ناگ کی زندگی کا مسئلہ ہے۔ میں یہاں اپنے آپ کو بند کر لوں گی۔ تم فوراً جا کر ناگ کو تلاش کرو۔"
عنبر نے شیلا کو ایک بار پھر تسلی دی اور خلائی شٹل سے نکلنے کے بعد نسواری پہاڑ کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس وقت سورج غروب ہونے ہی والا تھا۔ مگر عنبر کے راستے میں رات کی تاریکی کبھی رکاوٹ نہیں بنی تھی۔ وہ شیلا کی طرف سے مطمئن تھا کہ خلائی شٹل میں وہ پوری طرح محفوظ ہو گی۔ عنبر جنگل میں سے گزر رہا تھا۔ غیبی شیشہ اس کی جیب میں تھا۔ جنگل کافی وسیع تھا۔ وہاں سے گزرتے گزرتے اسے رات ہو گئی۔ رات کا اندھیرا اتنا گہرا تھا کہ عنبر کو بھی درختوں کے خاکے بہت دھندلے نظر آ رہے تھے۔ آسمان پر ایک بار پھر بادل چھا گئے۔ اور بجلی چمکنے لگی۔ عنبر چلتا چلا گیا۔

جنگل کی دوسری طرف دریا تھا۔ وہ دریا کے کنارے پہنچا تو بارش شروع ہو گئی۔ عنبر رکنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے ناگ کی بہت فکر لگی تھی کہ وہ ضرور کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہے۔ عنبر دریا میں اُتر گیا اور اس نے دوسرے کنارے کی طرف

تیرنا شروع کیا۔ دریا کا پاٹ زیادہ بڑا نہیں تھا۔ بارش موسلا دھار ہو رہی تھی۔ عنبر دوسرے کنارے پر پہنچ کر جنوب کی طرف چل پڑا۔ رات کے اندھیرے میں اِسے نسواری پہاڑ دور سے دکھائی دینے لگا۔ یہ پہاڑ ایک سیاہ سائے کی طرح بہت دُور کھڑا تھا۔ عنبر اس کی طرف چلتا گیا۔

ابھی رات تھوڑی باقی تھی کہ عنبر نسواری پہاڑ کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے سانس کھینچ کر محسوس کیا کہ واقعی وہاں سے ناگ کی ہلکی ہلکی خوشبو آ رہی تھی۔ عنبر پہاڑ کی دوسری طرف آ گیا۔ یہاں اتنا گہرا اندھیرا تھا کہ عنبر کو بھی کوئی راستہ یا کوئی غار تلاش کرنے میں کافی مشکل پیش آ رہی تھی۔ اس نے سوچا کہ کسی جگہ بیٹھ کر باقی رات گزارنے کا انتظار کرنا چاہیے۔ دن کی روشنی میں وہ پہاڑ کا اچھی طرح جائزہ لے سکے گا۔

چنانچہ عنبر پہاڑ سے کچھ گز دُور ایک آگے کو بڑھی ہوئی کالی چٹان کے نیچے جا کر بیٹھ گیا۔ ناگ کی ہلکی ہلکی خوشبو یہاں بھی آ رہی تھی۔ عنبر سوچنے لگا کہ ناگ یہاں پہاڑ کے اندر کیسے چلا گیا؟ اگر وہ خوفناک بلا اسے اٹھا کر اندر لے گئی ہے تو اس نے ناگ کو ابھی تک زندہ کیسے چھوڑا ہے؟ عنبر کی سمجھ میں یہ معمہ نہیں آ رہا تھا۔

ابھی صبح ہونے میں ایک گھنٹہ باقی تھا اور بارش

رہی تھی۔ بجلی چمک رہی تھی۔ بادل گرج رہے تھے بجلی چمکتی تو لنسواری پہاڑ کی گیلی دیوار تھوڑی دیر کے لیے روشن ہو کر بجھ جاتی۔ عنبر آنکھیں کھولے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ چٹان کی دیوار سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہو گیا۔ اور ناگ کے بارے میں طرح طرح کے خیال اس کو پریشان کرنے لگے۔

وہ ناگ کی زندگی کی دعائیں مانگنے لگا۔ بادل ایک بار زور سے گرجا تو اس کے ساتھ ہی عنبر نے ایک چیخ کی آواز سنی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ چیخ کی آواز اسی خوفناک بلا کی تھی۔ یہی وہ چیخ تھی جس کو عنبر نے پہلی بار خلابازوں کی جھونپڑیوں کے باہر سنا تھا۔ دوسری بار پھر اسے چیخ کی آواز سنائی دی۔ عنبر نے غیبی شیشہ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور چٹان کے نیچے سے نکل کر گرتی بارش میں چٹان کے پیچھے آ گیا۔ یہاں ایک گڑھا تھا۔ جس میں پانی بھرا تھا۔ عنبر نے اس میں چھلانگ لگا دی۔ اور گردن گڑھے کے کنارے سے نکال کر بارش والی رات کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں چٹان کی طرف تکنے لگا۔

○

پھر کیا ہوا، جاننے کے لیے قسط نمبر ۱۱۳
''کیپٹن اور زندہ لاش'' پڑھیے۔

میرے نام

پیارے انکل اے حمید صاحب۔

السلام علیکم! آپ کا بھیجا ہوا خط ملا جسے پڑھ کر اتنی خوشی ہوئی کہ جس کا آپ اندازہ نہیں لگا سکتے۔ انکل پچھلی مرتبہ میں نے جو خط آپ کو لکھا تھا وہ میرا نہیں تھا وہ تو میرے ایک پیارے دوست اعجاز کا تھا۔ وہ میرے گھر آیا اور مجھ سے کہا کہ میں آپ کو خط لکھ دوں لہذا وہ مجھے بولتا رہا اور میں لکھتا رہا جس وقت میں سکول سے آیا تو آپ کا پیارا خط ملا میں نے فوراً آپ کا جواب اُسے پہنچا دیا تھا۔

انکل آپ کی کہانیاں تو میں بھی بڑے شوق سے پڑھتا ہوں۔ اور آپ یقین جانیں کہ جب میں آپ کی کہانیاں خرید کر لاتا ہوں تو سب سے پہلے میرے ابا جانی پڑھتے ہیں۔ اُن کو مجھ سے بھی زیادہ آپ کی لکھی ہوئی کہانیاں پسند ہیں۔ انکل جب میں آپ کی لکھی ہوئی کہانی پڑھتا ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میرے سامنے فلم چل رہی ہو۔

آپ کی لکھی ہوئی کہانیاں اچھی اور تعلیمی ہوتی ہیں۔ جب بھی میں کوئی دوسری کہانی پڑھتا ہوں تو مجھے سخت بوریت محسوس ہوتی ہے۔ انکل میرے پاس آپ کی لکھی ہوئی کہانیاں ''مصر کی ملکہ'' سے لے کر ''خلائی کمرہ'' تک اب بھی موجود ہیں

جنہیں میں فارغ وقت میں بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔
انکل مجھے آپ کی "موت کا تعاقب" کی سلسلے کی کہانی "فرعون کی تباہی" اتنی پسند آئی تھی کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ انکل ہمارے خط کا جواب لکھنے کا بہت بہت شکریہ۔ والسلام
آپ کا نیا دوست ملک بشیر احمد
مکان نمبر ۱۰۱۴۹ محلہ ونگرہ گراں گھنٹہ گھر پشاور شہر

پیارے انکل اے حمید! السلام علیکم
میں آپ کے لکھے ہوئے ناول تب سے پڑھ رہا ہوں جب میں پانچویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ اور آج میں اللہ تعالیٰ کے کرم سے فسٹ ائیر کا طالب علم ہوں۔ میں آپ کے تحریر کردہ تقریباً تمام ناول اور سیریزیں پڑھ چکا ہوں۔ جو بات مجھے آپ کی تحریر میں ملی، وہ کسی دوسرے مصنف میں نہیں ملی۔
میں آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔
(۱) آپ کی تحریر کردہ سیریز "حاتم طائی" جو کہ سات حصوں میں شائع ہوئی ہے ادھوری ہے اس کے باقی حصے کب شائع ہوں گے؟
(۲) آپ کی تحریر کردہ سیریز "ندیم کا خوفناک سفرنامہ" جو ۲۳ حصوں میں چھپی ہے وہ بھی نامکمل ہے اس کے باقی حصے ہمیں کب تک مل سکیں گے؟

عنبر ناگ ماریا ۱۱۳

کیٹی اور زندہ لاش

اے حمید

پیارے دوستو!

پچھلے دنوں خوب آپ مصروف رہے۔ امتحان اور امتحانوں کی تیاری میں۔ اور اب آپ سب کو اپنی محنت کے پھل کا انتظار ہو گا۔ انشاء اللہ میرے تمام دوست اعلیٰ نمبروں میں پاس ہوں گے۔ اور مجھے بھی اپنی خوشی میں شریک کرتے ہوئے اپنے نتائج سے آگاہ کریں گے۔

میرے لیے یہ بات ہمیشہ پُر مسرت رہی کہ میرے تمام دوست اپنے خطوط میں یہ ضرور لکھتے ہیں کہ ہم بڑے شوق سے عنبر ناگ ماریا کی کہانی پڑھتے ہیں۔ اور ہم اپنی پڑھائی پر بھی بہت توجہ دیتے ہیں۔ یہ بہت اچھی بات ہے۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ بھی آپ عنبر ناگ ماریا کے ساتھ ساتھ اپنے کورس کی کتابوں پر بھی محنت جاری رکھیں گے۔

میری دعا ہے کہ اللہ آپ سب کو کامیاب کرے۔

تمہارا انکل

اے حمید۔

۴۵۴۔ این راہ چمن سمن آباد لاہور

قیمت ۵۰/۷ روپے

۱۹۸۶ :
ناشر : مکتبہ القرا [illegible] لاہور
طابع : تاج دین پرنٹرز [illegible] لاہور

ترتیب

منحوس سیّارہ

بجلی کی چمک میں عنبر نے خوفناک بلا کو دیکھا۔

خوفناک بلا نے بھی عنبر کو دیکھ لیا تھا۔ دس فٹ قد کی یہ ڈراؤنی بلا اپنے سانپ ایسے بازوؤں کے نوکیلے پنجے پھیلائے عنبر کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کا سیاہ خام بالوں بھرا جسم بارش میں بھیگ رہا تھا۔ عنبر نے فوراً غیبی شیشے کا رُخ خوفناک بلا کی طرف کر کے بٹن دبا دیا۔

گول شیشے میں سے روشنی کا دائرہ نکل کر بلا پر پڑا۔ مگر عنبر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ خوفناک بلا پر روشنی کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ غائب ہونے کی بجائے اس کی طرف غراتی ہوئی بڑھ رہی تھی۔ اب اس کے حلق سے دبی دبی غصیلی چیخیں نکلنے لگی تھیں۔

عنبر اٹھ کر دوسری طرف جانے لگا تو خوفناک بلا کے نوکیلے دانتوں والے منہ سے آگ کا ایک شعلہ نکل کر عنبر پر پڑا۔ ایک دھماکے کے ساتھ عنبر کا جسم اوپر

کو اچھل کر دُور جا گرا۔ عنبر سمجھ گیا کہ یہ بڑی طاقتور بلا ہے۔ اور اس سے عقل مندی کے ساتھ نمٹا جانا چاہیے۔ عنبر کو اس قسم کے تجربے پہلے ہو چکے تھے کہ کسی عفریت کے منہ سے نکلے ہوئے دھوئیں یا شعلے نے اسے بے ہوش کر دیا یا پتھر بنا دیا۔ اس لیے اب وہ اس قسم کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔

چنانچہ عنبر چھلانگ لگا کر پہاڑ کی طرف دوڑا۔ خوفناک بلا نے ایک بھیانک چیخ ماری۔ اس کی چیخ سے پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ وہ عنبر کے پیچھے بھاگی۔ عنبر کے سامنے پہاڑ آ گیا۔ بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ عنبر نے غیبی شیشے کی روشنی کے دائرے کو پہاڑ کی دیوار پر ڈالا تو تڑاخ کی آواز کے ساتھ پہاڑ میں گول سوراخ پڑ گیا۔

عنبر سوراخ میں گھس گیا۔ ایک سرنگ سی وہاں بن گئی تھی۔ عنبر سرنگ میں دوڑا جا رہا تھا۔ سرنگ معلوم ہوتا تھا کہ پہلے ہی سے بنی ہوئی تھی۔ صرف اس کی دیوار بند تھی جو عنبر کے شیشے کی روشنی سے کھل گئی تھی۔ عنبر نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ خوفناک بلا چیخیں مارتی سانپ اپنے بازو بے چینی سے ہلاتی، منہ سے آگ کے

شعلے نکالتی عنبر کے پیچھے چلی آ رہی تھی۔ خوش قسمتی کی بات یہ تھی کہ اس کی رفتار تیز نہیں تھی۔ سرنگ میں آگے جا کر سیڑھیاں آ گئیں جو نیچے اتر رہی تھیں۔ عنبر ان پر دوڑتا ہوا اتر گیا۔

یہاں گھپ اندھیرا تھا مگر عنبر اپنی غیر معمولی بصارت کی وجہ سے اندھیرے میں بھی دیکھ رہا تھا۔ سیڑھیاں ختم ہوئیں تو سامنے ایک دیوار آ گئی۔ عنبر نے پریشان ہو کر پیچھے دیکھا۔ خوفناک بلا سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ وہ غضب کے عالم میں چیخیں مار رہی تھی۔ اس نے ایک بار پھر عنبر پر اپنا شعلہ پھینکا۔ شعلہ عنبر کے جسم سے ٹکرایا اور وہ ایک دھماکے سے اوپر اچھل کر نیچے گر پڑا۔ عنبر نے دیوار کے کونے میں دیکھا۔ وہاں پتھر کی ایک سل کا رنگ سرخ تھا۔ عنبر کے دل میں یہ خیال لہرا گیا کہ یہ دروازہ ہے۔

پوری طاقت سے عنبر نے پتھر کی سل کو دھکا دیا۔ تو سل دوسری طرف جا گری۔ دوسری طرف ایک بڑا دالان تھا جس کی دیواروں پر جنگل بیلیں سانپوں کی طرح لہرا رہی تھیں۔ یہاں عنبر کو ناگ کی تیز خوشبو محسوس ہوئی۔ خوفناک بلا کھلی ہوئی دیوار کے دروازے پر آ گئی تھی۔

عنبر کو ان لہراتی ہوئی بھیانک بیلوں کے درمیان ایک گول سوراخ دکھائی دیا جو کافی چوڑا تھا۔ عنبر اس میں گھسنے لگا تو بیلیں سانپ کی طرح اس کے جسم سے لپٹ گئیں۔ اگر عنبر میں غیر معمولی طاقت نہ ہوتی تو وہ بیلوں میں جکڑ کر ہلاک ہو چکا تھا مگر اس نے بیلوں کو توڑ کر اپنے جسم سے علیحدہ کیا اور سوراخ میں گھس گیا۔

یہ سوراخ ایک نالے کی طرح تھا۔ عنبر گھٹنوں کے بل جھکا اس میں سے گزرنے لگا۔ نالہ ختم ہوا تو سامنے ایک تنگ کوٹھڑی تھی، جس کی دیوار پر عنبر نے ناگ کو دیکھا۔ وہ ششدر ہو کر ناگ کو تکنے لگا۔ ناگ کی گردن انسان کی تھی لیکن باقی جسم بڑے اژدہے کا بن چکا تھا۔ عنبر کو دیکھتے ہی ناگ نے کہا:

"عنبر! میرے پیچھے آ جاؤ۔ خوفناک بلا تمہیں بھی میری طرح اژدہا بنا دے گی۔"

عنبر تیزی سے ناگ کے پیچھے آ گیا۔ ناگ چونکہ ایک بہت بڑا اژدہا بنا ہوا تھا اس لیے اس کے کنڈل میں کافی جگہ تھی۔ عنبر اس میں چھپ گیا۔ خوفناک بلا اندر آ چکی تھی۔ ناگ نے خوفناک بلا کی طرف دیکھ کر اپنے منہ سے پھنکار نکالی۔ خوفناک بلا نے چیخ ماری اور ناگ پر

حملہ کر دیا۔

عنبر نے ناگ پر حملہ ہوتے دیکھا تو پیچھے سے نکل کر خوفناک بلا کے عقب میں آ گیا۔ پیچھے آتے ہی عنبر نے اچھل کر خوفناک بلا کو ایک فلائنگ کک ماری۔ عنبر کی کک میں اس قدر طاقت تھی کہ خوفناک بلا سامنے دیوار کے ساتھ جا کر ٹکرائی۔ وہ چیختی ہوئی عنبر کی طرف آئی۔ عنبر نے ایک اور کک لگائی۔ خوفناک بلا اس پر شعلے پھینک رہی تھی مگر عنبر پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

دوسری کک پر خوفناک بلا گھبرا کر پیچھے کو دوڑی اور غراتی، چیختی چلاتی کوٹھڑی سے نکل گئی۔ اس کے جاتے ہی عنبر نے ناگ سے کہا:

"یہ تمہارے ساتھ کیا ہو گیا ناگ؟ کیا تم پھر سے اپنی اصلی شکل میں نہیں آ سکتے؟"

ناگ نے کہا:

"مجھے خوشی ہوئی ہے کہ تم یہاں پہنچ گئے ہو۔ اس خوفناک بلا کے منہ سے جو شعلہ نکلتا ہے اس میں اتنی طاقت ہے کہ وہ انسان کو آدھا سانپ بنا سکتا ہے۔ تم چونکہ عنبر ہو اس لیے تم پر اس کا اثر نہیں ہوا۔ لیکن اس بلا نے مجھے آدھا

آژدھا بنا کر یہاں پتھر کر دیا ہے۔ میں نہیں جانتا
کہ اس نے مجھے ہلاک کیوں نہیں کیا۔
عنبر نے کہا:
"کیا یہاں کوئی دوسری مخلوق بھی ہے؟"
ناگ بولا: "میں نے یہاں کسی مخلوق کو نہیں دیکھا
میں جنگل میں گڑھے کے کنارے کھڑا تھا کہ اس
بلا نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں اس کے شعلے کے
اثر سے اژدھا سانپ بن گیا۔ اور میرا نچلا دھڑ
پتھر ہو گیا۔ میں نے سانس کھینچ کر دوسری جون
میں آنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا پھر
یہ بلا مجھے کاندھے پر ڈال کر یہاں لے آئی۔"
عنبر کہنے لگا:
"کیا کسی طرح تم اپنی اصل حالت میں نہیں
آ سکتے؟"
ناگ کچھ سوچ کر بولا:
"تم نے طلسمی شیشہ اس پر استعمال نہیں کیا؟"
عنبر نے ناگ کو بتایا کہ طلسمی شیشے سے خوفناک بلا
پر کوئی اثر نہیں کیا۔ ناگ خاموش ہو گیا۔ عنبر سوراخ کے
پاس جا کر باہر دیکھنے لگا۔ خوفناک بلا کی چیخیں دور سے

سنائی دے رہی تھیں۔ عنبر ناگ کے پاس آ گیا۔
"ناگ! میں تمہیں یہاں اکیلا چھوڑ کر نہیں جا سکتا
میں تمہیں پھر سے اصلی شکل میں دیکھنا چاہتا ہوں
کیا تمہارے نچلے دھڑ میں ذرا سی بھی حرکت نہیں
ہوتی؟"
ناگ کہنے لگا
"میرا نچلا اژدھا کا دھڑ بالکل پتھر کا ہے۔ مجھے نہیں
معلوم کہ اس بلا نے مجھے اژدھا کیوں بنا دیا ہے
ہو سکتا ہے ناگ سے اس کا کوئی خفیہ مقصد
ہو۔ بہرحال اتنا ضرور جانتا ہوں کہ ایک بار یہ
خوفناک بلا میرے پیچھے آ کر میرے اژدہا کے
جسم کو ٹٹول رہی تھی کہ اس کے جسم پر اُگے
ہوئے سیاہ بالوں کے لگنے سے میرے جسم میں
تھوڑی سی جان پیدا ہوئی تھی۔ مگر خوفناک بلا جلدی
سے پیچھے ہٹ گئی تھی۔"
عنبر نے کہا:
"اس کا مطلب ہے کہ خوفناک بلا کے بال تمہارے
جسم سے لگتے ہیں تو تمہارے جسم کی طاقت واپس
آ جاتی ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ ایسا ہی ہے"، ناگ نے کہا۔

عنبر ٹہلتے ہوئے بولا:

"تو پھر میں اس خوفناک مخلوق کو ہر حالت میں ہلاک کروں گا۔"

یہ کہہ کر عنبر سوراخ میں سے باہر نکل گیا۔ ناگ اسے روکتا ہی رہا مگر عنبر جا چکا تھا۔ سرنگ میں جدھر سے خوفناک بلا کی چیخوں کی آواز آ رہی تھی عنبر اس طرف چلنے لگا۔ نالے میں سے گزرنے کے بعد عنبر سانپ ایسی بیلوں کے درمیان سے نکل کر دالان میں آیا تو اس نے دیکھا کہ خوفناک بلا لنگڑاتی ہوئی سرنگ کی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔ عنبر کی فلائنگ کک نے اس کی ایک ٹانگ توڑ دی تھی شاید۔

خوفناک بلا نے بھی عنبر کی موجودگی کو محسوس کر لیا تھا۔ اس نے پلٹ کر عنبر کو اپنی سرخ آنکھوں سے دیکھا۔ اس کا باہر لٹکا ہوا ڈیلا تھرتھرا رہا تھا۔ اس کے منہ سے ایک ایسی بھیانک چیخ نکلی کہ ایسی خوفناک چیخ عنبر نے پہلے نہیں سنی تھی۔ اس کے ساتھ ہی بلا نے عنبر پر لپک کر اس کی گردن کو اپنے نوکیلے پنجوں سے دبوچ لیا۔

مگر عنبر نے اپنے جسم کو پتھر کی طرح سخت کر لیا تھا۔

عنبر نے خوفناک بلا کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر پوری طاقت سے سامنے والی دیوار پر دے مارا۔ بلا دیوار سے ٹکرا کر نیچے گری تو پھر نہ اٹھ سکی۔ اس کی کمر ٹوٹ کر چکنا چور ہو گئی تھی۔ ظاہر ہے عنبر کی بے پناہ طاقت کا مقابلہ وہ نہیں کر سکتی تھی۔ عنبر نے اچھل کر ایک بھرپور فلائنگ کک خوفناک بلا کی گردن پر ماری۔

خوفناک بلا کی گردن دو ٹکڑے ہو گئی۔ دالان میں ایسی چیخوں کی آوازیں بلند ہوئیں تو ایک بار تو عنبر بھی ڈر کر دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ پھر اس نے قریب جا کر دیکھا۔ خوفناک بلا آخری سانس لے رہی تھی۔ عنبر اسے ٹانگوں سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا اس کوٹھڑی میں لے گیا جہاں ناگ دیوار کے ساتھ نچلے پتھر کے اژدھی دھڑ کے ساتھ بے بس بیٹھا تھا۔

خوفناک بلا کی لاش کو دیکھ کر ناگ نے خوش ہو کر کہا:

"عنبر! اس کی کھال کے بالوں کو میرے نچلے دھڑ کے ساتھ رگڑو۔ ہو سکتا ہے، میرا جسم اصلی حالت میں آ جائے۔"

عنبر نے خوفناک بلا کی بالوں بھری لاش کو اٹھایا اور

اس کے بالوں بھرے مردہ جسم کو ناگ کے پچھلے اژدہا
کے دھڑ سے رگڑنا شروع کر دیا۔
ناگ نے کہا:
"عنبر! میرے جسم میں جان پڑ رہی ہے۔"
تھوڑی ہی دیر میں ناگ کا نچلا دھڑ انسان کا بن گیا۔
ناگ اپنی انسانی شکل میں عنبر کے سامنے کھڑا تھا۔ اس
نے عنبر کو گلے لگا لیا۔
"عنبر بھائی! تم نے مجھے بہت بڑی مصیبت سے
نجات دلا دی۔ ورنہ جانے کب تک یہاں
پڑا رہتا۔
اب اس سرنگ سے باہر نکلتے ہیں۔"
یہ کہہ کر عنبر نے ناگ کو ساتھ لیا اور وہ نالے اور
سرنگ میں سے ہوتے ہوئے نسواری پہاڑ سے باہر آ گئے۔
باہر بارش رک گئی تھی اور آسمان پر بادلوں کے پیچھے
صبح کی ہلکی ہلکی روشنی نمودار ہونے لگی تھی۔
ناگ نے کہا:
"شیلا کا کیا حال ہے؟ تم اسے اکیلی چھوڑ کر
آئے ہو؟"
عنبر نے کہا:

"اس نے غسل کا دروازہ اندر سے بند کر رکھا
ہے۔ اور پھر اب تو خوفناک بلا کا کام تمام
ہو چکا ہے۔ اسے کوئی کچھ نہیں کہے گا۔"
ناگ بولا: "پھر بھی ہمیں جلد از جلد اس کے
پاس پہنچنا چاہیے اس منحوس پہاڑ پر کوئی بھی
مخلوق ظاہر ہو کر حملہ کر سکتی ہے۔"
انہوں نے دریا کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔
دریا پار کر کے وہ جنگل میں داخل ہوئے گئے تو
صبح ہو گئی تھی۔
ناگ نے کہا:
"عنبر! اس طرح تو ہمیں شیلا تک پہنچتے پہنچتے
بہت دیر ہو جائے گی۔ میں بہت بڑا عقاب
بنتا ہوں۔ تم میرے اوپر بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں
ہوا میں اڑاتا ہوا لے چلوں گا۔"
عنبر نے مسکرا کر کہا:
"ٹھیک ہے۔ عقاب کی سواری میں نے عرصہ ہوا
نہیں کی۔"
ناگ سانس کھینچ کر ایک بہت بڑا عقاب بن گیا۔ عنبر
اس کے اوپر بیٹھ گیا۔ ناگ نے اپنے دس دس فٹ

لمبے پر پھڑپھڑائے اور ہوا میں اوپر اُٹھ گیا۔ پھر اس نے درختوں کے اوپر آ کر خلائی شٹل کی طرف اڑنا شروع کر دیا۔ عنبر بڑے مزے سے ناگ کی عقابی پیٹھ پر بیٹھا ہوا میں اڑنے کا لطف لے رہا تھا۔

ناگ نے اپنی رفتار تیز کر دی اور عنبر کے بال ہوا میں اڑنے لگے۔

ناگ نے پوچھا:

"عنبر! نیچے تو نہیں گرو گے؟"

عنبر نے زور سے کہا:

"نہیں۔ تم چاہے اس سے بھی زیادہ رفتار تیز کر لو۔"

ناگ بولا: "نہیں۔ اتنی رفتار ہی ٹھیک ہے ہم آدھ گھنٹے میں اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے۔"

ناگ بڑی تیز اور ہموار رفتار کے ساتھ ہوا میں اُڑتا چلا جا رہا تھا۔ ابھی آدھا گھنٹہ بھی نہیں گذرا ہو گا کر اسے دُور سے خلائی شٹل کی اوپر والی منزل درختوں میں سے باہر نکلی دکھائی دی۔

"ناگ! خلائی شٹل سے دور ہی زمین پر اتر آنا۔ میں نہیں چاہتا کر شیلا کو ہماری خفیہ طاقتوں کا

علم ہو۔"

ناگ نے کہا:

"وہ تو میں اتر ہی پڑوں گا مگر تم اپنی اور میری خفیہ طاقت کو شیلا سے کب تک چھپاؤ گے؟"

عنبر نے کہا:

"ناگ! خدا نے اگر ہمیں کوئی خاص طاقت دی ہے تو ہمیں اس کا یونہی مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی دوسروں پر اپنی بڑائی اور رعب جمانا چاہیے۔ ہاں اگر ضرورت پڑ گئی تو شیلا کو بتا دیں گے۔"

"تم نے ٹھیک کہا عنبر! میں اتر رہا ہوں۔"

ناگ خلائی شٹل سے تھوڑی دور جنگل میں خالی جگہ دیکھ کر نیچے اتر آیا۔ زمین پر آتے ہی ناگ انسانی شکل میں آ گیا۔ دونوں پرانے اور پکے دوست خلائی شٹل کی طرف چلنے لگے۔

خلائی شٹل کی دوسری منزل کے شیشے میں سے شیلا نیچے دیکھ رہی تھی۔ عنبر کے ساتھ ناگ کو آتا دیکھ کر شیلا بے حد خوش ہوئی۔ اس نے خلائی شٹل کا فولادی دروازہ کھول دیا۔ عنبر اور ناگ اندر آ گئے۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔

عنبر نے اندر داخل ہوتے ہی کہا:

"شیلا! اب اگر تم دروازہ کھلا بھی رکھو تو کوئی پرواہ نہیں کیوں کہ ہم نے خوفناک خلائی مخلوق کو ہلاک کر دیا ہے۔"

"سچ"؟ شیلا نے بے اختیار کہا:

"تو کیا میں جھوٹ کہہ رہا ہوں:"

اتنا کہہ کر عنبر نے اپنی جیب سے خوفناک بلا کے منہ کا ایک نوکیلا دانت نکال کر اسے دکھایا۔ یہ دانت واپس آتے ہوئے عنبر نے بلا کے منہ سے توڑ کر اپنی جیب میں رکھ لیا تھا۔

شیلا دانت کو دیکھ کر ڈر گئی۔

"میرے خدا! کس قدر خوفناک دانت ہے۔"

شیلا نے ناگ سے ہاتھ ملایا اور مسکراتے ہوئے بولی:

"ناگ! خدا کا شکر ہے کہ تم واپس آ گئے۔ مگر تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟"

عنبر نے شیلا کو خوفناک بلا سے اپنے مقابلہ اور ناگ کے اژدہا بن جانے کی ساری داستان سنائی۔ شیلا تو حیران رہ گئی۔

"عنبر! میرا خیال تھا کہ ناگ غائب ہو کر خوفناک

بلا کو مار ڈالے گا مگر یہ کام تم نے کیا جو عام انسان کی طرح کمزور ہے۔"

عنبر مسکرانے لگا:

"تم ٹھیک کہتی ہو شیلا۔ مگر ایسا ہوا کہ خوفناک بلا خود ہی ایک گہرے کھڈ میں گر کر چکنا چور ہو گئی۔ ناگ غار میں پتھر کا اژدہا بنا ہوا تھا خوفناک بلا کے مرتے ہی ناگ پھر سے انسانی شکل میں آ گیا اور پھر ہم نے اس کا ایک دانت توڑ کر یادگار کے طور پر اپنے پاس رکھ لیا:"

شیلا نے کہا:

"مجھے یقین نہیں آ رہا کہ ایک انسان اژدہا بھی بن سکتا ہے یہ سائنس کا زمانہ ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا:"

ناگ بولا: "تم یہ بھول رہی ہو شیلا کہ یہ ہماری دنیا نہیں ہے بلکہ ایک انوکھا سیارہ ہے۔ یہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے:"

شیلا نے عنبر سے کہا:

"عنبر! میں اب بھی یہی کہوں گی کہ اس سیارے

پر بھی کوئی انسان ایسا نہیں کہ وہ سانپ یا اژدہا بن جائے۔"

اب ناگ ہنسنے لگا۔

عنبر نے کہا:

"خیر ان باتوں کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ ایندھن کا فارمولا کیسا جا رہا ہے؟"

شیلا انہیں لے کر لیبارٹری میں آ گئی۔ اس نے بتایا کہ فارمولا ٹھیک طرح سے کام کر رہا ہے اور دو ایک دن میں وہ ایندھن تیار کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ اس نے کہا:

"یہ ایندھن مائع کی شکل میں ہو گا۔ اس کی ایک بڑی بوتل ہماری خلائی شٹل کو اتنی گیس مہیا کر دے گی کہ وہ میرے اندازے کے مطابق ایک سال تک خلا میں سفر جاری رکھ سکے گی۔"

ناگ نے کہا:

"یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔ مگر شیلا! تمہارے خیال میں ہم اپنی زمین پر کتنے دنوں میں پہنچ جائیں گے۔ کیوں کہ تم خلائی سائنس دان ہو تمہیں ان باتوں کا علم ہو گا۔"

شیلا نے انہیں بتایا کہ اگر خلائی شٹل ٹھیک طرح سے کام کرتی رہی تو وہ ایک ماہ کے بعد اپنی زمین کے مدار میں داخل ہو جائیں گے۔

عنبر نے کہا:

"اور اگر ہماری خلائی شٹل خلا میں بھٹک گئی تو کیا کریں گے؟"

شیلا اداس ہو گئی کہنے لگی:

"عنبر! میں ہر حالت میں اپنی دنیا پر واپس جانا چاہتی ہوں۔ وہاں میرے ماں باپ اور بہن بھائی رہتے تھے۔ ایٹمی جنگ کے بعد ان پر کیا گزری؟ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ لیکن میرا دل کہتا ہے کہ وہ ایٹمی جنگ میں بھی زندہ رہے ہوں گے۔ اور — اور میں ان سے ضرور ملاقات کروں گی۔"

عنبر نے ناگ کی طرف دیکھا۔ کیوں کہ وہ دونوں زمین پر واپس نہیں جانا چاہتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ناگ کے کہنے کے مطابق وہ ماریا اور کیٹی کو خلا میں چھوڑ کر آیا تھا اور اس کا خیال تھا کہ اپنی دنیا پر جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ انہیں خلا میں رہ کر ہی ماریا اور کیٹی کو تلاش کرنا چاہیے۔ مگر ناگ نے

کوئی بات نہ کی۔ وہ دونوں خاموش رہے۔ عنبر نے شیلا
کا اپنے ماں باپ سے ملنے کا شوق دیکھ کر کہا:
"ایسی کوئی بات نہیں شیلا۔ مجھے تو یوں ہی خیال
آ گیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ ہم اپنی زمین پر
ضرور پہنچ جائیں گے اور تم اپنے ماں باپ
اور بہن بھائیوں سے ضرور ملاقات کرو گی"
شیلا نے عنبر کا شکریہ ادا کیا اور کہا:
"میں اپنا کام شروع کرنے جا رہی ہوں۔ تم
غذائی گولیاں کھا لینا۔ ڈبی کاک پٹ کے دراز
میں پڑی ہے"
شیلا لیبارٹری میں چلی گئی اور عنبر ناگ کاک پٹ
میں آ گئے۔
"عنبر! ہمارا اس خلائی شٹل میں زمین پر جانا بیکار
ہو گا۔ بلکہ ہم وہاں جا کر خواہ مخواہ پھنس جائیں
گے۔ ماریا اور کیتھی خلا میں ہی کسی سیارے پر
ہیں۔ ہمیں یہاں سے کسی دوسرے سیارے کی
طرف جانا ہو گا"
عنبر کہنے لگا:
"میں بھی ایسا ہی سوچتا ہوں مگر ہمیں شیلا سے اس

کا ذکر نہیں کرنا چاہیے۔ وہ اپنے ماں باپ سے
ملنا چاہتی ہے اور ہم اسے نہیں روک سکتے"
ناگ نے کہا:
"لیکن ہم بھی ماریا اور کیتھی سے ملنا چاہتے ہیں
ہمارا بھی اس کے ساتھ جانا مناسب نہیں۔ ہم زمین
پر واپس جا کر کیا کریں گے؟ ہو سکتا ہے ہمیں
زمین پر سے واپس خلا میں جانے کا موقع
نہ ملے"
عنبر نے کہا:
"سوچ لیں گے ناگ سوچ لیں گے"
ناگ چپ ہو کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ انہیں غذائی
گولیاں کھانے کی ضرورت نہیں تھی۔ عنبر بھی سامنے والی
کرسی پر نیم دراز ہو گیا۔
ناگ نے سوچتے ہوئے کہا:
"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم شیلا کو خلائی شٹل
میں زمین پر واپس بھیج دیں اور ہم اسی سیارے
پر رہ کر یہاں سے خلا میں کسی دوسرے سیارے
پر جانے کی کوشش کریں"؟
عنبر سوچنے لگ گیا۔ پھر بولا:

"پہلی بات تو یہ ہے کہ شیلا اکیلی جانا پسند نہیں کرے گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہاں ہمیں ایسا موقع نہ ملے کہ ہم کسی دوسرے سیارے پر جا سکیں اس منحوس سیارے پر چار بازوؤں والی مخلوق ہی رہتی ہے اور ان کے پاس کوئی اڑن طشتری یا راکٹ نہیں ہے۔ کہیں ہم اس سیارے پر بھی قید ہو کر نہ رہ جائیں؟"

ناگ کہنے لگا:

"ہمیں یہ تو تسلی ہو گی کہ ہم خلا میں ہیں۔ یہاں ماریا اور کیپٹی سے ملنے کی امید ہو سکتی ہے۔"

عنبر نے کہا:

"بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ اگر ہم زمین پر جاتے ہیں تو وہاں یہ امید پیدا ہو سکتی ہے کہ ہمیں مریخ کی خلائی مخلوق کا کوئی راکٹ اڑا کر خلا میں سفر کرنے کا موقعہ مل جائے۔ مریخ کی مخلوق بہرحال جنوبی افریقہ میں موجود ہے۔"

ناگ کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ عنبر بولا:

"اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ماریا اور کیپٹی پہلے ہی

سے زمین پر پہنچ چکے ہوں اور ہماری تلاش میں ہوں۔"

ناگ نے کہا:

"بہرحال تم چاہے کچھ فیصلہ کرو۔ میں تو یہی مشورہ دوں گا کہ ہمیں اس سیارے سے اپنی زمین پر واپس نہیں جانا چاہیے۔"

عنبر نے کہا:

"میرا مشورہ یہی ہے کہ ہمیں بھی واپس اپنی زمین پر جانا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں ہماری ملاقات ماریا اور کیپٹی سے ہو جائے۔"

"جیسے تمہاری مرضی!" یہ کہہ کر ناگ اٹھ کر چلا گیا۔

عنبر جانتا تھا کہ ناگ کو اس کا مشورہ پسند نہیں آیا مگر وہ مجبور تھا۔ اس کے سامنے سوائے اس فیصلے کے اور کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ دوپہر کے بعد عنبر نے ناگ کے ساتھ اس موضوع پر مزید بات چیت کی اور اسے شیلا کے ساتھ واپس اپنی زمین پر جانے کے لیے رضامند کر لیا۔

آخر ایک دن شیلا نے عنبر اور ناگ کو خوشخبری سنائی کہ اس نے مائع ایندھن تیار کر لیا ہے۔ یہ ایندھن

نیلے مائع کی طرح ایک بڑی بوتل میں بند تھا۔ شیلا نے ایندھن کو خلائی شٹل کی ٹینکی میں ڈال دیا۔ اب ٹیک اوف کرنے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ انہوں نے سب سے پہلے خلائی شٹل کی پہلی منزل کے ارد گرد اُگی ہوئی جنگلی گھاس کو صاف کیا۔ پھر نائیلون کی سیڑھیاں لگا کر خلائی شٹل کی باہر کی دیواروں کو پالش کیا۔ شٹل کی ساری مشینری کو درست کیا۔ ریڈار اور کمپیوٹر سسٹم کو تین چار بار "چیک" کیا گیا۔ خلائی چارٹ کو دیکھ کر شیلا نے شٹل کے کمپیوٹروں کو اپنی زمین کی سمت فکس کر دیا۔

شیلا عنبر اور ناگ کاک پٹ میں بیلٹس باندھ کر بیٹھ گئے۔ شٹل کے سارے فولادی دروازے بند کر دیئے گئے تھے۔

شیلا نے کہا:

"شٹل پرواز کے لیے تیار ہے۔ او کے؟"

"او کے!" عنبر اور ناگ نے بیک وقت کہا۔

شیلا نے ایک اُلٹی گنتی مکمل ہوتے ہی ایک سرخ بٹن دبا دیا۔ خلائی شٹل کے نیچے سے آگ کا سرخ شعلہ نکلا جو ایک سیکنڈ کے اندر زرد اور پھر سفید

ہو گیا اور اس نے شٹل کو آہستہ آہستہ اوپر اٹھانا شروع کر دیا۔ شٹل اوپر فضا میں بلند ہو رہی تھی۔ سامنے سکرین پر شیلا، عنبر اور ناگ اپنی اپنی کرسیوں میں جمے ہوئے بیٹھے تھے۔ سکرین پر سیارے کے درخت نیچے ہوتے جا رہے تھے۔

خلائی شٹل نے رفتار پکڑ لی۔ وہ تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی۔ اور دیکھتے دیکھتے وہ آسمان کی بلندیوں میں پہنچ گئی۔ عنبر ناگ اور شیلا نے اپنی اپنی بیلٹس کھول دیں۔ شیلا بڑی تیزی سے مختلف سوئچوں کو دبا رہی تھی۔ اس نے خلائی شٹل کا رُخ زمین کی طرف کر دیا تھا۔

وہ خوش ہو کر بولی:

"ہماری شٹل کا رُخ اب اپنی پیاری زمین کی طرف ہے اگر ہر شے ٹھیک طرح سے کام کرتی رہی تو ہم ایک مہینے کے اندر اندر اپنی زمین پر پہنچ جائیں گے۔"

ناگ نے کوئی جواب نہ دیا۔

عنبر بولا:

"خدا نے چاہا تو ہم ضرور پہنچ جائیں گے اپنی منزل پر۔"

خلائی شٹل کی رفتار سیارے کے مدار سے نکلنے کے
بعد انتہائی تیز ہو گئی تھی۔ سکرین پر خلا کا سیاہ آسمان
نظر آ رہا تھا جہاں دُور دُور سرخ رنگ کے ستارے
اور سیارے دمک رہے تھے۔

○

خلائی شٹل کا فرار

خلا میں سفر کرتے شٹل کو پندرہ دن گزر گئے۔
شیلا خوش تھی کہ زمین کی طرف آدھا راستہ طے ہو
گیا تھا۔ پندرھویں دن کی شام تھی کہ عنبر نے ایک دم
سے چونک کر ناگ کی طرف دیکھا۔ شیلا انجن روم میں تھی۔
عنبر نے کہا:
"تم نے کچھ محسوس کیا ناگ؟"
ناگ نے گہرا سانس لیا اور بولا:
"عنبر! حیرت کی بات ہے۔ مجھے ماریا اور کیٹی
کی ہلکی سی خوشبو آئی ہے۔"
عنبر بولا: "میں بھی تمہیں یہی کہنے والا تھا۔ مجھے
بھی ماریا اور کیٹی کی خوشبو آ رہی ہے۔ مگر یہ
خوشبو بہت ہلکی ہے۔"
"ہاں" ناگ بولا: "ایک لہر سی آتی ہے اور
خوشبو پھر غائب ہو جاتی ہے۔ مگر یہاں ان کی

خوشبو کہاں سے آ گئی؟"

عنبر نے کہا:

"ناگ! یہ خوشبو شٹل کے اندر سے نہیں بلکہ
شٹل کے باہر خلا سے آ رہی ہے۔"

اس کے ساتھ ہی دونوں دوست اٹھ کر کھڑکی کے
شیشے میں سے باہر خلا میں دیکھنے لگے۔ خلا میں ہلکی نیلی
روشنی سی پھیلی ہوئی تھی۔ آسمان کا رنگ بالکل سیاہ تھا۔
دُور دُور سیارے سرخ انگاروں کی طرح دہک رہے تھے۔

عنبر نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"ناگ! تمہیں وہ گول سی چیز نظر آ رہی ہے؟"

"ہاں" ناگ اور دیکھ کر بولا: "مگر یہ تو کوئی مصنوعی
سیارچہ ہے۔"

عنبر نے کہا:

"مجھے یقین ہے کہ ماریا اور کیپٹی کی خوشبو اسی مصنوعی
سیارے میں سے آ رہی ہے۔"

"تو تمہارا خیال ہے کہ ماریا کیپٹی اس کے اندر ہیں؟"

ناگ کے اس سوال پر عنبر نے سنجیدگی سے کہا:

"ہاں ناگ! یہ مصنوعی سیارچہ نہیں بلکہ کوئی خلا
میں بھٹکا ہوا خلائی جہاز ہے۔ یقیناً ماریا اور کیپٹی

اسی خلائی جہاز میں ہیں۔ دیکھو۔ خوشبو اب بھی
آ رہی ہے ان کی۔"

ناگ نے دو تین بار سانس لیا اور خوش ہو کر بولا:

"تمہارا اندازہ بالکل درست ہے عنبر! واقعی ماریا
اور کیپٹی کی خوشبو یہاں تک آ رہی ہے۔ اس
کا مطلب ہے کہ ہمیں اس خلائی جہاز کی طرف
جانا ہو گا۔"

عنبر نے کہا:

"شیلا سے بات کرتے ہیں۔"

انہوں نے شیلا کو انجن روم سے بلا کر خلا میں بھٹکتا
ہوا خلائی جہاز دکھایا تو وہ بولی:

"خلا میں اس قسم کی چیزیں گردش کرتی ہی رہتی
ہیں۔ اس سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

عنبر نے کہا:

"لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس خلائی جہاز
میں ہماری دو بہنیں ماریا اور کیپٹی بند ہیں۔"

شیلا تو حیرانی سے عنبر کا منہ تکنے لگی:

"یہ ۔۔۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو عنبر! تمہاری بہنیں
اور ۔۔۔ اس بھٹکتے ہوئے خلائی جہاز میں؟"

"شیلا کو اصل بات بتا دو عنبر!"
عنبر نے مختصر لفظوں میں کچھ چھپاتے ہوئے شیلا کو صرف اتنا بتایا کہ ماریا اور کیھٹی اس کی دو بہنیں ہیں جن سے وہ بہنوں کی طرح پیار کرتے ہیں۔ ہم چاروں بہن بھائی اکٹھے ہی زمین پر سیر و سیاحت کرتے ہوئے مریخ کی لیبارٹری میں غائب ہوئے تھے۔
"ہم نے تمہیں ماریا اور کیھٹی کے بارے میں اس لیے نہیں بتایا کہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔"
شیلا نے کہا:
"مگر تمہیں یہ کیسے پتہ چل گیا کہ تمہاری بہنیں ماریا اور کیھٹی اس بھٹکتے ہوئے خلائی گولے میں ہیں؟"
یہ بڑا مشکل سوال تھا اور اس کا جواب دینا اس سے زیادہ مشکل تھا۔ عنبر نے ناگ کی طرف ایک بار پھر دیکھا۔ اب ناگ نے کہا:
"بات یہ ہے شیلا کہ ہمارے جسموں میں سے مریخ کی لیبارٹری میں جانے کے بعد ایک خاص خوشبو نکلنا شروع ہو گئی تھی جس کو ہم سونگھ لیتے ہیں۔ اس وقت بھی ہمیں اپنی دونوں بہنوں ماریا اور

کیھٹی کی خوشبو آ رہی ہے اور یہ خوشبو اسی خلائی جہاز سے آ رہی ہے۔"
شیلا نے پریشان سا ہو کر کہا:
"اب تم کیا چاہتے ہو؟"
عنبر نے کہا:
"ہم چاہتے ہیں کہ تم خلائی شٹل کو اس خلائی جہاز کے پاس لے چلو تا کہ ہم اس میں پھنسی ہوئی اپنی دونوں بہنوں کو نکال کر اس شٹل میں لے آئیں کیا تم ایسا کر سکتی ہو؟"
شیلا نے کہا:
"یہ تمہاری بہنوں کی زندگی کا معاملہ ہے۔ میں کیسے انکار کر سکتی ہوں۔ لیکن خلائی شٹل اس کے زیادہ قریب نہیں جا سکتی۔ میں شٹل کو بھٹکتے ہوئے گولی جہاز سے کچھ دُور خلاء میں رکھوں گی اور پھر تم میں سے کسی کو خلائی سوٹ پہن کر خلا میں چہل قدمی کرتے ہوئے اس جہاز تک جانا ہو گا۔"
عنبر نے کہا:
"یہ کام میں کر لوں گا۔ تم شٹل کو خلائی جہاز

کے قریب لے کر چلو۔"

شیلا نے خلائی شٹل کے کچھ سوئچ بدلے۔ کئی ایک بٹن دبائے۔ کمپیوٹر پر جھک کر دیکھا اور خلائی شٹل نے خلا میں بھٹکتے ہوئے جہاز کی طرف رُخ کر لیا۔ عنبر اور ناگ بے تابی سے کھڑکی کے شیشے میں سے باہر دیکھ رہے تھے۔ گول خلائی جہاز ان کی شٹل کے قریب آ رہا تھا۔ انہیں ماریا اور کیپٹن کی خوشبو بھی زیادہ تیز آنے لگی تھی۔

شیلا کاک پٹ کی کرسی پر بیٹھی سکرین پر خلائی جہاز کو تک رہی تھی۔ وہ بڑی مہارت سے خلائی شٹل کو گول جہاز کے قریب لا رہی تھی۔ اس نے عنبر سے کہا: "عنبر خلائی سُوٹ پہن کر تیار ہو جاؤ۔"

عنبر نے خلائی سوٹ پہننا شروع کر دیا۔ اتنی دیر میں شیلا خلائی شٹل کو خلا میں بھٹکتے ہوئے جہاز کے قریب ایک فاصلے پر لے آئی اور اس نے اپنی شٹل کی رفتار کو خلائی جہاز کی رفتار کے ساتھ ملا دیا۔ جب دونوں کی رفتار ایک جیسی ہو گئی تو دونوں جہاز خلا میں ساکت نظر آنے لگے۔

شیلا نے عنبر سے کہا:

"عنبر اب تم خلائی گیٹ سے نکل کر جہاز پر پہنچو۔"

عنبر کے ساتھ نائیلون کی ایک رسّی بندھی ہوئی تھی۔ وہ خلائی سوٹ میں تھا۔ شٹل کا عقبی خلائی دروازہ، دو دروازوں کے درمیان میں بنا ہوا تھا۔ عنبر یہاں سے خلا میں پھسل گیا۔ خلا میں آتے ہی وہ تیرنے لگا۔ اس کے خلائی سوٹ میں پیچھے کی جانب ایک چھوٹا سا راکٹ لگا تھا۔ عنبر نے اپنے دستانے میں لگے ہوئے بٹن کو دبایا۔ راکٹ چلنے لگا اور عنبر نے خلا میں آہستہ آہستہ بھٹکتے ہوئے خلائی جہاز کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

ماریا اور کیپٹن کی خوشبو ایسی تھی کہ وہ شٹل کی فولادی چادر کو بھی چیر کر عنبر اور ناگ تک پہنچ گئی تھی۔ عنبر کو خلائی سوٹ کے اندر بھی ماریا اور کیپٹن کی خوشبو برابر آ رہی تھی۔ عنبر آہستہ آہستہ خلائی جہاز کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ خلائی شٹل میں شیلا اور ناگ بے چینی سے عنبر کو خلا میں سفر کرتے دیکھ رہے تھے۔

عنبر گول خلائی جہاز کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اس کو خلائی جہاز کے اوپر لگا ہوا گول شیشہ اب صاف نظر آنے لگا تھا۔ یہ گول خلائی جہاز ایک بڑے گنبد کی طرح تھا اور اس میں سے چار انٹینا باہر نکلے

ہوئے تھے۔ خلائی جہاز گھوم نہیں رہا تھا بلکہ ایک
جگہ رکا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اگرچہ وہ خلائی جہاز بھی
انتہائی رفتار سے سفر کر رہا تھا۔ مگر چونکہ عنبر کی رفتار بھی
اتنی ہی تھی جتنی خلائی جہاز کی تھی اس لیے دونوں ایک
جگہ پر کھڑے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

عنبر کا راکٹ اسے آہستہ آہستہ خلائی جہاز کے اوپر
لے آیا۔ عنبر کے خلائی سوٹ کے اندر مائیکروفون لگا تھا۔
اس نے شیلا سے کہا:

"میں خلائی جہاز کے اوپر پہنچ گیا ہوں۔ اس کے
اوپر شیشہ لگا ہے۔ میں شیشے میں سے نیچے
دیکھنے لگا ہوں۔"

شیلا نے کہا:

"او کے عنبر! میں تمہیں دیکھ رہی ہوں۔ ناگ بھی
تمہیں دیکھ رہا ہے۔"

عنبر آہستہ سے گول خلائی جہاز کے اوپر آ گیا۔
گول جہاز کی سطح پر رکتے ہی عنبر نے شیشے میں سے
نیچے جھانکا۔ اس نے دیکھا کہ خلائی جہاز کے اندر گول
کمرہ ہے۔ اسے معلوم تھا کہ وہ ماریا کو نہیں دیکھ سکے گا۔
کیوں وہ غائب ہو گی اور صرف کیٹی ہی اسے نظر

آئے گی۔ لیکن چونکہ اسے ماریا کی خوشبو بالکل صاف
آ رہی تھی اس لیے اسے یقین تھا کہ ماریا خلائی جہاز
کے اندر ہی ہے۔ اسے تھیوسانگ کا بھی خیال تھا کہ ضرور
وہ بھی اسی خلائی جہاز کے اندر ہو گا۔

مگر عنبر نے دیکھا کہ خلائی جہاز کے گول کمرے کے
اندر کیٹی کاک پٹ کی فولادی کرسی پر بے ہوش پڑی ہے۔
تھیوسانگ وہاں نہیں تھا۔ عنبر نے مائیکروفون پر شیلا کو کہا:

"ناگ سے کہو کہ مجھے کیٹی نظر آ گئی ہے مگر تھیوسانگ
نہیں ہے۔ کیٹی بے ہوش ہے۔"

شیلا نے ناگ کو مائیکروفون دے دیا۔

ناگ نے بے تابی سے پوچھا:

"ماریا کہاں ہے؟"

عنبر نے کہا:

"وہ مجھے نظر نہیں آ رہی مگر اس کی خوشبو برابر
آ رہی ہے۔ وہ ضرور خلائی جہاز کے اندر ہی
ہے۔ ہو سکتا ہے وہ بھی بے ہوش ہو گئی ہو۔
میرا خیال ہے اس جہاز کو کوئی حادثہ پیش
آیا ہے۔"

ناگ نے کہا:

"جہاز کے ساتھ رسّی باندھ کر اسے اپنی شٹل کی
طرف لاؤ۔"
شیلا نے مائیکروفون اپنے ہاتھ میں لے کر کہا:
"عنبر! تمہاری دونوں بہنیں مل گئی ہیں کیا؟"
عنبر نے کہا:
"ایک بے ہوش ہے۔ دوسری کا کوئی پتہ نہیں۔"
عنبر شیلا کو یہ نہیں بتاتا چاہتا تھا کہ ماریا غائب
حالت میں ہے۔
شیلا نے کہا:
"رسّی کا ہُک خلائی جہاز کے انٹینا میں باندھ کر
واپس آ جاؤ، ہم خلائی جہاز کو اپنی شٹل کی
طرف کھینچ لیں گے۔ او کے۔ جلدی کرو۔"
عنبر نے اپنے خلائی سوٹ کی دوسری نائیلون کی رسّی
کے ہُک کو خلائی جہاز کے اوپر والے اینٹینا
کے ساتھ باندھا اور آہستہ سے پیچھے ہٹ گیا۔ اب
اس نے اپنا رُخ خلائی شٹل کی طرف کر لیا۔ اس نے
راکٹ کو فائر کیا اور وہ خلائی شٹل کی طرف بڑھنے لگا۔
خلائی شٹل میں جانے کے بعد عنبر نے اپنا خلائی سوٹ
اتار دیا اور ناگ سے کہا:

"کیپٹن جہاز کے کاک پٹ میں بے ہوش پڑی ہے۔"
ناگ نے کہا:
"اور ماریا؟"
عنبر بولا: "ہو سکتا ہے وہ اندر ہو۔ کیوں کہ اس
کی خوشبو بھی آ رہی ہے۔ شیلا کو اس کے بارے
میں کچھ نہ بتانا۔"
شیلا کاک پٹ میں بیٹھی بڑے غور سے سامنے لگی
سکرین کو تک رہی تھی۔ خلائی جہاز آہستہ آہستہ شٹل
کی طرف آ رہا تھا۔ عنبر بھی شیلا کے پاس آ گیا۔ شیلا
کی ساری توجہ خلائی جہاز کی طرف تھی جو اب شٹل
کے بالکل قریب آ گیا تھا۔ پھر یہ جہاز بڑی آہستگی
کے ساتھ خلائی شٹل کے نیچے آ کر اس کی چھت
کے ساتھ لگ گیا۔ انہیں ٹھک کی آواز آئی تو شیلا
تیزی سے کاک پٹ کے پینل سے اٹھی اور بولی:
"ہمیں خلائی جہاز کا اوپر والا دروازہ کھولنا ہو
گا۔ میرے ساتھ آؤ۔"
عنبر، ناگ اور شیلا خلائی شٹل کے تہہ خانے میں
چلے گئے۔ یہاں ایک جگہ گول فولادی دروازہ بنا ہوا
تھا۔ شیلا بڑی تیزی سے کام کر رہی تھی۔ اس نے ایک

بٹن دبایا تو فولادی دروازہ ہلکی سی آواز کے ساتھ کھلتا
چلا گیا۔ اس کے کھلنے کے بعد عنبر اور ناگ کو خلائی
جہاز کا اوپر والا حصّہ نظر آنے لگا جو خلائی شِل کے
فرش پر باہر کی جانب لگا تھا۔

شیلا خلائی جہاز کی چھت پر آ کر اس کے اوپر
والے دروازے کو کھولنے لگی۔ وہاں ایک ایمرجنسی
بٹن باہر کی جانب لگا تھا۔ شیلا کو اس ساری ٹیکنیک
کا علم تھا۔ بٹن دباتے ہی خلائی جہاز کا دروازہ ایک
طرف کو ہٹ گیا۔

شیلا نے کہا:

"عنبر! سیڑھی نیچے لٹکاؤ۔"

عنبر نے المونیم کی سیڑھی نیچے لٹکا دی۔ پہلے شیلا نیچے
اتری۔ اس کے بعد عنبر اور ناگ بھی دوسرے خلائی جہاز
میں اتر گئے۔ ناگ اور عنبر نے اندر اترتے ہی جو سب
سے پہلی چیز محسوس کی یہ تھی کہ خلائی جہاز کے بند
کاک پٹ میں کیپٹن اور ماریا کی تیز خوشبو جیسی ہوئی تھی
ناگ اور شیلا نے بے ہوش کیپٹن کو سنبھالا اور ناگ
اسے کاندھے پر ڈال کر سیڑھی چڑھنے لگا۔ عنبر کے کان
میں ماریا کی آواز آئی:

"عنبر! یہ لڑکی تمہارے ساتھ کون ہے؟"

عنبر کو ماریا کی آواز پر اتنی خوشی ہوئی کہ وہ بول
پڑا:

"شیلا۔ شیلا ہے۔"

شیلا نے عنبر کی طرف پلٹ کر دیکھا۔ جیسے پوچھ رہی
ہو "تم کس سے باتیں کر رہے ہو؟"

عنبر نے فوراً بات بدل کر کہا:

"شیلا۔ میں تمہیں کہہ رہا تھا کہ کیپٹن بے ہوش
کیوں تھی؟"

شیلا اوپر چڑھتے ہوئے بولی:

"لیبارٹری میں جا کر چیک اپ کریں گی۔ تم
بھی اوپر آ جاؤ ہمیں اس خلائی جہاز میں زیادہ
دیر نہیں ٹھہرنا چاہیے۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے
کہ یہاں ایک عجیب سی گیس پھیلی ہے۔"

ماریا نے عنبر کے کان کے قریب آ کر آہستہ سے کہا:

"تم اس پر میرا راز ظاہر نہیں کرنا چاہتے؟"

عنبر نے آہستہ سے دوسری طرف منہ کر کے کہا:

"ابھی نہیں۔ اوپر ہمارے ساتھ آؤ۔"

یہ سرگوشی بھی شیلا تک پہنچ گئی۔ کیونکہ خلائی جہاز

کی فضا بالکل بند تھی۔ اس نے اوپر چڑھتے ہوئے کہا:
"یہ تم اپنے آپ سے کیا باتیں کر رہے ہو؟"
عنبر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے بولا:
"کچھ نہیں شیلا۔ مجھے تو وہم ہو گیا ہے۔"
یہ کہہ کر گول خلائی جہاز سے نکل کر خلائی شٹل میں آ گئے۔ ماریا بھی ان کے ساتھ ہی تھی۔ کیمیٹی کو اسی وقت لیبارٹری میں لے جایا گیا۔ شیلا نے چیک اپ کیا اور بولی:
"کسی انوکھی گیس کی وجہ سے یہ بے ہوش ہوئی ہے ابھی ہوش آ جائے گا۔"
پھر وہ عنبر اور ناگ کی طرف دیکھ کر کہنے لگی:
"اس لڑکی کیمیٹی کے دل کی دھڑکن کی رفتار ہمارے دل کی دھڑکن سے ایک پوائنٹ زیادہ ہے حالانکہ اسے ٹمپریچر بھی نہیں ہے۔ عجیب بات ہے۔"
عنبر اور ناگ نے کچھ نہ کہا، کیوں کہ انہیں معلوم تھا کہ کیمیٹی ایک خلائی مخلوق ہے اور ہماری زمین کی رہنے والی نہیں ہے۔ شیلا نے فولادی دروازہ بند کر کے اپنے خلائی شٹل کو گول خلائی جہاز سے الگ کر لیا۔ الگ ہوتے ہی شیلا نے اپنی شٹل کی رفتار بھی بڑھا دی۔ رفتار بڑھتی

تو گول خلائی جہاز پیچھے رہ گیا اور خلائی شٹل آگے ہی آگے خلا میں بڑھنے لگی۔
شیلا کاک پٹ میں آ کر بیٹھ گئی۔ کیمیٹی کو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔ ناگ اور عنبر کاک پٹ میں بیٹھے تھے۔ وہ کیمیٹی کو دیکھنے کا بہانہ بنا کر لیبارٹری میں آ گئے۔ ماریا بھی ان کے ساتھ تھی۔ لیبارٹری میں آتے ہی ناگ نے دروازہ بند کر دیا اور بولا:
"ماریا! خدا کا شکر ہے کہ تم دونوں سے ملاقات ہو گئی مگر کیمیٹی کیسے بے ہوش ہو گئی؟ ہتھوسانگ کہاں ہے؟"
ماریا نے کہا:
"ہم اپنے خلائی جہاز پر سوار ہونے کے لیے ایک سیارے پر سے فرار ہونے والے تھے کہ ہتھوسانگ ہم سے بچھڑ گیا۔ وہ ایک الگ جہاز پر سوار ہو کر فرار ہو رہا تھا کیوں کہ سیارے کی مخلوق ہمارے پیچھے لگی تھی۔ ہتھوسانگ دوسرے خلائی جہاز کو لے کر خلا میں کسی نامعلوم سمت کو روانہ ہو گیا اور ہمارا جہاز خلا میں بھٹکنے کے لیے سیارے سے ہزار میل دور اوپر آ گیا۔ ہمیں اس

خلائی جہاز کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔
ہمیں خلا میں بھٹکتے خدا جانے کتنے دن ہو گئے
تھے کہ جہاز کے کاک پٹ میں ایک تیز گیس
بھرنے لگی۔ اس گیس نے مجھ پر تو کوئی اثر نہ کیا
مگر کیٹی بے ہوش ہو گئی۔ اس کے بعد مجھے تمہاری
اور ناگ کی خوشبو محسوس ہونے لگی اس وقت تمہاری
خلائی شٹل ہمارے قریب سے گذر رہی تھی۔ پھر جو کچھ
ہوا تمہیں معلوم ہی ہے۔"

اب عنبر اور ناگ نے ماریا کو اپنی کہانی بیان کی اور
بتایا کہ کس طرح وہ منحوس سیارے کی خوفناک بلا کو ہلاک
کرنے کے بعد امریکی خلا باز عورت شیلا کے ساتھ خلائی شٹل
میں وہاں سے پرواز کر گئے۔

اتنے میں کیٹی کو ہوش آ گیا۔ اس نے عنبر اور ناگ
کو دیکھا تو اس کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔

"عنبر بھیا! ناگ بھائی!"

ناگ نے مسکرا کر کیٹی کو دیکھا اور کہا:

"تم آرام کرو کیٹی۔"

کیٹی بولی: "تم دونوں کو دیکھ لیا ہے۔ اب مجھے آرام
کی ضرورت نہیں رہی۔"

پھر کیٹی نے بھی عنبر ناگ سے پوچھا کہ وہ کس خلائی

جہاز میں ہے اور جس لڑکی نے اس کا علاج کیا
وہ کون ہے؟

عنبر نے کیٹی کو ساری کہانی سنا ڈالی۔

کیٹی کہنے لگی:

"تھیوسانگ کا ہمیں بہت افسوس ہے عنبر۔ ہم
اس کے بغیر زمین پر جا کر کیا کریں گے؟"

عنبر نے کہا:

"ہمارے پاس کوئی اپنی پسند یا ناپسند نہیں ہے کیٹی
بہن! ہمیں لامحالہ زمین پر جانا ہی ہو گا۔ کیوں کہ
خلائی شٹل کا رُخ ہماری زمین کی طرف ہے۔"

ماریا کہنے لگی:

"تھیوسانگ کا جہاز بھی خلا میں کسی طرف بھٹک
رہا ہو گا۔ ہو سکتا ہے راستے میں اس سے
ملاقات ہو جائے۔"

ناگ نے کہا:

"اگر ایسا ہو جائے تو بڑی خوش قسمتی کی بات
ہو گی۔"

کیٹی کہنے لگی:

"عنبر بھیا! تم سے تو بہت ہی دیر بعد ملاقات

ہوتی ہے۔ اچھا زمین پر چل کر تم سے تمہارے
سفر کی پوری کہانی سنوں گی۔"

عنبر بولا: "ایک بات یاد رکھنا۔ ہم نے شیلا کو
تمہارے بارے میں صرف اتنا ہی بتایا ہے کہ
تم ہماری بہن ہو اور ہم اکٹھے سوڈان کے
جنگل میں سیاحت کر رہے تھے کہ مریخ کی
مخلوق نے ہمیں پکڑ لیا اور ہم ان کی لیبارٹری
میں داخل ہونے کے بعد غائب ہو کر خلا میں
پہنچ گئے اور ماریا، تمہارے بارے میں ہم نے
شیلا کو یہ کہا ہے کہ ماریا ہمیں خلائی جہاز میں
ملی۔"

ماریا مسکراتے ہوئے بولی:

"میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی۔"

کیٹی نے کہا:

"مگر شیلا سے راز داری رکھنے کی کیا ضرورت ہے
عنبر بھائی؟"

ناگ بولا: "اور خواہ مخواہ کسی پر اپنا راز ظاہر
بھی تو نہیں کرنا چاہیے۔ اگر ضرورت پڑی تو شیلا
کو اپنے بارے میں بتا دیں گے۔"

عنبر نے کہا:

"ناگ ٹھیک کہتا ہے کیٹی! ہماری غیر معمولی
طاقتیں ہمارا بہت قیمتی راز ہیں اور ہمیں یونہی
اس راز کو افشا نہیں کرنا چاہیے۔"

ماریا نے پوچھا:

"ہم کب تک زمین پر پہنچ جائیں گے؟"

"شاید پندرہ دن اور لگ جائیں۔" ناگ نے جواب دیا۔

کیٹی کہنے لگی:

"کاش ہمیں تھیوسانگ راستے میں مل جائے مجھے اس
کا بہت خیال آ رہا ہے۔"

عنبر نے کیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا:

"کیٹی! ہماری ہزاروں برس کی زندگی اسی طرح گذری
ہے۔ تم کو ہم سے ملے زیادہ دیر نہیں ہوئی مگر
تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہم ایک دوسرے سے
مل مل کر بچھڑ جاتے ہیں یوں سمجھ لو کہ ہم حالات
اور سنسنی خیز واقعات کے دھارے پر بہے جا
رہے ہیں۔ اس لیے اگر ہم سے ہمارا کوئی ساتھی
بچھڑ جاتا ہے تو ہم اس کے بارے میں زیادہ
پریشان نہیں ہوتے بلکہ اپنے ساتھ پیش آنے

والے واقعات کا مقابلہ شروع کر دیتے ہیں۔
کیوں کہ ہمیں معلوم ہے کہ ہمارا ساتھی حالات
اور واقعات کے کسی نہ کسی موڑ پر ہمیں دوبارہ
آ کر مل جائے گا۔
کیپٹن خاموش ہو گئی۔
اتنے میں شیلا اندر آئی۔ وہ بڑی خوش تھی۔ کہنے لگی:
"عنبر ڈیئر! ہماری زمین نظر آنے لگی ہے۔"
ناگ اور عنبر کو اس خبر سے کچھ زیادہ خوشی نہیں
ہوئی تھی۔ کیوں کہ ان کا ایک پیارا ساتھی جھونسانگ ابھی
تک خلا میں بھٹک رہا تھا۔ پھر بھی عنبر نے بظاہر
مسکرا کر کہا:
"بڑی خوشی کی بات ہے"
"خدا کا شکر ہے کہ کیپٹن اب بالکل ٹھیک ہو
گئی ہے مگر اسے ابھی لیٹ کر آرام کرنا چاہیے
عنبر ناگ تم میرے ساتھ آؤ۔ تمہیں سکرین پر
زمین دکھاؤں"
عنبر اور ناگ شیلا کے ساتھ لیبارٹری سے نکل گئے۔
ماریا بھی ان کے ساتھ ہی لیبارٹری سے باہر چلی گئی۔
جاتے جاتے اس نے کیپٹن کو جھک کر کہا:

"میں ابھی آتی ہوں۔"
کیپٹن مسکرانے لگی۔
کاک پٹ میں آ کر شیلا نے سکرین کی طرف اشارہ کیا۔
عنبر ناگ اور ماریا سکرین کو دیکھنے لگے۔ سکرین میں ہماری
پیاری زمین ایک گول گنبد کی طرح نظر آ رہی تھی جس پر بھورے
رنگ کے پہاڑ، سبز رنگ کے جنگل اور نیلے رنگ کا
سمندر نظر آ رہا تھا۔
عنبر نے ناگ سے کہا:
"کیا یہ ہماری اصلی زمین ہے ناگ؟"
شیلا نے ہنس کر کہا:
"تو کیا ہماری کوئی نقلی زمین بھی ہے؟"
عنبر اسے کیا بتاتا کہ وہ اسی قسم کی ایک کھلی زمین
پر سے بھی ہو آئے ہیں جہاں پر اصلی دنیا میں گذرے
ہوئے واقعات دوبارہ گذر رہے تھے۔ وہ خاموش رہا۔
ناگ بولا: "میرا خیال ہے کہ یہ ہماری اصلی
زمین ہی ہے۔"
ماریا بھی پینل کے قریب کھڑی سکرین کی طرف دیکھ
رہی تھی۔ بے دھیانی میں ماریا نے پینل پر پڑی ہوئی
ایک قینچی کو اٹھا لیا۔ شیلا بڑی خوش تھی کہنے لگی:

"مجھے پوری امید ہے کہ میرے باپ ماں ضرور میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

وہ پینل پر بیٹھ گئی اور اِدھر اُدھر دیکھ کر بولی:

"قینچی کہاں چلی گئی؟ ابھی میں نے اسے یہاں دیکھا تھا۔"

قینچی ماریا کے ہاتھ میں تھی۔ عنبر اور ناگ سمجھ گئے کہ قینچی ماریا کے پاس ہی ہو سکتی ہے ورنہ وہ کبھی غائب نہ ہوتی۔ شیلا اِدھر اُدھر تلاش کرنے لگی۔ ماریا نے خاموشی سے قینچی پینل پر رکھ دی۔ شیلا نے قینچی کو دوبارہ پینل پر پڑے دیکھا تو اور زیادہ حیران ہو کر بولی:

"یہ کیا جادوگری ہے؟ یہ قینچی اچانک یہاں کیسے آ گئی؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"اسے میں نے اٹھا لیا تھا۔"

شیلا بھی اس شرارت پر مسکرا دی۔

خلائی شٹل بڑی تیزی سے زمین کی طرف جا رہی تھی۔ آخر خلائی شٹل خلا سے نکل کر زمین کے مدار میں داخل ہو گئی۔ مدار میں داخل ہوتے ہی شٹل کو ایک شدید جھٹکا لگا اور اس کی رفتار بے حد تیز ہو گئی۔

شیلا کنٹرول پر بیٹھی تھی۔ اس نے شٹل کے راکٹ چلا دیئے جو شٹل کے آگے لگے تھے جس کی وجہ سے اس کی رفتار معمول پر آ گئی۔

اب خلائی شٹل نے آہستہ آہستہ براعظم امریکہ کی ریاست میکسیکو کے خلائی اڈے پر اترنا شروع کر دیا۔ طویل رن وے پر دوڑتی ہوئی شٹل خلائی اڈے کے کنٹرول ٹاور کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔ شیلا نے باہر نکل کر دیکھا کہ سوائے کنٹرول ٹاور کے چھوٹی سی عمارت کے وہاں کوئی عمارت نہیں تھی۔ ہر طرف ملبے کے ڈھیر پڑے تھے۔ عنبر، ناگ، کیٹی اور ماریا بھی وہیں کھڑی تھی۔

عنبر نے کہا:

"ہماری دعا ہے کہ تمہارے ماں باپ سلامت ہوں شیلا! لیکن تیسری عالمگیر جنگ نے تقریباً ساری دنیا کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔"

اس تباہی کو دیکھ کر شیلا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ آنسو پونچھتی ہوئی بولی:

"مجھے یقین ہے میرے ماں باپ اور بہن بھائی زندہ ہوں گے۔"

عنبر نے پوچھا:

"تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

شیلا بولی: "ہمارا گھر واشنگٹن سے ایک سو میل دُور بالٹی مور میں تھا۔ میں وہاں جاؤں گی۔"

ناگ نے کہا:

"ہم اپنی گمشدہ بہن ماریا کی تلاش میں جنوبی امریکہ کے ملک برازیل کو جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

دراصل وہ اب شیلا سے الگ ہو جانا چاہتا تھا۔

شیلا اداس لہجے میں کہنے لگی:

"کیا تم اپنی بہن کو اکیلی چھوڑ دو گے؟ جب کہ میرے پاس ایک سائیکل تک نہیں کہ جس پر سوار ہو کر میں سفر کر سکتی؟"

عنبر نے کہا:

"تم فکر نہ کرو شیلا! ہم تمہیں تمہارے گھر تک چھوڑنے جائیں گے۔"

پھر اس نے ناگ کی طرف دیکھا اور بولا:

"ہاں ناگ! ہمیں شیلا کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہیے۔"

کیمپی نے بھی عنبر کا ساتھ دیا اور بولی:

"عنبر ٹھیک کہتا ہے۔ ہم شیلا بہن کو اس کے گھر پہنچا کر آئیں گے۔ وہ ہمیں یہاں تک لائی ہے تو

ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم بھی اسے اس کے گھر تک پہنچائیں۔"

ماریا بھی اس فیصلے سے خوش ہوئی، کیوں کہ شیلا کو اکیلا چھوڑ دینے کے وہ بھی حق میں نہیں تھی۔ اس فیصلے سے شیلا بہت خوش ہوئی۔

ناگ بولا: "میرا مطلب شیلا کو اکیلی چھوڑ دینا نہیں تھا۔ میں نے تو ویسے ہی کہا تھا کہ ہمارا پروگرام برازیل جانے کا ہے۔"

عنبر نے ناگ سے کہا:

"ٹھیک۔ میں سمجھ گیا۔ لیکن ہمیں اس بات کی خوشی بھی ہے کہ یہ واقعی ہماری اصلی دنیا ہے۔"

ناگ نے آہستہ سے جواب دیا:

"لگتا تو ایسا ہی ہے۔ آگے کچھ پتہ نہیں۔"

اور انہوں نے چلنا شروع کر دیا۔ کنٹرول ٹاور کے دروازے کے سامنے ایک چھوٹا سا گیراج تھا جس کی چھت کافی اونچی تھی۔ شیلا کا چہرہ خوشی سے کھل گیا کہنے لگی:

"عنبر! دُعا کرو کہ اس کے اندر کوئی چھوٹا ہوائی جہاز محفوظ پڑا ہو۔"

انہوں نے گیراج کا دروازہ کھول دیا۔ شیلا نے خوشی سے

نعرہ لگایا، کیوں کہ گیراج کے اندر نیلے اور سفید رنگ کا
ایک بڑا ہیلی کاپٹر کھڑا تھا۔ ہیلی کاپٹر کی ٹینکی پٹرول سے
بھری ہوئی تھی۔ شیلا نے مشینری کو چیک کیا۔

"ہر شے بالکل ٹھیک ہے۔ میں چھت اُوپر
اٹھاتی ہوں۔"

شیلا نے گیراج کی دیوار پر لگی ایک ہتھی کو نیچے کر
دیا۔ گیراج کی چھت آہستہ آہستہ اوپر اُٹھتی ہوئی ایک
طرف ہو گئی۔ شیلا نے کہا:

"اس میں سوار ہو جاؤ۔ ہمارا راستہ اب آسانی سے
کٹ جائے گا۔"

عنبر، ناگ، ماریا اور کیپٹن ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے۔
عنبر نے کہا:

"بالٹی مور یہاں سے بہت دور ہے۔ کیا یہ پٹرول
اتنی دُور تک ساتھ دے سکے گا؟"

شیلا بولی: "راستے میں کہیں نہ کہیں ہمیں گیس
مل جائے گی۔"

عنبر اور ناگ مسکرا دیئے، کیوں کہ ابھی شیلا کو اندازہ ہی
نہیں تھا کہ ایٹمی جنگ نے براعظم امریکہ میں کیا تباہی
مچا دی تھی۔ شیلا نے انجن سٹارٹ کر دیا۔ ہیلی کاپٹر کے

بڑے بڑے پنکھے گردش کرنے لگے۔ پھر وہ آہستہ سے
جھولتا ہوا زمین پر سے اٹھ کر گیراج کی چھت سے اُوپر
اٹھ آیا۔ شیلا نے اسے ایک جھکولے سے اُوپر اٹھا لیا۔

ہیلی کاپٹر اوپر ہی اوپر کافی بلند پر چلا گیا اور
پھر تیزی سے اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ دریاؤں
جنگلوں اور ویرانوں کے اوپر سے اڑتا ہوا اپنی منزل
بالٹی مور کی طرف چلا جا رہا تھا۔ شیلا یہ دیکھ کر دنگ
رہ گئی کہ تیسری عالمگیر جنگ کی ایٹمی تباہی نے ہر طرف
قیامت کا سماں پیدا کر دیا تھا۔ جہاں پہلے بڑے بڑے
شہر تھے وہاں اب کچھ بھی نہیں تھا اور یا پھر ملبے کے
اونچے اونچے ڈھیر لگے تھے۔

دریاؤں کے کنارے کہیں کہیں بچے کچے لوگ خیموں
اور جھونپڑیوں میں پھر سے نئی زندگی شروع کر رہے تھے۔
رات ہو گئی تو انہوں نے ایک جگہ زمین پر اُتر کر آرام
کیا۔ رات ایک پہاڑی کے دامن میں گزاری۔ دوسرے دن پھر
اپنا سفر شروع کر دیا۔ اسی طرح براعظم امریکہ کے ویران شہروں
میدانوں، پہاڑوں اور جنگلوں کے اوپر سے ہوتے ہوئے وہ
واشنگٹن شہر میں آگئے۔

شہر کی تقریباً سبھی اونچی عمارتیں ڈھیر ہو چکی تھیں۔ لگتا ہے

کسی بہت بڑے زلزلے نے شہر کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔
شیلا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ یہ سوچ کر پریشان ہو
گئی کہ اگر واشنگٹن شہر کا یہ حال ہوا ہے تو بالٹی مور شہر
کہاں بچا ہو گا۔ اس کے ماں باپ اور بہن بھائی کہاں
زندہ رہے ہوں گے۔ ہیلی کاپٹر بالٹی مور کی طرف اڑ رہا تھا۔
اگرچہ ناگ عنبر اور کیٹی نے اسے بہت تسلی دی مگر شیلا
کی آنکھوں میں اپنے ماں باپ کو یاد کر کے بار بار
آنسو آ رہے تھے۔

کیٹی اور زندہ لاش

شیلا اپنے وطن پہنچ گئی۔
ہیلی کاپٹر بالٹی مور کے شہر کے اوپر چکر لگا رہا تھا۔
شیلا پھٹی پھٹی آنکھوں سے نیچے گری پڑی عمارتوں اور
جلی ہوئی بسوں اور بندرگاہ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی
آنکھوں میں آنسو تھے۔ کیوں کہ اس قسم کی تباہی میں
اسے اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں سے ملنے کی
امید کی شمع بجھنے لگی تھی۔ ناگ عنبر اور کیٹی اس کا حوصلہ
بڑھا رہے تھے۔ ماریا بھی اس کے پاس ہی خاموش بیٹھی
تھی اور دل میں خداوند سے دعا مانگ رہی تھی۔
وہ شیلا کے سامنے نہیں آ سکتی تھی اور نہ اس نے
اپنا آپ شیلا پر ظاہر ہی کیا تھا۔ اس کی ضرورت ہی
نہیں تھی اور اب ماریا عنبر اور ناگ خوامخواہ اپنی
طاقت کی نمائش نہیں کرتے تھے۔

شیلا نے اس جگہ اپنا ہیلی کاپٹر اتار دیا جہاں کبھی

ان کا گھر ہوا کرتا تھا۔ شیلا کا گھر غائب ہو چکا تھا۔
شیلا رونے لگی۔ عنبر اور ناگ نے اس کی دل جوئی کی۔
کیپٹن نے کہا:
"شیلا بہن! ہو سکتا ہے تمہارے ماں باپ یہاں
سے نکل کر پہاڑوں یا جنگل میں چلے گئے ہوں۔"
عنبر بولا: "ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ چلو ہم سمندر کے
کنارے والے جنگل میں انہیں تلاش کرتے ہیں۔"
شیلا نے کوئی جواب نہ دیا۔ خاموشی سے آنسو پونچھنے
لگی۔ ناگ نے کہا:
"ہمیں جنگل میں جانا چاہیے۔"
بالٹی مور کی بندرگاہ کے تمام بڑے جنگی جہاز جل کر
ٹیڑھے میڑھے ہو گئے تھے۔ کچھ لوگ جو بچ گئے تھے۔
انہوں نے نئے جہاز بنانے شروع کر دیئے تھے۔ عنبر ناگ
شیلا اور کیپٹن بندرگاہ پر آ گئے۔ شیلا نے ایک ماہی گیر کو
پہچان لیا۔ یہ بوڑھا آدمی تھا اور خاموش ایک جگہ بیٹھا
جال کی مرمت کر رہا تھا۔
شیلا نے جا کر سلام کیا۔ بوڑھے ماہی گیر نے اپنا جھریوں
بھرا چہرہ اٹھا کر شیلا کو دیکھا۔ مگر اس کی آنکھوں میں خوف
اور دہشت تھی۔

شیلا نے کہا:
"انکل جی! تم نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں شیلا ہوں
میرے ماں باپ کہاں چلے گئے ہیں؟"
بوڑھے مچھیرے نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا:
"بڑی بھیانک تباہی تھی۔" اور خاموش ہو گیا۔
شیلا نے جب دو تین بار بوڑھے ماہی گیر کو اپنا نام
بتایا تو وہ بولا:
"تم شیلا ہو۔ میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔"
شیلا نے بے تابی سے کہا:
"میرے ڈیڈی ممی کہاں ہیں؟"
بوڑھا مچھیرا کچھ دیر ٹکٹکی باندھے سمندر کی طرف دیکھتا
رہا۔ پھر جنگل کی جانب اپنی انگلی کا اشارہ کر کے بولا:
"وہ لوگ جنگل کی طرف بھاگے تھے۔ ابھی یہاں
پہلا میزائیل ہی گرا تھا۔ میں نے انہیں بھاگتے
دیکھا تھا۔"
شیلا کا چہرہ جذبات سے سرخ ہو گیا۔ اس نے ناگ
سے کہا:
"ناگ! میرے ڈیڈی ممی ضرور جنگل میں ہوں گے۔"
وہ واپس آ کر ہیلی کاپٹر میں بیٹھے اور جنگل کی طرف

پرواز کرنے لگے۔

یہ جنگل جو کبھی بہت گھنا ہوا کرتا تھا۔ اب ایٹمی
حملوں کی وجہ سے جگہ جگہ سے جل کر راکھ ہو گیا ہوا
تھا۔ شیلا بڑے غور سے نیچے دیکھ رہی تھی۔ اس نے
ایک جگہ بچے ہوئے درختوں کے پاس ایک جھونپڑی کی
طرف اشارہ کرکے کہا:

"وہیں اس جھونپڑی کے پاس اُتر رہی ہوں۔"

ہیلی کاپٹر جھونپڑی کے قریب اتر گیا۔ اسے اُترتے
دیکھ کر جھونپڑی میں سے ایک ادھیڑ عمر کا امریکی باہر نکلا
اس کے ہاتھ میں بیلچہ تھا۔

شیلا نے چیخ مار کر کہا:

"ڈیڈی!"

وہ بھاگ کر اپنے ڈیڈی سے لپٹ گئی۔ اندر سے
شیلا کی ممی اور بہن بھی آ گئیں۔ خوشی سے ان سب کی
آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ شیلا نے اپنے بھائی کے
بارے میں پوچھا:

ڈیڈی نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا:

"بیٹی! تمہارا بھائی ان درختوں کے پیچھے ہل چلا
رہا ہے۔ ہم ایک بار پھر پرانے زمانے میں

آ گئے ہیں۔"

شیلا کا بھائی بھی آ گیا۔ یہ ملن بڑا خوبصورت تھا۔
شیلا نے ناگ عنبر اور کیپٹن کا اپنے ماں باپ اور
بہن بھائی سے تعارف کروایا اور اپنی ساری کہانی سنائی۔
اس کی ماں نے کہا:

"بیٹی! اس جنگ نے ساری دنیا کو برباد کر
دیا ہے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تمہاری
جان بچ گئی۔"

شیلا کا بھائی بولا:

"ہماری کاروبار بھی تباہ ہو چکا ہے۔ ہم نے
دوبارہ کھیتی باڑی شروع کر دی ہے۔"

عنبر ناگ کیپٹن اور ماریا اس جگہ دو روز رہنے کے
بعد آگے چلنے کا پروگرام بنانے لگے۔

شیلا کے باپ نے ان سے کہا:

"میرے بچو! تم کہاں جاؤ گے۔ دنیا میں کوئی جگہ
کوئی شہر سلامت نہیں رہا۔ تم ہمارے پاس ہی رہ جاؤ۔"

کیپٹن نے کہا:

"انکل! ہمارا ایک بھائی کھو گیا ہے۔ ہم اس کی
تلاش میں ہیں۔"

شیلا بولی: "تم تھیوسانگ کی بات کر رہی ہو؟"

"ہاں" ناگ نے کہا "ہمیں ابھی اپنے اس بھائی کو تلاش کرنا ہے شیلا۔"

عنبر نے پوچھا:

"اس دنیا میں کوئی ایسا ملک بھی ہے جس نے جنگ میں حصہ نہ لیا ہو۔"

شیلا کے باپ نے کہا:

"صرف سوئیٹزرلینڈ ایک ایسا ملک ہے جس نے جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا۔ مگر کہتے ہیں کہ وہ بھی جنگ کی بربادیوں سے نہیں بچ سکا۔"

ناگ نے کیٹی کی طرف دیکھ کر کہا:

"ہمیں سوئیٹزرلینڈ کی طرف نکل جانا چاہیے۔ تھیوسانگ سے وہاں ملاقات ہونے کا امکان ہے۔"

شیلا اور اس کے ڈیڈی ممی نے انہیں بہت روکا مگر عنبر ناگ اور کیٹی ان سے اجازت لے کر ہیلی کاپٹر میں یورپ کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہ بحرالکاہل اور بحر اوقیانوس پر سے گذرتے ہوئے یورپ کے براعظم میں داخل ہو گئے۔

ماریا نے کہا:

"سوئیٹزرلینڈ اگر جنگ میں غیر جانبدار تھا تو وہاں ضرور آبادی ہو گی اور سائنسی طور پر بھی اسے نقصان نہیں پہنچا ہو گا۔"

کیٹی بولی: "ماریا ٹھیک کہتی ہے۔ اگر سوئیٹزرلینڈ کی خلائی لیباریٹری تباہی سے بچ گئی ہے تو ہم وہاں سے کسی راکٹ میں سوار ہو کر خلا میں تھیوسانگ کی تلاش میں روانہ ہو سکتے ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"خیال تو بڑا مناسب ہے۔ مگر بوڑھے نے یہ بھی تو کہا ہے کہ سوئیٹزرلینڈ بھی جنگ کی تباہیوں سے نہیں بچ سکا۔"

ناگ بولا: "یہ تو وہاں چل کر ہی معلوم ہو گا۔"

ہیلی کاپٹر میں انہوں نے ایک ویران تیل کے کنوئیں سے جو کسی طرح بچ گیا تھا تیل لیا اور فرانس سپین اور اٹلی کے اوپر سے ہوتے ہوئے سوئیٹزرلینڈ کی برف سے ڈھکی ہوئی وادی میں پہنچ گئے۔ انہوں نے اوپر سے دیکھا کہ دو بلند پہاڑوں کی برف پگھل کر سیلاب کی طرح سوئیٹزرلینڈ کے دارالحکومت برن کو بہا کر لے گئی تھی اور سارا شہر کیچڑ میں ڈوبا ہوا تھا صرف کہیں کہیں اونچی

عمارتوں کی چھتیں اور مینارے ہی نظر آ رہے تھے۔

عنبر نے کہا:

"جنیوا کے شہر کا رُخ کرو۔ یہاں سپر طاقتوں کے اجلاس ہوا کرتے تھے۔"

ماریا کہنے لگی:

"یہاں تو دونوں سپر طاقتوں نے ایٹمی حملے کیے ہوں گے۔"

ماریا کا اندازہ کسی حد تک درست تھا۔ جنیوا کا شہر بہت حد تک تباہ ہو چکا تھا۔ کہیں کہیں کوئی عمارت اس طرح کھڑی تھی کہ اس کی کھڑکیاں اور دروازے غائب تھے۔ انہیں کسی جگہ کوئی انسان نظر نہ آیا۔

کیپٹن ہیلی کاپٹر چلا رہی تھی۔ اس نے عنبر کے کہنے پر ہیلی کاپٹر جنیوا کی مشہور اور خوبصورت جھیل کے کنارے اتار دیا۔ یہاں کنارے پر ایک پتھر اور لکڑی کی عمارت ابھی تک صحیح سلامت تھی۔ عنبر ناگ ماریا اور کیپٹن اس عمارت میں داخل ہو گئے۔

دسمبر کا مہینہ تھا۔ جگہ جگہ برف پڑی تھی۔ سخت سردی پڑ رہی تھی۔ یہ عمارت ایک منزلہ تھی۔ اندر لکڑی کے فرش والا بڑا کمرہ تھا جس کے آتشدان میں آگ بجھی ہوئی تھی۔

پاس ہی گدّے دار آرام کرسیاں پڑی تھیں۔

ناگ نے کہا:

"لگتا ہے یہاں جنگ نہیں آئی۔"

کمرے میں لکڑی کی سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں۔

ماریا نے کہا:

"میں اوپر جا کر دیکھتی ہوں۔"

عنبر ناگ اور کیپٹن باہر سے لکڑیاں اٹھا کر لائے اور آتش دان میں آگ روشن کر دی۔ اگرچہ انہیں سردی سے بچنے کی زیادہ ضرورت نہیں تھی مگر ناگ کو سردی محسوس ہو رہی تھی۔ آتش دان میں آگ جلنے سے کمرہ نیم گرم ہو گیا۔

ماریا اوپر سے نیچے آئی اور بولی:

"اوپر ایک بیڈ روم بھی ہے جہاں پلنگوں پر بستر لگے ہیں۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"ٹھیک ہے میں اور ناگ اوپر سوئیں گے۔"

کیپٹن نے جلدی سے کہا:

"تم دونوں کو سونے کی کیا ضرورت ہے؟ اوپر میں اور ماریا رہیں گے۔"

ناگ نے کہا:

"مگر ہمیں تو یہاں کی مشہور خلائی لیبارٹری کو تلاش کرنا ہے تاکہ اگر وہاں کوئی راکٹ وغیرہ مل جائے تو اس میں بیٹھ کر ہم خلا میں پرواز کر جائیں۔"

ماریا بولی: "ہم کل خلائی لیبارٹری کا سراغ لگائیں گے۔"

عنبر کہنے لگا:

"ویسے مجھے یقین نہیں آتا کہ یہاں کوئی خلائی لیبارٹری باقی بچی ہو گی۔ بہرحال کل تلاش کریں گے۔ اس وقت تو رات ہونے والی ہے۔"

عنبر ناگ کیٹی اور ماریا آتشدان کے قریب آرام کرسیوں پر بیٹھ کر اپنے سفر، دنیا کی تباہی اور تھیوسانگ کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ باہر برف گرنا شروع ہو گئی۔ کیٹی اٹھ کر کھڑکی کے پاس آ گئی۔ اس نے شیشے میں سے باہر دیکھا۔ برف کے سفید سفید گالے رات کے اندھیرے میں بڑی نرمی سے گر رہے تھے۔

وہ واپس آ کر آتشدان کے پاس لکڑی کے فرش پر بیٹھ گئی اور بولی:

"اگر ہمیں کوئی پرانا اور ٹوٹا پھوٹا راکٹ بھی مل گیا

تو میں اسے مرمت کر کے پرواز کے لائق بنا دوں گی۔"

عنبر نے کہا:

"دعا کرو کہ کوئی پرانا راکٹ ہی مل جائے کیونکہ ہم تھیوسانگ کو خلا میں بھٹکنے کے لیے اکیلا نہیں چھوڑ سکتے۔"

ناگ کہنے لگا:

"وہ کسی نہ کسی سیارے پر ہی ہو گا۔ عنبر! کیا ہم تمہارے غیبی شیشے سے کام لے کر اوپر خلا میں نہیں جا سکتے؟"

عنبر بولا: "ہم ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر یہاں سے غائب تو ہو سکتے ہیں مگر اس میں خطرہ بھی ہے۔ خدا جانے ہم کسی ایسے سیارے پر پہنچ جائیں کہ جہاں آتش فشاں پہاڑ لاوا اگل رہے ہوں ایک بار ہی خطرہ مول لینا کافی تھا۔"

کیٹی بولی: "اگر ہمیں کسی صورت میں بھی کوئی راکٹ وغیرہ نہ مل سکا تو ہمیں یہ خطرہ مول لینا ہی پڑے گا۔"

پھر کیٹی نے عنبر سے غیبی شیشہ لے کر اس کا

عنبر نے جائزہ لیا۔ کیٹی خود خلا کی رہنے والی تھی اور
غیبی شیشہ بھی خلائی مخلوق کا تھا۔ مگر کیٹی کو بھی غیبی
شیشے کے پیچھے بنے ہوئے ہندسے اور ڈگریوں کے نشان
سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ اُس نے کہا:

"اس پر جو ڈگریاں بنی ہیں وہ کسی نہ کسی سیارے
کی ہیئتیں ہیں۔ لیکن ہمیں کچھ نہیں معلوم کہ ہم
کس سیارے پر پہنچ جائیں گے۔ اس لیے پہلے
ہمیں صبح اس شہر کے خلائی سنٹر کی تلاش کرنی
چاہیے۔ اگر ہمیں کہیں سے بھی کوئی خلائی جہاز
یا راکٹ نہ مل سکا تو پھر اس غیبی شیشے
ہی سے کام لینا پڑے گا۔"

عنبر آتشدان کے پاس جھک کر بیٹھا تھا۔ ناگ
کرسی پر بیٹھا آتشدان میں اٹھتے ہوئے شعلوں کو
تک رہا تھا۔ ماریا اس کے پیچھے کرسی پر بیٹھی تھی۔

ماریا نے کہا:

"میں غائب ہوں۔ مجھے نہ سردی لگتی ہے نہ
گرمی۔ میرا خیال ہے کہ میں شہر کا ایک چکر لگا
کر خلائی سنٹر کو تلاش کرتی ہوں۔"

کیٹی بولی: "تم کو خلائی سنٹر مل بھی گیا تو تم وہاں

کچھ معلوم نہ کر سکو گی۔ کیونکہ تم خلائی ٹیکنالوجی
سے واقف نہیں ہو۔ میں خلائی لڑکی ہوں۔ مجھے
بھی سردی زیادہ نہیں لگتی۔ تمہاری جگہ اگر میں شہر
کا چکر لگاؤں تو زیادہ بہتر ہو گا۔"

ناگ بولا: "مگر شہر کہاں باقی بچا ہے؟"

کیٹی نے کہا:

"جنیوا شہر اگرچہ تباہ ہو چکا ہے لیکن میرا خیال
ہے کہ یہاں کا خلائی سنٹر ان لوگوں نے کسی
پہاڑی کے اندر بنا رکھا ہو گا جو ضرور محفوظ ہو
گا۔ میں ایٹمی تابکاری کو اپنے
جسم پر محسوس کر لیتی ہوں۔ میں اس سنٹر کا کھوج
لگا لوں گی۔"

عنبر نے کہا:

"میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

کیٹی ہنسنے لگی:

"تو کیا تم مجھے بزدل سمجھتے ہو عنبر بھائی؟"

"ایسی بات نہیں ہے" عنبر بولا: "میں تمہیں اکیلی
نہیں جانے دینا چاہتا۔"

ماریا نے کہا:

"چلو ہم میں سے کوئی بھی نہیں جاتا"
لیکن کیٹی نے خلائی سنٹر کی تلاش میں جانے کا فیصلہ کر
لیا تھا۔ کیوں کہ اسے یقین تھا کہ جنیوا کے جھیل کنارے
والے کسی پہاڑ کے اندر خلائی سنٹر ضرور ہو گا۔ جب
رات گہری ہو گئی تو عنبر اور ناگ تو آتش دان کے
پاس لیٹ گئے اور پروگرام کے مطابق ماریا اور کیٹی
اوپر والے کمرے میں چلی گئی۔

ماریا کے ہوتے ہوئے کیٹی کا باہر نکلنا مشکل تھا۔
وہ ماریا کو وہاں سے کسی دوسری طرف بھجوانے کے بارے
میں سوچ ہی رہی تھی کہ ماریا خود ہی بولی :

"کیٹی! میں اب بھی یہی کہوں گی کہ مجھے باہر
جا کر خلائی سنٹر کا سراغ لگانا چاہیے۔"

کیٹی نے کہا :

"ماریا بہن! دراصل میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔
عنبر اور ناگ نیچے ہیں۔ ہم اوپر والی منزل سے
کسی طرح باہر نکل جاتی ہیں۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔ میرے ساتھ آؤ" ماریا نے کہا۔
کیٹی مسکرا کر بولی :
"تم تو مجھے نظر نہیں آ رہی ہو۔ میں تمہارے

پیچھے کیسے آؤں گی ؟"
ماریا کی آواز آئی :
"میری خوشبو کے پیچھے پیچھے آؤ۔"
کیٹی بولی : "یہ تو میں جانتی ہوں۔ میں ویسے ہی
تمہیں مذاق کر رہی تھی۔"

ماریا اور کیٹی نے کمرے کی پچھلی کھڑکی کھول کر باہر دیکھا۔
باہر برف ابھی تک گر رہی تھی مگر یہ بڑی ہلکی برف تھی۔
چاروں طرف گہرا اندھیرا تھا۔ لیکن کیٹی اور ماریا کو جھیل
کی برف پوش سفید سطح اور دور سفید درخت اور پہاڑ
دھندلے دھندلے باقاعدہ نظر آ رہے تھے۔

کھڑکی کے نیچے ایک فولاد کی چھوٹی سی سیڑھی لگی تھی۔
یہ سیڑھیاں یورپ کے مکانوں میں ضرور لگائی جاتی ہیں تاکہ
اگر مکان کو آگ لگ جائے تو اس سیڑھی سے اتر کر
جان بچائی جا سکے۔ اس قسم کی سیڑھیاں کو فائر سٹیپز
کہتے ہیں۔ ماریا کو سیڑھی پر سے اترنے کی ضرورت نہیں
تھی۔ وہ کھڑکی میں سے باہر کود گئی۔ اور روئی کے گالے
کی طرح بڑے آرام سے زمین پر آ کر لگ گئی۔

کیٹی سیڑھی اتر کر نیچے آ گئی۔ انہوں نے تیزی سے
پہاڑ کی طرف چلنا شروع کر دیا۔

کیٹی نے کہا:

"ہم ایک دو گھنٹے بعد واپس آ جائیں گے۔ عنبر ناگ کو ہمارے جانے کا پتہ بھی نہیں چلے گا۔"

ماریا بولی: "تمہیں یقین ہے کہ خلائی سنٹر اس پہاڑ کے اندر ہو گا؟"

کیٹی کہنے لگی:

"مجھے اس لیے یقین ہے کہ یورپ میں اس قسم کے خلائی سنٹر زمین یا پہاڑوں کے اندر بنائے جاتے ہیں۔ جنیوا کے خلائی سنٹر کے بارے میں میں نے سن رکھا ہے کہ وہ کسی پہاڑ کے اندر بنایا گیا ہے۔"

وہ جھیل کے ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔ رات کے اندھیرے میں جھیل پر جمی ہوئی سفید برف انہیں دھندلی نظر آ رہی تھی۔

ماریا نے کہا:

"جھیل پر برف سخت ہو چکی ہے۔ تم اس پر چل سکتی ہو ذرا کوشش کر کے دیکھو۔"

کیٹی نے جھیل کی برف پوش سطح پر پاؤں رکھا

تو اسے محسوس ہوا کہ برف سخت ہے۔ اس طرح سے انہیں شارٹ کٹ مل جاتا تھا۔ کیٹی نے جھیل پر چلنا شروع کر دیا۔ ماریا اس کے ساتھ ساتھ جھیل کی سطح سے ایک فٹ بلند ہو کر ہوا میں آہستہ آہستہ پرواز کرتی چلی جا رہی تھی۔

شارٹ کٹ ہونے کی وجہ سے یہ دونوں سہیلیاں اور دوست بہت جلد سامنے والے برف پوش پہاڑ کے دامن میں پہنچ گئیں۔ یہاں ہر طرف برف جمی تھی۔ درخت برف سے ڈھکے ہوئے تھے۔ پہاڑ کی چوٹی پر برف ہی برف تھی۔ پہاڑ کی دیوار برف سے خالی تھی۔ اور رات کی تاریکی میں سیاہ دکھائی دے رہی تھی۔

یہاں پہنچ کر ماریا نے کیٹی سے پوچھا:

"کیا تمہیں ابھی تابکاری محسوس ہو رہی ہے؟"

کیٹی بولی: "ابھی تک مجھے اس قسم کی کسی لہر کا احساس نہیں ہوا ہمیں پہاڑ کا ایک چکر لگانا ہو گا۔"

ماریا نے کہا:

"ایسا کرتے ہیں کہ تم پہاڑ کا چکر لگاؤ اور میں پہاڑ کے اوپر سے ہو کر دوسری طرف جا کر

دیکھتی ہوں"
کیٹی نے کہا :
"تم کہیں ادھر اُدھر نہ ہو جانا ماریا"
ماریا نے مسکراتے ہوئے کہا :
"کچھ بھی ہو مجھے تمہاری خوشبو آ جائے گی اور
تم بھی میری خوشبو سونگھ کر میرے پاس پہنچ
سکتی ہو میں جا رہی ہوں پہاڑ کے اوپر"

یہ کہہ کر ماریا زمین سے اچھلی اور تیزی سے اڑتی
ہوئی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئی۔ کیٹی کو ماریا کی خوشبو
اپنے سے دور ہوتی محسوس ہوئی۔ پھر یہ خوشبو بہت دھیمی
پڑ گئی۔ ماریا کے جانے کے بعد کیٹی پہاڑ کی دیوار کے
ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ اچانک ایک جگہ کیٹی کو ایٹمی
تابکاری کی لہریں اپنے خلائی جسم سے ٹکراتی محسوس
ہوئیں۔ کیٹی رک گئی۔ اس نے بڑے غور سے اس
طرف دیکھا جدھر سے اس کے خیال کے مطابق ایٹمی
تابکاری کی لہریں آ رہی تھیں۔

کیٹی آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی۔ پہاڑ کی دیوار
کے پاس اسے ایک جگہ قبر سی بنی ہوئی نظر آئی۔
کیٹی نے جھک کر اس قبر کو دیکھا۔ قبر پر برف پڑی

تھی۔ اس کے پیچھے ایک کتبہ لگا تھا جو ٹیڑھا ہو گیا تھا۔
کتبے پر انگریزی میں پرانے لفظوں میں ایک تحریر لکھی
تھی۔ کیٹی نے اسے پڑھا۔ اس پر لکھا تھا۔
"یہاں ڈاکٹر فرینک نسٹائن دفن ہے۔ خدا اس
کے گناہ معاف کرے"

کیٹی سوچنے لگی کہ یہ ڈاکٹر فرینکنسٹائن ضرور کوئی
بدمعاش قسم کا انسان ہو گا جس کے لیے پادری صاحب
نے کتبے پر اس کے گناہ بخشوانے والا کتبہ لگوا دیا۔

پیارے بچو! کیٹی کو تو فرینکنسٹائن کے بارے میں کچھ
پتہ نہیں تھا۔ ڈاکٹر فرینکنسٹائن ایک بہت بڑا سائنس دان
تھا۔ مگر اس کے دل میں برائی پیدا ہو گئی۔ وہ برے
راستے پر چل نکلا اور اس نے اپنے اوپر سائنسی تجربے
کرنے کے بعد خود کو ایک بہت بڑا عفریت بنا لیا اور
پھر یورپ کے شہروں میں تباہی مچا دی۔ اس نے کئی
انسانوں کو ہلاک کر ڈالا۔ وہ آدھی رات کے اندھیرے
میں جنگل اور شہر کو جانے والی ویران سڑکوں پر گھات
لگا کر بیٹھ جاتا اور جو کوئی ادھر سے گزرتا اچانک
اس کے سامنے آ جاتا۔ فرینکنسٹائن کا قد سائنسی تجربے کے
بعد آٹھ فٹ اونچا ہو گیا تھا۔ اس کا سر بڑا ہو گیا

تھا۔ آنکھیں مردہ ہو کر پتھر کی طرح ہو گئی تھیں اور چہرے
پر ایک لمبا زخم کا نشان بھی پڑ گیا تھا۔

یورپ کے جس شہر میں فرینکنسٹائن کا عفریت جاتا
وہاں تباہی اور افراتفری مچ جاتی۔ پولیس بندوقیں اور
مشین گنیں لیے اس کے تعاقب میں نکل پڑتی۔ مگر
فرینکنسٹائن پر کوئی گولی اثر نہیں کرتی تھی۔ اتفاق سے ایک
کسان فرینکنسٹائن کے سامنے آکر بھاگ نکلنے میں کامیاب
ہو گیا۔ اس نے پولیس کو بتایا کہ فرینکنسٹائن کی شکل کسی
زندہ لاش کی طرح ہے اور وہ لاش کی طرح دونوں ہاتھ
آگے بڑھا کر بڑے لمبے ڈگ بھرتا ہوا آہستہ آہستہ چلتا
ہے۔ اسی دن سے اخباروں اور لوگوں نے اسے زندہ لاش
کہنا شروع کر دیا۔ اب ہم بھی ڈاکٹر فرینکنسٹائن کو زندہ
لاش ہی کہیں گے۔

یہ زندہ لاش ایک بار پولیس کے گھیرے میں آگئی
اس پر زہریلی گیس پھینکی گئی۔ جس کی وجہ سے وہ مر گئی
کم از کم لوگوں نے یہی سمجھا کہ ڈاکٹر فرینکنسٹائن یا زندہ
لاش مر چکی ہے۔ چنانچہ اسے پہاڑ کے دامن میں ایک
جگہ دفن کر کے اوپر کتبہ لگا دیا گیا کہ یہاں ڈاکٹر فرینکنسٹائن
دفن ہے۔ خدا اس کے گناہ معاف کرے۔ کیپٹن کو زندہ

لاش کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا۔

وہ یہی سمجھی کہ یہ کسی گناہ گار ڈاکٹر کی قبر ہے۔
مگر وہ بات پر کچھ حیران ہوئی کہ ایسی تابکاری کی
شعاعیں قبر کے اندر سے آ رہی تھیں۔ کیپٹن نے سوچا
کہ ہو سکتا ہے خلائی سنٹر کو اسی جگہ سے کوئی خفیہ
راستہ جاتا ہو اور سنٹر والوں نے اس راستے کو پوشیدہ
رکھنے اور لوگوں کی نظروں سے بچانے کے لیے یہاں
ایک قبر بنا دی ہو۔ کیپٹن کو یقین تھا کہ اگر یہ بات ہے
تو اس قبر میں جانے والا کوئی خفیہ راستہ ضرور بنا
ہوا ہو گا۔

کیپٹن نے قبر کے خفیہ راستے کو تلاش کرنا شروع
کر دیا۔

اسے ماریا کی خوشبو آ رہی تھی مگر یہ خوشبو کافی ہلکی
تھی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ماریا ابھی تک اس پہاڑ
کی دوسری جانب ہے۔ کیپٹن نے قبر پر سے برف کو
ہٹایا۔ قبر پر پتھر لگا تھا۔ قبر کے پاؤں کی جانب سے کیپٹن
نے جب برف ہٹائی تو اسے وہاں ایک سوراخ نظر
آیا۔ کیپٹن نے ہاتھ اندر ڈال کر دیکھا کہ وہاں ایک
بڑا پتھر لگا ہے مگر وہ ہلتا ہے۔ کیپٹن نے تھوڑا سا

کیٹی تڑپ کر پیچھے کو مڑی تو زندہ لاش تابوت
سے باہر نکل آئی۔ کیٹی دیوار کے ساتھ لگ گئی قبر کے اندھیرے
میں اپنے سامنے ایک آٹھ فٹ اونچی چوڑی چکلی عفریت
نما لاش کو دیکھ رہی تھی۔ زندہ لاش کے کپڑوں کے چیتھڑے
لٹک رہے تھے۔ اونچے ماتھے پر لمبے زخم کے ٹانکوں
کے نشان اسے صاف نظر آ رہے تھے۔ لاش کی آنکھیں
پتھر کی طرح مردہ تھیں۔ اس کے منہ میں سے خون کی
ایک لکیر نکل کر ٹھوڑی پر جم رہی تھی۔ زندہ لاش کے
حلق سے وحشت ناک غراہٹ نکل رہی تھی۔

زندہ لاش دونوں لمبے لمبے بازو پھیلائے کیٹی کی
طرف بڑھی۔

کیٹی خلائی لڑکی تھی۔ وہ خوف زدہ نہیں تھی مگر زندہ
لاش کو دیکھ کر حیران ضرور تھی۔ اتنی اونچی لمبی چوڑی چکلی
لاش اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

کیٹی نے حملہ کرنے کا فیصلہ کیا اور اچھل کر زندہ لاش
کو ایک زبردست فلائنگ کک ماری۔ مگر زندہ لاش پر کوئی
اثر نہ ہوا۔ کیٹی کو محسوس ہوا کہ اس کی ٹانگیں کسی پتھر کی
دیوار سے جا کر ٹکرائی ہیں۔

وہ دیوار کے پاس گر پڑی۔ زندہ لاش کے حلق سے

ایک بھیانک غراہٹ نکلی۔ اور اس نے کیٹی کو گردن سے
دبوچ کر اوپر اٹھا لیا۔ کیٹی اس کے ہاتھوں میں ایک بکری
کی طرح جھکنے لگی۔ کیٹی کو زندہ لاش کی بے پناہ طاقت کا
اندازہ ہو گیا تھا۔ وہ ٹانگوں کو اچھال کر اپنے پاؤں زندہ لاش
کے منہ پر مارنے ہی والی تھی کہ اسے اپنے جسم میں سوئیاں
سی چبھتی محسوس ہوئیں۔

چوتھا تابوت

کیٹی کے جسم سے آہستہ آہستہ طاقت ختم ہو رہی تھی۔

زندہ لاش کے جسم سے جو تابکاری کی شعاعیں نکل رہی تھیں وہ سیدھی اس کے جسم میں داخل ہو کر اس کے خلائی خون میں شامل ہو رہی تھیں۔ کیٹی کو محسوس ہوا کہ اس کا جسم سن ہو رہا ہے۔ اس کے بازو لٹکنے لگے۔ پھر ٹانگیں بھی بے جان سی ہو کر لٹکنے لگیں۔

زندہ لاش نے ابھی تک اسے اوپر اٹھا رکھا تھا اور غرا رہی تھی۔ کیٹی کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔ اور پھر وہ بے ہوش ہو گئی۔

زندہ لاش نے بے ہوش کیٹی کو اٹھا کر خالی تابوت میں سیدھا لٹایا اور اپنی گردن میں کھبی ہوئی چاندی کی کیل کو نکالا اور کیٹی کی گردن میں گاڑ دی۔ کیل کیٹی کی گردن میں اندر تک گھس گیا۔ زندہ لاش نے ایک بھیانک چیخ مار کر دونوں ہاتھ اپنے سینے پر زور سے مارے

اور قبر کے محرابی دروازے سے جھک کر دوسری قبر میں آ گئی۔ زندہ لاش نے محرابی دروازے کو زور سے بند کر کے اس کے آگے مٹی اکھاڑ کر ڈال دی اور پھر رینگ کر قبر کے سوراخ میں سے باہر اندھیری برفیلی رات میں نکل گئی۔

زندہ لاش نے یخ بستہ سرد رات کے اندھیرے میں آتے ہی جھیل کے دوسرے کنارے کی طرف دیکھا۔ دور برف پوش جھیل کے دوسرے کنارے پر ایک مکان کی کھڑکی میں سے ہلکی ہلکی روشنی آ رہی تھی۔ یہ روشنی اس مکان سے آ رہی تھی جس کے بڑے کمرے میں عنبر اور ناگ آتشدان کے قریب آنکھیں بند کیے بیٹھے ہوئے تھے۔ آتشدان کی آگ بجھ چکی تھی اور میز پر ایک بڑی موم بتی جل رہی تھی۔ یہ اسی موم بتی کی روشنی تھی جو زندہ لاش کو دور سے دکھائی دے رہی تھی۔

زندہ لاش کے حلق سے غراہٹ کی آواز نکلی اور اس نے جھیل کی سخت برفیلی سطح پر روشنی کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ زندہ لاش لمبے لمبے ڈگ بھر رہی تھی مگر وہ زیادہ رفتار سے نہیں چل رہی تھی۔ اس کے چلنے کا انداز ایسا تھا جیسے کوئی بہت بڑا کھلونا چابی

دیئے جانے کے بعد چلتا ہے۔

عنبر اور ناگ بڑے کمرے میں لیٹے تھے۔ وہ کافی باتیں کر چکے تھے اور پھر اپنی اپنی مرضی سے انہوں نے کچھ دیر سو جانے کا فیصلہ کیا اور سو گئے۔ اس وقت بھی وہ گہری نیند سو رہے تھے۔ عنبر اور ناگ نیند سے بے نیاز تھے مگر وہ جب چاہتے اپنی مرضی سے سو جایا کرتے تھے تا کہ وقت گذر جائے۔

عنبر اور ناگ چونکہ گہری نیند میں تھے اس لیے انہیں اس بات کا احساس ہی نہیں ہو سکا تھا کہ اوپر سے کیٹی اور ماریا کی خوشبو نہیں آ رہی ہے۔

زندہ لاش برف پوش رات کی تاریکی میں جھیل کے اوپر سے گذر کر عنبر ناگ والے مکان کے قریب آ گئی۔ لاش نے ٹھنڈے شیشے کے ساتھ منہ لگا کر اندر جھانکا۔ اسے دو آدمی آتشدان کے پاس لیٹے گہری نیند میں سوتے نظر آئے۔ زندہ لاش کے پھٹے ہوئے ہونٹ پھیل گئے۔ شاید لاش تھوڑا سا مسکرائی تھی۔ مسکرانے سے لاش کا چہرہ اور زیادہ ڈراؤنا ہو گیا تھا اور حلق سے غراہٹ نکلنے لگی تھی۔

زندہ لاش کے دانت نوکیلے تھے۔

عنبر نے کروٹ بدلی تو لاش کا چہرہ شیشے کے پیچھے سے غائب ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد زندہ لاش دوسری کھڑکی کے پاس آ گئی۔ اس نے دروازے پر ہاتھ رکھا تو ہلکی سی آواز پیدا ہوئی۔ ناگ کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے گردن گھما کر کھڑکی کی طرف دیکھا۔ مگر اتنی دیر میں لاش شیشے کے آگے سے ہٹ گئی تھی۔

ناگ کروٹ بدل کر پھر سونے کی کوشش کرنے لگا۔ اب اسے غراہٹ کی آواز آئی۔ ناگ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے عنبر کو بھی اٹھا دیا۔

"کیا بات ہے ناگ؟"

ناگ نے کہا:

"باہر کوئی درندہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کی غرانے کی آواز آئی تھی"

عنبر نے کان لگا دیئے۔ ایک ہلکی سی غراہٹ اسے بھی سنائی دی۔ اس نے چونک کر کہا:

"ماریا اور کیٹی کی خوشبو نہیں آ رہی ناگ"

ناگ بھی ایک دم سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"وہ تو اوپر چلی گئی تھیں"

"خوشبو نہیں آ رہی ان کی"

یہ کہہ کر عنبر اوپر جانے والی سیڑھی کی طرف بڑھا۔
ناگ بھی اس کے پیچھے پیچھے لپکا۔ اب انہیں درندے
کی غراہٹ بھول گئی تھی۔ اور ماریا اور کیٹی کی فکر پڑ گئی
تھی کہ وہ کہاں چلی گئی تھی۔

اوپر والے کمرے میں جا کر انہیں سب سے پہلے
تو یہ پتہ چلا کہ کیٹی موجود نہیں ہے۔ ناگ نے ماریا کو
آواز دی۔

عنبر نے جھنجلا کر کہا:

"تم اسے کیا آوازیں دے رہے ہو۔ اس کی خوشبو
ہی نہیں آ رہی۔"

"مگر وہ کہاں جا سکتی ہیں؟" ناگ نے تلملا کر کہا۔

"مجھے کیا معلوم ہے۔" عنبر نے بھی غصے میں آ کر کہا
پھر سر کو جھٹک کر کہنے لگا:

"معاف کر دینا یار ناگ! میں غصے میں آ گیا تھا
اصل میں مجھے غصہ ماریا اور کیٹی پر آ رہا ہے
کہ جب انہیں تاکید کی تھی کہ وہ یہاں سے
باہر نہ جائیں تو پھر یہ دونوں بے وقوف لڑکیاں
کہاں چلی گئیں؟"

ناگ نے کھڑکی کے شیشے میں سے باہر دیکھا اور بولا:

"باہر تو گھپ اندھیرا ہے۔ میرا خیال ہے کیٹی نے
خلائی سنٹر کا کھوج لگانے کی رٹ لگا رکھی تھی
وہ ضرور ماریا کو لے کر خلائی سنٹر کی تلاش
میں نکل گئی ہے۔"

عنبر نیچے اترتے ہوئے بولا:

"کیٹی کبھی کبھی بڑی احمقانہ حرکتیں کرتی ہے اسے
معلوم ہونا چاہیے کہ یہ اجنبی جگہ ہے۔ یہاں
وہ کسی بھی مشکل میں گرفتار ہو سکتی ہیں اور
ماریا کو دیکھو کہ وہ بھی اس کے ساتھ چل پڑی۔"

ناگ نے کہا:

"اگر انہیں ایسا کرنا ہی تھا تو کم از کم ہمیں خبر
کر دی ہوتی۔"

عنبر بولا: "ہمیں خبر کرتیں تو ہم انہیں جانے کی اجازت
کیسے دے سکتے تھے؟"

باہر سخت سردی اور تاریک فضا میں سے غراہٹ
کی وہی آواز پھر سنائی دی۔ عنبر نے کھڑکی کی طرف دیکھا۔
ناگ بولا:

"یہی آواز میں نے سنی تھی۔"

عنبر نے کہا:

"یہ کسی درندے کی آواز لگتی ہے۔ شاید کوئی جنگلی
چیتا ہے۔ چلا جائے گا۔ مگر ماریا اور کیٹی کا
کیا کیا جائے؟"
ناگ نے کہا:
"سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ میں عقاب
بن کر ان دونوں کی تلاش میں جاتا ہوں۔"
عنبر نے تھوڑا سا غور کیا اور پھر کہنے لگا:
"ٹھیک ہے۔ تم فوراً عقاب کی شکل میں اس
علاقے میں جا کر پرواز کرو اور دیکھو کہ ماریا اور
کیٹی کہاں ہیں۔"
"میں ابھی جاتا ہوں۔"
ناگ نے کھڑکی کھول دی۔ پھر سانس اوپر کو کھینچ کر
عقاب کی شکل اختیار کی اور پھڑپھڑاتا ہوا اندھیرے میں
اڑ گیا۔ اس کے جانے کے بعد عنبر نے کھلی کھڑکی میں
سے سر باہر نکال کر دیکھا۔ بے حد سخت اور یخ بستہ ہوا
اس کے چہرے اور گردن سے ٹکرائی مگر اسے ٹھنڈ
بالکل نہ لگی۔ سردی کا احساس ضرور ہوا۔
عنبر نے کھڑکی بند کر دی اور آتشدان کے پاس آ کر
آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ میز پر موم بتی آہستہ آہستہ پگھل

رہی تھی۔ اس کی زرد ہلکی روشنی بڑے پراسرار طریقے
سے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ کئی چیزوں کے سائے
اس روشنی میں لمبے لمبے ہو گئے تھے۔ جس کرسی پر عنبر
لیٹا تھا اس کا سایہ بھی آدھے فرش پر پڑ رہا تھا۔
عنبر نے آنکھیں بند کر لیں اور ایک بار پھر سونے کی
کوشش کرنے لگا۔ کیونکہ اس کے پاس وقت گزارنے کا
دوسرا کوئی طریقہ نہیں تھا۔ نیند اس کی آنکھوں میں واپس
آنے ہی والی تھی کہ اسے ایک بار پھر زندہ لاش کی
غراہٹ سنا دی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں اور کھڑکی
کی طرف دیکھا۔ کھڑکی کا شیشہ خالی تھا۔ عنبر نے سوچا
کہ یہ کم بخت جنگلی چیتا یہاں کیا کر رہا ہے؟ ادھر
سے جاتا کیوں نہیں؟
عنبر کرسی پر سے اٹھ کر کمرے کے بڑے دروازے
کی طرف آیا۔ دروازہ کھول کر وہ سرد رات کے اندھیرے
میں باہر آ گیا۔ اسے وہاں کوئی درندہ دکھائی نہ دیا۔
وہ واپس مکان میں آ کر آتشدان کے پاس بیٹھ گیا اور
ناگ کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔
ناگ عقاب کی شکل میں۔ جھیل کا ایک چکر کاٹ
کر پہاڑ کی طرف گیا تو اسے اچانک ماریا کی خوشبو

آئی۔ کیٹی کی خوشبو نہیں آ رہی تھی۔ ناگ اس خوشبو پر
پہاڑ کی دوسری طرف گیا تو اس کو آواز آئی:
"ناگ: پیچھے آ جاؤ۔"
یہ ماریا کی آواز تھی۔ اس نے اندھیرے میں ناگ
کو عقاب کی شکل میں اپنے اوپر منڈلاتے دیکھ لیا
تھا۔ ناگ تیزی سے نیچے آ کر انسانی شکل میں آ گیا۔
ماریا کی خوشبو بالکل قریب سے آ رہی تھی۔ اس نے پوچھا
"ماریا: تم میرے پاس موجود ہو نا؟"
"ہاں۔"
"کیٹی کہاں ہے؟" ناگ نے پوچھا۔
ماریا نے کہا:
"میں خود اس کی تلاش میں ہوں۔"
پھر ماریا نے ناگ کو اپنی حماقت کا اعتراف کرتے ہوئے
ساری بات سنا دی۔ ناگ اس پر سخت ناراض ہوا اور
اس نے کہا:
"عنبر بہت غصے میں ہے۔ تم لوگوں نے اتنی
اندھیری رات میں خواہ مخواہ باہر نکلنے کی کیوں
حماقت کی۔"
ماریا بولی: "ہمارا ارادہ نیک تھا۔ ہم خلائی منظر

کی تلاش میں نکلی تھیں۔ میں نے کیٹی کو اس
جگہ رکنے کے لیے کہا تھا۔ اب دیکھتی ہوں تو
وہ یہاں پر نہیں ہے۔ میں دیر سے اس کو
تلاش کر رہی ہوں۔"
ناگ اندھیرے میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔
"یہاں تو کوئی انسان نظر نہیں آتا اور کیٹی کی
خوشبو بھی نہیں آ رہی۔ اس کو یہاں تلاش کرنا
فضول ہے۔ چلو واپس چلو۔ ممکن ہے وہ واپس
مکان پر پہنچ گئی ہو۔"
وہ جھیل والے مکان کی طرف بڑھے تو راستے میں
انہوں نے برف کی ایک اونچی ڈھیری کو دیکھا۔ یہی وہ
قبر تھی جس کے اندر کیٹی بند تھی اور بے ہوش ہونے
یا زندہ لاش کے چاندی کے کیل کی وجہ سے کیٹی کی
خوشبو آنا بند ہو گئی تھی۔ جس کو زندہ لاش نے کیٹی کی
گردن میں گاڑ دیا تھا۔ ناگ نے برف کی ڈھیری کو
دیکھ کر کہا:
"یہ کسی کی قبر لگتی ہے۔"
ماریا بولی: "قبریں تو یہاں جگہ جگہ بنی ہوئی ہیں۔
لیکن کیٹی اس قبر کے اندر نہیں ہے۔ اگر وہ اس

کے اندر ہوتی تو اس کی خوشبو ضرور آ رہی ہوتی۔"
ماریا کی دلیل بڑی معقول تھی۔ چنانچہ ناگ نے قبر
پر زیادہ توجہ نہ دی اور ماریا کے ساتھ اپنے مکان
کی طرف آ گیا۔ عنبر بے تابی سے انتظار کر رہا تھا۔ اس
کو ماریا کی خوشبو آئی تو اس نے پوچھا:
"کیٹی کہاں ہے؟"
کیوں کہ اسے ناگ کے ساتھ کیٹی نظر نہیں آ رہی تھی۔
ماریا نے کہا:
"عنبر بھائی! میں اپنی حماقت کو مانتی ہوں۔ مگر ہم
بڑے اعتماد کے ساتھ یہاں سے نکلی تھیں اور یہ
کوئی پہلا موقع نہیں ہے کہ ہم اندھیری رات میں
اکیلی باہر نکلی ہوں۔"
عنبر نے کہا:
"کیٹی کہاں ہے؟"
ماریا نے عنبر کو بھی ساری کہانی بیان کر دی۔ وہ سر
پکڑ کر بیٹھ گیا۔
"ماریا! تم نے ہماری مشکلوں میں اضافہ کیا ہے۔
ہم ہتھیوسانگ کے پاس جانے کی فکر میں تھے کہ
تم نے کیٹی کو کھو دیا ہے۔"

ماریا بولی: "ہم بھی ہتھیوسانگ تک پہنچنے کے لیے
خلائی سنٹر کی طرف گئے تھے۔"
عنبر بولا: "تو پھر خلائی سنٹر تو تمہیں نہ ملا مگر کیٹی
ہاتھ سے کھو بیٹھی ہو۔ اب ہم اسے کہاں تلاش
کریں گے؟"
ماریا نے بھی ناراض ہو کر کہا:
"عنبر تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ کیٹی کو زمین
نہیں کھا گئی اور پھر یہ ہمارے سفر کے واقعات
کا ایک حصہ ہے۔ ہم کئی بار ایک دوسرے
جدا ہوئے ہیں اور پھر مل بھی گئے ہیں۔"
ناگ نے بیچ میں پڑتے ہوئے کہا:
"اب تم لوگ لڑائی کیوں کرنے لگے ہو۔ صبح
ہونے ہی والی ہے۔ کیٹی ضرور شہر کی طرف
نکل گئی ہو گی۔ مل جائے گی۔ ہم دن نکلتے ہی
شہر کی طرف چلیں گے۔"
عنبر نے کہا:
"شہر تو ویران ہو چکا ہے۔ بہرحال خدا کرے کہ
کیٹی کسی مشکل میں نہ پھنس گئی ہو۔"
وہ مکان کے اندر یہ باتیں کر رہے تھے اور زندہ

آگے کو کھڑی تھیں۔ زندہ لاش دوسرے ہال کمرے میں آ گئی۔ یہاں کئی ایک سفید اور نیلے رنگ کے راکٹ زمین پر پڑے تھے۔ زندہ لاش ان راکٹوں کے بیچ میں سے گذرتی ہوئی آگے بڑھ کر ایک سٹیل کے دروازے کو کھول کر چھوٹے سے کمرے میں آ گئی۔ یہاں لوہے کی سیڑھی نیچے اترتی تھی۔ نیچے ایک گول پائپ دیوار میں دھنسا ہوا تھا۔ یہ کافی بڑا پائپ تھا۔ زندہ لاش اس پائپ میں گھس کر رینگتی دیوار کی دوسری طرف چلی گئی۔ دیوار کی دوسری طرف پتھر کی گول چھت والا ایک کمرہ تھا جس میں تین تابوت پہلے سے رکھے تھے۔ زندہ لاش نے ایک ایک کر کے چاروں تابوت کھول دیئے۔ ان تابوتوں میں تین نوجوان لڑکیاں بے ہوش پڑی تھیں۔ ان کی گردنوں میں بھی چاندی کے کیل گڑھے ہوئے تھے۔

زندہ لاش ان بے ہوش لڑکیوں کو دیکھ کر غرائی اور پھر تینوں تابوتوں کو بند کر کے جس راستے سے آئی تھی۔ اسی راستے سے سرنگ کے اندھیرے راستے سے ہوتی برف کے ڈھیر میں باہر نکل آئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان بے ہوش لڑکیوں کو دیکھ کر اپنی تسلی کرنے آئی تھی۔

زندہ لاش برف پوش جنگل میں سے گذر کر واپس

لاش ایک کھڑکی کے شیشے کے کونے سے لگی انہیں دیکھ رہی تھی۔ پھر لاش کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ کھڑکی سے ہٹ کر جھیل کے دوسرے کنارے کی طرف چلنے لگی۔ جہاں جھیل کے جنوبی کنارے سے جنگل کی طرف راستہ جاتا تھا۔ لاش اس راستے پر چلنے لگی۔ یہاں درختوں کی شاخیں برف سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ لاش کے کاندھے شاخ سے ٹکراتے تو اوپر سے برف جھڑ جھڑ کر نیچے گرنے لگتی۔

برف پر لاش کے چوڑے بن مانس ایسے قدموں کے نشان پڑتے جا رہے تھے۔ زندہ لاش اپنے پاؤں کے نشانوں سے بے نیاز جنگل کے برف پوش سفید درختوں میں سے گذرتی چلی گئی۔ ایک جگہ جنگل میں درختوں کے درمیان ایک کھلی جگہ آ گئی جہاں برف کا ایک بہت بڑا ڈھیر پڑا تھا۔ ایک طرف سے برف کے اس ڈھیر میں گول سرنگ نما شگاف بنا تھا۔ زندہ لاش جھک کر اس شگاف سے سرنگ کے اندر داخل ہو گئی۔

یہ سرنگ زمین کے اندر ایک بہت بڑے ہال کمرے میں جا کر نکلتی تھی جہاں دیواروں کے ساتھ فولادی پائپ بندھے تھے۔ لوہے کی بڑی بڑی الماریاں دیوار کے ساتھ

جھیل کی سطح پر آکر اپنے پہاڑی غار کی طرف روانہ ہو
گئی۔ غار میں جا کر اس نے بے ہوش کیٹی کو تابوت
میں سے نکال کر اپنے چوڑے چکلے کندھے پر ڈالا اور
جنگل اور برف پوش جھیل کی سطح پر سے گذرتی ہوئی
واپس اسی برف کے ڈھیر میں چھپے ہوئے ڈھیر کے
شگاف سے نکل کر نیچے گول تہہ خانے میں آگئی۔
یہاں اس نے بے ہوش کیٹی کو ایک خالی تابوت
میں ڈال دیا۔ منہ چھت کی طرف کر کے ایک چیخ
ماری۔ یہ خوشی کی چیخ تھی۔ خدا جانے یہ زندہ لاش
ان بے ہوش لڑکیوں کو یہاں کس لیے جمع کر رہی تھی۔
زندہ لاش فتح کے احساس کے ساتھ جھومتی جھامتی
برف کے ڈھیر سے باہر نکل آئی۔ رات کی تاریکی کم
ہونے لگی تھی۔ زندہ لاش نے برف کے شگاف کو
برف سے ڈھک دیا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتی اس
مکان کے قریب سے ہو کر جھیل کی طرف نکل گئی جس
کے اندر موم بتی کی روشنی میں عنبر ناگ اور ماریا آتشدان
کے پاس بیٹھے ابھی تک باتیں کر رہے تھے۔ انہیں
زندہ لاش کے وہاں قریب سے گذرنے کا کوئی احساس
نہ ہوا۔

ماریا نے کھڑکی سے باہر دیکھ کر کہا:
"دن نکل رہا ہے۔ ہلکی ہلکی صبح کی روشنی پھیل
رہی ہے میرا خیال ہے ہمیں باہر نکل کر اب
کیٹی کی تلاش شروع کرنی چاہیے۔"
عنبر اور ناگ بھی کھڑکی کے قریب آگیا۔
عنبر نے کہا:
"ناگ! تم اڑ کر سارے علاقے کا چکر لگاؤ اور
ماریا۔ تم بھی پرواز کرتی ہوئی جاؤ اور دیکھو کر
کہیں کیٹی کے قدموں کے نشان موجود ہیں
کہ نہیں۔ میں یہاں تم لوگوں کا انتظار کروں گا۔"
ناگ بولا: "میرا خیال ہے ہم تینوں کو ایک
ساتھ باہر نکل کر کیٹی کا کھوج لگانا چاہیے۔"
ماریا نے کہا:
"ناگ کا مشورہ بالکل ٹھیک ہے۔ اب ہمیں ایک
دوسرے کے ساتھ ہی رہنا چاہیے۔"
عنبر نے تھوڑی دیر غور کیا پھر بولا:
"ٹھیک ہے۔ ہم اکٹھے ہی باہر نکلتے ہیں۔"
باہر صبح کی دھندلی روشنی پھیل چکی تھی۔ چاروں طرف
برف ہی برف تھی۔ رات بھر ہوا چلنے کی وجہ سے

برف سخت ہو گئی تھی۔ پھر بھی مکان سے باہر نکل کر
جب وہ تھوڑی دور گئے تو ناگ نے زمین پر جمی
برف کی طرف دیکھ کر کہا:
"یہ تو کسی کے پاؤں کے نشان ہیں۔"
سخت برف کی اوپر والی سطح پتلی تھی جس کی وجہ
سے برف پر کہیں کہیں زندہ لاش کے بن مانس ایسے
بڑے بڑے انسانی پاؤں کے نشان پڑ گئے تھے۔ ماریا نے
جھک کر ان نشانوں کو دیکھا اور کہا:
"یہ تو کسی برفانی عفریت کے پاؤں کے نشان ہیں۔"
ناگ اور عنبر بھی جھک کر ان نشانوں کو دیکھنے لگے۔
"مگر پاؤں کسی انسان کے ہیں کسی برفانی بھوت
یا برفانی بن مانس کے نہیں۔"
"اسی بات پر میں حیران ہوں۔" ناگ بولا۔
عنبر نے کہا:
"کیا کسی انسان کے پاؤں اتنے بڑے بھی ہو
سکتے ہیں؟"
ماریا بولی: "ہو سکتا ہے ایٹمی جنگ کے بعد
جوہری توانائی کے رد عمل سے کسی انسانی عفریت
نے جنم لے لیا ہو۔ یا کوئی برفانی عفریت انسان

کی شکل اختیار کر گیا ہو۔"
عنبر نے کہا:
"ہمیں ان نشانوں کا تعاقب کرنا چاہیے۔ یہ بھی
ہو سکتا ہے کہ کیپٹن کا سراغ ان قدموں کے
نشانوں سے مل جائے۔"
ماریا نے کہا:
"مگر یہ پاؤں کے نشان دونوں طرف جا رہے ہیں
لگتا ہے برفانی عفریت ایک بار مغرب کی طرف
گیا ہے اور پھر واپس جھیل کی طرف چلا گیا ہے۔"
ناگ بولا: "ہمیں جھیل والے پہاڑ کی طرف چلنا
چاہیے کیوں کہ کیپٹن اسی طرف گئی تھی۔ برفانی عفریت
کے پاؤں کے نشان بھی اسی طرف جاتے ہیں۔"
عنبر ناگ اور ماریا زندہ لاش کے قدموں کے نشان
کے ساتھ ساتھ جھیل کی سطح پر چلنے لگے۔ یہ نشان انہیں
پہاڑ والی دیوار کے پاس لے گئے۔ یہاں انہیں غار کا
منہ نظر نہیں آیا۔ وہ ادھر ادھر کیپٹن کو تلاش کرنے
لگے۔ زندہ لاش کے پاؤں کے نشان پہاڑ کے چاروں
طرف گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے پہاڑ کے ارد گرد چار
چکر لگائے مگر انہیں کسی جگہ غار کا منہ نظر نہ آیا۔

ایک مقام پر ناگ نے جھک کر غور سے پاؤں کے
نشانوں کو دیکھا اور کہا:
"عنبر! دیکھو۔ ایک پاؤں اس دیوار کی طرف جا
رہا ہے۔"
عنبر اور ماریا نے دیکھا تو واقعی برفانی عفریت کے
پاؤں کا ایک نشان پہاڑ کی دیوار کی طرف بڑھتا ہوا
تھا۔ عنبر نے پہاڑ کی دیوار کو جا کر ہاتھ سے بجایا تو
ایسی آواز آئی جیسے دیوار اندر سے کھوکھلی ہو۔
عنبر نے چونک کر ناگ کی طرف دیکھا:
"ناگ! اس کے اندر غار ہے۔"
ناگ نے کہا:
"ماریا! تم اس کے اندر جاؤ۔ تم جا سکتی ہو۔"
ماریا بولی: "تم لوگ اسی جگہ کھڑے رہنا۔"
ماریا چونکہ غائب تھی وہ بڑے آرام سے پتھر
کی دیوار میں سے دوسری طرف نکل گئی۔ یہاں اس
نے ایک تنگ غار دیکھا۔ وہ آگے بڑھی۔ آگے ہال
کمرہ آ گیا۔ یہاں ستونوں کے بیچ میں اسے ایک
محرابی دروازہ نظر آیا۔ وہ بند دروازے میں سے نکل
کر دوسری طرف آئی تو اس نے ایک تنگ و تاریک کمرے

میں ایک خالی تابوت دیکھا۔ تابوت کھلا تھا اور خالی
تھا۔ ماریا کھڑی ہو کر سوچنے لگی۔ پھر اس نے کمرے کا
غور سے جائزہ لیا۔ کمرہ خالی پڑا تھا۔
ماریا خاموشی سے اس کمرے میں سے نکل کر پتھریلے
ستونوں والے ہال کمرے میں سے گزر کر جب سرنگ
میں آئی تو ایک دم سے ٹھٹھک کر وہیں کھڑی ہو
گئی۔ اس کے سامنے سرنگ میں ایک اونچا لمبا انسان
رک رک کر قدم اٹھاتا آگے بڑھ رہا تھا۔ یہ زندہ
لاش تھی۔ ماریا نے دیکھا کہ زندہ لاش کا چہرہ انتہائی
ڈراؤنا تھا اور اس کے حلق سے غراہٹ کی آوازیں
نکل رہی تھیں۔
ماریا نے سوچا کہ یہ کوئی انسانی بھوت ہے یا پھر
جوہری تابکاری کے ردعمل کی وجہ سے یہ انسان مرنے
کے بعد ایک عفریت کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ ماریا
کا خیال تھا۔ کہ زندہ لاش نے اسے نہیں دیکھا ہو
گا۔ مگر ایسا نہیں تھا۔ زندہ لاش نے ماریا کو غیبی حالت
میں بھی دیکھ لیا تھا اور اس کی وجہ سے ہی وہ
غرا رہی تھی۔
ماریا جلدی سے ایک طرف ہٹ گئی۔ لیکن زندہ

لاش نے بھی جلدی سے ادھر کا رخ کر لیا۔ اب ماریا
کو یقین ہو گیا کہ اس زندہ لاش نے اسے دیکھ لیا
ہے۔ ماریا تیزی سے اوپر کو اٹھی۔ مگر زندہ لاش کا
سر چھت کے ساتھ لگا ہوا تھا اور اس کے بازو بھی
اوپر آ رہے تھے۔ زندہ لاش نے ایک چیخ ماری اور
اپنی گردن میں ٹھکا ہوا چاندی کا کیل نکال کر ماریا کی
طرف زور سے پھینکا۔

ماریا پیچھے ہٹی مگر کیل سیدھا اس کی گردن پر آ
کر لگا اور کیل کے گردن میں لگتے ہی ماریا کا جسم
ظاہر ہو گیا۔ اور وہ بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑی۔
چاندی کا کیل ماریا کی گردن میں دھنس چکا تھا۔ زندہ
لاش نے جھک کر غراتے ہوئے ماریا کو دیکھا اور
زور سے اپنے سینے پر ہاتھ مار کر اپنی فتح کا اظہار
کیا اور بے ہوش ماریا کو کاندھے پر ڈال کر آگے
بڑھی۔ زندہ لاش نے بے ہوش ماریا کو تہہ خانے کی کوٹھڑی میں
لا کر خالی تابوت میں بند کر دیا اور پھر وہیں اس کے اوپر بیٹھ کر
غرانے لگی۔ باہر عنبر اور ناگ، ماریا کا انتظار کر رہے تھے۔ انہیں کچھ خبر
نہیں تھی کہ ماریا غار کے اندر ظاہر ہو کر تابوت میں بند ہو چکی ہے۔

○

شرومنی ناگن

ماریا کو پہاڑ کے اندر داخل ہوئے کافی دیر گزر
گئی تھی۔

عنبر اور ناگ اسی جگہ پہاڑ کے باہر کھڑے تھے۔
ناگ نے کہا:

"ظاہر ہے ماریا اندر کسی غار میں ہی گئی ہے مگر
وہ ابھی تک باہر کیوں نہیں آئی؟"

عنبر پہاڑی دیوار کو ٹٹول کر دیکھنے لگا۔ یہ دیوار فولاد
کی طرح سخت تھی اس نے کہا:

"اندر سرنگ موجود ہے مگر راستہ کوئی نہیں۔"

ناگ نے کہا:

"ہمیں اس کے اندر جا کر ماریا کا پتہ کرنا ہو گا۔ اس
خوشبو بھی تو نہیں آ رہی۔"

عنبر نے سانس لے کر کہا:

"ہاں ۔۔۔ یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ ماریا کی

خوشبو کیسے غائب ہو گئی؟ کہیں وہ کسی گہرے اندھے
کنوئیں میں تو نہیں گر پڑی؟"
ناگ کہنے لگا:
"لیکن اگر ماریا گہرے اندھے کنوئیں میں بھی گر
پڑے تو وہ بڑی آسانی سے باہر آ سکتی ہے اور
پھر اس کی خوشبو تو کبھی رُک ہی نہیں سکتی"
عنبر بولا: "مجھے تو معاملہ خطرناک لگتا ہے۔ ضرور
یہاں کسی طلسم کا اثر ہے"
ناگ نے کہا:
"ہمیں پہاڑ کی اس دیوار کو ڈھانا ہوگا۔ تب ہی
ہم اس کے اندر داخل ہو سکیں گے"
عنبر نے پہاڑی دیوار کو پوری طاقت کے ساتھ ٹھوکر
ماری مگر دیوار پر ذرا سا بھی اثر نہ ہوا۔ عنبر نے دوسری
تیسری اور چوتھی بار دیوار کو زور لگا کر توڑنے کی کوشش
کی مگر وہ کامیاب نہ ہوا۔ اس نے کہا:
"یہ پہلی دیوار ہے جو میرے راستے سے نہیں ہٹ
رہی ضرور اس پر کسی نے طلسم کیا ہوا ہے۔ یقینی
بات ہے کہ کیٹی بھی اسی جگہ غائب ہوئی ہے"
ناگ بولا: "مگر کیٹی اس غار کے اندر کیسے پہنچی

ہو گی؟ ماریا تو غائب ہو کر دیوار میں سے گذر
گئی ہے"
عنبر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ معمہ کیا ہے۔
ناگ نے کہا:
"اگر یہ طلسم ہے تو عنبر تمہیں دیوی طلالہ سے مدد
لینی چاہیے۔ اسے بلاؤ۔ ہو سکتا ہے۔ وہ ہمیں کوئی
راستہ سُجھا دے"
عنبر ناگ کو ساتھ لے کر اپنے مکان میں آ گیا۔
شیشے والی کھڑکی میں سے اندر ہلکی ہلکی دن کی روشنی
آ رہی تھی۔ عنبر آتشدان کے پاس بیٹھ گیا۔ ناگ اس کے
پاس ہی کرسی پر بیٹھا تھا۔ عنبر نے آنکھیں بند کر کے دیوی
طلالہ کا تصور باندھا اور اسے آواز دی۔ دیوی طلالہ ظاہر تو نہ ہوئی
مگر چوتھی بار پکارنے پر اس کی ہلکی مگر صاف آواز سنائی دی۔
"عنبر! کیٹی اور ماریا ایک ناگہانی مصیبت میں پھنس
گئی ہیں۔ یہاں سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر
جہاں جنگل ختم ہوتا ہے۔ وہاں ایک کاٹیج بنا ہوا
ہے۔ اس کاٹیج میں ایک عبادت گذار نیک پادری
صاحب رہتے ہیں۔ تم ان کے پاس جاؤ۔ وہ تمہاری
مدد کریں گے"
یہ کہہ کر دیوی طلالہ کی آواز غائب ہو گئی۔

عنبر نے آنکھیں کھول کر ناگ کی طرف دیکھا۔
ناگ نے کہا:
"ہمیں دیوی طلال کے مشورے پر فوراً عمل
کرنا چاہیے"۔
عنبر اور ناگ مکان میں سے نکل کر جنگل میں آ گئے۔
جنگل کے سارے درخت برف سے ڈھکے ہوئے تھے۔
سخت ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ مگر انہیں زیادہ سردی محسوس
نہیں ہو رہی تھی۔ وہ جنگل میں برف پر چلتے گئے جب
جنگل ختم ہوا تو انہیں کنارے کے برف سے ڈھکے ہوئے
درختوں کے نیچے ایک لکڑی کا کاٹیج دکھائی دیا۔ کاٹیج کا
دروازہ بند تھا۔ عنبر نے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے
کسی بوڑھے شخص کی شفقت بھری آواز آئی:
"اندر آ جاؤ کنڈی کھلی ہے"۔
عنبر اور ناگ دروازہ کھول کر کاٹیج میں داخل ہو گئے۔
انہوں نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جس کے
آتشدان میں آگ جل رہی ہے۔ پاس ہی لکڑی کی کرسی پر
ایک سفید ڈاڑھی والا بزرگ پادریوں ایسا لمبا چغہ پہنے۔
گلے میں صلیب لٹکائے بیٹھا کافی پی رہا ہے۔ اس کے
ایک ہاتھ میں کھلی ہوئی بائیبل تھی۔ عنبر اور ناگ نے

سلام کیا اور ادب سے ایک طرف کھڑے ہو گئے۔
بزرگ پادری کے معصومانہ چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔
"میرے بچو! آؤ۔ بیٹھو۔ میں جانتا ہوں تم دونوں
کو سردی نہیں لگتی۔ پھر بھی کافی حاضر ہے"۔
عنبر اور ناگ آتشدان کے آگے پڑی کرسیوں پر بیٹھ
گئے۔ پادری صاحب نے انہیں لکڑی کے پیالوں میں کافی
ڈال کر دی اور بولے:
"میں جانتا ہوں تم میرے پاس کس لیے آئے ہو۔
دیوی طلال نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے"۔
عنبر اور ناگ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ واقعی
یہ بزرگ بہت نیک اور روشن ضمیر تھے۔ وہ کچھ نہ
بولے۔ بزرگ پادری نے کہا:
"تمہاری دونوں ساتھی عورتیں، کیٹی اور ماریا ایک
ایسی زندہ لاش کے قبضے میں ہیں جس کو انسانی
طاقت قابو میں نہیں کر سکتی"۔
عنبر اور ناگ اب پادری صاحب کا منہ حیرانی سے
تکنے لگے:
عنبر نے کہا:
"زندہ لاشیں؟"

"ہاں" بزرگ پادری بولے: "وہ ایک لاش ہے جو
زندہ ہو گئی ہے یہ ایٹمی جنگ کا منحوس تحفہ
ہے۔ اس کی طاقت کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔"
ناگ نے پوچھا:
"مگر حضرت جی! اس زندہ لاش نے کیٹی اور ماریا
کو کس لیے قید کر رکھا ہے؟"
بزرگ پادری نے کہا:
"یہ زندہ لاش ایک انسانی عفریت ہے۔
وہ ایک لڑکی کی تلاش میں ہے۔ اس نے پانچ
لڑکیوں کو قید کرنا ہے تا کہ ان پانچوں لڑکیوں
کے جسموں کو ملا کر ایک لڑکی بنا دے گا جو
قد کاٹھ میں اس کے برابر ہو جائے گی۔ پھر
وہ اسے اپنی دلہن بنائے گا۔ تم بڑے ٹھیک
وقت پر میرے پاس آئے ہو۔ میں خود ان
معصوم لڑکیوں کی جان بچانے کے بارے میں
سوچ رہا تھا۔"
ناگ نے کہا:
"ہمیں کیا کرنا ہو گا؟ ہمیں حکم دیجیے۔ ہم کیٹی
اور ماریا کے ساتھ ساتھ دوسری دو لڑکیوں کی

زندگی بچانے کو بھی بے تاب ہیں۔"
بزرگ پادری نے بائیبل کو چوم کر کارنس پر رکھ
اور کہا:
"زندہ انسانی لاش کے پاس چاندی کے کیل ہیں
ان کیلوں پر ایٹمی تابکاری نے ایسا اثر کیا ہے
کہ وہ جس انسان کے جسم میں گاڑ دیں وہ بیہوش
ہو کر سن ہو جاتا ہے۔"
عنبر بولا: "محترم بزرگ! آپ کو تو معلوم ہی
ہو گا کہ میرے اندر غیر معمولی طاقت ہے۔ میں
زندہ لاش کو تباہ کر کے رکھ دوں گا۔"
بزرگ پادری مسکرائے اور بولے:
"اگر یہ بات ہوتی تو دیوی طلالہ تمہیں میرے پاس
نہ روانہ کرتی۔ تم زندہ لاش کا مقابلہ نہیں کر
سکتے۔ ہاں چالاکی اور ہوشیاری سے اس کو ہلاک
کر سکتے ہو۔"
عنبر نے پوچھا:
"وہ کیسے محترم؟"
بزرگ پادری فرمانے لگے:
"زندہ لاش کو پانچویں لڑکی کی تلاش ہے۔ چار لڑکیاں

اس کی قید میں ہیں۔ اگر تم کسی طرح لڑکی کا بھیس
بدل کر اپنے مکان میں جا کر بیٹھ جاؤ اور کھڑکی
کھلی رکھو تو لاش تمہارے پاس آئے گی۔ تم
مصنوعی وحشت کا اظہار کرنا۔ وہ تمہاری گردن
میں چاندی کا کیل گاڑ دے گی۔ تم اپنی گردن
کو نرم بنا لینا۔ تم بے ہوش نہیں ہو سکو گے۔
مگر تم یہی ظاہر کرنا کہ تم بے ہوش ہو چکے ہو۔
پھر یہ زندہ لاش تمہیں اٹھا کر اس جگہ لے جائے
گی۔ جہاں پہلے سے چار لڑکیاں تابوتوں میں بیہوش
پڑی ہیں۔ وہاں تمہیں ماریا اور کیٹی بھی مل جائے
گی۔ اس کے بعد زندہ لاش اپنے قاتلانہ اوزار
لینے اپنی کھوہ میں واپس جائے گی۔ اتنی دیر
میں تم چاروں لڑکیوں کی گردنوں سے کیل نکال
دینا۔ لڑکیاں ہوش میں آ جائیں گی۔ پھر تم انہیں
سرنگ میں سے نکال کر میرے جھونپڑے میں آ
جانا۔ اور ہاں اگر راستے میں تمہارا مقابلہ زندہ
لاش سے ہو گیا تو یہ میری صلیب اپنی جیب
میں رکھو۔ اس صلیب کا رُخ اس کی طرف کر دینا
وہ پیچھے ہٹنا شروع کر دے گی۔"

عنبر نے کہا:
"محترم بزرگ! میرے پاس غیبی شیشہ بھی ہے۔ میں
اس کی روشنی سے زندہ لاش کو غائب کر سکتا ہوں۔"
پادری مسکرائے: "یہی تمہاری بھول ہے۔ کبھی کبھی
یہ چیزیں بھی بے کار ہو جایا کرتی ہیں۔ تمہارا غیبی
شیشہ بھی زندہ لاش کو غائب نہیں کر سکے گا۔ اس
کی طاقت کا تم اندازہ نہیں کر سکتے۔"
عنبر نے کہا:
"لاش پیچھے ہٹتے ہٹتے باہر آ جائے گی۔ ظاہر ہے
وہ میرا پیچھا کرے گی۔"
پادری نے کہا:
"تم اسے لے کر میرے کاٹیج کی طرف آ جانا۔
زندہ لاش میرے کاٹیج میں داخل نہیں ہو سکتی۔
کیوں کہ یہ اللہ کا مجھ پر کرم ہے۔ تم لڑکیوں
کو نکال کر یہاں تک لے آؤ۔ آگے جو ہو گا
دیکھا جائے گا اور ہاں۔ کیل کے نکلتے ہی ماریا
غائب ہو جائے گی۔ ماریا سے کہنا کہ وہ فوراً
زمین سے بیس فٹ اوپر اٹھ کر تمہارے ساتھ
چلے اور زندہ لاش کے قریب آنے کی ہرگز

کوشش نہ کرے۔"

عنبر نے کہا:

"میں ایسا ہی کروں گا۔ اب مجھے بتائیے کہ میں عورت کا بھیس کہاں سے بدلوں؟ میرے پاس تو عورتوں کے کپڑے نہیں ہیں۔"

بزرگ پادری نے اٹھ کر ایک صندوق کھولا۔ اس میں زنانہ لباس پڑا تھا۔ انہوں نے لباس عنبر کی طرف بڑھا کر کہا:

"میری ایک بیٹی ہوتی تھی جو اللہ کو پیاری ہو چکی ہے۔ یہ اس کے کپڑے ہیں۔ وہ اپنے بالوں پر سنہری بال لگایا کرتی تھی۔ تم اس لباس کو پہن لو۔"

ناگ نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا:

"چلو عنبر بھائی! عورت بن جاؤ۔"

عنبر ذرا سا مسکرایا۔ پھر اس نے زنانہ لباس پہن کر سر پر سنہری بالوں کی وِگ لگالی۔ وہ بالکل عورت لگنے لگا۔ بزرگ پادری نے کہا:

"اب تم اپنے مکان میں جا کر آتشدان کے پاس بیٹھ جاؤ۔ جب رات کا اندھیرا پھیلے گا تو زندہ

لاش تمہارے مکان کی طرف آئے گی اور تمہیں عورت سمجھ کر تمہارے پاس آ جائے گی۔ اس کے بعد جو کچھ میں نے کہا ہے تم ویسے ہی کرنا۔"

عنبر نے بزرگ پادری سے مقدس صلیب لے کر اپنی جیب میں رکھ لی اور سلام کر کے اپنے مکان کی طرف چل پڑا۔ ناگ اسے مذاق کر رہا تھا۔

عنبر نے کہا:

"ناگ! یہاں تم کبھی مینڈک اور کبھی عقاب بن جاتے ہو ہم نے تمہیں کبھی مذاق نہیں کیا۔ میں تو انسان ہی بنا ہوں۔"

ناگ مسکرانے لگا۔ وہ مکان میں جا کر آتشدان کے پاس بیٹھ گئے۔ اور اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں غور کرنے لگے۔ ناگ نے عنبر کو ایک بار پھر تاکید کی کہ جس طرح بزرگ پادری نے کہا ہے اسی طرح کرنا۔

جب شام کا اندھیرا رات کی تاریکی میں ڈھلنے لگا تو ناگ عنبر کے پاس سے اٹھتے ہوئے بولا:

"میں اوپر والے کمرے میں جاتا ہوں۔ زندہ لاش جب تمہیں اٹھا کر لے گئی تو تم فکر مت کرنا

میں عقاب کی شکل میں تمہارے اوپر اوپر اُڑتا
جاؤں گا اور تمہاری نگہبانی کرتا رہوں گا۔
ناگ اوپر والے کمرے میں چلا گیا۔ عنبر نے کرسی کا
رخ اس طرح کر لیا کہ باہر کھڑکی سے صاف نظر آتا
تھا۔ اس کا میک اَپ اتنا زبردست تھا کہ قریب سے
دیکھنے پر بھی وہ ایک خوبصورت صحت مند لڑکی ہی
لگتا تھا۔ عنبر اب خاموشی سے بیٹھ کر زندہ لاش کا
انتظار کرنے لگا۔ رات بے حد خاموش اور تاریک تھی۔
باہر ہلکی ہلکی برف گرنے لگی اور تیز ہوا کا شور بھی ہونے
لگا۔ عنبر چپ چاپ آتشدان کے پاس بیٹھا لاش کا
انتظار کر رہا تھا۔

دوسری طرف جب رات گہری ہو گئی تو زندہ لاش
پانچویں لڑکی کی تلاش میں اپنے غار سے نکل کر جھیل
کی سطح پر آ گئی۔ اس نے دور مکان میں موم بتی
کی روشنی دیکھی تو اس طرف بڑھی۔ مکان کے قریب
آ کر زندہ لاش نے برف ہٹا کر شیشے میں سے اندر
دیکھا تو اس کے چہرے پر بڑی ڈراؤنی مسکراہٹ آ گئی۔
آتشدان کے پاس اسے ایک سنہری بالوں والی لڑکی
بیٹھی کتاب پڑھتی نظر آئی۔ زندہ لاش کو پانچویں لڑکی مل

گئی تھی۔ اس پر مارے خوشی کے وحشت سوار ہو گئی۔
اس نے زور سے ہاتھ مار کر کھڑکی کو توڑ ڈالا اور
غراتی ہوئی کمرے میں گھس آئی۔ عنبر اس کے لیے بالکل
تیار بیٹھا تھا مگر وہ اداکاری کرتے ہوئے گھبرا کر کرسی
سے اٹھ کر بھاگا۔ زندہ لاش نے اس کا راستہ روک
لیا اور زور زور سے غرانے لگی۔ پھر عنبر نے دیکھتے
دیکھتے لاش نے اپنے جسم میں سے چاندی کا ایک کیل
نکال کر زور سے عنبر کی گردن کی طرف پھینکا۔
چاندی کا ایٹمی کیل سیدھا آ کر عنبر کی گردن میں لگا۔
عنبر نے اپنی گردن کو پہلے ہی سے نرم کر رکھا تھا۔
کیل اس کی گردن میں گھس گیا۔ مگر وہ بے ہوش نہ
ہوا۔ لیکن عنبر جان بوجھ کر بے ہوش ہو کر فرش پر دھڑام
سے گر پڑا۔ زندہ لاش نے بے ہوش عنبر کو لڑکی سمجھ
کر اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور کھڑکی کے راستے باہر
نکل گئی۔
ناگ نے لاش کی غراہٹ اور کھڑکی ٹوٹنے کی آواز
سن لی تھی اور وہ اوپر والی منزل کی کھڑکی میں کھڑا
ہو گیا تھا۔ جونہی لاش عنبر کو کاندھے پر ڈالے باہر نکلی
ناگ نے عقاب کی شکل اختیار کی اور اوپر آسمان کی

طرف اڑ کر رات کے اندھیرے میں منڈلانے لگا۔

زندہ لاش عنبر کو اٹھائے گرتی برف اور رات کی تاریکی اور ہوا کے شور میں جنگل سے نکل کر پہاڑی کے سامنے برف کے بڑے ڈھیر کے پاس آ گئی۔ اس نے برف کے ڈھیر کو ایک جگہ سے کھود کر شگاف کو کھولا اور عنبر کو لے کر اس کے اندر گھس گیا۔

ناگ بھی تیزی سے نیچے آیا۔ اس نے سیاہ چھوٹے سانپ کی شکل بدلی اور شگاف کے اندر داخل ہو گیا۔ اب وہ زندہ لاش کے پیچھے پیچھے رینگ رہا تھا۔ زندہ لاش کو سانپ کا علم نہیں ہو سکا تھا۔ وہ تہ خانے کے مختلف کمروں سے گذر کر پائپ میں سے ہوتی ہوئی اس گول کمرے میں آ گئی جہاں پہلے سے چار تابوت پڑے تھے۔ ایک تابوت ابھی تک خالی تھا۔

ناگ رینگتا ہوا وہاں تک آیا مگر وہ گول کمرے کے دروازے کے باہر ہی اندھیرے میں دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔ اسے خطرہ تھا کہ زندہ لاش طاقتور ہے اگر وہ اندر گیا تو کہیں کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے۔ زندہ لاش نے عنبر کو بھی لڑکی خیال کرتے ہوئے پانچویں تابوت میں بند کر دیا اور پھر زور سے ایک خوشی کی

فاتحانہ چیخ ماری۔ اپنے سینے پر ہاتھ مار کر اپنی کامیابی اور مسرت کا اظہار کیا اور گول کمرے میں سے باہر نکل گئی۔

جب زندہ لاش ناگ کے بالکل قریب سے ہو کر پائپ میں گھس کر دوسری طرف چلی گئی تو ناگ تیزی سے تابوتوں والے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس نے اندر جاتے ہی دیکھا کہ عنبر تابوت سے باہر سر نکالے ہوئے تھا۔

ناگ جلدی سے انسانی شکل میں واپس آ گیا۔

عنبر نے پوچھا:

"زندہ لاش کہاں ہے؟"

ناگ نے کہا:

"وہ میرا خیال ہے باہر نکل گئی ہے تم لڑکیوں کے ٹکڑے کر کے تمہاری ایک عورت بنانے کے لیے شاید اپنے اوزار لینے گئی ہے۔"

عنبر جلدی سے تابوت میں سے باہر نکل آیا۔ اس نے اپنے ارادے سے اپنی گردن سخت کی۔ اس کے ساتھ ہی اس کی گردن میں گھسی ہوئی ایٹمی کیل اپنے آپ باہر آ کر گر پڑی۔ عنبر اور ناگ نے مل کر چاروں تابوت کھول ڈالے۔ ان میں سے دو تابوتوں میں کیٹی اور ماریا بے ہوش پڑی تھیں۔ ناگ اور عنبر

نے ماریا کو فوراً پہچان لیا۔ کیوں کہ وہ اسے کئی بار
عنبر غائبی حالت میں دیکھ چکے تھے۔ کیٹی بھی تابوت
میں بے ہوش پڑی تھی۔ عنبر نے ان کی گردنوں میں
دھنسی ہوئی دونوں کیلیں نکال دیں۔ کیلوں کے نکلتے ہی
ماریا تو غائب ہو گئی اور کیٹی ہوش میں آ گئی۔

اب ان دونوں کی خوشبو بھی آنے لگی:

کیٹی نے کہا:

"عنبر اور ناگ تم؟ میں کہاں ہوں؟ یہ تابوت
کہاں سے آ گیا؟"

ناگ نے کہا:

"ماریا! تم ٹھیک ہو نا؟"

"ہاں ناگ بھیا! میں تم دونوں کے پاس ہی کھڑی
ہوں۔ تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟"

عنبر نے کہا:

"بس یہ کچھ نہ پوچھو۔ خدا کا شکر ہے کہ ایک
مرد بزرگ نے مدد کی اور ہم تمہیں زندہ لاش
کے چنگل سے چھڑانے یہاں آ گئے۔"

کیٹی نے تابوت سے باہر نکلتے ہوئے کہا:

"میرے خدا! کس قدر ڈراؤنی تھی زندہ لاش!"

ماریا نے بھی کہا:

"خدا ایسی لاش پھر نہ دکھائے۔ کم بخت نے
ہماری گردنوں میں کیل ٹھونک کر ہمیں بالکل
ہی بے خبر کر دیا۔"

کیٹی بولی: "یہ لاش ہمارے ساتھ کیا سلوک
کرنا چاہتی تھی؟"

ناگ نے کہا:

"یہ سب کچھ تمہیں بعد میں بتائیں گے۔ اب
ہمیں ان دو لڑکیوں کو بھی ہوش میں لا کر یہاں
سے نکالنا ہے۔"

ماریا نے پوچھا:

"لاش چلی گئی ہے نا؟"

عنبر نے کہا:

"ابھی تک تو چلی گئی ہے مگر خطرہ ہے کہ وہ
آ جائے گی۔"

"پھر کیا ہو گا؟" کیٹی نے پریشان ہو کر کہا:

عنبر نے جیب سے صلیب نکال کر دکھائی اور بولا:

"جب تک یہ صلیب میرے پاس ہے وہ
ہمارے قریب بھی نہیں پھٹکے گی۔ میں ان

لڑکیوں کو ہوش میں لانے لگا ہوں۔ مگر انہیں
ہمارے بارے میں زیادہ علم نہیں ہونا چاہیے
مادیا۔ تم بھی ان پر اپنا آپ ظاہر مت کرنا۔"
اس کے بعد عنبر نے مختصر لفظوں میں مادیا اور
کیٹی کو بزرگ پادری کے بارے میں سب کچھ بتایا
اور دونوں لڑکیوں کی گردنوں سے کیل نکال کر انہیں
بھی پھر سے زندہ کر دیا۔ لڑکیاں آنکھیں ملتی ہوئی اٹھیں
اور اپنے آپ کو تابوت میں دیکھ کر خوف سے
تھر تھر کانپنے لگیں۔

عنبر اور ناگ نے انہیں کہا:

"گھبراؤ نہیں۔ جس زندہ لاش نے تمہیں یہاں
قید کیا تھا وہ بھاگ گئی ہے۔ اب تم تینوں
آزاد ہو اور ہم تمہیں اس قبر سے نکال کر باہر
لے جا رہے ہیں۔"

لڑکیاں بے حد خوف زدہ تھیں۔ کیٹی نے بھی انہیں
تسلی دی اور یہ سب لوگ پائپ میں سے نکل کر
تہہ خانے کے ستونوں والے کمرے میں آ گئے۔ یہاں سے
گذر کر جب وہ سرنگ میں پہنچے تو عنبر نے کہا:

"ذرا ٹھہرو۔ میں دیکھتا ہوں کہیں وہ زندہ عفریت

یہاں کہیں چھپا ہوا نہ ہو۔"

زندہ لاش وہاں نہیں تھی مگر جونہی عنبر کی گردن سے
کیل نکلا تھا زندہ لاش کو اس کا کھوہ میں اوزار تلاش
کرتے ہوئے پتہ چل گیا تھا۔ زندہ لاش نے ایک کلہاڑا
اٹھایا اور کھوہ سے نکل کر برف کے ڈھیر والی غار
کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔

عنبر اور ناگ غار میں سے باہر نکلنے کے لیے آگے
بڑھے۔ تو کیٹی نے کہا:

"یہاں یہ سفید اور نیلے راکٹ اور پائپ دیکھ کر
ایسا لگتا ہے کہ خلائی سنٹر اسی جگہ بنا ہوا تھا مگر اب
یہاں کوئی انسان نہیں ہے۔"

ناگ نے کہا:

"اس کی تحقیق بعد میں آ کر کریں گے۔ پہلے ہم
بزرگ پادری کے محفوظ جھونپڑے میں تمہیں
پہنچا دیں۔"

عنبر، ناگ، مادیا اور کیٹی سب سے پہلے برف کے
شگاف میں سے باہر نکلے۔ اس کے بعد تینوں سہمی ہوئی
لڑکیوں کو نکالا گیا۔ وہ ابھی تک خوف سے کانپ رہی
تھیں۔

جونہی یہ قافلہ بزرگ پادری کے کانچ نما جھونپڑے کی
طرف بڑھا انہیں فضا میں ایک دہشت ناک چیخ سنائی
دی ۔ لڑکیوں کی چیخیں نکل گئیں ۔ زندہ لاش دور سے ایک عفریت
کی طرح بازو ہلاتی ، غراتی ، چیخیں مارتی ان کی طرف بڑھ
رہی تھی ۔

ناگ نے کہا :

"کیپٹن ان لڑکیوں کو اپنے پیچھے کر لو ۔"

عنبر نے کہا :

"میں لاش کی طرف بڑھ رہا ہوں ۔ تم سب لوگ
میرے پیچھے رہنا ۔ خبردار کوئی مجھ سے آگے نکلنے کی
کوشش نہ کرے ۔"

یہ کہہ کر عنبر نے جیب سے صلیب نکال کر اپنے
سیدھے ہاتھ میں لے لی اور اس کا رُخ زندہ لاش کی طرف
کر دیا ۔ زندہ لاش وحشی عفریت کی طرح چیختی چلاتی کلہاڑی
والا ہاتھ زور زور سے لہراتی عنبر ناگ کیپٹن کی طرف آ
رہی تھی ۔ اس کا شکار اس کے ہاتھ سے نکلا جا رہا تھا
جس کی وجہ سے وہ سخت غضبناک تھی ۔ لیکن جونہی وہ عنبر
کے سامنے آئی تو صلیب کو دیکھ کر اس کے حلق سے ایک
فلک شگاف چیخ نکلی اور وہیں رک گئی ۔

عنبر صلیب والا ہاتھ آگے کیے آہستہ آہستہ بڑھ رہا
تھا ۔ زندہ لاش نے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا ۔ کیپٹن ناگ
اور لڑکیاں عنبر کے پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھیں ۔ وہ سہمی
ہوئی ایک دوسرے کے ساتھ لگی تھیں ۔ ماریا ان سے بیس
فٹ کی بلندی پر تھی ۔

عنبر کا رُخ جنگل کے کونے والے بزرگ پادری کے
جھونپڑے کی طرف تھا ۔ زندہ لاش برابر پیچھے ہٹ رہی تھی ۔
عنبر ذرا صلیب کو اوپر کرتا زندہ لاش چھلانگ لگا کر ڈر کر
غراتی ہوئی پیچھے ہٹ جاتی ۔

اسی طرح یہ لوگ پادری کے جھونپڑے کے پاس پہنچ
گئے ۔ عنبر نے کیپٹن سے کہا :

"کیپٹن ان لڑکیوں کو لے کر پادری صاحب کے
جھونپڑے میں داخل ہو جاؤ ۔"

رات کی گہری تاریکی میں جھونپڑے کے اندر آگ جل
رہی تھی ۔ بند کھڑکی کی درزوں میں سے ہلکی روشنی نکل رہی
تھی ۔ عنبر نے زور سے آواز دی :

"محترم بزرگ ! ہم آ گئے ہیں ۔"

پادری صاحب نے دروازہ کھول دیا اور لاش کی طرف
اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی صلیب کا رخ کر دیا ۔ زندہ لاش

کے منہ سے بھیانک چیخ نکلی اور پادری صاحب کو دیکھ کر وہ اپنے سینے پر دونوں ہاتھ مارتی جنگل کے برف پوش درختوں کی طرف بھاگ گئی۔

پادری صاحب نے عنبر سے کہا:

"میرے بچو! اندر آ جاؤ"

جھونپڑے کی گرم فضا میں جاتے ہی لڑکیاں آتشدان کے پاس سہم کر بیٹھ گئیں۔ کیپٹن ناگ اور عنبر بھی ان کے قریب آ کر بیٹھ گئے۔ ماریا پہلے ہی جھونپڑی میں داخل ہو چکی تھی۔ پادری نے عنبر کے کاندھے پر شفقت سے ہاتھ رکھا اور کہا:

"شاباش! میرے بچے تو نے ان لڑکیوں کی جان بچا لی خدا تمہارا مددگار تھا اس نیک کام میں"

کیپٹن نے کہا:

"فادر! زندہ لاش ان لڑکیوں کو پھر سے پکڑ لے گی۔ وہ ابھی زندہ ہے"

پادری نے مسکرا کر صلیب کا نشان بنایا اور کہا:

"اس کا بندوبست بھی ہو جائے گا۔ پہلے تم لوگ کچھ کھا پی لو۔ ان لڑکیوں کو کھانے پینے کی ضرورت ہے"

لڑکیاں ابھی تک سہمی ہوئی تھیں مگر پادری صاحب کے تسلی دینے سے انہیں کچھ حوصلہ ہوا۔ پادری صاحب نے انہیں ڈبل روٹی کے ساتھ گرم گرم کافی پلائی اور کہا:

"گھبراؤ نہیں میری بچیو! اب تم بالکل محفوظ ہو۔ یہاں وہ عفریت داخل نہیں ہو سکتا۔ ہم تمہیں تمہارے ماں باپ کے گھر پہنچا دیں گے"

لڑکیوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پادری صاحب نے انہیں گرم کمبل دے کر سلا دیا۔ اس کے بعد وہ عنبر ناگ کیپٹن سے باتیں کرنے لگے۔ پھر اپنے پیچھے منہ کر کے بولا:

"ماریا بیٹی! تم میرے پیچھے کیوں کھڑی ہو۔ سامنے آ جاؤ"

ماریا غائب تھی مگر پادری صاحب اسے دیکھ رہے تھے۔ ماریا ان کا شکریہ کرتے ہوئے سامنے آ کر بولی:

"مقدس فادر! آپ کی مہربانی سے مجھے دوبارہ زندگی ملی ہے۔ مگر اس زندہ لاش سے دوسرے لوگوں کی زندگیاں بچانا بہت ضروری ہے"

کیپٹن نے کہا:

"ہاں مقدس باپ! جب تک زندہ لاش پھرتی

رہے گی۔ یہاں کے سب عورتوں کی زندگیاں خطرے میں رہیں گے۔"

ناگ بولا: "اس کو ٹھکانے کس طرح لگایا جا سکتا ہے؟"

بزرگ پادری نے کہا،

"ابھی تم لوگ آرام کرو۔ کیوں کہ زندہ لاش رات کو ہی باہر نکلتی ہے دن کو وہ چھپی رہتی ہے۔ کل ان لڑکیوں کو ان کے گھروں میں پہنچا کر پھر زندہ لاش کو ٹھکانے لگانے کے بارے میں تمہیں بتاؤں گا۔"

عنبر ناگ اور ماریا تو پادری صاحب کے قریب ہی آتشدان کے پاس بیٹھ گئے جب کہ لڑکیاں کمبل لپیٹ کر پاس ہی سوتی رہیں۔

جب صبح کی روشنی پھیلی تو سب اٹھ بیٹھے۔ زندہ لاش جنگل سے جا چکی تھی۔ لڑکیوں نے ناشتہ تیار کیا جو سب نے مل کر کھایا۔ عنبر ناگ نے یونہی دکھانے کے لیے تھوڑا بہت کھا لیا تھا۔

اس کے بعد پادری نے لڑکیوں کو ساتھ لیا اور انہیں ان کے گھروں کو چھوڑنے کے لیے چل دیئے۔ جاتے ہوئے

وہ عنبر ناگ کیٹی اور ماریا کو کہہ گئے کہ وہ کاٹج کے اندر ہی رہیں۔ اگرچہ زندہ لاش دن کے وقت نہیں نکلتی مگر اس وقت چونکہ وہ غضب ناک حالت میں تھی اس لیے احتیاط ضروری ہو گئی تھی۔ ایک صلیب پادری صاحب اپنے گلے میں ڈال کر لے گئے اور دوسری صلیب کو کاٹج کے دروازے پر لٹکا دیا گیا

لڑکیوں کو ان کے ماں باپ کے پاس چھوڑ کر پادری صاحب ایک گھنٹے بعد واپس آئے کیٹی ماریا اور عنبر ناگ ان کا انتظار کر رہے تھے۔ اب انہوں نے لوگوں کو زندہ لاش سے نجات دلانے کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔

پادری صاحب بولے:

"اس زندہ لاش کو صرف ایک ہی طریقے سے ٹھکانے لگایا جا سکتا ہے۔"

"وہ کون سا طریقہ ہے فادر؟" کیٹی نے پوچھا۔

پادری صاحب نے اپنا لبادہ گھٹنوں پر ڈال لیا اور آگ کے قریب ہو کر بولے:

"یہاں کے پہاڑوں میں ایک پُراسرار ناگن رہتی ہے اس کے بارے میں کسی کو علم نہیں ہے کہ وہ کہاں رہتی ہے لیکن تم اسے ڈھونڈ سکتے ہو

کیوں کہ ناگ دیوتا ہے۔"

ناگ نے کہا:

"میں اسے بلا لوں گا مگر وہ کیا کرے گی؟"

پادری کہنے لگا:

"یہاں، سکلا برمانی پہاڑوں میں صدیوں سے رہنے کی وجہ سے سنگرمنی ناگن کے خاندان کے خون میں ایسی طاقت پیدا ہو گئی ہے جس کی وجہ سے سنگرمنی ناگن کا چہرہ آدھی رات کے وقت اگر وہ چاہے تو عورت کا بن جاتا ہے اس کے ساتھ ہی اس کے اندر ایک ایسا زہر پیدا ہو جاتا ہے کہ اگر وہ اس کی پھوار زندہ لاش پر پھینک دے تو زندہ لاش اس زہر کی گرمی میں پگھل جائے گی۔"

ناگ نے کہا:

"یہ کون سی مشکل بات ہے۔"

عنبر کہنے لگا:

"یہ کام تو ناگ سنگرمنی ناگن سے بڑی آسانی سے لے لے گا۔ وہ اس کے حکم پر آ جائے گی اور زندہ لاش کے جسم پر اپنے زہر کی پھوار

بھی پھینک دے گی۔"

کیپٹن اور ماریا نے بھی عنبر ناگ کی ہاں میں ہاں ملائی اور بڑی خوش ہوئیں کہ زندہ لاش اب ٹھکانے لگا دی جائے گی۔

مگر پادری صاحب کہنے لگے:

"اس میں ایک بہت بڑا خطرہ ہے۔"

"کون سا خطرہ؟" ناگ نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

پادری صاحب کہنے لگے:

"سنگرمنی ناگن جب زندہ لاش کے قریب جائے گی تو ناگن کا چہرہ انسانی عورت کا ہو گا۔ زندہ لاش کے جسم سے شدید تابکاری نکلتی ہے۔ ناگن کو زندہ لاش سے ایک خاص فاصلے پر رہنا ہو گا اگر وہ اس تابکاری کی زد میں آ گئی تو خود ناگن ہلاک ہو جائے گی اور پھر زندہ لاش کو ہلاک کرنے کی آخری امید بھی ختم ہو جائے گی اور کوئی اندازہ نہیں کر سکتا کہ پھر یہ زندہ لاش کیا تباہی مچائے گی؟"

کیپٹن نے پوچھا:

"کیا وہ دور سے زندہ لاش پر اپنے زہر کی پھوار پھینک سکتی ہے؟"

پادری نے کہا:

"یہی مشکل کام ہے۔ دور سے زندہ لاش پر زہر کی پھوار نہیں پھینکی جا سکتی اور قریب جانے سے خود ناگن کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ناگن زندہ لاش اور اپنے درمیان ایک خاص فاصلہ برقرار رکھے۔"

ناگ بولا: "میں ناگن کو تاکید کر دوں گا۔ اسے سمجھا دوں گا کہ وہ ایک خاص فاصلے پر رہ کر زندہ لاش پر حملہ کرے۔"

پادری نے کہا:

"اگر وہ یہ فاصلہ برقرار رکھ سکے تو بہتر ہوگا لیکن مصیبت یہ ہے کہ خود زندہ لاش اس کے قریب آ جائے گی۔"

پھر انہوں نے ناگ سے کہا:

"ناگ۔ بیٹا! تم شردمنی ناگن کو یہاں طلب کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ کام آج ہی آدھی رات کو ہو جائے۔ کیوں کہ زندہ لاش آدھی رات کو ضرور نکلے گی۔ بلکہ ہو سکتا ہے وہ اندھیرا ہوتے ہی باہر نکل آئے۔"

ناگ نے کہا:

"میں ابھی شردمنی ناگن کو بلوائے لیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر ناگ فرش پر بیٹھ گیا۔ عنبر، اکیلی، پادری اور ماریا اس سے تھوڑی دور بیٹھے تھے اور ناگ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ ابھی تھوڑی دیر میں وہاں ایک ایسی ناگن آنے والی ہے جس کا چہرہ آدھی رات کو عورت کا چہرہ بن جائے گا۔

ناگ نے منہ ہی منہ میں کچھ منتر پڑھ کر ایک ہلکی سی سسکار میں شردمنی ناگن کو آواز دی۔ چند سیکنڈ ہی گزرے ہوں گے کہ ایک پھنکار کی آواز آئی اور بند کاٹج کے اندر ایک سفید اور سرخ رنگ کا ایک گز لمبا سانپ اڑتے ہوئے چکر لگا دکھائی دیا۔ شردمنی ناگن آ گئی تھی۔ شردمنی ناگن نے ایک چکر لگایا اور ناگ کے سامنے آ کر کنڈلی مار کر بیٹھ گئی اور سر جھکا کر بولی:

"مقدس دیوتا! میں آپ کے حکم پر حاضر ہو گئی ہوں۔ فرمایئے میرے لیے کیا حکم ہے؟"

ناگ نے کہا:

"شردمنی ناگن! میں تم سے ایک ایسا کام لینے والا ہوں جو صرف تم ہی کر سکتی ہو۔"

ناگن سانپ بولا:

"یہ میری خوش قسمتی ہے۔ مجھے مقدس ناگ کی

خدمت کر کے خوشی ہو گی آپ حکم کریں۔"
اب ناگ نے سانپ کی زبان میں شردھنی ناگن
سانپ کو شروع سے آخیر تک ساری بات سمجھا دی۔
شردھنی ناگن نے کہا:
"زندہ لاش میرے زہر سے نہیں بچ سکے گی
مقدس ناگ یہ بھلائی اور نیکی کا کام ہے
میں زندہ لاش کی تباہی سے انسانوں کو ضرور
بچاؤں گی۔"
ناگ بولا: "مگر اس میں تمہاری جان جانے کا
بھی خطرہ ہے۔"
شردھنی ناگن نے کہا:
"مجھے اپنی جان کی پروا نہیں مقدس ناگ۔"
ناگ نے کہا:
"نہیں شردھنی! یہ بات نہیں ہے۔ اگر تم زندہ
لاش سے پہلے ہلاک ہو گئیں تو پھر زندہ
لاش کی تباہی سے کوئی نہیں بچ سکے گا۔
اس لیے زندہ لاش کو ہلاک کرنا ضروری ہے۔"
اب ناگ نے شردھنی ناگن کو ساری بات ایک
بار سمجھائی کہ زندہ لاش کے جسم سے تابکاری کی ہلاکت
خیز شعاعیں نکلتی ہیں اور اسے زندہ لاش سے ایک

خاص فاصلے پر رہنا ہو گا۔
شردھنی ناگن نے کہا:
"مقدس ناگ! آپ بالکل فکر نہ کریں۔ میں زندہ
لاش سے خاص فاصلے پر ہی رہوں گی اور اسے
اس فاصلے کو عبور نہیں کرنے دوں گی۔"
ناگ نے کہا:
"تم آدھی رات سے کچھ پہلے میرے پاس آ
جانا میں تمہارا انتظار کروں گا۔"
شردھنی ناگن نے سر جھکا کر کہا:
"جو حکم مقدس ناگ۔"
اتنا کہنے کے بعد شردھنی ناگن سانپ جھونپڑے کی
فضا میں ایک چکر لگا کر غائب ہو گیا۔
پادری صاحب نے ناگ سے پوچھا:
"شردھنی ناگن تم نے اسے ساری بات سمجھا دی ہے
نا؟ میں تمہاری زبان نہیں سمجھ سکتا۔"
ناگ نے پادری صاحب، عنبر ماریا اور کیپٹن کو وہ
گفتگو بتا دی جو اس کے اور شردھنی ناگن کے درمیان
ہوئی تھی۔
"مجھے یقین ہے کہ شردھنی ناگن یہ کام کرے
گی اب ہمیں رات ہونے کا انتظار ہے۔"

عنبر ماریا اور کیٹی خاموش ہو گئے۔

دن گذر گیا۔ رات آ گئی۔ برف پوش وادیوں میں اندھیرا چھا گیا۔ انہیں اب یہ خطرہ تھا کہ کہیں زندہ لاش آدھی رات سے پہلے نکل کر علاقے میں لوگوں پر موت بن کر نہ ٹوٹ پڑے۔ آدھی رات سے کچھ دیر پہلے انہیں دُور پہاڑیوں میں زندہ لاش کی بھیانک چیخ سنائی دی۔

پادری صاحب نے کہا:

"زندہ لاش نکل آئی۔ مگر ابھی تک شردمنی ناگن نہیں آئی۔"

ایک زناٹے کی آواز آئی اور شردمنی ناگن سانپ کی شکل میں آ گئی۔ اس نے ناگ کو سلام کیا اور بولی:

"مقدس ناگ! ابھی تھوڑی دیر میں جب آدھی رات ہو جائے گی تو میرا چہرہ عورت کا بن جائے گا۔ پھر میرے اندر وہ ہلاکت خیز زہر پیدا ہو جائے گا۔ جو زندہ لاش کو پگھلا کر رکھ دے گا۔"

ناگ نے کہا:

"زندہ لاش جنگل میں آ چکی ہے۔ ہم آدھی رات کا بے تابی سے انتظار کر رہے ہیں۔"

شردمنی ناگن کنڈل مار کر ناگ، عنبر، کیٹی، پادری اور ماریا کے سامنے فرش پر بیٹھ گئی۔ پادری صاحب نے گھڑی کو دیکھا۔ رات کے بارہ بجنے میں ابھی دو منٹ تھے۔ اچانک انہیں زندہ لاش کی چیخ سنائی دی۔ یہ چیخ پادری صاحب کے کاٹج کے بالکل قریب سے سنائی دی تھی۔ سب کی آنکھیں کھڑکی کی طرف اُٹھ گئیں۔

ناگ نے کہا:

"شردمنی! زندہ لاش قریب پہنچ چکی ہے۔"

شردمنی ناگن نے سانپ کی زبان میں کہا:

"میں بھی اپنے رُوپ میں آنے والی ہوں مقدس ناگ!"

ٹھیک رات کے بارہ بجے تو شردمنی ناگن کا چہرہ ان کے دیکھتے دیکھتے ایک ایسی عورت کا چہرہ بن گیا جس کا رنگ سیاہ تھا اور دو دانت سانپ کے دانتوں کی طرح باہر نکلے ہوئے تھے۔ ناگ نے کہا:

"زندہ لاش باہر آ گئی ہے۔ اب تم جاؤ اور بڑی ہوشیاری سے اپنا فرض بجا لاؤ۔"

اس کے ساتھ ہی زندہ لاش کی چیخ بلند ہوئی۔ یہ چیخ مکان کے سامنے والے درختوں میں سے بلند ہوئی تھی۔

شردمنی ناگن نے ناگ سے انسانی آواز میں کہا:

"میں جا رہی ہوں مقدس ناگ!"

یہ کہہ کر شردمنی ناگن جس کا سر انسان کا تھا مگر باقی کا دھڑ سانپ کا تھا۔ کاٹیج سے باہر نکل گئی۔

عنبر، کیتھی، ماریا، ناگ اور پادری صاحب کاٹیج کی کھڑکی کے شیشے کے ساتھ لگ کر اندھیری رات میں آنکھیں کھول کر باہر دیکھنے لگے۔ رات کے اندھیرے میں برف کی سفید چادر دھندلی دکھائی دے رہی تھی۔ انہوں نے دیکھا کر انسانی سر والا سانپ بڑی تیزی سے برف پر ایک طرف رینگتا جا رہا تھا۔ پھر اچانک سامنے کے درختوں میں سے بلند قامت دیو نما بھیانک شکل والی زندہ لاش نکل کر سامنے آگئی۔ اس کی نظر شردمنی ناگن پر پڑ چکی تھی۔ عنبر ناگ پادری ماریا اور کیتھی بے چینی سے یہ منظر دیکھنے لگے۔ زندہ لاش اپنے تیز ناخنوں والے ہاتھ پھیلائے شردمنی ناگن کی طرف بڑھی۔ شردمنی ناگن نے اپنا انسانی چہرہ اوپر اٹھا لیا اور آہستہ آہستہ زندہ لاش کی طرف رینگنا شروع کر دیا۔

○

پھر کیا ہوا، جاننے کے لیے قسط نمبر ۱۱۴
"ماریا طوفانی رات میں" پڑھیے
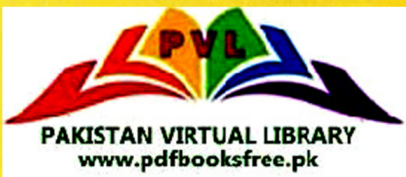
عنبر ناگ ماریا کیپٹن اور خلا میں

اے حمید

نیا مکتبہ اقرأ
۱۴- بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور-۸

عنبر، ناگ، ماریا (۱۳)

ماریا طوفانی رات میں

اے حمید

نیا مکتبہ اقرأ
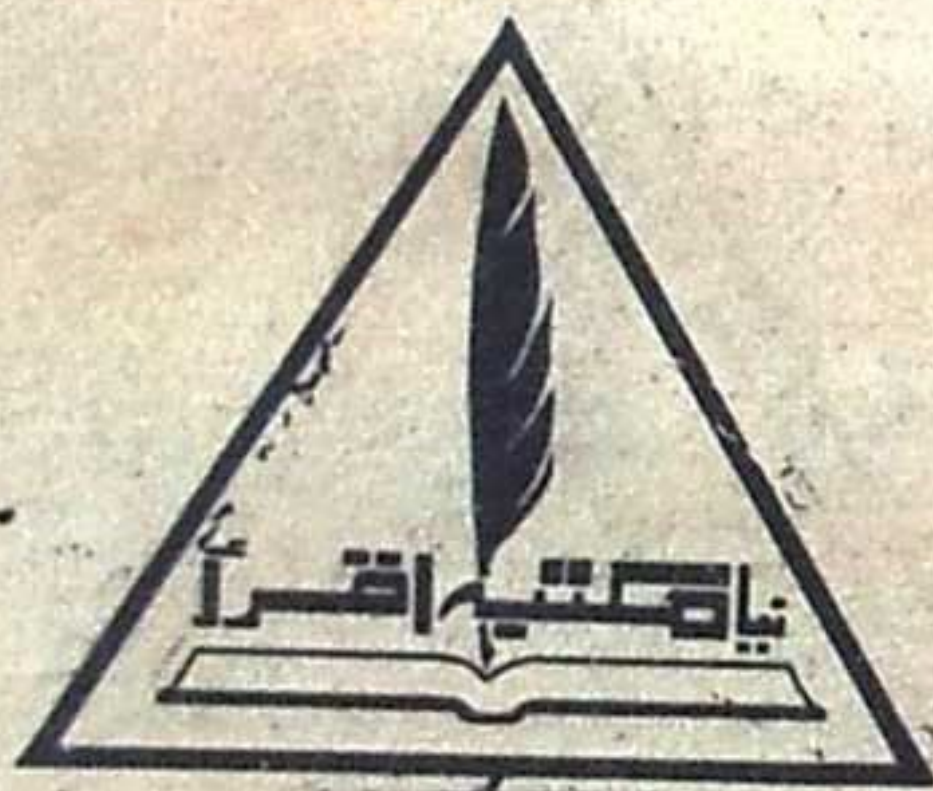
عنبر ناگ ماریا اور کیٹی خلا میں

ماریا طوفانی رات میں

اے حمید

پیارے دوستو!

عنبر ناگ ماریا کی تازہ قسط لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ یہاں میں اپنے ان تمام دوستوں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو مجھے پیارے پیارے محبت بھرے خط لکھ کر اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ دعا کریں کہ میں آپ کے لیے ایسے ہی پیارے پیارے معلوماتی اور دلچسپ ناول لکھتا رہوں۔ کیوں کہ آپ دوست بڑے معصوم اور سچے ہیں اور اللہ تعالےٰ معصوم اور سچے انسانوں کی دعا قبول فرماتا ہے۔ کئی دوستوں نے مجھ سے زرتاشں مشن کے بارے میں سوال کیے ہیں۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ میں اب صرف عنبر ناگ ماریا اور کیپٹن کی داستان ہی لکھ رہا ہوں۔ دوسری کوئی کتاب نہیں لکھ رہا۔ میری دلی خواہش ہے کہ میں عنبر ناگ ماریا کی داستان پر زیادہ سے زیادہ محنت کروں اور اسے زیادہ سے زیادہ دلچسپ، معلومات سے پُر اور نصیحت آموز بناؤں تاکہ دلچسپی کے ساتھ ساتھ آپ کو زندگی کے بارے میں بھی حقیقی معلومات بھی حاصل ہوں۔

آپ کا انکل
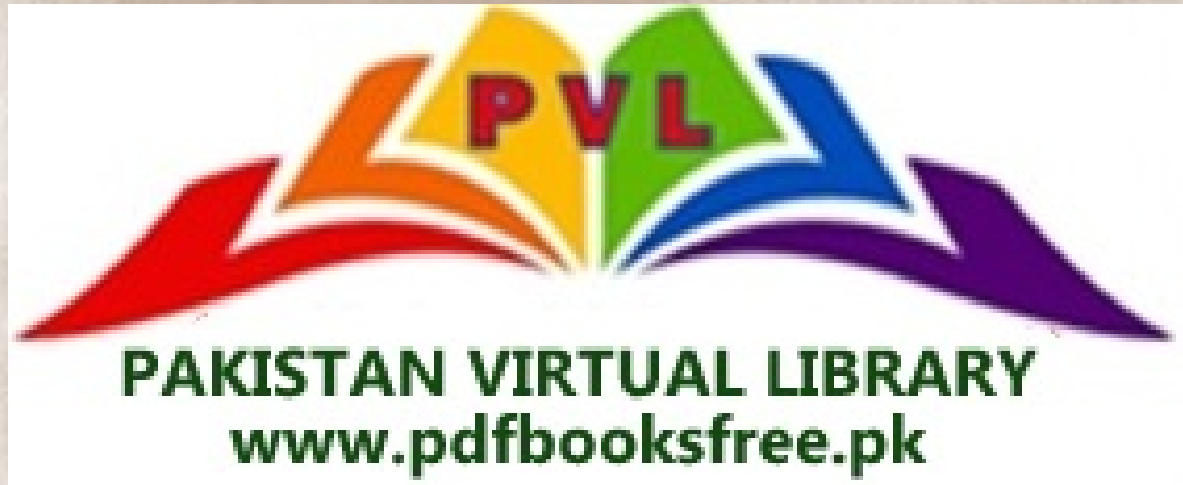
اے حمید

۴۵۴ این راہ چمن سمن آباد لاہور

قیمت:- ۵۰/۷

۱۹۸۶
ناشر : نیا مکتبہ اقراء ۳۰ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع : تاج دین [illegible] لاہور

فہرست

ماریا طوفانی رات میں

پھر اچانک شردمنی ناگن نے حملہ کر دیا۔

عنبر، ناگ، ماریا، کیٹی اور پادری صاحب کالج کی کھڑکی کے شیشے کے ساتھ لگے برفانی رات کے اندھیرے میں یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ زندہ لاش شردمنی ناگن کو دبوچنے ہی لگی تھی کہ عورت کے چہرے والی شردمنی ناگن نے حملہ کر دیا۔ اس کا حملہ یہ تھا کہ اس کے نتھنوں میں سے سبز رنگ کے دھوئیں کی لکیر بجلی کی تیزی سے نکل کر زندہ لاش کے چہرے سے ٹکرائی۔ لاش کے حلق سے ایک ایسی ڈراؤنی چیخ نکلی کہ ایک بار تو شردمنی ناگن بھی خوف کھا کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

زندہ لاش کا سارا جسم ایک دم سبز پڑ گیا۔ پھر سیاہ ہو گیا۔ زندہ لاش اپنی جگہ سے پیچھے ہٹی۔ وہ مڑنا چاہتی تھی کہ اس کا جسم پگھلنے لگا۔ سب سے پہلے اس کے لمبے لمبے بازو موم کی طرح پگھل کر بہہ گئے۔ اس کے

بعد اس کی ٹانگیں پگھل گئیں۔ زندہ لاش ایک ستون کی
طرح دھم سے نیچے برف پر گر پڑی۔ سُرومنی ناگن نے
ایک بار پھر سبز زہر کے دھوئیں کی لکیر اس کے جسم
پر پھینکی۔

زندہ لاش کے حلق سے ایک اور چیخ نکلی۔ یہ اس کی
زندگی کی آخری چیخ تھی۔ اس کے بعد زندہ لاش کا سارا
جسم پانی بن کر برف پر بہہ گیا۔ زندہ لاش کا نام ونشان
ختم ہو چکا تھا۔

پادری صاحب نے خوش ہو کر کہا:
"سُرومنی ناگن نے زندہ لاش کو ہلاک کر دیا۔"
عنبر ناگ ماریا اور کیٹی تیزی سے نکل کر سُرومنی ناگن
کے قریب آ گئے۔ پادری صاحب بھی ان کے ساتھ تھے
ناگ نے سُرومنی ناگن کا شکریہ ادا کیا۔ برف پر اب
زندہ لاش کا سبز رنگ کا پانی بہہ کر آہستہ آہستہ غائب
ہو رہا تھا۔
سُرومنی ناگن نے کہا:
"مقدس ناگ! میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی
ہے۔"
پادری صاحب نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا:

"ناگ بیٹا! اس ناگن کو کہو کہ اس نے ایک
ظالم لاش سے انسانیت کو نجات دلا کر نیکی
کا کام کیا ہے۔ خدا اسے اس کا اجر دے گا۔"
ناگ نے یہ بات ناگن کو بتائی تو وہ مسکرائی اور بولی:
"میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے مقدس ناگ! اگر
خداوند اسے قبول کر لے تو میری خوش قسمتی
ہو گی۔ اب مجھے اجازت دی جائے۔ میں جاؤں گی۔"
ناگ نے سُرومنی ناگن کو اجازت دے دی۔ ناگن فضا
میں بلند ہوئی اور پھر ہوا میں اڑتی ہوئی اندھیری رات میں
غائب ہو گئی۔

پادری صاحب نے عنبر ناگ ماریا اور کیٹی کو ساتھ لیا
اور واپس کاٹج میں آ کر آتشدان کے پاس بیٹھ گئے۔
عنبر نے پادری صاحب سے کہا:
"اب ہمیں اپنے ساتھی تھیوسانگ کی تلاش میں
یہاں سے خلا میں جانا ہو گا۔ اس کے لیے ضروری
ہے کہ ہم زندہ لاش کے غار میں جا کر کسی پرانے
راکٹ کی مرمت کریں۔ کیونکہ وہاں کسی زمانے
میں خلائی سنٹر تھا۔"
پادری صاحب نے کہا:

"کیٹی ایک خلائی لڑکی ہے۔ میرا خیال ہے وہ راکٹ
کو پھر سے ٹھیک ٹھاک کرلے گی۔ کیوں کیٹی ؟
تمہارا کیا خیال ہے ؟"
کیٹی نے کہا :
"فادر ! میں نے خلائی سنٹر کے غار میں جو خلائی
راکٹ دیکھے ہیں وہ اس قابل نہیں ہیں کہ پھر سے
فضا میں بلند ہو سکیں۔"
ناگ بولا : " اس کا مطلب ہے کہ ہمیں یہاں مریخ
والوں کے ٹھکانے پر جا کر کوئی راکٹ اڑانا
ہوگا۔"

ماریا نے کہا :
"کیا ہم عنبر کا غیبی شیشہ استعمال نہیں کر سکتے ؟
اگر کیٹی اس کی ڈگری کی سمت ٹھیک کر دے
تو ہم اکٹھے کسی خلائی سیارے پر پہنچ کر تھیوسانگ
کی تلاش جاری رکھ سکتے ہیں۔"
کیٹی نے کہا :
"عنبر! مجھے غیبی شیشہ دکھاؤ۔"
عنبر نے غیبی شیشہ نکال کر کیٹی کے حوالے کر دیا۔ کیٹی
اسے غور سے دیکھنے لگی۔ پادری صاحب، ماریا اور ناگ

بھی دلچسپی سے اسے تک رہے تھے۔ کیٹی نے دیکھا کہ غیبی
شیشے کے پیچھے بٹن اور سوئی کے ساتھ کئی ایک خلائی
ہندسے بنے ہوئے تھے۔ یہ ڈگریوں کے نشان تھے۔ خلائی ——
لڑکی ہونے کی وجہ سے وہ ان ڈگریوں کے ہندسے پڑھ
سکتی تھی مگر سوئی کا نشان کس سیارے کی طرف تھا؟
یہ جاننا بہت مشکل تھا۔
کیوں کہ یہ مریخ والوں کا غیبی شیشہ تھا۔
"کیا خیال ہے کیٹی ؟" ناگ نے پوچھا۔
کیٹی بولی : " خطرہ مول لینے والی بات ہے۔
ویسے اس کی مدد سے ہم چاروں خلا میں کسی نہ
کسی سیارے پر پہنچ سکتے ہیں۔"
ماریا نے کہا :
"ہمارا مقصد بھی یہی ہے کہ یہاں سے اڑ کر
خلا میں کسی نہ کسی سیارے پر پہنچ جائیں اس
کے بعد وہاں جا کر سوچیں گے کہ ہمیں اپنے ساتھی
تھیوسانگ کو کہاں تلاش کرنا ہے۔"
عنبر نے کہا :
"ہو سکتا ہے ہم جس سیارے پر پہنچیں تھیوسانگ
بھی اسی سیارے پر موجود ہو۔"

کیٹی کہنے لگی:

"میری رائے میں تمہیں اس معاملے پر ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم یہاں سے غائب تو ہو جاؤ مگر خلا میں ایک دوسرے سے بچھڑ جاؤ۔"

ماریا نے پوچھا:

"کیٹی! کیا ایسا ہو سکتا ہے؟"

کیٹی نے کہا:

"ایسا ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا۔ آنکھیں بند کر کے چھلانگ لگانے والی بات ہے۔"

ناگ نے کہا:

"کچھ بھی ہو کم از کم ہم اس دنیا سے تو نکل جائیں گے۔"

عنبر نے کیٹی کے ہاتھ سے غیبی شیشہ لے کر کہا:

"پھر ٹھیک ہے۔ ہمیں یہاں سے ٹیک آف کرنے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔"

پادری صاحب خاموشی سے عنبر کی طرف دیکھنے لگے۔

عنبر نے کہا:

"فادر! آپ ہمارے لیے دعا کریں کہ ہم اپنے مقصد

میں کامیاب ہوں۔"

پادری صاحب بولے:

"جو انسان دوسرے انسان کی بھلائی کے لیے گھر سے نکلتا ہے خداوند اس کی مدد کرتا ہے۔"

ماریا بولی: "میں تم لوگوں کے درمیان میں کھڑی ہوں گی کیونکہ نہ میں تمہارا ہاتھ پکڑ سکتی ہوں نہ تم میرا ہاتھ پکڑ سکتے ہو۔"

ناگ نے کہا:

"ٹھیک ہے تم میرے اور کیٹی کے بیچ میں آ جاؤ۔"

انہوں نے باری باری پادری صاحب سے ہاتھ ملایا اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ کیٹی نے اس عرصے میں غیبی شیشے کی سوئی ایک خاص ڈگری پر لگا دی تھی۔ اس کے خلائی علم کے حساب سے یہ ایک ایسی کہکشاں کی ڈگری تھی جہاں آکسیجن پائے جانے کا بہت امکان تھا۔

عنبر نے غیبی شیشہ اپنے ہاتھ میں تھام لیا اور کہا:

"کیٹی ماریا ناگ! میرے ارد گرد کھڑے ہو کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لو۔ خبردار ہاتھ کسی صورت میں نہ چھوڑنا۔"

کلے۔

ماریا نے کہا:

"میں کیا کروں گی؟"

ناگ بولا: "تم ہمارے درمیان خاموشی سے کھڑی رہنا۔"

عنبر کہنے لگا:

"جب ہم ایک ایک کر کے روشنی کے دائرے میں داخل ہوں تو اپنی آنکھیں بند کر لینا۔"

پادری صاحب آتشدان سے ہٹ کر کھڑے یہ دلچسپ نظارہ دیکھنے لگے۔

عنبر نے غیبی شیشے کا بٹن دبا کر سامنے دیوار پر گول روشنی کا دائرہ پھینکا۔ یہ دائرہ زرد روشنی سے دمک رہا تھا۔

عنبر نے کہا:

"اس دائرے کی طرف چلو۔"

کیٹی، ناگ، عنبر ایک ایک قدم اٹھاتے، ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے روشن دائرے کی طرف بڑھے ماریا ان کے درمیان میں تھی۔ جہاں روشنی کا دائرہ فرش سے ٹکرا رہا تھا وہاں جا کر کھڑے ہو گئے۔

پادری صاحب تعجب سے دیکھ رہے تھے کہ روشنی

کے دائرے میں داخل ہوتے ہی ناگ، عنبر اور کیٹی کے ساتھ غائب ماریا کا جسم بھی چاندی کی طرح چمکنے لگا۔ پھر ان کے جسم چاندی کے ذروں میں بدل گئے اور پادری صاحب کی آنکھوں کے سامنے عنبر ناگ کیٹی اور ماریا غائب ہو گئے۔ ان کے غائب ہونے کے بعد روشنی کا دائرہ بھی بجھ گیا۔

پادری صاحب نے سینے پر صلیب کا نشان بنا کر عنبر ناگ ماریا اور کیٹی کے لیے دعا کی اور آتشدان کے پاس بیٹھ کر بائبل پڑھنی شروع کر دی۔

عنبر نے آنکھیں کھول دیں۔

سب سے پہلے اس کے پاؤں کسی سخت چیز سے ٹکرائے۔ اس نے دیکھا کہ ناگ اور کیٹی بھی اس کے ساتھ تھی۔ اسے ماریا کی خوشبو بھی آ رہی تھی۔ عنبر نے خوشی سے چلّا کر کہا:

"ماریا! تم بھی ساتھ ہو؟"

"ہاں،" ماریا نے کہا۔

ناگ بولا: "یہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟"

کیٹی نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی، اس نے کہا:

"ہم کسی سیارے کے چھوٹے سے ٹکڑے پر ہیں

جو خلا میں تیر رہا ہے۔"

ناگ عنبر ماریا نے بھی دیکھا کہ وہ ایک بہت بڑی خلائی چٹان کے اوپر کھڑے تھے یہ سیاہ چٹان خلا میں بڑی رفتار سے ایک طرف بھاگی جا رہی تھی

ماریا نے کیٹی سے پوچھا:

"کیٹی! یہ تو کوئی سیارہ نہیں ہے۔ بلکہ کسی سیارے کا ٹکڑا ہے۔ ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

کیٹی نے غور کرتے ہوئے کہا:

"یہ چٹان ہمیں کسی سیارے کی طرف لے جا رہی ہے۔ ایک بات کی تسلی ہے کہ یہاں خلاء میں آکسیجن موجود ہے ہم کسی بہت بڑے سیارے کی فضا میں ہیں ہم خلا میں نہیں ہیں۔"

یہ بڑی اچھی بات تھی۔ کیوں کہ اگر وہ خلا میں ہوتے تو آکسیجن نہ ہونے کی وجہ سے انہیں نقصان پہنچ سکتا تھا۔ سیاہ خلائی چٹان بڑی تیزی سے فضا میں آگے ہی آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ فضا میں خلا کی تاریکی نہیں تھی۔ آسمان بادلوں میں گھرا ہوا تھا اور ان کے پیچھے سے ہلکی ہلکی دن کی روشنی نکل رہی تھی۔

چٹان فضا میں آگے ہی آگے بڑھ رہی تھی۔ اچانک

عنبر نے دور فضا میں ایک طرف اشارہ کیا۔ انھوں نے دور فضا میں ایک بہت بڑا چہرہ دیکھا جو آہستہ آہستہ قریب آ رہا تھا۔

"یہ کس کا چہرہ ہے کیٹی؟" عنبر نے پوچھا۔

سب اس چہرے کو تک رہے تھے ناگ بولا:

"مجھے تو یہ کسی جانور کا چہرہ لگ رہا ہے۔"

ماریا بولی: "یہ تو کسی بہت بڑے بھیڑیئے کا چہرہ ہے"

ناگ نے کہا:

"اس کا منہ کھلا ہے۔ اس کے لمبے نوکیلے دانت مجھے صاف نظر آ رہے ہیں۔ کیا تم بھی دیکھ رہے ہو؟"

"ہاں" عنبر نے کہا۔

کیٹی کہنے لگی:

"یہ کسی پُراسرار کہکشاں کا سیارہ ہے۔"

عنبر نے پوچھا:

"لیکن یہ بھیڑیا ہمارے سامنے فضا میں کیوں منہ پھاڑے کھڑا ہے؟"

کیٹی نے کہا:

"ہو سکتا ہے یہ بھیڑیئے کا منہ اس پراسرار سیارے

میں داخل ہونے کا دروازہ ہو۔"
ناگ نے خبردار کرتے ہوئے کہا:
"ہوشیار ہو جاؤ۔ ہماری چٹان اس بھیڑیئے
کے منہ میں داخل ہونے والی ہے۔"
ماریا نے کہا:
"میرے خداوند! کس قدر بھیانک اور بڑا منہ
ہے اس بھیڑیئے کا۔"
"اس کی زرد آنکھیں بھی چمک رہی ہیں۔" عنبر نے کہا۔
کیٹی بولی: "ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ لو۔ ہو
سکتا ہے۔ بھیڑیئے کے منہ میں داخل ہوتے وقت
ہمیں جھٹکا لگے۔"
انہوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ لیے۔ سیاہ خلائی
چٹان کی رفتار بھیڑیئے کے بہت بڑے کھلے ہوئے
بھیانک منہ کے قریب پہنچ کر آہستہ ہو گئی تھی۔ اب
انہیں خلائی بھیڑیئے کا کھلا ہوا منہ صاف نظر آنے لگا
تھا۔ یہ کسی آدم خور بھیڑیئے کا منہ تھا جو پہاڑ کی
طرح تھا اور کسی بہت بڑے اونچے لمبے قلعے کے
دروازے کی طرح کھلا تھا۔ سیاہ خلائی چٹان بھیڑیئے کے
منہ میں داخل ہو گئی۔

بھیڑیئے کے منہ میں داخل ہوتے ہی انہیں ایک
جھٹکا لگا۔ کیٹی کا خیال درست تھا۔ اب وہ خلائی بھیڑیئے
کے حلق میں سے گزر رہے تھے۔ یہاں گھپ اندھیرا
تھا۔ ماریا ان کے درمیان بیٹھی تھی۔ خلائی چٹان اندھیرے
میں تیرتی آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی۔
پھر انہیں بھیڑیئے کے حلق میں دور سفید روشنی نظر
نظر آئی۔ اس روشنی میں انہوں نے سیاہ پتھروں کے اونچے
اونچے ستونوں والا ایک میدان دیکھا۔ روشنی قریب آ
گئی تھی۔ پتھر کے ستونوں کے اوپر بھیڑیئے کا منہ بنا
ہوا تھا جو کھلا تھا اور جس کے نوکیلے دانت باہر
نکلے ہوئے تھے۔
سیاہ خلائی چٹان آہستہ سے اس میدان کے ساتھ
لگ گئی۔
عنبر نے چٹان پر سے چھلانگ لگا دی۔
کیٹی نے کہا:
"اس پر سے کود جاؤ۔ یہ واپس جا رہی ہے۔"
عنبر کے ساتھ ہی کیٹی اور ناگ بھی چٹان سے کود
گئے۔ ماریا بھی اچھل کر دوسری طرف آ گئی۔
"میرے خداوند! یہ تو کوئی ڈراؤنے خواب

سیارہ ہے۔"

عنبر ناگ اور کیٹی بھی حیرت سے اونچے لمبے سیاہ
پتھریلے ستونوں کو دیکھ رہے تھے۔ جن کے اوپر کھلے منہ
والے بھیڑیئے کے سر بنے تھے۔

عنبر نے کہا:

"یہاں ضرور بھیڑیوں کی مخلوق آباد ہو گی۔"

ناگ بولا: "ہمیں ان سے چوکس رہنا ہو گا۔ وہ
کسی بھی طرف سے اچانک ہم پر حملہ کر سکتے
ہیں۔ آسمان پر بادل ہیں مگر روشنی بھی ہے۔ میرا
خیال ہے میں عقاب بن کر اس علاقے کا جائزہ
لیتا ہوں۔"

ماریا نے کہا:

"ابھی نہیں ناگ بھیا! ابھی ہمیں کچھ پتہ نہیں
کہ یہاں کیا کچھ چھپا ہوا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"کیٹی! تم خلائی لڑکی ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

کیٹی نے گہرا سانس کھینچ کر کہا:

"فضا میں آکسیجن موجود ہے۔ یہاں ضرور پانی بھی
ہو گا۔ مگر سبزہ نہیں ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ

کاربن ڈائی آکسائڈ یہاں کسی دوسرے روپ میں
ظاہر ہوئی ہو گی۔"

"کیا مطلب؟" ناگ نے پوچھا۔

کیٹی بولی: "مطلب یہ کہ اگر کاربن ڈائی آکسائیڈ
یہاں درختوں اور سبزے کی شکل میں نہیں اُگتی
تو وہ کسی دوسری شکل میں بھی ظاہر ہو سکتی ہے۔"

وہ اسی طرح باتیں کرتے سیاہ ستونوں کے درمیان سے
گذر رہے تھے۔ انہیں ابھی تک وہاں کوئی مخلوق نہیں
ملی تھی۔ ستونوں والے میدان میں دن کی دھیمی روشنی
پھیلی تھی۔

عنبر کہنے لگا:

"ہو سکتا ہے یہاں ھیوسانگ مل جائے۔"

کیٹی نے کہا:

"یہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ ابھی تو یہ دیکھنا ہے
کہ یہاں کی مخلوق کون ہے۔"

چلتے چلتے وہ میدان کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔
یہاں پتھروں کے اونچے اونچے سیاہ ستونوں کے درمیان
سیارہ زمین پر ایک بہت بڑے بھیڑیئے کا منہ کھلا ہوا
تھا۔ یہ بھیڑیئے کا دیو قامت بُت تھا جو گردن تک زمین

میں دھنسا ہوا تھا۔ بھیڑیئے کا منہ کھلا تھا اور اس کے
حلق میں سیاہ پتھر کی سیڑھیاں نیچے جاتی تھیں۔
عنبر ناگ ماریا اور کیٹی اس بت کے پاس جا کر
کھڑے ہو گئے۔
"یہ سیڑھیاں ضرور کسی غار میں جاتی ہوں گی۔" ماریا نے کہا۔
عنبر بولا: "سوال یہ ہے کہ اس غار میں کیا ہو گا؟"
کیٹی نے کہا:
"اس کے لیے ہمیں اس کے اندر جانا ہو گا۔"
ناگ کہنے لگا:
"بہتر ہے کہ میں اکیلا سانپ کی شکل میں اس
کے اندر جا کر دیکھتا ہوں۔"
ماریا کہنے لگی:
"تمہاری جگہ اگر میں جاؤں تو زیادہ مناسب ہو گا
کیونکہ تم سانپ بن کر بھی جاؤ گے تو نظر
آؤ گے۔ میں غائب ہوں۔ مجھے کوئی نہیں دیکھ
سکے گا۔"
کیٹی نے عنبر سے پوچھا:
"تمہارا کیا خیال ہے عنبر بھیا؟"
عنبر کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا:

"میں ماریا کو خطرے میں ڈالنے کے حق میں
نہیں ہوں۔ خدا جانے اس غار کے اندر کیا
طلسم ہو اور ماریا کسی مصیبت میں پھنس جائے۔"
ماریا نے قہقہہ لگایا اور بولی:
"عنبر بھائی! ساری زندگی مصیبتوں میں پھنستے نکلتے
گزر گئی ہے۔ مصیبتوں سے گھبرانا نہیں چاہیے۔"
کیٹی نے کہا:
"تو پھر جلدی سے واپس آ، جانا اندر زیادہ دیر
مت لگانا۔ کیوں عنبر؟"
عنبر نے ناگ سے مشورہ کیا۔ ناگ بولا:
"میں اب بھی یہی کہوں گا کہ ماریا کی بجائے
مجھے غار میں اترنا چاہیے۔"
اچانک عنبر بولا:
"ماریا کی خوشبو دور ہو رہی ہے۔"
ناگ نے چلّا کر کہا:
"ماریا! تم کہاں ہو؟"
کیٹی بولی: "میرا خیال ہے وہ غار میں اُتر
رہی ہے۔"
ماریا کی دور سے آواز آئی:

"میں سیڑھیاں اتر رہی ہوں۔ تم لوگ میری
بالکل فکر نہ کرو۔ میں بہت جلد نیچے کا حال
معلوم کر کے واپس آ جاؤں گی۔"
"ماریا! واپس آ جاؤ۔" عنبر نے چیخ کر کہا۔
مگر ماریا جا چکی تھی۔ اس کی خوشبو بہت مدھم پڑ
گئی تھی۔ ماریا بھیڑیئے کے منہ کی سیڑھیاں اتر کر
آخری سیڑھی پر پہنچ گئی تھی۔
عنبر، کیٹی اور ناگ بھیڑیئے کے منہ کے پاس
پتھر پر بیٹھ گئے۔
عنبر نے سانس بھر کر کہا:
"ہمیں اب ماریا کا انتظار کرنا چاہیے۔"
ناگ بولا:
"میں ماریا کے پیچھے جا رہا ہوں۔"
عنبر نے ناگ کا بازو پکڑ لیا۔
"نہیں نہیں ناگ! میں تمہیں نہیں جانے دوں
گا۔ ماریا جو غلطی کر چکی ہے وہ تم نہیں
کرو گے۔ اب ہمیں اسی جگہ بیٹھ کر ماریا کا
انتظار کرنا ہو گا۔"
ماریا نے آخری سیڑھی پر پہنچ کر دیکھا کہ اس کے

سامنے ایک گول سرنگ بنی ہوئی ہے۔ ماریا نے
سرنگ میں چلنا شروع کر دیا۔ سرنگ ایسی نہیں تھی کہ
جیسی پہاڑیوں کے اندر ہوا کرتی ہے۔ بلکہ یہ کسی
ماڈرن زیرِ زمین لیبارٹری کی سرنگ لگ رہی تھی جس
کی چھت پر زرد اور سفید پتھر کی ٹائیلیں لگی تھیں
اور ان میں سے کہیں کہیں خود بخود روشنی نکل رہی تھی۔
آگے جا کر یہ سرنگ ایک طرف گھوم گئی۔
سرنگ کی دیوار بیضوی تھی اور یہاں بھی تھوڑے
تھوڑے فاصلے پر سیاہ پتھر کے چھوٹے چھوٹے ستون لگے
تھے۔ جن پر وہی بھیڑیئے کا کھلے منہ والا بت لگا
تھا۔ آگے ایک گول دروازہ آ گیا۔ اس دروازے پر
تانبے کا بڑا تالا لگا تھا۔ ماریا کو تالا کھولنے کی ضرورت
نہیں تھی۔ وہ گول دروازے میں سے گزر گئی۔
دوسری طرف ایک شاندار اونچی چھت والا بڑا کمرہ
تھا۔ چھت میں شیشے کے چوکھٹے لگے تھے۔ ان چوکھٹوں
میں سے روشنی آ رہی تھی۔ سامنے والی دیوار بھی سفید
اور زرد پتھروں سے بنی تھی اور ان پر پانچ بھیڑیوں
کے کھلے منہ بنے ہوئے تھے۔ یہ کھلے منہ اتنے بڑے
تھے کہ ان میں سے ایک آدمی آسانی سے گزر سکتا

تھا۔ ان بھیڑیوں کے منہ کے اندر تاریکی چھائی تھی۔
ماریا نے قریب جا کر دیکھا۔ ہر بھیڑیئے کے منہ کے
آگے شیشہ لگا تھا جس طرح کہ کیمرے کے منہ پر شیشے
کا لینز لگا ہوتا ہے۔

ماریا نے دیکھا کہ ہر بھیڑیئے کے منہ کے اوپر
رومن ہندسوں میں ہزار دو ہزار تین ہزار چار ہزار اور
پانچ ہزار لگا تھا۔ ماریا درمیان والے بھیڑیئے کے منہ
کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کی دائیں جانب دو اور بائیں جانب بھیڑیئے
کے دو منہ تھے۔ ماریا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ بھیڑیوں کے یہ منہ کس
مقصد کے لیے بنائے گئے ہیں۔ ہر بھیڑیئے کے منہ پر ایک شیشہ لگا
تھا۔ ہر بھیڑیئے کے منہ کے پاس سرخ رنگ کا ایک بٹن لگا تھا۔

ماریا نے درمیانی بھیڑیئے کے منہ کے اوپر دیکھا اس
پر تین ہزار لکھا تھا۔ ماریا بھیڑیئے کے منہ کے پاس
جا کر اس پر لگے شیشے میں سے دوسری طرف دیکھنے
لگی۔ اسے دوسری طرف کچھ نظر نہ آیا۔ بھیڑیئے کے منہ
کے اندر گہری تاریکی اور گھپ اندھیرا تھا۔

ماریا اس شیشے کے اندر سے گذر سکتی تھی مگر وہ یہ
دیکھنا چاہتی تھی کہ باہر سے کچھ نظر آتا ہے کہ نہیں
باہر سے اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ماریا نے بھیڑیئے

کے منہ کے پاس دیوار پر لگے بٹن کو آہستہ سے چھوا
بٹن سخت تھا۔

ماریا نے بٹن کو ذرا سا دبایا۔

بٹن ایک بار اندر کو دب کر واپس اپنی جگہ پر آگیا۔

بٹن کے دبتے ہی درمیان والے بھیڑیئے کے منہ
پر لگا ہوا شیشہ آہستہ آہستہ ایک طرف سرکنے لگا۔
شیشہ ہٹ گیا۔ ماریا ذرا آگے کو جھکی کہ اندر جھانک
کر دیکھے کہ اچانک جیسے کسی زبردست کشش نے
اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور ماریا بھیڑیئے کے منہ کے
اندر گھسٹتی ہوئی چلی گئی۔ ماریا کے اندر جاتے ہی شیشہ
اپنی جگہ پر واپس آ گیا۔

ماریا نے اپنے آپ کو زبردست آندھی کے شور
میں پایا۔ وہ کاغذ کے پرزے کی طرح اڑنے لگی۔
اتنی تیز ہوا تھی کہ اس کی آنکھیں نہیں کھل رہی تھیں۔
اتنا تیز ہواؤں کا شور تھا کہ اس کے کان پھٹنے لگے
تھے۔ آندھی ماریا کو اڑائے لیے جا رہی تھی۔ ماریا اپنے
آپ کو سنبھالنے کی بہت کوشش کر رہی تھی مگر ہوا
اس قدر تیز تھی کہ وہ بے بس ہو گئی تھی۔

وہ گیند کی طرح گھومتی، اچھلتی، اڑتی ہوئی کسی

نامعلوم مقام کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ پھر ہواؤں
کا شور کم ہونے لگا۔ آندھی کا زور ٹوٹ گیا۔ ماریا
نے آنکھیں کھول دیں۔

سب سے پہلے جو چیز اسے نظر آئی وہ اس کا
اپنا جسم تھا۔ ماریا کانپ اٹھی۔ وہ نظر آنے لگی تھی۔
اس کا جسم ظاہر ہو گیا تھا۔ اب وہ غیبی ماریا نہیں
تھی۔ اس نے دیکھا کہ آسمان پر بجلی چمک رہی ہے۔ بادل
گرج رہے ہیں۔ تیز بارش ہو رہی ہے اور نیچے اندھیری
رات میں درختوں کے جھنڈ سیاہ دھبوں کی طرح دکھائی
دے رہے ہیں۔

وہ ایک گھومتی ہوئی اڑن طشتری کی طرح فضا میں
چکراتی ہوئی نیچے زمین کی طرف آ رہی تھی۔ ماریا نے دو
باتیں خاص طور پر محسوس کیں کہ ایک تو بارش میں اسے
سردی نہیں لگ رہی تھی اور دوسری بات یہ کہ فضا
میں اپنی زمین ایسی آکسیجن اور درختوں کی خوشبو رچی
ہوئی تھی۔

وہ آہستہ آہستہ نیچے آ رہی تھی۔ وہ درختوں کے
درمیان ایک چھوٹی سی ندی کے کنارے آ کر اتر گئی۔
ماریا نے دیکھا کہ اس کا لباس بدل گیا تھا۔ وہ انگلش

گاؤن کی بجائے بسنتی رنگ کی ساڑھی میں ملبوس تھی۔ گلے
میں سفید موتیوں کا ہار تھا۔ انگلیوں میں شاندار قیمتی ہیروں
والی انگوٹھیاں تھیں۔ پاؤں میں جو جوتی تھی اس پر بھی
ہیرے جڑے تھے۔ ماریا بڑی حیران ہوئی یہ شاندار لباس
کہاں سے آ گیا؟

ضرور میں کسی طلسمی دنیا میں آ گئی ہوں۔ ماریا نے سوچا۔
بارش موسلا دھار ہو رہی تھی۔ ماریا کے بال اور شاندار
ریشمی ساڑھی بارش میں بھیگ رہی تھی مگر اسے سردی بالکل
نہیں لگ رہی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ ماریا اگرچہ
سب کو نظر آ سکتی ہے مگر اس کے جسم کی طاقت ختم
نہیں ہوئی۔ ماریا بارش میں ندی کے کنارے کھڑی تھی۔ اس
نے دیکھا کہ دور جنگل کے اندھیرے میں روشنی اس کی
طرف بڑھ رہی ہے۔

ڈاکو منگا بہادر

ماریا اس روشنی کی طرف بڑھنے لگی۔

ماریا نے اتنا اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کسی دوسری دنیا میں پہنچ گئی ہے۔ مگر یہ کون سی دنیا تھی؟ اسے معلوم نہیں تھی۔ اسے یہ بھی احساس ہو گیا تھا کہ اس نے شاہی لباس پہن رکھا ہے۔ ندی کے کنارے کنارے چلتے ہوئے ماریا نے دیکھا کہ بارش میں بھیگتے جنگل کے اندھیرے میں سے چار آدمی ہاتھوں میں مشعلیں لیے باہر نکلے۔ ان کے جسموں پر زرہ بکتر تھا۔ کمر کے ساتھ تلواریں لٹک رہی تھیں۔ یہ چاروں سپاہی تھے۔ ماریا وہیں رک گئی۔

ماریا نے ہوا میں اڑنے کی کوشش کی مگر وہ اپنے جسم کو اوپر نہ اٹھا سکی۔ اتنے میں چاروں سپاہی اس کے پاس آ کر ایک دم جھک گئے پھر ایک سپاہی آگے بڑھا۔ ہاتھ جوڑ کر بولا:

"راج کماری پشپاولی! بھگوان کا شکر ہے کہ آپ ہمیں مل گئیں۔ مہاراج اور مہارانی آپ کے گم ہو جانے سے سخت پریشان تھے۔"

ماریا سمجھ گئی کہ وہ کسی ایسے زمانے میں آ گئی ہے جہاں وہ کسی بادشاہ یا مہاراج کی بیٹی کے روپ میں ظاہر ہو گئی ہے اور اس کی شکل اس مہاراج کی بیٹی پشپاولی کی ہو گئی ہے۔ اب اسے یہ دیکھنا تھا کہ یہ کون سا زمانہ ہے؟ اور اس کے پاس ایسی کوئی خفیہ طاقت ہے کہ یہاں سے اپنے اصلی ماریا کے روپ کو بدل کر فرار ہو سکے۔

ماریا پریشان ضرور ہوئی مگر اس نے اپنے حواس اور حوصلہ برقرار رکھا۔ اس کے ساتھ جو ہونا تھا وہ ہو گیا تھا۔ کاش وہ بھیڑیے کے منہ کے پاس لگے ہوئے سرخ بٹن کو نہ دباتی۔ اسے عنبر ناگ اور کیٹی کا خیال آ رہا تھا کہ جانے وہ کس حال میں ہوں گے۔

ماریا نے سپاہیوں سے کہا:

"میں جنگل میں راستہ بھول گئی تھی۔"

ایک سپاہی اسی وقت گھوڑا لے آیا اور اس نے شہزادی یعنی راج کماری پشپاولی یعنی ماریا کے اوپر

شاہی چھتری کھول کر پھیلا دی۔ تا کہ اس پر اور بارش
نہ گرے۔ ماریا گھوڑے پر بیٹھ گئی۔ سپاہی بھی گھوڑوں
پر سوار ہو گئے اور انہوں نے گرتی بارش والے جنگل
کی اندھیری رات میں ایک طرف چلنا شروع کر دیا۔
سپاہی آگے آگے تھے۔

جنگل میں ایک جگہ راجہ کا شاہی کیمپ لگا تھا۔
شاہی خیمے کے باہر آگ جل رہی تھی۔ اس آگ
کے اوپر لوہے کی چھتری تان دی گئی تھی۔ خیمے کے
اندر روشنی ہو رہی تھی۔ باہر بھی خیمے کے دروازے پر
دو سپاہی مشعلیں لیے کھڑے تھے۔ چار سپاہی ننگی تلواریں
تھامے پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے شہزادی یعنی
راج کماری پشپاولی (ماریا) کو آتے دیکھا تو فوراً پرے
ہٹ گئے۔ ایک پہرے دار نے خوشی سے اعلان کیا کہ
راج کماری جی تشریف لا رہی ہیں۔ خیمے کا پردہ ہٹا اور
اندر سے ایک گہرے گندمی رنگ کا مضبوط جسم والا
راجہ باہر نکلا۔ اس نے اپنے جسم پر سونے کے زیور
پہن رکھے تھے۔ لباس ریشم کا تھا۔ سر پر تاج تھا۔ اس
کے ساتھ اس کی مہارانی بھی تھی۔ مہارانی نے بھی قیمتی
زیورات پہن رکھے تھے۔ پیچھے پیچھے کنیزیں آ رہی تھیں۔

راجہ نے آگے بڑھ کر ماریا کو سینے سے لگا لیا۔
"میری بچی پشپاولی! تم کہاں چلی گئی تھیں"
مہارانی نے بھی آگے بڑھ کر ماریا کے ماتھے کو چوما
اسے گلے سے لگایا اور بولی:
"بھگوان کا شکر ہے کہ میری بچی مجھے زندہ
مل گئی"
راجہ نے اسی وقت اعلان کیا۔
"ہم شکار گاہ سے اسی وقت واپس اپنے
محل کو چلیں گے۔"
ماریا کو خیمے میں لے جا کر شاندار نرم ریشمی بستر
پر لٹا دیا گیا۔ کنیزوں نے ماریا کا بھیگا ہوا لباس تبدیل
کیا۔ ایک کنیز نے جو راج کماری پشپاولی کی خاص سہیلی
معلوم ہوتی تھی آگے بڑھ کر کہا:
"راج کماری! کہیں جنگل میں کوئی راجکمار تو نہیں
مل گیا تھا؟"
اور خود ہی مسکرانے لگی
ماریا نے کہا:
"ایسی بات نہیں تھی۔"
خاص سہیلی نے تعجب سے کہا:

"راجکماری جی! یہ پہلا موقع ہے کہ آپ نے مجھے میرے نام سے نہیں پکارا۔"

ماریا کو کیا خبر تھی کہ اس کا نام کیا ہے۔ اس نے کہا:

"کبھی کبھی تمہارا نام بھول جاتی ہوں۔"

سہیلی مسکرا کر بولی:

"اچھا اب نہ بھولنا راج کماری۔ میرا نام گیسری ہے۔"

راجہ جنگل میں شکار کھیلنے آیا تھا۔ اسی رات خیمے اکھاڑ دیئے گئے اور شاہی قافلہ گھوڑوں اور رتھوں پر سوار ہو کر واپس محل کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں باتوں ہی باتوں میں ماریا نے اپنی خاص سہیلی گیسری سے معلوم کر لیا کہ وہ تین ہزار سال پیچھے کے زمانے میں آ گئی ہے اور یہ تین ہزار سال پہلے کا ملک ہندوستان ہے۔ وہ مہاراج بھمبیار کی اکلوتی بیٹی پشپاولی ہے۔ راجہ ریاست مونگھیل پر حکومت کرتا ہے اور پاٹلی پتر اس کا دارالحکومت ہے جہاں اس کا شاندار محل ہے۔

سہیلی گیسری کی باتوں سے ماریا کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کا راجہ باپ بھمبیار بہت ہی ظالم راجہ

ہے اور رعایا اس کے ظلم سے بہت تنگ ہے مگر راجہ کے آگے دم نہیں مار سکتی۔ بارش والی رات میں یہ شاہی قافلہ ریاست مونگھیل کی راجدھانی یعنی دارالحکومت پاٹلی پتر کے شاہی محل کی طرف جا رہا تھا اور ماریا اپنے شاہی رتھ کے اندر خاموش بیٹھی سوچ رہی تھی کہ عنبر ناگ اور کیٹی کس حال میں ہوں گے۔

جب ماریا کو بھیڑیئے کے منہ والے غار میں اترے بیس پچیس منٹ گزر گئے تو باہر بیٹھے عنبر ناگ اور کیٹی کو بے چینی ہوئی کہ ماریا نے اتنی دیر کہاں لگا دی؟

عنبر بولا: "میں اسی لیے ماریا کو غار میں نہیں بھیج رہا تھا۔"

ناگ نے کہا:

"میں جا کر پتہ کرتا ہوں۔"

کیٹی نے پریشان ہو کر کہا:

"کہیں تم بھی غائب نہ ہو جانا۔"

ناگ مسکرایا: "تمہارا کیا خیال ہے کہ ماریا غائب ہو گئی ہے؟ اری وہ تو پہلے ہی غائب ہوتی ہے۔ میں ابھی جا کر پتہ کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر ناگ نے عنبر کو بھی تسلی دی اور بھیڑیے
کے منہ کے اندر بنی ہوئی سیڑھیاں اترنے لگا۔ وہ
سیاہ سانپ کے روپ میں تھا۔ ماریا کی طرح ناگ
بھی سرنگ میں سے گذر کر شاندار ہال کمرے میں
آ گیا جہاں سامنے والی دیوار پر پانچ بھیڑیوں کے کھلے
منہ بنے ہوئے تھے۔ ناگ خاموشی سے ان بھیڑیوں
کے کھلے چہروں کو دیکھنے لگا۔ پھر وہ رینگتا ہوا ان
کے قریب گیا اور ان کے اوپر لکھے ہوئے رومن
ہندسوں کے پاس سے ہو کر درمیان والے بھیڑیے
کے منہ کے قریب آ گیا۔ اسے یہاں سے ماریا کی ہلکی
ہلکی خوشبو آئی۔ ناگ نے بھیڑیے کے منہ کے پاس
لگے سرخ بٹن کو سونگھا۔

ماریا کی خوشبو اس بٹن میں سے آ رہی تھی۔
اس نے بھیڑیے کے کھلے منہ میں لگے ہوئے
کیمرے کی طرح کے گول شیشے کو سونگھا۔ اس شیشے
میں ماریا کی خوشبو نہیں تھی۔ ناگ نے سوچا کہ ضرور
ماریا نے اس بٹن کو انگلی سے دبایا ہوگا اور بٹن پر
اس کے جسم کی لہروں کی خوشبو باقی رہ گئی اور وہ خود
کسی پُراسرار حادثے کا شکار ہو گئی۔

ناگ نے پہلے سوچا کہ اس بٹن کو دبا کر دیکھے
کہ کیا ہوتا ہے۔ مگر پھر وہ رک گیا۔ دوسرے بھیڑیے
کے منہ پر ۴ ہزار کا رومن ہندسہ لکھا تھا۔ وہ واپس
جانے لگا تو اسے خیال آیا کہ ہو سکتا ہے ماریا بھیڑیے
کے منہ کے اندر شیشے کی دوسری طرف پھنس گئی ہو
اور باہر نہ آ سکتی ہو۔ اس خیال کے ساتھ ناگ واپس
درمیان والے بھیڑیے کے منہ کے پاس آ گیا۔ یہ وہی
بھیڑیے کا منہ تھا جس میں ماریا گم ہوئی تھی۔

ناگ کو اپنے آپ پر بہت اعتماد تھا۔ اس کو
ماریا کا بھی بے حد خیال تھا۔ بٹن کو دبا کر دوسری
طرف سے ماریا کو نکال لینا چاہیے۔ یہ سوچ کر ناگ نے
سرخ بٹن پر منہ رکھ کر اسے دبا دیا۔

بٹن کے دبتے ہی پہلے کی طرح اب بھی بھیڑیے
کے منہ والا شیشہ ایک طرف کو سرک گیا۔ ناگ نے
دیکھا کہ شیشے کے اندر گھپ اندھیرا تھا۔ اس نے وہی
غلطی کی جو ماریا اس سے پہلے کر چکی تھی۔ ناگ نے
بھیڑیے کے منہ کے اندر گردن ڈال دی۔ یہ دیکھنے
کے لیے کہ کہیں ماریا وہاں تو نہیں ہے۔ ابھی اس
نے اپنی گردن اندر ڈالی ہی تھا کہ کسی زبردست کشش

نے اسے اندر کھینچ لیا۔

ناگ نے سنبھلنے کی بہت کوشش کی مگر وہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا۔ وہ بھیڑیئے کے منہ کے اندھیرے میں گر پڑا اور اسے محسوس ہوا کہ وہ کسی خلا میں اترتا جا رہا ہے۔ پھر تیز آندھی اٹھی اور ناگ ایک بے جان رسی کی طرح چکرانے اور لوٹ پوٹ ہونے لگا۔ طوفانی شور کے سوا کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ ناگ کی آنکھوں کے آگے تاریکی ہی تاریکی تھی۔ سانپ ہونے کی وجہ سے وہ اپنی آنکھیں بند نہیں کر سکتا تھا۔

طوفانی ہوائیں اسے گھپ اندھیرے میں تنکے کی طرح اڑائے لیے جا رہی تھیں۔ میں کہاں جا رہا ہوں؟ یہ کیا طلسم تھا؟ کیا ماریا بھی اسی قسم کے حادثے کا شکار ہوئی ہے؟ یہ خیالات تھے جو ناگ کے دماغ میں چکر لگا رہے تھے۔ تیز آندھی کے تھپیڑے شور مچاتے، چیختے، چلاتے ناگ کو خلا میں اڑاتے چلے جا رہے تھے۔ ناگ کو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

پھر دور اسے روشنی کا ننھا سا نقطہ اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ یہ روشنی بڑھتی گئی۔ پھر ناگ کو آسمان پر سیاہ بادل نظر آئے۔ بجلی کڑک رہی تھی۔ بادل گرج رہے تھے

موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ بادلوں میں سے دھیمی دھیمی روشنی آ رہی تھی۔ یہ چاند کی روشنی تھی جو سیاہ بادلوں کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ یہ رات کا وقت تھا اور یہ بڑی طوفانی بارش والی رات تھی۔

ناگ اب نیچے کو گر رہا تھا۔ اس نے نیچے دیکھا۔ اس کے نیچے دہشت ناک سمندر کی پہاڑ ایسی اونچی لہریں اوپر اٹھ رہی تھیں جیسے ناگ کو ہڑپ کرنے کو بے تاب ہوں۔ سمندر میں طوفان آیا ہوا تھا۔ ناگ غڑاپ سے سمندر کی ایک اوپر کو اٹھتی لہر میں گر پڑا۔

وہ سمندر کے پانی میں کافی نیچے جانے کے بعد ایک بار اوپر کو اٹھا۔ اس نے پانی کی سطح پر آ کر دیکھا کہ وہ طوفانی لہروں میں گھرا ہوا تھا اور لہروں کے تھپیڑے اسے ادھر سے اُدھر اچھال رہے تھے۔ ناگ نے ایک گہرا سانس کھینچا اور عقاب کی شکل اختیار کر کے اڑنے لگا۔ لیکن اس کے پر سمندر کے پانی میں بھیگ گئے تھے اور وہ انہیں پوری طرح پھڑپھڑا نہیں سکتا تھا۔ اس کے لیے اڑنا مشکل ہو رہا تھا۔ چنانچہ ناگ نے دوبارا سانپ کی شکل اختیار کر لی اور سمندری لہروں کا مقابلہ کرنے لگا۔

آسمان پر بجلی ایک کڑک کے ساتھ چمکتی تو ناگ کو

دور دور تک سوائے سمندر کی طوفانی موجوں کے اور کچھ دکھائی
نہ دیتا۔ اس کو ماریا، عنبر اور کیپٹن کا خیال ستانے لگا۔ ماریا
کہاں ہو گی؟ عنبر اور کیپٹن جب اسے نہیں پائیں گے تو
ان پر کیا گزرے گی؟ کہیں وہ بھی سرنگ کے ہال کمرے
میں آکر اس بٹن کو نہ دبا دیں؟ وہ سوچ بھی رہا تھا اور
طوفانی موجوں کا مقابلہ بھی کر رہا تھا۔

سمندری موجیں بپھر بپھر کر ناگ کو کسی نامعلوم منزل کی
طرف بہائے لیے جا رہی تھیں۔ بارش اسی طرح ہو رہی
تھی۔ ناگ نے اپنے آپ کو طوفانی سمندر کی بپھری ہوئی
موجوں کے حوالے کر دیا۔ ساری رات موسلا دھار بارش
ہوتی رہی۔ بادل گرجتے رہے۔ طوفانی ہوائیں چیختی رہیں۔

جب رات ڈھل گئی اور بادلوں کے پیچھے صبح کی
روشنی نمودار ہوئی تو بارش مدھم ہو گئی۔ طوفان بھی مدھم پڑ
گیا۔ آندھی رک گئی۔

ناگ لہروں پر تیر رہا تھا۔ اس نے گردن اٹھا کر
دیکھا کہ کچھ فاصلے پر سمندر کا ساحل تھا جس کے کنارے
کنارے ناریل کے اونچے لمبے درخت ہوا میں جھوم رہے
تھے۔ یہ کون سا سیارہ ہے؟ کون سی زمین ہے؟ ناگ
کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ اس نے کنارے کی طرف تیرنا

شروع کیا۔

کنارے پر آکر اس نے دیکھا کہ دور دور تک ناریل کے
درخت پھیلے تھے۔ ناگ نے سوچا کہ اسے انسانی جسم میں
آکر حالات کا جائزہ لینا چاہیے۔ چنانچہ اس نے فوراً انسانی
شکل اختیار کر لی اور درختوں کی طرف چلنے لگا۔ درختوں
پر سے بارش کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔

ناگ کو اس بات کی خوشی تھی کہ اس کی طاقت ختم
نہیں ہوئی تھی اور وہ اپنی جون بدل سکتا تھا۔ اب دیکھنا
یہ تھا کہ وہ کون سی دنیا میں آ گیا ہے۔ کیا یہ اس کی
اپنی اصلی دنیا ہے یا اس کا عکس ہے؟ فضا میں
ناریل اور ہرے بھرے سبزے کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔
اس میں ماریا کی خوشبو نہیں تھی۔ ناگ نے سوچا کہ
ماریا ضرور کسی دوسری جگہ پر اتری ہو گی۔ وہ چلتا چلا گیا۔
راستے میں اسے کوئی گاؤں یا آبادی نظر نہ آئی۔ ناریل کا
جنگل ختم ہوا تو ایک چھوٹا سا ٹاپو آ گیا۔ یہ ایک چھوٹی
ہتھیلی کی طرح کا ٹاپو تھا جس کے کنارے کنارے گھنے
درخت کھڑے تھے۔

بارش رک گئی تھی۔ ناگ ٹاپو کے ساتھ ساتھ چل

رہا تھا کہ اسے چھلک چھلک کی آواز سنائی دی۔ ناگ
جلدی سے ایک درخت کی اوٹ میں ہو گیا۔ اس نے
دیکھا کہ ایک کشتی ٹاپو میں چلی آ رہی ہے جس میں چا
آدمی سوار ہیں۔ ناگ نے ان کے لباس کو غور سے دیکھا
ان آدمیوں کے لباس سے لگتا تھا کہ جنگلی لوگ نہیں
ہیں۔ ان کے رنگ سیاہ تھے۔ سروں پر رومال بندھے تھے
جسم پر چمڑے کی جیکٹیں تھیں اور کمر کے ساتھ تلواریں
رہی تھیں۔ کیا یہ سپاہی ہیں؟

ان کا لباس پرانے زمانے کا لباس تھا۔ ناگ کو
اندازہ ہو گیا کہ وہ پرانے زمانے میں نکل آیا ہے۔ گ
یہ کون لوگ ہیں؟ کہاں سے آ رہے ہیں؟ کہاں جا رہے
ہیں؟ ان سوالوں کا جواب ملنا باقی تھا۔

کشتی ٹاپو کے اس کنارے کی طرف آ رہی تھی ج
ناگ درخت کے پیچھے چھپا تھا۔ ناگ آہستہ آہستہ جھا
کی اوٹ لیتا ایک گھنے درخت کے پیچھے جنگلی گھاس
چھپ کر انہیں دیکھنے لگا۔ کشتی کنارے پر آ کر رک گئی
چاروں آدمی اتر آئے۔ پھر وہ کشتی میں سے ایک صندو
اٹھا کر لائے۔ دو آدمیوں نے اس بڑے صندوق کو ج
لکڑی کا تھا اپنے کاندھوں پر اٹھایا۔ دو آدمی تلواریں

ہاتھوں میں لیے آگے آگے چلنے لگے۔

جب وہ ناگ کے قریب سے گذرے تو ایک نے
دوسرے سے کہا:

"ہمیں کسی نے کنارے پر اترتے دیکھا تو نہیں؟"

یہ فقرہ قدیم تامل زبان میں ادا کیا گیا تھا جو ہندوستان
کے جنوبی علاقے کی زبان ہے۔ تو کیا میں ملک ہندوستان
کے جنوب میں آ گیا ہوں؟ ناگ کو خیال آیا۔ دوسرا آدمی
جس نے صندوق کو کاندھا دے رکھا تھا بولا:

"نہیں سردار! یہاں ہمیں کون دیکھ سکتا ہے۔"

ناگ نے سردار کو اپنے قریب سے گذرتے دیکھا۔
اس کے کانوں میں سونے کی مندریاں تھیں۔ ڈراؤنے
چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں تھیں اور سر پر سرخ
رومال بندھا تھا۔ جب یہ ٹولی ناگ کے قریب سے
گذر گئی تو ناگ ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ وہ یہ
معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ لوگ کس بستی کی طرف جا
رہے ہیں اور صندوق میں انہوں نے کیا چیز اٹھا رکھی
ہے اور پھر سردار نے یہ کیوں پوچھا تھا کہ ہمیں کسی نے
کنارے پر اترتے دیکھا تو نہیں؟

ناگ کو دال میں کالا کالا نظر آنے لگا۔

یہاں جنگلی گھاس اتنا اونچا تھا کہ ناگ بڑی آسانی
سے اس میں چھپ کر تعاقب کر سکتا تھا۔ چاروں آدمی
اس سے کوئی پندرہ قدموں کے فاصلے پر چلے جا رہے
تھے۔ اچانک ناگ کا پاؤں درخت کی ایک خشک ٹہنی
پر پڑ گیا جو اس کے بوجھ سے ٹوٹ گئی۔ شاخ کے ٹوٹنے
سے آواز پیدا ہوئی تو آگے چلتے چلتے سردار ایک دم رک
گیا اور اپنی لال لال آنکھیں گھما کر بولا:

"کوئی ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔"

اس نے تلوار فضا میں بلند کی اور جنگلی گھاس میں
ناگ کی طرف بڑھا۔

ناگ نے اسے اپنی طرف آتے دیکھا تو بڑی تیزی
سے سانس کھینچی اور چھوٹے سیاہ سانپ کا روپ بدل کر
گھاس میں ایک طرف چھپ گیا۔ سردار گھاس میں پاؤں
مارتا تلوار لہراتا اس جگہ آیا جہاں تھوڑی دیر پہلے ناگ
کھڑا تھا۔ اس نے جھک کر نیچے دیکھا۔ گھاس کی وجہ سے زمین
پر ناگ کے پاؤں کے نشان نہیں پڑے تھے۔

ناگ سانپ کی شکل میں ایک طرف گھاس میں چھپا
سردار کو دیکھ رہا تھا۔ سردار کا ساتھی بھی تلوار لیے
وہاں آ گیا۔

"یہاں کون ہو سکتا ہے سردار"

سردار نے غرا کر کہا:

"تو پھر یہ آواز کیسی آئی تھی؟"

اس کا ساتھی کہنے لگا:

"ہو سکتا ہے درخت پر کسی پرندے کی آواز ہو"

سردار بڑے غور سے ادھر اُدھر گھاس میں دیکھتا رہا۔
جب اسے وہاں کسی انسان کا سراغ نہ ملا تو وہ اپنے
ساتھی کے ہمراہ واپس چلا گیا۔ ناگ نے کچھ فاصلہ رکھ کر
ان کا تعاقب دوبارہ شروع کر دیا۔ اب وہ سانپ کی
شکل میں تھا اس لیے اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا اور
اس کی آواز بھی نہیں تھی۔

چاروں آدمی صندوق لیے جنگل میں ایک ایسی جگہ پر
آ کر رک گئے جہاں ایک طرف چٹان کی اونچی سیدھی دیوار
تھی۔ اس دیوار پر سبز کائی جمی ہوئی تھی اور ایک جانب
جنگلی بیل لٹک رہی تھی۔ دیوار کے پاس ہی ایک جگہ
بہت بڑا جنگلی درخت اگا ہوا تھا۔ اس کی جڑوں میں
ایک سوراخ بنا تھا۔ یہ سوراخ اتنا بڑا تھا کہ اس میں سے
ایک آدمی آسانی سے گزر سکتا تھا۔

سردار کے اشارے سے صندوق وہاں [illegible]

پھر اس نے ان آدمیوں کو جو صندوق اٹھا کر لائے
تھے کہا:
"اس صندوق کو درخت کی جڑوں کے اندر
جا کر رکھ دو۔"
دونوں آدمی صندوق کو گھسیٹ کر درخت کی جڑ کے
سوراخ میں داخل ہو گئے۔ ناگ قریب ہی ایک درخت
کی شاخ سے لگا یہ سارا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ جب دونوں
آدمی درخت کے تنے کے سوراخ میں سے باہر نکلے
سردار اور اس کے ساتھیوں نے ایک سیکنڈ میں ان
پر حملہ کر کے ان کو وہیں موت کے گھاٹ اتار دیا
ناگ یہ دیکھ کر لرز اُٹھا۔
سردار تلوار کو نیام میں ڈالتے ہوئے قہقہہ لگا کر بولا:
"اب ہمارے قیمتی خزانے کا کوئی گواہ نہیں ہے
صرف ان دونوں کو معلوم تھا کہ خزانہ اس جگہ
دفن ہے اور ان کو ہم نے ہلاک کر دیا ہے۔"
ناگ سب کچھ سمجھ گیا۔ یہ ڈاکو تھے اور اپنا خزانہ چھپانے
جنگل میں آئے تھے۔ جن بدقسمت آدمیوں نے خزانے کا صندوق
اٹھا رکھا تھا ان کو مار دیا گیا تھا تاکہ وہ کسی کو جا کر بتا
نہ دیں یا خود ہی سازش کر کے خزانہ نہ لے اُڑیں۔

سردار اور اس کے ساتھی نے مل کر درخت کی جڑوں
والے سوراخ کو مٹی اور گھاس سے بند کر کے اوپر جنگلی
جھاڑیاں کاٹ کر ڈال دیں۔ سردار بولا:
"چلو۔ سب کام ٹھیک ہو گیا ہے۔ واپس اپنے
ٹھکانے پر چلتے ہیں۔"
دونوں ڈاکو واپس چل پڑے۔
دونوں ڈاکو ساتھیوں کی لاشیں وہیں پڑی تھیں۔ یہ
دونوں بھی ڈاکو تھے۔ ڈاکوؤں کے ساتھی ڈاکو ہی ہوتے
ہیں۔ نہ جانے انہوں نے لوگوں پر کیا کیا ظلم نہیں کیے
ہوں گے۔ ظلم کا بدلہ ایک نہ ایک دن ضرور ملتا ہے۔
اسی لیے ہمارے دین اسلام میں خاص طور پر ہدایت
کی گئی ہے کہ انسان کو نیک سادہ اور پاک زندگی بسر
کرنی چاہیے۔ کبھی دولت کے لالچ میں آ کر سیدھی راہ سے
نہیں بھٹکنا چاہیے جو انسان نیکی اور سچائی اور سادگی کی
راہ سے بھٹک جاتا ہے اور جس کے دل میں خدا کا
ڈر نہیں رہتا اور سمجھانے پر بھی سیدھی راہ پر واپس نہیں
آتا تو پھر ایک نہ ایک روز وہ تباہ و برباد ہو جاتا
ہے۔ یہی انجام ان ڈاکوؤں کے ساتھیوں کا ہوا تھا اور ایک
نہ ایک دن ان ڈاکوؤں کے سردار اور اس کے ساتھی کا

بھی یہی انجام ہونے والا تھا۔ خدا کے ہاں دیر ضرور ہے مگر اندھیر نہیں ہے۔ اس لیے ہمیں ہمیشہ نیکی اور سچائی کی پاک صاف زندگی بسر کرنی چاہیے۔

ناگ درخت سے اتر آیا اور ڈاکوؤں کے سردار اور اس کے ساتھی کا پیچھا کرنے لگا۔ اسے معلوم تھا کہ وہ جھیل کے ٹاپو پر اپنی کشتی پر ہی جائیں گے۔ چنانچہ ناگ کچھ دور رینگ کر چلا گیا۔ وہاں اس نے ایک چھوٹے سیاہ عقاب کی شکل بدلی اور درختوں کے اوپر اڑتا ہوا ٹاپو پر آگیا جہاں ڈاکوؤں کی کشتی بندھی ہوئی تھی۔

ڈاکوؤں کا سردار اپنے ساتھی کے ہمراہ وہاں آیا۔ وہ کشتی لے کر جھیل کے ٹاپو میں واپس روانہ ہو گئے۔ ناگ کافی بلندی پر ان کے سروں کے اوپر اڑتا ہوا ان کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ جھیل ٹاپو کے دوسرے کنارے پر جا کر کشتی ایک تنگ ندی میں داخل ہو گئی جو جھیل میں سے نکل کر جنگل میں داخل ہو جاتی تھی۔ ناگ غوطہ لگا کر نیچے درختوں میں آگیا۔ کشتی ندی میں جنگل کے اندر چلی جا رہی تھی۔ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ ندی آگے کہاں نکل جاتی ہے ناگ ندی کے اوپر اڑتا چلا گیا۔

آگے جا کر ندی ایک چھوٹی سی سرسبز کھلی جگہ میں آ گئی جہاں آم کے درختوں کے درمیان ایک جگہ ناریل کے درختوں کے کٹے ہوئے تنوں کو جوڑ کر ایک کافی بڑا قلعہ نما جھونپڑا بنا دیا گیا تھا۔ یہاں ناگ نے ڈاکوؤں کو دیکھا کہ چارپائیوں پر بیٹھے گپیں ہانک رہے ہیں۔ کچھ اپنی تلواروں کو تیل لگا کر صاف کر رہے تھے۔ قلعہ نما جھونپڑے کے آگے دو ڈاکو لکڑی کے سٹولوں پر بیٹھے تلواریں گود میں رکھے ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔ اچانک جنگل میں سے ان کے سردار کی آواز بلند ہوئی :-

"جے ہو کالی دیوی کی "

پہرے دار ایک دم اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ دوسرے ڈاکو بھی چارپائیوں سے اٹھے اور ندی کی طرف دوڑے۔ سردار اور اس کا ساتھی کشتی سے اتر آئے۔ کشتی کو کھینچ کر جھاڑیوں میں چھپا دیا گیا۔ سردار جھونپڑے کے سامنے کھڑا ہو کر غرایا :

"جن دو آدمیوں نے بغاوت کی تھی انہیں موت کی سزا دے دی گئی ہے۔ خبردار ! اگر تم میں سے کسی نے غداری کی تو تمہارا بھی یہی انجام ہوگا

اب تم لوگ آرام کرو۔ رات کو ہم راجہ کے
مہامنتری کے گھر ڈاکو ڈالنے جائیں گے۔"
ڈاکو خوشی سے اچھل پڑے۔ انہوں نے ایک زبان ہو
کر نعرہ لگایا۔
"جے ہو سردار منگا بہادر کی جے ہو۔"
سردار کے ساتھی نے چلّا کر کہا:
"لوٹ کے مال میں سے تم سب کو تمہارا حصّہ
ملے گا جو عورت وہاں سے لائیں گے وہ سردار
کی بیوی بنے گی۔"
ڈاکوؤں نے ایک بار پھر خوش ہو کر نعرہ لگایا:
"ہمیں منظور ہے۔"
اتنا کہہ کر ڈاکو منگا بہادر اور اس کا ساتھی جھونپڑی
میں چلے گئے۔
ناگ عقاب کی شکل میں آم کے درخت کی شاخوں
میں بیٹھا تھا۔ اس نے سب کچھ سن لیا تھا۔ سب کچھ
دیکھ لیا تھا۔ تو گویا یہ ڈاکو آج رات یہاں کے راجہ کے
وزیر یعنی مہامنتری کے ہاں ڈاکہ ڈالنے جا رہے ہیں اور وہاں
لوٹ مار کریں گے اور ان کی عورتوں کو اغوا کر کے لے
آئیں گے۔ بہتر ہے کہ مہامنتری کو پہلے سے خبردار کر دیا

جائے تا کہ وہ اور اس کے خاندان کے لوگ اس خون
خرابے سے بچ جائیں۔
ناگ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ راجہ کے وزیر یعنی مہامنتری
کس جگہ رہتا ہے۔ اس نے سوچا کہ ظاہر ہے وہ مشہور
اور دولت مند آدمی ہے۔ یہاں کسی آبادی میں چل کر
اس کا پتہ لگانا چاہیے۔ ناگ فضا میں پھڑپھڑا کر بلند ہو گیا۔
ایک ڈاکو نے درخت میں سے سیاہ عقاب کو اوپر فضا میں
اڑتے دیکھا تو اپنے ساتھی سے بولا:
"اس سے پہلے یہاں کالا عقاب کبھی نظر نہیں آیا۔"
اس کا ساتھی بھی سیاہ عقاب کو دیکھ کر کچھ حیران
سا ہوا مگر ناگ ان سے دُور نکل چکا تھا۔ وہ اُڑتا اُڑتا
جنگل سے دور پہاڑوں کی دوسری طرف آ گیا۔ یہاں دن
کی روشنی میں ناگ نے ایک چھوٹا سا شہر دیکھا جس کے
مکانوں کی چھتیں پتھروں کی بنی تھیں۔ ان مکانوں کے درمیان
گلیاں اور بازار تھے جن پر رتھ اور بیل گاڑیاں چل رہی
تھیں۔ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر بھی جا رہے تھے۔ یہ
واقعی بہت پرانا زمانہ تھا۔
ناگ کو معلوم نہیں تھا وہ تین ہزار سال پرانے ہندوستان
کے جنوبی علاقے میں آ گیا تھا۔ یہی زمانہ اور یہی ملک

ہندوستان تھا جس کے شمال کی ریاست موگھیل میں ماریا
راجہ بھمیار کی بیٹی بن کر اس کے محل میں رہ رہی تھی
مگر ان دونوں کے درمیان ہزاروں میل کا فاصلہ تھا۔ یہی
وجہ تھا کہ ماریا اور ناگ کو ایک دوسرے کی خوشبو نہ
آ رہی تھی۔

ناگ نے دیکھا کہ اس چھوٹے سے شہر کے درمیان
میں ایک باغ ہے۔ اس باغ میں ایک عالی شان
کھڑی ہے جس کی چھت پر بارہ دری بنی ہے۔ اور
دروازے کے باہر ایک چبوترے پر بیل کا بت بنا
ہے۔ یہ نندی بیل تھا۔ اس شہر کے لوگ بیل نندی
پوجا کرتے تھے۔ شہر میں نندی بیل کے دو مندر بھی
جن کے میناروں کے کلس پر سونا چڑھا تھا۔

ناگ سمجھ گیا کہ یہی حویلی مہامنتری یعنی راجہ کے
کی ہو گی جہاں آج رات ڈاکو ڈاکہ ڈالنے والے تھے
ناگ غوطہ لگا کر اس حویلی کے باغ میں ایک درخت
کے نیچے آ گیا۔ پھر اس نے انسانی شکل اختیار کر لی
وہ حویلی کے دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اچانک
پیچھے سے آ کر دو سپاہیوں نے اسے جکڑ لیا۔ ایک
تلوار کی نوک اس کی گردن پر رکھ دی اور تامل زبان

غصے میں پوچھا:

"کون ہے تو؟"

دوسرا بولا: "یہ کوئی چور اچکا ہے اور مہامنتری کی
حویلی میں چوری کرنے آیا ہے۔ چلو اس کو پٹیل صاحب
کے سامنے پیش کریں۔"

ناگ یہی چاہتا تھا کہ یہ لوگ اسے کسی ذمے دار
شخص کے پاس لے چلیں۔

اس نے صرف اپنی تسلی کے لیے اتنا پوچھا:

"کیا یہ مہامنتری کی حویلی ہے؟"

پہرے دار نے ناگ کو ایک مکا مارا اور کہا:

"تو اسے اپنی سمجھ کے یہاں آ گیا ہے؟"

ناگ اسے اس بدتمیزی کی فوراً اور اسی وقت سزا
دے سکتا تھا مگر وہ موقع ایسا نہیں تھا اس لیے ناگ
خاموش رہا۔

پہرے دار اسے لے کر حویلی کے داروغہ پٹیل کے پاس
لے گئے جس کے ذمے ساری حویلی کی دیکھ بھال کا
انتظام تھا۔ ناگ کو دیکھ کر پٹیل نے پوچھا:

"کون ہے یہ؟ اسے کہاں سے پکڑ لائے ہو؟"

پہرے دار بولا:

"حضور! یہ چور ہے حویلی میں چوری کرنے کے
لیے گھسا تھا کہ ہم نے اسے پکڑ لیا۔"
پٹیل نے ناگ کی طرف غصے سے دیکھا اور کہا:
"کیوں۔ تم چور ہو؟ چوری کرنے آئے تھے؟"
ناگ بولا: "میں چور نہیں ہوں۔ میرا نام ناگ ہے
میں ایک سیاح ہوں۔ جنگل سے گذر رہا تھا کہ۔"
ناگ کہتے کہتے رک گیا اور پہرے داروں کی طرف
دیکھ کر بولا:
"پٹیل صاحب! میں آپ سے ایک ضروری بات
کرنا چاہتا ہوں۔ ان لوگوں کو بھجوا دیں۔"
پٹیل نے پہرے داروں سے کہا کہ تم چلے جاؤ۔ جب
وہ چلے گئے تو پٹیل نے اپنی بڑی بڑی مونچھوں پر ہا
پھیرتے ہوئے اپنی چیتے ایسی آنکھوں سے ناگ کو گھو
ہوتے پوچھا:
"بولو۔ تم کون سی ضروری بات مجھ سے کرنا
چاہتے ہو؟"
ناگ نے ساری بات پٹیل کو سنا دی کہ ڈاکو منگ
بہادر کا گروہ آج رات حویلی پر ڈاکہ ڈالنے والا ہے
پٹیل ذرا سا چونکا۔ پھر ادھر ادھر دیکھ کر بولا:

"اس کا ذکر تم نے کسی دوسرے سے تو نہیں کیا؟"
ناگ نے کہا:
"ہرگز نہیں۔ میں نے کسی سے اس کا ذکر نہیں
کیا۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ مہامنتری صاحب کو
اطلاع کر دی جائے تا کہ وہ ہوشیار ہو جائیں اور
ڈاکو ان کی عورتوں کو اغوا نہ کر سکیں۔"
داروغہ پٹیل بولا:
"تم فکر نہ کرو۔ میں ابھی جا کر مہامنتری صاحب کو
خبر کرتا ہوں۔ تم بہت اچھے نوجوان ہو۔ مہامنتری
تمہاری اس خبر سے بہت خوش ہوں گے۔ ہم
ابھی ڈاکوؤں سے مقابلہ کرنے کا بندوبست کرتے
ہیں۔ تم ایسا کرو کہ میرے تخت پر آ کر بیٹھ جاؤ۔
میں تمہارے لیے شربت لاتا ہوں اور پھر مہامنتری کو
خبر دینے جاتا ہوں۔"
ناگ کہنے لگا:
"مجھے پیاس نہیں ہے۔ آپ مہامنتری کو جا کر یہ
اطلاع کر دیں تا کہ وہ اپنے بچاؤ کا بندوبست کر لیں۔"
پٹیل اٹھ کر پگڑی سنبھالتے ہوئے بولا:
"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہمارے مہمان اگر ہمارے گھر

کا شربت قبول نہ کریں تو ہم اسے اپنی بے عزتی
خیال کرتے ہیں۔"
ناگ نے مسکرا کر کہا:
"اگر ایسی بات ہے تو میں آپ کا شربت ضرور
پیوں گا۔"
پٹیل بھی مسکرایا اور دوسرے کمرے میں چلا گیا۔
چند لمحوں کے بعد وہ آیا تو اس کے ہاتھ میں چاندی
کا ایک گلاس تھا جس میں شربت تھا۔ ناگ کے ہاتھ میں
گلاس دے کر اس نے کہا:
"اسے پی کر میری عزت افزائی کرو۔ اب میں مہامنتری
کے پاس جاتا ہوں۔ تم میرے آنے تک اسی جگہ
بیٹھنا۔ ہو سکتا ہے شکریے کے لیے مہامنتری جی تمہیں
بھی بلوا بھیجیں۔"
ناگ نے شربت کا گھونٹ پیا اور بولا:
"میں اسی جگہ بیٹھوں گا۔ آپ فکر نہ کریں۔"

ناگ بے ہوش ہو گیا

پٹیل بولا: "میں ابھی آتا ہوں۔ مگر آپ شربت پی
لیں پھر جاؤں گا۔"
ناگ نے جلدی سے سارا شربت حلق میں انڈیل لیا۔
پٹیل خوشی سے گلاس اٹھا کر بولا:
"اب تم آرام کرو۔"
پٹیل پردہ اٹھا کر صحن کی طرف نکل گیا۔
مگر وہ پردے کے پیچھے کھڑا اپنی مونچھوں پر ہاتھ
پھیرتے ہوئے بڑی مکاری کے ساتھ ناگ کی طرف دیکھ
رہا تھا۔ ناگ لکڑی کی کرسی پر بیٹھا تھا جس پر موتی جڑے
ہوئے تھے۔ وہ اٹھا کر دیوار پر بنی ہوئی تصویر کو دیکھے
کر اسے چکر آ گیا اور وہ وہیں کرسی پر پھر سے بیٹھ
گیا۔ اس نے اپنے سر کو پکڑ لیا تھا۔ کیونکہ اس کا
سر بری طرح چکرانے لگا تھا۔
فرش گھوم رہا تھا۔ ناگ فوراً سمجھ گیا کہ ایک …

ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔ وہ سانس کھینچ کر کسی دوسری شکل میں
آتے ہی لگا تھا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ناگ کو
بے ہوش دیکھ کر پٹیل جلدی سے پردہ اٹھا کر کمرے
میں آیا۔ جھک کر ناگ کو دیکھا۔ جب اسے تسلی ہو
گئی کہ وہ بے ہوش ہو چکا ہے تو اسے اٹھا کر کاندھے
پر ڈالا اور دوسرے کمرے کی خفیہ سیڑھیاں اتر کر حویلی
کے نیچے ایک تنگ و تاریک تہہ خانے میں لے جا کر
فرش پر ڈال دیا۔

دروازے کو بند کر کے باہر موٹا تالا لگایا اور سیڑھیاں
چڑھ کر اپنے کمرے میں آیا۔ لباس تبدیل کیا۔ شکاری
لباس پہنا۔ تیر کمان اٹھائے، گھوڑے پر سوار ہوا اور پہرے دار
سے کہا:

"میں ذرا جنگل تک شکار مارنے جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر پٹیل نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ گھوڑا ہوا سے
باتیں کرنے لگا۔

پٹیل گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا، ندی نالوں، پہاڑی
میدانوں کو عبور کرتا اس جنگل میں داخل ہو گیا جہاں
ڈاکو منگا بہادر کا خفیہ ڈیرا تھا۔ پٹیل کو آتے دیکھ کر ڈاکو
ایک طرف ہٹ گئے۔ وہ سب جانتے تھے کہ پٹیل

کے سردار منگا بہادر کا دوست ہے اور اسی کی مدد سے
سردار شہر میں ڈاکے ڈالا کرتا ہے۔

پٹیل سیدھا سردار منگا بہادر کے جھونپڑے میں چلا گیا۔
سردار ڈاکو منگا بہادر مونچھوں کو مروڑتا ہوا اپنے چوکے سے
اٹھا اور مسکراتے ہوئے پٹیل سے بغل گیر ہو کر بولا:

"میرے دوست پٹیل صاحب کیسے آنا ہوا۔ خیریت
تو ہے نا؟ ہم تو آج رات خود آپ کے دھامنڑی
کی حویلی میں ڈاکہ مارنے آنے والے تھے۔"

پٹیل نے کہا:

"خیریت ہے۔ سب خیریت ہے۔ مگر یہ بتاؤ کہ
تمہارا کوئی ساتھی تمہارے گروہ سے فرار تو
نہیں ہوا؟"

"کیا مطلب؟" سردار نے تعجب سے پوچھا:

پٹیل بولا: "بات یہ ہے کہ ابھی ابھی ایک
سانولا سا گھنگریالے بالوں والا نوجوان ہماری حویلی میں آیا اور کہنے لگا،
مجھے دھامنڑی کے پاس
لے چلو۔ کیوں کہ ڈاکو منگا بہادر آج رات حویلی
میں ڈاکہ مارنے والا ہے۔"

یہ سن کر ڈاکو سردار منگا بہادر کا چہرہ غصے سے لال

ہو گیا۔ اس نے اسی وقت جھونپڑے سے باہر آ کر اپنے
خاص ساتھی کو بلایا اور کہا:

"سارے آدمیوں کو بلا کر ان کی حاضری لو۔ دیکھو کر
کوئی ہمیں چھوڑ کر فرار تو نہیں ہو گیا؟"

سردار کے ساتھی نے اسی وقت تمام ڈاکوؤں کو جھونپڑے
کے سامنے حاضر کر دیا۔ سارے کے سارے ڈاکو موجود تھے
یہ لوگ سوائے ان دو ڈاکوؤں کے جن کو سردار نے خود
رات کو مار ڈالا تھا جو ایک عرصے سے اس کے ساتھ
چلے آ رہے تھے۔

سردار نے پٹیل سے کہا:

"میرا کوئی آدمی مجھے دھوکہ دے کر فرار نہیں ہوا
سارے ڈاکو موجود ہیں۔"

پٹیل نے ڈاڑھی کھجاتے ہوئے کہا:

"پھر وہ جاسوس کون تھا؟ اس کو کیسے خبر ہوئی کہ
تم آج رات مہامنتری کی حویلی پر ڈاکہ مارنے والے
ہو؟ وہ تو خیریت رہی کہ پہرے دار اسے پہلے
میرے پاس پکڑ کر لے آئے۔ اگر وہ مہامنتری تک
پہنچ جاتا تو ہمارا سارا منصوبہ دھرے کا دھرا
رہ جاتا۔"

ڈاکوؤں کا سردار بے چینی سے ٹہلنے لگا:

"کون ہو سکتا ہے یہ میرا دشمن؟"

سردار کے ساتھی نے کہا:

"سردار! ہو سکتا ہے جب تم نے کہا تھا کہ آج
رات ہم مہامنتری کی حویلی میں ڈاکہ ڈالنے والے
ہیں۔ اب چل کر آرام کرو تو اس وقت درختوں
کے پیچھے چھپا ہوا کوئی آدمی سن رہا ہو۔"

ڈاکوؤں کے سردار منگا بہادر نے غصے سے پھنکارتے
ہوئے پٹیل سے کہا:

"پٹیل! ہمارے دوست! اس جاسوس کو پکڑے رکھنا
جب میں رات کو ڈاکہ مارنے آؤں تو اسے
میرے حوالے کر دینا۔ اسے ابھی قتل نہ کرنا۔ میں
اس پوچھ گچھ کر کے پتہ لگانا چاہتا ہوں کہ وہ
اکیلا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی گروہ بھی کام کر
رہا ہے۔ یہ بات ہمارے لیے بڑی خطرناک
ثابت ہو سکتی ہے۔"

پٹیل نے اٹھتے ہوئے کہا:

"میں نے اسے بے ہوش کر کے تہہ خانے میں
بند کر دیا ہے۔ تم رات کو آؤ گے تو میں اسے

تیرے حوالے کر دوں گا۔

سردار بولا: "اگر وہ ہوش میں آ گیا تو اسے پھر بے ہوش کر دینا۔"

پٹیل نے کہا:

"میں نے اسے جو بے ہوشی کی بوٹی پلائی ہے وہ اسے آج کی ساری رات بے ہوش رکھے گی۔ اچھا، اب میں چلتا ہوں۔ ہاں — آدھی رات کو تم حویلی کے پچھلے دروازے سے داخل ہونا۔ دروازہ تمہیں کھلا ہوا ملے گا۔"

ڈاکو سردار نے مسکراتے ہوئے پٹیل کے کاندھے پر ہا
مارا اور بولا:

"پٹیل! فکر مت کرو۔ تمہارا حصّہ سب سے پہلے الگ کر کے رکھ دیا جائے گا۔ تمہاری امانت میرے پاس یہاں محفوظ پڑی رہے گی۔ تم جب چاہے آ کر وصول کر سکتے ہو۔"

پٹیل نے مسکراتے ہوئے ڈاکوؤں کے سردار منگا ب
کے سامنے سے ہاتھ ملایا اور گھوڑے پر سوار
اسے اپنی حویلی کی طرف ڈال دیا۔

شام ہونے سے پہلے پہلے پٹیل مہامنتری کی حو

میں پہنچ گیا۔ پہنچنے کے بعد پہلا کام اس نے یہ کیا کہ خفیہ تہہ خانے میں جا کر ناگ کو دیکھا۔ ناگ ابھی تک بے ہوش پڑا تھا۔ پٹیل نے احتیاط کے طور پر ناگ کے دونوں ہاتھ اور پاؤں رسّی کے ٹکڑے سے باندھ دیئے اور تہہ خانے کے دروازے پر تالا لگا کر مہامنتری کے کمرۂ خاص کی طرف چلا۔

مہامنتری ادھیڑ عمر کا ایک نیک دل اور شریف انسان تھا جو رحم دل تھا اور لوگوں اور نوکروں کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کرتا تھا۔ مصیبت کے وقت ان کی مدد کرتا تھا۔ اس کی ایک بیوی اور ایک ہی بیٹی کملا تھی جس کی اگلے ماہ شادی ہونے والی تھی۔ وہ پٹیل پر بڑا بھروسہ کرتا تھا اور اس کی ہر بات مانتا تھا۔ پٹیل ایک مکار لالچی اور غدار شخص تھا اور ڈاکوؤں سے ملا ہوا تھا۔ وہ ڈاکوؤں کے سردار منگا بہادر کو لوگوں کے گھروں کے خفیہ تہہ خانوں کی خبر دیتا جہاں لوگوں نے مال دولت رکھی ہوتی تھی۔ ڈاکو ڈاکہ مار کر سارا مال لوٹ کر لے جاتے اور پٹیل کو اس میں سے اس کا حصّہ مل جاتا تھا۔

مکار پٹیل یہ دیکھنے مہامنتری کے پاس گیا تھا کہ کہیں اس کو کسی دوسرے شخص نے تو نہیں بتا دیا ہے کہ رات

کو ڈاکہ پڑنے والا ہے؟ مگر شریف مہامنتری کو
معلوم نہیں تھا۔ اسے ناگ نے ہی بتانا تھا اور ناگ
کے تہہ خانے میں بے ہوش پڑا تھا۔

مہامنتری نے پٹیل کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا:

"آیئے پٹیل جی! کیسے آنا ہوا؟"

پٹیل نے مکاری سے مسکراتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"مہاراج! آپ کی خیریت معلوم کرنے آ گیا ہوں
آپ کا خادم ہوں۔ آپ کی ہر دم فکر رہتی
ہے۔"

مہامنتری اپنے کمرہ خاص میں شاندار میز کے آگے
بیٹھے رول کیے ہوئے بانس کے کاغذوں پر کچھ لکھ رہے
انہوں نے کہا:

"مہاراج راجہ وکرم جی نے پرسوں مجھے دربار میں
بلایا ہے۔ میں راجدھانی جاؤں گا۔ دو ایک دن
میں واپس آ جاؤں گا۔ پیچھے آپ کو ہی سارا خیال
رکھنا ہو گا۔"

پٹیل نے ہاتھ باندھ کر سر جھکاتے ہوئے کہا:

"میں آپ کا سیوک ہوں، خادم ہوں کوئی فکر نہ
کریں۔ حویلی کا سارا کام ٹھیک طرح سے چلتا

رہے گا۔"

"ہمیں آپ سے یہی امید تھی۔"

تھوڑی دیر ادھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد پٹیل
اجازت لے کر واپس چلا آیا۔ جب رات ہوئی تو پٹیل
حویلی کے پچھلے دروازے کی طرف گیا۔ اس دروازے پر
تالا لگا ہوا تھا۔ پٹیل نے تالا کھول کر دروازے کا کھٹکا
بھی کھول دیا۔ اب ڈاکوؤں کے لیے راستہ صاف تھا۔
پٹیل باغ میں آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ پہرے دار باقاعدہ پہرہ
دے رہے تھے۔

پٹیل نے پہرے دار سے کہا:

"جس آدمی کو تم نے پکڑا تھا وہ دشمن کا جاسوس
تھا۔ میں نے اسے مہامنتری کے حکم سے راجہ کے
دربار بھجوا دیا ہے جہاں سے اسے سزا ملے گی۔"

پہرے دار نے خوش ہو کر کہا:

"مہاراج ہمیں انعام دیں گے کیا؟"

پٹیل نے غصے میں کہا:

"جب انعام ملے گا تو دیکھا جائے گا۔ ابھی تم
اپنا پہرہ دیتے رہو۔"

پٹیل اپنی خواب گاہ میں آ کر پلنگ پر لیٹ گیا۔

اس کی میز پر ریت کی گھڑی رکھی تھی۔ ابھی گھڑی کے
نچلے حصّے میں آدھی ریت نہیں گری تھی۔ آدھی ریت گر
جانے کے بعد آدھی رات ہو جاتی تھی۔ پٹیل گھڑی کی
طرف تھوڑی تھوڑی دیر بعد دیکھ لیتا تھا۔ وقت گذرتا
جا رہا تھا۔ ریت ایک پتلی باریک دھار کی شکل میں گھڑی
کے اوپر والے حصّے سے نچلے حصّے میں گر رہی تھی۔

اس وقت ڈاکوؤں کا سردار منگا بہادر اپنے ڈاکو ساتھیوں
کے ہمراہ پہاڑیوں میں سے نکل کر گھوڑے پر سوار رات
اندھیرے میں مہامنتری کی حویلی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اندھیری
رات کے سناٹے میں چھوٹے سے شہر کے لوگ، گھروں میں گہری
نیند سو رہے تھے۔ گلیاں اور بازار سنسان تھے۔ کبھی کبھی کسی
طرف سے چوکیدار کے لٹھ زمین پر مارنے کی آواز آ
جاتی تھی۔

ڈاکوؤں کا گروہ چہرہ پر سیاہ نقاب چڑھائے شہر کے
سنسان بازار میں داخل ہو گیا۔ وہ گھوڑوں سے اتر کر چل
رہے تھے۔ ان کا رخ مہامنتری کی حویلی کی طرف تھا۔ حویلی
کے صدر دروازے پر مشعلیں روشن تھیں مگر پچھلی طرف اندھیرا
تھا۔ اسی جگہ حویلی کا پچھلا دروازہ تھا۔ سردار منگا بہادر
خاص ساتھی کے ساتھ آگے آگے چل رہا تھا۔ دونوں کے

ہاتھوں میں تلواریں تھیں۔ جب وہ پچھلے دروازے کے پاس
آئے تو کسی نے چلّا کر کہا:

"خبردار!

سردار نے چونک کر ایک طرف دیکھا۔ ایک پہریدار
سردار کی طرف بڑھا۔ اس کی موت اسے وہاں لے آئی تھی۔
سردار چھلانگ لگا کر پہرے دار پر گرا اور اس سے پہلے
کہ پہرے دار کے حلق سے دوسری آواز نکلتی سردار ڈاکو
نے اسے دوسری دنیا میں پہنچا دیا تھا۔

"یہ کیوں یہاں آ گیا؟" سردار نے غصّے سے کہا۔

اس کے ساتھی نے سرگوشی کی:

"اس کا پہرہ یہاں لگا ہو گا۔"

حویلی کے پچھلے دروازے کے پاس آ کر سردار نے دروازے
کو دھکا دیا۔ دروازہ کھل گیا۔ ڈاکو حویلی میں داخل ہو
گئے۔ حویلی میں مہامنتری، اس کی بیوی اور لڑکی کملا اپنے
اپنے کمروں میں گہری نیند سو رہے تھے۔ ڈاکوؤں نے سب
سے پہلے پہرے داروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔
پھر انہوں نے مہامنتری اور اس کی بیوی کے منہ میں
کپڑا ٹھونس کر ان کی مشکیں کس دیں اور مہامنتری کی
بیٹی کملا کے کمرے میں داخل ہوئے۔ کملا بے سدھ

تھی۔ سردار نے اشارہ کیا۔

دو ڈاکو آگے بڑھے اور انہوں نے کملا کے منہ پر رومال رکھ کر اسے بے ہوشی کی دوا سنگھا دی۔ کملا نے دو بار ہچکی لی اور بے ہوش ہو گئی۔ اس کے بعد ڈاکوؤں نے ساری حویلی کو لوٹ کر مال جمع کیا اور کملا اور لوٹ کا مال لے کر حویلی کے پچھلے دروازے سے باہر نکل گئے۔ ان کے گھوڑے حویلی سے کچھ دور تیار کھڑے تھے۔ وہ گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ اور ہوا سے باتیں کرتے رات کی تاریکی میں گم ہو گئے۔ جانے سے پہلے ڈاکوؤں نے بے ہوش ناگ کو تہہ خانے سے نکلوا کر اپنے گھوڑے پر ڈال دیا تھا۔ اور اسے بھی ساتھ لے گئے تھے۔ ان کے حویلی سے نکلنے کے فوراً بعد پٹیل نے شور مچا دیا کہ ڈاکو آ گئے۔ پکڑو۔ پکڑو۔ کہاں ہو تم پہریدارو کیا تم سب مر گئے ہو؟ پٹیل یونہی جھوٹ موٹ کا شور مچاتا مہامنتری کے کمرے میں آیا۔ مہامنتری کے منہ میں کپڑا ٹھنسا تھا۔ پٹیل نے کپڑا باہر نکالا اور مشکیں کھول دیں۔ مہامنتری شریف آدمی تھا۔ اس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔

"ڈاکو۔۔۔ آئے تھے۔ میری بچی۔ میری بیوی کہاں ہے؟"

اسے اپنی دولت کا نہیں بلکہ اپنی بیوی اور بچی کا ہی خیال تھا۔

پٹیل نے بناوٹی گھبراہٹ کے ساتھ کہا:

"مہاراج! یہ کیا غضب ہو گیا۔ میں ابھی جا کر دیکھتا ہوں۔"

پھر واپس آ کر بولا:

"بیٹی کملا کو ڈاکو اٹھا کر لے گئے ہیں مہاراج۔"

اور پٹیل اپنے سر کو زور زور سے پیٹنے اور رونے لگا۔ وہاں مہامنتری کی بیوی بھی آ گئی۔ اپنی بچی کے غم سے وہ نڈھال ہو رہی تھی۔

"یہ کیا ہو گیا مہاراج؟"

یہ کہہ کر وہ اپنے خاوند مہامنتری کے پاس پلنگ پر سر جھکا کر بیٹھ گئی اور رونے لگی۔ اتنے میں جو نوکر بچ گئے تھے وہ آ گئے۔ انہوں نے بتایا کہ ڈاکوؤں نے سارے پہرے داروں کو قتل کر ڈالا ہے اور حویلی کا سارا مال لوٹ کر لے گئے ہیں۔

مہامنتری نے غم زدہ آواز میں کہا:

"مجھے میری بیٹی کا غم کھائے جا رہا ہے۔"

پھر پٹیل کی طرف دیکھ کر کہا:

پٹیل جی! ہمارا گھوڑا تیار کیا جائے۔ ہم ابھی مہاراج راجہ وکرم کے دربار کی طرف کوچ کریں گے تاکہ راجہ کی شاہی فوج کی مدد لے کر ہم اپنی بیٹی کملا کو ڈاکوؤں سے واپس لے سکیں۔"

پٹیل اپنے نقلی آنسو پونچھتے ہوئے بولا:

"مہاراج! آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ میں خود ابھی مہاراجہ راجہ وکرم کے دربار کی طرف کوچ کرتا ہوں۔"

مہامنتری اٹھ کر بولے:

"نہیں۔ یہ ہماری بیٹی کملا کا معاملہ ہے۔ ہم خود وہاں جا کر راجہ کے دربار میں دہائی دیں گے۔ راجہ ہماری ضرور مدد کریں گے۔"

پٹیل اب انکار نہ کر سکا۔ اس نے فوراً مہامنتری کے گھوڑے کو تیار کروا دیا۔ چار نوکر بھی گھوڑوں پر سوار ہو کر ساتھ ہو لیے اور یہ لوگ راجہ وکرم کی راجدھانی کی طرف چل پڑے۔

پٹیل نے واپس آ کر کملا کی ماں کو جھوٹ موٹ کی تسلی دی۔ وہاں ایک بار پھر جھوٹے آنسو بہائے اور پھر یہ بہانہ بنا کر کہ وہ غم سے نڈھال ہو رہا ہے اور …

دیا یعنی حکیم جی کے پاس جانا چاہتا ہے۔ وہاں سے اجازت لے کر چلا آیا۔

پٹیل گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کی طرف چلا۔ اس نے لوگوں سے یہی کہا کہ وہ شہر میں حکیم جی کے پاس جا رہا ہے۔ مگر شہر سے باہر نکلتے ہی اس نے گھوڑے کا رُخ جنگل کی طرف پھیر دیا۔

دوسری طرف ڈاکو اپنے خفیہ اڈے پر پہنچ چکے ہیں۔ انہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ مہامنتری کی اغوا کی ہوئی بیٹی بے ہوش کملا اور بے ہوش ناگ کو وہیں ایک خفیہ غار میں الگ الگ کوٹھڑیوں میں چھپا دیا۔ پھر ڈاکوؤں کے سردار منگا بہادر نے لوٹ کا مال ایک جگہ جمع کر کے اس کے حصے کیے۔ سونا اور قیمتی جواہرات اپنے پاس رکھ لیے اور باقی چاندی کے زیور اور چاندی کے سکے ڈاکوؤں میں تقسیم کر دیے۔ اس وقت صبح ہونے میں تھوڑی ہی دیر باقی تھی۔

ڈاکوؤں کے سردار نے کہا:

"اب ہمیں اپنے دشمن جاسوس کو ٹھکانے لگانا ہے جس نے ہماری مخبری کرنے کی کوشش کی تھی۔ اگر یہ بے ہوش شخص مہامنتری کو ہمارے ڈاکے کی

اطلاع دینے میں کامیاب ہو جاتا تو ہمارا زندہ
رہنا مشکل تھا۔ مہامنتری کے دربان ہم سب کو
جال میں پھنسا کر مار ڈالتے۔"

ڈاکو اس پنڈ کوٹھری طرف جانے ہی لگا تھا
جہاں ناگ بے ہوش پڑا تھا کہ جنگل میں گھوڑوں کی ٹاپ
کی آواز سنائی دی۔ سب ہوشیار ہو گئے۔ ڈاکو سردار نے
تلوار کھینچ لی اور ایک درخت کے پیچھے ہو گیا۔
درختوں میں آواز آئی:

"میں پٹیل ہوں۔ ضروری خبر لے کر آیا ہوں۔"

سب ڈاکو سامنے آ گئے۔ پٹیل گھوڑے سے اتر کر
سردار کے پاس آیا۔ اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ وہ بولا:

"بڑی خطرناک خبر ہے منگا بہادر۔"

"کیا ہوا؟" سردار نے تشویش سے پوچھا۔

پٹیل نے کہا:

"مہامنتری کو اپنی بیٹی کے اغوا کا سخت صدمہ
ہوا ہے۔ وہ راجہ وکرم سے امداد طلب کرنے
راجدھانی کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ وہاں سے
وہ اپنے ساتھ شاہی فوج لائے گا جو اسی جگہ
کو گھیرے میں لے لے گی۔ تم لوگ جلدی سے

کسی دوسری جگہ چلے جاؤ۔ وگرنہ ہم سب کی
خیر نہیں ہے۔"

سردار سوچ میں پڑ گیا۔ شاہی فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتا
تھا۔ اس نے کہا:

"سب سے پہلے ہمیں اپنے جاسوس کو ٹھکانے لگانا
چاہیے۔ اس کے بعد میں کملا کو لے کر یہاں
سے دوسری جگہ گھاٹیوں میں چلا جاؤں گا۔ میرے
ساتھی بھی میرے ساتھ رہیں گے۔ وہاں شاہی
فوج کبھی ہمیں تلاش نہیں کر سکے گی۔"

داروغہ پٹیل بولا:

"چلو۔ اس نوجوان کو ختم کر دو۔ نہیں تو وہ
بھی ہمارا بھانڈا پھوڑ سکتا ہے۔"

نوجوان سے ان کی مراد ناگ تھا۔

صبح ہونے ہی والی تھی۔ ناگ پر بے ہوشی کی دوا
کا اثر زائل ہونے لگا تھا۔ اس نے آہستہ سے آنکھیں
کھول دیں۔ دیکھا کہ وہ ایک تاریک کوٹھڑی میں فرش
پر پڑا ہے۔ وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اب اسے ساری بات
یاد آ گئی کہ پٹیل نے اسے کوئی شربت پلایا تھا جس
کے بعد وہ بے ہوش ہو گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا

تھا کہ پٹیل ڈاکوؤں سے ملا ہوا ہے۔

ناگ نے باہر قدموں کی چاپ سنی۔ کچھ لوگ اس کی کوٹھڑی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ناگ کو اپنی جان کی بھی فکر تھی۔ کیوں کہ اس کو قتل کیا جا سکتا تھا۔ اس نے فوراً سانس اندر کو کھینچا اور چھوٹا سا سیاہ رنگ کا سانپ بن کر کوٹھڑی کی دیوار پر چڑھ کر اندھیرے میں چھپ گیا۔

کوٹھڑی کا تالا اور پھر دروازہ کھلا اندر ڈاکوؤں کا سردار منگا بہادر اور پٹیل داخل ہوئے۔ ان کے پیچھے دو ڈاکو ننگی تلواریں لیے کھڑے تھے۔ سردار کے ہاتھ میں بھی تلوار تھی۔ ایک ڈاکو نے مشعل تھام رکھی تھی۔ مشعل کی روشنی میں کوٹھڑی خالی نظر آئی تو سردار چلایا:

"وہ بدبخت بھاگ گیا۔ اب کیا ہو گا۔"

سردار کا ساتھی اور پٹیل بھی پریشان ہو گئے۔

پٹیل نے کہا:

"تم لوگ تو کسی دوسرے ٹھکانے پر جا کر چھپ جاؤ گے لیکن اگر اس مفرور جاسوس نے مہامنتری کو جا کر سب بتا دیا کہ میں ڈاکوؤں سے ملا ہوا ہوں تو مہامنتری مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

سردار دھاڑا: "ہم اسے پکڑ لیں گے۔ وہ جنگل میں زیادہ دور نہیں گیا ہو گا۔"

یہ کہہ کر سردار اپنے ڈاکو ساتھیوں کے ہمراہ تیزی سے باہر نکل گیا۔ باہر نکل کر سردار نے پٹیل سے حیرانی سے کہا:

"جاسوس کی کوٹھڑی کے باہر دروازے پر تالا لگا تھا پھر وہ باہر کیسے نکل گیا۔؟"

پٹیل اور ڈاکو سردار کا ساتھی بھی تعجب میں پڑ گیا۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جاسوس یعنی ناگ تالا لگی ہوئی کوٹھڑی سے کیسے نکل گیا۔

سردار نے تلوار لہرا کر کہا:

"وہ جیسے بھی نکلا ہے نکل گیا ہے۔ جنگل کا چپہ چپہ چھان مارو۔ اسے تلاش کر کے وہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔"

سب ڈاکو جنگل میں پھیل گئے اور ناگ کی تلاش شروع ہو گئی۔

پٹیل اجازت لے کر گھبرایا ہوا واپس اپنی حویلی کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ اس بات سے پریشان تھا کہ اگر ناگ نے راجدھانی میں جا کر راجہ وکرم اور مہامنتری

کو بتا دیا کہ پٹیل ڈاکوؤں کے ساتھ ملا ہے اور اس
نے اسے بے ہوشی کا شربت پلایا تھا تو اس کی
خیر نہیں ہو سکتا ہے اس کی سزا میں مجھے اور میرے خاندان کو قتل کروا دیا جائے۔
پٹیل اسی پریشانی کی حالت میں مہامنتری کی حویلی
کی طرف چلا جا رہا تھا اور ناگ ابھی تک اپنی کوٹھڑی
کی دیوار سے چپکا ہوا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ
سارے ڈاکو باہر نکل گئے ہیں تو وہ رینگتا ہوا دیوار سے
نیچے اترا اور بند دروازے کی درز میں سے رینگ کر باہر
آ گیا۔ اس کی کوٹھڑی کے ساتھ ہی وہ بند کوٹھڑی تھی
جس کے اندر کملا بے ہوش تھی۔ مگر اب اسے بھی ہوش
آنے لگا تھا۔

ناگ اس کی کوٹھڑی کے قریب سے گذرنے لگا
تو اسے ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی آہستہ آہستہ
کراہتے ہوئے مدد کے لیے پکار رہا ہو۔ ناگ وہیں رک
گیا۔ اس نے گردن اٹھا کر بند کوٹھڑی کی طرف دیکھا۔
آواز اندر سے آ رہی تھی اور کسی عورت کی آواز تھی۔
ناگ نے سوچا کہ اگر وہ سانپ کی شکل میں اندر
گیا اور وہاں جا کر اس نے انسانی شکل اختیار کی تو
عورت ڈر کر بے ہوش ہو جائے گی۔ اس لیے بہتر

ہے کہ انسانی شکل میں ہی اس عورت کی مدد کی جائے۔
ضرور اس کو پٹیل اور ڈاکوؤں نے قید میں ڈال رکھا ہے۔
ناگ فوراً انسانی شکل میں آ گیا۔ اس نے تالے کو
توڑ ڈالا اور کوٹھڑی میں داخل ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ
اندھیرے میں ایک عورت فرش پر بیٹھی سسکیاں بھر
رہی ہے۔

ناگ نے قریب جا کر کہا:
"بہن! تو کون ہے؟"
کملا نے حیرانی سے ناگ کو دیکھا اور کہا:
"تم نے مجھے بہن کہا۔ کیا تو ڈاکوؤں کا ساتھی
نہیں ہے؟"
ناگ بولا: "نہیں بہن! میں ڈاکوؤں کا ساتھی نہیں
ہوں۔ مجھے تو دھوکے سے بے ہوش کر کے یہاں
ڈال دیا گیا تھا۔ اب ہوش آیا تو یہاں سے فرار
ہونے لگا تھا کہ مجھے تمہاری آواز سنائی دی"
کملا نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا:
"بھگوان کے لیے مجھے بھی یہاں سے نکال لے
چلو۔ میرا نام کملا ہے۔ میں مہامنتری جی کی بیٹی
ہوں۔ ڈاکوؤں نے ہمارا گھر لوٹ لیا اور مجھے

بے ہوش کر کے یہاں اغوا کر کے لے آئے ہیں۔"

ساری بات ناگ کی سمجھ میں آ گئی۔

اس لئے کملا کو تسلی دی اور کہا:

"گھبراؤ نہیں بہن! میں تمہیں یہاں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ آؤ میرے ساتھ۔"

کملا نے ڈرتے ہوئے کہا:

"لیکن باہر ڈاکو ہوں گے۔ وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ وہ بڑے ظالم ہیں۔"

ناگ نے کہا:

"بہن خدا پر بھروسہ رکھو۔ آؤ۔"

کملا اٹھ کر ناگ کے ساتھ باہر آ گئی۔

یہ ایک تنگ و تاریک تہہ خانہ تھا۔ کملا ناگ کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ تہہ خانہ کے باہر ایک ڈاکو پہرہ دے رہا تھا۔ پو پھٹ چکی تھی۔ دھیمی دھیمی صبح کی روشنی پھیلنے لگی تھی۔ پہرے دار ڈاکو ہاتھ میں تلوار لیے ایک پتھر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک اس نے اندر قدموں کی چاپ سنی تو تلوار لے کر اندر کی طرف دوڑا۔ اس کے سامنے ناگ اور اس کے پیچھے کملا کھڑی تھی۔ پہرے دار

ڈاکو نے ناگ پر تلوار سے حملہ کر دیا۔ مگر یہ دیکھ کر اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے کہ جس آدمی پر اس نے تلوار کا وار کیا تھا وہ اب وہاں نہیں تھا۔ ناگ بجلی کی تیزی کے ساتھ ایک سانپ کی شکل اختیار کر کے اس کے پیچھے آ چکا تھا۔ کملا کو بھی اندھیرے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ ناگ کہاں چلا گیا ہے۔ وہ ایک طرف اندھیرے میں ہو کر بیٹھ گئی اور رونے لگی ناگ سانپ کی شکل میں اندھیرے میں ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا پہریدار حیرانگی کے ساتھ اسے تلاش کر رہا تھا۔ جب وہ تلاش کرتے کرتے ناگ کے قریب آیا تو ناگ نے پہرے دار ڈاکو کو ڈس دیا تھا۔ ڈاکو نیچے گرا۔ ناگ دوبارہ انسانی شکل میں آ کر اندھیرے سے نکل کر کملا کے پاس آ گیا اور اسے تسلی دی کہ ڈاکو ٹھکانے لگا دیا گیا ہے۔

کملا پھٹی پھٹی نظروں سے ناگ کو تکنے لگی۔

بھیانک سیّارہ

کملا کو شک تھا کہ یہ شخص ضرور غائب ہوا تھا۔ کیسے
اور کس طرح وہ نہ جان سکی۔

ناگ نے کملا کو بازو سے پکڑا اور تیزی سے باہر
نکال کر لے آیا۔ سامنے گھنا جنگل اور تاریک گھاٹی تھی۔

ناگ نے کہا:

"ہمیں اس گھاٹی میں اُتر کر واپس حویلی میں جانے
کے لیے راستہ تلاش کرنا چاہیے۔ کیوں کہ مجھے
شک ہے کہ جنگل میں ڈاکو ہوں گے"

ناگ تو سردار ڈاکو کا یہ حکم سن چکا تھا کہ جنگل
میں جاسوس ناگ کو تلاش کرو۔ کملا کو وہ ساری بات
نہیں بتا سکتا تھا۔ چنانچہ وہ اسے لے کر جنگل میں
سے نیچے گھاٹی میں اُتر گیا۔ کملا ناگ کے پیچھے پیچھے
چلی جا رہی تھی۔ دن نکل آیا تھا۔ اندھیرا دور ہو گیا
تھا۔ جنگلی جھاڑیاں اور اونچا گھاس جگہ جگہ اُگا ہوا تھا۔
وہ ایک جنگلی پگ ڈنڈی پر سے بڑی احتیاط سے

اتر رہے تھے۔ گھاٹی نیچے جا کر ایک سوکھے نالے میں
اتر گئی تھی۔ انہوں نے سوکھے نالے میں چلنا شروع کیا۔
سوکھے نالے ہی سے نکل کر وہ باہر آئے تو ناگ نے
کملا کو نیچے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ کیوں کہ ناگ کو
دو ڈاکو نظر آئے تھے جو اسی کو جنگل میں تلاش کر
رہے تھے۔ گھوڑے ان کے ساتھ تھے۔ کملا ڈر
رہی تھی۔

ناگ نے اسے حوصلہ دیا اور خاموش رہنے کو کہا:

دونوں ڈاکوؤں نے گھوڑوں کو وہاں چرنے کے لیے
چھوڑ دیا اور خود ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر گنا
چوسنے اور ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگے۔ ان ڈاکوؤں
نے ناگ کا راستہ روک لیا تھا۔ ناگ کو خیال آیا کہ
اگر وہ کسی طرح ان ڈاکوؤں کو بے ہوش کر دے تو ان
کے گھوڑے اسے مل سکتے ہیں۔

ناگ نے کملا سے کہا:

"میں ان ڈاکوؤں کے گھوڑے لے کر آتا ہوں تم
یہاں سے ہرگز نہ ہلنا۔

یہ کہہ کر ناگ گھاس کے اندر ہی اندر سے ڈاکوؤں
کے پیچھے کی طرف نکل آیا۔ وہ خواہ مخواہ ان ڈاکوؤں کو

ہلاک نہیں کرنا پڑتا تھا۔ ناگ نے سانپ کا روپ بدلا
اور رینگتا ہوا ڈاکوؤں کے پیچھے آ گیا۔ وہ رینگ کر
ایک ڈاکو کی پیٹھ کے پاس آیا اور اس کو ڈس دیا۔
مگر اس کے جسم میں صرف اتنا زہر داخل کیا کہ وہ بیہوش
ہی ہو سکتا تھا۔

اپنے ساتھی کو اچانک بے ہوش ہوتے دیکھ کر دوسرا
ڈاکو جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی نظر سانپ پر پڑ گئی۔
وہ تلوار سے سانپ کے ٹکڑے کرنے ہی والا تھا کہ
ناگ نے اس کی ٹانگ پر بھی ڈس دیا۔ جب دونوں ڈاکو
بے ہوش ہو گئے تو ناگ انسانی شکل میں واپس آ گیا۔
اس نے گھوڑوں کی باگیں تھامیں اور کملا کے پاس آ
کر بولا:

"اس گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ ہمیں اس جنگل
سے جلدی نکل جانا ہو گا۔"

کملا اور ناگ گھوڑے پر بیٹھے اور جنگل میں روانہ
ہو گئے۔

ناگ ان راستوں کو ایک بار پہلے عقاب کی شکل
میں دیکھ چکا تھا۔ وہ بہت جلد کملا کو لے کر جنگل سے
باہر آ گیا۔ اس کے سامنے پہاڑی میدان تھا۔ ان کے

گھوڑے سرپٹ دوڑ رہے تھے۔ دوپہر کے وقت کملا اور
ناگ شہر کے قریب پہنچ گئے۔ اب ناگ نے کملا کو
ساری بات بتا دی کہ ان کا داروغہ پٹیل ڈاکوؤں سے
ملا ہوا ہے اور اسی نے ان کی حویلی میں ڈاکہ ڈلوایا
تھا۔ کملا پریشان ہو کر بولی:

"پٹیل تو حویلی میں ہی ہو گا۔ وہ ہمیں نقصان
پہنچا سکتا ہے۔"

ناگ بولا: "ہم سیدھا تمہارے باپ کے پاس
جائیں گے اور پٹیل کا بھانڈا پھوڑ کر اسے گرفتار
کرا دیں گے۔"

کملا بولی: "ہمیں ہوشیار رہنا ہو گا بھائی۔ پٹیل
مکار ہے۔ وہ میرے پتا جی کے سامنے مگرمچھ کے
آنسو بہا رہا ہو گا۔"

ناگ نے کہا:

"کوئی بات نہیں۔ اس کا پاکھنڈ کھل جائے گا۔"

ناگ کملا کو لے کر حویلی میں داخل ہوا تو وہاں جو دربان
اور نوکر تھے انہوں نے کملا کو دیکھ کر خوشی کے نعرے
لگائے۔ کملا کی ماں نے اپنی بچی کو سینے سے لگا لیا
اور اس کا ماتھا چومنے لگی۔

ناگ نے کہا :
"ماتا جی ! میں کملا کو ڈاکوؤں کے چنگل سے چھڑا کر
لے آیا ہوں ۔ ان کے پتا جی کہاں ہیں ؟
کملا کی ماں نے ناگ کو بتایا کہ مہامنتری جی راجدھانی
میں راجہ وکرم سے مدد لینے گئے ہیں ۔
کملا نے کہا :
"ماتا جی ! یہ سارا کیا دھرا پٹیل جی کا ہے وہ
ڈاکوؤں سے ملا ہوا ہے ۔"
کملا کی ماں کو یقین نہیں آ رہا تھا ۔ اتنے میں پٹیل
بھی آ گیا ۔ وہ ناگ اور کملا کو حویلی میں داخل ہوتے
دیکھ چکا تھا ۔ اس نے آتے ہی ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا اور
کملا کو دیکھ کر بولا :
"بھگوان کا شکر ہے ۔ ہماری بیٹی واپس گھر آ گئی ۔"
ناگ نے غصے سے کہا :
"پٹیل جی ! تمہارا بھانڈا پھوٹ چکا ہے ۔ تم ڈاکوؤں
کے ساتھی ہو ۔ تم نے ہی یہ ڈاکہ ڈلوایا ہے ۔
مکار پٹیل نے روتے ہوئے کہا :
"ماتا جی ! یہ الزام ہے ۔ بھلا میں کیسے یہ حرکت
کر سکتا ہوں ۔ میں نے آپ کا نمک کھایا ہے ۔

یہ نوجوان مجھ پر جھوٹا الزام لگا رہا ہے ۔"
ناگ نے کہا :
"پھر تم نے مجھے اس وقت شربت پلا کر بے ہوش
کیوں کیا تھا ۔ جب میں ڈاکے کی اطلاع دینے یہاں
آیا تھا ؟"
پٹیل نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا ۔
"بیٹا وہ شربت زہریلا تھا تم تو بے ہوش
ہی ہوئے ہو اس شربت کو پی کر میرے دو نوکر
مر گئے ۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ شربت زہریلا ہو
چکا ہے ۔ پھر تم کو بھی ڈاکو اٹھا کر لے گئے ۔
کیوں کہ وہ تمہیں اپنا جاسوس سمجھتے تھے انہیں
کسی نے بتا دیا تھا کہ تم ڈاکے کی پہلے سے
اطلاع کرنے حویلی میں آئے تھے ۔"
ناگ نے جھڑک کر کہا :
"تم نے ہی انہیں میرے بارے میں بتایا تھا یہاں
اور کون ہے جو ایسا کرے گا ؟"
پٹیل کملا کی ماتا کی طرف دیکھ کر بولا :
"ماتا جی ! میں بے قصور ہوں ۔ میں آپ کو دھوکہ
دینے کے بارے میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا ۔

پٹیل نے کچھ ایسی مکاری سے اداکاری کی کہ کملا کی ماں کو
اس پر یقین آ گیا۔ اس نے ناگ سے کہا:
"بیٹا! یہ ہمارا پرانا ملازم ہے اور گھر کا بزرگ ہے
یہ ایسا کام نہیں کر سکتا۔ چلو۔ اب تم آرام کرو۔
کملا کے پتا جی کل واپس آ جائیں گے۔"
ناگ کو یقین تھا کہ پٹیل غدار ہے مگر کملا کی ماں
اسے بے قصور سمجھ رہی تھی اس لیے وہ کچھ نہیں کر
سکتا تھا۔ کملا کو لے کر اس کی ماں کمرے میں چلی گئی۔
پٹیل نے ناگ کو بھی ہاتھ جوڑے اور کہا:
"بیٹا! تمہیں غلطی لگی ہے۔ میں ایسا نہیں ہوں۔
چلو۔ تم بھی بھوجن کر لو۔"
ناگ خاموشی سے اس کے ساتھ مہمان خانے میں آ گیا۔
ناگ کو معلوم تھا کہ پٹیل ڈاکوؤں کو اس کے فرار
اور کملا کے واپس حویلی میں پہنچ جانے کی ضرور خبر
کرنے جائے گا۔ چنانچہ وہ پٹیل کو اپنی نگاہ میں رکھے
ہوئے تھا۔ مگر پٹیل بھی بڑا چالاک تھا۔ اس روز وہ
خود نہ گیا۔ اس نے اپنے ایک رازدار آدمی کو پیغام
دے کر ڈاکوؤں کے پاس خفیہ ٹھکانے کی طرف روانہ
کر دیا۔

ڈاکوؤں کے سردار کو جب پتہ چلا کہ ناگ اور کملا
حویلی میں پہنچ گئے ہیں تو وہ غصے سے لال پیلا ہو
گیا۔ اس نے اعلان کر دیا۔
"آج رات ہم کملا اور جاسوس کو ہلاک کر
دیں گے۔ یہ ہمارے لیے زبردست خطرہ ہیں جس
کا دور کرنا بڑا ضروری ہے۔"
ادھر ناگ رات کے وقت بھی پٹیل کی جاسوسی کر
رہا تھا۔ وہ چھپ چھپ کر پٹیل کو دیکھتا رہا تھا۔
مگر اسے خبر ہی نہ ہوئی کہ پٹیل نے ڈاکوؤں کے
پاس اپنا خاص آدمی روانہ کر دیا تھا۔ رات ہو گئی۔
ناگ نے کملا کی حفاظت کا فیصلہ کر لیا تھا۔ مگر وہ
اس کے کمرے میں نہیں سو سکتا تھا۔ کملا کو اس کی
ماں نے اپنے پاس اپنے کمرے میں سلایا اور باہر پہرہ
لگا دیا۔ ناگ اسی حویلی کے مہمان خانے والے کمرے
میں آ کر لیٹ گیا۔ پٹیل کو وہ اپنے کمرے میں جاتے دیکھ
چکا تھا۔ پھر بھی ناگ کو شبہ تھا کہ پٹیل نے ضرور ڈاکوؤں
کو خبر کر دی ہو گی۔
ناگ جاگ رہا تھا۔
جب رات گہری ہو گئی تو ناگ نے سانپ کی

شکل بدلی اور رینگتا ہوا اپنے کمرے سے نکل کر اس کمرے
میں آ گیا جہاں کملا اپنی ماتا جی کے ساتھ سو رہی تھی۔ باہر
پہرہ بھی لگا تھا۔ پہرے دار تلوار لیے کمرے کے دروازے
کے آگے ٹہل رہا تھا۔

یہاں ہلکا ہلکا اندھیرا تھا۔ ناگ دیوار کے ساتھ ساتھ
رینگتا ہوا واپس جا رہا تھا کہ اسے باہر کچھ کھڑکھڑاہٹ
سنائی دی۔ وہ تیزی سے لپک کر حویلی کے صحن میں آ گیا
یہاں مشعلیں بجھا دی گئی تھیں اور اندھیرا تھا۔ سامنے کچھ
فاصلے پر اسے پٹیل کے کمرے کا دروازہ نظر آ رہا تھا۔

ناگ ایک ستون کے پیچھے سے گردن نکال کر ادھر
دیکھنے لگا۔

اس نے اندھیرے میں چار انسانوں کے سائے اونچی دیوار
میں سے کمند کی مدد سے نیچے اترتے نظر آئے۔ ڈاکو آ
گئے تھے۔ دو سائے وہیں دیوار کے پاس بیٹھ گئے اور دو
سائے پٹیل کے کمرے کی طرف بڑھے۔ ناگ سمجھ گیا کہ پٹیل
نے ڈاکوؤں کو خبر کر دی تھی اور اب ڈاکو کملا کو اغوا
کرنے اور ناگ کو ہلاک کرنے آئے ہیں۔ ناگ تیزی سے
رینگتا ہوا کملا کے بند کمرے کے سامنے آ کر ایک جگہ دیوار
کے سوراخ میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ چند سیکنڈ گزرے ہوں

گے کہ اچانک برآمدے میں چاروں ڈاکو دوڑتے ہوئے آئے
اور انہوں نے دربان کو تلوار کے ایک ہی وار سے موت
کے گھاٹ اتار دیا۔

سردار ڈاکو آگے آگے تھا۔

اس نے کملا کے کمرے کا دروازہ توڑنا شروع کر دیا۔

اندر سے کملا اور اس کی ماں کی چیخیں بلند ہونے لگیں۔

ناگ اب انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ وہ دیوار سے چھلانگ
لگا کر برآمدے میں ذرا دور اندھیرے میں گرا اور گرتے
ہی اس نے سانس کھینچ لیا۔ سانس کھینچنے سے پہلے ناگ
نے بہت مدت کے بعد ایک ہاتھی کا تصور اپنے ذہن میں
جما لیا تھا۔

سردار ڈاکو اپنے ساتھیوں کے ساتھ کمرے کا دروازہ
توڑ رہا تھا کہ اچانک ایک طرف سے ہاتھی کی چنگھاڑ
سنائی دی۔ ڈاکو حیران ہوئے کہ یہ ہاتھی یہاں کہاں سے
آ گیا۔ انہوں نے گھبرا کر ایک طرف دیکھا تو سامنے ایک
پہاڑ اتنا اونچا بھاری بھرکم ہاتھی خونخوار دانت نکالے،
سونڈ گھماتا، چیختا چنگھاڑتا ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سردار
تلوار کا وار کرنے ہی لگا تھا کہ ہاتھی اس کے سر پر پہنچ
گیا اور اس نے سردار ڈاکو کو اپنی سونڈ میں لپیٹ کر

اوپر اٹھا لیا اور پھر اپنے سر کے اوپر گھما کر زور سے
برآمدے کے فرش پر پٹخ دیا۔ سردار کی ہڈیاں چُور چُور ہو گئیں
اور وہ پھر نہ اٹھ سکا۔

دوسرے ڈاکو ڈر کر بھاگے مگر ناگ نے لپک کر انہیں
بھی پکڑ لیا۔ ایک کو سونڈ میں جکڑا دوسرے اور تیسرے کو
اپنے پاؤں تلے روند ڈالا۔ دیکھتے دیکھتے وہاں چاروں ڈاکوؤں
کی لاشیں پڑی تھیں۔ ہاتھی کے چنگھاڑنے اور چلانے سے
وہاں زبردست شور پیدا ہوا تھا۔ حویلی کے دوسرے نوکر بھی
جاگ پڑے اور ماتا کی خواب گاہ کی طرف دوڑے۔

ناگ وہاں سے نکل کر باغ میں آ گیا اور رات کے
اندھیرے میں اس نے ایک بار پھر انسانی شکل بدلی اور
وہ بھی دوسرے ملازموں کے ساتھ دوڑتا ہوا برآمدے میں
آ گیا جہاں چاروں ڈاکوؤں کی کچلی ہوئی لاشیں پڑی تھیں
اور کملا اور ان کی ماتا ایک طرف سہمی کھڑی تھیں۔

"یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟"

کملا کی ماتا نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ ناگ بولا:

"ماتا جی! یہ چاروں ڈاکو تھے۔ یہ کملا بہن کو اٹھا کر لے
جانے آئے تھے۔ بھگوان کو شکر ہے کہ جنگلی ہاتھی
ادھر آ گیا اور اس نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔"

کملا کی ماتا نے ہاتھ باندھ کر آسمان کی طرف دیکھا
اور بولی:

"گنیش جی مہاراج نے میری بچی کو بچا لیا۔ میں آج
ہی ان کا شاندار مندر بنوانا شروع کر دوں گی۔"

وہاں پٹیل بھی گھبرایا ہوا پہنچ گیا۔ اس نے بھی نقلی
حیرت کا اظہار کیا۔ لاشوں کو دیکھ کر کہا:

"یہ ضرور ڈاکو ہوں گے۔ بھگوان تیرا شکر ہے
ہماری بچی ان کے ظلم سے بچ گئی۔"

ناگ اسے غور سے گھور رہا تھا۔ مگر اس نے پٹیل
کے بارے میں کسی کو نہ بتایا کہ ڈاکو پہلے اس کے کمرے
میں گئے تھے۔ دوسرے روز شام کو کملا کے پتا جی بھی
آ گئے۔ کملا کو واپس اپنی حویلی میں دیکھ کر وہ خوشی سے
نہال ہو گئے۔ انہیں ساری کہانی سنائی گئی۔ انہوں نے ناگ
کو گلے لگا لیا۔

"تم نے میری بچی کو بچا کر مجھے خرید لیا ہے
بیٹا۔"

پٹیل کے بارے میں انہیں بھی یقین نہ آیا کہنے لگے:

"پٹیل ہمارا پرانا ملازم ہے۔ وہ ہم سے غداری
نہیں کر سکتا بیٹا۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔"

ناگ نے مزید کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہ کی جب
لوگ خود اس حد تک سادہ مزاج تھے کہ دشمن
پر بھروسہ کیے ہوئے تھے تو ناگ کو انہیں سمجھانے
کی کیا ضرورت تھی۔ انسان کو سادہ مزاج اور شریف ضرور
ہونا چاہیے مگر اس حد تک بھی شریف نہ ہونا چاہیے
کہ دشمن اسے نقصان پہنچا دے۔ انسان کو چاہیے کہ
شرافت کے ساتھ ساتھ عقل مند بھی ہو۔ اپنا برا بھلا
پہچان سکے اور پھر اپنے دشمن کو کبھی کمزور نہیں
سمجھنا چاہیے۔

ناگ نے اپنا فرض ادا کر دیا تھا۔ کملا کو اس کے
ماں باپ سے ملا دیا تھا۔ اب اسے ماریا کو تلاش کرنا
تھا جس کے بارے میں اسے یقین تھا کہ چونکہ وہ بھی
اسی بھیڑیئے کے منہ میں سے نیچے گری تھی اس لیے
ضرور اسی دنیا میں یعنی تین ہزار سال پرانے ہندوستان ہی
میں کسی شہر یا جنگل میں ہو گی۔ مہامنتری ناگ کو اپنے
پاس ہی رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا:
"بیٹا! تم مجھے بہت عزیز ہو۔ ہماری ایک ہی بیٹی
ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اسے اپنی بیوی بنا کر
ہنسی خوشی یہاں زندگی بسر کرو۔

ناگ نے مسکرا کر کہا:
"مجھے افسوس ہے۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اگر مجھے
شادی کرنی ہوتی تو کئی شہزادیوں کے ہاتھ میری
طرف بڑھے تھے۔ مگر میں نے ان سے شادی نہیں
کی۔ اس لیے کہ شادی میری زندگی کا مقصد
نہیں ہے۔"
یہ کہہ کر ناگ مہامنتری کی حویلی سے ماریا کی تلاش
میں روانہ ہو گیا۔

اب ہم واپس عنبر اور کیٹی کی طرف آتے ہیں۔ یہاں
تو زمین پر کئی دن گزر گئے تھے مگر اوپر بھیڑیئے کے
کھلے منہ والے سیارے پر ابھی پندرہ منٹ ہی گزرے
تھے۔ جب پندرہ منٹ گزرنے کے بعد بھی ناگ غار
سے واپس نہ آیا تو عنبر کو فکر لگی۔ اس نے کیٹی
سے کہا:
"کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ پہلے ماریا اندر جا کر
گم ہو گئی۔ اب ناگ ایسا گیا ہے کہ واپس ہی
نہیں آیا۔"
کیٹی نے کہا:

"مجھے تو دال میں کالا کالا نظر آتا ہے۔ اندر ضرور کوئی گڑبڑ ہوئی ہے۔ ہمیں خود اندر چل کر دیکھنا چاہیے۔"

عنبر اور کیپٹن اُٹھے اور خود بھیڑیئے کے کھلے ہوئے منہ میں داخل ہو کر سیڑھیاں اترنے لگے۔ سامنے انہیں سرنگ نظر آئی جس کی چھت پر سفید ٹائیلیں لگی تھیں اور روشنی ہو رہی تھی۔ سرنگ کی بیضوی دیوار کے ساتھ ساتھ ستون کھڑے تھے جن کے اوپر بھیڑیوں کے منہ کے بت رکھے تھے۔

یہاں سے گذرتے ہوئے کیپٹن اور عنبر بھی اس ہال کمرے میں آ گئے جہاں انہیں سامنے دیوار پر بھیڑیوں کے پانچ کھلے منہ دیوار میں بنے ہوئے دکھائی دیئے۔ کیپٹن اور عنبر قریب آ گئے۔

کیپٹن نے کہا:

"یہاں نہ ناگ ہے اور نہ ماریا ہی کی خوشبو آ رہی ہے۔ وہ ضرور کسی حادثے کا شکار ہو گئے ہیں عنبر! ہمیں ہوشیار رہنا ہو گا۔"

ماریا کی خوشبو عنبر کو بھی نہیں آ رہی تھی۔ خدا خیر کرے۔ یہ لوگ کہاں جا سکتے ہیں اور ماریا کی بھی خوشبو غائب ہے۔ لیکن ان بھیڑیوں

کے کھلے چہروں کے اوپر رومن ہندسے کیسے لکھے ہیں؟

عنبر درمیان والے بھیڑیئے کے منہ کے قریب آیا تو اچانک اسے ماریا کی خوشبو محسوس ہوئی۔ اس نے کیپٹن سے بے اختیار کہا:

"کیپٹن یہاں سے ماریا کی خوشبو آ رہی ہے۔"

کیپٹن بھی جلدی سے درمیان والے بھیڑیئے کے منہ کے قریب آ گئے۔ یہ وہی بھیڑیئے کا چہرہ تھا جس کے اوپر تین ہزار کا ہندسہ لکھا تھا اور جس کے بٹن کو ماریا نے دبایا تھا۔ خوشبو ابھی تک اس بٹن میں سے آ رہی تھی۔ عنبر اور کیپٹن نے بھیڑیئے کے منہ پر لگے شیشے میں سے اندر جھانکا۔

کیپٹن نے کہا:

"اندر تو گہرا اندھیرا ہے۔ خوشبو یہاں سے ہی آ رہی ہے۔"

عنبر بولا: "ہو سکتا ہے ماریا اس طاقتور شیشے کے پیچھے قید ہو کر رہ گئی ہو۔ میں اسے توڑتا ہوں۔"

یہ کہہ کر عنبر نے مکا مارا اور بھیڑیئے کے منہ پر لگا شیشہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ شیشے کے ٹوٹتے ہی کی ایک

بلند اور بھیانک چیخ سے سارا ہال کمرہ گونج اٹھا۔ یہ کسی
بھیڑیئے کی چیخ تھی۔ عنبر اور کیٹی پیچھے ہٹ گئے۔ اچانک
ایک طرف سے دیوار شق ہو گئی اور اس کے اندر سے
سبز رنگ کے پگھلے ہوئے سیال مادے کی ایک موٹی لکیر
بہتی ہوئی نکل کر ان کی طرف بڑھی۔ پگھلے ہوئے مادّے
کی یہ موٹی لکیر ایک سانپ کی طرح بل کھاتی آگے بڑھ
رہی تھی۔

عنبر نے کہا:
"کیٹی باہر کی طرف دوڑو۔ یہ کوئی کیمیاوی مادہ ہے
یہ خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔"
دونوں ہال کمرے کے دروازے کی طرف واپس دوڑے
مگر دروازہ کھٹاک سے اپنے آپ بند ہو گیا۔ عنبر نے پوری
طاقت سے دروازے کو دھکا دیا مگر دروازہ اس قدر مضبوط
تھا کہ اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ سیال مادے کا اندھا سانپ
بل کھاتا لہراتا ان کی طرف آ رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ
اس پگھلے ہوئے سبز مادے کی آنکھیں ہیں اور وہ ان
دونوں کو دیکھ رہا ہے۔ کیوں کہ عنبر اور کیٹی جس طرف
جاتے تھے یہ مادہ اسی طرف آ جاتا تھا۔
"یہ پگھلا ہوا خطرناک سانپ میری طرف آ
رہا ہے عنبر!"

کیٹی نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔
عنبر نے کہا:
"میرے پیچھے آ جاؤ۔"
کیٹی بھاگ کر عنبر کے پیچھے آ گئی۔ عنبر اس پگھلے
ہوئے سبز سانپ سے بچ کر ادھر اُدھر دوڑنے لگا مگر
اب پگھلے ہوئے مادّے نے سارے کمرے میں اپنے کنڈل
کو پھیلا دیا تھا۔ جونہی اس سے عنبر کے پاؤں ٹکرائے
اسے بجلی کا ایک جھٹکا لگا اور وہ اس پر گر پڑا۔ کیٹی
بھی گر پڑی۔ پگھلے ہوئے مادے کے سانپ نے عنبر
اور کیٹی کو اپنے کنڈل میں جکڑ لیا۔ عنبر نے اپنا پورا زور
لگایا مگر وہ اس پگھلے ہوئے سانپ کے کنڈل سے
اپنے آپ کو نہ چھڑا سکا۔ کیٹی بھی اس میں پھنس کر
رہ گئی تھی۔
"عنبر! یہ سانپ ہمیں واپس گھسیٹے لیے جا رہا ہے۔"
عنبر نے کہا:
"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"
عنبر کو محسوس ہوا کہ اس کی طاقت کمزور پڑتی جا
رہی ہے۔ کیٹی پر بھی غنودگی چھانے لگی تھی۔ عنبر کی
آنکھوں کے آگے اندھیرا آنے لگا۔ کیٹی کی آنکھیں بھی بند
ہو رہی تھیں۔ اس نے کہا:

"میری آنکھیں بند ہو رہی ہیں عنبر۔"

عنبر نے کوئی جواب نہ دیا۔ کیوں کہ عنبر بے ہوش ہو چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی کیٹی بھی بے ہوش ہو گئی۔

سبز مادے کا سانپ دونوں کو اپنے کنڈل میں جکڑ کر رینگتا ہوا واپس دیوار کے شگاف میں داخل ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد دیوار پھر بند ہو گئی۔

عنبر اور کیٹی کو جب ہوش آیا تو انہوں نے اپنے آپ کو شیشے کے ایک آدمی کے قد جتنے اونچے سلنڈر میں بند پایا۔ وہ دونوں سلنڈر میں ساتھ ساتھ کھڑے تھے۔ یہ سلنڈر ایک اونچی سفید چھت والے کمرے کے درمیان میں لگا تھا۔ سامنے ایک بہت بڑا گول چبوترہ تھا جس پر بھیڑیئے کا چہرہ منہ کھولے موجود تھا۔ یہ چہرہ ایک بت تھا جو کافی بڑا تھا۔ اس کے منہ کے آگے ایک شیشے کی کرسی رکھی تھی۔

کمرہ ابھی تک خالی تھا۔ عنبر نے آنکھیں جھپکاتے ہوئے اپنے قریب کیٹی کو دیکھا تو کہا:

"ہم کہاں آ گئے ہیں کیٹی؟"

کیٹی چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تک رہی تھی۔

"یہ کوئی خاص کمرہ ہے۔ ہمیں خاص طور پر اس

سلنڈر میں بند کیا گیا ہے۔ نہ جانے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے!"

عنبر نے سلنڈر کی شیشے کی دیوار کو مکا مارا مگر شیشے کی دیوار کسی بے حد مضبوط مادے سے بنائی گئی تھی۔ شیشے پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اتنے میں بھیڑیئے کے منہ کے اندر روشنی ہو گئی۔ عنبر اور کیٹی اس طرف دیکھنے لگے بھیڑیئے کے منہ میں سے دو آدمی نمودار ہوئے جن کے چہرے لومڑوں ایسے تھے مگر باقی جسم انسانوں ایسے تھے۔

"یہ یہاں کی مخلوق ہے عنبر۔" کیٹی نے سرگوشی کی۔

دونوں لومڑ انسان بھیڑیئے کے منہ کے باہر آ کر شیشے کی کرسی کے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے۔ ان کے چست نیلے لباس جسم سے چمٹے تھے اور کمر کے ساتھ خلائی پستول لٹک رہے تھے۔

بھیڑیئے کے منہ میں سے چار مزید لومڑ انسان باہر نکلے اور چبوترے پر ایک جانب بڑے ادب سے کھڑے ہو گئے۔ ان کے بعد عنبر اور کیٹی نے دیکھا کہ بھیڑیئے کے کھلے منہ میں سے ایک خوبصورت اونچی لمبی عورت باہر نکلی جس کے لمبے سیاہ بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے اور جسم پر شاندار چمک دار لباس تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چمکیلی چھڑی تھی جس کے سرے پر بھیڑیئے کا منہ

بنا ہوا تھا۔

"یہ تو ہماری زمین کی عورتوں ایسی عورت ہے:"
عنبر نے کہا:

کیٹی نے آہستہ سے کہا:
"اس مخلوق میں یہ کہاں پھنس گئی؟"

عنبر بولا: "کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے یہ
بھی ہماری جان کی دشمن ہو۔"

عورت بھیڑیئے کے منہ سے نکل کر شیشے کی کرسی پر
بیٹھ گئی۔ پھر اس نے ہاتھ کا ہلکا سا اشارہ کیا۔ اشارہ
ملتے ہی ایک لومڑ انسان نے چبوترے پر لگی ہوئی ایک
ننھی سی مشین کا بٹن دبا دیا اب عنبر اور کیٹی کو باہر
کی آوازیں سلنڈر میں سنائی دینے لگیں۔

عورت گہری نظروں سے عنبر اور کیٹی کی طرف دیکھ
رہی تھی۔ پھر اس کے لب ہلے اور عنبر اور کیٹی کو اس
کی آواز سنائی دی:

"میں تم سے تمہاری زبان میں بات کر رہی ہوں
اس وقت تم دونوں میری قید میں ہو۔ مجھے یہ
بتانے کی ضرورت نہیں کہ مجھے ایک انسان
مرد کی اشد ضرورت تھی۔ اس بارے میں تمہیں

بعد میں بتاؤں گی۔ اس وقت تمہیں اتنا ہی
بتاؤں گی کہ تم میرا حکم ماننے کے لیے اپنے
آپ کو تیار کر لو۔ کیوں کہ اس کے سوا تمہارے لیے
اور کوئی چارہ نہیں ہے۔"

عنبر اور کیٹی بڑے غور سے اس عورت کی باتیں سن
رہے تھے۔

عنبر نے سوال کیا:
"تم ہم سے کیا کام لینا چاہتی ہو؟"

عورت بولی: "یہ تمہیں بہت جلد معلوم ہو
جائے گا۔"

کیٹی نے کہا:
"مگر تم کون ہو اور اگر ہم تمہاری مرضی کے
بغیر یہاں کوئی حرکت نہیں کر سکتے تو پھر تم
نے ہمیں اس سلنڈر میں کیوں بند کر رکھا ہے؟"

عورت نے کہا:
"میں اس سیارے کی ملکہ ہوں۔ میرا نام قنطال
ہے۔ تمہیں سلنڈر میں اس لیے بند کیا گیا ہے
کہ تمہارا دو روز تک اس سلنڈر میں بند رہنا
میری اسکیم کا ایک حصہ ہے۔ اب تم کوئی سوال

نہیں کرو گے۔"

اس کے ساتھ ہی نسطالی نے اشارہ کیا۔ چار ورد
انسان آگے بڑھے۔ انہوں نے سلنڈر کے باہر لگے ا
بٹن کو دبایا۔ سلنڈر آہستہ آہستہ فرش کے اندر اتر
چلا گیا۔

سلنڈر ایک تکونے کھلے کمرے میں جا کر فرش ک
ساتھ ٹھک گیا۔ اس کے بعد سلنڈر کا دروازہ اپنے آ
کھل گیا۔ عنبر اور کیٹی سلنڈر سے باہر آ گئے۔ کمرے
دو بستر لگے تھے۔ یہ بستر سفید رنگ کے سٹریچروں
بچھائے گئے تھے۔ عنبر اور کیٹی وہاں بیٹھ کر آپس
صلاح مشورہ کرنے لگے کہ وہ یہاں سے فرار کس طر
ہو سکتے ہیں؟ اور یہ عورت ملکہ نسطالی ان سے کیا کام
لینا چاہتی ہے۔

کیٹی نے کہا:

"اس نے انسان مرد کا نام لیا تھا۔ اس کا مطلب
ہے کہ اس کو تمہاری ضرورت ہے اور وہ تمہیں
اپنے کسی منصوبے کے مطابق کسی تجربے سے گذارنا
چاہتی ہے۔"

عنبر بولا: "مگر یہ خطرناک عورت کون سا تجربہ

رنے والی ہے؟"

ہی بات تو مجھے پریشان کر رہی ہے۔" کیٹی نے کہا۔

عنبر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اس کی غیر معمولی طاقت
کسی کام نہیں آ رہی تھی۔ کمرے کی دیواریں کسی ایسے
ٹ مادے سے بنائی گئی تھیں کہ وہ اس کو توڑ نہیں
تا۔

ے ڈگان

یٹی سر تھام کر
عنبر کو لے
مادرٹری معلوم

موت سے فرار

تکونی کمرے کی چھت سے دھیمی روشنی آ رہی تھی۔
انہیں کچھ خبر نہیں تھی کہ کتنا وقت گذر گیا ہے۔
دن ہے کہ رات۔ عنبر اور کیپٹی دیر تک باتیں کرتے
بجھائے ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ ان کے
صلاح مشورا اسرار خلائی ملکہ کیا سلوک کرنے والی ہے
ہو سکتے بچر پر جا کر لیٹ گئی۔ عنبر فرش پر بے چین
لینا ٹہلنے لگا۔ اسے ماریا اور ناگ کا بھی خیال آ رہا
تھا کہ وہ کہاں ہوں گے؟ کیوں کہ ملکہ نسطالی نے اپنی
باتوں میں ماریا اور ناگ کا ذکر نہیں کیا تھا کہ ان
کے لومڑ انسانوں نے ان دونوں کو بھی گرفتار کر لیا ہے
اتنے میں ایک جگہ دیوار میں روشنی ہوئی اور پھر
دیوار کا ایک بڑا پتھر ایک طرف کھسک گیا۔ دو
لومڑ انسان ہاتھوں میں خلائی پستول لیے داخل ہوئے
اور انہوں نے عنبر کو اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔

کیپٹی جلدی سے اُٹھ کر عنبر کے پاس آ گئی۔
"نہیں نہیں عنبر بھیا! تم ان کے ساتھ مت
جانا۔ نہ جانے یہ لوگ تم سے کیا سلوک کریں۔"
عنبر نے کہا:
"کیپٹی! اس وقت تو میں نہ بھی چاہوں تب
بھی مجھے ان کے ساتھ جانا ہی پڑے گا۔
تم مطمئن رہو۔ میں مروں گا نہیں!"
یہ کہہ کر عنبر، لومڑ انسانوں کے ساتھ دیوار کے شگاف
میں سے گذر گیا۔
دیوار کا پتھر پھر اپنی جگہ پر آ گیا۔ کیپٹی سر تھام کر
سٹریچر والے بستر پر بیٹھ گئی۔ لومڑ انسان عنبر کو لے
کر ایک ایسے کمرے میں آ گئے جو ایک لیبارٹری معلوم
ہوتی تھی اور وہاں طرح طرح کے شیشے کے آلات
لگے تھے۔ درمیان میں شیشے کی دو مشینیں لگی تھیں جن
کے اندر آدمی کے بیٹھنے کے لیے شیشے کی دو کرسیاں
رکھی تھیں۔ عنبر کو لومڑ انسانوں نے ایک مشین کے اندر
لے جا کر کرسی پر بٹھایا اور مشین کو بند کر دیا۔
اتنے میں خلائی ملکہ نسطالی آ گئی۔ اس نے چست
لباس پہن رکھا تھا۔ اس کو دیکھتے ہی لومڑ انسانوں نے

دوسری مشین کا دروازہ کھول دیا۔ ملکہ نسطالی دوسری مشین میں داخل ہو کر شیشے کی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کی مشین کا دروازہ بھی بند کر دیا گیا۔ دونوں بوڑھے انسان وہاں سے چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی عنبر نے ایک بوڑھے آدمی کو اندر آتے دیکھا جس کا چہرہ انسانوں جیسا تھا مگر باقی کا سارا جسم بن مانس کا تھا۔ وہ جھک کر چل رہا تھا۔ اس نے آتے ہی دونوں مشینوں کے گرد ایک چکر لگایا۔ اور پھر ملکہ نسطالی والی مشین کا ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن کے دبتے ہی ملکہ کی مشین میں سے سبز رنگ کی شعاعیں لہرا لہرا کر اٹھیں اور عنبر کی مشین میں داخل ہو کر عنبر کے جسم سے ٹکرانے لگیں۔ عنبر نے پہلی بار اپنے جسم میں سنسناہٹ محسوس کی۔ اس پر ان شعاعوں کا اثر ہونا شروع ہو گیا تھا۔

وہ سوچنے لگا کہ یہ شعاعیں کہیں اس کو نقصان نہ پہنچا دیں۔ اس نے مشین میں سے نکلنے کی بہت کوشش کی مگر وہ کرسی پر سے ہل نہ سکا۔ کسی غیر معمولی طاقت نے اس کو مشین کی کرسی پر جکڑ کر رکھ دیا تھا۔ اب عنبر کے جسم میں سے بھی سبز رنگ کی لہراتی ہوئی شعاعیں نکل کر ملکہ نسطالی کے جسم سے ٹکرانے لگیں۔ ملکہ

[نسط]الی نے آنکھیں بند کر لیں۔
[ب]وڑھا انسان بن مانس بڑی عجیب نظروں سے عنبر کو [دیکھ] رہا تھا۔ ان نظروں میں عنبر کے ساتھ ہمدردی کا [اظہا]ر تھا۔ عنبر کو اپنے جسم میں شدید بے چینی محسوس ہو [رہ]ی تھی۔ یہ خطرناک سلسلہ عنبر کے اندازے کے مطابق [ایک] گھنٹے تک جاری رہا۔ پھر بوڑھے انسان بن مانس نے [ملک]ہ نسطالی کے اشارے پر بٹن بند کر دیا۔ شعاعیں [نک]ل گئیں۔
ملکہ نسطالی اپنی مشین سے باہر نکل آئی۔ اس نے [ب]ن مانس انسان سے اپنی زبان میں کہا کہ اس قیدی [ا]نسان کو لے جا کر کولڈ روم میں بند کر دو۔ اس کی زبان عنبر سمجھ گیا تھا۔ ملکہ چلی گئی۔ بوڑھے بن مانس انسان نے عنبر کو مشین سے نکالا اور بازو سے پکڑ کر اپنی زبان میں کہا:
"میرے ساتھ چلو بدقسمت انسان۔"
عنبر نے کہا: "میں بدقسمت نہیں ہوں۔ حالات نے مجھے یہاں پھنسا دیا ہے۔"
بوڑھے بن مانس نے چونک کر عنبر کو دیکھا اور کہا:

"تم ہماری زبان جانتے ہو؟"
عنبر نے کہا:
"میں سب زبانیں جانتا ہوں۔ مگر یہ بتاؤ کہ تمہاری شکل تو انسانوں جیسی ہے پھر تمہارا جسم بن مانس ایسا کیوں ہے؟"
بوڑھا بن مانس انسان بولا:
"تم زمین کے انسان ہو۔ میں بھی تمہاری زمین ہی کا رہنے والا ہوں۔ خاموشی سے میرے ساتھ چلو۔ باتیں بعد میں ہوں گی۔"
یہ جملے بوڑھے بن مانس انسان نے دنیا کی انگریزی زبان میں ادا کیے تھے۔ عنبر بڑا حیران ہوا کہ یہ بن مانس نما انسان انگریزی کہاں سے بولنے لگا؟ وہ خاموشی سے اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا۔ بن مانس انسان عنبر کو ایک تنگ سے کمرے میں لے گیا جہاں شدید سردی تھی۔ اس نے اندر جاتے ہی ایک بٹن بند کر دیا۔ اس سے کمرے کی سردی کم ہو گئی۔ اب بوڑھا بن مانس انسان بولا:
"پہلے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ تمہارا نام کیا ہے۔ یہ لڑکی جو تمہارے ساتھ آئی ہے یہ کون ہے؟"

عنبر نے بوڑھے بن مانس انسان کو بتایا کہ وہ اپنی دوست کیٹی اور ناگ اور ماریا کے ساتھ خلا میں ایک راکٹ میں راستہ بھٹک کر اس سیارے پر اتر آیا تھا۔
بوڑھے بن مانس نے آہ بھر کر کہا:
"آج سے بیس برس پہلے میرے ساتھ بھی یہی حادثہ پیش آیا تھا۔ میرا نام میکنزی ہے۔ میں ملک امریکہ کا ایک خلا باز ہوں۔ میں اپنی شٹل سے نکل کر خلا میں ایک تجربہ کرنے نکلا تو بدقسمتی سے میرے خلائی سوٹ کے ساتھ جو نائیلن کی رسی بندھی تھی وہ نکل گئی اور میں بھٹکتا ہوا کہیں سے کہیں نکل گیا پھر اس سیارے پر آن گرا اور یہاں کے بوڑھے انسانوں نے مجھے پکڑ لیا"۔
عنبر نے پوچھا:
"یہ مجھ پر کس قسم کا تجربہ کر رہے ہیں"
میکنزی نے کہا:
"یہی اس ملکہ نسطالی کی زندگی کا سب سے بڑا راز ہے۔ یہ تجربہ وہ مجھ پر بھی کر چکی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ ملکہ نسطالی آدھی رات

کے بعد بھیڑیا بن جاتی ہے۔ ایک عرصے سے
وہ اس مصیبت میں پھنسی ہوئی ہے۔ وہ
اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے لاکھوں
جتن کر چکی ہے مگر کامیاب نہیں ہوئی۔ آخر
ایک دوسرے سیارے کے سائنس دان نے ایک
نسخہ بتایا جس پر عمل کر کے وہ دوبارہ آدھی
رات کو بھیڑیا نہیں بن سکے گی۔"

"وہ نسخہ کیا تھا؟" عنبر نے پوچھا۔

بوڑھا بن مانس میکنزی بولا:

"سائنس دان نے اسے کہا کہ اگر وہ زمین کے
دو انسان کسی طرح حاصل کر کے
ان کے جسم کی شعاعیں
خود اپنے جسم میں داخل کرے تو وہ پھر کبھی
بھیڑیا نہیں بنے گی۔ چنانچہ ملکہ نسطالی نے
دو انسانوں کو پکڑنے کی مہم شروع کر دی۔
اس مقصد کے لیے اس کے لومڑ انسان اُڑن
طشتریوں پر خلا میں چکر لگانے لگے مگر انہیں
کوئی انسان نہ مل سکا۔ اتفاق سے میں خود
ہی ان کے سیارے پر آن گرا۔ ملکہ نسطالی
نے مجھ پر تجربے شروع کر دیئے۔ ایک ہفتہ
میرے جسم میں اس نے اپنے جسم کی شعاعیں
داخل کیں۔ ایک ہفتے کے بعد میری یہ حالت
ہو گئی کہ میرا آدھا جسم بن مانس کا ہو گیا
اور چہرہ انسان کا ہی رہا۔ اب انہیں دوسرے
مرد انسان کی تلاش تھی کہ تم یہاں آ گئے۔"

عنبر نے کہا:

"تو کیا میرا بھی یہی حال ہو جائے گا ایک
ہفتے کے بعد؟"

میکنزی بولا: "بالکل تم بھی آدھے انسان آدھے
بن مانس بن جاؤ گے۔"

عنبر کو خیال آیا کہ اس نے اپنے جسم میں ملکہ
نسطالی کے جسم کی شعاعیں داخل ہوتے محسوس کی تھیں۔
اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس پر یہ منحوس اثر ہو جائے
اس نے بوڑھے خلا باز سے کہا:

"کیا تم کسی طرح مجھے اس بھیانک انجام سے
بچا سکتے ہو؟"

بوڑھا بن مانس انسان بولا:

"میں یہ فیصلہ پہلے ہی کر چکا ہوں۔ مگر تمہیں تھوڑی

ہوشیاری سے کام لینا ہو گا۔ جیسے میں کہوں
ویسے ہی کرنا ہو گا۔ کیونکہ اس سیارے سے نکلنا
کوئی آسان کام نہیں ہے۔"
عنبر نے کہا:
"میں تمہاری ہدایت پر عمل کروں گا۔ لیکن میرے
ساتھ میری دوست کیٹی بھی یہاں سے فرار
ہو گی۔"
بوڑھا بن مانس انسان بولا:
"میں تم دونوں کو یہاں سے فرار کرانے کی
کوشش کروں گا۔ اگرچہ اس میں میری جان کو
بھی خطرہ ہے مگر تم دونوں میری پیاری زمین
کے انسان ہو۔ میں تمہاری ضرور مدد کروں گا۔
میرے ساتھ جو کچھ ہو چکا ہے وہ ہو چکا۔
میں تمہارے ساتھ ایسا نہیں ہونے دوں گا۔
تمہیں دو روز اس کمرے میں رہنا ہو گا، لیکن
میں نے اس سرد خانے کی سردی کم کر دی
ہے۔ تم آرام سے بیٹھو۔ میں رات کو آؤں گا۔"
یہ کہہ کر بوڑھا بن مانس کمرے سے نکل گیا۔
آدھی رات کو بوڑھا بن مانس اپنے وعدے کے مطابق

یا تو اس کے ہاتھ میں خلائی پستول بھی تھا۔ اس نے
تے ہی عنبر سے کہا:
"میرے ساتھ آؤ۔ جلدی کرو۔"
عنبر فوراً اُٹھا اور اس کے ساتھ ہو لیا۔ بوڑھا بن مانس
نبر کو لے کر کئی ایک کمروں سے نکل کر ایک سرنگ
ں آیا تو اچانک سامنے ایک لومڑ انسان آ گیا۔ اس
نے بوڑھے بن مانس پر حملہ کر دیا۔ بوڑھے بن مانس
نے پستول کا فائر کر دیا۔ لومڑ انسان اچھل کر گرا اور
ل کر راکھ ہو گیا۔
سرنگ کے دروازے میں سیڑھیاں اوپر جاتی تھیں۔
ڑھیوں میں اندھیرا تھا۔
عنبر نے بوڑھے بن مانس سے کیٹی کے بارے میں پوچھا
اس نے کہا:
"خاموش۔"
سیڑھیاں چڑھ کر عنبر جس کمرے میں پہنچا اس نے
ھا کہ یہ وہی ہال کمرہ تھا جہاں دیوار پر کھلے منہ
لے بھیڑیوں کے چہرے لگے تھے۔ یہاں کیٹی پہلے سے
ود تھی۔ عنبر کو دیکھ کر وہ بے تابی سے بولی:
"عنبر بھائی! شکر ہے تم زندہ سلامت آ گئے۔"

بوڑھے بن مانس نے کہا:

"اس سامنے والے بھیڑیے کے منہ کے پاس جا کر کھڑے ہو جاؤ۔"

یہ وہی بھیڑیے کا منہ تھا کہ جس کا شیشہ عنبر کے ہاتھ سے ٹوٹ چکا تھا۔

بوڑھے نے کہا:

"میں اس کا بٹن دبا کر ٹوٹے ہوئے شیشے کو ہٹاتا ہوں تم دونوں اس کے اندر کود جانا۔ یہاں سے نکلنے کا بس صرف یہی ایک راستہ ہے۔"

عنبر نے کہا:

"لیکن ہم اپنے دوستوں ناگ اور ماریا کے بغیر یہاں سے نہیں جا سکتے دوست!"

بوڑھا مسکرا کر بولا:

"تم نہیں جانتے۔ وہ دونوں پہلے ہی اس بھیڑیے کے منہ میں گر کر تمہاری دنیا میں پہنچ گئے ہیں۔"

"ہماری دنیا؟" عنبر نے حیرت سے کہا۔

"ہاں" بوڑھا بن مانس بولا: "یہ جو ہندسہ تم اوپر لکھا ہوا دیکھ رہے ہو یہ ظاہر کر رہا ہے

کہ اس میں کودنے کے بعد تم اپنی دنیا میں تین ہزار برس پیچھے کی طرف پہنچ جاؤ گے جلدی کرو۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ ملکہ شطالی بھیڑیا بن چکی ہے۔ وہ اُدھر آ ہی رہی ہو گی۔"

عنبر اور کیپٹ بھیڑیے کے منہ کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے۔

بوڑھے بن مانس نے بٹن دبا دیا:

"اب اس میں کُود جاؤ۔ تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔"

عنبر اور کیپٹ نے بڑی گرم جوشی سے بوڑھے بن مانس سے ہاتھ ملایا اور پھر بھیڑیے کے منہ میں چھلانگیں لگا دیں۔

تاریک طوفانی رات کی آندھی نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہ نیچے ہی نیچے گرتے چلے گئے۔ نہ جانے کتنی دیر تک وہ نیچے لڑھکتے رہے۔ عنبر اور کیپٹ نے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ ایک دم سے وہ ایک جگہ پانی میں گرے اور نیچے چلے گئے۔

جب اوپر پانی کی سطح پر آئے تو دیکھا کہ وہ ایک نہر میں تیرتے چلے جا رہے ہیں۔ رات کا اندھیرا

پھیلا ہے۔ خاموشی ہی خاموشی ہے۔

عنبر نے کیٹی کو آواز دی:

"کیٹی! تم کہاں ہو؟"

"میں تمہارے ساتھ ہوں عنبر!"

اندھیرے میں اب وہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے

کیٹی نے عنبر کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ ندی سے نکل کر کنارے پر آ گئے۔

"یہ ہم کہاں آ گئے ہیں؟" کیٹی نے چاروں طرف دیکھ کر کہا۔

عنبر نے کہا:

"اگر بوڑھے بن مانس کی بات کا یقین کیا جائے تو ہم ایک بار پھر اپنی دنیا میں تین ہزار پیچھے کے زمانے میں آ گئے ہیں۔"

کیٹی بولی: "یہ جگہ کوئی جنگل بیابان ہے عنبر! نہ آدم نہ آدم زاد۔"

عنبر نے کہا:

"ہمارے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں کیٹی! چلو جنگل پار کر کے دیکھتے ہیں کہ آگے کیا ہے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ ماریا اور ناگ

بھی اسی دنیا اور اسی زمانے میں موجود ہیں۔ اب ہم ایک دوسرے سے کسی نہ کسی دن ضرور ملیں گے۔"

انہوں نے اندھیرے جنگل میں ایک طرف چلنا شروع کر دیا۔

جب وہ جنگل کے درمیان بہتی ایک ندی کے پاس پہنچے تو انہیں ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی سوکھی گھاس پر چل رہا ہو۔

عنبر رُک گیا:

"کیٹی! مجھے یہاں کسی انسان کی موجودگی کا شک ہو رہا ہے۔"

کیٹی بھی اندھیرے میں ادھر اُدھر دیکھنے لگا:

اتنے میں دھم سے چھ آدمی ان پر کود پڑے۔ کیٹی کو بھی عنبر کے ساتھ ہی انہوں نے رسی میں جکڑ دیا۔

ان کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں۔

عنبر نے کیٹی سے کہا:

"کیٹی! خاموش رہنا۔ مقابلہ نہ کرنا۔ ہو سکتا ہے ہمیں یہاں سے ناگ ماریا کا سراغ مل جائے۔"

یہ عنبر نے اپنی خاص خفیہ زبان میں کیٹی سے کہا

تھا۔ کیٹی نے کوئی مقابلہ نہ کیا۔ یہ آدمی منگا بہادر کے ڈاکوؤں کے گروہ کے تھے۔ اس گروہ کا لیڈر اب چندر سین ڈاکو تھا جو منگا بہادر کی ناگ کے ہاتھوں موت کے بعد ان کا سردار بن گیا تھا۔

ڈاکو عنبر اور کیٹی کو کھینچتے ہوئے ندی کے پاس جنگل آم کے درختوں کے جھنڈ کے درمیان بنی ہوئی اسی قلعہ نما جھونپڑی میں لے گئے جس میں کبھی منگا بہادر ڈاکوؤں کا سردار رہا کرتا تھا۔ جھونپڑے میں سے چندر سین ڈاکو باہر نکل آیا۔ یہ سرخ آنکھوں والا کالا کلوٹا ڈاکو تھا جس کے چہرے سے دہشت ٹپکتی تھی۔ ایک ڈاکو نے چراغ کی روشنی کیٹی اور عنبر کے چہروں پر ڈالی۔

"سردار! یہ دونوں ہمارے اڈے کی طرف آ رہے تھے۔ یہ راجہ وکرم کے جاسوس ہیں۔ حکم دو تاکہ ہم ان دونوں کو قتل کر دیں۔"

ڈاکو چندر سین نے قہر بھری نظروں سے عنبر کی طرف دیکھا اور غضبناک آواز میں بولا:

"ہماری جاسوسی کرتے ہو۔ کم بخت! تمہاری موت تمہیں ادھر لے آئی ہے۔"

عنبر نے کہا:

"ہم کسی بھی راجہ وکرم کے جاسوس نہیں ہیں۔ ہم دونوں بہن بھائی ہیں اور جنگل میں راستہ بھول گئے ہیں۔"

ایک ڈاکو نے کہا:

"سردار! یہ بھی مجھے پہلے والے جاسوس کے بھائی بند لگتے ہیں۔"

سردار چندر سین غرایا:

"وہ تو بھاگ گیا مگر میں انہیں نہیں بھاگنے دوں گا۔"

ڈاکو نے کہا:

"سردار! پہلے والا جاسوس تو بند دروازے میں سے بھی فرار ہو گیا تھا۔ ان کی پوری طرح خبرگیری کرنی ہو گی۔"

یہ سن کر عنبر اور کیٹی کے کان کھڑے ہو گئے۔ بند دروازے میں سے ماریا یا ناگ ہی فرار ہو سکتا تھا۔ عنبر نے سوچا کہ ان لوگوں کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ ان سے کسی طرح معلوم کرنا چاہیے کہ پہلے والا جاسوس کون تھا۔

سردار نے حکم دیا:

"ان کو الگ الگ کوٹھڑیوں میں بند کر دو۔
صبح میں خود ان کا کام تمام کروں گا۔"

کیٹی اور عنبر کو جنگل کے ایک خفیہ تہہ خانے کی الگ الگ کوٹھڑیوں میں بند کر دیا گیا۔ عنبر نے جاتے ہوئے اپنی خاص زبان میں کیٹی سے کہا کہ ہو سکتا ہے ناگ یہاں آیا ہو اور ان لوگوں کو ناگ کے بارے میں پتہ ہو۔ تم فکر مت کرنا۔ میں سنبھال لوں گا۔

کیٹی کوٹھڑی میں فرش پر بیٹھی سوچ رہی تھی کہ اگر ناگ یا ماریا یہاں سے گذرے ہیں تو ان کی خوشبو کہیں نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ انہیں گذرے کافی دن ہو گئے ہوں گے۔

عنبر بھی اپنی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بیٹھا ناگ اور ماریا ہی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ رات کا پچھلا پہر گذر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد صبح ہو گئی۔ عنبر اور کیٹی کو باہر نکالا گیا۔ جھونپڑے کے آگے ڈاکوؤں کا سردار چندر سین ایک کرسی پر تلوار لیے بیٹھا تھا۔ باقی ڈاکو نیم دائرے کی شکل میں کھڑے تھے۔ عنبر اور کیٹی کو سردار کے سامنے لایا گیا۔

سردار نے کہا:

"اس لڑکی کو میرے جھونپڑے میں لے جا کر بند کر دو۔ اس سے میں شادی کروں گا۔ اس جاسوس کو درخت سے لٹکا کر پھانسی دے دو۔"

کیٹی نے چیخ مار کر کہا:

"عنبر! میں شادی نہیں کروں گی۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"یہ نوبت نہیں آئے گی۔"

سردار چندر سین نے عنبر کو مسکراتے دیکھا تو اسے غصہ آ گیا۔

"تم ہنس رہے ہو؟ ہمارا مذاق اڑاتے ہو۔ ابھی تمہیں آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔ اسے سامنے والے درخت پر پھانسی دے دو۔"

کیٹی کو ڈاکو جھونپڑے میں لے گئے۔ عنبر کے گلے میں رسی کا پھندا ڈال کر دو ڈاکوؤں نے رسہ درخت کی اونچی شاخ سے باندھ دیا گیا۔ عنبر کو گھوڑے پر بٹھا دیا گیا تھا۔ وہ کوئی اعتراض نہیں کر رہا تھا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ وہ مر نہیں سکتا۔ جب رسہ درخت سے کس کر باندھ دیا گیا تو سردار چندر سین نے چلا کر کہا:

"گھوڑا نیچے سے نکال دو۔"

ڈاکو نے گھوڑے کو لات ماری۔ گھوڑا عنبر کے نیچے
سے نکل گیا۔ عنبر لٹکنے لگا۔ رسّی کا پھندا اس کی گردن
میں پڑا تھا اور وہ درخت کی شاخ کے ساتھ جھول رہا
تھا۔ عنبر نے کوئی حرکت نہ کی۔ اس نے اپنی آنکھیں
بند کر لیں۔ جب اسے لٹکتے ہوئے دس منٹ گذر گئے
تو سردار نے کہا:

"اس کی لاش کو اتار کر کھڈ میں پھینک دو"
ایک ڈاکو نے درخت کی شاخ پر چڑھ کر تلوار سے
رسہ کاٹ دیا۔ عنبر دھڑام سے نیچے زمین پر گر پڑا۔
سب ڈاکو یہی سمجھ رہے تھے کہ عنبر مر چکا ہے۔ یہ قدرتی
بات تھی۔ جس کے گلے میں پھندا ڈال کر درخت سے
دس منٹ تک لٹکایا جائے وہ یقیناً مر جاتا ہے۔
ڈاکو عنبر کی لاش اٹھانے کے لیے آگے بڑھے تو
عنبر بڑے آرام سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اپنی گردن
میں سے رسّی کا پھندا نکالنے لگا۔ اسے کھڑے ہوتے
دیکھ کر سب حیران رہ گئے۔ سردار چندر سین اپنی کرسی
سے کھڑا ہو گیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے عنبر کو دیکھ
رہا تھا۔ پھر غصے میں بولا:
"اس کی گردن قلم کر دو۔ یہ سخت جان جادوگر ہے۔"

ایک ڈاکو نے حکم پاتے ہی پیچھے سے عنبر کی گردن
ر تلوار کا بھرپور وار کیا۔ عنبر بڑے آرام سے گلے میں
ے رسّی کا پھندا نکال کر اسے لپیٹتا رہا۔ جب کہ عنبر
ی پتھر ایسی سخت گردن سے ٹکراتے ہی تلوار کے دو
ٹکڑے ہو گئے۔ اب تو سردار چندر سین بھی پریشان ہو گیا
س نے لپک کر عنبر کی گردن کو ہاتھ لگا کر دیکھا۔ عنبر نے
گردن اب نرم کر لی تھی۔
سردار نے چیخ کر کہا:
"اسے میں ختم کروں گا۔"
سردار نے کمر میں لگا خنجر نکالا اور عنبر کے سینے میں
گھونپ دیا۔ مگر خنجر بھی ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ اب
تو سردار چندر سین اور دوسرے ڈاکو دہشت زدہ ہو کر
پیچھے ہٹ گئے۔
عنبر نے مسکراتے ہوئے کہا:
"چندر سین! تم اگر مجھے آگ میں بھی ڈال دو
گے تو میں ہلاک نہیں ہوں گا۔"
کچھ ڈاکوؤں نے تو عنبر کے آگے سجدے میں گر گئے۔
وہ اسے کوئی آسمانی دیوتا سمجھنے لگے تھے۔ سردار چندر سین
نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور کہا:

"تم — تم کوئی جادوگر ہو؟"

عنبر بولا: "میں جادوگر نہیں ہوں۔"

"پھر" سردار بولا: "پھر تم پر خنجر تلوار کا اثر کیوں نہیں ہوا؟"

عنبر نے کہا:

"یہ ایک ایسا راز ہے جو میں تمہیں کسی صورت میں بھی نہیں بتا سکتا۔ بہرحال ایک بات تم اچھی طرح سمجھ گئے ہو کہ میں تم سے بہت زیادہ طاقت ور ہوں اور اگر چاہوں تو ایک ایک تم سب کو ہلاک کر سکتا ہوں۔ لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔"

عنبر نے سردار سے کہا کہ کیٹی کو باہر لایا جائے۔ سردار چندر سین عنبر کی غیر معمولی طاقت سے بہت خوف زدہ ہو گیا تھا۔ اس لیے کہا:

"آپ — آپ میرے ساتھ جھونپڑے میں چلیں۔"

سردار بڑی عزت کے ساتھ عنبر کو اپنے جھونپڑے میں لے گیا جہاں کیٹی موجود تھی۔

کیٹی نے غصے میں کہا:

"عنبر! اس کو مزا چکھاؤ۔ یہ کون ہوتا ہے مجھے

یہاں قید کرنے والا؟"

سردار چندر سین ہاتھ جوڑ کر بولا:

"بہن! مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں معافی مانگتا ہوں۔ تم آزاد ہو اور یہی سمجھو کہ تم اپنے بھائی کے گھر میں ہو۔"

کیٹی نے تعجب سے عنبر کی طرف دیکھا۔

عنبر نے کہا:

"اس پر میری طاقت ظاہر ہو گئی ہے کیٹی۔"

پھر عنبر سردار کی طرف متوجہ ہو کر بولا:

"میں تم سے صرف اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہارے ہاں سے جو پہلا جاسوس فرار ہو گیا تھا وہ کون تھا؟ اس کا نام کیا تھا؟"

سردار چندر سین نے کہا:

"میں اس کا نام نہیں جانتا۔ پٹیل نے ہمارے سردار کے لیے اس کو بے ہوش کر کے تہ خانہ میں ڈالا تھا۔ لیکن وہ تہ خانے میں سے فرار ہو گیا۔ یہ راز آج تک نہیں کھل سکا کہ وہ کیسے فرار ہوا؟"

عنبر نے سوال کیا:

"اس کا حلیہ بتا سکتے ہو؟"

سردار چندر سین نے جو حلیہ بتایا وہ بالکل ناگ کا تھا۔ عنبر اور کیٹی نے خوش ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا:

"عنبر! یہ یقیناً ناگ تھا۔"

عنبر نے چندر سین سے ناگ کے بارے میں مزید سوال کئے تو اس نے پٹیل کی مخبری، مہامنتری کی بیٹی کے اغوا اور اس کے گھر میں ڈاکہ اور منگا بہادر کے مارے جانے کی ساری کہانی اسے بیان کر دی۔ عنبر نے چندر سین سے مہامنتری کی حویلی کا راستہ معلوم کیا۔ اس سے دو گھوڑے لیے اور کیٹی کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو گیا۔

دن بھر جنگل اور پہاڑی میدان میں سفر کرتے ہوئے شام کے قریب عنبر اور کیٹی مہامنتری کی حویلی میں پہنچ گئے۔ مہامنتری اور اس کی بیوی اور کملا سے انہوں نے ملاقات کی اور ناگ کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے یہی بتایا کہ وہ اپنے کسی ساتھی کی تلاش میں ان سے رخصت لے کر شمال کی طرف ملک مگدھ کی جانب روانہ ہو گیا تھا۔ عنبر اور کیٹی نے

ایک رات مہامنتری کی حویلی میں آرام کیا اور صبح ان کو خدا حافظ کہہ کر آگے روانہ ہو گئے۔ وہ شمالی ہندوستان کی ریاست مگدھ کی طرف جا رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ شمالی ہندوستان کی ریاست مگدھ میں ان کی ملاقات ناگ اور ماریا سے ضرور ہو جائے گی۔

○

دوسری طرف ناگ بھی جنگل میں ماریا کی تلاش میں شمال کی طرف جا رہا تھا۔ اور ہم نے ماریا کو شمالی ہندوستان کی ریاست مونگھیل کی راجدھانی کی طرف جاتے چھوڑا تھا جہاں وہ راجہ بھمیار کی بیٹی راجکماری پشپادلی کے روپ میں شاہی رتھ میں بیٹھی اپنے شاہی محل کی طرف جا رہی تھی۔

راجہ بھمیار، رانی اور دوسرے درباری اور سپاہی جلوس کی شکل میں محل کی طرف جا رہے تھے۔ محل میں پہنچ کر ماریا یعنی پشپادلی کو اس کے محل میں پہنچا دیا گیا۔ جہاں کنیزیں اس کی خدمت کو موجود تھیں۔ ماریا یعنی پشپادلی کی خاص کنیز سہیلی کیسری اس کے ساتھ تھی۔ ماریا نے نہا دھو کر نیا شاہی لباس پہنا اور اپنی سہیلی کیسری

کے ساتھ شاہی باغ میں ٹہلنے لگی۔ وہ کیسری سے
باتیں کر رہی تھی مگر اس کا دل عنبر ناگ اور کیٹی
کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ وہ کہاں ہوں گے اور
اس کے بارے میں فکر مند ہو رہے ہوں گے۔

اتفاق سے دوسرے روز راجہ کی سالگرہ کا دن تھا۔
محل کو شاندار طریقے سے سجایا گیا تھا۔ دربار میں عظیم الشان
دعوت ہوئی۔ ماریا بھی راج کماری پشپاولی کے روپ میں
دربار میں موجود تھی۔ رانی اور وزیر اعلیٰ بھی تھے۔ راجہ
نے شاہی نجومی کو بلایا اور پوچھا:

"جوتشی مہاراج! حساب لگا کر بتائیں کہ ابھی ہم
کتنی مدت زندہ رہیں گے۔"

جوتشی نے فوراً حساب لگانا شروع کر دیا۔ حساب لگا
کر اس نے کہا:

"مہاراج! آپ کی عمر تو بہت لمبی ہے۔ مگر
میرا حساب کہہ رہا ہے کہ ...."

جوتشی ایک دم خاموش ہو گیا۔

راجہ نے تشویش کے ساتھ کہا:

"رک کیوں گئے شاستری جی؟"

جوتشی ہاتھ باندھ کر بولا:

"مہاراج یہ ایک ایسا راز ہے جو میں آپ کو
اکیلے میں ہی کہہ سکتا ہوں۔ آپ سب لوگوں
کو رخصت کر دیں۔"

راجہ نے اسی وقت سب کو دربار سے رخصت
کر دیا۔ ماریا نے سوچا کہ جانے کیا راز بتائے گا یہ
جوتشی۔ وہ بھی اپنی سہیلی کے ساتھ شاہی محل میں
چلی گئی۔ دربار میں جب راجہ اور شاہی جوتشی اکیلے رہ
گئے تو راجہ نے پوچھا:

"شاستری جی! اب بتائیے! وہ کیا راز ہے جو آپ
مجھے بتانا چاہتے تھے؟"

جوتشی نے ایک بار پھر اپنی پوتھی پر لگائے گئے
حساب کو دیکھا اور کہا:

"مہاراج! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی عمر تو
بڑی لمبی ہے مگر دو روز بعد شام کے وقت
ہماری راجدھانی میں جنوبی دروازے میں سے سانولے
رنگ کا اور گھنگھریالے بالوں والا ایک ایسا
نوجوان داخل ہو رہا ہے جس کے ہاتھوں آپ
کی موت واقع ہو سکتی ہے۔"

راجہ کا تو یہ سن کر رنگ اڑ گیا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں شاستری جی؟"
جوتشی بولا: "میرا حساب یہی کچھ کہہ رہا ہے
مہاراج!"
راجہ نے کہا:
"ہم اس نوجوان کو شہر میں داخل ہوتے ہی قتل
کروا دیں گے۔"
جوتشی کہنے لگا:
"میرا حساب کہہ رہا ہے کہ یہ نوجوان غیر معمولی
طاقت رکھتا ہے۔ اس کو مارنے میں اگر ذرا
سی چوک ہو گئی تو وہ ہاتھ سے نکل جائے
گا اور پھر آپ کی موت یقینی ہو جائیگی۔"
راجہ پریشان ہو گیا:
"پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ آپ ہی بتائیں۔"
جوتشی کچھ دیر حساب کرتا رہا۔ پوتھی پر آڑھی ترچھی
لکیریں ڈال کر انہیں غور سے دیکھتا رہا۔ پھر بولا:
"اس پُراسرار نوجوان کے بارے میں میرا حساب
بھی زیادہ نہیں بتا رہا۔ آپ اس نوجوان کا سواگت
کریں۔ یوں چال چل کر اسے اپنے جال میں
پھنسائیں اور پھر اسے کسی ویران جگہ پر پہنچا کر

اچانک حملہ کر کے مروا دیں۔"
راجہ اٹھ کر بے چینی سے ٹہلنے لگا:
"ہم ایسا ہی کریں گے۔ اگر وہ ہمارا قاتل ثابت
ہو سکتا ہے تو ہم اس کو قتل کروانے میں ہرگز
دیر نہیں کریں گے۔"
جوتشی کہنے لگا:
"مگر مہاراج اس کے لیے آپ کو بڑی راز داری
سے کام لینا ہو گا۔ اس کام کے لیے اپنے خاص
جاسوس لگائیں جو کل شام کو اس نوجوان کا
سواگت کریں اور پھر اسے کسی ویران جگہ پر
لے جا کر قتل کر دیں۔ میں اس نوجوان کی شناخت
کے لیے خاص شاہی جاسوسوں کے ساتھ ہوں گا۔"
راجہ نے خوش ہو کر کہا:
"بالکل ٹھیک ہے۔ ہم آپ کے بڑے شکرگزار
ہوں گے ہمارے دشمن کو ہلاک کر کے آپ ہمیں
نئی زندگی دیں گے ہم آپ کو انعام و اکرام
سے مالا مال کر دیں گے ہم ابھی اپنے چار
بہادر جاسوسوں کو بلوا کر سارا حال بتاتے ہیں۔"
راجہ بھیمادر نے اسی وقت اپنے خاص جاسوسوں کو

بلایا اور جوتشی نے انہیں ساری بات سمجھا دی۔اب وہ
دوسرے دن شام کا انتظام کرنے لگے۔رات کو ماریا
نے اپنی سہیلی کیسری سے پوچھا کہ راجہ کو جوتشی نے کیا
راز بتایا تھا؟

کیسری نے کہا:

"یہ راز راجہ نے کسی پر ظاہر نہیں کیا۔مہارانی کو
بھی نہیں بتایا۔"

ماریا نے کوئی خیال نہ کیا۔

دوسرے دن شام کے وقت راجہ کے چاروں ہٹے
کٹے جاسوس گھوڑوں پر سوار ہو کر جوتشی کے ساتھ شہر
کے جنوبی دروازے کے قریب چھپ کر بیٹھ گئے۔

جب شام کے سائے بڑھنے لگے تو کھیتوں اور درختوں
میں سے نکل کر ناگ نمودار ہوا۔وہ گھوڑے پر سوار تھا
اسے شہر کی جانب سے ماریا کی ہلکی ہلکی خوشبو آ رہی
تھی۔وہ بڑا خوش تھا کہ اسے ماریا کا سراغ مل گیا تھا
جونہی وہ شہر کے دروازے میں داخل ہوا تو چار گھوڑ
سوار جنہوں نے شاہی لباس پہن رکھے تھے اس کے
سامنے آ گئے۔ان کو شاہی جوتشی نے بھیجا تھا کیوں کہ
جوتشی نے ناگ کو پہچان لیا تھا کہ یہی سانولے رنگ

اور گھنگھریالے بالوں والا نوجوان ہے جس کی طرف زائچے
نے اشارہ کیا تھا۔

ناگ نے گھوڑے کو روک لیا اور پوچھا:

"تم لوگ کون ہو؟"

جاسوس گھوڑ سوار نے بڑی نرم آواز میں کہا:

"پیارے بھائی! ہمیں مہاراجہ راجہ بھمبار کی طرف
سے حکم دیا گیا ہے کہ آج کے دن شام کو
جو مسافر بھی شہر میں داخل ہو اسے بڑی عزت
کے ساتھ شاہی محل میں لایا جائے ہم تمہارا
سواگت کرتے ہیں۔ہمارے ساتھ شاہی محل چلو اور
شاہی مہمان بن کر رہو۔"

ناگ بڑا خوش ہوا۔وہ ان کے ساتھ چل پڑا۔شہر
میں داخل ہوئے تو ایک طرف ویران جگہ پر درختوں
کے نیچے چشمہ بہہ رہا تھا۔

ایک جاسوس نے کہا:

"پیارے بھائی! بہتر ہے کہ شاہی محل میں داخل
ہونے سے پہلے تم اس چشمے پر غسل کر لو۔
کیوں کہ کوئی بھی شخص غسل کیے بغیر شاہی محل
میں داخل نہیں ہو سکتا۔"

ناگ نے کہا:

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ میں بھی سفر کرتے کرتے تھک گیا ہوں اور گرد جم گئی ہے۔"

چاروں جاسوس ناگ کو لے کر چشمے کی طرف چلے۔ ناگ آگے آگے تھا۔ جب وہ درختوں کے درمیان پہنچا تو اچانک اس نے تلوار کے نیام سے نکلنے کی آواز سنی۔ ایک سیکنڈ میں ناگ نے پلٹ کر دیکھا تو ایک گھوڑ سوار ناگ پر تلوار سے حملہ کرنے ہی والا تھا۔ ناگ گھوڑے پر سے چھلانگ لگا کر کود گیا اور نیچے گرتے ہی اس نے سانس کھینچا اور سانپ بن کر گھاس میں بھاگ گیا۔

چاروں جاسوس گھوڑ سوار حیران ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ یہ نوجوان کہاں غائب ہو گیا۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ ضرور کوئی جن بھوت تھا اور اب ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ وہ گھوڑوں کو بھگاتے ہوئے محل کی طرف اندھا دھند دوڑے۔ شاہی محل کے دروازے پر جوتشی ان کا انتظار کر رہا تھا۔

"کیا اس نوجوان کا کام تمام کر دیا؟" جوتشی نے پوچھا۔ گھوڑ سواروں نے ساری بات بیان کر دی۔ شاہی

جوتشی بے حد فکر مند ہوا۔

اُس نے کہا:

"یہ بات کسی کو نہ بتانا۔ میں مہاراج کے پاس جا رہا ہوں۔"

جب مہاراج راجہ بھمبیار نے سنا کہ اس کا قاتل بچ کر نکل گیا ہے تو بڑا پریشان ہوا۔

اُس نے کہا:

"شاستری جی! کوئی طریقہ نکالیں۔ اگر میں قتل ہو گیا تو آپ بھی شاہی جوتشی نہیں رہیں گے۔ وہ نوجوان آپ کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

شاہی جوتشی نے کہا:

"مہاراج! میں جانتا ہوں کہ یہ میری زندگی کا بھی سوال ہے۔ میں ہون کروں گا۔"

شاہی جوتشی اسی وقت محل کے ایک خاص کمرے میں لے گیا جہاں دیوی دیوتاؤں کی مورتیاں لگی تھیں۔ جوتشی نے کنڈ میں آگ جلوائی اور منتر پڑھنے شروع کر دیئے۔ راجہ اس کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ ان دونوں کے سوا وہاں کوئی نہیں تھا۔ ہون کرنے کے بعد جوتشی نے تانبے کی ایک سلیٹ زور سے زمین پر ماری اور

آنکھیں بند کر کے اونچی آواز میں منتر پڑھنے لگا۔
چند منٹ کے بعد جوتشی نے تانبے کی سلیٹ اٹھا
کر دیکھی تو اس پر سنسکرت میں کچھ اشارے لکھے ہوئے
تھے۔ شاہی جوتشی نے ان کو پڑھا تو دنگ رہ گیا۔
راجہ نے پوچھا:
"کیا بات ہے شاستری جی؟ آپ پریشان دکھائی
دیتے ہیں؟"
شاہی جوتشی بولا:
"مہاراج! یہ تانبے کی پتری مجھے بتا رہی ہے
کہ جو عورت آپ کے محل میں راج کماری
پشپاولی بن کر آئی ہے وہ آپ کی بیٹی نہیں ہے۔"
راجہ تو بھونچکا ہو کر جوتشی کا منہ تکنے لگا۔
"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں شاستری جی؟ اگر
یہ پشپاولی میری بیٹی نہیں تو پھر میری بیٹی
کہاں ہے؟"
شاہی جوتشی تانبے کی سلیٹ پر رکھے ہوئے اشارے
پڑھ کر بولا:
"مہاراج! یہ پتری مجھے بتا رہی ہے کہ آپ
کی اصلی بیٹی راج کماری پشپاولی جنگل میں راستہ

بھول کر ایک غار میں پناہ لیے ہوئے ہے
اور یہ لڑکی اس نوجوان کی ساتھی ہے جو آپ
کا قاتل بن کر راجدھانی میں داخل ہوا ہے؟"
راجہ بولا: "اس کا مطلب ہے کہ یہ عورت جس
نے میری بیٹی کا بھیس بدل رکھا ہے میری جان
کے دشمن کی ساتھی ہے؟ مگر اس کی شکل میری
بیٹی جیسی کیوں ہے؟"
جوتشی نے کہا:
"یہ اس عورت کی کرامت ہے۔ یہ عورت ایک
پُراسرار مخلوق ہے۔ اس کے بارے میں میری
پتری زیادہ نہیں بتا رہی۔ لیکن اتنا صاف پڑھ
رہا ہوں کہ یہ عورت آپ کی بیٹی نہیں ہے۔
آپ کی بیٹی جنگل میں سرخ پتھروں کے پہاڑی
غار میں پناہ لیے ہوئے ہے۔ اسے منگوائیے۔
سارا راز کھل جائے گا۔"
راجہ نے کہا:
"لیکن اس نوجوان کو کہاں تلاش کریں جو میرا
قاتل ثابت ہونے والا ہے اور جو فرار
ہو گیا ہے۔"

جوتشی نے کہا:

"یہ نوجوان بھی پراسرار طاقت رکھتا ہے۔ ہمیں سب سے پہلے نقلی پشپاولی کو گرفتار کر کے گہرے کنوئیں میں ڈال کر بند کر دینا چاہیے۔ پھر اصلی راج کماری کو جنگل سے تلاش کر کے محل میں لانا ہو گا۔ اس کے بعد ہم نوجوان کو تلاش کریں گے۔"

راجہ پریشان ہو کر وہاں سے اٹھ کر اپنے محل کے خاص کمرے میں آ گیا۔ اس نے بارہ دری میں سے دیکھا کر اس کی نقلی بیٹی راج کماری پشپاولی یعنی مایا اپنی سہیلیوں کے ساتھ باغ میں ٹہل رہی تھی۔ راجہ نے خفیہ طور پر راج کماری کی خاص سہیلی کیسری کو اپنے کمرے میں بلایا اور اسے ساری بات بیان کر دی اور کہا:

"تم کسی طرح پشپاولی کو محل کے پچھواڑے والے اندھے کنوئیں کے پاس لے جا کر اس میں دھکا دے دو۔ یہ اصلی راج کماری نہیں ہے۔"

کیسری بولی: "مہاراج! یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

راجہ نے کہا:

"جیسا میں کہتا ہوں تم ویسے ہی کرو۔ نہیں تو میں تمہیں ابھی قتل کروا دوں گا۔"

کیسری بے چاری ڈر گئی۔ اسے معلوم تھا کہ راجہ بے حد ظالم ہے اور ایک سیکنڈ میں اس کی گردن اُتروا دے گا۔

کیسری نے سر جھکا کر کہا:

"مہاراج! آپ نے جیسا کہا میں ویسے ہی کروں گی۔"

اس دوران راجہ نے اپنے خاص جاسوس سواروں کو اصلی راج کماری کو لانے کے لیے سرخ پہاڑی والے جنگل کی طرف روانہ کر دیا۔ چاروں جاسوس اسی وقت تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگل میں گھس گئے۔ جب وہ سُرخ پہاڑی والے غار میں گئے تو انہوں نے دیکھا کہ واقعی اصلی راج کماری پشپاولی غار میں بے ہوش پڑی تھی۔ وہ اسی وقت اسے اُٹھا کر خفیہ طریقے سے شاہی محل میں لے آئے۔ راجہ نے اپنی اصلی راج کماری کو دیکھا تو اسے یقین ہو گیا کہ دوسری راج کماری واقعی نقلی عورت ہے اور

کسی پُراسرار طاقت کے ذریعے اس کی بیٹی کا رُوپ
دھارے ہوئے ہے۔ جب اس نے کیسری کو بلوا کر
اصلی راج کماری دکھائی تو وہ بھی سکتے میں آ گئی۔
اب اس نے بھی فیصلہ کر لیا کہ نقلی راج کماری کو
اندھے کنوئیں میں گرا کر ہی دم لے گی کیوں کہ کچھ معلوم
نہیں کہ یہ کون جادوگرنی ہے۔

کیسری نقلی راج کماری یعنی ماریا کو سیر کے بہانے
محل کے پچھواڑے والے ویران باغ میں لے گئی۔
یہاں جنگلی پھول اُگے ہوئے تھے۔

کیسری نے ماریا سے کہا:

"راج کماری جی! یہاں ایک کنواں ہے۔ کہتے
ہیں کہ جو کوئی اس کنوئیں میں جھک کر
کوئی چیز مانگتا ہے تو اسے وہ چیز مل
جاتی ہے۔"

ماریا کو ایک دم عنبر ناگ کیٹی کا خیال آ گیا۔
اس نے کہا:

"کیا تم سچ کہتی ہو کیسری؟"

"ہاں راج کماری جی! یہاں کئی لوگوں نے اپنے
دل کی مرادیں پائی ہیں۔ میری ماں بیمار ہوئی

تھی تو میں نے بھی اس کنوئیں میں منہ
ڈال کر دُعا مانگی تھی کہ میری ماں اچھی ہو
جائے اور میری ماں اچھی ہو گئی تھی۔ یہ بات
کسی کسی کو ہی محل میں معلوم ہے۔"

ماریا نے بے تاب ہو کر کہا:

"مجھے اس کنوئیں پر لے چلو۔ میں بھی ایک
دعا مانگوں گی۔"

کیسری بڑی خوش ہوئی۔ اس کا تیر ٹھیک نشانے
پر بیٹھا تھا۔ وہ ماریا کو درختوں اور جنگلی گھاس
میں سے لے کر اندھے کنوئیں کے پاس لے آئی۔
یہ کافی گہرا کنواں تھا اور اس میں گرا ہوا انسان کبھی
باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

کیسری نے کہا:

"راج کماری جی! اس طرف کنوئیں کی منڈھیر پر
کھڑی ہو کر نیچے جھانکیں اور جو دُعا مانگنی
ہے اسے اپنے دل میں دُہرائیں آپ کی
دعا فوراً پوری ہو جائے گی۔"

ماریا خوشی خوشی کنوئیں کی منڈھیر پر آ کر کھڑی
ہو گئی۔ کیسری بڑی چالاکی سے اس کے پیچھے آ گئی۔

جونہی ماریا نے سر آگے جھکا کر دعا مانگی کہ اسے
عنبر ناگ کیٹی مل جائیں تو پیچھے سے اسے کیسری نے
دھکا دے دیا۔

ایک چیخ کے ساتھ ماریا اندھے کنوئیں میں گر پڑی۔
اگر وہ غیبی حالت میں ہوتی تو فوراً اوپر آ جاتی بلکہ
وہ گر ہی نہیں سکتی تھی۔ لیکن وہ انسانی جسم کی
حالت میں تھی۔ وہ دھڑام سے نیچے اندھے کنوئیں
کے گھاس پھونس پر گری اور نیم بے ہوش سی ہو
گئی۔ کیسری دوڑی دوڑی راجہ کے پاس پہنچی اور
اسے بتایا کہ نقلی راج کماری کو اندھے کنوئیں میں
پھینک دیا گیا ہے۔ راجہ نے خوش ہو کر اسے اپنے
گلے کا ہار انعام میں دیا اور جوتشی سے کہا کہ اس
اندھے کنوئیں کو اوپر سے بند کروا دیا جائے۔

جوتشی کے حکم سے فوراً اندھے کنوئیں کے اوپر
لکڑی کے شہتیر ڈال کر مٹی اور گارے سے اسے بند
کر دیا گیا۔ ماریا کو ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ
کو تاریک کنوئیں میں پایا جس کا منہ اوپر سے بند
کر دیا گیا تھا۔ اگرچہ ماریا انسانی حالت میں تھی مگر
آخر وہ ایک غیبی عورت تھی۔ وہ مر نہیں سکتی تھی۔

وہ کنوئیں میں بند ہو گئی تھی مگر زندہ تھی۔ وہ اوپر
نہیں آ سکتی تھی۔

راجہ نے اصلی راج کماری پشپاولی کو کچھ نہ بتایا
اور اسے پیار کر کے کہا:

"بیٹی اب کبھی اکیلی جنگل میں مت جانا۔"

اصلی پشپاولی راجکماری کہنے لگی:

"پتا جی! مجھ سے بڑی بھول ہو گئی تھی۔ اب
کبھی ایسا نہیں کروں گی۔"

راجہ اب شاہی جوتشی کی طرف گیا اور اس
سے پوچھا:

"نقلی پشپاولی تو اندھے کنوئیں میں اپنے آپ
مر جائے گی اب یہ بتاؤ کہ میں اپنے قاتل
کو کہاں تلاش کروں؟ حساب لگائیں اور بتائیں
کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟"

جوتشی نے فوراً پوتھی کھول کر حساب لگایا اور
راجہ سے بولا:

"مہاراج! ہم سے چوک ہو گئی کہ وہ فرار ہو
گیا۔ اب میرا حساب صرف اتنا ہی بتا رہا
ہے کہ وہ پراسرار نوجوان اسی شہر کے

اردگرد کہیں موجود ہے۔ میں آج رات ایک
بار پھر ہون کر کے منتر پڑھوں گا اور معلوم
کروں گا کہ یہ پر اسرار نوجوان اور آپ کا دشمن
ٹھیک کس مقام پر ہے۔"

شاہی جوتشی نے ایک بار پھر منتروں والے ہون کی
تیاری شروع کر دی۔

دوسری طرف ناگ سانپ کی شکل میں جب گھاس
میں گھسا تو آگے نکل گیا کیوں کہ اسے خطرہ تھا کہ
گھوڑ سواروں کے پاس تلواریں ہیں وہ اسے نقصان
نہ پہنچا دیں۔ کافی آگے جا کر وہ سیاہ عقاب بن
کر پھڑ پھڑاتا ہوا اُڑ گیا۔ درختوں کے اوپر جا کر
اس نے دیکھا کہ چاروں گھوڑ سوار شاہی محل کی
طرف دوڑے جا رہے تھے۔ ناگ نے سوچا کہ یہ لوگ
اسے کیوں قتل کرنا چاہتے تھے؟ ناگ کو ماریا کی
خوشبو بہت ہلکی ہلکی آ رہی تھی۔ اس نے شاہی محل
کے اوپر ایک چکر لگایا۔ اسے ماریا کی خوشبو ویسی
ہی ہلکی ہلکی آ رہی تھی۔ ناگ کو خیال آیا کہ ماریا کو
شہر کی چار دیواری کے باہر جو کھیت اور درختوں کے جھنڈوں
میں دیہاتی آبادی ہے وہاں تلاش کرنا چاہیے۔ کافی دیر اڑنے

کے بعد ناگ واپس محل کے اوپر آیا تو اب اسے ماریا
کی خوشبو بالکل نہیں آ رہی تھی۔

کیوں کہ اس وقت ماریا کو اندھے کنوئیں میں دھکیل
کر کنواں بند کر دیا گیا تھا۔

○

آگے کیا ہوا جاننے کے لیے

اگلی قسط نمبر ۱۱۵ "خطرناک تجربہ"

پڑھیے۔

۱۰۱ خلائی جہاز کی ممی ۴/۵۰
۱۰۲ غیبی خلائی شیطان ۴/۵۰
۱۰۳ ماریا دوزخ میں ۴/۵۰
۱۰۴ خلائی کمرہ ۴/۵۰
۱۰۵ مُردوں کا ستارہ ۴/۵۰
۱۰۶ خونخوار انسانی کھوپڑی ۴/۵۰
۱۰۷ خطرناک طلسمی روشنی ۴/۵۰
۱۰۸ ہیبت ناک قلعہ ۴/۵۰
۱۰۹ غیبی شیشہ ۴/۵۰
۱۱۰ ماتا دیوی کا گدھ ۴/۵۰
۱۱۱ آدھی عورت آدھا سانپ ۴/۵۰
۱۱۲ عنبر اور خلائی مخلوق ۴/۵۰
۱۱۳ کیٹی اور زندہ لاش ۴/۵۰
۱۱۴ ماریا طوفانی رات میں ۴/۵۰
۱۱۵ خطرناک تجربہ
۱۱۶ سانپ کا قیدی
۱۱۷ موت کی چھلانگ
۱۱۸ مُردے کی موت

ناگ نمبر
ماریا کیٹی اور خلا میں

اے حمید

مکتبہ اقرا

نیا مکتبہ اقرا
شاہ عالم مارکیٹ، لاہور-۸

بر ناگ، ماریا ۱۱۵

خطرناک تجربہ

اے حمید

نیا مکتبہ اقرأ
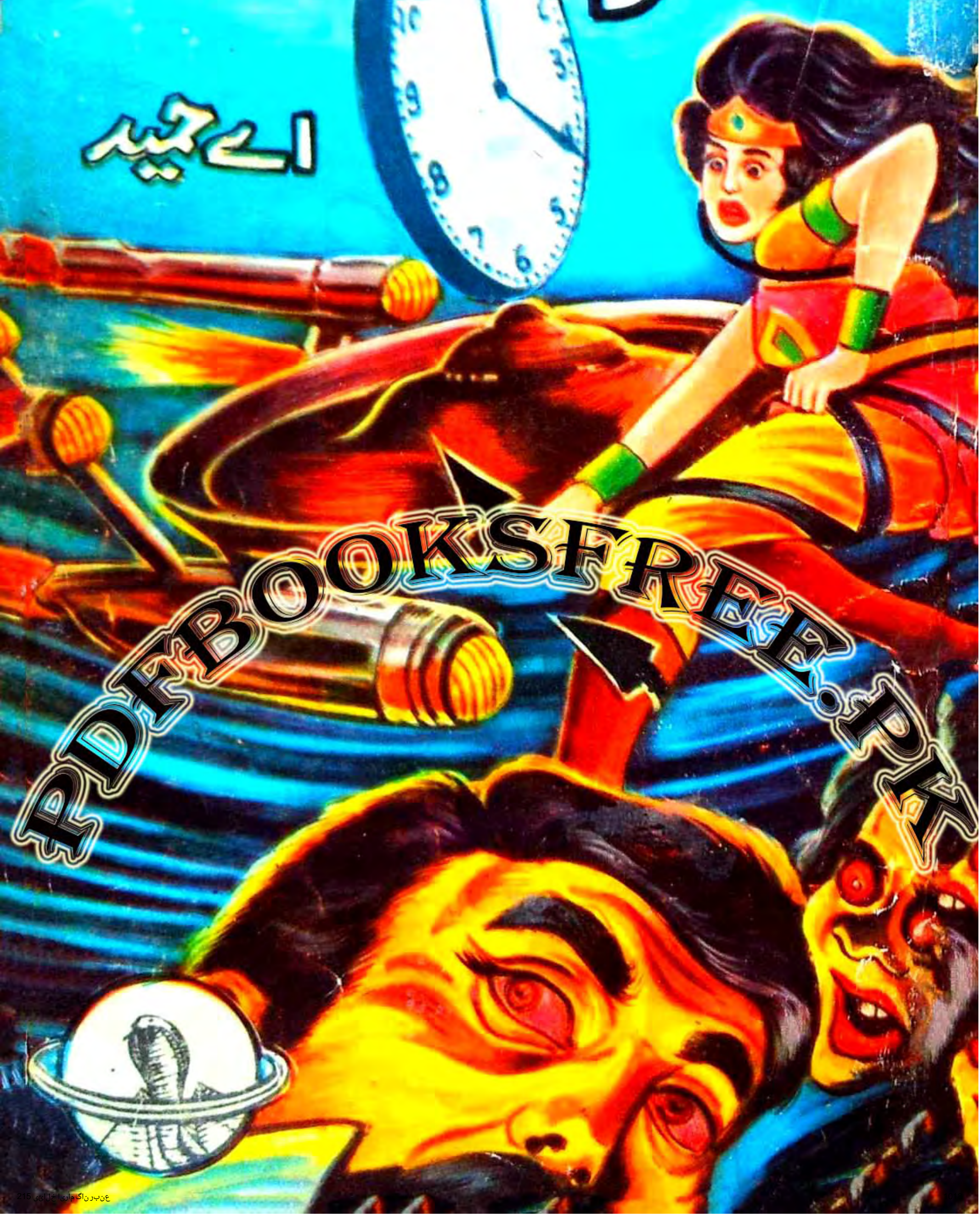
عنبر، ناگ، ماریا اور کیٹی خلا میں

خطرناک تجربہ

اے۔ حمید

قیمت ۔/۵۰۔۷

۱۹۸۶ :

ناشر : نیا مکتبہ اقراء ۱۳ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور ۸
طابع : تاج دین پرنٹرز آبکاری روڈ، لاہور

پیارے دوستو!

عنبر ناگ ماریا کا سنسنی خیز خلائی سفر جاری ہے۔ انہیں حیرت انگیز خطرناک واقعات پیش آ رہے ہیں۔ جن کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے وہ آگے ہی آگے سفر کرتے چلے جا رہے ہیں۔
اس بار بھی عنبر ناگ ماریا اور کیٹی کو رونگٹے کھڑے کر دینے والے حالات سے واسطہ پڑا ہے۔ لیکن آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ یہ لوگ ہمت اور حوصلے سے کام لے کر ہر مشکل کا مقابلہ کرتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی انہیں محسوس ہوتا ہے کہ شاید یہ ان کی زندگی کا آخری دن ہے۔ اس بار بھی ماریا ایک ایسی ہی جان لیوا مہم سے دوچار ہے۔ اس کی تفصیل آپ خود پڑھ لیجئے گا۔

تمہارا انکل

اے حمید

۴۵۴ این راہ چمن سمن آباد لاہور

ترتیب

طلسمی دائرہ

ماریا اندھے کنوئیں میں بند تھی

وہ غیبی حالت میں نہیں تھی۔ وہ اپنے جسم کے شاہی راجکماری والے لباس کو دیکھ سکتی تھی۔ کنوئیں کا منہ اوپر سے بند کر دیا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے کنوئیں میں تھوڑی دیر بعد آکسیجن ختم ہو گئی لیکن ماریا نے محسوس کیا کہ وہ آسانی سے سانس لے سکتی ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ اس کی غیر معمولی طاقت کا ایک حصہ ابھی اس کے پاس موجود تھا۔

کنوئیں میں پانی بالکل نہیں تھا۔ ماریا جنگلی جھاڑ جھنکاڑ اور کوڑے کرکٹ پر پڑی تھی۔ اسے ناگ عنبر اور کیٹی کا خیال آنے لگا۔ اسے اس بات کا بھی بڑا دکھ تھا کہ اس کی سہیلی کیسری نے اس کے ساتھ دھوکہ کیا تھا۔ اور اسے کنوئیں کے پاس لاکر اس میں دھکا دے دیا تھا لیکن یہ سوچ کر ماریا نے کیسری کو معاف کر دیا کہ اس نے جو کچھ کیا راجہ کے حکم پر کیا تھا۔ ماریا

سوچنے لگی کہ آخر راجہ نے ایسا کیوں کیا؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے
کہ اصلی راجکماری محل میں واپس آگئی ہو اور راجہ کو ماریا سے
اپنی جان کا خطرہ ہو؟ بہرحال ماریا کے دماغ میں طرح طرح کے
خیال آرہے تھے۔ اس نے دو ایک بار کنوئیں کی دیوار پر پاؤں
رکھ کر اوپر چڑھنے کی کوشش کی مگر کنوئیں کی پتھریلی دیوار اتنی
ہموار تھی کہ ماریا اوپر نہیں چڑھ سکتی تھی۔ اب وہ اسی امید پر
کنوئیں میں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئی کہ ہوسکتا ہے ناگ اس
کی خوشبو محسوس کر کے ادھر آنکلے!

ناگ کو محل کے اندر سے ماریا کی خوشبو بالکل نہیں آرہی تھی۔ وہ محل
کے اوپر سیاہ چھوٹے عقاب کی صورت میں پرواز کر رہا تھا۔ وہ سوچ
رہا تھا کہ ابھی ابھی محل سے ماریا کی جو خوشبو آرہی تھی وہ اب کہاں چلی گئی
ہے؟ اس کا مطلب تو بالکل صاف تھا کہ ماریا اسی محل کی کسی خفیہ جگہ
پر موجود ہے ممکن ہے اسے کسی تہہ خانے میں بند کر کے دروازے کے
آگے دیوار چن دی گئی ہو کیونکہ صرف دیوار چن دینے ہی سے
ماریا کی خوشبو بند ہو سکتی تھی

ناگ کو اس حقیقت کا بھی شدید احساس تھا کہ اس محل کے
لوگ ناگ کے خون کے پیاسے ہیں اور وہ اسے مار ڈالنا چاہتے ہیں
یہ بات بھی ناگ کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ آخر یہ لوگ اس
کے دشمن کیوں ہیں؟

بہرحال اس وقت ناگ کو ماریا کی فکر تھی کہ اگر وہ کسی جگہ قید کر کے
بند کر دی گئی ہے تو اسے وہاں سے فوراً نکالے۔ کیونکہ یہ بات بھی ثابت
ہو جاتی تھی کہ ماریا غیبی حالت میں نہیں ہے۔ اگر غیبی حالت میں ہوتی
تو وہ بڑی آسانی سے دیواروں میں سے گزر کر باہر نکل سکتی تھی۔ کہیں
اس پر کوئی جادو تو نہیں کر دیا گیا؟ ناگ نے سوچا۔ ایسا ہوسکتا تھا۔

اب ناگ نے فیصلہ کیا کہ وہ ایک بار پھر سانپ بن کر سارے
محل کی تلاشی لے گا۔ چنانچہ وہ ایک غوطہ لگا کر محل کے شمالی کونے
والی چھت کی دیوار کے پاس باغ میں اتر آیا۔ یہاں اترتے ہی اس
نے چھوٹے سیاہ سانپ کی شکل اختیار کر لی اور دیوار پر چڑھی ہوئی
پھولوں والی بیل میں رینگتا ہوا دیوار پر چڑھ گیا اوپر جا کر ایک گول
روشندان آگیا جس میں سلاخیں لگی تھیں۔

ناگ سلاخوں میں سے رینگ کر اندر چلا گیا۔ یہ ایک کوٹھڑی تھی
جس میں چاول دال اور آٹے کی بوریاں پڑی تھیں۔ یہ گویا محل کا سٹور
روم یا مودی خانہ تھا۔ ناگ بوریوں کے بیچ میں سے رینگتا ہوا بند
دروازے کی درز میں سے باہر نکل گیا۔ آگے ایک راہ داری آگئی اگرچہ
باہر دن کا وقت تھا مگر یہاں ہلکا ہلکا اندھیرا تھا۔ ناگ کو کسی کے
قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ جلدی سے دیوار کے ساتھ اندھیرے
میں ہو گیا۔

ایک سپاہی کاندھے پر بوری لادے آیا اور سٹور میں داخل

ہوگیا۔ ناگ راہ داری میں رینگتا ایک دو ستونوں والے تنگ
سے دروازے کے سامنے آگیا۔ اس کا دروازہ کھلا تھا اور اندر
سے اگربتیوں کے سلگنے کی خوشبو آرہی تھی۔ ناگ دروازے میں
سے اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ یہ ایک چھوٹا سا پوجا کرنے والا
مندر ہے۔ سامنے دیوار میں کسی دیوی کی مورتی لگی ہے۔ جس
کا منہ کھلا ہے۔ اس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے
ہاتھ میں چکر ہے۔ سر پر تاج رکھا ہے چہرے پر سیندور ملا
ہے اور آنکھوں میں سُرخ ہیرے دمک رہے ہیں۔ مورتی کے
سامنے استھان پر سانگھری میں لوبان وغیرہ سلگ رہا ہے۔

ناگ نے عنبر ماریا کے ساتھ اپنے ہزاروں سالہ سفر
میں اس قسم کی کئی مورتیاں دیکھی تھیں اسے کوئی تعجب نہ ہوا۔
وہ رینگتا ہوا مورتی کے پاس آگیا۔ اس نے دیکھا کہ جہاں مورتی
دیوار کے ساتھ کھڑی ہے وہاں ایک دائرہ بنا ہے جس کے اندر
ایک سبز تھالی میں سرخ رنگ کا لعل چمک رہا ہے۔ ناگ کے
دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ لعل کیسا ہے اور یہاں کس لئے
رکھا ہے؟

وہ نادانی سے اس دائرے کے اندر داخل ہوگیا۔

یہ ناگ کی سخت غلطی تھی۔ دائرے میں داخل ہوتے ہی اسے
یوں لگا جیسے کسی نے اسے اندر دھکیل دیا ہے وہ تڑپ کر

پیچھے کو پلٹا اور رینگ کر باہر نکلنے لگا تو دائرے سے باہر نہ
نکل سکا۔ اس کے آگے جیسے شیشے کی ایک گول دیوار آگئی
تھی۔ وہ ہر بار دائرے میں سے باہر نکلنے کے لئے لپکتا اور
ہر بار اس کا سر جیسے نظر نہ آنے والے شیشے کی گول دیوار سے
ٹکرا کر رہ جاتا۔ اب تو ناگ پریشان ہو گیا۔ سوچنے لگا کہ
اس نے دائرے میں داخل ہو کر بڑی حماقت کی ہے۔ یہ
تو طلسمی دائرہ تھا۔

ناگ طلسمی دائرے میں بند ہو کر رہ گیا۔

دوسری طرف محل کے خاص کمرے میں شاہی جوتشی آگ
جلائے ہَون کر رہا تھا اور منتر پڑھے جا رہا تھا۔ راجہ اس
کے پاس ہی آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ منتر ختم کرنے
کے بعد شاہی جوتشی نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیر کر پھونک
ماری۔ راجہ نے بے تاب ہو کر پوچھا۔

میرے دشمن کا پتہ چلا کہ وہ کہاں ہے؟

شاہی جوتشی مسکراتے ہوئے بولا۔

"مہاراجہ! آپ قسمت کے دھنی ہیں۔ آپ
کا دشمن اس وقت آپ کے محل میں ہے۔"

"میرے محل میں ہے؟" راجہ نے چونک کر پوچھا

"ہاں مہاراجہ" جوتشی نے کہا۔ "وہ تمہارے

جال میں خود بخود پھنس گیا ہے۔

"کہاں ہے وہ ؟" راجہ چلایا "اسے فوراً قتل کر دو"

جوتشی اٹھ کھڑا ہوا۔ "میرے ساتھ آیئے اور اپنے دشمن کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔

جوتشی راجہ کو لے کر مندر میں آگیا یہ اندرا دیوی کا مندر تھا۔ راجہ نے دیکھا کہ اندرا دیوی کی مورتی کے آگے طلسمی دائرے میں ایک سیاہ سانپ تیزی سے ادھر ادھر بھاگ دوڑ کر باہر نکلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ناگ نے جب ان لوگوں کو دیکھا تو اپنی جون بدلنے کی ایک بار پھر کوشش کی مگر وہ پہلے کی طرح ناکام رہا۔ وہ سانپ سے کوئی دوسری شکل اختیار نہ کر سکا۔ وہ اندرا دیوی کے طلسم میں تھا۔

راجہ بولا۔ "کیا یہ سانپ میرا دشمن ہے ؟"

جوتشی نے کہا "یہ سانپ نہیں انسان ہے۔ مگر اس وقت اس پر اندرا دیوی کا طلسم ہے اور یہ انسان کی شکل اختیار نہیں کر سکتا"

ناگ ان کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ لعل والی سبز تھالی کے پاس کنڈلی مار کر بیٹھ گیا اور راجہ اور جوتشی کو تکنے لگا۔ راجہ نے تلوار کھینچ لی۔ اور ناگ کے ٹکڑے کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ جوتشی نے راجہ کا ہاتھ روک لیا۔

نہیں مہاراجہ! اسے ہم ایسے نہیں ماریں گے۔ کیونکہ یہ ایک غیر معمولی طاقت رکھنے والا سانپ ہے ہو سکتا ہے مرنے کے بعد بھی اس کے جسم کے ٹکڑے کسی وقت آپس میں جڑ جائیں اور یہ پھر سے زندہ ہو جائے۔

راجہ بولا۔ "میں اسے آگ میں ڈال کر بھسم کر دوں گا۔

جوتشی نے کہا "آگ میں جلنے کے بعد اس کی راکھ بھی زندہ ہو سکتی ہے

راجہ پریشان ہو کر بولا۔ "پھر میں اپنے دشمن سے کس طرح چھٹکارا حاصل کر سکتا ہوں۔ مجھے کوئی راستہ بتاؤ۔

جوتشی نے مسکرا کر کہا۔ "مہاراجہ! میں اسے ایک ایسی جگہ پھینک دوں گا جہاں سے یہ کبھی واپس نہیں آسکے گا۔ دنیا ختم ہو جائے گی۔ مگر یہ آپ کے محل میں پھر نہ آئے گا۔"

ناگ تو بے چین ہو گیا کہ یہ جوتشی کم بخت اسے کس جگہ پھینکنے والا ہے؟

راجہ نے پوچھا "تم اسے کہاں پھینکو گے ؟"

جوتشی بولا "دیوی اندرا کے پاتال میں ۔۔۔ دیوی اندرا ہمارے آباؤ اجداد کی دیوی ہے۔ آج سے چھ ہزار برس پہلے ہمارے آریہ بزرگ جب ہندوستان میں آئے تھے تو یہ دیا

اور اگنی کے ساتھ دیوی اندرا کو بھی اپنے ساتھ لائے تھے
دیوی اندرا پاتال کے پانیوں اور بارشوں کی دیوی ہے۔ میں
آپ کے دشمن کو دیوی اندرا کے پاتال میں پھینک دوں گا
جہاں سے یہ رہتی دنیا تک باہر نہ نکل سکے گا"

راجہ بڑا خوش ہوا اور بولا۔

"تو جلدی کرو۔ میرے دشمن کو ہمیشہ کے لئے
میرے راستے سے ہٹا دو میں تمہارا منہ موتیوں سے بھر
دوں گا"

جوتشی نے دونوں ہاتھ پھیلا کر دیوی اندرا کی تعریف کے
بھجن گانا شروع کر دیا۔ جوں جوں بھجن گانے کی آواز بلند
ہو رہی تھی ناگ کو اپنے جسم میں سردی لگتی محسوس ہو رہی تھی۔
یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی اسے برف میں بند کر رہا ہے پھر
وہ برف کی طرح ٹھنڈا ہو گیا۔ ناگ اب اپنی جگہ سے حرکت
نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا جسم پتھر کی طرح سخت اور برف
کی طرح ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

جوتشی نے بھجن گانا بند کر دیا اور ناگ کو دم سے پکڑ کر
اٹھا لیا۔ ناگ پتھر کی طرح سخت ہو چکا تھا۔ جوتشی برابر منتر
پڑھے جا رہا تھا۔ منتر پڑھتے پڑھتے وہ دیوی اندرا کی مورتی
کے سامنے آ گیا۔ راجہ پھیلی ہوئی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ

رہا تھا۔ جوتشی نے بلند آواز میں کہا

"دیوی اندرا! تو ہماری رکھوالی کرنے والی ہے۔ یہ سانپ
راجہ کا دشمن ہے اسے اپنے پاتال کی دنیا میں لے جا اور پھر
کبھی اسے ادھر نہ آنے دینا"

یہ کہہ کر جوتشی نے پتھر بنے ناگ کو دیوی اندرا کے بُت
کے مُنہ میں ڈال دیا۔ ناگ کی آنکھیں کھلی تھیں۔ وہ دیکھ سکتا
تھا۔ وہ دیوی اندرا کے منہ میں گرتے ہی پھسل کر نیچے ہی
نیچے چلا گیا۔ اس کے چاروں طرف گھپ اندھیرا تھا۔ اسے
عجیب و غریب آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ کبھی بجلی
کڑکتی۔ کبھی بادل گرجتے۔ کبھی تیز سیٹی کی آواز گونج جاتی۔
پھر جیسے ہزاروں جنگلی جانوروں کے شور مچانے کی آوازیں
آنے لگیں۔

آہستہ آہستہ یہ ساری آوازیں غائب ہو گئیں۔ ناگ
پھسلتا ہوا گھپ اندھیرے میں پانی میں گر گیا۔ پانی نیم گرم
تھا۔ ناگ کو اپنا جسم زندہ ہوتا محسوس ہوا۔ وہ اپنے جسم
کو ہلا سکتا تھا۔ گھما پھرا سکتا تھا۔ ناگ پانی کے اندر
تیرنے لگا۔ وہ تیزی سے تیرتا ہوا پانی کی سطح پر آ گیا
اس کے چاروں طرف اندھیرا تھا۔ ایسی تاریکی ناگ
نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ دیوی اندرا کے پاتال

میں آگیا تھا۔ ناگ کو اس بات کی بڑی تشویش تھی کہ ہولنی
کے کہنے کے مطابق وہ دیوی اندرا کے پاتال میں آگیا ہے
اور یہاں سے کبھی واپس اپنی دنیا میں نہ جا سکے گا۔ تو کیا
اب وہ کبھی عنبر ماریا کیپٹی اور تھیوسانگ سے ملاقات نہ
کر سکے گا

ناگ یہ سوچ کر ایک لمحے کے لئے پریشان ہوگیا۔
پھر اس نے مایوسی کے خیالات کو پرے پھینک دیا اور
اس خیال سے دل کو طاقت دی کہ دیوی اندرا ایک مورتی
ہے۔ خدا اُن مورتیوں سے بہت بڑا ہے۔ اگر خدا چاہے
گا تو وہ اس پاتال سے بھی اسے نکال دے گا۔

ناگ تیرتا ہوا کنارے پر آگیا۔ اب اسے اندھیرے
میں تھوڑا تھوڑا دکھائی دینے لگا تھا۔ اس نے دھندلی
نظروں سے دیکھا کہ وہ ایک تالاب کے کنارے بنی ہوئی
زنگ آلود سیڑھیوں پر بیٹھا تھا۔ اس قسم کی سیڑھیاں ہزاروں
سال پہلے بنے ہوئے تالابوں کے کنارے ہوا کرتی تھیں
ناگ سیڑھیاں چڑھ کر باہر زمین پر آیا تو اسے دور ایک جگہ
آگ جلتی نظر آئی۔ ناگ نے اس طرف رینگنا شروع
کر دیا۔ سے اچانک خیال آیا کہ اسے دیکھنا چاہیے وہ
اپنی شکل بدل سکتا ہے کہ نہیں؟

ناگ نے ایک جگہ رک کر پھنکار ماری اور اسے یہ دیکھ
کر بے حد خوشی ہوئی کہ وہ سانپ سے عقاب کی شکل اختیار
کر گیا تھا۔ اس کی طاقت واپس آگئی تھی۔ ناگ عقاب بن کر
اوپر کو اٹھا اور درختوں کے اوپر اندھیری رات میں اڑتا ہوا اس
جگہ پہنچا جہاں اسے آگ نظر آئی تھی۔

ناگ نے دیکھا کہ آگ جنگل میں ایک کھلی جگہ پر الاؤ
کی شکل میں جل رہی ہے۔ اس الاؤ کے آس پاس بکھونی شکل
کے گھاس پھوس کی چھت والے بڑے بڑے جھونپڑے
بنے ہوئے ہیں۔ جھونپڑوں کے پیچھے درختوں تلے گھوڑے
بندھے ہیں۔ ایک طرف چند ایک بکریاں بھی بیٹھی جگالی
کر رہی ہیں۔ ناگ درخت کی ٹہنی پر بیٹھ گیا۔

اتنے میں ایک جھونپڑے میں سے کسی عورت کی آواز
بلند ہوئی۔ یہ آواز کسی دردناک چیخ سے ملتی جلتی تھی۔ اس
کے ساتھ ہی ایسی آوازیں آئیں جیسے کوئی اس عورت کو
پیٹ رہا ہے۔ پھر عورت کے کراہنے کی آوازیں آنے
لگیں۔ اس کے بعد گہری خاموشی چھا گئی۔ ناگ نے سوچا
کہ اس جھونپڑے کے اندر کیا ہو رہا ہے؟ وہ نیچے اترنے
ہی لگا تھا کہ اس جھونپڑے میں سے ایک لمبا تڑنگا آدمی
باہر نکلا۔ اس کے ہاتھ میں ہنٹر تھا۔ اس کا رنگ کالا نہیں تھا

اس کا لباس بھی جنگلی آدمیوں ایسا نہیں تھا جیسا کہ ہندوستان کے جنگلوں میں لوگ پہنا کرتے تھے۔ اس لمبے تڑنگے آدمی کے بال گردن تک تھے اور اس نے چمڑے کی جیکٹ قسم کی صدری پہن رکھی تھی۔ یہ آدمی جھومتا جھامتا دوسرے جھونپڑے میں داخل ہو گیا۔

ناگ نے درخت پر ہی سانپ کی شکل بدلی اور رینگ کر درخت کے نیچے آگیا۔ ابھی وہ درخت کے پاس ہی تھا کہ جھونپڑی میں وہی لمبا تڑنگا آدمی پھر نمودار ہوا۔ اس کے ساتھ ایک موٹی توند والا آدمی بھی تھا۔ دونوں کے ہاتھوں میں ایک ایک تھالی تھی۔ تھالی میں کچھ جنگلی پھول تھے۔ وہ آگ کے الاؤ کے سامنے کھڑے ہو کر اشلوک پڑھنے لگے۔ یہ اشلوک سنسکرت کے تھے اور ناگ کو یاد آگیا کہ یہ اشلوک قدیم آریا قوم کے ویدوں یعنی اگ وید میں لکھے ہوئے تھے۔ ناگ کو ایک دم خیال آیا کہ جوتشی نے کہا تھا کہ یہ سانپ آج سے پانچ ہزار پیچھے کے زمانہ میں چلا جائے گا۔

تو کیا میں آریاؤں کے زمانے میں آگیا ہوں؟ ناگ نے دل میں کہا

آریا قوم جب آج سے ہزاروں سال پہلے وسط ایشیا کے میدانوں سے نیچے اتری تھی تو وہ سب سے پہلے پنجاب کے

دریاؤں کی سرزمین میں آکر آباد ہوئی تھی۔ اس زمانے میں پنجاب کے علاقے میں دراوڑ قوم رہا کرتی تھی اور دراوڑ راجہ حکومت کرتے تھے۔ آریا جنگ جو، سخت جان، اونچے لمبے اور کھلے رنگ کے بہادر لوگ تھے۔ یہ ظالم اور وحشی لوگ تھے۔ انہوں نے پنجاب میں آتے ہی دراوڑ قوم کے راجاؤں کو شکست دی اور دراوڑ لوگوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ دراوڑ قوم کے بچے کھچے لوگ بھاگ کر جنوبی ہندوستان کی طرف چلے گئے اور پنجاب پر آریا قوم نے قبضہ کر لیا۔ انہوں نے اپنی بستیاں آباد کر لیں۔ آریا قوم کی ہر بستی اور شہر کا اگرچہ ایک الگ راجہ ہوتا تھا مگر ان کا آپس میں بڑا اتحاد تھا۔ انہوں نے اس زمانے کے ہڑپہ اور موہنجوداڑو میں آباد لوگوں کو بھی شکست دے کر ان کو جنوبی ہند کی طرف دھکیلا اور ان کے شہروں پر قبضہ کر لیا۔

اس وقت ناگ شمالی پنجاب یعنی آج کے گوجر خان اور جہلم کے علاقے میں آگیا تھا۔ جہاں اس زمانے میں پانی کی جھیلیں تالاب، جنگل اور سبزہ ہوا کرتا تھا۔ یہ آج سے نو ہزار سال پہلے کا زمانہ تھا۔ ناگ اور عنبر اور ماریا اس زمانے میں کبھی نہیں آئے تھے۔

ناگ سمجھ گیا کہ وہ آریا قوم کے ابتدائی دور میں پہنچ گیا ہے۔

آریا قوم اپنے ساتھ گھوڑے بھی لائے تھے اور یہ گھوڑے
جھونپڑیوں کے پیچھے بندھے ہوئے ناگ نے دیکھ لئے
تھے۔ آریا قوم اگنی یعنی آگ، سوریا یعنی سورج اور
اندرا یعنی بارش کی دیوی کی پُوجا کرتے تھے۔ یہ تینوں دیوتا
وہ اپنے ساتھ ہندوستان میں لائے تھے۔ اس وقت بھی
لمبا تڑنگا آدمی، موٹی توند والے پجاری کے ساتھ آگ کے الاؤ
کے پاس کھڑا اگنی دیوی کی پوجا کر رہے تھے۔ انہوں نے
اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے پھُول آگ میں پھینک دیئے پھر
آگ کے الاؤ کے آگے جھک گئے۔ اس کے بعد وہ پیچھے
ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ اونچے لمبے آدمی نے اپنی چمڑے
کی پوستین میں سے ایک ہیرا نکال کر موٹی توند والے
پجاری کو دکھایا اور سنسکرت زبان میں کہا

" یہ ہیرا مجھے اس قیدی لونڈی کی جیب
سے ملا ہے۔ وہ کچھ بتاتی نہیں۔ مگر مجھے یقین
ہے کہ جہاں اس کا مکان تھا وہاں کوئی خزانہ
دفن ہے۔ اگر تم اس سے پوچھ گچھ کر کے معلوم
کر لو تو میں آدھا خزانہ تمہیں دے دوں گا:

پجاری اپنے پیٹ پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔
" میں کوشش کروں گا۔ مگر ابھی نہیں صبح ہو لینے دو"

اونچا لمبا آدمی بولا
" تم صبح اس عورت سے معلوم کرنے کی کوشش
کرنا میں نے اسے بہت مارا پیٹا ہے مگر وہ مجھے
کچھ نہیں بتاتی "

پجاری نے کہا
" تم فکر نہ کرو، میں اس سے پیار محبت کے
ساتھ پوچھوں گا۔ صبح ہو لینے دو"۔

اسی طرح باتیں کرتے یہ دونوں آریا لوگ اپنی جھونپڑیوں میں
چلے گئے۔ جنگل میں ایک بار پھر گہرا سناٹا چھا گیا۔ ناگ نے
ان کی ساری باتیں سن لی تھیں۔ وہ سمجھ گیا کہ اس قیدی عورت
کو انہوں نے کسی دراوڑ یا ہڑپہ قبیلے میں قتل عام اور
لوٹ مار کے بعد اغوا کیا ہے اور اب اس کی جان کے
دشمن بنے ہوئے ہیں۔ وہ زمانہ ایسا تھا کہ قیدی عورتوں کو
سردار اپنی لونڈیاں بنا کر رکھ لیتے تھے اور ان کے ساتھ بڑا
ظلم کرتے تھے۔ یہ عورت جو جھونپڑے میں قید تھی کوئی ایسی
ہی عورت تھی۔ ناگ نے اس کی مدد کرنے کا فیصلہ
کر لیا۔ اس نے دل میں کہا کہ میرے ساتھ تو جو ہونا تھا
ہو گیا ہے اب کم از کم اس مظلوم عورت کو تو ان ظالموں
سے نجات دلانی چاہیئے۔

یہ سوچ کر ناگ رینگتا ہوا قیدی عورت کے جھونپڑے کی طرف بڑھا۔ یہ جھونپڑے آریاؤں کے جھونپڑے تھے اور بڑے اونچے اور مخروطی یعنی تکونی چھتوں والے تھے۔ ان کے بانس کے دروازے بھی تھے۔ اس جھونپڑی کا بھی بانس کا دروازہ تھا۔ جو باہر سے بند تھا۔ ناگ جھونپڑے کے قریب پہنچا تو اچانک پیچھے سے دو آدمی نکل آئے۔

دونوں لمبے قد کے جوان آدمی تھے۔ انہوں نے بھی پوستینیں پہن رکھی تھیں اور ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے تھے۔ وہ چل پھر کر جھونپڑوں کے باہر پہرہ دے رہے تھے۔ ناگ ایک جھاڑی میں چھپ گیا۔ جب وہ باتیں کرتے کچھ دور دوسری جھونپڑیوں کی طرف نکل گئے تو ناگ دوبارہ جھونپڑی کی طرف بڑھا۔ اگرچہ جھونپڑے کا بانس کا مضبوط دروازہ بند تھا مگر ناگ ایک بانس کی درز میں سے جھونپڑی میں داخل ہوگیا۔

جھونپڑی میں فرش پر گھاس بچھی تھی۔ لکڑی کی تپائی پر ایک مدھم لو والا چراغ روشن تھا۔ چراغ کی مدھم روشنی میں ناگ نے ایک سانولے رنگ والی لڑکی کو دیکھا کہ اس کا ایک پاؤں رسی کے ساتھ جھونپڑی کے درمیان والے بانس کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ لڑکی دبلی پتلی تھی اور

سر گھٹنوں میں دیئے بیٹھی ہولے ہولے سسک رہی تھی۔ اس کے جسم پر ایک ساڑھی تھی جس کا ایک پلو اس نے اپنے سر پر ڈال رکھا تھا۔

ناگ جھونپڑی کے فرش پر بچھے گھاس میں چھپا اس مظلوم لڑکی کو تکتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ اس پر اپنا آپ کیسے ظاہر کرے۔ کہیں وہ ایک سانپ کو آدمی بنتے دیکھ کر ڈر کر چیخ نہ مار دے۔ لیکن ناگ نے دیکھا کہ لڑکی کا سر گھٹنوں میں تھا۔ وہ ناگ کو نہیں دیکھ رہی تھی۔ یہ موقع بڑا غنیمت تھا۔ ناگ نے ہلکی سی پھنکار کے ساتھ اپنے آپ کو انسان میں بدل لیا۔ انسان میں بدلتے ہی گھاس پر سرسراہٹ ہوئی تو مظلوم لڑکی نے ایک دم اپنا سر اوپر اٹھایا۔

اس کے سامنے ناگ گھاس پر بیٹھا تھا۔

اس سے پہلے کہ لڑکی کے منہ سے چیخ نکلتی ناگ نے جلدی سے اچھل کر اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا اور سنسکرت میں کہا۔

"میں تمہاری مدد کرنے آیا ہوں"

بے چاری لڑکی پھٹی پھٹی آنکھوں سے ناگ کو تکنے لگی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ ایک ایسا آریا جوان جو سنسکرت بولتا ہوا اسے بچانے آئے گا۔ کیونکہ یہ لڑکی

آریا نہیں تھی بلکہ موہنجوڈرو کے ایک جاگیردار کی بیٹی تھی
ناگ نے اس کے منہ سے آہستہ آہستہ ہاتھ ہٹا لیا۔ لڑکی
کی حیرت کسی حد تک دور ہوئی تو ناگ نے سرگوشی
میں کہا۔

" میں تمہیں یہاں سے نکال کر جہاں تم کہو
گی تمہیں لے جاؤں گا کیا تمہیں مجھ پر بھروسہ ہے"
لڑکی نے اپنی موہنجوڈری زبان میں کہا
" مگر تم سنسکرت بولتے ہو۔ تم آریا ہو۔ میں
موہنجوڈرو کے جاگیردار کی بیٹی ہوں۔ تم ہمارے
دشمن ہو۔ تم میری مدد کیوں کر رہے ہو؟"
ناگ سب کچھ سمجھ گیا۔ اب وہ اس لڑکی کی مادری زبان
یعنی موہنجوڈرو میں بولی جانے والی زبان میں بولا۔
" میں آریا نہیں ہوں۔ صرف ان کی زبان جانتا ہوں
تم میرا رنگ نہیں دیکھ رہی۔ میں بھی تمہاری طرح سانولا
ہوں میں بھی موہنجوڈرو کے ایک قبیلے کا سردار ہوں
آریاؤں نے میرے قبیلے کے لوگوں کو بھی ہلاک کر ڈالا
اور مجھے قید میں ڈال کر لے آئے۔ میں ان کی قید سے
فرار ہو کر چلا گیا تھا۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ تم یہاں
قید ہو۔ میں نے تمہیں بچانے کا فیصلہ کیا اور اس

لئے تمہارے پاس آیا ہوں کہ گھبراؤ نہیں میں تمہیں موقع
ملتے ہی یہاں سے نکال کر لے چلوں گا"
لڑکی نے تعجب کے ساتھ پوچھا
" مگر تم یہاں داخل کیسے ہوئے ہو؟ دروازہ تو باہر
سے اب بھی بند ہے؟"
ناگ ایک پل کے لئے کچھ گھبرا سا گیا۔ پھر فوراً ہی بولا۔
" میں جھونپڑی کے ایک سوراخ میں سے اندر
آیا ہوں۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں یہاں سے قریب
ہی جنگل کے ایک غار میں چھپا ہوا ہوں۔ میں بہت
جلد پھر آؤں گا اور تمہیں نکال کر لے چلوں گا۔ اچھا
اب میں جاتا ہوں"
ناگ کو خیال آیا کہ جھونپڑی میں تو کوئی سوراخ نہیں
ہے۔ وہ اس کے سامنے کیسے جائے گا؟ لڑکی بھی ناگ کی
طرف ٹکٹکی باندھے تک رہی تھی۔ ناگ نے کہا
" تمہارا نام کیا ہے؟"
لڑکی نے کہا
" سونا لینی۔ میرا نام ہے"
ناگ نے کہا
" سونا لینی بہن! تم ایسا کرو کہ تھوڑی دیر کے لئے

منہ دوسری طرف کر لو۔ کیونکہ میں تمہیں یہ نہیں بتانا
چاہتا کہ میں کہاں سے جھونپڑی میں داخل ہوا تھا۔ یہ میرا
ایک راز ہے۔"

سونا لینی کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ ناگ کیا چاہتا ہے
اور ایسا کیوں کر رہا ہے۔ اس پر مشکل پڑی ہوئی تھی۔ اس
نے اپنا منہ دوسری طرف کرنے سے پہلے پوچھا۔

"مگر تمہارا نام کیا ہے؟"

ناگ نے کہا۔

"مجھے ناگ کہتے ہیں" اب منہ دوسری طرف کر لو"

سونا لینی نے اپنا منہ دوسری طرف کر لیا۔

ناگ ایک سیکنڈ میں سانپ بن کر سوراخ میں سے باہر
نکل گیا۔

سونا لینی نے اپنا سر گھما کر دیکھا۔ ناگ وہاں موجود نہیں
تھا۔ اس نے یہی خیال کیا کہ جھونپڑی میں کوئی خفیہ سوراخ ہوگا۔
جہاں سے اس کا ہمدرد اور اس کا ہم قوم ناگ وہاں سے نکل
گیا ہے۔ اس کے دل میں امید کی ایک کرن جاگ پڑی۔
اب شاید وہ زندہ اپنے باپ کے پاس پہنچ جائے گی۔

ناگ جھونپڑی سے نکل کر آگ کے الاؤ کے قریب سے
ہو کر درختوں کی طرف رینگنے لگا۔ وہی دونوں پہرے دار پھر

سامنے آ گئے۔ آگ کی روشنی میں انہوں نے ایک کالے سانپ
کو گھاس میں جاتے دیکھا تو نیزوں سے اس پر حملہ کر دیا۔ اگر
ناگ پھرتی سے کام نہ لیتا تو ان بدبختوں نے اس کا کام
تمام کر ڈالا تھا۔ ناگ بجلی کی طرح لہرا کر درخت کے تنے کے پیچھے
ہو گیا اور وہاں سے عقاب کی شکل میں اڑ کر درختوں کے
اوپر پہنچ گیا۔

پہرے داروں نے سانپ کی جگہ ایک عقاب کو پھڑ پھڑا کر
اڑتے دیکھا تو دہشت زدہ ہو کر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔
پھر ڈرتے ڈرتے پیچھے ہٹے اور جھونپڑیوں کی طرف
چلے گئے۔ ناگ دور ایک پہاڑی ندی کے پاس آ کر رک گیا۔
یہاں اس نے دوبارہ انسان کی شکل بدلی اور اندھیرے میں دیکھا کہ
اس کے اردگرد دور دور تک چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے خاکے
ابھرے ہوئے تھے۔ آسمان ستاروں سے بھرا ہوا تھا۔ کہیں
کوئی جھونپڑی یا آگ دکھائی نہیں دیتی تھی۔ ہو سکتا ہے۔ ان
پہاڑیوں کے پیچھے آریاؤں کے کسی قبیلے کے جھونپڑے
ہوں اور وہاں لوگ گہری نیند سو رہے ہوں۔

ناگ پہاڑی ندی کے ساتھ چلتا نیچے اتر گیا۔

ندی کے کنارے بڑے بڑے پتھر پھیلے تھے۔ ایک
جگہ ندی ایک بہت بڑی چٹان کے کونے کو چھو کر گزرتی

تھی۔ یہاں ایک گہرا غار تھا جس کے مُنہ پر جنگلی بیلیں
لٹک رہی تھیں۔ ناگ بیلیں ہٹا کر غار کے اندر چلا گیا
یہ غار اندھیرے میں ویران پڑا تھا۔ ناگ نے سوچا کہ
کسی طرح وہ سونالینی کو نکالنے میں کامیاب ہو گیا تو اس
کچھ دیر کے لئے یہاں چھپا دے گا۔ یہ جگہ بڑی محفوظ
اب سوال یہ تھا کہ وہ سونالینی کو وحشی آریاؤں کے
چنگل سے کیسے چھڑائے؟ اگر وہ ہاتھی یا شیر بن کر وہاں
داخل ہوتا ہے تو ظاہر ہے آریا ایک بہادر شکاری ہیں اور
وہ اسے ضرور زخمی کر دیں گے۔ اسے کس چال سے کام
لینا چاہیئے۔
ناگ کو یہ بڑی آسانی تھی کہ وہ دنیا کی دوسری زبانوں کی
طرح سنسکرت بھی بڑی روانی سے بول سکتا تھا۔ اور سنسکرت
آریاؤں کی مادری زبان تھی۔ آریا چاہے کسی قبیلے سے تعلق
رکھتے ہوں وہ سارے ایک ہی زبان یعنی سنسکرت بولتے تھے
اور اسی زبان میں ان کی مقدس کتابیں یعنی تینوں وید یعنی
راگ وید، سام وید اور یجر وید لکھے گئے تھے۔ ناگ سام وید
کے اشلوک بھی بڑی آسانی سے پڑھ لیتا تھا۔ اسے کتنے ہی
اشلوک زبانی یاد تھے۔
اسے یہ بھی معلوم تھا کہ قبیلے کا پجاری صبح سونالینی سے

ہیروں کے خفیہ خزانے کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے والا
ہے کیونکہ قبیلے کے سردار کھان نے اسے اس کام پر لگا
دیا ہوا ہے۔
ناگ کے ذہن میں ایک سکیم آئی۔
اس نے غار میں آلتی پالتی مار کر بیٹھتے ہی سانپ کی
زبان میں اس علاقے کے سانپ کو آواز دی۔ تھوڑی ہی
دیر بعد ایک سفید رنگ کا پدم سانپ وہاں آگیا۔ اس
نے آتے ہی ناگ کو ادب سے سلام کیا اور کہا
"مقدس ناگ! آپ کا آنا مبارک ہو۔ میرے لئے
کیا حکم ہے؟"
ناگ نے کہا۔
"اگر یہاں کوئی خزانہ زمین کے اندر دفن ہے تو
اس میں سے قیمتی موتیوں کے کچھ بارے کر میرے
پاس واپس آجاؤ"
سفید سانپ نے کہا۔
"میں ابھی حاضر ہوا مقدس ناگ"
سفید سانپ چلا گیا۔ جب واپس آیا تو اس نے منہ
میں ایک تھیلی تھام رکھی تھی۔ تھیلی اس نے ناگ کے
قدموں میں ڈال دی اور کہا۔

"مقدس ناگ دیوتا! یہاں صرف یہی کچھ خزانے
دفن ہے وہ میں آپ کے لئے لے آیا ہوں"

ناگ نے تھیلی کھولی۔ اس میں بے حد قیمتی موتیوں
سات ہار تھے۔ ان ہاروں میں جواہرات بھی پروئے ہو
تھے۔ ناگ نے کہا

"اب تم جا سکتے ہو"

سفید سانپ کے جانے کے بعد ناگ نے ایک خا
رنگ کی جڑی بوٹی کو توڑ کر اس کا رنگ اپنے ماتھے پر لگ
سفید موتیوں کے ہار اپنے گلے میں ڈالے اور غار سے
آریا سردار کھان کی جھونپڑیوں کی طرف چل پڑا۔

سونا لینی کا خفیہ خزانہ

صبح کی روشنی جنگل میں پھیل رہی تھی۔

آریا سردار کی جھونپڑیوں کے آگے الاؤ کی آگ اسی طرح
روشن تھی۔ مگر لوگ ابھی تک جھونپڑیوں میں سو رہے تھے دور
رختوں میں کچھ لوگ گھوڑوں کی مالش کر رہے تھے۔ کچھ
لواروں کو رگڑ رگڑ کر تیز کر رہے تھے

ناگ سام وید کے مقدس اشلوک تھوڑی سی اونچی آواز
ں پڑھتا سردار کھان کی جھونپڑی کے باہر آ کر آگ کے الاؤ
ے سامنے اس طرح کھڑا ہو گیا کہ اگر کھان باہر نکلے تو اس
نظر سیدھی ناگ پر پڑے۔

اشلوک کی آوازیں سن کر سردار کھان کی آنکھ کھل گئی۔
ں نے جھونپڑے میں سے باہر نکل کر دیکھا کہ ایک
انولے رنگ کا نوجوان گلے میں قیمتی چمکتے موتیوں کے
پہنے آگ کے الاؤ کے پاس کھڑا پوجا پاٹ کر رہا
ہے۔ سردار نے اس کے گلے میں موتیوں کے قیمتی

ہار دیکھے تو اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اس نے دل میں
سوچا کہ یہ نوجوان کوئی سادھو پجاری لگتا ہے۔ مگر اس
کے پاس اتنے قیمتی ہار کہاں سے آ گئے؟

وہ تیز تیز چلتا ناگ کے پاس آیا۔ ناگ نے اس
کی طرف کوئی دھیان نہ دیا اور اشلوک پڑھتا رہا۔ سردار
کھان نے رعب دار آواز میں پوچھا

"تم کون ہو؟ یہاں کیسے آئے ہو؟

ناگ نے بھی رعب دار آواز میں جواب دیا۔

"سردار کھان! تم دیکھ رہے ہو کہ میں اگنی دیوتا
کی پوجا کر رہا ہوں۔ میں سادھو پجاری ارگشی ہوں
جہاں آگ دیکھتا ہوں۔ وید کے اشلوک پڑھ کر اس کی
پوجا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں"

سردار کھان نے قریب آ کر ناگ کے موتیوں کے ہار کو
گھور کر دیکھا۔

"اگر تم سادھو پجاری ہو تو یہ قیمتی ہار گلے
میں کس لئے ڈال رکھے ہیں؟ پجاری تو دولت
سے بے نیاز ہوتے ہیں"

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"تمہارے لئے یہ قیمتی موتی ہیں مگر ہمارے
لئے یہ معمولی پتھر ہیں۔ اس قسم کے موتی ہم جہاں
چاہیں پیدا کر لیتے ہیں۔

دولت کا لالچی سردار کھان ناگ سے متاثر ہو گیا۔ اس
نے فوراً ادب سے کہا۔

"مہاراج! میری جھونپڑی میں آیئے۔ مجھے
اپنی خدمت کا موقع دیجئے"

ناگ یہی چاہتا تھا۔ لیکن اوپر سے وہ انکار کرتا
رہا۔ پھر اس کے ساتھ بڑی جھونپڑی میں داخل ہو کر قالین
پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔

سردار کھان نے ناگ کے آگے تازہ پھل اور مٹھائی
رکھی۔ ناگ نے کہا۔

"ہم کچھ نہیں کھایا کرتے۔ مگر تم نے ہماری
عزت کی ہے۔ ہم تم سے خوش ہوئے ہیں۔ ہم
تمہیں تمہاری مشکل کا حل بتائیں گے"

سردار کھان نے کوئی جواب نہ دیا۔ حیرت سے
ناگ کو دیکھتا رہا۔

ناگ نے مسکراتے ہوئے کہا

"سردار کھان! تم بے شک مجھے کچھ نہ
بتاؤ۔ مگر ہم انسانوں کے دل کا حال جان لیتے ہیں

ہمیں تمہارے دل کا بھی حال معلوم ہے۔ سنو! تم
جس قیدی لڑکی سے اس کے خزانے کا راز معلوم
کرنا چاہتے ہو، وہ تمہیں کبھی یہ راز نہیں
بتائے گی۔"
اب تو سردار کھان دم بخود ہو کر رہ گیا۔ اسے یقین
ہو گیا کہ یہ سادھو پجاری واقعی بہت پہنچا ہوا بزرگ
ہے اور دلوں کے حال جانتا ہے۔ اس نے فوراً
ناگ کے پاؤں چھوئے اور بولا۔
" مہاراج! مجھ پر کرپا کریں۔ کوئی ایسا جتن
کریں کہ یہ عورت مجھے اپنے خزانے کا راز بتا دے
میں آپ کی ساری زندگی خدمت کروں گا۔
ناگ نے کہا۔
" تم اپنے موٹے پجاری کو منع کر دو کہ وہ اس
عورت سے ہرگز پوچھ گچھ نہ کرے۔"
سردار کھان بوکھلا گیا۔
" مہاراج! آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ میں موٹے
پجاری کو قیدی عورت کے پاس آج بھیجنے والا تھا"
ناگ نے ہنس کر کہا۔
" تم ہمیں کیا سمجھتے ہو! ہم یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ

کل تمہارے ساتھ کیا واقعہ پیش آئے گا"
سردار کھان نے ناگ کے پاؤں پکڑ لیے۔
" مہاراج! آپ کو دیوتاؤں کی قسم ہے مجھے
اس عورت کے خفیہ خزانے کا پتہ بتا دیں۔ میں ساری
زندگی آپ کی غلامی کروں گا"
ناگ نے غصے سے پاؤں جھٹک دیئے۔ سردار کھان
ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔
" خبردار! تم ہماری غلامی کرنے والے کون ہو!
اس دنیا کے سارے چرند پرند ہماری غلامی کرتے ہیں
سردار کھان تو ڈر گیا کہ کہیں سادھو پجاری ناراض ہو گیا
تو قیمتی خزانہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔ ہاتھ باندھ کر بولا۔
" معاف کر دیں مہاراج! آپ جو کہیں گے وہی ہو گا مگر
مجھ کو خزانے کا پتہ بتا دیں!
جب ناگ نے دیکھا کہ سردار کھان پر اس کا اثر مکمل
ہو چکا ہے تو بولا۔
" سردار، سنو! ہم اس لڑکی پر ایک منتر کا چلہ
کریں گے۔ اس کے بعد یہ لڑکی اپنے آپ سب کچھ
بتا دے گی۔ مگر یہ چلہ ہمیں جنگل میں ایک ویران
جگہ پر کرنا ہوگا۔ ہم تین دن چلہ کریں گے۔ استنے

دن وہاں سوائے میرے دوسرا کوئی نہیں ہوگا۔ یہ
قیدی لڑکی رسیوں میں جکڑ کر وہاں پہنچا دی جائے گی۔
سردار کھان ہاتھ باندھے بولا۔
" میں ابھی جنگل میں قیدی لڑکی کو پہنچا دیتا ہوں
مہاراج! آپ حکم کریں"
ناگ نے کہا
" نہیں۔ آج رات جب چاند ڈوب جائے تو
تم اس لڑکی کو جھونپڑی سے باہر لانا۔ اس کے دونوں
ہاتھ رسیوں سے باندھ دینا۔ پھر میرے ساتھ لے کر
جنگل کے کسی ویران مقام تک چلنا اور وہاں سے
واپس آجانا۔ میں اس پر چلّہ شروع کروں گا۔ تم
دوسرے روز صبح کو میرے لئے اور لڑکی کے لئے
ایک خاص قسم کا بھوجن یعنی جَو کی روٹی اور ابلا
ہوا بینگن لانا۔ اب میں جاتا ہوں۔ اور ہاں خبردار!
اگر تم نے کسی سے اس بارے میں بات کی تو خزانہ
بھی حاصل نہ کر سکو گے"
سردار فوراً بولا۔
" مہاراج میں کسی سے بات نہیں کروں گا
مگر مہاراج! آپ رات کو جائیں گے"

ناگ نے کہا۔
" ہم جو وعدہ کرتے ہیں اسے پورا کر کے رہتے
ہیں۔ ہم جا رہے ہیں۔ اب آدھی رات کے وقت
تمہارے پاس آئیں گے۔ تم تیار رہنا"
میں تیار ہوں گا مہاراج!" سردار نے ہاتھ
باندھ کر کہا"
ناگ اولکھ نرنجن کا نعرہ لگا کر وہاں سے چلا گیا۔
سردار کھان بے حد مسرور ہوا کہ اسے اتنا بڑا خزانہ
ملنے والا ہے۔ ناگ کے گلے میں قیمتی موتیوں کے
سات ہار دیکھ کر اسے اور بھی یقین آگیا تھا کہ یہ شخص
کوئی پہنچا ہوا بزرگ سادھو ہے اور اسے دولت کا لالچ
نہیں ہے۔
سردار کھان کے پاس تھوڑی دیر میں موٹا پجاری آگیا
اور بولا۔
" سردار! میں قیدی عورت سے پوچھ گچھ
کرنے جا رہا ہوں"
سردار نے اسے ڈانٹ کر کہا
" ہرگز نہیں۔ میں نے اپنا ارادہ بدل لیا ہے۔
میں اس قیدی عورت سے نرمی کا سلوک نہیں کروں گا

تم جاؤ، میں خود اس سے نمٹ لوں گا"

موٹا پجاری نمستے کہہ کر چلا گیا۔

سردار اب بے تابی سے رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ خدا خدا کر کے سورج ڈوبا۔ شام ہوئی۔ پھر رات کی سیاہی جنگل میں پھیلنے لگی۔ سردار اپنی جھونپڑی میں چراغ روشن کر کے بیٹھ گیا۔ جب کافی رات گزر گئی تو اس نے جھونپڑی سے نکل کر دیکھا۔ آسمان پر چاند نہیں تھا۔ چاند غروب ہو چکا تھا۔

سردار بڑی خوشی خوشی قیدی لڑکی سونالینی کی جھونپڑی میں آگیا۔ سونالینی اداس منہ چھپائے سو رہی تھی۔ سردار نے اسے لات مار کر جگایا۔ سونالینی گھبرا کر جاگ پڑی۔ اپنے سامنے وحشی سردار کو دیکھ کر سہم گئی۔ سردار کھان نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"آج میں تمہیں جنگل کی سیر کرانے لے جا رہا ہوں، چلو گی میرے ساتھ؟"

سونالینی نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا

"دیوتاؤں کے لئے مجھ پر رحم کرو۔ مجھے چھوڑ دو۔ میرے پاس کوئی خزانہ نہیں ہے۔

سردار کھان نے زور سے ٹھوکر ماری اور کہا

"اب تو تمہارا باپ بھی خزانے کا راز بتا دے گا"

اور قہقہہ لگاتے ہوئے اس نے سونالینی کے دونوں ہاتھ رسی سے اس کی پیٹھ پر باندھ دیئے اور پاؤں کی رسی کھول کر کہا۔

"یہاں میرا انتظار کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔ پھر تمہیں میرے ساتھ جنگل میں چلنا ہوگا"

سونالینی سہمی ہوئی بیٹھ گئی سمجھ گئی کہ اس کا آخری وقت قریب آگیا ہے اور یہ وحشی سردار جنگل میں لے جا کر مار ڈالے گا۔

سردار کھان جھونپڑی سے نکل گیا۔ ناگ سردار کھان کی جھونپڑی میں بیٹھا تھا۔ اس نے ناگ کو بتایا کہ وہ سونالینی کو جنگل میں لے جا رہا ہے۔ ناگ نے کہا۔

"لے جاؤ۔ میں بھی وہاں پہنچ رہا ہوں"

سردار کھان نے سونالینی کو گھوڑے پر بٹھایا اور جنگل میں ایک کھلی جگہ پر لے جا کر ایک درخت سے باندھ دیا اور کہا

"اب تمہیں کچھ روز اسی جگہ رہنا ہوگا"

سردار کھان چلا گیا۔ تھوڑے فاصلے پر ناگ موجود تھا ناگ نے سردار سے کہا۔

اب تم صبح تک اس طرف مت آنا نہیں تو
میرا چلّہ ضائع ہو جائے گا اور سونالینی خزانے کے
بارے میں کچھ نہیں بتائے گی،
سردار کھان بڑے ادب سے بولا۔
" مہاراج ! میں صبح ہونے سے پہلے اس طرف
کا رُخ بھی نہیں کروں گا ۔"
شاباش ! اب تم جاؤ،
سردار کھان گھوڑے پر بیٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔
اس کے جاتے ہی ناگ درختوں سے نکل کر سونالینی
کے سامنے آگیا۔ ستاروں کی دھندلی روشنی میں سونالینی
نے ناگ کو پہچان لیا۔ وہ جذبات سے بھری ہوئی
آواز میں بولی۔
ناگ تم ! دیوتا تم پر مہربان ہو۔ میں تو سمجھی
تھی کہ سردار مجھے یہاں جنگلی درندوں کے حوالے
کرکے چلا گیا ہے
ناگ نے اسے تسلی دی اور کہا
" یہ میری ایک چال تھی۔ اب ہمیں یہاں سے
فرار ہو جانا چاہیئے۔ میں نے دو گھوڑوں کو ایک
درخت کے نیچے کھڑا کر رکھا ہے،

ناگ نے سونالینی کی رسّی کھول دی۔ وہ دونوں اندھیرے
درختوں کی طرف بڑھے۔
لیکن سردار کھان یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک
درخت کی اوٹ میں چھپا کھڑا تھا۔ اس کا شک درست
نکلا۔ یہ سادھو مہاراج سونالینی کو بھگا کر لے جا رہا تھا۔ سردار
کھان نے تلوار کھینچ لی اور ایک طرف کو چلنے لگا۔ وہ
درختوں کے پیچھے سے ہوتا ہوا ناگ اور سونالینی کو بے خبری
میں ہلاک کر ڈالنا چاہتا تھا۔ ناگ اور سونالینی بے خبر
اندھیرے میں بھاگے جا رہے تھے۔
ان کے گھوڑے اب سامنے درختوں تلے نظر آنے لگے تھے
جونہی وہ گھوڑوں کے قریب پہنچے ناگ کو پیچھے آہٹ سنائی
دی۔ اس نے بجلی کی طرح پلٹ کر دیکھا۔ سردار کھان نے
تلوار کا وار کر دیا۔
ناگ نے سونالینی کو دھکا دے کر پرے گرا دیا اور
خود بھی چھلانگ لگا کر جھاڑیوں پر گرا۔ سردار کھان غضبناک
ہو رہا تھا۔ اس نے تلوار کا دوسرا وار سونالینی پر کرنا چاہا
مگر اس دوران میں ناگ نے پیچھے سے سردار کو ٹانگوں سے
پکڑ کر اسے نیچے گرا دیا۔ سردار نے تلوار کا وار ناگ پر
کیا۔ مگر ناگ اس کی ٹانگوں سے نکل کر غائب ہو چکا تھا

تھا۔ سردار کھان پھٹی پھٹی آنکھوں سے ناگ کو ادھر ادھر
تلاش کرنے لگا۔

لیکن ناگ تو زہریلے سانپ کی شکل میں اس کی پنڈلی
کے نیچے جاکر اسے ڈس چکا تھا۔ سردار کھان کی نظر سانپ
پر پڑ گئی۔ اس نے تلوار اٹھائی کہ سانپ کے دو ٹکڑے
کر دے۔ مگر اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ اس کا
بازو سن ہوگیا۔ پھر اس کا سارا جسم سن ہوگیا۔ ناگ نے
بڑی تیزی سے اثر کرنے والا زہر اس کے جسم میں داخل کیا
تھا۔ سونالینی پیچھے ہٹ کر دہشت زدہ ہوکر بیٹھ گئی
وہ خوف سے کانپ رہی تھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا
تھا کہ ناگ کہاں چلا گیا ہے۔ سردار کھان اس کی آنکھوں
کے سامنے اندھا ہوگیا۔

ناگ سانپ کی شکل میں رینگ کر سونالینی سے دور
چلا گیا تھا۔ پھر وہاں سے انسانی شکل اختیار کر کے بھاگ
کر آیا اور بولا۔

"سونالینی تم ٹھیک ہو نا؟"

سونالینی نے کہا۔

"تم مجھے چھوڑ کر کیوں چلے گئے ناگ؟ اگر یہ
وحشی مجھ پر حملہ کر دیتا تو مجھے کون بچاتا۔ مگر نہ جانے

اسے کیا ہوگیا کہ ہلتا نہیں ہے"

ناگ نے جھک کر سردار کھان کی لاش کو دیکھا اس
کا جسم پگھلنے لگا تھا۔ ناگ نے کہا

"اسے کسی زہریلے سانپ نے کاٹ لیا
ہے۔ چلو۔ یہاں سے نکل چلو۔ یہ مر گیا ہے"

سونالینی نے دیوتاؤں کا شکریہ ادا کیا اور ناگ کے
ساتھ گھوڑے پر سوار ہوکر بولی:

"دیوتاؤں نے ہماری مدد کی ہے ناگ۔ انہوں
نے سانپ ہماری مدد کو بھیج دیا"

ناگ اپنے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے بولا۔

"تمہارے دیوتاؤں نے اگر تمہاری مدد کرنی ہوتی
تو جھونپڑی میں اس وقت مدد کرتے جب یہ وحشی
سردار تمہیں ہنٹروں سے پیٹ رہا تھا۔ بہرحال تم یہی
سمجھتی رہو"

یہ کہہ کر ناگ نے گھوڑے کو ایڑی لگائی۔ سونالینی اس
کے پیچھے پیچھے تھی۔ دونوں گھوڑے دُلکی چال چلتے گھنے
جنگل کے درختوں میں سے گزرنے لگے۔

کچھ دیر بعد جنگل ختم ہوا تو سامنے چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں
کا اونچا نیچا ویران میدان پھیلا تھا۔ جو رات کی تاریکی میں

بڑا بھیانک لگ رہا تھا۔ ناگ نے سونالینی سے پوچھا
کہ وہ اپنے شہر کا راستہ جانتی ہے؟
سونالینی نے کہا۔
" ہاں۔ یہاں سے شمال مغرب کی طرف ہمیں
ایک رات کا سفر کرنا ہوگا۔ صبح ایک دریا ملے گا
دریائے سندھ۔ ہم اس دریا کو پار کریں گے۔ دریا
پار موہنجو ڈرو کا شہر ہے۔ اس شہر کے کونے پر میرے
باپ کی حویلی ہے۔ دیوتا جانیں میرا باپ کہاں ہوگا
آریاؤں کے حملے سے وہ سب لوگ ادھر ادھر بھاگ
گئے۔ سارا شہر ویران ہوگیا تھا۔"
سونالینی کو لے کر ناگ موہنجو ڈرو کی طرف روانہ ہوگیا۔

○

اب ہم عنبر اور کیٹی کی طرف آتے ہیں۔
عنبر اور کیٹی بھی اسی علاقے میں مگر کافی پیچھے ایک
بیابان میں سفر کر رہے تھے وہ بھی ناگ اور ماریا کو تلاش
کر رہے تھے۔ انہوں نے کئی دریا اور پہاڑی میدان عبور
کیے تو ایک روز شمالی ہندوستان کے ایک دریا کو پار
کرنے کے بعد دن کی روشنی میں انہیں دور ایک شہر
کے آثار دکھائی دیئے۔
کیٹی نے کہا
" عنبر بھائی! یہ کوئی قدیم شہر ہے۔ اس کی دیوار
گول ہے اور اوپر جگہ جگہ چوکیداری کے لئے بُرج
بنے ہیں۔"
" ہاں" عنبر نے کہا " یہ کسی ہندو راجہ کا شہر
لگتا ہے کیونکہ مجھے ایک مندر کے عکس بھی نظر آ
رہے ہیں۔"
کیٹی نے کہا۔
" ہمیں اس شہر میں ناگ اور ماریا کو تلاش کرنا
چاہیئے۔ ہوسکتا ہے کسی جگہ سے ہمیں ان کا سراغ
مل جائے۔"
وہ شہر میں داخل ہوگئے یہ اگرچہ ہزاروں برس پرانا
شہر تھا مگر آباد تھا اور گلی کوچوں اور سڑکوں کے فرش پختہ
اینٹوں کے بنے تھے۔ لوگ گھوڑوں، پالکیوں اور
رتھوں پر آجا رہے تھے۔ دکانیں کھلی تھیں۔ سامان بک رہا
تھا۔ عورتیں پرانے زمانے کی ساڑھیوں میں ملبوس تھیں انہوں
نے ماتھوں پر تلک لگا رکھے تھے۔ کیٹی اور عنبر کا لباس
اس زمانے کا لباس نہیں تھا۔ لوگ انہیں حیرت سے تکنے

کیٹی نے کہا

"یہاں کسی سے پوچھنا چاہیئے کہ یہ کون سا شہر ہے"

عنبر نے ایک دکاندار سے کہا

"بھائی ہم سیاح ہیں اور ملک مصر سے آئے
ہیں"۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس شہر کا کیا نام ہے
دکاندار نے کہا۔

"یہ راجہ وکرم کا پاٹلی پتر شہر ہے"

یہی وہ شہر تھا جس کے شاہی محل کے پچھواڑے
اندھے کنوئیں میں ماریا بند تھی اور شاہی جوتشی کی وجہ
راجہ وکرم اپنے دشمن سے بظاہر نجات پا چکا تھا۔
کی بیٹی راجکماری پشپاولی تھی اور اسی محل میں کیسری
رہتی تھی جس نے دھوکے سے ماریا کو کنوئیں میں گرایا

دکاندار سے عنبر اور کیٹی نے شہر کے بارے
معلومات حاصل کیں اور پھر شہر کی سیر کرنے لگے۔
کسی جگہ سے بھی ناگ یا ماریا کی خوشبو نہیں آئی
جب وہ شہر میں کافی گھوم پھر چکے تو کیٹی نے کہا
عنبر! یہاں ناگ اور ماریا نہیں ہیں۔ ہمیں
شہر سے آگے چلنا ہوگا"
عنبر بولا۔" میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ لیکن م

خیال ہے کہ ہمیں یہ گھوڑے بدل لینے چاہئیں۔ یہ بہت
نڈھال ہو رہے ہیں۔ انہیں فروخت کر کے تازہ دم
گھوڑے خرید لیتے ہیں"

وہ ایک منڈی میں پہنچے جہاں ایک ہندو سوداگر
گھوڑے فروخت کرتا تھا۔ عنبر نے اپنے گھوڑے دکھا
کر کہا کہ ان کے بدلے ہمیں تازہ دم گھوڑے دے دو۔
انہیں جتنی رقم درکار ہے ہم ادا کر دیں گے۔
مگر دکاندار نے جتنی رقم بتائی اتنی عنبر کے پاس
نہیں تھی۔ عنبر نے کہا۔

" بھائی اتنے پیسے ہمارے پاس نہیں ہیں"
دکاندار نے بیزاری سے کہا۔

" تو پھر چلتے پھرتے نظر آؤ۔ میں تمہارے مریل
گھوڑے نہیں خرید سکتا"
کیٹی نے عنبر سے کہا۔

" اب کیا کیا جائے۔ میرا خیال ہے انہی گھوڑوں
پر سفر جاری رکھتے ہیں"
عنبر بولا۔

" یہ راستے میں جواب دے جائیں گے۔ کیٹی"
" تو پھر کیا کریں؟ کیٹی نے سوالیہ انداز میں کہا

عنبر نے کہا

" میرا خیال ہے میں یہاں جڑی بوٹیوں کی تج
کرتا ہوں۔ جنگل میں یہاں جڑی بوٹیاں بہت ہ
وہ توڑ کر یہاں بیچتا ہوں۔ پھر پیسے جمع کر کے
گھوڑے خرید لیں گے۔"

وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ ایک آدمی نے گھو
کے سوداگر سے آ کر کہا

" مہاراج! کیسری بیٹی کی حالت بہت خراب
اپنے حکیم جی کو میرے ساتھ کر دیں۔ آپ کی مہربا
ہو گی۔"

سوداگر نے ڈانٹ کر کہا

" میں تمہارا نوکر نہیں ہوں۔ تمہاری بیٹی کیس
راجکماری کی خاص لونڈی ہے وہ اس کا علاج کیوں
نہیں کراتی؟"

وہ آدمی ہاتھ جوڑ کر بولا۔

" مہاراج! سب علاج کر کے دیکھ لئے ہیں د
حکیم اور شاہی وید کی دواؤں سے بھی کوئی فرق ن
پڑا۔ میں نے سنا ہے کہ آپ کا کوئی حکیم دوست
وہ میری بچی کا علاج کر سکتا ہے۔"

سوداگر چونک کر بولا۔

" ہاں ہاں ہے مگر وہ گیا ہوا ہے دو مہینوں کے
بعد آئے گا۔"

وہ آدمی مایوس ہو کر جانے لگا تو عنبر نے اس کے پاس
جا کر کہا۔

" بھائی صاحب! آپ کی بیٹی کو کیا تکلیف ہے"

وہ آدمی عنبر کو تکنے لگا۔ پھر آہ بھر کر بولا۔

" بیٹے تم کو کیا بتاؤں۔ میری نوجوان بیٹی کیسری
اچھی بھلی تھی۔ کچھ دنوں سے ایسی بیمار ہوئی کہ بستر پر
پڑ گئی۔ اب وہ دو روز سے بے ہوش ہے شاہی
وید جی نے بھی علاج کیا پر میری بچی کو ہوش
نہیں آیا۔"

کیٹی نے کہا۔

" بابا! تم گھبراؤ مت۔ چلو میرے بھائی عنبر کو
چل کر اپنی بیٹی دکھاؤ۔ ہم تمہاری بچی کو ٹھیک کر
دیں گے۔"

عنبر بولا۔

" ہاں بابا! مجھے اپنی بیٹی کیسری کے پاس لے
چلو میں جڑی بوٹیوں سے علاج کر لیتا ہوں۔"

بوڑھا خوش بھی ہوا مگر مایوس بہت زیادہ تھا۔ سر ہلا
کر بولا۔"

"بھگوان تمہارا بھلا کرے۔ چلو میرے ساتھ"

بوڑھا عنبر اور کیٹی کو شہر پاٹلی پتر کے ایک مکان
میں لے آیا۔ جہاں عنبر نے دیکھا کہ ایک سانولے رنگ کی
لڑکی بستر پر بے ہوش پڑی تھی۔ اس کے ماتھے پر
تلک لگا تھا۔ عنبر نے اس کی نبض دیکھی اور کہا

"بابا فکر مت کرو۔ تمہاری بچی ابھی ہوش
میں آجائے گی۔"

بوڑھا خوش ہو کر بولا۔

"بھگوان تیرا بھلا کرے۔ میری زندگی کا سہارا
یہی ایک بچی ہے"

کیٹی نے پوچھا۔

"کیا تمہاری بچی کیسری شاہی محل میں کنیز ہے"

ہاں بیٹا! میری بچی کیسری راجکماری پشاولی کی خاص
کنیز ہے۔ راجکماری نے بھی اس کا بہت علاج کرایا
کسی طرح سے بھی میری بچی صحت یاب نہیں ہوئی۔ اب
تو سب ناامید ہو چکے ہیں۔

عنبر نے کہا۔

"انسان کو کبھی ناامید نہیں ہونا چاہیئے۔ تم ایسا
کرو کہ گھر میں اگر کافور اور پان اور زعفران ہو تو
وہ لے آؤ۔"

بوڑھا جلدی سے یہ تینوں چیزیں لے آیا۔ عنبر نے
انہیں پتھر کی سل پر گھس کر ایک دوائی تیار کی اور بے ہوش
کیسری کے ماتھے پر لگادی۔ تھوڑی دیر بعد ہی کیسری نے
آنکھیں کھول دیں۔ بوڑھا تو خوشی سے نہال ہو گیا۔

"میری بچی! تمہیں ہوش آگیا۔ بھگوان تیرا لاکھ
لاکھ شکر ہے۔"

کیسری نے آنکھیں کھول کر عنبر اور کیٹی کو دیکھا۔ پھر
اپنے باپ سے پوچھا

"پتاجی! میں مر رہی ہوں۔

بوڑھے نے روتے ہوئے کہا

"بیٹی ایسا نہ کہو۔ تم تو ٹھیک ہوگئی ہو۔ دیکھو
اس ویدجی کی دوائی سے تمہیں ہوش آگیا ہے۔

کیسری نے چیخ مار کر کہا

"پشاولی راجکماری کو باہر نکالو۔ اس کی روح
مجھے مارنے کے لئے آرہی ہے۔"

یہ کہہ کر کیسری پھر بیہوش ہوگئی

بوڑھا روتے روتے اس کے پلنگ کے پاس بیٹھ
گیا۔ عنبر اور کیٹی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا عنبر
نے کہا۔

"پشاولی راجکماری کون ہے بابا؟"

بوڑھا بولا۔ "پشاولی راجہ کی بیٹی ہے مگر وہ تو زندہ
ہے پھر اس کی روح میری بیٹی کو آکر کیسے ڈرا
سکتی ہے"

کیٹی نے کہا۔

"یہ تو ایک معمہ لگتا ہے عنبر!"

عنبر سوچنے لگا۔ پھر بولا

"بابا! کیا کبھی تمہاری بیٹی نے راجکماری کے خلاف
کوئی سازش بھی کی تھی؟"

"کبھی نہیں بیٹا" بوڑھا بولا" میری بچی تو راجکماری
سے بہت پیار کرتی ہے"

عنبر نے کیٹی سے کہا،

"کیسری پہ راجکماری کا کوئی اثر پڑ گیا ہے۔ ہمیں
سب سے پہلے یہ معلوم کرنا ہوگا کہ کیسری سے ایسی
کونسی غلطی ہوگئی تھی کہ راجکماری کا خوف اس کے
دل پر بیٹھ گیا ہے"

کیٹی نے کہا "ہوسکتا ہے کیسری اپنے باپ کے سامنے
یہ بات بیان نہ کرے"

عنبر نے بوڑھے سے کہا۔

"بابا! تم کچھ دیر کے لئے دوسرے کمرے میں
چلے جاؤ۔ کیٹی میرا خیال ہے تم بھی دوسرے کمرے
میں چلی جاؤ۔ میں تنہائی میں کیسری سے پوچھنے
کی کوشش کروں گا کہ راجکماری کے خلاف اس نے
کیا حرکت کی تھی"

بوڑھا اور کیٹی دوسرے کمرے میں چلے گئے۔

جب عنبر اور کیسری اکیلے رہ گئے تو عنبر نے ایک بار پھر
کافور اور زعفران کیسری کو سونگھایا۔ کیسری نے آنکھیں کھول
دیں۔ اسے ہوش آگیا تھا۔ عنبر نے جلدی سے کہا

"میری بہن کیسری! مجھے اپنا بھائی سمجھو اور
صاف صاف بتادو کہ تم نے راجکماری کے خلاف
ایسا کونسا گناہ کیا ہے؟ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں
کہ میں تمہیں اچھا کردوں گا"

کیسری نے آنکھیں کھول کر کمرے میں چاروں طرف
دیکھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ کمرے میں اس کا باپ نہیں
ہے تو اس نے کمزور آواز میں عنبر سے کہا

"میں نے اسے اندھے کنوئیں میں گرا دیا۔ وہ
مرگئی اس کی روح مجھے مارنے آتی ہے۔"
عنبر نے پوچھا۔
"وہ ..... وہ کون تھی؟"
"پشاولی" کیسری نے بڑبڑاتے ہوئے کہا
عنبر نے کہا "مگر راجکماری پشاولی تو زندہ ہے"
کیسری بڑبڑائی ....
"وہ نقلی راجکماری تھی۔ راجہ نے مجھے حکم دیا کہ
میں اسے کنوئیں میں گرا دوں۔ میں انکار نہ کر سکی۔ میں
نے نقلی پشاولی کو مار ڈالا۔ وہ اصلی پشاولی کا
بھیس بدل کر آئی تھی۔ آہ! وہ آرہی ہے اس کی
روح میری طرف بڑھ رہی ہے"
عنبر نے پوچھا "وہ کنواں کہاں ہے؟"
کیسری نے رک رک کر عنبر کو بتایا کہ اندھا کنواں
شاہی محل کے باغ میں جنوب کی طرف ہے۔ راجہ نے
اسے بند کرا دیا ہے۔
"اس میں پشاولی کی لاش ہے۔ وہ مرگئی اس
کی روح مجھے مارنے آرہی ہے"
اور کیسری چیخ مار کر بے ہوش ہوگئی۔

اس کی چیخ کی آواز سن کر کیٹی اور بابا بھی وہاں آ گئے۔
عنبر نے کیسری کے باپ کو تسلی دیتے ہوئے کہا
"بابا! تم فکر مت کرو۔ تمہاری بیٹی اچھی ہو
جائے گی مجھے اس کے علاج کے لئے شاہی محل کے
باغ میں جانا ہوگا۔"
اداس باپ نے کہا
"بیٹا تم شاہی محل میں کیسے جاؤ گے۔ وہاں تو
سخت پہرہ ہے۔ کوئی چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی"
عنبر نے کہا۔
"بابا! تم اس بات کو اپنے تک ہی رکھنا۔ کسی
سے ذکر مت کرنا۔ ہم شاہی محل کے باغ میں کسی
نہ کسی طرح داخل ہو جائیں گے۔
پھر عنبر نے کیٹی کو باہر لے جاکر سارا کچھ بتا دیا اور کہا
"اس لڑکی کیسری کے ہاتھوں کسی نقلی پشاولی راجکماری
کا خون ہوگیا ہے۔ اب اس کا ضمیر اسے پریشان کر رہا ہے
اگرچہ اس نے یہ سب کچھ راجہ کے حکم سے کیا تھا مگر
انسان کا ضمیر انسان کو کبھی معاف نہیں کرتا"
کیٹی نے کہا "تم کیا کرنا چاہتے ہو اب؟"
عنبر بولا۔ "میں چاہتا ہوں کہ شاہی باغ کے

اندھیرے کنوئیں تک پہنچوں اور معلوم کروں کہ کیا واقعی اندھا کنواں بند کر دیا گیا ہے؟ پھر میں اصلی راجکماری پشپاولی سے ملاقات کرکے اسے ساری بات سمجھاؤں اور کہوں کہ وہ کیسری سے آکر یہ کہہ دے کہ وہی اصلی اور نقلی پشپاولی ہے اور مری نہیں تھی بلکہ زندہ تھی،،

کیٹی بولی۔ "تمہیں راجکماری تک کون جانے دے گا،،

عنبر نے کہا "یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ شاہی محل کے باغ میں پہنچنے کے بعد راجکماری سے ملنا دشوار نہیں ہوگا۔ تم میرے ساتھ آؤ،،

عنبر نے بوڑھے باپ کو حوصلہ دیا اور کہا

بابا! تم اپنی بچی کے پاس ہی رہنا۔ ہم اس کے علاج کے لئے شاہی محل کے اندھے کنوئیں پر جا رہے ہیں بہت جلد واپس آجائیں گے۔ پھر تمہاری بچی اچھی ہو جائے گی۔

یہ کہہ کر عنبر اور کیٹی کیسری کے گھر سے دور آگئے۔

دن انہوں نے شہر کی ایک سرائے میں ہی گزارا۔

جب رات کا اندھیرا پھیلا تو عنبر اور کیٹی اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور شاہی محل کی طرف روانہ ہوگئے۔ وہ شاہی محل کی عقبی دیوار کی طرف آگئے۔

عنبر نے دیوار پر کمند پھینکی۔ پہلے خود دیوار پر چڑھا اور پھر کیٹی کو اوپر چڑھا لیا۔ یہاں اونچے اونچے درختوں کی شاخیں پھیلی ہوئی تھیں۔ اندھیرے میں انہیں کسی نے نہ دیکھا۔ درختوں سے وہ باغ میں اتر گئے۔ شاہی باغ کا یہ پچھواڑا بالکل ویران ویران تھا۔ دور ایک بارہ دری کا دھندلا خاکہ نظر آرہا تھا۔ عنبر نے کہا

"کیسری کے بیان کے مطابق اندھا کنواں اسی بارہ دری کے پاس ہے،،

وہ بارہ دری کی طرف چلنے لگے۔ بارہ دری کے آس پاس جھاڑیاں اگی تھیں۔ ایک جگہ عنبر کو زمین اونچی نظر آئی۔ وہ قریب آگئے۔ یہی وہ اندھا کنواں تھا جس کے اندر ماریا جسمانی حالت میں بند تھی مگر اس کی خوشبو باہر نہیں آرہی تھی۔ عنبر جھک کر کنوئیں کی بند چھت کو ٹٹولنے لگا۔

"یہی اندھا کنواں ہے کیٹی!،،

اندرا دیوی کا پاتال

کیٹی بھی غور سے دیکھنے لگی۔

"صاف لگ رہا ہے کہ یہ کنواں تھا جس کو اوپر سے چھت ڈال کر بند کر دیا گیا تھا۔

عنبر نے کہا۔

"اب ہمیں راجکماری پشپاولی سے ملاقات کرنی ہوگی۔ میرا خیال ہے اس وقت ہمیں واپس چلے جانا چاہیئے۔ کل میں محل میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا۔

"ٹھیک ہے"

کیٹی اور عنبر اندھے کنوئیں سے شاہی باغ کی دیوار کی طرف بڑھے۔ انہیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ جس اندھے کنوئیں کو وہ چھوڑ کر جا رہے ہیں اس کے اندر ماریا بند ہے۔ اس وقت ماریا کنوئیں کے اندر گھاس پھوس پر لیٹی ہوئی تھی۔ اسے بھی معلوم نہ ہو سکا کہ اوپر

کیٹی اور عنبر چل پھر کر چلے گئے ہیں۔

عنبر اور کیٹی اندھیرے میں باغ کی دیوار کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں ان کی کمند کی رسی اسی طرح لٹک رہی تھی۔ عنبر آگے آگے تھا کہ کیٹی نے چلا کر کہا

"عنبر"

عنبر نے پلٹ کر دیکھا۔ چار تلوار بردار شاہی سپاہیوں نے کیٹی کو دبوچ رکھا تھا۔ دو سپاہی عنبر کی طرف بڑھے اور اسے بھی دبوچ لیا۔

"تمہیں شاہی محل میں کودنے کی جرأت کیسے ہوئی؟"

دوسرا سپاہی بولا۔

"انہیں سیناپتی کے پاس لے چلو یہ ضرور ہمارے راجہ کا خون کرنے آئے ہوں گے۔"

عنبر نے سوچا کہ چلو اسی بہانے راجکماری سے ملنے کا کوئی ذریعہ نکل آئے گا۔ اس نے اپنی خاص خفیہ زبان میں کیٹی سے کہا کہ وہ بھاگنے کی کوشش نہ کرے۔

کیٹی سمجھ گئی کہ عنبر کا مطلب کیا ہے۔

سپاہی ان دونوں کو پکڑ کر شاہی محل کے بڑے دروازے
کے قریب بنی ہوئی ایک کوٹھڑی میں لے گئے۔ جہاں
سنیاپتی کو بلا لیا گیا۔ سنیاپتی ایک خونخوار شکل والا
ظالم شخص لگتا تھا۔ سنیاپتی ہندی زبان میں فوج کے
کمانڈر کو کہتے ہیں۔ سپاہی نے اسے بتایا کہ یہ دونوں
شاہی محل کی دیوار پھاند کر شاہی باغ میں آ گئے تھے
سنیاپتی نے عنبر اور کیٹی کو خونخوار آنکھوں سے
گھور کر دیکھا اور گرج کر کہا

"تمہیں راجہ کا خون کرنے کس نے بھیجا تھا؟"

عنبر نے بڑی نرمی سے کہا،

"سنیاپتی جی! ہم کسی کا خون کرنے نہیں
آئے تھے"

"تو پھر شاہی محل کی دیوار کیوں پھاندی؟"

سنیاپتی چلایا۔

کیٹی نے کہا

"ہم..... ہم باغ کی سیر کرنے کیلئے آئے
تھے۔ بس"

سنیاپتی نے ایک قہقہہ لگایا اور بولا

"اب تمہیں موت کی دنیا کی سیر کرنی ہوگی"

پھر اس نے سپاہیوں کو حکم دیا

"ان دونوں کو قید خانے میں بند کر دو صبح
ان کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔

کیٹی نے عنبر کی طرف دیکھ کر اپنی خفیہ زبان میں کہا

"عنبر! تم تو نہیں مروگے مگر میری گردن
لمبی ہو سکتی ہے"

سنیاپتی نے غصے میں ڈانٹا۔

"تم لوگ کس زبان میں بات کر رہے ہو۔
خبردار اگر کوئی لفظ منہ سے نکالا"

"لے جاؤ ان دونوں کو"

سپاہی عنبر اور کیٹی کو لے گئے اور اندھیرے قید خانے
میں لے جا کر بند کر دیا۔ کیٹی نے کہا

"اب تم کیا سوچ رہے ہو عنبر؟"

عنبر نے گہرا سانس بھر کر مسکراتے ہوئے کہا

"پھانسی کا انتظار کر رہا ہوں"

کیٹی سٹ پٹا کر بولی۔

"تم مجھے تنگ کرنا چاہتے ہو۔ ذرا سوچو
اگر انہوں نے پہلے مجھے لٹکا دیا تو کیا ہوگا"

عنبر نے بڑی نرمی سے کہا

" فکر نہ کرو۔ ہیں انہیں ایسا نہیں کرنے دونگا
کیٹی نے جھلا کر کہا۔

" لیکن تم اب کچھ کیوں نہیں کرتے؟"

عنبر بولا۔

" اچھا بابا۔ صبح تو ہو لینے دو۔ سب
ٹھیک ہو جائے گا۔"

ابھی صبح ہوئی ہی تھی کہ سنیاپتی کے حکم سے عنبر
اور کیٹی کو قید خانے سے نکال کر قید خانے کے بیچ
صحن میں لایا گیا۔ یہاں ایک درخت کے ساتھ ر
لٹک رہا تھا۔ کیٹی نے گھبرا کر کہا

" عنبر! خدا کے لئے کچھ کرو۔ اب کیوں
خاموش ہو، مجھے کچھ ہو گیا تو پھر کچھ کرو گے؟"

عنبر نے سنیاپتی کی طرف دیکھا اور باوقار آواز
میں کہا۔

" سنیاپتی! تم میرا اور اپنا وقت برباد کر
کر رہے ہو۔ تمہاری پھانسی میرا کچھ نہیں بگاڑ
سکے گی"

سنیاپتی کو غصہ آگیا۔ آج تک کسی نے اس
ایسی گستاخانہ بات نہیں کی تھی۔ اس نے عنبر کے

پر ایک طمانچہ مار دیا۔

اس بات کو عنبر نے کبھی برداشت نہیں کیا تھا۔
عنبر نے سنیاپتی کو گردن سے پکڑ کر ایک جھٹکا دیا
یہ جھٹکا اتنا شدید تھا کہ سنیاپتی چار قلابازیاں کھاتا دیوار
کے ساتھ جا ٹکرایا۔ دوسرے سپاہیوں نے تلواریں کھینچ
لیں اور عنبر پر حملہ کر دیا۔ کیٹی مسکرا رہی تھی وہ بھی
چاہتی تھی کہ عنبر اپنی غیر معمولی طاقت کا مظاہرہ کرے۔
عنبر کے جسم سے سپاہیوں کی تلواریں ٹکرا ٹکرا کر
ٹوٹ گئیں۔

سپاہی ڈر کر پتھر کی طرح بت بنے عنبر کو تکنے لگے
کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ عنبر کے جسم پر سوائے سوتی
کپڑے کے اور کچھ نہیں ہے۔ یہ حیرت انگیز منظر
سنیاپتی بھی دیکھ رہا تھا۔ عنبر نے اس عرصے میں ایک
سپاہی کو اٹھا کر اوپر کو زور سے اچھالا۔ سپاہی ایک
چیخ کے ساتھ قید خانے کی دو منزلہ دیوار سے بھی
اوپر اچھل گیا اور پھر پکے صحن پر ایسا گرا کر اس کی
دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔ یہ طاقت کسی دیوتا میں ہی
ہو سکتی تھی۔

سنیاپتی تو ششدر ہو کر رہ گیا۔ عنبر نے اسے گردن

سے کھینچ کر اوپر اٹھایا اور جنجھوڑ کر کہا
"میں نے تمہیں جان سے نہیں مارا اس لیے
کہ میں یونہی کسی کی جان نہیں لینا چاہتا۔ مگر میں نے
تمہیں سبق ضرور سکھایا ہے۔ اب بولو۔ کیا تمہیں
یقین آگیا ہے کہ تم کیا تمہاری ساری فوج بھی مل
کر مجھ پر حملہ کر دے تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔"
سنیاپتی نے بڑے ادب سے کہا
"مہاراج! مجھے معاف کر دیں۔ مجھ سے بھول
ہو گئی ہے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ آپ آسمانی
دیوتا ہیں۔"
کیٹی بھی عنبر کے قریب آگئی۔ سنیاپتی کی طرف عنبر نے
گھور کر دیکھا
"اب میرا ایک کام کرو۔ میرے ساتھ ادھر آؤ۔"
عنبر سنیاپتی کو ایک طرف لے گیا اور اسے کہا۔
"میں اس محل میں راجکماری پشپاولی سے ملنے
آیا تھا۔ تم مجھے راجکماری سے ملا دو۔ مجھے اس سے
کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"
سنیاپتی بولا۔
"میرے ساتھ آئیے مہاراج۔ میں ابھی آپ کی

ملاقات راجکماری سے کرائے دیتا ہوں"
سنیاپتی نے عنبر اور کیٹی کو ساتھ لیا اور قید خانے کے
صحن سے نکل کر شاہی محل کی طرف بڑھا۔ راجکماری اپنے
محل کے باغ میں کنیزوں کے ساتھ سیر کر رہی تھی سنیاپتی
نے عنبر اور کیٹی کو مہمان خانے میں ٹھہرایا اور خود راجکماری
سے جاکر کہا۔
"راجکماری صاحبہ! ایک آکاش کا دیوتا جس میں
موت کو شکست دینے کی طاقت ہے۔ آپ سے
ملاقات کرنے آیا ہے اگر اجازت ہو تو اسے پیش کروں"
راجکماری پشپاولی نے آنکھیں جھپکا کر کہا
"آکاش کا دیوتا؟"
"ہاں راجکماری جی! سنیاپتی بولا "میں نے
خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اس پر تلوار نے بھی
اثر نہیں کیا۔ شاید وہ آپ کو کوئی انعام و اکرام سے
نوازنا چاہتا ہے وہ ضرور بھگوان کا کوئی اوتار ہے۔"
راجکماری نے کہا
"اسے پیش کرو۔"
سنیاپتی نے عنبر اور کیٹی کو راجکماری کے سامنے
پیش کیا تو راجکماری نے غور سے عنبر اور کیٹی کو دیکھا

پھر ادب سے پرنام کیا اور کہا

" مہاراج! آپ کی میں کیا خدمت کر سکتی ہوں"

عنبر نے کہا،

" یہ میری بہن کیٹی ہے۔ ہم آپ کے پاس ایک خاص بات کرنے آئے ہیں۔ ان سہیلیوں کو یہاں سے رخصت کر دیجئے"

راجکماری نے اپنی کنیزوں کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔ عنبر نے سنیاپتی کو بھی وہاں سے بھجوا دیا جب باغ میں راجکماری، عنبر اور کیٹی اکیلے رہ گئے تو عنبر نے کہا۔

" راجکماری! آپ کی خاص کنیز کیسری کو کیا ہو گیا ہے؟ کیا اس نے کبھی آپ کے خلاف کوئی خطرناک سازش کی تھی؟"

راجکماری نے کہا۔

" بالکل نہیں مہاراج! میں تو خود حیران ہوں کہ میری پیاری سہیلی کیوں بیمار ہو گئی ہے"

کیٹی نے پوچھا۔

" یہ بتایئے کہ اندھے کنوئیں میں کیسری نے کس کو گرایا تھا؟"

راجکماری مسکرانے لگی۔

" ارے وہ تو کوئی دھوکے باز عورت تھی جو میرے پتاجی کی سلطنت کے خلاف کوئی سازش کرنے میرا بھیس بدل کر یہاں آگئی تھی۔ جب میں یہاں آگئی تو اس کا پول کھل گیا اور پتاجی نے اسے اندھے کنوئیں میں پھینکوا دیا۔ یہ کام چونکہ کیسری نے کیا تھا اس لئے اب اسے احساس ہو رہا ہے کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہے حالانکہ یہ حکم تو میرے پتاجی نے دیا تھا۔ میری سہیلی کیسری کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے"

عنبر نے کہا۔

" بس ہمیں آپ سے اتنا ہی کام تھا اب اجازت دیں"

عنبر کیٹی کو لے کر باغ سے واپس ہوا تو اس نے مڑ کر پوچھا۔

" نقلی راجکماری کہاں سے آئی تھی؟ کیا آپ کے راجہ باپ نے اس کی تفتیش نہیں کرائی؟"

راجکماری نے جواب دیا۔

" اس کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ لیکن نقلی راجکماری

کسی دور دیش کی لڑکی لگتی تھی کیونکہ اس کا رنگ
گورا اور بال سنہری تھے جو یہاں کی عورتوں کے
نہیں ہوتے۔

گورا رنگ اور سنہری بالوں کا سن کر عنبر اور کیٹی
چونک گئے۔ انہوں نے سوالیہ نگاہوں سے ایک دوسرے
کی طرف دیکھا۔ دونوں کے دلوں میں ایک ہی سوال
تھا۔ عنبر نے راجکماری سے سوال کیا۔

"کیا وہ یہاں خوش تھی؟"

راجکماری بولی۔

"اتنا مجھے میری سہیلی کیسری نے بتایا
تھا کہ نقلی راجکماری اکثر اداس رہتی تھی اور اپنے
کسی بھائی وغیرہ کو یاد کرتی رہتی تھی۔ شاید اس کے
بھائی کا نام — اب یاد نہیں آرہا۔"

عنبر اور کیٹی نے جلدی سے راجکماری کو سلام کیا
اور تیز تیز قدموں سے شاہی محل کے صحن سے نکل
کر محل کے پچھواڑے والے باغ میں آگئے جہاں
بند اندھا کنواں تھا۔

عنبر نے کہا۔ "کیٹی! یہاں ماریا دفن ہے۔"

عنبر نے کنوئیں کی چھت کو ایک طرف سے اکھاڑنا
شروع کر دیا۔

کیٹی بھی اس کے ساتھ لگ گئی۔ نیچے ماریا نے
چھت کو اکھڑتے دیکھا تو زور سے آواز دی۔

"تم کون ہو؟"

اب عنبر اور کیٹی کو اچانک ماریا کی خوشبو آئی عنبر
نے چلا کر کہا

"ماریا! ہم آگئے ہیں۔ فکر نہ کرو۔"

ماریا نے بھی نیچے سے خوش ہو کر آواز دی۔

"میرے خداوند نے میری دعا سن لی ہے
تمہارے ساتھ ناگ اور کیٹی بھی ہیں عنبر؟"

عنبر نے کہا

"صرف کیٹی ہے۔ ہم ناگ کی تلاش میں ہیں۔"

چھت ایک طرف سے کھل گئی تھی۔ عنبر اور کیٹی نے
نیچے جھانک کر دیکھا ماریا جسمانی حالت میں کنوئیں کی تہہ میں
گھاس پھونس پر کھڑی تھی۔

عنبر نے درخت کی ایک بڑی شاخ کو توڑ کر نیچے
کنوئیں میں لٹکایا۔ ماریا نے شاخ کو پکڑ لیا۔ عنبر نے
اسے اوپر کھینچ لیا۔ ماریا کو دیکھ کر عنبر اور کیٹی بہت

خوش ہوئے۔

"تم جسمانی حالت میں کب ظاہر ہوئیں۔ کیٹی
نے پوچھا۔

ماریا بولی:۔

"بس اس کم بخت بھیڑیئے کے منہ میں
گرتے ہی میں ظاہر ہو گئی اور یہاں ایک جنگل
میں پہنچی تو میں راجکماری پشپاولی کی شکل میں تھی
یہاں کنوئیں میں گری تو دوبارہ اپنی اصلی شکل
میں آگئی۔ تم سناؤ۔ تم یہاں کیسے پہنچے؟

عنبر نے کہا

"تمہارے جانے کے بعد ہمیں بھیڑیا مخلوق
نے پکڑ لیا اور ایک بھیڑیئے کے منہ میں گرا دیا"

"ناگ کا کچھ پتہ چلا؟ ماریا نے پوچھا

کیٹی بولی:۔

"ابھی تک تو وہ ملا نہیں مگر تم مل گئی
ہو۔ اس طرح خیال ہے کہ وہ بھی مل جائے گا"

عنبر نے کہا:۔

"چلو اس منحوس محل سے نکل چلتے ہیں"

ماریا کیٹی اور عنبر شاہی محل کے باغ سے نکل

ہی رہے تھے کہ اچانک سامنے شاہی جوتشی آگیا۔ اس
کے ہاتھ میں ترشول تھا۔ اس نے گرجدار آواز میں
کہا۔

"تم لوگ کنوئیں میں سے جس کو نکال کر لے
جا رہے ہو وہ شاہی مجرمہ ہے اور اسے موت
کی سزا ہو چکی ہے"

عنبر نے آگے بڑھ کر کہا

"تم کون ہو؟"

شاہی جوتشی بولا:۔

"میں شاہی جوتشی ہوں

کیٹی بولی۔

"غور سے دیکھو۔ جس کو تم اور تمہارے
راجہ نے موت کی سزا دے کر کنوئیں میں گرایا تھا
کیا یہ وہی عورت ہے؟"

شاہی جوتشی نے ماریا کو پہلے ہی دیکھ لیا تھا کہ اس
کی شکل اب راجکماری پشپاولی کی شکل نہیں تھی اس نے
اپنے خفیہ علم سے معلوم کر لیا تھا کہ یہ عورت کسی منتر
کے ذریعے شکل بدل سکتی ہے مگر شاہی جوتشی کو خطرہ
تھا کہ اگر یہ عورت زندہ رہی تو ناگ بھی زندہ رہے گا"

نمبر ناگ راجہ کو ہلاک کر دے گا اور شاہی جوتشی کا
راجہ کا خاص وزیر بننے کا سنہری موقع ہاتھ سے نکل
جائے گا۔

اس نے کہا

" یہ وہی عورت ہے۔ اس نے منتر کے
زور سے راجکماری کی شکل بنا رکھی تھی"،

عنبر نے کہا۔

" جوتشی مہاراج! آپ کو اگر اپنی یہ موٹی
توند پیاری ہے تو ہمارے راستے سے ہٹ جائیں
ورنہ آپ اپنی توند کے ساتھ اندھے کنوئیں میں
پڑے ہوں گے"

شاہی جوتشی بھاگ کر راجہ کے پاس گیا اور سارا ماجرا
کہہ سنایا۔ راجہ تو پریشان ہوگیا کہ اس کے قاتلوں میں سے
ایک زندہ ہے۔ اس نے فوراً حکم دیا کہ عنبر کیپٹی اور
ماریا تینوں کو قتل کر دیا جائے۔ سپاہی نیزے لے کر
ان کی طرف دوڑے۔ اس وقت عنبر اور کیپٹی اور
ماریا شاہی محل کے بڑے گیٹ پر تھے کہ سپاہی
نیزے لئے ان کی طرف لپکے۔ عنبر نے کیپٹی اور ماریا
سے کہا۔

"دوڑ کر اس چبوترے پر چڑھ جاؤ۔ میں انہیں
سنبھال لیتا ہوں"۔

سپاہی تعداد میں دس بارہ تھے۔ عنبر خالی ہاتھوں
ان کی طرف لپکا دو سپاہیوں نے عنبر پر نیزے پھینکے۔
دونوں نیزے عنبر کے جسم سے ٹکرا کر نیچے گر پڑے۔ عنبر
نے ایک سپاہی کو اٹھا کر زور سے اوپر اچھالا۔ سپاہی
شاہی محل کی چھت پر جا گرا۔ دوسرے کو اچھالا تو وہ
محل کے کنگرے میں جا کر اٹک گیا۔

عنبر کی اتنی زبردست طاقت دیکھ کر سپاہی وہیں
بُت بنے کھڑے رہ گئے اتنے میں راجہ بھی شاہی جوتشی کے
ساتھ وہاں آگیا۔ راجہ تلوار لے کر عنبر کی طرف بڑھا تو عنبر نے
راجہ کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر اوپر ہوا میں اٹھا لیا۔ راجہ
نے عنبر کے بازو پر تلوار مارنی شروع کر دی۔ تلوار
ٹوٹ گئی مگر عنبر کے بازو پر ایک ہلکی سی خراش بھی
نہ آئی۔

راجہ دہشت کھا گیا۔ عنبر نے اسے زمین پر اتار
لیا اور کہا

" مہاراج! اب آپ کو میری طاقت کا علم
ہو گیا ہوگا"،

اتنے میں سنیاپتی بھی بھاگا بھاگا وہاں پہنچ گیا۔
اس نے ہاتھ باندھ کر کہا

" مہاراج! یہ آکاش کا دیوتا ہے۔ راجکماری
سے کوئی بات پوچھنے اپنی بہن کے ساتھ آکاش
سے زمین پر آئے ہیں۔

راجہ نے بھی ہاتھ باندھ لئے۔

" مہاراج! مجھے معاف کر دیجئے۔ مجھ سے
غلطی ہو گئی"

ماریا اور کیٹی بھی چبوترے سے اتر کر نیچے آ گئیں
عنبر نے شاہی جوتشی سے اور راجہ سے اب صاف صاف
پوچھا کہ وہ ماریا کو کیوں ہلاک کرنا چاہتے تھے؟ محض
راجکماری کا بھیس بدل لینا اتنا بڑا جرم نہیں تھا۔ اب
راجہ نے ساری بات کھول کر بتا دی کہ شاہی جوتشی نے
حساب لگا کر بتایا تھا کہ ایک شخص اسے قتل کر دے گا۔

" میں نے اس شخص کو مارنے کے لئے سپاہی روانہ
کئے تو معلوم ہو کہ وہ شخص اصل میں کوئی سانپ ہے۔

عنبر نے تڑپ کر پوچھا

" بس بس۔ ہمیں بتاؤ کہ وہ شخص کہاں ہے
وہ سانپ انسان کہاں چلا گیا؟

راجہ نے کہا

" شاہی جوتشی نے اسے سانپ ہی کی حالت
میں پتھر بنا کر اندرا دیوی کی مورتی کے حلق میں
پھینک دیا تھا"

عنبر نے شاہی جوتشی کی طرف دیکھا

" مجھے اندرا دیوی کے پاس لے چلو اور بتاؤ
کہ اس وقت وہ سانپ انسان کہاں ہو گا"

شاہی جوتشی ہاتھ باندھ کر گڑگڑایا۔

" دیوتا مہاراج! مجھے شما کر دیں۔ مجھے معاف
کر دیں۔ سانپ انسان اس وقت اندرا دیوی کے
پاتال میں ہو گا۔ مگر یقین کریں کہ وہ زندہ ہو گا"

عنبر، ماریا اور کیٹی نے ایک دوسرے کی طرف
دیکھ کر گہرا سانس بھرا۔

کیٹی کا دشمن سیّارہ

عنبر نے جوتشی سے کہا

"ہمیں اندرا دیوی کے بت کے پاس لے چلو"

شاہی جوتشی نے عنبر ماریا کیٹی کو ساتھ لیا اور محل کے اندر بنے ہوئے اندرا دیوی کے مندر میں آ گیا۔ راجہ وکرم بھی ان کے ساتھ تھا۔ مندر میں لوبان سلگ رہا تھا۔ اندرا دیوی کا بڑا بت دیوار کے ساتھ اسی طرح لگا کھڑا تھا۔ اندرا دیوی کے بت کا منہ کھلا تھا اور اس میں ایک چوڑا اور گہرا سوراخ نظر آ رہا تھا۔ شاہی جوتشی نے مورتی کے منہ کی طرف اشارہ کر کے کہا

"سانپ انسان ناگ کو میں نے مورتی کے منہ والے گہرے شگاف میں پھینکا تھا"

عنبر نے شگاف میں جھانک کر دیکھا پھر شاہی جوتشی سے کہا۔

"میں تمہیں دو روز کی مہلت دیتا ہوں جس طرح تم نے ہمارے دوست ناگ کو مورتی کے منہ میں پھینکا ہے۔ اسی طرح اسے واپس بلاؤ"

شاہی جوتشی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ راجہ وکرم بولا

"بیٹے تم فکر مت کرو۔ ہم تمہارے دوست ناگ کو دو روز کے اندر اندر واپس لا دیں گے۔

راجہ نے شاہی جوتشی کو آنکھ کا اشارہ کیا۔ شاہی جوتشی سمجھ گیا کہ راجہ کے ذہن میں کوئی سازش پروان چڑھ رہی ہے۔ اس نے فوراً عنبر سے کہا

"میں پوری کوشش کروں گا"

راجہ نے عنبر ماریا اور کیٹی سے کہا

"آپ لوگ ہمارے مہمان بن کر شاہی مہمان خانے میں رہیں گے۔ ہم آپ کی ہر طرح سے خدمت کریں گے"

عنبر ماریا اور کیٹی محل کے شاہی مہمان خانے میں آ گئے۔

راجہ نے شاہی جوتشی کو ساتھ لیا اور اپنے خاص کمرے میں آ کر بولا

"ناگ میرا قاتل بننے والا ہے۔ تمہارے حساب

کے مطابق اگر ناگ واپس آگیا تو میری موت اس کے
ہاتھوں ہوگی ۔ یہ لوگ بھی اس کے ساتھی ہیں ۔ مجھے
ان سے بھی خطرہ ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کوئی ایسا
منتر پڑھ کر پھونکو کہ ناگ واپس نہ آسکے اور
ان تینوں سے نجات بھی ہمیشہ کے لیے مل جائے
کیا تم ایسا کر سکتے ہو؟"

شاہی جوتشی سوچ میں گم ہوگیا ۔ راجہ نے کہا

" اگر تم نے اس وقت مجھے ان لوگوں سے
ہمیشہ کے لیے بچا لیا تو میں تمہیں اپنا وزیراعظم بنا لوں
گا ۔ ان لوگوں پر صرف کسی جادو طلسم سے ہی قابو پایا
جا سکتا ہے ۔ یہ بڑے غیر معمولی طاقت والے
لوگ ہیں"

شاہی جوتشی نے گہری سوچ سے سر اٹھایا اور کہا

" مہاراج ! سام وید میں ایک منتر لکھا ہے
اس منتر کی خاصیت آگ ہے اور یہ اگنی دیوی کا
خاص منتر ہے ۔ مجھے اس منتر کا چلہ کرنا پڑے گا"

" تو پھر ابھی سے چلہ شروع کر دو" راجہ نے حکم دیا ۔

جوتشی نے کہا

" اس منتر سے اگنی دیوی خود حاضر ہو جائے گی

اور وہی مجھے بتائے گی کہ آپ کے دشمنوں سے کیوں
کر نجات حاصل ہو سکتی ہے ۔ میں آج رات چلہ
کر کے اگنی دیوی کو بلوانے کی کوشش کروں گا"

شاہی جوتشی نے اپنی کوٹھڑی میں جا کر آگ روشن کی اور
چلہ شروع کر دیا ۔ دوسری طرف شام کے وقت عنبر
ماریا اور کیٹی شہر میں کیسری کے گھر پہنچے اسے یقین
دلایا کہ اندھے کنوئیں میں اس نے جس راجکماری کو
دھکا دیا تھا وہ جادوگرنی تھی اور وہ فرار ہو چکی ہے ۔
کیسری کو عنبر کی بات پر یقین آگیا اور وہ صحت مند ہوگئی ۔
عنبر ماریا اور کیٹی شاہی مہمان خانے میں آکر بیٹھ گئے
اور ناگ کے واپس آنے کے بارے میں گفتگو کرنے لگے ۔
ادھر اسی محل کے ایک تنگ و تاریک کمرے میں شاہی
جوتشی بڑی گرمجوشی سے سام وید کے منتر پڑھ کر چلہ کر
رہا تھا ۔ رات کا پچھلا پہر ہوا تو جوتشی کا چلہ مکمل ہوگیا وہ
پسینے میں شرابور تھا اور آگ میں زعفران اور کافور
ڈال رہا تھا ۔

پھر اس نے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر باندھ لئے
اور آنکھیں آگ کے شعلوں پر گاڑ دیں اور کہا ۔

" اگنی دیوی ! میں نے تیرا چلہ پورا کر لیا

اب مجھ پر رحم کر اور اپنا آپ ظاہر کر دے مجھے
تمہاری ضرورت ہے۔"

آگ کے شعلوں میں اچانک ایک بجلی سی چمکی
اور ایک عورت کا چہرہ نمودار ہوا جس کے سر میں سے
شعلے بلند ہو رہے تھے۔ چہرہ انگارے کی طرح دہک
رہا تھا۔ شاہی جوتشی نے سر جھکا دیا اور منتر پڑھ کر بولا۔

" جے ہو اگنی دیوی کی جے ہو۔"

اگنی دیوی کے انگارہ ایسے سُرخ ہونٹ کھلے اور
اس کے حلق سے ایک زرد شعلہ باہر نکلا اور اس کی
کڑکڑاتی آواز آئی۔

" میرے پجاری نے مجھے کس لئے یاد کیا ہے؟"

شاہی جوتشی نے اگنی دیوی کو ناگ، عنبر، ماریا اور کیٹی
کے بارے میں سب کچھ بتا دیا کہ راجہ وکرم کو ان لوگوں
سے اپنی جان کا خطرہ ہے۔

" اگنی دیوی! راجہ وکرم تیرا پجاری ہے اگر
وہ مر گیا تو تیری پوجا کرنے والا ایک بھگت مارا
جائے گا۔ کیا تو یہ گوارا کرے گی کہ تیرے پجاری
کو لوگ مار ڈالیں!"

اگنی دیوی نے کڑکڑاتی آواز میں کہا

" ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ ناگ اندرا دیوی کے
پاتال میں گم ہو چکا ہے۔ عنبر ماریا اور کیٹی کو میں
ایسی جگہ پہنچا دوں گی کہ جہاں سے وہ کبھی راجہ وکرم
کی سلطنت کی حدود میں واپس نہیں آ سکیں گے۔"

شاہی جوتشی نے ہاتھ باندھ کر کہا

" اگنی دیوی! ہم پر کرم کرو۔ ہمیں بتاؤ کہ
عنبر، ماریا اور کیٹی سے نجات کس طرح حاصل ہو گی؟"

اگنی دیوی بولی۔

" جب میں چلی جاؤں گی تو آگ بجھ جائے گی
پھر تم کو اس آگ کی راکھ میں سفید رنگ کا
موتی ملے گا۔ تم اس موتی کو شربت میں گھول کر
عنبر ماریا اور کیٹی کو کسی طرح پلا دینا۔ اس کے
پینے سے یہ تینوں بے سدھ ہو جائیں گے پھر تم
انہیں باری باری اٹھا کر اندرا دیوی کے بت کے
منہ میں ڈال دینا۔ اس کے بعد یہ تمہارے تینوں
دشمن ایسی جگہ پہنچ جائیں گے جہاں سے یہاں
تک واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اب میں
جاتی ہوں۔"

اگنی دیوی کا انگارے ایسا چہرہ شعلوں میں غائب

ہو گیا۔ اس کے غائب ہوتے ہی شعلے بھی مدھم پڑتے
پڑتے بجھ گئے۔ شاہی جوتشی نے راکھ کو کریدا تو
اس کی تہہ میں انگور کے دانے کے برابر ایک سفید
موتی پڑا تھا جوتشی سفید موتی اٹھا کر وہاں سے چلا گیا
اس وقت صبح ہونے والی تھی۔ جوتشی سیدھا مہاراجہ
کے کمرے میں گیا۔ راجہ بے چینی سے اس کا انتظار کر رہا
تھا۔ جوتشی نے راجہ کو سارا ماجرا سنایا اور پھر سفید موتی
دکھایا۔ راجہ نے کہا

"شاباش! تم نے بہت بڑا معرکہ مارا ہے۔
اگر ہم کامیاب ہو گئے تو تم میرے وزیراعظم ہو گے۔
اس موتی کو شربت کی صراحی میں گھول کر ان تینوں
کو پلا دو۔ دیکھنا ہوشیاری سے یہ کام کرنا"

شاہی جوتشی نے کہا

"آپ بے فکر رہیں مہاراج! میں ان تینوں
کو یہ شربت پلا دوں گا"

شاہی جوتشی نے شیشے کی صراحی میں زرد رنگ
کا شربت ڈالا۔ پھر اس میں اگنی دیوی کا موتی ڈال
دیا شربت میں گرتے ہی موتی گھل گیا۔ شربت کا رنگ
بالکل نہ بدلا۔ اب شاہی جوتشی نے اپنی ایک خاص

لونڈی برتھالی کو بلایا اور کہا۔

"برتھالی! یہ شربت تمہیں شاہی مہمانوں
عنبر کیپٹی اور ماریا کو پلانا ہے۔ اگر تم یہ شربت
انہیں پلانے میں کامیاب ہو گئی تو میں وزیراعظم
بن جاؤں گا اور تم میری رانی بنو گی۔ یہ میں
تم سے وعدہ کرتا ہوں"

برتھالی خوش ہو کر بولی۔

"مہاراج! یہ کونسا مشکل کام ہے۔ میں
صبح کے ناشتے پر تینوں مہمانوں کو یہ شربت پلا
دوں گی"

برتھالی شربت کی صراحی لے کر چلی گئی۔
عنبر ماریا اور کیپٹی اپنے کمرے میں شاندار بستروں
پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ برتھالی سونے کے
طشت میں شربت کی صراحی اور تین چاندی کے گلاس
رکھے مسکراتی ہوئی داخل ہوئی۔ آتے ہی اس نے
جھک کر ادب سے سلام کیا اور کہا

"میں اپنے شاہی مہمانوں کے لئے
شربتِ بادام لے کر آئی ہوں"

اس وقت عنبر کا غیبی شیشہ کیپٹی کے ہاتھ میں

تھا اور وہ اس کی سوئی اور ڈگریوں کے ہندسوں کو
غور سے دیکھ رہی تھی۔ لونڈی برتھالی کو آتے دیکھ
کر اس نے غیبی شیشہ ہتھیلی میں چھپا لیا اور کہا
"یہ شربت کس نے بھیجا ہے؟"
برتھالی بولی۔
"شریمتی جی! یہ میں نے خود اصلی باداموں
سے تیار کیا ہے۔ میری خوش قسمتی ہوگی اگر آپ
اسے شوق سے پئیں گے"
برتھالی نے تینوں گلاسوں میں شربت ڈال دیا۔ عنبر
اور ماریا اور کیٹی کو برتھالی پر ذرا سا بھی شک نہ ہوا۔
کیونکہ وہ شربت کے بارے میں باتیں کرنے کی بجائے
موسم اور صبح کی تازہ ہوا کے بارے میں باتیں کرنے
لگی تھی۔ عنبر اور ماریا نے اپنے اپنے گلاس تھام
لئے۔ اگرچہ انہیں کھانے پینے کی ضرورت نہیں تھی پھر
بھی شربت میں سے باداموں کی خوشبو سونگھ کر انہوں
نے شربت پی
کیٹی کا گلاس ابھی اس کے ہاتھ میں ہی تھا کہ
اچانک عنبر اور ماریا کو ایک دھچکا سا لگا اور وہ
بستروں پر اچھل کر نیچے گر پڑے۔ کیٹی گلاس پھینک

کر چیخی۔
"عنبر! ماریا!"
اس کے ساتھ ہی گھبراہٹ میں کیٹی کی انگلی غیبی
شیشے کے بٹن سے جا ٹکرائی اور بٹن دب گیا اور اس
میں سے روشنی کا گول دائرہ نکل کر کیٹی پر پڑا۔ کیٹی
کا جسم روشنی میں ایک دم چمک اٹھا۔ وہ اپنی جگہ
پر پتھر بن گئی اور برتھالی کے دیکھتے دیکھتے وہ چمکیلے
ذروں میں تبدیل ہو کر ایک دم غائب ہو گئی۔ عنبر اور
ماریا اپنے اپنے بستروں پر بے ہوش پڑے تھے۔
برتھالی نے کیٹی کو غائب ہوتے دیکھا تو ڈر کر
بھاگ گئی۔ اس نے شاہی جوتشی کو جا کر سارا ماجرا
سنایا تو شاہی جوتشی بھی حیران ہو کر رہ گیا۔ وہ تیز تیز قدم
اٹھاتا شاہی مہمان خانے میں آیا۔ اس نے دیکھا کہ عنبر اور
ماریا تو بے ہوش پڑے تھے مگر کیٹی غائب تھی۔ اس
نے گھبرا کر برتھالی سے پوچھا
"کہیں یہ عورت بھاگ تو نہیں گئی تھی؟"
برتھالی نے اندرا دیوی کی قسم کھا کر کہا
"میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا کہ
روشنی کا ایک گول دائرہ کیٹی پر پڑا۔ اس کا جسم

چاندی کی طرح چمکا اور وہ غائب ہوگئی۔

جوتشی کو معلوم تھا کہ کوئی عورت اندرا دیوی کی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتی۔ مگر وہ اس بات سے پریشان تھا کہ کیٹی اگر کسی طلسم کی وجہ سے غائب ہوگئی ہے تو کہیں وہ اسے نقصان نہ پہنچائے۔ لیکن اس وقت اسے عنبر اور ماریا کو ٹھکانے لگانا تھا۔ جو اس کے سامنے بے ہوش پڑے تھے۔ شاہی جوتشی نے راجہ وکرم کو بھی وہاں بلوا لیا اور اسے یہ نہیں بتایا کہ کیٹی اپنے کسی طلسم کی وجہ سے غائب ہوگئی ہے بلکہ یہ کہا کہ اگنی دیوی نے کیٹی کو ہمیشہ کے لئے جلا کر بھسم کر دیا ہے۔ باقی عنبر اور ماریا بے ہوش ہے۔

"ہم اب ان دونوں اٹھا کر اندرا دیوی کے منہ میں ڈال دیں گے تاکہ آپ کے دشمن ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو جائیں گے"

راجہ وکرم بہت خوش ہوا۔ اسی وقت اپنے دو خاص سپاہی اس نے وہاں منگوائے۔ سپاہیوں نے بے ہوش عنبر اور ماریا کو اٹھایا اور اندرا دیوی کے مندر میں لے گئے۔

اندرا دیوی کی مورتی منہ پھاڑے کھڑی تھی۔ راجہ کے حکم پہ عنبر اور ماریا کو مورتی کے منہ میں ڈال دیا گیا۔ دونوں مورتی کے حلق کے غار میں گرتے ہی چلے گئے۔ اندھیرے میں طوفانی ہوائیں انہیں اڑائے لئے جا رہی تھیں۔ عنبر اور ماریا کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں دونوں بے ہوش تھے۔

پھر وہ دونوں ایسے پہاڑوں کے درمیان ایک وادی میں جا کر گرے جہاں چاروں طرف برف ہی برف تھی۔ سردی اتنی زیادہ تھی کہ وہاں کوئی پرندہ تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ اردگرد برف پوش پہاڑوں کی چوٹیاں اور بڑے بڑے برفانی تودے ساکت کھڑے تھے۔ عنبر اور ماریا برف میں دبے بے ہوش پڑے رہے تھوڑی دیر بعد انہیں ہوش آ گیا۔ عنبر نے آنکھیں کھول کر دیکھا کہ ماریا اس کے پاس ہی برف پر بے سدھ پڑی تھی۔ عنبر نے اسے آواز دی تو اس نے بھی آنکھیں کھول دیں۔

"عنبر! ہم کہاں آ گئے ہیں؟"

ماریا چاروں طرف برف پوش پہاڑیوں کو دیکھ کر بولی

عنبر نے کہا

"یہ سارا شربت کا کرشمہ ہے۔ ہم
بے ہوش ہو گئے تھے۔ خدا جانے اس جادوگر جوتشی
نے اپنے جادو کی مدد سے کہاں سے کہاں لا
پھینکا ہے ....."
ماریا نے کہا
"مگر کیٹی کہاں ہے؟"
"یہی تو میں حیران ہوں" عنبر بولا۔
وہ ہمارے ساتھ کیوں نہیں آئی؟"
ماریا کہنے لگی
"جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے اس نے
ابھی شربت نہیں پیا تھا کہ ہم بے ہوش ہو گئے
میں نے دیکھا تھا کہ شربت کا گلاس کیٹی کے ہاتھ
میں ہی تھا"
عنبر بولا۔
"اس کے ہاتھ میں میرا غیبی شیشہ بھی تو تھا۔
ماریا چونک کر بولی
"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ وہ غیبی شیشے
کا بٹن دبا کر غائب ہو گئی ہو؟"
عنبر سوچنے لگا۔ پھر بولا

"مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیٹی کو ہمیں چھوڑ
کر جانے کی کیا ضرورت تھی؟"
ماریا نے کہا
"ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ گھبراہٹ میں
کیٹی کا ہاتھ بٹن پر پڑ گیا ہو اور وہ دب گیا ہو
اور غیبی شیشے کی روشنی اس پر پڑ گئی ہو اور وہ
غائب ہو گئی ہو"
عنبر بولا۔
"ایسا ہو سکتا ہے"
ماریا نے کہا
"ضرور ایسا ہی ہوا ہے عنبر! خدا جانے
اب بے چاری کیٹی کہاں ہو گی"
عنبر نے چاروں طرف برف پوش پہاڑیوں کو دیکھا
اور بولا۔
"کیٹی جہاں بھی ہو گی اپنی حفاظت کر
سکے گی اس کے پاس غیبی شیشہ ہے مگر سوال
یہ ہے کہ اس وقت ہم کہاں آ گئے ہیں؟"
ماریا نے کہا "ہم کسی پہاڑی سلسلے میں ہیں۔ لیکن

ایک بات کی تسلی ہے کہ یہاں ہماری ناگ سے
ملاقات ہو سکتی ہے"

"وہ کیسے؟" عنبر نے پوچھا
ماریا بولی۔

"وہ اس طرح کہ ناگ کو بھی اندرا دیوی
کی مورتی کے منہ میں پھینکا گیا تھا اور میرا خیال ہے
کہ ہمیں بھی اسی مورتی کے مُنہ میں پھینکا گیا ہے
کیونکہ جوتشی نے کہا تھا کہ اندرا دیوی کی مورتی
کے مُنہ میں پھینکے جانے سے انسان اندرا دیوی
کے پاتال میں پہنچ جاتا ہے۔ یقیناً اس نے
ہم سے نجات حاصل کرنے کے لئے ہمیں بھی
اندرا مورتی کے منہ میں ہی پھینکا ہوگا۔

عنبر نے کہا

"اس کا مطلب ہے ہم اس وقت پاتال
میں ہیں"

ماریا بولی۔

"بالکل"

عنبر بولا

"میرا تو خیال ہے کہ ہم اپنی اصلی دنیا میں

آگئے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم کس زمانے
میں نکل آئے ہیں۔ ان برف پوش پہاڑوں سے
تو ہمیں کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ہمیں یہاں سے
نکل کر کسی وادی میں یا بستی میں جانا ہوگا۔ ویسے
خدا کرے کہ ناگ بھی اسی زمانے اور اسی دنیا
میں ہو"۔

عنبر اور ماریا برف پر چلنے لگے۔ عنبر نے کہا

"حیرانی کی بات ہے کہ تم ابھی تک
غائب نہیں ہوئی ہو"

ماریا چلتے چلتے بولی

"شاید میں ابھی تک اندرا دیوی کے
طلسم میں ہوں۔ جب طلسم ختم ہوا تو میں اچانک
غائب ہو جاؤں گی"

اسی طرح باتیں کرتے وہ برف میں چلے جا رہے
تھے۔ اگر ان میں غیر معمولی طاقت نہ ہوتی تو وہاں اسقدر
شدید ٹھنڈ تھی کہ ان دونوں کی قلفی جم جاتی۔ مگر انہیں
اتنی شدید سردی میں بھی ہلکی ہلکی خُنکی ہی محسوس ہو
رہی تھی۔ برف نرم تھی اور ان کے پاؤں برف میں
دھنس جاتے تھے۔

وقت دن کا تھا۔ روشنی ضرور تھی مگر چاروں طرف کہرا چھایا ہوا تھا۔ چلتے چلتے وہ برف کے ایک چبوترے پر آ گئے۔ یہ ایک چھوٹا گلیشئر تھا۔ عنبر نے دیکھا کہ آگے پہاڑی ڈھلان تھی جو دُور نیچے ایک وادی تک چلی گئی تھی۔ عنبر نے ماریا سے کہا

"اگر میں اس برفانی تودے پر زور سے لات ماروں تو ہو سکتا ہے یہ پھسل پڑے اور ہم تیزی سے نیچے وادی میں پہنچ جائیں۔"

ماریا نے کہا

"اگر تمہیں یقین ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے تو تجربہ کر کے دیکھ لو۔"

عنبر نے مسکراتے ہوئے برفانی تودے پر پوری طاقت سے لات ماری اس کی ٹھوکر میں اتنی طاقت تھی کہ برفانی تودہ اپنی جگہ سے ہل گیا اور پھر ایک زبردست گڑگڑاہٹ کے ساتھ ڈھلان پر پھسلنے لگا۔

"ماریا! مجھے مضبوطی سے پکڑ لو۔"

ماریا نے عنبر کے بازو کو پکڑ لیا۔ برفانی تودہ شور مچاتا۔ گرجتا ہوا برفانی ڈھلان پر سے تیزی سے

پھسلتا چلا گیا۔ اس کی رفتار گرمی کی وجہ پگھلتا بھی جا رہا تھا وادی میں پہنچ کر وہ ایک دریا میں ایک دھماکے کے ساتھ جا گرا۔ یہ دریا دو پہاڑوں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔

عنبر اور ماریا اچھل کر دریا کے دوسرے کنارے پر جا گرے۔

برفانی تودے کے دریا میں گرنے سے پانی کی لہریں اوپر کو اچھلیں اور دریا میں جیسے سیلاب آ گیا۔ عنبر اور ماریا پہاڑی دیوار کے ساتھ ایک کھوہ میں لگ کر کھڑے ہو گئے۔ جب بچا کھچا برفانی تودہ دریا کے پانی میں ڈوب کر غائب ہو گیا تو عنبر اور ماریا کھوہ سے باہر نکل آئے اور دریا کے ساتھ ساتھ چلنے لگے

آگے جا کر دریا ایک میدان میں داخل ہو گیا۔ برف ختم ہو گئی تھی۔ یہاں اونچے نیچے میدان میں گھاس اور جھاڑیاں اُگی تھیں۔ کہیں کہیں چیڑھ کے درختوں کے جھنڈ بھی نظر آ رہے تھے۔ سرد ہوا چل رہی تھی۔ ماریا نے کہا

"میرا خیال ہے کہ ہم ہندوستان کے ملک میں ہیں اور یہ ہمالیہ کے پہاڑوں کا سلسلہ

ہے جہاں سے ہم گزر کر آ رہے ہیں"
عنبر نے کہا

"تمہارا خیال درست لگتا ہے ہم یقیناً ہمالیہ کی وادی میں ہیں۔ یہ درخت چیڑھ کے درخت ہیں اور اخروٹ کے درخت بھی ہیں"
ماریا نے کہا

"مگر ابھی تک ہمیں کوئی بستی دکھائی نہیں دے رہی"

"آگے کوئی نہ کوئی بستی ضرور ملے گی"
عنبر نے کہا۔

عنبر اور ماریا خاموشی سے آگے بڑھتے چلے گئے۔

○

ناگ اس وقت سونالینی کو آریا سردار کھان کی نیند سے نکال کر گھوڑے پر بٹھائے اس کے جاگیردار باپ کے ہاں موہنجوڈرو کی طرف لئے جا رہا تھا۔ عنبر اور ماریا اسی ملک ہندوستان کے ہمالیہ پہاڑوں کی وادی سے گزرتے ہوئے ویشالی ریاست کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ان کو ہم اسی جگہ چھوڑتے ہیں اور

کیٹی کی طرف چلتے ہیں کہ غیبی شیشے کی روشنی نے اسے غائب کیا تو وہ کہاں جا پہنچی۔

گھبراہٹ میں کیٹی کے ہاتھ سے غیبی شیشے کا بٹن دب گیا تھا۔ چنانچہ اسے کچھ خبر نہیں تھی کہ وہ کہاں جا کر نکلے گی۔ اتنا اسے ضرور احساس تھا کہ غیبی شیشہ اسے کسی نہ کسی خلائی سیارے پر ہی پہنچائے گا۔

غیب ہوتے وقت تو اسے کوئی ہوش نہیں تھا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ تاریک خلا میں ایک بہت بڑے پہیئے کے اوپر بنے ہوئے فولاد کے ایک چبوترے پر کھڑی ہے۔ یہ گول پہیہ اتنا بڑا تھا کہ کیٹی اس پر کھڑی چھوٹی سی لگ رہی تھی۔ یہ پہیہ آہستہ آہستہ اپنی جگہ پر رکا ہوا گھوم رہا تھا۔ اس کے بہت بڑے بڑے پھولے ہوئے دائرے میں جگہ جگہ روشنیاں ہو رہی تھیں۔ یہ روشنیاں کھڑکیوں کے شیشوں میں سے نکل رہی تھیں۔ کہیں زرد روشنی تھی تو کہیں سرخ روشنی — پہیئے کے درمیان میں ایک بہت بڑا گنبد تھا۔ اس گنبد تک پہیئے کے درمیان میں سے گول بڑے بڑے بند پائپ چلے گئے تھے۔

کیٹی چونکہ خود خلائی مخلوق تھی اس لئے وہ جانتی تھی کہ دو سیاروں کے درمیان خلا میں کہیں کہیں اس قسم کی مصنوعی خلائی بستیاں آباد کر دی جاتی ہیں ان خلائی بستیوں میں عام طور پر لیبارٹریاں قائم ہوتی ہیں۔ جہاں مختلف قسم کے سائنسی تجربات کئے جاتے ہیں اور خلاء میں جو مصنوعی سیارے یا خلائی جہاز خراب ہو جاتے ہیں ان کو یہاں لاکر ان کی مرمت کی جاتی ہے۔ اس قسم کی لیبارٹریوں اور خلائی کارخانوں کو سکائی لیپ کہتے ہیں یہ بھی کوئی سکائی لیپ ہی تھی۔

کیٹی کو ابھی تک یہ معلوم نہیں تھا کہ اس سکائی لیپ میں کس قسم کی مخلوق رہتی ہے اور وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گی؟ کیٹی جہاں کھڑی تھی وہاں آہستہ آہستہ خلائی تابکاری نے اس پر اثر کرنا شروع کر دیا تھا۔

وہ فولادی سٹینڈ پر سے آہستہ آہستہ چل کر اس کے کنارے پر آئی تو اس نے دیکھا کہ نیچے ایک گول ڈھکنا لگا تھا۔ کیٹی نے اسے آہستہ سے اوپر اٹھایا تو سٹیل کا ایک چھوٹا زینہ نیچے جا رہا تھا کیٹی آہستہ آہستہ سے سیڑھی پہ آگئی۔ سیڑھی پر آتے

ہی اوپر والا زینہ ایک ہلکی سی گرر گرر کی آواز کے ساتھ اپنے آپ بند ہو گیا۔ کیٹی اب ہلکے نیلے رنگ کی دھندلی سی روشنی میں نیچے جاتی ایک چمنی میں کھڑی تھی یہ فولاد کی چمنی بالکل سیدھی نیچے چلی گئی تھی۔ سیڑھی اس کے اندر دیوار کے ساتھ ساتھ نیچے چلی گئی تھی۔

کیٹی نیچے اترنے لگی۔ کافی نیچے جانے کے بعد چمنی ایک طرف کو گھوم گئی۔ اب کیٹی نے دیکھا کہ وہ تو ایک ائرکنڈیشنر والے پائپ میں آگئی ہے۔ اس ائرکنڈیشنر کے پائپ میں سے ایسی غیر نقصان دہ ایٹمی شعاعیں گزر رہی تھیں جو سکائی لیپ کی فضا کے درجہ حرارت کو اندر کی مخلوق کی مرضی کے مطابق رکھتی تھی۔

اس درجہ حرارت سے کیٹی کو ایک عجیب انکشاف کا احساس ہوا۔ یہ درجہ حرارت بالکل اس کے اپنے جسم کا درجہ حرارت تھا۔ وہ لرز سی گئی۔ کہیں وہ اپنے سیارے کی مخلوق کی سکائی لیپ میں تو نہیں آگئی! اس کی اپنی مخلوق اس کی جان کی دشمن تھی۔ آپ نے عنبر، ناگ، ماریا کی کسی پچھلی قسط میں پڑھا ہو گا کہ

کیٹی ملک مصر کے ایک اہرام میں اپنی مخلوق سے
بچ کر ماریا کے پاس چھپ گئی تھی۔ کیٹی کو اس کی
مخلوق کے لیڈر نے ایک بے گناہ عورت کو ہلاک کرنے
کا حکم دیا تھا۔ جس کو کیٹی نے ماننے سے انکار کر
دیا تھا۔ کیونکہ وہ کسی بے گناہ انسان کا خون کرنا بہت
بڑا گناہ سمجھتی تھی۔

اس نافرمانی کے بعد کیٹی کی مخلوق کے ساتھی لیڈر
نے جو دوسرے آدمیوں اور کیٹی کے ساتھ ہی اپنے
سیارے سے زمین پر آیا تھا کیٹی کو آخری وارننگ دی اور
پھر کیٹی کو ہلاک کرنے کے لئے اہرام کے غار میں
داخل ہو گیا۔ اس نے غار میں ہلاکت خیز گیس کا
ایک بم پھینکا۔ ماریا تابوت میں تھی۔ ماریا نے
کیٹی کو اپنے تابوت میں داخل کر کے تابوت بند
کر دیا۔ پھر ماریا اسے ساتھ لے کر اہرام سے
غائب ہو گئی۔

تب سے لے کر آج تک کیٹی کے سیارے کی
مخلوق اس کی تلاش میں تھی کہ جہاں بھی کیٹی ملے
اسے ہلاک کر دیا جائے۔ مگر کیٹی نے عنبر ناگ ماریا
کے ساتھ اپنا سفر شروع کر دیا اور یوں وہ کہیں کی

کہیں نکل گئی اور اس کی دشمن مخلوق ناکام ہو کر واپس
خلا میں اپنے سیارے میں چلی گئی۔

اب کیٹی نے محسوس کیا کہ اگر اس کے جسم کا درجہ
حرارت اس ائرکنڈیشنر کے پائپ کے درجہ حرارت
کے مطابق ہے تو اس کا مطلب صاف طور پہ یہی ہے
کہ وہ اپنی مخلوق کی سکائی لیپ میں پہنچ گئی جو اس
کی جان کی دشمن ہے۔

کیٹی نے واپس جانے کا فیصلہ کیا۔ پھر اسے خیال
آیا کہ وہ واپس کہاں جائے گی۔ سکائی لیپ کے
باہر تو خلا ہی خلا ہے۔ خلائی پہیئے کے باہر تو وہ
دیکھ لی جائے گی اور اسے پکڑ لیا جائے گا۔ اس
سے تو یہی بہتر ہے کہ اگر یہ سکائی لیپ واقعی اس کی
دشمن مخلوق کی سکائی لیپ ہے تو اس کے اندر کسی
جگہ چھپ کر پھر یہاں سے کسی مرمت شدہ خلائی جہاز
کو اغوا کر کے فرار ہونے کی کوشش کی جائے چنانچہ
کیٹی نے پائپ کے اندر رینگنا شروع کر دیا۔
ائرکنڈیشنر کا پائپ کئی جگہوں سے گھوم کر سکائی
لیپ میں کافی دور تک چلا گیا تھا۔ کیٹی پائپ میں
کھڑی نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ گھٹنوں کے بل بھی نہیں

چل سکتی تھی۔ بس اوندھی لیٹ کر ہی آگے کو رینگ
سکتی تھی۔ ایک جگہ کیٹی کو پائپ میں پہلو والے
سے روشنی آتی دکھائی دی۔ کیٹی رینگتی ہوئی وہاں پہنچی
تو اس نے دیکھا کہ یہ ایک گول روشندان ہے جس کے
آگے جالی لگی ہے۔ دوسری طرف سے خلائی مخلوق
کی باتوں کی آواز آرہی تھی۔ کیٹی نے کان لگائے
اس کا جسم خوف سے کانپ اٹھا۔ یہ مخلوق اس
زبان میں باتیں کر رہی تھی۔ یہ کیٹی کا دشمن سیارہ
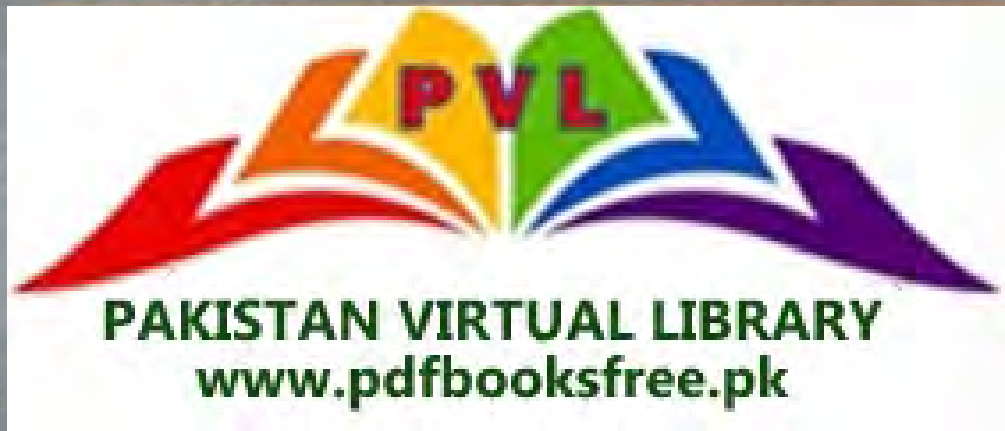
کیٹی نے جالی میں سے جھانک کر دیکھا
یہ ایک چوکور کمرہ تھا جس کے وسط میں سٹیل کی میز کے
گرد تین آدمی بیٹھے کوئی تجربہ کر رہے تھے۔ ان میں سے
اوٹانگ کو کیٹی نے صاف پہچان لیا۔ یہ وہی لیڈر تھا
جس نے کیٹی کو ہلاک کرنے کا حکم دیا تھا اور وہ اپنی جان
بچا کر ملک مصر کے اہرام میں ماریا کے ساتھ بھاگ گئی
تھی۔ کیٹی پر ایک لمحے کے لئے خوف سا طاری ہوگیا
یہ لوگ اس کے جانی دشمن تھے اور اسے بڑی آسانی
سے ہلاک کر سکتے تھے۔ وہ بدقسمتی سے اپنی دشمن
مخلوق کے پاس آگئی تھی۔

کیٹی نے گھبرا کر پائپ میں آگے کی طرف تیزی سے
رینگنا شروع کر دیا۔ وہ کسی نہ کسی طرح اس جگہ
سے نکل جانا چاہتی تھی۔ کافی دور پائپ میں رینگتے
رہنے کے بعد کیٹی کو اپنے سر کے اوپر ایک ڈھکنا

دکھائی دیا۔ کیٹی نے اندر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ ڈھکن آہستہ آہستہ اوپر اٹھتا چلا گیا۔

کیٹی جلدی سے باہر آگئی۔ اس نے دیکھا کہ سکائی لیپ کے گول پہیئے سے چند گز دور ایک خلائی جہاز کھڑا تھا شاید یہ مرمت کے لئے یا ایٹمی ایندھن لینے وہاں آیا تھا۔ خلائی جہاز درمیان سے اڑن طشتری کی طرح گول تھا۔ اس کے دونوں پہلوؤں پر دو ایٹمی جیٹ انجن لگے تھے اور اوپر ایک خلائی ڈائیل لگا تھا۔ جس پر ایک سے لے کر بارہ تک کے ہندسے بنے ہوئے تھے۔ کیٹی نے اپنے سیارے کے جہاز کو صاف پہچان لیا۔ اس کے سیارے پر اس قسم کے خلائی جہاز چلا کرتے تھے۔ اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے یہ جہاز خالی ہو۔ پھر وہ اسے اغوا کر کے وہاں سے فرار ہو سکتی ہے۔

کیٹی سوراخ میں سے باہر نکل آئی۔

خلائی جہاز اس سے چند گز دور کھڑا تھا۔ کیٹی چھلانگ لگا کر اس جہاز کے گول پلیٹ فارم پر آگئی۔ اس کے اوپر آتے ہی خلائی جہاز کا خطرے کا سائرن چیخ اٹھا۔ کیٹی گھبرا گئی۔ وہ پلیٹ فارم پر ایک طرف کو بھاگی۔ سامنے سے اسے اپنی مخلوق کے چار آدمی

آتے نظر آئے۔ کیٹی پریشان ہو کر پیچھے کو دوڑی اور اس نے واپس سکائی لیپ کے پائپ پر چھلانگ لگا دی۔ وہ ائر کنڈیشنر کے پائپ میں گھسنے ہی والی تھی کہ اچانک خلائی جہاز کے آگے سے ایک تڑاخے کی آواز کے ساتھ دو فولادی سپرنگ اچھل کر باہر نکلے اور کیٹی کے جسم کے ساتھ لپٹ گئے۔ کیٹی نے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کی مگر فولاد کے سپرنگ اس کے جسم کے گرد لپٹ گئے تھے اور اس کا جسم ان میں جکڑ گیا تھا کیٹی کو اب اپنے غیبی شیشے کا خیال آیا مگر اب وقت گزر چکا تھا۔ فولادی سپرنگ کیٹی کو جکڑے ہوئے پیچھے لے جانے لگے۔

اور پھر خلائی جہاز کا ایک گول دروازہ کھل گیا اور فولادی سپرنگ کیٹی کو کھینچ کر اندر لے گئے۔ کیٹی ایک اندھیرے پائپ میں سے گزر کر ایک تکونے کمرے میں آگئی۔ سپرنگ ابھی تک اس کے جسم کے گرد چمٹے ہوئے تھے۔ کیٹی کے پاؤں فرش کے ساتھ لگ گئے تھے مگر وہ ابھی تک فولادی سپرنگ کے شکنجے میں تھی۔ سامنے والی دیوار ایک طرف کو ہٹ گئی اور اس کے اندر سے

کیٹی کی اپنی مخلوق کے دو آدمی خلائی سوٹ میں ملبوس نکل
کر سامنے آ گئے۔ ان کے سینوں پر کیٹی کے سیارے کا مونوگرام
چمک رہا تھا۔

انہوں نے کیٹی کی طرف دیکھا اور اسے فوراً پہچان لیا۔
وہ مسکرائے ایک نے کیٹی کے قریب آکر کہا۔

"کیٹی! تم شاید مجھے نہ پہچانو۔ مگر میں نے
تمہیں پہچان لیا ہے۔ کیونکہ جن چار آدمیوں نے اہرام
مصر میں داخل ہوکر تم پر گیس کا بم پھینکا تھا ان میں
ایک میں بھی تھا۔"

کیٹی نے کہا

"میں کیٹی نہیں ہوں۔ تمہیں غلطی لگی ہے۔"

دونوں آدمی ہنس پڑے۔

"کیٹی! گھبراہٹ میں تم بھول گئی ہو کہ تم
نے یہ فقرہ ہماری ہی زبان میں ادا کیا ہے۔ جو اس
بات کا کھلا ثبوت ہے کہ تم کیٹی ہی ہو۔"

کیٹی کو اپنی حماقت پر رونا آ گیا۔ ان آدمیوں سے
کیٹی نے اپنے سیارے کی زبان میں بات کی تھی جس
کا جواب قدرتی طور پر کیٹی نے اسی زبان میں دے دیا۔
کیونکہ یہ زبان کیٹی کی مادری زبان تھی۔

ں نے اپنی ہار مانتے ہوئے سر جھکا دیا اور پھر کہا۔

"تم لوگ میرے ساتھ کیا سلوک کرنے والے
ہو؟ میں نے ایک انسان کی جان بچانے کے لئے
تمہارے لیڈر اوٹانگ کا حکم نہیں مانا تھا۔ یہ کوئی
جرم نہیں ہے۔"

آدمی بولا۔

"تم نے اوٹانگ ہی کا نہیں بلکہ چیف کا
حکم نہیں مانا تھا۔ کیونکہ اوٹانگ نے اپنے چیف کی
ہدایت پر تمہیں حکم دیا تھا۔"

رے آدمی نے کہا

"تم نے ایسا جرم کیا ہے جس کی سزا ہمارے
سیارے کے قانون کے مطابق موت ہے یہ تم بھی
جانتی ہو۔"

لا آدمی کہنے لگا۔

"ہم نے تمہیں اسی وقت پہچان لیا تھا۔ جب
تم ائرکنڈیشنر کے پائپ سے باہر آئی تھیں۔ ہم انتظار
کر رہے تھے کہ تم خلائی جہاز پر چھلانگ لگاؤ اور ہم تمہیں
اپنے شکنجے میں جکڑ لیں۔ چلو لیڈر اوٹانگ تمہاری
راہ دیکھ رہا ہے۔ تمہاری قسمت کا فیصلہ ہو چکا ہے

دونوں خلائی آدمی کیٹی کے کپڑوں کی تلاشی لینے لگے۔
اس کی چمڑے کی جیکٹ کی جیب میں سے غیبی گول شیشہ
نکلا تو وہ آدمی ہنس کر بولا۔

" تمہیں دنیا والوں میں جاکر میک اَپ کرنے
کی عادت پڑ گئی ہے شاید"

کیٹی نے جلدی سے کہا

" یہ شیشہ میری جیب میں ہی رہنے دو"

دوسرا آدمی کہنے لگا۔

" تمہاری ہر چیز لیڈر اوٹانگ کے حوالے
کر دی جائے گی۔ تم ہماری قیدی عورت ہو جس کو
موت کی سزا سنائی جا چکی ہے۔

انہوں نے ایک بٹن دبایا۔ فولادی سپرنگ کیٹی کے
جسم سے الگ ہو گئے۔ کیٹی کو اسی وقت گرفتار کر کے
اس کے ہاتھ سٹیل کی ہتھکڑی میں جکڑ دیئے گئے۔
ایک لفٹ کے ذریعے کیٹی کو خلائی جہاز سے نکال کر سکائی لیب
کی خصوصی لیبارٹری میں پہنچا دیا گیا۔

یہاں لیڈر اوٹانگ پہلے ہی سے کیٹی کے انتظار میں
تھا۔ کیٹی نے اسے پہچان لیا۔ اوٹانگ نے کیٹی کو دیکھتے
ہی قہقہہ لگا کر کہا

" آخر ہم تمہیں گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔
کیٹی! تم ہمیں دھوکہ دے کر فرار ہو گئی تھیں۔ مگر اس نے
اس وقت فیصلہ کر لیا تھا کہ تمہیں ایک نہ ایک دن ضرور
گرفتار کر کے ہی دم لوں گا"

کیٹی نے کہا۔

" یہ میری بدقسمتی ہے کہ میں یہاں پہنچ گئی ورنہ
تم اتنی مدت مجھے نہیں پکڑ سکے۔"

اوٹانگ بولا

" کیٹی! تم ہمارے ہی سیارے کی رہنے
والی ہو۔ کیا تم بھول گئی ہو کہ ہمارے سیارے کا وقت
زمین کے وقت سے مختلف ہے؟ دنیا پر تمہیں ہم سے
بھاگے دو صدیاں بیت گئی ہیں۔ مگر یہاں صرف دو
برس گزرے ہیں اور دو برس کے اندر اندر ہم نے تمہیں
اپنے شکنجے میں جکڑ لیا۔

کیٹی خاموش ہو گئی۔ اسے معلوم تھا کہ وہ اب زندہ
نہیں بچ سکے گی۔ اس کی زندگی اور امید کا آخری سہارا
غیبی شیشہ تھا وہ بھی اس سے چھین لیا گیا تھا۔ خلائی
سپاہی نے غیبی شیشہ نکال کر اوٹانگ کی طرف
بڑھایا اور کہا۔

"لیڈا! یہ شیشہ کیٹی کی جیب سے نکلا ہے"
اوٹانگ نے گول شیشے کو الٹ پلٹ کر غور سے دیکھا
اور بولا۔
" یہ تو مریخ والوں کا غیبی شیشہ ہے اس
سے وہ ہیم ڈاؤن اور ہیم اپ ہوتے ہیں۔
پھر کیٹی کی طرف دیکھ کر بولا۔
" یہ شیشہ تم نے کہاں سے لیا؟"
کیٹی نے کہا
" زمین پر تیسری ایٹمی جنگ کے بعد مریخ والوں
کا ایک گروپ اترا تھا۔ یہ شیشہ مجھے وہیں سے ملا
تھا اور اسی کی وجہ سے میں یہاں پہنچ گئی ہوں"
اوٹانگ نے غیبی شیشے کو اپنی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا
" اب یہ ہمارے پاس رہے گا"
کیٹی نے جھنجھلاتے ہوئے کہا
" اوٹانگ! مجھے مزید اذیت مت دو۔ اگر
تم نے مجھے مارنا ہی ہے تو جتنی جلدی ہو سکے میرا
کام تمام کر دو۔ میں اس کے لئے تیار ہوں"
اوٹانگ نے ایک مکروہ قہقہہ لگایا اور بولا
" چیف کو ابھی ابھی میں نے تمہارے بارے

میں بتایا تھا۔ اس نے مجھے حکم دے دیا ہے کہ میں
اپنی مرضی کے مطابق تمہیں ہلاک کروں"
کیٹی نے غصے سے کہا
" تو پھر میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ مجھے ہلاک
کیوں نہیں کر ڈالتے؟"
اوٹانگ بولا۔
" ہم نے تمہارے لئے ایک ایسی موت تجویز
کی ہے جس سے ہمیں بہت فائدہ ہوگا۔ ہم تم پر
ایک خطرناک تجربہ کریں گے"
یہ سن کر کیٹی تو کانپ گئی
" کیسا خطرناک تجربہ؟" وہ بڑبڑائی۔
اوٹانگ نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا
" یہ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا"
پھر اس نے سپاہیوں کو حکم دیا
" اس غدار عورت کو لے کر جا کر گارڈ میں
بند کر دو"
سپاہی کیٹی کو پکڑ کر کمرے سے لے گئے۔ سکائی لیپ
کی ایک عمودی یعنی ٹرین کی طرح سیدھی چلنے والی لفٹ
کے ذریعے کیٹی کو سکائی لیپ کی سب سے نچلی اور

آخری منزل میں لے جاکر ایک ایسی خلائی بند کمرے میں
قید کر دیا گیا جس میں کوئی روشندان تو کیا کوئی معمولی سا
سوراخ تک بھی نہیں تھا۔ دیوار کے ساتھ ایک گدا فرش
پر بچھا تھا۔ کیٹی گدے پر سر پکڑ کر بیٹھ گئی

اس کی قسمت کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ اب اسے کوئی بھی
موت کے مُنہ سے نہیں بچا سکتا تھا۔ مگر وہ موت کی بجائے
اس بات سے زیادہ پریشان تھی کہ یہ وحشی اور خونخوار
اوٹانگ اس پہ کونسا خطرناک تجربہ کرنے والا ہے؟ یہ
ضرور کوئی ایسا تجربہ تھا جس میں انسان کی جان جانے کا
خطرہ تھا اور چونکہ انہوں نے کیٹی کو مارنا ہی تھا اس
لئے پر تجربہ کر رہے تھے کہ اگر وہ مر بھی گئی تو کم از کم
تجربہ تو پورا ہو جائے گا۔

خلائی قید میں کیٹی کو پڑے پڑے نہ جانے کتنی دیر
گزر گئی تھی۔ وہاں اس چھوٹے سے کمرے میں وقت کا
احساس دلانے والی کوئی شئے بھی نہیں تھی۔ کیٹی کو
اپنے ماں باپ کا خیال آنے لگا۔ وہ اسی سیارے
کے رہنے والے تھے اور اسی سیارے پر اپنا وقت
پورا ہونے کے بعد وفات پا گئے تھے۔ کیٹی کا کوئی
بھائی یا بہن بھی نہیں تھی۔ وہ چھوٹی تھی کہ اس کے

ماں باپ مر گئے تھے۔

کیٹی کی ایک سرکاری سکول میں پرورش ہوئی تھی۔
خلائی ٹیکنالوجی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اسے
خلائی مرکز میں ملازمت مل گئی تھی کہ اسے ایک مشن پر
زمین پر اہرام مصر کے قریب جانا پڑا جہاں اس نے
اپنے لیڈر کے حکم پہ بے گناہ انسانوں کو ہلاک کرنے
سے انکار کر دیا۔ پھر وہ اہرام کے غار میں بند ہو گئی۔
جہاں ایک تابوت میں اس کی ملاقات ماریا سے ہوئی
اور ماریا اسے اپنے ساتھ وہاں سے غائب کر کے لے گئی تھی۔

کیٹی کا انجام اس کے سامنے تھا۔ اب اسے یہ فکر
تھی کہ لیڈر نے اسے کسی طرح ہلاک کرنے کا پروگرام بنایا
ہوا ہے۔ وہ کونسا تجربہ ہے جو وہ اس پر کرنے والا ہے

اچانک سامنے والی دیوار درمیان سے ہٹ گئی۔
ایک پختہ عمر کا انسان ہاتھ میں ایک چمکیلا پیکٹ لئے
داخل ہوا۔ یہ آدمی کمزور سا تھا اور لنگڑا کر چل رہا تھا۔ اس
نے پیکٹ میں سے بارہ کیپسول نکال کر کیٹی کو دیئے
اور کہا

"یہ تمہارے غذائی کیپسول ہیں"

دروازے میں ایک سپاہی خلائی پستول لئے کھڑا تھا

بوڑھے نے سپاہی کی طرف دیکھ کر کہا
" سبز رنگ کی گولیاں میں لیپ میں ہی بھول
آیا ہوں۔ قیدی عورت کو تجربے تک زندہ رکھنے
کے لئے ان گولیوں کی ضرورت ہے۔ تم جاکر سبز
گولیاں لے آؤ"
سپاہی خاموشی سے چلا گیا۔
اس کے جاتے ہی بوڑھا کیٹی کے قریب آگیا اور
آہستہ سے بڑی راز داری کے ساتھ بولا۔
" بیٹی! تم نے مجھے نہیں پہچانا۔ مگر میں تمہارے
باپ کا دوست ہوں۔ میں تمہارے گھر آیا کرتا تھا
کیٹی نے اپنے ہمدرد کو سامنے دیکھا تو بولی۔
" بابا! مجھے یہاں سے نکالو"
بوڑھا کہنے لگا۔
" یہ بڑا مشکل کام ہے مگر میں پوری کوشش
کروں گا"
کیٹی نے کہا
" لیڈر مجھ پر کس قسم کا تجربہ کرنا چاہتا ہے؟"
بوڑھے نے کہا
" بیٹی! یہاں کچھ عرصے سے ایک بھیانک

پھیلی ہوئی ہے۔ اس بیماری کے جراثیم جس آدمی
کے خون میں داخل ہو جاتے ہیں اس کا چہرہ بگڑ
جاتا ہے اس کی ناک لمبی ہو کر آگے سے مڑ کر ٹھوڑی
کے ساتھ آکر لگ جاتی ہے اور ٹھوڑی لمبی ہو کر اوپر
کو اٹھ جاتی ہے اس کے بعد سارے جسم میں سوراخ
ہونے لگتے ہیں اور بیمار کا سارا جسم چھلنی ہو جاتا ہے
اور وہ مر جاتا ہے ایک سال میں ہزاروں آدمی مر گئے
ہیں۔ لیڈر تمہارے جسم میں اس بیماری کے جراثیم
داخل کر کے تمہارے خون سے اس بیماری کے علاج
کے انجکشن بنانا چاہتا ہے۔ تمہارے جسم میں آج رات
اس بیماری کے بہت سے جراثیم داخل کئے جائیں
گے۔ جب تمہاری ناک لمبی ہو جائے گی اور تمہاری
ٹھوڑی لمبوتری ہو کر اوپر کو اٹھ جائے گی اور تمہارے
جسم میں سوراخ نمودار ہونے لگیں گے تو پھر تمہارے
جسم سے سارا خون نکال کر اس کے انجکشن بنا لئے
جائیں گے"
کیٹی نے خوفزدہ نگاہوں سے تکتے ہوئے کہا
" کیا میں زندہ رہ سکوں گی؟"
" نہیں ___" بوڑھے نے کہا۔ " کیونکہ اس سے

پہلے نہیں ایسے آدمیوں پر اس قسم کے تجربے کئے گئے
تھے اور وہ تینوں مر گئے کیونکہ سوراخ نمودار ہوتے
ہی ان کا خون جم گیا تھا۔ لیڈر تمہارے تجربے میں
یہ کوشش کرے گا کہ تمہارا خون جمنے نہ پائے۔ مگر
اس کے بعد بھی تم زندہ نہیں رہو گی۔ کیونکہ تمہارا
جسم چھلنی ہو چکا ہو گا۔"

کیٹی پر تو وحشت سی چھا گئی۔ وہ اس قسم کی موت کے لئے
تیار نہیں تھی۔ اس نے کہا۔

"بابا! مجھے ان لوگوں سے بچا لو"

بوڑھا بولا۔

"میں پوری کوشش کروں گا بیٹی! مگر یہ لوگ بڑے
ظالم ہیں۔ انہوں نے حفاظتی انتظام اتنے سخت کر رکھے
ہیں کہ تمہیں یہاں سے نکال کر کسی دوسری جگہ پہنچانا ناممکن
لگتا ہے۔ پھر بھی میں کوشش ضرور کروں گا۔"

اتنے میں سپاہی سبز گولیوں کا پیکٹ لے کر آ گیا۔
بوڑھے نے گولیوں کا پیکٹ کیٹی کو دیا اور آنکھوں
ہی آنکھوں میں پھر آنے کا اشارہ کر کے چلا گیا۔ کیٹی تو سر
پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اس پر قیامت ٹوٹنے والی تھی۔ وہ سوچ
میں پڑ گئی کہ موت سے کس طرح بچا جائے۔ ابھی بیس

منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ چار سپاہی سٹریچر لے کر
آ گئے۔ انہوں نے کیٹی کو اٹھا کر سٹریچر پر لٹا کر نائیلون
کی رسی سے جکڑ دیا اور باہر لے گئے۔

کیٹی کو ایک خلائی لیبارٹری کے آپریشن روم میں پہنچا
دیا گیا۔ یہاں چھت سے روشنیوں کی آبشار اس پر گر رہی
تھی۔ چھ سات خلائی ڈاکٹر آپریشن ٹیبل کے اردگرد کھڑے
تھے۔ سرجری کے چاقو چھریاں اور سرنج ایک ٹرے میں
پڑے تھے۔ کیٹی کو آپریشن ٹیبل پر لٹا کر جکڑ دیا گیا۔

لیڈر بھی وہاں موجود تھا۔ ڈاکٹروں نے منہ پر سفید
پٹیاں باندھ رکھی تھیں۔ انہوں نے چاقو چھریاں نکال لیں
ایک بوتل لا کر کیٹی کے سٹریچر کے پاس رکھ دی گئی۔ اس
بوتل میں مہلک بیماری کے جراثیم بند تھے۔ ان جراثیموں کو
کیٹی کے جسم میں داخل کیا جانے والا تھا۔

کیٹی سخت ناامیدی کی حالت میں لیڈر سے رحم کی
درخواست کرنے لگی۔ لیڈر نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اپنے
کام میں مصروف تھا۔ اس نے ایک ڈاکٹر کی مدد سے کیٹی
کے بازو پر سے کپڑا ہٹایا اور سرنج میں جراثیم بھر کر
انجکشن لگانے کی تیاری پوری کر لی۔

کیٹی کو اس مایوسی کے عالم میں اپنے لاہور والے جج

دوست کا خیال آگیا جو اسے انٹرکونٹی نینٹل ہوٹل کے پیچھے
والے کنوئیں میں ملا تھا۔

کیٹی حیران ہوئی کہ اسے پہلے اس کا خیال کیوں نہ
آیا۔ اب صرف اسے اپنے جن دوست کا خیال ذہن
میں بٹھا کر چٹکی بجانی تھی۔ کیٹی کی کلائی بندھی ہوئی تھی مگر
وہ انگلیاں ہلا سکتی تھی اور چٹکی بجا سکتی تھی۔ کیٹی
اس وقت ہر قسم کا خطرہ مول لینے پر تیار تھی۔ یہ اس کی
زندگی اور موت کا سوال تھا۔

کیٹی نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ جن دوست کا خیال کیا اور
چٹکی بجادی۔ لیڈر اور دوسرے خلائی سرجن کیٹی کو ٹیکہ
لگانے کے لئے آگے بڑھے تو اچانک دہشت زدہ ہو کر
پیچھے ہٹ گئے کیونکہ سٹریچر پر کیٹی کی جگہ ایک لمبا تڑنگا
آدمی لیٹا تھا جس کی ٹانگیں سامنے والی دیوار کو چھو رہی
تھیں۔ یہ آدمی نائیلوں کی رسیاں تڑا کر اٹھ کھڑا ہوا اور بولا۔

"کیا انجکشن لگا رہے ہو تم لوگ"

ایک ڈاکٹر نے اس پر خلائی پستول کا فائر کر دیا۔ مگر لمبے
آدمی پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس لئے کہ یہ کیٹی کا جن دوست
تھا جو کیٹی کو غائب کر کے اس کی جگہ پر خود آ گیا تھا۔ جن
دوست نے اس خلائی سرجن کی گردن پکڑ کر اوپر کو

اچھال دیا جس نے فائر کیا تھا۔ سرجن کا سر چھت سے
ٹکراتے ہی پاش پاش ہوگیا۔

جن دوست نے لیڈر سے کہا

"یہ بک بک بند کرو اوئے"

اور غائب ہوگیا۔ لیڈر اور دوسرے خلائی سرجن حیرت
کی تصویر بنے تکتے ہی رہ گئے۔ پھر لیڈر نے چیخ کر حکم دیا۔

"کیٹی کو تلاش کرو۔ وہ اسی سکائی لیپ میں کہیں غائب
ہوئی ہے"

سکائی میں جگہ جگہ کیٹی کی تلاش شروع ہوگئی۔
مگر کیٹی سکائی لیپ میں نہیں تھی۔ کیٹی کا سیارہ سکائی لیپ
سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھا۔ کیٹی وہاں پہنچ چکی تھی۔ اس
کو ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ اپنے سیارے کے ایک
سیاہ پہاڑ کے دامن میں گھاس پر پڑی ہے اور قریب ہی
پانی کا ایک چھوٹا سا چشمہ بہہ رہا ہے۔ چاروں طرف رات
اندھیرا ہے پہاڑ کے اوپر زرد رنگ کا آدھا چاند نکلا ہوا
ہے جس کی دھندلی روشنی ایک دھند کی طرح پھیلی ہوئی ہے۔
کیٹی نے اس جنگل کو پہچان لیا وہ انہی پہاڑیوں میں کھیل
کود کر بڑھی ہوئی تھی۔ یہ اس کا، لیڈر اور اس کے
چیف کا سیارہ بھی تھا۔ کیٹی کا خیال تھا کہ جن دوست

اسے غائب کر کے زمین پر یا کسی دوسرے سیارے پہنچا
دے گا مگر یہ دیکھ کر اسے سخت ناامیدی ہوئی کہ وہ
اگرچہ سکائی لیپ والی موت کے منہ سے نکل آئی تھی مگر
ابھی تک دشمنوں کے سیارے پر ہی تھی۔

اس نے غصے سے کہا

"تم کیسے جن دوست ہو۔ مجھے پھر اسی سیارے
پر لا کر ڈال دیا"

اسے جن دوست کی آواز سنائی دی۔

"کیا شور مچا رہی ہو تم۔ میں تمہارے لئے
یہی کر سکتا تھا۔ اب خود یہاں سے نکلو۔ اب چٹکی
بجا کر مجھے پریشان کیا تو میں تمہیں پھر سکائی لیپ
میں پہنچا دوں گا"

کیٹی نے چلا کر کہا

"تم میرے دوست نہیں میرے دشمن
ہو۔ جہنم میں جاؤ تم"

جن دوست کی آواز آئی۔

"جا رہا ہوں۔ شور نہ مچاؤ"

کیٹی کو رونا آ گیا۔ اس نے جن دوست کو بہت
آوازیں دیں مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اس

ے تکلیف دہ مذاق کر کے جا چکا تھا۔

کیٹی نے اپنے حوصلے اور ہمت کو سمیٹا اور فیصلہ کیا کہ
اب وہ حالات کا خود ہی مقابلہ کرے گی اس نے دل
ہی دل میں اپنے دوست کا اس لئے شکریہ ادا کیا کہ
کم از کم اس نے موت کے منہ سے اسے نکال دیا تھا۔

کیٹی نے پہاڑ کی طرف دیکھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس
پہاڑ کی دوسری طرف اس کے سیارے کا شہر ہے جہاں
ایک باغیچے میں اس کا گھر ہوا کرتا تھا۔ اسی گھر میں وہ
پیدا ہوئی تھی۔

کیٹی نے سوچا کہ اس جنگل میں اسے تلاش کیا جا
سکتا ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ خلائی شہر میں جا کر
کسی جگہ چھپ کر یہاں سے فرار ہونے کے طریقوں پر غور
کیا جائے۔ کیٹی اٹھ کھڑی ہوئی اور پہاڑ کی طرف چلنے لگی۔
وہ پہاڑ کے ایک اندھیرے درے میں سے گزر کر
خلائی شہر کے قریب آ گئی۔ اس شہر کے مکان گول گنبدوں
کی شکل میں بنے ہوئے تھے۔ کسی کسی مکان میں روشنی
ہو رہی تھی۔ باقی سارے شہر پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔
کیٹی ایک سنسان بازار میں سے گزر رہی تھی کہ اس
نے ایک سپاہی کو دیکھا جس کی ڈیوٹی رات کی گشت پر

تھی مگر وہ ایک باغیچے میں سو رہا تھا۔ کیٹی اس کے
قریب آگئی۔ سپاہی کی خلائی گن اس کی پیٹی میں لگی تھی۔
کیٹی کو اس خلائی گن کی سخت ضرورت تھی اس نے
بڑی احتیاط سے اس سپاہی کی پیٹی میں سے خلائی گن
نکال لی اور تیزی سے وہاں سے چلی گئی۔

اس نے دور سے دیکھا کہ اس کے مکان میں روشنی
ہو رہی تھی۔

کیٹی دبے پاؤں اپنے مکان کی پچھلی کھڑکی کے پاس
آگئی اس نے جھانک کر اندر دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک
کرخت چہرے والا آدمی ریڈیو ٹرانسمیٹر پر بول رہا تھا۔

چیف! میں نے شہر میں آدمی دوڑا دیئے ہیں۔
صبح ہونے سے پہلے کیٹی کو گرفتار کر لیا جائے گا۔"

کیٹی وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئی۔

اب وہ شہر کے باہر کی ایک بستی میں آگئی۔ اس
بستی میں عام طور پر ان قیدیوں کو رکھا جاتا تھا کہ جو دوسرے
سیاروں سے پکڑ کر لائے گئے تھے اور جن سے زبردست
مشقت لی جاتی تھی۔ اس بستی کے اردگرد فولاد کی ایک
دیوار بنی ہوئی تھی جس میں جگہ جگہ داخل ہونے کے
گول سوراخ بنے تھے۔

یہاں اندھیرا چھایا تھا۔ گول سوراخوں پر بھی کوئی پہرے دار
نہیں تھا۔ لگتا تھا کہ یہ جگہ قیدی نہ ہونے کی وجہ سے
ویران پڑی ہے۔ کیٹی نے سوچا کہ اسے چاہیئے کہ اس
ویران بستی میں کسی جگہ جا کر چھپ جائے اور اگلا پروگرام
بنائے۔ کیٹی فولادی دیوار کے سوراخ میں سے اندر
داخل ہوگئی۔ اس چھوٹی سی بستی میں تھوڑے تھوڑے
فاصلے پر تنگ و تاریک کوٹھڑیاں سی بنی تھیں۔

کسی کوٹھڑی میں روشنی نہیں ہو رہی تھی۔ گھپ اندھیرا تھا۔
کیٹی آگے بڑھی۔ اسے یقین ہوگیا کہ قیدیوں کی بستی ویران
پڑی ہے اور آجکل یہاں کوئی قیدی نہیں ہے وہ تاریک
گول کوٹھڑیوں کے قریب سے گزرتی چلی گئی۔ کسی جگہ کوئی
آدمی نظر نہیں آرہا تھا۔ کوئی گشت کرتا پہرے دار بھی نہیں تھا۔

بستی کے آخری کنارے پر کیٹی نے چاند کی مدھم روشنی
میں ایک لمبوترا گیراج سا بنا ہوا دیکھا۔ اس کی چھت ڈھلانی
تھی اور زمین سے دو فٹ اونچا تھا۔ یہ ایک لمبی فوجی
بارک کی طرح کا کمرہ تھا جو دو فٹ اونچے چبوترے پر بنایا
تھا۔ اس کا دروازہ بند تھا۔ کیٹی اس میں چھپنے کا خیال
لے کر دروازے کے قریب آئی تو اسے اندر سے
انسانوں کے کراہنے کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ اپنی جگہ

پر ساکت ہو کر رہ گئی۔ یہ اس کے اندر کون لوگ ہیں؟ یہ
کراہ کیوں رہے ہیں؟

کیٹی کچھ نہ سمجھ سکی۔ وہ ابھی وہیں کھڑی تھی کہ اسے
اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ کیٹی جلدی
سے ایک طرف ہٹ گئی۔ مگر اس عرصے میں ایک آدمی اس
کے قریب پہنچ چکا تھا۔ کیٹی اب بھاگ نہیں سکتی تھی۔ اس
نے خلائی پستول اس آدمی پر تان دی۔

" خبردار! اگر ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو میں
فائر کر دوں گی"

کیٹی نے اپنے سیارے کی زبان میں کہا وہ آدمی بولا۔

" میں تمہارا دشمن نہیں ہوں"

کیٹی نے دیکھا کہ آنے والا شخص ایک چوڑے شانوں
والا خوش شکل جوان تھا۔ اگرچہ مصیبتوں کی وجہ سے اس
کا چہرہ کمزور ہو رہا تھا اور شیو بڑھی ہوئی تھی۔ یہ جوان
کیٹی کو اس سیارے کا آدمی نہیں لگتا تھا۔ کیٹی اس کے
قریب آگئی اس جوان کے ہاتھوں میں ایک المونیم کا
تسلا تھا جس میں سے ہلکی ہلکی بھاپ اٹھ رہی تھی۔ کیٹی
نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

" پھر تم کون ہو؟"

اس جوان نے کہا

" اگر تم یہاں پہرے پر ہو تو تمہیں معلوم ہونا
چاہیئے کہ میرا نام کمپال ہے اور میں زمین کے سیارے
کا رہنے والا ہوں اور یہاں ایک قیدی کی زندگی بسر
کر رہا ہوں"

کیٹی کے جسم میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ اس نے
بے اختیار کہا۔

" کیا۔ کیا تم نظام شمسی کے سیارہ زمین کے
رہنے والے ہو؟"

کمپال نے تعجب سے کیٹی کو دیکھا اور کہا

" کیا تمہیں معلوم نہیں؟ تم کون ہو؟ شکل
سے تم اسی سیارے کی لڑکی لگتی ہو"

اب کیٹی نے زمین کی انگریزی زبان میں اس سے کہا

" کمپال! میں اگرچہ اسی سیارے کی رہنے والی
ہوں مگر میں نے اپنی زندگی کا لمبا عرصہ تمہاری
زمین پر گزارا ہے اور یہ لوگ میرے دشمن ہیں۔
خیر یہ باتیں تم سے بعد میں کروں گی پہلے یہ بتاؤ کہ
تم یہ تسلا کس لئے لے جا رہے ہو۔ اور اندر یہ
کون ہیں جو کراہ رہے ہیں۔

کمپال نے کہا

"یہ اس سیارے کی ایک خطرناک مرض میں مبتلا ہیں ان کے جسموں میں سوراخ ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ یہ موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں ان کی خدمت کرتا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ جب تک یہ زندہ ہیں انہیں جڑی بوٹیوں کا سوپ پلاتا رہوں۔ تمہارا نام کیا ہے؟ اور اس سیارے کی مخلوق تمہاری دشمن کیوں ہے؟

کیٹی نے کہا

"میرا نام کیٹی ہے مگر تم یہاں کیسے آگئے؟

کمپال بولا۔

"یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ میں بدقسمتی سے دنیا کی تیسری ایٹمی جنگ کے بعد ملک برازیل کے ایک پہاڑی علاقے میں نکل آیا۔ وہاں مریخ والوں نے مجھے گرفتار کر کے اس سیارے کے قریب سے گزرتے ہوئے یہاں پھینک دیا۔ ان لوگوں نے مجھے پکڑ کر یہاں قید کر دیا۔ میں نہ جانے کتنے عرصے سے یہاں قید ہوں، میرے ساتھ اندر چلو۔ مریض میری راہ دیکھ رہے ہوں گے۔

کمپال نے کیٹی کو ساتھ لیا اور وہ دروازہ کھول کر بارک میں داخل ہو گئے۔ بارک کے اندر چھوٹا سا بلب جل رہا تھا۔ اس کی دھیمی روشنی میں کیٹی نے کئی ایک مریض بیمار لوگوں کو دیکھا کہ پھٹے پرانے کپڑوں میں لپٹے فرش پر ادھر ادھر پڑے کراہ رہے تھے۔ ان کی زرد آنکھیں مردہ لگ رہی تھیں ان کے ناک پتلے ہو کر آگے سے نیچے کو مڑ کر ان کی گردنوں تک پہنچ گئے تھے اور ٹھوڑیاں اوپر کو اٹھ کر ناک کے کوہان کو چھو رہی تھیں۔

کمپال نے کیٹی کو بتایا کہ ان میں سے بہت سوں کے جسموں میں سوراخ نمودار ہو گئے ہیں۔ کمپال اور کیٹی نے پیالوں میں گرم سوپ ڈال کر ان مریضوں کو دیا۔ یہ بدنصیب بیمار نیم مردہ لوگ کراہتے ہوئے آہستہ آہستہ سوپ پینے لگے۔

اب کیٹی نے کمپال کو بتایا کہ سیارے کا لیڈر اس پر خوفناک تجربہ کرنے والا تھا کہ وہ ان کی لیبارٹری سے فرار ہو کر یہاں آگئی ہے۔ کمپال نے تعجب سے پوچھا

"تم سکائی لیب سے یہاں کیسے پہنچ گئی؟"

کیٹی نے اسے اپنے جن دوست کے بارے میں بتانا مناسب نہ سمجھا اور کہا

"بس کسی نہ کسی طرح پہنچ گئی ہوں۔ ایک

ہمدرد بوڑھے ملازم نے میری مدد کی تھی۔ وہ
کبھی میرے باپ کا دوست رہ چکا ہے"
کمپال نے آہ بھر کر کہا
"کسی کی ہمدردی ہمیں اس جہنم سے نہیں
نکال سکتی۔ میں نے شروع شروع میں فرار ہونے کی دو
چار کوششیں کی تھیں۔ پھر دیکھا کہ یہاں سے نکلنا ناممکن
ہے۔ اب میں نے حالات سے سمجھوتہ کر لیا ہے اور
یہاں قید ہوں۔ ان بیمار لوگوں کی خدمت کرتا رہتا ہوں"
کیٹی نے کمپال سے پوچھا
"یہاں پہاڑیوں میں ایک خلائی ائرپورٹ
ہوا کرتا تھا کیا اب بھی یہ ائرپورٹ اسی جگہ پر
ہے؟ کیونکہ مجھے یہاں سے نکلے کافی دیر ہو گئی ہے؟"
کمپال نے کہا
"جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے۔ یہ
خلائی ائرپورٹ اسی جگہ پہاڑیوں میں ہی ہے۔ مگر
تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"
کیٹی کہنے لگی۔
"کمپال! یہ مت بھولو کہ ہمیں ہر حالت میں
اس سیارے سے فرار ہونا ہے۔ کم از کم میں یہاں

نہیں رہ سکتی۔ یہ لوگ میری جان کے دشمن ہیں
اور میری تلاش میں ہیں"
کمپال خاموش ہو گیا۔ پھر کہنے لگا
"کیٹی بہن! میں ان بیمار لوگوں کو چھوڑ کر
نہیں جا سکتا ان کو میری ضرورت ہے۔ ان کی خدمت
میرا فرض ہے ہاں اگر تمہارے فرار میں، میں کچھ مدد
کر سکا تو مجھے خوشی ہو گی"
وہ ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ باہر ایک خلائی گاڑی
آ کر رکی۔ کیٹی نے گھبرا کر کہا
"وہ لوگ آ گئے ہیں"
کمپال نے جلدی سے اٹھ کر دروازے کی درز میں
سے باہر دیکھا۔ اسے چاند کی روشنی میں خلائی گاڑی
میں سے چھ سات سپاہی خلائی گنیں لئے اترتے نظر
آئے۔ وہ تیزی سے بیماروں کی بارک کی طرف آ رہے
تھے۔ کمپال نے کہا۔
سپاہی شاید تمہاری تلاش میں ہی آئے ہیں جلدی
سے ان بیمار لوگوں میں چادر لے کر بیٹھ جاؤ۔
جلدی کرو"
کیٹی بجلی کی تیزی سے بیمار لوگوں کے درمیان جا کر

چادر اوڑھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے چادر اپنے سر کے اوپر ڈال لی اور آہستہ آہستہ کراہنے لگی۔ وہ اس طرح بیٹھی تھی کہ اوٹ میں ہو گئی تھی۔

دروازہ ایک دم کھل گیا۔ سات سپاہی خلائی گنیں لئے دھڑ دھڑاتے اندر آ گئے۔ ان کا کمانڈر آگے آگے تھا۔ کمانڈر نے کمپال کو دھکا دے کر پرے ہٹایا اور گرجدار آواز میں بولا

"یہاں ایک عورت فرار ہو کر آ گئی ہے۔

کہاں ہے وہ؟"

کمپال نے کہا

"جناب! یہاں تو سب بیمار اور مریض لوگ ہیں یہاں باہر سے کوئی عورت نہیں آئی"

کمانڈر نے حکم دیا

"کیٹی کو ان میں تلاش کرو"

کمپال نے فوراً کہا

"سر! میں آپ کو خبردار کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ ان لوگوں کو چھوت کی بیماری ہے اگر کسی نے انہیں ہاتھ لگایا یا ان کے زیادہ قریب گیا تو اسے بھی یہ بیماری لگ سکتی ہے"

یہ سنتے ہی کمانڈر دو قدم پیچھے ہو گیا۔ سپاہی بھی پیچھے ہٹ گئے۔ کمانڈر نے کہا

"ٹھیک ہے واپس چلو۔ یہاں کیٹی نہیں ہو سکتی"

سب سے پہلے کمانڈر باہر گیا۔ اس کے ساتھ ہی باقی سپاہی بھی بارک سے نکل گئے۔ ان کے جانے کے بعد کمپال نے دروازہ بند کر دیا۔ کیٹی تیزی سے چادر پھینک کر کمپال کے پاس آ گئی۔ اس نے گھبراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"کیا یہ بیماری چھوت کی بیماری ہے کمپال؟

کمپال نے مسکرا کر کہا

"نہیں۔ یہ وائرس کی بیماری ہے۔ چھوت کی بیماری نہیں ہے۔ تم بے فکر رہو"

کیٹی کہنے لگی۔

"اب سپاہی ادھر نہیں آئیں گے۔ مگر مجھے بہت یہاں سے فرار ہونے کا منصوبہ بنانا ہو گا۔ میں زیادہ دیر ان لوگوں کی نگاہوں سے نہیں چھپ سکتی"

کمپال کہنے لگا۔

"میری جھونپڑی میں آ جاؤ۔ وہاں چل کر غور کرتے ہیں"

کمپال کی جھونپڑی وہاں سے چند قدموں کے فاصلے پر
تھی۔ کیٹی وہاں آکر کرسی پر بیٹھ گئی۔ روشنی گل کر دی
گئی تھی۔ کمپال نے کہا

" تمہارے فرار ہونے کا ایک ہی ذریعہ
ہے کہ کسی طرح تمہیں چھوٹا سا خلائی جہاز مل جائے
اس کے سوا اس سیارے سے فرار ہونے کا کوئی ذریعہ
نہیں ہے"

کیٹی سوچنے لگی۔ کمپال خود ہی بولا۔

" مگر خلائی جہاز کو اغوار کرنا بڑی مشکل بات ہے
خلائی ائرپورٹ پر بڑا سخت پہرہ ہوتا ہے۔ کوئی چڑیا
بھی وہاں پَر نہیں مار سکتی"

کیٹی گہری سوچ سے بیدار ہوتے ہوئے بولی

" میں جانتی ہوں۔ میں ان لوگوں کی کمزوریوں
کو بھی جانتی ہوں۔ اس کے باوجود مجھے جان کا خطرہ
مول لے کر خلائی جہاز کو اغوار کرنا پڑے گا"

کمپال نے آہستہ سے کہا

" کیٹی بہن! ایک خیال میرے ذہن میں
آیا ہے"

کیٹی کے پوچھنے پر کہ کیا خیال اس کے ذہن میں

آیا ہے۔ کمپال بولا

" ائرپورٹ سے ایک فرلانگ دور پہاڑی کے
اوپر ان لوگوں کی ایک چھوٹی خلائی شٹل ہے۔ جو
ہفتے میں ایک دن خلا میں سروے کرنے جاتی ہے
اس میں ایندھن وغیرہ ہر وقت بھرا رہتا ہے اگر کسی
طرح اس خلائی شٹل کو اغوا کر سکو تو یہاں سے
فرار ہو سکتی ہو"

کیٹی کی آنکھوں میں امید کی کرن چمکی۔ اس نے چونک
کر کہا

" کیا اس خلائی شٹل پر ہر وقت سیکورٹی گارڈ
کا پہرہ ہوتا ہے؟"

کمپال کہنے لگا۔

" ظاہر ہے وہاں اتنا کڑا پہرہ نہیں ہوگا۔
جس قدر کہ ائرپورٹ پر ہوتا ہے مگر پہرہ ضرور ہوتا ہے۔

کیٹی نے کہا

" مجھے اس خلائی شٹل کو اغوا کرنے کا خطرہ
ہر حالت میں مول لینا ہوگا۔ یہی میری زندگی
کی آخری امید ہے"

پھر اس نے کمپال کی طرف دیکھ کر کہا

" اس کے لئے مجھے اپنا بھیس بدلنا ہوگا"

" تم کس کا بھیس بدلو گی؟" کمپال نے پوچھا
کیٹی غور کرنے لگی۔ کچھ دیر خاموش رہ کر بولی۔

" خلائی جہازوں کے خلائی مکینک ہوتے ہیں
جن کا لباس نیلے رنگ کا ہوتا ہے۔ یہ مکینک خلائی
جہاز کے انجن کی چیکنگ کرنے پر لگائے جاتے
ہیں۔ اور یہ مرد ہوتے ہیں اگر کسی طریقے سے تم مجھے
ان کے سٹور سے کسی مکینک کی نیلی وردی لاکر دے
دو تو میں مرد مکینک کا بھیس بدل کر خلائی شٹل میں
داخل ہونے کی کوشش کر سکتی ہوں"

کمپال بولا

: خلائی سٹور میں داخل ہونا مشکل ہے پھر بھی
میں تمہارے لئے نیلی وردی لانے کی کوشش کروں گا"

اسی طرح رات گزر گئی۔ دوسرے دن کمپال نے کیٹی
کو اپنی جھونپڑی میں ہی چھپی رہنے کی تاکید کی اور خود
خلائی مکینک کی نیلی وردی لینے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ وہ
شام کو واپس آیا۔ کیٹی بڑی بے تابی سے اس کا انتظار
کر رہی تھی۔ کمپال کے ساتھ میں پلاسٹک کا لفافہ تھا۔ اس
میں خلائی مکینک کی نیلی وردی تھی۔ کمپال نے کہا

" میں سٹور میں داخل نہیں ہو سکا۔ مگر میں نے
شہر میں اپنے ایک خاص آدمی سے یہ وردی تیار کروائی
ہے۔ یہ تمہیں پوری آئے گی۔ اسے پہن کر دیکھو"

کیٹی نے وردی پہنی تو اسے پوری تھی۔ شام تک کیٹی
نے اپنا حلیہ مردانہ بنا لیا۔ سر پر نیلی ٹوپی رکھ لی۔ بالوں کو
لپیٹ کر ٹوپی کے اندر کر دیا۔ کمر میں پیٹی کے ساتھ کچھ
خلائی اوزار بھی لٹکا لئے اور خلائی شٹل کی طرف روانہ
ہونے کے لئے اندھیرا ہونے کا انتظار کرنے لگی۔

جونہی شام کا اندھیرا رات کے اندھیرے میں گم ہوا کیٹی
نے کمپال سے اجازت لی اور خلائی شٹل والی پہاڑی کی طرف
چل پڑی۔ وہ ان سارے راستوں سے واقف تھی۔ اگرچہ
وہ خلائی مکینک کے لباس میں تھی مگر قریب سے دیکھنے
پر پہچانی جا سکتی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے فرار کے بعد
اس کی تصویریں سب پہرے داروں کو پہنچا دی گئی ہوں گی۔
لیکن پھر بھی کیٹی کو ہر حالت میں یہ خطرہ مول لینا ہی تھا چاند
ابھی پہاڑی کے پیچھے سے طلوع نہیں ہوا تھا۔ اندھیرا کافی
گہرا تھا۔ وہ خلائی ائرپورٹ کا ایک چکر کاٹ کر اس پہاڑی
کے سامنے آگئی جس کے اوپر خلائی شٹل موجود تھی۔ خلائی شٹل
کے اوپر والے گلاب کی نیلی روشنی جل رہی تھی۔ کیٹی پہاڑی پر

چڑھنے لگی

جب خلائی شٹل کے قریب پہنچی تو اس نے دیکھا کہ فولاد
کا ایک جنگلا لگا ہے جس کے اندر خلائی شٹل اپنے پیڈ پر
کھڑی ہے۔ جنگلے کے باہر دو پہرے دار سپاہی پہرہ دے
رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں خلائی گنیں تھیں۔ کیٹی کے
دل میں خیال آیا کہ وہ کیوں نہ خلائی گن سے فائر کر کے ان
دونوں کو موت کی نیند سلا دے؟

لیکن اس نے خلائی شٹل میں کچھ سپاہی کو داخل ہوتے دیکھا۔
اس کا مطلب تھا کہ خلائی شٹل کے اندر بھی سپاہی موجود تھے۔ اگر
وہ ان دو پہرے داروں کو ہلاک کر دیتی ہے تو اندر والے سپاہی ہوشیار
ہو جائیں گے۔ اور ائرپورٹ کی سیکورٹی کو سگنل کر دیں گے اور
وہاں سے سپاہیوں کا دستہ یہاں پہنچ جائے گا اور پھر
کیٹی کے لئے شٹل اغوا کرنا تقریباً ناممکن ہو جائے گا۔

کیٹی نے سوچا کہ اسے خلائی مکینک کی شکل میں ہی اندر جانا چاہیئے
اس کا دل دھڑکنے لگا۔ جنگلے کے قریب پہنچ کر کیٹی نے
مرد خلائی مکینک کی طرح ایک خاص طرح سے سیٹی بجانی شروع
کر دی یہ دھن اسے معلوم تھی جو خلائی مکینک اکثر بجایا کرتے ہیں۔
دونوں پہرے داروں نے خلائی مکینک کی دھن سنی تو چونک کر
دیکھا۔ انہیں اندھیرے میں ایک نیلی وردی والا مکینک اپنی

طرف آتا دکھائی دیا۔ ایک پہرے دار نے کہا

" یہ کم بخت اس وقت کہاں سے آگیا ہے؟"

اگرچہ کیٹی موت کے منہ میں جا رہی تھی مگر اس نے اپنے
حواس برقرار رکھے تھے وہ بڑی بے نیازی سے منہ سے سیٹی بجاتی
پہرے داروں کے پاس پہنچی اور ان سے اجازت لئے بغیر اندر
جانے لگی تو ایک پہرے دار نے روک کر کہا۔

" اندر کیا کرنے جا رہے ہو؟"

کیٹی نے مردانہ آواز میں ذرا سا ڈانٹ کر کہا

" میں چیف کے حکم پر شٹل کے انجن کی فائینل
چیکنگ کیلئے آیا ہوں۔ تم کون ہوتے ہو مجھے روکنے والے؟"

دوسرا پہرے دار بولا۔

" یہ ہماری ڈیوٹی ہے"

کیٹی نے غصّے سے کہا

" میں آج ہی چیف سے تمہاری شکایت کروں
گا کیا نام ہے تمہارا؟ جلدی بتاؤ"

دونوں پہرے دار ڈر گئے کیونکہ چیف بڑا سخت تھا۔ اور
خلائی مکینکوں پر بے حد اعتبار کرتا تھا پہرے دار اندھیرے
میں کیٹی کی شکل نہ پہچان سکے انہوں نے اسے اندر داخل
ہونے کی اجازت دے دی۔ کیٹی سیٹی بجاتی۔ گنگناتی جنگلے

کے دروازے میں سے گزر کر خلائی شٹل کی طرف بڑھی۔ خلائی شٹل
اپنے پیڈ پر خاموش کھڑی تھی اس کا نوکیلا منہ اوپر کی طرف
تھا اوپر لگے گلوب کی نیلی روشنی جگمگا رہی تھی۔

خلائی شٹل میں سیڑھی لگی تھی۔ سیڑھی پر دو سپاہی دروازے
سے اترتے نظر آئے۔ کیٹی کا دل ایک بار زور سے دھڑکا۔ وہ
یہاں بھی پکڑی جا سکتی تھی۔ مگر وہ بڑی بہادری اور حوصلے
سے آگے بڑھتی چلی گئی۔ جب وہ خلائی شٹل کی سیڑھیوں کے
پاس آئی تو ایک سپاہی نے جھلّا کر کہا

"تم رات کے وقت کیا کرنے آگئے ہو؟

کیٹی نے اعتماد کے ساتھ مردانہ آواز میں کہا

"چیف کے حکم سے شٹل انجن کی چیکنگ
کرنے آیا ہوں"

دوسرا سپاہی بولا۔

"اپنا شناختی کارڈ دکھاؤ"

مگر کیٹی کے پاس شناختی کارڈ نہیں تھا۔

آگے کیا ہوا۔ جاننے کے لیے اگلی قسط نمبر ۱۱۶ پڑھیے

میرے نام

میرے پیارے انکل اے حمید

السلام علیکم۔ میں نے آپ کی لکھی ہوئی قسط وار کہانی غیبی شیشہ
اور ماتا دیوی کا گدھ پڑھیں۔ بے حد پسند آئیں۔
انکل آپ نے یہ قسط وار کہانی بہت ہی لمبی لکھی ہے۔
جس کی اب تک ایک سو دس قسطیں شائع ہو چکی ہیں۔ اور ابھی
مزید آپ ہمارے لیے لکھ رہے ہیں۔ یہ تو آپ کی ذہانت ہے کہ
آپ نے بچوں کے لیے اتنی دلچسپ، حیرت انگیز اور طویل داستان
محنت اور لگن کے ساتھ لکھنے کی سعادت حاصل کی۔ دعا ہے کہ
آپ عنبر ناگ ماریا کی کہانیاں ہمارے لیے اسی محبت اور لگن
کے ساتھ لکھتے رہیں۔ آپ عنبر ہوشیار کی ایک بڑی تصویر بھیجیے۔
خدا حافظ عمران احمد خان نیازی۔ گورنمنٹ ہائی سکول۔ بھکر

○

پیارے سے پیارے انکل

السلام علیکم۔ انکل ابھی ابھی آپ کا خط ملا۔ پڑھا ایمان سے
انکل بڑی خوشی ہوئی آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ انکل سچ میں نا اُمید
ہو گئی تھی کافی دن ہو گئے تھے آپ کا جواب نہیں آیا تو ہم نے سوچا
اب ہم بھی نہیں لکھیں گے۔ ناول تو خیر ہم چھوڑ نہیں سکتے خط نہیں
لکھیں گے۔ ابھی آپ کا خط ملا تو واقعی بہت ہی خوشی ہوئی۔ باقی میں
... آپ کے ... ناول پڑھ کر سناؤں گی آپ

نے مجھے دعا دی کہ تم ضرور کامیاب ہو گی۔ شکریہ انکل بہت بہت
ابھی ابھی میں نے ماتا دیوی کا گدھ پڑھا۔ بہت پسند آیا
اس ماہ کے دونوں ناول بڑے اچھے تھے انکل ایک بات تو
بتائیے۔ کیا یہ سب کچھ سچ ہے ہم کو بہت شوق ہے عنبر ناگ
ماریا کیٹی وغیرہ سے ملنے کا۔ انکل کبھی یہ سب لوگ یہاں فیصل آباد
آئیں تو ہمارے گھر کا ایڈریس ان کو ضرور دیں اور ہاں امجد بھائی
کا ایڈریس ضرور بر ضرور لکھ کر بھیجئے۔ میں انتظار کروں گی خدا حافظ
بے بی۔ فیصل آباد

O

مکرمی اے حمید
آداب مسنون کے بعد عرض ہے کہ ہم نے نئے ناول پڑھے ان
میں غیبی شیشہ اور ماتا دیوی کا گدھ پڑھے بہت پسند آئے۔
ہمارے گاہکوں اور آپ کے قارئین نے دعا کی ہے کہ آپ
اس سے اچھے ناول لکھیں اور ہمارے گاہکوں اور آپ کے
قارئین جنہوں نے آپ کے ناول پسند کیے مندرجہ ذیل ہیں۔
محمد ضیاء الحسن، محمد ذکاء الحسن، ادریس، بلبشر شاہ، اکرام الحق،
رانا محمد سلیم خان سلیمی، رانا محمد ریاض خان، عبدالواحد تبسم، محمد اصغر
رانا، محمد عاشق کنول نے پسند کیے اور سب دوسروں نے پسند
کیے آپ کا مخلص رانا محمد سلیم خان سلیمی
پتہ: رانا لائبریری نیو اردو بازار سرگودھا۔

عنبر ناگ ماریا کیٹی اور خلا میں

اے حمید

نیا مکتبہ اقرأ

۱۰- بادشاہ عالم مارکیٹ ، لاہور-۸

عنبر، ناگ، ماریا

سانپ کا قیدی

حمید

نیا مکتبہ اقراء
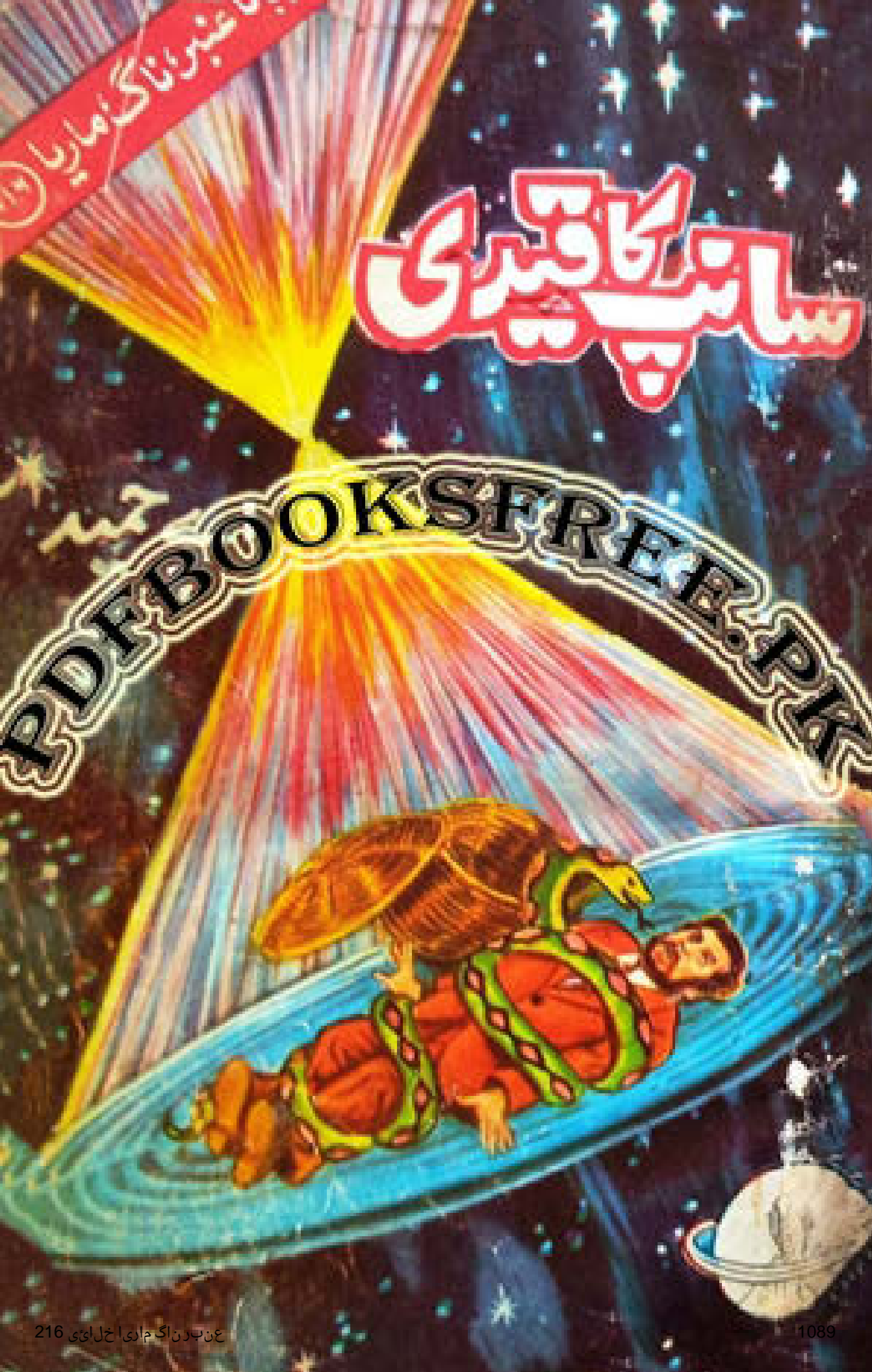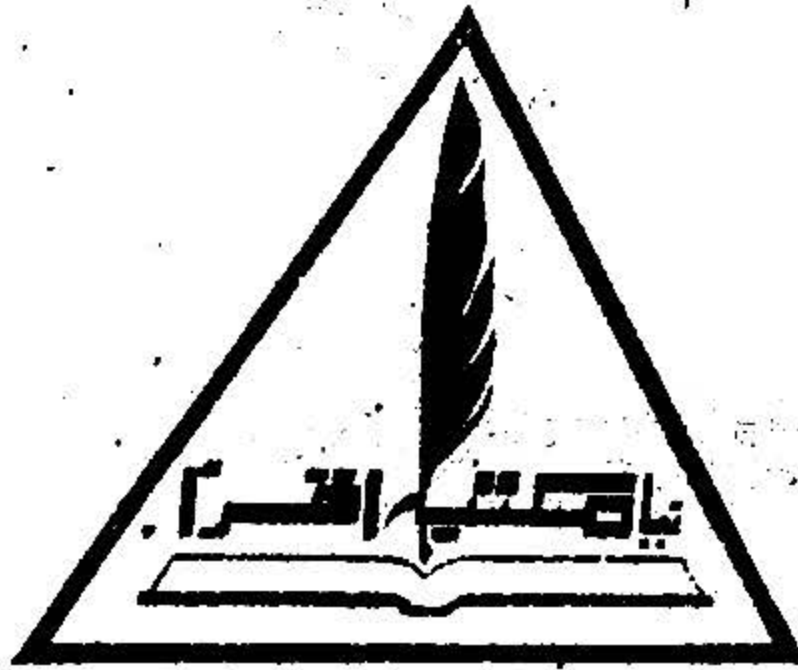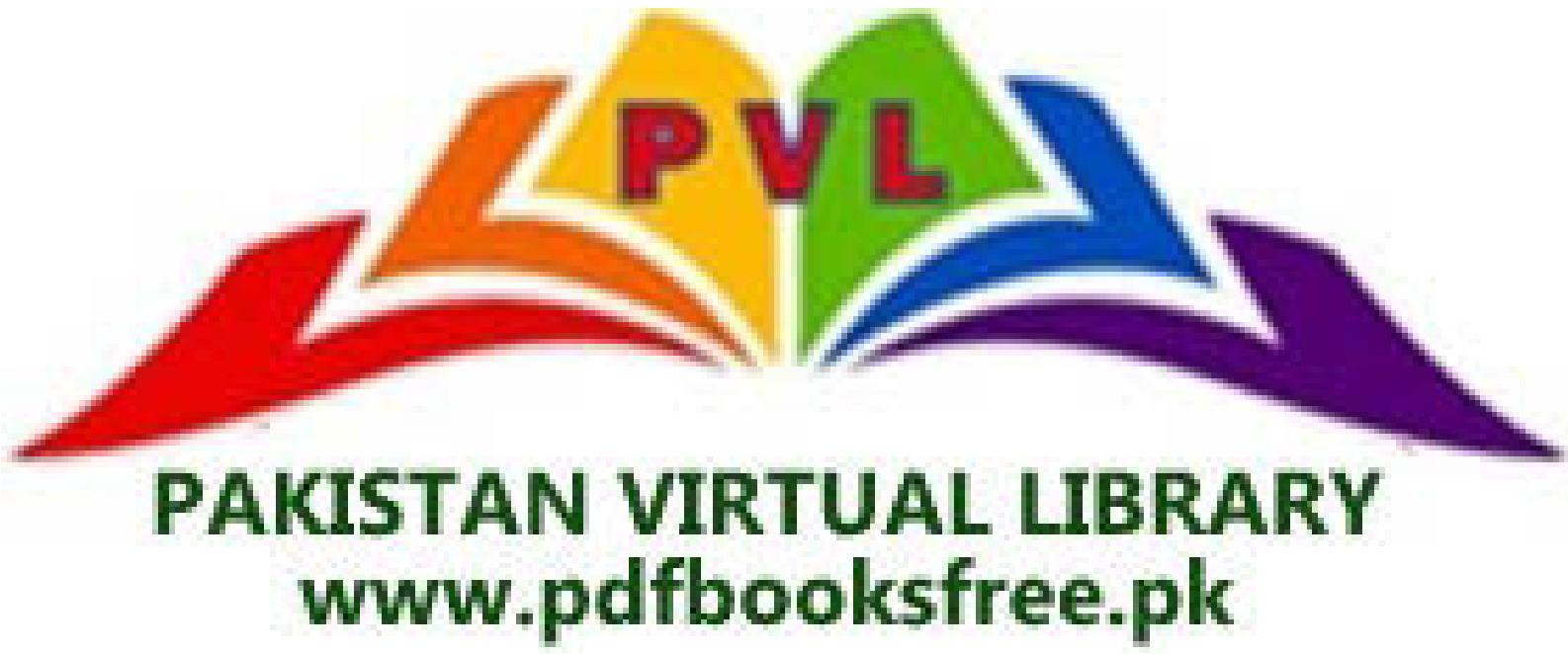
عنبر ناگ ماریا اور کیپٹن خلا میں

سانپ کا قیدی

اے۔حمید

پیارے دوستو!

پنڈی گھیپ سے عزیزہ مونا لکھتی ہیں کہ انکل میں
آپ کی کہانیاں بھی شوق سے پڑھتی ہوں اور اسکول کی پڑھائی
بھی محنت سے کرتی ہوں۔ اس بار میں اپنی کلاس میں فسٹ آئی
ہوں۔ ہزار میں سات سو نوے نمبر حاصل کیے ہیں۔ بھئی عزیزہ مونا ہم آپ
کو کلاس میں فسٹ آنے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ ہم چاہتے
ہیں کہ ہمارے دوسرے ساتھی بھی اسی طرح جی لگا کر اسکول کی
پڑھائی کریں۔ اور پہلی پوزیشن حاصل کر کے والدین اور ملک و
قوم کا نام روشن کریں۔ کوئٹہ سے انجم اور کراچی سے سلیم سلطان
صاحب نے بھی امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کی ہے۔ ہم ان
سب دوستوں کی خدمت میں دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔
امید ہے کہ ہمارے سارے ساتھی اپنی تعلیمی سرگرمیاں لگن کے
ساتھ جاری رکھیں گے اور فرصت کے وقت عنبر ناگ ماریا سے
جی بہلائیں گے۔ تاکہ وہ پھر سے تازہ دم ہو جائیں۔

تمہارا انکل

اے حمید

۴۶۴۔ این راہ چمن، سمن آباد لاہور

قیمت ۔/۱۵

ترتیب

کیپٹی کا فرار
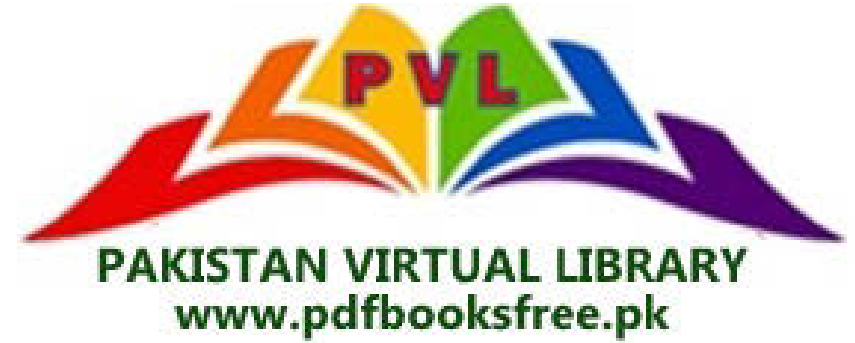
"شناختی کارڈ" کیپٹی نے ذعیب سے کہا۔

سپاہی نے کہا۔

"ہاں! اپنا شناختی کارڈ دکھاؤ"۔

کیپٹی نے ایک سیکنڈ میں حالات کا جائزہ لیا۔ دونوں سپاہی اس کے پاس کھڑے تھے اور خلائی شٹل کی سیڑھیاں کیپٹی کے بالکل سامنے تھیں۔ کیپٹی کا بھانڈا پھوٹنے والا تھا۔ شناختی کارڈ کے بغیر سپاہی اسے خلائی شٹل میں جانے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے۔ اور شناختی کارڈ کیپٹی کے پاس نہیں تھا۔ اچانک ایک سپاہی نے کیپٹی کو گھور کر دیکھا۔

"میں نے تمہیں پہلے یہاں نہیں دیکھا۔ کون ہو تم؟"

اب دوسرا سپاہی بھی چوکس ہو گیا۔ کیپٹی نے اپنی نیلی پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور کہا۔

"دکھاتا ہوں شناختی کارڈ۔ گھبراتے کیوں ہو [illegible]

لیکن کیٹی نے جس جیب میں ہاتھ ڈالا تھا اس میں شناختی
کارڈ کی بجائے خلائی پستول تھا۔ ایک لمحے کے اندر اندر کیٹی نے
جیب سے پستول نکالا اور اپنے سامنے کھڑے سپاہی پر فائر
کر دیا۔ ایک دھماکے سے سپاہی ہوا میں بھسم ہو گیا۔ اس سے
پہلے کہ دوسرا سپاہی خلائی گن سے حملہ کرتا۔ کیٹی نے اس پر بھی
فائر جھونک دیا۔ دوسرا دھماکہ ہوا اور دوسرا سپاہی بھی بھسم
ہو گیا۔

کیٹی نے سیڑھی پر چھلانگ لگا دی اور تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتی
شٹل کے اندر گھس گئی۔ فائر کے دھماکے کی آواز سن کر اوپر
والے باقی سپاہی بھی دروازے کی طرف دوڑے۔ کیٹی ایک
دم سے فرش پر لیٹ گئی۔ اور اس نے فائرنگ شروع کر دی۔
ایک فائر کیٹی کے بالکل قریب آ کر لگا۔ کیٹی اچھل کر دوسری طرف
ہو گئی اور اس کا پستول دھڑا دھڑ فائر کرنے لگا۔ دیکھتے
دیکھتے باقی سپاہی بھی خلائی شعاعوں کی زد میں آ کر بھک سے
اڑ گئے۔

یہ جنگ دیکھ کر پہرے دار خلائی شٹل کی طرف فائر کرتے دوڑے۔
مگر اس دوران میں کیٹی نے خلائی شٹل کا آٹومیٹک دروازہ
بند کر دیا تھا۔ وہ خلائی جہازوں کی تکنیک جانتی تھی۔ وہ خلاباز
تھی اور اس نے خلائی پرواز کی پوری ٹریننگ لی ہوئی تھی۔

سب سے پہلے کیٹی نے خلائی شٹل کے دونوں کمروں میں گھوم
کر دیکھا۔ وہاں اب کوئی دشمن کا سپاہی نہیں تھا۔

کیٹی کاک پٹ میں بیٹھ گئی۔ اس نے سارے سوئچ آن
کر دیئے۔ خلائی شٹل لرزنے لگی۔ اس کا انجن سٹارٹ ہو گیا۔
ایک بے پناہ شور کے ساتھ شٹل نے پیڈ پر سے اوپر اٹھنا شروع
کر دیا۔ دیکھتے دیکھتے وہ زمین سے ہزاروں فٹ کی بلندی پر آ گئی۔
کیٹی نے دوسرا بٹن دبا دیا۔ خلائی شٹل کا سب سے طاقتور انجن
سٹارٹ ہو گیا۔ شٹل کو ایک زبردست دھچکا لگا اور وہ
تیزی سے اوپر خلا کی طرف بڑھنے لگی۔ چند سیکنڈ میں خلائی شٹل
کیٹی کے سیارے سے ہزاروں کلو میٹر کی بلندی پر جا چکی تھی
اور پھر وہ اس کے مدار سے نکل کر خلا میں روانہ ہو گئی۔

کیٹی نے سکھ کا سانس لیا۔ اسے ایک بات کا شدید احساس
تھا کہ عنبر کا غیبی شیشہ سیارے کے لیڈر اوٹانگ کے پاس
ہی رہ گیا تھا۔ لیکن کیٹی کے لیے اپنی جان بچانے کا کام سب
سے زیادہ اہم تھا۔ اسے معلوم تھا کہ عنبر کو بھی غیبی شیشے
کا افسوس نہیں ہوگا۔ کیٹی نے اب آسٹرو چارٹ کو غور سے
دیکھا۔ راڈار سکرین پر ستاروں کا جائزہ لینے کے بعد اس
نے کمپیوٹر پر ان کا تجزیہ کیا۔ تو معلوم ہوا کہ زمین کا نظام شمسی
سات سو اٹھارہ نمبر ایک کی ڈگری پر تھا۔ کیٹی نے اس

خلائی شٹل کا رخ مقرر کر دیا۔
شٹل نے زمین کی طرف اپنا سفر شروع کر دیا۔
کیٹی واپس زمین پر پہنچنا چاہتی تھی۔ کیونکہ اسے معلوم تھا
کہ عنبر ناگ ماریا زمین پر ہی ہیں۔ ہاں البتہ اسے اپنے
ساتھی تھیوساگ کا ضرور خیال آ رہا تھا کہ نہ جانے خلا میں وہ
کس سیارے پر ہوگا؟ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ بھی کسی نہ کسی
زمین پر واپس عنبر ناگ ماریا کے پاس پہنچ گیا ہو۔
خلائی شٹل کی سکرین پر کیٹی نے نظر ڈالی تو اسے اپنا دشمن
سیارہ کروڑوں میل کے فاصلے پر نظر آیا۔ یہ کیٹی کا وطن تھا
مگر اس کی مخلوق اس کی دشمن بن گئی تھی۔ یہ سیارہ ایک چھوٹے
چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ اس خلائی شٹل کی رفتار کروڑوں میل
فی گھنٹہ کی تھی۔ خلا میں اسے اس رفتار کا اندازہ نہیں ہو رہا
تھا کیونکہ اس کے ارد گرد کوئی ایسی شے نہیں تھی جس کو پیچھے
جاتے دیکھ کر کیٹی کو احساس ہوتا کہ اس کی رفتار کتنی تیز ہے۔
خلا میں نہ دن تھا نہ رات۔ خلا میں اندھیرا تھا۔ دور
کروڑوں میل، اربوں میلوں کے فاصلے پر ستارے انگاروں
کی طرح دہک رہے تھے۔ جو سیارے تھے یعنی جو خود آگ
سے نہیں بنے تھے۔ بلکہ ہماری زمین کی طرح ٹھنڈے پتھر کے
گولے تھے۔ وہ اپنے قریبی سورج کی روشنی میں چمک رہے

تھے۔
پیارے دوستو! یہ تو تم لوگوں کو معلوم ہی ہوگا کہ کائنات
کے خلا میں ایک تو سیارے ہوتے ہیں۔ دوسرے ستارے
ہوتے ہیں۔ سیارے ہماری زمین کی طرح ہوتے ہیں جو خلا میں
اپنی خاص مدت پوری کرنے کے بعد ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔
اور گھومتے رہتے ہیں۔ یہ خود روشن نہیں ہوتے بلکہ قریبی سورج
ان کو روشن کرتے ہیں۔ جو ستارے ہوتے ہیں وہ ہمارے
سورج کی طرح ہوتے ہیں۔ جو بے پناہ آگ میں دہک
رہے ہوتے ہیں۔ ان میں ایٹموں کے پھٹنے کا عمل جاری
رہتا ہے جس سے ان میں ہر وقت گیس جلتی رہتی ہیں۔
اور زبردست ایٹمی توانائی خارج ہوتی رہتی ہے۔
کیٹی کی خلائی شٹل کا جو راستہ متعین تھا وہ دہکتے ہوئے
ستاروں سے کروڑوں میل کے فاصلے پر سے ہو کر گزرتا
تھا۔ چنانچہ اسے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔ کیٹی کے
شٹل کی رفتار چونکہ انتہائی تیز تھی اس لیے خلا میں شٹل
کا فاصلہ کم زیادہ طے ہو رہا تھا۔ مگر وقت تھوڑا گزر رہا
تھا۔ ہماری دنیا کے حساب سے خلا میں کیٹی کا ایک دن
اور ایک رات گزری ہوگی۔ مگر شٹل نے اربوں میل کا فاصلہ
طے کر لیا تھا۔ دنیا پر ہمیں اپنی کسی بھی ٹرین یا ہوائی جہاز

میں بیٹھ کر یہ فاصلہ طے کرنے میں شاید سینکڑوں سال لگ جاتے مگر کیٹی نے ایک دن اور ایک رات میں یہ فاصلہ طے کر لیا تھا۔ شٹل خلا میں دوڑتی چلی جا رہی تھی۔

خلا میں اپنی دنیا کے حساب سے کیٹی کو ایک ہفتہ گزر گیا۔

آٹھویں روز کیٹی نے سکرین پر نظر ڈالی تو اسے دور ایک نیلا سیارہ بڑی تیزی سے چمکتا نظر آیا۔ اس سیارے کے نیچے کی جانب سے بھی ایک لمبوتری نیلی روشنی نکل کر خلا میں پڑ رہی تھی۔ اب سکرین پہ کیٹی نے دیکھا کہ یہ ایک ناشپاتی کی شکل کا بہت بڑا سیارہ ہے۔ جس کے اوپر کا حصہ تاریکی اور نیچے کا حصہ نیلا تھا۔ اس نچلے حصے میں سے نیلی روشنی ایک آبشار کی طرح خلا میں پڑ رہی تھی۔ کیٹی کا شٹل اسی طرف جانے لگا۔ کیٹی نے شٹل کا رخ بدلنے کی کوشش کی مگر اس سیارے کی کشش اتنی زیادہ تھی کہ وہ اپنی شٹل کا رخ نہ بدل سکی۔

کیٹی کی نگاہیں سکرین پہ سیارے کو تک رہی تھیں۔ اس نے اب ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔ خلا میں سے ایک گول نیلی روشنی کا دائرہ تیرتا ہوا نیلے سیارے کی آبشار والی روشنی کی طرف بڑھنے لگا۔ یہ دائرہ ایک گول نیلے تختے کی طرح تھا۔ اچانک کیٹی کے حلق سے ایک چیخ سی نکل گئی۔ کیونکہ اس نے دیکھا کہ تختے پہ ایک انسان لیٹا تھا جس کے

جسم کے گرد ایک بہت بڑا سانپ لپٹا ہوا تھا۔ پاس ہی سانپ کی پٹاری کھلی پڑی تھی۔ یہ انسان بالکل اپنی زمین کے انسان کی طرح کا تھا اور اس کا چہرہ دہشت زدہ تھا۔ آنکھیں خوف سے پھٹی ہوئی تھیں کیونکہ سانپ کا منہ اس بدقسمت انسان کے چہرے کے بالکل اوپر تھا اور سانپ کی زبان بار بار باہر نکل رہی تھی۔

"یا خدا یہ کیا قصہ ہے؟" کیٹی نے اپنے دل میں کہا۔

یہ سانپ اور انسان والا نیلی روشنی کا تختہ جب سیارے سے نکلنے والی نیلی روشنی کی زد میں آیا تو اس روشنی نے اس کو اوپر کو کھینچنا شروع کر دیا۔ کیٹی کی خلائی شٹل اس وقت نیلی روشنی کی آبشار کے عین نیچے پہنچ گئی تھی۔ کیٹی نے شٹل کے گلوب میں دیکھا کہ نیلی روشنی بدقسمت انسان کو اوپر ہی اوپر کھینچے لیے جا رہی تھی۔

کیٹی نے ایک بار پھر اپنی خلائی شٹل کو دوسری طرف لے جانے کی کوشش کی مگر اب اس کی خلائی شٹل نیلے سیارے کی کشش کی زد میں آ چکی تھی اور اسے اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا تھا۔ خلائی شٹل اب کیٹی کے اختیار میں نہیں تھی۔ وہ سیارے کی طرف کھنچتی چلی جا رہی تھی۔ کیٹی نے اب جدوجہد چھوڑ دی اور یہ سوچا کہ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

شٹل اب ایسے زاویے پر سیارے کی طرف بڑھ رہی
تھی کہ کیٹی کو سکرین پر نیلی روشنی کے جال میں پھنسا ہوا
سانپ میں لپٹا بدقسمت انسان صاف دکھائی دے رہا
تھا۔ یہ انسان اور سانپ والی نیلی روشنی سیارے کی
زمین کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہی تھی۔ زمین پر
اونچے مخروطی پہاڑ بھی نظر آنے لگے تھے۔ کہیں کہیں
کیٹی کو گہرے سبز دھبے دکھائی دیئے جو یقیناً درخت تھے۔
تو کیا اس سیارے پر زمین ایسے حالات تھے۔؟
اگر ایسے حالات نہ ہوتے تو انسان نظر نہ آتا جس کو سانپ
نے جکڑ رکھا تھا۔

ہمارے نظام شمسی میں ہماری زمین سورج سے
ایک ایسے مناسب فاصلے پر آ گئی کہ یہاں زندگی
نے جنم لے لیا۔ خلا میں ہزاروں، لاکھوں کروڑوں کہکشائیں
ہیں اور ان میں اربوں نظام ہائے شمسی ہیں۔ سائنس دانوں
کا خیال ہے کہ اگر خلا کے کسی بھی نظام شمسی میں کوئی
سیارہ سورج سے اتنے فاصلے پر آ جائے جتنا فاصلہ
کہ ہماری زمین کا سورج سے ہے تو یقیناً اس سیارے
پر بھی ہماری زمین ایسے حالات اور موسم پیدا ہو جائیں
گے اور وہاں زندگی جنم لے لے گی۔ اور ایک خاص مدت

کے گزرنے کے بعد وہاں ہم ایسے انسان چلتے پھرتے نظر
آنے لگیں گے۔

کیٹی کو خیال آیا کہ ہو سکتا ہے یہ سیارہ اس
نظام شمسی کے سورج کے اتنے ہی فاصلے پر ہو جتنے
فاصلے پر ہماری زمین ہے اور یہاں انسان رہتے ہوں
بہرحال ابھی تک کیٹی کسی نتیجے پر نہیں پہنچی تھی۔ ویسے یہ
بھی خیال آ رہا تھا کہ اگر یہاں بھی دشمن مخلوق رہتی ہے
تو اس کی جان پھر خطرے میں پڑ جائے گی۔ لیکن اس
کا اختیار خلائی شٹل پر نہیں رہا تھا۔ خلائی شٹل تیزی
سے اپنے آپ نیچے سیارے کی زمین کی طرف چلی جا رہی تھی
جو انسان سانپ کی لپیٹ میں تھا۔ اسے روشنی کی نیلی
آبشار اپنے ساتھ لے کر سیارے کی زمین کے مغرب کی طرف
چلی گئی تھی۔ اس سیارے پر دن کا وقت تھا۔ یہاں بھی مغرب
کی طرف سورج غروب ہو رہا تھا۔ کیٹی محسوس کر رہی تھی کہ اس
سیارے کے حالات ہماری زمین سے بہت ملتے جلتے
تھے۔

اس کا خلائی جہاز اب زمین کی سطح سے زیادہ دور
نہیں تھا۔ کیٹی کو سکرین پر اونچے اونچے گھنے درخت
صاف دکھائی دے رہے تھے۔ غروب ہوتے سورج

کی روشنی میں اِن درختوں کے سائے بلے ہو رہے تھے
سانپ کی کنڈلی میں لپٹا ہوا انسان نیلی روشنی کے ساتھ
ہی غائب ہو چکا تھا۔

کیٹی نے دیکھا کہ جس جگہ اس کی خلائی شٹل اُتر
رہی تھی وہاں کوئی آبادی نہیں تھی۔ بالکل ویرانہ تھا جہاں
زمین اونچی نیچی تھی۔ اور درختوں کے جھنڈ کہیں کہیں شام
کی ہواؤں میں لہرا رہے تھے۔ کیٹی نے شٹل کی سپیڈ کو کنٹرول
کر رکھا تھا۔ اس نے ایک بٹن دبایا تو دیوار میں ننھا سا سوراخ
کھل گیا۔ یہاں سے جو ہوا اندر آئی اس میں تازگی، ٹھنڈک
اور آکسیجن موجود تھی۔ آسمان پہ اس نے کچھ پرندے بھی اُڑتے
ہوئے دیکھے۔ ہوا میں سبزے کی دھیمی دھیمی خوشگوار مہک
تھی۔

کیٹی کی خلائی شٹل آہستہ درختوں کے درمیان ایک کھلی جگہ پر جا کر رک
گئی۔ کیٹی نے سارے انجن بند کر دیئے۔ اور شٹل کے اندر کی ساری
بتیاں بھی بجھا دیں۔ یہ سب کچھ اس نے احتیاط کے طور پر کیا کیونکہ
وہ ایک ایسے اجنبی سیارے پر آ گئی تھی جس کی فضا اگرچہ عنبر
ناگ ماریا کی زمین سے بالکل ملتی تھی پھر بھی اُسے کچھ معلوم نہیں
تھا کہ یہاں کی مخلوق ترقی کے کس دور میں ہے۔ ہو سکتا ہے
یہاں انسان ابھی وحشی دور سے گزر رہا ہو اور کیٹی کے ساتھ کوئی

حادثہ پیش آ جائے۔

ابھی دن کی روشنی تھوڑی تھوڑی باقی تھی۔ کیٹی شٹل سے
باہر نکل آئی۔ اس کے پاس خلائی گن موجود تھی۔ اس نے چاروں
طرف ایک گہری نگاہ دوڑائی۔ درخت کافی گھنے تھے۔ کیٹی نے
ایک گرے ہوئے پتے کو اُٹھا کر دیکھا۔ یہ ایسے درخت کا پتا
تھا جو عنبر ناگ ماریا کی زمین پہ پانچ ہزار سال پہلے ہی پایا جاتا
تھا۔ کیٹی کو اچانک خیال آیا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ یہ سیارہ
ابھی اپنی تہذیب کے ابتدائی دور سے گزر رہا ہو اور یہاں پر ایسے
حالات ہوں جیسے کہ عنبر ناگ ماریا کی زمین پہ پانچ ہزار برس
پہلے تھے؟

اپنی زمین کے انسانوں ایسی شکل صورت کے ایک انسان کو کیٹی
نے سانپ میں جکڑا ہوا بھی دیکھا تھا جس کو نیلی روشنی کی آبشار
ایک طرف لے گئی تھی۔ اس سے تو یہ ثابت ہوتا تھا کہ یہاں
کے لوگ سائنس میں بہت آگے ہیں اور انہوں نے کوئی ایسی
نیلی روشنی ایجاد کر رکھی ہے جو انسان کو خلا سے نکال کر ان کی
زمین پر لے آتی ہے۔ لیکن یہ جادو یا طلسم بھی ہو سکتا تھا۔
کیونکہ کیٹی نے اس زمین کے سیارے کے ارد گرد کسی خلائی
راکٹ کو اُڑتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

کیٹی ابھی اس زمین کی سائنسی ترقی کے بارے میں کسی نتیجے

پر نہیں پہنچ سکی تھی. بہرحال اس کی خلائی شٹل اس سیارے
کی کشش کی وجہ سے یہاں اترنے پر مجبور ہوگئی تھی اور اب
کیٹی نے یہ معلوم کرنا تھا کہ وہ دشمنوں کے درمیان آگئی ہے یا دوستوں
کے درمیان ؟

کیٹی نے اپنی خلائی شٹل پر ایک نگاہ ڈالی. یہ خلائی شٹل
زیادہ بڑی نہیں تھی. وہ خاموش کھڑی تھی. کیٹی ایک پتلی سی
پگڈنڈی پر چل پڑی جو جنگل کے ایک جھنڈ میں چلی جا رہی تھی. دھوپ
کا رنگ سنہری ہونے کے بعد اب قرمزی ہونے لگا تھا اور شام
کے سائے درختوں کے نیچے پھیلنا شروع ہو گئے تھے.

کیٹی بڑی احتیاط سے چاروں طرف سے چوکس ہو کر چل
رہی تھی. خلائی پستول اس کے ہاتھ میں تھا اور ہاتھ اس
نے نیلی پتلون کی جیب میں ڈال رکھا تھا. وہ ذرا سے خطرے پر
ایک سیکنڈ میں پستول نکال کر فائر کر سکتی تھی. جنگل میں آگے
جا کر اس نے درختوں پر پرندوں کے بولنے کی آوازیں سنیں
یہ آوازیں چڑیوں کی چہکار سے ملتی جلتی تھی.

آگے جا کر جنگل گھنا ہو گیا. یہاں اندھیرا بڑھ گیا تھا. کیٹی
نے اچانک شیر کی دھاڑ سنی. وہ تیزی سے درخت کے
پیچھے ہو گئی. شیر کی دھاڑ کچھ فاصلے پر سے آئی تھی. دوسری
بار شیر کی دھاڑ دور سے سنائی دی. شیر کہیں دور چلا گیا تھا

تو گویا یہاں شیر بھی تھے. صاف ظاہر تھا کہ اس سیارے پر ہوبہو
وہی فضا اور وہی حالات ہیں جو زمین پر تھے.

جنگل ختم ہو گیا. اب کیٹی کے سامنے ایک چھوٹا سا ویران میدان
تھا جس میں اونچی اونچی گھاس اُگی ہوئی تھی. سورج غروب ہو گیا
تھا. شام کے اندھیرے نے ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا
تھا. کیٹی اس میدان سے بھی گزر گئی.

اُسے دور کچھ روشنیاں نظر آئیں. یہ روشنیاں چراغوں
کی طرح جھلملا رہی تھیں. کیٹی اُن روشنیوں کی طرف چلنے لگی. اب
اس نے دیکھا کہ کچھ فاصلے پر ایک شہر کی چار دیواری بنی ہے
جس کے اوپر برج بنے ہیں اور ہر برج میں ایک مشعل
روشن ہے. مشعل کی روشنی میں کہیں کہیں زرہ پوش سپاہی
نیزے ہاتھوں میں لیے پہرہ دے رہے تھے. کیٹی کو یقین ہو
گیا کہ اس سیارے کی دنیا اپنی تہذیب کے ابتدائی دور میں
سے گزر رہی ہے اور سپاہی ابھی نیزوں اور تلواروں سے
لڑتے ہیں. بجلی بھی ایجاد نہیں ہوئی ہے اور لوگ مشعلیں جلا کر
روشنی کرتے ہیں. اس شہر کے بڑے دروازے تک ایک
ایسی سڑک جا رہی تھی جس پر پتھر چنے گئے تھے.

کیٹی کو کہیں بجلی کا کھمبا، موٹر، ٹیلی فون کے تار اور ماڈرن
زمانے کی کوئی نشانی وہاں نہیں ملی. اب وہ

گئی کہ شہر میں داخل ہویا نہ ہو۔ کیونکہ اس نے جدید زمانے
کی نیلی خلائی ٹکٹکیوں والی وردی پہن رکھی تھی۔ اس کے سر پر
نیلی ٹوپی بھی تھی۔ کہیں لوگ اسے کسی دشمن سیارے کی عورت
سمجھ کر مار نہ ڈالیں۔

کیٹی ایک جھنڈے کے پاس کھڑی ہو کر سوچنے لگی۔ جب رات کا
اندھیرا گہرا ہو گیا تو کیٹی آگے بڑھی۔ زیادہ دیر وہاں کھڑے
رہنا بیکار تھا۔ اسے بہرحال شہر میں داخل ہو کر معلوم کرنا
تھا کہ وہ کس سیارے پر ہے اور یہاں کیسے لوگ آباد ہیں۔

کیٹی شہر کے دروازے کے قریب پہنچ کر ایک جگہ رک
گئی۔ شہر کا دروازہ پرانا اور اونچا تھا۔ اس کا ایک پٹ
کھلا ہوا تھا اور دو پہرے دار جنہوں نے لوہے کے سینہ
پوشیں پہن رکھے تھے نیزے لیے وہاں پہرہ دے رہے تھے
وہ سپاہی شہر میں داخل ہونے والوں کی پڑتال پر لگے تھے
کچھ لوگ گدھوں پر سوار شہر کے اندر سے نکلے۔ ایک رتھ
دوڑتا ہوا آیا اور شہر کے دروازے میں داخل ہو گیا۔ دو
گھوڑسوار بھی شہر میں داخل ہوئے۔

یہ پرانا زمانہ تھا۔ کیٹی نے سوچا۔ ان لوگوں کی شکلیں
ہماری زمین کے انسانوں ایسی تھیں مگر وہ قدیم ترین زمانے
کے لوگ تھے اور ابھی رتھوں پر سوار ہو کر سفر کرتے تھے۔

کیٹی شہر میں داخل ہوتے ہوئے ہچکچا رہی تھی کہ کسی نے
پیچھے آ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

کیٹی نے تڑپ کر پیچھے دیکھا۔ اس کے پیچھے ایک بوڑھی
عورت سر سے پاؤں تک چادر اوڑھے کھڑی کیٹی کو تک
رہی تھی۔ بوڑھی عورت نے ایک عجیب زبان میں کیٹی سے
کہا۔

"شہر کا دروازہ بند ہونے والا ہے بیٹی! تم شہر
میں نہیں جاؤ گی؟"

خلائی لڑکی ہونے کی وجہ سے کیٹی اس کی زبان سمجھ رہی
تھی۔ کیٹی نے بھی اسی زبان میں کہا۔

"میں اپنے بھائی کا انتظار کر رہی ہوں۔"

یہ اس نے یونہی کہہ دیا تھا۔ اس کے دیکھتے دیکھتے شہر
کا دروازہ بند ہو گیا۔ بوڑھی عورت نے کہا۔

"اب تم شہر میں داخل نہیں ہو سکو گی۔ بیٹی تمہارا
بھائی کہاں گیا ہے؟ یہ تم نے کس قسم کے کپڑے
پہنے ہوئے ہیں۔ تم پردیسی ہو؟ کہاں سے آئی ہو؟
مگر تم تو ہماری زبان بولتی ہو؟"

بوڑھی عورت نے کتنے ہی سوال کر ڈالے تھے اور کیٹی
کے پاس ان میں سے کسی ایک کا جواب بھی نہیں تھا۔ اس نے

مسکرا کر کہا۔

"اماں! میں ——— میں ——— دوسرے شہر سے
آئی۔ اس ملک کی رہنے والی ہوں۔ یہ لباس میرے
بھائی نے تیار کیا تھا۔ اسے نئے نئے لباس تراشنے
کا شوق ہے۔"

بوڑھی عورت بھی مسکرا دی اور بولی۔

"بیٹی! تم یہاں کب تک کھڑی رہو گی۔ تمہارا
بھائی کہاں سے آ رہا ہے؟"

کیٹی نے کہا۔

"وہ ——— وہ شاید اب نہ آئے۔ مگر میں یہاں
پردیسی ہوں۔ کیا یہاں کوئی سرائے نہیں ہے؟"

بوڑھی عورت بولی۔

"سرائے تو شہر کے اندر ہے۔ اور شہر کا دروازہ
بند ہو گیا ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔ میرا گھر یہاں سے
تھوڑی دور ایک گاؤں میں ہے۔ وہاں تم رات
بسر کرنا اور صبح شہر میں آ جانا۔"

کیٹی بھی یہی چاہتی تھی۔ وہ اس بوڑھی عورت کے
ساتھ چل پڑی۔ بوڑھی عورت سے باتیں کرتے ہوئے
کیٹی نے اس شہر اور ملک کے بارے میں بہت کچھ معلومات

حاصل کر لیں۔ اس شہر کا نام کاشان تھا۔ اس شہر کے بادشاہ
کا نام عاطون تھا۔ یہ لوگ انسانی تہذیب کے ابتدائی دور میں
سے گزر رہے تھے مگر بوڑھی عورت کی زبانی کیٹی کو معلوم ہوا
کہ یہاں کا بادشاہ عالطون بڑا ظالم ہے۔ اس کے وزیر کا نام
ہامان ہے اور وہ بہت بڑا جادوگر ہے۔ کیٹی کے ذہن
میں اس انسان کی تصویر موجود تھی جس کے گرد سانپ لپٹا ہوا
تھا اور جسے نیلی روشنی کی آبشار آسمان سے کھینچ کر اس زمین
پر لائی تھی۔ کیٹی نے چلتے چلتے سوال کیا۔

"اماں! کیا یہاں اوپر بھی کوئی ایسی زمین ہے۔
جہاں سے انسان نیچے لائے جاتے ہیں؟"

بوڑھی عورت نے کیٹی کی طرف گھور کر دیکھا اور کہا۔

"کیا تمہیں نہیں معلوم کہ وزیر جادوگر ہامان نے اپنے
جادو کے زور سے خلا میں ایک چاند چھوڑ رکھا ہے جس
پر قیدی لوگوں کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ ہمارے بادشاہ
عالطون کے کندھے پر ایک پھوڑا ہے جس میں ہر پندرھویں
دن کسی انسان کے دماغ کے گودے کو بھرا جاتا ہے۔
اگر ایسا نہ کیا جائے تو بادشاہ اس پھوڑے کے زخم
سے مر جائے۔ اس مقصد کے لیے خلائی طلسمی چاند
پر سے ہر پندرہ دن کے بعد ایک بدقسمت قیدی انسان

کو سانپ میں جکڑ کر نیچے لایا جاتا ہے۔ پھر اس کی کھوپڑی میں سے دماغ نکال کر بادشاہ کے کاندھے کے پھوڑے میں بھر دیا جاتا ہے۔ یہ بھیجہ پھوڑے کے کیڑے پندرہ دن تک کھاتے رہتے ہیں اور بادشاہ کو چین ملتا ہے۔ پندرہ دن کے بعد جب بھیجہ ختم ہو جاتا ہے تو ایک بار پھر خلائی طلسمی چاند میں سے ایک قیدی کو پکڑ کر نیچے لایا جاتا ہے"

کیٹی یہ سن کر لرز اٹھی۔ یہاں کس قدر ظلم ہو رہا ہے انسانوں پہ! وہ بولی۔

"میں دوسرے شہر سے آئی ہوں۔ اس لیے یہ نہیں جانتی"

اس طرح باتیں کرتے کرتے وہ ندی کے کنارے آباد ایک چھوٹے سے گاؤں میں پہنچ گئیں۔ جہاں دس بارہ کچے گھروں میں تیل کے چراغ جل رہے تھے۔ بوڑھی عورت کیٹی کو اپنے گھر میں لے گئی۔ اس گھر میں اس عورت کا جوان بیٹا اور اس کی بیوی بھی رہتے تھے۔ بیٹے کا نام ساگون تھا۔ وہ رتھوں کے پہیوں کی مرمت کا کام کرتا تھا۔ ان سبھوں نے پرانے زمانے کے لباس پہن رکھے تھے۔ وہ کیٹی کے لباس کو حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ کیٹی نے یہی مناسب سمجھا

کہ ان کا لباس پہنے۔ چنانچہ اس عورت کی بہو نے کیٹی کو اپنا لباس صندوق سے نکال کر دیا۔ جو اس نے پہن کر چادر اوڑھ لی۔ خلائی پستول کیٹی نے اپنی پرانی وضع کی قمیض کی جیب میں چھپا کر رکھ ہوا تھا۔ کیٹی کو اپنی خلائی شٹل کی بھی فکر تھی کہ لوگوں نے اگر وہ جگہ معلوم کر لی تو ہو سکتا ہے کہ خلائی شٹل کو تباہ کر دیں۔ مگر خلائی شٹل جنگل میں ایسی خفیہ جگہ پر کھڑی تھی کہ کیٹی کا خیال تھا کہ شاید وہاں کوئی مشکل ہی سے پہنچے۔ ایک تو وہاں آبادی زیادہ نہیں تھی۔ دوسرے لوگ زیادہ تر شہر میں ہی رہتے تھے۔

رات کیٹی نے ان لوگوں کے مکان میں گزار دی۔

صبح کو وہ ان سے اجازت لے کر اپنے بھائی کو تلاش کرنے کا بہانہ بنا کر شہر کی طرف نکل آئی۔ شہر کا بڑا دروازہ کھلا تھا اور اس وقت مسافروں کی پڑتال نہیں کی جا رہی تھی۔ کیٹی شہر میں داخل ہو گئی۔ اس نے پہلا کام یہ کیا کہ ناگ عنبر اور ماریا کی خوشبو لینے کی کوشش کی۔ مگر اسے کسی سمت سے بھی ان میں سے کسی کی خوشبو نہ آئی۔

کیٹی کو ناامیدی ہوئی۔ عنبر ناگ ماریا اس شہر میں نہیں تھے۔ شہر کے مکان پختہ اینٹوں سے بنے ہوئے تھے۔ سڑکیں بھی پتھریلی تھیں۔ لوگ گھوڑوں اور گدھوں پر سوار آ جا رہے تھے۔

کبھی کبھی کوئی امیر عورت پالکی میں سوار گزر جاتی۔ پالکی غلاموں نے اُٹھا رکھی ہوتی۔ ایک غلام پالکی کے ساتھ ساتھ دوڑ کر امیر عورت کو کھجور کا پنکھا جھل رہا ہوتا۔

چلتے چلتے کیٹی شہر کے آخری کنارے پر پہنچ گئی۔ یہاں اسے ایک شاندار محل نظر آیا۔ محل دو منزلہ تھا۔ اس کی دیواروں پر سونا اور چاندی چمک رہا تھا۔ اوپر گنبد بنے تھے جن پر بھی سونے کا پترا چڑھا ہوا تھا جو سورج کی روشنی میں جھلمل جھلمل کر رہا تھا۔ محل کے گرداگرد ایک دیوار بنی تھی۔ اس دیوار پر ایک بڑا دروازہ تھا جو بند تھا اور باہر پہرہ لگا تھا۔ یہ اس شہر کے بادشاہ طاطون کا محل تھا۔ کیٹی محل کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی کہ ایک سپاہی نے اسے دوسری طرف کھینچ کر کہا۔

”کیا دیکھ رہی ہو تم؟“

کیٹی نے جلدی سے کہا۔

”پردیسی عورت ہوں۔ محل کی شان و شوکت دیکھ رہی تھی“

”چلو بھاگو یہاں سے“ سپاہی نے غرا کر کہا۔

کیٹی پیچھے ہٹ کر بازار میں آ گئی۔ ایک طرف کیٹی کو ایک پرانی قسم کا کنواں نظر آیا۔ جہاں کچھ لڑکیاں مٹی کی

صراحیوں میں پانی بھر رہی تھیں۔ کیٹی ان کے پاس آ کر بولی۔

”بہن پانی پلا دو تھوڑا سا“

کیٹی کے بال سنہری اور آنکھیں سیاہ اور خوبصورت تھیں لڑکیاں کیٹی کے سنہری بالوں کو بڑے شوق سے دیکھنے لگیں۔ ایک نے پوچھا۔

”تم کس ملک کی شہزادی ہو؟“

اور سب کھل کھلا کر ہنس پڑیں۔ کیٹی نے کہا۔

”میں اس شہر میں پردیسی ہوں۔ سیر کرنے آئی ہوں اور اپنی بہن کے ساتھ۔ پانی پلا دو گی“

”لو پیو بہن“

ایک عورت نے صراحی آگے کرتے ہوئے کہا۔ کیٹی نے تھوڑا سا پانی پیا اور بولی۔

”بادشاہ کا محل ہے نا؟“

ایک لڑکی نے کہا۔

”ہاں — تم یہاں زیادہ دیر نہ ٹھہرنا۔ تمہارے بال سنہری ہیں۔ تم خوبصورت ہو۔ کہیں بادشاہ کے غلام تمہیں اُٹھا کر نہ لے جائیں“

دوسری لڑکی بولی۔

”آج تو بادشاہ کے پھوڑے میں کسی

کا بھیجہ بھرا جا رہا ہے۔ آج بادشاہ کو فرصت
نہیں کسی لڑکی کی طرف دیکھنے کی۔"
اور سب لڑکیاں جلدی جلدی وہاں سے پانی بھر کر چلی
گئیں

کیٹی پھر ایک طرف چل پڑی۔ شہر کافی بڑا تھا۔ اس
کی چار دیواری کے اندر آبادی سے دور کھیت بھی تھے۔
درختوں کے جھنڈ بھی اُگے ہوئے تھے۔ کیٹی ان کھیتوں
سے گزر کر ایک ویران جگہ پر آئی تو اس نے دیکھا کہ کچھ
سپاہی ایک تختے پر کسی انسان کی لاش کو اٹھائے لیے
جا رہے ہیں۔ وہ درختوں کے جھنڈ میں بنی ایک مٹی کی چار دیواری
میں داخل ہو گئے۔ کیٹی کچھ دیر وہاں کھڑی رہی۔ جب سپاہی
واپس چلے گئے تو کیٹی اس چار دیواری میں داخل ہوئی۔
اس نے دیکھا کہ وہاں جگہ جگہ قبریں بنی ہوئی ہیں۔ یہ قبرستان
تھا۔ اس قبرستان کے بیچ میں ایک گہرا گڑھا کھدا ہوا تھا۔
کیٹی نے اس گڑھے میں ایسی لاشیں دیکھیں۔ جن کی کھوپڑیاں
اوپر سے آدھی غائب تھیں۔ وہ سمجھ گئی کہ یہ وہ بدنصیب
قیدی انسان ہیں جن کے دماغ کا بھیجہ نکال کر بادشاہ کے
پھوڑے میں بھرا گیا ہے۔

کیٹی کا جسم خوف سے لرز گیا۔ کیا انسان دوسرے

انسان پر اتنا ظلم بھی کر سکتا ہے؟ وہ قبرستان سے
واپس ہونے لگی تو کسی نے پیچھے سے اس کے بازو کو مضبوطی
سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔

ڈھندلا طلسمی چہرہ

کیٹی نے گھوم کر دیکھا۔

ایک مکروہ شکل والا جلاد قسم کا آدمی اس کی طرف زرد دانت نکالے دیکھ کر ہنس رہا تھا۔

"کون ہو تم؟ مجھے کیوں پکڑ رکھا ہے؟"

وہ آدمی قہقہہ لگا کر بولا۔

"ایک مدت کے بعد اس قبرستان میں ایک خوبصورت لڑکی آئی ہے۔ میں تمہیں اپنی بیوی بناؤں گا۔"

کیٹی نے یہاں پہلی بار اپنی طاقت آزمانے کی کوشش کی۔ اس نے جلاد انسان کو زور سے دھکا دیا۔ وہ آدمی تین قلابازیاں کھاتا ہوا قبروں کے اوپر گر پڑا۔ وہ گرتے ہی اٹھا اور اس نے خنجر نکال لیا۔ کیٹی نے بھی اپنی جیب سے خلائی پستول نکال لیا۔ جلاد آدمی کیٹی کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے خلائی پستول کو حیرت سے تکنے لگا۔ اس نے اس قسم کا ہتھیار پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ سمجھا کہ یہ کوئی معمولی کھلونا ہے کہ جس

میں نہ تو کوئی جادو لگا ہے اور نہ کوئی خطرناک۔ کھلونا اس میں ہے۔

اس نے قہقہہ لگایا اور جادو سے کیٹی پر حملہ کر دیا۔

کیٹی اچھل کر پرے ہٹ گئی۔ ساتھ ہی خلائی پستول کا فائر کر دیا۔ فائر کی شعاع سیدھی اس بدمعاش کے سینے میں جا کر لگی اور وہ آگ کا شعلہ بن کر بھسم ہو گیا۔ کیٹی جلدی سے پیچھے کو دوڑی۔ اس کا خیال تھا کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا۔ مگر قبرستان کی ایک قبر کے چبوترے کے پیچھے کھڑا آدمی اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کیٹی کے خلائی پستول سے لیزر شعاع کو نکل کر اس آدمی پر گرتی اور اسے بھسم ہوتے دیکھا تھا۔

یہ آدمی جادوگر وزیر خامان کا غلام تھا۔ وہ کیٹی کے پیچھے لگ گیا۔ وہ کیٹی کے خلائی پستول کو کوئی طلسمی ہتھیار سمجھ بیٹھا تھا۔ وہ کیٹی کا پتہ کرنا چاہتا تھا کہ یہ عورت اگر جادوگرنی ہے تو کہاں رہتی ہے۔ کیٹی قبرستان سے نکل کر شہر کے دروازے کی طرف بڑھی۔ غلام اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ کیٹی شہر کے دروازے سے باہر آ کر بوڑھی عورت کے گاؤں کی طرف چلنے لگی۔

غلام اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس نے معلوم کر لیا کہ کیٹی

بوڑھی عورت کے مکان پر ٹھہری ہوئی ہے۔ یہ پتہ کرنے کے
بعد غلام سیدھا شاہی محل میں آگیا۔ وہ جادوگر وزیر
ہامان کے کمرہ خاص میں گیا اور اُسے سارا واقعہ سنایا۔
جادوگر وزیر ہامان کی آنکھیں لومڑی ایسی تھیں اور تھوڑی
پر چھوٹی سی ڈاڑھی تھی۔ اس کے چہرے سے سنگدلی اور مکاری
ٹپکتی تھی۔ جادو اور طلسم کی وجہ سے اس کے چہرے پر ایک
سیاہی آگئی تھی۔

دوستو! شاید یہ بات آپ کو معلوم نہ ہو کہ جو کوئی جادو
یا طلسم کا کوئی عمل کرتا ہے اور کسی دوسرے انسان کو
نقصان پہنچانے کے لیے تعویذ گنڈے کرتا ہے تو قدرت
کی طرف سے اس پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ اسی لیے اسلام
میں جادو اور تعویذ گنڈے کو حرام کر دیا گیا ہے۔ میں
نے ایک کالا علم کا عمل کرنے والے کو دیکھا تھا کہ اس
کا چہرہ بھی کالا ہو گیا تھا۔ ایسی باتیں اسلام میں حرام
قرار دی گئی ہیں۔ یہ گناہ ہے اور اس کی سزا ملتی ہے
انسان کے لیے یہی راستہ سب سے نیک راستہ ہے۔
کہ وہ نیکی سے کام کرے۔ دوسروں کا بھلا سوچے۔ ماں
باپ اور بزرگوں کی عزت کرے۔ خدا پر بھروسہ رکھے۔
جھوٹ اور بُرائی سے دور رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے

حکم سے نیکی اور رحمت کے فرشتے اس کی حفاظت پر لگ
جاتے ہیں اور جب کبھی ایسا نیک آدمی کسی مشکل میں پھنستا
ہے تو نیکی کے فرشتے اللہ کے حکم پر اس کو اس مصیبت سے
نکال دیتے ہیں۔ لیکن جب کوئی آدمی گناہ کے راستے پر چل پڑتا
ہے۔ جھوٹ بولتا ہے۔ چوری کرتا ہے۔ بزرگوں کا مذاق اُڑاتا
ہے۔ خدا کو بھول جاتا ہے تو پھر نیکی اور رحمت کے فرشتے اس
کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور عذاب لانے والے فرشتے اس
کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ پھر ایسا گناہگار انسان قسم قسم کی
مصیبتوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس لیے اگر تم نیکی اور خوشی کی
زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو تمہیں چاہیے کہ اسلام کے بتائے
ہوئے نیکی کے راستے پر چلو تاکہ اس دنیا اور آخرت میں
بھی تم پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔

مگر عاطون بادشاہ کا جادوگر وزیر ہامان کالے علم اور
جادو کی برائیوں میں پھنس چکا تھا۔ اس نے اپنے جادو
کے زور سے خلا میں ایک چھوٹا سا چاند چھوڑ رکھا تھا۔ اس
چاند پر ایسے قیدی رہتے تھے جن کو موت کی سزا دی جا چکی
تھی۔ ہر پندرہ دن کے بعد یہاں سے ایک قیدی کو سانپ
میں جکڑ کر پیچھے بادشاہ کے محل میں لایا کرتا تھا۔ کیونکہ بادشاہ
عاطون کے کاندھے پر جو پھوڑا تھا جس میں ہر پندرہ

کے بعد کسی انسان کی کھوپڑی کا بھیجہ بھرنا ضروری تھا
جادوگر حامان اس بدقسمت آدمی کو پہلے سانپ سے
ڈسوا کر اس کے دماغ میں سانپ کا زہر داخل کرتا۔ پھر اس
کی کھوپڑی توڑ کر اس میں سے بھیجہ نکال کر بادشاہ کے
پھوڑے میں بھر دیتا اور بدنصیب انسان کی لاش اٹھا کر
قبرستان میں پھینک دی جاتی۔

جادوگر حامان کو غلام نے بتایا کہ اس نے ایک ایسی عورت
کا سراغ لگایا ہے جس کے پاس ایسی شے ہے جس میں سے
ایک نیلی شعاع نکلتی ہے اور جس پر یہ شعاع پڑتی ہے وہ
آگ میں جل کر بھسم ہو جاتا ہے تو جادوگر حامان نے اپنی
لومڑی ایسی آنکھیں ادھر ادھر گھمائیں اور بولا۔

"یہ عورت کہاں پر ہے؟"

غلام نے وہ گھر بتایا جہاں کیٹی ٹھہری ہوئی تھی۔ جادوگر
حامان نے غلام کے قریب چہرہ لا کر سرگوشی میں کہا۔

"اس عورت کو بے ہوش کر کے میرے محل
کے تہہ خانے میں پہنچا دو۔ اس کا طلسمی ہتھیار
اپنے قبضے میں کر لینا۔ اب جاؤ۔ اگر تم اس
عورت کو اغوا کر کے لانے میں کامیاب نہ ہوئے
تو اس بار بادشاہ کے پھوڑے میں تمہاری کھوپڑی

کا بھیجہ ڈالا جائے گا۔"

غلام تو سہم گیا۔ اب یہ اس کی زندگی اور موت کا سوال
بن گیا تھا۔ اس نے دل میں کہا۔ میں نے خواہ مخواہ حامان کو
اس لڑکی کا بتا کر اپنی زندگی خطرے میں ڈالی۔ مگر اب اسے
ہر حالت میں کیٹی کو اغوا کر کے یہاں لانا تھا۔

غلام دوپہر کے وقت بوڑھی عورت کے گاؤں کی طرف
روانہ ہو گیا۔ وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے گھوڑے
پر آگے ایک خوب صورت بڑی ٹوکری رکھی تھی جس میں انجیروں
سے بھرے ہوئے چھوٹے چھوٹے کتنے ہی لفافے تھے۔ ان میں
اوپر کے دس بارہ لفافے ایسے تھے کہ جن کی انجیروں میں
بے ہوشی کی دوائی ملا دی گئی تھی۔ غلام بوڑھی عورت کے
مکان کے آگے جا کر گھوڑے سے اترا اور بولا۔

"گھر والوں کو مبارک ہو۔ بادشاہ کو صحت ہو
گئی ہے۔ بادشاہ کی طرف سے رعایا کو انجیریں بانٹی
جا رہی ہیں۔ اپنا حصہ لے لو۔"

بوڑھی عورت کی بہو اور کیٹی باہر آگئیں۔ غلام نے کیٹی
کو پہچان لیا۔ بہو نے کہا۔

"بادشاہ کو مبارک ہو۔"

یہ وہاں کا اصول تھا۔ بادشاہ کے خلاف کوئی شخص کچھ

تا زیبا لفظ نہیں بول سکتا تھا اور بادشاہ کی خیرات لینے سے
انکار نہیں کر سکتا تھا۔ غلام نے اوپر کے چار لفافے اٹھا کر کیٹی
بوڑھی عورت کی بہو کی جھولی میں ڈال دیئے اور بولا۔

"ابھی مجھے دوسرے لوگوں میں بھی انجیریں بانٹنی ہیں۔
یہ بادشاہ کے خاص باغ کی میٹھی اور خوشبودار انجیریں
ہیں۔ مزے سے کھاؤ"

غلام یہ کہہ کر گھوڑے پر سوار ہو کر آگے چل دیا۔ کیٹی اور
انجیروں کے دونوں لفافے لیے مکان میں آ گئیں۔ وہاں بوڑھی عورت
بیٹھی چرخہ کات رہی تھی۔ اس کا بیٹا کام پر گیا تھا۔ بہو نے کہا۔

"بادشاہ کے باغ کی انجیریں آئی ہیں"

بوڑھی عورت خوش ہو کر بولی...

"سنا ہے بادشاہ کے باغ کی انجیریں بہت ہی میٹھی
ہوتی ہیں۔ ایک دو انجیریں مجھے بھی دینا"

دو انجیریں بوڑھی عورت کو بھی دی گئیں۔ کیٹی اور بہو نے
بھی انجیریں کھانی شروع کر دیں۔ کیٹی نے مسکرا کر کہا

"سچ مچ یہ تو بڑی میٹھی انجیریں ہیں"

بوڑھی عورت اور اس کی بہو بھی مزے لے لے کر انجیریں
کھا رہی تھیں، تھوڑی ہی دیر بعد ان کو نیند آنے لگی سب سے
پہلے بوڑھی عورت بے ہوش ہوئی، اس کو بے ہوش ہوتے دیکھ

کر اس کی بہو دوڑی تو وہ بھی بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

چند لمحوں کے بعد وہی غلام گھر میں چوروں کی طرح داخل ہوا۔ اس
نے دروازہ بند کر دیا۔ دیکھا کہ تینوں عورتیں بے ہوش پڑی تھیں
اسے صرف کیٹی کی ضرورت تھی۔ غلام نے کیٹی کی تلاشی لی۔ خلائی پستول
اس کی جیب میں نہیں تھا۔ غلام نے صندوقوں کو کھول کر سارے
کپڑے باہر پھینک دیئے۔ ایک صندوق میں سے خلائی پستول
باہر گر پڑا۔ غلام نے اسے اٹھا کر جیب میں چھپایا۔ کیٹی کے
ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ کر اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر
اس کا بورا بنایا اور گھوڑے پر ڈال کر گھوڑے کو ایڑ لگا
دی۔

گھوڑا شاہی محل کی طرف سرپٹ دوڑنے لگا۔

غلام نے بے ہوش کیٹی کو جادوگر وزیر حامان کے محل
کے تہہ خانے میں ڈال کر دروازہ بند کر دیا اور خلائی پستول
حامان کی خدمت میں جا کر پیش کر دیا۔ جادوگر حامان پستول
کو الٹ پلٹ کر غور سے دیکھنے لگا۔

"یہ ضرور کوئی جادو کی شے ہے"

حامان نے خلائی پستول کا رخ اپنے غلام کی طرف کر کے
بٹن دبا دیا۔ اس سے پہلے کہ غلام اپنے آپ کو بچا سکتا خلائی
گن میں سے لیزر شعاع کی نیلی شعاع نکل کر اس کے سینے

جا ٹکرائی اور وہ بھک سے اُڑ گیا۔ حامان جادوگر نے سر ہلا کر
کہا۔

"میرا بھی خیال یہی تھا کہ یہ طلسمی اوزار ہے۔ اس
بٹن میں اس کا جادو ہے۔"

سنگ دل وزیر حامان کو غلام کا مر جانے کا ذرہ برابر بھی
غم نہ ہوا۔ اس نے خلائی پستول چاندی کی الماری کے نچلے خانے
میں چھپا کر رکھ دی۔ اس کے دل میں خیال آنے لگا کہ جس عورت
کی یہ طلسمی شے ہے وہ ضرور کوئی بہت بڑی جادوگرنی ہوگی۔
اس سے مل کر اس کا طلسم معلوم کرنا چاہیے۔

حامان سیدھا تہہ خانے میں آگیا۔ اس نے خاص دوا
سنگھا کر کیٹی کو ہوش دلایا ــــــــــ کیٹی نے اپنے
سامنے ایک جلاد کی شکل اور کالے سیاہ چہرے والے جادو
گر وزیر حامان کو دیکھا تو بولی۔

"مجھے یہاں کون لایا ہے؟ تم کون ہو؟"

حامان مکاری سے ہنسنے لگا۔

"لڑکی! میں بادشاہ ظالون کا جادوگر وزیر حامان
ہوں۔"

کیٹی نے جادوگر حامان کے بارے میں بوڑھی عورت سے
سن رکھا تھا کہ یہی وہ جادوگر ہے جس نے خلا میں ایک چاند

چھوڑ رکھا ہے اور جو ہر پندرہ دن کے بعد بادشاہ کے زخم کو
ایک بدقسمت انسان کے بھیجے سے بھرتا ہے۔ مگر کیٹی نے اس پر
کچھ ظاہر نہ کیا اور دل میں سوچا کہ اگر اس شخص نے اسے بے ہوش
کر کے یہاں منگوایا ہے تو ضرور وہ اس سے کوئی خاص کام لینا چاہتا
ہے۔ اس لیے کیٹی نے چالاکی سے کام لیتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"مہاراج! میرے بڑے بھاگ کہ آپ کے درشن
ہوئے۔ آپ تو بہت بڑے جادوگر ہیں۔ مجھے
یہاں کس لیے بلایا ہے حضور؟"

حامان کیٹی کی عاجزانہ گفتگو سے بڑا متاثر ہوا۔ اس نے گردن
اکڑا کر کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے لڑکی؟"

کیٹی نے کہا۔

"مجھے کیٹی کہتے ہیں۔ میں یہاں سے دور ایک گاؤں
کی رہنے والی ہوں۔"

حامان بولا۔

"مجھ سے جھوٹ بولنے کا کوئی فائدہ نہیں لڑکی! یہ بتاؤ
کہ تمہارے پاس جو طلسمی اوزار ہے۔ جس میں سے
نیلی شعاع نکلتی ہے اس کا جادو کیا ہے؟ اگر تم مجھے
اس کا طلسم بتادو تو میں تمہیں ایک ایسا طلسمی

گا۔ کہ جس کو پڑھ کر پھونکنے سے پتھر سونا بن جاتا ہے"
کیٹی اب سب کچھ سمجھ گئی کہ اس مکار شخص نے اس کی خلائی گن
کی وجہ سے اسے یہاں اغوا کیا ہے۔ کیٹی نے کہا۔
"میرا طلسمی اوزار کہاں ہے حضور؟"
حامان نے کہا۔
"وہ اس وقت میرے محل میں محفوظ ہے۔ مگر تمہیں
اس کا طلسمی راز مجھے بتانا ہی ہوگا"
کیٹی نے بھی مکاری سے مسکراتے ہوئے کہا۔
"حضور! آپ اتنے بڑے جادوگر ہیں۔ میرا آپ کا
کیا مقابلہ — پھر بھی میں آپ کو اس کا راز بتا
دوں گی۔ مگر پہلے میرے ہاتھ پاؤں کھولئے اور
مجھے یہاں سے نکالیے"
حامان نے تالی بجائی۔ دو غلام لپک کر تہہ خانے میں آ گئے
حامان نے انہیں حکم دیا کہ کیٹی کو اس کے کمرے میں پہنچا دیا
جائے۔
کیٹی حامان کے کمرے میں آ کر چاندی کی شاندار کرسی پر
بیٹھ گئی۔ حامان اس کے سامنے دوسری کرسی پر بیٹھا تھا
اس نے کہا۔
"اب بتاؤ! اس طلسمی شعاع والے اوزار کا کیا طلسمی

راز ہے"
کیٹی نے کہا۔
"اس طلسمی اوزار میں میں نے ایک خاص چلہ کر
کے خلائی شعاعیں بند کر دی ہیں۔ یہ شعاعیں ہر
شے کو تباہ کر دینے کی طاقت رکھتی ہیں"
"مجھے وہ چلہ بتاؤ۔ اس کے منتر اور اشلوک بتاؤ"
حامان نے کہا۔ کیٹی بولی۔
"میری ایک شرط ہے"
"جلدی بتاؤ" حامان بولا۔
کیٹی نے کہا۔
"منتر بتانے کے بعد تمہیں میرا طلسمی پستول مجھے
واپس کر دینا ہوگا"
حامان غرایا۔
"جب تک میں خود منتر پڑھ کر چلہ کر کے اسی
ایسا دوسرا طلسمی اوزار تیار نہیں کر لیتا تمہیں تمہارا
طلسمی پستول نہیں ملے گا"
کیٹی سمجھ گئی کہ یہ شخص یونہی اسے اس کا پستول نہیں
دے گا۔ اس نے کہا۔
"اچھا مجھے منظور ہے حضور۔ لو اب میں آپ کو وہ طلسمی

منتر بتاتی ہوں جس کا چلہ کرنے کے بعد آپ خود خلائی شعاعوں والا اوزار تیار کر سکیں گے "

کیٹی نے یونہی جھوٹ موٹ اسے دس بارہ اوٹ پٹانگ قسم کے اشلوک بتائے جو سب کے سب حامان نے ایک تختی پر لکھ لیے۔ کیٹی نے کہا۔

"حضور! یہ چلہ آپ کو ایک ہفتے تک کرنا ہوگا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ ہر روز آدھی رات کو دریا کنارے جا کر زمین میں آدھے دھنس جائیں گے اور یہ اشلوک ایک ہزار بار پڑھیں گے۔ ایک ہفتے کے بعد آپ کے سامنے ایک جن ظاہر ہوگا۔ جو آپ پر پھونک مار کر آپ کے اندر ایسی طاقت بھر دے گا کہ آپ جس چیز کو چاہیں۔ اسے خلائی پستول بنا سکیں گے۔"

حامان نے کہا۔

"تو اس کا مطلب ہے کہ یہ طاقت تم میں بھی ہے۔ اور تم جس شے کو چاہو پستول بنا سکتی ہو؟"

کیٹی نے جلدی سے کہا۔

"نہیں۔ مجھ سے دوسری بار چلہ کرتے ہوئے تھوڑی غلطی ہو گئی تھی۔ مجھ میں یہ طاقت پیدا نہیں ہو سکی۔ اور پھر میں نے دوسری بار چلہ کرنے کی ضرورت محسوس

نہیں کی۔ کیونکہ میرے پاس ایک طلسمی پستول موجود ہے "

حامان سوچنے لگا۔ پھر بولا۔

"کیٹی میں آج سے ہی یہ چلہ شروع کر دوں گا۔ تم اس وقت تک میرے خاص محل میں رہو گی "

یہ کہہ کر حامان چلا گیا۔ جانے سے پہلے وہ الماری میں سے کیٹی کا خلائی پستول نکال کر ساتھ ہی لیتا گیا۔ کیٹی سر پکڑ کر رہ گئی۔ کم بخت خلائی پستول ساتھ لے گیا تھا۔

کیٹی اٹھ کر باہر جانے کے لیے بڑھی تو دروازے پر چار حبشی غلاموں نے نیزے تان لیے۔ ایک نے کہا۔

"حضور وزیر کا حکم ہے کہ آپ اس کمرے سے باہر نہیں جا سکتیں "

کیٹی سمجھ گئی کہ حامان نے چلہ ختم ہونے تک اسے یہاں قید کر دیا ہے۔ حامان اپنی خواب گاہ میں آ کر ٹہلنے لگا۔ اس نے سوچا کہ یہ کیٹی کوئی بڑی مکار اور چالاک جادوگرنی ہے اس سے خطرہ ہے۔ یہ کسی وقت بھی اس کو شدید نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے۔ حامان نے کیٹی کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کا خیال تھا کہ طلسمی اوزار یعنی خلائی پستول کا [illegible]

پر اثر نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ اس کا طلسمی اوزار ہے۔ اور
نیلی شعاع اس پر اثر نہیں کرے گی۔ حالانکہ ایسی بات نہیں تھی۔
چنانچہ حامان نے کیٹی کو مارنے کے لیے یہ ترکیب سوچی کہ اسے
قبرستان پہنچا کر لاشوں کے گڑھے کے پاس کسی پرانی قبر میں
زندہ دفن کر دیا جائے۔ کیونکہ اس کی طلسمی کتاب میں لکھا تھا
کہ اگر کسی جادوگر یا جادوگرنی کو زمین میں زندہ دفن کر
دیا جائے تو وہ اپنے جادو اور طلسم کے ساتھ ہی ہمیشہ کے
لیے ختم ہو جاتا ہے۔

حامان نے اپنے خاص محافظ کو بلایا اور اسے ساری بات
سمجھا کر کہا۔

"اس لڑکی کو تم بے ہوش کر کے قبرستان رات کے
اندھیرے میں لے جا کر کسی پرانی قبر میں دفن کر دینا۔
بے ہوشی کی دوا اس لڑکی کے کھانے میں ملا دی جائے
گی۔"

شام کو حامان نے اپنے طلسمی کمرے میں جا کر ایک
خاص منتر پڑھ کر پانی کو دم کیا اور پی گیا۔ اس پانی کے پینے
سے اب اس پر کوئی بے ہوشی کی دوا اثر نہیں کر سکتی تھی۔
اب وہ کیٹی کے پاس گیا اور اس نے کھانا طلب کیا۔ نوکر
کھانا لے کر آگئے۔ اس کھانے میں بے ہوشی کی دوا ملا دی گئی۔

تھی کیٹی نے حامان سے بالکل ذکر نہ کیا کہ اسے وہاں کیوں قید
کر دیا گیا ہے۔ کیٹی بھی دل میں وہاں سے خلائی پستول لے کر
فرار ہونے کی اسکیم بنا رہی تھی۔

کیٹی کے ساتھ چونکہ حامان خود بھی کھانا کھا رہا تھا اس
لیے وہ بھی کھانا کھانے لگی۔ کھانا کھانے کے بعد حامان نے بتایا
کہ میں آج رات چلہ شروع کرنے والا ہوں۔ کل آؤں گا۔ حامان
چلا گیا۔ کیٹی اٹھ کر بستر کی طرف گئی۔ تو اس کی ٹانگیں لڑکھڑا گئیں
اور وہ دھڑام سے قالین پر گر پڑی۔ وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

حامان دروازے کے پاس ہی کھڑا تھا۔ اس نے تالی
بجائی۔ اس کا خاص محافظ پردے کے پیچھے سے نکل کر
سامنے آگیا۔ حامان نے کہا۔

"تمہارا شکار بے ہوش پڑا ہے۔ اسے لے جاؤ
اور جیسا میں نے حکم دیا ہے۔ ویسے ہی کرو۔"

"ایسا ہی ہوگا حضور۔"

یہ کہہ کر محافظ خاص نے کیٹی کو اٹھایا اور محل کے
آخری کمرے میں لے گیا۔ یہاں اس نے لکڑی کے ایک
تابوت میں کیٹی کو بند کر کے میخیں ٹھونک دیں۔ تابوت کو گھوڑے
پر ڈالا اور رات کے اندھیرے میں شہر کے پرانے قبرستان
کی طرف چل پڑا۔ قبرستان میں موت کا سناٹا طاری تھا۔ اندھیرا

گھسیٹ تھا۔ محافظ خاص اپنے ساتھ ایک کدال بھی لیتا آیا تھا۔
اس نے ایک شکستہ چبوترے کے پاس ایک قبر کو دیکھا کہ
ڈھے چکی تھی۔ اس نے قبر کو کھود کر ایک گڑھا بنایا اور کیٹی
کے تابوت کو اس میں ڈال کر قبر کو بند کر کے اوپر دس بارہ
پتھر رکھے اور گھوڑے پر بیٹھ کر واپس روانہ ہوگیا۔

محل میں آکر اس نے حامان کو خوش خبری سنا دی کہ
کیٹی کو قبرستان کی ایک قبر میں ہمیشہ کے لیے دفن کر دیا گیا ہے
حامان بہت خوش ہوا۔ وہ آدھی رات کو چلّہ کرنے کے لیے جانے
لگا تو اس نے طلسمی شیشے سے مشورہ لیا۔ منتر پڑھ کر طلسمی
شیشے پر پانی کا چھینٹا مارا تو اس میں ایک دھندلا چہرہ نمودار
ہوا۔ حامان نے اپنے چلّے کے بارے میں پوچھا تو اس طلسمی
دھندلے چہرے نے کہا۔

حامان! اس عورت نے تمہیں جھوٹ موٹ کا چلّہ
بتایا ہے۔ وہ عورت جادوگرنی نہیں تھی۔ یہ خلائی
پستول تھا:

وہ پھر وہ اصل میں کون تھی؟" حامان نے سوال کیا
دھندلے طلسمی چہرے نے کہا

"یہاں تک میرا طلسم کام نہیں کرتا۔ یہ میں تمہیں
نہیں بتا سکتا۔ کیونکہ مجھے خود معلوم نہیں ہے۔"

طلسمی دھندلا چہرہ غائب ہوگیا۔

حامان کو کیٹی پر شدید غصہ آیا کہ اس نے ۰ دھوکہ کیا تھا۔
اب وہ خوش ہوا کہ اس نے بھی اس مکار عورت کیٹی کو
زمین میں زندہ دفن کر دیا ہے۔ حامان نے چلّہ کاٹنے کے
خیال کو دل سے نکال دیا۔ اپنے خاص کمرے میں جا کر خلائی
پستول کو ایک بار پھر غور سے دیکھا۔ اسے بڑی خوشی
تھی کہ اتنی قیمتی خلائی پستول اس کے ہاتھ آگئی ہے۔

خلائی پستول کو حامان نے خفیہ الماری کے خانے میں رکھ
کر تالا لگایا۔ چابی اپنی جیب میں ڈالی اور بادشاہ کے دربار
کی طرف روانہ ہوگیا۔

رات گزر گئی۔ دن نکل آیا۔ قبرستان پر دھوپ پھیل گئی۔
کیٹی چبوترے کے ساتھ والی قبر کے اندر تابوت میں بند تھی۔
اسے ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ اندھیرے میں پڑی ہے۔
اس نے ہاتھ اوپر اٹھانے تو یہ محسوس کر کے اس کا دل زور
زور سے دھڑکنے لگا کہ وہ تو لکڑی کے تابوت میں بند ہے۔
کیٹی نے اپنی ساری طاقت لگا کر تابوت کے ڈھکنے کو
اٹھانا چاہا مگر وہ ۰۰ اسے اٹھانے میں ناکام رہی کیونکہ تابوت
کے اوپر کئی من مٹی پڑی ہوئی تھی۔ کیٹی مر تو نہیں سکتی تھی کیونکہ
اسے زندہ رکھنے کے لیے معمولی سی آکسیجن ہی کافی تھی مگر وہ تابوت

میں سے باہر بھی نہیں نکل سکتی تھی۔ کیٹی آنکھیں بند کرکے رہ گئی۔

یونہی پندرہ دن گزر گئے۔ بادشاہ عاطون کے کاندھے کے زخم میں جو انسانی بھیجہ بھرا گیا تھا اسے کیڑے چٹ کر گئے تھے۔ اب اب نئے انسان کے تازہ بھیجے کی ضرورت تھی۔ بادشاہ کو درد شروع ہو گیا۔ اس نے حامان وزیر کو حکم دیا کہ نیا آدمی لا کر اس کی کھوپڑی کا بھیجہ نکال کر زخم میں ڈالا جائے

حامان نے فوراً اپنے طلسم کدے میں جا کر ایک خاص بٹن سے ہنڈل کو زور سے گھما دیا۔ اس میں سے نیلی روشنی کی آبشار نکل اوپر اوپر مصنوعی چاند پہ جا کر غائب ہو گئی حامان غور سے مصنوعی چاند کو دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد یہی نیلی روشنی کی آبشار دوبارہ مصنوعی چاند کی سطح پر سے ابھر کر نیچے آنے لگی۔ اب اس روشنی کے ساتھ ایک گول تختہ بھی تھا۔ جس پر ایک انسان کو سانپ نے جکڑ رکھا تھا۔

یہ بادشاہ کا تازہ شکار تھا

آپ سن کر حیران ہوں گے کہ یہ عنبر ناگ ماریا اور کیٹی کا ساتھی خلائی انسان تھیوسانگ تھا۔ تھیوسانگ ایک مدت سے خلائی سیاروں کی دربدری کرتا ہوا اس زمینی ماحول والے سیارے میں پہنچ گیا تھا۔ یہاں پہنچتے ہی اس پر پہلی مصیبت یہ نازل ہوئی کہ اس کے پاس جو چیزوں کو چھوٹا کر دینے

کی طاقت تھی وہ ختم ہو گئی۔ اب تھیوسانگ صرف اسی صورت میں مر سکتا تھا کہ اس کے ہاتھ کی کسی بھی انگلی کو کاٹ دیا جائے۔ لیکن اگر اس کی کھوپڑی کھول کر اس کا دماغ ہی نکال دیا جاتا ہے۔ تو پھر وہ مردے سے بھی بدتر ہو گا۔ نہ مرے گا نہ زندہ ہو گا۔

تھیوسانگ کو سانپ نے بڑی طرح جکڑ رکھا تھا۔ اگرچہ وہ بھی خلائی انسان تھا مگر سانپ کی لپیٹ اتنی سخت اور مضبوط تھی کہ وہ اس سے نہیں نکل سکتا تھا۔ تھیوسانگ کو نیلی روشنی والا تختہ حامان کے طلسم کدے میں ڈال کر غائب ہو گیا۔ حامان نے سانپ کو حکم دیا۔

"اسے ڈسو اور واپس مصنوعی چاند میں چلے جاؤ۔"

سانپ کو پہلے ہی تھیوسانگ میں سے مقدس ناگ کی بو کبھی کبھی آ جاتی تھی۔ اب جو وہ اپنا اکڑا ہوا پھن نیچے تھیوسانگ کے منہ کے پاس لایا تو اسے تھیوسانگ کے جسم سے مقدس ناگ دیوتا کی بو آئی۔ کیونکہ تھیوسانگ ایک عرصے سے ناگ کے ساتھ ساتھ سفر کرتا رہا تھا۔

سانپ نے ایک دم سے تھیوسانگ کو چھوڑ دیا اور وہاں سے بھاگ گیا۔

حامان نے چلا کر اپنے غلاموں سے کہا

سانپ کو مار ڈالو اور اس آدمی کو زنجیروں میں جکڑ دو۔"

ساتھ ہی حامان نے ایک ایسا طلسم پڑھ کر پھونکا کہ تھیوسانگ نیم بے ہوش ہو کر وہیں فرش پر پڑا رہا۔ حامان کے غلاموں نے اسے وہیں زنجیروں میں جکڑ دیا۔ حامان بڑا پریشان تھا کہ سانپ نے اسے ڈسنے سے کیوں انکار کیا۔ حامان نے نیم بے ہوش تھیوسانگ کو وہیں چھوڑا اور دوسرے زہریلے سانپ کو لیتے چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد کمرہ خالی رہ گیا۔ تو وہی سانپ جس نے تھیوسانگ کو ڈسنے سے انکار کیا تھا ایک الماری کے پیچھے سے نکل کر تھیوسانگ کے پاس آیا۔ اسے مقدس ناگنی کی برابر بو آ رہی تھی۔ سانپ نے پھنکار ماری تو تھیوسانگ کی زنجیریں ٹوٹ گئیں اور اس پھنکار کی گرمی نے تھیوسانگ پر کیا گیا طلسم بھی بے اثر ہو گیا۔ تھیوسانگ اٹھ کر کھڑا ہوا۔ سانپ نے اس کے آگے اپنا سر جھکایا اور غائب ہو گیا۔ تھیوسانگ نے دیکھا کہ کمرے کی دیوار میں چھت کے قریب ایک روشن دان ہے۔ اس نے الماری کو گھسیٹ کر روشن دان کے نیچے کیا اور روشن دان پر چڑھ کر دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔

سانپ کا قیدی

تھیوسانگ ایک راہ داری میں گرا۔

یہ راہ داری ایک ڈھکے ہوئے برآمدے کی طرح تھی۔ تھیوسانگ راہ داری کے نیم اندھیرے میں ایک طرف کو دوڑنے لگا۔ راہ داری خالی تھی۔ آگے وہ ایک طرف گھومی تو سامنے اچانک ایک سپاہی نظر آیا۔ سپاہی نے تھیوسانگ کو دیکھ کر تلوار نکال لی۔ مگر تھیوسانگ پہلے ہی سے ہوشیار تھا۔ وہ اچھل کر سپاہی پر گرا۔ اور اسے تلوار سمیت نیچے گرا کر اس کا کام تمام کر دیا۔

تھیوسانگ تیزی سے اٹھ کر دوسری طرف دوڑا۔ سامنے ایک تنگ دروازہ تھا۔ اس دروازے کے باہر کی جانب ایک مشعل جل رہی تھی۔ وہ چھلانگ لگا کر دروازے سے باہر کود گیا۔ یہ جگہ شاہی محل کا وہ باغ تھا جہاں ایک طرف امراء کی شاندار حویلیاں بنی تھیں۔ رات ہونے کی وجہ سے ہر طرف اندھیرا چھایا تھا۔ کہیں کہیں [illegible]

کھڑکی میں شمع کی روشنی آ رہی تھی۔

تھیو ساگ باغ کی دیوار کے ساتھ جھک کر بڑھنے لگا۔ ایک دیگر رات کا پہرے دار سپاہی آواز لگاتا اس کے قریب سے گزر گیا۔ تھیو ساگ اندھیرے میں ہو گیا۔ پہرے دار کے جانے کے بعد تھیو ساگ نے آنکھیں کھول کر غور سے اندھیرے میں دیکھا کچھ فاصلے پر اسے باغ کا محرابی دروازہ دکھائی دیا جہاں دو پہرے دار سپاہی موجود تھے۔

اب اسے اپنے پیچھے سپاہیوں کے دوڑنے بھاگنے کی آوازیں آنے لگی تھیں۔ حاکموں کو تھیو ساگ کے فرار کا علم ہو چکا تھا۔ اس نے سپاہیوں کو حکم دیا تھا کہ قیدی کو گرفتار کیا جائے۔ تھیو ساگ نے سوچا کہ وہ دروازے میں سے نہیں گزر سکتا۔ کیونکہ ایک وقت میں وہ دو سپاہیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

تھیو ساگ دیوار کے ساتھ ساتھ ایک اندھیری جگہ پہنچ گیا۔ یہاں ایک درخت اُگا تھا جس کی شاخیں اوپر دیوار پر سایہ کیے ہوئے تھیں۔ تھیو ساگ نے درخت پر چڑھ کر دیوار کی دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔

وہ ایک اندھیری کھائی میں گرا اس کے پیچھے سپاہیوں کی آوازیں بلند ہونے لگی تھیں۔ تھیو ساگ نے اٹھ کر ایک طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔

رات کی تاریکی میں ایک کھیت میں سے نکلنے کے بعد وہ ایک خشک نالے میں آ گیا۔ یہاں سے باہر نکلا تو اس کے سامنے دور تک اونچا نیچا میدان پھیلا تھا۔ میدان کے آخری کنارے پر اسے درختوں کا جھنڈ دکھائی دے رہا تھا۔

تھیو ساگ دوڑتا چلا گیا۔ میدان عبور کیا۔ درختوں کے جھنڈ میں اس نے ایک شکستہ چار دیواری دیکھی۔ وہ اس میں داخل ہو گیا۔ یہ وہی قبرستان تھا جس میں چبوترے کے پاس والی پرانی قبر میں کیٹی دفن تھی۔ اپنے ارد گرد اندھیرے میں قبریں پھیلی دیکھ کر تھیو ساگ کو خیال آیا کہ بہتر یہی ہے کہ وہ کسی قبر کے اندر چھپ جائے اور موقع ملتے ہی وہاں سے فرار ہو کر شہر کی چار دیواری سے بھاگنے کی کوشش کرے۔

تھیو ساگ قبرستان کے درمیان میں آ گیا۔ یہاں کتنی ہی قبریں اندھیرے میں اُبھری ہوئی تھیں۔ اُسے دور ایک اونچا چبوترہ نظر آیا۔ چبوترے کے پیچھے چھپ کر قبروں کا جائزہ لینے لگا۔ وہ چھپنے کے لیے کسی قبر کو پسند کر رہا تھا۔ اس نے ایک قریبی قبر پر ہاتھ رکھا۔ ذرا سی مٹی نرم نرم لگی۔ اسی قبر میں کیٹی دفن تھی۔ تھیو ساگ نے مٹی کو ہٹانا شروع کر دیا۔

نیچے تابوت نکل آیا۔ تھیو ساگ نے ایک گہرا سوراخ بنا لیا تھا۔ وہ سوراخ میں گھس کر تابوت کے پاس آ کر بیٹھ گیا

بیٹھ گیا۔ اس نے سوراخ کے آگے گھاس پھوس ڈال دیا
تاکہ باہر سے کسی کو پتہ نہ چلے۔

اچانک تھیوسانگ کو کیٹی کی خوشبو آئی۔

تھیوسانگ ہڑبڑا اٹھا۔ کیٹی کی خوشبو کہاں سے آ رہی ہے؟ اس نے اندھیرے میں تابوت کی طرف دیکھا اور اس پر ہاتھ مارا۔ اندر سے کیٹی نے بھی تابوت کی چھت کو تھپتھپایا۔ اسے بھی تھیوسانگ کی خوشبو آگئی تھی۔ کیٹی نے اندر سے پکارا۔

"تھیوسانگ! کیا یہ تم ہو؟"

تھیوسانگ خوشی سے چلایا۔

"کیٹی! تم! تم تابوت کے اندر ہو؟"

"ہاں تھیوسانگ! مجھے باہر نکالو۔"

تھیوسانگ بڑی تیزی سے مٹی ہٹانے لگا۔ پھر اس نے تابوت کا ڈھکنا کھول دیا۔ اس کے اندر کیٹی لیٹی ہوئی تھی۔ ڈھکنا کھلتے ہی کیٹی اٹھ بیٹھی۔ تھیوسانگ اسے قبر کے سوراخ میں سے باہر نکال کر لے آیا۔

"کیٹی، تم یہاں کیسے پہنچ گئیں؟ عنبر ناگ اور ماریا کہاں ہیں؟"

کیٹی نے آہ بھر کر کہا۔

"یہ بڑی لمبی کہانی ہے تھیو بھائی۔ پھر سناؤں گی۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تم کیسے آگئے اور اس قبر میں کیا کر رہے تھے؟"

تھیوسانگ نے اپنی ساری کہانی کیٹی کو مختصر لفظوں میں بیان کر دی۔ کیٹی نے کہا۔

"تم خوش قسمت ہو کہ سانپ نے تمہیں بچا دیا۔ میں خود بڑی مشکل سے جان بچا سکی ہوں۔ بادشاہ عاطون کا جادوگر وزیر تو اپنی طرف سے مجھے مار کر زندہ دفن کر چکا ہے۔"

تھیوسانگ بولا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں رات کے اندھیرے میں ہی اس شہر سے نکل جانا چاہیئے۔"

کیٹی نے کہا۔

"تمہارے پاس جو دوسروں کو چھوٹا کرنے کی غیر معمولی طاقت تھی اس کا کیا ہوا؟"

تھیوسانگ نے ٹھنڈا سانس بھرا اور بولا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ جب سے میں عاطون جادوگر کے مصنوعی چاند میں ڈالا گیا ہوں میری یہ طاقت غائب ہو گئی ہے۔ اب میں کسی شے کو انگلی لگا

کر چھوڑا نہیں کر سکتا۔"
"یہ تو بڑی بری بات ہوئی ہے" کیٹی نے کہا۔
تھیو سانگ بولا۔
"پھر کیا ہوا۔ ہمیں ہر حالت میں جان بچانی ہے۔ میں تو یہی مشورہ دوں گا کہ ہمیں صبح ہونے سے پہلے پہلے یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرنی چاہیے۔"
کیٹی بولی۔
"جنگل میں میری خلائی شٹل ضرور موجود ہوگی۔ اگر ہم کسی طرح وہاں تک پہنچ گئے تو پھر اس سیارے سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔"
تھیو سانگ کہنے لگا۔
"یہاں ہم پکڑے جا سکتے ہیں کیٹی! آؤ یہاں سے نکل چلیں۔ تم شہر کی چار دیواری سے واقف ہو۔ ہم چار دیواری پھلانگنے کی کوشش کرتے ہیں۔"
کیٹی کا دل نہیں مانتا تھا مگر وہ تھیو سانگ کے مجبور کرنے پر قبر سے باہر نکل کر اس کے ساتھ چل پڑی۔ وہ بڑی احتیاط سے پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے قبرستان کے دروازے سے باہر نکل آگئے۔
آسمان تاروں سے بھرا ہوا تھا۔ دور انہیں شاہی محل

کی جانب مشعل کی روشنیاں ادھر ادھر جاتی نظر آئیں۔ کیٹی نے کہا۔
"یہ سپاہی ہیں جو گھوڑوں پر سوار ہماری تلاش میں نکلے ہوئے ہیں۔"
تھیو سانگ نے کہا۔
"پھر ہم کو کدھر جانا چاہیے۔ تم اس شہر سے تھوڑا بہت واقف ہو اس لیے پوچھ رہا ہوں۔"
کیٹی بولی۔
"قبرستان کے عقب کی جانب شہر کا ایک دروازہ ہے۔ جہاں سے شہر کا کوڑا کرکٹ باہر لے جایا جاتا ہے ہمیں اس دروازے سے فرار ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ میرے ساتھ آؤ۔"
کیٹی نے تھیو سانگ کو ساتھ لیا۔ اور قبرستان کے پیچھے سے ہو کر ویران علاقے سے گزرنے لگی۔ کوئی دو فرلانگ چلنے کے بعد انہیں کچی سڑک پر ایک بہت بڑی بیل گاڑی دکھائی دی جس پر شہر کا کوڑا کرکٹ لدا ہوا تھا۔ کیٹی نے چونک کر کہا
"اگر ہم کسی طرح اس بیل کے کوڑے کرکٹ میں چھپ کر بیٹھ جائیں تو پہرے داروں کی نظروں سے بچ کر ہم دروازے میں سے نکل سکتے ہیں

تھیوسانگ نے کہا۔

"اچھا خیال ہے چلو کوشش کرتے ہیں"

دونوں پھر سڑک پر آ گئے۔ اب وہ اندھیرے میں بیل گاڑی کے پیچھے پیچھے جھک کر چل رہے تھے۔ بیل گاڑی آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ شہر کا پرانا دروازہ قریب آ رہا تھا۔ کیٹی نے سرگوشی میں کہا۔

"میں گاڑی میں چڑھنے لگی ہوں۔ تم بھی میرے پیچھے اوپر چڑھ جانا"

یہ کہہ کر کیٹی بیل گاڑی کے تختے پر پاؤں رکھ کر اوپر چڑھ کر کوڑے کرکٹ میں چھپ گئی۔ اس کے بعد تھیوسانگ بھی بیل گاڑی پر چڑھ گیا۔

بیل گاڑی کو ایک سیاہ فام غلام چلا رہا تھا۔ اس نے گاڑی کو دھچکے لگتے محسوس کئے تو گاڑی کھڑی کر دی اور پیچھے آ گیا۔ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کو دیکھا۔ کیٹی اور تھیوسانگ اس کے اندر پوری طرح چھپ چکے تھے۔ غلام نے سوچا کہ ہو سکتا ہے گڑھوں کی وجہ سے گاڑی کو دھچکے لگے ہوں۔

وہ دوبارہ گاڑی پر بیٹھ کر بیلوں کو ہانکتا آگے بڑھا۔ شہر کے دروازے پر دو سپاہی رات کی ڈیوٹی پر تھے۔

انہوں نے سیاہ فام کو دیکھا تو مسکرائے۔ غلام نے سلام کیا وہ روز رات کو کوڑا کرکٹ لے کر باہر جاتا تھا۔ سپاہیوں نے اس سے مذاق کے دو چار جملے کہے اور اسے دروازے سے گزرنے کی اجازت دے دی۔ بیل گاڑی دروازے سے گزر کر شہر سے باہر ایک اجاڑ میدان کی طرف چلنے لگی۔ کافی دور جا کر غلام نے گاڑی کھڑی کر دی۔ مگر اس سے پہلے ہی کیٹی اور تھیوسانگ گاڑی میں سے چھلانگ لگا کر اندھیرے میں گم ہو چکے تھے۔

وہ دونوں اندھیرے میں ایک طرف دوڑے جا رہے تھے کیٹی نے دوڑتے دوڑتے کہا۔

"ہم گاؤں کی طرف نہیں جائیں گے۔ وہاں ضرور تو رج کے سپاہی ہمیں تلاش کر رہے ہوں گے"

"خلائی شٹل کی طرف چلو جیسے بھی" تھیوسانگ بولا۔

"ہمیں چکر لگا کر جنوبی جنگل کی طرف جانا ہوگا۔" کیٹی نے کہا۔

خلائی مخلوق ہونے کی وجہ سے ان دونوں کا دوڑنے سے زیادہ سانس نہیں پھولا تھا۔ دوڑتے دوڑتے وہ تیلی پہاڑیوں کے سلسلے میں آ گئے۔ یہ سلسلہ ختم ہوا تو آگے ایک چٹیل میدان تھا۔ میدان میں سے گزرے تو سامنے جنگل شروع ہو گیا۔

"اسی جنگل میں میری خلائی شٹل ہے۔" کیٹی بولی

تھیو سانگ اور تیزی سے دوڑنے لگا۔ جنگل میں پہنچ کر وہ رُک گئے اور ایک جگہ تھوڑی دیر دم لینے کو رُکے۔ انہیں جنگل میں ایک طرف گھوڑوں کے ہنہنانے اور پھر سپاہیوں کے باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔

"سپاہی جنگل میں پہنچ چکے ہیں۔" کیٹی نے کسی قدر گھبرا کر کہا۔

تھیو سانگ نے کہا۔

"ہم جنگل میں اپنے آپ کو چھپا سکتے ہیں۔ فکر نہ کرو۔"

وہ بڑی احتیاط سے جنگل کے اندھیرے میں آگے بڑھنے لگے۔ اس اندھیرے میں بھی کیٹی ٹھیک سمت کو جا رہی تھی۔ اس کا اندازہ بالکل دُرست تھا۔ کافی دور چلنے کے بعد انہوں نے انسانوں کی آوازیں سنیں۔

وہ دونوں وہیں رُک گئے۔ کیٹی نے کہا۔

"لگتا ہے سپاہی ہماری خلائی شٹل کے پاس کھڑے ہیں۔"

قدم قدم چلتے ایک جگہ جھاڑیوں کے پیچھے آ کر کیٹی اور تھیو سانگ نے شاخیں ہٹا کر دیکھا تو مشعلوں کی روشنی میں خلائی شٹل کے پاس چھ سات سپاہی نیزے تانے کھڑے تھے۔ ان کا کمانڈر تلوار ہاتھ میں لیے خلائی شٹل کی طرف حیرت سے تک رہا تھا۔

پھر اس نے چلا کر کہا۔

"یہ دشمن کا کوئی خفیہ قلعہ ہے۔ اس پر حملہ کر دو۔"

تمام سپاہی نیزے تانے خلائی شٹل پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے خلائی شٹل پر تیروں اور تیروں کی بارش کر دی۔ مگر خلائی شٹل کی فولادی سے ٹکرا ٹکرا کر تیر اور نیزے نیچے گرتے چلے گئے۔ کمانڈر نے چیخ کر ہاتھ بلند کیا۔

"ٹھہر جاؤ۔"

سپاہی رُک گئے۔ کمانڈر تلوار لے کر فوراً آگے بڑھا۔ مگر وہ خلائی شٹل کے بند دروازے کو بھلا کیسے کھول سکتا تھا۔ وہ سیڑھی پر چڑھ کر بند دروازے پر تلوار کے وار کرنے لگا۔ لیکن دروازے پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس نے نیچے اُتر کر کہا۔

"اسے آگ لگا دو۔"

کیٹی اور تھیو سانگ نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

"اگر خلائی شٹل کو آگ لگ گئی تو بہت بُرا ہوگا۔"

کیٹی نے کہا۔

"اگر انہوں نے زیادہ آگ بھڑکائی تو شٹل کے جیٹ راکٹ میں سے آگ اندر جا کر شٹل کو تباہ کر سکتی ہے۔"

سپاہی درختوں کی بڑی بڑی شاخیں کاٹ کر خلائی شٹل کے اردگرد جمع کر رہے تھے۔ تھیوسانگ نے کہا۔

"ہمیں کوئی جوابی کاروائی کرنی چاہیے کیٹی، نہیں تو ہم ساری زندگی اس سیارے سے نہ نکل سکیں گے۔"

ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ خلائی شٹل کو آگ لگ گئی۔ کیٹی اور تھیوسانگ سکتے میں آ کر تکنے لگے۔ سپاہیوں نے لکڑیوں پر کوئی ایسا تیل ڈالا تھا کہ ایکدم سے آگ بھڑک اٹھی تھی۔ اس آگ نے شٹل کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

کیٹی نے کہا۔

"شٹل کا ایندھن پھٹا تو تباہی مچ جائے گی یہاں سے بھاگ چلو۔"

تھیوسانگ اور کیٹی تیزی سے پیچھے کی طرف دوڑ پڑے۔ مگر سپاہی ابھی تک وہیں کھڑے خلائی شٹل کے جلنے کا منظر دیکھ رہے تھے اور خوشی سے نعرے لگا رہے تھے۔ آگ شٹل کے ایندھن تک پہنچی تو شٹل ایک خوفناک دھماکے سے پھٹ پڑی۔ جتنے سپاہی اردگرد کھڑے تھے درختوں کے ساتھ ہی ان کے پرخچے اڑ گئے۔ اس وقت تھیوسانگ اور کیٹی جنگل میں کافی دور پہنچ چکے تھے۔

کیٹی نے کہا۔

"آخری امید بھی بجھ گئی۔"

تھیوسانگ بھی رک گیا۔

"یقیناً سارے کے سارے سپاہی ہلاک ہو گئے ہوں گے۔"

کیٹی نے کہا۔

"اس دھماکے میں کوئی نہیں بچا ہوگا۔"

تھیوسانگ نے پوچھا۔

"اب ہمیں کہاں جانا چاہیے؟"

کیٹی نے کہا۔

"ظاہر ہے ہم اس سیارے پر پھنس کر رہ گئے ہیں۔ اب ہمیں کسی خفیہ جگہ پر چھپ کر کسی نئے منصوبے کی تیاری کرنی ہوگی۔"

تھیوسانگ بولا۔

"لیکن وہ خفیہ جگہ کون سی ہو سکتی ہے۔ اس جنگل میں تو بادشاہ کے سپاہی پہنچ جائیں گے۔"
کیٹی نے سوچتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں اس سیارے کے جنوب کی طرف نکل جانا چاہیئے۔ وہ علاقہ ضرور ویران ہوگا اور ہمیں کوئی نہ کوئی چھپنے کی جگہ مل جائے گی۔"

دونوں جنگل کے جنوب کی طرف چلنے لگے۔

دوسری طرف تھیوسانگ کے فرار کے بعد حامان جادوگر نے دھندلے طلسمی شیشے کی مدد لی اور اس سے تھیوسانگ کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہوگا؟ دھندلے شیشے کے چہرے نے کہا۔

"حامان! جس شخص کو تم تلاش کر رہے ہو وہ ایک ایسے خلائی سیارے کی مخلوق ہے جس میں الیکٹرانک تابکاری اتنی مدھم ہے کہ میں اسے تلاش نہیں کر سکتا۔ تمہارا طلسم یہاں کام نہیں کرے گا۔"
یہ کہہ کر دھندلا چہرہ غائب ہو گیا۔

حامان نے سٹپٹا کر حکم دیا کہ مفرور قیدی کو ملک کے کونے کونے میں تلاش کیا جائے۔ سپاہیوں کے دستے رات کی تاریکی میں

نکل کھڑے ہوئے۔

جب صبح کا سورج نکلا تو تھیوسانگ اور کیٹی ایک بہت بڑے پہاڑ کو عبور کر کے اس کی دوسری جانب پہنچ گئے تھے۔ یہاں ایک دریا بہہ رہا تھا۔ آبادی کا کوئی نشان نظر نہیں آ رہا تھا۔ تھیوسانگ بولا۔

"ہمیں یہ دریا ہر حالت میں پار کرنا ہوگا کیٹی۔"
وہ کیٹی نے دریا کے پاٹ کی طرف دیکھا اور کہا۔
"یہاں کوئی کشتی وغیرہ نظر نہیں آ رہی۔ ہمیں تیر کر دریا پار کرنا ہوگا۔"

وہ دریا میں اترنے کی تیاریاں ہی کر رہے تھے کہ کیٹی نے ایک طرف اشارہ کیا۔

"وہ دیکھو۔ ایک کشتی چلی آ رہی ہے۔"
کشتی سامنے والے کنارے سے آ رہی تھی اور اس میں سامان لدا تھا

"شاید یہ باربردار کشتی ہے۔ مال اس کنارے پہ اتار کر ضرور واپس جائے گی۔ ہم اس کشتی کے ذریعے دوسرے کنارے پر پہنچ سکتے ہیں۔"
کیٹی نے کہا۔
"یہ کشتی والا طرح ہمارا گواہ بن جائے گا۔ اگر سپاہی

یہاں تک آئے تو وہ انہیں ہمارے بارے میں بتا دے گا۔ کہ ہم دریا پار گئے تھے۔"
تھیو سانگ بولا۔
"یہ خطرہ ہمیں مول لینا ہی ہوگا کیٹی! جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

اتنی دیر میں کشتی کنارے پر آکر لگ گئی۔
کشتی پر سبزیوں کے بورے لدے تھے۔ چار آدمی کشتی سے اترے۔ انہوں نے بڑے بڑے بوروں کو کشتی سے اتارنا شروع کر دیا۔ جب کشتی خالی ہو گئی اور کشتی کنارے ——— کنارے چلنے لگی۔ جب خالی کشتی کیٹی اور تھیو سانگ کے قریب سے گزری تو کیٹی نے ملاح کو آواز دی۔
"بھائی ہمیں پار لے جاؤ گے؟"
ملاح نے کشتی کو روک لیا۔ تھیو سانگ اور کیٹی کی طرف دیکھا۔ بولا۔

"آ جاؤ۔ بہن! میں بھی پار ہی جا رہا ہوں۔"
تھیو سانگ اور کیٹی خالی کشتی میں سوار ہو گئے۔ ملاح نے کشتی کو دوسرے کنارے کی طرف پانی میں ڈال دیا۔
دریا پار ملاحوں کے دو چار جھونپڑوں کے سوا کوئی آبادی نہیں تھی۔ تھیو سانگ اور کیٹی وہاں سے بھی آگے روانہ ہو گئے۔

اسی طرح وہ سارا دن سفر کرتے رہے۔ رات کو وہ ایک ایسے بنجر اور ویران علاقے میں پہنچے جہاں نسواری رنگ کے ایسے پہاڑ تھے جن میں غار بنے ہوئے تھے۔ ان پہاڑوں کے درمیان ایک ندی بہہ رہی تھی۔ ندی کے کنارے پتھریلے تھے۔ ان پہاڑوں میں جہاں ندی موڑ کاٹتی تھی انہیں ذرا بلندی پر ایک مندر بنا ہوا نظر آیا۔
اس مندر تک جانے کے لیے پتھر کی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ مگر یہ سیڑھیاں ٹوٹی پھوٹی تھیں۔ کیٹی نے کہا۔

"ہم کچھ دیر کے لیے اس مندر میں چھپ سکتے ہیں۔"
تھیو سانگ کو کیٹی کی تجویز پسند آئی۔ دونوں پتھر کی سیڑھیاں چڑھ کر مندر کے دروازے پر آ گئے۔ مندر کا دروازہ ادھ کھلا تھا۔ تھیو سانگ نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو دیکھا کہ مندر ایک چھوٹی سی کوٹھڑی تھی جس میں ایک پتھر کی مورتی رکھی تھی۔ مورتی کی شکل بڑی ڈراؤنی تھی۔ اس کے جسم پر سرخ رنگ کا سیندور اور تیل ملا ہوا تھا جو سیاہ پڑنے لگا تھا۔
کیٹی نے کہا۔

"یہ کوئی بے آباد مندر ہے۔ لگتا ہے یہاں کبھی کوئی اس مورتی کی پوجا کرنے نہیں آیا"
"محسوس تو ایسا ہی ہوتا ہے" تھیو سانگ نے کہا۔
"بہرحال ہمیں کچھ دیر یہاں رہ کر یہ سوچنا ہوگا کہ آگے کیا کریں؟"

انہوں نے مندر کی کوٹھڑی کے ایک کونے کو صاف کیا اور وہاں بیٹھ کر آرام کرنے لگے۔ سورج غروب ہو گیا تھا۔ نیچے پتھروں کی وادی میں شام کے سائے اترنا شروع ہو گئے تھے۔ رات کا اندھیرا آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا۔ تھیو سانگ اور ریکٹی باتیں کرنے لگے۔

"تھیو بھائی! خلائی شٹل تو جل کر راکھ ہو گئی۔ اب ہمارے پاس یہاں سے فرار ہونے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے"
تھیو سانگ بولا۔
"تم حامان جادوگر کے بنائے ہوئے مصنوعی چاند کو بھول گئی ہو۔ میں وہاں رہ چکا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ وہاں ایک دو بار چھوٹے خلائی جہاز اترے تھے۔ مجھے تو یہ حامان جادوگر بہت بڑا سائنس دان لگتا ہے۔ جادو کا اس نے ڈھونگ رچا رکھا ہے

تاکہ بادشاہ پر اس کا رعب بنا رہے"
ریکٹی نے کہا۔
"عنبر ناگ ماریا نے مجھے ایک بار بتایا تھا کہ قدیم زمانے میں انہوں نے دمشق شہر میں ایک کیمیا دان کو دیکھا تھا جو ایک کنوئیں میں سے ہر رات کو ایک چاند طلوع کرتا تھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قدیم زمانے میں بھی لوگ سائنس میں کافی ترقی کر چکے تھے۔ ہو سکتا ہے حامان نے بھی کوئی کیمیاوی مصنوعی چاند بنا کر آسمان پر چھوڑ رکھا ہو اور اس کا دوسرے خلائی سیاروں سے رابطہ ہو"
تھیو سانگ نے کہا۔
"مجھے یقین ہے کہ اس شخص کا کسی دوسرے قریبی سیارے سے خلائی رابطہ قائم ہے۔ کیونکہ ایک دو بار میں نے اپنی آنکھوں سے مصنوعی چاند کی پہاڑیوں میں خلائی راکٹ کو اترتے دیکھا تھا"
ریکٹی بولی
"تمہارا مطلب ہے کہ ہمارے لیے نجات کا یہی ایک راستہ ہے کہ ہم کسی طرح مصنوعی چاند پر پہنچ کر وہاں سے کسی خلائی راکٹ کو اغوا کریں"

کوشش کریں۔"

تھیوسانگ مسکرا کر بولا۔

"آخر تم بھی خلائی مخلوق ہو۔ میری بات کی تہہ تک
پہنچ جاتی ہو۔"

کیتھی نے کہا۔

"مگر مصنوعی چاند تک کیسے پہنچا جائے۔ سوال یہ
ہے۔"

تھیوسانگ نے کہا۔

"اس پہ غور کیا جا سکتا۔"

پھر کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔

"جس سانپ نے میری زنجیروں کو پھنکار مار
کر پگھلا ڈالا تھا اور مجھے نہیں کاٹا تھا اگر کسی طرح
وہ ہمارے پاس آجائے تو اس سے مدد لی جا
سکتی ہے۔"

کیتھی نے کہا۔

"اس سانپ نے یہ سب کچھ اس لیے کیا تھا کہ
ہمارے جسموں سے ناگوں کی بو آتی ہے اور ناگ
ان سانپوں کا دیوتا ہے۔ مگر ہم سانپ کو بلا نہیں
سکتے۔ کیونکہ ہمیں ان کی زبان نہیں آتی۔"

تھیوسانگ بولا۔

"مصنوعی چاند پر اس قسم کے سانپوں کا ایک
پورا گڑھا بھرا ہوا ہے جو قیدیوں کی کوٹھڑیوں
کے قریب ہی ہے۔"

کیتھی مایوسی سے سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"کچھ نہیں تھیوسانگ —— سانپ ہماری کوئی
مدد نہیں کر سکے گا۔ ہمیں خود ہی مصنوعی چاند تک
پہنچنے اور خلائی مخلوق سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش
کرنی ہوگی۔"

پھر اس نے تھیوسانگ سے پوچھا کہ کیا اس نے کبھی
خلائی راکٹ والی مخلوق کو دیکھا تھا۔

تھیوسانگ بولا۔

"نہیں۔ میں نے مصنوعی چاند پہ کبھی کسی خلائی
مخلوق کو نہیں دیکھا۔"

کیتھی نے کہا۔

"تو پھر وہاں کوئی خلائی مخلوق نہیں ہوگی۔ اس
مکار اور چالاک حامان نے خود ہی خلائی راکٹ
تیار کر رکھے ہوں گے۔ تاکہ اگر کبھی بادشاہ اس
کے خلاف ہو جائے تو وہ ان راکٹوں کی مدد سے

اس کے تخت پر قبضہ کر سکے گا
تھیوسانگ، خاموش رہا۔ ان کے باتیں کرتے ہی کرتے رات ہو گئی

مندر میں اندھیرا چھا گیا۔ وہاں کوئی چراغ وغیرہ بھی نہیں تھی۔ تھیوسانگ اور کیٹی مندر کا دروازہ کھول کر اس کی دہلیز پر آ کر بیٹھ گئے۔ آسمان پر نیلے ستارے چمک رہے تھے۔ یہاں کی فضا بالکل ان کی اپنی زمین کی طرح تھی۔ فرق صرف یہ تھا کہ یہ زمین ابھی اپنی تہذیب کے ابتدائی دور میں سے گزر رہی تھی۔

ہمارے پاس پرانے زمانے کی تاریخ سے واقفیت پیدا کرنے کے دو ہی ذریعے ہیں۔ پہلا ذریعہ وہ آثار ہیں جو ہمیں زمین کی کھدائی سے ملتے ہیں اور آثار قدیمہ کے ماہر ان کی تاریخ پرکھ کر اندازہ لگاتے ہیں کہ یہ کس زمانے کے آثار ہیں اور اس زمانے میں لوگ کس طرح زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ دوسرا ذریعہ تاریخ کی پرانی کتابیں اور تختیاں وغیرہ ہیں۔ اگرچہ ہم آج سے پانچ چھ ہزار برس پیچھے کی پرانی تہذیب و تمدن سے واقف ہو گئے ہیں۔ مگر ہمیں ابھی تک اس بات کا علم نہیں ہے کہ اس قدیم زمانے میں بھی وہ لوگ سائنس میں کتنی ترقی کر چکے تھے۔ جنوبی امریکہ

میں خلائی جہازوں کے اترنے کے اڈے کے آثار اور پرانی غاروں کی دیواروں پر راکٹوں کی بنی ہوئی تصویریں اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ آج سے ہزاروں برس پہلے ہماری زمین پہ کوئی خلائی مخلوق اتری تھی اور وہ یہاں کافی دیر تک آباد رہی۔ آج کے خلائی سائنس دان یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی وجہ سے یہ خلائی مخلوق واپس اپنے سیارے کی طرف روانہ ہو گئی۔ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ چونکہ وہ کسی بہت ہی دور دراز سیارے سے یہاں آئے تھے اس لیے ہو سکتا ہے کہ ابھی وہ اپنے سیارے پہ نہ پہنچے ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے سیارے پہ کچھ عرصہ رہنے کے بعد واپس ہماری زمین کی طرف روانہ ہو گئے ہوں اور زیادہ فاصلہ ہونے کی وجہ سے ابھی تک آدھے راستے میں ہی ہوں۔

بہر حال ننانوے فی صد آج کے خلائی سائنس کے ماہروں کا خیال ہے کہ کبھی ہماری زمین پہ آسمان سے کوئی مخلوق ضرور اتری تھی۔ جو نہ جانے کیوں واپس چلی گئی۔ اور اس مخلوق کے جانے کے بعد ہماری زمین کے لوگوں نے ان کے راکٹوں کی تصویریں اپنے غاروں میں بنانا شروع کر دیں۔

اچانک انہیں مندر کی دہلیز پہ بیٹھے بیٹھے انسانوں کی آوازیں
سنائی دیں۔ دونوں جلدی سے مندر کے چبوترے سے نیچے
آ کر جدھر سے آوازیں آ رہی تھیں اُدھر دیکھنے لگے۔
انہیں رات کے اندھیرے میں ندی پر مشعلوں کی روشنی
دکھائی دی۔ ایک کشتی ندی میں چلی آ رہی تھی جس میں کچھ
آدمی بیٹھے تھے۔ مشعلوں کی روشنی میں سپاہیوں کی ڈھالیں،
نیزے اور تلواریں چمک رہی تھیں۔
کیٹی نے کہا۔

"یہ تو سپاہی ہیں۔ شاید ہماری تلاش میں آئے ہیں۔"
تھیوسانگ بولا۔

"اس چٹان کی طرف بھاگو۔"

دونوں مندر کے چبوترے سے بھاگ کر چٹان کے پیچھے چھپ
گئے۔

کشتی کنارے پر آ کر رُک گئی۔ چھ سات سپاہی اس میں
سے نکل کر مندر کی طرف بڑھے۔ ایک سپاہی نے اوپر اشارہ کر
کے کہا۔

"ہم اس مندر میں رات آرام کریں گے۔ صبح تلاش
کریں گے مفرور قیدیوں کو۔"

سپاہیوں نے کشتی کو کنارے سے باندھ دیا اور چبوترے کی

سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ تھیوسانگ کے ذہن میں ایک منصوبہ آ
گیا۔ اس نے کیٹی سے سرگوشی میں کہا۔

"میرے پیچھے پیچھے آؤ۔"

دونوں اندھیرے میں چٹان سے نکل کر ایک طرف بڑھنے
لگے۔ تھیوسانگ آگے آگے تھا۔ بڑے بڑے پتھروں کے پیچھے
سے ہوتے یہ دونوں نیچے ندی کے کنارے پر آ گئے۔ یہاں
گھپ اندھیرا تھا۔ سپاہی مشعلوں کے ساتھ اوپر مندر میں چلے
گئے تھے۔ اس ویرانے میں انہوں نے کشتی پر کسی محافظ کو چھوڑنے
کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ تھیوسانگ نے کیٹی سے
کہا۔

"ہم یہ کشتی لے کر یہاں سے نکل جائیں گے۔"

کیٹی اندھیرے میں چمکیلی آنکھوں سے تک رہی تھی۔ وہ
کچھ نہ بولی۔ اس کے سوا اور کوئی ذریعہ وہاں سے فرار ہونے
کا نہ تھا۔ انہوں نے مندر کی طرف دیکھا۔ سپاہی مندر کی کوٹھڑی
میں گھسے شور مچا رہے تھے۔ دو سپاہی باہر مشعلیں لگائے
چبوترے پہ لیٹ گئے تھے۔ تھیوسانگ اور کیٹی رینگ رینگ
کر چلتے کشتی کے قریب آ گئے۔ تھیوسانگ کشتی کا رسہ کھولنے لگا۔

اہرام کا تابوت

کیٹی جلدی سے کشتی میں بیٹھ گئی
تھیوسانگ نے رسی کھولی اور خود بھی کشتی میں چھلانگ لگا دی۔ اس سے آواز پیدا ہوئی۔ چبوترے پر بیٹھے سپاہیوں نے پیچھے گھور کر دیکھا۔ انہیں ستاروں کی مدھم روشنی میں کشتی ندی کے کنارے سے ہٹتی نظر آئی تو انہوں نے شور مچا دیا۔ تھیوسانگ نے چپو پکڑ کر کشتی کو پانی کے بہاؤ پر ڈال دیا۔ چبوترے پر سے سپاہی نیچے کو بھاگے۔ دوسرے سپاہیوں نے اوپر سے تیر برسانے شروع کر دیئے۔

تیر کشتی میں آ کر گرے۔ کیٹی اور تھیوسانگ ایک طرف ہٹ کر سمٹ گئے۔ ندی کے پانی کا بہاؤ بہت تیز تھا۔ کشتی دیکھتے دیکھتے آگے نکل گئی۔ سپاہی کچھ دور تک کنارے کے ساتھ بھاگے اور انہوں نے تیر بھی چلائے مگر کشتی رات کے اندھیرے میں ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

تھیوسانگ نے سر اٹھا کر پیچھے دیکھا۔ کشتی پہاڑی کا موڑ

گھوم چکی تھی۔ اس نے اطمینان کا سانس لے کر کہا
"ہم خطرے کی حدود سے نکل آئے ہیں"

پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے ندی کا زور بہت زیادہ تھا۔ کشتی بڑی تیزی سے آگے ہی آگے بہی چلی جا رہی تھی لہریں اسے ادھر ادھر اچھال رہی تھیں تھیوسانگ اور کیٹی چپوؤں کی مدد سے کشتی کے توازن کو درست رکھنے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے

جب کشتی کافی دور نکل گئی اور پہاڑی علاقہ پیچھے رہ گیا تو پانی کے بہاؤ کا جوش و خروش ختم ہو گیا اور کشتی ہموار رفتار سے بہنے لگی۔ ساری رات اسی طرح گزر گئی۔ سورج مشرقی افق سے طلوع ہوا تو اس کی روشنی میں تھیوسانگ اور کیٹی نے دیکھا کہ جن پہاڑوں سے وہ کشتی اغوا کر کے چلے تھے وہ بہت پیچھے رہ گئے تھے اور اب ندی ایک بنجر میدان میں داخل ہو گئی تھی۔ یہاں زمین ہموار مگر سخت تھی۔ کیٹی نے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ ندی آگے جا کر کسی دریا سے مل جائے گی"

دوپہر تک وہ بنجر ویران میدان میں بہتی ندی میں سفر کرتے رہے۔ دوپہر کے بعد بنجر میدان ایک ریتیلے صحرا میں بدل گیا۔

اب ریت کے ٹیلوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ تھیو سانگ
نے کہا۔
"میں حیران ہوں کہ یہ ندی آگے جا کر ریت میں
کہیں جذب تو نہیں ہو جائے گی؟ کیونکہ اس کا پاٹ
چھوٹا ہوتا جا رہا ہے۔"
مگر آگے ایک دریا آگیا۔ یہ دریا کسی بڑی نہر جتنا تھا۔
اس کا پاٹ زیادہ چوڑا نہیں تھا۔ ندی دریا میں داخل ہوئی
تو کیٹی نے کہا۔
"اب یہ دریا ضرور سمندر میں جا کر گرے گا۔ بہتر
یہی ہے کہ ہم یہاں اتر جائیں۔"
تھیو سانگ کشتی کو کنارے پر لے آیا۔ دریا کے کنارے
ایک جگہ کشتی کھڑی کر کے وہ کنارے کی ریت پر اتر
گئے۔ یہاں چاروں طرف ریت کے ٹیلے پھیلے ہوئے تھے
انہوں نے سورج کے اندازے سے مشرق کی طرف چلنا
شروع کر دیا۔
ریت کے ٹیلوں میں سے گزرتے ہوئے وہ ایک نخلستان
میں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں کھجور کے درخت کھڑے
ہیں۔ نیچے ان کی چھاؤں میں ایک چشمہ بہہ رہا ہے۔ دو
آدمی ایک اونٹ کے پاس ریت پہ چادر بچھائے بیٹھے

کھجوریں کھا رہے ہیں۔
کیٹی اور تھیو سانگ کو دیکھ کر ایک آدمی نے کہا۔
"تم مسافر لگتے ہو۔ اگر بھوک لگی ہے تو یہ کھجوریں
حاضر ہیں۔"
کیٹی اور تھیو سانگ ان کے پاس بیٹھ گئے۔ مسافروں
نے انہیں کھجوریں پیش کیں۔ ایک آدمی نے کہا۔
"میرا نام عاتر ہے۔ تم کون ہو اور کہاں سے آ
رہے ہو؟"
تھیو سانگ بولا۔
"یہ میری بہن ہے۔ ہم دونوں جڑی بوٹیوں کا
کاروبار کرتے ہیں۔ مگر یہاں راستہ بھول کر نکل
آئے ہیں۔"
دوسرا آدمی بولا:
"یہ جگہ صحرائے کاشان ہے۔ یہاں سے شمال
مشرق کی طرف کاشان کا شہر ہے۔ اگر تم وہاں چلے
جاؤ تو تمہیں کوئی قافلہ مل جائے گا۔"
تھیو سانگ اور کیٹی کے لیے اتنی معلومات ہی بہت
تھیں۔ عاتر نے پوچھا۔
"تم لوگ پیدل ہی صحرا میں سفر کر رہے تھے؟"

کیٹی نے کہا۔

"ہم کشتی میں آئے ہیں۔ کشتی دریا پہ ہی چھوڑ دی ہے" ناتھر کہنے لگا۔

"ویسے یہاں سے کاشان ایک رات کے سفر پہ ہے۔ راستے میں تمہیں پانی کے چشمے اور کھجوروں کے درخت مل جائیں گے۔"

دوسرا آدمی بولا۔

"دن کے وقت دھوپ میں سفر مت کرنا۔ گرمی میں تم سفر نہ کر سکو گے۔"

انہیں کیا معلوم تھا کہ تھیوسانگ اور کیٹی کو نہ گرمی لگتی ہے نہ سردی۔ انہوں نے دونوں افراد کا شکریہ ادا کیا اور شمال مشرق کی طرف سفر شروع کر دیا۔ وہ شہر کاشان میں جا کر کسی قافلے کے ساتھ مل کر کسی دور دراز علاقے کی جانب نکل جانا چاہتے تھے۔ ابھی انہیں دشمن سپاہیوں سے جان بچانے کی ضرورت تھی۔ صحرا کے ریتلے راستے پہ پیدل سفر کرتے رہے۔

صبح کی روشنی ہوئی تو تھیوسانگ اور کیٹی نے دیکھا کہ ریتلے ٹیلوں کے درمیان ایک بہت اونچا اور کشادہ تکونا اہرام سا بنا ہوا ہے۔ کیٹی نے کہا۔

"یہ تو اہرام مصر لگتا ہے۔"

تھیوسانگ نے کہا۔

"مگر یہ ہماری دنیا یعنی عنبر ناگ کے سیارے کی زمین نہیں ہے۔ یہ تو ایک دوسرے نظام شمسی کی زمین ہے۔ جس پہ ہماری زمین کی طرح کے حالات پیدا ہو گئے ہیں۔ ظاہر ہے یہاں مصر کا ملک نہیں ہو سکتا۔"

کیٹی نے اہرام کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"لیکن یہ بالکل اہرام مصر کی طرح کا ہرم ہے۔"

اب انہیں ایک جانب سے انسانوں کا ایک جلوس سا نظر آیا۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ ایک ماتمی جلوس تھا۔ لوگوں نے ایک جنازہ اٹھا رکھا تھا۔ آگے آگے لمبے سفید کرتوں والے کاہن مذہبی منتر پڑھتے چلے جا رہے تھے۔

"معلوم ہوتا ہے یہ کسی امیر آدمی کا جنازہ ہے جس کو اس اہرام میں دفن کیا جا رہا ہے۔"

تھیوسانگ اور کیٹی ریت کے ٹیلے سے نکل کر جلوس کی طرف بڑھے۔ یہ ان کی غلطی تھی۔ جلوس کے قریب پہنچے تو دس بارہ سپاہی تلواریں لیے ان کی طرف لپکے اور انہیں زنجیروں میں جکڑ دیا۔ کیٹی اور تھیوسانگ حیرت زدہ ہو کر رہ

گئے۔ کہ یہ وہ کس نئی مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔ ایک سپاہی
نے تلوار کی نوک کیٹی کی گردن پر رکھی ہوئی تھی۔ کیٹی کوئی
خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی۔

ماتمی جلوس جنازے کو لے کر اہرام میں داخل ہوگیا۔
اہرام کے غار میں اندھیرا تھا۔ جنازہ سیڑھیوں سے اتار کر
یہ لوگ ایک تنگ و تاریک کمرے میں آگئے جس کی پتھر
کی چھت زیادہ اونچی نہیں تھی۔ ان لوگوں نے جنازے
کو وہاں چبوترے پر رکھ دیا اور تھیوسانگ اور کیٹی کو
بھی وہیں ایک ستون سے باندھ کر باہر نکل گئے۔

تھیوسانگ نے کہا۔

"یہ لوگ ہمیں ہمیشہ کے لیے اس مردے کے
ساتھ بند کر رہے ہیں۔"

کیٹی نے زور لگا کر زنجیر توڑ ڈالی اور اہرام کے دروازے
کی طرف بھاگی۔ مگر اتنی دیر میں لوگ باہر نکل گئے تھے اور
پتھر کی دیوار نیچے گر چکی تھی۔ یہ دیوار کیا تھی ایک بہت بڑا
پتھر تھا۔ جس نے دیوار کی شکل میں نیچے گر کر راستے کو بند
کر دیا تھا۔

تھیوسانگ نے بھی اپنی زنجیروں کو توڑ ڈالا۔ انہوں
نے اہرام کی دیواروں کو زور زور سے ہلانے کی کوشش

کی مگر پتھر کی دیواروں پہ کوئی اثر نہ ہوا۔ کیٹی نے کہا۔

"تھیوسانگ! اب ہم شاید اس موت کے اہرام
سے کبھی باہر نہیں نکل سکیں گے۔ تم نے اس وقت
سپاہیوں کو کیوں نہ مار ڈالا۔ جب ہمیں پکڑا گیا
تھا۔"

تھیوسانگ نے کہا۔

"سپاہی نے تمہاری گردن پہ تلوار رکھی ہوئی
تھی۔ مجھے تمہاری جان کا خطرہ تھا۔"

کیٹی بولی۔

"بہرحال اب ہم دونوں کی جان کو خطرہ ہی
نہیں بلکہ یقینی طور پہ ہم دونوں ہمیشہ ہمیشہ کے
لیے اس اہرام میں دفن ہو گئے ہیں۔"

تھیوسانگ چبوترے کی طرف بڑھ کر بولا۔

"یہ تو ہم نے دیکھا ہی نہیں کہ اس میں کس
کی لاش ہے۔"

کیٹی اور تھیوسانگ چبوترے پر رکھے ہوئے جنازے
کی طرف بڑھے یہ ایک تابوت تھا۔ جس پہ چادر پڑی
تھی۔ چادر ہٹائی تو نیچے ایک تختی پہ ان لوگوں کی زبان
میں لکھا تھا۔

"شہزادہ بیشام کو مقدس سانپ کے ساتھ دفن کیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ مر گیا ہے۔ آسمان کے دیوتا اس کی حفاظت کریں۔ آسمان کی دنیا اس کی خدمت کے لیے ایک عورت اور ایک مرد کو بھی ساتھ دفن کر دیا گیا ہے۔"

تھیو سانگ اور کیٹی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"تو گویا ہمیں اس مردے کی خدمت کے لیے زبردستی پکڑ کر دفن کر دیا گیا ہے۔"

کیٹی نے جھنجھلا کر کہا۔ تھیو سانگ بولا۔

"مگر یہ مقدس سانپ کون ہے اور کہاں ہے؟"

کیٹی نے چونک کر کہا۔

"اگر وہ سانپ زندہ ہے تو ہماری مدد کر سکتا ہے۔ تھیو سانگ!"

تھیو سانگ نے تابوت کا ڈھکنا کھول دیا۔

تابوت میں ایک خوبصورت اور نوجوان شہزادے کی لاش پڑی تھی اور اس کے سرہانے کی جانب ایک سبز رنگ کا سرخ آنکھوں والا سانپ کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ سانپ پھنکار مار کر تھیو سانگ اور کیٹی کی طرف بڑھا۔ مگر فوراً ہی رک گیا۔ اسے ان دونوں میں سے ناگ دیوتا

اڑانے لگی تھی۔

سانپ کو رکتا دیکھ کر کیٹی نے خوش ہو کر کہا۔

"تھیو سانگ! اس نے ہمارے جسموں سے آتی مقدس ناگ کی بو سونگھ لی ہے۔ اسی لیے وہ حملہ کرتے کرتے رک گیا ہے۔"

تھیو سانگ سانپ کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"تم ٹھیک کہتی ہو۔ سانپ کی آنکھوں میں دوستی کی چمک ہے۔ شاید وہ ہمیں کچھ کہنا چاہتا ہے۔"

کیٹی نے کہا۔

"مگر ہم اس کی زبان میں بات نہیں کر سکتے۔"

سانپ ان کی باتوں کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے ہلکی سی پھنکار مار کر کہا۔

"تم مقدس ناگ دیوتا کے ضرور بھائی بہن ہو۔ کیا تم میری زبان سمجھ رہے ہو؟"

مگر کیٹی اور تھیو سانگ سانپ کی زبان نہیں سمجھ سکتے تھے۔

"وہ اس نے کچھ کہا ہے کیٹی" تھیو سانگ نے بے تابی سے کہا۔

"کاش ہم اس کی زبان سمجھ سکتے۔"

کیٹی نے نا امیدی سے کہا۔ سانپ نے کیٹی اور تھیوسانگ کے آگے سر جھکا دیا۔

"وہ تمہیں سلام کر رہا ہے" تھیوسانگ بولا۔

جب سانپ نے دیکھا کہ ناگ دیوتا کے بہن بھائی اس کی زبان میں بات نہیں کر سکتے اس نے ان دونوں کی زبان کے الفاظ پر غور کیا۔ اس زبان کے ایک ایک لفظ کو اپنے ذہن میں بار بار دہرایا اور پھر باریک آواز میں ان کی زبان میں بولا۔

"مقدس ناگ کے بہن بھائی! میں تمہاری زبان میں بول رہا ہوں۔ کیا تم سمجھ رہے ہو؟"

کیٹی اور تھیوسانگ نے سبز سانپ کے منہ سے نکلے ہوئے انسانی زبان کے الفاظ سنے تو دنگ رہ گئے کیٹی نے جلدی سے کہا۔

"ہاں ہاں! ہم تمہاری زبان سمجھ رہے ہیں۔ ہمیں بتاؤ کہ ہم یہاں سے کیسے باہر نکل سکتے ہیں؟"

سانپ بولا۔

"یہ بعد میں سوچیں گے۔ پہلے میری بات سنو! اس شہزادے بلیشال کو زہر دے کر ہلاک کیا گیا ہے۔ یہ اپنی موت نہیں مرا۔"

کیٹی حیران ہو کر لاش کو دیکھنے لگی۔ تھیوسانگ نے کہا۔

"یہ کیا راز ہے؟"

سانپ بولا۔

"اگر تم یہاں نہ آتے تو شاید یہ راز ہمیشہ کے لیے راز ہی رہتا۔ مگر تمہارے یہاں آنے سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ آسمان کے دیوتا اس شہزادے کے خون ناحق سے خوش نہیں ہیں اور اس کی زندگی چاہتے ہیں۔"

کیٹی نے کہا۔

"مگر شہزادہ تو مر چکا ہے۔"

سانپ بولا۔

"لیکن ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا۔ میں اس کے جسم سے اس کا سارا زہر چوس کر اسے پھر سے زندہ کر سکتا ہوں۔"

تھیوسانگ نے جلدی سے کہا۔

"تو پھر فوراً اس کے جسم میں سے زہر نکال کر پھینک دو۔"

سانپ نے اپنا منہ شہزادے کی لاش کی گردن کے ساتھ لگا دیا۔ اور لاش کے اندر پھیلا ہوا زہر چوسنے لگا۔ وہ

تھوڑی تھوڑی دیر بعد زہر نکال کر تابوت میں پھینک د
چھ سات بار ایسا کرنے کے بعد لاش میں حرکت پ
ہوئی اور پھر شہزادہ بیشال نے آنکھیں کھول دیں۔

"میں کہاں ہوں؟"

تھیوسانگہ نے کہا۔

"شہزادے! گھبراؤ مت۔ تمہیں زہر دے کر مار
دیا گیا تھا مگر مقدس سانپ نے تمہارے جسم کا
زہر نکال کر پھینک دیا ہے۔ تم زندہ ہو۔"

شہزادہ تابوت میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"کیا۔ کیا میں اہرام میں دفن کر دیا گیا تھا؟"
شہزادے نے تعجب سے اہرام کی چھت اور دیوار
دیکھ کر کہا۔ کیٹی بولی۔

"ہاں شہزادے۔ مگر تمہیں کس نے زہر دیا تھا؟"
شہزادہ بولا

"یہ کام سوائے میرے ظالم چچا کے دوسرا کوئی
نہیں کر سکتا۔ میں تخت کا اکیلا حق دار تھا۔ وہ
مجھے اپنے راستے سے ہٹا کر میرے باپ کے
تخت و تاج پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس
نے مجھے کھانے میں زہر دے دیا۔ مجھے یاد ہے۔

کھانا کھانے کے بعد میری حالت خراب ہو گئی تھی۔
مگر تم لوگ کون ہو؟ اور یہ سانپ ــــ مقدس
سانپ نے میرے جسم میں سے زہر کیوں نکالا؟"
کیٹی نے کہا۔

"ہمیں تمہارے ساتھ اہرام میں دفن کر دیا گیا تھا۔
لیکن ہم نے تابوت کھولا تو اندر تمہاری لاش کے
پاس سانپ بیٹھا تھا۔ یہ سانپ ہمارا دوست
نکلا۔ کیونکہ ہم سپیروں کے خاندان سے تعلق رکھتے
ہیں"

کیٹی نے یونہی کہہ دیا۔ سانپ کچھ نہ بولا۔ شہزادے کو
تابوت میں سے باہر نکال دیا گیا۔ وہ فرش پر بیٹھ گیا اور
بولا۔

"میں تمہارا اور سانپ کا شکر گزار ہوں"

سانپ نے کہا۔

"شہزادے! تم بے گناہ ہو۔ لیکن اگر یہ دونوں
بہن بھائی نہ ہوتے تو شاید میں تمہارے جسم کا زہر
نہ نکالتا۔"

شہزادے نے سانپ کو باریک آواز میں انسانوں کی
طرح بات کرتے دیکھا تو تعجب سے بولا۔

"تم انسانوں کی طرح بول لیتے ہو؟"
سانپ کہنے لگا۔
"یہ بھی ان دونوں بہن بھائیوں کا کرشمہ ہے۔
تمہیں ان دونوں کا شکرگزار ہونا چاہیئے۔"
شہزادہ بیشال نے کیٹی اور تھیو سانگ کا شکریہ ادا کیا
اور بولا۔
"لیکن اب ہم اس بند اہرام سے کیسے باہر
نکلیں گے؟"
اس کے اندر صرف اتنی ہوا موجود ہے جو ہمیں زیادہ سے
زیادہ ایک دن تک زندہ رکھ سکتی ہے۔"
سانپ نے کہا۔
"میں یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ تلاش کرتا
ہوں۔"
یہ کہہ کر سانپ نے گھوم پھر کر اہرام کی دیواروں
کو ٹٹولنا شروع کر دیا۔ اسے ایک جگہ دیوار میں نرم ریت
محسوس ہوئی۔ سانپ نے وہاں سوراخ بنانا شروع کر
دیا۔ تھیو سانگ اور کیٹی بھی اس کے ساتھ لگ گئے۔
تھوڑی ہی دیر بعد انہوں نے وہاں سوراخ گہرا کر لیا۔ کیٹی
نے کہا۔

"ہمیں یہاں سرنگ کھودنی ہوگی۔"
شہزادہ بھی ان کی مدد کرنے کو اٹھا۔ تھیو سانگ نے
کہا۔
"شہزادے تم آرام کرو۔"
سانپ، کیٹی اور تھیو سانگ سرنگ کھودتے چلے گئے۔
ریت کی وجہ سے سرنگ بڑی آسانی سے بنتی جا رہی تھی۔
آدھی رات تک انہوں نے سرنگ کا دوسرا سرا اہرام سے
باہر نکال لیا۔ سب سے پہلے سانپ باہر گیا۔ اس نے واپس
آکر بتایا کہ اہرام سے باہر کوئی پہرے دار نہیں ہے۔ ایک
ایک کر کے تھیو سانگ، کیٹی اور شہزادہ بیشال سرنگ سے باہر
آگئے۔
صحرا میں رات کا وقت تھا۔ آسمان پر تارے چمک رہے
تھے۔ سانپ نے کہا۔
"میں چاہتا ہوں کہ مجرموں کو ان کے جرم کی سزا
دی جائے۔ اور شہزادے کو اس کا جائز حق دلایا
جائے۔"
شہزادہ بولا۔
"اس ریاست کے تخت پر میرا حق ہے۔ اگر میرا
ظالم چچا تخت پر قابض رہا تو وہ میرے خاندان کے

سب بڑوں اور بچوں کو بھی ہلاک کر دے گا۔"
کیٹی اور تھیوسانگ نے شہزادے کو یقین دلایا کہ وہ اس
کا جائز حق اسے واپس دلانے میں اس کی مدد کریں گے بانو
نے کہا۔

"میں بڑی آسانی سے شہزادے کے دشمنوں کو
ان کے راستے سے ہٹا سکتا ہوں اور مجرموں کو
ان کے گناہ کی سزا دے سکتا ہوں۔"
کیٹی نے کہا۔
"پھر بھی ہمیں سوچ سمجھ کر شاہی محل کی طرف
چلنا ہوگا۔"
شہزادے نے کہا۔
"شہر کے دروازے کے پاس ہی شاہی محل ہیں۔
وہاں میرے رشتہ داروں کی قیام گاہیں ہیں۔
ہم ان کے پاس جا کر چھپ جائیں گے اور پھر ظالم
چچا کے محل پر حملہ کر کے تخت پر قبضے کا اعلان
کر دیں گے۔"
تھیوسانگ نے سانپ کو اٹھا کر اپنی کلائی سے لپیٹ لیا
اور انہوں نے ستاروں کی روشنی میں شہر کی طرف چلنا شروع
کر دیا۔ شہزادے نے کہا۔

"ہمیں شہر کے ایک خفیہ دروازے سے داخل
ہو کر میرے رشتہ داروں کی حویلی میں جانا
ہوگا۔"
شہر وہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ کچھ دیر بعد جب
وہ ایک ریت کے ٹیلے کی دوسری جانب آئے تو انہیں شہر
کی دیوار کے برجوں پر رات کی مشعلیں جلتی نظر آئیں۔ اب
شہزادے نے انہیں شہر کے خفیہ دروازے کی طرف گائیڈ کرنا
شروع کیا۔ وہ ریت کے ایک ایسے میدان سے گزرے جہاں
بہت سے کھنڈر بکھرے ہوئے تھے۔ شہزادے نے
انہیں بتایا کہ اس جگہ پر ایک سو برس پہلے اس کے پردادا
کا محل ہوا کرتا تھا۔ جو اب کھنڈر بن چکا ہے۔
وہ فصیل شہر کے جنوب میں ایک جگہ فصیل کے ارد
گرد پھیلی ہوئی کھائی میں اتر گئے۔ کھائی میں پانی بھرا ہوا
تھا۔ شہزادہ انہیں اس مقام پر لے گیا جہاں ہنگامی حالات
کے وقت فرار ہونے کی غرض سے جھاڑیوں میں ایک جگہ
دو کشتیاں رکھی تھیں۔ ان کشتیوں کی مدد سے وہ کھائی کو
عبور کر کے شہر کی دیوار میں ایک ایسی جگہ آ گئے جہاں جھاڑیوں
کے درمیان ایک سرنگ اندر جاتی تھی۔ شہزادہ آگے آگے
تھا۔ وہ اس راستے کو جانتا تھا۔

سرنگ سے نکلے تو وہ شہر کے اندر تھے۔ یہاں کاٹھ کباڑ پڑا تھا۔ شہزادہ انہیں اپنے ساتھ لیے فصیلِ شہر کے سائے میں سے گزارتا ایک تنگ سی گلی میں لے آیا۔ دور سے ایک چوکیدار آواز لگاتا ہوا گزر گیا۔ وہ ایک بہتی ہوئی گلی میں سے گزر کر ایک کھلے بازار میں آئے تو سامنے بڑی عالی شان حویلیاں بنی تھیں۔ جہاں کہیں کہیں روشنی نظر آ رہی تھی۔ شہزادے نے کہا۔

"یہ ہمارے رشتے داروں کی حویلیاں ہیں۔ وہ کونے والی حویلی میرے ماموں جان کی ہے جو مجھ سے اپنے بچوں کی طرح پیار کرتے ہیں۔ ہم ان کے پاس جائیں گے۔"

کیٹی نے کہا۔

"کہیں وہ تمہیں پکڑوا تو نہیں دیں گے؟"

شہزادہ بولا۔

"وہ خود بادشاہ کے خلاف ہیں۔ بادشاہ نے ان کی ساری زرعی زمینیں ضبط کر رکھی ہیں۔ اور یہ تھوڑے سے وظیفے پر گزارہ کر رہے ہیں۔"

سانپ نے کہا۔

"مجھے اپنی جیب میں چھپا لو۔"

تھیوسانگ نے سانپ کو اپنی جیب میں رکھ لیا۔

وہ بھاگ کر کھلا بازار عبور کر کے کونے والی حویلی کے دروازے پر آ گئے۔ یہاں ایک بوڑھا ملازم تخت پر سویا ہوا تھا۔ شہزادے نے اسے بالکل نہ جگایا اور حویلی کے چھوٹے دروازے کو کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

اندر ڈیوڑھی تھی۔ اس کے آگے صحن، جس میں فوارہ لگا تھا۔ اس کے پیچھے برآمدے میں کمرے تھے۔ ان کے بیچ میں سے زینہ اوپر کی منزل کے کمروں کو جاتا تھا۔ شہزادہ زینہ چڑھنے لگا۔ اوپر والا دروازہ بند تھا۔ شہزادے نے آہستہ سے دستک دی۔ دوسری طرف سے کسی عورت کی آواز آئی۔

"کون ہے جو آدھی رات کو آیا ہے؟"

شہزادے نے اپنی وفادار بوڑھی خادمہ کی آواز پہچان لی۔ اس نے کہا۔

"ماما! میں ہوں بیشال۔"

ملازمہ نے فوراً دروازہ کھول دیا اور ڈر کر پیچھے ہٹ گئی۔

"شہزادے تم؟ مگر تم تو مر چکے تھے۔"

پھر وہ بھوت بھوت کہتی شہزادے کے ماموں کے کمرے کی طرف بھاگی۔ شہزادے نے لپک کر اس کو پکڑ لیا اور کہا۔

"ماما! میں بھوت نہیں ہوں۔ میں شہزادہ بیشال ہوں۔"

شور سن کر شہزادے کا ماموں اور ممانی بھی بیدار ہو گئیں۔ شہزادے بیشال کو دیکھ کر پہلے تو وہ بھی کچھ گھبرائے لیکن جب شہزادے نے انہیں اپنی ساری داستان سنائی اور کیٹی اور تھیوسانگ نے بھی اس کی تصدیق کی تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے شہزادے بیشال کو گلے سے لگا لیا۔ ماموں نے کہا

"بیٹا! تمہارا چچا تمہارے خون کا پیاسا ہے۔ اگر اسے علم ہو گیا کہ تم ہمارے ہاں چھپے ہو تو وہ اس حویلی کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔"

بیشال نے کہا۔

"ماموں جان! میں اپنے چچا سے اپنا حق واپس لینے آیا ہوں۔ آپ اگر مجھے یہاں نہیں چھپا سکتے تو میں اپنے ان دوستوں کے ساتھ صحرا میں کسی جگہ جا کر چھپ جاؤں گا۔"

ماموں جان بولے۔

"ایسی بات نہیں ہے بیٹا۔ میں تمہیں اپنی حویلی کے تہہ خانے میں چھپا لوں گا۔ میرا مطلب صرف یہ

تھا کہ تمہارے دوستوں کو چاہیے کہ وہ بھی تمہارے بارے میں کسی سے کوئی بات نہ کریں۔"

تھیوسانگ نے بھی کہا کہ وہ شہزادے کو اس کا جائز حق دلا کر رہیں گے۔

اس کے بعد ماموں جان شہزادے کو تہہ خانے میں لے گیا۔ تھیوسانگ اور کیٹی بھی ساتھ تھے۔ یہ تہہ خانہ حویلی کی نچلی منزل کے آخری کونے میں زمین کے اندر بنا ہوا تھا۔ یہاں ضرورت کی ہر شے موجود تھی۔

وہ تہہ خانے میں بچھے ہوئے قالین پر بیٹھ گئے اور ظالم چچا کی حکومت کا تختہ الٹنے کے بارے میں سوچ بچار کرنے لگے۔ آخر کافی غور و فکر کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ جب تک فوج کے کمانڈر کو راستے سے نہیں ہٹا دیا جاتا بغاوت کی کامیابی مشکل ہے۔ کیونکہ کمانڈر بادشاہ کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ رعایا بادشاہ کے خلاف اور شہزادے کی حمایت میں تھی۔ مگر فوج کے کمانڈر نے ان کو فوج کی مدد سے دبا رکھا تھا۔ تھیوسانگ نے کہا۔

"کیٹی کو کمانڈر کے محل میں کنیز کی شکل میں بھرتی کروا کر بھیجا جائے۔ یہ سانپ اپنے ساتھ لے جائے اور کمانڈر کو ختم کرنے کی کوشش

کرے۔ دوسری طرف میں بادشاہ کے دربار
میں داخل ہو جاؤں گا اور جب کمانڈر کی موت
کی خبر آئے گی تو بادشاہ کا کام تمام کر دوں
گا پھر ہم شہزادے بادشاہت کا اعلان کر دیں
گے۔"

ماموں جان نے کہا۔

"تجویز اچھی ہے مگر اس میں تم دونوں کی جان
بھی جا سکتی ہے۔"

تھیوسانگ اور کیٹی نے مسکرا کر ایک دوسرے کو
دیکھا۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ وہ اتنی آسانی سے نہیں
مر سکتے۔ تھیوسانگ بولا

"اس کی آپ فکر نہ کریں۔ ہم اپنی حفاظت خود
کرنا جانتے ہیں۔ آپ اپنے اثر و رسوخ سے
کام لے کر کیٹی کو کمانڈر کے محل میں کنیز بنا
کر نوکری دلوا دیں۔ میں شاہی دربار میں خود
داخل ہو جاؤں گا۔"

ماموں جان نے کہا۔

"میں صبح ہوتے ہی ایک نواب صاحب سے مل کر
کیٹی کو کمانڈر کے پاس بھجوا دوں گا۔ نواب صاحب

کمانڈر کے بہت دوست ہیں۔"

رات گزر گئی تو صبح کے وقت شہزادے کا ماموں کیٹی
کو ساتھ لے کر نواب صاحب کی حویلی کی طرف روانہ ہو گیا۔
تھیوسانگ شاہی محل کی طرف چل پڑا۔ سانپ تھیوسانگ
کی جیب میں ہی تھا۔ محل کے دروازے پر جا کر تھیوسانگ
نے سانپ نکال کر اپنی کلائی کے گرد لپیٹ لیا اور پہریدار
سے کہا۔

"بادشاہ سے جا کر کہو کہ سانپوں کا دیوتا تم سے
ملنا چاہتا ہے۔"

پہرے دار نے پہلے تو تھیوسانگ کو وہاں سے دھکیل
کر نکال دینے کی کوشش کی مگر جب سبز سانپ نے پھنکار
ماری تو پہرے دار ڈر کر محل میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد واپس
آیا اور بولا

"چلو دیوتا جی! بادشاہ سلامت نے بلایا ہے۔"

تھیوسانگ اس کے ساتھ بادشاہ کے دربار کی طرف
چلا گیا۔

سنسان جزیرے کی روشنی

بادشاہ دربار لگائے تخت پر بیٹھا تھا۔

تھیوسانگ بڑی شان سے چلتا بادشاہ کے تخت کے قریب آگیا۔ اس نے بادشاہ کو ادب سے سلام کیا تو بادشاہ اس کے ہاتھ میں سبز سانپ دیکھ کر چکرا گیا۔ کیونکہ یہ وہی سانپ تھا جو اس نے شہزادے کی لاش کے ساتھ تابوت میں بند کروایا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ اور یہ سانپوں کا دیوتا اس کو شہزادے کی لاش کے بارے میں کچھ کہنے آیا ہے۔ بادشاہ درباریوں کو اس سلسلے میں کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"دربار برخاست کیا جاتا ہے۔ ہم اس دیوتا سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں"

درباری ایک ایک کر کے وہاں سے چلے گئے۔ تو بادشاہ تخت سے اتر کر نیچے تھیوسانگ کے پاس آیا اور بولا۔

"تم سانپوں کے دیوتا ہو؟"

"ہاں بادشاہ سلامت!"، تھیوسانگ نے سبز سانپ (کل)ائی پر لپیٹتے ہوئے کہا۔

"یہ سبز سانپ تم نے کہاں سے حاصل کیا ہے؟"

تھیوسانگ سب کچھ سمجھتا تھا کہ بادشاہ کے دل (میں) کیا ہے۔ اس نے پہلے سے سوچے ہوئے منصوبے کے (مط)ابق کہا۔

"بادشاہ سلامت! میں سانپوں کا دیوتا ہوں۔ میرے پاس اس قسم کے دو سبز سانپ تھے۔ ان میں سے ایک کہیں کھو گیا۔ اب یہ دوسرا میرے پاس رہ گیا ہے"

"کیا تم دوسرے سانپ کی تلاش میں آئے ہو؟"

تھیوسانگ نے بے نیازی سے کہا۔

"نہیں۔ مجھے اس کو تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میرے لیے یہ ایک سانپ ہی کافی ہے"

بادشاہ نے اطمینان کا سانس لیا۔ اسے تسلی ہو گئی کہ اس سانپوں کے دیوتا کو کچھ معلوم نہیں کہ دوسرا سبز سانپ کہاں ہے۔ اب بادشاہ نے رعونت سے گردن اوپر اٹھائی اور بولا۔

"تم میرے پاس کس لیے آئے ہو؟"

تھیوسانگ نے بڑے اعتماد سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بادشاہ سلامت! میں سانپوں کا دیوتا ہی نہیں ہوں۔ بلکہ میرے پاس یہ سانپ ایک ایسا سانپ ہے۔ جو انسان کی طرح بات کرتا ہے۔"

بادشاہ کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔ وہ سانپ کو تکنے لگا۔

"کیا؟ کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

تھیوسانگ نے کہا۔

"کیوں نہیں۔ آپ تجربہ کر کے دیکھ سکتے ہیں۔"

پھر تھیوسانگ نے سبز سانپ سے کہا۔

"اے سانپ! بادشاہ سلامت سے بات کر۔"

سبز سانپ سارے منصوبے کو سمجھ گیا تھا۔ اس نے بادشاہ کی طرف منہ اٹھا کر اپنی باریک آواز میں کہا۔

"بادشاہ سلامت خوش رہیں۔ میں آپ کا خادم ہوں۔"

بادشاہ تو دنگ رہ گیا۔ کہنے لگا۔

"میں نے ایسا عجوبہ ساری زندگی نہیں دیکھا۔"

تھیوسانگ بولا۔

"میں یہ بولتا ہوا سانپ بادشاہ کی خدمت میں تحفے کے طور پر پیش کرتا ہوں۔"

بادشاہ خوش ہو کر بولا۔

"ہم تمہارے تحفے کو خوشی سے قبول کرتے ہیں۔ اور تمہیں اپنے دربار کا وزیر خاص مقرر کرتے ہیں۔"

تھیوسانگ یہی چاہتا تھا۔ اسی وقت سبز سانپ کو شیشے کے ایک مرتبان میں بند کر دیا گیا۔ سارے محل میں شور مچ گیا کہ بادشاہ کے پاس ایک بولنے والا سانپ ہے۔ دربار کے سارے لوگوں نے باری باری سانپ کو دیکھا اور اس کی باتیں سنیں۔

تھیوسانگ کو دربار میں کرسی پیش کر دی گئی۔

بادشاہ اپنی خواب گاہ میں آیا تو اس کے پیش کار نے آکر عرض کی کہ کاہن اعظم آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ بادشاہ نے دربار کے کاہن اعظم کو اندر بلا لیا۔ یہ کاہن بادشاہ کے شاہی مندر کا پجاری تھا۔ اس کا سر منڈا ہوا تھا۔ اور جسم کے ساتھ گیروے رنگ کی چادر لپٹی تھی۔ اس نے آتے ہی ادب سے جھک کر سلام کیا۔ بادشاہ نے خوش ہو کر کہا۔

"کاہن اعظم تم نے بھی ہمارے بولتے سانپ کو
دیکھا ہوگا۔ کیا خیال ہے؟ کبھی ایسا عجوبہ پہلے
بھی دیکھا ہے تم نے؟"
کاہن اعظم بولا۔
"بادشاہ سلامت! میں اسی سانپ اور سانپوں
کے دیوتا کے بارے میں کچھ کہنے آیا ہوں۔"
بادشاہ نے کہا۔
"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"
کاہن اعظم نے کہا۔
"بادشاہ سلامت! میں نے شاہی تختی پر حساب
لگا کر پتہ چلایا ہے کہ یہ سبز سانپ جو آپ کے
محل میں موجود ہے وہی سانپ ہے۔ جسے آپ
نے شہزادے کے تابوت میں بند کیا تھا۔"
بادشاہ کو جیسے کسی نے جھنجھوڑ دیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔
"کاہن اعظم! تم یہ کیسے کہہ رہے ہو؟"
کاہن اعظم بولا۔
"بادشاہ سلامت! میرا حساب کبھی غلط نہیں
ہو سکتا۔ آپ کو اگر شک ہے تو شہزادے کی قبر
کھلوا کر دیکھ لیں۔ سانپ اس کے تابوت میں نہیں

ہوگا؟"
بادشاہ تو پریشان ہو گیا۔ اس نے کاہن اعظم کے
قریب آ کر کہا۔
"خبردار! ابھی کسی سے کوئی بات نہ کی جائے۔
تم میرے ساتھ اہرام کی طرف چلو۔ میں ابھی جا
کر اس معمے کو حل کرنا چاہتا ہوں۔"
بادشاہ نے کاہن اعظم کو ساتھ لیا۔ دونوں گھوڑوں
پر سوار ہوئے اور محل کے عقبی دروازے سے نکل کر
اہرام کی طرف روانہ ہو گئے۔ کاہن اعظم کو اہرام کے اندر
جانے کا خفیہ راستہ معلوم تھا۔ گھوڑے باہر کھڑے کر
کے وہ خفیہ راستے سے اہرام کے اندر داخل ہو گئے۔
اہرام کی کوٹھڑی کے اندر جاتے ہی انہوں نے دیکھا کہ تابوت
کھلا ہوا ہے اور سبز سانپ کے ساتھ شہزادے کی لاش
بھی غائب ہے۔ بادشاہ تو سکتے میں آ گیا۔
"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے خود شہزادے
کو زہر دیا تھا۔ اور سبز سانپ اس کے سرہانے
رکھا تھا۔"
کاہن اعظم بھی شہزادے کی لاش کے غائب ہو جانے
سے فکر میں پڑ گیا۔

اس نے کہا۔

"بادشاہ سلامت! آپ کے خلاف کوئی زبردست سازش ہوئی۔ لگتا ہے کہ کوئی سازشی شہزادے کی لاش اور سانپ نکال کر لے گیا ہے اور یہ سوائے اس سانپوں کے دیوتا کے دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا۔"

بادشاہ غصے میں بولا۔

"میں ابھی جا کر اس سانپوں کے دیوتا کی گردن اڑا آتا ہوں۔"

کاہن اعظم بولا۔

"ہمیں عقل مندی سے کام لینا ہو گا بادشاہ سلامت! اس خطرناک شخص سے ہمیں پہلے یہ معلوم کرنا ہو گا کہ شہزادے کی لاش کہاں ہے؟ کیونکہ ممکن ہے کہ شہزادہ ابھی زندہ ہو۔"

اب تو بادشاہ بہت گھبرایا کہ اس کا دشمن ابھی زندہ ہے۔ وہ کاہن اعظم کے ساتھ اہرام سے نکل کر محل کی طرف روانہ ہوا۔ کاہن اعظم نے بادشاہ سے کہا۔

"آپ خاموش رہیں۔ یہ کام مجھ پر چھوڑ دیں۔ میں خود سانپوں کے دیوتا سے شہزادے کے بارے

میں معلومات حاصل کروں گا۔"

بادشاہ نے کاہن اعظم کو ہدایت کی کہ سانپوں کا دیوتا زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ کاہن اعظم نے بادشاہ کو یقین دلایا کہ اس کا دشمن زندہ بچ کر محل سے واپس نہیں جا سکے گا۔ اور اگر شہزادہ زندہ ہوا تو اسے بھی ختم کر دیا جائے گا۔

محل میں واپس آتے ہی بادشاہ نے سوچا کہ اسے سبز سانپ کو بھی مار ڈالنا چاہیے۔ کیونکہ یہ بھی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ وہ تلوار کھینچ کر سبز سانپ کے شیشے کے مرتبان کی طرف بڑھا۔ سبز سانپ کو بادشاہ کی بری نیت کا احساس ہو گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ بادشاہ اسے ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ سبز سانپ نے زور سے اپنا جسم شیشے کے مرتبان کی دیوار پر مارا۔ مرتبان ٹوٹ گیا۔ سبز سانپ آزاد ہو کر ہوا میں بلند ہوا کہ بادشاہ کو ڈس کر مار ڈالے مگر اس کا آخری وقت آ گیا تھا۔ بادشاہ نے ہوا میں تلوار چلائی۔ تلوار کا وار سبز سانپ کے جسم کے دو ٹکڑے کر گیا۔ سبز سانپ کے منہ سے آخری پھنکار نکلی اور وہ مر گیا۔

بادشاہ نے سانپ کو کچل ڈالا اور غلام کو حکم دیا

"اس سانپ کے ٹکڑوں کو آگ میں ڈال کر بھسم کر دیا جائے۔"

غلام سانپ کے ٹکڑوں کو اُٹھا کر لے گیا۔ بادشاہ نے
اطمینان کا سانس لیا۔ اس کا ایک دشمن ختم ہو گیا تھا۔
اتنے میں تھیوسانگ کمرے میں داخل ہوا اور بولا۔
"بادشاہ سلامت! آج آپ دربار میں کس وقت
تشریف لا رہے ہیں؟"
بادشاہ نے ایک گہری نظر تھیوسانگ پر ڈالی۔ اور بولا۔
"ہم دوپہر کے بعد دربار لگائیں گے۔ کیوں؟ تم
کیوں فکر مند ہو؟"
تھیوسانگ نے شیشے کے ٹوٹے ہوئے مرتبان کی طرف
دیکھ کر تشویش کے ساتھ کہا۔
"بادشاہ سلامت! میں اپنے سانپ کی وجہ سے
پریشان ہوں۔ مرتبان ٹوٹا ہوا ہے۔ سانپ کہاں
چلا گیا ہے؟"
بادشاہ نے مصنوعی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔
"میں خود اسی لیے پریشان ہوں۔ میں یہاں آیا
تو مرتبان ٹوٹا ہوا تھا۔ لگتا ہے تمہارا بولتا سانپ
کہیں فرار ہو گیا ہے۔"
مگر تھیوسانگ سمجھ گیا کہ بادشاہ نے سانپ کو ہلاک
کر ڈالا ہے اور اس کی سازش بے نقاب ہو گئی ہے۔

تھیوسانگ نے زیادہ پریشانی کا اظہار نہ کیا اور بولا۔
"کوئی بات نہیں بادشاہ سلامت! میں اسے
تلاش کر لوں گا۔ اچھا اب میں جاتا ہوں۔"
یہ کہہ کر تھیوسانگ چلا گیا۔ بادشاہ اسی وقت تلوار کے
وار سے اس کا کام تمام کر دینا چاہتا تھا۔ مگر اسے شہزادے
کے بارے میں ابھی اس سے معلومات حاصل کرنی تھی۔
اس نے صبر سے کام لیا اور چپکا ہو کر بیٹھا رہا۔
تھیوسانگ وہاں سے نکل کر سیدھا شہزادے کے
ماموں جان کی حویلی کی طرف چلنے لگا تو محل کے شاہی مندر
کے باہر کاہن اعظم نے اُسے بلا کر کہا۔
"ساتھیوں سے دیوتا کو شام مبارک ہو۔ کیا تم میرے
ساتھ مندر میں نہیں آؤ گے؟ میں نے بادشاہ
سلامت کے لیے ایک تعویذ تیار کیا ہے۔ مجھے
تم سے کچھ ضروری مشورہ لینا ہے۔"
تھیوسانگ انکار نہ کر سکا۔ وہ کاہن اعظم کے ساتھ
مندر میں چلا گیا۔
مندر میں آتے ہی کاہن نے تھیوسانگ کے کاندھے پر
ہاتھ رکھا۔ اور ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد بولا۔
"دیوتا مہاراج! تم دیکھ رہے ہو کہ بادشاہ کے ظلم و ستم

سے رعایا بہت پریشان ہے۔ میں خود رعایا پر ظلم
ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ اگر تم میرا ساتھ دو تو ہم
رعایا کو بادشاہ کے ظلم سے نجات دلا سکتے ہیں۔"
تھیوسانگ بولا۔
"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بادشاہ کے پاس پوری
فوج ہے۔"
کاہن اعظم نے کہا۔
"عوام سے بڑی طاقت کوئی نہیں ہوتی۔ رعایا
ہمارے ساتھ ہوگی۔ کاش شہزادہ زندہ ہوتا۔
وہ میری آخری امید تھی مگر بادشاہ نے اسے بھی
زہر دے کر مار ڈالا۔ میرے پاس ایک ایسی طلسمی
دوائی ہے کہ اگر وہ شہزادے کی لاش پر مل دی
جائے تو شہزادہ پھر سے زندہ ہو سکتا ہے۔
پھر ہم شہزادے کو تخت پہ بٹھا کر بادشاہ کو
ختم کر دیں گے۔"
یہ کاہن اعظم کی چال تھی۔ وہ تھیوسانگ کے دل
کا حال معلوم کرنا چاہتا تھا۔ تھیوسانگ کو کاہن اعظم پر ذرا
بھی شک نہ ہوا کہ وہ شہزادے کے فرار سے واقف ہے۔
اس نے کہا۔

"میں آج رات تم سے بات کروں گا۔ ابھی
میں ایک ضروری کام سے جنگل میں جا رہا ہوں۔"
یہ کہہ کر تھیوسانگ اجازت لے کر چلا گیا۔
کاہن اعظم نے اپنے ایک راز دار جاسوس کو تھیوسانگ
کے پیچھے لگا دیا کہ پتہ کرے وہ کہاں جاتا ہے۔ تھیوسانگ
شہر کے مختلف بازاروں میں ادھر ادھر سے گھوم کر شہزادے
کے ماموں کی حویلی میں داخل ہو گیا۔ جاسوس نے فوراً
جا کر کاہن اعظم کو خبر کر دی۔ کاہن اعظم اسی وقت بادشاہ
کے پاس پہنچا اور بولا۔
"بادشاہ سلامت! میرا اندازہ غلط نہیں ہو سکتا
تھا۔ سانپوں کا دیوتا آپ کے دشمن نواب کی حویلی
میں گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ شہزادہ اپنے ماموں
کی حویلی میں چھپا ہوا ہے۔"
بادشاہ غصے سے کانپنے لگا۔ پھر گرج کر بولا۔
"نواب کی حویلی کو آگ لگا دی جائے۔"
اسی وقت سپاہی مشعلیں اور تیل کے کنستر لے کر نواب
کی حویلی کی طرف چل دیئے۔ ایک گھبرائے ہوئے نوکر نے آ
کر شہزادے کے ماموں کو خبر دی کہ شاہی سپاہی محل
کو آگ لگانے آ رہے ہیں۔"

اس وقت تھیوسانگ شہزادے سے باتیں کر رہا تھا۔
اسے معلوم ہوا تو اس نے پریشان ہو کر کہا۔
"ہمارا راز کھل گیا ہے۔ کیا یہاں سے نکلنے کا کوئی خفیہ راستہ ہے؟"
شہزادے کے ماموں نے اٹھتے ہوئے کہا۔
"میرے ساتھ آؤ"
اس وقت شہزادہ، تھیوسانگ اور شہزادے کی ممانی حویلی کی ایک خفیہ سرنگ میں داخل ہو گئے۔ یہ سرنگ زمین کے نیچے ہی نیچے سے ہوتی شہر کی چار دیواری سے باہر ایک ٹیلے کی طرف نکل گئی تھی۔
سپاہیوں نے آتے ہی حویلی پر تیل چھڑک کر آگ لگا دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے آگ بھڑک اٹھی۔ ساری حویلی آگ کی لپیٹ میں آگئی۔ مگر اس وقت تک شہزادہ، تھیوسانگ، اور شہزادے کا ماموں اور ممانی وہاں سے فرار ہو کر سرنگ کے راستے سے گزر کر شہر سے دور ریت کے ایک بہت بڑے ٹیلے کے پاس پہنچ چکے تھے۔
اس وقت شام ہو رہی تھی۔ سورج غروب ہو چکا تھا۔ صحرا میں اندھیرے کے سائے اترنے لگے تھے۔ تھیوسانگ نے کہا۔

"ہمیں یہاں ایک سیکنڈ بھی نہیں رکنا چاہیے۔"
شہزادے کا ماموں بولا۔
"دریا پار ایک بستی ہے۔ وہاں میرا ایک دوست رہتا ہے۔ اس سے ہم گھوڑے حاصل کر کے یہاں سے بہت دور نکل جائیں گے۔"
شہزادے نے کہا:
"کیٹی کا کیا ہو گا؟"
تھیوسانگ بولا۔
"وہ میری خوشبو پا کر اپنے آپ ہمارے پاس آجائے گی۔ اس وقت تمہاری جان بچانی ضروری ہے۔"
اور یہ لوگ صحرا میں دریا کی طرف روانہ ہو گئے۔
دوسری طرف کیٹی کو شاہی فوج کے کمانڈر کے محل میں کنیز کی حیثیت سے نوکر کروا دیا گیا تھا اور وہ کمانڈر کو ہلاک کرنے کے منصوبے بنا رہی تھی کہ اسے خبر ملی کہ شہزادے کے ماموں کی حویلی کو آگ لگا دی گئی ہے وہ پریشان ہو گئی۔ سمجھ گئی کہ راز کھل گیا ہے۔ اب اس کی اپنی زندگی بھی خطرے میں تھی۔ اگرچہ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کے بارے میں کسی کو کچھ علم نہیں ہے۔ مگر وہ شہزادے اور تھیوسانگ کی زندگیوں کے

کے بارے میں پریشان تھی۔

کیٹی کمانڈر کے محل سے نکل کر سیدھی شہزادے کے ماموں کی حویلی کو گئی۔ دیکھا کہ حویلی جل کر راکھ کا ڈھیر بن چکی ہے۔ اس نے ہوا میں سونگھا۔ اسے تھیوسانگ کی خوشبو نہیں آرہی تھی۔ اس کا دل خوف سے دھڑک اٹھا۔ کہیں تھیوسانگ جل کر بھسم تو نہیں ہو گیا؟ لیکن اسے یقین تھا کہ تھیوسانگ جل کر نہیں مر سکتا۔ اس کی جان اس کی انگلی میں ہے۔ لیکن کیا معلوم کہ وہ حویلی میں بند ہو گیا ہو۔ اور اس کی انگلی بھی جل کر پگھل گئی ہو۔ پھر تو وہ ضرور مر سکتا تھا۔

کیٹی نے لوگوں کی باتیں سنیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ نواب کا سارا کنبہ حویلی میں جل گیا ہے۔ کیٹی پریشانی کی حالت میں واپس ہونے لگی تو اس نے حویلی سے دور شہزادے کے ماموں کے بوڑھا ملازم کو سر جھکائے بیٹھے دیکھا۔ کیٹی لپک کر اس کے پاس آ گئی۔ بوڑھا ملازم کیٹی کو حویلی میں آتے دیکھ چکا تھا۔ وہ آنسو بہا رہا تھا۔ کیٹی اس سے باتیں کرنے لگی۔ اس نے بوڑھے کو تسلی دی اور کہا۔

"خدا کو یہی منظور تھا۔ اب رونے سے کیا ہوگا؟"

بوڑھا ملازم خاموش ہو گیا۔ پھر خاموشی سے اٹھ کر ایک طرف چل پڑا۔

کیٹی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ بوڑھا شہر کی ایک گلی میں گھس کر ایک مکان میں داخل ہو گیا۔ کیٹی کو احساس ہوا تھا کہ اس بوڑھے ملازم کو کسی راز کا علم ہے جو وہ اس سے چھپانا چاہتا تھا۔ اسی لیے وہ اٹھ کر چلا گیا تھا۔

بوڑھے کے مکان کا دروازہ بند تھا۔ کیٹی نے دروازے پر دستک دی تو بوڑھے نے خود دروازہ کھولا اور کیٹی کو دیکھ کر بولا۔

"تم میرے پیچھے کیوں لگی ہو؟"

کیٹی نے کہا۔

"بابا! تم شاید نہیں جانتے۔ میں تمہارے آقا کی دوست ہوں اور تمہاری حویلی میں میرا ایک بھائی بھی آیا ہوا تھا۔ میں تم سے صرف اتنا پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا سچ مچ میرا بھائی بھی جل کر مر گیا ہے؟"

بوڑھے نے کیٹی کو اندر بلا لیا۔ خود ایک مونڈھے پر بیٹھ گیا اور کیٹی کو تخت پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر بولا۔

"بیٹی! تمہاری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے بھائی کی زندگی کے بارے میں واقعی بہت پریشان ہو۔ میں تمہیں صرف اتنا ہی بتا سکتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ تمہارا بھائی زندہ ہو۔"

کیٹی نے پوچھا۔

"یہ کیسے ممکن ہے بابا؟ ساری حویلی جل کر سیاہ ہو گئی ہے۔"

بوڑھا بولا۔

"اس حویلی میں ایک خفیہ راستہ بھی تھا جو شہر سے باہر نکلتا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارا بھائی بھی میرے آقا کے ساتھ حویلی سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہو۔ خدا کرے کہ میرے آقا اور مالکن کی جان بھی بچ گئی ہو۔"

کیٹی کو ایک دم سے حوصلہ ہو گیا۔ اس نے پوچھا۔

"کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ خفیہ سرنگ کا راستہ کس طرف نکلتا ہے؟"

بوڑھا یہ بات کیٹی کو بھی نہیں بتا سکتا تھا۔ اس کو خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کیٹی بھی ان کی دشمن ہو۔ اس نے کہا۔

"میں نے تمہیں اتنا اس لیے بتایا ہے کہ اپنے بھائی کی زندگی کے بارے میں تم پریشان تھیں۔ میں صرف اتنا ہی جانتا تھا۔ مجھے سرنگ کے راستے کا کچھ علم نہیں ہے کہ وہ کہاں جا کر نکلتا ہے۔"

کیٹی سمجھ گئی کہ بوڑھا اسے اس سے آگے کچھ نہیں بتائے

وہ واپس حویلی کے قریب آ گئی۔ اس نے دیکھا کہ حویلی کے [illegible] ایک چھوٹا سا میدان تھا۔ یہ میدان آگے جا کر ایک سڑک [illegible] شہر کی دیوار سے مل گیا تھا۔

کیٹی نے اندازہ [illegible] اگر حویلی کے نیچے کوئی سرنگ بنائی گئی ہو گی تو اس کا [illegible] زمین کے اندر سے اسی طرف سے شہر سے باہر جاتا [illegible] کیونکہ یہی سب سے آسان اور چھوٹا راستہ تھا۔

کیٹی میدان سے گزر کر شہر سے باہر آ گئی۔ اب وہ اپنے [illegible] سے سرنگ کی سیدھ میں چلنے لگی۔ کافی دور جا کر اسے [illegible] کا ایک ٹیلہ نظر آیا۔ ریت کے ٹیلے کے پاس پہنچ [illegible] اس نے اس کے ارد گرد جھک کر دیکھا۔ مگر وہاں [illegible] ایسی جگہ نظر نہ آئی جہاں سے سرنگ کا راستہ باہر [illegible] ہو۔ ایک جگہ کیٹی کو جھاڑیاں دکھائی دیں۔ کیٹی نے [illegible] کر دیکھا۔ وہاں زمین پر کسی نے قدموں کے نشانوں [illegible] جھاڑی کی شاخ سے مٹانے کی کوشش کی تھی۔

کیٹی چونک پڑی۔ ضرور وہ لوگ اسی جگہ سے باہر نکلے [illegible] گے اور انہوں نے اس خیال سے پاؤں کے نشان [illegible] دیئے ہوں گے کہ کوئی ان کا تعاقب نہ کر سکے۔ ریت [illegible] جھاڑی کی شاخ سے قدموں کو مٹانے

کے نشان پڑے ہوئے تھے۔ آگے سمت ریتلا میدان شروع
ہو جاتا تھا۔ جہاں زمین پہ پاؤں کے نشان نہیں پڑ
سکتے تھے۔

کیٹی نے واپس آکر جھاڑیوں کو ہٹایا تو پیچھے ایک پتھر
لگا تھا۔ پتھر کو ہٹایا تو اس کے پیچھے ایک سرنگ نکل
آئی۔

کیٹی کے دل کو اطمینان ہو گیا کہ تھیو سانگ شہزادے
اور ان کے ماموں کے خاندان کو لے کر اس جگہ سے نکل
گیا ہوگا۔ کیٹی نے شمال کی طرف چلنا شروع کر دیا—
کافی دور چلنے کے بعد ایک دریا آگیا۔ دریا کا پاٹ بہت
چھوٹا تھا۔ اس کا ریتلا کنارہ گیلا تھا۔ یہاں اسے ایک بار
پھر انسانی پاؤں کے نشان نظر آئے۔ یہ چار پانچ انسانوں
کے قدموں کے نشان تھے۔

ضرور تھیو سانگ اور دوسرے لوگوں نے اسی جگہ سے
دریا عبور کیا ہوگا۔ کیٹی دریا میں اتر گئی۔ اس نے تیرتے
ہوئے دریا کو عبور کیا۔ دوسرے کنارے پر بھی انسانی
قدموں کے نشان موجود تھے۔ یہاں سے صحرا شروع ہو جاتا تھا
اب کیٹی انسانی پاؤں کے نشان صاف دیکھ رہی تھی۔ اس
نے تھیو سانگ کے جوتوں کے نشان پہچان لیے۔

وہ صحرا میں آگے بڑھنے لگی۔

صبح کا پہلا پہر گزر چکا تھا۔ سورج آسمان پر چمک رہا تھا۔
لڑکی پاؤں کے نشانوں پر چلی جا رہی تھی۔ شام کے وقت
وہ ایک صحرائی گاؤں میں پہنچ گئی۔ اس گاؤں سے تھیو سانگ
نے گھوڑے حاصل کیے تھے۔ پاؤں کے نشان اس گاؤں میں
چلے گئے تھے۔

یہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ جہاں عورتیں کچے مکانوں کے باہر
بیٹھی روٹیاں پکا رہی تھیں۔ مرد کھجور کے درختوں کے نیچے آرام
کر رہے تھے۔ کیٹی نے ایک بوڑھی عورت سے پوچھا کہ یہاں
سے کچھ مسافر لوگ گزرے تھے؟ عورت نے کیٹی کو بتایا کہ
کل یہاں سے تین مرد اور ایک عورت گندمی تھی۔ انہوں نے
چار گھوڑے بھی خریدے تھے۔ کیٹی نے ان کے حلیے دریافت
کیے تو ایک حلیہ تھیو سانگ کا تھا۔ کیٹی کو تھیو سانگ کے
زندہ رہنے کی بہت خوشی ہوئی۔ گاؤں کے باہر اسے گھوڑوں
کے سموں کے نشان نظر آئے۔ یہ نشان شمال کی طرف جا
رہے تھے۔

کیٹی نے ان نشانوں کے ساتھ ساتھ چلنا شروع کر دیا۔
صحرا میں چلتے چلتے اسے رات ہو گئی۔ کیٹی تھکان اور
پیاس سے بے نیاز تھی۔ چنانچہ اس نے رات کو بھی اپنا

سفر جاری رکھا۔ رات بھی گزر گئی۔ صحرا میں دن کی روشنی پھیلی تو گھوڑوں کے سموں کے نشان اسی طرح آگے کی طرف چلتے جا رہے تھے۔ دن کے پچھلے پہر دور کیٹی کو پہلی بار ایک جگہ درختوں کے جھنڈ نظر آئے۔ یہ کوئی نخلستان تھا۔ گھوڑوں کے سموں کے نشان اسی طرف جا رہے تھے۔

قریب جانے پر کیٹی نے دیکھا کہ نخلستان کے پیچھے صحرائی ٹیلے کی اوٹ میں کسی پرانے قلعے کی ٹوٹی پھوٹی دیوار اوپر کو اٹھی ہوئی تھی۔ گھوڑوں کے نشان اسی کھنڈر کی طرف گئے تھے۔ یہ کھنڈر کسی پرانے قلعے کے آثار تھے۔ جگہ جگہ گہرے گڑھے تھے۔ ستونوں کے بڑے بڑے گول پتھر گرے ہوئے تھے۔ ایک بارہ دری بچی تھی جس کی آدھی چھت ڈھے چکی تھی۔ اس بارہ دری کے پیچھے زمین کے اندر ایک ڈھلانی راستہ جا رہا تھا۔ گھوڑوں کے پاؤں کے نشان اسی ڈھلانی رستے پر اتر گئے تھے۔

یہاں پہلی بار کیٹی کو تھیوسانگ کی خوشبو آئی۔

ڈھلانی راستہ زمین کے اندر ایک کھلے اصطبل نما تہہ خانے میں چلا گیا تھا۔ یہاں تھیوسانگ، شہزادہ، شہزادے کا ماموں اور سپاہی بیٹھے کھانا کھانے کے بعد آرام کر رہے تھے کہ اچانک تھیوسانگ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"میری بہن کیٹی آ رہی ہے۔"

اس کو کیٹی کی خوشبو آ گئی تھی۔ وہ لپک کر باہر آیا تو کیٹی ڈھلان اتر رہی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر خوشی سے کھل اٹھے۔ تھیوسانگ اسے لے کر شہزادے اور اس کے ماموں کے پاس آ گیا۔ ان سب کو زندہ دیکھ کر کیٹی بے حد خوش ہوئی۔ یہاں کیٹی کو جب تھیوسانگ کی زبانی معلوم ہوا کہ سانپ غائب ہے تو اسے افسوس ہوا۔ شہزادے نے کہا۔

"اگر ہمارا راز کھل گیا ہے تو بادشاہ نے سانپ کو ضرور مار ڈالا ہو گا۔"

کیٹی نے کہا۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا ہو گا؟"

تھیوسانگ نے کیٹی کو بتایا کہ انہوں نے دوسرے شہر کے بادشاہ سے مدد لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ شہزادے کے ماموں نے کہا۔

"اس شہر کا بادشاہ ہمارے شاہی خاندان کا ہمدرد ہے۔ وہ ہماری ضرور مدد کرے گا۔ ہم کم از کم وہاں شہزادے کو حفاظت میں رکھ سکیں گے۔"

رات انہوں نے اسی کھنڈر میں بسر کی اور دوسرے روز

صبح ہونے سے پہلے ہی اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ تین روز کے سفر کے بعد وہ اپنے ہمدرد بادشاہ کے ملک میں پہنچ گئے۔ ہمدرد بادشاہ نے ان لوگوں کی بڑی آؤ بھگت کی اور ان کی دکھ بھری داستان سن کر ایک لشکر تیار کیا اور دشمن بادشاہ کے شہر پر حملہ کر دیا۔ بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی۔ اور دشمن بادشاہ مارا گیا۔ اس کا وزیر حامان بھی مارا گیا۔ تخت پر شہزادے کو بٹھا دیا گیا۔ شہزادے نے تھیوسانگ کو اپنا وزیر بنانا چاہا مگر اس نے کہا۔

"مجھے اپنے دوسرے بھائیوں کی تلاش میں جانا ہے۔ اس لیے مجھے معاف کیا جائے۔"

شہزادے کے ماموں کو وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ جشن تاج پوشی کے بعد تھیوسانگ اور کیٹی نے مصنوعی چاند کے بارے میں دریافت کیا تو پتہ چلا کہ حامان جادوگر نے مرنے سے پہلے اسے خلا میں ہی ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔ تھیوسانگ اور کیٹی کو سخت مایوسی ہوئی۔ کیونکہ اب وہ خلا میں نہیں جا سکتے تھے۔

آخر انھوں نے ایک روز شہزادے سے اجازت لی اور گھوڑوں پر سوار ہو کر کسی نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ کئی روز تک وہ اس زمین کی فضا ایسے سیارے پر سفر کرتے رہے۔ پندرہ دنوں کے سفر کے بعد وہ سمندر کے کنارے

جا نکلے۔ ان کے سامنے ایک زبردست سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ وہ کنارے کنارے چلتے ایک چھوٹے سے شہر میں آ گئے جہاں بندرگاہ پر بادبانی جہاز مال لے کر کسی دوسرے ملک روانہ ہوتے تھے۔

تھیوسانگ اور کیٹی ایک مال بردار بادبانی جہاز پر سوار ہو گئے اور کسی ان دیکھے ملک کی طرف چل پڑے۔

بادبانی جہاز کئی روز تک سمندر میں سفر کرتا رہا۔ ایک روز سمندر میں زبردست طوفان آ گیا۔ بڑی بڑی لہریں اُٹھنے لگیں۔ بادبانی جہاز ان پہاڑ ایسی لہروں کی زد میں آ کر کھلونے کی طرح ہچکولے کھانے لگا۔ ایک بہت بڑی لہر دور سے آئی اور جہاز کو ڈبو کر آگے نکل گئی۔

تھیوسانگ اور کیٹی سمندر کے نیچے ہی نیچے اُترتے چلے گئے۔ آخر زور لگا کر وہ اوپر پانی کی سطح پر آ گئے۔ جہاز کا ایک ٹوٹا ہوا تختہ انہیں مل گیا۔ وہ اس پر سوار ہو گئے اور اپنے آپ کو لہروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ ایک ہفتہ انہیں سمندر میں تیرتے گزر گیا۔
آٹھویں روز انہیں دور ایک ساحل نظر آیا۔ سمندری لہروں نے انہیں ساحل پر پھینک دیا۔ کچھ دیر وہ ریت پر ہی پڑے

رہے۔ پھر اٹھے۔ ایک دوسرے کو دیکھا۔
تھیوسانگ نے کہا۔
"ایسا بھیانک طوفان زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا!"
کیٹی نے کہا۔
"مگر ہم کہاں آگئے ہیں تھیوسانگ؟"
"کوئی جزیرہ لگتا ہے" تھیوسانگ نے چاروں طرف دیکھ کر کہا۔

ان کے کپڑے پھٹ رہے تھے۔ انہوں نے درختوں میں آکر پھل کھائے اور ایک چٹان کے نیچے بہتے چشمے سے پانی پیا۔ کئی روز سے انہوں نے کچھ نہیں کھایا پیا تھا۔ اب انہوں نے جزیرے میں گھوم پھر کر اس کا جائزہ لینا شروع کیا۔ یہ جزیرہ گھنے درختوں سے بھرا ہوا تھا۔ ساحل کے ساتھ کہیں کوئی آبادی نظر نہیں آرہی تھی۔

جزیرہ زیادہ بڑا نہیں تھا۔ شام تک وہ سارے جزیرے میں گھوم گئے۔ کسی جگہ انہیں کسی انسانی آبادی کے آثار دکھائی نہ دیئے۔

"یہ جزیرہ تو ویران ہے کیٹی!"
کیٹی بولی۔
"اس کا مطلب ہے کہ ہم یہاں پر آکر پھنس گئے
ہاں!"
تھیوسانگ کہنے لگا۔
"ہمیں یہاں کوئی جگہ بنا کر کچھ دیر رہنا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کبھی ادھر سے گزرتا ہوا کوئی جہاز یہاں آکر رکے۔"

انہوں نے رات وہاں گزار دی۔ دوسرے روز درختوں کی شاخیں توڑ کر انہوں نے سمندر کے کنارے سے چند قدموں کے فاصلے پر درختوں کے درمیان ایک جھونپڑی بنانی شروع کر دی۔ شام تک جھونپڑی تیار ہو گئی۔ فرش پر گھاس پھوس بچھا دی گئی۔ انہوں نے وہاں رہنا شروع کر دیا۔ دن بھر وہ جزیرے میں گھوم پھر کر دیکھتے کہ کہیں کوئی جنگلی قبیلہ تو وہاں نہیں رہتا اور رات کو جھونپڑی میں پڑ کر سو رہتے۔ صبح اٹھتے ہوئے وہ سمندر پر نظریں جماتے کہ شاید کوئی جہاز ادھر آتا نظر آجائے مگر ہر بار انہیں مایوسی ہوتی۔ اسی طرح انہیں اس جزیرے پر رہتے ایک مہینہ گزر گیا۔

ایک رات جزیرے پر موت ایسی خاموشی چھائی تھی۔ سمندر کی لہریں بھی خاموش تھیں کیٹی اور تھیوسانگ جھونپڑی میں گھاس پھوس پر بیٹھے عنبر ناگ اور ماریا کے بارے

میں باتیں کر رہے تھے کہ اچانک جزیرے میں ایک باریک
سیٹی کی آواز سنائی دی۔
کیٹی اور تھیوسانگ باتیں کرتے کرتے خاموش ہو
گئے۔

"یہ کیسی آواز ہے تھیوسانگ؟ تم سن رہے
ہو نا؟"

"ہاں۔ سن رہا ہوں" تھیوسانگ نے کہا۔
یہ آواز کسی باریک مگر تیز سیٹی کی آواز تھی۔ آواز تیز
ہو رہی تھی۔ تھیوسانگ اور کیٹی نے اپنے کانوں پہ ہاتھ
رکھ دیئے۔ کیٹی بولی۔
"یہ آواز کانوں میں سوراخ کرتی محسوس ہو رہی
ہے"
آواز اور زیادہ تیز ہو گئی۔ اب ان دونوں کے کان جیسے
سن ہوتے گئے۔
"کیٹی! میرا دماغ سن ہو رہا ہے۔ کیا تمہیں
بھی ------"
"ہاں تھیو ------" کیٹی نے بے چین ہو کر
کہا۔
وہ اس تیز اور باریک آواز سے گھبرا کر جھونپڑی سے
نکل کر سمندر کی طرف دوڑے۔ اندھیرے میں وہ بھاگے
جا رہے تھے۔ مگر تیز سیٹی کی آواز نے ان کے جسموں سے
لاقت چھین لی اور لڑکھڑا کر ریت پر گر پڑے۔ وہ بے
ہوش ہو چکے تھے۔ تھوڑی دیر بعد تیز سیٹی کی آواز بند
ہو گئی۔
مگر تھیوسانگ اور کیٹی اسی طرح بے ہوش پڑے
تھے۔

جزیرے پر ایک بار پھر گہرا سناٹا چھا گیا۔ چند لمحوں کے
بعد آسمان پہ نیلی اور نارنجی روشنی کی چمک پیدا ہوئی اور
ایک اُڑن طشتری جزیرے کے اوپر آکر رک گئی۔ اس
کے نیچے گول دائرے میں روشنی ہوئی اور ایک چھوٹا
خلائی کرافٹ اس میں سے نکل کر آہستہ آہستہ اتر کر
جزیرے کے ساحل پہ آکر رک گیا۔
اس خلائی کرافٹ میں چار خلائی آدمی سوار تھے۔ اُن
کے قد چھوٹے چھوٹے تھے۔ مگر جسم گول اور موٹے موٹے
تھے۔ انہوں نے زرد رنگ کے خلائی سوٹ پہنے تھے۔
وہ جزیرے کے جنگل میں داخل ہو گئے۔ ان خلائی آدمیوں
کے ہاتھوں میں پلاسٹک کے تھیلے تھے۔ وہ درختوں کے
نیچے جھک کر ان میووں کو اٹھا اٹھا کر تھیلوں میں ڈالتے۔

گئے جو ان کی خلائی اُڑن طشتری کی تیز سیٹی کی آواز کی وجہ مر گئے تھے۔ یہ خلائی آدمی اپنے سیارے سے یہاں نیولوں کی تلاش میں آئے تھے۔ انہیں اپنے کسی خاص تجربے کے لیے ایسے نیولوں کی ضرورت تھی جو ان کی خلائی سیٹی کی تیز آواز کی لہروں کی وجہ سے ہلاک ہو گئے ہوں۔

جزیرے کے درختوں میں ساٹھ ستر کے قریب ایسے مردہ نیولے انھوں نے اُٹھا کر اپنے تھیلوں میں ڈال لیے جو سیٹی کی تیز آواز سُن کر بلوں سے باہر نکل آئے تھے اور پھر سیٹی کی آواز کی لہروں نے انہیں ہلاک کر دیا تھا۔ چاروں خلائی انسان جنگل سے نکل کر اپنے ہوموکرافٹ کی طرف آئے تو اچانک ان کی نظر اُڑن طشتری کی روشنی میں ریت پر بے ہوش پڑے دو انسانوں یعنی تھیوسانگ اور کیٹی پر پڑی۔ یہ چھوٹے قد کی گول مٹول مخلوق ان کے قریب آ کر رُک گئی۔ ایک آدمی نے جیب سے ایک آلہ نکال کر تھیوسانگ اور کیٹی کے جسم کی تابکاری کو نوٹ کیا اور اوپر وائرلیس پر کہا۔

”یہاں جزیرے پر ایک لمبے قد کی عورت اور ایک لمبے قد کا مرد بھی بے ہوش ہے۔

ان کے جسم کی تابکاری سے معلوم ہوا ہے کہ یہ دونوں کسی دُور دراز خلائی سیارے کے رہنے والے ہیں۔“

اُڑن طشتری سے ان کے لیڈر نے کہا۔

”اگر ان کے قد لمبے ہیں تو ان میں سے عورت کو اُٹھا کر لے آؤ۔“

چاروں ناٹے قد کے گول مٹول آدمیوں نے بے ہوش کیٹی کو اٹھا کر ہوموکرافٹ میں ڈال لیا۔ اس کے ساتھ ہی ہوموکرافٹ اوپر اُٹھنے لگی۔ پھر وہ ہوا میں لٹکی ہوئی اُڑن طشتری کے نیچے سے اس میں داخل ہو گئی۔ اُڑن طشتری نے ایک غوطہ لگا کر جزیرے کے گرد ایک چکر لگایا اور پھر آسمان کی تاریکی میں غائب ہو گئی۔

اُڑن طشتری کی تیز سیٹی کی لہروں کا اثر اس قدر شدید تھا کہ تھیوسانگ صبح تک ریت پر سمندر کے کنارے بے ہوش پڑا رہا۔ جب اسے ہوش آیا تو دھوپ نکل چکی تھی۔ سمندر کی نیلی نیلی لہریں کنارے کی ریت پر آ کر واپس لوٹ جاتی تھیں۔ تھیوسانگ نے سب سے پہلے آنکھیں کھول کر کیٹی کو دیکھنے کی کوشش کی مگر کیٹی وہاں نہیں تھی۔

تھیوسانگ نے اسے آواز دی۔ پھر اسے ہمت کر

قدموں کے نشان نظر آئے۔ یہ نشان انسانی جوتوں کے تھے۔
مگر بڑے چھوٹے چھوٹے تھے۔ یہ اُڑن طشتری کے ذریعے
جزیرے پر رات کو اترنے والی چھوٹے قد کی گول مٹول
مخلوق کے پاؤں کے نشان تھے۔ جو جنگل میں سے نکل کر ساحل کی
ریت پر آئے تھے۔ اور یہاں سے ساحل سے کچھ دور جا کر
ختم ہو گئے تھے۔ اس جگہ تھیوسانگ نے ایک ایسا نشان دیکھا
جیسے یہاں کوئی تین ٹانگوں والا خلائی جہاز اُترا ہو۔ تھیوسانگ
خود بھی خلا کا رہنے والا تھا۔ اس نے رات کو تیز سیٹی
کی آواز بھی سُنی تھی۔ اسے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ یقیناً
رات کو کوئی اُڑن طشتری یہاں اتری ہو گی جس کی سیٹی
کی تیز لہروں سے وہ دونوں بے ہوش ہو گئے اور اُڑن طشتری
کی مخلوق کیتھی کو اغوا کر کے اپنے ساتھ لے گئی ہے۔

تھیوسانگ مایوس ہو کر بیٹھ گیا۔

جزیرے پر دھوپ پھیلی تھی۔ سمندر کی طرف سے
ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ درختوں کی شاخیں ہوا میں جھوم رہی
تھیں۔ تھیوسانگ اٹھ کر خلائی مخلوق کے قدموں کے نشان
لیتا جنگل میں داخل ہو گیا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ
خلائی مخلوق جنگل میں کیا کرنے گئی تھی۔

تھیوسانگ نے اس چھوٹے سے جزیرے کا سارا جنگل
کھنگال مارا مگر اسے کوئی ایسا سُراغ نہ ملا جو خلائی مخلوق
وہاں چھوڑ گئی ہو۔ چھوٹے قد کی خلائی مخلوق تو وہاں صرف پھل
جمع کرنے آئی تھی۔ انہوں نے وہاں کوئی نشان نہیں چھوڑا تھا۔
تھیوسانگ نا امید ہو کر جنگل سے نکل کر سمندر کے کنارے
آ کر ریت پر بیٹھ گیا اور غور کرنے لگا کہ اگر واقعی کیتھی کو
کوئی خلائی مخلوق اغوا کر کے لے گئی ہے تو یہ مخلوق اُسے لے کر
کہاں اور کس سیارے پر گئی ہو گی؟

دن بھر تھیوسانگ جزیرے میں سمندر کے کنارے پھرتا
رہا۔ سورج غروب ہونے ہی والا تھا کہ تھیوسانگ کو دور
ایک کشتی جزیرے کی طرف آتی نظر آئی۔ وہ بھاگ کر ایک
درخت کے اوپر چڑھ گیا اور ٹہنیوں میں سے سمندر کی طرف
دیکھنے لگا۔ وہ چھپ کر یہ پتہ کرنا چاہتا تھا کہ یہ کون
لوگ ہیں جو جزیرے کی طرف آ رہے ہیں۔

کشتی ساحل کے قریب آئی تو تھیوسانگ نے دیکھا
کہ کشتی میں چار آدمی سوار تھے۔ انہوں نے لمبے لمبے زرد
لبادے پہن رکھے تھے۔ ان کے سر منڈے ہوئے تھے
ماتھوں پہ سرخ لمبے نشان بنے تھے۔ ان کے درمیان
کشتی میں ایک عورت رسیوں میں جکڑی سر جھکائے بیٹھی تھی۔
کشتی ساحل پہ کھڑی کر کے یہ چاروں آدمی عورت کو کھینچتے

ہوئے ریت پر ایک جگہ لائے۔ دو آدمیوں نے پھاوڑے
سے زمین میں گڑھا بنایا۔ عورت کا دہشت کے مارے بُرا
حال ہو رہا تھا۔ خوف سے اس کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔
باقی دو آدمیوں نے اِدھر اُدھر سے درختوں کی خشک
شاخیں اور گھاس پھوس اکٹھا کر لیا تھا۔ انہوں نے عورت
کو گڑھے میں کمر تک گاڑ دیا اور اس کے ارد گرد خشک لکڑیاں
اور گھاس پھوس کا ڈھیر لگا کر اسے پتھروں کو رگڑ کر آگ
لگا دی۔ اب اس عورت نے اپنی زبان میں چیخ چیخ کر رحم کی
درخواست کی مگر چاروں آدمیوں پر ذرا سا بھی اثر نہ ہوا
انہوں نے عورت کو وہیں چھوڑا اور کشتی میں بیٹھ کر واپس
روانہ ہو گئے۔ ان کے جاتے ہی تھیوسانگ درخت سے
اتر آیا۔ کشتی ابھی زیادہ دور نہیں گئی تھی۔ آگ عورت
کے قریب پہنچ رہی تھی۔ تھیوسانگ زیادہ انتظار نہیں کر
سکتا تھا۔ وہ زمین پر لیٹ گیا اور رینگتا ہوا آگ کے قریب
پہنچ گیا۔ اس نے ایک طرف سے درخت کی جلتی ہوئی
شاخوں اور گھاس پھوس پر ریت ڈالنی شروع کر دی۔
عورت نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے تھیوسانگ کی طرف دیکھا
تھیوسانگ نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ میں تمہاری مدد کرنے آیا ہوں۔"

تھیوسانگ نے یہ جملہ اپنی زبان میں ادا کیا تھا۔ جسے
عورت نہ سمجھ سکی۔ عورت نے چلّا کر کہا۔

"میری مدد کرو۔ آگ میرے قریب آ گئی ہے۔"

اس کی زبان سے تھیوسانگ کو مدد ملی اور اس نے
اسی کی زبان میں کہا۔

"گھبراؤ نہیں۔"

دھوئیں میں عورت بمشکل سانس لے رہی تھی تھیوسانگ
نے ایک طرف سے آگ کو بجھا دیا۔ پھر وہ رینگتا ہوا عورت
کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے وہاں سے جلتی لکڑیوں کو پرے
گرا ڈالا۔ وہ کھڑا اس لیے نہیں ہو رہا تھا کہ کہیں چاروں
آدمی اسے دیکھ نہ لیں۔ آگ کا حلقہ اب عورت سے ذرا دور
ہو گیا تھا۔ وہ آگ سے محفوظ ہو گئی تھی مگر ابھی تک زمین میں
گڑی تھی۔ تھیوسانگ نے ریت کھودنی شروع کر دی۔ تھوڑی
دیر بعد اس نے عورت کو ریت میں سے نکال لیا اور اُسے
اپنے ساتھ زمین پر رینگتا ہوا لے کر درختوں کی طرف چلا
گیا۔ درختوں میں جا کر اس نے عورت کی مشکیں کھول دیں
اور سمندر کی طرف دیکھا۔

چاروں آدمیوں کی کشتی سمندر میں بہت دور نکل چکی تھی۔
عورت کے منہ سے نکل آنے پر بھی بے چاری عورت ڈری

ڈری سی تھی۔ تھیوسانگ نے اسے اسی کی زبان میں تسلی دی تو وہ بولی۔

"تم کون ہو؟ تم ہماری زبان کیسے جانتے ہو؟"

تھیوسانگ نے کہا۔

"میرا نام تھیو ہے۔ مجھے اپنا بھائی سمجھو۔ میں اس علاقے کی کچھ زبانیں جانتا ہوں۔ مگر یہ لوگ تمہیں کیوں آگ میں جلانا چاہتے تھے؟"

عورت نے کہا۔

"میرا نام سامبی ہے۔ یہ چاروں آدمی لومڑ دیوتا کے مندر کے پجاری تھے۔ یہ ہر سال جزیرے کی سب سے خوب صورت لڑکی کو لومڑ دیوتا پر قربان کرنے کی غرض سے یہاں لاکر جلا دیتے ہیں۔ مگر تم یہاں کیسے آگئے؟ اگر تم نہ ہوتے تو میں جل کر راکھ ہوچکی ہوتی۔"

لومڑ دیوتا کا نام سن کر تھیوسانگ کے کان کھڑے ہوگئے۔ اس کو خیال آیا کہ کہیں اس جزیرے کے آس پاس لومڑ خلائی مخلوق تو نہیں آ اتری ہو؟ اس نے سامبی سے پوچھا۔

"سامبی! کل رات آسمان پر ایک روشنی ہوئی تھی اور بڑی تیز آواز سنائی دی تھی۔ کیا تمہیں

اس کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟"

سامبی نے کہا۔

"نہیں — میں نے ایسی کوئی آواز نہیں سنی۔"

تھیوسانگ خاموش ہوگیا۔ پھر اس نے سامبی سے اس کے جزیرے کے لوگوں کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ ان کا چھوٹا سا جزیرہ وہاں سے ایک رات کے سفر پر ہے۔ وہ جزیرے کے ایک ماہی گیر کی اکلوتی بیٹی ہے۔

"میرے ماں باپ میری موت پر رو رہے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ اب میں دوسرے جزیرے پر لے جاکر جلا ڈالی جاؤں گی۔"

تھیوسانگ نے کہا۔

"کیا تم واپس اپنے ماں باپ کے پاس جانا چاہتی ہو؟"

سامبی نے کہا۔

"اگر میں وہاں گئی تو دیوتا کے پجاری مجھے پھر پکڑ لیں گے۔ اب میں وہاں نہیں جاسکتی۔ ہاں اگر تم کسی طرح میرے باپ کو وہاں سے نکال کر لے آؤ۔ تو میں اُن کے ساتھ یہاں سے دور کسی غیر آباد سمندری جزیرے میں چلی جاؤں گی۔"

تھیوسانگ بولا۔

"تم مجھے اپنے ماں باپ کے گھر کا پتہ اور ان کا حلیہ بتاؤ۔ میں انہیں وہاں سے نکال کر یہاں لانے کی کوشش کروں گا۔"

سامیں نے کہا۔

"مگر یہ بڑا خطرناک کام ہے۔ ایک بار پھر سوچ لو۔ میں نہیں چاہتی کہ میری خاطر تم اپنی جان گنواؤ۔ سارے جزیرے پر لومڑ دیوتا کے پجاریوں کی حکومت ہے۔ ان کے پاس ایسی طلسمی آگ ہے جس کی روشنی ان کے ہاتھوں سے نکل کر جس پر پڑتی ہے وہ جل کر بھسم ہو جاتا ہے۔"

تھیوسانگ نے چونک کر سامیں کی طرف دیکھا۔ سامیں جس طلسمی روشنی کا ذکر کر رہی تھی وہ یقیناً کوئی خلائی لیزر گن ہی ہو سکتی تھی۔ کیا یہ لوگ کسی خلائی سیارے کی مخلوق ہیں؟ تھیوسانگ سوچنے لگا۔ اس نے سامیں کو یقین دلایا کہ وہ اس کے ماں باپ کو حفاظت کے ساتھ لے کر اس کے پاس واپس آ جائے گا۔ سامیں نے تھیوسانگ کو اپنے جزیرے کے محل وقوع اور ماں باپ کے حلیے اور گھر کے بارے میں سب کچھ بتا دیا اور تھیوسانگ نے

سمندر میں سفر کرنے کے لیے کشتی تیار کرنی شروع کر دی۔

O

پھر کیا ہوا جاننے کے لیے عنبر ناگ ماریا کی اگلی قسط "۱۱" پڑھیے۔

پیارے انکل — اے حمید

سلام مسنون! بعد شوق و مسرت و عقیدت جناب کی خدمت
میں ایک خط میں نے پہلے ارسال کیا۔ جس کا جواب آج مکتبہ اقراء
والوں کی طرف سے ملا جس کے لیے میں ان کا شاکر ہوں۔
انکل آپ کی تمام کاوشیں ہمارے سامنے ہیں آپ نے
جو سلسلہ بچوں کے لیے شروع کر رکھا ہے وہ ایک مثال ہے۔
بچوں کی دنیا میں شاید ہی اتنا وسیع سلسلہ اور کوئی ہو۔
پیارے انکل! آپ کی نرتاش منش بھی بہت مقبول ہے
اور بہت زیادہ پڑھی جاتی ہے۔ خدا آپ کی شہرت کو اور
بھی چار چاند لگائے۔ آمین۔
خاص کر آپ کا عنبر ناگ ماریا کا سلسلہ میں چھوٹا سا تھا اس
وقت پڑھنا شروع کیا تھا اور اب خدا تعالیٰ کے فضل سے میں
تانلتھ کا سٹوڈنٹ ہوں۔
آپ کے قلم نے خیالات کو جس طرح حقیقت پر فوقیت دی
ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ اور میں خود ایک عرصے تک انہیں سچا
سمجھتا رہا۔ مگر جو بھی ہے لطف بہت آتا ہے اور معلومات
بھی مہیا ہوتی ہیں۔ فقط آپ کا ایک قاری
سمیع اللہ نیا محلہ نواں شہر۔ ایبٹ آباد

عنبر ناگ ماریا کیٹی اور خلا میں

اے حمید

اقرأ
نیا مکتبہ اقرا
شاہ عالم مارکیٹ ، لاہور ۸

موت کی چھلانگ

ے حمید

117

مکتبہ اقرا
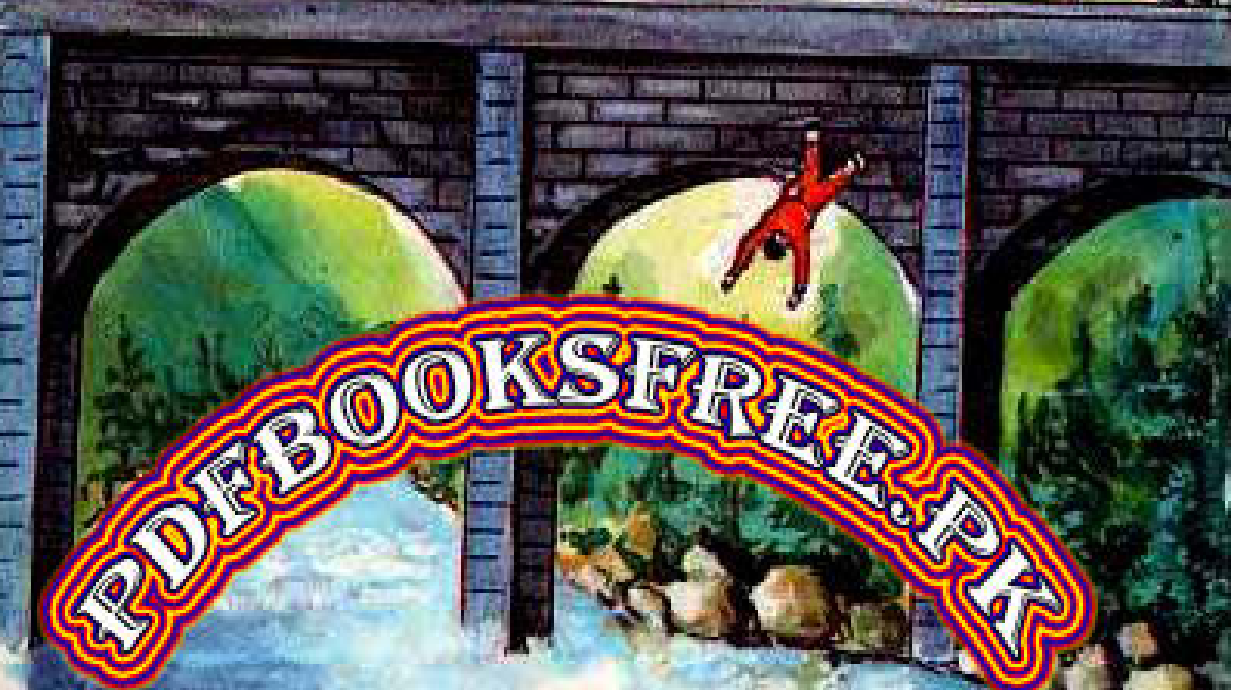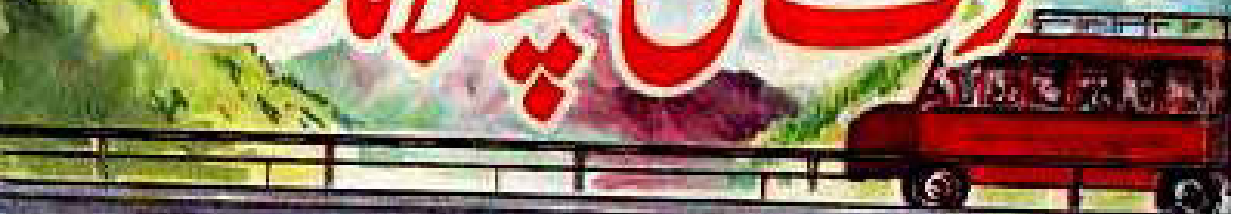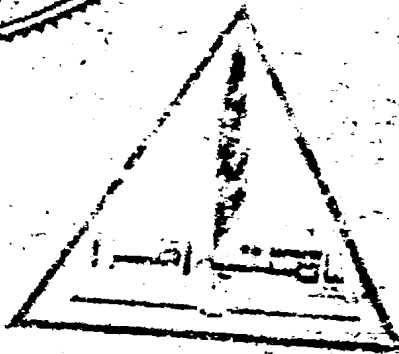
عنبر ناگ ماریا اور کیپٹن خلا میں

موت کی چھلانگ

پیارے دوستو!

عنبر ناگ ماریا کے واپسی کے سفر کی قسط نمبر ۱۱۷ حاضر ہے۔ آپ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ مجھے آپ کے پیارے پیارے خلوص بھرے خط پڑھ کر کس قدر خوشی ہوتی ہے اور جب میں یہ پڑھتا ہوں کہ آپ کو میری کتابیں پسند بھی آ رہی ہیں تو میرا دل آپ دوستوں کے پیار سے لبریز ہو جاتا ہے اور میں پہلے سے بھی زیادہ محنت اور لگن سے کام کرنا شروع کر دیتا ہوں۔ اس بار بھی آپ عنبر ناگ ماریا کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے سنسنی خیز حالات سے دوچار ہوں گے اور تفریح کے ساتھ ساتھ آپ کی معلومات میں اضافہ ہوگا۔ اور آپ انشاء اللہ اچھی اچھی باتیں بھی سیکھیں گے۔

آپ کا انکل

اے حمید

۸۔ ۴۵۴ راہ چمن۔ سمن آباد ——— لاہور

یا قیمت ... روپے

ترتیب

جادوگر جاسوس

تھیوسانگ کے پاس کشتی نہیں تھی۔

اس نے ساہی کے ساتھ مل کر ایک درخت کو کاٹا اور اس کا تنا کھوکھلا کر کے اسے کشتی میں تبدیل کیا اور ساہی کے ماں باپ کے جزیرے کی طرف روانہ ہوگیا۔ سمندر پُرسکون تھا۔ اس نے رات کے وقت اپنی کشتی سمندر میں ڈالی تھی۔ ساہی کو اس نے جنگل میں ایک جگہ چھپے رہنے کی ہدایت کی تھی۔ جیسا کہ ساہی نے تھیو کو بتایا تھا رات بھر سمندر میں سفر کرنے کے بعد وہ اس کے ماں باپ کے جزیرے کے قریب پہنچ گیا۔ دور اسے جزیرے کا ساحل دکھائی دیا۔ درختوں کی سبز قطار دور تک چلی گئی تھی۔

ساحل ویران ویران تھا۔ وہاں کوئی جھونپڑی تک نہیں تھی۔ تھیوسانگ نے اپنی کشتی ایک ساحلی چٹان کے نیچے سے گذار کر ایک بڑے پتھر کے قریب اوپر کھینچ کر جھاڑیوں

میں چھپادی۔ اب وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ وہ ابھی جنگل
میں داخل نہیں ہوا تھا بلکہ درختوں کی قطار کے ساتھ ساتھ
سمندر کے ساحل کے برابر ریت پر چل رہا تھا ایک جگہ
اسے ساحل پر کچھ جھونپڑیاں نظر آئیں۔ وہ قریب پہنچ کر
درخت کے پیچھے چھپ کر جھونپڑیوں کو تکنے لگا۔ ایک
جھونپڑی میں سے کسی عورت کے رونے کی آواز آرہی تھی۔

تھیوسانگ غور سے اس آواز کو سننے لگا۔ پھر دوسری
جھونپڑی میں سے ایک بوڑھا آدمی نکلا۔ اس کے ہاتھ میں
مٹی کا پیالہ تھا۔ پیالے میں پانی بھرا تھا وہ جھونپڑی
میں داخل ہوگیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ جھونپڑی سے باہر
آیا تو اچانک اس کی نظر تھیوسانگ پر پڑگئی۔

وہ ہکا بکا سا ہوکر تھیوسانگ کو تکنے لگا۔ اس سے
پہلے کہ وہ شور مچاتا تھیوسانگ بھاگ کر اس کے پاس گیا
اور اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ کر اسے اٹھاکر درختوں میں لے
آیا۔ اس نے اسی قبیلے کی زبان میں کہا

"بابا! میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ مجھے یہ بتاؤ
کہ یہاں کل جس لڑکی کو لوما دیوتا پر قربان کیا گیا ہے
اس کے ماں باپ کہاں رہتے ہیں۔ میں ان سے
ملنے دوسرے جزیرے سے آیا ہوں"

بوڑھا حیران آنکھوں سے تھیوسانگ کو دیکھ رہا تھا۔
کپکپاتی آواز میں بولا۔

تم ..... تم کون ہو؟

تھیوسانگ نے کہا "بابا! تم دیکھ رہے ہو کہ میں تمہاری
زبان جانتا ہوں۔ میں اسی جزیرے کا رہنے والا ہوں
مگر بچپن ہی سے یہاں سے اغواء ہوگیا تھا۔ اب مجھے
پتہ چلا ہے کہ ساہی کو قربان کردیا گیا ہے۔ میں
اس سے بیاہ کرنا چاہتا تھا۔ اب میری خواہش ہے
کہ میں اس کے ماں باپ سے مل کر ساہی کی موت
پر افسوس کا اظہار کروں۔

تھیوسانگ نے جان بوجھ کر اصل بات اس بوڑھے سے
چھپائی تھی۔ بوڑھے کو یقین آگیا۔ کیونکہ تھیوسانگ اس
کے قبیلے کی زبان بول رہا تھا حالانکہ یہ تھیوسانگ محض اپنی
خلائی طاقت کی وجہ سے بول رہا تھا۔ بوڑھے نے اس جھونپڑے
کی طرف اشارہ کیا جہاں سے عورت کے رونے کی ہلکی ہلکی آواز
آرہی تھی۔

"ساہی کی ماں اور اس کا باپ اس جھونپڑی میں
رہتے ہیں"

تھیوسانگ نے بوڑھے سے کہا

"بابا! میرے آنے کا کسی سے ذکر نہ کرنا یہاں
میرے وہ دشمن بھی رہتے ہیں جنہوں نے بچپن
میں میرے اغوا کرنے میں مدد دی تھی"

بوڑھا وعدہ کر کے چلا گیا اور تھیوسانگ ساہی کے ماں باپ
کی جھونپڑی کی طرف بڑھا۔ جھونپڑی کا پھولس کا دروازہ کھلا
تھا۔ اندر دو ادھیڑ عمر کے انسان اداس بیٹھے تھے۔ یہ ساہی
کے ماں باپ تھے۔ تھیوسانگ کو دیکھ کر وہ حیران ہوئے
عورت نے رونا بند کر دیا۔

"تم۔۔۔۔ تم کون ہو؟" ساہی کے باپ نے پوچھا
تھیوسانگ ان کے قریب چٹائی پر بیٹھ گیا اور بولا
کیا ساہی آپ لوگوں کی بیٹی تھی؟
بوڑھے نے آہ بھر کر کہا

"ہاں بیٹا۔ وہ ہماری ہی بیٹی تھی مگر اب
وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ اسے یہاں کی تمام مخلوق
نے لومڑ دیوتا پر قربان کر دیا۔ یہ دیوتا باہر سے آیا
ہے۔ یہ ہمارا دیوتا نہیں ہے۔"
ساہی کی ماں نے روتے ہوئے کہا
"میری بچی کو ہمارا کوئی دیوتا نہیں بچا سکا۔"
تھیوسانگ نے سوچا کہ اب ان کو راز بتا دینا چاہئے۔ اس

نے اٹھ کر جھونپڑی کے باہر دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ واپس
آکر اس نے کہا

"میں آپ کو خوشخبری سنانے آیا ہوں کہ آپ کی
بیٹی ساہی زندہ ہے"

دونوں ماں باپ تھیوسانگ کی طرف چونک کر تکنے لگے۔
"کیا۔ کیا میری بیٹی زندہ ہے؟ بوڑھا بولا" مگر
یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ لومڑ کے پجاری تو اسے ہمارے
سامنے کشتی میں باندھ کر لے گئے تھے اور پھر
خالی ہاتھ جزیرے میں واپس آئے تھے۔

اب تھیوسانگ نے ساری کہانی سنا ڈالی۔ عورت
اور بوڑھے مرد نے خوشی سے تھیوسانگ کو گلے لگا لیا۔
تھیوسانگ نے کہا

"خبردار۔ تم لوگ اسی جھونپڑی میں رہو۔ کسی سے
اس کا ذکر مت کرنا۔ ہم رات کے اندھیرے میں یہاں
سے نکل چلیں گے۔ میں نے کشتی کو چٹان کے پیچھے
چھپا رکھا ہے۔ یہ بتاؤ کہ ابھی ابھی جو بوڑھا پانی کا پیالہ
دے گیا ہے وہ کون تھا؟
ساہی کے باپ نے کہا
"اس نے تمہیں دیکھا تو نہیں"

تھیوسانگ نے بتایا۔

" اس نے مجھے تمہاری جھونپڑی کا پتہ بتایا تھا مگر میں نے ساہی کے بارے میں کچھ نہیں کہا"

ساہی کا باپ بولا۔

" یہ بوڑھا یہاں آئی ہوئی باہر کی مخلوق کا جاسوس ہے۔ یہ بڑا غضب ہوگیا۔ وہ بڑے سردار کو بتادے گا۔ تم فوراً کسی جگہ جاکر چھپ جاؤ وہ تمہیں پکڑنے آرہے ہوں گے۔ کیونکہ یہاں کوئی اجنبی ان لوگوں کی مرضی کے بغیر داخل نہیں ہوسکتا"

تھیوسانگ نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ میں جنگل میں جاکر چھپ جاتا ہوں۔ مگر تم بھی کہنا کہ تمہارے پاس کوئی آدمی نہیں آیا۔ باقی میں سنبھال لوں گا۔"

یہ کہہ کر تھیوسانگ تیزی سے جھونپڑی سے نکل کر جنگل کی طرف بھاگا۔

مگر اب دیر ہوچکی تھی۔ جنگل کی طرف سے اچانک دس بارہ آدمی ہاتھوں میں تانبے کی چھوٹی چھریاں ہاتھ میں لئے نکلے اور انہوں نے تھیوسانگ کو گھیرے میں لے لیا۔ ایک

آدمی نے جو آگے آگے تھا چھری کا رخ تھیوسانگ کی طرف کیا تو چھری میں سے آگ کی چنگاریاں نکل کر تھیوسانگ کے قدموں کے پاس ریت پر پڑیں۔ ساتھ ہی اس آدمی نے آواز دی

"رک جاؤ نہیں تو جلاکر راکھ کر دیئے جاؤ گے"

تھیوسانگ رک گیا۔ اس نے دیکھا کہ سب آدمیوں نے زرد رنگ کے لمبے لمبے چغے پہن رکھے تھے۔ سر کے بال شانوں پر گرے ہوئے تھے۔ چہرے تانبے کی طرح کے تھے اور سیاہ آنکھیں بجھے ہوئے سیاہ انگاروں کی طرح کی تھیں

اس گروہ کا سردار تھیوسانگ کے قریب آکر اسے گھور کر تکنے لگا اس نے قبیلے کی زبان میں پوچھا

" تمہیں کس نے یہاں بھیجا ہے؟

تھیوسانگ نے اسی زبان میں بڑی عاجزی سے کہا

" جناب! میرا نام تھیو ہے۔ میں اسی قبیلے کا ہوں۔ اسی جزیرے میں رہا کرتا تھا۔ بچپن میں مجھے بحری ڈاکو اٹھاکر لے گئے تھے۔ اب ان کی قید سے بھاگ کر آیا ہوں۔ میں اپنے ماں باپ کی تلاش میں ہوں۔

"اس جھونپڑی میں کیا کرنے گئے تھے؟" سردار نے پوچھا۔

جناب! اپنے ماں باپ کا پتہ کرنے گیا تھا"
سردار نے حکم دیا تھیوسانگ کو گرفتار کر لیا جائے۔
"یہ یقیناً ہمارے دشمنوں کا بھیجا ہوا جاسوس ہی ہے"

اسی وقت تھیوسانگ کو چار آدمیوں نے پکڑ لیا اور اسے جنگل میں لے گئے۔ درختوں میں آگے جا کر ایک چٹان میں بنا ہوا مندر آگیا جس کے باہر ایک لومڑ کا بت بنا ہوا تھا وہاں دوسرے لوگ بھی آگئے۔ سردار نے چلا کر کہا

"اسے لومڑ دیوتا پر قربان کیا جائے گا
اسے چبوترے پر لٹا دو"

تھیوسانگ پریشان تو ضرور ہوا اگرچہ اسے یقین تھا کہ جب تک اس کی انگلی نہیں کاٹی جاتی وہ مر نہیں سکتا۔ پھر بھی یہ لوگ اس کی گردن کاٹ سکتے تھے اور یہ بڑی تشویشناک بات تھی۔ اس نے چھلانگ لگا کر بھاگنے کی کوشش کی مگر اس کے اردگرد طلسمی چھڑی میں سے نکلنے والی چنگاریوں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ تھیوسانگ گر پڑا۔

اسے رسیوں سے جکڑ کر لومڑ دیوتا کی مورتی کے آگے

چبوترے پر سیدھا لیٹا دیا گیا۔ اب تو تھیوسانگ کو خوف کے مارے پسینہ آگیا۔ لومڑ کے پجاری اس کے اردگرد کھڑے ہو گئے۔ سردار نے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ درخت کے پیچھے گیا اور جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک چمکتا ہوا خنجر تھا۔

سردار نے کہا

"اس خنجر سے دشمن کے جاسوس کے سینے میں سے دل نکال کر لومڑ دیوتا کے حضور پیش کر دو"

تھیوسانگ کے جسم میں بجلی کی ایک تیز لہر دوڑ گئی۔ اسے ایک جھٹکا سا لگا خدا جانے یہ موت کو سامنے دیکھ کر زندگی کو بچانے کی آخری شدید خواہش کا نتیجہ تھا کہ کیا تھا۔ بہرحال تھیوسانگ کو محسوس ہوا کہ اس کے اندر کوئی طاقت داخل ہو گئی ہے۔ اسے اچانک اپنی اس طاقت خفیہ کا خیال آگیا جس کی مدد سے وہ کسی شے کو انگلی لگا کر چھوٹا بنا دیا کرتا تھا۔ کیا میری طاقت واپس آگئی ہے؟ تھیوسانگ نے دل میں سوچا۔

اس خیال کے ساتھ ہی اس نے اپنی طرف بڑھتے ہوئے جلاد کو دیکھا۔ جلاد نے اس کے سینے پر ہاتھ

کر ننگا کر دیا تھا اور اب خنجر کی نوک سے اس کے دل کی جگہ
تلاش کر رہا تھا۔ وہ تھیوسانگ کے دل والی جگہ پہ خنجر
گھونپنے ہی والا تھا کہ تھیوسانگ نے خدا کا نام لے کر اپنی انگلی
اپنے جسم کے ساتھ لگا دی۔ اس کے ہاتھ پیٹھ پہ بندھے
تھے۔ انگلی اس کی پشت پر لگی تھی۔

تھیوسانگ کا اندازہ بالکل درست نکلا۔ قدرت نے
اس کی کھوئی ہوئی طاقت اسے واپس دے دی تھی۔ انگلی
کے لگتے ہی وہ اتنا چھوٹا ہوگیا کہ جتنی ایک مونگ پھلی
ہوتی ہے۔

جلاد پہلے تو یہ سمجھا کہ یہ آدمی غائب ہوگیا ہے۔
رسیاں چبوترے پر رہ گئی تھیں۔ سب لوگ دہشت کے
مارے پیچھے ہٹ گئے۔ کیونکہ اب ان سب لوگوں نے تھیوسانگ
کو ایک مونگ پھلی جتنے انسان کی شکل میں لومڑ مورتی کے پیچھے
بھاگ کر چھپتے دیکھ لیا تھا۔

جلاد تو سکتے میں آگیا۔ سردار نے چیخ کر کہا
" یہ کوئی جادوگر ہے۔ اس کو ہلاک کر دو
تانبے کی چھڑیوں میں سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔ مگر
تھیوسانگ مورتی کے پیچھے ایک گڑھے میں لڑھک گیا تھا
اور وہاں گھاس میں سے رینگ کر دوسری طرف نکل چکا تھا

لومڑ کی مقدس مورتی کی وجہ سے یہ لوگ چنگاریاں ذرا دور
دور پھینک رہے تھے۔ سردار اور دوسرے پجاریوں نے مورتی
کے پیچھے والے گڑھے کو گھیر کر وہاں چنگاریوں سے آگ لگا
دی۔ مگر تھیوسانگ اس وقت ایک درخت کے تنے میں
بنے ہوئے سوراخ کے اندر گھس کر درخت کی زمین کے اندر
پھیلی جڑوں میں اتر چکا تھا۔
اسے سردار کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں
" اسے تلاش کرو۔ وہ کوئی جادوگر ہے
وہ زندہ رہا تو ہمیں نقصان پہنچائے گا۔"
سردار کے آدمی تھیوسانگ کی تلاش میں دوڑے
تھیوسانگ نے ان کے قدموں کی آوازیں سنیں۔ جب
آوازیں دور نکل گئیں تو تھیوسانگ نے درخت کے تنے
کے سوراخ میں سے جھانک کر باہر دیکھا۔ اسے درخت میں
رینگتی چیونٹیوں نے تنگ کرنا شروع کر دیا تھا۔ باہر کوئی
نہیں تھا۔ تھیوسانگ درخت کے بل سے باہر نکل کر جنگل
میں اگی گھاس میں دوڑا۔ چونکہ وہ بہت چھوٹا ہوگیا تھا۔
اس لئے گھاس اسے درختوں کی طرح لگ رہی تھی
دوڑتے دوڑتے وہ ایک جگہ گھاس سے باہر نکلا تو دیکھا
کہ سامنے سے آٹھ دس زرد پوش آدمی تانبے کی چھڑیوں سے

آگ کی چنگاریاں برساتے اس کی تلاش میں چلے آ رہے ہیں۔
تھیوسانگ ایک طرف کو دوڑا۔ چونکہ وہ بہت چھوٹا اس لئے
اس کی رفتار تیز نہیں تھی۔ خدا جانے کس طرح سے ایک
زرد پوش نے اسے دیکھ لیا۔ اور چیخ کر بولا۔

"وہ رہا جادوگر جاسوس"

تھیوسانگ ایک درخت کے پیچھے سے ہوکر آگے کو
دوڑا تو دیکھا کہ وہاں ایک جنگلی چیتا بیٹھا ہے۔ تھیوسانگ
اس کے بالوں کو پکڑ کر اس کی پیٹھ پر چڑھ گیا۔ چیتے کو ذرا سی
کھجلی ہوئی۔ مگر اس نے کوئی خیال نہ کیا۔ اتنے میں زردپوش
چھڑیوں سے آگ کی چنگاریاں برساتے وہاں بھی آ گئے۔ چیتے
نے چنگاریاں دیکھیں تو ڈر کر ایک طرف کو چھلانگ لگائی
اور درختوں میں دوڑنے لگا۔ تھیوسانگ نے چونکہ چیتے کے
بالوں کو بڑی مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ اس لئے وہ نیچے
نہ گرا۔

چیتا چھلانگتا، چھلانگیں لگاتا دیکھتے دیکھتے جنگل میں
سرسبز چٹانوں کی کھائی میں پہنچ کر ایک کھوہ میں گھس گیا۔
تھیوسانگ نے اپنے آپ کو چیتے کی پیٹھ سے گرا دیا وہ
نیچے گرتے ہی دیوار کی طرف دوڑا اور پھر چھوٹے چھوٹے
قدم اٹھاتا کھوہ سے باہر آ گیا۔

یہاں آتے ہی اس نے دوسری انگلی کو خاص انداز میں
اٹھا کر اپنے جسم سے لگایا تو وہ پھر سے پورے قد کا
تھیوسانگ بن گیا۔ اب اس نے واپس اس طرف دوڑنا
شروع کیا جدھر لومڑ مورتی والا مندر تھا۔ وہ جھاڑیوں میں
چھپتا چھپاتا آخر مندر کے قریب پہنچ گیا یہاں ایک زرد پوش
مورتی والے چبوترے کے قریب چھڑی ہاتھ میں لئے پہرہ دے
رہا تھا۔ تھیوسانگ رینگتا ہوا اس کے پیچھے آ گیا۔ پہرے
والے زرد پوش کے پاؤں اسے گھاس میں دکھائی دے
رہے تھے۔

تھیوسانگ نے ہاتھ آگے بڑھا کر آہستہ سے اس کے
پاؤں سے اپنی خاص انگلی لگا دی۔ ایک دم سے وہ چھوٹا ہو گیا۔
وہ اپنے آپ کو انگلی کے برابر سائز کا دیکھ کر پریشان ہو کر
ایک طرف کو بھاگا۔ تھیوسانگ نے اس کی تانبے کی چھڑی
اٹھالی اور مندر کی طرف بڑھا۔ سامنے دو زرد پوش آ گئے۔ بجلی
کی تیزی کے ساتھ تھیوسانگ نے چھڑی کا رخ ان کی طرف
کر دیا۔ مگر اسے معلوم نہیں تھا کہ اس کے ہاتھ میں اگر
چھڑی ہو گی تو اس میں چنگاریاں نہیں نکلیں گی۔

چھڑی میں سے کوئی چنگاری نہ نکلی تو تھیوسانگ نے ان
پر چھلانگ لگا دی۔ چھلانگ لگتے ہی اس نے

کو انگلی سے چھو دیا۔ دونوں چھوٹے چھوٹے بن گئے وہ بھی
چیختے چلاتے ننھے ننھے چوہوں کی طرح ایک طرف کو دوڑے
اب تھیوسانگ کے سامنے سمندر تک راستہ صاف تھا۔ وہ
تیز تیز چلتا جنگل میں سے نکل کر سمندر کے کنارے بنی ہوئی جھونپڑی
کے پاس آگیا۔ ساہی کے ماں باپ اندر غم زدہ بیٹھے تھے۔
تھیوسانگ کو دیکھ کر ان کی جان میں جان آئی۔

"تم کیسے فرار ہوکر آگئے۔ میرے بیٹے!" ساہی
کے باپ نے کہا
تھیوسانگ بولا۔

" یہ باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ جلدی سے
میرے ساتھ نکل چلیں۔

تھیوسانگ نے ان دونوں میاں بیوی کو ساتھ لیا اور چٹانوں کی
اوٹ لیتا اس جگہ آگیا۔ جہاں اس نے کشتی چھپا رکھی تھی۔ وہ
کشتی میں بیٹھے۔ تھیوسانگ نے کشتی کو سمندر کی لہروں پر ڈالا
اور تیزی سے چپو چلاتا ہوا بڑی چٹان کے سائے میں گھسیٹتا
سمندر کی طرف لے گیا۔

سمندر کی لہروں نے بہت جلد کشتی کو کھلے سمندر میں پہنچا دیا۔
آہستہ آہستہ جزیرہ پیچھے رہتا گیا۔ ان کے تعاقب میں کوئی کشتی
نہیں آئی تھی۔ یہ ان کی بڑی خوش قسمتی تھی۔ پھر جزیرہ نظروں سے
غائب ہوگیا۔ شام کے قریب جب سورج مشرق میں سمندر میں
ڈوب رہا تھا۔ کشتی اس جزیرے پر آ پہنچ گئیں۔ جہاں ساہی
چھپی ہوئی تھی۔

اپنے ماں باپ کو دیکھ کر ساہی ان سے لپٹ کر رونے لگی
بوڑھے ماں باپ نے بھی اپنی بیٹی کو زندہ دیکھا تو ان کی آنکھوں
میں خوشی کے آنسو آگئے بوڑھے نے کہا

ہمیں راتوں رات یہاں سے نکل جانا چاہیئے

تھیوسانگ وہاں سے کیسے جا سکتا تھا اسے تو کیٹی کو ابھی
تلاش کرنا تھا اس نے ساہی کے باپ سے کہا

بابا! تمہیں اپنی بچی کو لے کر یہاں سے فرار ہو جانا
چاہیئے مجھے یہیں رہ کر اپنی ایک بہن کا انتظار کرنا ہے
چنانچہ ساہی اپنے ماں باپ کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر
جزیرے سے رخصت ہوگئی اب جزیرے میں تھیوسانگ
اکیلا رہ گیا۔ رات اس نے اپنی جھونپڑی میں گزاری صبح
ہوتے ہی اس نے دوبارہ کیٹی کی تلاش شروع کر دی۔ سارا
دن وہ جزیرے میں کیٹی کو تلاش کرتا پھرا مگر وہ اسے
کہیں نہ ملی۔ خدا جانے اسے زمین کھا گئی تھی یا آسمان نے
اوپر اٹھا لیا تھا۔

وہ دن بھی گزر گیا۔ رات آگئی۔

تھیوسانگ جنگل سے نکل کر سمندر کے کنارے ایک چٹان
کے پیچھے بیٹھ گیا۔ ساری رات اس نے اسی جگہ گزار دی۔
دن کی روشنی پھیلی تو اچانک تھیوسانگ نے ایک بادبانی
جہاز کو دیکھا کہ جزیرے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ تھیوسانگ
نے سوچا کہ یہ جہاز یہاں کچھ دیر رک کر جنگلی ناریل وغیرہ
اکٹھے کرنے آیا ہے۔ کیوں نہ اس کے کپتان کے ساتھ ہی
میں بھی یہاں سے چلا جاؤں۔ آخر کیٹی کو کب تک یہاں
بیکار تلاش کرتا رہوں گا۔ قسمت میں ہوا تو وہ کہیں
نہ کہیں ضرور مل جائے گی۔

بادبانی جہاز سمندر سے کچھ دور رک گیا۔ اس میں سے
کشتیاں اتار دی گئیں۔ تھیوسانگ نے دیکھا کہ جہاز پر
ایک جھنڈا لہرا رہا تھا جس پر کھوپڑی اور ہڈیوں کا نشان بنا
ہوا تھا۔ یہ بحری ڈاکوؤں کا جہاز تھا جن کا کام سمندر میں سفر
کرتے مسافروں اور سامان کے جہازوں کو لوٹنا اور بے گناہ
انسانوں کو ہلاک کرنا تھا۔ یہ بڑے بے درد اور سفاک لوگ
تھے۔ تھیوسانگ کو ان کے بارے میں زیادہ علم نہیں تھا۔

اس نے دیکھا کہ بحری ڈاکوؤں نے سروں پر سیاہ رومال
باندھ رکھے ہیں۔ آنکھوں پر بھی سیاہ نقاب ہیں وہ شور
مچاتے کشتیوں میں سے اتر کر ساحل پر آگئے۔ تھیوسانگ

کو دیکھا تو اس کی طرف بڑھے۔ انہوں نے لمبے لمبے پستول
لٹکا رکھے تھے۔ انہوں نے تھیوسانگ کو پکڑ لیا۔ پیچھے
بحری ڈاکوؤں کا سردار بھی آ رہا تھا اس کی لمبی داڑھی تھی۔
خوفناک آنکھیں سیاہ نقاب کے پیچھے چمک رہی تھیں۔
کمر کے ساتھ لمبا پستول لٹک رہا تھا۔ اس نے تھیوسانگ
کی طرف دیکھا اور غراتے ہوئے کہا

کون ہو تم؟

ایک بحری ڈاکو بولا۔

"سردار! یہ کوئی آدم خور لگتا ہے"

سب ڈاکو قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ سردار نے چلا کر کہا

"خاموش"

تھیوسانگ نے کہا

"میں ایک غریب ماہی گیر ہوں۔ طوفان میں
میری کشتی ڈوب گئی۔ بڑی مشکل سے جان بچا کر اس
جزیرے پر پہنچا۔ کئی روز سے یہاں پڑا ہوں"

سردار نے تھیوسانگ کو اوپر سے نیچے تک دیکھ
پھر بولا۔

"یہ لمبا تڑنگا ہے۔ ہمارے کام آئے
گا۔ چلو ہمارے ساتھیوں میں شامل ہو جاؤ۔ جو مال

لوٹیں گے اس میں سے تمہیں بھی حصہ ملے گا۔ اگر تم نے دھوکہ کیا تو تمہیں سمندر میں پھینک دیا جائے گا۔"

تھیوسانگ نے کہا

"میں دھوکہ نہیں کروں گا۔ سردار۔ آپ کے ساتھ رہ کر کام کروں گا۔"

تھیوسانگ ان کے ساتھ جزیرے سے ناریل جمع کر کے بوریوں میں بھرنے لگا۔ ناریل کی بہت سی بوریاں جمع کر کے کشتیوں میں لادی گئیں اور بحری ڈاکو اپنے بادبانی جہاز کی طرف چلے۔ جہاز میں آکر لنگر اٹھا دیا گیا۔ ہوا تیز چل رہی تھی۔ جہاز نے کھلے سمندر کی طرف سفر شروع کر دیا۔ تھیوسانگ کو بھی سیاہ لمبے جوتے اور آنکھوں پر نقاب پہنا دیا گیا۔ اس کی کمر کے ساتھ پیٹی لگا دی گئی جس میں لمبا پستول لٹک رہا تھا۔ کیپٹن نے تھیوسانگ کو اپنے کیبن میں بلایا اور کہا

"تمہارا نام کیا ہے۔ جوان؟"

"تھیوسانگ۔ یہی میرا نام ہے"۔ تھیوسانگ نے کہا

کیپٹن اپنی داڑھی کھجاتے ہوئے مسکرایا

"بہت خوب۔ تم شکل سے بڑے شریف لگتے ہو۔

کبھی تم نے کسی کو ہلاک کیا ہے؟"

تھیوسانگ بولا۔ "کیپٹن! میں نے کبھی کسی کو بے گناہ نہیں مارا۔ ہاں۔ اپنی جان کی حفاظت کے لئے ضرور مقابلہ کیا ہے۔"

کیپٹن نے میز پر زور سے مکا مار کر کہا

"لیکن ہمارے ساتھ رہ کر تمہیں بے گناہ لوگوں کو بھی مارنا پڑے گا۔ بولو۔ تیار ہو کر تمہیں ابھی سمندر میں پھینک دوں؟"

تھیوسانگ نے سوچ رکھا تھا کہ جہاز جس شہر پر رکے گا وہ وہاں اتر کر بھاگ جائے گا۔ بے فائدہ ان ڈاکوؤں سے جھگڑا مول لینے کی کیا ضرورت ہے اس نے کہا

"ہاں کیپٹن۔ میں وہی کروں گا جو آپ کہیں گے"

"شاباش۔"

کیپٹن نے تھیوسانگ کے کاندھے پر ہاتھ مار کر کہا

"اب تم جا سکتے ہو۔"

بحری ڈاکوؤں کا جہاز تین دن سمندر میں سفر کرتا رہا چوتھے روز انہیں دور سے ایک دوسرا بادبانی جہاز آتا دکھائی دیا۔ بحری ڈاکوؤں میں ہلچل سی مچ گئی۔ کیپٹن نے لمبی دوربین سے جہاز کو دیکھا اور قہقہہ لگا کر بولا۔

مال سے بھرا ہوا جہاز ہے۔ ہم اسے تباہ کر کے لوٹ لیں گے۔

اسی وقت بحری ڈاکوؤں نے جہاز کا رخ سامنے سے آتے مال بردار جہاز کی طرف کر دیا۔ پھر بحری ڈاکو جہاز کے قریب پہنچ کر لمبے رسوں کی مدد سے اس میں کود گئے اور پستولوں کی بے دریغ فائرنگ شروع کر دی۔ دوسرے جہاز پر جتنے لوگ تھے ان سب کو انہوں نے ختم کر دیا۔ بحری ڈاکوؤں کا کیپٹن ہاتھ میں لمبی پستول لئے جہاز کے کیپٹن کے کیبن کی طرف بڑھا۔ جہاں مال بردار جہاز کا کیپٹن بند تھا۔

دروازہ توڑ دیا گیا۔ دیکھا کہ وہاں جہاز کے کیپٹن کی جگہ ایک سنہری بالوں اور سبز آنکھوں والی خوبصورت لڑکی سہمی بیٹھی ہے۔ ڈاکوؤں کے کیپٹن نے چلا کر کہا

یہ میری بیوی بنے گی۔ مگر کیپٹن کہاں ہے؟ اس لڑکی کو میرے کیبن میں پہنچا دو۔

لڑکی رونے لگی۔ ڈاکو اسے کھینچ کر دوسرے جہاز پر لے گئے۔ تھیوسانگ یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ مال بردار جہاز کے کیپٹن نے سمندر میں چھلانگ لگا دی تھی اس جہاز کا سارا قیمتی مال لوٹ کر ڈاکوؤں نے اپنے جہاز پر ڈال دیا اور باقی جہاز کو آگ لگا دی۔

تھیوسانگ نے بھی اس لوٹ مار میں حصہ لیا تھا مگر اس نے کسی انسان پر گولی نہیں چلائی۔ بحری ڈاکوؤں نے اس لوٹ مار کی خوشی میں جہاز پر بڑا جشن منایا۔ وہ شام تک ناچتے گاتے رہے۔ شام کو ڈاکوؤں کے کیپٹن نے ڈاکوؤں میں لوٹا ہوا مال تقسیم کیا۔ قیمتی سامان تو اس نے اپنے پاس رکھ لیا اور باقی ڈاکوؤں میں بانٹ دیا۔ تھیوسانگ کے حصہ میں چاندی کے چار گلدان، ایک پینل کا نقش کیا ہوا تھال اور [illegible] چاندی کے سکے آئے۔

تھیوسانگ کو ان سکوں کی ضرورت تھی۔ اس نے انہیں تھیلی میں ڈال کر اپنے کیبن میں رکھ لیا۔ اب کیپٹن نے سنہری بالوں والی لڑکی سے شادی کا اعلان کر دیا کہ کل وہ اس سے شادی کرے گا۔

سنہری بالوں والی لڑکی کو کیپٹن نے ایک چھوٹے سے کیبن میں بند کر رکھا تھا۔ کیپٹن نے تھیوسانگ کو بلا کر کہا

تھیو! تم ان سب ڈاکوؤں سے زیادہ عقلمند دکھائی دیتے ہو۔ مجھے ان سوروں پر اعتبار نہیں ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ سنہری بالوں والی قیدی لڑکی کو تم جا کر کھانا دو۔

یاد رکھو۔ وہ کل میری بیوی بننے والی ہے۔ اس کے
ساتھ سختی سے مت بولنا اور ہاں اگر ہو سکے تو اس کے
آگے میری تعریف کرنا۔
خونخوار ڈاکو کیپٹن کھل کھلا کر ہنس پڑا
تھیوسانگ ایک طشت میں روٹی گوشت اور پھل
لے کر سنہری بالوں والی لڑکی کے بند کیبن میں آگیا اس
نے دیکھا کہ بے چاری قیدی لڑکی خوفزدہ ہو کر ایک
طرف بیٹھی تھی۔ رو رو کر اس کے آنسو بھی خشک ہو
گئے تھے۔ تھیوسانگ نے اس کے آگے کھانا رکھ کر
اسے کہا
"بہن! یہ کھا لو۔"
سنہری بالوں والی لڑکی نے چونک کر تھیوسانگ
کی طرف دیکھا۔
"تم پہلے ڈاکو ہو جس نے مجھے بہن
کہا ہے۔ تم ان لوگوں میں سے نہیں لگتے۔
تم بڑے نیک آدمی ہو۔ پھر مجھے یہاں سے نکال کیوں نہیں
دیتے۔ میں بڑی نیک شریف لڑکی ہوں۔ میں اس خونخوار
کیپٹن سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔
تھیوسانگ سوچ میں پڑ گیا۔

موت کی چھلانگ

اس نے کہا
"تمہارا نام کیا ہے اور تم کون ہو"
لڑکی نے کہا
"میرا نام مارجیا ہے۔ میں ایک کرسچین لڑکی ہوں
اور جہاز کا کپتان جس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی
تھی میرا چچا تھا۔ وہ میری حفاظت نہیں کر سکا میں ہندوستان
کے مشرقی ساحل کورومنڈل کی رہنے والی ہوں۔ وہاں میرے
بہن بھائی اور ماں باپ رہتے ہیں۔ میں اپنے چچا
کے ساتھ پرتگال جا رہی تھی کہ ان خونی ڈاکوؤں نے
ہمیں برباد کر دیا۔
تھیوسانگ نے کہا
"تم یہ کھانا کھاؤ۔ میں تمہارے بارے میں
غور کروں گا۔"
مارجیا نے تھیوسانگ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا

"تم نے مجھے بہن کہا ہے تو اب بھائی بن کر دکھاؤ۔ کیا تم اپنی بہن کو ان ظالم ڈاکوؤں کے حوالے کر دو گے؟ اگر تم نے میری مدد نہ کی تو میں خودکشی کر لوں گی۔ میں اس بڈھے خونی ڈاکو سے شادی نہیں کر سکتی۔"

تھیوسانگ کے دل میں اپنی بہن کے لئے زبردست جذبات پیدا ہو گئے۔ اس نے مارجیا کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا۔

"مارجیا بہن! میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری مدد کروں گا اور تمہیں ان ظالموں سے نجات دلانے کی کوشش کروں گا۔ مگر تم ویسا ہی کرو جیسا میں کہتا ہوں۔ تم اطمینان سے کھانا کھا لیا کرنا۔ باقی میں سنبھال لوں گا۔"

مارجیا کی آنکھوں میں خوشی کی چمک آ گئی۔ اس نے کہا

"میرے بھائی میں ویسا ہی کروں گی جیسا تم کہو گے۔ تم نے اپنا نام نہیں بتایا؟"

تھیوسانگ میرا نام ہے

یہ کہہ کر تھیوسانگ کیبن سے نکل آیا۔

اس نے کیپٹن سے جا کر کہا

"مبارک ہو کیپٹن۔ میں نے قیدی لڑکی کو تم سے

شادی کرنے پر راضی کر لیا ہے

کیپٹن تو خوشی سے اچھل پڑا۔

"سچ! میں تمہارا منہ موتیوں سے بھر دوں گا۔"

تھیوسانگ نے کہا

"لیکن اس نے کہا ہے کہ میں چاند کی پہلی تاریخ کو شادی کروں گی۔"

کیپٹن سنجیدہ ہو گیا۔ پھر مسکرا کر بولا۔

"کوئی بات نہیں تھیوسانگ۔ میں چاند کی پہلی تاریخ کا انتظار کروں گا۔ ابھی اس میں دس روز باقی ہیں۔"

تھیوسانگ بولا۔

"میں نے لڑکی کے آگے آپ کی اتنی تعریف کی کہ اسے بیاہ پر تیار کر لیا۔ اب آپ اسے قیدی نہ بنا کر رکھیں۔"

کیپٹن نے کہا

"تم ان ڈاکوؤں کو نہیں جانتے۔ یہ سارے کے سارے چھٹے ہوئے بدمعاش ہیں۔ میں لڑکی کو ابھی قید میں ہی رکھوں گا وہاں اسے ہر طرح کی سہولت ملے گی۔"

کیپٹن نے ایسا ہی کیا۔ مارجیا کو کیبن میں اچھا

کھانا اور اچھا لباس مل گیا۔ اسے شام کو جہاز کے عرشے
پر چہل قدمی کی بھی اجازت مل گئی۔ اس وقت بڈھا
کیپٹن اس کے ساتھ ساتھ ہوتا تھا۔

اس دوران تھیوسانگ ہی اس کا کھانا لے کر جاتا تھا۔
لڑکی مارجیا کا تعلق جہاز والوں کے خاندان سے تھا اس
نے تھیوسانگ کو بتایا کہ ان کا جہاز مڈغاسکر کی طرف
جا رہا ہے۔ اور وہاں آٹھ روز میں پہنچ جائے گا۔ اس
نے یہ بھی بتایا کہ وہاں سے ہندوستان کا ساحل سات
روز کے سفر پر ہے۔

"تھیو بھائی! یہ فاصلہ روز بروز بڑھ رہا ہے۔ میں چاہتی
ہوں کہ تم کوئی ایسا بندوبست کرو کہ جہاز کا رخ ہندوستان
کی طرف موڑ دیا جائے۔"

تھیوسانگ بولا۔

"میں کیپٹن سے کہوں گا مگر مجھے امید نہیں کہ وہ واپس
جائے گا۔ بہر حال اس پر غور کروں گا تم ابھی سات روز تو
گزارو۔ چاند کی پہلی ابھی کافی دور ہے"

ابھی چاند کی پہلی تاریخ آنے میں پانچ دن باقی تھے کہ بحری
ڈاکوؤں کا جہاز ایک کھاڑی میں داخل ہوگیا۔ جس کی دونوں
جانب اونچے اونچے گھنے درخت تھے۔ یہاں جہاز ایک جگہ
کھڑا کر دیا گیا۔ خونی کپتان نے کہا

"یہ جگہ بہت حسین ہے۔ ہم یہاں کچھ روز آرام
کریں گے اور کل ہم شادی کریں گے۔"

اس اچانک اعلان سے تھیوسانگ پریشان ہوگیا۔ اس
نے مارجیا کو جا کر بتایا کہ خونی کپتان نے تو اس سے کل
بیاہ کرنے کا اعلان کر دیا ہے وہ بھی پریشان ہوگئی۔
تھیوسانگ نے کپتان کو کہا بھی تھا کہ وہ یکم تک انتظار کرے
مگر وہ ایک جاہل اور وحشی کپتان تھا۔ اس نے تھیوسانگ
سے کہہ دیا کہ اگر اس نے لڑکی کو بیاہ پر راضی نہ کیا تو وہ
لڑکی کو قتل کر دے گا۔ مارجیا رونے لگی۔

تھیوسانگ بھائی! اب میں خودکشی کرلوں گی۔

تھیوسانگ کا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا اس کو
معلوم تھا کہ جہاز کا بارود اس کی دوسری منزل کے تہہ خانے
میں بھرا ہوا ہے۔ اگر وہ بارود کو فلیتہ لگا کر آگ لگا
دے اور مارجیا کو چھوٹا بنا کر جہاز سے اتر جائے۔ تو
اس پر کسی کو شک نہیں ہوگا کہ وہ اپنی جیب میں
سنہری بالوں والی لڑکی کو لئے جا رہا ہے اس نے مارجیا
سے کہا۔

"مارجی بہن! گھبراؤ نہیں۔ میں تمہیں کل صبح …

تک یہاں سے نکال کرلے جاؤں گا"۔

تھیوسانگ وہاں سے سیدھا جہاز کی نچلی منزل میں آگیا۔
اس نے دیکھا کہ بارود والے تہہ خانے کے باہر ایک ڈاکو پہرہ
دے رہا تھا۔ اب اسے خیال آیا کہ جہاز کو تباہ کرنے کی
بجائے یہ بہتر ہے کہ جہاز کے پیچھے جو گھنا جنگل ہے اس
کو آگ لگا دی جائے۔ ڈاکو ادھر کو بھاگیں گے اور اسے
جہاز کو وہاں سے بھگا لے جانے کا موقع مل جائے گا۔

ساری رات تھیوسانگ یہی کچھ سوچتا رہا۔ صبح ہوئی تو
خونی کپتان نے اسے بلا کر کہا

"تھیوسانگ! ہماری بیوی کو جا کر کہو کہ دلہن
بن کر تیار ہو جائے۔ ہم تھوڑی دیر بعد اس سے شادی
کرنے والے ہیں"

وحشی کپتان نے تھیوسانگ کو مارجیا کے لئے ریشمی کپڑے
اور قیمتی ہار دیئے کہ یہ جا کر اس کی ہونے والی بیوی کو دے
دے۔ تھیوسانگ چپکے سے یہ چیزیں لے کر مارجیا کے
کیبن میں آگیا۔ مارجیا پریشان بیٹھی تھی۔

تھیوبھائی! تم نے کیا سوچا پھر؟ میں تو خودکشی کرنے
پر تیار ہوں"

تھیوسانگ نے کہا۔

"مارجیا! میں تمہیں یہاں سے نکالنے آیا ہوں مگر اس کے
لئے تمہیں ایک حیرت انگیز تجربے کے لئے تیار ہونا پڑے گا"

مارجیا نے کہا

"میں ہر قسم کے تجربے کے لئے تیار ہوں"

تھیوسانگ بولا۔

"لیکن یہ ایک انوکھا تجربہ ہوگا۔ ہو سکتا ہے تم ڈر
جاؤ۔ مگر ڈرنا نہیں۔ تم زندہ سلامت ہوگی۔ میں تمہیں
اپنی چھنگلی کے سائز کا چھوٹا کرنے والا ہوں"

مارجیا تو تھیوسانگ کا منہ تکنے لگی۔

"تھیوبھائی! کیا تم جادو کے زور سے ایسا کرو گے؟

"ہاں مارجیا! مجھے ایک ایسا منتر آتا ہے جس کو
پڑھ کر جب میں تمہیں انگلی سے چھوؤں گا تو تم میری
انگلی کے برابر ہو جاؤ گی۔ پھر میں تمہیں اپنی جیب میں
چھپا کر یہاں سے نکال لے جاؤں گا۔ تم میری جیب
میں بالکل محفوظ ہوگی۔ جب ہم کسی محفوظ جگہ پہنچ جائیں
گے تو میں تمہیں وقت آنے پر پھر بڑا کر دوں گا۔

مارجیا حیران ضرور ہوئی مگر اس پر تیار ہوگئی

تھیوسانگ نے یونہی منہ ہی منہ میں کوئی منتر پڑھا اور
پھر مارجیا کے بازو کو اپنی خاص انگلی سے چھو دیا۔ ایک دم

سے مارجیا بالکل اس کی چھوٹی انگلی کے سائز کی ہو گئی
تھیوسانگ نے اسے اٹھا کر اپنی جیکٹ کی جیب میں
ڈال لیا اور جہاز کے عرشے پر آ گیا۔ آگے وحشی کپتان
کھڑا تھا۔

"کہو۔ دے آئے ہماری دلہن کو ریشمی کپڑے اور قیمتی

" ہاں کیپٹن! اس نے خوشی سے یہ کپڑے لے لئے ہیں"
تھیوسانگ کے اتنا کہنے پر وحشی کپتان بڑا خوش
ہوا اور بولا۔

" شاباش میرے دوست تھیو! میں تمہیں بھاری
انعام دوں گا۔"

تھیوسانگ نے وحشی کپتان کا شکریہ ادا کیا اور جہاز
سے اتر کر کھاڑی میں جہاں جہاز کھڑا تھا اس کے پیچھے
جنگل میں آ گیا۔ اس نے مارجیا کو جیب سے نکال کر اپنی
ہتھیلی پر بٹھا لیا اور کہا۔

" اب میں اس جنگل کو آگ لگا رہا ہوں تاکہ ڈاکو
گھبرا کر ادھر دوڑیں اور میں جہاز کو لے کر کھاڑی سے
نکل جاؤں۔"

ننھی سی مارجیا کی باریک آواز آئی۔
"جلدی کرو تھیو بھائی! میں زیادہ دیر تک اتنی چھوٹی
نہیں رہنا چاہتی۔"
تھیوسانگ نے مارجیا کے سر پر اپنی انگلی رکھ کر کہا۔
" فکر نہ کرو۔ بس تھوڑی دیر کے بعد تم دوبارہ جوان
ہو جاؤں گی۔"

تھیوسانگ نے مارجیا کو دوبارہ اپنی جیب میں چھپا
کر رکھ لیا۔

پھر اس نے ایک جگہ جھاڑیوں میں گھاس پھونس کو جمع
کیا اور وہاں آگ لگا دی۔ آگ آہستہ آہستہ پھیلنے لگی۔ تھیو
وہاں سے دوڑ کر ڈاکوؤں کے جہاز کی طرف آ گیا۔
جہاز کی سیڑھی کے پاس ڈاکوؤں کا وحشی کپتان زخمی
شیر کی طرح ٹہل رہا تھا۔ اس کے ڈاکو پستولیں نکالے
اس کے پاس کھڑے تھے۔ تھیوسانگ کو دیکھتے ہی
ڈاکو چلائے۔

" وہ آ گیا تھیوسانگ"
وحشی کپتان نے چلا کر کہا
"کہاں ہے میری قیدی دلہن؟ میں نے اسے
تمہاری حفاظت میں سونپا تھا۔ وہ فرار ہو گئی ہے"
تھیوسانگ کو احساس ہوا کہ اس نے ادھر آ کر سخت
غلطی کی ہے۔ مارجیا اس کی جیب میں تھی۔ اگر وہ بھاگتا

ہے تو ڈاکو اس پر گولیوں کی بارش کر دیں گے اور وہ تو زندہ رہ سکتا ہے مگر مارجیا کو گولی ضرور لگ جائے گی

وحشی کپتان سمیت تمام ڈاکوؤں نے لمبے پستول اس کی طرف تان رکھے تھے۔ اسے اتنا موقع نہیں ملا تھا کہ وہ ان میں سے کسی ایک کو اپنی خاص انگلی لگا کر چھوٹا بنا سکتا۔ موت اس کے سامنے کھڑی تھی۔

تھیوسانگ اپنی جگہ سے زور سے اچھلا اور جہاز کے ساتھ لگی سیڑھی کے آخری زینے پر پہنچ گیا۔ اس کے پیچھے گولیاں برسائی جانے لگیں۔ وہ دوسری چھلانگ لگا کر جہاز کے عرشے پر پہنچ گیا۔ وحشی کپتان نے چلا کر کہا

"جانے نہ پائے۔ اس گولی سے اڑا دو"

جہاز کا عرشہ خالی تھا۔ ڈاکو نیچے تھے۔ وہ جہاز کے عقب کی طرف بھاگا۔ اسے جنگل میں جہاں آگ لگائی گئی تھی شعلے اٹھتے نظر آئے۔ اب ڈاکو بھی اس کا تعاقب کرتے عرشے پر پہنچ گئے تھے۔ تھیوسانگ کو مارجیا کی فکر تھی کہ کہیں اسے گولی نہ لگ جائے۔ وہ جہاز کے پچھلے حصے میں آگیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ جہاز کے پچھلے سے سمندر کی کھاڑی میں چھلانگ لگا دے گا۔

جونہی اس نے نیچے جھانک کر دیکھا کھاڑی کے پانی میں سے تین خونخوار دانتوں والے مگرمچھ اپنے جبڑے کھولے اس کی طرف دیکھ کر پھنکار رہے تھے۔ گویا اس انتظار میں تھے کہ وہ چھلانگ لگائے اور وہ اس کو ہڑپ کر جائیں۔

ڈاکو تھیوسانگ کے سر پہ پہنچ گئے تھے۔ تھیوسانگ کے لئے اب ایک ہی راستہ تھا کہ نیچے چھلانگ لگا دے۔ وہ خود کو چھوٹا نہیں کر سکتا تھا کیونکہ ایک لڑکی مارجیا پہلے ہی چھوٹی ہو کر اس کی جیب میں پڑی تھی۔ اگر وہ خود چھوٹا ہوتا ہے تو اس لڑکی کو سنبھالنا دشوار تھا۔

چنانچہ تھیوسانگ نے جہاز کے عرشے پر سے مگرمچھوں پر چھلانگ لگا دی۔ اس وقت جہاز کے پیچھے جنگل میں زبردست آگ لگ چکی تھی اور آگ جہاز کی طرف لپکنے لگی تھی۔

تھیوسانگ ایک مگرمچھ کے عین اوپر گرا۔ مگرمچھ نے زور سے اپنے آپ کو جھٹکا دیا مگر تھیوسانگ کی طاقت اس سے زیادہ تھی۔ اس نے مگرمچھ کی منہ کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ اوپر سے گولیاں چلنے لگیں۔ مگرمچھ گھبرا

کر سمندر کی طرف بھاگا۔

وہ اتنی تیز رفتاری سے بھاگا کہ تھیوسانگ بھی اس کے ساتھ جہاز سے دور نکل گیا۔ پھر مگرمچھ نے سمندر میں ڈبکی لگا دی۔ یہ بڑی خطرناک تھی اس طرح سے مارجیا ڈوب کر ہلاک ہو سکتی تھی۔ تھیوسانگ نے مارجیا کو جیب سے فوراً نکال کر مٹھی میں لے لیا اور ایک ہاتھ بلند کرکے ایک ہاتھ سے تیرنا شروع کر دیا۔ کھاڑی میں سمندر کی جانب سے تیز لہریں آرہی تھیں۔

جنگل میں آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ ڈاکوؤں کو اپنی مشکل پڑ گئی تھی کہ کسی طرح جہاز کو آگ لگنے سے بچایا جائے۔

تھیوسانگ تیرتا تیرتا کھاڑی کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ وہ خطرے سے دور ہوگیا تھا۔ آگ جہاز کے قریب جارہی تھی۔ جہاز پر ڈاکو ادھر ادھر دوڑتے صاف نظر آرہے تھے۔ جہاز کے بادبان کھول دیئے گئے۔ بادبانوں میں ہوا بھر گئی اور جہاز نے حرکت کی اور کھاڑی کے پانیوں سے سمندر کی طرف چلنا شروع کر دیا۔

تھیوسانگ درختوں میں بھاگتا بہت دور نکل گیا۔ یہاں

جگہ جگہ خطرناک دلدلیں پھیلی تھیں اور ایسے گھنے درخت تھے کہ ان کی شاخیں زمین میں جڑیں پکڑ چکی تھیں اسے معلوم ہوگیا تھا کہ اب وہ ڈاکوؤں کے جہاز پر قبضہ نہیں کر سکتا۔ اب اسے جنگل میں دور کسی محفوظ جگہ پر جاکر مارجیا کے ساتھ چھپ جانا ہوگا۔ جہاں ڈاکو اس تک نہ پہنچ سکیں۔

دلدلوں سے بچتا بچاتا تھیوسانگ ایک چھوٹے سے دریا پر آگیا۔ اس دریا کو اس نے تیر کر پار کرنا چاہا تو ایک سبز سانپ اس کے پیچھے لپکا۔ تھیوسانگ نے پلٹ کر سانپ کو گردن سے دبوچ کر اس کی گردن الگ کر دی اور دریا پار کرکے دوسری طرف نکل گیا۔

دریا کی دوسری طرف گہری کھڈیں پھیلی ہوئی تھیں۔ ان کھڈوں میں جنگلی جھاڑیوں کے جھاڑ اُگے تھے۔ تھیوسانگ یہاں سے گزرتا ہوا ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گیا۔ یہاں سے اس نے سمندر کی طرف نگاہ دوڑائی تو دیکھا کہ جنگل میں آگ ہی آگ لگی ہوئی تھی۔ اور ڈاکوؤں کا جہاز بادبان کھولے تیزی سے کھلے سمندر کی طرف جارہا تھا۔

اس کے دیکھتے ہی دیکھتے بحری ڈاکوؤں کا جہاز سمندر میں

دور ہوتے ہوتے بہت دور ہوگیا۔ ڈاکو جا چکے تھے
اب تھیوسانگ نے سنہری بالوں والی لڑکی مارجیا کو
دوسری خاص انگلی لگا کر پورے سائز کا کیا اور اسے
ساری کہانی سنائی۔

مارجیا پہلے تو اپنے جسم کو غور سے دیکھنے لگی
"میرے خدایا۔ مجھے تو یقین نہیں تھا کہ میں
پھر سے بڑی ہو سکوں گی!"
تھیوسانگ نے کہا
"دیکھ لو تم ویسی کی ویسی ہو۔ یہ محض جادو تھا
اور کچھ نہیں تھا"
مارجیا نے سمندر کی طرف بڑھی۔ ڈاکوؤں کے جہاز کو
دور جاتے دیکھا تو بولی۔
"یہ وحشی کپتان کا ہی جہاز ہے نا تھیو بھائی!"
"ہاں مارجیا! تم اب آزاد ہو۔ ظالم ڈاکوؤں
سے ہمارا پیچھا چھوٹ گیا ہے"
مارجیا نے تھیوسانگ کی طرف احسان مند نگاہوں
سے دیکھا اور بولی۔
"تھیوسانگ! تم سچ مچ میرے اچھے بھائی ہو۔ تم
نے جان کی بازی لگا کر اپنی منہ بولی بہن کی جان بچائی ہے۔"

تھیوسانگ نے کہا
"یہ ہر بھائی کا فرض ہوتا ہے"
مارجیا نے جنگل کی آگ کو دور سے دیکھ کر کہا۔
"کہیں یہ آگ سارے جنگل کو نہ جلا ڈالے۔
تھیوسانگ بولا۔
"ایسا نہیں ہوگا۔ کیونکہ جس جنگل میں، میں
نے آگ لگائی ہے۔ اس کے چاروں جانب سمندر
ہے۔ آگ وہاں پہنچے گی تو اپنے آپ بجھ جائے گی۔
وہ پہاڑی ٹیلے سے نیچے اترنے لگے۔ جزیرے کی
کھاڑی میں دھوپ ڈھلنے لگی تھی۔ تھیوسانگ نے کہا
"اب سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم یہاں سے کیسے نکلیں گے"
مارجیا بولی۔
خدا ہماری مدد کرے گا تھیو بھائی۔ اگر ادھر کوئی
دوسرا جہاز نہ آیا تو ہم کسی درخت کو کھوکھلا کر کے اس
کی کشتی بنا کر یہاں سے ہندوستان کی طرف روانہ ہو جائیں
گے۔ میں سمندر سے نہیں ڈرتی۔ میرا بچپن کارومنڈل
کے ساحلی سمندر میں تیرتے گزرا ہے"
تھیوسانگ اور مارجیا نے اس کھاڑی والے جنگل میں
دو جھونپڑیاں بنالیں ایک جھونپڑی میں تھیوسانگ

دوسری میں مارجیا رات کو سوتی۔ دن کو وہ کسی جہاز کے
آنے کا انتظار کرتے۔

○

اس وقت تھیوسانگ اور مارجیا اس کھاڑی والے
جنگل میں ہیں۔ کیٹی کو جزیرے سے بونی خلائی مخلوق
اڑن طشتری میں بے ہوش کر کے لے گئی ہے۔ اس سے
پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ عنبر اور ماریا ہمالیہ کی برفانی
پہاڑیوں سے نکل کر ویشالی ریاست کی طرف چلے جا رہے
ہیں۔ جہاں ان کا خیال ہے کہ ان کی ملاقات ناگ اور
کیٹی وغیرہ سے ہو جائے گی۔ جبکہ ناگ آریا قبیلے کے
کھان سے سونالینی کو گھوڑے پر بٹھائے اس کی ماں باپ
کے شہر موہنجوڈرو کی طرف جا رہا ہے۔
کیٹی تو بونی خلائی مخلوق کے سیارے پر پہنچ گئی اور
چونکہ وہ لمبے قد کی تھی اور خلائی مخلوق بونے بونے قد کی
تھی اس لئے خلائی مخلوق نے کیٹی کے جسم سے جین کے
خلیے نکال کر اپنی عورتوں کے جسم میں داخل کرنے شروع
کر دیئے تاکہ ان کے ہاں بھی لمبے قد کے بچے پیدا ہوں۔
اس سے کیٹی کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ جتنے

خلیے اس کے جسم سے نکالے جاتے اتنے ہی خلیے تھوڑی
دیر بعد دوبارہ پیدا ہو جاتے تھے۔ مگر کیٹی کو ایک
مینار میں قید کر دیا گیا تھا تاکہ وہ بھاگ نہ جائے۔
پہلے ہم ناگ کی خبر لیتے ہیں اس کے بعد عنبر اور
اور ماریا کی طرف آئیں گے جو ابھی جنگل میں سفر کر
رہے ہیں اور شمالی ہندوستان کی ریاست ویشالی
کی طرف ان کا رخ ہے۔
ناگ اور سونالینی گھوڑوں پر سوار جنگل اور ویران
علاقوں میں سے گزرتے ہوئے آخر موہنجوڈرو پہنچ گئے۔
یہ آج سے ہزاروں سال پہلے کا شہر موہنجوڈرو جو بے حد
بارونق شہر تھا۔ یہاں آریہ راجہ حکومت کرتا تھا۔ ناگ
نے سونالینی کو اس کے باپ کے حوالے کیا تو وہ اس قدر
خوش ہوا کہ اس نے کہا
"بیٹا تم نے میری بیٹی کو واپس لا کر میرا دل جیت
لیا ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم میرے بیٹے بن جاؤ۔
ناگ نے کہا
"مہاراج میں ایک سیاح نوجوان ہوں۔ میرا کام ملک
ملک گھومنا ہے۔ میں ایک جگہ نہیں ٹھہر سکتا۔
وہاں سونالینی کے باپ کا ایک جوتشی

بیٹھا تھا۔ اس نے کہا

"تمہارا ماتھا بتا رہا ہے کہ تم سیاح ہو اور شاید ہزاروں برس سے سفر کر رہے ہو۔"

ناگ نے کہا

"یہ تو خیر آپ کا خیال ہے۔ لیکن اگر آپ واقعی جوتشی ہیں تو برائے مہربانی مجھے یہ بتائیے کہ میرے دوست عنبر ماریا اور کیپٹن تھیوسانگ اس وقت کہاں ہیں۔"

جوتشی نے اسی وقت حساب لگا کر زائچہ بنایا۔ کچھ دیر زائچے کو دیکھتے ہوئے غور کرتا رہا پھر بولا۔

"بیٹا۔ زائچہ بتاتا ہے کہ تمہارے دوست عنبر اور ماریا تو اسی ملک میں یہاں سے سات سو میل پیچھے ایک ویشالی نام کا شہر ہے وہ ایک ہفتے میں وہاں پہنچ جائیں گے۔ باقی تمہارے دو دوست جو دونوں کے دونوں مجھے کسی دوسری دنیا کی مخلوق معلوم ہوتے ہیں۔ وہ یہاں سے بہت دور ہیں لڑکی تو کسی سیارے میں قید ہے اور خلائی آدمی کسی جزیرے میں پھنسا ہوا ہے اور کسی جہاز کا انتظار کر رہا ہے جو اسے ہندوستان کے مشرقی ساحل کارومنڈل تک پہنچا دے۔"

ناگ کے لئے یہ معلومات بہت بڑی معلومات تھیں۔

اس نے کہا

"کیا آپ کا علم سچ بتاتا ہے"

جوتشی نے کہا

"بیٹا! میرا علم کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ ایک تو اس لئے کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ میں نے کبھی رزق حرام نہیں کھایا"

سونالینی کے باپ نے بھی ناگ کو بتایا کہ جوتشی دوست کا زائچہ کبھی غلط نہیں ہوا۔ چنانچہ ناگ نے فیصلہ کر لیا کہ وہ عنبر اور ماریا سے ملنے کے لئے ویشالی شہر کی طرف کوچ کرے گا۔ دو روز اس نے سونالینی کے باپ کی حویلی میں گزارے۔ تیسرے روز اس نے اجازت لی اور مگدھ کی ریاست اور شہر ویشالی کی طرف روانہ ہو گیا۔

شہر سے نکلتے ہی ناگ نے سیاہ عقاب کا روپ اختیار کیا اور ہوا میں فراٹے بھرتا اڑنے لگا۔ اس کی رفتار اتنی تیز تھی کہ وہ سورج غروب ہونے سے پہلے ہی ویشالی شہر کے باہر والے باغوں کے اوپر آ گیا۔ وہ باغ میں ایک جگہ اتر آیا۔ اس نے چاروں طرف دیکھا کہ اسے کوئی دیکھ تو نہیں رہا۔ باغ شام کے وقت ویران ویران سا تھا۔

ناگ پھر سے انسان کی شکل میں آ گیا۔

اس کا خیال تھا کہ اسے کوئی نہیں دیکھ رہا مگر ایسی بات نہیں تھی
اسے ایک سپیرے نے دیکھ لیا تھا جو ایک درخت کے
پیچھے بیٹھا سانپوں کی پٹاری پاس رکھے آرام کر رہا تھا۔ اس کی
نظر ایک سیاہ عقاب پر پڑی تو اس نے سوچا کہ یہ عقاب
بڑی اعلیٰ نسل کا ہے اسے گرفتار کرنا چاہیئے وہ ابھی یہ
سوچ ہی رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہے۔ عقاب نے انسان کی
کی شکل بدل لی۔

سپیرے کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس نے
بزرگوں سے سن رکھا تھا کہ دنیا میں صرف ایسا سانپ ہی
اپنی جون بدل سکتا ہے جس کو دنیا میں زندہ رہتے
ہوئے پانچ سو سال گزر گئے ہوں۔ سپیرے نے ناگ کا
پیچھا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اسے یقین ہو گیا۔ یہ شخص سانپوں
کا دیوتا ہی ہو سکتا ہے۔

ناگ انسان کی شکل بدلنے کے بعد اس کے قریب
سے گزرا تو پٹاری میں سانپوں نے پھنکارنا شروع کر
دیا۔ انہیں ناگ دیوتا کی خوشبو آگئی تھی اور وہ باہر
نکل کر اسے سلام کرنے کو بے تاب ہو رہے تھے۔ سپیرے
کو اب پورا یقین ہو گیا کہ یہی شخص سانپوں کا دیوتا ہے۔
ناگ نے اس سے پوچھا

بھائی اس شہر میں کوئی سرائے بھی ہے؟
سپیرے نے کہا
کیوں نہیں جناب! شہر میں داخل ہوتے ہی
ایک کھلا بازار آتا ہے۔ بازار کی نکڑ پر ایک کنواں
ہے۔ اس کنوئیں کے پیچھے ایک سرائے ہے۔ بھائی
تم مسافر لگتے ہو۔ کہاں سے آئے ہو؟
ناگ نے کہا
"میں دوسرے شہر سے آیا ہوں۔ یہاں مجھے ایک
ضروری کام ہے۔ کچھ روز ٹھہروں گا"
ناگ نے محسوس کر لیا تھا کہ سپیرے کی پٹاری میں
سانپ پھنکار رہے تھے مگر وہ سپیرے کو اپنے بارے میں
کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا وہ آگے چل دیا
سپیرے نے ناگ کا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔
ناگ ویشالی شہر کے بڑے دروازے میں سے داخل
ہو کر کھلے بازار میں سے گزرتا کنوئیں کے پیچھے سرائے
میں آگیا۔ یہاں اس نے ایک کوٹھڑی میں ڈیرہ لگا لیا۔
سونالیبی کے باپ نے اسے کچھ سکے دیئے تھے۔ ناگ
نے شہر میں داخل ہوتے ہی فضا میں سانس لے کر عنبر
ماریا اور کیٹی کی خوشبو سونگھنے کی کوشش کی مگر فضا میں

ہی خوشبو نہیں تھی۔ لیکن اسے یقین تھا کہ جوتشی کا کہا غلط نہیں ہوسکتا۔ عنبر ماریا ضرور اس شہر میں آجائیں گے۔

ویشالی شہر بہت بارونق شہر تھا۔ شام کے وقت گھروں کے باہر چراغ روشن ہوگئے۔ سپیرے نے دیکھ لیا تھا کہ ناگ دیوتا سرائے میں ٹھہرا ہوا ہے۔ وہ وہاں سے تیز تیز چلتا شہر کے سب سے بڑے سپیرے سہاک کے ڈیرے پر پہنچا۔

سہاک ایک مکار لالچی اور چالاک سپیرا تھا۔ اسے سانپوں کے کئی منتر آتے تھے۔ اور اسے سانپوں کا بڑا تجربہ تھا۔ جب سپیرے نے اسے بتایا کہ ناگ دیوتا انسان کی شکل میں شہر میں داخل ہوگیا ہے تو مکار سپیرے سہاک کے کان کھڑے ہوگئے۔ اس نے پوچھا۔

کہاں ہے ناگ دیوتا؟

سپیرے نے مسکرا کر کہا

"مہاراج یونہی تو میں نہیں بتادوں گا ہاں اگر آپ مجھے ایک سو سونے کے سکے دیں تو میں ناگ دیوتا کا پتہ بتادوں گا۔"

مکار سہاک نے اس سپیرے کو راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کرلیا۔

ناگ ہانڈی میں

مکار سہاک نے کہا

"بہت اچھا میں تمہیں سوکے دیتا ہوں"

سہاک اپنی کوٹھڑی میں گیا اور سوکے لاکر سپیرے کو دے دیئے

"اب مجھے اس جگہ کے چلو جہاں ناگ دیوتا موجود ہے"

سپیرا سہاک کو ساتھ لے کر شہر کی کنوئیں والی سرائے میں آگیا اس نے کہا

"ناگ دیوتا اس سرائے کی کوٹھڑی میں ٹھہرا ہوا ہے۔ تم خود جاکر اپنی تسلی کرلو"

مکار سہاک نے سپیرے کو سرائے کے باہر چھپنے کو کہا اور خود سرائے میں داخل ہوگیا۔ اس نے سرائے کے مالک سے پوچھا کہ آج شام جو نیا مسافر آیا ہے وہ کہاں ٹھہرا ہے سرائے کے مالک نے ناگ کی کوٹھڑی کی طرف اشارہ کیا۔

کوٹھڑی کا دروازہ بند تھا۔ سہاک نے دروازے پر دستک دی۔ ناگ نے دروازہ کھولا تو اپنے سامنے ایک سیاہ فام پیلی آنکھوں والے دبلے پتلے آدمی کو کھڑے دیکھا۔ یہ سہاک تھا۔ سہاک نے ہاتھ باندھ کر کہا

"مہاراج! آپ کو اگر نوکر کی ضرورت ہو تو میں آپ کی خدمت کرنے کو تیار ہوں"

اتنی دیر میں مکار سہاک نے ناگ کی آنکھوں کو دیکھ کر فوراً معلوم کر لیا کہ یہی ناگ دیوتا ہے۔ کیونکہ ناگ پلکیں نہیں جھپکتا تھا اور اس کی آنکھوں میں سانپ کی کشش تھی۔ ناگ نے کہا۔

"نہیں بھائی۔ مجھے کسی نوکر کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارا شکریہ"

یہ کہہ کر ناگ نے دروازہ بند کر لیا۔ مگر مکار سہاک کا کام ہو گیا تھا۔ اسے جو کچھ معلوم کرنا تھا اس نے معلوم کر لیا تھا۔ اس کا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ اس ناگ دیوتا کو کسی طرح قابو میں کرکے وہ اس سے زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کا پتہ معلوم کر سکتا تھا اور بے انتہا دولت کما سکتا تھا اب اسے یہ فکر تھی کہ کہیں سپیرا کسی اور سے ناگ دیوتا کا ذکر نہ کر دے۔ مکار سہاک نے اسے ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

وہ سرائے کے باہر آیا تو سپیرا جس نے سہاک کو ناگ کی خبر دی تھی کنوئیں کے پیچھے بیٹھا تھا۔ سہاک کو آتا دیکھ کر وہ اس کے پاس آیا اور بولا۔

"کیوں سہاک جی! تسلی ہوگئی آپ کی؟"

مکار سہاک نے کہا

"ہاں۔ تم نے ٹھیک کہا تھا۔ میں بہت خوش ہوں اور تمہیں اور زیادہ انعام دینا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھ ڈیرے پر آؤ"

سپیرا سہاک کے ساتھ ڈیرے پر آگیا۔

اندھیرا ہوگیا تھا۔ ڈیرے کے ایک درخت پر کوٹھڑی سے باہر مشعل روشن تھی۔ کوٹھڑی میں دیا جل رہا تھا۔ مکار سہاک نے کہا

"کوٹھڑی میں جاکر کونے والا صندوقچہ کھول کر اس میں سونے کے سکوں سے بھری ہوئی تھیلی اٹھا لاؤ۔ یہ تمہارا انعام ہے"

سپیرا تو بہت خوش ہوا۔ لالچ میں آگیا اور جلدی سے کوٹھڑی میں داخل ہوا۔ مکار سہاک باہر بیٹھا اپنی چھوٹی چھوٹی مونچھوں پر انگلی پھیرنے لگا۔ جس صندوقچے کی طرف اس نے لالچی سپیرے کو بھیجا تھا اس میں سونے کے سکوں کی

تھیلی نہیں تھی بلکہ ایک بہت ہی زبردست اور خطرناک زہریلا سانپ بند تھا جو اس نے آج ہی جنگل سے پکڑا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد کوٹھڑی میں سے سپیرے کی چیخ کی آواز بلند ہوئی اور پھر گہری خاموشی چھا گئی۔ صندوقچے والے سانپ نے اپنا کام کر دیا تھا۔ مکار سہاک نے سانپ کا منکا نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور کوٹھڑی میں آگیا۔ سانپ کا منکا اس نے اپنے لئے نکالا تھا کہ اگر سانپ اسے ڈس دے تو وہ منکے کی مدد سے زہر باہر نکال لے گا۔ مگر سانپ سپیرے کو ڈسنے کے بعد صندوقچے میں ہی رہا تھا۔

سپیرے کی لاش صندوقچے کے پاس ہی پڑی تھی اور سانپ کے زہر کی وجہ سے پھولنے لگی تھی۔ مکار سہاک نے کوٹھڑی سے باہر آکر شور مچا دیا کہ سانپ نے اس کے شاگرد کو ڈس دیا ہے۔ لوگ وہاں جمع ہوگئے کسی کو سہاک پر شک نہیں پڑ سکتا تھا۔ کیونکہ وہاں سانپ اکثر ڈس دیا کرتے تھے۔ اس وقت لوگوں کی مدد سے سہاک نے سپیرے کی پھولی ہوئی لاش باہر میدان میں نکالی اور اسے آگ لگا دی۔

جس شخص کو مکار سہاک کے راز کا پتہ تھا وہ مر چکا تھا۔ اب صرف سہاک ہی جانتا تھا

کی کوٹھڑی میں ہے۔

اس لئے ناگ دیوتا کو قابو میں کرنے کے منصوبے
بنانے شروع کر دیئے۔ ناگ صبح کو شہر میں گھومتا پھرتا اور
عنبر ماریا کی خوشبو لینے کی کوشش کرتا۔ ابھی تک عنبر ماریا
شہر میں داخل نہیں ہوئے تھے۔

سارا دن شہر میں پھرنے کے بعد شام کو ناگ سرائے
میں آکر اپنی کوٹھڑی میں پڑا رہتا ایک روز اس نے دیکھا
کہ وہی دبلا پتلا سیاہ فام آدمی باغ میں سے گزرنے والے
راستے پر بے ہوش پڑا ہے۔ اصل میں یہ مکّار سہاک
کی ایک چال تھی۔ اس کو معلوم تھا کہ ناگ دیوتا ادھر سے
گزرے گا۔ چنانچہ وہ اسے دور سے آتا دیکھ کر سڑک کنارے
لیٹ گیا اور یوں ظاہر کیا جیسے وہ بے ہوش ہو گیا ہے
ناگ نے قریب آکر اسے دیکھا تو پہچان گیا کہ یہ وہی
شخص ہے جو اس کے پاس نوکری کی تلاش میں آیا تھا اسے
اس پر رحم آگیا۔ اس نے اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی
مکّار سہاک بے ہوش کہاں تھا۔ اس نے تو بے ہوشی
کا ڈھونگ رچا رکھا تھا۔ فوراً ہی آنکھیں کھول کر بولا۔

" مہاراج مجھے مرنے دیں۔ میں زندہ رہنا نہیں چاہتا

ناگ نے کہا

" نہیں بھائی زندگی خدا کی امانت ہے۔ تم کیوں مرنا
چاہتے ہو؟"

مکّار سہاک آنکھوں میں مگرمچھ کے آنسو بھر کر بولا۔

" مہاراج! کل سے بھوکا ہوں۔ شہر میں کوئی کام نہیں
ملتا۔ کہاں تک بھوک برداشت کر سکتا ہوں"

ناگ نے کہا

" اچھا تم میرے پاس آجاؤ۔ میں تمہیں اپنا نوکر
رکھ لیتا ہوں۔ مگر تم یہاں کب سے آئے ہو؟

مکّار سہاک نے ناگ کا شکریہ ادا کیا اور بولا۔

" مہاراج! میں کئی روز سے اس شہر میں ہوں دو
ایک دن کام ملا تھا۔ پھر بیکار ہو گیا۔ شہر کے لوگ
مجھے جانتے بھی ہیں۔ پھر بھی یہاں کوئی کام نہیں دیتا۔

ناگ نے اسے تسلی دی اور ساتھ لے کر سرائے
میں آگیا۔

" تمہارا نام کیا ہے؟"

مکّار سہاک نے کہا

" پلّی میرا نام ہے۔ مہاراج۔ میں آپ کی
خدمت کیا کروں گا۔ بس مجھے دو وقت کی روٹی
دے دیا کریں"

ناگ نے مسکرا کر کہا
" گھبراؤ نہیں بھائی۔ میں تمہارا ہر طرح سے خیال
رکھوں گا۔ جب میں شہر میں جاؤں تو تم کوٹھڑی
میں رہ کر اس کی جھاڑ پونچھ کرنا"
" جو حکم مہاراج" مکار سہاگ نے ہاتھ جوڑ کر کہا
اب مکار سہاگ نے اپنے ڈیرے کو تالا لگا دیا اور
ناگ کے پاس رہنے لگا۔ اس دوران سہاگ نے اپنے
گورو سپیرے کی روح کو حاضر کرنے کا وظیفہ کیا۔ یہ وظیفہ
اس نے دوپہر کی تیز دھوپ میں ایک درخت کے نیچے
بیٹھ کر کیا۔ وظیفے میں اس نے سارے منتر پڑھے جو اسے
معلوم تھے۔ جب اس نے وظیفہ ختم کیا تو اس کے گورو سپیرے
کی روح سامنے آ گئی۔

سہاگ نے ناگ دیوتا کو قابو میں کرنے کی ترکیب
پوچھی تو گورو سپیرے کی روح نے کہا

" تم جب اپنی جگہ سے اٹھو گے تو
تمہیں وہاں ایک سیاہ موتی ملے گا۔ اس موتی کو پانی میں
گھول کر کسی طرح ناگ دیوتا کو پلا دو۔ اس کے پیتے
ہی ناگ دیوتا ایک سرخ سانپ کی شکل اختیار کرے گا
پھر وہ تمہارے قبضے میں ہو گا۔ وہ اپنی شکل نہیں بدل

سکے گا۔ تم اسے جو کہو گے وہ کرے گا۔ وہ تمہارے
حکم کا پابند ہو گا۔ مگر خبردار اس کو کسی کی جان لینے کے لیے
نہ کہنا"
مکار سہاگ بولا۔
" گورو دیو! میں ایسا ہی کروں گا"
گورو سپیرے کی روح غائب ہو گئی۔
مکار سہاگ نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہی گھاس میں
دیکھا تو وہاں خالسے کے برابر ایک سیاہ موتی پڑا تھا۔ موتی
اٹھا کر اس نے جیب میں رکھ لیا اور خوشی خوشی
سرائے کی طرف آ گیا۔
ناگ ابھی شہر کی آوارہ گردی سے واپس نہیں آیا تھا۔
سہاگ نے جلدی سے مٹی کے ایک پیالے میں پانی بھر
کر اس میں سیاہ موتی ڈال دیا۔ موتی ایک دم سے پانی میں
گھل گیا مگر پانی کا رنگ بالکل نہ بدلا۔
سہاگ نے پیالہ رکابی سے ڈھک کر رکھ دیا۔
باہر سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ ناگ اس گرمی میں واپس
آیا تو اسے کچھ پیاس محسوس ہوئی۔ اس نے سہاگ سے کہا
" بلی! تھوڑا سا پانی تو پلانا"
مکار سہاگ نے فوراً سیاہ موتی والا پیالہ اٹھایا اور

ناگ کے پاس لے جاکر بولا۔

" مہاراج ابھی ابھی میں کوئیں سے پانی بھرکر
تھا۔ لیجئے پیجئے۔ بڑا ٹھنڈا پانی ہے۔

ناگ کے دل میں ذرا بھی شک نہیں تھا کہ
کا نوکر اس کے ساتھ دھوکہ کر سکتا ہے۔ ناگ نے
کا پیالہ ہاتھ میں لیا اور غٹاغٹ پانی پی گیا۔

مکار سہاک دو قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوگیا۔
پیتے ہی ناگ کو معلوم ہوگیا کہ اس کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے
گورو سپیرے کا منتر اس قدر تیز تھا کہ اب وہ کچھ نہیں
کر سکتا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ناگ سرخ سانپ بن کر کوٹھڑی
کے فرش پر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کے
نوکر نے مکاری کی ہے۔ مگر وہ منتروں کے اثر کی وجہ
سے اب مکار سہاک کے حکم کا پابند تھا اور ذرا ادھر
نہیں ہوسکتا تھا۔

ناگ نے جون بدلنے کی کوشش کی مگر وہ اس
کامیاب نہ ہو سکا۔ اس نے کوٹھڑی سے بھاگنے کی کوشش
کی تو اسے اپنے اردگرد ایسی لہروں کا احساس ہوا جو انتہائی
گرم تھیں اور ناگ کا سرخ جسم جلنے لگتا تھا وہ بے بس
اور مجبور ہوکر وہیں کنڈلی مار کر بیٹھ گیا۔ اب مکار

سہاک نے ناگ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال
اور رعب سے کہا

" ناگ دیوتا! اب تم میرے غلام ہو۔ تم میری
کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتے۔ اگر تم نے میری
کے بغیر ادھر اُدھر جانے کی کوشش کی تو میرے منتر
گرم شعاعیں تمہیں جلا کر راکھ کر دیں گی۔

یہ الفاظ سہاک نے سانپوں کی زبان میں بولے تھے
نے کہا۔

" مہاراج! میں آپ کا غلام ہوں آپ جو کہیں
میں وہی کروں گا"

ناگ کو محسوس ہوا کہ اس کی اپنی قوت ارادی ختم ہو
ہے اور وہ اپنے آپ بول رہا ہے۔ وہ پوری طرح
سہاک کی قید میں جکڑا جا چکا تھا۔ سہاک سپیرے
سرخ سانپ یعنی ناگ کو اٹھا کر ایک تھیلی میں ڈالا
اپنے ڈیرے میں آگیا۔ دوپہر کے بعد وہ ناگ کو
میں بند کر کے شہر سے باہر ایک ویران کھنڈر
لے گیا۔

اسے نکال کر اپنے سامنے رکھا اور بولا۔

" ناگ دیوتا! یہ کھنڈر کسی راجہ کا پرانا محل ہے جوگ

کہتے ہیں کہ یہاں راجہ کا خزانہ دفن ہے۔ جاؤ اور
کرکے آؤ خزانہ یہاں کس جگہ پر دبا ہوا ہے۔ یاد ر
تم میری اجازت کے بغیر اگر ادھر ادھر ہوگئے تو میر
منتر کی شعاعیں تمہیں جلا کر بھسم کر دیں گی۔

ناگ اپنے آپ سرخ سانپ کی شکل میں کھنڈر
پتھروں میں گھس گیا۔ اس نے زمین کو جگہ جگہ سونگھا
کیا۔ ایک جگہ اسے قیمتی موتیوں اور سونے کے زیوروں
خاص بُو آئی۔ اس نے واپس آکر سہاک کو بتایا کہ را
کا خزانہ سوکھی ہوئی باولی کے نیچے دفن ہے۔ سہاک
خوش ہوا۔ اس نے اس جگہ نشان لگا دیا اور واپس
کوٹھڑی میں آگیا۔

آدھی رات کو سہاک نے ایک بوری اور کدال اٹھا
اور کھنڈر میں آکر سوکھی باولی کی زمین کھودنے لگا۔

تھوڑی سی زمین کھودنے کے بعد نیچے ایک پتھ
کی سِل نکلی۔ سِل کو ہٹایا تو نیچے ایک گول دیگ
بند دفن تھی اور ایک سانپ اس دیگ کی حفاظت
کر رہا تھا۔ مگر سہاک ایک تجربہ کار سپیرا تھا۔ اس ک
سارے منتر آتے تھے اس نے ایسا منتر پڑھا کہ خزا
کا سانپ وہاں سے بھاگ گیا۔ سہاک نے دیگ

کلا تو خوشی سے اچھل پڑا۔
دیگ سونے کے قیمتی زیورات اور ہیرے موتیوں کے
ہاروں سے بھری ہوئی تھی۔ سہاک نے آدھا خزانہ
ری میں بھرلیا۔ باقی وہیں رہنے دیا اور اوپر سے مٹی
پتھر جما دیئے۔ اس نے باقی ساری رات وہیں کھنڈر میں
ی۔ ناگ کو اس نے تھیلی میں رکھ لیا تھا۔ رات کو شہر
اخل ہونے پر سپاہی اس کی بوری تلاشی لے سکتے
دن کے وقت دروازے کے دربان کسی مسافر کی
نہیں لیتے تھے۔

چنانچہ جب دن نکلا تو سہاک سپیرے نے بوری میں
اس پھونس ڈالی اور سر پہ رکھ کر شہر کی طرف چلا گیا۔
شہر کے دروازے پر دربان کھڑا تھا۔ مگر اس نے بوری
ی نہ لی۔ ویسے بھی اسے بوری سے گھاس باہر نکلا نظر
تھا۔ اسے کیا خبر تھی کہ اس گھاس کے نیچے بے حد
موتی اور زیورات چھپے ہوئے ہیں۔ مکّار سہاک
ایک جوہری کے پاس سارے قیمتی زیور اور ہیرے
ات فروخت کرکے شہر کے کنارے پرندی کے
ے ایک شاندار حویلی خرید لی۔ اس نے دیگ کا
را خزانہ بھی نکال لیا تھا۔

ناگ کو سہاگ نے اپنی حویلی کے تہہ خانے میں
کی ہانڈی میں ڈال کر بند کر دیا ہوا تھا۔ اب وہ بڑ[illegible]
ٹھاٹھ کی زندگی بسر کرنے لگا تھا۔ اس نے کئی ایک
چاکر اور کنیزیں رکھ لی تھیں اور بڑی شان
رہتا تھا۔

اس واقعے کے ایک مہینے کے بعد عنبر اور ماریا
میں داخل ہو گئے۔ اس وقت تک ماریا غیبی حال[illegible]
میں نہیں تھی بلکہ زندہ لڑکی کی شکل میں تھی۔ ابھی
پر سے طلسم کا اثر نہیں اترا تھا۔ عنبر کی پوری طاقت
واپس آ چکی تھی۔ شہر میں داخل ہوتے ہی عنبر اور
کو ناگ کی خوشبو آگئی۔ وہ بڑے خوش ہوئے۔

"عنبر بھائی! ناگ اسی شہر میں ہے!"

ماریا نے خوشی سے کہا۔ انہوں نے ناگ کی خوش[illegible]
لیتے ہوئے شہر میں چلنا شروع کر دیا۔ مگر حیرانی کی بات
تھی کہ ناگ کی خوشبو ہر جگہ ایک جیسی تھی۔ ایسا نہیں
خوشبو کسی جگہ تیز ہو جاتی ہو تاکہ انہیں پتہ چل سکے کہ
اسی جگہ ہوگا۔ اب شہر میں ہر جگہ چونکہ ایک جیسی
خوشبو تھی اس لئے عنبر اور ماریا یہ سراغ نہیں لگا سکتے

[illegible] ناگ کس جگہ پر ہو سکتا ہے خوشبو بھی ہلکی تھی۔

عنبر نے کہا۔

"ماریا! ایک بات تو ثابت ہو گئی ہے کہ ناگ
اسی شہر میں ہے اب اسے تلاش کرنا
باقی ہے"

ماریا نے کہا

"میرے خیال میں وہ ضرور کسی مشکل
میں پھنسا ہوا ہے"

عنبر بولا

"ایک جیسی خوشبو صرف ایک ہی صورت میں
آ سکتی ہے کہ ناگ زمین کے اندر ہو اور اس
کی شکل سانپ کی ہو چکی ہو اور اس کی طاقت
چھین لی گئی ہو"

یہ عنبر نے اپنے تجربے کی وجہ سے کہا تھا۔ اس سے
پہلے بھی ایسا ہو چکا تھا۔

ماریا بولی۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہمیں اس شہر [illegible]

مکانوں کے تہہ خانوں کو تلاش کرنا پڑے گا؟ اور پھر ناگ
کو یہاں کس نے اس مشکل میں ڈالا ہوگا؟ ایسا آدمی
کون ہو سکتا ہے؟"
عنبر نے کہا۔

"یہ کام کوئی ایسا آدمی ہی کر سکتا ہے جس
کو پتہ چل گیا ہو کہ ناگ اصل میں سانپ ہے اور
یہ کام یا تو کوئی جادوگر کاہن کر سکتا ہے اور یا پھر
کوئی سپیرا ہی کر سکتا ہے"
ماریا بولی۔

"تو پھر ہمیں اس شہر کے سپیروں اور کاہنوں
کا کھوج لگانا چاہیئے اور ان سے پوچھ گچھ کرنی
چاہیئے"
عنبر نے ہنس کر کہا۔

"جس سپیرے یا جادوگر کاہن نے ناگ
کو اپنے قبضے میں کیا ہوگا وہ اتنا احمق نہیں ہو
سکتا کہ ہمیں ناگ کے بارے میں بتا دے
بلکہ وہ الٹا ہم پر بھی جادو کر سکتا ہے"
"تو کیا ہم ناگ کی تلاش چھوڑ دیں۔" ماریا
نے کہا۔

عنبر بولا
"ایسی بات نہیں ہے ہم ناگ کو ہر حالات میں
تلاش کرنے کی کوشش کریں گے مگر بڑی احتیاط کے
ساتھ ابھی تو ہمیں چل کر کسی سرائے میں ٹھہرنا چاہیئے۔
سرائے کو تلاش کرتے کرتے عنبر اور ماریا اسی کنوئیں
والی سرائے میں آگئے جہاں ناگ ٹھہرا تھا۔ اس سرائے
میں عنبر ماریا کو ناگ کی تیز خوشبو محسوس ہوئی۔
"عنبر! ناگ کی خوشبو یہاں تیز ہوگئی ہے"
"ہاں" عنبر نے کہا۔ "میں بھی محسوس کر رہا ہوں"
انہوں نے سرائے کی ایک کوٹھڑی کرائے پر لے لی اور
پھر ناگ کی خوشبو لیتے ایک کوٹھڑی میں پہنچ گئے۔ کوٹھڑی
خالی پڑی تھی۔ اس کوٹھڑی کی دیواروں میں سے ابھی تک
ناگ کی خوشبو آرہی تھی۔ یہ وہی کوٹھڑی تھی جہاں ناگ ٹھہرا
تھا۔ عنبر نے سرائے کے مالک کے پاس جاکر پوچھا
کہ اس کوٹھڑی میں پہلے کون آکر اترا تھا؟
سرائے کا مالک بولا۔
"بھائی یہاں تو مسافر آتے جاتے ہی رہتے
ہیں اب کس کس کا تمہیں بتاؤں؟"

" تمہیں یاد ہے کہ کبھی یہاں سانولے رنگ کا ایک نوجوان مسافر ٹھہرا ہو؟"

سرائے کا مالک گنجے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

" ارے بھائی! یہاں تو کئی سانولے رنگ کے مسافر آتے اور چلے گئے۔ اب تم میرا سر نہ کھاؤ۔ یہ میرے دھندے کا وقت ہے"

عنبر واپس ماریا کے پاس آگیا اور بولا

" سرائے والے نے ناگ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا مگر اس کی خوشبو اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اس کوٹھڑی میں ٹھہرا تھا۔

ماریا نے کہا

" ٹھیک ہے کل سے شہر میں ناگ کی تلاش کا کام شروع کر دیں گے۔

دوسرے روز عنبر اور ماریا سرائے سے نکل کھڑے ہوئے۔

عنبر نے ماریا سے کہا

" میں ندی والے شہر کے علاقے میں جاتا ہوں تم راجہ کے محل والے علاقے کی طرف نکل جاؤ۔ شام کو واپس سرائے میں آکر اپنی اپنی

رپورٹ پیش کریں گے"

عنبر ندی والے علاقے کی طرف اور ماریا راجہ کے شاہی محل والے شہر کے علاقے کی جانب نکل گئی۔ ماریا کی پوزیشن اب یہ تھی کہ وہ غائب نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کا لباس اگرچہ معمولی تھا مگر چونکہ وہ بہت خوبصورت تھی۔ آنکھیں نیلی اور بال سنہری تھے اس لئے ہر کوئی اس کی طرف دیکھتا تھا۔ ماریا ایک عام عورت کی طرح کمزور تھی۔ اب اس میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ اکیلی کسی ایک مرد کا مقابلہ کر سکتی۔ چنانچہ وہ بڑی احتیاط سے چل رہی تھی۔ اسے بار بار خیال آتا کہ کاش اس کی کھوئی ہوئی طاقت اسے دوبارہ واپس مل جائے۔

اتفاق سے اس روز شہر کے باہر ٹھگوں کا ایک گروہ جنگل میں آکر چھپ گیا تھا اور انہوں نے اپنے دو جاسوس ٹھگ شہر میں بھیجے تھے کہ جا کر پتہ کریں شہر میں کہاں کہاں دولت مند لوگوں کے مکان ہیں۔ یہ ٹھگ رات کو لوگوں کے گھروں میں ڈاکہ ڈال کر ان کی دولت لوٹ لے جاتے تھے۔ یہ بچوں اور لڑکیوں کو اغواء کر کے بھی بیچ دیتے تھے۔

جس وقت ماریا شہر کے ایک بازار میں سے ناگ کی

خوشبو لیتی گزر رہی تھی تو اتفاق سے دونوں
ٹھگ بھی اسی بازار میں سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے جاسوس
جوگیوں کا بھیس بدل رکھا تھا۔ ایک گورو بنا ہوا تھا
اور دوسرا اس کا چیلا بن کر ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ ایک
ٹھگ کی نگاہ ماریا پر پڑی تو اس نے دوسرے ٹھگ
سے کہا

" اسے ادھر دیکھو۔ کتنی خوبصورت لڑکی جا رہی
ہے بھگوان قسم اگر اسے کسی طرح اٹھا کر اپنے سردار
کے پاس لے جائیں تو وہ ہمیں بڑا انعام دے گا۔
دوسرے ٹھگ نے بھی ماریا کو دیکھا تو بولا۔

" یار سچ مچ یہ تو آکاش کی دیوی معلوم ہوتی
ہے۔ نیلی آنکھیں سنہری بال۔ سردار تو اسے کسی راجہ
کے پاس بیچ کر بہت بڑا انعام حاصل کر سکتا ہے۔"
پہلا ٹھگ بولا۔

" تو پھر اس کا پیچھا کرتے ہیں کہ یہ پری
کس جگہ رہتی ہے۔"
انہوں نے کچھ فاصلہ رکھ کر ماریا کا پیچھا کرنا شروع
کر دیا۔
ماریا شہر کے گلی کوچوں میں گھوم گھام کر ایک درخت

کے نیچے آکر بیٹھ گئی۔ دونوں ٹھگ بھی ایک جگہ
رک کر اسے دیکھنے لگے۔ ایک ٹھگ نے کہا

" یار یہ تو اس شہر میں اجنبی لگتی ہے معلوم
ہوتا ہے کہ اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ چلو اس
سے بات کرتے ہیں اور موقع ملا تو بے ہوشی کی دوائی
سنگھا کر اسے اٹھا کر لے جائیں گے۔
بے ہوشی کا سفوف یہ ٹھگ لوگ ہر وقت اپنے پاس
رکھتے تھے۔ دونوں ٹھگ ماریا کے پاس آگئے۔ ماریا نے
دو جوگیوں کو دیکھا تو سوچا کہ انہیں ضرور یہاں کے سپیروں
کے بارے میں علم ہوگا۔ بڑے ٹھگ نے ماریا کی
طرف دیکھ کر اپنا ترشول لہرا کر کہا

" او الکھ نرنجن! بچہ تو کون ہے اور یہاں کیوں
اداس بیٹھی ہے؟
ماریا نے کہا۔

" مہاراج! میرا ایک بھائی سپیروں کے
ساتھ اس شہر میں داخل ہوا تھا۔ اب نہ جانے کہاں
کھو گیا ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس شہر
کے سپیرے کہاں رہتے ہیں؟"
ٹھگ دل میں بڑا خوش ہوا کہ ماریا تو اپنے

آپ جال میں پھنس رہی ہے۔ دونوں ٹھگ ماریا
کے پاس بیٹھ گئے۔ بڑے ٹھگ نے کہا
" بیٹی! اس شہر میں سپیروں کا ایک ہی ڈیرہ
ہے جو اس سامنے والے شمشان کے پیچھے ہے
وہ لوگ میرے دوست ہیں۔ آؤ ان کے پاس
چل کر تمہارے بھائی کو تلاش کرتے ہیں"
ماریا بڑی خوش ہوئی کہ اسے سپیروں کے ڈیرے کا
سراغ مل گیا تھا۔ وہ دونوں ٹھگ جوگیوں کے ساتھ
چل پڑی۔ ٹھگ اسے شمشان بھومی کی دیوار کے پیچھے
لے گئے۔ یہاں مُردوں کو جلانے والوں نے ایک
کوٹھڑی بنا رکھی تھی اس کوٹھڑی میں وہ لوگ لکڑیاں وغیرہ
رکھتے تھے۔

بڑے ٹھگ نے کوٹھڑی کی طرف اشارہ کر کے کہا
" بیٹی اس کوٹھڑی میں سپیروں کا سردار رہتا
ہے چلو ہم تمہیں اس سے ملاتے ہیں"
ماریا کچھ ہچکچائی مگر ناگ کو تلاش کرنے کے شوق
میں وہ جوگی کے ساتھ کوٹھڑی کی طرف چلنے لگی۔ بڑے
ٹھگ نے اس عرصے میں بے ہوشی کا سفوف تھیلے
سے نکال کر اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ کوٹھڑی کھلی

تھی۔ جونہی ماریا چھوٹے جوگی کے ساتھ کوٹھڑی میں
داخل ہوئی پیچھے سے بڑے ٹھگ نے ماریا کو
جکڑ کر نیچے گرا لیا۔ ماریا نے چیخ ماری۔ تلملائی مگر اس
دوران طاقتور ٹھگ اس کے ناک میں بے ہوشی کا
سفوف ڈال چکا تھا۔ سفوف اتنا تیز تھا کہ ماریا اسے
سونگھتے ہی بے ہوش ہوگئی۔
"اب اسے یہاں سے نکالیں گے کیسے یار؟"
" فکر نہ کرو۔ اسے ہم بوری میں ڈال کر
لے جائیں گے"
انہوں نے وہیں کوٹھڑی میں پڑی ہوئی ایک بوری
نکال کر جھاڑی اور بے ہوش ماریا کو اس میں ڈال کر کاندھے
پر اٹھا لیا اور شہر کے دروازے کی طرف چلنے لگے دن
کا وقت تھا۔ اس وقت شہر میں آنے جانے والوں پر
کوئی پابندی نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ دونوں ٹھگ ماریا
کو شہر سے نکال لے جانے میں کامیاب ہوگئے۔
" یہ تو سونے کی کان ہمارے ہاتھ لگ گئی
ہے یہاں سے فوراً اپنے اڈے پر پہنچو۔ اس
کو ہوش آگیا تو شور مچا دے گی"
ٹھگوں نے اپنا بوریا بستر اٹھایا

ہوئے اور بے ہوش ماریا کو لے کر اپنے اڈے کی
طرف روانہ ہو گئے۔

ان ٹھگوں نے جنگل میں ایک جگہ پہاڑ کے اندر
سرنگ میں اپنا ٹھکانہ بنا رکھا تھا اس غار کا منہ ہر وقت
ایک پتھر کی بھاری سِل سے بند رہتا تھا۔ ٹھگ ایک
جگہ خفیہ راستے سے غار میں داخل ہوتے تھے۔ جو کوئی
ادھر آتا وہ یہی سمجھتا کہ پہاڑ میں کوئی غار نہیں ہے۔
کیونکہ ٹھگوں نے اس کے قدرتی دروازے پر پتھر کی
بھاری سِل لگا کر اردگرد جھاڑیاں اُگا رکھی تھیں۔ یہ ٹھگ
ایک عرصہ سے یہاں رہ کر اپنا مکروہ دھندا کرتے تھے۔
اس غار میں انہوں نے لوٹ مار کا کافی مال جمع کر رکھا
تھا۔ گھوڑوں کو وہ جنگل میں دور ایک جگہ ندی کنارے
باندھ دیا کرتے تھے۔

غار میں داخل ہونے کے تھوڑی دیر بعد ماریا کو
ہوش آ گیا۔

ماریا کی بپتا

ٹھگوں کا سردار بڑا خطرناک آدمی تھا
وہ عورتوں اور بچوں کو اغوا کر کے آگے فروخت
کرنے میں بڑا ماہر تھا۔ وہ اب تک کتنے ہی بچوں اور
عورتوں کو اٹھا کر فروخت کر چکا تھا۔ اس کے پاس
ایک ایسی بوٹی کا سفوف تھا۔ جس کو پلا دینے سے
دو مہینے کے لئے انسان اپنی یادداشت بھول جاتا تھا۔
دو ماہ تک اغوا کیا ہوا بچہ یا عورت اپنے کسی رشتہ دار
یا ماں باپ کو نہیں پہچان سکتی تھی۔ بلکہ ٹھگوں کو ہی اپنا
بھائی سمجھنے لگتی تھی۔

ٹھگوں کے سردار نے فوراً بوٹی کا سفوف پانی میں ملا کر
بے ہوش ماریا کو پلا دیا۔ شام کے وقت ماریا کو ہوش
آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک غار میں پڑی ہے اس
پر دوائی کا اثر تھا۔ وہ اپنی یادداشت بھول چکی تھی

اس کے سامنے چراغ کی روشنی میں چار ٹھگ بیٹھے
اسے دیکھ رہے تھے۔ ان میں ٹھگوں کا سردار بھی تھا۔
ماریا ان کی طرف دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔
"میرے بھائیو! مجھے پیاس لگی ہے،،
ٹھگوں کا سردار مسکرا کر اپنی خفیہ زبان میں بولا۔
"دوستو! دوائی نے ٹھیک کام کیا ہے۔ اب یہ
لڑکی ہمیں ہی اپنے رشتہ دار اور بھائی سمجھے گی،،
پھر اس نے وہاں کی سنسکرت زبان میں کہا
"ہماری بچی کو پانی پلاؤ،،
ماریا کو ٹھنڈا پانی پلایا گیا اور پھر اس کے آگے پھل
اور روٹیاں لاکر رکھ دی گئیں۔ جنہیں ماریا بڑے شوق سے
کھانے لگی تھی کہ یہی لوگ اس کے بھائی ہیں۔
دوسری طرف شام کے بعد بھی جب ماریا نہ آئی تو
عنبر کو فکر ہوئی۔ وہ سرائے سے باہر نکلا تو اس نے
محسوس کیا کہ فضا میں ماریا کی خوشبو بالکل نہیں ہے یہ
اس یادداشت بھلانے والی دوائی کا اثر تھا۔ جس نے
ماریا کی یادداشت گم کرنے کے ساتھ ساتھ اس
کے جسم سے اٹھنے والی خوشبو کو بھی پراگندہ کر دیا تھا۔
اب یہ خوشبو خالص نہیں تھی بلکہ اس میں ملاوٹ ہو

ئی تھی۔
عنبر تو پریشان ہو گیا۔ فضا میں ناگ کی خوشبو اسی
رح تھی۔ وہ شہر میں ماریا کی تلاش کو نکل کھڑا ہوا۔ رات
ئے تک وہ جگہ جگہ ماریا کو تلاش کرتا پھرا مگر اس کا
ئی سراغ نہ ملا۔ سرائے میں واپس آکر وہ سوچ میں
ب گیا کہ ماریا کہاں گم ہو گئی۔ یہی سوچتے سوچتے
ن چڑھ آیا۔
ایک بار پھر اس نے شہر میں ماریا کی تلاش شروع کر دی
ٹھگوں کے سردار نے دو دن اپنی کمین گاہ میں انتظار کیا۔
دوران اس نے اپنا ایک آدمی شاہی محل کی طرف روانہ
دیا جس نے شاہی دربار کے ایک پروہت سے ماریا
بارے میں بات کی۔ یہ پروہت ان ٹھگوں کے
ھ ملا ہوا تھا اور ان سے اپنی کمیشن وصول کیا کرتا تھا۔
ب اسے معلوم ہوا کہ ٹھگوں کے سردار کے پاس ایک
ت ہی حسین لڑکی ہے اور وہ اسے راجہ کے حضور
ش کرنا چاہتا ہے تو اس نے پیغام بھجوایا کہ میں
کی کو راجہ کے حضور پیش کر دوں گا مگر جو انعام ملے
اس کا آدھا حصہ وصول کروں گا۔
ٹھگوں کے سردار نے یہ شرط مان لی۔

چنانچہ تیسرے دن ٹھگوں کا سردار ماریا کو نئے کپڑے
پہنا کر ایک پالکی میں سوار کروا کر خود شاہی پروہت کے
مکان پر آگیا۔ شاہی پروہت راجہ کا بہت منہ چڑھا
تھا۔ اس نے راجہ سے پہلے ہی سے بات کر رکھی
کہ اس ایک بھائی راجہ کے حضور پیش کرنے کے
ملک کافرستان سے ایک حسین ترین کنیز لا رہا ہے۔

شاہی پروہت نے ماریا کو دیکھا تو اس کی خوبصورتی
دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس نے ٹھگوں کے سردار کو
حویلی میں ٹھہرایا۔ ماریا پر دوائی کا اثر تھا چنانچہ اسے
کچھ خبر نہیں تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے وہ بڑی
خوش تھی اور ٹھگوں کے سردار کو بھائی بھائی کہہ کر بلاتی

دوسرے روز شاہی پروہت نے راجہ کے حضور ماریا
پیش کیا اور کہا

" مہاراج! یہ کافرستان کی پری ہے۔ میرا بھائی
اسے آپ کی خدمت کے لئے لایا ہے اسے قبول
فرمائیں"

راجہ بھی ماریا کے حسن سے بڑا متاثر ہوا۔ اس نے کہا
" پروہت جی! یہ تو آکاش کی دیوی ہے:
اسے اپنے شاہی محل کی خاص کنیز کا درجہ دیتے ہیں"

راجہ نے پروہت کو موتیوں کا تھال بھر کر دیا اور ماریا
یہ کہہ کر بوڑھی اور تجربہ کار کنیز کے حوالے کر دیا کہ آج
سے اس کا نام دیوی ہوگا۔

ٹھگوں کے سردار نے اپنے حصے کا آدھا انعام وصول کیا
اور شہر سے نکل گیا۔ ماریا راجہ کے شاہی محل میں آگئی۔
محل کے اندر چڑیا بھی نہیں پھٹک سکتی تھی۔ چاروں
طرف اونچی دیوار تھی۔ جس پر سپاہی پہرہ دیتے تھے
محل کے بڑے دروازے پر بھی سخت پہرہ رہتا تھا۔

عنبر عجیب مشکل میں پھنس گیا تھا۔ شہر کی فضا میں
ماریا کی خوشبو نہیں تھی وہ اسے کہیں نہیں ملی تھی۔ مگر
ناگ کی خوشبو برابر آرہی تھی۔ وہ اس شہر کو چھوڑ کر
نہیں جا سکتا تھا۔

اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ناگ اور ماریا کو حاصل کئے
بغیر وہاں سے ہرگز نہیں جائے گا۔ اب وہ خود شہر میں
سپیرے کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ شہر میں اسے
کوئی بھی سپیرا نظر نہ آیا۔ اسی طرح دس بارہ روز گذر گئے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ شہر میں افواہ پھیل گئی کہ راجہ کی
رانی سخت بیمار ہے۔ حکیم اور وید اس کا علاج کرنے میں
ناکام رہے ہیں۔ اور رانی بس مرنے ہی والی ہے۔

عنبر جڑی بوٹیوں کا ماہر تھا۔ اس کے دل میں رانی کے
لئے بڑی ہمدردی پیدا ہوگئی۔ اس نے سوچا کہ رانی کا علاج
کرنا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے۔ وہیں سے ناگ اور ماریا کا
کوئی سراغ مل جائے۔

عنبر سیدھا راجہ کے محل کے دروازے پہ جا پہنچا۔ اس
نے دربان سے کہا کہ وہ جڑی بوٹیوں کا ماہر حکیم ہے اور
رانی صاحبہ کی بیماری کا علاج کر سکتا ہے۔ دربان نے وزیر
خاص کو اطلاع کی۔ وزیر خاص نے راجہ سے بات کی۔
راجہ تو رانی کی بیماری سے پریشان تھا۔ اس نے فوراً
عنبر کو بلا لیا اور کہا

"تم کون ہو اور کس طرح میری رانی کا علاج کرو گے؟"
عنبر بولا۔

"مہاراج! میں جڑی بوٹیوں کا ماہر حکیم ہوں اور اس
شہر میں ایک مسافر ہوں۔ رانی صاحبہ کی بیماری کا سن
کر ان کا علاج کرنے حاضر ہوا ہوں۔ مجھے رانی صاحبہ کو
ایک نظر دیکھنے کی اجازت عطا فرمائی جائے۔"

راجہ عنبر کو ساتھ لے کر رانی کے کمرے میں آ گیا۔
یہاں رانی ایک پلنگ پر لیٹی تھی دو کنیزیں اس کے
سرہانے کھڑی مور پنکھا ہلا رہی تھیں۔ رانی کا چہرہ زرد
تھا۔ آنکھوں میں حلقے پڑ گئے تھے۔ جسم نڈھال اور کمزور
تھا۔ عنبر نے رانی کی نبض دیکھی۔ نبض ڈوب رہی تھی
عنبر نے رانی کی آنکھوں کو غور سے دیکھا اور سمجھ گیا کہ
اس بیماری کا کیا علاج ہے اس نے راجہ سے کہا۔

"مہاراج! مجھے اسی وقت بھوج پتر، نیل کنٹھ
کا جگر اور کنول پھول کا ایک ڈنٹھل منگوا کر دیا
جائے۔"

شاہی محل میں کسی چیز کی کمی تھی۔ فوراً یہ چیزیں حاضر کر
دی گئیں۔ عنبر نے ان سب کو سِل پر پسوا کر اس کا سفوف
بنایا اور رانی کو اس کی ایک خوراک پلائی۔ چند لمحوں میں
ہی رانی کے چہرے کا رنگ پھر گیا۔ زردی دور ہو گئی۔
جسم میں سرخ خون گردش کرنے لگا۔

راجہ بے حد خوش ہوا۔ اس نے عنبر سے کہا

"بیٹا تمہاری دوا نے تو کمال کر دکھایا۔ ہم
تمہیں منہ مانگا انعام دیں گے۔"

عنبر بولا۔

"مہاراج مجھے انعام کا لالچ نہیں ہے۔ میں تو
محض انسانی ہمدردی کے جذبے سے علاج کر رہا
ہوں۔ مگر ابھی رانی صاحبہ پوری طرح سے ٹھیک

نہیں ہوئیں"
راجہ بولا۔

" تو کیا ابھی ہماری رانی کی زندگی خطرے میں ہے ؟"

عنبر نے کہا

" نہیں مہاراج۔ زندگی خطرے سے باہر ہے مگر ان کے گلے میں کسی بن بیاہی لڑکی کے سنہری بالوں کی ایک لٹ باندھنا بہت ضروری ہے اگر محل میں کسی کنواری لڑکی کے سنہری بال ہوں تو اس کی ایک لٹ چاہیئے۔"

راجہ کو فوراً دیوی کا خیال آگیا۔ اس نے حکم دیا۔

" ہماری خاص کنیز دیوی کو فوراً حاضر کیا جائے اس کے بال سنہری ہیں۔"

اسی وقت دیوی یعنی ماریا کو حاضر کر دیا گیا۔ ماریا کو دیکھتے ہی عنبر چونک اٹھا۔ مگر اس نے انتہائی ضبط و تحمل اور عقلمندی سے کام لیا۔ وہ سمجھ گیا کہ کسی نے ماریا کو اغواء کر کے شاہی محل میں پہنچا دیا ہے۔ اب اسے ہوشیاری سے کام لینا تھا۔ کیونکہ راجہ اس سے کہہ چکا تھا کہ وہ اسے منہ مانگا انعام دے گا مگر عنبر کو ایک بات پہ سخت حیرت ہوئی کہ ماریا نے عنبر کی طرف دیکھ کر کسی قسم کے ردعمل یا اشتیاق کا اظہار نہیں کیا تھا۔ وہ اس کی طرف یونہی خالی خالی اور اجنبی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

راجہ نے عنبر سے کہا

" بیٹا یہ ہماری کنیز خاص دیوی ہے۔ اس کے بالوں کی ایک لٹ اپنے ہاتھ سے کاٹ کر اسے ہماری رانی کے گلے میں لٹکا دو۔ تاکہ ہماری رانی صحت یاب ہو سکے۔"

عنبر نے خنجر لیا اور ماریا کے قریب جا کر اس کے بالوں کی لٹ تھام کر سرگوشی میں بولا

" ماریا! تمہیں کیا ہو گیا ہے تم نے مجھے پہچانا نہیں"

ماریا نے غصے میں کہا

" مجھے نہیں معلوم تم کون ہو۔ خبردار جو مجھے ہاتھ لگایا"

عنبر پیچھے ہٹ گیا۔ راجہ نے بڑی شفقت سے کہا

" دیوی! رانی صاحبہ کی صحت یابی کے لئے تمہارے سنہری بالوں کی ایک لٹ چاہیئے

کوٹے لینے دو"
ماریا نے کہا
" مہاراج ! رانی صاحبہ کے لئے تو میری جان
بھی حاضر ہے"
اور ماریا نے اپنے بالوں کو آگے بڑھاتے ہوئے
عنبر سے کہا
" کاٹ لو حکیم جی"
عنبر شش و پنج میں پڑ گیا کہ یہ ماریا کو کیا ہو گیا ہے!
کہیں اسے کچھ پلا تو نہیں دیا گیا؟ یا اس پر کوئی طلسم تو
نہیں کر دیا گیا؟ بہرحال عنبر کو ماریا مل گئی تھی۔ اسے
اس بات کی بے حد خوشی تھی۔ اس نے ماریا کے بالوں
کی ایک لٹ کاٹ لی۔ بالوں کی لٹ کو ایک سفید رومال
میں باندھا اور رانی کے گلے میں لٹکا دیا۔
" مہاراج ! کل تک رانی صاحبہ بالکل بھلی چنگی
ہوں گی"
راجہ نے اپنے گلے سے موتیوں کی مالا اتار کر عنبر
کے گلے میں ڈال دی اور کہا
" بیٹا تم حکیم بھی ہو مگر نوجوان ہو۔ ہم اپنے وعدے
پر قائم ہیں۔ ہم تمہیں منہ مانگا انعام دیں گے۔ مانگو

کیا مانگتے ہو؟"
عنبر اسی موقع کی انتظار میں تھا۔ اس نے کہا
مہاراج! اگر آپ نے قول دیا ہے تو پھر میں آپ
سے اس سنہری بالوں والی کنیز کو مانگتا ہوں۔ یہ کنیز
دیوی مجھے بخش دی جائے۔
راجہ نے مسکراتے ہوئے کہا
" بیٹا! مجھے دیوی کنیز تمہیں بخش دینے میں
کوئی عذر نہیں۔ میں اپنا قول پورا کرنے کو تیار ہوں
مگر ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ اس کے لئے کنیز
کی مرضی معلوم کرنا ضروری ہوتی ہے۔ اگر کنیز یہ کہہ
دے کہ وہ تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہے تو ہمیں
کوئی اعتراض نہیں ہوگا لیکن اگر کنیز تمہارے ساتھ
جانے پر راضی نہ ہوئی تو پھر وہ تمہارے حوالے
نہیں کی جائے گی۔
عنبر تو چکر میں پڑ گیا۔ ماریا اس کی طرف اجنبی
نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ عنبر کو یقین تھا۔ کہ
ماریا انکار نہیں کرے گی۔ اس نے کہا
" دیوی سے پوچھ لیا جائے مہاراج"
راجہ نے دیوی سے پوچھا

دیوی! کیا تم اس نوجوان حکیم کے ساتھ جانے
کو تیار ہو؟"

ماریا تو عنبر کو پہچان ہی نہیں رہی تھی۔ اس نے
کانوں پر ہاتھ لگا کر کہا

"ہرگز نہیں مہاراج! میں اس کے ساتھ نہیں جانا
چاہتی۔ مجھے آپ اپنے قدموں میں ہی رہنے دیں"

راجہ نے اب عنبر کی طرف دیکھا اور کہا

"بیٹا! تم نے سن لیا کہ ہماری کنیز دیوی
تمہارے ساتھ جانے پر راضی نہیں ہے۔ ہم
اسے مجبور نہیں کر سکتے۔ ہماری شرط تم نہیں
پوری کر سکے۔ اس لئے ہم اس کنیز کو تمہارے حوالے
نہیں کر سکتے ہاں اس کے سوا تم کوئی دوسرا
انعام ہم سے مانگ سکتے ہو"

عنبر سمجھ گیا تھا کہ ماریا پر کسی طلسم کا اثر ہے۔
وہ اس کے قریب رہ کر اس کے طلسم کو سمجھ سکتا تھا
اور اس کا علاج کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے کہا

"مہاراج! اگر یہ کنیز میرے پاس نہیں آتی تو
کوئی بات نہیں۔ پھر مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ
کے محل میں درباری حکیم بن کر رہ سکوں"

راجہ بولا

"اس سے تو ہمیں بڑی خوشی ہوگی۔ تم بڑے
شوق سے ہمارے درباری حکیم بن کر ہمارے محل
میں رہ سکتے ہو"

ماریا چلی گئی۔ عنبر کو شاہی محل میں ایک مہمان خانہ
عطا کر دیا گیا۔ عنبر کی یہ ڈیوٹی تھی کہ دن میں ایک بار
رانی اور راجہ کا آکر معائنہ کرتا۔ رانی دیکھتے ہی دیکھتے
صحت مند ہو گئی۔ راجہ عنبر سے بے حد خوش تھا۔ عنبر
پر محل میں کوئی پابندی نہیں تھی وہ جس وقت اور
جب چاہے راجہ سے ملاقات کر سکتا تھا۔ مگر عنبر کو
راجہ رانی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی وہ تو ماریا کے قریب
رہ کر اس کے طلسم کا کھوج لگا کر اس کا توڑ کرنا چاہتا تھا۔

مگر ماریا تو عنبر کے سائے سے بھاگتی تھی۔ محل کے
باغ میں جب عنبر ماریا کے قریب جانے کی کوشش کرتا
تو وہ بھاگ جاتی۔ ایک بار عنبر نے ماریا کو پکڑ لیا تو
ماریا نے اس کو دھکا دے کر غصے میں کہا

"میں راجہ سے تمہارے خلاف شکایت کروں گی"

عنبر نے کہا

"مجھے معاف کر دو دیوی۔ آئندہ میں تمہیں کبھی

کچھ نہیں کہوں گا،،

کیونکہ یہ کوئی اچھی بات نہیں تھی کہ راجہ کو پتہ چل جائے کہ عنبر نے محل کی کنیز کو پکڑا تھا۔ اب وہ ماریا کے قریب جانے کا کوئی دوسرا طریقہ سوچنے لگا۔

اس بات کا علم درباری پروہت کو بھی ہوگیا کہ جو عنبر نام کا نیا درباری حکیم آیا ہے وہ ماریا کے پیچھے لگا رہتا ہے۔ اسے فکر پڑ گئی کہ کہیں وہ اپنی کسی دوائی سے ماریا کی یادداشت واپس نہ لے آئے۔ یادداشت واپس آجانے سے ماریا راجہ کو بتا سکتی تھی کہ اسے ٹھگوں نے اغوا کیا تھا اور شاہی پروہت کے ذریعے اسے راجہ کے حضور پیش کیا تھا اور پروہت نے اپنی کمیشن وصول کی تھی۔

پروہت کے پاس ٹھگ سردار کی دی ہوئی یادداشت گم کر دینے والی دوا موجود تھی۔ اس نے بوڑھی کنیز سے ساز باز کر کے ماریا کو دو مہینے گزرنے سے دو دن پہلے ہی وہ دوا ایک بار پھر دھوکے سے پلا دی۔ اب وہ عنبر کے خلاف کوئی ایسی چال چلنا چاہتا تھا کہ جس کے نتیجے میں راجہ اس سے ناراض ہو کر اسے محل سے نکال دے

پروہت نے ایک سازش تیار کی۔ پروہت کو معلوم تھا کہ راجہ جادو طلسم کے سخت خلاف ہے اور ملک میں کسی کو جادو طلسم کی اجازت نہیں تھی۔ اگر یہ ثابت ہو جائے تو فلاں شخص جادوگر ہے اور دوسرے پر جادو کرتا ہے تو اسے موت کی سزا دی جاتی تھی۔

پروہت نے جادو ٹونہ کرنے کی چیزیں کسی طرح سے جمع کر کے انہیں عنبر کے مکان میں رکھوا دیا۔ یہ ساری چیزیں پروہت نے عنبر کے مکان کی پچھلی کوٹھڑی میں سامان کے نیچے چھپا کر رکھوائی تھیں۔ اب اس نے راجہ کے کان بھرے۔ وہ راجہ کے پاس گیا اور اسے کہا کہ شاہی حکیم عنبر چھپ چھپ کر راج پاٹ کے خلاف جادو ٹونہ کرتا ہے۔ راجہ تو پروہت کا منہ تکنے لگا۔

" نہیں پروہت جی! عنبر شاہی حکیم ہے وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ اس کو معلوم ہے کہ جادو کرنے والے کو ہم موت کی سزا سناتے ہیں۔،،

پروہت نے بڑی مکاری سے ہاتھ باندھ کر کہا

" مہاراج! مجھے بڑی پکی خبر ملی ہے کہ شاہی حکیم عنبر آپ کے خلاف جادو کر رہا ہے،،

راجہ نے کہا

" تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟،،

پروہت بولا۔

ثبوت یہ ہے کہ شاہی حکیم عنبر کے مکان کی تلاشی
لی جائے وہاں سے جادو کرنے کا سامان نکل آئے گا"
راجہ نے اسی وقت عنبر کے شاہی مکان پر چھاپہ
مارا۔ سپاہیوں کے ساتھ راجہ خود گیا۔ عنبر اپنے کمرے
میں ہی تھا۔ راجہ اور سپاہیوں کو آتے دیکھ کر وہ
باہر آگیا۔

"مہاراج! خیریت تو ہے۔ آپ کیسے تشریف
لائے مجھے حکم کرکے بلا لیا ہوتا"
راجہ نے کہا

"بات ہی ایسی تھی کہ ہمیں خود آنا پڑا۔ سنو!
ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے مکان میں ہمارے خلاف
جادو ٹونہ کرتے ہو۔ کیا یہ سچ ہے؟
عنبر نے کہا

"مہاراج! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں آپ
کے خلاف جادو ٹونہ کروں؟ یہ بات کسی
دشمن نے آپ کے کان میں ڈالی ہوگی"
راجہ نے کہا

"دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کرنے
کے لئے ہمیں تمہارے مکان کی تلاشی لینی ہوگی"

عنبر بولا۔
"مہاراج شوق سے تلاشی لیجئے۔ مجھے کوئی
اعتراض نہیں ہے"
عنبر بالکل مطمئن تھا۔ اسے پورا یقین تھا کہ اس کے
مکان میں کچھ بھی نہیں ہے راجہ نے سپاہیوں کو
حکم دیا کہ مکان کی ایک ایک جگہ کی تلاشی لی جائے۔
پروہت سپاہیوں کے ساتھ تھا۔ وہ ادھر ادھر کی تلاشی
لینے کے بعد سیدھا کوٹھڑی میں داخل ہو گیا اور جب
سپاہیوں کے ساتھ باہر نکلا تو بولا۔
"مہاراج ثبوت مل گیا ہے۔
سپاہیوں نے جادو کا سامان یعنی انسانی کھوپڑی، ہڈیاں
منکے، ترشول، رنگدار دھاگوں کی لٹیاں، تانبے کے بت
اور کوڑیاں کوٹھڑی سے برآمد کرکے راجہ کے آگے ڈال
دیں۔ اس زمانے میں ان ہی چیزوں کی مدد سے جادو
کیا جاتا تھا۔ راجہ کو تو حیران ہونا ہی تھا۔ عنبر بھی
دنگ رہ گیا۔ کیونکہ یہ سامان اس نے نہیں رکھا تھا۔
کسی نے رکھوا دیا تھا۔ اسے پروہت پر شک ہوا۔ مگر
سوال یہ تھا کہ پروہت نے ایسا کیوں کیا؟
راجہ آگ بگولا ہو کر بولا۔

"عنبر! ہمیں تم سے یہ امید نہیں تھی تم ہمارے خلاف بغاوت کر رہے تھے۔ جادو کے ذریعے ہماری سلطنت کا تختہ الٹنا چاہتے تھے۔ ہم تمہیں موت کی سزا دیتے ہیں"

راجہ نے اسی وقت اعلان کر دیا کہ شاہی حکیم عنبر کو تخت و تاج کے خلاف سازش اور جادو کرنے کے جرم میں صبح سورج نکلتے ہی شہر کے دروازے پر پھانسی دے کر اس کی لاش سارا دن دروازے میں لٹکائی رکھی جائے گی۔

عنبر نے اپنی بے گناہی میں کچھ کہنا چاہا مگر راجہ چلا گیا۔ سپاہیوں نے اسی وقت عنبر کو گرفتار کر لیا۔ عنبر وہاں سے ایک سیکنڈ میں فرار ہو سکتا تھا مگر وہ ماریا کو شاہی محل میں اور ناگ کو اس شہر میں چھوڑ کر وہاں سے فرار نہیں ہونا چاہتا تھا۔ کیونکہ ناگ کی خوشبو ابھی تک شہر کی فضا میں رچی ہوئی تھی۔

اس نے اپنی سزا کو قبول کر لیا۔ مگر وہ ابھی نہیں مر سکتا تھا۔ اس نے ایک ترکیب ذہن میں سوچی اور خاموشی سے سپاہیوں کے ساتھ شاہی محل کے قید خانے میں آ کر بیٹھ گیا۔ دوسرے دن اسے موت کی سزا دی جانے والی تھی۔ راتوں رات شہر کے بڑے دروازے پر پھانسی کی رسی لٹکا دی گئی۔ دن چڑھا تو عنبر کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے چھکڑے میں ڈال کر شہر کے بڑے دروازے پر لایا گیا۔

لوگوں کا ہجوم لگا ہوا تھا۔ عنبر کے گلے میں رسی کا پھندا ڈال کر اسے لٹکا دیا گیا۔ عنبر کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور وہ جھولنے لگا۔ اس کو کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔ مگر اس نے یہی ظاہر کیا جیسے وہ تڑپ رہا ہے اور پھر یوں ساکت ہو گیا جیسے مر گیا ہے

دن بھر عنبر دروازے میں لٹکا رہا۔ اس نے اپنے جسم کو پتھر بنا لیا تھا بھلا پتھر کو کیا تکلیف ہو سکتی ہے۔ جب سورج غروب ہو گیا تو راجہ کے حکم پر عنبر کی "لاش" کو دروازے پر سے اتار کر چھکڑے میں ڈالا گیا اور اسے شہر کے ایک ویران میدان میں گڑھا کھود کر دفن کر دیا گیا۔ عنبر زمین کے اندر دبا پڑا تھا۔

جب اس نے محسوس کیا کہ آدمیوں کے قدموں کی آوازیں زمین پر دور چلی گئی ہیں اور ہر طرف سناٹا چھا گیا ہے تو عنبر نے اندر سے مٹی پرے ہٹانی شروع کر دی وہ تھوڑی ہی دیر بعد زمین کے اندر سے

رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ اور شہر
کے مکانوں اور شاہی محل کی کھڑکیوں میں کہیں کہیں
روشنی ہو رہی تھی۔ عنبر اٹھ کر چلتا ہوا درختوں میں
آکر بیٹھ گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ رات گزر جائے اور پھر
شہر میں داخل ہو۔ کیونکہ رات کے وقت شہر کے دروازے
بند ہو جاتے اور وہاں پہرہ لگ جاتا تھا۔ عنبر نے
اس گڑھے کو مٹی سے دوبارہ بھر کر درست کر دیا تھا جس
میں اسے دفن کیا گیا تھا تاکہ کسی کو شک نہ ہو۔ پھر اس
نے سوچا کہ اگر وہ اس حلیے میں شہر میں داخل ہوا تو شاہی
محل کے لوگ اور پروہت اسے پہچان لے گا۔ اسے
اپنا حلیہ بدلنے کی ضرورت تھی۔

چنانچہ جب دن کی روشنی چاروں طرف پھیل گئی تو عنبر
دریا کی طرف نکل گیا جو کھیتوں سے دور بہتا تھا۔ یہاں ایک
چھوٹا سا گاؤں تھا جس میں ماہی گیر رہتے تھے۔ عنبر نے ایک
ماہی گیر کے ساتھ اپنے کپڑے بدلے۔ فقیروں کا تھیلا گلے
میں لٹکایا۔ ماتھے پر تلک لگایا اور ایک فقیر کا حلیہ
بنا کر شہر کی طرف چلا۔

وہ اب پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ اس نے اپنے بالوں
کا بھی جوڑا بنا کر اپنے سر کے اوپر باندھ لیا تھا جس طرح کہ
اس زمانے کے فقیروں کا رواج ہوا کرتا تھا۔ ہاتھ میں بانس
کی چھڑی پکڑ لی تھی۔ عنبر اس شہر میں رہ کر ماریا اور ناگ تک
پہنچنے کی کوئی ترکیب سوچنا چاہتا تھا۔ ناگ کی خوشبو ابھی تک
شہر میں پھیلی ہوئی تھی۔ ماریا کی خوشبو نہیں تھی۔

عنبر ایک فقیر کے لباس میں شہر کے دروازے میں
سے گزر گیا۔ وہ شاہی محل سے دور ہی شہر کے ایک
علاقے کی طرف گھوم گیا۔

دور کھیتوں میں ایک ندی بہہ رہی تھی۔ عنبر ندی
کے کنارے بیٹھ گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا
چاہیے۔ اتنے میں ایک سپیرا بین بجاتا اس کے قریب
سے گزرا۔ عنبر کو خیال آگیا کہ کیوں نہ اس سے ناگ
کے بارے میں پوچھا جائے۔

عنبر نے سپیرے کو پرنام کیا اور کہا

"بابا! تم سپیرے ہو۔ میں فقیر ہوں۔ یہ بتاؤ کہ
اس شہر میں تمہارے علاوہ بھی کوئی سپیرا رہتا ہے"

سپیرا بولا۔

"جوگی جی! میں تو شہر میں باہر سے آیا ہوں۔
یہاں سنا ہے ایک ہی سپیرا رہا کرتا تھا مگر اب تو
وہ بہت دولت مند بن گیا ہے"

میں رہتا ہے۔ سُنا ہے اسے کوئی خزانہ ہاتھ لگا تھا۔"

عنبر نے پوچھا

"اس کا محل کہاں ہے بابا"

سپیرے نے ایک طرف درختوں میں اشارہ کیا جن کے پیچھے مکار سپیرے سہاک کی شاندار حویلی کا باغ نظر آرہا تھا۔

"وہ اس محل میں رہتا ہے۔ پہلے اس کا نام سہاک تھا اب لوگ اسے ٹھاکر سہاک کہتے ہیں کیونکہ وہ بہت امیر ہوگیا ہے"

عنبر کے دل میں خیال آیا کہ ہو سکتا ہے۔ اس سپیرے نے ناگ کو اپنے قبضے میں کر رکھا ہو اور اسی کی مدد سے کوئی قیمتی خزانہ حاصل کرلیا ہو۔ عنبر نے سپیرے کا شکریہ ادا کیا اور ٹھاکر سہاک کی حویلی کی طرف چلدیا۔

حویلی کے اردگرد سرسبز باغ تھا جس میں پھول کھلے تھے۔ حویلی بڑی عالی شان تھی۔ نوکر باغ میں کام کر رہے تھے۔ ایک دربان دروازے پر کھڑا تھا عنبر نے اس کو پرنام کیا اور کہا۔

"اپنے مالک سے جاکر کہو کہ ہمالیہ کے پہاڑوں سے ایک جوگی اس کے لئے خاص تحفہ لے کر آیا ہے"

عنبر نے ندی کنارے سے ایک خاص بوٹی توڑ کر ہتھیلی میں رکھ لی تھی۔ یہ بوٹی بڑی عام تھی مگر لوگوں کو اس کے فائدوں کا پتہ نہیں تھا۔

دربان بولا۔

"جاؤ بھائی جاؤ اپنا کام کرو۔ ہمارا ٹھاکر تم ایسے فقیروں سے ملاقات نہیں کرتا"

عنبر نے کہا

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ٹھاکر کو جاکر خبر کرو"

عنبر کی آواز اتنی رعب دار تھی کہ دربان نے فوراً ٹھاکر سہاک کو جاکر اطلاع کردی۔ ٹھاکر نے کہا

"اسے اندر بھیج دو"

عنبر فقیرانہ لباس میں ٹھاکر سہاک کے سجے سجائے خوبصورت کمرے میں آیا تو اس نے دیکھا کہ ٹھاکر سہاک ایک ریشمی گدیلے والے تخت پر بیٹھا ہے اور دو نوکر اس کے پاؤں داب رہے ہیں۔ ٹھاکر سہاک

نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا
"کہو جوگی جی! کیا تحفہ لائے ہیں آپ میرے لیے؟"
عنبر نے پرنام کیا اور کہا
"ٹھاکر! ان نوکروں کو یہاں سے چلتا کرو تو میں
تمہیں اپنا تحفہ پیش کروں"
ٹھاکر سہاک نے نوکروں کو وہاں سے رخصت کر دیا۔

غیبی آواز

ٹھاکر سہاک نے عنبر سے پوچھا
"اب کہو کونسا تحفہ لائے ہو تم؟"
عنبر نے تھیلے میں سے برشنگالی بوٹی نکال کر ٹھاکر
سہاک کو پیش کی تو وہ ہنس کر بولا۔
"جوگی جی! یہ تو معمولی بوٹی ہے اور جنگل میں
ہر جگہ مل جاتی ہے۔ تم کیا سوچ کر اسے میرے
لئے توڑ لائے ہو؟"
عنبر نے کہا۔
ٹھاکر! اس بوٹی کو سبھی جانتے ہیں مگر اس
میں خاص بات کیا ہے یہ سوائے میرے دوسرا
کوئی نہیں جانتا۔
ٹھاکر سہاک عنبر کو تکنے لگا۔ اصل میں اس بوٹی میں
کوئی خاص بات نہیں تھی یہ ایک عام بوٹی تھی مگر عنبر

اپنی کرامت اس بوٹی کے حوالے سے دکھانا چاہتا تھا۔
" مجھے بتاؤ اس میں کونسی خصوصیت ہے! ٹھاکر
سہاک نے پوچھا۔"
عنبر نے کہا
" دیکھنے میں یہ ایک عام بوٹی ہے مگر مجھے ایک
منتر آتا ہے۔ اگر وہ منتر پڑھ کر اس پر پھونکا جائے
اور پھر اسے پانی میں گھول کر پانی پی لیا جائے تو آدمی
میں اتنی طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ موت بھی اسے
نہیں مار سکتی۔
یہ سن کر ٹھاکر سہاک نے طنزیہ انداز میں کہا
" جوگی جی لگتا ہے تم مجھ سے مذاق کرنے آئے
ہو۔ میرے پاس مذاق کے لئے وقت نہیں۔ تم جا
سکتے ہو۔"
مگر عنبر جانے کے لئے نہیں آیا تھا۔ اس نے کہا
" مہاراج! آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ پانی کا
ایک پیالہ منگوائیں۔"
مکار ٹھاکر سہاک نے سوچا کہ تجربہ کروا کر دیکھنے
میں کیا حرج ہے۔ اس نے پانی کا پیالہ منگوایا اور
عنبر کے کہنے پر نوکر کو وہاں سے باہر بھیج دیا۔ اب

وہ دونوں کمرے میں اکیلے تھے۔ عنبر نے بوٹی کو پانی
میں ڈال دیا پھر منہ ہی منہ میں یونہی کوئی اوٹ پٹانگ
منتر پڑھا اور پانی کے پیالے پر پھونک ماری
اور کہا۔
" ٹھاکر! اب اس میں وہ طاقت آگئی ہے جس
کا میں ذکر کر رہا ہوں۔
عنبر نے فوراً پیالے کا سارا پانی پی لیا۔ پیالہ خالی
کر کے الگ رکھ دیا اور بولا۔
" اب میرے اندر بے پناہ طاقت آ چکی
ہے۔ اپنا خنجر نکالو۔
ٹھاکر سہاک ابھی تک یہی سمجھ رہا تھا کہ یہ جوگی اس
سے مذاق کر رہا ہے مگر وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آخر یہ جوگی
کہاں تک اسے بےوقوف بنا سکتا ہے۔ اس نے خنجر
نکال لیا۔ عنبر نے اپنا بازو آگے کر دیا اور بولا
" میرے بازو پر پورے زور سے خنجر کا
وار کرو۔"
ٹھاکر سہاک ہچکچایا۔ عنبر نے کہا
" جو میں کہتا ہوں وہی کرو ٹھاکر۔ تم دیکھ لو
گے کہ جو میں کہتا ہوں وہ جھوٹ نہیں ہے۔"

عنبر نے اپنے جسم کو پتھر بنا لیا تھا۔ ٹھاکر سہاک
نے خنجر کی نوک عنبر کی کلائی پر رکھی اور ذرا سا خنجر کو
دبایا۔ اسے محسوس ہوا کہ خنجر کھال کے اندر نہیں
جا رہا۔ عنبر نے مسکرا کر کہا

"ٹھاکر! اور زور سے دباؤ۔ تم میں جتنی
طاقت ہے خرچ کر دو۔"

ٹھاکر سہاک نے پوری طاقت سے عنبر کی کلائی پر
خنجر کا وار کیا۔ مگر خنجر ٹوٹ گیا اور عنبر کی کلائی پر
ذرا سا بھی اثر نہ ہوا۔ اب تو ٹھاکر سہاک کی آنکھیں کھلی
کی کھلی رہ گئیں۔ اس نے اس قسم کا جادو پہلے کبھی
نہیں دیکھا تھا۔ عنبر نے بڑی شان سے گردن اٹھا
کر پوچھا۔

"کہو ٹھاکر کیا اب بھی تمہیں یقین نہیں آیا؟"
ٹھاکر سہاک نے عنبر کے پاؤں پکڑ لئے اور بولا۔

"مہاراج تم تو بڑے کرنی والے جوگی ہو۔ مجھے
وہ منتر بتا دو جو تم نے پڑھ کر اس بوٹی پر پھونکا
تھا۔ میں تمہیں منہ مانگا انعام دوں گا"
عنبر مسکرایا۔

"ٹھاکر! یہ منتر اتنا سستا نہیں ہے کہ میں ہر کسی

کو بتاتا پھروں۔ اس کے لئے بھاری تپسیا
کرنی ہوگی"

ٹھاکر بولا۔

"مگر مہاراج تم تو میرے لئے یہ تحفہ لائے تھے۔"

عنبر نے کہا

"ٹھاکر تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں یہ بوٹی اور منتر
تمہارے لئے ہی لایا ہوں مگر اس کے لئے تمہیں دو
مہینے کی ریاضت اور تپسیا کرنی ہوگی۔ پھر کہیں
جا کر تمہاری زبان میں وہ اثر پیدا ہوگا کہ تم جب
منتر پڑھ کر بوٹی پر پھونکو گے تو پانی میں اثر
آ جائے گا۔"

"پہلے تم دو مہینے میری نگرانی میں تپسیا کرو۔ پھر
میں تمہیں یہ طلسمی منتر بتاؤں گا۔"

ٹھاکر سہاک نے سوچا کہ یہ سودا مہنگا نہیں ہے۔
اس کا کیا جائے گا۔ وہ ریاضت کر سکتا تھا۔ پہلے بھی
وہ ماہر پیپرا تھا اور اسے کئی منتر یاد تھے۔ اس نے
عنبر کے ہاتھوں کو چوم لیا اور بولا۔

"مہاراج! میری خوش قسمتی ہے کہ آپ میرے
گھر تشریف لائے۔ آپ میرے مہمان بن کر حویلی

رہیں ۔ میں آپ کی نگرانی میں ریاضت کروں گا،
عنبر یہی چاہتا تھا۔ عنبر کو اس حویلی میں سے ناگ
کی خوشبو برابر آ رہی تھی اور اس نے محسوس کیا تھا
کہ یہ خوشبو تھوڑی سی تیز تھی۔ اس نے کہا
ٹھیک ہے ٹھاکر! ہم تمہاری حویلی میں اس
وقت تک رہیں گے جب تک تم ریاضت کا
وظیفہ پورا نہیں کر لیتے۔ جب تمہارا وظیفہ، تمہاری
تپسیا مکمل ہو جائے گی تو میں تمہیں طلسمی منتر بتا
کر چلا جاؤں گا۔"

عنبر کو حویلی میں ایک خوبصورت کمرہ دے دیا گیا۔
عنبر نے یونہی جھوٹ موٹ ٹھاکر سہاک کو دو تین منتر
بتائے اور کہا

"آدھی رات کو جب سارے لوگ سو جائیں تو تم
حویلی کی چھت پر اکیلے بیٹھ کر ایک ہزار بار ان
منتروں کا ورد کرنا۔ یہ کام تم دو مہینے تک کرو گے
اس کے بعد میں تمہیں وہ منتر بتا دوں گا جس کے اثر
سے تم غیر فانی بن جاؤ گے۔

ٹھاکر سہاک بے حد خوش ہوا۔ اس نے عنبر کو نئی
پوشاک دی مگر عنبر نے کہا۔

"ہم فقیروں کے لباس میں ہی رہیں گے ٹھاکر!
ہمیں یہی لباس پسند ہے۔"
ٹھاکر سہاک نے رات کو وظیفہ شروع کر دیا۔ وہ
آدھی رات کے وقت حویلی کی چھت پر گیا اور ایک ہزار
بار منتروں کا ورد کر کے نیچے اتر کر اپنے کمرے میں
جا کر سو گیا۔

اسی طرح جب چار پانچ راتیں گزر گئیں تو عنبر
صبح کے وقت ٹھاکر سہاک کے کمرے میں گیا۔ مکار
سہاک نے اٹھ کر عنبر کا استقبال کیا۔
"تشریف لائیے جوگی مہاراج!"
ٹھاکر سہاک نے عنبر کو بتایا کہ وہ پوری ذمہ داری
سے رات کو منتر کا جاپ کر رہا ہے۔

عنبر نے کہا
"ٹھاکر! ایک مشکل پڑ گئی ہے"
مکار سہاک نے تشویش کے ساتھ پوچھا
"کونسی مشکل مہاراج؟"

عنبر بولا۔
"ٹھاکر! رات میرے گورو میرے خواب میں آئے
تھے انہوں نے مجھے بتلایا ہے کہ اس علاقے میں کوئی

ایسا سانپ چھپا ہوا ہے جو سانپ نہیں بلکہ کوئی آدمی
ہے جس نے سانپ کی شکل اختیار کر رکھی ہے"
ٹھاکر سہاک تو یہ سن کر حیران رہ گیا کہ اس جوگی کو ناگ
دیوتا کے بارے میں کیسے پتہ چل گیا؟ اسے یقین
ہوگیا کہ واقعی یہ جوگی غیب کا حال جانتا ہے اور بہت
کرنی والا فقیر ہے ٹھاکر تو اس کا اور زیادہ عقیدت مند
ہوگیا اور بولا۔

"مہاراج! آپ کے گورو نے بالکل ٹھیک
کہا ہے۔ میری حویلی میں ایک ایسا سانپ موجود ہے
جو اصل میں ایک انسان ہے"

عنبر خوشی سے جھوم گیا۔ اس کا تیر ٹھیک نشانے پر جا کر
لگا تھا۔ اسے ناگ کا سراغ مل گیا تھا۔ مگر عنبر نے اپنی
خوشی کو ظاہر نہ ہونے دیا اور بولا۔

"میرے گورو نے کبھی جھوٹ نہیں بولا"
ٹھاکر سہاک نے کہا۔

"لیکن مہاراج اس میں مشکل کیا آن پڑی ہے؟
کیا اس سانپ کی وجہ سے میرا وظیفہ ناکام ہو جائے
گا کیا میں غیر فانی انسان نہیں بن سکوں گا؟
عنبر بولا۔

"ٹھاکر! میرے گورو نے کہا ہے کہ جب تک
وہ اس حویلی میں انسانی سانپ موجود ہے۔ ٹھاکر
کا وظیفہ کامیاب نہیں ہوگا۔ اس لئے فوراً اس
سانپ کو یہاں سے نکال کر جنگل میں کسی جگہ جا کر
چھپا دو۔ جب تمہارا وظیفہ مکمل ہو جائے تو
اسے دوبارہ واپس لے آنا۔

ٹھاکر سہاک پر عنبر کا بے حد اثر ہو چکا تھا
اس نے فوراً کہا

"مہاراج! میں ابھی اس سانپ کو نکال کر
جنگل میں چھپا آتا ہوں۔ آپ یہاں بیٹھیں۔ میں
سانپ کو لاتا ہوں"

عنبر اطمینان کے ساتھ وہاں بیٹھا رہا۔ ٹھاکر نیچے
تہہ خانے میں گیا۔ وہاں ہانڈی میں ناگ سرخ سانپ
کی شکل میں بند تھا۔ اس نے ناگ کو پیتل کی گڑوی
میں ڈالا اور عنبر کے پاس لا کر بولا۔

"مہاراج! اس گڑوی میں وہ سانپ بند ہے جو
اصل میں ایک انسان ہے۔ آیئے۔ اب اسے
جنگل میں لے جا کر جہاں آپ کہتے ہیں چھپ
دیتے ہیں۔

اب عنبر کو ناگ کی بھرپور خوشبو آرہی تھی۔ دوسری
طرف ناگ نے بھی عنبر کی خوشبو محسوس کر لی تھی۔ عنبر
نے گڑوی کا ڈھکنا کھول کر دیکھا۔ ناگ سرخ سانپ
کے روپ میں عنبر کو تکنے لگا۔ دونوں دوستوں کی
نگاہیں ملیں تو دونوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ عنبر نے سانپ
کی زبان میں سرگوشی میں ایک سسکار سی بھر کر کہا

"ناگ! گھبراؤ نہیں۔ میں آگیا ہوں"

ناگ نے بھی سانپ ہی کی زبان میں جواب دیا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تمہاری شکل دیکھنے
کو ملی"

ان کی باتوں کو ٹھاکر سہاک نہ سمجھ سکا عنبر نے کہا

"ٹھاکر تمہیں جنگل میں جانے کی ضرورت
نہیں ہے میں خود اس سانپ کو جنگل میں جا کر
کسی جگہ چھپا آؤں گا۔

"جیسی آپ کی مرضی مہاراج" ٹھاکر سہاک نے
ہاتھ باندھ کر کہا۔

اگرچہ یہ سہاک بے حد ہوشیار چالاک اور مکار
شخص تھا مگر عنبر نے اسے ایسا جادو دکھایا تھا اور اوپر
سے انسانی سانپ کی موجودگی کے بارے میں اپنے گورو کی
ایسی خبر بتا دی تھی کہ یہ مکار شخص اس کا معتقد بن
گیا۔ اس نے وہ گڑوی عنبر کے حوالے کر دی جس
میں ناگ بند تھا۔ عنبر گڑوی لے کر جنگل کی طرف
چل دیا۔

شہر سے دور ایک جگہ پہنچ کر عنبر نے ناگ کو
گڑوی میں سے باہر نکالا اور پوچھا۔

"ناگ! یہ کیا مصیبت آن پڑی ہے تم پر؟ تم
انسانی روپ میں واپس کیوں نہیں آتے ہو؟"

ناگ بولا۔

"عنبر بھائی یہ باتیں بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے یہ
بتاؤ کہ ماریا اور کیٹی کہاں ہیں؟ وہ خیریت سے تو ہیں
تھیوناگ کہاں ہے؟"

عنبر نے ماریا کے بارے میں ساری کہانی بیان کر
ڈالی اور بتایا کہ اس پر کسی نے طلسم کر دیا ہے اور وہ
اپنی یادداشت کھو بیٹھی ہے اور راجہ کے محل میں دیوی
کنیز کے نام سے موجود ہے مگر وہ کسی کو نہیں پہچانتی
ہے۔ مجھے بھی نہیں پہچانتی۔ پھر ناگ نے اپنے بارے میں
عنبر کو بتایا اور کہا

"اب اس مکار ٹھاکر کی بات سنو۔ یہ بڑا سنگدل

اور قاتل سپیرا ہے اس نے مجھے ضرور انسان سے سانپ
میں تبدیل ہوتے دیکھ لیا تھا۔ پھر اس نے میرا پیچھا کیا
اور مجھ پر ایک ایسا منتر پھونک دیا ہے کہ جس کی وجہ
سے میری طاقت سلب کر لی گئی ہے۔ میں کسی بھی شکل
میں نہیں آ سکتا۔

میری طاقت واپس آنے کا منتر بھی اسی مکار
شخص کے پاس ہوگا۔ تم نے مجھے آزاد تو کرا دیا ہے
لیکن اب کسی طریقے سے اس مکار سے یہ پوچھو کہ
وہ منتر کونسا ہے۔ جس کے پڑھنے سے میری طاقت
مجھے واپس مل جائے گی"۔

عنبر نے کہا

"تم فکر نہ کرو۔ میں یہ کام بھی ضرور کر لوں
گا یہ شخص میرے اثر میں ہے۔ تم اب اس درخت
کے نیچے آرام کرو۔ میں تمہارے پاس آکر اسی
جگہ مل جایا کروں گا"

پھر عنبر نے ناگ سے پوچھا

"کیا تم کسی دوسرے سانپ سے مدد نہیں
لے سکتے! آخر تم ناگ دیوتا ہو"

ناگ نے کہا

منتر کے توڑ کا صرف مکار ٹھاکر سہاک ہی کو علم
ہے۔ کسی سانپ کو معلوم نہیں کہ میں کس طرح دوبارہ
انسانی شکل اختیار کر سکتا ہوں۔ اس طرح کسی دوسرے
سے مشورہ لینا بے کار ہے۔ یہ کام تم ہی کو کرنا ہوگا عنبر"

عنبر بولا

"کوئی بات نہیں۔ میں ٹھاکر سہاک سے خفیہ
منتر معلوم کر لوں گا۔

پھر وہ کیٹی اور تھیوسانگ کے بارے میں باتیں کرتے
رہے۔ انہیں کچھ خبر نہیں تھی کہ کیٹی کو خلائی بونی مخلوق اٹھا
کر اپنے سیارے پر لے جا چکی ہے اور تھیوسانگ دور
ایک کھاڑی میں ساحل کارومنڈل کے ایک تاجر کی
بیٹی کے ساتھ کسی جہاز کا انتظار کر رہا تھا۔

عنبر نے پھر پیتل کی گڑوی تو زمین میں دفن کر دی اور
ناگ کو جنگل میں چھوڑ دیا۔ جانے سے پہلے اس نے ناگ
سے کہہ دیا کہ وہ اس درخت کے آس پاس ہی رہے۔
کیونکہ وہ جب بھی آیا اسی درخت کے نیچے آکر اسے
آواز دے گا۔

واپس آکر عنبر نے چالاک اور مکار ٹھاکر سہاک کو
ہی بتایا کہ اس نے سانپ کی گڑوی کو ایک جگہ جنگل میں

زمین کے اندر دبا دیا ہے۔ سہاک کو اب ناگ کی ضرورت
بھی نہیں تھی کیونکہ اس نے ناگ کی مدد سے زمین
کے اندر چھپا ہوا سارا خزانہ نکلوا لیا تھا۔ اب تو
اس نے ویسے ہی ناگ کو قید کر رکھا تھا کہ شاید
کبھی اس کی ضرورت پڑ جائے۔ اس نے عنبر سے کہا

"مہاراج اب تو وظیفہ کامیاب ہو
جائے گا۔"

عنبر نے جواب دیا۔

"کیوں نہیں۔ دو مہینے گزرنے کے بعد تم میں
اتنی طاقت آ جائے گی کہ تم کو دنیا کی کوئی چیز
ہلاک نہیں کر سکے گی۔"

ٹھاکر سہاک بہت خوش ہوا۔

عنبر اسی کی حویلی میں رہنے لگا تھا۔ اسے اس
بات کا انتظار تھا کہ ٹھاکر سہاک کے وظیفے کو مزید
کچھ دن گزر جائیں تو اس سے ناگ کے منتر کی بات
کی جائے اور اس سے وہ منتر معلوم کیا جائے۔ جس
کے پڑھنے سے ناگ کی کھوئی ہوئی طاقت واپس
آ جائے۔

دوسری طرف ماریا راجہ کے محل میں دیوی کے نام
سے کنیز بن کر راجہ اور رانی کی خدمت کر
رہی تھی۔ اس پر دوائی کا ابھی تک اثر تھا۔
پروہت اس کی برابر نگرانی کرتا رہتا تھا۔ ایک
دن رانی صاحبہ نے دیوی یعنی ماریا کو بلایا
اور کہا۔

"دیوی! آج ہم بھگوان کے اوتار
سوریا کے مندر میں پوجا کرنے جائیں گے
تم بھی ہمارے ساتھ چلنا۔"

ماریا رانی کی بھی خاص کنیز تھی۔ شام کو
وہ بھی رانی کے ساتھ شاہی پالکی میں سوار
ہو کر سوریا کے مندر میں پہنچ گئی۔ ماریا نے
سونے کا تھال تھام رکھا تھا۔ جس میں چاندی کے
سکے بھرے تھے۔ یہ سکے اس نے رانی کے حکم
سے پجاری کو دے دیئے۔

سوریا کا بت سورج کی طرح گول بنا ہوا تھا۔ جس
کے درمیان میں سوراخ تھا۔ رانی بت کے آگے ہاتھ
باندھ آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئی اور پوجا کرنے لگی۔
ماریا کو چونکہ اپنی کوئی یادداشت نہیں تھی۔ اس لئے
وہ بھی بت کے آگے بیٹھ گئی۔ مگر اس کی سمجھ میں نہیں

آرہا تھا کہ وہ کیا پڑھے ۔ اس کے منہ سے یونہی نکل گیا۔
"سوریا دیوتا مجھے بھی خدا کے حکم سے روشنی عطا کر۔"

اس وقت ماریا کی دعا خداوند کریم نے قبول کر لی اور سوریا دیوتا پر اپنی روشنی نازل کر دی۔ کیونکہ بت میں تو کچھ نہیں ہوتا۔ کائنات کی ہر شے پر اللہ تعالیٰ ہی کی حکومت ہے۔ ماریا کی نیت بڑی نیک تھی اور اس نے خدا کو یاد کرنے اور اس کا واسطہ دے کر سوریا دیوتا سے روشنی طلب کی تھی۔ وہ دعا کے قبول ہو جانے کا وقت تھا۔

چنانچہ ایسا ہوا کہ سوریا دیوتا کے سوراخ میں سے روشنی کی ایک تیز شعاع نکل کر ماریا کے جسم پر پڑی۔ یہ شعاع خدا کے حکم سے نمودار ہوئی تھی اس نے ماریا کے جسم پر پڑتے ہی اسے غائب کر دیا۔ غائب ہوتے ہی ماریا پر دوائی کا اثر بھی غائب ہو گیا اور اس کی ساری یادداشت واپس آگئی۔

اس نے تعجب سے آس پاس دیکھا کہ وہ کہاں آگئی ہے اور عنبر کہاں ہے۔ اسے اس بات کی بے حد خوشی ہوئی کہ وہ غائب ہو گئی تھی اور اس کی کھوئی ہوئی طاقت اسے واپس مل گئی تھی۔ بت میں آتی روشنی بھی غائب

ہو گئی۔ رانی کو یہ روشنی نظر نہیں آئی تھی۔ اس نے پوجا کرنے کے بعد دیکھا کہ اس کی کنیز دیوی وہاں پر نہیں ہے اس نے دوسرے نوکروں سے پوچھا
دیوی کہاں چلی گئی؟
نوکروں نے کہا کہ ابھی ابھی وہ یہاں پر تھی

اب ماریا کو سب کچھ معلوم ہو گیا کہ اسے ٹھگوں کے سردار نے یادداشت گم کر دینے والی دوائی پلا کر راجہ کے پاس فروخت کر دیا تھا اور عنبر بھی وہاں آیا تھا۔ پھر اسے یہ بھی یاد آگیا کہ اسے پروہت نے ایک بار پھر وہی دوائی دی تھی تاکہ اس کی یادداشت واپس نہ آجائے۔

ماریا کو غائب ہوتے ہی عنبر اور ناگ کی خوشبو بھی آنے لگی تھی۔ اسے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ عنبر اور ناگ اسی شہر میں تھے۔ اس نے رانی کو تو مندر میں ہی چھوڑ دیا اور عنبر کی خوشبو لیتی شہر کی طرف چل پڑی۔ اس نے ایک جگہ چوک میں کھڑی ہو کر سونگھا۔ ناگ کی خوشبو جنگل کی طرف سے اور عنبر کی خوشبو شہر کے پچھم کی طرف سے آ رہی تھی

ماریا نے سوچا کہ اسے پہلے عنبر کی طرف چلنا چاہیئے چنانچہ اس نے عنبر کی خوشبو کے ساتھ ساتھ چلنا شروع

کر دیا۔ یہ خوشبو اسے ٹھاکر سہاک کی حویلی کے باغ میں سے آ رہی تھی۔ عنبر باغ کے کونے میں بیٹھا تھا کہ ایک دم چونک اٹھا۔ ماریا کی تیز خوشبو آ رہی تھی۔

ماریا اس کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی۔

ماریا! مجھے خوش خبری سناؤ کہ یہ تم ہی ہو۔

ماریا نے ہنس کر کہا

ہاں عنبر میں ماریا ہی ہوں۔

"خدایا تیرا شکر ہے۔ تمہاری طاقت کیسے واپس آ گئی"

ماریا عنبر کے قریب بیٹھ گئی اور اسے ساری داستان سنائی۔ عنبر نے اسے اپنی اور پھر ناگ کی کہانی بھی سنا دی۔

اتنے میں ٹھاکر سہاک دور سے آتا نظر آیا عنبر نے کہا۔

"یہی وہ مکار پیپرا ہے جس نے کسی خفیہ منتر سے ناگ کی طاقت اس سے چھین لی ہے"

ماریا نے کہا

"تم کہو تو میں اس کے منہ پر زور کا طمانچہ ماروں؟"

عنبر بولا۔

"نہیں نہیں۔ ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہمیں اس سے اس خفیہ منتر کا توڑ معلوم کرنا ہے جس نے ناگ کی طاقت کھو رکھی ہے"

ٹھاکر سہاک بڑے قیمتی لباس میں تھا اور اس کے لباس میں سے خوشبو کی لپٹیں آ رہی تھیں۔ عنبر نے کہا

"ٹھاکر جی! کہاں جا رہے ہیں بن سنور کر؟"

ٹھاکر سہاک نے کہا

"مہاراج! آج میرے ایک دوست کے ہاں دیوتا سوریا کے حضور ایک ہرنی کے بچے کی قربانی دی جانے والی ہے۔ میں وہاں جا رہا ہوں۔"

عنبر بولا

"ہرنی کے بچے کی قربانی میں ایسی کونسی خاص بات ہے ٹھاکر جی؟

ٹھاکر سہاک نے کہا

"خاص بات یہ ہے مہاراج کہ یہ ہرنی کا بچہ اپنی ماں ہرنی کی آنکھوں کے سامنے قربان کیا جائے

گا۔ یہ ہماری ایک پرانی رسم ہے اور ہم سال میں
ایک بار ادا کرتے ہیں۔

ماریا کو سخت غصہ آیا کہ یہ ظالم لوگ ہرنی کے معصوم
بچے کو اس کی ماں کی آنکھوں کے سامنے قربان کر رہے
ہیں۔ عنبر نے کہا

"ٹھیک ہے ٹھاکر جی۔ آپ جائیں میں تو یہاں
باغ کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھا ہوں۔

جب ٹھاکر سہاک پالکی میں بیٹھ کر حویلی سے چلا گیا
تو ماریا نے کہا

"میں ہرنی کے معصوم بچے کی جان بچانے
جا رہی ہوں"

عنبر بولا۔

"ارے تمہیں کیا پڑی ہے ماریا۔ رک جاؤ"

مگر ماریا جا چکی تھی۔ عنبر کو ماریا کی خوشبو دور ہوتی محسوس
ہوئی۔ ماریا نے دیکھا کہ ٹھاکر سہاک چاندی کے چھت
والی پالکی میں بڑی شان سے بیٹھا بازار میں چلا جا رہا
ہے۔ پالکی چار مزدوروں نے اٹھا رکھی تھی۔ ماریا پالکی
کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ وہ چونکہ غائب تھی اس لئے
اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

ماریا نے بازار میں چلتے چلتے دیکھا کہ ایک کھلونوں کی
دکان کے باہر ایک بچہ بڑی حسرت سے مٹی کے رنگدار
کھلونوں کو تک رہا ہے بچے کے کپڑوں سے لگتا تھا
کہ وہ غریب ماں باپ کا بچہ ہے۔ اتنے میں دکاندار
نے چھڑی ہلا کر بچے سے کہا

"چل بے گندے بچے بھاگ جا یہاں سے"

بچہ بڑی امید بھری نظروں سے رنگین مٹی کے کبوتر کو
تک رہا تھا۔ ماریا کو اس بچے پہ بڑا ترس اور دکاندار
پہ غصہ آیا۔ وہ لپک کر دکان میں گئی اور اس نے
رنگدار کبوتر اٹھا لیا۔ دکاندار نے اچانک رنگدار کبوتر
کا کھلونا غائب ہوتے دیکھا تو دنگ رہ گیا۔ اسے بچے
پر شک ہوا۔ اس نے بچے کو گردن سے پکڑ کر
گھسیٹ لیا اور تھپڑ مار کر چلایا۔

"کیوں بے میرا کھلونا تم نے چرایا ہے؟ نکال میرا کبوتر"
بچہ رونے لگا۔

ماریا کو طیش آگیا اس نے دکاندار کو دھکا دیا وہ
پیچھے جا گرا اور چیخ کر بولا۔

"ارے اس بچے میں اتنی طاقت کہاں سے
آگئی؟ یہ کوئی جن بھوت ہے"

ماریا نے دکاندار کے کان کے پاس منہ لے جا
کر کہا۔
"بھوت بچہ نہیں۔ بھوت میں ہوں اور تمہاری
موت بنا کر آئی ہوں"
دکاندار کا رنگ زرد ہوگیا۔ اس کا جسم خوف کے
مارے لرزنے لگا کیونکہ وہ جس عورت کی آواز سن
رہی تھا وہ اسے نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس نے ہاتھ باندھ
کر کہا۔

"یم دوت جی! مجھے معاف کر دیں۔ میری جان
نہ لیں۔ مجھے معاف کر دیں۔

ماریا نے کہا
"تو پھر اس بچے کی جھولی کھلونوں سے بھر
دے اور اسے چاندی کے سکے بھی دے دے"
دکاندار کپکپاتے ہوئے بولا۔
"جو حکم یم دوت جی"
وہ سمجھ رہا تھا کہ اس کی موت کا فرشتہ آگیا ہے۔
دکاندار نے فوراً کھلونے اٹھا کر بچے کی جھولی میں بھر دیئے
وہ بے حد خوش ہوا۔ دکاندار نے چاندی کے سکے
بھی بچے کو دیئے۔ بچہ تو خوش خوش وہاں سے

بھاگ گیا
ماریا نے دکاندار کی گردن پر ایک ہلکا سا تھپڑ
مار کر کہا۔
خبردار آئندہ کسی بچے پر ظلم نہ کرنا
کبھی نہیں۔ کبھی نہیں دیوی جی۔
دکاندار نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔
ماریا چلی گئی تو لوگوں نے دکاندار سے پوچھا کہ
تم کس سے باتیں کر رہے تھے اور تم نے بچے کو اتنے
کھلونے کیوں دے دیئے؟ دکاندار نے کانوں پر
ہاتھ لگا کر کہا
"بھائیو! میں موت سے بچا ہوں۔ مجھے مبارک
دو ابھی موت میرا گلا دبانے آئی تھی۔ لوگ کھل کھلا کر
ہنسنے لگے کہ دکاندار دیوانہ ہے۔
ماریا سیدھی ٹھاکر سہاک کی پالکی کے پاس آگئی۔
اس وقت پالکی ایک گلی میں داخل ہو رہی تھی
اس گلی میں ایک چار منزلہ حویلی تھی۔ پالکی اس حویلی
کی ڈیوڑھی میں جا کر رک گئی۔ ٹھاکر کے دوست
کا نام پنڈت دیا پرشاد تھا۔ پنڈت نے بھی ریشمی لباس
پہن رکھا تھا۔ دونوں دوست تپاک سے ملے

ایک کمرے میں دیوتا کا بت رکھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے چوکی پڑی تھی چند ایک گھر کے آدمی وہاں صبح سے بھجن گا رہے تھے۔

ماریا چپکے سے ایک طرف کھڑی ہوگئی۔

قربانی کی تیاری شروع ہو چکی تھی۔ اتنے میں دو آدمی ایک ہرنی اور اس کے بچے کو پکڑ کر لے آئے۔ بچہ بڑا ننھا سا اور نازک تھا۔ وہ اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے اپنی ماں کی طرف تک رہا تھا۔ ماں کی آنکھوں میں خوف بھی تھا اور بچے کی ممتا بھی تھی وہ سمجھ گئی تھی کہ اس کو اور اس کے بچے کو قربان کیا جا رہا ہے۔

پنڈت کے حکم پر ہرنی کے بچے کو بت کے آگے چوکی پر لٹا دیا گیا۔ ایک موٹی توند والا آدمی چاقو لے کر ہرنی کے بچے کی طرف بڑھا۔ ہرنی کا بچہ ممیا رہا تھا۔ اس کی ماں کو ظالم بچے کے سامنے لے آئے تھے۔ یہ بہت بڑا ظلم تھا۔ یہ بڑے ظالم لوگ تھے ماریا کو سخت غصہ آرہا تھا۔ وہ بھی آگے بڑھ گئی۔ ہرنی کے بچے کی ماں دکھ بھری بے بس نظروں سے اپنے معصوم بچے کی طرف دیکھ رہی تھی مگر کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

عین جس وقت موٹی توند والا پجاری ہرنی کے بچے پر چاقو چلانے والا تھا ماریا نے اس کے ہاتھ سے چاقو چھین کر اس کی پیٹھ پر زور سے لات ماری۔ پجاری تو پھسلتا ہوا آگے کو جا گرا۔ ماریا نے ہرنی کے بچے کو اٹھا لیا۔

ہرنی کا بچہ ماریا کی گود میں آتے ہی غائب ہوگیا۔ سب لوگ ہکا بکا ہو کر رہ گئے کہ ہرنی کا بچہ کہاں گم ہوگیا۔ انہیں ہرنی کے بچے کی ہلکی ہلکی آواز ضرور آرہی تھی۔ ہرنی کی ماں ابھی تک پریشان تھی۔

ٹھاکر سہاک نے ہاتھ جوڑ کر کہا

"ہے سوریا دیوتا تو نے قربانی قبول کر لی۔ ہرنی کے بچے کو خود ہی اٹھا لیا۔ تیری جے ہو۔"

ماریا نے آواز کو بھاری بنا کر کہا

"اگر پھر تم لوگوں نے کسی جانور کو یہاں لا کر کاٹا تو میں تمہارے گھروں کو آگ لگا دوں گا۔"

سب کے سب سجدوں میں گر پڑے اور رو رو کر کہنے لگے۔

"سوریا دیوتا! ہم قسم کھاتے ہیں کہ پھر کسی جانور کو قربان نہیں کریں گے۔"

ماریا نے اسی بارعب آواز میں کہا

" اس موٹی توند والے پجاری سے کہو کہ ایک ہزار بار مکان کی سیڑھیاں چڑھے اور اترے"

پجاری تھر تھر کانپ رہا تھا۔ پنڈت اور ٹھاکر نے پجاری سے کہا

" پجاری! یہ سوریا دیوتا کا حکم ہے۔ فوراً حویلی کی سیڑھیاں چڑھنا اترنا شروع کر دو"

پجاری بھی خوف زدہ تھا۔ فوراً سیڑھیاں چڑھنے لگا دس بار چڑھا اترا ہو گا کہ دھم سے فرش پر گرا اور بے ہوش ہو گیا"

ماریا نے ہرنی کا بچہ زمین پر رکھ دیا۔ وہ سب کو نظر آنے لگا۔ ہرنی کی ماں اپنے بچے سے لپٹ گئی

ماریا نے رعب دار آواز میں کہا۔

" میں جا رہا ہوں خبردار جو کسی نے اس ہرنی اور اس کے بچے کو کچھ کہا۔

" کبھی نہیں سوریا دیوتا۔ کبھی نہیں۔ سب نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

ماریا پنڈت کی حویلی کی ڈیوڑھی میں سے نکل کر باہر جا رہی تھی کہ اسے ایک آواز آئی۔

" ماریا! تم نے دیوتا کی قربانی میں خلل ڈالا ہے"

ماریا نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کو کوئی نظر نہ آیا۔ یہ کوئی غیبی آواز تھی۔ ماریا نے کوئی پروا نہ کی اور ڈیوڑھی کے دروازے کی طرف بڑھی مگر ایکدم سے وہ جیسے شیشے کی ایک دیوار سے ٹکرا گئی۔ اس نے شیشے کی دیوار میں سے شعاع بن کر نکل جانا چاہا مگر وہ ایسا نہ کر سکی۔ اب تو وہ پریشان ہو گئی۔

اس کو وہی غیبی آواز پھر سنائی دی۔

"ماریا! تم میری اجازت کے بغیر یہاں سے نہیں نکل سکو گی"

ماریا نے کہا

" تم جو کوئی بھی ہو مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

غیبی آواز نے کہا

" ڈیوڑھی کے کونے میں ایک طاق بنا ہوا ہے۔ وہاں آؤ پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں تم سے کیا چاہتا ہوں"

ماریا مجبور ہو گئی تھی کیونکہ وہ ڈیوڑھی سے باہر کی طرف نہیں جا سکتی تھی۔ ماریا نے ایک بار پھر

کو دوڑنے کی کوشش کی مگر اس کے پیچھے بھی شیشے
کی سخت پتھر جیسی دیوار تھی۔ وہ رُک گئی۔ غیبی آواز
نے کہا

"جیسا میں کہتا ہوں ویسے ہی کرو۔ تم میری اجازت
کے بغیر یہاں سے نہیں جا سکو گی۔

ماریا ڈیوڑھی کے کونے والے طاق کے پاس آ گئی
اس نے دیکھا کہ طاق میں لوہے کا ایک پیالہ زیتون
کے تیل سے بھرا ہوا پڑا تھا اور اس میں تانبے کا
ایک بُت ڈوبا ہوا تھا۔

غیبی آواز نے کہا

اس تیل میں اپنی انگلی ڈبوؤ"

ماریا نے کہا

میں ایسا نہیں کروں گی۔ پہلے یہ بتاؤ کہ
تم کون ہو اور مجھے تم نے کس لئے قید
کیا ہے؟"

غیبی آواز نے جواب دیا۔

"تم نے سوریا دیوتا کی قربانی نہیں
ہونے دی۔ تمہیں اس کے عوض کفارہ ادا
کرنا ہو گا"

ماریا نے پوچھا

"کونسا کفارہ"

غیبی آواز نے کہا

"یہ تم نے تیل کے پیالے میں انگلی ڈالو
گی تو تمہیں پتہ چلے گا"

ماریا نے سوچا کہ انگلی پیالے میں ڈالنے سے
کیا ہو جائے گا اور پھر اگر کوئی کفارہ ادا کرنا ہی
ہو گیا تو وہ کفارہ ادا کر دے گی۔ اس سے زیادہ یہ
بھی شخص اس کے ساتھ اور کیا کرے گا۔

ماریا نے پیالے میں انگلی ڈبو دی۔

انگلی کے ڈبوتے ہی ماریا کے جسم میں جیسے چنگاریاں
چھوٹنے لگیں۔ تیل کے پیالے میں جو تانبے کا بُت
تھا۔ اس میں جان پڑ گئی اور وہ پیالے سے
نکل کر ماریا کے ماتھے سے جا کر چپک گیا۔

ماریا کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی اور پھر
ماتھے میں ایک گول سوراخ بن گیا جس میں سے نیلا
دھواں نکل رہا تھا۔ ماریا جیسے اپنے آپ فضا میں
بلند ہوئی اور کسی غیر معمولی طاقت نے اسے سوراخ
کے اندر دھکیلنا شروع کر دیا۔

ماریا کے سوراخ میں داخل ہوتے ہی طاق کا
سوراخ اپنے آپ بند ہوگیا۔ ماریا جیسے کسی گہرے
غار میں اترتی چلی گئی۔ دھواں آہستہ آہستہ کم ہو رہا تھا
اب ماریا نے دیکھا کہ وہ ایک ایسی جگہ آگئی ہے
جہاں زمین پر جگہ جگہ تکونے مینار بنے ہوئے ہیں
ان کے درمیان چھوٹے چھوٹے بادلوں کے سفید
ٹکڑے تیرتے پھر رہے ہیں۔ ماریا اپنے آپ آگے
ہی آگے بڑھ رہی تھی۔

ان تکونے میناروں میں سے گزرتی وہ ایک بہت
بڑی شارک مچھلی کے کھلے منہ کے سامنے آگئی۔ مچھلی
کا منہ غار کی طرح کھلا تھا اور اس کے دانت دور
پیچھے تک چلے گئے تھے۔ غار کے اندر اندھیرا تھا
ماریا غار کے اندر آہستہ آہستہ اڑنے لگی۔ کچھ دور جانے
کے بعد روشنی ہوگئی۔ ماریا نے دیکھا کہ چاروں طرف
دیواریں ہیں۔ ان دیواروں میں پتھروں کی جگہ انسانی
جسم کی ہڈیاں اور کھوپڑیاں لگی تھیں۔

ماریا نے ایک ہڈی کو ہاتھ لگایا تو آواز آئی۔
" مجھے کیوں پریشان کرتی ہو۔ مجھے موت کی
نیند سونے دو۔ تم بھی بہت جلد یہاں آرہی ہو۔
اس دیوار میں تمہاری ہڈیاں بھی چن دی جائیں گی۔

ماریا خوفزدہ ہوکر پیچھے ہٹ گئی۔

اس کے ساتھ ہی دیواریں ایک طرف کو ہٹ
گئیں اور سات ایسے آدمی اندر داخل ہوئے جن کے
سروں پر لمبے لمبے سینگ تھے اور جنہوں نے ہاتھوں
میں کلہاڑے تھام رکھے تھے۔ ان کے بھاری بھاری
جسم سیاہ تھے۔ آنکھیں لال لال ڈورانی تھیں۔ انہوں
نے ماریا کو گھیر لیا۔

ماریا نے کہا
" میں یہاں کس لئے لائی گئی ہوں" میں نے
تمہارے دیوتا کی قربانی میں خلل نہیں ڈالا بلکہ
ایک معصوم ہرنی کے بچے کو موت کے منہ
میں جانے سے بچایا ہے۔"

اسے وہی غیبی آواز پھر سنائی دی۔
" تم نے دیوتا کی قربانی کی توہین کی
ہے تمہیں اس کا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔۔

اس کے ساتھ ہی ساتوں آدمیوں نے ماریا
کے گرد رقص کرنا شروع کردیا۔ ماریا پریشان
ہوکر فرش پر بیٹھ گئی۔ دو خوفناک آدمیوں نے ماریا

کے ماتھے پر سے تانبے کے بُت کا پترا اتار لیا۔ تانبے
کے پترے کے اترتے ہی ماریا کے جسم میں بھڑکتی
چنگاریاں بجھ سی گئیں۔

ماریا ابھی تک غائب تھی مگر بُت کے پترے
کے اترتے ہی وہ ظاہر ہوگئی۔

اب ایک بھیانک شکل والا دیو نما آدمی قہقہہ
لگاتا دیوار میں سے نکل کر ماریا کی طرف
بڑھا اور بولا۔

"تمہیں قتل کر کے تمہاری ہڈیوں کو اس
دیوار میں لگا دیا جائے گا ماریا۔ یہی تمہارا
کفارہ ہوگا"

ماریا کی تو چیخ نکل گئی۔

"نہیں نہیں۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گی"

یہ کہہ کر ماریا پیچھے کو بھاگی۔ لیکن وہ اب
ایک کمزور عورت بن چکی تھی آدمیوں نے اسے
جکڑ لیا اور گھسیٹتے ہوئے غار کی ایک
تنگ و تاریک کوٹھڑی میں لے گئے۔ یہاں ایک
بڑے سے پتھر پر ماریا کو باندھ کر لیٹا دیا گیا۔ بھیانک
دیو نما آدمی نے حکم دیا۔

"اس کی زندگی کا چراغ گل کر دو"

اس حکم کے ساتھ ہی ایک آدمی کلہاڑا لئے
ماریا کی طرف بڑھا۔

◎

آگے کیا ہوا جاننے کے لئے عنبر ناگ ماریا کی
اگلی قسط نمبر ۱۱۸ مُردے کی موت پڑھیے۔

○

میرے نام

پیارے انکل !
السلام علیکم کے بعد عرض ہے امید ہے انکل آپ خیریت سے ہوں گے دیگر احوال یہ ہے کہ انکل ویسے بڑے ہی افسوس کی بات ہے۔ میں نے آپ کو خط لکھا لیکن آپ نے جواب نہیں دیا۔ آپ تو کہتے ہیں کہ جب بھی کوئی خط ہم کو ملے ہم جواب ضرور بر ضرور دیتے ہیں۔ نہیں یہ تو غلط بات ہے انکل۔ آپ نے میرے ایک ہی خط کا جواب دیا۔ میں نے بھی امید پر دوسرا لکھا تھا کہ آپ ضرور بر ضرور جواب دیں گے۔ لیکن آپ نے تو میری امیدوں پر پانی ہی پھیر دیا کوئی بات نہیں۔ ہم نے کون سا خط لکھنا بند کر دینا ہے آپ چاہے جواب دیں یا نہ دیں۔ ہم تو آپ کو ضرور خط لکھیں گے۔ باقی انکل ایک خوشخبری آپ کو سناؤں۔ میں نے آپ کو لکھا تھا نا کہ میں نے (قرآن شریف) کا ترجمہ شروع کیا ہے اور جلدی ہی ختم کر رہی ہوں اب میں نے ختم کر لیا ہے۔ امید ہے آپ ضرور خوش ہوں گے ٹھیک ہے نا۔ باقی اس ماہ کے ناول بہت پسند آئے۔ تینوں ہی بہت اچھے تھے اللہ کرے آپ اس سے بھی اچھے اچھے ناول لکھیں اور ہم پڑھیں۔ اچھا انکل اب اجازت خدا حافظ

فقط بے بی
گلستان روڈ عوامی کالونی فیصل آباد

پیارے انکل اے حمید السلام علیکم !
پیارے انکل میں نے عنبر ناگ ماریا اور کیٹی سیریز کے تمام ناول پڑھے ہیں۔ میں اور بھی کئی مصنفوں کی جاسوسی کہانیاں پڑھتا ہوں۔ مگر ان تمام میں آپ میرے ہیرو مصنف ہیں۔ میں ہر ماہ آپ کے ناولوں کا شدت سے انتظار کرتا ہوں۔ انکل میری آپ سے ایک گزارش ہے کہ آپ ہر ماہ چار ناول لکھا کریں۔ کیونکہ دو ناول تو میں ایک ہی دن پڑھ لیتا ہوں اس سے آپ ناولوں کی پسندیدگی کا اندازہ لگا لیجیئے۔ میں جب بھی بک سٹال سے عنبر ناگ ماریا اور کیٹی سیریز کے ناول لے کر آتا ہوں۔ تو چھپا کر پڑھتا ہوں کیونکہ میرے بہن بھائی بھی آپ کے ناولوں کے شوقین ہیں۔ آپ نے جو اپنے ناولوں میں ہمیں سائنسی معلومات فراہم کیں ہیں ہمیں وہ پہلے معلوم نہیں تھیں اور اب میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا عنبر ناگ ماریا اور کیٹی کا وجود ہے۔ امید ہے آپ جواب سے مطلع فرمائیں گے۔
آپ کا قاری نیاز احمد محلہ تکیہ توت تہہ د منڈی بیری مکان نمبر ۱۳۴۳ پشاور

پیارے انکل اے حمید
السلام علیکم ! عنبر ناگ اور ماریا تقریباً ۱½ ڈیڑھ سال سے پڑھ رہا ہوں اور میرے ابو جان یہ ناول بڑے شوق اور دلچسپی سے سنتے ہیں۔ دل نہیں کرتا اس ناول کو [illegible] ہی

رات کے وقت اپنے ابو کو یہ ناول سناتا ہوں۔ اب تو یہ ناول اور بھی دلچسپ ہو گیا ہے۔ دل کرتا ہے دوبارہ بار بار ہر ناول کو پڑھا جائے۔

پیارے انکل آپ کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ پیارے انکل خدا آپ کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی دے (آمین)

نیک تمناؤں کے ساتھ خدا حافظ۔ پیارے انکل۔ ٹاٹا ٹاٹا

گلزار حسین ہاؤس نمبر ۹/E۲۳۵۔ سٹریٹ نمبر ۱۳۔ زون نمبر ۱۲ مدینہ کالونی والٹن لاہور کینٹ۔

ڈیئر انکل! السلام علیکم۔

آپ کی تمام کہانیاں بچے بڑے شوق سے پڑھتے ہیں انکل مجھے امید ہے کہ آپ کی کہانیاں آگے چل کر اور بھی زیادہ دلچسپ ہو جائیں گی۔ ویسے انکل یہ کہانیاں بچوں کے لیے سبق آموز ہیں۔ کیونکہ عنبر ناگ ماریا کی طرح ہمیں بھی ہر مصیبت کا سامنا کرنا چاہیئے۔ ہمیں صرف خدا کا خوف ہونا چاہیئے۔ ہر مصیبت میں اُس کو ہی پکارا جائے میں نے ابھی ابھی آپ کی ایک کہانی پڑھی ہے جس کا عنوان ہے "ماتا دیوی کا گدھ" قسط نمبر ۱۱۰ انکل آج میرے امتحانات ختم ہو گئے ہیں۔ دُعا کریں۔ امتحان میں کامیاب ہو جاؤں۔ آمین ثم آمین۔

انکل میری خواہش ہے کہ عنبر ناگ بھیا جب دوسرے ملکوں کی سیر کرتے ہیں۔ تو وہ لوگ راولپنڈی کی بھی سیر کریں۔ انکل ہم لوگوں کی خواہش ہے کہ عنبر بھیا وغیرہ سے ملاقات کریں۔ عنبر بھیا ناگ بھیا وغیرہ کو بھی سلام۔

اچھا اب اجازت دیں۔ خدا حافظ

ثمینہ ناز معرفت جناب اسلام الدین صاحب (ڈرافٹ مین) چکلالہ ائیرپورٹ راولپنڈی

ڈیئر انکل اے حمید

السلام علیکم! ۱۰ تاریخ کو آپ کا خط ملا۔ یقین جانیئے۔ مجھے بہت خوشی ہوئی انکل پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نے لکھا ہے کہ اپریل تک تین تین کتابیں چھپا کریں گی یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔ اور اب پورا ماہ انتظار بھی نہیں ہوسکتا دن اتنی مشکل سے گزرتا ہے۔ اور میں کہانیوں کے انتظار میں سوکھتی رہتی ہوں۔ کیا کروں اور مجھے کوئی کہانی پسند ہی نہیں آتی۔ ویسے عنبر ناگ ماریا کی کہانیاں بڑی دلچسپ ہوتی ہیں۔ پڑھتے وقت بھی بڑا مزا آتا ہے۔ اس ماہ کی دو کہانیاں "غیبی ہاتھ" اور "ماتا دیوی کا گدھ" بہت ہی زیادہ پسند آیا لیکن انکل جی میں ایک بات پر آپ سے ناراض ہوں۔ وہ بات بتاؤں آپ کو اچھا جی بتاتی ہوں۔ میں نے آپ کو کب سے کہا ہے کہ آپ میری ملاقات عنبر ناگ ماریا سے کتابوں کے ذریعے کروائیں۔ لیکن ابھی تک آپ نے میری بات

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

نہیں مانی۔ اچھا انکل خدا حافظ

فقط آپ کی ساتھی و بیٹی

شاہدہ احمد معرفت احمد خان صاحب فیصل کالونی ہائی وے راولپنڈی

پیارے انکل اے حمید

السلام وعلیکم کے بعد عرض ہے کہ میں آپ کو بہت دیر کے بعد خط لکھ رہا ہوں۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ میں آپ کی کتابیں نہیں پڑھتا۔ وہ تو میں باقاعدگی سے ہر ماہ کے شمارے پڑھتا ہوں۔ آج کل میں آپ کا نیا ناول "غیبی شیشہ" کا مطالعہ کر رہا ہوں۔

انکل آپ نے عنبر ناگ ماریا خلا میں جا کر ان کا سفر اور اچھا اور دلچسپ ہو گیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ اسی طرح قلم اٹھائے رہیں گے۔ اس خط کا جواب ضرور دیں۔

انکل آپ مجھ سے فون پر ضرور بات کریں۔ آپ کی بہت مہربانی ہو گی۔ میں آپ کا بہت ممنون اور شکر گزار ہوں گا۔ فون نمبر ۸۰۱۹۶۷

اچھا انکل اب اجازت دیں اور میں امید رکھوں کہ آپ مجھے جیسے ہی خط ملے فون پر بات ضرور کریں گے۔

آپ کا پرستار ایوب جان ہیومیٹڈ ریکورڈ کورٹ لکھپت

لاہور۔

مردے کی موت

اے حمید

عنبر ناگ ماریا

عنبر ناگ ماریا خلائی 218

نیا مکتبہ اقرا
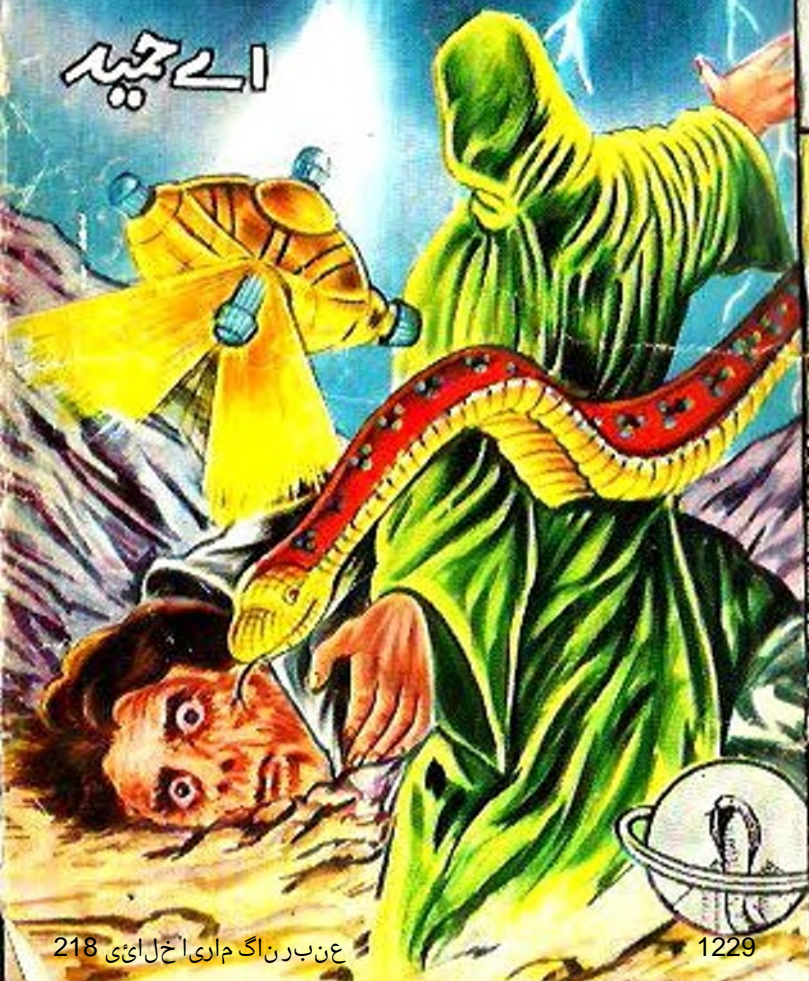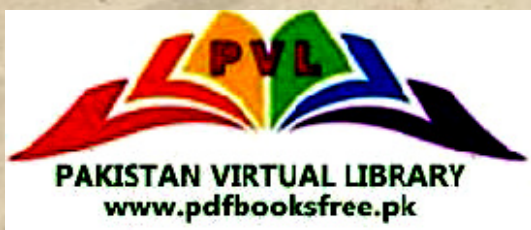
عنبر ناگ ماریا اور کیپٹی خلا میں

مردے کی موت

اے حمید

ترتیب

مقدس نورانی ہاتھ

[illegible] وں کا

ماریا خوف سے چھت کو تکنے لگی [illegible]
کہیں وہ سچ مچ مر تو نہیں جائے گی؟ اس کے دل میں یہی خیال بار بار آنے لگا۔ کلہاڑے والا دیو نما آدمی اس کی طرف بڑھتا ہوا قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ ماریا نے خداوند کو یاد کیا اور دل میں کہا کہ اے خداوند کریم زندگی اور موت تیرے ہی اختیار میں ہے۔ کوئی شے تیرے حکم کے بغیر اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتی۔ تو مجھے اپنی پناہ میں رکھنا۔

دیو نما آدمی نے کلہاڑا اٹھایا ہی تھا کہ وہ چیخ مار کر پیچھے کو گرا۔ باقی جناتی آدمی اس کی طرف لپکے تو وہ بھی باری باری چیخ مار کر گر پڑے۔ ماریا سمجھ گئی کہ خداوند کریم نے اس کی مدد فرمائی ہے۔ مگر وہ رسیوں میں جکڑی ہوئی تھی۔ اسے پتہ نہیں چل سکتا تھا کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ سارے کے سارے ظالم آدمی فرش پر بے حس و حرکت پتھر بن کر پڑے تھے۔

اتنے میں ایک روشن اور چمکیلا ہاتھ ماریا کی طرف بڑھا
اس نورانی ہاتھ میں سے روشنی کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ یہ ہاتھ ماریا کے چہرے کے اوپر آ کر رک گیا۔ ماریا کا چہرہ اس ہاتھ کی روشنی میں چمک اٹھا۔ اسے بڑی پیاری اور رحم بھری آواز آئی۔

"ماریا! تو نے ہرنی کے بچے کی جان بچا کر ایک نیک کام کیا ہے۔ تمہیں اس نیک کام کا انعام مل رہا ہے۔ اٹھو اور واپس اپنے بھائی کے پاس جاؤ۔"

اس آواز کے ساتھ ہی نورانی ہاتھ غائب ہو گیا۔

ماریا نے محسوس کیا کہ اس کے جسم سے لپٹی ہوئی رسیاں کھل چکی ہیں۔ وہ چبوترے پر سے اٹھ کر غار سے نکلی اور طاق کے سوراخ میں سے گزر کر پنڈت کی حویلی کی ڈیوڑھی میں آ گئی۔ ڈیوڑھی میں آتے ہی اس کا جسم ایک بار پھر غائب ہو گیا۔ ماریا کی ساری طاقت اسے واپس مل گئی تھی۔

ماریا نے خداوند کریم کا شکریہ ادا کیا اور ڈیوڑھی سے نکل کر عنبر کی طرف روانہ ہو گئی۔ اس وقت شہر پر زرد دھوپ پھیلی تھی اور سورج مغرب میں غروب ہو رہا تھا۔ وہ ٹھاکر سہاک کی حویلی میں آئی تو دیکھا کہ عنبر اپنے کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ ماریا کی خوشبو پاتے ہی وہ چونک کر کھڑکی سے

باہر تکنے لگا۔

ماریا اس کے قریب آ کر بولی

"عنبر! میں واپس آ گئی ہوں۔"

عنبر نے اطمینان کا سانس لیا اور بولا۔

"یہ تمہیں کیا سوجھی تھی کہ ہرنی کے بچے کی جان بچانے نکل کھڑی ہوئیں۔ اتنی دیر کہاں لگا دی؟ میں تو پریشان ہو گیا تھا۔"

ماریا نے عنبر کو سارا واقعہ سنا کر کہا۔

"عنبر! انسان کو اس کے اچھے اور برے کام کا بدلہ اسی دنیا میں ضرور ملتا ہے۔ میرا ایک نیک کام خداوند کریم کو پسند آ گیا اور اس نے مجھے جادوگر دیوؤں کی قید سے رہائی دلا دی۔"

عنبر بولا۔

"اللہ کا شکر ہے۔ مگر اب خدا کے لیے کہیں ادھر ادھر مت جانا۔ ہمیں سب سے پہلے ناگ کی طاقت کو بحال کرنا ہے۔"

ماریا نے کہا۔

"میں ناگ سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ دونوں حویلی سے چل کر جنگل میں اس درخت کے پاس

پہنچے۔ جہاں ناگ کو چھپے رہنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ ناگ
نے بھی ماریا اور عنبر کی خوشبو محسوس کر لی تھی۔ وہ جھاڑیوں
میں سے نکل کر سامنے آ گیا اور ماریا سے مل کر بہت خوش
ہوا۔ ماریا نے بھی اسے تسلی دی کہ وہ خداوند کریم کے فضل و کرم
سے بہت جلد اسے اس مصیبت سے نجات دلا سکیں گے
اور وہ پھر انسان بننے کی طاقت حاصل کر لے گا۔

کچھ دیر تک وہ کیٹی اور تھیو سانگ کے بارے میں
باتیں کرتے رہے۔ ناگ نے کہا۔

"کیٹی اور تھیو سانگ کو ہم سے بچھڑے ایک مدت
ہو گئی ہے۔ کچھ معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہوں گے"

عنبر بولا۔

"جوتشی نے تو مجھے یہی بتایا تھا کہ کیٹی کسی خلائی
سیارے میں قید ہے۔ اور تھیو سانگ بھی
کسی جزیرے میں بیٹھا ہندوستان یعنی اس
ملک میں آنے کی کوشش کر رہا ہے"

ناگ نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ پھر ہمیں یہاں سے کہیں
نہیں جانا چاہیئے"

عنبر بولا۔

"ہاں ۔۔۔ جوتشی نے کہا تھا کہ تھیو سانگ کارومنڈل
کے ساحل پر اترے گا۔ یہ ساحل گجرات کاٹھیاواڑ
کی سورت کی بندرگاہ کا ساحل ہے"

ماریا نے کہا

"یہاں سے ہم سورت کی بندرگاہ کا ہی رخ کریں
گے"

ناگ کو وہیں جنگل میں درخت کے پاس چھوڑ کر ماریا
اور عنبر واپس مکادہ ٹھاکر سہاک کی حویلی میں آ گئے۔ عنبر
اور ماریا حویلی کی کوٹھڑی میں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ اور کیٹی
کے بارے میں سوچنے لگے کہ وہ کس خلائی سیارے میں
قید ہو گی۔ اور اس تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے۔

اسی رات بھی مکادہ سہاک نے حویلی کی چھت پر بیٹھ کر
عنبر کا بتایا ہوا منتر پڑھنا شروع کیا۔ اس منتر میں کوئی اثر
نہیں تھا۔ یہ تو عنبر نے یونہی اسے بتا دیا تھا کہ وہ ادھر
لگا رہے اور اسے ماریا کو تلاش کرنے میں آسانی ہو۔
اور ناگ کو اس کی اصلی حالت میں واپس لانے کا منتر معلوم کر سکے

رات آدھی گزر چکی تھی۔ شہر پر اندھیرے اور خاموشی
کا راج تھا۔ سہاک چھت پر بیٹھا منتر پڑھ رہا تھا کہ

اچانک اُسے خیال آیا کہ اُسے اتنا عرصہ ہو گیا ہے کہ وہ عنبر کا بتائے ہوئے منتر کا جاپ کر رہا ہے مگر وہ اپنے آپ میں کسی قسم کی تبدیلی محسوس نہیں کر رہا۔ اُسے اس عرصہ میں منتر کے اثر ہونے کا کچھ نہ کچھ تو احساس ہونا چاہیئے تھا کہیں عنبر میرے ساتھ کوئی دھوکہ تو نہیں کر رہا۔ پھر خیال آیا کہ اُسے میرے ساتھ دھوکہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ خود ایک بڑا جادوگر ہے اور اس نے اپنے جادو کے ذریعے اپنی موت پر بھی قابو پا لیا ہوا ہے۔ یہ میرا وہم ہے۔ کہ میں ابھی تک منتر سے کیوں نہیں کچھ حاصل کر سکا۔ شاید عنبر کی بتائی ہوئی مدت کے بعد مجھے وہ طاقت حاصل ہو جائے۔ جسے عنبر حاصل کر چکا ہے۔ پھر نہ جانے کیوں منتر پڑھتے ہوئے آج اس کا دل اس بات پر یقین نہیں کر رہا تھا کہ وہ عنبر والی طاقت حاصل کر سکتا ہے۔

بار بار یہی بات دماغ میں گھومتی تھی۔ کہ نہیں یہ شخص میرے ساتھ دھوکہ کر رہا ہے۔ کیوں کر رہا ہے۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔ شاید وہ سانپ جو اس نے مجھ سے لے کر کہیں باہر دفنا دیا ہے اس کے ذریعے وہ بھی میری طرح کوئی خزانہ حاصل کرنے کی کوشش

کر رہا ہو۔ ہو سکتا ہے اس شہر میں جو پرانا خزانہ تھا۔ وہ تو میں سانپ کے ذریعے حاصل کر چکا ہوں اور مزید اس شہر میں کوئی پرانا خزانہ دفن نہ ہو۔ اس نے سانپ کو کہیں اور خزانے کی تلاش میں بھیج دیا ہو اور وہ ابھی تک واپس نہ آیا ہو۔ اور عنبر اس کی واپسی کے انتظار میں ہو۔ اچانک اس کے دل میں آیا کیوں نہ وہ اس سلسلہ میں اپنے گرُو سے مدد حاصل کرے اور پوچھے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں اس کی حقیقت کیا ہے۔ میرا گرُو ہی اس سلسلہ میں اب میری رہنمائی کر سکتا ہے۔

اس نے عنبر کا منتر پڑھنا چھوڑ کر اپنا جاپ گرُو کو بلانے کے لیے شروع کر دیا۔ کچھ وقت تک وہ گرُو کو بلانے کا جاپ کرتا رہا۔ آخر اس کے سامنے اس کے گرُو سپیرے جادوگر کی شکل ظاہر ہو گی۔

مکار سہاگ نے تمام واقعہ بتا کر گرُو جی سے پوچھا
"گرُو جی۔ کیا جو کچھ میں کر رہا ہوں۔ اس میں کامیاب ہو جاؤں گا؟"

شیطانی جادوگر نے کہا۔
"سہاگ! تجھے احمق بنایا جا رہا ہے۔ تمہیں عنبر

نے جو منتر بتایا ہے وہ جھوٹا منتر ہے۔ تم سے
دھوکہ کیا جا رہا ہے۔"
مکار سہاک تو حیرت میں ڈوب گیا۔
"مگر مہاراج اس نے تو کہا تھا کہ میں اس منتر کو
وظیفہ کرنے کے بعد غیر فانی بن جاؤں گا۔"
شیطانی جادوگر نے کہا۔
"یہ بالکل غلط ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ خود
انتہا طاقتور ہے کہ دنیا کی کوئی تلوار اس پر اثر نہیں
کر سکتی۔"
مکار سہاک نے کہا۔
"مہاراج! مجھ سے بہت بڑا دھوکہ کیا گیا ہے
مگر اس نے ایسا کیوں کیا؟"
شیطانی جادوگر بولا۔
"وہ تم سے ناگ دیوتا کی طاقت بحال کرنے والا
خفیہ منتر معلوم کرنا چاہتا ہے۔"
سہاک بولا۔
"میں یہ منتر اسے کبھی نہیں بتاؤں گا۔"
شیطانی جادوگر نے کہا۔

"اس کے لیے تمہیں عنبر کو بے بس کرنا ہوگا۔ جو بڑا
مشکل کام ہے۔"
پھر شیطانی جادوگر نے مکار سہاک کے کان میں سرگوشی
کر کے ایک ترکیب بتائی اور اس کی شکل غائب ہو گئی۔ مکار
سہاک کی تو آنکھیں کھل گئیں۔ وہ چھت پر سے اُتر کر اپنے
کمرے میں آ کر پلنگ پر لیٹ گیا اور عنبر کو قبضے میں کرنے
کا منصوبہ بنانے لگا۔ شیطانی جادوگر اسے جو ترکیب بتا
گیا تھا اس پر وہ صبح ہی کو عمل شروع کر سکتا تھا۔

دن چڑھا تو مکار سہاک خود ہی عنبر کے کمرے کی
طرف گیا اور مسکرا کر بولا۔
"مہاراج! آج منگل وار ہے۔ ہم لوگ منگل
کے روز ہر ماہ بیل دیوتا کی پوجا کرنے پہاڑی
والے مندر جاتے ہیں۔ آپ بھی ہمارے ساتھ
چلیں۔ وہاں کا منظر بڑا خوشنما اور حسین ہے۔"
عنبر نے سوچا کہ چلو ذرا سیر ہی ہو جائے گی اور پھر اس
مندر کے بارے میں کچھ معلومات ہی ملیں گی۔ ماریا اس
وقت ناگ سے ملنے جنگل کی طرف گئی ہوئی تھی۔ مکار سہاک
نے عنبر کو پالکی میں اپنے ساتھ بٹھایا اور غلام پالکی کو اٹھا کر

پہاڑی والے مندر کی طرف روانہ ہو گئے۔

پہاڑی کے دامن میں وہ پالکی سے اُتر آئے۔ عنبر نے دیکھا کہ سامنے ایک دروازہ ہے جس کے دو ستون تھے۔ دروازہ تنگ تھا۔ مکاڑ سہاک نے عنبر سے کہا۔

"اندر آئیے مہاراج بیل دیوتا کا بت اندر ہے"

عنبر بے نیازی سے سہاک کے ہمراہ اندر چلا گیا۔

یہ مندر ایک تنگ و تاریک کمرے میں بنا تھا۔ مکاڑ سہاک نے ایک چراغ روشن کر کے پتھر کے طاق میں رکھ دیا۔ اس چراغ کی روشنی میں عنبر کو دیوار میں ایک اور دروازہ دکھائی دیا۔ مکاڑ سہاک بولا۔

"بیل کی مورتی اس کے اندر والے کمرے میں ہے آئیے مہاراج! آپ نے ایسی خوب صورت مورتی پہلے کبھی نہیں دیکھی ہو گی۔ یہ سونے کی بنی ہوئی ہے"

عنبر اس دروازے سے بھی گزر گیا۔ آگے ایک اندھیری کوٹھری تھی۔ ساتھ والے کمرے میں جلتے چراغ کی روشنی اس کوٹھڑی میں آ رہی تھی۔ عنبر کو درمیان میں ایک پورے سائز کا بیل کا بت دکھائی دیا جو سچ مچ سونے کا بنا ہوا تھا۔ مکاڑ سہاک نے منہ ہی منہ میں اپنے شیطانی گورو

کے بتائے ہوئے کالے علم کے چار منتر پڑھ کر بیل کے بت کے سر پر پھونک دیئے۔ عنبر کو اس کی کوئی خبر نہ ہوئی۔ مکاڑ سہاک نے کہا۔

"مہاراج ہمارے شاستروں میں لکھا ہے کہ اس بیل پر کوئی سوار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ دیوتاؤں کی جگہ ہے"

عنبر کو غصہ آ گیا۔ بولا۔

"مگر ٹھاکر میں اس بیل پر سوار ہو سکتا ہوں"

مکاڑ سہاک نے عنبر کے شوق کو اور بڑھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں مہاراج۔ اس پر آپ بھی سوار نہیں ہو سکتے آج تک کوئی انسان نہیں بیٹھ سکا"

عنبر بولا۔

"میں تمہیں بیٹھ کر دکھاتا ہوں"

عنبر نے بیل کی مورتی پر ہاتھ رکھا اور اچھل کر اس کی پیٹھ پر سوار ہو گیا۔ بیل کی پیٹھ پر سوار ہوتے ہی عنبر کو محسوس ہوا کہ اس کا سارا جسم سُن ہو گیا ہے۔ اس نے چھلانگ لگا کر بیل پر سے اترنے کی کوشش کی۔ مگر اس کے جسم نے حرکت کرنے سے انکار کر دیا۔

اس وقت مکّار سہاک، منتر پڑھتا کوٹھری سے باہر نکل گیا۔ اس نے کوٹھری کے دروازے کا ایک خفیہ بٹن دبایا تو کوٹھری کے دروازے پر ایک بھاری پتھر گرا اور دروازہ بند ہوگیا۔ عنبر کے جسم کی طاقت ختم ہوگئی اور وہ بھی بیل کے بُت کے ساتھ ایک بت بن گیا۔

مکّار سہاک مندر سے نکل کر پالکی میں بیٹھ کر خوشی خوشی واپس اپنی حویلی کی طرف چل پڑا۔ اس نے اپنے دشمن سے بدلہ لے لیا تھا۔

اِدھر جنگل میں ماریا ناگ کے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔ وہ ناگ سے کہہ رہی تھی۔

"ہم آج ہی مکّار سہاک سے وہ خفیہ منتر معلوم کر لیں گے۔ جس کے پڑھنے سے تمہاری طاقت تمہیں واپس مل جائے گی"

ناگ بولا۔

"جلد کرو ماریا۔ میں تو اب سانپ کے روپ میں رینگ رینگ کر تنگ آگیا ہوں"

اچانک ماریا نے کہا۔

"ناگ بھیا! عنبر کی خوشبو نہیں آرہی"

ناگ نے بھی فضا میں زبان نکال کر سونگھا۔ اور گھبرا کر بولا۔

"تم نے ٹھیک کہا ماریا۔ عنبر کی خوشبو فضا میں نہیں ہے۔ مگر یہ کیسے ہوگیا ——————? کہیں عنبر کو کوئی حادثہ تو پیش نہیں آگیا؟ خدا کے لیے جلدی سے حویلی میں جا کر معلوم کرو"

ماریا بولی۔

"میں جا رہی ہوں۔ تم اسی جگہ رہنا"

ناگ نے کہا۔

"مجھے واپس آکر عنبر کی خیریت کی اطلاع ضرور دینا"

ماریا تیزی سے جنگل میں درختوں کے اوپر اُڑتی ہوئی حویلی میں پہنچی۔ اس نے دیکھا کہ عنبر کا کمرہ خالی ہے۔ عنبر وہاں نہیں تھا۔ وہ پریشان ہو کر باہر باغ میں آگئی۔ اسے ٹھاکر سہاک نظر آیا۔ جو باغ میں تُلسی کے درخت کے پاس چوکی پہ بیٹھا تُلسی کی پوجا کر رہا تھا۔ ماریا سوچنے لگی کہ وہ اس سے کس طرح پوچھے کہ عنبر کہاں ہے؟

اتنے میں ایک کنیز نے آکر کہا۔

"مہاراج! جوگی جی کہیں نظر نہیں آرہے"

مکّار سہاک نے انجان بنتے ہوئے کہا۔

"جوگی مہاراج ندی پر نہانے گئے ہوں گے"

کنیز بولی!

"نوکر ادھر بھی دیکھ آئے ہیں ٹھاکر جی! وہ وہاں
بھی نہیں ہیں۔"

اب مکار سہاگ نے اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"بھگوان جوگی جی کی حفاظت کرے۔ آخر وہ کہاں
جا سکتے ہیں"

پھر اس نے سب نوکروں کو جمع کر کے کہا۔

"جوگی مہاراج کو سارے شہر اور جنگل میں جا کر
تلاش کرو۔ وہ ہمارے مہان بھی ہیں اور گورو بھی
ہیں۔ اگر انہیں کچھ ہو گیا تو غضب ہو جائے گا۔ فوراً
ان کی تلاش میں نکل جاؤ۔"

نوکر حویلی سے نکل کر شہر کی جگہوں اور جنگل کی طرف بھاگے۔
جو چار غلام پالکی میں عنبر کو ٹھاکر سہاگ کے ساتھ پہاڑی والے
مندر پر لے گئے تھے ان کو ٹھاکر نے تاکید کر دی تھی کہ وہ اپنی
زبانیں بند رکھیں۔ انہیں ٹھاکر سہاگ نے انعام بھی دیا تھا۔

ماریا نے جب دیکھا کہ ٹھاکر سہاگ نے عنبر کی تلاش کے
لیے آدمی دوڑائے ہیں اور وہ خود بھی بے حد پریشان ہو
گیا ہے۔ تو اسے یقین ہو گیا کہ عنبر کی گمشدگی میں ٹھاکر سہاگ

کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔ اب ماریا اپنے طور پر عنبر کی تلاش
میں شہر کی طرف نکل کھڑی ہوئی۔

شہر میں جگہ جگہ گھومتے پھرتے ماریا کو دوپہر ہو گئی۔
مگر عنبر کا کوئی سراغ نہ ملا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ماریا
کو کسی جگہ سے بھی عنبر کی خوشبو نہیں آ رہی تھی۔ پھرتے پھرتے
وہ راجہ کے محل کی طرف آ گئی۔ اس محل میں اس نے کئی روز
بسر کئے تھے۔ مگر اس محل سے بھی اسے عنبر کی خوشبو کہیں سے
نہیں آ رہی تھی۔ ماریا نا امید ہو کر جنگل میں آ گئی۔ اس نے
ناگ سے کہا۔

"ناگ بھیا! کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ عنبر کہاں
گم ہو گیا ہے۔ میں شہر اور محل کا چپہ چپہ چھان
مارا ہے۔ مجھے وہ کہیں نہیں ملا۔"

ناگ نے کہا۔

"کہیں اسے مکار سہاگ نے تو کسی جگہ غائب نہیں
کر دیا؟"

"نہیں ایسا نہیں ہے،" ماریا نے کہا "وہ خود عنبر
کے گم ہو جانے سے بہت پریشان ہے۔ وہ تو
اس سے غیر خاکی بننے کا راز معلوم کرنے والا
تھا۔ اس نے تو اپنے سارے نوکروں کو عنبر کی

تلاش میں دوڑا دیا ہے۔"

ناگ چُپ ہو گیا۔ ماریا بھی سوچنے لگی۔ پھر بولی۔

"ناگ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم اپنے کسی عقلمند سانپ کو بُلا کر اس سے مشورہ کرو۔ شاید کسی سانپ کو پتہ ہو کر عنبر کہاں گم ہو گیا ہے۔"

ناگ بولا۔

"میری ناگ دیوتا کی طاقت اس وقت میرے پاس نہیں ہے۔ میں کسی سانپ کو نہیں بُلا سکتا۔"

ماریا نے کہا۔

"تم ناگ دیوتا بن کر نہ سہی، سانپ کا دوست بن کر کسی بزرگ سانپ کا مشورہ لے سکتے ہو۔"

ناگ کی سمجھ میں یہ بات آ گئی۔ کیونکہ سانپ اپنی عقل کی وجہ سے بہت مشہور ہوتے ہیں اور بزرگ سانپ تو بہت عقل مند ہوتا ہے۔ اس نے کہا۔

"میں کوشش کرتا ہوں۔ یہ ایک پرانا جنگل ہے ہو سکتا ہے یہاں کوئی بزرگ سانپ رہتا ہو۔"

ناگ نے سانپ کی آواز نکالی اور کہا۔

"میں ایک سانپ بول رہا ہوں۔ اگر اس جگہ کوئی

سانپ ہے تو آئے۔ مجھے اس سے کچھ پوچھنا ہے۔"

ماریا اور ناگ خاموشی سے جنگل میں بیٹھ گئے۔

تھوڑی ہی دیر بعد گھاس پر گرے پڑے سوکھے پتوں میں سرسراہٹ ہوئی اور ناگ نے دیکھا کہ ایک سفید سانپ آہستہ آہستہ رینگتا ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ قریب آ کر سفید سانپ نے ناگ کو کوئی سلام نہ کیا، کیونکہ اس کے جسم سے ناگ دیوتا کی کرنیں نہیں نکل رہی تھیں۔ سفید سانپ بھی ناگ کو ایک عام سرخ سانپ سمجھ رہا تھا۔ ناگ نے دیکھا کہ سفید سانپ کافی بوڑھا سانپ ہے۔

سفید سانپ پاس آ کر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا اور اپنا پھن اُٹھا کر بولا۔

"بیٹا! تم نے کس لیے یاد کیا۔ تم کو کس قسم کا مشورہ چاہیئے؟"

ماریا پاس ہی خاموش کھڑی تھی۔ ناگ نے کہا۔

"محترم بزرگ! میرا ایک مالک تھا وہ غائب ہو گیا ہے۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ اس شہر میں ہے یا کہیں باہر چلا گیا ہے۔ اس کے جسم سے میری خوشبو آتی ہے۔"

سفید سانپ بولا۔

"سرخ سانپ! اس بارے میں مجھے کچھ معلوم
نہیں ہے۔ ہاں اگر تم میرے ساتھ چلو تو میں تمہیں
اپنے دادا سانپ سے ملواتا ہوں۔ وہ شاید تمہاری
کچھ مدد کر سکے۔"
ناگ نے کہا۔

"ناگ دیوتا تمہارا بھلا کرے۔ مجھے اپنے دادا
سانپ کے پاس لے چلو۔"
ناگ سفید سانپ کے پیچھے پیچھے رینگنے لگا۔ ماریا بھی
ان کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ سفید سانپ ناگ کو لے
کر ایک پرانے اور بہت بڑے درخت کے نیچے لے
آیا۔ ناگ نے دیکھا کہ یہاں درخت کی لٹکتی جڑوں کے
درمیان ایک بہت ہی بوڑھا دھاری دار سانپ بیٹھا
اونگھ رہا ہے۔ اس کے سر پر چھوٹے چھوٹے سفید بال نکل
آئے تھے۔ ناگ سمجھ گیا کہ یہ سانپ کم از کم دو ہزار
سال کی عمر کا ہے۔ ناگ نے اسے جا کر ادب سے سلام
کیا اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔

اچانک بوڑھے دادا سانپ نے اپنی گردن اوپر
اٹھائی اور پھر جلدی سے اپنی گردن جھکا کر بولا۔
"اے مقدس ناگ دیوتا! میں آپ کو سلام

کرتا ہوں۔"
ناگ اور سفید سانپ دونوں چونک پڑے۔ سفید سانپ
تو حیران ہو کر ناگ کو دیکھنے لگا۔ ناگ نے تعجب سے کہا۔
"دادا سانپ آپ کو کیسے پتہ چل گیا کہ میں ناگ دیوتا
ہوں؟"

دادا سانپ بولا۔
"مقدس ناگ دیوتا! میں نے آج تک کسی کو دکھ
نہیں دیا۔ کسی کے بارے میں برا نہیں سوچا اس کی
وجہ سے میرا دل روشن ہو گیا ہے اور مجھے ہر چیز
کی اصل تصویر نظر آجاتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ
آپ مقدس ناگ ہیں مگر آپ کی طاقت کسی دشمن
نے چھین لی ہے۔"
ماریا بھی بڑے شوق سے دادا سانپ کو دیکھ رہی
تھی۔ اب سفید سانپ بھی ناگ کے آگے ادب سے بیٹھ
گیا تھا۔ ناگ نے کہا۔
"دادا سانپ آپ بجا فرما رہے ہیں۔ میں واقعی
ناگ دیوتا ہوں مگر میری طاقت یہاں کے
ایک مکار سپیرے سہاک نے چھین لی ہے۔ میری
طاقت بحال کرنے کا خفیہ منتر بھی اس مکار

سپیرے کے پاس ہے۔ میرا بھائی عنبر اس سپیرے سے یہ خفیہ منتر معلوم کرنے کے جتن کر رہا تھا کہ وہ خود نہ جانے کہاں غائب ہو گیا ہے۔ اب میں اس کا کھوج لگانا چاہتا ہوں۔"

دادا سانپ نے کہا۔

"مقدس ناگ دیوتا! جو طاقت آپ نے ہمیں عطا کر رکھی ہے اور جو طاقت میرے بے داغ کردار اور خلق خدا کو تنگ نہ کرنے کی وجہ سے خدا نے مجھے عنایت فرمائی ہے اس کی روشنی میں مجھے نظر آ رہا ہے کہ عنبر آپ کا بھائی اسی شہر میں زمین کے اندر کسی جگہ موجود ہے۔ مگر میں اس کے اردگرد طلسمی شعاعوں کا ایک بہت بڑا دائرہ دیکھ رہا ہوں جس کو کوئی سانپ یا انسان پار نہیں کر سکتا۔"

ناگ نے پوچھا۔

"پھر میں اپنے بھائی کو کیسے زمین سے باہر نکال سکتا ہوں؟ کیا وہ خود بھی زمین سے باہر نہیں نکل سکتا دادا سانپ؟"

دادا سانپ نے کہا۔

"مقدس ناگ دیوتا! میں دیکھ رہا ہوں کہ عنبر سونے کے بُت میں تبدیل ہو گیا ہے۔ اس کے گرد جو طلسمی منتروں کا دائرہ بنا دیا گیا ہے وہ اس جگہ سے کافی دور تک پھیلا ہوا ہے۔ پہلے اس کو ختم کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد آپ عنبر کے پاس پہنچ کر اسے نکالنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔"

ناگ نے سوال کیا۔

"دادا سانپ! یہ طلسمی دائرہ کس طریقے سے بے اثر کیا جا سکتا ہے؟"

بزرگ سانپ نے کہا۔

"مقدس ناگ! یہاں سے موجود سمندر میں اگر آپ ایک دن اور ایک رات کا سفر کریں تو سمندر کے بیچ میں مونگے کی بنی ہوئی ایک سیاہ چٹان آئے گی۔ اس چٹان کے نیچے ایک قدرتی سرنگ ہے۔ اس سرنگ میں پورے چاند کی رات کو ایک بہت بڑا کچھوا آ کر سات انڈے دیتا ہے۔ انڈے دینے کے فوراً بعد وہ ان ساتوں انڈوں کو کھا جاتا ہے۔ اگر کسی طرح سے آپ ان انڈوں میں سے ایک انڈا اٹھا کر لے آئیں تو اس کے زرد سفوف کو جسم پر لگانے

کے بعد عنبر کے گرد پھیلے ہوئے طلسمی دائرے کا
اثر ختم ہو جائے گا۔"
ناگ نے کہا۔
"میں وہ انڈہ لانے کی کوشش کروں گا۔"
دادا سانپ بولا۔
"مگر اس میں خطرہ بھی ہے۔ کیونکہ کچھوا بڑا خونخوار
ہو گیا ہے اگر اس نے آپ کو پکڑ کر نگل لیا تو آپ
اس کے پیٹ سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔"
ناگ نے کہا۔
"میں اپنے بھائی عنبر کے لیے یہ خطرہ مول لینے پر
تیار ہوں۔"
ناگ نے دادا سانپ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ ماریا بھی
اس کے ساتھ ہے۔ جو غائب رہتی ہے اور ایک غیبی عورت
بڑے آرام سے کچھوے کا انڈا اڑا لے گی۔
جب سانپ رخصت لے کر جانے لگا تو دادا سانپ
بولا۔
"مقدس ناگ دیوتا! میں جانتا ہوں آپ کے ساتھ
ایک غیبی عورت بھی ہے۔ اور آپ اس کام لینے کے
بارے میں سوچ رہے ہیں۔ مگر یہ ذہن میں رکھیں کہ

کچھوے کے انڈے کو اگر کسی غیبی عورت یا غیبی
روح کا ہاتھ لگا تو وہ پانی بن کر بہہ جائے گا۔"
ماریا چونک پڑی کہ دادا سانپ کو اس کی موجودگی کا پتہ
ہے۔ ناگ بھی حیران ہوا۔ اس نے کہا۔
"دادا سانپ! معاف کرنا میں نے ماریا کے
بارے میں آپ کو اس لیے نہیں بتایا کہ میں اس
کی ضرورت نہیں سمجھ رہا تھا۔ وہ واقعی میرے ساتھ
ہے۔ لیکن جیسا کہ آپ نے کہا ہے۔ اب تو وہ بھی
سوائے اس کے میری اور کوئی مدد نہیں کر سکتی کہ
مجھے سمندر میں مونگے کی چٹان تک پہنچا دے۔"
دادا سانپ بولا۔
"خدا آپ کی حفاظت کرے مقدس ناگ! اگر
انڈہ مل گیا۔ تو میرے پاس آ جائیے گا۔ پھر میں
اپنے سانپ بھیج کر یہ پتہ کرواؤں گا کہ عنبر
زمین میں کس جگہ سونے کا بت بنا کر دفن کر دیا
گیا ہے۔ کیونکہ میں اپنے سانپوں پر کچھوے کے
انڈے کا سفوف مل دوں گا۔ جس سے ان پر طلسمی
لہروں کا اثر نہیں ہو گا۔"
"ایسا ہی ہو گا۔ دادا سانپ!"

کے پاس آؤں گا۔"
یہ کہہ کر ناگ، ماریا کے ساتھ وہاں سے
چل دیا۔

ناگ کچھوے کے پیٹ میں

جنگل سے باہر نکل کر ماریا نے کہا۔

"یہ دادا سانپ تو بڑا روشن ضمیر سانپ ہے۔ اس کو میری موجودگی کا بھی علم ہو گیا۔"

ناگ بولا۔

"ماریا بہن! سانپ تو سانپ ہیں اگر کوئی انسان بھی دنیا میں ہمیشہ نیک کام کرے، جھوٹ نہ بولے، کسی کو دھوکہ نہ دے، بڑوں کا ادب کرے اور خدا کی عبادت کرتا رہے۔ تو اس کا ضمیر بھی روشن ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت کے سائے میں لے لیتا ہے۔ اور اسے آنے والے واقعات کا پتہ چل جاتا ہے۔"

ماریا کہنے لگی۔

"تم ٹھیک کہتے ہو ناگ۔ اچھا اب میرا خیال ہے کہ ہمیں سمندر کی طرف اپنا سفر شروع کر دینا چاہیے۔

میں تمہیں اٹھا لیتی ہوں، کیونکہ تم خود عقاب بن
کر میرے ساتھ پرواز نہیں کر سکتے۔"
ناگ نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔
"اب تو وہ ہوا میں اُڑنا مجھے خواب لگتا ہے۔"
ماریا نے کہا۔
"خداوند تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا گناہ ہے
اچھا وقت بھی جلد آجائے گا۔ اب میں تمہیں اٹھا
کر اپنی گردن میں لپیٹ لوں گی۔ پھر ہم یہاں سے
سمندر کی طرف سفر شروع کر دیں گے۔"
"میں تیار ہوں۔" ناگ نے آہستہ سے کہا۔
ماریا نے ناگ کو جو سرخ سانپ کی شکل میں تھا اٹھا لیا۔
ماریا کے ہاتھوں میں آتے ہی ناگ غائب ہوگیا۔ اب اُسے
سوائے ماریا کے اور کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ماریا نے ناگ
کو اپنی گردن میں لپیٹ لیا اور ہوا میں اُچھل کر اوپر کو اٹھی
اور درختوں کے اوپر آکر اس نے اپنا رُخ سمندر کی طرف
کر لیا اور تیزی سے اُڑنا شروع کر دیا۔
وہ ساری رات اُڑتی رہی۔ جب سورج کی روشنی
زمین پر پھیلی تو ماریا کو دُور سمندر دکھائی دیا۔ اس نے ناگ
سے کہا۔

"ناگ بھیا! ہم سمندر کے کنارے پہنچ رہے
ہیں۔"
ناگ کو بھی دُور سمندر کا پانی سورج کی دھوپ میں
چمکتا نظر آنے لگا تھا۔ اس نے کہا۔
"ماریا! ہمیں اسی رُخ پر سمندر میں سفر کرنا ہوگا۔"
ماریا بولی۔
"دادا سانپ کے کہنے کے مطابق ایک دن اور ایک
رات کے سفر کے بعد ہمیں کھلے سمندر میں مونگے کی
سیاہ چٹان نظر آئے گی۔"
"خدا نے چاہا تو ایسا ہی ہوگا۔" ناگ یہ کہہ کر خاموش
ہوگیا۔
ماریا کسی تیز عقاب سے بھی زیادہ تیزی سے ہوا میں اُڑ
رہی تھی جس کی وجہ سے فاصلہ جلدی طے ہو رہا تھا۔ ماریا
نے کہا۔
"ناگ بھیا! اگر میں اسی رفتار سے اُڑتی رہی تو
میرا خیال ہے کہ ہم کل صبح مونگے کی چٹان کے
پاس پہنچ جائیں گے۔ میرا اندازہ تو یہی کہتا ہے۔"
ناگ نے کہا۔
"ہو سکتا ہے۔"

ماریا اب سمندر کے اوپر اُڑ رہی تھی۔ ان کے نیچے
نیلے سمندر کی بڑی بڑی موجیں ساحل کی طرف اُبھر اُبھر
کر بڑھ رہی تھیں۔ ماریا اُڑتی چلی گئی۔ اسی طرح دن گزر
گیا۔ یہاں سمندر اتنا وسیع تھا کہ اس کا کوئی کنارہ نظر نہیں
آتا تھا۔ چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔ خدا کی خدائی یاد آ
رہی تھی۔ ماریا سمندر سے کوئی پچاس فٹ کی بلندی پر اُڑ
رہی تھی۔ اس نے کئی شارک مچھلیوں کو سمندری لہروں میں
ابھرتے دیکھا۔ رات ہو گئی۔ آسمان پر تارے نکل آئے۔
سمندر کی لہریں پُرسکون تھیں۔ تاروں کا عکس سمندر میں
پڑا تو ماریا کو یوں لگا۔ جیسے وہ دو آسمانوں کے درمیان
ہوا میں اُڑتی چلی جا رہی ہے۔

یونہی سمندر کے اوپر اُڑتے اُڑتے رات بھی گزر گئی۔
دن نکلا تو دُور ماریا نے ایک چٹان کو سمندر سے اُبھرے
ہوئے دیکھا۔

"ناگ! وہ دیکھو! میرا اندازہ ٹھیک ہی نکلا۔
ہم وقت سے پہلے مونگے کی سیاہ چٹان کے
پاس پہنچ گئے ہیں"

ناگ نے بھی سیاہ چٹان کو دُور سے دیکھا تو بولا۔
"خدا کرے کہ یہ وہی مونگے کی چٹان ہو"

ماریا چٹان کے قریب آئی تو دیکھا کہ یہ ایک بہت
بڑی چٹان تھی۔ جو واقعی مونگوں کی بنی ہوئی تھی۔ اس کا
رنگ بھی سیاہ ہی تھا۔ اس نے ناگ سے کہا۔

"یہی وہ چٹان ہے ناگ! میں اس پر اُتر رہی
ہوں"

ماریا فضا میں سے اُتر کر چٹان کی سطح پر پتھروں کے درمیان
سمندر کی لہریں چاروں طرف سے آ کر ٹکرا رہی تھیں اور شور
پیدا کر رہی تھیں۔ جھاگ اُڑا کر واپس چلی جا رہی تھیں۔
ناگ بولا۔

"بالکل ویران چٹان ہے۔ اب وہ سرنگ تلاش
کرو۔ جس کے بارے میں دادا سانپ نے کہا
تھا کہ اس کے اندر چھوا چاند رات کو آتا ہے"

ماریا نے چٹان کے ارد گرد ایک چکر لگایا تو اسے ایک
جگہ سرنگ کا منہ نظر آیا۔ اس سرنگ میں سمندر کا پانی
داخل ہو کر لہروں کے ساتھ ہی واپس چلا جاتا تھا۔ ماریا
اس کے اندر چلی گئی۔ ناگ اس کے گلے میں لٹکا ہوا تھا۔
اس نے دیکھا کہ سرنگ اندر جا کر ایک دالان میں بدل
گئی تھی۔ جہاں پتھروں کے درمیان ایک بڑا پتھر پانی
میں ڈوبا آدھا باہر نکلا ہوا تھا۔ ماریا نے کہا۔

"ضرور خوبی کچھوا اسی جگہ آکر چاند رات کو
بیٹھتا ہے"
ناگ بولا۔
"چاند رات میں ابھی دو دن باقی ہیں ہمیں یہاں
رہ کر چاند رات کا انتظار کرنا ہوگا"
"ٹھیک ہے"۔ ماریا نے کہا "ہم چٹان کے اوپر
بیٹھ کر چاند رات کا انتظار کریں گے"
ماریا چٹان کے اوپر آگئی۔ اس نے ناگ کو گردن سے
اتار کر پاس رکھ دیا۔ ناگ ماریا کی گردن سے اترتے ہی
سانپ کی شکل میں ظاہر ہو گیا۔
دھوپ سمندر پر چمک رہی تھی۔ چاروں طرف سمندر
ہی سمندر تھا۔ دور دور سے نیلی لہریں آکر چٹان سے ٹکرا
کر جھاگ اڑاتیں اور پھر شور پیدا کر کے واپس چلی
جاتیں۔ ناگ بولا۔
"لگتا ہے یہاں کبھی کوئی انسان نہیں آیا"
ماریا نے کہا۔
"یہ جگہ سمندر میں بہت دور ہے اور پھر اس ایک
چٹان پر آکر کیا کرے گا"

اتنے میں ماریا نے دیکھا کہ دور سمندر میں بہت سے پرندے آسمان
پر اڑ رہے ہیں تو وہ بہت حیران ہوئی اور ناگ سے کہا۔
"میں دور آسمان پر بہت سے پرندوں کو کسی چیز پر منڈلاتے دیکھ
رہی ہوں۔"
ناگ نے جواب دیا کیا کوئی چیز سمندر میں تیرتی ہوئی بھی نظر آئی ہے
ماریا نے کہا۔ نہیں جہاں تک اس وقت میری نظر جاتی ہے سمندر
میں کوئی چیز تیرتی ہوئی نظر نہیں آتی اور پرندے بھی بہت دور اور
اونچائی پر اڑ رہے ہیں۔
ناگ بھیا اگر تم کہو تو دور سمندر کا ایک چکر لگا آؤں شاید کسی کو ہماری
مدد کی ضرورت ہو
ناگ نے جواب دیا۔ ٹھیک ہے ماریا بہن۔ میں یہاں کہیں پہاڑی
کی اوٹ میں چھپ جاتا ہوں۔ تم چکر لگا کر دیکھ لو۔ کیونکہ کچھوے کے آنے
میں بھی ابھی دو دن باقی ہیں۔ جب تم واپس آؤ تو آواز دینے کی
ضرورت نہیں۔ میں تمہاری خوشبو پر باہر آجاؤں گا۔
ماریا نے یہ سنتے ہی اڑان بھری اور سمندر کے اوپر ہلکے ہلکے جھونکوں
کے ساتھ اڑنے لگی۔ کافی دیر کے بعد ماریا نے دیکھا کہ ایک تختہ پانی
کی سطح پر چلا آرہا ہے اور اس پر ایک عورت اور ایک بچہ سوار

ہے۔ اور بہت سے پرندے اس کے اردگرد منڈلا رہے ہیں
عورت بچے کو اپنے سینے سے لگائے زور زور سے ہاتھ ہلا رہی
تھی۔ ماریا نے یہ دیکھتے ہی اپنی اڑان تیز کر دی اور اس عورت
کے تختہ پر پہنچ گئی ماریا نے دیکھا کہ عورت اچھے لباس میں ہے،
صاف ستھری، بچہ بھی کالا کالا سا اور بڑا گول مٹول سا خوبصورت
ہے۔ شاید یہ حبشی قبائل کے کسی قبیلہ کی عورت ہے۔ یہ اس حالت
میں کیوں ہے۔ یہ بات ماریا نہ سمجھ سکی اس نے عورت کو آواز
دی۔ تو غیبی آواز سن کر وہ عورت ڈر گئی۔ اس عورت نے دیکھا
کہ پرندے جو اس کے اوپر منڈلا رہے تھے اب واپس جا رہے ہیں
انہوں نے نہ جانے کس چیز کو دیکھ لیا تھا کہ وہ واپس ہو رہے
تھے۔ ماریا نے پھر آواز دی اور عورت سے کہا۔

کہ بہن گھبراؤ نہیں۔ میں آسمانوں سے تمہاری مدد کے لیے آئی ہوں

عورت۔ کون ہو تم کسی کی روح ہو اور تمہیں کس نے بھیجا ہے۔

ماریا۔ میں آسمانوں کی سیر کر رہی تھی کہ میں نے دیکھا کہ تم پانی
میں ایک تختہ پر بہی جاتی ہو اور بہت سے پرندے تمہارے
گرد منڈلا رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں تمہاری مدد کے لیے آگئی ہوں
اگر تم اپنے آپ کو کسی مصیبت میں پاتی ہو تو مجھے بتاؤ۔ میں تمہاری

ہر طرح کی مدد کروں گی۔

پھر عورت نے بتانا شروع کیا کہ میرا نام منگلا ہے۔ میں جھالڑ
قبیلہ سے تعلق رکھتی ہوں جو ان پہاڑوں کے اوپر سمندر کے
ساتھ ساتھ واقع ہے۔ میں اپنے قبیلہ کی ملکہ تھی۔ میرا خاوند
اس قبیلے کا حکمران تھا ہم دونوں ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہے تھے
کہ ایک رات سوتے میں کسی نے میرے خاوند کو قتل کر دیا۔ میں
اور میرا یہ بچہ بے آسرا رہ گئے۔ قبیلہ کے ایک شخص نے تخت پر قبضہ
کر لیا اور رواج کے مطابق مجھے اس کی بیوی بننا پڑا۔ یہ شخص بہت
تنگ کرتا ہے اس نے آہستہ آہستہ قبیلہ کی دولت کو ایک دوسرے
قبیلے کی عورت پر ضائع کرنا شروع کر دی ہے وہ اس عورت سے
شادی کرنا چاہتا ہے مگر وہ عورت اس سے اس وقت تک
شادی کے لیے تیار نہ تھی جب تک وہ مجھے نہ چھوڑ دے
مجھے وہ اس لیے نہیں چھوڑ سکتا کہ میں قبیلے کے مرنے والے سردار
کی بیوی ہوں اور اس کے بچے کی ماں ہوں۔ جس نے اس کی تمام
جائیداد کا وارث ہونا ہے۔ میری اس سے شادی کی وجہ سے وہ
اس دولت کو جس طرح چاہے خرچ کر رہا ہے۔ مجھے چھوڑنے
کے بعد وہ اس دولت کا مالک نہیں رہتا۔ جس سے وہ آرام و عیش

کر رہا ہے۔ اس کی ایک ہی صورت تھی کہ وہ ہم دونوں کو ختم
کر دے۔ تین چار روز ہوئے وہ ہمیں سیر کے بہانے سمندر کے
کنارے لایا اور اس تختہ کو کشتی کے ساتھ باندھ لیا۔ جب ہم
کنارے سے بہت دور نکل آئے تو ہمیں زبردستی اس تختہ پر بیٹھا
کر سمندر میں پانی کے بہاؤ پر چھوڑ دیا اور اس نے چھوڑتے
وقت کہا تھا کہ میں تم دونوں کو مار بھی سکتا تھا۔ مگر ماروں گا
نہیں۔ تمہیں نعل دیوتا کے نام پر پانی کے حوالے کرتا ہوں۔ وہ
اب تمہیں بچائے یا سمندری پانی کے حوالے کر دے۔ تمہاری قسمت
تو بہن یہ ہے میری کہانی۔ اب تم میری کیا مدد کر سکتی ہو دیکھ
لو۔ میں تو یہی چاہوں گی کہ اپنے قبیلہ میں واپس چلی جاؤں
ماریا نے کہا۔ دیکھو بہن اب اس تختہ کے ذریعے تم اپنے قبیلہ
تک واپس نہ جا سکو گی۔ اللہ میاں نے مجھ کو ایک خاص طاقت
دی ہے۔ میں اُسے استعمال کرتے ہوئے تم دونوں کو اٹھا لیتی ہوں
اٹھا لینے کے بعد راستہ کی نشان دہی تم کرتی جانا۔ میں تمہیں
تمہارے قبیلے پر پہنچا دوں گی۔ منگلا نے کہا۔ اچھی بہن جیسے
تم مناسب سمجھو کر لو۔
ماریا نے ایک بغل میں عورت اور دوسری میں بچے کو اٹھا لیا

اور منگلا کے بتائے ہوئے راستہ پر اڑتے اڑتے اُن کے قبیلہ تک
جا پہنچی۔ جس وقت وہ قبیلہ کے قریب پہنچے تو آدھی رات گذر
چکی تھی منگلا نے ماریا کو بتایا کہ وہ جھونپڑی جس کے باہر دیا جل
رہا ہے۔ وہ ہماری ہے۔ ماریا نے منگلا سے کہا کہ ابھی ہم اس
جھونپڑی کے اندر داخل ہوتے ہیں تم بالکل خاموشی سے تماشا
دیکھنا۔ میں تمہارے شوہر کو ہلکی سزا دوں گی اور اس سے وعدہ
لوں گی کہ آئندہ وہ زندگی بھر نہ تو تمہیں تنگ کرے گا اور نہ
ہی تمہیں چھوڑ کر دوسری شادی کرے گا۔
ماریا نے جھونپڑی میں داخل ہو کر منگلا کو ایک کونے میں
اتار دیا اور بچہ اس کی گود میں دے دیا۔ ماریا نے دیکھا کہ جھونپڑی
بہت خوبصورتی سے سجائی ہوئی ہے۔ ایک طرف دیوار کے ساتھ
دلہا کے پہننے والا نیا اور عمدہ لباس لٹکا ہوا ہے۔ ماریا نے سوچا
کہ منگلا ٹھیک ہی کہتی تھی کہ وہ اُسے چھوڑ کر دوسری عورت سے
شادی کرنا چاہتا ہے۔ جس کی وہ تیاریاں کر رہا ہے۔
ماریا جھاڑ قبیلہ کے سردار کے سرہانے پہنچی اور اس کی چارپائی
کو الٹی دیا تھا۔ سردار ہڑبڑا کر اٹھا تو ماریا نے اُسے پکڑ کر الٹا
لٹکا دیا اور اس کا منہ اُس کونے کی طرف کر دیا جہاں اُس کی بیوی

گھڑی تھی اور پھر مردانہ آواز میں کہا کہ دیکھو نامراد تو نے
ایک عورت کی خاطر اپنی بیوی کو موت کے حوالے کر دیا۔ مگر
دیوتاؤں نے اس کی مدد کی وہ زندہ بھی بچ گئی اور تمہارے پاس
جھونپڑی میں بھی آ گئی۔ دیوتاؤں کے فیصلہ کے مطابق اب تمہاری
زندگی ختم کر دی جائے گی۔ اس لیے کہ تم ظالم ہو۔ قبیلہ کے لوگوں
کے علاوہ اپنی بیوی کو بھی تنگ کرتا ہے۔ صرف تمہارے ساتھ
ایک صورت میں رعایت ہو سکتی ہے کہ تو اپنی بیوی سے معافی
مانگے اور وہ تجھے معاف کر دے اور تم اس سے وعدہ کرو کہ
آئندہ نہ تو تم اسے تنگ کرو گے اور نہ ہی اسے چھوڑ کر دوسری
شادی کرو گے۔ سردار جو کافی دیر سے الٹا لٹکا ہوا تھا اور ماریا
کی باتیں سن رہا تھا اور اس کی غیبی آواز اور طاقت
سے بہت خوفزدہ ہو چکا تھا اس نے فوراً منگلا سے معافی مانگ
لی اور وعدہ کیا کہ وہ اسے چھوڑ کر دوسری شادی نہیں کرے گا
اور نہ ہی قبیلہ کے کسی فرد کو پریشان یا تنگ کرے گا۔

ماریا نے منگلا سے کہا کہ منگلا بہن اسے معاف کر دو۔ اب یہ
سیدھی راہ چلے گا۔ منگلا نے ماریا کے کہنے پر اپنے خاوند کو معاف کر
دیا۔ پھر ماریا نے سردار کو سیدھے کھڑا کرتے ہوئے کہا۔

ایک بات یاد رکھو کہ اگر تم نے کبھی بھی زندگی میں منگلا
کو یا منگلا کے بچے کو دکھ دیا تو وہ تمہاری زندگی کا آخری
دن ہو گا تم یوں سمجھ لو کہ میری دیوتاؤں کی طرف سے ڈیوٹی
لگا دی گئی ہے کہ میں اس کی حفاظت کروں اب تم
یوں سمجھ لو کہ میں ہر وقت منگلا کے آس پاس ہوں
سردار نے دوبارہ توبہ کی اور وعدہ کیا کہ آئندہ وہ
ایسی کوئی حرکت نہیں کرے گا جس سے منگلا یا اس کے
بچے کو تکلیف ہو۔

ماریا نے منگلا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ منگلا بہن
میں تمہارے آس پاس ہی ہوں تمہیں پریشان ہونے کی
کوئی ضرورت نہیں۔ اب تم ہنسی خوشی زندگی بسر کرو
خدا حافظ! اب میں تم لوگوں سے کوئی بات نہیں کروں
گی۔ تمہارا شوہر یہ بات یاد رکھے کہ میں ہر وقت تمہارے
پاس ہوں۔

یہ کہہ کر ماریا وہاں سے اڑی اور صبح ہوتے ہوتے جہاں ناگ کو
چھوڑا تھا۔ وہاں پہنچی۔ ماریا کے چٹان پر آتے ہی ناگ ایک چٹان کی اوٹ سے باہر
نکلا اور کہا ماریا تم آ گئی ہو۔ ماریا نے ہاں میں جواب دیا اور ساری داستان جو
گزری تھی سنا دی۔

ناگ اور ماریا نے اس چٹان پر دوسرا دن بھی گزار دیا۔

اگلے دن رات کو چاند نکل آیا۔ سارے سمندر پر خوبصورت چاندنی پھیل گئی۔ یہ چاند رات تھی۔ آدھی رات کو دادا سانپ کے کہنے کے مطابق خونخوار کچھوے نے چٹانی غار میں آکر سات انڈے دینے تھے۔ ماریا نے ناگ سے کہا۔

"ناگ آدھی رات ہونے والی ہے۔ کچھوے کے آنے کا وقت ہو رہا ہے۔ ہمیں غار میں چھپ کر بیٹھ جانا چاہیئے"

ماریا چٹان کی غار میں اس جگہ آکر پتھروں کے پیچھے ہو گئی۔ اِسے چھپنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ کسی کو نظر نہیں آتی تھی۔ سانپ ناگ بھی اس کے ہاتھ میں تھا جو نظر نہیں آتا تھا۔ پھر بھی وہ احتیاط سے کام لے رہی تھی۔ ناگ نے کہا۔

"کچھوا اس پتھر پر آکر انڈے دے گا۔ تم مجھے اتار دو۔ میں اس پتھر کے نیچے جاکر چھپ جاتا ہوں"

ماریا نے ناگ کو پتھروں پر چھوڑ دیا۔ اس نے کہا۔

"ناگ بھیا! ہوشیار رہنا۔ کچھوا بڑا خونی ہے۔ کہیں وہ تم پر حملہ نہ کر دے"

ناگ بولا۔

"فکر مت کرو۔ میں چوکس رہوں گا"

ناگ سانپ کی شکل میں پتھر کے چبوترے کی ایک طرف چھپ گیا۔ غار میں گہری خاموشی تھی۔ صرف باہر سے سمندر کی لہروں کی آواز آجاتی تھی۔ اتنے میں لہروں میں چھپاک چھپاک کی آوازیں آئیں۔ ماریا نے آہستہ سے کہا۔

"ناگ! شاید کچھوا آرہا ہے"

ناگ بھی چوکنا ہو گیا۔ وہ سرخ سانپ کی شکل میں پتھر کے نیچے چمٹا ہوا تھا۔ صرف اس کی چھوٹی سی گردن اوپر اٹھی تھی۔ ماریا بھی غار کے دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جہاں ہلکی ہلکی چاندنی پھیلی تھی۔

انہوں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا کچھوا غار میں آہستہ آہستہ رینگتا داخل ہو رہا تھا۔ یہ کافی بڑا کچھوا تھا۔ اس کی چاروں ٹانگیں کشتی کے پتواروں کی طرح چل رہی تھیں۔ ناگ نے اپنی گردن نیچی کر لی۔ کچھوا رینگتا ہوا پتھر کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی موٹی گردن اپنے سخت پتھریلے خول میں ہل رہی تھی۔ کچھوے نے چاروں طرف گردن گھما کر

اپنی لال لال آنکھوں سے دیکھا۔

پھر اس نے ایک کے بعد ایک سات انڈے دیئے جن کا رنگ سیاہ تھا۔ یہ جگہ جہاں انڈے گر رہے تھے کچی تھی، ناگ اسی انتظار میں تھا۔ کچھوے نے کیا کیا کہ انڈے دیتے ہی انہیں منہ مار مار کر نگلنا شروع کر دیا۔ اس سے پہلے کہ ناگ رینگ کر چبوترے پر آتا کچھوا چھ انڈے نگل گیا تھا۔

ناگ نے جھپٹ کر ساتویں انڈے کو منہ میں اُچکنا چاہا مگر اس عرصے میں کچھوا ہوشیار ہو گیا تھا۔ اس نے سانپ کو دیکھا تو اس کے منہ سے ایک وحشت ناک پھنکار نکلی۔ ناگ نے ساتویں انڈے پر منہ مارا ہی تھا کہ کچھوے نے ناگ کو اپنے دونوں بڑے بڑے ہاتھوں میں جکڑ کر اپنے منہ میں ڈال لیا۔

ماریا کی چیخ نکل گئی۔ کچھوے نے چونک کر دیکھا وہ پھنکارنے لگا۔ اس کے نتھنوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔ ماریا لپک کر کچھوے کی طرف آئی مگر کچھوا ناگ کو نگل چکا تھا اور ناگ کچھوے کے معدے میں پہنچ گیا تھا۔ ماریا نے کچھوے کو پکڑ کر ایک طرف زور سے پھینکا۔ کچھوا دیوار کے ساتھ گرا اور اس نے غار میں سمندر کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ اس کی رفتار بہت سُست تھی۔ ماریا اسے اٹھا اٹھا کر گرا رہی تھی لیکن کچھوا ناگ

کو نہیں اُگل رہا تھا۔

اسی کشمکش میں کچھوا غار سے نکل آیا۔ سامنے گہرا سمندر تھا۔ کچھوے نے سمندر میں ڈبکی لگا دی اور ماریا کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ ماریا بھی سمندر میں اُتر گئی۔ اس نے کچھوے کو گہرے پانیوں میں جاتے دیکھا۔ سمندر کے نیچے پہاڑیاں ہی پہاڑیاں تھیں جن کے درمیان گنجان جھاڑیاں اوپر کو لہرا رہی تھیں۔ یہاں اندھیرا گہرا ہو گیا۔ کچھوا ان جھاڑیوں میں گھس کر کسی کھوہ میں گھُس کر ماریا کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

ماریا دیر تک سمندر کی گہرائی میں کچھوے کو ڈھونڈھتی پھری مگر کچھوا اس کے ہاتھ میں نہ آیا۔

ماریا سمندر سے نکل کر غار میں آ گئی۔ خوش قسمتی سے کچھوے کا ساتواں انڈا بچ گیا تھا اور کچے چبوترے پر پڑا تھا۔ ماریا کو دادا سانپ کا کہنا یاد تھا کہ اگر کسی غیبی عورت یا غیبی روح کا ہاتھ انڈے کو لگا تو وہ پانی بن کر بہہ جائے گا۔ ماریا پریشان تھی کہ انڈہ کس طرح دادا سانپ کے پاس لے کر جائے کہ وہ عنبر کو اصلی حالت میں واپس لا سکے۔ اُسے دُور ایک پتھر جو نوکیلا تھا پڑا نظر آیا تو اس کو ایک تجویز سُوجھی اس نے وہ نوکیلا پتھر اُٹھایا اور کچی جگہ کو چاروں طرف سے کھودنا شروع کر دیا۔ اس نے زمین کا اُتنا ٹکڑا کھود کر کاٹ لیا۔ اور

اس طرح انڈے کو ہاتھ لگائے بغیر زمین کے ٹکڑے پر پڑے
کو اُٹھا کر اور ناگ کو غذا کے حوالے کر کے واپس دادا
سانپ کے ڈیرے کی طرف روانہ ہو گئی۔ کیونکہ وہ عنبر کو پھر
سے زندہ کر کے اس کے ساتھ یہاں آکر کچھوے کو اگلی چاند
رات کو پکڑنا چاہتی تھی۔ اسے یقین تھا کہ ناگ کچھوے کے
پیٹ میں زندہ رہے گا۔

ماریا کچھوے کا سیاہ انڈہ لے کر دادا سانپ کے پاس
پہنچ گئی۔ اس نے ناگ کے ساتھ جو حادثہ ہوا تھا۔ دادا سانپ
کو بتایا۔ وہ بہت فکر مند ہوا۔ ماریا نے کہا۔

"اگلے چاند کی رات کو ہم دوبارہ اس چٹان پر
جا کر کچھوے کو قابو کریں گے۔ اس وقت میرے
ساتھ عنبر بھی ہوگا۔ اب آپ اس انڈے کو لے
کر اس کا سفوف تیار کر کے اپنے کسی سانپ کو
عنبر کی طرف روانہ کریں کہ وہ اس کے درست
ٹھکانے کا سراغ لگائے۔"

دادا سانپ نے ماریا کے اس طرح انڈہ اٹھا کر لانے
کی داد دی اور سیاہ انڈے کو دوسرے سانپوں کے حوالے
کر دیا۔ انہوں نے اپنے منہ ایسی گرم ہوا نکال کر انڈے پر
ڈالی کہ وہ جل کر راکھ ہو گیا۔ دادا سانپ نے اس میں سے

تھوڑی سی راکھ لے کر ایک سانپ کے جسم پر لگائی اور اسے
حکم دیا۔

"بیٹا! جاؤ اور یہ پتہ کر کے آؤ کہ عنبر زمین کے اندر
کس جگہ سونے کا بت بنا کر قید کر دیا گیا ہے۔"

سانپ اسی وقت باہر نکل گیا۔

ماریا دادا سانپ کے پاس ہی بیٹھ گئی۔ دادا سانپ
نے کہا۔

"ناگ مقدس دیوتا ہے۔ کچھوا اسے ہضم نہیں کر
سکے گا۔ مگر چونکہ ناگ کی طاقت اس کے پاس
نہیں ہے۔ اس لیے وہ اپنے آپ کچھوے کے
پیٹ سے باہر بھی نہیں نکل سکے گا۔"

ماریا نے کہا۔

"عنبر مل گیا تو ہم چاند رات کو جا کر کچھوے کو
ہلاک کر کے اس کے پیٹ سے ناگ کو نکال
لیں گے۔ کیونکہ عنبر کی طاقت کے سامنے کچھوے
کی طاقت بیکار ہو گی۔"

ایک گھنٹے بعد سانپ واپس آ گیا۔ اس نے بتایا کہ عنبر
یہاں سے دور پچھم والی پہاڑی کے دامن میں بیل دیوتا کا
جو مندر ہے۔ اس مندر کی ایک کوٹھڑی میں سونے کے بیل کے

اوپر خود بھی سونے کا بت بنا بیٹھا ہے۔ سانپ نے کہا۔
"مگر وہاں جادو کی زبردست لہریں پھیلی ہوئی ہیں۔
دادا سانپ! اگر میں نے انڈے کا سفوف نہ
ملا ہوتا تو جل کر خاک ہو جاتا۔ پھر بھی مجھے اپنے
جسم پر گرم گرم لہریں محسوس ہو رہی تھیں"۔
دادا سانپ مسکرایا۔ اس نے ماریا سے کہا۔
"بیٹی! تم انڈے کا سفوف اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے
جسم کی شعاعوں پر گرا دو"۔
ماریا نے ایسا ہی کیا۔ دادا سانپ بولا۔
"اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ بیل دیوتا کا مندر کہاں
ہے"۔
دادا سانپ اس مندر سے واقف تھا۔ اس نے ماریا
کو اس کا سارا پتہ بتا دیا اور کہا۔
"یہ مندر سینکڑوں برس پرانا ہے۔ اسے ایک
راجہ نے خاص طور پر اپنے دشمنوں کو سزا دینے
کے لیے بنوایا تھا۔ اب اس پر مکار مہاک نے
طلسم کر رکھا ہے۔ مگر تم کچھوے کے انڈے کے
سفوف کی وجہ سے اس طلسم سے محفوظ رہو گی۔
تمہیں عنبر کے بت کو جا کر تین بار ہاتھ لگانا ہو گا۔ وہ

اپنے آپ زندہ ہو جائے گا۔ پھر تم اس کا بازو
تھام کر باہر نکلنا۔ اگر بازو چھوڑ دیا تو اس پر
دوبارہ طلسمی لہروں کا اثر ہو جائے گا"۔
ماریا نے اسی وقت انڈے کے سفوف کو اپنے جسم
کی لہروں پر چھڑک دیا۔ اور دادا سانپ سے اجازت
لے کر بیل کے مندر کی طرف روانہ ہو گئی۔ وہ اسی راستے
پر چل رہی تھی جو اسے دادا سانپ نے بتایا تھا۔
میدانوں اور ٹیلوں میں سے گزرتی ماریا آخر اس پہاڑی
کے دامن میں پہنچ گئی جہاں اسے ایک سرنگ کا دروازہ نظر
آیا جس کی دونوں جانب چوکور ستون بنے تھے۔ یہ مندر
کی نشانی تھی۔ یہاں آتے آتے دو چار بار اپنے جسم میں جھٹکے
لگے۔ وہ طلسمی لہروں کی حدود میں داخل ہو گئی تھی۔
مندر کی سرنگ کا راستہ نیم روشن تھا۔ یہ ہلکی روشنی
اندر سے آ رہی تھی۔ ماریا نے دیکھا کہ ایک دالان میں جگہ
جگہ ستون کھڑے ہیں۔ کونے میں اسے ایک تنگ دروازہ
نظر آیا۔ وہ اس دروازے میں داخل ہوئی تو اسے ایسی
آوازیں سنائی دیں۔ جیسے کوئی شور مچا رہا ہو۔
ماریا تیزی سے اندر چلی گئی۔
اب اس نے عنبر کو دیکھا کہ سونے کا بت بنا ایک

سونے کے بیل پر بیٹھا تھا۔ ماریا نے جاتے ہی عنبر کے جسم
کو تین بار چھوا۔ تیسری بار چھونے سے عنبر زندہ ہو گیا۔

"ماریا! تم ہو؟ تمہاری خوشبو آرہی ہے۔"

ماریا بولی۔

"خدا کے لیے یہاں سے جلدی نکل چلو۔ میں تمہارا
بازو پکڑ رہی ہوں۔ خبردار اپنا بازو مت چھڑانا
نہیں تو پھر بت بن جاؤ گے۔"

ماریا نے عنبر کے بازو کو پکڑ لیا۔ عنبر بیل سے نیچے
اتر آیا۔

ماریا اسے لے کر مندر کی سرنگ سے نکل آئی۔ ماریا اور عنبر
واپس دادا سانپ کے پاس آگئے۔ دادا سانپ نے عنبر
کو دیکھ کر کہا۔

"تم پر مکار سہاک کے طلسم کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔"

عنبر نے دادا سانپ کا شکریہ ادا کیا۔ جب اسے ماریا
نے ناگ کے ساتھ گزرے ہوئے حادثے کا ذکر کیا تو وہ
پریشان ہو گیا۔

"یہ تو بہت برا ہوا ماریا۔ ہمیں فوراً اس کچھوے
کو جا کر ہلاک کرنا ہو گا۔ جس کے پیٹ میں ناگ
ہے۔"

انھوں نے دادا سانپ کا ایک بار پھر شکریہ ادا کیا
اور ناگ کی مدد کرنے سمندر کی طرف چل پڑے۔

اب ہم تھیو سانگ کی طرف جاتے ہیں۔ جو دور ایک
سمندری کھاڑی کے جنگل میں مارجیا کے ساتھ کسی جہاز کے
وہاں آنے کا انتظار کر رہا ہے تاکہ اس میں بیٹھ کر مارجیا کو
اس کے گھر ہندوستان کے مغربی ساحل کارومنڈل
میں پہنچا سکے۔ تھیو سانگ کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ عنبر اور
ماریا بھی ہندوستان کے مغربی ساحل سے نکل کر ناگ
کی تلاش میں مونگے کی سمندری چٹان کی طرف آرہے ہیں۔
ایک روز ایسا ہوا کہ سمندری کھاڑی میں ایک چھوٹا
بادبانی جہاز داخل ہوا جس پہ مال لدا ہوا تھا۔ اس جہاز
کا ہندوستانی کپتان گوا کا رہنے والا تھا۔ جو مارجیا کا اپنا شہر
تھا۔ تھیو سانگ نے کپتان سے مل کر اسے اپنی دکھ بھری کہانی
سنائی۔ کپتان نے مارجیا سے مل کر اسے تسلی دی اور کہا۔

"بیٹی! میں بھی گوا کا ہی رہنے والا ہوں۔ میں جہاز
کو لے کر گوا کی بندرگاہ پر ہی جا رہا تھا کہ ہمارا
پینے کا پانی ختم ہو گیا۔ ہم اس کھاڑی کے چشمے پر پانی
لینے کے لیے آگئے تھے۔"

رات بھر جہاز کھاڑی میں کھڑا رہا۔ جہاز کے ملاحوں نے
اس پر پانی بھرا۔ دوسرے دن جہاز ہندوستان کی طرف
روانہ ہو گیا۔ مارجیا اور تھیوسانگ اس پر سوار تھے۔

ادھر یہ جہاز ہندوستان کی بندرگاہ گوا کی طرف بڑھ
رہا تھا اور دوسری طرف عنبر اور ماریا سمندری چٹان کی طرف
سمندر میں سفر کرتے چلے آ رہے تھے۔ عنبر ایک کشتی پر بیٹھا
تھا۔ ماریا بھی اس کے پاس ہی تھی۔

درمیان میں کھلے —— سمندر میں سمندری چٹان تھی
جہاں چاند رات کو کچھوے نے ایک بار پھر نکل کر سات انڈے
دینے تھے۔ سمندر میں کشتی پر سفر کرتے کافی دن گزر گئے اور
اپنے حساب کے مطابق عنبر اور ماریا کو چاند رات کے دن
چٹان پر پہنچنا تھا۔ مگر کچھوے پر بھی ایک مصیبت گزر رہی
تھی۔ وہ مصیبت یہ تھی کہ ناگ سانپ کی شکل میں کچھوے
کے پیٹ میں تھا۔ نہ وہ ہضم ہو رہا تھا اور نہ اس کے پیٹ
سے باہر نکل سکتا تھا۔ ناگ کچھوے کے پیٹ میں ادھر
ادھر رینگتا تو کچھوا درد سے تڑپ اٹھتا۔ آخر وہ چاند رات
سے دو دن پہلے ہی سمندر سے نکل کر چٹانی غار میں آ گیا۔

اس نے کئی بار کوشش کی کہ سانپ کو منہ کے راستے
باہر نکال سکے۔ مگر کچھوے کی گردن کے اندر ایک ایسی رکاوٹ

آ جاتی تھی کہ سانپ باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ تنگ آ کر کچھوا دوبارہ
پانی میں چلا گیا۔ اب اس نے سمندر میں جنوب کی طرف تیرنا
شروع کر دیا۔ اسے معلوم تھا کہ جنوب میں ملک افریقہ کے ساحل
پر ایک جنگل میں زرد جڑی بوٹی پائی جاتی ہے جس کے کھانے
—— سے سانپ اس کے پیٹ میں ہضم ہو جائے گا۔

چنانچہ جب چاند رات کو عنبر اور ماریا مونگے کی سمندری
چٹان پر پہنچے تو انہیں یہ دیکھ کر سخت ناامیدی ہوئی کہ
کچھوا وہاں نہ آیا تھا۔ انہوں نے دو تین روز کچھوے کا
انتظار کیا۔ مگر کچھوا وہاں ہوتا تو آتا۔ مجبور ہو کر عنبر اور ماریا
واپس ہندوستان کے مغربی ساحل کی طرف روانہ ہو گئے
کہ چل کر دادا سانپ کو سارا ماجرہ سناتے ہیں۔

دوسری جانب سمندر میں وہ بادبانی جہاز سفر کرتا ہندوستان
کی طرف بڑھ رہا تھا جس پر تھیوسانگ اور مارجیا سوار
تھے۔ سمندر پُرسکون تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ جہاز کے
بادبان پھولے ہوئے تھے اور جہاز بڑی روانی سے
سمندر میں سفر کر رہا تھا۔

تھیوسانگ اور مارجیا جہاز کے عرشے پر کھڑے سمندر
کی پُرسکون لہروں کا منظر دیکھ رہے تھے کہ جہاز کا کپتان
ساگا بھی وہاں آ گیا۔ ساگا جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں،

گوا کا رہنے والا تھا۔ اور ایک عرصے سے افریقہ اور ہندوستان
کے درمیان جہاز پر مال لاد کر لاتا لے جاتا تھا۔ اس
نے ماریا سے کہا۔

"بڑا خوش نما منظر ہے"

ماریا نے کہا۔

"ہاں ساگا۔ آج کل سمندر میں طوفان کم ہی آتے
ہیں"

کپتان ساگا بولا۔

"تم جہاز رانوں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہو اسی
لیے تمہیں پتا ہے"

تھیوسانگ خاموشی سے سمندر کی طرف تک رہا تھا
اچانک ماریا نے سمندر میں ایک طرف اشارہ کیا۔

"ساگا! وہ دیکھو کتنا بڑا کچھوا ہے"

کپتان ساگا اور تھیوسانگ نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا
مٹکے کے سائز کا کچھوا سمندر کی لہروں پر تیرتا جہاز کی طرف
چلا آرہا ہے۔ کپتان بولا۔

"اتنا بڑا کچھوا میں نے اپنی ساری زندگی میں کبھی
نہیں دیکھا۔ اس کو پکڑنا چاہیے۔ میں اسے گوا لے
جا کر بیچ دوں گا"

ساگا کپتان نے فوراً جہاز کو بائیں جانب گھمانے کا حکم
دیا۔ جہاز بائیں طرف ایک چکر کاٹ کر کچھوے کے پیچھے آگیا۔
ماریا اور تھیوسانگ کچھوے کے شکار کا منظر دلچسپی سے
دیکھ رہے تھے۔

جہاز کے ملاحوں نے جال ڈال کر کچھوے کو پکڑ لیا اور
اسے کھینچ کر جہاز کے عرشے پر لے آئے۔ یہ وہی کچھوا تھا
جس کے پیٹ میں ناگ سرخ سانپ کی شکل میں موجود تھا
اور جو اسے ہضم کرنے کے لیے افریقہ کی طرف جا رہا تھا۔
مگر ناگ کی خوشبو نہیں آرہی تھی۔ اس لیے تھیوسانگ کو علم
نہ ہو سکا کہ کچھوے کے پیٹ میں ناگ موجود ہے۔

ساگا کپتان نے کچھوے کو پانی کے ایک بہت بڑے
ٹب میں ڈال کر اوپر لوہے کی جالی ڈال دی۔ کچھوا پانی
کے ٹب میں قید ہو کر رہ گیا۔ اس کے پیٹ میں ناگ کو
کچھ پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں آگیا ہے۔ جہاز پانچ روز کے
سفر کے بعد ہندوستان کی بندرگاہ گوا پہنچ گیا۔ تھیوسانگ
اور ماریا نے ساگا کپتان کا شکریہ ادا کیا اور جہاز سے
اتر پڑے۔ اب ماریا نے تھیوسانگ کی رہنمائی کی اور
اسے اپنے ماں باپ کے گھر لے گئی۔ یہ ایک شاندار
مکان تھا۔ اس کے ماں باپ تو اپنی بیٹی کو دیکھ کر بے حد

خوش ہوئے۔ دو روز تھیوسانگ کی خوب مہمان داری ہوئی۔ مگر تھیوسانگ وہاں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ کیونکہ اسے عنبر ناگ اور ماریا کی تلاش میں جانا تھا۔

چنانچہ ایک روز تھیوسانگ نے مارجیا اور اس کے ماں باپ سے اجازت لی اور ہندوستان کے شمال کی جانب روانہ ہو گیا۔ اس کا خیال تھا کہ ہو سکتا ہے شمال میں وہ عنبر ناگ اور ماریا کا کھوج لگانے میں کامیاب ہو جائے۔ کیونکہ ہندوستان کے شمال میں دو چار بڑے بڑے شہر آباد تھے۔

تھیوسانگ ایک قافلے کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ اس قافلے کو گوا سے نکل کر کاٹھیاواڑ سورت کی طرف سے سفر کرتے ہوئے راجستھان میں سے ہو کر موہنجوداڑو کے شہر میں آنا تھا۔ ادھر تھیوسانگ موہنجوداڑو کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اور دوسری طرف عنبر اور ماریا سفر کرتے کرتے ویشالی شہر کے جنگل میں دادا سانپ کی کھوہ میں پہنچ گئے

انہوں نے دادا سانپ کو یہ افسوسناک خبر سنائی کہ کچھوا سمندری چٹان سے غائب ہو گیا ہے اور ناگ اس کے پیٹ میں ہی تھا۔ دادا سانپ بولا۔

"مقدس ناگ کو کچھوا کوئی نقصان نہیں پہنچا

سکتا۔ اگرچہ مقدس ناگ کی طاقت چھین لی گئی ہے مگر وہ مر نہیں سکتا"

ماریا نے دادا سانپ سے پوچھا۔

"دادا سانپ! کیا آپ اپنے گیان دھیان سے اتنا معلوم نہیں کر سکتے۔ کہ کچھوا کس سمت کو گیا ہو گا؟ میرا مطلب ہے کیا آپ یا آپ کے سانپ اپنی طاقت سے ناگ کی بُو کو محسوس کر کے یہ نہیں بتا سکتے کہ وہ اس وقت کہاں ہو گا؟"

دادا سانپ تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔

"بیٹی! میں تمہاری خاطر یہ بھی کروں گا۔ مجھے ایک عمل کرنا ہو گا؟"

"وہ عمل کیا ہو گا دادا؟" عنبر نے پوچھا۔

دادا سانپ بولا۔

"مجھے اپنی کینچلی اتار کر اسے آگ میں جلانا ہو گا۔ اس کے دھوئیں سے فضا میں ایک ایسی کشش پیدا ہو گی کہ جو ناگ کی خوشبو کی لہروں کو ایک ہزار کوس سے یہاں کھینچ لائے گی۔ اگر ناگ ایک ہزار کوس کے —— کے اندر اندر ہوا تو میں تمہیں صرف یہ بتا سکوں گا کہ وہ کس سمت کو ہے"

ماریا نے کہا۔

"دادا سانپ! آپ کو کوئی زحمت تو نہیں ہو گی؟"

دادا سانپ بولا۔

"بیٹی! تمہاری خوشی کے لیے مجھے کوئی زحمت نہیں ہو گی۔"

دادا سانپ نے اپنے آپ کو غار کے دو پتھروں میں پھنسا دیا اور پھر اس میں سے آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ ماریا اور عنبر نے دیکھا کہ دادا سانپ اپنے جسم کے گرد پھیلی ہوئی کینچلی میں سے باہر نکل رہا تھا۔ آدھ گھنٹے میں دادا سانپ اپنی کینچلی سے باہر آ گیا۔ اس کی کینچلی دونوں پتھروں میں باقی رہ گئی تھی۔

دادا سانپ نے عنبر سے کہا۔

"بیٹا عنبر! اس کینچلی کو لے کر غار سے باہر آ جاؤ۔"

عنبر نے ایسا ہی کیا۔ غار سے باہر آ کر دادا سانپ کے اشارے پر عنبر نے کینچلی کو گھاس پر رکھ کر آگ لگا دی۔ کینچلی میں سے دھواں اُٹھنے لگا۔ دادا سانپ دھوئیں میں رینگ کر آ گیا اور اس نے اپنے پھن اُٹھا کر چاروں طرف گھمایا اور لمبے لمبے سانس لیے۔

دھواں ختم ہو گیا تو دادا سانپ نے مغرب کی طرف

اشارہ کر کے کہا۔

"مجھے مقدس ناگ دیوتا کی مغرب کی طرف سے خوشبو آ رہی ہے۔ وہ یہاں سے دُور کسی بڑے شہر میں ہے۔ جو بندرگاہ بھی ہے۔"

خفیہ منتر

ماریا نے کہا۔
"دادا سانپ! مغرب کی طرف تو ایک ہی بڑی بندرگاہ ہے جس کا نام سورت ہے"
دادا سانپ بولا۔
"ناگ دیوتا کی خوشبو اس سے بھی آگے کسی دوسری بندرگاہ سے آ رہی ہے جو میرے اندازے کے مطابق گوا کی بندرگاہ ہی ہو سکتی ہے"
عنبر نے کہا۔
"ہو سکتا ہے وہ کچھوا گھبرا کر سمندر میں نکل آیا ہو اور سمندر کی لہریں اسے بہا کر گوا کی بندرگاہ تک لے آئی ہوں"
"ایسا ہو سکتا ہے" ماریا بولی۔
دادا سانپ نے کہا۔
"مجھے یقین ہے کہ مقدس ناگ دیوتا اس وقت

گوا کی بندرگاہ پر ہی ہے۔ وہ کچھوے کے پیٹ میں ہو گا اور کچھوا گوا بندرگاہ کے ساحل پر سمندر کے نیچے کہیں چھپا ہوا ہو گا"
ماریا نے کہا۔
"دادا سانپ! ہم ناگ کی تلاش میں گوا کی بندرگاہ کی طرف جاتے ہیں۔ آپ نے ہمارے لیے جو تکلیف اٹھائی اس کا ہم شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ناگ مل گیا تو اسے لے کر آپ کے پاس ضرور آئیں گے"
دادا سانپ نے کہا۔
"گوا کی بندرگاہ یہاں سے بہت دور ہے تمہیں کسی قافلے میں شامل ہو کر یہ سفر طے کرنا ہو گا۔ تمہارے پاس پیسے نہیں ہوں گے۔ میں تمہیں دیتا ہوں"
دادا سانپ نے عنبر کو غار میں سے کچھ سونے کے سکے نکال کر دیئے۔ اور عنبر ماریا ویشالی شہر کے کاروان سرائے میں آ گئے۔ ماریا نے کہا۔
"عنبر! جانے سے پہلے مکاؤ سہاک سے وہ خفیہ منتر تو معلوم کر لیں۔ جس کے پڑھنے سے

ناگ کی کھوئی ہوئی طاقت واپس آئے گی۔"

عنبر چونک کر بولا۔

"ارے یہ تو ہم بھول ہی گئے تھے۔ اس منتر کو معلوم کیے بغیر تو ہم یہاں سے نہیں جا سکتے۔"

ماریا نے کہا۔

"تو پھر چلو مکار سپیرے سہاک کی حویلی کی طرف۔ وہ تمہیں زندہ حالت میں دیکھ کر ضرور پریشان ہو جائے گا۔ تم اسے کچھ مت کہنا۔ جو کرنا ہو گا میں خود کروں گی۔ آؤ میرے ساتھ۔"

ماریا نے عنبر کو ساتھ لیا اور شہر میں داخل ہو گئی۔ اس وقت دن کی روشنی تھی۔ دھوپ خوب چمک رہی تھی۔ سڑکوں پر رونق تھی۔ عنبر سیدھا ٹھاکر سہاک کی حویلی کی طرف گیا۔ اس وقت مکار سہاک پالکی میں سوار ہو کر کہیں جا رہا تھا۔ عنبر کو دیکھ کر اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ دل میں سوچنے لگا کہ یہ کیسے زندہ ہو کر آگیا۔ عنبر نے جاتے ہی پرنام کیا اور کہا۔

"ٹھاکر! تم سمجھ رہے ہو گے کہ میں اب کبھی زندہ نہیں رہوں گا؟ لیکن دیکھ لو۔ تمہارا طلسم ٹوٹ چکا ہے۔ اب تم اپنے انجام کے لیے تیار

ہو جاؤ۔"

سہاک پریشان ہو کر بولا۔

"مہاراج! مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مجھے شما کر دیں۔"

عنبر بولا۔

"صرف ایک صورت میں تمہیں معاف کر سکتا ہوں اور وہ یہ کہ تم نے میرے ایک دوست ناگ دیوتا کی طاقت اپنے ایک منتر سے ختم کر دی تھی۔ اگر تم مجھے وہ خفیہ منتر بتا دو جس کے پڑھنے سے ناگ دیوتا کی طاقت اسے واپس مل جائے گی تو میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔ نہیں تو تم میرے انتقام سے نہیں بچ سکو گے۔"

مکار سہاک نے سوچا کوئی چال چلنی چاہیئے۔ اس نے کہا۔

"مہاراج! یہ کون سی مشکل بات ہے۔ میرے ساتھ حویلی میں چلیں۔ میں ابھی آپ کو وہ خفیہ منتر بتائے دیتا ہوں۔"

ماریا وہیں کھڑی یہ سب کچھ سن رہی تھی۔ عنبر اور مکار سہاک حویلی میں آ گئے۔ سہاک عنبر کو اپنے ایک خاص کمرے لے آیا۔ یہاں پیتل کی ہانڈیوں میں مختلف قسم کے زہریلے

سانپ رکھے ہوئے تھے۔ سہاک نے موقع پاکر ایک ہانڈی
الٹ دی، اس میں ایک بڑا ہی زہریلا سانپ بند تھا۔
—— سانپ پھنکار مار کر باہر نکلا مگر اسے عنبر
کے جسم میں سے ناگ دیوتا کی خوشبو آئی تو وہیں تعظیم کر کے
جھک گیا۔

عنبر نے سہاک کو گردن سے پکڑ لیا۔

"تمہاری کوئی چال کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ تم نے
دیکھ لیا کہ اس سانپ نے تمہارا حکم ماننے سے انکار
کر دیا ہے۔ تم میری طاقت سے ابھی واقف نہیں ہو۔
بتاؤ وہ منتر کیا ہے؟"

سہاک نے چالاکی سے کام لیتے ہوئے ہاتھ باندھ دیئے
اور بولا۔

"مہاراج! مجھے شما کر دیں۔ میں آپ کی طاقت
سے ناواقف تھا۔ آپ یہاں بیٹھیں میں صندوق
سے خفیہ منتر نکال کر لاتا ہوں۔ میں نے اسے ایک تختی
پر لکھ رکھا ہے"

عنبر نے کہا۔

"جاؤ۔ منتر والی تختی لے کر آؤ"

عنبر نے سرگوشی میں ماریا سے کہا۔

"ماریا! اس خبیث آدمی کے ساتھ جاؤ"

ماریا پہلے ہی تیار تھی۔ وہ مکار سہاک کے پیچھے پیچھے
چل دی۔ سہاک اپنی حویلی کے ایک تہہ خانے میں آگیا۔ یہاں
سے ایک خفیہ سرنگ حویلی کے اندر ہی اندر سے نکل کر شہر
سے باہر جاتی تھی۔ مکار سہاک کا ایک گھوڑا ہمیشہ یہاں بندھا
رہتا تھا کہ اگر کبھی اچانک ضرورت پڑ جائے تو وہ فرار ہو سکے۔
سہاک نے اپنے خزانے کی کوٹھڑی کو تالا لگا کر چابی جیب میں ڈالی
اور گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگنے ہی والا تھا کہ ماریا نے اسے
گھوڑے پر سے نیچے گرا دیا۔

سہاک حیران ہوا کہ اسے کس نے دھکا دیا۔ ماریا نے کہا۔

"شیطان سہاک! تم خفیہ منتر بتائے بغیر یہاں سے
نہیں جا سکتے۔ چلو۔ صندوق میں سے خفیہ منتر کی تختی
نکالو۔ اور عنبر کو جا کر وہ منتر بتاؤ"

سہاک سمجھ گیا کہ جوگی مہاراج یعنی عنبر کی طاقت بہت
زیادہ ہے اور اس نے کسی چڑیل کو اس کے پیچھے لگا دیا
ہے۔ اس نے ایک بار پھر ایک چال سوچی اور ہاتھ باندھ کر
بولا۔

"دیوی جی! جیسے آپ کہتی ہیں میں ویسے ہی کرتا
ہوں"

سہاک تہہ خانے سے نکل کر عنبر کے پاس آگیا۔ ماریا
نے کہا۔
"عنبر بھائی! یہ شیطان فرار ہو رہا تھا۔ میں
اسے تمہارے پاس پکڑ لائی ہوں"
سہاک نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔
"مہاراج! میں آپ کو خفیہ منتر بتاتا ہوں"
اس کے بعد مکار سہاک نے ایک منتر عنبر کو بتایا اور
کہا۔
"اسے دو بار پڑھ کر آپ ناگ دیوتا کے جسم پر
پھونکیں گے تو اس کی کھوئی ہوئی طاقت واپس
آجائے گی"
عنبر نے کہا۔
"تم ہمارے ساتھ دھوکہ تو نہیں کر رہے؟"
مکار سہاک بولا۔
"مہاراج! میں آپ کے ساتھ دھوکہ نہیں کر سکتا۔
آپ بے شک ابھی جا کر ناگ دیوتا پر یہ منتر
آزمالیں۔ میں حویلی میں ہی ہوں"
مگر ناگ تو وہاں پر تھا ہی نہیں، عنبر کس پر منتر آزماتا؟
اس کو مجبوراً سہاک کے بتائے ہوئے خفیہ منتر اعتبار کرنا پڑا۔

پھر بھی اس نے کہا۔
"یاد رکھو۔ اگر تمہارا منتر غلط نکلا تو میں یہاں واپس آکر تمہیں
ایسا سبق سکھاؤں گا۔ کہ ساری زندگی یاد کرو گے"
سہاک عاجزی سے بولا۔
"مہاراج میرا منتر غلط نہیں ہے۔ آپ ابھی جاکر
آزما کر دیکھ لیں"
عنبر نے ماریا سے کہا۔
"چلو ماریا۔ اب یہاں سے چل کر منتر کو آزماتے
ہیں"
عنبر اور ماریا سہاک کی حویلی سے باہر آگئے۔ ماریا بولی۔
"اگر یہ منتر غلط ہوا تو ہمیں ایک بار پھر اس شیطان
کے پاس آنا پڑے گا"
عنبر نے کہا۔
"ہم مجبور ہیں۔ کیا کر سکتے ہیں۔ جب تک ناگ
کو تلاش نہیں کر لیتے اس خفیہ منتر کا جھوٹ سچ
ظاہر نہیں ہو سکتا۔ چلو اب کارواں سرائے
میں چل کر گوا جانے والے قافلے میں شامل ہو
جاتے ہیں"
وہ دونوں کارواں سرائے کی طرف چلے۔ مکار سہاک

نے انہیں جو خفیہ منتر بتایا تھا وہ جھوٹا منتر تھا۔ ان کے حویلی
سے رخصت ہوتے ہی ٹھاکر سہاک نے اپنے خزانے کو اپنے
خاص غلام کے حوالے کیا اور اپنے شاندار رتھ پر سوار ہو
کر۔ ملک مگدھ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسے معلوم تھا کہ اس
کا منتر جھوٹا نکلنے پر عنبر وغیرہ اس سے بدلہ لینے وہاں ضرور
آئیں گے۔ مکار سہاک کو بڑا غصہ تھا کہ عنبر اس کے طلسم
سے نکل آیا تھا۔ اب وہ یہی چاہتا تھا کہ اس کا بھائی ناگ
دیوتا ساری عمر سانپ بن کر ہی رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس
نے عنبر کو اصلی منتر نہیں بتایا تھا۔

عنبر اور ماریا کارواں سرائے میں آئے تو انہیں معلوم
ہوا کہ ایک قافلہ دو روز بعد وہاں سے روانہ ہونے والا
ہے۔ عنبر ایک کوٹھری میں پڑ گیا۔ ماریا اس کے ساتھ ہی
تھی۔

دوسرے دن عنبر نے ماریا کو سرائے میں رہنے کے
لیے کہا اور خود شہر کی سیر کو نکل گیا۔ سیر کرتے کرتے عنبر
راجہ کے محل کی طرف آ گیا۔ اچانک یہاں اس کو شاہی پروہت
کے چیلے نے دیکھ لیا۔ چیلے نے عنبر کو پہچان لیا کہ یہ تو
وہی شاہی حکیم ہے جس کو اس کے گرو دیو پروہت نے
پھانسی پر لٹکوا دیا تھا۔ پھر یہ کیسے زندہ ہو گیا؟ عنبر نے بھی

اسے دیکھ لیا تھا۔

عنبر کو خیال آیا کہ کیوں نہ شاہی پروہت کو اس کے ظلم کا
بدلہ دیا جائے؟ وہ لپک کر چیلے کے سامنے آ گیا۔ چیلا عنبر
کو بھوت سمجھ کر تھر تھر کانپنے لگا۔ عنبر نے کہا۔

"تمہارا گرو د پروہت کہاں ہے؟"

چیلا ہکلا کر بولا۔

"مہاراج آپ زندہ ہیں؟"

عنبر نے کہا۔

"ہاں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ میں زندہ ہوں مگر
میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔ تم مجھے صرف اتنا
بتا دو کہ پروہت کہاں ہے؟"

چیلے نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"مہاراج! مجھے معاف کر دیں۔ گورو پروہت اس
شہر میں نہیں ہے۔"

عنبر نے ڈانٹ کر کہا۔

"تم بکواس کرتے ہو۔"

چیلے نے بھگوان کے اوتاروں کی قسم کھا کر کہا۔

"مہاراج میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ گورو پروہت
کو موہنجو دڑو گئے بارہ روز ہو گئے ہیں۔"

عنبر بولا۔

"چلو بھاگ جاؤ یہاں سے"۔

چیلے نے جھک کر سلام کیا اور بولا۔

"مہاراج آپ زندہ کیسے ہو گئے؟"۔

عنبر مسکرایا۔

"یہ ایک راز ہے جو تمہیں نہیں بتایا جا سکتا"۔

واپس سرائے میں آ کر عنبر نے ماریا کو یہ واقعہ بتایا تو وہ بہت ہنسی۔ دوسرے روز وہ ایک قافلے میں شریک ہو گئے۔ اور قافلہ صبح صبح گوا کے شہر کی طرف اپنے لمبے سفر پر روانہ ہو گیا۔ انہیں پتہ چلا کہ یہ قافلہ راستے میں پہلے ہڑپہ میں رکے گا۔ پھر اس کا قیام موہنجو دڑو کے شہر میں ہو گا۔ اور وہاں سے چل کر کاٹھیاواڑ اور سورت سے ہوتا ہوا ایک ماہ میں گوا کے بندرگاہی شہر میں پہنچے گا۔

دوسری طرف تھیوسانگ بھی ایک قافلے کے ساتھ ویشالی کی طرف آ رہا تھا۔ اس کے قافلے نے بھی موہنجو دڑو میں دو روز ٹھہرنا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ سفر کی منزلیں طے کرتا عنبر کا قافلہ جس روز موہنجو دڑو کے قدیم ترین شہر میں پہنچا۔ تھیوسانگ کا قافلہ اس سے اگلے روز موہنجو دڑو میں پہنچنے والا تھا۔

عنبر اور ماریا کا قافلہ موہنجو دڑو کی ایک بہت بڑی سرائے کے صحن میں جا کر رک گیا۔ مسافر سفر کی تھکان اتارنے کے لیے سرائے کے ——— برآمدوں اور کوٹھڑیوں میں لیٹ گئے۔ اونٹوں اور گھوڑوں کو چارہ ڈالا گیا۔ عنبر نے کہا۔

"ماریا! وہ بدخصلت پروہت اسی شہر میں ہے تو کیوں نہ فوراً اس کی خبر لی جائے؟"۔

ماریا نے مسکرا کر کہا۔

"اچھا خیال ہے۔ چلو اسے تلاش کرتے ہیں۔ قافلے کو تو ابھی دو روز یہاں قیام کرنا ہے"۔

عنبر اور ماریا موہنجو دڑو کے شہر میں نکل آئے۔ اس زمانے کا موہنجو دڑو کا شہر آج کی طرح کا کھنڈر نہیں تھا۔ بلکہ ایک بہت بڑا شہر تھا جس کی سڑکیں کشادہ تھیں اور کنارے کنارے چار چار منزلہ حویلیاں کھڑی تھیں۔ گلی کوچوں میں بہت رونق تھی۔ لوگ آ جا رہے تھے۔ دکانیں کھلی تھیں اور لوگ سودا وغیرہ خرید رہے تھے۔

ماریا نے کہا۔

"پروہت اگر اسی شہر میں ہے تو ضرور کسی مندر میں ٹھہرا ہوا ہو گا۔ اسے کسی مندر میں چل کر

تلاش کرنا چاہیئے۔"
عنبر بولا۔
"بات تو تم نے ٹھیک ہے۔"
اور وہ مندر کی تلاش میں چل پڑے۔
انہوں نے کئی ایک مندر دیکھے مگر وہ پروہت انہیں کہیں نظر نہ آیا۔
ناکام ہو کر عنبر ماریا واپس سرائے کی طرف آرہے تھے کہ ان کی نگاہ ایک تالاب پر پڑی۔ وہاں کچھ جوگی بیٹھے تھے۔ کچھ تالاب میں نہا رہے تھے۔ ماریا نے کہا۔
"ایک نظر ان جوگیوں پر بھی ڈال لیتے ہیں۔"
وہ تالاب کے پاس آئے تو عنبر نے پروہت کو پہچان لیا۔ وہ جوگیانہ لباس پہنے، اپنے سامنے کوڑیاں اور پھول رکھ عورتوں پر دم کر رہا تھا۔ اس نے چاندی کے سکوں کا ایک ڈھیر اپنے پاس لگا رکھا تھا۔ عنبر اس کے سامنے آگیا۔
پروہت کی نظر عنبر پڑی تو اس کا رنگ اُڑ گیا۔ اس نے عنبر کو پہچان لیا تھا کہ یہ وہی شاہی حکیم ہے۔ جس کے مکان میں اس نے جادو کے آلات رکھوا کر اسے پھانسی پر لٹکوا دیا تھا۔ مگر یہ زندہ کیسے ہو گیا؟ عنبر نے کہا۔
"مہاراج! مجھے بھی دم کر دیں۔ مجھے یہ بیماری ہے

کہ مر کر پھر زندہ ہو جاتا ہوں۔"
پروہت کا جسم خوف سے لرزنے لگا۔ سمجھ گیا کہ شاہی حکیم کا بھوت ہے، جو انسانی شکل اختیار کر کے اس سے بدلہ لینے آگیا ہے۔ وہ ایک دم سے اٹھا اور ایک طرف کو دوڑ پڑا۔ عنبر اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اس نے ماریا سے کہا۔
"ذرا اسے پکڑو۔"
ماریا چھلانگ لگا کر فضا میں اُچھلی اور اڑ کر پروہت کے سر پر جا پہنچی۔ اس نے پروہت کی گردن پر ایک مکا مارا۔ پروہت دھڑام سے زمین پر گر پڑا اور گڑگڑانے لگا۔
"مجھے بخش دو۔ میری جان بخش دو۔"
عنبر اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس نے پروہت کو زمین پر سے اُٹھایا اور کہا۔
"تمہاری جان صرف ایک شرط پر بخشی جا سکتی ہے کہ سوریہ دیوتا کی قسم کھا کر وعدہ کرو کہ آئندہ تم کسی انسان کے ساتھ دھوکہ نہیں کرو گے۔ کسی کی جان نہیں لو گے۔"
عنبر جانتا تھا کہ جب ایک برہمن سوریہ دیوتا کی قسم کھا لیتا ہے تو وہ اپنے وعدے پر قائم رہتا ہے۔ پروہت نے

ہاتھ باندھ کر کہا۔

"مہاراج! میں سوریہ دیوتا کی قسم کھا کر وعدہ کرتا ہوں کہ ساری زندگی کسی سے دھوکہ نہیں کروں گا۔ کسی کی بھی جان نہیں لوں گا"

عنبر نے کہا۔

"جاؤ- اب یہاں سے دفع ہو جاؤ"

پروہت لنگڑاتا ہوا ایک طرف کو چل دیا۔

ماریا کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ اس کی ہنسی کی آواز کو پاس کھڑے لوگوں اور عورتوں نے بھی سنا جو پروہت کی گت بنتے دیکھ کر وہاں جمع ہو گئے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ عورت کے قہقہے کی آواز تو آ رہی تھی مگر عورت وہاں پر کوئی نہیں۔ وہ بھی ڈر کر بھاگ گئے۔ عنبر اور ماریا واپس اپنی کارواں سرائے میں آ گئے۔

رات انہوں نے سرائے میں بسر کی۔ دوسرے روز تھیوسانگ کا قافلہ بھی موہنجوداڑو کے شہر میں پہنچ گیا۔ اس کا قافلہ شہر کے شمال کی جانب ایک دوسری کارواں سرائے میں اُترا تھا۔

اچانک عنبر نے چونک کر ماریا سے کہا۔

"ماریا تم فضا میں ایک مانوس خوشبو سونگھ رہی ہو؟"

ماریا نے گہرا سانس کھینچ کر کہا۔

"عنبر یہ تو تھیوسانگ کی خوشبو ہے"

"ہاں"۔ عنبر خوش ہو کر بولا "اس کا مطلب ہے تھیوسانگ اس شہر میں ہے"

ماریا بے تابی سے بولی۔

"مگر اس سے پہلے اس کی خوشبو ہمیں کیوں نہیں آئی؟"

عنبر نے کہا۔

"یقیناً وہ ابھی ابھی اس شہر میں داخل ہوا ہے یقیناً کوئی قافلہ شہر میں اترا ہو گا"

عنبر کارواں سرائے کے مالک کے پاس دوڑ کر گیا۔ اس نے اس سے پوچھا کہ کیا یہاں کوئی دوسری سرائے بھی ہے؟ مالک نے کہا۔

"ہاں بھائی! شمال کی طرف ایک دوسری کارواں سرائے ہے"

عنبر نے کہا۔

"کیا وہاں کوئی قافلہ آیا ہے؟"

سرائے کا مالک بولا۔

"ہاں۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی وہاں ملک گوا سے ایک

قافلہ آکر اترا ہے ۔ یہ قافلہ ویشالی شہر کی طرف جا رہا ہے ۔"

عنبر وہاں سے ہٹ گیا اور اکیلی جگہ پر جا کر بولا ۔

"ماریا ؟"

ماریا اس کے قریب ہی کھڑی تھی ۔ بولی ۔

"میں نے سب کچھ سن لیا ہے ۔ چلو شہر کے شمال میں جو کاروان سرائے ہے وہاں چلتے ہیں ۔"

عنبر نے شمالی سرائے کا راستہ معلوم کیا ۔ اور ادھر کو تیز تیز قدم اٹھاتا چل پڑا ۔ جوں جوں وہ کاروان سرائے کے قریب ہو رہا تھا ۔ اسے تھیوسانگ کی خوشبو تیز محسوس ہو رہی تھی ۔

"ماریا ! تھیوسانگ اسی قافلے کے ساتھ آیا ہے ۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ آگیا ۔"

ماریا نے کچھ اداس ہو کر کہا ۔

"مگر عنبر بھائی ! تھیوسانگ کے ساتھ کیٹی کی خوشبو نہیں ہے ۔"

عنبر بولا ۔

"کیٹی کی خوشبو مجھے بھی نہیں آرہی ۔ بہر حال تھیوسانگ سے مل کر ہی معلوم ہو گا کہ وہ کہاں رہ گئی ہے ۔"

عنبر اور ماریا شمالی سرائے میں آئے تو دیکھا کہ سرائے کے

سامنے میدان میں ایک قافلہ اترا ہوا ہے ۔ گھوڑے گدھے اور اونٹ آرام کر رہے ہیں ۔ مسافر کھانے پینے اور نہانے میں مصروف ہیں ۔ عنبر اور ماریا تھیوسانگ کی خوشبو لیتے ایک کوٹھڑی کے پاس آگئے ۔ خوشبو اس کوٹھڑی کے اندر سے آرہی تھی ۔ کوٹھڑی کا دروازہ بند تھا ۔

عنبر نے دروازے پر دستک دی تو اندر سے تھیوسانگ کی آواز آئی ۔

"اگر عنبر ماریا ہو تو آجاؤ ۔ مجھے بھی تمہاری خوشبو آگئی ہے ۔"

عنبر ماریا دروازہ کھول کر کوٹھڑی میں آگئے ۔ وہاں ۔ تھیوسانگ چارپائی پر بیٹھا تھا ۔ عنبر اور تھیوسانگ گلے مل گئے ۔

"تھیوسانگ ! تم سے مل کر بے حد خوشی ہوئی ہے ۔"

تھیوسانگ بولا ۔

"ماریا بہن ! تمہاری تیز خوشبو بتا رہی ہے کہ تم بھی میرے پاس ہی کھڑی ہو ۔ ایک مدت کے بعد تم لوگوں کی خوشبو آئی ہے ۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ خوشبو میری طرف بڑھ رہی ہے تم ضرور میری

طرف آرہے ہو۔ اسی لیے میں یہاں بیٹھا رہا۔ کہ باہر نکل کر اس خوشبو سے محروم نہ ہو جاؤں۔"

ماریا نے کیٹی کے بارے میں پوچھا تو تھیوسانگ بولا۔

"یہ بڑی دردناک کہانی ہے۔"

پھر اس نے عنبر اور ماریا کو اپنی ساری کہانی سنائی اور آخر میں ناگ کے بارے میں پوچھا۔ عنبر نے جب اسے بتایا کہ ناگ کی طاقت ایک مکار سپیرے نے چھین لی تھی اور پھر کس طرح وہ کچھوے کے پیٹ میں چلا گیا۔ تو تھیوسانگ چونک کر بولا۔

"وہ کچھوا کتنا بڑا تھا؟"

عنبر نے کہا۔

"اتنا بڑا کچھوا آج تک میں نے نہیں دیکھا۔"

ماریا بولی۔

"ہمیں دادا سانپ نے بتایا ہے کہ ناگ گوا کی بندرگاہ پر سمندر میں کچھوے کے پیٹ میں موجود ہے۔"

تھیوسانگ نے پریشان ہو کر کہا۔

"میں نے اس کچھوے کو دیکھا ہے۔"

"کہاں؟" عنبر نے جلدی سے پوچھا۔

پھر تھیوسانگ نے سارا واقعہ سنایا کہ کس طرح سمندری سفر میں انہوں نے ایک بہت بڑے کچھوے کو دیکھا اور جہاز کے کپتان نے اسے جال ڈال کر پکڑ لیا اور اسے اپنے ساتھ گوا کی بندرگاہ پر لے آیا۔

عنبر بولا۔

"اس کا مطلب ہے دادا سانپ نے سچ کہا تھا۔"

پھر وہ تھیوسانگ کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

"تھیوسانگ! ہمیں فوراً واپس گوا جانا ہوگا۔ اور اس کچھوے کو حاصل کرنا ہوگا۔ ناگ اس کے پیٹ میں ہے۔"

مکّار کاہن

تھیو سانگ نے کہا۔
"کچھوا جہاز کے کپتان ساگا کے پاس ہے۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اِسے بندرگاہ پر بیچ دے گا"
ماریا نے کہا۔
"مجھے یقین ہے کہ یہ وہی کچھوا ہے اور وہ بندرگاہ پر ہی ہو گا۔ ہم وہاں سے معلوم کر لیں گے"
تھیو سانگ نے کچھ پریشان ہو کر کہا۔ کہ ساگا کپتان تو جہاز لے کر واپس جا چکا ہو گا" عنبر نے کہا۔
"ہمیں بندرگاہ سے کچھوے کا سراغ مل جائے گا۔ ساگا کپتان نے اسے وہیں کسی کے پاس فروخت کیا ہو گا"
ماریا نے کہا
"اگر ہم قافلے کے ساتھ واپس گوا گئے تو ہمیں ایک مہینہ لگ جائے گا"

تھیو سانگ نے کہا۔
"میں اور عنبر تمہاری طرح ہوا میں نہیں اُڑ سکتے۔ ہمیں تو پیدل ہی چلنا پڑے گا۔ قافلے کے ساتھ بھی گئے تو ایک ماہ لگ جائے گا"
عنبر کو ایک خیال سوجھا۔ اس نے کہا۔
"ماریا! ایسا کرتے ہیں کہ تم پہلے چلی چلو۔ تم ہوا میں اُڑ سکتی ہو اس لیے جلدی گوا پہنچ جاؤ گی تھیو سانگ تمہیں وہاں ماریا کے گھر کا پتہ بتا دے گا۔ تم اس سے مل کر بندرگاہ پر وہ دکان تلاش کرو۔ جہاں ناگ والا کچھوا فروخت کیا گیا تھا۔ ہم بعد میں ماریا کے مکان پر پہنچ جائیں گے"
تھیو سانگ نے کہا۔
"اچھا خیال ہے۔ ماریا کو پہلے چلے جانا چاہیئے۔ اس طرح سے وقت ضائع نہیں ہو گا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کچھوا وہاں سے بھی کسی طرف نکل جائے"
آخر یہی فیصلہ ہوا کہ ماریا ان سے پہلے گوا کے شہر کی طرف روانہ ہو۔ تھیو سانگ نے ماریا کو ماریا کے مکان کا پتہ بتایا اور کہا۔
"وہ بڑی بہادر لڑکی ہے۔ تم کو غائب پا کر وہ ڈر نہیں

جائے گی۔ تم کہہ دینا کہ تم کسی طلسم کی وجہ سے غائب
ہو۔ کیونکہ ناگ کو تلاش کرنا بہت ضروری ہے۔"

عنبر نے ماریا کو وہ خفیہ منتر بھی بتا دیا جو ٹھاکر سہاک
نے اسے بتایا تھا اور جس کو ناگ پر پھونکنے سے اس کی
کھوئی ہوئی طاقت واپس آ سکتی تھی۔ ان میں سے کسی کو معلوم
نہ تھا کہ یہ منتر جھوٹا ہے۔ ماریا نے خفیہ منتر یاد کر لیا۔ عنبر نے
کہا۔

"اگر تمہیں کچھوا مل جائے تو کسی طرح اس کے پیٹ
میں ناگ کو نکال کر اس پر یہ خفیہ منتر پھونک دینا
تاکہ اس کی طاقت واپس آ جائے اور پھر تم مارجیا
کے گھر پر رہ کر میرا اور تھیوسانگ کا انتظار کرنا۔ ہم
جلد ہی تم سے آن ملیں گے۔"

چنانچہ ماریا اکیلی ہی عنبر اور تھیوسانگ سے جدا ہو کر شہر
گوا کی طرف روانہ ہو گئی اور عنبر اور تھیوسانگ گوا جانے والے
قافلے میں شریک ہو کر گوا کی طرف چل پڑے۔

ماریا درختوں کے اوپر ہوا میں بلند ہو کر اُڑتی جا رہی تھی۔
اس کی رفتار کسی تیز رفتار عقاب جتنی تھی۔ شام کو موہنجودڑو
کی کارواں سرائے سے چلی تھی۔ ساری رات وہ ہوا میں اُڑتی
چلی گئی۔ اس کا رخ مغرب کی طرف تھا۔ تھیوسانگ نے اسے

یہی راستہ بتایا تھا۔ سورج نکلا تو ماریا نے دیکھا کہ وہ ایک
گھنے جنگلوں والی پہاڑیوں کے اوپر سے گزر رہی تھی۔ ہوا
میں اُڑنے کا ماریا کو بہت تجربہ تھا۔ اس نے اپنی رفتار تیز
کر دی۔

دوپہر کے وقت اُسے دُور سمندر نظر آنے لگا۔

جب وہ قریب پہنچی تو اس نے دیکھا کہ سمندر کے کنارے
ایک شہر آباد ہے۔ ماریا اس شہر کے اندر ایک بازار کے کونے
پر اُتر آئی۔

اب اسے یہ معلوم کرنا تھا کہ یہ کون سا شہر ہے۔ چلتے
چلتے وہ بندرگاہ پر جا پہنچی۔ یہاں اس زمانے کی زبان میں شہر کا
نام لکھا تھا۔ یہ گوا کا شہر تھا۔

ماریا بڑی خوش ہوئی۔ وہ ٹھیک منزل پر پہنچ گئی تھی۔

پھر وہ تھیوسانگ کے بتائے ہوئے نشانوں کا سراغ
لگاتی ایک حویلی کے سامنے آ گئی۔ یہی وہ مارجیا کے باپ کی
حویلی تھی۔ تھیوسانگ نے اسے مارجیا کا حلیہ بھی بتا دیا تھا۔
ماریا کو بھلا کون روک سکتا تھا۔ وہ حویلی میں داخل ہو گئی
مگر اس حلیے کی لڑکی وہاں پر نہیں تھی۔

حویلی سے باہر آ کر ماریا ایک طرف جانے لگی تھی کہ اس
نے دیکھا کہ مارجیا کے حلیے کی ایک لڑکی بگھی میں بیٹھی آ رہی

ہے۔ پالکی غلاموں نے اُٹھا رکھی تھی۔ اس زمانے میں امیر لوگوں کے پاس موٹر کاریں تو ہوتی نہیں تھیں۔ چنانچہ ان کی بہو بیٹیاں پالکیوں میں بیٹھ کر شہر میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جایا کرتیں تھیں۔

پالکی حویلی کی ڈیوڑھی میں رکھ دی گئی۔

ماریا پالکی کے ساتھ ساتھ تھی۔ مارجیا پالکی سے اُتر کر اوپر اپنے کمرے میں آگئی۔ کمرے میں فرش پر قالین بچھا تھا۔ ایک بڑا سا پلنگ دیوار کے ساتھ لگا تھا۔ دیوار پر تانبے کے دو منقش تھال سج رہے تھے۔ طاق میں شمع دان رکھا ہوا تھا۔ مارجیا کھڑکی کی رنگین کرسی پر کھڑکی کے پاس بیٹھ گئی اور رومال پر پھول کاڑھنے لگی۔

یہ بڑا مناسب موقع تھا۔ ماریا اس کے قریب ہی کھڑی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اس پر اپنا آپ کس طرح ظاہر کرے۔

اس نے سوچا کہ کیوں نہ وہ زندہ حالت میں اس کے پاس آئے؟ ماریا ایسا بہت ہی کم کیا کرتی تھی مگر اب اس نے یہی فیصلہ کیونکہ خواہ مخواہ مارجیا کو یہ بتانے کی کیا ضرورت تھی کہ وہ کسی طلسم کی وجہ سے غائب ہو گئی ہے۔

پس ماریا کمرے سے نکل کر حویلی کے باہر آگئی۔ حویلی کے سامنے ایک چھوٹا سا باغیچہ تھا۔ ماریا وہاں ایک درخت کی اوٹ میں آکر کھڑی ہو گئی۔ اس نے ایک خاص منتر پڑھ کر سانس کھینچا تو وہ زندہ حالت میں ظاہر ہو گئی۔ ماریا نے دیکھا کہ وہ بڑے خوب صورت ریشمی لباس میں ملبوس تھی۔ اس کے سنہری بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ پاؤں میں چمڑے کی سینڈل تھی۔ گلے میں سفید موتیوں کی مالا تھی۔

ماریا نے حویلی کی ڈیوڑھی میں آکر دربان سے کہا کہ مارجیا اسی گھر میں رہتی ہے؟ دربان نے کہا۔

"ہاں بی بی جی۔ مگر آپ کون ہیں؟"

ماریا نے کہا

"میں سورت کے سوداگر کی بیٹی ہوں۔ مارجیا سے ملنے آئی ہوں"

دربان نے اوپر جاکر مارجیا کو بتایا کہ شہر سورت سے کوئی سنہرے بالوں اور نیلی آنکھوں والی لڑکی اس سے ملنے آئی ہے۔ مارجیا نے تعجب سے کہا۔

"ارے سورت میں تو کسی عورت کی آج تک نیلی آنکھیں اور سنہری بال نہیں دیکھے۔ چلو اسے اوپر

بھیج دو۔"

ماریا جب مارجیا کے کمرے میں آئی تو مارجیا اس کی خوب صورتی دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ اس نے اتنی حسین لڑکی آج سے پہلے نہیں دیکھی تھی۔

○

مارجیا نے ماریا کو کرسی پیش کی اور خود پلنگ پر جا بیٹھی۔

"تم مجھ سے ملنے آئی ہو؟"

"ہاں" ماریا نے کہا "میں تھیوسانگ کی بہن ہوں جو تمہیں جزیرے کی کھاڑی سے نکال کر لایا تھا۔"

مارجیا نے ماریا کو اٹھ کر گلے لگا لیا۔

"پھر تم میری بہن۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

"ماریا"

"بڑا پیارا نام ہے۔ تھیوسانگ بھائی تو اچھا ہے کیا وہ بھی سورت آگیا ہے؟" مارجیا نے پوچھا۔

ماریا بولی۔

"بہن مارجیا۔ تمہیں یاد ہے تم لوگ جہاز پر سفر کر رہے تھے تو جہاز کے کپتان ساگا نے سمندر میں سے ایک کچھوا پکڑا تھا۔"

مارجیا بولی:

"ہاں ہاں مجھے یاد ہے۔ وہ بہت بڑا کچھوا تھا۔"

ماریا نے کہا۔

"اور تمہیں یہ بھی یاد ہوگا کہ جہاز کے کپتان نے کہا تھا کہ وہ یہ کچھوا بندرگاہ پر جا کر فروخت کر دے گا۔"

"ہاں مجھے یہ بھی یاد ہے۔" مارجیا بولی۔

ماریا نے کہا۔

"تو بس ہمیں اسی کچھوے کی ضرورت ہے۔"

مارجیا ہنس پڑی۔

"اری ماریا بہن! تم لوگ کچھوے کو لے کر کیا کرو گے؟"

ماریا نے کہا۔

"یہ مت پوچھو مارجیا۔ بس تم میرے ساتھ چل کر وہ دکان ڈھونڈو جہاں کپتان نے کچھوا فروخت کیا ہوگا۔"

مارجیا کہنے لگی۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے ساتھ ضرور چلوں
گی۔ بندرگاہ پر کچھ ایسی دکانیں ہیں۔ جہاں لوگ
آ کر سنہری مچھلیاں، گھونگھے اور چھوٹے کچھوے
خرید کر لے جاتے ہیں۔ ضرور وہ بڑا کچھوا بھی
وہیں کسی دکان میں ہو گا۔"

مارجیا نے ماریا کو اپنے ساتھ پالکی میں بٹھایا اور بندرگاہ
کی بڑی مارکیٹ میں آ گئی۔ یہاں بڑا رش تھا۔ مارجیا
ایک دکان پر گئی۔ جہاں سنہری مچھلیاں اور کچھوے بک
رہے تھے۔ مارجیا نے دکاندار سے پوچھا کہ کیا اس کے
پاس کوئی بڑا کچھوا ہو گا۔

دکاندار نے کہا۔

"میرے پاس تو نہیں لیکن کونے والی دکان پر
پچھلے دنوں ایک بہت بڑا کچھوا آیا تھا۔ میں نے
اسے خود دیکھا تھا بہت بڑا کچھوا تھا۔ دو دن تک
لوگ اسے دیکھنے آتے رہے۔"

ماریا اور مارجیا تیزی سے کونے والی دوکان پر گئیں۔
دکان پر انہیں ایسا کوئی کچھوا نظر نہ آیا۔ مارجیا نے دکاندار
سے کچھوے کے بارے میں دریافت کیا تو دکاندار
نے مارجیا پر ایک تیز نگاہ ڈالی اور بولا۔

"میرا پہلے ہی بہت نقصان ہوا ہے۔ کیا تم میرے
زخموں پہ نمک چھڑکنے آئی ہو؟"

مارجیا نے پوچھا کہ اس کا کیا نقصان ہوا ہے۔ دکاندار
آہ بھر کر بولا۔

"میں نے بڑا کچھوا جہاز کے کپتان سے بھاری
رقم دے کر خریدا تھا کہ اسے بھاری منافع
پر آگے بیچ دوں گا۔ لیکن میری قسمت ہی خراب
تھی۔ شاہی مندر کا کاہن اعظم آیا اور بادشاہ
کا حکم نامہ دکھا کر وہ کچھوا مفت ہی مجھ سے
لے گیا۔ اب میرا نقصان کون پورا کرے گا؟"

مارجیا چپ ہو گئی۔ اس نے الگ ہو کر ماریا سے کہا۔

"اب کیا کیا جائے؟ کچھوا تو بادشاہ کا کاہن
لے گیا ہے۔"

ماریا نے کہا۔

"وہ کچھوا کس لیے لے گیا ہے؟"

مارجیا ہونٹ سکیڑ کر بولی۔

"ہو سکتا ہے کاہن اعظم نے بادشاہ کے محل
کے تالاب میں اسے چھوڑنا ہو۔"

ماریا فکرمند ہو کر بولی۔

"اب کیا کیا جائے؟"

مارجیا نے کہا۔

"ماریا بہن! آخر تم اس کچھوے کے لیے اتنی پریشان کیوں ہو۔ دفع کرو کچھوے کو۔"

اب ماریا نے کہا۔

"مارجیا بہن بات یہ ہے کہ اس کچھوے کے پیٹ میں ہمارا ایک ایسا پالتو سانپ ہے جس کے منہ میں ہمارا خاندانی مہرہ ہے۔ میں اور تھیوسانگ اور عنبر بھائی اس مہرے کے لیے پریشان ہیں۔ خاندانی مہرہ ہے گم ہو گیا تو ہمارا بڑا نقصان ہو گا۔"

مارجیا سوچ میں پڑ گئی۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر ہمیں اس کچھوے کے پیٹ میں سے سانپ کو نکال کر لانا ہو گا۔ مگر یہ کام ہمارے لیے تو ناممکن ہے۔ بادشاہ کے محل میں ہم کیسے جا سکتے ہیں؟"

ماریا پالکی میں بیٹھ کر مارجیا کے گھر واپس آ گئی۔ اس نے خود بادشاہ کے محل میں جانے کا منصوبہ بنایا۔ ظاہر ہے وہی غیبی حالت میں بادشاہ کے محل میں بغیر کسی رکاوٹ

کے داخل ہو سکتی تھی۔ مگر اس نے مارجیا کو بالکل نہ بتایا کیونکہ ماریا نے اپنی حالت مارجیا سے پوشیدہ رکھی تھی اور یہ راز اس پر ظاہر نہ کیا تھا۔

ماریا نے مارجیا سے بادشاہ کے محل کا راستہ معلوم کر لیا تھا۔ وہ عنبر اور تھیوسانگ کے آنے سے پہلے ناگ کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جانا چاہتی تھی۔ رات گزارنے کے بعد ماریا نے مارجیا سے کہا کہ وہ گوا شہر کی سیر کو جا رہی ہے۔ مارجیا بھی اس کے ساتھ جانا چاہتی تھی۔ مگر ماریا نے کہا کہ وہ اکیلی سیر کرنا چاہتی ہے چنانچہ ماریا حویلی سے نکل کر بادشاہ کے محل کی طرف روانہ ہو گئی۔ ابھی تک وہ غائب نہیں ہوئی تھی۔ راستے میں ایک پارک آیا جس میں ناریل کے درختوں کا ایک جھنڈ تھا۔ ماریا اس جھنڈ میں آ گئی۔

یہاں ماریا نے اپنے آپ کو غائب کر لیا۔ اب وہ غیبی حالت میں بادشاہ کے محل کی طرف روانہ ہو گئی۔ اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ بادشاہ کا محل آ گیا۔ بڑا شاندار محل تھا۔ اونچے اونچے مینار تھے۔ بہت بڑا دروازہ تھا۔ جس پر پہرہ لگا تھا۔ ماریا بڑے آرام سے پہرے داروں کے درمیان سے ہو کر محل میں داخل

ہو گئی۔ سامنے ایک باغ تھا۔ ماریا نے دیکھا کہ محل کے پیچھے ایک بہت بڑا تالاب ہے۔ وہ اس تالاب پر آ گئی۔

جھاڑیوں میں اس کی نظر ایک بہت بڑے کچھوے پر پڑی۔ ماریا لپک کر اس کے پاس آئی تو دھک سے رہ گئی۔ کیونکہ کچھوا مر چکا تھا۔ وہ زمین پر اُلٹا پڑا تھا اور اس کا پیٹ کھلا تھا۔ صاف لگ رہا تھا کہ کسی نے اس کے پیٹ کو کھول کر اس میں سے سانپ نکال لیا ہے۔

ماریا نے کچھوے کی لاش کو وہیں چھوڑا اور اب کاہن اعظم کی تلاش میں چلی۔ کیونکہ اسے یقین تھا یہ کام کاہن اعظم کے سوا اور کسی کا نہیں ہو سکتا۔ اس نے ضرور اپنے علم کے زور پر معلوم کر لیا گیا ہوگا کہ کچھوے کے پیٹ میں ایک انمول سانپ موجود ہے۔

شاہی محل کے باغیچے میں ماریا کو مندر دکھائی دیا۔ وہ اس مندر میں آ گئی۔ یہ کافی بڑا مندر تھا اور بھکشو لوگ اندر کسی بُت کی پوجا کر رہے تھے۔ اس بت کی شکل آدھی بلی کی اور آدھی اُلو کی تھی۔

ماریا مندر کے دالان میں گھومتی پھرتی ایک راہداری میں سے گزر رہی تھی کہ اس نے ایک زرد لباس والے اونچے لمبے آدمی کو دیکھا جس کا سر مُنڈا ہوا تھا۔ اس کے

ہاتھ میں پھولوں کی مالا تھی اور چار بھکشو اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ یہی کاہن اعظم ہو سکتا تھا۔

ماریا اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ ماریا نے محسوس کیا کہ اس زرد پوش آدمی نے چونک کر فضا میں دیکھا ہے۔ مگر ماریا نے کوئی خیال نہ کیا۔ زرد پوش کاہن اعظم تھا۔ وہ بڑے بت کے سامنے جا کر رُک گیا۔ اس نے پھولوں کی مالا بت کے پاؤں میں رکھ دی۔ اور دوسرے بھکشوؤں کے ساتھ بھجن گانے لگا۔

بھجن گانے کے بعد وہ واپس چلا تو اس کے ساتھ صرف ایک ہی بھکشو تھا۔ وہ دونوں اپنی کوٹھری میں داخل ہو گئے۔ ماریا بھی ان کے ساتھ ہی کوٹھری میں داخل ہو گئی۔

کاہن اعظم نے اپنے ساتھی بھکشو سے کہا۔

"شترو! مجھے لگتا ہے کہ کوئی آسمانی روح ہمارا پیچھا کر رہی ہے۔"

ماریا چونک پڑی۔ اس کاہن اعظم نے اس کی موجودگی کو محسوس کر لیا تھا۔ ماریا ذرا سمٹ کر پیچھے ہو گئی۔

شترو بولا۔

"مہاراج! ضرور یہ کوئی اچھی روح ہو گی۔ جو ہماری مدد کرنے آئی ہو گی۔"

کاہن اعظم نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا اور بولا۔

"ہاں۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن ہمیں چوکس رہنا
ہوگا۔ کیونکہ یہ سانپ اگر ہمارے ہاتھ سے نکل
گیا تو پھر ہمارے سارے خواب اُدھورے رہ جائیں
گے۔"
شترو نے کہا۔
"مہاراج! آپ کے پاس ایسے ایسے منتر ہیں کہ اگر
پڑھ کر سانپ کے مٹکے کے ارد گرد پھونک دیں تو
دیوتا لوگ بھی وہاں داخل نہیں ہو سکتے۔ پھر آپ
کیوں گھبراتے ہیں؟"
کاہن بولا۔
"تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں نے ایک زبردست منتر
پڑھ کر جس جگہ سانپ کا مٹکا رکھا ہے وہاں
چاروں طرف پھونک دیا ہے اور اس جگہ کوئی آسمانی
روح بھی داخل نہیں ہو سکتی پھر بھی ہمیں بڑی
احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ ہم اس سانپ کی مدد
سے ایسی طاقت حاصل کرنے والے ہیں۔ جس کی
مدد سے ہم مُردہ لوگوں کو دوبارہ زندہ کرنے میں
کامیاب ہو جائیں گے۔"
ماریا یہ سب کچھ سن رہی تھی۔ اس کاہن اعظم نے یقیناً

ناگ ہی کو مٹکے میں ڈال رکھا تھا اور اس کی مدد سے کوئی ایسا
عمل کرنے والا تھا کہ اسے مُردوں کو زندہ کرنے کی طاقت مل
جائے۔
ماریا اب یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ ناگ کو ان لوگوں نے
کس مقام پر چھپا رکھا ہے۔ تاکہ وہ اپنے طور پر ناگ کو وہاں سے
نکالنے کی کوشش کرتی۔ مگر ان کی باتوں سے ماریا کو یہ پتہ
نہ چل سکا۔ کاہن اعظم کا چیلا شترو اس کے پاس بیٹھ گیا۔
کاہن اعظم ایک پرانی کتاب کھول کر اگر بتی جلا کر پڑھنے لگا۔
چند سیکنڈ تک وہ کتاب کے پرانے اوراق اُلٹ
پلٹ کرتا رہا۔ پھر ایک ورق کو غور سے پڑھنے کے بعد
اپنے چیلے شترو سے بولا۔
"شترو! ہم انسانی سانپ پکڑنے میں تو کامیاب
ہو گئے ہیں۔ لیکن اب ہمیں ایک ایسی لڑکی کی
ضرورت ہے جس کی آنکھوں کا رنگ سمندر روں
کی طرح نیلا ہو۔"
شترو بولا۔
"مہاراج ہمارے ملک ہند
آنکھوں والی لڑکیاں نہیں ہے
سے لائیں گے؟"

کاہن اعظم نے سانس لیا اور بولا۔

"یہی سب سے بڑی رکاوٹ ہمارے راستے میں ہے۔ ہمیں ہر حالت میں نیلی آنکھوں والی لڑکی حاصل کرنی ہوگی۔ اس کے بغیر ہم اپنے طلسمی عمل کو پورا نہیں کر سکتے۔"

ماریا کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ وہ خود ان کے پاس چلی آئے۔ ماریا کو ان کی باتوں سے یہ بالکل علم نہ ہو سکا کہ یہ لوگ نیلی آنکھوں والی لڑکی سے کس قسم کا کام لینا چاہتے ہیں۔ مگر یہ ناگ کو بچانے اور اسے وہاں سے نکال لے جانے کا سوال تھا۔ ماریا تیار ہو گئی۔ کاہن اعظم تھوڑی دیر بعد اشنان کرنے کا کہہ کر شاہی محل کی دیوار کے پیچھے بہنے والی مقدس ندی کی طرف چلا گیا

ماریا وہاں سے اڑتی ہوئی اس سے پہلے ندی پر جا پہنچی۔

ندی پر پہنچتے ہی اس نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا۔ اب وہ ایک خوب صورت بالوں اور نیلی آنکھوں والی لڑکی کی شکل میں تھی۔ ماریا نے وہیں سوکھے پتوں اور درخت کی سوکھی شاخوں کو توڑ کر اس کا گٹھا بنایا اور اپنے سر پر اٹھا کر ندی کے کنارے کنارے اس طرف چلنے لگی جہاں کاہن اعظم

پانی میں اتر کر نہا رہا تھا۔

کاہن اعظم نے زرد دھوتی اپنے جسم پر لپیٹ رکھی تھی اور آسمان کی طرف چلو بھر بھر کر پانی اچھالتے ہوئے اشلوک پڑھ رہا تھا۔ ماریا اس کے قریب سے گنگناتی ہوئی گزری تو جان بوجھ کر کاہن سے پوچھا۔

"مہاراج! سوکھی لکڑیاں جلانے کے لیے لیں گے غریب لڑکی ہوں۔ صبح سے بھوکی ہوں۔"

کاہن اعظم نے آنکھیں کھول کر ماریا کو دیکھا تو خوشی کے مارے اچھل پڑا۔ جس نیلی آنکھوں والی لڑکی کی اسے تلاش تھی وہ اس کے سامنے سوکھی شاخوں کا گٹھا اٹھائے کھڑی تھی۔ کاہن ندی سے باہر نکل آیا۔ اس نے کہا۔

"بیٹی تم محنت مزدوری کیوں کرتی ہو۔ کیا تمہارے ماں باپ یا بھائی نہیں ہیں؟"

ماریا نے اداس آواز بنا کر کہا۔

"مہاراج! میں یتیم لڑکی ہوں۔ اپنی پھوپھی کی جھونپڑی میں رہتی ہوں۔ وہ مجھے مارتی ہے۔ اور بہت تھوڑا کھانے کو دیتی ہے۔ جنگل میں لکڑیاں چن کر گزارہ کرتی ہوں۔"

کاہن نے ماریا کے سر سے سوکھی شاخوں کا گٹھا اتروا

لیا اور بولا۔

"اسے پھینک دو بیٹی اور میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں اپنی بیٹی بنا کر اپنے پاس رکھوں گا۔ بس تم میرا کھانا پکا دیا کرنا۔ کیا تمہیں منظور ہے؟"
ماریا نے خوش ہو کر کہا۔

"مہاراج! میں تو پہلے ہی اپنی پھوپھی کے ظلم سے تنگ آچکی ہوں۔ میں خوشی سے آپ کی بیٹی بن کر رہوں گی۔ اور آپ کی خدمت کیا کروں گی۔"

کاہن اعظم بڑا خوش ہوا۔ قدرت نے بیٹھے بٹھائے اس کی زندگی کا بہت بڑا مقصد پورا کر دیا تھا۔ اسے اتنی آسانی سے نیلی آنکھوں والی لڑکی ہرگز نہیں مل سکتی تھی۔ اس نے ماریا کے سر پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔

"آج سے تم ہماری بیٹی ہو۔ چلو ہمارے ساتھ ہمارے گھر چلو۔ ہاں۔ تمہارا نام کیا ہے بیٹی؟"

ماریا بولی۔

"نندنی میرا نام ہے مہاراج۔ اور آپ تو پجاری لگتے ہیں۔ آپ کسی مندر میں رہتے ہیں کیا؟"

کاہن اعظم نے کہا۔

"ہاں بیٹی! میں پجاری ہوں۔ میری نوکری بادشاہ کے مندر میں لگی ہے۔ مگر میں محل سے دور ایک پرانے مکان میں رہتا ہوں۔ کیونکہ بادشاہوں کے پاس رہنے سے ہماری عبادت میں فرق آتا ہے۔"

کاہن اعظم جھوٹ بولا تھا۔ ماریا مسکرائی۔

"ٹھیک ہے مہاراج! میں بھی آپ کے ساتھ اسی مکان میں رہوں گی۔ مگر میری پھوپھی کو پتہ نہ چلے۔ نہیں تو وہ مجھے نکال کر لے جائے گی۔"

کاہن اعظم نے کہا۔

"فکر مت کرو بیٹی نندنی! کسی کو کانوں کان خبر تک نہیں ہوگی کہ تم ہمارے مکان میں رہتی ہو۔ آؤ بیٹی اب گھر چلتے ہیں۔"

کاہن اعظم نے اپنے اس خاص مقصد کے لیے محل سے دور ایک ویران مقام پہ پرانے کھنڈر میں ایک کوٹھڑی بنا رکھی تھی۔ وہ ماریا کو لے کر سیدھا وہاں آگیا۔ کوٹھڑی میں کچھ مٹی کے برتن پڑے تھے۔ فرش پہ ٹاٹ بچھا تھا اور باہر چھوٹے سے آنگن میں چولہا بنا ہوا تھا۔ کاہن بولا۔

"بیٹی! میں تو فقیروں کی طرح رہتا ہوں اور
بھگوان کی پوجا کرتا ہوں۔ مگر تمہارے لیے میں
اچھی اچھی چیزیں کھانے کو اور پہننے کو اعلیٰ قسم
کی پوشاک لاؤں گا۔ تم گھبراؤ مت۔"

ماریا دل میں ہنسنے لگی۔ اسے گھبرانے کی ضرورت
نہیں تھی۔ مگر وہ بہت جلد یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ
کاہن اعظم نے ناگ کو کس جگہ قید میں ڈال رکھا ہے اور
وہ اس سے کیا کام کرانا چاہتا ہے۔

ماریا نے سگھڑ لڑکیوں کی طرح فوری کوٹھڑی کی جھاڑ
پونچھ شروع کر دی۔ وہ کاہن کو یہ اثر دینا چاہتی تھی کہ
اسے وہاں آکر بڑی خوشی ہوئی ہے۔ کاہن بولا۔

"بیٹی نندنی! تم آرام کرو۔ میں تمہارے
لیے بازار سے کچھ کھانے کو لاتا
ہوں۔"

کاہن اعظم کوٹھڑی سے نکلا۔ اور وہ منہ
ہی منہ میں کچھ خفیہ اشلوک پڑھ رہا تھا۔
اس نے کوٹھڑی کے سامنے آنگن کی دیوار کی چاروں
طرف اشلوک پڑھ کر پھونک ماری اور خود محل کی
طرف روانہ ہو گیا۔ ماریا نے اسے پھونک مارتے

نہیں دیکھا تھا۔ کاہن کے جانے کے بعد وہ آنگن میں آئی
اور پھر آنگن سے نکلنے لگی تو اسے ایک کرنٹ سا
لگا اور زمین پر گر پڑی۔

مُردے کی موت

ماریا تو گھبرا گئی۔

کم بخت نے جاتے ہوئے مکان کے ارد گرد طلسم پھونک دیا تھا جس کی وجہ سے ماریا وہاں سے باہر نکل سکتی تھی۔ وہ اٹھی اور کوٹھڑی میں جاکر چٹائی پر بیٹھ کر سوچنے لگی کہ یہ کاہن اسے کہاں لے کر جائے گا؟

تھوڑی دیر بعد کاہن اعظم اپنے چیلے شترو کے ساتھ آ گیا۔ وہ اپنے ساتھ ماریا کے لیے کھانے کے لیے مٹھائی اور پہننے کے لیے ریشمی ساڑھی لایا تھا۔ ماریا اُن کو دُور ہی سے دیکھ کر کام میں لگ گئی تھی۔ کاہن نے ماریا سے کہا۔

”یہ لو نندنی بیٹی! دیکھو میں تمہارے لیے مٹھائی اور یہ کتنی خوب صورت ساڑھی لایا ہوں۔“

ماریا نے ساڑھی دیکھی تو خوش ہو کر کہا۔

”مہاراج! آپ سچ مچ میرے پتا ہیں۔“

کاہن نے ماریا کے سر پر ہاتھ پھیرا اور بولا۔

”تم کو بیٹی کہا ہے۔ تو اب ساری زندگی تم ہماری بیٹی بن کر ہی رہو گی۔ یہ دیکھو، یہ میرا چیلا شترو ہے۔ یہ تمہارا بھائی ہے۔ اِسے پرنام کرو۔“

ماریا نے شترو کو پرنام کیا۔ شترو نے کہا۔

”جیتی رہو بہن۔“

ماریا کو کاہن نے اپنے سامنے بٹھا کر مٹھائی کھلائی اور چلنے لگا تو بولا۔

”یہ ساڑھی تم پہن لینا بیٹی۔ میں شام کو آؤں گا۔ اور ہاں، تم گھر سے باہر مت نکلنا۔ بات یہ ہے کہ یہ جگہ بھاری ہے۔ کہتے ہیں یہاں کوئی آسیب رہتا ہے۔ جو نیلی آنکھوں والی لڑکی کے لیے خطرناک ہے۔“

ماریا خوب جانتی تھی کہ یہ آسیب وہ خود ہے لیکن اس نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

”مہاراج آپ فکر نہ کریں میں گھر میں ہی رہوں گی۔“

کاہن اعظم اپنے چیلے کے ساتھ چلا گیا۔

جب کھنڈر والا ویران مکان دُور رہ گیا تو شترو نے
پوچھا۔

"مہاراج! منتر پھونک کر دائرہ بنا دیا تھا نا؟
کہیں یہ سونے کی چڑیا اُڑ نہ جائے!"
کاہن بولا۔

"میں احمق نہیں ہوں کہ ایسی قیمتی چیز کو ہاتھ
سے گنوا دوں۔ میں نے ایسا منتر پڑھ کر مکان
کے چاروں طرف پھونکا ہے کہ ننداتی ایک قدم
بھی باہر نہیں نکال سکے گی۔ آؤ اب ہم سانپ
کے پاس چلتے ہیں۔ ہمیں وہاں اس نیلی آنکھوں
والی لڑکی پر جادو کرنے کی تیاریاں ابھی سے
شروع کر دینی چاہئیں۔"

کاہن اور شترو چیلے نے محل کے اصطبل سے گھوڑے
نکالے۔ ان پر سوار ہوئے اور شہر سے نکل کر سمندر
کے ساحل کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

ماریا جب اکیلی رہ گئی تو اس کو خیال آیا کہ اگر وہ جسمانی
حالت میں طلسمی حصار سے نہیں نکل سکتی تو ہو سکتا ہے
غیبی حالت میں وہاں سے نکل سکے چنانچہ اس نے
سانس لے کر چھوڑا اور غائب ہو گئی۔ غائب ہوتے ہی

وہ مکان کے آنگن والی دیوار کی طرف بڑھی۔ جب وہ آنگن
کے چھوٹے سے گیٹ میں سے نکلنے لگی تو اسے پھر وہی بجلی
کے کرنٹ کا دھچکا لگا اور وہ تڑپ کر پیچھے کو گر پڑی۔

"کم بخت نے بڑا زبردست جادو کر رکھا
ہے۔"

ماریا نے سوچا۔ وہ ہوا میں اوپر اُڑنے کے لیے زمین
پر سے اچھلی اور فضا میں دس فٹ بلند ہو گئی۔ جونہی اس
نے اس سے زیادہ اوپر اُٹھنے کی کوشش کی تو اسے اوپر
سے زبردست کرنٹ لگا اور وہ نیچے گر پڑی۔ اب تو ماریا
کو فکر لگ گیا کہ یہ کاہن تو کوئی زبردست جادوگر ہے۔
کہیں اسے کسی مشکل میں نہ پھنسا دے۔ اور ناگ کو نکالتے
نکالتے وہ خود نہ پھنس جائے۔ مگر وہ ان باتوں سے ڈرنے
والی نہیں تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ رات کو کاہن آیا تو
وہ اس کے ساتھ ہی کسی بہانے باہر نکل کر غائب ہو جائے
گی اور پھر غائب ہو کر اس کاہن کا پیچھا کرے گی۔

دوسری طرف کاہن اعظم اپنے چیلے کے ساتھ گھوڑا
دوڑاتے ساحل کے ساتھ ساتھ چلا جا رہا تھا۔ شہر سے کافی دور
نکلنے کے بعد سمندر کے کنارے چٹانوں کا سلسلہ شروع ہو
گیا۔ یہ پتھر کے کنگروں کی بنی ہوئی چٹانیں تھیں جن میں

جگہ جگہ گہرے سوراخ تھے۔

انہوں نے ایک چٹان کے پاس گھوڑوں کو باندھا۔ اور پیدل ہی چٹانوں میں چلنے لگے۔ ایک جگہ وہ ایک کھوہ میں داخل ہو گئے۔ یہ ایک تنگ دروازے والی سرنگ تھی۔ اندر جا کر سرنگ میں ایک گول کھلی جگہ آ گئی۔ یہاں دیوار میں ایک اور سوراخ بنا تھا۔ وہ سوراخ میں سے گزر کر ایک تہہ خانے میں آ گئے۔ یہاں اندھیرا گھپ تھا۔ کاہن نے دیا جلا دیا۔

روشنی میں وہاں دو مُردوں کی لاشیں نظر آئیں۔ ان میں سے ایک لاش آدمی کی اور دوسری لاش عورت کی تھی۔ دونوں لاشیں زرد چادروں سے ڈھکی ہوئی فرش پر پڑی تھیں۔ صرف ان کے چہرے کھلے تھے۔ کاہن کا چیلا ایک طرف ہو کر لاشوں کے پاس بیٹھ گیا۔ کاہن اعظم نے کونے میں ایک پتھر کو اٹھایا۔ نیچے گڑھا تھا جس میں ایک مٹکا پڑا تھا۔ اس نے مٹکا باہر نکال لیا۔

پھر کچھ منتر پڑھ کر زمین پر گول دائرہ بنایا اور مٹکے کا منہ کھول دیا۔ مٹکے میں ناگ تھا جو سرخ سانپ کی شکل میں تھا۔ سرخ سانپ مٹکے میں سے باہر نکل کر زمین پر آ کر رینگنے لگا۔ جونہی اس نے رینگتے ہوئے دائرے میں

میں سے باہر نکلنے کی کوشش کی اسے ایک جھٹکا لگا اور وہ جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔

ناگ سمجھ گیا کہ اس کے گرد طلسمی دائرہ بنا ہوا ہے۔ وہ بڑا پریشان تھا کہ کچھوے کے پیٹ سے نکلا تو ایک کاہن کی قید میں آ گیا تھا۔ اسے ابھی کچھ معلوم نہیں تھا کہ یہ جادوگر کاہن اس سے کیا کام لینا چاہتا ہے۔ ناگ نے پہلی بار غار کے اندر دو لاشوں کو دیکھا۔ وہ مجبور ہو کر خاموشی سے کنڈلی مار دائرے کے اندر مٹکے کے پاس بیٹھ گیا۔

کاہن نے اپنے چیلے سے کہا۔

"ان لاشوں پر میں نے اپنا عمل پورا کر لیا ہے سانپ کے گرد بھی دائرہ کھینچ دیا ہے۔ اب ہمیں آخری عمل کرنا ہے اور اس کے لیے آج ہی رات کو نیلی آنکھوں والی ننھی کو یہاں لانا ہو گا۔"

چیلا شسترو بولا۔

"مہاراج! کہیں وہ لڑکی ڈر کر بھاگ نہ جائے۔ ہم اسے بے ہوش کر کے نہ لے آئیں؟"

کاہن نے کہا۔

"یہی مشکل ہے۔ نیلی آنکھوں والی لڑکی کو ہوش کی حالت میں یہاں لا کر عمل کرنا ہو گا۔ مگر تم فکر نہ

کرو۔ ہم اس کی راستے میں نگرانی کریں گے اور
یہاں آکر وہ میرے طلسم کے دائرے میں قید ہو
جائے گی۔ چلو اب شام ہو رہی ہے۔ ہمیں دیر نہیں
کرنی چاہیئے"

دونوں چٹانوں سے نکل کر شہر کی طرف چل دیئے۔
شاہی مندر میں آکر کاہن اعظم نے کچھ سیندور اور عود
تھیلے میں رکھا۔ اور رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ جب
ہر طرف اندھیرا ہو گیا تو اس نے چیلے شترو کو ساتھ لیا اور ماریا
کے پاس پرانے مکان میں آگیا۔ ماریا پریشان بیٹھی تھی کیونکہ
وہ مکان سے باہر نہیں جا سکتی تھی۔ کاہن اعظم اور چیلے
کو دیکھ کر وہ بولی۔

"مہاراج آپ نے بڑی دیر کر دی۔ میں تو اکیلی
گھبرا گئی تھی"

کاہن نے اس کے سر پر پیار کیا اور بولا۔

"بیٹی! تمہیں ہمارے ساتھ سمندر کے کنارے
ایک جگہ چلنا ہے۔ وہاں ایک مقدس مندر ہے۔
میں چاہتا ہوں کہ تم بھی میرے ساتھ چل کر
وہاں دیوتا کی پوجا کرو۔ اس سے تم پر بھگوان کی
بڑی کرپا ہو جائے گی"

ماریا سمجھ گئی کہ یہ اسے ناگ کے پاس لے جا رہے
ہیں۔ یہی وہ چاہتی تھی۔ چنانچہ وہ جلدی سے تیار ہو گئی۔

"مہاراج! میں تو آپ کے حکم کی باندی ہوں۔
آپ میرے باپ کے برابر ہیں۔ جہاں کہیں گے
خوشی سے آپ کے ساتھ جاؤں گی"

کاہن بڑا خوش ہوا۔ اس نے ماریا کو گھوڑے پر بٹھایا۔
دوسرے گھوڑے پر کاہن اور اس کا چیلا بیٹھ گئے اور اپنی
منزل کی طرف گھوڑے دوڑا دیئے۔ کاہن اپنے گھوڑے
کو ماریا کے گھوڑے کے ساتھ ساتھ رکھے ہوئے تھا۔ اسے
معلوم نہیں تھا کہ ماریا کو بھاگنے کی ضرورت نہیں تھی۔
وہ تو خود ناگ کے پاس جانا چاہتی تھی۔

لیکن ماریا کو بھی یہ علم نہیں تھا کہ اس کے ساتھ سمندری
چٹان کے غار میں جا کر کیا بھیانک سلوک ہونے والا ہے۔
آدھی رات ہو چکی تھی کہ کاہن اعظم ماریا کو لے کر سمندری
چٹان کے غار میں داخل ہوا۔ ماریا نے پوچھا۔

"مہاراج! یہ تو کوئی بڑا پراسرار مندر لگتا
ہے"

ماریا کو ناگ کی تیز خوشبو آنے لگی تھی۔ وہ بڑی خوش
ہوئی کہ ناگ اندر موجود ہے۔ وہ تہہ خانے میں آئی تو دیکھا

کر ایک دائرے کے اندر ناگ سرخ سانپ کی صورت میں بیٹھا ہے۔ ناگ نے بھی۔ ماریا کو دیکھا تو خوشی کے ساتھ ساتھ اسے کچھ حیرانی بھی ہوئی۔ کیونکہ ماریا غیبی حالت میں نہیں تھی۔ بلکہ جسمانی حالت میں تھی۔ کہیں اس پر بھی تو ان لوگوں نے طلسم تو نہیں کر رکھا۔ اوپر سے ناگ نے ماریا کو کاہن سے بڑے اطمینان سے باتیں کرتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ ماریا اس بدخصلت کاہن کے طلسم کے اثر میں ہے۔

ماریا نے زمین پر پڑی آدمی اور عورت کی لاشوں کو دیکھا تو سوچنے لگی کہ یہاں کیا ہونے والا ہے۔ کاہن اعظم نے ماریا سے کہا۔

"بیٹی تندی! یہاں ہم اپنے دیوتا کی ایک خاص رسم ادا کرنے والے ہیں۔ دیوتا تم پر بہت مہربان ہے اور اس نے خاص طور پر تمہیں یہاں بلایا ہے۔"

ماریا نے کہا۔

"مہاراج! یہ میری خوش قسمتی ہے۔"

کاہن اعظم نے کہا۔

"بیٹی تندی تم ایسا کرو کہ ان دونوں لاشوں کے درمیان بیٹھ جاؤ۔ تاکہ ہم اپنی پوجا شروع کر دیں۔"

ناگ پریشانی کے ساتھ ماریا کو تک رہا تھا۔ ماریا اندر سے پوری طرح ہوشیار تھی۔ وہ دونوں لاشوں کے درمیان بیٹھ گئی۔ اتنے میں کاہن کا چیلا اُٹھ کر ماریا کے پیچھے آ گیا۔ ماریا کو کاہن نے باتوں میں لگا لیا تھا۔ چیلے شترو نے پیچھے آتے ہی اپنی قمیض کے اندر سے چمکدار خنجر نکال لیا۔ ناگ کی زبان بند کر دی گئی تھی۔ ماریا نے اپنے پیچھے آہٹ سُنی تو زمین پر ایک دم سے لیٹ گئی۔ اور لیٹنے کے ساتھ ہی اس نے سانس کھینچ لیا۔ چیلا خنجر ماریا کی گردن پر مارنے ہی والا تھا کہ وہ غائب ہو گئی۔

اسے غائب ہوتے دیکھ کر کاہن اعظم اپنی جگہ سے اُچھل پڑا اور چیخ کر بولا۔

"میں نہ کہتا تھا کہ کوئی روح ہمارا پیچھا کر رہی ہے۔ وہ یہی روح تھی۔ شترو۔ پیچھے ہٹ جاؤ"

اور کاہن اعظم نے اونچی آواز میں طلسمی منتروں کا جاپ شروع کر دیا۔ اس نے چیلے کو دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ چیلا کوٹھڑی کے دروازے پر آ گیا۔ کاہن نے فوراً وہاں لاشوں کے گرد ایک لکیر کھینچ دی۔ ماریا غائب ہونے کے بعد اپنی جگہ سے اُٹھ کر لاشوں کے اوپر سے اچھل کر باہر آنے ہی لگی تھی کہ اسے ایک زور کا دھکا

لگا۔ اور دوبارہ لاشوں کے درمیان آکر گر پڑی۔

کاہن نے بلند آواز میں کہا۔

"اے بدروح! تو اب میری قید میں ہے۔ تو اس تہہ خانے سے باہر نہیں نکل سکے گی۔ میں تمہیں ایک ہفتے کی مہلت دیتا ہوں۔ اگر ایک ہفتے کے اندر اندر تم نے دوبارہ نندنی کی شکل اختیار کر کے میرے آگے ہتھیار ڈال دیئے تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔ نہیں تو قیامت تک اسی تہہ خانے میں قید رہے گی۔"

ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموش بیٹھی رہی وہ کاہن اعظم کو یہ احساس دینا چاہتی تھی کہ میں وہاں نہیں ہوں اور وہاں سے جا چکی ہوں۔ ناگ کو یہ دیکھ کر تسلی ہوئی کہ ماریا اس کاہن کے حملے سے محفوظ رہی۔ خدا جانے خنجر کے حملے سے جسمانی حالت میں ماریا پر کیا اثر ہوتا۔ وہ کنڈلی مارے چپ بیٹھا تھا۔ اس پر ایسا طلسم ہو گیا ہوا تھا کہ وہ کسی سے بات نہیں کر سکتا تھا۔

کاہن اعظم نے اپنے چیلے سے کہا۔

"شترو! چلو ہم چلتے ہیں۔ میں نے بدروح کو ایک ہفتے کی مہلت دے دی ہے۔"

پھر اس نے اونچی آواز میں کہا۔

"اے نندنی کی بدروح! میں جا رہا ہوں۔ ایک ہفتے کے بعد آؤں گا۔ تم یہاں سے باہر نہیں جا سکو گی۔ ہفتے کے بعد اگر تم نیلی آنکھوں والی نندنی کی شکل میں مجھے ملیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔"

یہ کہہ کر کاہن اپنے چیلے کے ساتھ تہہ خانے سے نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد ماریا نے ناگ سے کہا۔

"ناگ! تم مجھ سے بات کیوں نہیں کرتے؟ کیا تم بول نہیں سکتے؟"

ناگ خاموشی سے ماریا کی طرف تکتا رہا۔ ماریا نے کہا۔

"کیا تم میری بات سن رہے ہو؟"

ناگ نے اپنی گردن اثبات میں ہلائی جس کا مطلب تھا کہ ہاں میں تمہاری بات سن رہا ہوں اور سمجھ رہا ہوں۔ ماریا نے اسے تھیوسانگ اور عنبر کے بارے میں سب کچھ بتا دیا اور کہا کہ وہ بھی شہر میں پہنچنے والے ہیں۔ ناگ کو خوشی ہوئی مگر اس بات سے اس کا دل غمگین تھا کہ عنبر کے آنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ کیونکہ ماریا بھی اب وہاں

قید ہو گئی ہے۔ اور وہ بھی تہہ خانے سے باہر نہیں نکل سکے گی۔

ماریا نے کہا۔

"ناگ بھیا! تم فکر مت کرو۔ میں تمہیں لے کر یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کروں گی۔"

لیکن ماریا نے جتنی دفعہ تہہ خانے کے دروازے میں سے نکلنے کی کوشش کی وہ ہر بار جھٹکے سے پیچھے گر پڑی۔ مایوس ہو کر وہ لاشوں کے پاس زمین پر بیٹھ گئی۔

جب ماریا کو گئے تین دن گزر گئے ——— تو مارجیا کو فکر لگا۔ وہ کہاں غائب ہو گئی؟ اس نے شہر کی جگہ جگہ ماریا کو تلاش کیا۔ مگر ناکام ہو کر بیٹھ رہی۔ اب اسے عنبر اور تھیوسانگ کا انتظار تھا۔ جن کے بارے میں ماریا نے بتایا تھا کہ وہ اس کے بھائی ہیں۔ تھیوسانگ کو تو مارجیا بڑی اچھی طرح جانتی تھی۔

چوتھے روز تھیوسانگ اور عنبر بھی وہاں آ گئے۔ تھیوسانگ کو دوبارہ اپنے گھر میں دیکھ کر مارجیا اور اس کے ماں باپ بڑے خوش ہوئے۔ تھیوسانگ نے اُن سے عنبر کا تعارف کروایا اور کہا کہ وہ یہاں اپنے

ایک کھوئے ہوئے سانپ کی تلاش میں آئے ہیں جس کے منہ میں ان کا خاندانی مہرہ ہے۔ اور انہیں خبر ملی تھی کہ وہ اسی شہر میں کہیں ہے۔

مارجیا نے ایک طرف لے جا کر تھیوسانگ اور عنبر کو ساری کہانی سنائی۔ عنبر اور تھیوسانگ کو اب ماریا کے بارے میں بھی تشویش لگی۔ ناگ تو پہلے ہی ان سے جدا ہو چکا تھا۔ اب ماریا بھی چلی گئی تھی۔ تھیوسانگ اور عنبر کو جب یہ پتہ چلا کہ ماریا غیبی حالت میں نہیں بلکہ جسمانی حالت میں مارجیا سے ملی تھی تو انھوں نے بھی مارجیا کو یہ بتانے کی ضرورت محسوس نہ کی کہ اصل میں ماریا ایک غیبی عورت ہے۔

سب سے زیادہ پریشان کر دینے والی بات یہ تھی کہ عنبر اور تھیوسانگ کو ماریا اور ناگ کی خوشبو نہیں آ رہی تھی۔ تھیوسانگ نے عنبر سے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے ناگ کے ساتھ ساتھ ماریا بھی کسی بڑے حادثے کا شکار ہو گئی ہے۔ ان دونوں میں سے کسی کی خوشبو یہاں اس شہر کی فضا میں موجود نہیں ہے"

ماریا نے عنبر اور تھیو سانگ کو اتنا ضرور بتایا کہ
وہ گھر سے کسی مندر کی طرف گئی تھی۔ عنبر نے کہا۔
"تھیو سانگ! لگتا ہے ناگ کے بعد ماریا پر
بھی کسی نے طلسم کیا ہے۔ ہمیں شہر کے
مندروں میں ماریا اور ناگ کا کھوج لگانا چاہیئے۔"
تھیو سانگ نے عنبر کی اس رائے سے اتفاق کیا۔
اور انہوں نے شہر کے مختلف علاقے بانٹ لیے اور ماریا
کی تلاش شروع کر دی۔ عنبر شہر کے جنوب والے مندروں
کی طرف اور تھیو سانگ شہر کے شمال والے مندروں
کی طرف نکل گیا۔

ادھر ماریا طلسمی دائرے میں پھنسی ہوئی ناگ
کے قریب دونوں زرد پوش لاشوں کے پاس بیٹھی
تھی۔ نہ وہ تہہ خانے سے باہر نکل سکتی تھی نہ ایک
خاص حد سے اوپر بلندی پر جا سکتی تھی۔ اس کی سمجھ
میں نہیں آرہا تھا کہ وہ جائے تو کہاں جائے؟
ماریا کبھی کبھی ناگ سے باتیں کرنے لگ جاتی۔
وہ صرف بات کر سکتی تھی۔ ناگ اس کی بات کا جواب
نہیں دے سکتا تھا۔ اب ایسا ہوا کہ تیسری رات
جا رہی تھی کہ باہر آسمان پر کالی کالی گھٹائیں چھا گئیں۔

بادل گرجنے لگا۔ بجلی کڑکنے لگی اور بارش شروع ہو
گئی۔ سمندر کی لہروں میں بھی تیز ہواؤں کی وجہ سے
طوفان آگیا۔ سمندر کی بڑی بڑی لہروں میں بھی تیز ہواؤں
کی وجہ سے طوفان آگیا۔ سمندر کی بڑی لہریں چٹان
سے ٹکرا کر شور مچانے لگیں۔

ماریا دونوں لاشوں کے درمیان بیٹھی تھی کہ اچانک
چٹان کے اوپر بجلی گری۔ بجلی کی تیز چمکیلی لہر چٹان میں سے
گزر کر سیدھی زرد لاشوں میں سے ایک لاش پر آکر
گری۔ یہ عورت کی لاش تھی۔ بجلی کے گرتے ہی لاش
میں حرکت پیدا ہوئی۔

ماریا اٹھ کر ناگ کے دائرے کے قریب چلی گئی
اور لاش کی طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگی۔ لاش اٹھ کر
بیٹھ گئی۔ لاش ایک ایسی سانولی عورت کی تھی جس کے
بال کھلے تھے۔ سفید آنکھیں مردوں کی آنکھوں کی طرح
سامنے دیوار پر لگی تھیں۔ جسم پہ سیاہ ساڑھی تھی۔
زرد لباس ایک طرف ڈھلک گیا تھا۔
ماریا نے ناگ سے کہا۔
"ناگ! تم دیکھ رہے ہو۔ لاش زندہ ہو گئی
ہے۔"

ناگ بھی عورت کی لاش کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔
اتنے میں لاش نے اپنی گردن گھما کر ماریا کی طرف دیکھا۔
لاش کی آنکھیں سرد اور ٹھنڈی تھیں اگرچہ لاش میں جان
پڑ گئی تھی مگر آنکھیں کسی مردہ لاش کی آنکھیں تھیں۔
لاش کے ٹھنڈے ہونٹ آہستہ سے ہلے ماریا کے
کانوں میں لاش کی کمزور آواز آئی۔

"میرا نام وستی ہے۔ مجھے اس کاہن نے زہر
دے کر ہلاک کیا تھا۔"

ماریا چپ تھی۔ وہ عورت کی لاش کا ڈراؤنا چہرہ
دیکھ رہی تھی۔ لاش پھر بولی۔

"میں جانتی ہوں تم کون ہو ماریا۔ ابھی جب میری
روح میرے جسم سے باہر تھی تو میری روح نے
تمہارے شعور اور تمہارے خیالات کو پڑھ لیا
تھا۔ روح جب تک کسی کے جسم میں ہوتی ہے
تو وہ دوسری روح کے خیالات نہیں پڑھ سکتی
مگر جسم سے نکلنے کے بعد وہ ہر انسان کے خیالات
پڑھ لیتی ہے۔"

ماریا کو کچھ حوصلہ ہوا۔ اس نے کہا۔
"وستی تم زندہ کیسے ہو گئیں۔ تم تو کئی دنوں سے

مردہ پڑی تھیں اور یہ آدمی کون ہے؟"
لاش نے کہا۔
"میں اسے نہیں جانتی۔ ہو سکتا ہے اسے
بھی کاہن نے زہر دیا ہو۔"
ماریا نے کہا۔
"وستی! کیا تم مجھے اور میرے بھائی ناگ
کو یہاں سے نکال سکتی ہو؟"
لاش بولی۔
"جب تک کاہن زندہ ہے تم پر کیا گیا طلسم ختم
نہیں ہوگا۔ اس کے مرتے ہی تم دونوں پر
سے طلسم کا اثر ختم ہو جائے گا اور تم یہاں
سے باہر جا سکو گی۔"
ماریا نے کہا۔
"لیکن میں تو خود مجبور ہوں۔ کاہن کو کیسے ہلاک
کر سکتی ہوں۔"
لاش نے کہا۔
"یہ کام میں کروں گی۔ میں کاہن سے اپنی موت
کا انتقام لوں گی۔ اب میں چل پھر سکتی ہوں۔ تم
اسی جگہ ٹھہرو۔ میں قاتل کاہن کی تلاش میں جا رہی

ہوں۔"

ماریا بولی۔

"تمہیں کیسے پتہ چلے گا کہ وہ کہاں ہے اور پھر لوگ تمہیں دیکھ لیں گے اور پکڑ لیں گے۔"

لاش نے جواب دیا۔

"پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ مجھے کاہن کی بو آ رہی ہے۔ اس کے جسم سے اٹھتی ہوئی بو مجھے اس کا پتہ بتا دے گی۔ دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ میں اگرچہ چل پھر سکتی ہوں لیکن میں ابھی تک لاش ہی ہوں اور مر چکی ہوں۔ آسمانی بجلی کا مجھ پر صبح تک اثر رہے گا۔ جب بادل چھٹ جائیں گے تو میں پھر مر جاؤں گی اس لیے مجھے صبح ہونے سے پہلے پہلے کاہن کا کام تمام کرنا ہو گا۔"

وسنتی کی لاش اٹھ کر تہہ خانے کے دروازے تک گئی اور پلٹ کر بولی۔

"صبح کے وقت تم اٹھ کر باہر نکلنا۔ اگر تمہیں طلسم کے دائرے کا جھٹکا نہ لگا تو سمجھ لینا کہ قاتل کاہن کا میں نے کام تمام کر دیا ہے اور اس کا طلسم ختم ہو چکا ہے۔"

یہ کہہ کر وسنتی کی لاش کڑکتی بجلی، گرجتے بادل اور گرجتی بارش کی طوفانی رات میں چٹان کی سرنگ سے باہر نکل آئی۔

عورت کی لاش بالکل سیدھی ہو کر تیز بارش میں شہر کی طرف چلنے لگی۔ بارش میں اس کے لمبے سیاہ بال بھیگ کر اس کے جسم کے ساتھ چپک گئے۔ دیکھنے میں لگتا تھا کہ وہ چل رہی ہے مگر اصل میں اس کے پاؤں زمین سے آدھا فٹ اوپر تھے اور وہ فضا میں تیر رہی تھی۔ اسے قاتل کاہن کی بو آ رہی تھی۔

اس بو کے پیچھے پیچھے وسنتی کی لاش سمندر کے ساحل سے نکل کر شہر میں داخل ہو گئی۔ شہر میں ہر طرف گھپ اندھیرا تھا۔ دروازہ بند تھا۔ وسنتی کی لاش دروازے کے پاس آ کر رک گئی۔ اس نے ایک چیخ مار کر کہا۔

"دروازہ کھولو۔"

دوسری طرف سے دربان ڈیوڑھی میں سے آنکھیں ملتا ہوا اٹھا اور اس نے دروازہ کھول کر کہا۔

"اس وقت کون ہو تم؟"

دروازہ کھلتے ہی دربان کی نگاہ لاش کی طرح سیدھی کھڑی عورت پر پڑی تو وہ کچھ ڈر سا گیا۔ مگر ہمت

گھور کے بولا۔

"کون ہو تم عورت؟"

وسنتی کی لاش نے مردہ آواز میں کہا۔

"میں اپنی لاش ہوں"

اور اس کے ساتھ ہی وسنتی کی لاش نے اپنا بازو اٹھا کر دربان کی گردن پر ٹھنڈا ہاتھ رکھ دیا۔ دربان بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

وسنتی کی لاش شہر میں داخل ہو گئی۔ زبردست بارش ہو رہی تھی۔ لاش بھیگتی ہوئی چلی جا رہی تھی۔ اسے قاتل کاہن اعظم کی بُو برابر آ رہی تھی۔ کاہن اعظم اس وقت شاہی محل کے اپنے باہر والے مکان کی کوٹھڑی میں ریشمی کمبل اوڑھے گہری نیند سو رہا تھا۔

وسنتی کی لاش موسلا دھار بارش میں شہر کی اندھیری ویران گلیوں میں سے گزرتی قاتل کاہن اعظم کے مکان کے بند دروازے پر آ کر رک گئی۔ اس نے دروازے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اسے اندر سے قاتل کاہن کی بڑی تیز بُو آ رہی تھی۔ لاش نے دروازے کو دھکا دیا۔ تو اندر سے اس کی کنڈی ٹوٹ گئی اور دروازہ چوپٹ کھل گیا۔ بجلی چمکی اور بادل کڑکے۔ بجلی کی چمک

میں لاش نے دیکھا کہ کاہن اس کا قاتل پلنگ پر خوفزدہ نظروں سے لاش کو تک رہا تھا۔

وہ جلدی سے اٹھا اور ترشول پکڑ کر لاش پر پھینکی۔ وسنتی کی لاش نے ترشول کو ہاتھ سے تھام لیا اور کھڑکھڑاتی آواز میں بولی۔

"میرے قاتل، تُو نے مجھے زہر دیا۔ میں اپنی موت کا انتقام لینے آ گئی ہوں"

کاہن اعظم نے زور زور سے منتر پڑھ کر لاش پر پھونکیں مارنی شروع کر دیں۔ عورت کی لاش کاہن کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنے لگی۔ کاہن کے منتروں کا لاش پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ کاہن گھبرا گیا۔ عورت کی لاش اس کے بالکل قریب پہنچ گئی تھی۔ گھبراہٹ میں اس نے دوسری طرف چھلانگ لگا دی کہ کھلے دروازے میں سے باہر کو بھاگ جائے گا۔

لیکن لاش نے اس پر پوری طاقت سے ترشول کے تین تیز سرے قاتل کاہن کی کمر میں گھس کر دوسری طرف سے باہر نکل گئے۔ کاہن کے حلق سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور وہ وہیں ٹھنڈا ہو کر ڈھیر ہو گیا۔ قاتل خود بھی قتل ہو گیا تھا۔ سچ ہے اس دنیا میں جو کسی دوسرے کے لیے گڑھا

کھودتا ہے خود بھی اس میں گر پڑتا ہے۔ کسی کی ناحق
جان لینا سب سے بڑا گناہ ہے۔

لاش کوٹھڑی سے باہر آ گئی۔

اس نے اپنی موت کا بدلہ لے لیا تھا۔ وہ واپس
سمندر والی چٹان کی طرف چل پڑی لیکن اب اس کی رفتار
بہت ہی ہلکی تھی۔ لاش کے قدم من من کے ہونے
لگے تھے۔ بڑی مشکل سے وہ شہر سے باہر نکل کر جنگل
میں آئی۔ مگر اسے راستے میں ہی رات گزر گئی اور بادل
چھٹ گئے۔ دن کا اجالا نکلتے ہی لاش کی روح ایک بار پھر
پرواز کر گئی۔

لاش بے جان ہو کر گر پڑی۔ یہ مُردے کی موت
تھی۔ جونہی دن کی روشنی ہوئی۔ ماریا چٹان کے دروازے
کی طرف بڑھی اسے کوئی جھٹکا نہ لگا۔ اس نے ناگ
سے کہا۔

"ناگ کاہن کا طلسم ختم ہو گیا۔ لاش نے
اسے ہلاک کر دیا ہو گا۔"

اب ناگ کی زبان بھی اسے واپس مل گئی تھی۔

اس نے سانپ کی زبان میں کہا۔

"ماریا میری زبان واپس آ گئی ہے۔ میں

بول سکتا ہوں۔"

ماریا اور ناگ خوشی خوشی چٹان کی سرنگ سے
باہر نکل آئے۔ اب ماریا اور ناگ کو شہر کی طرف سے
تھیوسانگ اور عنبر کی خوشبو بھی آنے لگی تھی۔ اس نے
ناگ سے کہا۔

"ناگ بھائی! تم بھی عنبر تھیوسانگ کی خوشبو
محسوس کر رہے ہو؟"

"ہاں ماریا یہ خوشبو مجھے آ رہی ہے۔"

ماریا بولی۔

"یقیناً ان کو بھی ہماری خوشبو آ رہی ہو گی۔ مگر
سب سے پہلے میں تم پر وہ منتر پڑھ کر تمہاری
کھوئی ہوئی طاقت واپس دلاتی ہوں۔ جو مکار
سہاگ نے ہمیں بتایا تھا۔"

ماریا نے خفیہ منتر پڑھ کر ناگ پر پھونکا اور ناگ
سے کہا۔

"اب تم انسانی شکل اختیار کر سکتے ہو۔"

ناگ نے سانس کھینچ کر چھوڑا مگر وہ انسانی شکل
میں نہ آ سکا۔ اس نے کہا۔

"ماریا! مکار سہاگ نے تم سے جھوٹ بولا ہے

اس منتر میں کوئی اثر نہیں ہے۔"
ماریا نے دو تین بار منتر پڑھ کر ناگ پر پھونکا
مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ ماریا نے غصے میں کہا۔
"بہت کمینہ تھا وہ سہاک سپیرا۔ خیر کوئی بات
نہیں چلو عنبر اور تھیوسانگ سے جا کر تو ملیں،
باقی پھر سوچ لیں گے۔"
رات بھر کی بارش کے بعد ریت کے ذرے صبح
کی چمکیلی دھوپ میں چمک رہے تھے۔ سمندر کی طرف
سے ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ ماریا نے ناگ کو اپنی گردن
میں ڈالا اور ہوا میں پرواز کرتی مارجیا کے مکان کے
سامنے والے باغیچے میں آ کر اتر گئی۔ یہاں اس نے
چھپ کر زندہ لڑکی ماریا کی شکل اختیار کی اور مارجیا کے
گھر میں داخل ہو گئی۔
اچانک سامنے تھیوسانگ اور عنبر کو دیکھا کہ وہ بھی
ماریا کی طرف بڑھ رہے تھے۔ عنبر نے بے اختیار کہا۔
"ماریا بہن!"
تھیوسانگ بھی ماریا سے بڑا خوش ہو کر ملا۔
ماریا نے سرخ سانپ عنبر کی بڑھا کر۔
"یہ ہے ناگ بھیا! اس پر سے طلسم ابھی تک

نہیں ٹوٹا اور مکار سہاک دھوکے باز تھا۔
اس نے جھوٹا منتر بتایا تھا۔"
تھیوسانگ کو بھی بڑا افسوس ہوا۔ عنبر ناگ ماریا
اور تھیوسانگ ایک مدت کے بعد آپس میں ملے تھے۔
وہ مکان کی کوٹھڑی میں بیٹھ کر ایک دوسرے سے
باتیں کرنے لگے۔ ناگ نے کہا۔
"مکار سہاک بھی زندہ نہیں رہا۔ نہیں تو اس
سے جا کر اصل خفیہ منتر کا پتہ چلایا جا سکتا تھا۔"
عنبر نے کہا۔
"خدا نے چاہا تو کوئی طریقہ نکل آئے گا۔ ہمیں
خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ اس کی رحمت سے
مایوس ہونا گناہ ہے۔"
ماریا انسانی جسم میں تھی۔ تھیوسانگ نے کہا۔
"مارجیا کو یہ بات ہرگز نہ بتائی جائے کہ ہم اصل
میں کون ہیں اور یہ کہ ماریا غائب بھی ہو سکتی
ہے۔ کیونکہ اس کی ضرورت نہیں ہے اور خواہ
مخواہ کسی پر اپنا راز ظاہر کرنا اچھی بات نہیں
ہوتی۔"
اتنے میں مارجیا ان کے لیے کھانا لے کر آ گئی۔ ڈکر

نے کھانے کا طشت اُٹھا رکھا تھا۔ مارجیا کی خاطر وہ لوگ
کھانے پر بیٹھ گئے۔ مارجیا سرخ سانپ یعنی ناگ کو
دیکھ کر بولی۔

"اچھا ہوا کہ تمہیں اپنا سانپ مل گیا۔ کیا اس کے
منہ سے تمہارا خاندانی مہرہ بھی مل گیا ہے ماریا۔"
ماریا نے کہا۔

"نہیں مارجیا بہن۔ وہ کسی نے نکال لیا تھا۔
مگر کوئی بات نہیں۔ یہ سانپ بھی ہمارا پرانا
ساتھی ہے۔ یہ ہمارے پاس ہی رہے گا۔
ایک برس کے بعد دوسرا مہرہ خود بخود اس کے
منہ میں پیدا ہو جائے گا۔"

اور وہ سب کھانا کھانے میں لگ گئے۔

شاہی کاہن کے مرنے کا اس کے چیلے شترو کو بڑا
صدمہ ہوا۔ کاہن مر گیا تھا۔ چٹان میں سے ماریا، سرخ
سانپ اور عورت کی لاش غائب تھی۔ شترو سمجھ گیا
کہ یہ نندنی کی کارستانی ہے۔ جو ایک دم سے غائب ہو
گئی تھی۔ اس نے نندنی کی شہر میں تلاش شروع کر دی۔
شترو بھی کالا جادو جانتا تھا۔ اس نے فقیر کا بھیس
بدلا۔ اور گلی گلی لوگوں کے دروازے پر جا کر بھیک مانگنی

شروع کر دی۔ وہ بھیک لینے کے بہانے لوگوں کے گھروں
میں داخل ہو کر دیکھتا کہ کہیں وہاں پر نیلی آنکھوں والی
نندنی یعنی ماریا تو نہیں ہے۔

دوسری جانب ماریا، عنبر، ناگ اور تھیو سانگ
یہ پروگرام بنا رہے تھے کہ وہاں سے کدھر کو چلا جائے
کہ ناگ کے طلسم کا اثر ختم کیا جائے۔ آخر انہوں نے
یہی پروگرام بنایا کہ ناگ کو لے کر موہنجو داڑو شہر کے جنگل
میں دادا سانپ کے پاس چلا جائے۔ شاید دادا سانپ
ناگ کا کوئی علاج کر سکے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ عنبر اور تھیو سانگ قافلے کے
چلنے کا وقت معلوم کرنے کاروان سرائے کی طرف گئے ہوئے
تھے اور گھر میں صرف مارجیا اور ماریا ہی تھی کہ کاہن کا چیلا
شترو فقیروں کا بھیس بنائے، لمبے لمبے بال چھوڑے گلی
میں داخل ہوا۔ اور مارجیا کے مکان میں داخل ہو گیا۔ اس
نے آواز لگائی۔

"بھگوان کے جوگی کو دکھشنا دو۔"

مارجیا اس وقت کھانا بنا رہی تھی۔ اس نے ایک
سکہ ماریا کو دیا اور کہا۔

"ماریا بہن! جا کر جوگی کو دکھشنا دے آؤ۔"

سنسکرت میں دکشنا کے معنی ہیں خیرات۔ ماریا سکہ
لے کر دروازے پر آئی تو شترو نے اسے فوراً پہچان
لیا مگر اس کا حلیہ ایسا تھا کہ ماریا اسے نہ پہچان سکی۔
شترو نے سکہ لے کر کہا۔
"بھگوان تیرا بھلا کرے گا بیٹی"
اور مکان سے باہر نکل آیا۔
اپنی کوٹھڑی میں آتے ہی اس نے فقیروں کا لباس
اتار پھینکا۔ کالے جادو کی پرانی پھٹی ہوئی کتاب نکال
کر اس میں زبردست طاقت والا منتر پڑھ کر یاد کیا اور
سیدھا شہر سے باہر جا کر سمندر میں اتر گیا۔ وہ کمر
تک سمندر کے پانی میں کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے خفیہ
منتر کا جاپ شروع کر دیا۔ وہ دوپہر سے لے کر شام
تک اور پھر شام سے لے کر رات تک کالے منتر
کا جاپ کرتا رہا۔ جب آدھی رات ہو گئی اور جتنی بار
منتر پڑھنا تھا پڑھا جا چکا تو اچانک اندھیرے میں سمندر
میں سے ایک بوڑھی عورت نکلی کہ جس کے کاندھے کے
ساتھ ایک لمبا تھیلا لٹک رہا تھا۔ بڑھاپے کی وجہ
سے اس کا سر ہل رہا تھا۔ مگر آنکھیں بلی کی سبز آنکھوں
کی طرح رات کے اندھیرے میں چمک رہی تھیں۔

اس نے کرخت آواز میں کہا۔
"میں تمہارے عمل کی غلام ہوں۔ بولو۔
تم کیا چاہتے ہو؟"
شترو نے کہا۔
"میں اپنے خیال کو تمہارے ذہن میں ڈال کر
تمہیں اس لڑکی کی شکل دکھاتا ہوں جس کو تمہیں
بے ہوش کر کے میرے پاس لانا ہے۔"
شترو نے آنکھیں بند کر لیں اور سیاہ فام عورت کے
ذہن میں ماریا کا نقش بٹھایا اور ساتھ ہی مارجیا کے
مکان کی شکل بھی دکھا دی۔ اور پھر آنکھیں کھول کر
بولا۔
"اس لڑکی کو بے ہوش کر کے میرے پاس
لے آؤ۔ بس مجھے تم سے یہی کام لینا تھا۔"
سیاہ فام عورت نے کہا۔
"ابھی اس لڑکی کو لے کر آتی ہوں۔"
اتنا کہہ کر عورت غائب ہو گئی۔
ادھر رات کے وقت ماریا اپنی سہیلی مارجیا کے
کمرے میں پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی۔ تھیوسانگ عنبر اور
ناگ دوسرے کمرے میں تھے۔ ناگ کو عنبر نے پہلی

جیب میں ڈال رکھا تھا۔ ماریا کو نیند نہیں آتی تھی مگر وہ محض مارجیا کی وجہ سے کہ اسے اس کی خفیہ طاقت کا پتہ نہ چل جائے آنکھیں بند کیے پلنگ پر آنکھیں بند کیے پڑی تھی۔

اتنے میں بند کھڑکی میں سے سیاہ فام بوڑھی عورت کمرے میں داخل ہو گئی۔ وہ ماریا کے پلنگ کے پاس آ گئی۔ اس نے ماریا کو جھک کر دیکھا۔ ماریا کو بالکل احساس نہ ہوا کہ اس کے پاس کوئی عورت کھڑی ہے۔ سیاہ فام بوڑھی عورت نے ماریا کی گردن پر اپنی ٹھنڈی انگلی رکھ دی۔ ماریا کے جسم میں جیسے سرد لہر دوڑ گئی اور اس کا جسم شل ہو کر بے حس ہو گیا۔

سیاہ فام بوڑھی عورت نے ماریا کو اٹھا کر اپنے تھیلے میں ڈالا اور کھڑکی کے راستے نکل کر اندھیری رات میں غائب ہو گئی۔

○

اس کے بعد کیا ہوا؟

یہ آپ عنبر ناگ ماریا کی اگلی قسط نمبر ۱۱۹ قبر کا ہاتھ میں پڑھیے گا۔

میرے نام

ڈیئر انکل اے حمید صاحب

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے کیونکہ آپ کے لاکھوں پرستاروں کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ میں آپ کی محفل میں پہلی دفعہ شرکت کر رہی ہوں۔ "ماریا دوزخ میں" اور خلائی کرہ" کتابیں بہت اچھی ہیں۔ میرے گھر والے بھی یہ کتابیں سنتے ہیں۔ اور مجھے بھی ان تاریخی کہانیوں سے دلچسپی ہے۔ انکل میں اس کتاب کی دیوانی ہوں۔ اور میرا دل چاہتا ہے کہ یہ کہانیاں ختم ہی نہ ہوں۔ انکل کتابیں جلد ہی بھیج دیا کریں۔ بہت انتظار رہتا ہے۔ اچھا اب اجازت دیں۔ خدا حافظ

فقط والسلام

آپ کی پرستار طیبہ حیات معرفت منشی حیات حسین چوک چبوترہ۔ دوہڑی۔

○

پیارے انکل اے حمید صاحب

السلام علیکم! میں آپ کی کہانیاں بڑے شوق سے پڑھتا ہوں۔ میرے بہن بھائی بھی آپ کی کہانیاں بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے کہ عنبر، ناگ، ماریا سچی شخصیت ہیں اور تاریخ میں سفر کر رہے ہیں۔ آپ برائے مہربانی مجھے یہ بتا دیں کہ یہ سچ ہے

کہ جھوٹ۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کو ناگ، اور ماریا ملے ہیں۔
کیا یہ بھی بات ہے کہ ناگ اور ماریا آپ کو ملے ہیں۔ کیا یہ بھی بات
ہے۔ کہ ناگ اور ماریا آپ کو ملے ہیں۔ برائے مہربانی اس خط کا جواب
دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

فقط آپ کی کہانیاں پڑھنے والا شوقین۔

رفاقت حسین جماعت ہفتم بی معرفت صوبیدار محمد اسلم محلہ شعیب زئی۔
نواں شہر تحصیل ایبٹ آباد۔

پیارے انکل اے حمید صاحب

آداب! اس ماہ خلاف توقع ۳ ناول دیکھے تو بہت خوشی ہوئی۔
تینوں ناول بہت ہی شاندار تھے۔ پچھلے چند ماہ سے آپ کے ناولوں
میں یہ بات دیکھنے میں آ رہی ہے کہ آپ نے نصیحت کچھ زیادہ کرنے
لگ پڑے ہیں۔ جو کہ بہت ہی اچھی بات ہے کیونکہ اگر بچوں کو ان کی
ہی زبان میں نصیحت کی جائے تو وہ اس پر جلد عمل پیرا ہوتے ہیں
آپ جلد از جلد ناگ عنبر ماریا اور کیٹی کے خلائی سلسلہ کا خاص نمبر
شائع کر دیں۔ آپ سے ایک گزارش ہے کہ جس طرح آپ نزتاش مشن
کی کتابوں کے آخر میں چند سوال شائع کرتے تھے اسی طرح کے
سوال ناگ، عنبر اور ماریا وغیرہ کی کتابوں میں بھی شائع کریں۔
عین نوازش ہوگی۔ اظہر حسین فرکی معرفت سردار علی
مکان نمبر ۱۱/ ۶۶۲A گلی نمبر ۵ محلہ موہن پورہ راولپنڈی۔

ننھے منے ساتھیو!

آپ کے آرڈر ملے مگر ہم تعمیل نہ کر سکے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ حکومت
نے ڈاک خرچ میں دگنے سے بھی زیادہ اضافہ کر دیا ہے۔
جب آپ ایک کتاب کا آرڈر دیتے ہیں تو اس پر ڈاک خرچ
۴/- روپے آتا ہے۔ اب آپ دیکھیں ۷۔۵۰/- روپے کی کتاب اور اس
پر ڈاک خرچ ۴/- روپے اگر آپ کو آدھا ڈاک خرچ بھی لگائیں تو
وی پی ۹۔۵۰/- روپے کی ہوتی ہے۔ اب جب وی پی آپ
وصول کریں گے تو آپ کو ۹۔۵۰/- روپے کے علاوہ ۲/- روپے
منی آرڈر فیس دینا ہوگی۔ اس طرح ۷۔۵۰/- روپے کی کتاب
آپ کو ۱۱۔۵۰/- روپے میں پڑے گی۔ وہ بھی اس صورت
میں آدھا ڈاک خرچ ادارہ ادا کرے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ
ہم آپ کی خواہش کی تکمیل کیسے کریں۔
سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں۔ کہ آپ سے معذرت
کریں۔ اب تو ان ہی بچوں کے آرڈر کی تعمیل ہو گی۔ جس کا مجموعی
وی پی ۳۰/- روپے تک ہو۔ اس سے کم تعمیل ممکن نہیں۔
اب آپ کتاب اپنے شہر کے قریبی بک سٹال سے ہی طلب کریں

سرکولیشن مینجر

نیا مکتبہ اقراء
۱۴- بی شاہ عالم مارکیٹ۔ لاہور

مصنف : اے۔ حمید

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

ایک پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

١ : لاش سے ملاقات	۵/-
٢ : جہاز ڈوب گیا	۵/-
٣ : سمندر کی چڑیل	۵/-
۴ : پراسرار غار کی موتی	۵/-
۵ : ناگ لندن میں	۵/-
٦ : تابوت میں سانپ	۵/-
٧ : موت کا دریا	۵/-
٨ : سانپ کا انتقام	۵/-
٩ : سانپ کی آواز	۵/-
١٠ : ناگ کا قتل	۵/-
١١ : شاہ بلوط کا خزانہ	۵/-
١٢ : پتھر کا مقبرہ	۵/-
١٣ : طوفانی سمندر کا بھوت	۵/-
١۴ : ڈراکاناسوس کا جزیرہ	۵/-
١۵ : سیاہ پوش سایہ	۵/-
١٦ : انسانی بلی	۵/-
١٧ : سانپوں کا جنگل	۵/-
١٨ : ماریا اور بن مانس	۵/-
١٩ : قبر نما انسان	۵/-
٢٠ : عشمی دیوی کا انتقام	۵/-
٢١ : ناگ اور جادو کی ترشول	۵/-
٢٢ : ناگ عنبر مقابلہ	۵/-
٢٣ : لاش کی چیخ	۵/-
٢۴ : آسیب کی رات	۵/-
٢۵ : ٩٩ سیڑھیوں کا راز (دسواں جوبلی نمبر)	١۵/-
٢٦ : عنبر پھانسی کی کوٹھڑی میں	۵/-
٢٧ : ماریا اور جادوگر سانپ	۵/-
٢٨ : نقلی ناگ کی سازش	۵/-
٢٩ : بابل کی بد روحیں	۴/-
٣٠ : قبر کی دلہن	۴/۵٠

عنبر ناگ ماریا کیپٹن اور خلا میں

اے حمید

نیا مکتبہ اقرا
۱۴-بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور-۸

عنبر ناگ ، ماریا (۲۱۹)

اے حمید

ترتیب

میں انتقام لوں گا

شنترو چیلا رات کے اندھیرے میں سمندر میں کھڑا تھا۔

وہ ابھی تک سیاہ فام بدروح عورت کی واپسی کے منتر پڑھ رہا تھا۔ اسے تاریک رات کے سناٹے میں ایسی آواز سنائی دی جیسے زور کی آندھی چل رہی ہو۔ شنترو نے آنکھیں کھول دیں۔ اسے اندھیری رات میں بدروح عورت کا ہیولا ہوا میں گھومتا اپنی طرف آتا نظر آیا۔ سیاہ فام عورت اس کے پاس آ کر اتر پڑی۔

آندھی کی آوازیں رک گئیں۔

سیاہ فام عورت نے کھڑکھڑاتی آواز میں کہا:

"میرے چیلے میں تمہاری امانت لے آئی ہوں۔"

سیاہ فام عورت نے اپنے تھیلے میں ہاتھ ڈالا اور بیہوش ماریا کو نکال کر شنترو کے سامنے ریت پر ڈال دیا۔ سیاہ فام بدروح غائب ہو گئی۔ شنترو نے بے ہوش ماریا کو اٹھا کر گھوڑے پر ڈالا اور گھوڑے کو ویران علاقے

کی طرف دوڑا دیا۔

شنترو راتوں رات بے ہوش ماریا کو لے کر اتنی دُور نکل آیا کہ اسے صبح ہو گئی۔ سویرے کی دھندلی روشنی میں سمندر میں ایک جگہ کنارے کے قریب ٹوٹا پھوٹا بادبانی جہاز ریت میں پھنس کر ٹیڑھا ہو گیا ہوا تھا۔ شنترو گھوڑے سے اترا اور اس بوسیدہ جہاز کی طرف چلنے لگا۔

معلوم ہوتا تھا کہ یہ بادبانی جہاز ایک عرصے سے کسی حادثے کا شکار ہو کر اس جگہ پھنسا ہوا تھا۔ وہ ایک طرف کو تھوڑا سا جھک گیا تھا۔ سمندری لہروں نے اس کے پیندے کو سیاہ کر دیا تھا۔ ایک تختہ جہاز کے عرشے پر جاتا تھا۔ شنترو نے ماریا کو کاندھے پر ڈال رکھا تھا۔ وہ عرشے کی ٹیڑھی میڑھی سیڑھیاں اتر کر نیچے جہاز کے پیندے میں آ گیا۔ یہاں ہلکا ہلکا اندھیرا پھیلا تھا۔ کونوں میں چھپے ہوئے جھینگر بول رہے تھے۔

شنترو نے ماریا کو لکڑی کے فرش پر لٹا دیا اور اس کے پاس آلتی پالتی مار کر بیٹھا اور آنکھیں بند کر کے اشلوک پڑھنے شروع کر دیے۔ ایک گھنٹے تک وہ طلسمی اشلوک پڑھتا رہا۔ پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ شنترو کے چہرے پر سیاہی آ گئی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی

کہ طلسم اور جادو انسان کی خوبصورت شکل کو بگاڑ کر سیاہ کر دیتا ہے۔ جو کوئی کسی دوسرے انسان کو نقصان پہنچانے کے لیے جادو کرتا ہے۔ اس کی شکل خراب ہو جاتی ہے۔

شنترو نے بے ہوش ماریا کے سر پر ہاتھ رکھ کر زور سے ایک چیخ ماری۔ چیخ کے ساتھ ہی ماریا انسان سے سیاہ رنگ کی چھوٹی سی بلی بن گئی۔ اس بلی کی آنکھیں نیلی ہی تھیں۔ بلی میاؤں میاؤں کرتی شنترو کی طرف تکنے لگی۔ شنترو نے ایک شیطانی قہقہہ لگایا اور بولا:

"نندنی! تو نے میرے گورو کی جان لی ہے۔ میں نے تمھیں بلی بنا دیا ہے۔ اب تو باقی کی ساری زندگی ایک بلی بن کر میرے گھر کی جھوٹن کھائے گی اور لوگوں کی گھرکیاں سنے گی۔ میں اسی طرح تم سے بدلہ لوں گا۔"

شنترو نے ماریا بلی کی گردن میں رسی ڈالی اور اسے اٹھا کر جھولے میں ڈال کر ٹوٹے پھوٹے جہاز میں سے نکل کر شہر کی طرف روانہ ہوا۔

دوسری طرف جب صبح ہوئی اور مارچیا نے دیکھا کہ ماریا اپنے بستر پر نہیں ہے تو اس نے سمجھا کہ وہ

غسل خانے میں ہو گی۔ مگر غسل خانہ خالی تھا۔ مارجیا نے سارے گھر میں تلاش کیا۔ ماریا کہیں نہیں تھی۔ اس نے عنبر اور تھیوسانگ کو جا کر بتایا تو انہوں نے بھی ماریا کو ادھر ادھر دیکھا۔ ماریا کہیں نہیں تھی۔ عنبر نے فضا میں سانس بھرا تو ماریا کی خوشبو بھی غائب تھی۔

اب تو عنبر اور تھیوسانگ پریشان ہو گئے۔ عنبر نے ناگ کو بتایا جو سرخ سانپ کی شکل میں اس کی جیب میں تھا تو وہ سانپ کی زبان میں بولا:

"عنبر! ماریا کو کسی ایسے دشمن نے اغوا کر لیا ہوگا جو طلسم جانتا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"مگر کسی کو ماریا سے بدلہ لینے کی کیا ضرورت تھی؟"

ناگ بولا: "یہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے یہ کام مرنے والے کاہن اعظم کے کسی قبیلے کا ہو۔"

عنبر چونکا: "اس کا مطلب ہے ہمیں کاہن کے چیلوں کے ہاں جا کر ماریا کا کھوج لگانا چاہیے۔"

"ہاں" ناگ بولا: "مگر مجھے مارجیا کے پاس ہی چھوڑ جانا۔ کیوں کہ کاہن کا چیلا شتر د بھی جادوگر ہے۔ میں پہلے ہی طلسم کے اثر میں ہوں مجھ پر اس کا جادو آسانی سے اثر کر سکتا ہے۔"

عنبر نے ناگ کو مارجیا کے پاس چھوڑا اور خود تھیوسانگ کو لے کر اس مندر کی طرف چل دیا جہاں کاہن کا چیلا شتر د رہتا تھا۔

چیلا شتر د اس وقت پوجا پاٹھ میں مصروف تھا۔ عنبر اور تھیوسانگ ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے بڑی ہوشیاری سے مندر کا جائزہ لیا۔ وہاں کوئی ایسی شے انہیں نظر نہ آئی جو ماریا کا کوئی سراغ بتاتی۔ شتر د نے چوری چوری آنکھ سے دیکھ لیا تھا کہ دو اجنبی مندر میں آئے ہیں۔

پوجا سے فارغ ہوا تو اس نے عنبر سے پوچھا:

"کیا تم اس شہر میں مسافر ہو بابا؟"

عنبر اور تھیوسانگ نے بتایا کہ وہ مسافر ہیں اور مندر میں پوجا کرنے آئے تھے۔ شتر د ان سے باتیں کرتا رہا۔ اس کی باتوں سے عنبر اور تھیوسانگ کوئی اندازہ نہ

لگا سکے کہ ماریا اس نے قید کر رکھی ہو گی۔ ننترو ان کے ساتھ بڑی نرمی اور حلیمی سے باتیں کر رہا تھا۔ ماریا بلی مندر کے نیچے تہہ خانے میں بند تھی۔ اس کی خوشبو بھی نہیں آ رہی تھی۔ کیوں کہ اس پر طلسم کیا گیا تھا۔

عنبر اور تھیوسانگ ناامید ہو کر واپس چلے آئے۔

دو تین روز تک وہ شہر میں ماریا کا کھوج لگاتے رہے مگر وہ کامیاب نہ ہوئے۔ آخر انہوں نے یہی سوچا کہ موہنجو دڑو کے جنگل میں دادا سانپ کو جا کر بتایا جائے اور اس کی مدد لی جائے۔ ویسے بھی انہوں نے ناگ کے لیے دادا سانپ کے پاس جانا تھا۔

کافی سوچ بچار کے بعد عنبر نے فیصلہ کیا کہ تھیوسانگ وہیں مارجیا کے ماں باپ کے پاس رہ کر ماریا کا کھوج لگاتا رہے گا۔ اور وہ خود واپس دادا سانپ کے پاس موہنجو دڑو جائے گا تا کہ ایک تو ناگ کی کھوئی ہوئی طاقت واپس لانے کا کوئی طریقہ سوچا جائے اور دوسرے ماریا کے بارے میں اس سے مشورہ کیا جا سکے۔

چنانچہ ایک روز عنبر اکیلا ہی قافلے کے ساتھ موہنجو دڑو کی جانب روانہ ہو گیا۔

تھیوسانگ پیچھے گوا میں ہی رہ گیا۔ مارجیا کے گھر کے ایک کمرے میں اس نے اپنا ٹھکانہ بنا لیا تھا۔ دن کو وہ شہر میں گھوم پھر کر ماریا کو تلاش کرنے کی کوشش کرتا اور شام کو واپس آ جاتا۔ ایک روز تھیوسانگ ماریا کی کھوج میں نکلا تو وہ شہر کے پچھم کی طرف چلا آیا۔ یہاں کھیتوں میں مکان بنے تھے۔ ایک جگہ اسے لوگوں کی بھیڑ دکھائی دی۔ تھیوسانگ قریب آیا تو دیکھا کہ زمین پر ایک بوڑھی عورت پڑی کراہ رہی ہے۔ لوگ اس کی مدد کرنے کی بجائے اس سے دور ہٹ کر کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اس عورت کو جلا ڈالو۔ یہ ڈائن ہے۔ تھیوسانگ نے ایک آدمی سے پوچھا کہ بھائی اس عورت کو کیوں تنگ کر رہے ہو تو اس نے نفرت سے منہ پرے کرتے ہوئے کہا:

"تم دیکھتے نہیں کہ یہ عورت کوڑھی ہے جو کوئی اسے ہاتھ لگائے گا اسے بھی کوڑھ ہو جائے گا۔"

بوڑھی عورت رو رو کر کہہ رہی تھی:

"کوئی مجھے میرے گھر پہنچا دے۔ وہاں میرا بیٹا ہے۔ مجھے میرے گھر پہنچا دو۔"

تھیوسانگ نے دیکھا کہ بوڑھی عورت شاید گر پڑی تھی

اور وہ چل نہیں سکتی تھی۔ ہیوسانگ نے لوگوں کو پرے پرے ہٹایا اور عورت کے پاس بیٹھ کر بولا:

"ماں! میں تمہیں تمہارے گھر پہنچا دوں گا۔"

لوگ چلانے لگے:

"اسے ہاتھ مت لگانا۔ یہ کوڑھی ڈائن ہے تمہیں بھی کوڑھ ہو جائے گا۔"

لیکن ہیوسانگ نے ان کی پروا نہ کی اور بوڑھی عورت کو بڑے آرام سے گود میں اٹھا لیا۔ وہ پھول کی طرح ہلکی تھی۔ ہیوسانگ نے بوڑھی عورت سے اس کے گھر کا پتہ پوچھا اور چل پڑا۔ لوگ ادھر ادھر ڈر کر بھاگ گئے۔ ہیوسانگ نے کسی کی بات پہ کان نہ دھرا اور بوڑھی عورت کو اس کے مکان پر لے آیا۔ یہاں اسے چارپائی پر لٹایا تو اس کا بڑا بیٹا بھی آ گیا۔

عورت نے ہیوسانگ کو دعا دی۔ اس کے بیٹے نے بھی ہیوسانگ کا شکریہ ادا کیا۔

ہیوسانگ نے کہا:

"بھائی! یہ تو میرا انسانی فرض تھا جو میں نے ادا کیا میں نے کسی پر احسان نہیں کیا ہے۔"

بوڑھی عورت کی دعائیں لیتا ہیوسانگ وہاں سے نکل آیا۔

واپسی پر وہ شہر کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک اسے ایک جنازہ دکھائی دیا۔ غم زدہ لوگ جنازے کے ساتھ ساتھ سر جھکائے چل رہے تھے۔ ہیوسانگ نے سوچا کہ اس جنازے میں شامل ہو کر غم زدہ رشتے داروں کو تسلی دینی چاہیے۔ وہ جنازے میں شامل ہو گیا۔ آگے مرد تھے اور پیچھے عورتیں بین کرتی چلی آ رہی تھیں۔

ہنیوسانگ نے ایک نوجوان لڑکی کو دیکھا کہ اس کے بال کھلے ہوئے تھے اور وہ غم میں ڈوبی عورتوں کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔

ہنیوسانگ اس کے قریب گیا اور بولا:

"بہن! صبر کرو۔ اس دنیا میں جو کوئی بھی آیا ہے اسے ایک نہ ایک روز واپس ضرور جانا ہے۔"

لڑکی نے ہنیوسانگ کی طرف اپنی اداس آنکھیں اٹھا کر دیکھا اور خاموش رہی۔

ہنیوسانگ نے لڑکی سے پوچھا:

"یہ کس کا جنازہ ہے بہن؟"

لڑکی نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا:

"ایک لڑکی کا جنازہ ہے جو شادی کے روز

مر گئی۔ آج اس کی شادی ہونے والی تھی۔

تھیوسانگ نے کہا:

"مجھے بہت افسوس ہے بہن۔ تم اس لڑکی کی کیا لگتی ہو؟"

اداس لڑکی نے بڑی گہری نگاہ تھیوسانگ پر ڈالی اور کوئی جواب نہ دیا۔ تھیوسانگ جنازے کے ساتھ ساتھ چلتا قبرستان میں پہنچ گیا۔ یہاں جنازے کو کھدی ہوئی قبر کے قریب رکھ دیا گیا۔ پھر ایک آدمی نے کہا:

"جو لوگ جنازے میں شریک ہیں وہ قریب آکر لاش کا چہرہ دیکھ لیں۔ اس سے مرنے والی کو ثواب ملے گا۔"

جنازے میں پڑی لاش کے چہرے پر سے کپڑا ہٹا دیا گیا۔ لوگ باری باری لاش کا منہ دیکھنے لگے جب تھیوسانگ لاش کے پاس پہنچا تو اس نے لاش کے چہرے پر نظر ڈالی ہی تھی کہ حیرت سے اچھل پڑا۔ کیوں کہ یہ اسی لڑکی کی لاش تھی جس سے وہ ابھی ابھی باتیں کر رہا تھا اور جس نے اسے بتایا تھا کہ یہ لاش ایک ایسی لڑکی کی ہے جس کی آج شادی ہونے والی تھی۔ وہی اداس چہرے والی لڑکی اب جنازے میں

لیٹی ہوئی تھی۔

تھیوسانگ جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔ اب اس نے جنازے کے ساتھ آئی ہوئی عورتوں میں اس اداس لڑکی کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ مگر وہ اداس لڑکی اسے کہیں دکھائی نہ دی۔ تھیوسانگ نے ایسا واقعہ کبھی نہیں دیکھا تھا کہ ایک لڑکی جنازے کے ساتھ ساتھ بھی چل رہی ہو اور خود لاش بن کر جنازے میں بھی لیٹی ہو۔

تھیوسانگ سوچ میں گم قبرستان سے باہر نکل آیا۔

اس وقت شام ہو رہی تھی۔ سورج غروب ہو چکا تھا۔ شہر کے مکانوں میں کہیں کہیں چراغ روشن ہو گئے تھے۔ آسمان پر صبح ہی سے گہرے بادل چھائے تھے اور سمندر کی طرف سے ٹھنڈی اور تیز ہوا چل رہی تھی۔ تھیوسانگ اس پراسرار لڑکی کے بارے میں غور کرتا واپس مارجیا کے مکان کی طرف چلا جا رہا تھا کہ بادلوں میں گرج کی آواز گونجی اور بارش شروع ہو گئی۔

تھیوسانگ بھاگ کر ایک تنگ گلی میں گھس گیا یہاں بھی بارش نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ بارش تیز ہو گئی تھیوسانگ ایک مکان کی ڈیوڑھی میں بارش سے بچنے کے لیے جا کھڑا ہوا۔ اس نے دیکھا کہ ڈیوڑھی میں

چراغ نہیں جل رہا تھا۔ گلی بھی سنسان تھی۔ سامنے والے
مکان پر بھی گہرا سناٹا چھایا تھا۔ ڈیوڑھی کے طاق میں
جہاں چراغ رکھا جاتا تھا ایک چراغ پڑا تھا جس میں
لگتا تھا کہ کئی مہینوں سے تیل نہیں ڈالا گیا۔ تھیوسانگ
کو بارش کے رُکنے تک وہیں ٹھہرنا تھا۔ اس نے
اندھیرے میں پیچھے کی طرف دیکھا۔ ایک تنگ و تاریک
سیڑھیاں اوپر والی منزل کو جاتی تھیں۔

تھیوسانگ نے کوئی خیال نہ کیا اور بارش کے
رکنے کا انتظار کرنے لگا۔ بارش موسلا دھار ہونے لگی
تھی۔ تھیوسانگ ڈیوڑھی کے ایک چبوترے پر بیٹھ گیا۔
گلی بارش میں ویران تھی۔ گلی میں بھی اندھیرا چھانے
لگا تھا۔

اتنے میں تھیوسانگ کو ایسی آواز سنائی دی جیسے
کوئی عورت چھم چھم کرتی مکان کی سیڑھیاں چڑھ گئی
ہو۔ تھیوسانگ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑے سیڑھیوں کو
تکنے لگا۔ سیڑھیاں خالی تھیں۔ اس نے سوچا کہ یہ اس
کا وہم ہوگا۔ وہ گلی کی طرف تکنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد پھر وہی چھم چھم کرتی سیڑھیاں
چڑھتی عورت کی آواز آئی۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ کسی

عورت نے اپنے پاؤں میں گھنگھروؤں والی پازیب پہن
رکھی ہے اور وہ تیز تیز سیڑھیاں چڑھ گئی ہے۔ تھیوسانگ
اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ خلائی انسان تھا۔ خوف اسے کم ہی
آتا تھا۔ وہ اندھیری سیڑھیوں کی طرف بڑھا کہ معلوم
کرے یہ کیا معمہ ہے۔

پراسرار رازوں کے کھوج لگانے کی تو عنبر ناگ ماریا
اور تھیوسانگ سب کو عادت تھی۔ چنانچہ تھیوسانگ
سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ اوپر گیا تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے۔
تھیوسانگ کو دوسری طرف سے وہی چھن چھن کی آواز
پھر سنائی دی۔

تھیوسانگ نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔
چھن چھن کی آواز بند ہو گئی۔ ایک گہری خاموشی
چھا گئی۔

تھیوسانگ نے دروازے کو آہستہ سے دھکیلا۔ دروازہ
کھل گیا۔ دروازے کے کھلتے ہی تھیوسانگ نے دیکھا کہ
کمرے میں ایک شمع روشن ہے۔ فرش پر ایک تخت
بچھا ہے جس پر قالین ہے اور تازہ پھول بکھرے ہوئے
ہیں۔ کمرے کی فضا میں گلاب اور موتیے کی خوشبو
پھیلی ہوئی ہے۔

تھیوسانگ نے آہستہ سے کہا:

"کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟"

کسی نے جواب نہ دیا۔

تھیوسانگ دروازے میں ہی کھڑا رہا۔ وہ یہ سوچ کر واپس مڑا کہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل نہیں ہونا چاہیے۔ وہ سیڑھیوں کی طرف گھوما ہی تھا کہ اسے ایک لڑکی کی نقرئی آواز آئی:

"اندر آ جاؤ۔"

عنبر کو ایک دم محسوس ہوا کہ یہ آواز اس نے پہلے بھی کہیں سنی ہے۔ وہ کمرے میں داخل ہو گیا اور تخت کے قریب جا کر رکا۔ سامنے ایک ریشمی پردہ گرا تھا۔ پردے کے پیچھے چھن چھن کی آواز آئی اور پھر پردہ ایک طرف ہٹ گیا۔

تھیوسانگ نے دیکھا کہ شمع کی روشنی میں اس کے سامنے وہی اداس لڑکی کھڑی تھی جس کو پہلے اس نے جنازے کے ساتھ جاتے دیکھا تھا اور پھر اس کی لاش کو جنازے میں پڑے دیکھا تھا۔ اب یہ لڑکی اداس نہیں تھی بلکہ مسکرا رہی تھی۔ اس نے بناؤ سنگھار کر رکھا تھا۔ بالوں میں پھولوں کے گجرے سجے تھے۔ گلے میں ہیرے جواہرات

کے ہار تھے اور کلائیوں اور بازوؤں پر بھی جڑاؤ کنگن تھے۔

اس لڑکی کے چہرے پر ایک نور سا پھیلا ہوا تھا۔ تھیوسانگ کی آنکھیں دھوکا نہیں کھا سکتی تھیں۔ یہ وہی لڑکی تھی جس کے جنازے میں وہ تھوڑی دیر پہلے شریک ہوا تھا۔

لڑکی چلتی ہوئی تخت کے پاس آئی۔ اس کے پاؤں میں گھنگھروؤں والی پازیب چھن چھن کر رہی تھی۔

تھیوسانگ نے کہا:

"معاف کرنا بہن! کیا تم وہی لڑکی نہیں ہو جو مجھے جنازے میں ملی تھی اور جس کی لاش جنازے میں رکھی تھی، اور جسے ابھی ابھی دفن کیا گیا ہے؟"

لڑکی نے مسکرا کر کہا:

"تم نے مجھے ٹھیک پہچانا ہے۔ میں وہی لڑکی ہوں جو تمہیں اپنے جنازے کے ساتھ جاتی ملی تھی۔"

تھیوسانگ نے تعجب سے سوال کیا:

"بہن! یہ کیا راز ہے؟ اگر تم مری نہیں تھیں،

تو پھر تمہاری لاش جنازے میں کیسے آ گئی؟
اور اگر تم مر چکی ہو تو یہاں زندہ حالت میں
کیسے کھڑی ہو؟"

لڑکی بولی: "یہ ایک ایسا راز ہے جو میں تم
پر ظاہر نہیں کر سکتی۔ بس تم کو اتنا ہی بتاؤں
گی کہ اس دنیا میں جو لڑکیاں اپنے ماں باپ
کی خدمت کرتی ہیں۔ بڑوں کے ساتھ ادب
سے پیش آتی ہیں۔ اپنے ذہن کو گندے اور
بُرے خیالوں سے پاک رکھتی ہیں خدا انہیں
یہ انعام دیتا ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔
لوگوں کی نظروں میں اگرچہ وہ مر جاتی ہیں مگر
اصل میں وہ زندہ ہوتی ہیں اور ہیرے جواہرات
کے زیور پہنے اپنی مرضی سے کبھی جنت میں اور
کبھی اس زمین پر آ کر سیر کرتی ہیں جیسے میں
جنت سے اس زمین پر آئی ہوں۔ مگر میں صرف
تمہیں ملنے آئی ہوں۔"

"مجھے ملنے؟" تھیوسانگ نے حیرت سے کہا۔

"ہاں" لڑکی بولی۔ "اس لیے کہ میں تمہاری مدد کرنا
چاہتی ہوں کیوں کہ تم نے ایک ایسی بوڑھی

عورت کی مدد کی ہے کہ جس کو کوئی ہاتھ بھی
نہیں لگاتا تھا۔ تم اسے اٹھا کر اس کے گھر
تک چھوڑنے گئے تھے۔ یہ ایک نیک کام تھا۔
بوڑھی کی دُعا مجھے جنت سے یہاں لے
آئی ہے۔"

تھیوسانگ نے کہا:

"لیکن میں تو بارش کی وجہ سے اس گلی میں
آ گیا تھا۔"

لڑکی بولی:

"میں نے ہی بارش کے وقت تمہارے دل
میں خیال ڈالا تھا کہ اس گلی کی طرف بھاگو
اور اس مکان کی ڈیوڑھی میں آ کر کھڑے
ہو جاؤ۔"

لڑکی مسکرا رہی تھی۔ اس کے چہرے پر آسمانی نور
تھا اور تھیوسانگ کی نظر اس کے نورانی چہرے پر
نہیں ٹھہر رہی تھی۔ وہ خلائی انسان تھا اور جنت دوزخ
پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ پھر بھی اس نے لڑکی سے کہا:
"ہو سکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ لیکن میں
ان باتوں سے دُور ہوں۔"

لڑکی نے کہا:
"میں جانتی ہوں کہ تم خلا کے رہنے والے ہو
اور دوزخ اور جنت کی دنیا پر تمہارا یقین
نہیں ہے۔ یہ بات میں پھر کبھی تم سے
کروں گی۔ پہلے یہ بتاؤ کہ میں تمہاری کیا مدد
کر سکتی ہوں؟ کیا تمہیں دولت چاہیے؟ کیا
تم اس ملک کے بادشاہ بننا چاہتے ہو؟
تم جو چاہو گے میں خدا کے حکم سے تمہیں
بنا دوں گی؟"
تھیوسانگ تخت پر بیٹھتے ہوئے مسکرایا اور بولا:
"بہن! اس وقت تو تم میری صرف اتنی ہی
مدد کر دو کہ مجھے میری بہن ماریا کا پتہ بتا دو
کہ وہ کہاں ہے؟"
لڑکی کا چہرہ خاموش اور سنجیدہ ہو گیا۔ وہ تخت کے
کنارے پر بیٹھ گئی۔ تھیوسانگ بولا:
"کیا تمہیں ماریا کے بارے میں کچھ پتہ نہیں؟"
لڑکی نے اپنا نورانی چہرہ تھیوسانگ کی طرف اٹھاتے
ہوئے کہا:
"دنیا میں انسانوں کے ساتھ جو واقعات گزرتے

ہیں ان کا بھی قدرت کی طرف سے ایک
قانون مقرر ہے۔ اسی قانون کے ذریعے نیکی
کرنے والوں کو نیکی ملتی ہے اور برائی کرنے
والوں کو برائی ملتی ہے۔ تم لوگ جن حالات
اور واقعات سے گزر رہے ہو یہ تمہارے
اپنے ارادے سے پیدا کیے ہوئے ہیں اور ان
کے اوپر قدرت کے قانون کی آنکھ انہیں
تک رہی ہے اور انصاف کرتی ہے۔ اس
میں ہم دخل نہیں دے سکتے لیکن تم نے
بیمار بوڑھی عورت کے ساتھ نیکی کی ہے اس
کا انعام تمہیں ضرور ملے گا۔ انعام تو
خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور وہی
تمہیں اس کی جزا دے گا لیکن میں اس کے
حکم سے اپنی جانب سے تمہاری اتنی مدد کر
سکتی ہوں کہ تمہیں یہ بتا دوں کہ ماریا اسی
شہر کے ایک مندر کے تہہ خانے میں ہے اور
اس پر طلسم کا اثر ہے۔"
تھیوسانگ نے کہا:
"اتنا بتانے کا بھی شکریہ لیکن جادو توڑا کرنے

والے تو حساب لگا کر سب کچھ بتا دیتے ہیں
کہ کون کہاں پر ہے اور یہ جادوگر لوگ
تو دوسرے انسانوں کو ہلاک بھی کر ڈالتے ہیں
یہ کیوں قدرت کے قانون میں دخل دیتے ہیں؟"

نورانی لڑکی نے کہا:

"تم نے خود اپنے سوال کا جواب دے دیا
ہے۔ یہ لوگ قدرت کے قانون کو اپنے ہاتھ
میں لینے کا گناہ کرتے ہیں اور انہیں اس کی
سزا مل کر رہتی ہے۔ جادو ٹونا کرنا گناہ
ہے اور تم نے دیکھا ہو گا کہ ایسے لوگ
دنیا میں کبھی خوش نہیں رہتے۔ ان کا انجام
ہمیشہ بہت برا ہوتا ہے۔ یہ انہیں اس
جرم کی سزا ملتی ہے کہ انہوں نے قدرت کے
قانون میں دخل دیا تھا۔"

تھیوسانگ بولا:

"تم مجھے قائل نہیں کر سکی ہو۔ بہرحال میں ایک
بار پھر تمہارا شکریہ ادا کرتے ہوئے تم
سے صرف اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ ماریا
کس حال میں ہے؟"

نورانی لڑکی نے کہا:

"اس کو طلسم نے جس حال میں رکھا ہے وہ
اسی حال میں ہے مگر زندہ ہے۔"

تھیوسانگ چپ ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ چلو اتنا
تو معلوم ہوا کہ ماریا اسی شہر کے کسی مندر کے
تہہ خانے میں ہے۔ اب وہ خود ہی اسے تلاش
کر لے گا۔

نورانی لڑکی نے تھیوسانگ سے کہا:

"اب میں واپس اپنی جنت کی دنیا میں
جا رہی ہوں۔ میں تمہیں اپنی نشانی دیئے
جاتی ہوں۔"

نورانی لڑکی نے اپنی انگلی میں سے انگوٹھی اتار کر
تھیوسانگ کو دی جس میں سرخ یاقوت جڑا ہوا تھا۔

"اگر کبھی تمہیں مجھ سے ملنے کی ضرورت پڑے
تو اس انگوٹھی کو اپنی قمیض کی آستین پر
ایک بار رگڑنا۔ میں تمہارے پاس آ جاؤں
گی مگر تمہارے سوا نہ تو کوئی میری آواز
سن سکے گا اور نہ مجھے دیکھ سکے گا۔"

اتنا کہنے کے بعد نورانی لڑکی ایک دم غائب

ہو گئی۔ غائب ہونے کے بعد کمرے میں بچھا قالین اور تخت بھی غائب ہو گیا۔ اب وہاں نہ پھولوں کے ہار تھے۔ نہ شمع روشن تھی اور نہ فضا میں آسمانی خوشبوئیں پھیلی ہوئی تھیں۔

تھیوسانگ نے دیکھا کہ کمرے کی چھت سے جالے لٹک رہے تھے۔

وہ سیڑھیاں اتر کر ڈیوڑھی میں آ گیا۔ گلی میں بارش ختم ہو گئی تھی۔ وہ گہری سوچ میں گم مارجیا کے گھر کی طرف چل پڑا۔

مارجیا کھانا تیار کروا رہی تھی۔ اس نے ماریا کے بارے میں پوچھا تو تھیوسانگ نے اسے صرف اتنا ہی بتایا کہ اسے ایک جوگی بابا نے حساب لگا کر بتایا ہے کہ ماریا پر طلسم کیا گیا ہے اور وہ اسی شہر کے کسی مندر کے تہہ خانے میں بند ہے۔ مارجیا پریشان ہو گئی۔

"تھیوسانگ بھائی! یہ تو بڑی بڑی بات ہوئی۔"

تھیوسانگ پلنگ پر بیٹھتے ہوئے بولا،

"بہرحال اتنا تو پتہ چلا کہ ماریا اسی شہر میں ہے اور کسی مندر میں ہے۔ میں کل سے

شہر کے سارے مندر ایک ایک کر کے دیکھنا شروع کروں گا۔ مجھے جاسوسی کرنی ہو گی۔"

مارجیا باورچی خانے کی طرف چلی گئی اور تھیوسانگ مندروں کی تلاشی کا منصوبہ بنانے لگا۔

طلسم ٹوٹ گیا

تھیوسانگ کو شترو پر زیادہ شک تھا۔

چنانچہ اس نے سب سے پہلے شترو کے مندر کی تلاشی کا فیصلہ کیا۔ رات کی پوجا کے بعد مندر سے سارے پجاری چلے جاتے تھے۔ شترو پروہت ماریا جی کو رات کی پوجا کے وقت مندر کے باہر چھوڑ دیتا تا کہ وہ ادھر اُدھر پجاری لوگوں کی ڈالی ہوئی چیزیں کھا لیا کرے یہ ایک طرح سے اس نے ماریا کو سزا دی تھی کہ وہ لوگوں کی پھینکی ہوئی چیزیں زمین پر سے اٹھا کر کھائے۔ رات کو وہ ماریا جی کو مندر کے تہہ خانے میں باندھنے کی بجائے مندر ہی میں کھلی چھوڑ دیا کرتا کہ کہیں تہہ خانے میں اس پر کیا ہوا طلسم ہلکا نہ ہو جائے۔

جب رات ہو گئی تو تھیوسانگ شترو پروہت کے مندر کی طرف چل پڑا۔ مندر میں روشنی ہو رہی تھی۔

چراغ جل رہے تھے۔ لوگ پوجا کرنے آ رہے تھے۔ مندر میں سے عود و عنبر کی خوشبوئیں آ رہی تھیں۔ لوگ بھجن گا رہے تھے۔ تھیوسانگ پیچھے سے مندر کے باہر دروازے کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ پروہت شترو بڑے پروہت کا زرد لباس پہنے مورتی کے آگے بیٹھا تھا۔

تھیوسانگ اندھیرے میں سے گذر کر مندر کے پچھلے دروازے میں آیا اور وہاں اپنی خاص انگلی اپنے جسم کے ساتھ لگا دی۔ انگلی کے لگتے ہی وہ انگلی کے برابر سائز کا ہو گیا۔ چھوٹا ہوتے ہی تھیوسانگ، مندر میں داخل ہو کر دیوار کے ساتھ لگ کر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا بڑی مورتی کے عقب والے ستون کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔

مندر میں لوگ بھجن گا رہے تھے۔ تھیوسانگ ان کے چلے جانے کا انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں ایک بلی کہیں سے نکل کر میاؤں میاؤں کرتی اس کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ تھیوسانگ نے اس کی طرف دیکھا اور سوچا کہ کہیں یہ بلی اس پر حملہ تو نہیں کرے گی۔

مگر یہ بلی ماریا تھی۔ وہ اس پر کیسے حملہ کر سکتی
تھی۔ اس نے تھیوسانگ کو پہچان لیا تھا لیکن تھیوسانگ
نے ماریا کو نہیں پہچانا تھا۔ تھیوسانگ نے محسوس کیا
کہ بلی اس پر حملہ کرنے کی بجائے اسے بڑی محبت
سے تک رہی ہے۔ وہ بڑا حیران ہوا۔ کیوں کہ وہ
اتنا چھوٹا تھا کہ بلی بڑی آسانی سے اسے ہڑپ کر
سکتی تھی۔

تھیوسانگ چاہتا تھا کہ بلی اس سے دور چلی جائے
ورنہ وہ سب کی نظروں میں آ سکتا تھا۔ وہ اتنا چھوٹا
تھا کہ بلی کو وہاں سے بھگا نہیں سکتا تھا۔ ماریا بلی
بھی تھیوسانگ کو کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ ماریا نے بلی
کے روپ میں مندر کے باہر آ کر کئی بار وہاں سے
بھاگ جانے کی کوشش کی تھی مگر وہ اس میں کامیاب
نہ ہو سکی تھی۔ شترود نے مندر کے باہر طلسمی لہروں
کا جال پھیلا رکھا تھا۔ ماریا ایک حد سے جب بھی
آگے بڑھتی وہ جھٹکا کھا کر پیچھے گر پڑتی تھی چنانچہ
وہ مندر کی حدود کے اندر رہنے پر مجبور تھی۔

اب ماریا نے تھیوسانگ کو چھوٹے قد میں دیکھا
تو سمجھ گئی کہ وہ اسی کی تلاش میں وہاں آیا ہے
بدقسمتی کی بات یہ تھی کہ ماریا اس کے سامنے کھڑی

تھی اور تھیوسانگ اسے نہیں پہچان رہا تھا۔

جب تھیوسانگ نے دیکھا کہ بلی اپنی جگہ سے
نہیں ہل رہی تو وہ خود ستون کے پیچھے سے کھسک
کر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا دوسرے ستون کے پیچھے
اندھیرے میں جا کر چھپ گیا۔ ماریا بلی بھی وہاں
آ گئی۔ اتنے میں ایک آدمی نے بلی کو زور سے
لات مار کر کہا،

'یہاں کیا کر رہی ہے۔ بھاگ یہاں سے؟'

ماریا میاؤں میاؤں کرتی وہاں سے باہر کی طرف بھاگی۔
تھیوسانگ نے اطمینان کا سانس لیا۔ اسے ابھی تک
کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ آہستہ آہستہ لوگوں نے واپس
جانا شروع کر دیا اور مندر خالی ہو گیا۔ اب صرف
وہاں شترود پروہت ہی رہ گیا تھا۔ پھر وہ بھی مندر
سے باہر چلا گیا اور باہر جا کر اس نے مندر کے
دروازے پر تالا لگا دیا۔

جانے سے پہلے شترود پروہت نے ماریا بلی کو
مندر کے اندر چھوڑ دیا تھا۔ تھیوسانگ نے جب دیکھا
کہ مندر خالی ہے اور پروہت بھی دروازے پر تالا
لگا کر چلا گیا ہے تو اس نے اپنے قد کو بڑا کر

لیا اور تہہ خانے کو جانے والا راستہ تلاش کرنے لگا۔

ایک جگہ اسے تنگ سا دروازہ نظر آیا۔ اس کی کنڈی کھولی تو نیچے سیڑھیاں جا رہی تھیں۔ وہ نیچے اترنے لگا۔ نیچے مندر کا تہہ خانہ تھا جہاں دو چار مٹکے پڑے تھے۔ ان مٹکوں میں چاول اور گھی بھرا ہوا تھا۔ تھیوسانگ نے چاروں طرف دیکھا۔ نہ ماریا وہاں تھی نہ اس کی خوشبو تھی۔

وہ سمجھ گیا کہ ماریا اس مندر کے تہہ خانے میں نہیں ہے۔ اب اسے کسی دوسرے مندر کے تہہ خانے کا رُخ کرنا ہو گا۔

وہ تہہ خانے سے نکل کر مندر کے صحن میں آگیا۔ اسے میاؤں میاؤں کی آواز آئی۔ دیکھا کہ وہی بلی مورتی کے قریب کھڑی اسے چمکیلی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ تھیوسانگ دروازے کی طرف بڑھا تو بلی اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ تھیوسانگ نے اسے جھڑک کر پرے کر دیا۔ ماریا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ اس کا مجانی تھیوسانگ ہی اسے جھڑک رہا تھا۔ مگر تھیوسانگ کو کیا خبر تھی کہ یہ ماریا ہے۔ تھیوسانگ نے اپنے قد کو چھوٹا کیا اور بند دروازے کی درز میں سے باہر آ گیا۔ باہر آتے ہی اس

نے اپنا قد دوبارہ بڑا کر لیا اور رات کی تاریکی میں ماریا کے مکان کی طرف چلنے لگا۔

دوسری رات وہ ندی کنارے والے مندر میں آگیا۔ اس مندر کے تہہ خانے میں بھی اسے ماریا کہیں نظر نہ آئی۔ اسی طرح تھیوسانگ نے شہر کے سارے مندر دیکھ لیے۔ ماریا نہ ملی۔

ان دنوں میں ایسا ہوا کہ افریقہ کے ملک کا ایک حبشی سوداگر مندر میں پوجا کرنے آیا تو اس کی نظر ماریا بلی پر پڑ گئی۔ اسے بلی بہت پسند آئی۔ اس نے مندر کے پروہت شترو سے پوچھا:

"مہاراج۔ یہ بلی آپ کی ہے؟"

شترو بولا: "جی ہاں! مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

حبشی سوداگر نے کہا:

"مہاراج! یہ بلی مجھے بہت پسند ہے اگر آپ چاہیں تو میں اس بلی کے دو ہزار سونے کے سکے دے سکتا ہوں۔"

یہ بہت بڑی رقم تھی۔ شترو فوراً راضی ہو گیا۔ اس نے دو ہزار سونے کے سکے لے کر ماریا بلی حبشی سوداگر کے حوالے کر دی۔ لیکن ماریا بلی کے گلے

میں زنجیر ڈال کر کہا:

"یہ بلی منہ زور ہے۔ اس کی زنجیر کبھی نہ کھولیں۔ ورنہ یہ بھاگ جائے گی۔"

حبشی سوداگر نے کہا:

"فکر نہ کریں۔ میں اسے ہمیشہ باندھ کر رکھوں گا۔"

چنانچہ حبشی سوداگر ماریا بلی کو پنجرے میں بند کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔ دو روز بعد اس کا جہاز واپس افریقہ کی طرف جا رہا تھا۔ حبشی سوداگر جہاز پر سوار ہو کر افریقہ کے ملک کی جانب چل دیا۔

ادھر تھیوسانگ جب ماریا کو تلاش کرتے کرتے تھک گیا تو اس نے تنگ آ کر نورانی لڑکی کی دی ہوئی یاقوت کی انگوٹھی کو اپنی آستین سے رگڑا۔ نورانی لڑکی اس کے سامنے آ گئی۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی:

"میں جانتی ہوں تم نے مجھے کس لیے یاد کیا ہے۔ سنو! جس ماریا کو تم تلاش کر رہے ہو وہ اس شہر میں اب نہیں ہے بلکہ ایک جہاز پر سوار ہو کر حبشی سوداگر کے ساتھ افریقہ کی طرف جا رہی ہے۔"

تھیوسانگ تو ہکا بکا ہو کر رہ گیا۔

"تو کیا اب مجھے اس کی تلاش میں افریقہ جانا ہو گا لیکن افریقہ تو بہت بڑا ملک ہے۔ میں وہاں اسے کہاں تلاش کروں گا۔"

نورانی لڑکی بولی:

"یہ تمہارا کام ہے۔ مجھے جو کچھ بتانا تھا میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔ ہاں اتنا بھی بتائے دیتی ہوں کہ ماریا ملک افریقہ کے شہر زنجبار جا رہی ہے۔"

یہ کہہ کر نورانی لڑکی غائب ہو گئی۔

تھیوسانگ پریشان سا ہو کر واپس مارجیا کے مکان پر آ گیا۔ اس نے مارجیا کو کچھ بتانے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اب وہ سوچنے لگا کہ کیا کرے؟ آیا عنبر ناگ کے پاس موہنجو داڑو کی طرف جائے یا ماریا کی تلاش میں ملک افریقہ کے شہر زنجبار کی طرف روانہ ہو۔ سارا دن وہ یہی سوچتا رہا۔ آخر اس نے یہ فیصلہ کیا کہ عنبر ناگ کی طرف جانا بیکار ہے۔ اسے ماریا کی تلاش میں ملک افریقہ کی طرف ہی جانا چاہیے۔

اب اس نے مارجیا کو بتا دیا کہ وہ ماریا کے پیچھے ملک افریقہ کے شہر زنجبار جا رہا ہے۔ عنبر ناگ اگر

آئیں تو انہیں خبر کر دینا۔ ماریا بھی حیران سی ہو گئی
کہ ماریا آخر کہاں گم ہو گئی۔
ہنیوسانگ ایک روز افریقہ جانے والے جہاز پر
سوار ہو گیا۔

○

اب ہم عنبر اور ناگ کی طرف آتے ہیں۔
ناگ سرخ سانپ کی شکل میں عنبر کی جیب میں
تھا اور وہ قافلے کے ساتھ سفر کرتا موہنجو ڈرو پہنچ
گیا۔ وہ سیدھا دادا سانپ کی پہاڑی غار میں گیا۔ سرخ
سانپ یعنی ناگ اس کے سامنے رکھ دیا اور ساری
کہانی بیان کی۔ دادا سانپ نے ادب سے مقدس ناگ
کی تعظیم کی اور کہا:
"عنبر! گھبراؤ نہیں۔ مقدس ناگ دیوتا پر کیا ہوا
جادو ٹوٹ جائے گا۔"
"وہ کیسے؟ عنبر نے پوچھا۔
دادا سانپ بولا:
"میں نے مقدس ناگ پر کیے گئے جادو کو
پہچان لیا ہے۔ یہ جادو ختم ہو سکتا ہے۔"

پھر دادا سانپ نے عنبر کو بتایا کہ مقدس ناگ
پر کیے گئے جادو کا توڑ معلوم کرنے کے لیے اسے
مراقبہ کرنا پڑے گا۔ مراقبے میں وہ اپنے پڑدادا سانپ
کی روح کو بلائے گا اور اس سے اس جادو کا توڑ
دریافت کرے گا۔
عنبر نے پوچھا:
"دادا! اس مراقبے کو کتنے دن لگیں گے؟"
دادا سانپ بولا:
"آج رات مجھے اس پہاڑی کی چوٹی پر جا کر
مراقبے میں بیٹھنا ہو گا۔ صبح غار میں واپس آکر
تمہیں کچھ بتا سکوں گا۔"
چنانچہ رات کے وقت جب جنگل میں گہرا اندھیرا
اور سناٹا چھا گیا تو دادا سانپ پہاڑ کی چوٹی پر چلا گیا۔
ساری رات وہ پہاڑ پر مراقبے میں بیٹھا رہا۔ عنبر غار
میں ناگ کے پاس جاگتا رہا۔ جب جنگل میں دن کی
روشنی پھیلی اور درختوں پر چڑیاں گیت گانے لگیں تو
دادا سانپ پہاڑی سے اتر کر غار میں آ گیا۔

عنبر نے بے تابی سے پوچھا:

"دادا سانپ! کچھ پتہ چلا؟"

دادا سانپ بولا:

"ہاں۔ رات کے پچھلے پہر میرا پڑدادا سانپ مراقبے میں آیا تھا۔ اس نے بتایا ہے کہ یہاں سے ایک کوس کے فاصلے پر ایک پرانا تالاب ہے۔ اس تالاب کے کنارے ایک پرانی قبر ہے اس قبر کے پاس جا کر عنبر تین بار یہ منتر پڑھے گا تو قبر میں سے مردے کا ہاتھ باہر نکل آئے گا۔ اس کے ہاتھ میں ایک سوکھی ٹہنی ہو گی۔ اس سوکھی ٹہنی کو جلا کر اس کی دھونی ناگ دیوتا کو دی جائے گی۔ تو اس پر کیے گئے جادو کا اثر ختم ہو جائے گا۔"

عنبر بڑا خوش ہوا۔ اس نے کہا:

"دادا! مجھے وہ منتر بتائیں۔ میں ابھی تالاب والی قبر پر جاتا ہوں۔"

دادا سانپ نے عنبر کو مراقبے میں حاصل کیا ہوا منتر یاد کرا دیا اور عنبر ناگ کو دادا سانپ کے پاس چھوڑ کر جنگل والے تالاب کی طرف روانہ ہوا۔ جنگل میں ٹھیک ایک کوس جنوب کی طرف جانے پر اس

نے ایک تالاب کو دیکھا کہ اس کے کناروں کی اینٹیں اکھڑ چکی تھیں۔ جنگلی بیلیں جگہ جگہ پانی میں جھکی ہوئی تھیں۔ بہت ہی پرانا تالاب تھا۔ اس کے بائیں طرف ایک قبر بنی تھی۔ قبر بھی گھاس میں چھپی ہوئی تھی۔ عنبر اس قبر کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اور بولا:

"اے اس قبر میں آرام کرنے والے۔ میں عنبر ہوں مجھے ناگ دیوتا کے جادو کے سلسلے میں تمہاری مدد درکار ہے۔ میرا ایمان ہے کہ خداوند کریم ہر شے پر قادر ہے۔ اس کی رضا کے بغیر ایک پتا بھی نہیں ہل سکتا۔ سب کام اسی کی مرضی اور اسی کے حکم سے ہوتے ہیں مگر اس میں کبھی کبھی کچھ نیک لوگ اور ان کی روحیں وسیلہ بھی بن جاتی ہیں جو نیک روحیں ہوتی ہیں وہ خود تو کوئی کام نہیں کرتیں مگر نیک ہونے کی وجہ سے وہ اللہ سے ضرورت مند انسان کی مدد کی درخواست ضرور کرتی ہیں اور اللہ ان کی درخواست قبول کر لیتا ہے۔ میں بھی تمہارے پاس اسی خیال سے منتر پڑھنے آیا ہوں کہ تم خداوند کریم سے دعا کرو کہ

میرے دوست اور بھائی ناگ پر کیا گیا جادو
ٹوٹ جائے اور خدا کے حکم سے ہماری
مدد کرو۔"

یہ کہہ کر عنبر نے تین بار دادا کا بتایا ہوا منتر پڑھا۔
منتر کے پڑھتے ہی قبر میں سے آواز آئی:

"عنبر! تم پہلے انسان ہو جس نے میرے پاس
آکر مجھ سے نہیں بلکہ خداوند تعالےٰ سے
کچھ مانگا ہے۔ مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔
کیوں کہ اصل میں خدا ہی سب کچھ دیتا
ہے۔ مرنے والا کچھ نہیں دے سکتا۔ میں خدا کے
حکم پر تمہاری مدد کروں گا۔"

اس کے ساتھ ہی قبر میں سے مردے کا ہاتھ باہر
نکلا۔ اس ہاتھ میں ایک سوکھی شاخ تھی۔

مردے کی آواز آئی:

"اس شاخ کو جلا دینا اور ناگ کو اس کی دھونی
دینا خداوند کریم کی رضا اور حکم سے اس کا
جادو ٹوٹ جائے گا۔"

عنبر نے مردے کے ہاتھ سے شاخ پکڑ لی۔ مردے
کا ہاتھ قبر میں غائب ہو گیا۔ عنبر نے اس نیک دل

روح کا شکریہ ادا کیا اور واپس دادا سانپ کو آکر
سوکھی شاخ دے دی۔

دادا سانپ نے غار میں شاخ جلانے کو کہا۔ عنبر نے
شاخ کو آگ لگا دی۔ اس میں سے نیلے رنگ کا
دھواں اٹھنے لگا تو دادا سانپ نے کہا:

"عنبر! ناگ دیوتا کو اس کی دھونی دو۔"

عنبر نے ناگ کو ہاتھ میں لے کر دھوئیں کے
اوپر کر دیا۔ ناگ دھوئیں میں ذرا گھبرایا۔ عنبر نے اسے
ذرا سا پیچھے کر کے دوبارہ دھوئیں کے اندر کر دیا۔
ایسی آواز آئی جیسے ناگ نے چھینک ماری ہو۔

دادا سانپ نے کہا:

"مقدس ناگ کو پیچھے کر لو۔ جادو ٹوٹ
چکا ہے۔"

عنبر نے ناگ کو پیچھے ہٹایا تو دیکھا کہ اب اس
کا رنگ سرخ نہیں تھا بلکہ سیاہ تھا جیسا کہ ناگ
جب سانپ بنتا تھا تو ہوا کرتا تھا۔

عنبر نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا:

"ناگ! تمہیں کچھ تبدیلی محسوس ہوئی؟"

ناگ ایک سیکنڈ میں انسانی شکل میں آگیا۔

عنبر خوشی سے اچھل پڑا۔ دادا سانپ نے اپنا سر
ناگ کے آگے جھکا دیا۔

ناگ بولا "دادا سانپ! میں تمہارا شکر گزار ہوں
کہ تم نے میری مدد کی"

دادا سانپ نے کہا:

"مقدس ناگ دیوتا! ہم آپ کے غلام ہیں
آپ کی مدد کرنا ہمارے لیے بڑے فخر کی
بات ہے۔"

ناگ نے عنبر سے کہا:

"عنبر! تم نے بھی ایک دوست اور بھائی
ہونے کا حق ادا کر دیا۔ سچ ہے دوست
ہو تو ایسا ہو کہ جو مصیبت میں دوست کے
کام آئے۔ اب یہ بتاؤ کہ ماریا کا کیا
حال ہے؟"

عنبر، ناگ کو لے کر غار سے باہر آ گیا۔
جنگل میں چمکیلی دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ ٹھنڈی ہوا
چل رہی تھی۔ ہوا میں جنگل میں کھلے ہوئے گلاب اور
موتیے کی خوشبو تھی۔ یہ خوشبو اتنی پاکیزہ اور لطیف تھی
کہ عنبر اور ناگ کا دل خدا کی محبت سے بھر گیا۔

کیوں کہ پاکیزہ چیزوں ہی میں خدا کا نور ہوتا ہے۔
جو انسان اپنے ذہن کو پاکیزہ رکھتا ہے اور ہر وقت
پاکیزہ چیزوں کے بارے میں سوچتا ہے اور دل میں
کبھی کسی گندے خیال کو گھسنے کی اجازت نہیں دیتا
تو وہ انسان پاک ہو کر خدا کے قریب پہنچ جاتا ہے
اور اس پر خداوند کریم کی رحمتیں نازل ہونا شروع
ہو جاتی ہیں۔ پاک خیال رکھنے اور گناہ اور برے خیالوں
سے بچنے والے بچوں اور لڑکیوں کی حفاظت کے لیے
اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص فرشتے مقرر ہو جاتے
ہیں جو ان نیک خیالوں والی لڑکیوں اور لڑکوں کی
حفاظت کرتے ہیں اور انہیں سڑکوں کے حادثوں سے
بچاتے ہیں۔ ان کو بیماریوں اور دشمن کے حملوں سے بچاتے
ہیں۔ لیکن جب کوئی لڑکا یا لڑکی جھوٹ بولنے لگتی ہے
تو نیکی کے فرشتے اس سے دور ہو جاتے ہیں اور
اسے مصیبتوں اور حادثوں اور بیماریوں میں اکیلا چھوڑ
دیتے ہیں۔ اس لیے آپ لوگ کبھی جھوٹ نہ بولیں
ذہن میں کبھی کوئی برا یا گندا خیال نہ لائیں۔ اگر
آ جائے تو فوراً خدا کو یاد کر کے اس برے خیال
کو ذہن سے نکال کر باہر پھینک دیں۔ پھر دیکھیں کہ

خدا وند کریم آپ پر کس طرح خوش ہو کر اپنی رحمتیں
نازل کرتا ہے۔

پیارے دوستو! یہ مت سمجھنا کہ میں تمہیں نصیحتیں کر
رہا ہوں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ میں تمہیں نصیحت نہیں
کر رہا بلکہ سائنٹفک اصول بتا رہا ہوں۔ تم نے
آئین سٹائین کا تو نام ضرور سنا ہو گا۔ آئین سٹائین
اس دور کا سب سے بڑا سائنس دان تھا جس نے
نیوکلر فزکس میں بہت بڑا کارنامہ انجام دیا اور
پہلی بار ایٹم کو توڑ کر اس کی بے پناہ توانائی کا
راز دریافت کیا۔ ایک بار اس نے پرسٹن یونیورسٹی
میں اپنے سٹوڈنٹس کے سامنے کلاس روم میں لیکچر
دیتے ہوئے کہا تھا۔

"فزکس اور نیوکلر ٹیکنالوجی کے میدان میں
اتنی عمر تک زبردست محنت کرنے کے بعد
میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس ساری
کائنات میں، بلکہ کھرب ہا کھرب کہکشاؤں میں
صرف ایک خدا کا قانون کام کر رہا ہے یہ
قانون نیکی کا قانون ہے اور صرف نیکی کے
لیے حرکت کرتا ہے۔ انسان امریکہ میں رہتا

ہو یا افریقہ کے جنگل میں رہتا ہو۔ اس
قانون کا دونوں پر اثر ہوتا ہے۔ کائنات
کی کوئی شے اس نیکی اور عدل کے قانون
سے باہر نہیں ہے جو نیکی کرتا ہے وہ زندہ
رہتا ہے اور آگے بھی جاتا ہے جو بدی کرتا ہے
وہ ختم کر دیا جاتا ہے۔ کیوں کہ اس ساری
کائنات میں نیکی ہی نیکی کا نور ہے جو اپنے
خدا کی طرف سفر کر رہا ہے۔"

پیارے دوستو! تم بور تو نہیں ہو گئے؟ بھئی یہ
دنیا کے بہت بڑے سائنس دان کے خیالات تھے
جن کا میں نے انگریزی سے ترجمہ کر کے تمہیں سنایا ہے۔
اب میں واپس عنبر اور ناگ کی طرف آتا ہوں۔
دونوں جنگل میں گلاب اور موتیے کی خوشبوؤں سے
بھری ہوئی فضا میں بیٹھے باتیں کرنے لگے۔
ناگ نے عنبر سے کہا:

"ماریا مجھ سے جدا کر دی گئی تھی۔ تھیوسانگ
کی بھی کوئی خبر نہیں کہ وہ گوا شہر میں
ماریا کو تلاش کرتے کرتے کہیں کسی دوسرے
ملک میں نہ نکل گیا ہو۔"

عنبر بولا: "ہم مختیوسانگ کو گوا شہر میں ماجیا
کے پاس چھوڑ آئے تھے۔ اب واپس چل کر
اس کا پتہ کرتے ہیں کہ وہ ماریا کو تلاش
کر سکا ہے کہ نہیں۔"
ناگ نے کہا:
"ابھی ہمیں کیپٹن کا بھی کھوج لگانا ہو گا تمہارے
شاہی جوتشی نے تو کہا تھا کہ وہ کسی خلائی
سیارے میں چلی گئی ہے بلکہ اسے کوئی بونی
مخلوق اغوا کر کے لے گئی ہے۔ مگر سب
سے پہلے ہمیں ماریا کو تلاش کرنا ہو گا۔"
عنبر بولا: "خدا کے فضل سے تمہاری کھوئی ہوئی
طاقت تمہیں واپس مل گئی ہے۔ اب ہمیں
آج ہی یہاں سے گوا شہر کی طرف روانہ ہو
جانا چاہیے تاکہ مختیوسانگ سے مل سکیں۔"
عنبر اور ناگ دادا سانپ کے پاس غار میں آئے۔
اس کا ایک بار پھر شکریہ ادا کیا اور وہاں سے
رخصت ہو گئے۔
جنگل کے کنارے پر آ کر ناگ نے کہا:
"عنبر! اگر ہم نے موہنجو دڑو شہر سے کوئی قافلہ

پکڑا، تو ہمیں گوا شہر میں پہنچتے پہنچتے بہت
وقت لگ جائے گا۔"
عنبر مسکرا کر کہنے لگا:
"تو پھر تم کوئی اڑن کھٹولا پیدا کرو گے کیا؟"
ناگ اس وقت انسانی شکل میں تھا۔ اُس نے کہا:
"میں خود موجود ہوں۔ ہمیں کسی اڑن کھٹولے
یا ہوائی جہاز کی کیا ضرورت ہے۔ میں ایک
بڑے عقاب کی شکل اختیار کرتا ہوں تم
میرے اوپر بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں لے کر جتنی
تیزی سے اڑ سکا اڑتا ہوا گوا شہر پہنچ
جاؤں گا۔"
عنبر بولا: "یار ناگ! تمہیں نئی نئی طاقت
واپس ملی ہے۔ دیکھنا کہیں مجھے راستے میں
گرا نہ دینا۔"
ناگ ہنس پڑا:
"عنبر بھائی! کبھی پہلے ایسا ہوا ہے تم بے فکر
رہو۔ اور اگر تم گر بھی پڑے تو میں غوطہ
لگا کر تمہیں نیچے سے پھر اوپر اٹھا لوں گا۔"
یہ کہہ کر ناگ نے سانس اندر کھینچا، ذہن میں

ایک بہت بڑے عقاب کا تصور جمایا اور دوسرے ہی لمحے وہاں ناگ کی جگہ ایک عظیم الشان عقاب بیٹھا تھا۔ عنبر اس کے اوپر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے بازو عقاب یعنی ناگ کی گردن میں ڈال دیے۔

ناگ نے کہا:

"میں اڑان بھرنے لگا ہوں"

اور ناگ نے اڑان بھری اور عنبر کو اپنی پیٹھ پر بٹھائے اپنے بڑے بڑے عقابی پروں کو ہلاتا فضا میں بلند ہوتا گیا۔ وہ زمین سے کافی بلندی پر آگیا پھر اس نے گوا شہر کی طرف پرواز شروع کر دی۔ ناگ نے اپنی رفتار کافی تیز کر دی تھی۔ عنبر بڑی مضبوطی سے اس کی پیٹھ پر بیٹھا ہوا تھا۔ ناگ دریاؤں، جنگلوں پہاڑیوں کے اوپر سے پرواز کرتا شام سے پہلے پہلے اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ یہ رفتار چھوٹے نوکر ہوائی جہاز کی رفتار تھی۔

ناگ کو گوا شہر کے مکان اور شہر کی دیوار نظر آئی تو وہ نیچے آنا شروع ہو گیا۔ پھر وہ گوا شہر کے پچھم یعنی جنوب میں ایک خالی میدان میں اُتر آیا۔ اتفاق سے اس وقت ایک شکاری گھوڑے پر

سوار تیر کمان سنبھالے میدان میں ہرنوں کا شکار کرتا پھر رہا تھا۔ اس نے جو ایک بہت بڑے عقاب کی پیٹھ پر ایک انسان کو بیٹھے دیکھا تو آنکھیں ملنے لگا کہ کہیں وہ خواب تو نہیں دیکھ رہا۔

وہ درخت کے پیچھے آ گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک بہت بڑا سیاہ عقاب زمین پر اترا۔ پھر اس کے اوپر بیٹھا ہوا آدمی بھی نیچے اتر آیا۔ شکاری راجہ کا ایک سردار تھا۔ اس نے سوچا کہ یہ بہت نایاب عقاب ہے۔ اسے زندہ پکڑنا چاہیے۔ وہ گھوڑے کو آگے بڑھانے ہی والا تھا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے سیاہ عقاب نے انسان کا روپ دھار لیا۔

شکاری سردار دنگ ہو کر رہ گیا۔ یہ تو کوئی جادوگر تھا۔ ابھی جو عقاب تھا اب ایک انسان بن کر دوسرے انسان یعنی عنبر سے باتیں کرتا شہر کی طرف چلا جا رہا تھا۔ شکاری سردار نے سوچا کہ ان کا پیچھا کرنا چاہیے اور دکھنا چاہیے کہ یہ لوگ کون ہیں اور کس غرض کے لیے اس شہر میں آئے ہیں۔

چنانچہ شکاری سردار گھوڑے سے اتر پڑا اور عنبر اور ناگ کے پیچھے پیچھے ان کا تعاقب شروع کر دیا۔

○

قبر کا ہاتھ

عنبر اور ناگ شہر میں داخل ہو گئے۔ انہیں کوئی خبر نہیں تھی کہ ایک شکاری سردار ان کا پیچھا کر رہا ہے۔ وہ سیدھا مارجیا کے مکان پر آ گئے۔ مارجیا عنبر کو دیکھ کر خوش ہوئی۔ ناگ کو مارجیا نے انسانی شکل میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ عنبر نے بھی اسے ناگ کے بارے میں کچھ نہ بتایا۔ بس اتنا ہی کہا کہ یہ بھی ہمارا ایک ساتھی ہے اور اس کا نام ناگ ہے۔

مارجیا سے جب تھیوسانگ اور ماریا کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے اداس ہو کر کہا:

'تھیوسانگ مارجیا کی تلاش میں ملک افریقہ کی طرف چلا گیا ہے۔ اس نے کہا تھا کہ اسے کسی جوتشی نے بتایا ہے کہ ماریا افریقہ کے شہر زنجبار کی طرف چلی گئی ہے

اس لیے مختیوسانگ بھی جہاز میں سوار ہو کر
افریقہ جا چکا ہے۔"

ناگ اور عنبر خاموشی سے ایک دوسرے کا منہ
تکنے لگے۔ ان کا خیال تھا کہ مختیوسانگ ماریا کو ڈھونڈنے
میں کامیاب ہو گیا ہو گا۔ لیکن یہاں آ کر پتہ چلا کہ
مختیوسانگ بھی غائب ہے۔

عنبر نے ناگ سے کہا:

"میرا خیال ہے ہمیں یہاں دیر نہیں کرنی
چاہیے اور مختیوسانگ کے پیچھے ملک افریقہ
کی طرف کوچ کر جانا چاہیے۔"

مارجیا نے بھی انہیں یہی مشورہ دیا لیکن ساتھ
ہی کہا:

"آپ لوگ سفر کے تھکے ہوئے ہیں۔ دو
ایک روز ہمارے ہاں آرام کر لیں۔ ویسے
بھی سمندری جہاز چار دن کے بعد افریقہ کی
طرف جانے والا ہے۔"

مارجیا ان دونوں کے لیے کھانا لینے باورچی خانے
میں چلی گئی تو عنبر نے ناگ سے پوچھا:

"کیا خیال ہے ناگ! تمہارا عقابی اڑن کھٹولا

کیسا رہے گا؟ ہم ملک افریقہ جلدی پہنچ
جائیں گے۔"

ناگ بولا: "عنبر بھائی! زمین پر تو میں راستہ
تلاش کر لیتا ہوں مگر سمندر میں اپنا رخ کسی
ملک کی طرف نہ قائم رکھ سکوں گا۔ سمندر
بہت وسیع ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میں اڑتے
اڑتے راستہ بھول جاؤں اور ہم بھٹک کر
کسی دوسرے ملک میں جا نکلیں۔ اس لیے
بہتر یہی ہے کہ ہم سمندری جہاز ہی میں
سفر کریں۔"

"جیسے تمہاری مرضی! میرا خیال ہے سمندری
جہاز پندرہ دن کے بعد افریقہ پہنچتا ہے۔"

ناگ بولا: "مجبوری ہے۔ میں سمندر کے اوپر
اڑنے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتا۔ اگر تم کہتے
ہو تو میں اڑنے کو تیار ہوں۔"

لیکن عنبر نے کہا کہ وہ خطرہ مول لینے کی پوزیشن
میں نہیں ہیں۔ جہاز کم از کم انہیں افریقہ تو ضرور
پہنچا دے گا۔ پندرہ دن تک جائیں گے تو کوئی بات
نہیں۔ مختیوسانگ بھی ابھی وہاں پہنچا ہو گا۔

پھر وہ دونوں گوا کی بندرگاہ کی طرف چلے کہ
وہاں جا کر جہاز کے چلنے کا وقت اور دن معلوم کر
سکیں۔ جب وہ مارجیا کے مکان سے نکلے تو وہی
شکاری سردار پھر ان کے پیچھے لگ گیا۔ جب تک وہ
مکان کے اندر رہے شکاری سردار بھی ایک طرف گھوڑے
کے پاس کھڑا ان کا انتظار کرتا رہا تھا۔ وہ بندرگاہ تک
ان کے پیچھے پیچھے گیا۔

عنبر ناگ کو بندرگاہ سے پتہ چلا کہ ایک جہاز تین
دن کے بعد یعنی چوتھے روز صبح صبح گوا کی بندرگاہ
سے ملک افریقہ کی بندرگاہ زنجیبار کی طرف روانہ ہونے
والا ہے۔ عنبر نے ٹکٹ دے کر دو آدمیوں کا کرایہ ادا
کر دیا اور واپس گھر کی طرف لوٹے۔

شکاری سردار بھی تعاقب کر رہا تھا۔ اب اسے
پتہ چل گیا تھا کہ یہ دونوں جادوگر مارجیا کے مکان
میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ وہ گھوڑا دوڑاتا اپنی حویلی میں
آ گیا۔ وہ گوا کے بادشاہ کا خاص سردار تھا اور دو
ہزار فوجی اس کی کمان میں رہتے تھے لیکن یہ سردار
بڑی لالچی طبیعت کا مالک تھا اور چاہتا تھا کہ کسی
طرح سپہ سالار کی جگہ خود براجمان ہو جائے۔ اس کے

پاس ایک خاص جوتشی بھی رہتا تھا۔

سردار نے اپنے جوتشی کو بلا کر ساری بات بتائی
کہ اس طرح شہر میں ایک ایسا آدمی آیا ہے جو عقاب
بن جاتا ہے اور فضا میں اڑتا پھرتا ہے۔ جوتشی نے حیرانی
کا اظہار کیا تو سردار بولا:

"میں دیوتاؤں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں
نے اپنی آنکھوں سے اس شخص کو عقاب سے انسان
بنتے دیکھا ہے۔"

جوتشی نے اسی وقت شہر کا زائچہ بنایا اور اس کو
غور سے دیکھ کر بولا:

"سردار! تم ٹھیک کہتے ہو۔ اس شہر کا زائچہ
مجھے بتا رہا ہے کہ شہر میں ایک غیر معمولی طاقت
والا آدمی داخل ہو چکا ہے۔"

سردار خوش ہو کر بولا:

"میرے دوست! اگر کسی طرح ہم اس انسانی
عقاب کو قابو کر لیں تو اس سے بڑا کام لیا
جا سکتا ہے۔ میں اس کی مدد سے بادشاہ کی
فوج کے سپہ سالار کو ہلاک کروا کر خود اس
کی جگہ حاصل کر سکتا ہوں۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟"

جوتشی ماتھے پر انگلی بجانے لگا۔ بولا:
"سردار! ایسا ہو سکتا ہے۔ میرا مطلب ہے
میں کوشش کر کے دیکھ سکتا ہوں۔ میں
تمہیں ستاروں کے حساب سے کاغذ پر
ایک نقش بنا کر دیتا ہوں۔ یہ نقش تم
اپنے تیر پر باندھ کر اس غیر معمولی طاقت
والے انسان پر اکیلا دیکھ کر چلاؤ گے تو وہ
زخمی ہو کر اپنی اصلی جون میں آ جائے گا۔
پھر تم اسے آسانی سے پکڑ سکو گے۔ تم
اسے پکڑ کر حویلی میں لے آنا۔ اس کے بعد
میں اسے عمل پڑھ کر اپنا غلام بنا لوں گا
اور جو ہم کہیں وہ وہی کرے گا۔"

جوتشی نے ایک نقش لکھ کر سردار کو دے دیا۔
سردار نے اسے اپنے ترکش میں رکھے ایک تیر پر
باندھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اس مکان سے دور
جا کر اس انتظار میں کھڑا ہو گیا کہ عقابی انسان
یعنی ناگ کب باہر آتا ہے تا کہ وہ اس پر تیر
چلا دے۔

اس وقت دوپہر کا وقت تھا۔ ناگ اور عنبر مکان

کے اندر بیٹھے اپنے سفر کے بارے میں باتیں کر رہے
تھے کہ عنبر نے کہا:
"ہمیں بازار چل کر سفر میں کام آنے والی
کچھ ضروری چیزیں خرید لینی چاہئیں۔"
ناگ بولا: "تمہارے جانے کی کیا ضرورت ہے۔
میں خود بازار جا کر خرید لاتا ہوں۔"

چنانچہ ناگ چاندی کے کچھ سکے لے کر مارجیا کے
مکان سے نکل کھڑا ہوا۔ مارجیا کے مکان سے تھوڑی
دور ایک درخت کی اوٹ میں شکاری سردار گھوڑے
پر بیٹھا تھا اور نقش والا تیر اس نے کمان پر
چڑھا رکھا تھا۔ ناگ اتنی تیزی سے مکان سے نکلا کہ
سردار اس پر تیر نہ چلا سکا۔ اس نے ناگ کا تعاقب
شروع کر دیا۔ وہ اس کی ٹانگ پر تیر چلانا چاہتا تھا۔
ناگ ایک نالے کے قریب پہنچا تو سردار نے
نشانہ باندھ کر تیر چلا دیا۔ ناگ کی خوش قسمتی دیکھئے
کہ عین اس وقت نالے سے ایک مینڈک اچھلا تو
ناگ جلدی سے دوسری طرف ہٹ گیا۔ کھٹ سے
پیچھے سے ایک تیر آیا اور زمین میں گڑ گیا۔
ناگ نے جلدی سے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ ایک

گھوڑے پر سوار گھوڑا موڑ کر فرار ہونے کی کوشش
کر رہا تھا۔ ناگ سمجھ گیا کہ یہ کوئی اس کا دشمن ہے
اور اسی نے اسے مارنے کے لیے تیر چلایا تھا۔ ناگ
کو سخت غصہ بھی آیا اور یہ تشویش بھی ہوئی کہ اس
دشمن کا پتہ چلانا چاہیے کہ یہ کون ہے؟

ناگ نے فوراً سانپ کا روپ بدلا اور زمین پر
بجلی کی سی تیزی سے گھوڑے کے پیچھے لپکا۔ سانپ
گھوڑے سے تیز دوڑتا ہے اور یہ ناگ تھا۔ اس
نے بہت جلد گھوڑے کو جا لیا۔ سردار نے ایک
سیاہ سانپ کو دیکھا تو فوراً تیر کمان سنبھالا اور ناگ
پر تیر چلانے لگا۔

ناگ نے اب سیاہ بڑے عقاب کی شکل بدلی
اور سوار کے اوپر آ کر اسے اپنے پنجوں سے اٹھا
لیا اور فضا میں بلند ہوتا گیا۔ سردار کی چیخ نکل گئی
گھوڑا اس کے نیچے سے نکل گیا تھا اور وہ عقاب
کے پنجوں میں لٹکا زمین سے بلند ہو رہا تھا۔

ناگ اسے دبوچے درختوں کے اوپر سے ہوتا ہوا
ایک ویران جگہ پر آ گیا۔ یہاں اس نے سردار کو
زمین پر رکھ دیا۔ سردار تھر تھر کانپ رہا تھا کہ وہ

جادوگر کے پنجے میں پھنس چکا ہے۔ خدا جانے اب یہ
اس کے ساتھ کیا سلوک کرے۔

ناگ نے ایک دم سے انسانی شکل اختیار کر
لی۔ سردار سکتے میں آ گیا۔

ناگ نے مسکرا کر کہا:

"تم نے مجھ پر تیر کیوں چلایا تھا بھائی؟"

سردار نے ہاتھ باندھ کر عرض کی:

"مہاراج! آپ جتی ستی جوگی ہیں۔ آپ کے جادو
کے سامنے میں بے بس ہوں۔ مجھے معاف کر
دیں۔ مجھ سے بھول ہو گئی۔"

پھر سردار نے ناگ کو ساری بات بیان کر دی کہ
اس نے ایسا کیوں کیا تھا۔

ناگ نے سردار کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"بھائی! دنیا میں رہ کر جو انسان لالچ کرتا
ہے اس کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے تم
بادشاہ کے سردار ہو۔ یہی تمہارے لیے کافی
ہے۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ کسی کو ناحق
مارنے کا خیال دل سے نکال دو۔ جو دوسروں
کے لیے گڑھا کھودتا ہے پہلے خود اس میں

کرتا ہے۔ جاؤ۔ میں بھی تمہیں معاف کرتا ہوں
آئندہ کبھی میرا پیچھا نہ کرنا۔ نہیں تو سخت
نقصان اٹھاؤ گے۔"

سردار نے ہاتھ باندھ کر کہا:

"مہاراج! میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی کسی
کو تنگ نہیں کروں گا۔ آپ نے میرا دل
روشن کر دیا ہے۔ آپ کی باتوں کا میرے
دل پر بہت اثر ہوا ہے۔ مجھے معاف کر
دیں۔ لیکن اب ایک کام بھی کر دیں۔"

ناگ نے پوچھا:

"وہ کیا کام ہے؟"

سردار بولا: "میری ایک بہن ہے جس کو ایسی
بیماری لگ گئی ہے کہ اس کے جسم پر بڑے
بڑے آبلے پڑ گئے ہیں۔ وہ ایک عرصے سے
بستر پر پڑی ہے۔ درد کے مارے اس کا برا
حال ہے۔ نہ اٹھ سکتی ہے نہ چل سکتی ہے
اس کے بڑے علاج کرائے مگر کوئی آرام نہیں
آیا۔ اگر آپ جادو سے اس کا علاج کر دیں
تو میں ساری زندگی آپ کو دعائیں دوں گا۔"

ناگ بولا: "مجھے اس کے پاس لے چلو۔ میں
چل کر پہلے اسے دیکھوں گا۔"

سردار نے ناگ کو ساتھ لیا اور شہر میں اپنی بہن
کے گھر آ گیا۔ اس کی بڑی بہن بستر پر پڑی کراہ رہی
تھی۔ ناگ نے دیکھا کہ اس کے جسم پر بڑے بڑے آبلے
پڑے تھے اور وہ درد سے چلا رہی تھی۔ ناگ نے
سردار سے کہا:

"تم سب لوگ کمرے سے باہر چلے جاؤ۔ میں
اکیلے میں اس کا علاج کروں گا۔"

سردار اور اس کی بہن کا خاوند اور بچے کمرے سے
چلے گئے۔

سردار کی بہن کا درد سے برا حال ہو رہا تھا۔ اس
کی آنکھیں بند تھیں۔ ناگ نے اسے تسلی دی۔ اور ایک
سیکنڈ میں سانپ کی شکل میں آ گیا۔ سردار کی بہن کی
آنکھیں بند تھیں وہ اسے نہ دیکھ سکی۔ ناگ فوراً عورت
کے پاؤں کی طرف آ گیا اور اس نے اس کے ایک
پاؤں پر ڈس دیا۔

ڈسنے کے ساتھ ہی عورت کے حلق سے ایک چیخ
بلند ہوئی۔ ناگ نے فوراً انسانی شکل بدل لی اور عورت سے

عورت کے چہرے کو تکنے لگا۔ عورت نے آنکھیں کھول
دیں۔ اس کا درد کم ہو گیا تھا۔ ناگ کے زہر نے
عورت کے جسم میں پھیلے ہوئے زہر کو ختم کرنا شروع کر
دیا تھا۔ ناگ نے عورت کے بھائی سردار اور اس
کے خاوند اور بچوں کو کمرے میں بلا لیا۔ سب نے دیکھ
کر عورت کے چہرے پر درد کی تکلیف نہیں تھی۔ اس
کے جسم کے آبلے پھٹ کر بہنے لگے تھے۔

ناگ نے کپڑا اور گرم پانی منگوا کر اس کے جسم
کے آبلے صاف کرنے شروع کر دیئے۔ تھوڑی ہی دیر
میں عورت بالکل ٹھیک ہو گئی۔

سردار اور عورت کا خاوند تو ناگ کے آگے سجدے
میں گر پڑے۔

ناگ نے انہیں اٹھایا اور کہا:

"سجدہ صرف خدا کے آگے کیا جاتا ہے۔ خبردار
کبھی کسی انسان یا پتھر کے بت کو سجدہ نہ
کرنا۔ نہیں تو پھر کسی مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔"

ناگ یہ کہہ کر سردار کی بہن کے گھر سے واپس آگیا۔
بازار میں جا کر اس نے کچھ نئے کپڑے، جوتے،
ایک تھیلا اور دو چاقو خریدے اور عنبر کو آ کر سارا

واقعہ سنایا۔ عنبر یہ سن کر ہنسنے لگا۔ شام کو سردار ناگ کی
خدمت میں پیش کرنے کے لیے تحفے لے کر آ گیا۔

مارجیا نے پوچھا:

"یہ کیسے تحفے ہیں؟"

ناگ نے ہنس کر کہا:

"یہ تمہارے لیے ہیں مارجیا بہن۔"

ناگ نے سردار کو خاص طور پر منع کر رکھا تھا کہ
وہ اس کی خفیہ طاقت کے راز کا ذکر کسی سے نہ کرے
اس نے مارجیا سے کہا:

"بیٹی! انہوں نے میری بہن کا علاج کر کے اسے
صحت مند کر دیا ہے۔ میں ان کی خدمت میں
یہ معمولی سے تحفے لایا ہوں۔"

"ناگ بولا: "میری جانب سے یہ تحفے ہماری بہن
مارجیا کو دے دو۔"

ناگ نے سارے تحفے مارجیا کو دے دیئے۔

یونہی جب وہاں رہتے تین روز گزر گئے تو چوتھے
دن صبح صبح عنبر اور ناگ نے مارجیا سے اجازت لی
اور بندرگاہ پر آ گئے۔

بندرگاہ پر سمندری جہاز تیار کھڑا تھا۔ عنبر ناگ بھی

دوسرے مسافروں کے ساتھ اس پر سوار ہو گئے۔ سورج نکلنے سے پہلے پہلے جہاز نے لنگر اٹھا دیا۔ ہوا تیز چل رہی تھی۔ جہاز کے بادبان کھول دیئے گئے اور اس نے سمندر میں افریقہ کی طرف سفر شروع کر دیا۔

○

اب ہم ننھیوسانگ کی طرف چلتے ہیں۔

حبشی سوداگر ماریا بلی کو پنجرے میں بند اپنے ساتھ لے کر سمندری جہاز میں سفر کرتا ملک افریقہ کے بندرگاہ شہر زنجباز پہنچ گیا تھا۔ زنجبار شہر کے باہر دریا کے کنارے ایک خوبصورت باغ میں اس کی شاندار حویلی تھی۔ جہاں خدمت کے لیے نوکر چاکر موجود تھے۔

حبشی سوداگر نے ماریا بلی کے گلے میں ریشمی پٹہ ڈال کر اسے اپنے خاص باغیچے میں سنہری مچھلیوں والے حوض کے کنارے باندھ دیا۔ یہاں اس نے ماریا بلی کے لیے لکڑی کا ایک چھوٹا سا ڈبہ بنایا جس میں ماریا بلی کے لیے گدیلے بچھا دیئے۔ وہ روز ماریا بلی کو خود دُودھ پلاتا۔ اسے مچھلیاں بھی کھلاتا۔ ماریا چونکہ بلی بن گئی تھی اس لیے اسے بھوک بھی لگتی تھی۔ مگر وہ اس خیال

ے ہر وقت پریشان رہتی کہ وہ گوا شہر سے اتنی دور آ گئی ہے خدا جانے اب ننھیوسانگ عنبر اور ناگ اس کے پاس پہنچ بھی سکیں گے یا نہیں؟

دوسرے جہاز پر ننھیوسانگ بھی اس شہر میں پہنچ گیا۔ نورانی لڑکی کی یاقوتی انگوٹھی اس کی انگلی میں تھی مگر اسے ماریا کو خود ہی تلاش کرنا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ نورانی لڑکی نے ماریا کے بارے میں اس کو جتنا بتانا تھا بتا دیا تھا۔ اس نے ننھیوسانگ سے یہی کہا تھا کہ اریا زنجبار کے شہر میں کسی حبشی سوداگر کے پاس ہے۔ ننھیوسانگ شہر کی ایک سرائے میں اتر پڑا۔

اب اس نے یہ معلوم کیا کہ شہر میں کتنے سوداگر یں۔ اسے پتہ چلا کہ شہر زنجبار میں کل دس سوداگر یں جو اپنا مال لے کر ہندوستان کی طرف سال میں ایک ر جاتے ہیں۔ ننھیوسانگ نے باری باری ان سب سے واقاتیں کیں مگر اسے ماریا کا کوئی سراغ نہ ملا۔

ایک روز وہ اس حبشی سوداگر سے ملنے اس کی ویلی میں آ گیا۔ جہاں باغیچے کے حوض کے پاس اپنے بے میں ماریا بلی بیٹھی تھی۔ ماریا نے ننھیوسانگ کو دیکھا زور زور سے میاؤں میاؤں کرنے لگی۔

حبشی سوداگر نے اپنے نوکر سے کہا:

"اس کو بھوک لگی ہے۔ اسے مچھلیاں کھلاؤ۔"

اور تھیوسانگ کو لے کر کمرے میں آ گیا۔ اس نے تھیوسانگ سے پوچھا کہ وہ کس سلسلے میں اس سے ملنا چاہتا ہے۔

تھیوسانگ بولا:

"میں تجارت کے سلسلے میں آپ سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔"

تھیوسانگ نے یونہی ادھر اُدھر کی باتیں شروع کر دیں۔ اس دوران وہ مکان کا جائزہ لیتا رہا۔ حبشی سوداگر کی کسی بات سے اسے یہ معلوم نہ ہوا کہ ماریا وہاں موجود ہے۔ تھیوسانگ ناامید ہو کر اٹھا اور کمرے سے باہر آ گیا۔ حبشی سوداگر اسے چھوڑنے باغ کے دروازے تک آیا۔ تھیوسانگ کو دیکھ کر ماریا بلی نے پھر چلانا شروع کر دیا۔ وہ اصل میں تھیوسانگ کو آوازیں دے رہی تھی مگر اس کی زبان کوئی نہیں سمجھتا تھا۔

تھیوسانگ نے بلی کی طرف دیکھ کر کہا:

"یہ بلی بہت شور مچاتی ہے۔ کیا بات ہے؟"

حبشی سوداگر بولا:

"کم بختوں نے اسے کچھ کھلایا نہیں ہو گا بھوکی ہو تو یہ بہت شور مچاتی ہے۔"

"اچھا تو پھر اجازت دیجیے۔"

تھیوسانگ نے حبشی سوداگر سے ہاتھ ملایا اور وہاں سے چلا گیا۔

اسے جاتا دیکھ کر ماریا بلی اچھلنے لگی۔ وہ زنجیر تڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ حبشی سوداگر اس کے پاس آ گیا۔ وہ نوکروں پر برسنے لگا کہ انہوں نے بلی کو بھوکا کیوں رکھا ہے۔ نوکروں نے کہا کہ ہم نے اسے ابھی ابھی مچھلیاں کھلائی ہیں۔

ماریا بلی چپ ہو گئی۔ اس نے ایک منصوبہ بنا لیا تھا۔ حبشی سوداگر نے بلی کو خاموش دیکھ کر اسے پیار کیا اور اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ نوکر بھی اپنے اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔

اب ماریا بلی نے اپنی پوری طاقت صرف کر کے اتنی زور سے جھٹکا دیا کہ اس کی زنجیر ٹوٹ گئی۔ زنجیر کے ٹوٹتے ہی ماریا بلی اچھل کر باغیچے کی دیوار کی طرف بھاگی۔ نوکر شور مچاتے اس کے پیچھے دوڑے۔ ماریا بلی دیوار کے پاس ایک درخت پر چڑھ گئی۔ یہاں سے اس نے

دیوار کے اوپر چھلانگ لگائی اور دوسری طرف کود گئی۔

حویلی میں حبشی سوداگر کو پتہ چلا تو وہ نوکر لے کر بلی کے پیچھے دوڑ پڑا۔ مگر ماریا بلی چیتے کی رفتار کے ساتھ چھلانگیں لگاتی دریا کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔ دیکھتے دیکھتے وہ ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ ماریا بلی دریا کنارے اُگی ہوئی جھاڑیوں میں دوڑتی ایک سڑک پر آ گئی۔

سڑک پار کر کے وہ شہر کی طرف بھاگنے لگی۔

ماریا بلی کو معلوم تھا کہ تھیوسانگ ضرور کسی سرائے ہی میں ٹھہرا ہو گا۔ وہ بھاگی چلی جا رہی تھی۔ لوگ آ جا رہے تھے۔ کسی نے بلی کی طرف توجہ نہ دی۔ بلیاں شہر میں ادھر اُدھر دوڑا ہی کرتی تھیں۔ ماریا دوڑتے دوڑتے شہر کے ایک بارونق بازار میں آ گئی۔ دور اس نے ایک جگہ چھوٹے سے میدان میں اونٹوں اور گھوڑوں کو دیکھا اسے یقین ہو گیا کہ یہی سرائے ہے۔

ماریا سرائے کی طرف دوڑی۔ ماریا کا اندازہ درست تھا۔ تھیوسانگ اسی سرائے میں ٹھہرا ہوا تھا۔ مگر اس وقت وہ سرائے میں نہیں تھا بلکہ شہر میں ماریا کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ ماریا بلی سرائے کے احاطے میں داخل

ہو گئی۔ اسے دیکھ کر ایک کُتا اس کی طرف بھونکتا ہوا دوڑا۔ ماریا لپک کر ایک کوٹھڑی میں گھس گئی۔

کوٹھڑی میں اس وقت ایک ایسا حبشی بیٹھا ہانڈی میں بکری کا دودھ دھو رہا تھا جو دُور دراز افریقہ کے ایک گاؤں میں رہتا تھا اور شہر میں اپنی بھیڑ بکریاں فروخت کرنے آیا تھا۔ اس نے ایک نیلی آنکھوں والی خوبصورت بلی کو کوٹھڑی میں گھستے دیکھا تو اس نے سوچا کہ وہ اسے اپنے گاؤں کے قبیلے کے سردار کے پاس فروخت کر کے سونے کے سو سکے کما سکتا ہے۔ اس کے جنگلی گاؤں کے قبیلے کے سردار کو پرندے اور جانور پالنے کا بڑا شوق تھا۔

حبشی نے وہیں مٹی کے ایک پیالے میں دودھ ڈال کر بلی کی طرف بڑھایا۔ ماریا بلی قدرتی طور پر دودھ دیکھ کر اس کی طرف لپکی اور دودھ پینے لگی۔ حبشی نے جھپٹ کر بلی کو قابو میں کر لیا اور ایک تھیلے میں بند کر کے کونے میں رکھی اور کوٹھڑی بند کر کے چلا گیا۔

شام کو وہ آیا اور بلی والا تھیلا اپنی خچر پر ڈال کر اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا۔

دوسری طرف مجیتوسانگ جب ماریا کی تلاش سے تھک گیا تو اس نے مجبور ہو کر یاقوتی انگوٹھی کو رگڑا اد نورانی لڑکی کے ظاہر ہوتے ہی اس سے مدد کی درخواست کی۔ نورانی لڑکی کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔ اس نے کہا:

"میں ماریا کے بارے میں تمہیں آخری بار صرف اتنا بتا رہی ہوں کہ ماریا بلی کی شکل میں ہے اور اسے ایک حبشی ساتھ لے کر جنوب کی طرف گیا ہے۔"

نورانی لڑکی غائب ہو گئی۔

تھیوسانگ کے لیے اتنی معلومات ہی بہت تھیں۔ وہ یہ سن کر دنگ رہ گیا اور اسے افسوس بھی ہوا کہ ماریا کو طلسم کے زور سے بلی بنا دیا گیا تھا۔ خدا جانے بے چاری پر کیا بیت رہی ہو گی۔

اس نے سرائے سے ہی ایک مضبوط گھوڑا اور کچھ ضروری سامان خریدا اور جنوب کے جنگلوں کی طرف روانہ ہو گیا۔

ادھر مجیتوسانگ افریقہ کے وسطی یعنی درمیانی علاقے کے جنگلوں کی طرف چلا تو دوسری طرف عنبر اور ناگ بھی اپنے جہاز میں سفر کرتے ہوئے افریقہ کی بندرگاہ

زنجبار پہنچ گئے۔ یہاں کی فضا میں نہ تھیوسانگ کی خوشبو تھی نہ ماریا کی۔ کئی روز وہ ان دنوں کو ڈھونڈتے پھرے۔ انہیں جگہ جگہ تلاش کیا لیکن ناکام رہے۔ آخر تھک ہار کر وہ سرائے کے برآمدے میں بیٹھ گئے۔

ناگ بولا: "کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ دونوں کہاں گم ہو گئے ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"تم اپنے کسی سانپ سے مشورہ کیوں نہیں لیتے؟ ہو سکتا ہے وہ ماریا کے بارے میں کچھ بتا دے۔"

ناگ مسکرایا اور کہا:

"بھلا کسی سانپ کو ماریا کے بارے میں کیا علم ہو سکتا ہے۔ ماریا جہاں کہیں بھی ہوگی زمین کے اوپر ہو گی۔ عام سانپ تو زمین کے اندر کے حالات بتاتے ہیں۔"

یہ سرائے کافی بڑی تھی۔ کوٹھڑیوں کی قطار دور تک چلی گئی تھی۔ ناگ اور عنبر کچھ دیر تو وہاں بیٹھے رہے۔ پھر اٹھ کر برآمدے میں کوٹھڑیوں کے آگے سے گزرنے لگے۔ وہ سرائے کے دوسرے دروازے

سے نکل کر باغ والے تالاب پر جا کر نہانا چاہتے
تھے۔ وہ ایک کوٹھڑی کے قریب سے گزرے تو
انہیں اچانک تھیوسانگ کی خوشبو آئی۔ دونوں رُک
گئے۔

انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ دونوں نے تھیوسانگ
کی خوشبو سونگھ لی تھی۔ وہ لپک کر کوٹھڑی میں گئے۔
کوٹھڑی خالی پڑی تھی۔

ناگ بولا:

"لگتا ہے تھیوسانگ اسی کوٹھڑی میں ٹھہرا تھا۔"

عنبر نے کہا:

"مگر یہ خوشبو کوٹھڑی کے اندر ہی ہے
باہر نہیں ہے۔ ہم کبھی بھی یہ معلوم نہیں
کر سکتے کہ تھیوسانگ یہاں سے کدھر گیا تھا۔"

ناگ نے کہا:

"عنبر! ایک بات تو ثابت ہو گئی ہے
کہ تھیوسانگ یہاں آیا تھا۔ اب ظاہر
ہے وہ ماریا کی تلاش میں آگے ہی
گیا ہو گا۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ
ہمیں بھی افریقہ میں آگے چل کر کچھ

دُور سفر کرنا چاہیے۔ ممکن ہے ہمیں
ماریا اور تھیوسانگ کا کوئی سُراغ
مل جائے۔"

عنبر سوچ میں پڑ گیا۔

O

ماریا بتی

ناگ کا خیال اسے پسند آیا۔

انہوں نے بھی وہاں سے دو گھوڑے خریدے، ان پر ضروری سامان لادا اور افریقہ کے وسطی جنگل کی طرف سفر شروع کر دیا۔

ان دونوں سے ایک دن اور ایک رات کے فاصلے پر تھیوسانگ سفر کر رہا تھا۔ وہ اکیلا چلا جا رہا تھا۔ راستے میں ایک دریا آ گیا۔ یہ جنگلی دریا تھا۔ نہ وہاں کوئی گھاٹ تھا نہ کشتی تھی۔ تھیوسانگ نے خدا کا نام لے کر گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا۔ گھوڑا دریا میں کمر تک ڈوب گیا مگر وہ تیرنے لگا۔ تھیوسانگ بھی کمر تک دریا کے پانی میں ڈوبا ہوا تھا۔ دریا کے بیچ میں پہنچا تو گھوڑا ذرا سا اچھلا۔ تھیوسانگ نے زور سے باگ کو کھینچا تو اس کی انگلی سے نورانی لڑکی کی

یاقوتی انگوٹھی نکل کر دریا میں گر پڑی۔

تھیوسانگ پریشان ہو گیا۔ وہ انگوٹھی کو پکڑ بھی نہ سکا۔ دریا گہرا تھا۔ انگوٹھی پانی میں گرتے ہی غائب ہو گئی اور دریا کی لہریں گھوڑے کو بہاتے ایک طرف لے گئیں۔ کھیل ختم ہو گیا تھا۔ وہ انگوٹھی کو اتنے بڑے دریا میں کہاں ڈھونڈ سکتا تھا۔ لاچار صبر کر کے گھوڑے پر بیٹھا رہا۔

گھوڑے نے بڑی جان جوکھوں سے دریا کو پار کیا اور دوسرے کنارے پر چڑھ کر ہانپنے لگا۔ تھیوسانگ نیچے اتر پڑا۔ اس نے اپنی خالی انگلی کو دیکھا۔ انگوٹھی نہیں تھی۔ پھر دریا کی طرف دیکھا جس نے اس کی قیمتی انگوٹھی نگل لی تھی۔ وہ کیا کر سکتا تھا۔ بس خاموش رہا۔ گھوڑے پر بے دلی سے سوار ہوا اور جنگل کے ساتھ ساتھ جانے والے کچے راستے پر اپنا سفر پھر سے شروع کر دیا۔

ویسے اسے انگوٹھی کے گم ہو جانے کا بہت غم ہوا۔ اس کے پیچھے پیچھے مگر بہت زیادہ فاصلے پر عنبر اور ناگ بھی گھوڑوں پر سفر کرتے چلے آ رہے تھے۔ دو روز کے سفر کے بعد وہ

ایک قصبے میں پہنچے جس دریا میں چھیوسانگ کی انگوٹھی
گری تھی۔ یہاں ایک حویلی کے باہر انہوں نے گھوڑے
باندھے اور خود سامنے باغ میں لیٹ کر آرام کرنے لگے۔
اتنے میں ایک چھابڑی والا مچھلی بیچتا ادھر آگیا۔
اس کی چھابڑی میں بھنی ہوئی سالم مچھلیاں پڑی تھیں
اور مسالوں کی بڑی تیز خوشبو اٹھ رہی تھی۔
ناگ نے کہا:
"عنبر بھائی! کیوں نہ آج بھنی ہوئی مچھلی
اڑائی جائے۔"
عنبر نے پھیری والے کو پاس بلا لیا۔
پھیری والے نے کہا:
"صاب! یہ اس دریا کی مچھلی ہے۔ صبح پکڑ کر
سالم کی سالم بھون کر بیچتا ہوں۔ اسے بالکل
نہیں کاٹتا۔"
عنبر نے دو سالم مچھلیاں لے کر اسے پیسے دے دیئے۔
ناگ نے اپنے حصے کی مچھلی کو ہاتھ سے توڑا تو
اس کے اندر سے یاقوت کے سرخ نگینے والی ایک
چمکیلی انگوٹھی باہر نکل کر گر پڑی۔ وہ حیران ہو کر بولا:
"عنبر! یہ انگوٹھی اس مچھلی کے پیٹ سے

نکلی ہے۔"
عنبر انگوٹھی کو اٹھا کر غور سے دیکھنے لگا:
"یہ تو اصلی یاقوت ہے۔ بڑی قیمتی انگوٹھی
ہے۔ مگر یہ اس مچھلی کے پیٹ میں کہاں
سے آ گئی؟"
ناگ بولا: "ایسے معلوم ہوتا ہے کہ دریا میں
سفر کرتے ہوئے کسی سوداگر کی انگلی سے پھسل
کر گر پڑی ہو گی اور دریا میں اس مچھلی
نے نگل لی۔"
ایسا ہی ہوا تھا۔ چھیوسانگ کی انگلی سے جب یاقوتی
انگوٹھی پھسل کر دریا میں گری تو نیچے یہ مچھلی چل پھر
رہی تھی۔ اس نے اوپر سے کوئی چھوٹی سی شے نیچے
آتی دیکھی تو اپنی عادت سے مجبور ہو کر فوراً اسے
نگل لیا۔
یہ انگوٹھی چھیوسانگ ہی کی تھی۔ عنبر ناگ کو چھیوسانگ
کی انگوٹھی تو مل گئی تھی مگر انہیں یہ معلوم نہیں تھا
کہ یہ چھیوسانگ ہی کی انگوٹھی ہے۔ بہرحال چونکہ وہ
ایک انمول اور نایاب انگوٹھی تھی اس لیے عنبر نے
اسے اپنی انگلی میں ڈال لیا۔ جونہی اس نے انگلی کو

منہ کے قریب کیا اسے انگوٹھی میں سے مانوس خوشبو آئی:

عنبر نے جلدی سے انگوٹھی کو سونگھا اور چلایا:

"ناگ! یہ تھیوسانگ کی انگوٹھی ہے۔"

ناگ نے فوراً انگوٹھی کو پکڑ کر سونگھا:

"ہاں ہاں۔ اس میں سے تو تھیوسانگ کی خوشبو آ رہی ہے۔"

عنبر بولا: "اس کا مطلب ہے کہ تھیوسانگ ابھی دریا کو پار کر کے آگے گیا ہے۔ دریا پار کرتے وقت کسی وجہ سے یہ انگوٹھی اس کی انگلی سے پھسل کر دریا میں جا گری ہو گی اور اسے اس مچھلی نے نگل لیا ہو گا جس کو ہم نے پھیری والے سے خریدا تھا۔"

ناگ بولا: "عنبر! ہمیں دریا پار کر کے آگے چلنا چاہیے۔ تھیوسانگ زیادہ دور نہیں گیا ہو گا۔"

عنبر نے حساب لگا کر بتایا:

"پھیری والے نے یہ مچھلی صبح جال ڈال کر پکڑی تھی اور اب دوپہر کے بعد کا وقت

ہے۔ لیکن یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ مچھلی نے کب یہ انگوٹھی نگلی تھی۔ ہو سکتا ہے اس نے دو تین روز یا ایک ہفتہ پہلے انگوٹھی نگلی ہو۔ بہرحال ہمیں یہ تو پتہ چل گیا ہے کہ تھیوسانگ ادھر ہی کو گیا ہے۔ ہمیں دریا پار کر کے اپنے سفر کو جاری رکھنا چاہیے۔"

ناگ بولا: "اگر تھیوسانگ اس طرف جا رہا ہے تو یقیناً اسے کسی جگہ سے ماریا کا سراغ مل گیا ہو گا ورنہ اسے ان جنگلوں کی طرف جانے کی کیا ضرورت تھی؟"

تھوڑی دیر بعد عنبر اور ناگ، گھوڑوں پر سوار دریا پار کر رہے تھے۔

دریا پار کرنے کے بعد انہوں نے بھی اسی سڑک پر چلنا شروع کیا جس پر سے گذر کر تھیوسانگ گیا تھا۔

حبشی ماریا بلی کو تھیلے میں بند کر کے بہت دن پہلے اپنے گاؤں پہنچ گیا تھا۔ یہ گاؤں افریقہ کے جنگل میں ایک جھیل کے کنارے آباد تھا۔ اس

گاؤں پر ایک سردار حکومت کرتا تھا۔ حبشی نے ماریا بلی اسے جا کر دکھائی تو وہ بڑا خوش ہوا اور اس نے حبشی کو انعام دیا اور بلی اس سے لے کر اپنے چڑیا گھر کے ایک پنجرے میں بند کر دی۔

ایک روز اس سردار کے پاس گھرے جنگل میں سے ایک جادوگر حبشی اس سے ملنے آیا۔ یہ جادوگر حبشی انسانی ہڈیوں کو زمین پر پھینک کر جادو کے ذریعے لوگوں کو ان کی آنے والی زندگی اور ان کی مصیبتوں کے بارے میں بتایا کرتا تھا۔ اس قسم کے جادوگر افریقہ میں آج بھی پائے جاتے ہیں اور آج کل ان کو وِچ ڈاکٹر کہتے ہیں۔

یہ جادوگر اس زمانے میں بھی اتنے ماہر جادوگر نہیں ہوتے تھے۔ بس ٹونا ٹوٹکا کر لیا کرتے تھے یہ حبشی جادوگر جو گاؤں کے سردار یا مکھیا کو ملنے آیا تھا یہ بھی کوئی زیادہ تجربہ کار جادوگر نہیں تھا۔ لیکن وہ ایسی چیزوں کو پہچان لیتا تھا جن پر جادو کیا گیا ہو۔ چنانچہ اس نے سردار کے چڑیا گھر میں ماریا بلی کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ اس بلی پر کسی نے جادو کیا ہوا ہے۔ اسے یہ

معلوم نہ ہوا کہ یہ اصل میں ایک عورت ہے اور اسے جادو کے زور سے بلی بنا دیا گیا ہے۔ وہ یہی سمجھتا رہا کہ یہ بلی جادو کے اثر میں ہے۔ ایسی بلی اس کے بڑے کام آ سکتی تھی۔ چنانچہ اس نے سردار سے وہ بلی لے لی۔ سردار ان جنگلی جادوگروں سے بہت ڈرتا تھا۔ وہ انکار نہ کر سکا اور ماریا بلی اس کے حوالے کر دی۔

جنگلی جادوگر ماریا بلی کو بوری میں بند کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔

یہ جنگلی جادوگر ایک ایسے گھنے جنگل میں رہتا تھا جو بڑا خطرناک جنگل تھا۔ جہاں قدم قدم پر زہریلے سانپ اور بچھو رینگتے تھے اور آدم خور قبیلے آباد تھے۔ یہ لوگ کسی بھی باہر کے آدمی کو دیکھتے ہی پکڑ لیتے اور بھون کر کھا جاتے۔ کبھی کبھی وہ دوسرے قبیلے کے آدمی کو بھی اٹھا کر لے جاتے تھے۔

جنگلی جادوگر اپنے آدم خور قبیلے میں آ گیا۔ اس نے ماریا بلی کو اپنی جھونپڑی میں رسی سے باندھا اور ہڈیوں کو فرش پر پھینک کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنے لگا کہ اس پر کس قسم کا جادو کیا گیا ہے۔

چونکہ ناتجربہ کار جادوگر تھا اس لیے اس کی سمجھ میں
کچھ نہ آ سکا۔ بہرحال اس نے ماریا بلی کو اپنے
پاس ہی رکھا۔

ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ جنگلی جادوگر کے آدم
خور قبیلے کے آدمی جھیل پار والے دشمن قبیلے کے
ایک ایسے نوجوان کو اٹھا کر لے آئے جو جانوروں اور
پرندوں کی بولی سمجھتا تھا۔ اس دشمن قبیلے کے نوجوان
کو آدم خور قبیلے والوں نے جنگلی جادوگر کے حوالے
کیا اور کہا کہ اس کو ہم کل صبح بھون کر کھائیں گے
تم آج کی رات اس پر دیوتا کے اشلوک پڑھ کر
پھونکو تاکہ یہ ہمیں آسانی سے ہضم ہو جائے اور
ہمارے پیٹ میں جا کر ہمیں پریشان نہ کرے۔

نوجوان بڑا بھولا بھالا تھا مگر اس کی آنکھیں بڑی
روشن تھیں۔ رسیوں سے اس کی مشکیں کس دی گئی
تھیں۔ جنگلی جادوگر اسے اپنی جھونپڑی میں لے آیا۔
یہاں اسے بانس کے کھمبے کے ساتھ رسّی سے باندھ دیا
گیا۔ اور جنگلی جادوگر نے اشلوک پڑھ کر اس پر پھونکنے
شروع کر دیئے۔

ماریا بلی بھی اسی جھونپڑی میں ایک طرف بندھی

ہوئی تھی۔ بے چاری کمزور ہو رہی تھی۔ پریشان تھی۔
سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی۔ اتنے میں جھونپڑی کے
باہر ایک کوّے نے کائیں کائیں شروع کر دی۔ نوجوان
جنگلی قیدی نے بھی منہ سے کائیں کائیں کی عجیب
سی آواز نکالی۔

ماریا کے کان کھڑے ہو گئے۔ کیوں کہ صرف ماریا
بلی ہی کو پتہ چل سکا تھا کہ اس قیدی نوجوان
نے باہر والے کوّے سے اس کی زبان میں کہا تھا:
"میرے باپ کو کہو کہ میں یہاں قید ہوں۔"

ماریا یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ یہ نوجوان پرندوں
کی زبان بول سکتا تھا۔ اگر یہ پرندوں کی زبان بول
سکتا ہے تو جانوروں کی بولی بھی سمجھتا ہو گا۔ ماریا نے
فوراً بلی کی طرح میاؤں میاؤں کر کے نوجوان سے کہا:
"کیا تم بلی کی زبان بھی جانتے ہو؟"

نوجوان نے چونک کر بلی کی طرف دیکھا۔ اس نے
بھی منہ سے بلی کی آواز نکالی اور ماریا سے کہا:
"ہاں۔ میں تمہاری زبان بھی جانتا ہوں۔ کہو
تم مجھ سے کیا کہنا چاہتی ہو؟"

اس پر جنگلی جادوگر نے خنجر نکال [illegible]

میں کہا:
"اگر اب تم نے کوّے یا بلی کی آواز نکالی تو
میں تمہیں اسی جگہ ہلاک کر دوں گا۔"
نوجوان خاموش ہو گیا۔
جنگلی جادوگر بالکل نہ سمجھ سکا کہ یہ نوجوان کوّے
اور بلی سے اس کی زبان میں باتیں کر رہا تھا۔ وہ
یہی سمجھا کہ یہ کوّے بلی کی آوازیں نکال کر اس کو
پریشان کرنا چاہتا ہے۔ شام تک جنگلی جادوگر نوجوان
پر اشلوک پڑھ پڑھ کر دم کرتا رہا۔ پھر وہ جھونپڑی
کو باہر سے بند کر کے چلا گیا۔ ویسے بھی نوجوان
کی نہ صرف مشکیں کسی ہوئی تھیں بلکہ اس کی ٹانگ
بھی رسی سے بندھی تھی۔ جب جنگلی جادوگر چلا گیا تو
نوجوان نے ماریا بلی کی طرف دیکھ کر کہا:
"تم مجھے کیا کہنا چاہتی تھیں؟ میں تمہاری
زبان سمجھتا ہوں۔ بلکہ میں سارے چرندوں
پرندوں اور جانوروں کی بولی سمجھ لیتا ہوں۔"
ماریا بلی نے کہا:
"تو میری بات غور سے سنو۔ میں بلی نہیں
ہوں۔ مجھے جادو کے زور سے بلی بنایا

گیا ہے۔ میں ایک لڑکی ہوں اور میرا
نام ماریا ہے۔"
قیدی نوجوان کچھ بوکھلا سا گیا۔
"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ کیا سچ مچ تم لڑکی ہو؟"
ماریا بلی بولی:
"ہاں۔ اگر مجھ پر کیا گیا جادو ٹوٹ گیا
تو تم اپنی آنکھوں سے مجھے ایک نیلی آنکھوں
اور سنہری بالوں والی لڑکی کے روپ میں
دیکھ لو گے۔"
قیدی نوجوان کہنے لگا:
"یہ تو بعد میں دیکھوں گا۔ لیکن اس
وقت تو میری جان پر بنی ہے۔ یہ ہمارا
دشمن آدم خور قبیلہ ہے۔ یہ لوگ مجھے صبح
صبح بھون کر کھا جائیں گے۔ میں رسیوں میں
بندھا ہوں۔ کیا تم کوشش کر کے میری رسیاں
کاٹ سکتی ہو؟"
ماریا بلی نے کہا:
"اگرچہ میں خود رسی سے بندھی ہوں مگر میں
کوشش ضرور کروں گی۔"

ماریا بلی نے چند قدم چل کر دیکھا کہ اس کے گلے میں بندھی ہوئی رسی اتنی لمبی ضرور تھی کہ وہ قیدی نوجوان تک پہنچ سکے۔ چنانچہ اس نے اپنے دانتوں سے قیدی نوجوان کی رسیاں کترنی شروع کر دیں۔ تھوڑی دیر بعد قیدی نوجوان کی رسیاں کٹ چکی تھیں وہ آزاد تھا مگر ابھی جھونپڑی میں قید تھا۔

ماریا بلی نے کہا:

"میں بھی یہاں نہیں رہوں گی۔ تم مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔"

قیدی نوجوان بولا:

"پہلے مجھے سوچنے دو کہ یہاں سے کیسے فرار ہو سکوں گا۔"

ماریا بلی نے اپنی رسی بھی دانتوں سے کاٹ ڈالی۔ اس سے پہلے اس کا وہاں سے فرار ہونے کا کوئی ارادہ نہیں تھا مگر اب وہ ان آدم خوروں کے پاس نہیں رہنا چاہتی تھی۔ کچھ پتہ نہیں تھا کہ یہ کب اسے بھی بھون کر ہڑپ کر جائیں۔ قیدی نوجوان نے جھونپڑی کے دروازے کی درز میں سے باہر دیکھا۔ پھر پیچھے ہٹ کر بولا:

"جھونپڑی سے چند گز کے فاصلے پر پہرہ لگا ہے ایک آدم خور نیزہ لیے کھڑا ہے۔"

پھر اس نے جھونپڑی کی پچھلی دیوار میں سوراخ بنانے کی کوشش کی۔ یہ جھونپڑی بانسوں کو جوڑ کر بنائی گئی تھی۔ اس کی دیوار بڑی پکی تھی۔

ماریا بلی نے کہا:

"اگر دیوار میں سوراخ نہیں ہوتا تو میں دیوار کے نیچے زمین کھودتی ہوں۔ اس طرح ہم نیچے سے بھاگ جائیں گے۔"

ماریا بلی نے ایسا ہی کیا اور ایک جگہ عقبی دیوار کے نیچے زمین کھودنے لگی۔ زمین نرم تھی۔ ماریا بلی کے پنجے تیز تھے۔ دیکھتے دیکھتے بغیر کسی آواز کے بانس کی دیوار کے نیچے ایک گڑھا بن گیا۔ ماریا بلی نے گڑھے میں گھس کر اسے دوسری طرف نکال دیا۔

قیدی نوجوان رینگ کر دیوار کے نیچے بنے ہوئے گڑھے میں سے گذر گیا۔ ماریا بلی اس کے ساتھ ساتھ زمین سے لگی رینگ رہی تھی۔ قیدی نوجوان رات کے اندھیرے میں شبنم سے بھیگی اونچی گھاس میں سانپ کی طرح رینگتا جھونپڑی سے دور نکل گیا۔

آگے ایک نالا بہہ رہا تھا۔ قیدی نوجوان نے ماریا
بلی کو اپنی گردن پر بٹھایا اور نالے میں اتر گیا۔
نالے کے پانی میں سے صرف اس کی گردن ہی
باہر تھی۔ وہ خاموشی سے پانی میں ٹانگیں چلاتا تیرتا
ہوا نالے میں سے ہوتا ہوا آگے جا کر بڑی جھیل
میں اتر گیا۔

اس جھیل کے دوسرے کنارے کے گھنے اور خطرناک
جنگل میں اس نوجوان کا قبیلہ آباد تھا۔ ماریا بلی
ابھی تک نوجوان کی گردن پر بیٹھی تھی۔ اب وہ نوجوان
رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھاتا ہوا بڑی تیز رفتاری
سے جھیل میں تیرتا دوسرے کنارے پر آ گیا اور پھر
ماریا بلی کو گود میں اٹھائے گھنے جنگل میں داخل ہو گیا۔
ساری رات وہ جنگل میں سفر کرتا رہا۔

جب پو پھٹی تو ایک بہت بڑی پہاڑی کے
دامن میں پہنچا۔ یہاں ماریا بلی نے ایک درخت
کی شاخ پر انسانی کھوپڑی لٹکتے دیکھی۔

نوجوان نے کہا:

"یہ ہمارے قبیلے کا نشان ہے۔"

لیکن پھر خود ہی جھک کر غور سے لٹکتی کھوپڑی

کو تکنے لگا۔ کھوپڑی کے سر پر تلوار کے شگاف کا
نشان تھا۔ نوجوان بولا:

"اس کھوپڑی پر تلوار کا وار کیا گیا ہے جو
ایک ان ہونی بات ہے۔"

ماریا بلی چپ رہی۔ پہاڑی کی دوسری جانب پہنچ
کر نوجوان نے اپنے حلق سے ایک خاص قسم کی
ہلکی چیخ کی آواز نکالی۔ مگر دوسری طرف سے کوئی
جواب نہ آیا۔ منہ اندھیرے کی دھندلی نیلی روشنی
تیزی سے بڑھتی جا رہی تھی۔ ماریا بلی نوجوان کے کاندھے
پر بیٹھی تھی۔ اس کے سامنے کچھ فاصلے پر درختوں کے
درمیان بیس پچیس جھونپڑیاں بنی تھیں جن پر موت
ایسی خاموشی طاری تھی۔

نوجوان بولا:

"ماریا بہن! میں پریشان ہوں کہ یہاں اتنی
گہری خاموشی کیوں ہے۔ ہمارے لوگ منہ اندھیرے
اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔"

ماریا بلی نے کہا:

"ہو سکتا ہے آج سو رہے ہوں۔"

حبشی نوجوان بولا:

"نہیں۔ مجھے دال میں کالا کالا نظر آ
رہا ہے۔"
پھر وہ جنگلی جھاڑیوں میں سے گزر کر جھونپڑیوں
کے پیچھے نکل آیا۔ یہاں پہلی بار صبح سویرے کی
روشنی میں گھاس پر دس بارہ جنگلیوں کی لاشیں پڑی
نظر آئیں۔ نوجوان ایک دم سے نیچے ہو کر گھاس
پر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھیں عقاب کی طرح ارد گرد
دیکھ رہی تھیں۔

افریقی حبشی نے ماریا سے کہا:

"ہمارے قبیلے پر دشمن قبیلے کا حملہ ہوا ہے۔"

نوجوان گھاس پر منہ کے بل لیٹ گیا اور مگرمچھ
کی طرح رینگتا ہوا جھونپڑیوں کی دیوار کے ساتھ ساتھ
ہوتا دوسری طرف نکل آیا۔ ماریا بلی بھی اس کے ساتھ ساتھ
رینگ رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ کوئی جھونپڑی ایسی
نہیں تھی کہ جس کے آگے عورتوں یا بچوں اور آدمیوں
کی لاشیں نہ پڑی ہوں۔

نوجوان نے ایک بار پھر حلق سے کسی جانور کی
آواز نکالی۔ موت کے سناٹے میں آواز گونج کر گم ہوگئی
دوسری طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ اب نوجوان اٹھ
کھڑا ہوا۔ زمین پر پڑا ہوا ایک نیزہ اٹھایا اور اپنی

جھونپڑی کی طرف بڑھا۔

اس کی جھونپڑی میں اس کے ماں باپ کی لاشیں
پڑی تھیں۔ وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر غم سے نڈھال
ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے ماریا بلی کو بتایا کہ یہ
اس کے ماں باپ کی لاشیں ہیں۔ دشمن قبیلے نے
سب لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور
نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کے سر پھینک کر ان کے
دھڑ بھون کر کھانے کے لیے لے گئے تھے۔ پیچھے
صرف بوڑھے لوگوں کی لاشیں چھوڑی تھیں۔

نوجوان کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ اس
نے کہا:

"یہ ابھی آدم خور قبیلے کی کارستانی ہے جس
نے مجھے بھی اغوا کیا ہوا تھا۔ میں اس قبیلے
کے سردار سے اس ظلم کا بدلہ لوں گا۔"

ماریا بلی نے کہا:

"ابھی تو تم اپنی جان بچانے کی فکر کرو۔
کیوں کہ تمہارے فرار کا انہیں پتہ چل
گیا ہو گا اور وہ تمہاری اور میری تلاش
میں ادھر ہی آ رہے ہوں گے۔"

ابھی یہ بات ماریا بلی کے منہ میں ہی تھی کہ انہیں پیچھے جنگل کے درختوں میں جنگلی آدم خوروں کی وحشیانہ چیخوں کی آوازیں سنائی دیں۔

نوجوان نے چونک کر کہا:

"وہ لوگ میری تلاش میں آ رہے ہیں۔"

نوجوان نے ماریا بلی کو اٹھایا اور ایک طرف دوڑ پڑا۔ وہ کسی جنگلی شیر کی طرح دوڑ رہا تھا۔ جھاڑیوں اور پتھروں کو پھلانگتا وہ ایک گھاٹی میں اتر گیا۔ یہاں سوکھی ندی میں سے گذر کر وہ گھاٹی کی دوسری چڑھائی چڑھ کر زنگ لگی سبز چٹانوں میں سے ہوتا ہوا ایک دلدلی میدان میں پہنچا جہاں دلدل کے چھوٹے چھوٹے گڑھے بھرے ہوئے تھے اور سیاہ دلدل اوپر نیچے ہو رہی تھی۔

ان کے بیچ میں بنے ہوئے راستے سے بھاگتا بھاگتا یہ نوجوان ماریا بلی کے ساتھ ایک پہاڑی کے کھوہ کے دروازے پر آیا تو اندر سے شیر کی دھاڑ سنائی دی۔ ماریا بھی سہم گئی۔

نوجوان نے کہا:

"میں شیر سے بات کرتا ہوں۔ ہو سکتا ہے

اسے مجھ پر رحم آ جائے۔ تم ڈرنا مت۔"

نوجوان نے شیر کی زبان میں کہا:

"اے جنگل کے بادشاہ! تو بہادر ہے اور بہادر انصاف پسند ہوتے ہیں۔ دشمنوں نے میرے ماں باپ اور میرے قبیلے کے لوگوں کو ہلاک کر ڈالا ہے اور اب میری تلاش میں ادھر آ رہے ہیں۔ کیا تم ایک مظلوم انسان کو پناہ نہیں دو گے۔"

شیر نے ہلکی غراہٹ نما آواز میں کہا:

"اندر آ جاؤ۔ میں تمہیں پناہ دیتا ہوں۔"

ماریا بلی شیر کی کچھار میں جاتے ڈر رہی تھی مگر نوجوان بے دھڑک اندر چلا گیا۔ اس نے یہ کہہ کر ماریا بلی کو تسلی دی کہ بہادر لوگ اپنے وعدے کے پابند ہوتے ہیں۔ شیر نے پناہ دینے کا وعدہ کیا ہے تو اب وہ اس پر قائم رہے گا۔

کچھار میں ہلکا ہلکا اندھیرا تھا۔ ماریا بلی نے نوجوان کی گردن کے پیچھے سے دیکھا کہ کچھار کی سامنے والی دیوار کے ساتھ ایک بہت بڑا دھاری دار شیر زمین پر بیٹھا انہیں زرد چمکیلی آنکھوں سے

گھور رہا تھا۔

نوجوان ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔

شیر اٹھ کر باہر نکل گیا۔

ماریا بلی بولی:

"یہ کہاں گیا ہے؟"

نوجوان نے کہا:

"اس نے یہ کچھار ہمارے چھپنے کے لیے خالی کر دی ہے۔"

اب نوجوان نے ماریا بلی کو اپنا نام بتایا۔ اس نے کہا:

"میرا نام نرسنگا ہے۔ اب سے تم مجھے نرسنگا کے نام سے ہی پکارا کرو۔"

ماریا بلی نے پوچھا کہ اس نے جانوروں کی بولی کہاں سے سیکھی تھی؟ نرسنگا نے اسے بتایا کہ بچپن میں ان کے قبیلے میں ایک بوڑھا حبشی آیا تھا جس نے اپنی ساری زندگی جنگلی جانوروں میں بسر کی تھی۔ وہ سب جانوروں اور پرندوں کی زبان جانتا تھا۔

"میں نے اسی بزرگ سے یہ زبانیں سیکھیں۔"

کچھ دیر بعد انہیں دور گھاٹی کے اس پار والے جنگل سے انسانی چیخوں اور شیر کی دھاڑ کی آوازیں آئیں۔

نوجوان نرسنگا چونک کر بولا:

"شیر نے ہمارے دشمنوں پر حملہ کر دیا ہے۔"

کچھ دیر انسانی چیخوں کی آوازیں آتی رہیں پھر جنگل میں سناٹا چھا گیا۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد دھاڑتا شیر ہانپتا ہوا کچھار میں داخل ہوا۔ اس نے نرسنگا سے کہا:

"میں نے تمہارے دشمنوں میں سے کچھ کو ہلاک کر دیا ہے۔ باقی آدم خور بھاگ گئے ہیں۔ اب تم کیا چاہتے ہو؟ تم زیادہ دیر اس کچھار میں نہیں رہ سکو گے۔ کیوں کہ میری شیرنی نے بچے دیئے ہیں اور وہ انہیں جنگل میں شکار کھلانے گئی ہے۔ وہ بڑی غصیلی ہے۔ آئے گی تو ہو سکتا ہے تم پر حملہ کر دے۔"

نرسنگا نے کہا:

"میں تمہارا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہاں سے چلا جاتا ہوں۔"

ماریا بلی ان کی باتیں نہیں سمجھ رہی تھی۔ وہ حسرت

کسی دوسری بلی کی بولی یا کسی ایسے انسان کی زبان ہی
سمجھ سکتی تھی جو بلی کی بولی بولتا ہو۔ نرسنگا نے آگے بڑھ
کر شیر کی گردن پر ہاتھ پھیرا۔ ماریا بلی اُچک کر پرے
کھڑی ہو گئی تھی۔ پھر وہ ماریا بلی کو ساتھ لے کر
شیر کی کچھار سے باہر نکل گیا۔
باہر آ کر نرسنگا نے ماریا بلی کو وہ ساری باتیں
بتائیں جو اس کے اور شیر کے درمیان ہوئی تھیں۔
ماریا بلی نے کہا:
"اب تم کس طرف جاؤ گے؟"
نرسنگا کہنے لگا:
"میری ایک ہی بڑی بہن ہے جس کا نام سانگی
ہے وہ دریا پار ایک قبیلے میں بیاہی ہوئی ہے
میں اس کے پاس جا رہا ہوں۔ کیا تم بھی میرے
ساتھ چلو گی؟"
ماریا بلی سوچ میں پڑ گئی۔

○

ویران محل کا تابوت

ماریا تو عنبر ناگ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔
اس نے نرسنگا سے کہا:
"نرسنگا بھائی! میں نے ابھی تک تمہیں اپنے
بارے میں زیادہ کچھ نہیں بتایا۔ اصل بات
یہ ہے کہ میرے چار بھائی بہن بھی ہیں۔
ان میں سے ایک عنبر ہے۔ ایک ناگ،
ایک تھیوسانگ اور ایک بہن کیتھی ہے۔
مجھے ایک جادوگر نے ہندوستان کے گوا
شہر سے بلی بنا کر اغوا کر لیا تھا۔ اب میں
اپنے بہن بھائیوں کے پاس واپس جانا چاہتی
ہوں۔"
نرسنگا بولا: "ماریا بہن! میں اتنی جلدی تمہیں
ملک ہندوستان کیسے لے جا سکتا ہوں؟ تم میرے
ساتھ میری بڑی بہن کے گاؤں چلو۔ وہاں

پہنچ کر میں کوئی ایسا بندوبست کر دوں گا کہ تم
کسی سمندری جہاز میں بیٹھ کر ملک ہندوستان
روانہ ہو سکو۔

ماریا بلی کے سامنے دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ
راضی ہو گئی اور نرسنگا اسے لے کر دریا پار اپنی
بہن کے گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا۔

اب ہم پیچھے کی طرف چلتے ہیں۔

تھیوسانگ ماریا کی تلاش میں دریا پار کر کے ان آدم
خوروں کے قبیلے کے قریب جنگل میں پہنچ گیا تھا جن
کے حبشی جادوگر نے ماریا بلی کو اپنی جھونپڑی میں قید
کر رکھا تھا اور جہاں سے نرسنگا لے نکال کر لے
گیا تھا۔

تھیوسانگ کے پیچھے پیچھے عنبر اور ناگ بھی سفر کرتے
چلے آ رہے تھے۔ مگر وہ ابھی بہت پیچھے تھے۔
عنبر کو تھیوسانگ کی یاقوتی انگوٹھی مل چکی تھی مگر تھیوسانگ
کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ ناگ نے کئی بار عقاب کی شکل
میں اڑ کر فضا میں سے زمین کا جائزہ بھی لیا مگر
اسے تھیوسانگ یا ماریا کہیں نظر نہ آئی۔ عنبر ناگ کو
علم نہیں تھا کہ ماریا بلی بن چکی ہے۔ صرف تھیوسانگ

کو نورانی لڑکی نے بتا دیا تھا کہ ماریا جادو کے
ذریعے بلی بنا دی گئی ہے۔

تھیوسانگ جنگل میں سفر کرتے کرتے ایک ایسی چٹان
کے پاس آیا جس کی زنگ آلود دیوار پر انسانی کھوپڑی
لٹک رہی تھی۔ تھیوسانگ اسے غور سے دیکھ رہا تھا
کہ پیچھے سے ایک تیر سن کی آواز کے ساتھ آیا اور
اس کی گردن میں گھس گیا۔

تھیوسانگ چونکہ خلائی آدمی تھا اور وہ مر نہیں
سکتا تھا۔ یعنی جیسا کہ آپ جانتے ہیں وہ صرف اسی
صورت میں مر سکتا تھا کہ اس کے ہاتھ کی کوئی انگلی
کاٹ دی جائے۔ مگر یہ معلوم کرنے کے لیے کہ تیر
پھینکنے والے کون ہیں تھیوسانگ جان بوجھ کر زمین
پر گر پڑا۔

اسے انسانی شور کی آوازیں اپنی طرف آتی سنائی
دیں۔ اس نے ذرا سی آنکھیں کھول کر دیکھا۔ دس
بارہ جنگلی لوگ نیزے لہراتے تیر کمان لگائے اس
کی طرف چھلانگیں لگاتے چلے آ رہے تھے۔ انہوں
نے تھیوسانگ کو جھک کر دیکھا اور پھر ایک جنگلی نے
اسے کاندھے پر ڈال لیا اور چل پڑے۔

یہ وہی قبیلہ تھا جہاں جادوگر حبشی بھی رہتا تھا۔
یہ آدم خور تھے۔ انہوں نے ایک سفید چمڑی والے
انسان کو دیکھا تو خوشی سے ناچنے لگے۔ ان کے خیال
میں چونکہ تھیوسانگ زخمی تھا اس لیے آدم خوروں کے
سردار نے حبشی جادوگر کو بُلا کر کہا:

"اس پر مقدس اشلوک پڑھ کر دم کرو۔
یہ زخمی ہے۔ ہم اسے ابھی بھون کر کھانا
چاہتے ہیں:"

تھیوسانگ کے کان کھڑے ہو گئے۔ یہ تو کم بخت
آدم خور ہیں۔ وہ چوکس ہو گیا۔

حبشی جادوگر نے کہا:

"سردار تم نے ٹھیک فیصلہ کیا ہے۔ پہلے
والا نوجوان بھاگ گیا تھا۔ اس کو مہلت
نہیں دینی چاہیے۔ میں منتر پڑھے دیتا ہوں
تم اس کو بھوننے کے لیے آگ جلاؤ۔"

حبشی جادوگر زخمی تھیوسانگ کو گھاس پر لٹا کر اشلوک
پڑھنے لگا۔ سردار نے آگ جلانے کا حکم دیا اور نیزہ
تھامے تھیوسانگ سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔
نیزہ ابھی تک تھیوسانگ کی گردن ہی میں تھا۔

حبشی جادوگر اس کے بالکل قریب بیٹھا اشلوک پڑھ
رہا تھا۔ تھیوسانگ نے اپنا کام شروع کرنے کا فیصلہ
کیا اور اپنا ہاتھ آہستہ سے کھسکا کر حبشی جادوگر
کے قریب لے گیا اور پھر اس کی پنڈلی کے ساتھ
اپنی سیدھی انگلی لگا دی۔

دیکھتے ہی دیکھتے حبشی جادوگر ننھا سا چوہا بن گیا
اور خوف کے مارے چیختے چلاتے ہوئے ادھر اُدھر
اچھلنے لگا۔ دوسرے آدم خور وحشی ڈر کے مارے پیچھے
پرے ہٹ گئے۔ آدم خور سردار بھی ڈر گیا تھا۔ پھر
وہ آگے آیا اور حبشی جادوگر پر جھک کر بولا:

"تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"

حبشی جادوگر نے باریک آواز میں کہا:

"مجھ پر جادو کا الٹا اثر ہو گیا ہے۔"

اسے یہ خیال ہی نہ رہا کہ تھیوسانگ نے اس کی
پنڈلی پر ہاتھ لگایا تھا۔

آدم خور سردار نے حکم دیا:

"اسے لے جا کر جھونپڑی میں ڈال دو۔ اس کے
جادو کا اثر ہو سکتا ہے شام تک ختم ہو جائے۔"

آدم خور حبشی جادوگر کو چھوٹے سے چوہے کی طرح

پکڑ کر جھونپڑی میں لے گئے۔ سردار نے چلا کر کہا:

"اس گوری چمڑی والے انسان کو آگ پر ڈال دو۔ مجھے سخت بھوک لگ رہی ہے"

جونہی دو جنگلی تھیوسانگ کی طرف بڑھے۔ تھیوسانگ نے باری باری انگلی لگا کر انہیں بھی چوہوں جتنے سائز کا بنا دیا۔ یہ جنگلی وحشی بھی خوف کے مارے چوہوں کی طرح پھدکنے لگے۔

اب سردار کو تشویش ہوئی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس نے خود تھیوسانگ کو ٹانگوں سے گھسیٹ کر آگ میں ڈالنا چاہا تو تھیوسانگ نے اٹھ کر اس کے جسم پر بھی انگلی لگا دی۔ سردار بھی انگلی کے برابر ہو گیا۔ وہاں دہشت پھیل گئی۔ دوسرے آدم خور چیختے چلاتے درختوں کی طرف بھاگے۔

تھیوسانگ نے اپنی گردن میں سے تیر نکال کر پھینک دیا اور سردار کو اٹھا کر اپنی ہتھیلی پر رکھا اور کہا:

"اب تم کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ تمہارے پاس میرے جادو کا توڑ نہیں ہے۔ بولو، کیا اب بھی مجھے بھون کر کھانے کا ارادہ ہے؟"

آدم خور سردار ایک ننھے چوہے کی طرح تھیوسانگ کی

ہتھیلی پر سہما بیٹھا تھا۔ وہ سخت ڈرا ہوا تھا۔ یہ وحشی ویسے تو بڑے خونخوار ہوتے ہیں مگر جادو طلسم سے ان کی جان جاتی ہے۔ اس نے ہاتھ باندھ کر کہا:

"اے جنگل کے دیوتا! ہمیں معاف کر دو۔ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ تم دیوتا ہو۔ ہمیں معاف کر دو۔"

تھیوسانگ نے آدم خور سردار کو نیچے زمین پر رکھ دیا۔ پھر دوسرے دونوں جنگلیوں کو بھی پکڑ کر وہیں رکھا اور اپنی دوسری انگلی سے چھوا۔ تینوں پھر سے پورے انسانی قد کے برابر ہو گئے۔

دونوں جنگلی تو سجدے میں گر گئے۔ سردار بھی سجدہ کرنے لگا تو تھیوسانگ نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا اور کہا:

"انسان کو کسی دوسرے انسان کے آگے سجدہ نہیں کرنا چاہیے۔ سجدہ صرف خدا کے حضور کرنا چاہیے۔"

سردار بولا، "جنگل کے دیوتا! ہماری خوش قسمتی ہے کہ تم ہمارے پاس آئے ہو۔ کیا تم نے ہمیں معاف کر دیا ہے نا؟"

ٹھیوسانگ بولا: "ہاں۔ میں نے تمھیں معاف کر دیا ہے۔ لیکن میں ایک خاص کام سے یہاں آیا ہوں مجھے بتاؤ کہ کیا تم لوگوں نے یہاں کسی بلی کو دیکھا ہے جس کی آنکھیں نیلی ہوں؟"

سردار نے چونک کر کہا:

"ہاں جنگل کے دیوتا! ایسی ایک بلی پچھلے دنوں ہمارے پاس آئی تھی۔ اسے حبشی جادوگر شہر سے لایا تھا۔ مگر کچھ روز ہوئے وہ ایک قیدی نوجوان کے ساتھ ہی یہاں سے فرار ہو گئی۔"

ٹھیوسانگ سیدھا اس جھونپڑی میں گیا جہاں حبشی جادوگر چوہے کے برابر ہو کر کونے میں سہما بیٹھا تھا۔ ٹھیوسانگ نے انگلی سے چھو کر اسے بڑا کر دیا اور بلی کے بارے میں پوچھا:

حبشی جادوگر نے ٹھیوسانگ کے پاؤں پکڑ لیے اور بولا:

"اے دیوتا: میں ایک بلی کو لے کر یہاں آیا تھا۔ اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور اس

پر جادو کیا گیا تھا۔ پھر وہ یہاں سے فرار ہو گئی۔ اس کے ساتھ دشمن قبیلے کا نوجوان نرسنگا بھی تھا۔"

ٹھیوسانگ کو ماریا کا سراغ تو مل گیا تھا۔ وہ دل میں خوش ہوا کہ وہ درست راستے پر چلا جا رہا ہے اور کسی نہ کسی مقام پر اسے ماریا مل جائے گی۔

اس نے نرسنگا نوجوان کے قبیلے کے بارے میں پوچھا تو حبشی جادوگر نے کہا:

"دیوتا! وہ ہمارا دشمن قبیلہ تھا۔ ہمارے قبیلے والوں نے ان کے گاؤں پر حملہ کر کے اسے تباہ کر دیا تھا۔ ہو سکتا ہے نوجوان نرسنگا اب اپنے قبیلے میں نہ ہو اور کسی دوسری طرف چلا گیا ہو کیوں کہ اس کے قبیلے کا کوئی انسان زندہ نہیں بچا تھا۔"

ٹھیوسانگ نے پوچھا:

"تمہارے خیال میں وہ پھر کہاں گیا ہو گا؟"

حبشی جادوگر کچھ سوچ کر بولا:

"مجھے اتنا معلوم ہے کہ اس نوجوان نرسنگا کی ایک بہن دریا پار کسی قبیلے میں رہتی

ہے۔ ہو سکتا ہے وہ بچی کو ساتھ لے کر
اسی طرف چلا گیا ہو۔"
تھیوسانگ نے زرسنگا کی بہن کے گاؤں کے بارے
میں مزید پوچھا تو حبشی جادوگر کہنے لگا:
"میں اس گاؤں میں کبھی نہیں گیا۔ لیکن اتنا
معلوم ہے کہ دریا پار سیاہ پہاڑوں کی وادی
آتی ہے۔ اس وادی کی دوسری طرف ایک
ریتلا ویران میدان ہے۔ اس میدان کے
آگے ایک چھوٹا سا جنگل ہے زرسنگا کی
بہن کا گاؤں اسی جنگل میں ہے۔"
تھیوسانگ کے لیے یہ اطلاع کافی تھی۔ اب
وہ دل میں یہ دعا مانگنے لگا کہ خدا کرے ماریا
بی اس نوجوان کے پاس ہی ہو۔
تھیوسانگ جھونپڑی سے باہر آگیا۔ اس نے سردار
سے کہا:
"میں جا رہا ہوں۔ لیکن وعدہ کرو کہ تم
لوگ آج کے بعد آدم خور نہیں رہو گے
اور انسانوں کی بجائے جنگلی شکار مار کر
کھایا کرو گے۔ اگر تم نے وعدہ خلافی کی

تو میں واپس آ کر تم سب کو چوہا بنا
دوں گا اور تم ساری زندگی چوہا بن کر ہی
رہو گے۔"
سردار نے گڑگڑا کر کہا:
"جنگل کے دیوتا! میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب
کبھی کسی انسان کو نہیں کھائیں گے۔ صرف
جنگلی جانور ہی شکار کریں گے۔"
سردار نے اپنا ایک آدمی تھیوسانگ کے ساتھ کر
دیا جس نے دریا پار کرنے کے لیے ایک چھوٹی سی
کشتی سر پر اٹھا رکھی تھی۔ یہ جنگلی نزدیکی راستوں سے
ہوتا ہوا تھیوسانگ کو بہت جلد دریا پر لے گیا۔
یہاں تھیوسانگ نے اسے واپس بھیج دیا اور خود دریا
میں کشتی ڈال دی۔
دریا پار کرنے کے بعد اس نے کشتی وہیں چھوڑ
دی اور خود سیاہ پہاڑیوں کی طرف روانہ ہوا جو اسے
دور دکھائی دے رہی تھیں۔ یہ کافی فاصلے پر تھیں۔
ان پہاڑیوں تک پہنچتے پہنچتے شام ہو گئی۔ تھیوسانگ
نے اندھیرے میں سفر کرنا مناسب نہ سمجھا کیوں کہ
راستہ بھول جانے کا خطرہ تھا۔ رات اس نے پہاڑی

نے دامن میں ایک جگہ بسر کی اور جب دن نکلا تو
پھر اپنا سفر شروع کر دیا۔
دوپہر تک وہ ان پہاڑیوں ہی میں سفر کرتا رہا۔
تیسرے پہر پہاڑیوں کی دوسری طرف پہنچا۔ آگے حبشی
جادوگر کے کہنے کے مطابق ایک وسیع ریتلا میدان پھیلا
تھا۔ ھنیوسانگ اس میں سے گزرنے لگا۔
دوسری طرف نرسنگا ماریا بلی کو لے کر اپنی بہن
سانگی کے گاؤں ایک روز پہلے ہی پہنچ چکا تھا۔
اس نے اپنی بہن کو صاف صاف بتا دیا کہ یہ
بلی ایک لڑکی ہے اور اس کا نام ماریا ہے اور
اسے جادو کے زور سے بلی بنا دیا گیا ہے۔ سانگی کو
اپنے ماں باپ کی موت کا سخت صدمہ ہوا تھا۔
مگر یہ جنگلی لوگ کسی کے مرنے پر زیادہ غم نہیں
کرتے۔ بلکہ افریقہ اور پرتگال اور نیوگنی کے جنگلوں
میں ایسے قبیلے بھی آباد ہیں جو اپنے دوستوں اور
رشتے داروں کی موت پر خوشیاں مناتے ہیں۔
سانگی نے بلی کی طرف غور سے دیکھ کر کہا،
"نرسنگا بھائی! اس بلی کی آنکھیں انسانی آنکھوں
ایسی ہیں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔"

نرسنگا کہنے لگا،
"اس ماریا بلی کے بھائی بہن ملک ہندوستان
میں رہتے ہیں۔ اسے ہندوستان پہنچانا اب میری
ذمے داری ہے۔"
سانگی نے کہا،
"ہمارے گاؤں میں مہینے میں ایک بار باہر
سے ایک سوداگر نمک بیچنے آتا ہے۔ اس
سے معلوم کریں گے کہ اس بلی کو ہندوستان
کیسے پہنچایا جا سکتا ہے۔"
نرسنگا نے بلی کی زبان میں ماریا بلی کو یہ ساری
باتیں بتا دیں اور تسلی دی کہ جونہی نمک کا سوداگر
گاؤں میں آئے گا اس کے ہندوستان واپس بھجوانے
کا بندوبست کر دیا جائے گا۔
ادھر ھنیوسانگ ریتلا میدان پار کر کے اس چھوٹے
جنگل میں داخل ہو گیا تھا جہاں ماریا بلی موجود تھی۔
ھنیوسانگ کی خوشبو ماریا کو نہیں آ رہی تھی۔ کیونکہ
وہ بلی کی شکل میں تھی۔
ھنیوسانگ کو بھی ماریا بلی کی خوشبو نہیں آ رہی
تھی۔ مگر وہ جنگل میں آگے ہی آگے بڑھ رہا تھا۔

آخر اسے درختوں کے درمیان ایک کھلی جگہ پر ایک
چھوٹا سا گاؤں نظر آیا۔ اس نے سوچا کہ ضرور یہی
نرسنگا کی بہن کا گاؤں ہو گا۔ تھیوسانگ گاؤں میں داخل
ہوا تو اس نے ایک بوڑھے آدمی سے نرسنگا کے
بارے میں پوچھا:

بوڑھے نے نرسنگا کے کچے مکان کی طرف
اشارہ کیا۔

"وہ سامنے والا گھر نرسنگا کی بہن کا ہے۔
نرسنگا آج کل وہیں ٹھہرا ہے۔"

تھیوسانگ نرسنگا کے مکان کے دروازے پر پہنچا
تو اچانک ماریا بلی کی نظر اس پر پڑی۔ ماریا بلی نے
چلا کر نرسنگا کو آواز دی اور بلی کی زبان میں کہا:

"نرسنگا! میرا ایک بھائی تھیوسانگ پہنچ گیا
ہے یہاں۔"

تھیوسانگ نے بھی بلی کو دیکھ لیا تھا۔ اس کی نیلی
آنکھیں ماریا کی آنکھوں کی طرح تھیں۔ تھیوسانگ نے
بلی کو گود میں اٹھا لیا۔ اتنے میں نرسنگا بھی آ گیا۔
ماریا بلی نے اپنی زبان میں نرسنگا سے کہا:

"یہ میرا بھائی تھیوسانگ ہے۔ اسے بتا دو کہ میں

ماریا ہوں اور مجھ پر جادو کیا گیا ہے۔"

جب نرسنگا نے یہ بات تھیوسانگ کو بتائی تو اس
نے ماریا بلی کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور کہا:

"نرسنگا بھائی! تم بھی ماریا کو اس کی زبان
میں بتا دو کہ مجھے اس سے مل کر بے حد
خوشی ہوئی ہے اور ہو سکتا ہے عنبر اور
ناگ بھی اس کے پیچھے افریقہ پہنچ
گئے ہوں۔"

ماریا بلی کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ نرسنگا
کی بہن سانگی بھی باہر سے مونگ پھلی لے کر
آ گئی۔ اسے بھی خوشی ہوئی کہ ماریا کا بھائی خود
ہی وہاں آ گیا تھا۔ تھیوسانگ اب نرسنگا کے ذریعے
ماریا سے بات کرتا تھا۔ اس نے ماریا بلی کو اپنے
سفر کے سارے حالات سنائے اور یہ بھی بتایا کہ
عنبر اور ناگ واپس موہنجو ڈرو گئے تھے اور اس
نے افریقہ کی طرف آتے ہوئے مارجیا کو تاکید کر
دی تھی کہ جب عنبر ناگ واپس آ جائیں تو
انہیں بتا دینا کہ تھیوسانگ افریقہ کی طرف گیا ہے۔
پھر اس نے نورانی لڑکی کے بارے میں بھی بتایا

اور یہ بھی بتایا کہ اس کی دی ہوئی یاقوتی انگوٹھی دریا میں گر کر گم ہو گئی ہے۔

ماریا بلی بڑے غور سے تھیوسانگ کی باتیں سنتی رہی۔ نرسنگا کے ذریعے اس نے تھیوسانگ سے پوچھا کہ کیا اس کا طلسم کبھی نہیں ٹوٹے گا؟ وہ پھر کبھی انسانی شکل میں نہیں آئے گا۔

تھیوسانگ نے نرسنگا کے ذریعے کہا:

"ماریا! تم کو تو خدا پر بہت بھروسہ ہے۔ اس کی رحمت سے تو تم کبھی مایوس نہیں ہوئیں۔ پھر اب ایسا کیوں سوچتی ہو۔ خدا نے چاہا تو یہ مصیبت بھی کٹ جائے گی۔"

تھیوسانگ نے ماریا بلی کے مشورے سے یہی فیصلہ کیا کہ انہیں نمک کے سوداگر کا انتظار نہیں کرنا چاہیے اور واپس شہر زنجیبار کی طرف سفر شروع کر دینا چاہیے کیوں کہ ہو سکتا ہے عنبر ناگ ابھی تک اسی شہر میں ہوں چنانچہ تھیوسانگ نے واپسی کے سفر کی تیاری شروع کر دی۔

ایک دن صبح صبح شمال کے جنگلوں کی طرف سے ہوا چلنے لگی۔ اس ہوا میں تھیوسانگ کو عنبر اور ناگ

کی خوشبو محسوس ہوئی تو وہ بھاگتا ہوا کوٹھڑی کے باہر بیٹھی ماریا بلی کے پاس گیا اور بولا:

"ماریا! عنبر اور ناگ کی خوشبو آ رہی ہے۔"

ماریا بلی تھیوسانگ کی انسانی زبان نہ سمجھ سکی۔ تھیوسانگ کو بھی اب احساس ہوا تو اس نے نرسنگا کو بلایا اور اس کے ذریعے ماریا بلی کو یہ بات بتائی۔

ماریا بلی بے حد خوش ہو کر بولی:

"نرسنگا! تھیوسانگ سے کہو کہ اب ہمیں کسی طرف جانے کی ضرورت نہیں۔ اگر ان کی خوشبو شمال کی طرف سے آ رہی ہے تو وہ ضرور ادھر ہی آ رہے ہوں گے اور ہم اسی جگہ رک کر ان کا انتظار کریں گے۔"

نرسنگا اور سانپنی نے بھی تھیوسانگ کو یہی مشورہ دیا کہ اگر اسے اپنے بھائیوں عنبر اور ناگ کی خوشبو آئی ہے تو پھر وہ شمال کی طرف سے سفر کرتے ادھر ہی آ رہے ہوں گے۔ تھیوسانگ نے بھی سوچا کہ ہو سکتا ہے وہ آدم خور قبیلے میں پہنچ گئے ہوں اور وہاں سردار نے انہیں تھیوسانگ کے بارے میں بتا دیا ہو اور وہ دریا پار کر کے ادھر ہی

آ رہے ہوں۔ اس نے ترسنگا کے ذریعہ ماریا بلی کو کہلوایا کہ ہم اسی جگہ عنبر ناگ کا انتظار کریں گے۔

○

دوسری جانب عنبر اور ناگ آدم خوروں کے قبیلے کے پاس پہنچ گئے تھے اور یہیں سے ان کی خوشبو شمالی ہواؤں کے ساتھ مخیوسانگ تک پہاڑی کے پار پہنچی تھی۔

ناگ سانپ کے روپ میں عنبر کی جیب میں تھا اور عنبر جنگل میں سے گزر رہا تھا کہ اچانک اسے وحشی جنگلیوں نے گھیر لیا۔ یہ جنگلی اگرچہ اب آدم خور نہیں رہے تھے لیکن وہ کسی دشمن کو اپنے علاقے میں آنے کی اجازت بھی نہیں دے سکتے تھے انہوں نے عنبر کو پکڑ لیا۔ عنبر نے کوئی مزاحمت نہ کی یعنی آگے سے مقابلہ نہ کیا۔ مزاحمت کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ آگے سے مقابلہ کرنا۔ عنبر نے سوچا کہ چلو چل کر دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ اسے کہاں لے جاتے ہیں۔

جنگلی عنبر کو پکڑ کر آدم خور سردار کے پاس

لے گئے۔ یہاں پہلی بار ایک جھونپڑی کے قریب سے گزرتے ہوئے عنبر اور ناگ کو مخیوسانگ کی ہلکی سی خوشبو آئی۔ عنبر سمجھ گیا کہ مخیوسانگ اس جھونپڑی میں آیا ہو گا آدم خور سردار نے عنبر کی طرف لال لال آنکھوں سے دیکھا اور گرج کر کہا:

"تم کو ہمارے دشمن قبیلے نے بھیجا ہے؟"

عنبر نے اسی کی زبان میں جواب دیا:

"مجھے کسی دشمن قبیلے نے یہاں نہیں بھیجا میں تو اپنے ایک بھائی کی تلاش میں یہاں آیا ہوں جس کی خوشبو مجھے اس جھونپڑی میں سے آئی تھی۔"

پھر عنبر نے جب مخیوسانگ کا حلیہ بتایا تو سردار نے خوش ہو کر کہا:

"وہ تو جنگل کا دیوتا تھا۔ اس نے ہمیں چھو کر ہی چھوٹا سا بنا دیا تھا۔"

عنبر اور ناگ جو عنبر کی جیب میں تھا بہت خوش ہوئے۔ سردار اور حبشی جادوگر نے اب عنبر کو سب کچھ بتا دیا۔ یہاں پہنچ کر عنبر اور ناگ کو پہلی بار معلوم ہوا کہ ماریا بلی کی شکل میں ہے اور اس

پر کسی نے جادو کر دکھا ہے۔ عنبر نے سردار سے
اجازت طلب کی اور نزسنگا کی بہن سانگی کے گاؤں
کی طرف روانہ ہوا۔

عنبر نے بھی اسی طرح دریا پار کیا اور پھر سبز
پہاڑیوں کو عبور کر کے ریتلے میدان میں آ گیا۔

عنبر اور ناگ صحرائی میدان میں آئے تو تھیوسانگ کو
ان کی تیز تیز خوشبو آنے لگی۔ اس نے نزسنگا کے
ذریعے ماریا کو بتایا کہ عنبر اور ناگ کی خوشبو تیز ہوئی
ہے۔ وہ ادھر آ رہے ہیں۔

ادھر عنبر اور ناگ کو بھی اب تھیوسانگ کی خوشبو
آنے لگی تھی۔

چنانچہ بہت جلد عنبر ناگ اور تھیوسانگ مل گئے
ماریا کو بلی کی شکل میں دیکھ کر ناگ نے کہا:

"بڑی پیاری بلی ہے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ ماریا
بلی بن کر ہی ہمارے ساتھ رہے۔"

نزسنگا نے جب یہ بات بلی کی زبان میں ماریا کو
بتائی تو وہ غرائی اور بولی:

"ناگ سے کہو۔ میں اس سے اب کبھی
نہیں بولوں گی۔"

ناگ انسانی شکل میں تھا۔ اس نے ماریا بلی کے
سر پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"نزسنگا! ماریا سے کہو۔ ہم بہت جلد اسے پھر
سے انسانی شکل میں لے آئیں گے۔"

ماریا بلی خوش ہو گئی۔ بہت دیر کے بعد یہ
موقع آیا تھا کہ ماریا، عنبر، ناگ اور تھیوسانگ ایک
جگہ اکٹھے ہوئے تھے۔ صرف کیٹی ان کے پاس نہیں
تھی۔ تھیوسانگ کہنے لگا:

"مجھے یقین ہے کہ جوتشی کی بات درست ہے۔
جزیرے پر سے رات کو کوئی خلائی مخلوق ہی
کیٹی کو اٹھا کر لے گئی ہو گی۔"

ناگ نے کہا:

"اس کا مطلب ہے کہ ہمیں کیٹی کی تلاش میں
ایک بار پھر خلائی سفر کرنا ہو گا۔ مگر سوال
یہ ہے کہ ہم یہاں سے خلا میں کیسے جائیں
گے ہمارے پاس تو اب غیبی ٹیبلٹ بھی نہیں
رہا جو ہمیں خلا میں کسی نامعلوم مقام پر پہنچا
دیا کرتا تھا۔"

عنبر نے تھیوسانگ کی یاقوتی انگوٹھی اسے واپس کر

دی تھی اور جھینوسانگ نے عنبر ناگ کو نورانی لڑکی
کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا۔
عنبر نے کہا:
"جھینوسانگ! تم اس سلسلے میں نورانی لڑکی کو
بلا کر اس سے مشورہ کیوں نہیں کر لیتے۔
ہو سکتا ہے وہ ہمیں کوئی ایسا راستہ بتا
دے جس پر عمل کرنے سے ہم خلاء میں
اس سیارے پر پہنچ جائیں جہاں کیٹی
موجود ہے۔"
جھینوسانگ کہنے لگا:
"نورانی لڑکی کا تعلق شر سے نہیں نیکی کی
دنیا سے ہے اور نیکی کی دنیا میں اس
قسم کی باتوں پر عمل نہیں کیا جاتا۔ یہ بات
بھی مجھے نورانی لڑکی ہی نے بتائی تھی۔"
ناگ نے کہا:
"لیکن یہ بھی نیکی کا کام ہے۔ ہم اپنی بہن
کو ڈھونڈ رہے ہیں کسی خزانے کی تلاش
میں نہیں ہیں۔"
عنبر نے بھی کہا:

"ہاں جھینوسانگ! ناگ ٹھیک کہتا ہے۔ تم نورانی
لڑکی سے مشورہ تو کرو۔"
جھینوسانگ بولا:
"ٹھیک ہے۔ مگر تم لوگ اسی جگہ ٹھہرو۔ میں
جنگل میں کسی پوشیدہ جگہ جا کر اسے
بلاتا ہوں۔"
یہ کہہ کر جھینوسانگ گاؤں سے نکل کر دور درختوں
میں ایک خفیہ جگہ پر آ گیا۔ یہاں ایک چھوٹا
سا چشمہ بہہ رہا تھا۔ جھینوسانگ نے یاقوت کی
انگوٹھی کو اپنی آستین سے رگڑا تو نورانی لڑکی چشمے
کے کنارے کھلے ہوئے پھولوں کے پاس ظاہر ہو گئی۔
اس کے آتے کے ساتھ ہی فضا میں آسمانی خوشبو
پھیل گئی تھی۔ جھینوسانگ نے نورانی لڑکی کی طرف
دیکھا تو وہ بولی:
"تمہیں کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔
مجھے تمہارے دل کا حال معلوم ہے۔ میں
یہ بھی جانتی ہوں کہ عنبر ناگ اور ماریا
تمہیں مل گئے ہیں اور اب تم اپنی بہن
کیٹی کی تلاش میں ہو۔ میری بات غور

سے سنو۔ میں جس قدر تمہیں بتا سکتی ہوں
صرف اتنا ہی بتاؤں گی۔"
تھیوسانگ نے بڑے ادب سے کہا:
"میں اس سے زیادہ تم سے کچھ نہیں
پوچھوں گا۔ مجھے معاف کر دینا میں نے تمہیں
ایک بار پھر تکلیف دی ہے۔"
نورانی لڑکی نے کہا:
"سنو! یہاں سے جنوب کی طرف اس
ملک افریقہ کا جنوبی ساحل ہے۔ اس کے
آگے سمندر شروع ہوتا ہے۔ اس سمندر
میں ساحل سے دو کوس کے فاصلے پر
ایک چھوٹے سے جزیرے میں ایک تاریخی
محل کا کھنڈر ہے۔ اس کھنڈر کے تہہ خانے
میں ایک تابوت رکھا ہے جس میں ایک
خلائی انسان کی لاش ہے۔ اس کو لینے کے
لیے خلا میں سے ایک مخلوق اپنے خلائی
جہاز میں وہاں اگلے مہینے آدھی رات کو
پہنچنے والی ہے۔ تم لوگ کوئی ایسا طریقہ سوچو
کہ اس خلائی مخلوق کے جہاز میں بیٹھ کر

خلائی سیارے پر پہنچ سکو۔ یہی تمہارے سامنے
خلا میں پہنچنے کا آخری راستہ ہے۔ آگے سب
کام تمہیں خود کرنا ہو گا۔"
اتنا کہہ کر نورانی لڑکی غائب ہو گئی۔
تھیوسانگ نے واپس آ کر عنبر ناگ کو یہ سب
کچھ بتا دیا۔ ماریا بھی ان کے پاس بیٹھی نیلی نیلی
آنکھوں سے تک رہی تھی۔ تھیوسانگ نے نرسنگا کے
ذریعے ماریا بلی کو بھی ساری بات بتا دی۔
نرسنگا نے کہا:
"تھیوسانگ بھائی! آپ لوگ آسمانوں پر
جائیں گے؟"
عنبر نے کہا:
"آسمانوں پر نہیں بلکہ خلائی سیارے میں
جائیں گے۔"
نرسنگا بولا:
"میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ایک
انسان خلائی سیارے پر کیسے پہنچ سکتا ہے۔
یہ ستارے جو چمکتے ہیں یہاں تو کوئی بھی
نہیں جا سکتا۔"

عنبر تھیوسانگ اور ناگ مسکرانے لگے۔
آخر انہوں نے ایک روز نرسنگا اور اس کی
بہن سانگی کا شکریہ ادا کیا اور اجازت لے کر ملک
افریقہ کے جنوبی ساحل کی طرف روانہ ہو گئے۔
وہ جلدی سے جلدی جنوبی ساحل تک پہنچنا چاہتے
تھے۔ کیوں کہ خلائی مخلوق کے ویران محل میں اترنے
میں زیادہ دن نہیں تھے۔ نرسنگا نے انہیں جنگل
کا ایک نزدیکی راستہ بتا دیا تھا جس پر سفر
کرتے ہوئے انہوں نے پندرہ دنوں ہی میں سارا
فاصلہ طے کر لیا اور سولھویں دن افریقہ کے جنوبی
ساحل پر پہنچ گئے۔
ساحل سمندر پر کھڑے ہو کر انہوں نے دُور
سمندر میں دیکھا تو انہیں ایک جزیرے کے لمبے گھنے
درخت دھوپ میں چمکتے نظر آئے۔
"یہی وہ جزیرہ ہے عنبر جس کے متعلق نورانی
لڑکی نے ہمیں بتایا تھا۔" ناگ نے کہا۔
عنبر کہنے لگا:
"ہمیں اس جزیرے میں جا کر ویران محل
کے تہہ خانے میں لاش کے تابوت کو

دیکھنا چاہیے تا کہ اس بات کی تصدیق ہو
جائے کہ خلائی مخلوق یہیں اترنے والی ہے۔"
تھیوسانگ مسکرایا:
"ویران محل میں تابوت ضرور ہو گا۔ نورانی
لڑکی کبھی جھوٹ نہیں بول سکتی۔ نیک روحیں
ہمیشہ سچ بولتی ہیں۔ بہرحال ہم جزیرے پر
کل چلے چلیں گے۔ آج آرام کرتے ہیں۔"
وہ دن انہوں نے سمندر کے کنارے درختوں میں
آرام کیا۔ یہاں جگہ جگہ ناریل اور بلوط کے درخت
اُگے تھے۔ اور چشمہ بھی بہہ رہا تھا۔ ان سب نے
یہاں غسل کیا۔ کپڑے دھو کر سکھائے۔ ماریا بلی کو
بھی نہلایا گیا۔
وہاں کوئی کشتی نہیں تھی۔ ساحل ویران تھا۔
بے آباد تھا۔
ناگ نے کہا:
"میں تم سب لوگوں کو لے چلوں گا۔"
چنانچہ ناگ نے ایک بہت بڑے عقاب کی شکل
بدل لی اور عنبر ماریا بلی اور تھیوسانگ کو اپنے اوپر
سوار کر کے سمندر کے اوپر پرواز شروع کر دی۔ وہ

بہت جلد جزیرے میں جا کر اتر پڑا۔

یہ ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا جہاں ہر طرف سناٹا اور خاموشی چھائی تھی۔ کوئی انسانی آبادی نہیں تھی۔ کسی مچھیرے کی کوئی جھونپڑی بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ ناگ دوبارہ انسانی روپ میں آ گیا۔ اب انہوں نے آہستہ آہستہ جزیرے کے درختوں کی طرف چلنا شروع کیا۔ ان درختوں کے بیچ میں بیچ شمع ایک پرانے محل کے کھنڈر تھے۔ محل کی چار دیواری ایک طرف سے ڈھے گئی تھی۔ چھتوں پر گھاس اُگی ہوئی تھی۔ محل کا دروازہ ٹوٹ کر زمین پر گرا پڑا تھا۔ عنبر اور ناگ آگے آگے چل رہے تھے۔ چھیوسانگ پیچھے تھا۔ اس نے ماریا بلی کو گود میں اٹھا رکھا تھا۔

وہ محل میں داخل ہو گئے۔ وہ خاموشی سے چل رہے تھے۔

عنبر نے کہا:

"یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ خلائی مخلوق نے اس محل کے تہہ خانے میں اپنے کسی خلائی انسان کی لاش کو کس لیے رکھا تھا اور اب اسے واپس لینے کیوں آ رہے ہیں؟"

ناگ نے کہا:

"نہیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہونی چاہیے ہمیں تو صرف یہ سوچنا ہے کہ خلائی مخلوق کے جہاز پر کسی طرح چھپ کر سوار ہوں گے؟ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ میں تو سانپ بن کر بھی اندر گھس جاؤں گا۔ آپ لوگ کیا کریں گے۔ اگر خلائی مخلوق نے دیکھ لیا تو نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

چھیوسانگ کہنے لگا:

"کچھ بھی ہو ہمیں یہ سب خطرے مول لینے ہی پڑیں گے۔ ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ یہ خلائی جہاز ہمیں اوپر کس سیارے پر لے جائے گا اور کیا وہاں کیٹی ہمیں مل بھی سکے گی یا نہیں۔ بہرحال ہمیں بہتری کی امید رکھنی چاہیے۔"

اسی طرح باتیں کرتے وہ محل کے ایک بڑے کمرے میں آ گئے جہاں فرش پر ٹوٹے پھوٹے پتھر بکھرے پڑے تھے۔

"تہہ خانے کا دروازہ ہمیں کسی جگہ ہونا چاہیے۔"

ناگ نے کہا۔

عنبر بولا: "سامنے والی دیوار کا ایک پتھر مجھے باہر کو نکلا ہوا لگتا ہے۔ ذرا اس طرف چلو۔"

اس دیوار کا ایک پتھر واقعی آدھا باہر نکلا ہوا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ کسی نے عرصہ ہوا اسے اٹھا کر دیوار میں گاڑ دیا تھا۔ پتھر کی درزوں میں کہیں کہیں خشک گھاس اُگی تھی۔

ناگ نے عنبر کی طرف دیکھا اور کہا:

"عنبر بھائی! اس پتھر کو دیوار میں سے تم ہی نکال سکتے ہو۔ ذرا زور لگاؤ۔"

تھیوسانگ بولا:

"ہاں بھئی۔ عنبر کو تو ذرا سا ہی زور لگانے کی ضرورت ہو گی۔"

عنبر آگے بڑھا۔ دیوار سے باہر نکلے پتھر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور ایک جھٹکا دے کر باہر کو کھینچا۔ پتھر اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ دیوار میں سوراخ بن گیا تھا اور سوراخ کے اندر ایک گرد سے بھرا ہوا پتھریلا زینہ نیچے جا رہا تھا۔

ناگ بولا: "یہ زینہ تہہ خانے کو جاتا ہے۔"

عنبر ناگ اور تھیوسانگ زینہ اتر کر نیچے تہہ خانے میں آ گئے۔ تہہ خانے کی فضا بڑی بوجھل تھی۔ سوراخ میں سے ہلکی ہلکی روشنی اندر آ رہی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ واقعی ایک تابوت دیوار کے ساتھ لگا تھا۔ تابوت بند تھا۔ تھیوسانگ نے جھک کر دیکھا اس کے اوپر ایک خلائی سیارے کا نشان بنا ہوا تھا۔

عنبر نے پوچھا:

"یہ کس خلائی سیارے کا نشان ہو سکتا ہے؟ تم تو خود خلائی انسان ہو۔"

تھیوسانگ خلائی نشان کو غور سے دیکھ رہا تھا جو ایک دائرہ تھا۔ جس کے کناروں میں سے سورج کی طرح کرنیں نکل رہی تھیں۔

تھیوسانگ نے کہا:

"اس قسم کا نشان میں پہلی بار دیکھ رہا ہوں بہرحال یہ خلائی تابوت ہی ہے۔"

ناگ بولا: "ہمیں تابوت کھول کر دیکھنا چاہیے کہ اندر جس مخلوق کی لاش ہے اس کی شکل کیسی ہے؟"

تھیوسانگ نے کہا:

"میرا خیال ہے ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے
کیوں کہ نہ جانے اس خلائی لاش میں سے
کس قسم کی تابکاری نکل رہی ہو اور اس کا
ہم پر کیا اثر ہو۔"

عنبر نے کہا:

"اور تابوت کھولنا ہمارا مقصد بھی نہیں
ہے۔ ہمارا مقصد تو خلائی سیارے پر پہنچنا
ہے۔ اس کے لیے ہمیں اوپر سے آنے
والے خلائی جہاز کا انتظار کرنا چاہیے۔"

تھیوسانگ کہنے لگا:

"عنبر کا مشورہ بالکل درست ہے۔ ہمیں
باہر کسی خفیہ جگہ پر بیٹھ کر اس منصوبے
پر غور کرنا چاہیے کہ جب خلائی جہاز اس
محل کے صحن میں اترا یا اس جزیرے
پر اترا تو ہم اس میں کس طریقے سے
سوار ہو سکتے ہیں۔"

ناگ ماریا بلی کی طرف دیکھ کر ہنس دیا اور بولا:

"افسوس! ماریا بلی ہمیں کوئی مشورہ نہیں دے سکتی۔"

ماریا بلی اپنی نیلی نیلی آنکھوں سے ان کی طرف
تک رہی تھی۔ اسے صرف ان کی آوازیں ہی آ رہی
تھیں وہ ان کی باتیں نہیں سمجھ سکتی تھی۔ عنبر
ناگ اور تھیوسانگ تہ خانے سے نکل آئے۔
انہوں نے دیوار کے پتھر کو دوبارا دیوار میں اسی
طرح لگا دیا اور محل سے نکل کر جزیرے کے درختوں
میں ایک جگہ آ کر ایک بھوری چٹان کے پیچھے اپنے
رہنے کے لیے جگہ تیار کرنے لگے۔ انہوں نے شام
ہونے سے پہلے پہلے درختوں کی ٹہنیاں جوڑ کر وہاں
ایک چھوٹی سی جھونپڑی بنا لی اور اسے درخت
کی شاخوں اور پتوں سے اس طرح ڈھانپ دیا کہ
دور سے دیکھنے پر وہ ایک بہت بڑی جنگلی جھاڑی
ہی لگتی تھی۔ خلائی جہاز کے آسمان سے آنے میں
ابھی سات روز باقی تھے۔ یہ سات روز بھی انہوں
نے مختلف پروگرام بناتے ہوئے گزار دیئے۔ وہ کسی آخری
نتیجے پر نہیں پہنچ سکے تھے۔

تھیوسانگ اور عنبر نے اسی رائے کا اظہار کیا تھا کہ
اس بات کا فیصلہ خلائی جہاز کے اترنے پر ہی
ہو سکتا ہے کہ ہمیں کس طریقے سے جہاز میں سوار

ہونا ہو گا۔ ناگ نے بہرحال کہہ دیا تھا کہ میں بہت ہی چھوٹے سانپ کی شکل میں جہاز کے اندر جاکر معلوم کر آؤں گا کہ اندر کون کون ہے اور جہاز میں ہم کس جگہ چھپ سکتے ہیں۔ تھیوسانگ نے اس خطرے کا ذکر بھی کیا کہ چونکہ وہ خود ایک خلائی مخلوق ہے اس لیے کہیں آنے والی مخلوق کو اس کے بارے میں پتہ نہ چل جائے۔ چنانچہ ناگ نے کہا:

"تھیوسانگ تم جہاز کے اترنے سے پہلے ہی جزیرے کے جنوبی ساحل کی طرف چلے جانا ہم بعد میں تمہیں خبر کر دیں گے۔"

مہینے کی آخری رات گزر رہی تھی۔ جزیرے پر چاندنی پھیلی تھی۔ سمندر پر سکون تھا۔ عنبر اور ناگ اپنی جھونپڑی کی جھاڑیوں میں سے ویران محل کی طرف دیکھ رہے تھے۔ درمیان میں ریت کا چھوٹا سا میدان تھا جو خالی پڑا تھا۔ تھیوسانگ آدھی رات کو ہی جزیرے کی دوسری طرف چلا گیا تھا۔ ماریا بلی بھی اس کے پاس ہی تھا۔

ناگ نے آہستہ سے کہا:

"عنبر! مجھے لگتا ہے کہ یہاں کوئی خلائی جہاز نہیں آئے گا۔"

عنبر جواب دینے ہی والا تھا کہ آسمان پر چمک سی لہرا گئی۔ ان کی نظریں بے اختیار آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ عنبر ناگ نے دیکھا کہ نیلی روشنی کا ایک دائرہ جزیرے کی طرف اتر رہا تھا۔

○

اس کے بعد کیا ہوا؟ یہ آپ عنبر ناگ ماریا کی اگلی قسط نمبر ۲۰ جزیرے کا بھوت پڑھیں گے۔

عنبر ناگ ماریا کیپٹن اور خلا میں

اے حمید

نیا مکتبہ اقرا

۱۴-بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور-۸

جزیرے کا بھوت

عنبر، ناگ، ماریا (۳۰)

اے حمید

پیارے ساتھیو!

عنبر ناگ ماریا کی قسط ۱۲۰ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ ہر بار جب میں عنبر ناگ ماریا کی کہانی لکھنے بیٹھتا ہوں تو میرے دل میں صرف ایک ہی خیال ہوتا ہے کہ میں آپ کے لیے زیادہ سے زیادہ دلچسپ واقعات لکھوں اور ساتھ ہی ساتھ ایسی باتیں بھی لکھوں کہ جس سے آپ کی معلومات میں اضافہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ مجھے آپ دوستوں کے لیے پیاری پیاری کہانیاں اور اچھی اچھی باتیں لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ہے! میں اس بار بھی ان تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو مجھے اپنا قیمتی وقت نکال کر خط لکھتے رہتے ہیں۔ پیارے ساتھیو! ایک بات کا مجھ سے وعدہ کرو کہ تم عنبر ناگ ماریا کے ساتھ ساتھ اسکول کی پڑھائی بھی جی لگا کر اور پوری محنت سے کرتے رہو گے۔ وعدہ رہا؟

شکریہ!

تمہارا انکل

اے حمید

۲۵۴۔ این راہ چمن حسن آباد لاہور

قیمت ۵۰/۷ روپے

ترتیب

اُڑن طشتری اُتر آئی

روشنی کا نیلا دائرہ جزیرے کی طرف اتر رہا تھا۔
عنبر نے ناگ سے کہا۔
"یہ خلائی مخلوق کی اُڑن طشتری ہے"
ناگ کی نگاہیں آسمان پر لگی تھیں۔ روشنی کا دائرہ اب قریب آ گیا تھا۔ اس کی رفتار بے حد کم ہو گئی تھی اور اس کے نیچے سے نیلی اور زرد روشنیاں نکل رہی تھیں۔ پھر اچانک یہ ساری روشنیاں بجھ گئیں۔ صرف وہی روشنی باقی رہ گئی جو اُڑن طشتری کے نیچے سے ایک نیلے ستون کی طرح جزیرے پر پڑ رہی تھی۔
اُڑن طشتری کسی جمبو جیٹ طیارے سے بھی بڑی تھی۔
وہ ویران محل کے سامنے والے ریتیلے میدان میں زمین سے بیس فٹ اوپر آ کر رُک گئی۔ پھر اس میں سے تین چمکیلے پاؤں نکلے اور زمین پر آ کر جم گئے۔ اُڑن طشتری میں سے بہت مدھم سی سسکار کی آواز نکل رہی تھی۔ جب یہ اُڑن طشتری زمین پر آ کر رُک گئی تو مشین کی آواز بند ہو گئی۔ عنبر اور ناگ سانس روک کے جھونپڑی

کے باہر جھاڑیوں میں سے سر نکالے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔
اب اُڑن طشتری کا دروازہ کھلا اور اس میں سے ایک چمکیلی سیڑھی
آہستہ آہستہ نکل کر زمین کے ساتھ آکر لگ گئی۔

عنبر نے کہا۔

"اب خلائی مخلوق نیچے آئے گی۔ خدا جانے ان کی کیا
شکل ہو"

ناگ نے سرگوشی کی۔

"کوئی عجیب مخلوق نہ ہو"

اتنے میں دروازے میں دو آدمی نمودار ہوئے۔ انہوں نے
نیلے رنگ کا پلاسٹک کا لباس پہن رکھا تھا۔ جو چاندنی رات میں
چمک رہا تھا۔ یہ دونوں خلائی مخلوق تھے۔ وہ سیڑھیاں اترنے لگے
ان کے پیچھے دو اور خلائی آدمی آ گئے۔ انہوں نے بھی نیلے رنگ
کا ہی پلاسٹک کا لباس پہن رکھا تھا۔ یہ لباس ان کے جسموں پر
فٹ تھا۔ اُن کے قد عام انسانوں جتنے تھے اور دُور سے شکل
بھی یہاں کے انسانوں کی طرح لگ رہی تھی۔ عنبر نے کہا۔

"یہ تو بالکل ہماری طرح کے انسان ہیں"

"ہاں" ناگ بولا۔ "مگر ہو سکتا ہے ان میں ہم سے
زیادہ طاقت ہو"

چاروں خلائی آدمی سیڑھیاں اُتر کر ویران محل کے دروازے
کی طرف چلے گئے۔ چند سیکنڈ کے بعد دو اور خلائی آدمی سیڑھیاں
اترنے لگے ان کی چال سے اور سر کے بالوں سے معلوم ہو رہا تھا کہ
یہ دونوں عورتیں ہیں۔ ان کے بال بھی نیلے تھے اور گردن کے
پیچھے جھول رہے تھے۔

"یہ عورتیں ہیں عنبر" ناگ بولا۔

عنبر نے کہا۔

"ہاں یہ بھی بالکل ہماری عورتوں کی طرح ہیں۔ مگر ان
کے بال نیلے ہیں"

ناگ نے سرگوشی میں کہا

"ہو سکتا ہے ان کے جسم بھی نیلے ہوں"

یہ دونوں خلائی عورتیں بھی پہلے والے چار خلائی آدمیوں
کے پیچھے پیچھے ویران محل کے دروازے کی طرف چلی گئیں۔ اب
وہاں گہری خاموشی چھا گئی۔ عنبر بولا

"کیا خیال ہے ناگ؟ اُڑن طشتری میں کوئی اور تو
نہیں ہو گا؟"

ناگ نے کہا۔

"میرا خیال ہے اتنی بڑی اُڑن طشتری میں کم از کم
آٹھ آدمیوں کا سٹاف ضرور ہوتا ہے۔ اس حساب
سے کم از کم دو تین آدمی اُڑن طشتری میں ضرور ہوں گے

ویسے بھی اُڑن طشتری کو یہ اکیلے نہیں چھوڑیں گے "

اُڑن طشتری کی بتیاں گل کر دی گئیں تھیں۔ اب نیچے سے نکلنے والی نیلی روشنی بھی بجھ گئی تھی۔ جب چار خلائی مرد اور دو خلائی عورتیں ویران محل میں داخل ہو گئیں تو اُڑن طشتری میں سے نیلے چُست لباس والا ایک آدمی اترا۔ اس کے ہاتھ میں نیلے رنگ کی سٹین گن جتنی بڑی ایک لیزر گن تھی۔ وہ اُڑن طشتری کے گرد آہستہ آہستہ چکر لگا کر پہرہ دینے لگا۔

عنبر نے سرگوشی میں کہا۔

"اب ہمارا بھی اُڑن طشتری کے اندر جا کر جاسوسی کرنا مشکل ہو گیا ہے "

ناگ نے کہا۔

"مجھے تو کسی نہ کسی طرح اُڑن طشتری میں جا کر ان کے سٹاف اور دوسری باتوں کا جائزہ لینا ہی ہو گا۔ سوال یہ ہے کہ یہ لوگ کہیں اسی وقت ہی خلائی تابوت لے کر یہاں سے روانہ تو نہیں ہو جائیں گے؟"

عنبر کہنے لگا۔

"یہ تم نے ٹھیک کہا۔ اگر یہ ابھی محل میں سے تابوت لے کر یہاں سے اُڑ گئے تو ہمارا مشن ناکام ہو جائے گا "

ناگ نے کہا۔

"میں ویران محل میں جا کر معلوم کرتا ہوں۔ کہ یہ خلائی مخلوق خلائی تابوت کو باہر لا رہی ہے کہ نہیں "

عنبر نے کہا کہ تمہیں بے حد احتیاط کی ضرورت ہے ناگ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان لوگوں کے جسموں میں کوئی اس قسم کی تابکاری ہو جو تمہیں نقصان پہنچا دے۔ ناگ نے مسکرا کر آہستہ سے کہا۔

"یہ تو وہاں جانے کے بعد ہی معلوم ہو گا۔ بہرحال تم فکر نہ کرو۔ مجھے کچھ نہیں ہو گا "

ناگ نے سانس اوپر کو کھینچا۔ اور ایک چھوٹے سے مٹیالے سانپ کی شکل اختیار کر لی۔ وہ عنبر کے پاؤں کے قریب سے ہو کر زمین پر رینگتا اُڑن طشتری کی طرف بڑھا۔ پھر وہ ذرا پرے ہٹ کر ایک قوس بناتا ہوا۔ ویران محل کی طرف رینگنے لگا۔

ویران محل کے دروازے پر موت کا سناٹا تھا۔ جزیرے کے درخت ساکت تھے۔ سمندر کی لہریں بھی جیسے اپنی جگہ پر رُک گئی تھیں۔ چاند سمندر کے اوپر اپنی زرد روشنی بکھیر رہا تھا۔ ناگ سانپ کی شکل میں ویران محل کے دروازے میں سے گزر گیا۔

آگے وہی ٹوٹا پھوٹا بڑا کمرہ تھا۔ جس کی دیوار میں سے نکل کر پتھر نیچے پڑا تھا۔ ناگ دیوار کے ساتھ لگ کر جائزہ لینے لگا۔ کمرہ خالی تھا۔ چاروں خلائی آدمی تہہ خانے میں ہی تھے۔ ناگ دیوار کے ساتھ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا دیوار کے سوراخ میں سے اندر سیڑھیوں پر اُتر گیا۔ اِسے ایک عجیب قسم کی بُو محسوس ہوئی۔ یہ کسی دوائی کی بُو تھی۔ شاید یہ لاش کے تابوت میں سے آ رہی تھی۔ یا شاید خلائی انسان لاش پر کوئی خاص قسم کی دوائی لگا رہے تھے۔ ناگ سیڑھیاں اترنے کی بجائے سیڑھیوں کے اوپر والی چھت کے ساتھ چمٹ کر نیچے کی دیوار پر اترتا گیا۔ اس نے آخری زینے کے اوپر آ کر دیکھا کہ تہہ خانے میں کسی ٹارچ کی نیلی روشنی ہو رہی تھی۔ چاروں خلائی آدمی لاش کے تابوت کے اردگرد کھڑے تھے۔ انہوں نے لاش کو تابوت میں سے نکال کر باہر فرش پر لٹا رکھا تھا۔ اور ایک خلائی آدمی ایک چھوٹی ٹیوب میں سے لاش پر کسی دوائی کا سپرے کر رہا تھا۔ یہ اسی سپرے کی بُو پھیلی تھی

چاروں خلائی آدمی خاموش تھے۔ دو خلائی عورتیں لاش کے سرہانے کی جانب خاموش کھڑی تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں پلاسٹک ٹیکہ لگانے والے دو سرنج تھے۔ ایک خلائی آدمی لاش پر جھک گیا۔ اس نے لاش کے پیٹ پر سے ذرا سا

کپڑا ہٹایا۔ اور پھر عورتوں کو اشارہ کیا۔

دونوں خلائی عورتوں نے باری باری لاش کے پیٹ میں انجکشن لگا دیا۔ ابھی تک انہوں نے آپس میں کوئی بات نہیں کی تھی اور ناگ کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ کہ ان کی زبان کیا ہے۔

اب اس خلائی آدمی نے کہا۔

"اِسے دو دن تک اسی طرح پڑے رہنے دو۔ تیسرے دن مزید انجکشن لگائے جائیں گے"

یہ الفاظ اس خلائی آدمی نے اپنی خلائی زبان میں کہے تھے جسے ناگ اپنی غیر معمولی صلاحیت کی وجہ سے سمجھ گیا تھا۔ یہ لوگ واپس چلنے کے لیے مڑے تو ناگ تیزی سے پلٹا رینگتا ہوا تہہ خانے کے سوراخ سے باہر آ گیا۔ ایک بات کو اس نے خاص طور پر محسوس کیا تھا۔ کہ ان خلائی انسانوں کے جسم سے کوئی ایسی تابکاری نہیں نکل رہی تھی جو اس پر برا اثر ڈالتی۔

ناگ بجلی کی رفتار کے ساتھ ویران محل سے نکل کر سمندر کی طرف چلا گیا۔ وہاں سے ایک چکر لگا کر واپس "عنبر کے پاس آیا اور جھاڑیوں کے پیچھے انسانی شکل میں آ کر سارا ماجرا سنا ڈالا۔

عنبر آہستہ سے بولا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی کم از کم چار۔ پانچ روز تک یہ خلائی مخلوق اسی جگہ ٹھہرے گی اس اثنا میں ہمیں سوچ بچار کا موقع مل جائے گا. کہ اُڑن طشتری میں کس طرح جا کر چھپیں. لیکن ناگ تمہیں اس سلسلے میں بڑا کام کرنا ہوگا. تمہیں اُڑن طشتری کے اندر جا کر وہاں کا جائزہ لینا ہوگا"۔

ناگ نے آہستہ سے کہا.

"میرا تو خیال ہے کہ ہمیں یہاں سے اپنی جھونپڑی کو ڈھا کر جزیرے کے جنوب میں چلا جانا چاہیئے. ظاہر ہے یہ لوگ یہاں گھومیں پھریں گے. انہوں نے ہماری جھونپڑی دیکھی تو انہیں شک پڑ جائے گا. کہ جزیرے پر کوئی آدمی ان کی نقل و حرکت دیکھ رہا ہے"

عنبر نے کہا.

"مجھے تم سے اتفاق ہے. چلو ہم اسی وقت یہاں سے تھیوسانگ والے ساحل کی طرف چلے جاتے ہیں. اور اسے بھی سارے حالات بیان کرتے ہیں. دن میں کسی وقت آ کر ہم ان خلائی

مخلوق کا چھپ کر جائزہ لے لیا کریں گے"۔

عنبر اور ناگ جھونپڑی میں سے نکل کر جنگل کے درختوں میں سے گزرتے جزیرے کے جنوبی ساحل کی طرف چلے گئے. تھیوسانگ کی خوشبو کا سراغ لگاتے وہ اس کے پاس جا پہنچے اور خلائی مخلوق کی ساری کارکردگی بیان کر دی. تھیوسانگ بولا.

"میں نے آسمان پر سے اُڑن طشتری نیچے اُترتی دیکھی تھی"۔

پھر کچھ سوچ کر بولا.

"میرا خیال ہے. یہ خلائی مخلوق ہمارے نظام شمسی ہی کے کسی دُور دراز کے سیارے کی رہنے والی ہے. جب ہی ان کی شکلیں ہمارے جیسی ہیں. اور یہ لوگ اپنی کسی لاش پر کوئی میڈیکل تجربہ کر رہی ہے جو اس زمین کی فضا میں ہی کیا جا سکتا ہے"

ماریا بلی اسی وقت سو رہی تھی. ناگ نے کہا.

"اُڑن طشتری میں میرے خیال کے مطابق دس آدمیوں کا سٹاف ہے. ان میں صرف دو لڑکیاں ہیں اور ان کے بال نیلے ہیں"۔

تھیوسانگ نے کہا۔

"یقیناً یہ کسی ایسے سیارے کی مخلوق ہے۔ جہاں کی زمین اور پانی میں آکسن کے اجزا نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی بجائے تانبے کے اجزاء موجود ہیں۔"

وہ دیر تک باتیں کرتے رہے۔ عنبر نے کہا۔

"پہلا کام تو ہمیں یہ کرنا ہو گا کہ صبح کی روشنی ہونے سے پہلے پہلے اپنی جھونپڑی کو گرا دیں گے۔ اس کے بعد ہمیں اُڑن طشتری کی جگہ کے قریب ہی کسی گھنے درخت کے اوپر ایسا ٹھکانہ بنانا ہو گا جہاں چھپ کر ہم اِن خلائی انسانوں کی نقل و حرکت کا مشاہدہ کر سکیں اور جس وقت بھی موقع ملے ناگ کو اُڑن طشتری میں بھیج کر یہ معلوم کریں کہ اُڑن طشتری کے اندر کیا کچھ ہے۔ اور ہم کس طرح سے اندر داخل ہو کر کس جگہ چھپ سکتے ہیں۔"

ناگ بولا۔

"یہ کام موقع ملنے پر میں بڑی آسانی سے کر لوں گا۔ لیکن تھیوسانگ کے پاس بھی تو لوگوں کو چھوٹا کر دینے کا چھو منتر ہے۔"

تھیوسانگ نے کہا۔

"مگر میں کسی خلائی انسان کے پاس پہنچ کر اُسے اُنگلی سے چھو کر ہی چھوٹا کر سکتا ہوں۔ مگر یہ بہت بڑا خطرہ مول لینے والی بات ہے۔ وہ مجھ پر لیزر شعاع سے حملہ بھی کر سکتے ہیں۔"

عنبر کہنے لگا۔

"تھیوسانگ کا یہ ہُنر آگے چل کر ہمارے کام آ سکتا ہے۔ ابھی تو ناگ تمہیں ہی جاسوسی کرنی پڑے گی۔ میں اگرچہ ابھی مر نہیں سکتا۔ لیکن میں بھی اس مخلوق کے سامنے نہیں جانا چاہتا۔ کیا خبر ان کی خلائی گن مجھ پر کیا اثر کرے۔"

ناگ مسکرا کر بولا۔

"ہاں بھائی سارا کام مجھ ہی کو کرنا ہو گا۔ کوئی بات نہیں۔ میں کب انکار کرتا ہوں۔ زندگی خطروں میں چھلانگ لگاتے گزر گئی ہے۔ اپنی بہن کیمی کے لیے تو میں بڑی خوشی سے ایسا کر سکتا ہوں۔"

عنبر نے کہا۔

"ابھی تو ہمیں جنگل میں جا کر اپنی جھونپڑی کو زمین کے ساتھ ملانا اور کسی درخت پر اپنے لیے خفیہ ٹھکانہ بنانا ہے۔"

رات کے پچھلے پہر عنبر اور ناگ درختوں میں سے گزر کر اپنی جھونپڑی کے پاس پہنچ گئے۔ انھوں نے جھونپڑی کی گھاس پھوس والی دیوار کو گرانا چاہا تو اس کی ہلکی ہلکی سرسراہٹ پیدا ہوئی۔ اُڑن طشتری کے پاس جو خلائی آدمی پہرہ دے رہا تھا اس نے چونک کر جنگل کی طرف دیکھا۔ عنبر اور ناگ وہیں زمین پر لیٹ گئے۔

خلائی پہرے دار قدم قدم چلتا جھاڑیوں کے قریب آیا۔ اُسے کوئی جھونپڑی نظر نہ آئی۔ وہ واپس چلا گیا۔ عنبر نے اطمینان کا سانس لیا اور سرگوشی میں بولا۔

"یہ کام ہمیں دن میں اس وقت کرنا چاہیئے جب یہ پہرے دار بھی یہاں پر نہ ہو۔ ابھی واپس چلتے ہیں۔"

اور عنبر ناگ واپس تھیوسانگ کے پاس چلے گئے۔

دوسرے روز عنبر ناگ اور تھیوسانگ نے اُڑن طشتری والی جگہ سے دُور ایک گھنے درخت کے اوپر بیٹھنے کی جگہ بنائی۔ ماریا بلی کو انھوں نے اپنے پاس ہی رکھا ہوا تھا۔ انھوں نے اشاروں سے ماریا بلی کو بتا دیا کہ وہ نہ تو بھاگ کر اُڑن طشتری کی طرف جائے اور نہ ہی میاؤں میاؤں کی آواز نکالے۔ ماریا کو وہ اس کی زبان میں سمجھا نہیں

سکتے تھے لیکن ماریا سب کچھ دیکھ رہی تھی سب کچھ سمجھ رہی تھی۔ اس نے سر ہلا کر اشارہ کیا کہ وہ ایسا ہی کرے گی۔

دن کے وقت اُڑن طشتری کا رنگ نیلا تھا۔ یہ کافی بڑی گول اُڑن طشتری تھی۔ دن میں دوسرا پہرے دار پہرہ دیتا تھا۔ چاروں خلائی آدمی اور چاروں خلائی عورتیں ویران محل میں ہی لاش کے پاس گئی ہوئی تھیں۔ درخت کے اوپر شاخوں میں چھپ کر بیٹھے عنبر ناگ اور تھیوسانگ یہ ساری کارروائی دیکھ رہے تھے۔ ماریا بلی ان کے پاس ہی درخت کی ٹہنی پر خاموش بیٹھی تھی۔

عنبر نے کہا۔

"ناگ دن کے وقت ہی اُڑن طشتری میں جا کر جائزہ لے سکتا ہے۔ رات کو تو باقی خلائی آدمی بھی اندر آ جاتے ہیں۔"

تھیوسانگ نے کہا۔

"بالکل درست ہے۔ ناگ کو میرے خیال میں بھی دن کے وقت ہی اُڑن طشتری میں داخل ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔"

ناگ کہنے لگا۔

وہیں جانے کو تیار ہوں۔ مگر پہرے دار سیڑھیوں کے پاس کھڑا ہے"

وہ سب خلائی پہرے دار سپاہی کی طرف تکنے لگے خلائی پہرے دار کا چہرہ بالکل ہماری دنیا کے انسانوں ایسا تھا۔ اس کا رنگ صرف ہلکا نیلا نیلا تھا۔ سر کے بال بھی نیلے تھے اور اس نے نیلے رنگ کا پلاسٹک کی قسم کے کسی کپڑے کا چست لباس پہن رکھا تھا۔

عنبر نے کہا۔

" ناگ! یہ آدمی اپنی جگہ سے شاید نہ ہلے۔ لیکن ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ تم کوئی ترکیب سوچو"

ناگ بولا۔

" ایک ترکیب تو ہے کہ میں ننھی سی زرد چڑیا بن کر اُڑن طشتری میں داخل ہو جاؤں۔ مگر اُڑن طشتری کا دروازہ بند ہے"

تھیوسانگ نے کہا۔

" ہو سکتا ہے اُڑن طشتری کی دوسری جانب اس کی کوئی گول کھڑکی کھلی ہو یا اس کے اوپر ہوا کے آنے جانے کے لیے کوئی سوراخ رکھا گیا ہو۔

میری رائے میں تمہیں سانپ بن کر جانے کی بجائے چڑیا بن کر ہی جانا چاہیئے۔ اس طرح سے پہریدار کو تم پر شک بھی نہ ہو گا۔ اور وہ تمہیں ہلاک کرنے کی کوشش بھی نہیں کرے گا"

ناگ نے کہا۔

" جیسے آپ لوگوں کی مرضی۔ میں جاتا ہوں"

یہ کہہ کر ناگ نے سانس کھینچی اور زرد رنگ کی ایک ننھی منی سی چڑیا کی شکل بدل لی۔ وہ پھُر کر کے اُڑا اور اُڑن طشتری کی طرف نکل گیا۔ اُڑن طشتری کے اوپر جا کر اس نے کچھ بلندی پر دو تین چکر لگائے اور یہ دیکھنے کی کوشش کی کہ وہاں اندر جانے کے لیے کوئی جگہ بھی ہے کہ نہیں۔

پہرے دار اب چل پھر کر پہرہ دینے لگا تھا۔ مگر اس نے چڑیا کو نہیں دیکھا تھا۔ دیکھ بھی لیتا اسے کبھی خیال ہی نہیں آسکتا تھا کہ یہ چڑیا نہیں بلکہ ایک جاسوس انسان ہے۔ اتنی دیر میں ناگ نے دیکھ لیا تھا کہ اُڑن طشتری کے اوپر ایک پائپ کا منہ کھلا ہے۔ یہ پائپ المونیم کا لگتا تھا۔ اور دن کی روشنی میں چمک رہا تھا۔ شاید یہ کوئی ہوادان تھا۔

ناگ اُڑتا اُڑتا ایک غوطہ لگا کر اس پائپ پر آکر بیٹھ گیا۔

پائپ کا منہ اتنا چوڑا ضرور تھا کہ ناگ بڑی آسانی سے اس کے اندر داخل ہو سکتا تھا۔ اس نے جھک کر پائپ کے اندر دیکھا۔ پائپ میں سے نیم گرم ہوا باہر نکل رہی تھی۔ ناگ کو اچانک خیال آیا کہ یہ پائپ اندر نیوکلر پلانٹ کا پائپ نہ ہو۔ ایسا ہوا تو وہ نیچے جاتے ہی جل بھن کر راکھ ہو جائے گا۔

لیکن اسے نیچے اڑن طشتری کے کسی کمرے کا چمکیلا فرش نظر آیا۔ شاید یہ نیم گرم ہوا اڑن طشتری کے اندر کی فضا کی گرمی کی وجہ سے نکل رہی ہو۔ ناگ کے پاس ضائع کرنے کے لیے وقت نہیں تھا۔ اس نے خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے پائپ کے اندر غوطہ لگا دیا۔ وہ ایک ننھی سی چڑیا کی شکل میں پائپ کے اندر غوطہ لگا کر نیچے اڑن طشتری کے ایک ایسے کمرے میں آ گیا جو گول تھا اور جس کی دیواروں پر کتنے ہی چمکیلے ڈائل اور شیشے کے بٹن لگے تھے۔ سامنے ایک اور کھلا نیلا دروازہ تھا۔

ناگ اس دروازے میں نیچے فرش پر آ کر بیٹھ گیا اور چونچ آگے کر کے دوسری طرف دیکھنے لگا۔ دوسری جانب اس نے دو خلائی آدمی دیکھے، جو میز پر لگے شیشے کے سلنڈر میں کوئی سیال شے ڈال رہے تھے۔ اچانک

ایک کی نگاہ چڑیا پر پڑ گئی۔ اس نے دوسرے سے کہا۔

"یہ چڑیا کہاں سے آ گئی!"

دوسرا آدمی لیزر گن نکال کر دروازے کی طرف گھوما ہی تھا کہ ناگ نے اڑان بھری اور پائپ میں سے نکل باہر کھلی فضا میں اڑ گیا۔

وہ سیدھا عنبر اور تھیوسانگ کے پاس درخت والی جگہ پر آ گیا اور سب کچھ سنا دیا۔ تھیوسانگ گہرا سانس بھر کر بولا۔

"میرا پہلے بھی یہی خیال تھا کہ اس طرح اڑن طشتری میں ہمارا جا کر چھپنا ایک ناممکن بات ہے۔ ہمیں کوئی دوسری ترکیب سوچنی ہوگی۔"

ناگ نے کہا۔

"اڑن طشتری کے کمرے چھوٹے ہیں۔ اور میرے خیال میں کوئی کمرہ ایسا نہیں ہے کہ جو خالی ہو یا کوئی سٹور روم ہو جہاں جا کر ہم چھپ سکیں ہر کمرے میں خلائی لوگوں کا آنا جانا ہوگا۔"

تھیوسانگ کہنے لگا۔

"اڑن طشتریوں میں کوئی سٹور روم نہیں ہوتا جتنی بڑی یہ اڑن طشتری ہے اس میں میرے اندازے

کے مطابق آٹھ یا دس کمرے ہوں گے جن میں سے
سات کمرے مشین روم ہوں گے اور ایک کمرے
میں نیوکلر پلانٹ لگا ہوا ہوگا۔ باقی ایک کمرہ سونے کا ہوگا۔
اور ایک کمرہ پائیلٹ روم ہوگا۔"
عنبر نے کہا۔
"اس کی دوسری منزل بھی تو ہوگی۔"
تھیوسانگ بولا۔
"دوسری منزل میں عام طور پر فالتو نیوکلر پلانٹ لگے
ہوتے ہیں اور وہ مہر بند ہوتے ہیں۔ ان کے اندر
سوائے فلائیٹ انجینئر کے دوسرا کوئی نہیں جا سکتا۔"
"تو پھر اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟" ناگ نے کہا۔
تھیوسانگ بولا۔
"اس وقت تو میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔"
عنبر نے کچھ سوچ کر کہا۔
"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم ہم سب کو انگلی سے چھو
کر چھوٹا بنا دو اور ہم کسی طرح اُڑن طشتری کے اندر
جا کر کسی جگہ چھپ جائیں۔"
تھیوسانگ نے کہا۔
"یہ ہمارا آخری حربہ ہوگا۔ اس سے پہلے ہمیں کوئی

ایسی ترکیب نکالنی چاہیئے کہ سانپ بھی مر جائے
اور چھڑی بھی نہ ٹوٹے۔"
وہ یہ باتیں بھی کر رہے تھے اور درخت کی شاخوں
میں سے اُڑن طشتری کی طرف بھی دیکھ رہے تھے۔
انہیں پیچھے سمندر کا ساحل بھی دکھائی دے رہا تھا۔ اچانک
انہوں نے ایک کشتی دیکھی جو سمندری لہروں پر بہتی ساحل
کی طرف آرہی تھی۔ اس کشتی کو اُڑن طشتری کے باہر پہرہ
دینے والے خلائی پہرے دار نے بھی دیکھ لیا تھا۔ وہ تیزی
سے سیڑھیاں چڑھ کر اُڑن طشتری میں داخل ہو گیا اور
دروازہ بند کر دیا
عنبر ناگ اور تھیوسانگ بے چین نظروں سے کشتی کی
طرف تک رہے تھے۔
"یہ کم بخت کون لوگ اِدھر آرہے ہیں؟"
کشتی ساحل پر آکر رک گئی۔ اس میں سے جنگلی قسم
کے چار آدمی نکلے۔ ان کے ہاتھوں میں نیزے تھے۔ وہ جھک
کر چلتے اُڑن طشتری کی طرف بڑھے۔ وہ اُڑن طشتری کو ایسے
دیکھ رہے تھے جیسے وہ کوئی دشمن کا اژدہا ہو۔ اُڑن طشتری
کے قریب آکر انہوں نے اُڑن طشتری پر اپنے نیزے اچھال دیئے۔
عین اس وقت اُڑن طشتری کے ایک سوراخ میں سے

لیزر گن کی شعاع نکل کر ایک جنگلی پر پڑی اور وہ بھک سے اُڑ گیا۔ باقی سمندر کی طرف بھاگے مگر لیزر گن کی شعاع نے ایک ایک کر کے اُن کو بھی بھون کر رکھ دیا۔

"میرے خدا! یہ بد قسمت لوگ یہاں کیوں آ گئے تھے"

عنبر نے کہا۔ ناگ اور تھیوسانگ کو بھی اِن آدمیوں کی موت کا افسوس ہوا۔

تھیوسانگ بولا۔

"اس سے ایک بات ظاہر ہو گئی ہے کہ یہ خلائی مخلوق اس دنیا کے انسانوں کی دشمن ہے"

ناگ نے کہا۔

"جنگلی لوگوں نے بھی تو اُڑن طشتری پر تیر مارے تھے"

تھیوسانگ کہنے لگا۔

"یہ کوئی بات نہیں ہے۔ خلائی سپاہی کو اگر اس دنیا کے انسانوں سے ہمدردی ہوتی تو وہ اسے نیچے آ کر سمجھا سکتا تھا کہ یہاں سے چلیں جائیں مگر یہ لوگ یہاں کے انسانوں کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتے ہیں۔ یہ خلائی سیاروں کی مخلوق کی پرانی

ریت ہے"

عنبر بولا۔

"میں نے سوچا تھا کہ تم خلائی آدمی ہو۔ تمہیں ان کے پاس بھیجوں گا کہ بات کرو کہ وہ ہمیں اپنے ساتھ خلائی سیارے میں لے چلیں مگر اب یہ خیال بھی دل سے نکال دیا ہے۔ یہ مخلوق تمہیں شاید کچھ نہ کہے مگر ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گی۔ میں تو پھر بھی شاید بچ جاؤں مگر ناگ اور ماریا کا بچنا مشکل ہو جاتا"

خلائی پہرے دار اب پھر اُڑن طشتری سے نیچے اُتر کر پہرہ دینے لگا تھا۔

اتنے میں ویران محل کی طرف سے دونوں خلائی لڑکیاں آتی نظر آئیں۔ اُڑن طشتری کے پاس آ کر انہوں نے پہریدار خلائی آدمی سے کوئی بات کی اور پھر اُڑن طشتری میں جانے کی بجائے جنگل میں ان درختوں کی طرف چل پڑیں۔ جہاں ایک درخت پر عنبر ناگ اور تھیوسانگ اور ماریا بھی چھپے ہوئے تھے۔ عنبر نے کہا۔

"یہ تو اِدھر آ رہی ہیں"

"شش۔ خاموش"، تھیوسانگ نے کہا۔

انہوں نے اپنے سانس روک لیے۔ دونوں خلائی

لڑکیاں آپس میں باتیں کرتیں۔ اس درخت کے پاس
آکر زمین پر گرے ہوئے خشک پتوں کو اُٹھا کر تکنے لگیں
جس کی شاخوں میں عنبر ناگ نے اپنا ٹھکانہ بنا رکھا
تھا۔

○

خلائی مددگار

خلائی لڑکیاں اسی درخت کے نیچے آکر بیٹھ گئیں۔
ایک لڑکی نے اپنے ہاتھ میں تھامے سوکھے پتے
کی طرف دیکھ کر اپنی خلائی زبان میں اپنی ساتھی لڑکی سے
کہا۔

"نٹالا۔ ہماری زندگی بھی اس سوکھے پتے کی
طرح ہے۔ دشمن کی قید میں اسی طرح ایک روز
درخت سے گر کر ختم ہو جائیں گی۔"

دوسری لڑکی جس کا نام نٹالا تھا آہ بھر کر بولی۔

"اوٹاشا ہم مجبور ہیں۔ ان لوگوں سے رہائی
ناممکن ہے۔ اب تو یہ جس طرح کہتے ہیں، ہمیں
اسی طرح کرتے رہنا ہوگا۔"

عنبر ناگ اور تھیو سانگ کے کان کھڑے ہو گئے۔
اوٹاشا بولی۔

"کیوں نہ ہم اسی جزیرے میں فرار ہو کر کسی

جگہ چھپ جائیں؟"
شالا نے کہا۔
"احمق نہ بنو۔ یہ جزیرہ اتنا بڑا نہیں ہے۔ یہ
لوگ ہمیں تلاش کر لیں گے اور پھر اس دنیا
کے سیارے میں ہم کہاں جا کر رہیں گی؟
ہمیں تو یہاں کوئی جانتا نہیں ہے؟"
اوٹاشا کہنے لگی۔
"ہم کسی جنگل میں جا کر رہ لیں گے مگر ان ظالم
لوگوں سے تو نجات ملے گی اور پھر اس سیارے
کی زمین کی فضا ہمارے سیارے جیسی ہی ہے۔
ہم یہاں آسانی سے رہ سکتی ہیں۔"
اتنے میں اُڑن طشتری والا خلائی سپاہی ٹہلتا ہوا اس
درخت کے قریب آگیا۔ اور بولا۔
"اوٹاشا۔ شالا چلو۔ کافی سیر کر لی ہے تم نے۔ کھنڈر
کی لیبارٹری سے ڈاکٹر زاگو آنے ہی والا ہوگا۔"
دونوں لڑکیاں خاموشی سے اٹھیں اور خلائی سپاہی کے
ساتھ اُڑن طشتری کی طرف چل دیں۔
ان کے جانے کے بعد تھیوسانگ نے جذباتی آواز میں کہا۔
"ہمارا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔"

"وہ کیسے؟" عنبر نے پوچھا
تھیوسانگ بولا۔
"صاف ظاہر ہے کہ یہ دونوں خوبصورت لڑکیاں ان
اُڑن طشتری والوں کی قید میں ہیں اور یہ کسی
دوسرے سیارے سے اغوا کر کے لائی گئی ہیں۔
ہو سکتا ہے یہ اعلیٰ میڈیکل مہارت رکھتی ہوں۔
بہرحال ہم ان کو اگر ساتھ ملا لیں تو ان کے ذریعے
اس اُڑن طشتری پر قبضہ کیا جا سکتا ہے۔"
عنبر اور ناگ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ان کی آنکھوں
میں ایک نئی امید کی چمک تھی۔ تھیوسانگ کی تجویز بڑی معقول
تھی۔ ناگ بولا۔
"قدرت نے ہمیں بڑا اچھا موقع دیا ہے۔ ہمیں اس
سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔"
عنبر نے کہا۔
"لیکن ان لڑکیوں سے کس طرح بات کی جائے؟"
ناگ نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔
"یہ کام تھیوسانگ بڑے اچھے طریقے سے کر سکتا
ہے۔ وہ خود چونکہ خلائی انسان ہے اور وہ اپنے
سیارے کی زبان میں ان سے بات کرے گا تو

ان لڑکیوں کو اس پر یقین آجائے گا کہ تھیوسانگ،
ان کی مدد کر سکتا ہے۔"
عنبر نے کہا۔

"خیال تو بڑا اچھا ہے۔"

تھیوسانگ اپنے بالوں کو کھجاتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں نے پہلے ہی یہی سوچ رکھا تھا۔ خود ایک
خلائی انسان ہونے کی وجہ سے میں ان لڑکیوں کا اعتماد
حاصل کر سکوں گا۔ اس کے بعد جیسے موقع ملا۔ آپ
لوگوں سے بھی اُن کا تعارف کروا دوں گا۔"

یہ دوست درخت سے اُتر کر جنگل میں اندر کی طرف چلے
گئے۔ اب عنبر ناگ اور ماریا بلی تو جزیرے کے جنوبی علاقے
میں جا کر چھپ گئے اور تھیوسانگ اکیلا اُڑن طشتری والے علاقے
میں آکر درختوں کے نیچے ایک جگہ چھپ کر اُڑن طشتری کی جانب
دیکھنے لگا۔ وہ اس بات کا انتظار کر رہا تھا کہ وہی خلائی
لڑکیاں شالا اور اوٹاشا پھر اس طرف آئیں۔

مگر یہ لڑکیاں پھر اِدھر نہ آئیں۔ اس دوران خلائی ڈاکٹر
زاگو ویران محل سے نکل کر واپس اُڑن طشتری میں چلا گیا۔
پھر رات ہو گئی۔ تھیوسانگ واپس عنبر ناگ ماریا کے پاس آ
گیا۔ دوسرے دن تھیوسانگ پھر اپنے مشن پر نکل کھڑا ہوا۔

وہ درختوں کے پیچھے چھپ گیا اور نظریں اُڑن طشتری
پر جما دیں۔ سورج کافی اوپر آگیا تھا۔ جزیرے پر روشن دھوپ
پھیلی تھی۔ اُڑن طشتری کے باہر خلائی سپاہی پہرہ دے رہا
تھا۔ اُڑن طشتری کا دروازہ کھلا۔ اور چار خلائی آدمی ہاتھوں
میں سٹیل کے بکس لیے اُترے اور ویران محل کی طرف چلے گئے۔
وہ تابوت کی لاش پر کوئی نیا تجربہ کرنے جا رہے تھے۔

تھیوسانگ خاموش بیٹھا رہا۔

دوپہر کے بعد دونوں خلائی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی اُڑن
طشتری کی سیڑھیاں اُتر کر نیچے آئی۔ تھیوسانگ نے اِسے پہچان
لیا۔ یہ خلائی لڑکی اوٹاشا تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایلومونیم کا
ایک گول گلدان تھا۔ اس نے پہرے پر کھڑے خلائی سپاہی سے
یہ کہا تھا کہ یہ پھول چننے جا رہی ہے۔ اور خلائی لڑکی نے واقعی
جنگل میں آتے ہی جھاڑیوں میں کھلے زرد پھول توڑ کر گلدان
میں رکھنے شروع کر دیئے۔

تھیوسانگ درخت کی اوٹ سے نکل کر دبے پاؤں پیچھے
کی طرف چلا گیا۔ خلائی لڑکی اسی طرف آ رہی تھی۔ وہ اِدھر اُدھر
جھاڑیوں اور شاخوں پر کھلے پھول توڑ توڑ کر گلدان میں رکھتی
جا رہی تھی۔ اس نے نیلا خلائی لباس پہن رکھا تھا۔ اور اس
کے نیلے بال دن کی روشنی میں چمک رہے تھے۔ اس کے چہرے

کے نقش تیکھے تھے۔ آنکھیں بادام کی طرح تھیں۔

جب وہ اڑن طشتری سے دور نکل آئی تو تھیوسانگ نے اس کے سامنے جانے کا فیصلہ کر لیا اور اپنے بالوں کو بکھیر کر چہرے کو پریشان بنایا اور ایک دم سے اوٹاشا کے سامنے آ کر اپنی خلائی زبان میں بولا۔

"بہن! میں سیارہ یورال کا رہنے والا ہوں۔ تم کون سے سیارے کی مخلوق ہو؟"

خلائی لڑکی اوٹاشا ایک دم ٹھٹھک گئی۔ اور تھیوسانگ کو گہری نظروں سے تکنے لگی۔ وہ چونکہ خود ایک خلائی لڑکی تھی۔ اس لیے تھیوسانگ کی زبان اور اس کے چہرے سے اس نے فوراً اندازہ لگا لیا کہ یہ شخص جھوٹ نہیں بول رہا اور خلائی انسان ہے۔ خلائی لڑکی ہونے کی وجہ سے وہ تھیوسانگ کی خلائی زبان سمجھ رہی تھی۔

تھیوسانگ نے اسے سوچنے کا موقع نہ دیا اور بولا۔

"بہن! میرا نام تھیوسانگ ہے۔ میرے سیارے کے لوگ مجھے موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے تھے۔ وہ دو سال ہوئے اس جزیرے پر اترے تھے۔ میں فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اب تمہاری اڑن طشتری کو دیکھا تو تم سے

بات کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ تم کون سے سیارے سے آئی ہو؟"

خلائی لڑکی اوٹاشا نے کہا۔

"ہم سیارہ کوٹارسکا سے آئے ہیں۔"

تھیوسانگ اداکاری کرتے ہوئے ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔ اور بولا۔

"بہن! کوٹارسکا تو ہمارا دشمن سیارہ ہے۔ کہیں تم مجھے گرفتار تو نہیں کرا دو گی؟ مگر تمہاری آنکھوں میں ہمدردی کی جھلک ہے۔ میں تمہیں بھائی کی زندگی کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اپنے لوگوں کو میرے بارے میں کچھ نہ بتانا نہیں تو وہ مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے۔"

اوٹاشا نے اڑن طشتری کی طرف دیکھا، پھر تھیوسانگ کی طرف گردن پھیر کر کہنے لگی۔

"میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گی مگر تم اس جزیرے میں کب تک چھپے رہو گے؟ آخر ایک نہ ایک دن تمہارے دشمن پکڑ لیں گے۔"

تھیوسانگ نے کہا۔

"میری بہن! میں اب اس جزیرے سے چلا

جاؤں گا۔ یہاں سے دُور ملک افریقہ میں میرے دو دوست رہتے ہیں۔ وہ خلائی مخلوق نہیں ہیں۔ اسی دنیا کے رہنے والے ہیں۔ مگر انہوں نے مجھے پناہ دے رکھی ہے۔ میں تو اُڑن طشتری کو اترتے دیکھ کر یہاں یہ معلوم کرنے آگیا تھا کہ کہیں یہ میرے سیارے کی اُڑن طشتری تو نہیں ہے۔“

خلائی لڑکی اوٹاشا نے پوچھا۔

”کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہارے سیارے کی مخلوق تمہیں وہاں سے گرفتار نہیں کر سکے گی؟“

تھیو سانگ سمجھ رہا تھا کہ اوٹاشا اس سے کیا معلوم کرنا چاہتی ہے۔ اس نے بڑے اعتماد سے کہا:

”میری بہن! اس زمین پر ایسی ایسی جگہیں ہیں کہ جہاں میں چلا جاؤں تو میرے سیارے کی مخلوق میری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ میں بڑے آرام سے یہاں بڑے مزے کی زندگی بسر کر سکتا ہوں۔“

اب خلائی لڑکی اوٹاشا کو خیال آیا کہ کیوں نہ اس خلائی دوست سے مدد حاصل کی جائے۔ اس نے کہا۔

”کیا تم ہماری مدد کر سکتے ہو؟“

تھیو سانگ دل میں بڑا خوش ہوا۔ اوٹاشا اسی طرف آ رہی تھی جس طرف وہ اُسے لانا چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔

”کیوں نہیں بہن؟ تم میری ساتھی مخلوق ہو۔ تمہاری مدد کرنا میرا فرض ہے۔“

اوٹاشا کہنے لگی۔

”اس وقت پہرے دار باہر کھڑا ہے۔ اسے مجھ پر شک ہو سکتا ہے کہ میں نے جنگل میں اتنی دیر کیوں لگا دی۔ تم آج رات جب چاند ڈوب جائے تو اسی جگہ آجانا۔ میں تمہیں یہیں ملوں گی۔ خبردار کسی سے میرے بارے میں ذکر نہ کرنا۔“

تھیو سانگ خلائی زبان میں ہی بات کر رہا تھا۔ بولا۔

”بہن ہم دونوں خلائی بہن بھائی ہیں۔ تمہارا راز میرے دل میں راز بن کر رہے گا۔ میں آدھی رات کے بعد جب چاند غروب ہو جائے گا۔ تمہیں اسی جگہ ملوں گا۔ مگر دیکھنا بہن! وعدہ کرو کہ تم بھی اپنی مخلوق کے آدمیوں سے

میرا ذکر نہیں کرو گی۔ نہیں تو یہ ظالم لوگ مجھے
پکڑ لیں گے۔ اور پھر میری جان بچنا مشکل
ہے۔"
اوٹاشا نے کہا۔
"تھیو سانگ تم میرے خلائی بھائی ہو۔ میں
کسی سے ذکر نہیں کروں گی۔ میں تو خود ان
لوگوں سے تنگ ہوں۔ بہرحال تم سے رات کو
بات کروں گی۔ اب میں جاتی ہوں۔"
اوٹاشا تھیو سانگ کو وہیں چھوڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتی
جنگل کے درختوں میں ہوتی اڑن طشتری کی طرف چلی گئی۔
تھیو سانگ کا تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھا تھا۔ وہ خوش
خوش عنبر ناگ ماریا کے پاس آیا اور سارا واقعہ سنایا۔
وہ لوگ بھی خوش ہوئے مگر انہوں نے تھیو سانگ کو
محتاط رہنے کا مشورہ دیا۔ ناگ نے کہا۔
"رات کو میں تمہاری حفاظت کے لیے سانپ
کی شکل میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔"
عنبر نے بھی اس تجویز کو پسند کیا۔ تھیو سانگ کہنے لگا۔
"ٹھیک ہے تم میرے ساتھ چلو۔ مگر پیچھے رہنا
اوٹاشا کو اگر ذرا سا بھی شک پڑ گیا۔ تو ہماری ساری

سکیم دھری کی دھری رہ جائے گی۔"
آدھی رات کے بعد جب چاند مغرب کی طرف سمندر
میں ڈوب گیا تو تھیو سانگ جزیرے کے جنوبی ساحل
سے نکل کر اڑن طشتری کے سامنے والے درختوں کی
طرف روانہ ہو گیا۔ ناگ سانپ کی شکل میں اس سے تھوڑے
فاصلے پر رینگتا چلا آرہا تھا۔
تھیو سانگ اسی درخت کے پاس آکر بیٹھ گیا۔
جھاڑیوں کی اوٹ میں سے نکلتی نیلی روشنی نظر آرہی
تھی۔ جزیرے پر سناٹا چھایا تھا۔ اڑن طشتری پر سیڑھی
بھی نہیں لگی تھی۔ ایک پہرے دار باہر پہرہ دے رہا
تھا۔ تھیو سانگ ادھر دیکھ رہا تھا کہ کسی نے پیچھے سے
اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔
تھیو سانگ نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ اس کے پیچھے
خلائی لڑکی اوٹاشا کھڑی تھی۔
"بہن تم ادھر کہاں سے آئی ہو؟"
اوٹاشا نے آہستہ سے کہا۔
"میں نے رات کی ڈیوٹی ویران محل والے
تہہ خانے کی عارضی لیباٹری میں لگوا لی تھی۔
میں ویران محل کے پچھلے دروازے سے نکل

کہ یہاں آئی ہوں۔ میرے پاس زیادہ وقت
نہیں ہے۔"

پھر اوٹاشا نے تھیوسانگ کو بتایا کہ وہ اس پر محض
اس لیے اعتبار کر رہی ہے کہ وہ خود بھی خلائی سیارے
کا رہنے والا ہے۔

"تھیوسانگ! میرا نام اوٹاشا ہے۔ میری ایک
سہیلی بھی اس اُڑن طشتری کے ساتھ یہاں آئی
ہے۔ اس کا نام نٹالا ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے
سیارے کی رہنے والی ہیں۔ اور نیوکلیر الیکٹرانکس
کی سائینس دان ہیں۔ اس اڑن طشتری والوں
نے دو سال ہوئے ہمیں ہمارے سیارے
سے اغوا کر لیا تھا۔ انہوں نے ہم دونوں کو
اپنی قید میں رکھا ہوا ہے اور ہم سے کام لیتے
ہیں۔ اگرچہ یہ ہم پر کوئی ظلم نہیں کرتے مگر
ہم اپنے سیارے پر اپنے بہن بھائیوں کے پاس
واپس جانا چاہتی ہیں۔"

تھیوسانگ نے اداکاری کرتے ہوئے کانوں پر
ہاتھ لگایا اور بولا۔

"بہن اوٹاشا! میں تمہیں تمہارے سیارے

پر پہنچانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ یہ لوگ
مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

خلائی لڑکی اوٹاشا بولی۔

"تم تو بڑی بہادری کی باتیں کر رہے تھے۔ کیا
تم اپنی مظلوم خلائی بہنوں کی مدد نہیں کرو گے؟"

تھیوسانگ پہلے تو انکار کرتا رہا۔ پھر بولا۔

"اچھا میں تمہاری مدد کروں گا۔ بولو تم کیا چاہتی
ہو؟ میں تمہیں یہاں سے بھگا کر اپنے دوست
کے ہاں لے جا سکتا ہوں۔ جہاں تم دونوں بالکل
محفوظ ہو گی۔"

اوٹاشا بولی۔

"یہاں سے فرار ہونے کا کوئی فائدہ ہمیں نہیں
پہنچے گا۔ ہم تو ان ظالموں کی قید سے نکل کر
اپنے سیارے پر جانا چاہتی ہیں۔"

تھیوسانگ بھولا سا بن کر بولا۔

"وہ تم کیسے جا سکتی ہو۔ میرے پاس کوئی
ایسا خلائی جہاز نہیں کہ میں تمہیں اس میں بٹھا
کر تمہارے سیارے پر پہنچا سکوں۔"

اوٹاشا نے کہا۔

"یہ اُڑن طشتری جو ہے۔ ہم اگر کسی ترکیب
سے اس پر قبضہ کر لیں۔ تو اسے اُڑا کر اپنے
سیارے پر پہنچ سکتی ہیں۔ پھر وہاں سے تم
اپنے سیارے کی طرف چلے جانا۔"
تھیوسانگ چاہتا تھا کہ اس ترکیب کی وہ خود پیشکش
کرے۔ اس نے دل میں خوش ہو کر کہا۔
"لیکن اوٹاشا بہن! ہم دونوں اکیلے اس
اُڑن طشتری پر کس طرح قبضہ کر سکتے ہیں۔
یہ کام بڑا خطرناک ہے!"
اب اوٹاشا نے تھیوسانگ کو بتایا کہ اُڑن طشتری میں
کُل دس افراد موجود ہیں۔ اور ان میں سے چھ دن میں
ویران محل والی لیبارٹری میں لاشں کے پاس چلے جاتے
ہیں۔ ایک باہر پہرہ دیتا ہے دو اُڑن طشتری کی لیبارٹری
میں کام کر رہے ہوتے ہیں۔ اور ایک اُڑن طشتری مشین
روم میں ہوتا ہے۔ تھیوسانگ بڑے غور سے اوٹاشا کی
گفتگو سنتا رہا۔ اب اس نے اوٹاشا کو یقین دلا دیا کہ وہ ان
دونوں لڑکیوں کی مدد کرے گا۔ خواہ اس کی جان کیوں
نہ چلی جائے۔ اوٹاشا بڑی خوش ہوئی کہ اچانک اسے
ایک خلائی مددگار مل گیا تھا۔ اُڑن طشتری کے سٹاف کو

ٹھکانے لگانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ تھیوسانگ نے کہا
"اوٹاشا! میں آج ہی پو پھٹے اس جزیرے
سے اپنی چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر ساحل پر
جاؤں گا۔ اور وہاں سے اپنے دو مددگار ساتھیوں
کو یہاں لے آؤں گا۔ تم ان پر اعتماد کر سکتی
ہو۔ وہ ہماری مدد کریں گے۔"
اوٹاشا کہنے لگی۔
"کہیں وہ ہمیں دھوکہ تو نہیں دے جائیں
گے؟"
تھیوسانگ نے اوٹاشا کو پھر پورا یقین دلایا۔ کہ اس کے
دوست کبھی دھوکہ نہیں دیں گے۔ اوٹاشا مان گئی۔
اس نے تھیوسانگ سے دوسرے روز دوپہر کے
بعد اسی درخت تلے آنے کا وعدہ کیا اور واپس چلی گئی۔
اوٹاشا سیدھی ویران محل میں آ گئی۔ جہاں
ناٹالا پہلے سے لیبارٹری میں لاشں کے پاس بیٹھی تھی۔
لاشں کو اس نے ابھی ابھی ایک انجکشن دیا تھا۔ یہ
اس کی ڈیوٹی تھی کہ وہ ہر آدھ گھنٹے بعد لاشں کو انجکشن
دے گی۔ اوٹاشا کو دیکھ کر اس نے سکھ کا سانس لیتے
ہوئے کہا۔

"مجھے تو تمہاری فکر لگ گئی تھی۔ کیا ہوا؟ کیا خلائی آدمی تمہیں ملا؟"

اوٹاشا نے نٹالا کو وہ ساری باتیں بتا دیں جو اس کے اور تھیوسانگ کے درمیان ہوئی تھیں۔ نٹالا کہنے لگی۔

"یہ تو ٹھیک ہے کہ تھیوسانگ خلائی آدمی ہے اور ہماری مدد کرنا چاہتا ہے۔ وہ خود بھی مفرور ہے اور اپنے سیارے پر جانا چاہتا ہے مگر اس کے دوست زمین کے رہنے والے ہیں کہیں دغا نہ کریں۔"

اوٹاشا نے کہا۔

"تھیوسانگ نے یقین دلایا ہے کہ اس کے دوست بڑے وفادار ہیں۔ اور ہماری مدد کریں گے۔ اور پھر نٹالا ہم اڑن طشتری پر قبضہ نہیں کر سکتے۔ ہمیں زیادہ سے زیادہ دوستوں کی ضرورت ہے۔ بہرحال لیزر گن ہمارے پاس ہو گی اگر ان زمین کے آدمیوں نے کسی وقت ہمیں دھوکہ دینے کی کوشش کی تو ہم انہیں اسی وقت ہلاک کر دیں گے۔"

دوسری طرف تھیوسانگ نے بھی عنبر ناگ کو ساری خبر جا کر دے دی۔ دوپہر تک وہ بیٹھے اڑن طشتری پر قبضے کا پروگرام تیار کرتے رہے۔ دوپہر کے بعد وعدے کے مطابق تھیوسانگ نے عنبر ناگ کو ساتھ لیا اور خاص درخت کی طرف چل پڑا۔ ماریا بلی کو انہوں نے وہیں درخت پر بیٹھے رہنے کا اشارہ کر دیا تھا۔

اوٹاشا ٹھیک وقت پر درخت کے پاس آ گئی۔

تھیوسانگ نے عنبر اور ناگ کا اس سے تعارف کرایا۔ اوٹاشا گھور گھور کر عنبر اور ناگ کو دیکھنے لگی۔ تھیوسانگ نے کہا۔

"اوٹاشا بہن! یہ میرے بہترین زمینی دوست ہیں۔ تم ان پر بھروسہ کر سکتی ہو۔"

عنبر اور ناگ نے بھی اوٹاشا کو تھیوسانگ کی وساطت سے یقین دلایا کہ وہ اس کے بھائی ہیں اور ان پر اعتبار کرے۔ عنبر اور ناگ جان بوجھ کر اوٹاشا کی خلائی زبان میں بات نہیں کر رہے تھے۔ وہ اپنی زمینی زبان میں بولتے اور تھیوسانگ اس کا ترجمہ کر کے اوٹاشا کو بتاتا۔

اوٹاشا نے کہا۔

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ میں نے نتالا کے ساتھ مل کر ساری سکیم تیار کر لی ہے: ہم آج رات اُڑن طشتری پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ آج رات بھی ہماری ویران محل کی لیبارٹری میں ڈیوٹی ہو گی۔ اسکیم یہ ہے کہ میں آدھی رات کو ویران محل کی لیبارٹری سے نکل کر اُڑن طشتری کی طرف آؤں گی۔ اور پہرے پر موجود خلائی سپاہی کے پاس آ کر اسے کہوں گی کہ میں نے محل کی جانب ایک جاسوس کو دیکھا ہے۔۔ میں اسے اپنے ساتھ محل کی طرف لے جاؤں گی۔ اور اندھیرے میں اس کا کام تمام کر دوں گی۔ میری سہیلی نتالا ویران محل سے بھاگتی ہوئی اُڑن طشتری کی طرف آئے گی اور شور مچا دے گی۔ کہ لیبارٹری کی طرف دشمن کے آدمیوں نے اوٹاشا کو ہلاک کر دیا ہے۔ اُڑن طشتری سے ہمارے خلائی آدمی اُتر کر محل کی طرف جائیں گے۔ اس وقت تم لوگوں کا کام یہ ہو گا کہ انہیں اترتے ہی گھات لگا کر ڈھیر کر دو۔

اس کے بعد میں اُڑن طشتری کا دروازہ کھلوا کر اوپر جانے کی کوشش کروں گی۔ یہ میری اسکیم ہے۔ آگے جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"

تھیوسانگ نے کہا۔

"اس کے لیے ہمیں لیزر گنوں کی ضرورت ہو گی۔"

اوٹاشا بولی۔

"وہ میں شام کے وقت اسلحہ خانے سے نکال کر یہاں درخت کے نیچے چھپا جاؤں گی۔ اب تم لوگ جاؤ اور آدھی رات کو تیار رہنا یاد رہے ویران محل کی طرف سے میں خود نکل کر اُڑن طشتری کی طرف آؤں گی۔ باقی تم کو سب کچھ بتا دیا گیا ہے۔"

اوٹاشا چلی گئی۔ عنبر ناگ اور تھیوسانگ آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ ناگ نے کہا۔

"میں سانپ بن کر بھی ان خلائی لوگوں کو ختم کر سکتا ہوں۔"

تھیوسانگ بولا۔

"اس میں خطرہ ہے۔ ہو سکتا ہے ان کو ڈسنے

سے تمہارے اوپر کوئی کیمیاوی ردِّ عمل ہو
جائے ۔ ہمیں اسی طرح کرنا چاہیے جس طرح
اوماشا نے ہمیں بتایا ہے"
عنبر ناگ اور تھیوسانگ جزیرے کے جنوبی ساحل
کی طرف چلے گئے.
دوپہر کو تھیوسانگ چھپتا چھپاتا درخت کے پاس آیا تو اُ
وہاں پتوں کے نیچے تین لیزر گنیں ملیں. اس نے ا نہیں
اُٹھا لیا اور عنبر ناگ کو جاکر ایک ایک گن دے
دی، ایک گن اس نے خود اپنے پاس رکھ لی۔ اب
وہ بے تابی سے آدھی رات ہونے کا انتظا
کرنے لگے.

دوپہر گزر گئی. پھر سورج سمندر میں غرو
ہو گیا۔ جزیرے پر اندھیرا چھانے لگا۔ آہس
آہستہ رات نے اپنے ڈیرے لگا لیے اور جزیر
کے درختوں پر بولتی چڑیاں بھی خاموش ہ
گئیں۔ ایک ویران اور دہشت ناک خاموشی چاد
طرف چھا گئی۔
عنبر ناگ اور تھیوسانگ اسی درخت کے پا
گھات لگا کر بیٹھ گئے۔ ان کی آنکھیں اُڑن طشتر

لی ایک طرف ویران محل کو جاتے دروازے پر لگی تھیں۔
چاند آسمان پر زرد ہو کر چمک رہا تھا۔ اس کی
دھیمی پُراسرار روشنی میں جزیرے کا ماحول مزید
ڈراؤنا سا لگ رہا تھا۔

آدھی رات کو حملہ

آدھی رات کا وقت آ گیا۔

عنبر ناگ اور تھیو سانگ کی آنکھیں ویران محل کے دروازے کی طرف جمی ہوئی تھیں۔ پھر اسکیم کے مطابق انہوں نے اوٹاشا کو ویران محل کے پرانے دروازے سے نکل کر آتے دیکھا۔ اوٹاشا تیز تیز قدموں سے آ رہی تھی۔ جیسے کچھ گھبرائی ہوئی ہو۔

عنبر نے آہستہ سے کہا۔

"اوٹاشا نے اپنا کام شروع کر دیا ہے"

عنبر ناگ اور تھیو سانگ کے ہاتھوں میں لیزر گنیں تھیں۔ انہوں نے ان پر اپنی گرفت مضبوط کر دی۔

اوٹاشا تیز تیز چلتی اُڑن طشتری کے باہر پہرہ دیتے سپاہی کے پاس آئی۔ اس سے کچھ باتیں کیں تو وہ لیزر گن کو سیدھا کرتا اس کے ساتھ ساتھ چل پڑا دونوں ویران محل کے سایوں میں گم ہو گئے۔ چند

سیکنڈ بعد تھیو سانگ اور عنبر ناگ نے ویران محل کے کھنڈر میں ایک روشنی سی چمکتی دیکھی جو فوراً بجھ گئی۔ تھیو سانگ بولا۔

"اوٹاشا نے لیزر گن کے فائر سے خلائی سپاہی کا کام تمام کر دیا ہے"

اتنے میں اوٹاشا کی سہیلی نٹالا ویران محل کے دروازے سے بھاگتی ہوئی اُڑن طشتری کی طرف آئی۔ اور اس نے اپنی خلائی زبان میں چلا چلا کر آوازیں دینا شروع کر دیں۔ وہ اُڑن طشتری میں آرام کرتے اپنے ساتھیوں کو بلا رہی تھی۔

ایک دم سے اُڑن طشتری کی کھڑکیوں میں روشنی ہو گئی اور دروازہ کھل گیا۔ سیڑھی نیچے کھسک آئی۔ اوپر ان کا چیف سائنسدان اپنے آدمیوں کے ساتھ کھڑا تھا۔

نٹالا نے نیچے سے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"لیبارٹری کی جانب زمین کی مخلوق نے حملہ کر دیا ہے۔ انہوں نے ہمارے سپاہی کو مار ڈالا ہے"

خلائی مخلوق تیزی سے لیزر گنیں تھامے سیڑھیوں سے

اُٹھ کر نٹالا کے ساتھ ویران محل کی طرف جانے لگی۔ نٹالا جان بوجھ کر ان سے ذرا ہٹ کر چل رہی تھی۔ وہ عنبر ناگ، تھیوسانگ کو حملے کا موقع دے رہی تھی۔ عین اسی وقت عنبر ناگ اور تھیوسانگ چھلانگیں لگا کر درختوں سے نکل کر باہر آئے اور ایک دم سے ریت پر لیٹ کر انہوں نے خلائی آدمیوں پر فائرنگ شروع کر دی۔ خلائی آدمیوں میں سے تین وہیں جل کر راکھ ہو گئے۔ باقیوں نے واپس گھوم کر عنبر ناگ پر فائرنگ کی تو نٹالا چھلانگ لگا کر دور زمین پر اوندھے منہ لیٹ کر ان پر فائرنگ کرنے لگی۔ دوسری طرف سے اوٹاشا بھی گن لیے آ گئی۔ دیکھتے دیکھتے سارے خلائی آدمی لیزر گنوں کی شعاعوں کی زد میں آ کر شعلے بن کر اُڑ گئے۔

اس وقت اُڑن طشتری میں دو خلائی آدمی موجود تھے۔ انہوں نے بھی کھڑکیوں میں سے نٹالا، اوٹاشا اور عنبر ناگ پر فائر کھول دیا۔ اوٹاشا نے چِلّا کر کہا۔

”تھیوسانگ! نٹالا! درختوں کی طرف بھاگو۔“

”پیچھے بھاگ چلو۔ جلدی کرو۔“

وہ سب اُٹھ کر جزیرے کے جنوب کی طرف

بھاگے اور جنگل میں ایک جگہ آ کر رُک گئے۔ جہاں لیزر شعاعیں نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ اوٹاشا کا سانس پھولا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔

”مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میرا خیال تھا یہ دو آدمی بھی اُڑن طشتری سے باہر ہوں گے۔“

نٹالا سانس لیتے ہوئے بولی۔

”ہمیں اُڑن طشتری کے پیچھے کی جانب سے حملہ کرنا چاہیئے۔“

تھیوسانگ نے کہا۔

”کیا باقی کے سب دشمن ختم ہو گئے ہیں؟“

اوٹاشا بولی۔

”ہاں اس وقت صرف دو آدمی اُڑن طشتری میں ہیں۔ میں نے پورا حساب لگا لیا تھا۔“

عنبر کے منہ سے ان ہی کی زبان میں نکل گیا۔

”ہم کو وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔“

اپنی خلائی زبان میں بات کرتے دیکھ کر نٹالا اور اوٹاشا نے چونک کر عنبر کی طرف دیکھا۔ اوٹاشا نے اپنی گن کا منہ تھیوسانگ کی طرف پھیر دیا۔ اوٹاشا نے چِلّا کر کہا۔

"تم ہماری زبان کیسے جانتے ہو۔ کون ہو تم؟"

اب عنبر کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ تھیو سانگ بیچ میں آگیا۔ اس نے ہاتھ اوپر اٹھا لیے اور کہا۔

"اوٹاشا! اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ یہ میرے دوست اگرچہ زمین ہی کی مخلوق ہیں۔ مگر ان کے پاس ایک ایسا طلسم ہے کہ جس کی مدد سے یہ دنیا اور خلا کی ہر مخلوق کی زبان سمجھ اور بول لیتے ہیں۔ یقین کرو۔ یہ ہمارے ساتھی ہیں۔ ہمارے وفادار ہیں"

اوٹاشا نے نٹالا کی طرف دیکھا۔ نٹالا نے کہا۔

"اوٹاشا! ہم نے اپنی کشتیاں جلا ڈالی ہیں اب ہمیں ان پر اعتبار کرنا ہی پڑے گا"

عنبر نے بڑی نرم آواز میں ان ہی کی زبان میں کہا۔

"بہن اوٹاشا! میرا نام عنبر ہے۔ میرے اس دوست کا نام ناگ ہے۔ ہماری ایک بہن ماریا بھی ہے جو جادو کے زور سے بلی بنا دی گئی ہے۔ ہماری دنیا میں جادو بہت ہوتا ہے۔ ہم اسی جادو کے زور سے تمہاری زبان سمجھ لیتے ہیں"

اوٹاشا کی آنکھوں میں ابھی تک شک کی پرچھائیاں تھیں۔

اس نے کہا۔

"مجھے یقین نہیں آرہا۔ میں خود بھی مر جاؤں گی مگر تم دونوں کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تم مجھے اپنے جادو کا ثبوت پیش کرو۔ میں تمہارے جادو کو نہیں مانتی۔ تم ضرور ہمارے ہی سیارے کی مخلوق ہو۔ اور پہلے سے اس جزیرے پر موجود تھے۔ تم جاسوس ہو"

عنبر نے ناگ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"جادو کا ثبوت میرا دوست ناگ تمہیں دے گا۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے یہ اپنی شکل تبدیل کرے گا"

ناگ نے مسکرا کر اوٹاشا کی طرف دیکھا اور کہا۔

"میں اپنا جسم جادو کے زور سے تبدیل کر رہا ہوں۔ تم دیکھتی رہنا"

ناگ نے سانس اوپر کھینچا اور اوٹاشا اور نٹالا کی آنکھوں کے سامنے وہ انسان سے ایک بہت بڑا سانپ بن گیا جو اپنا پھن اٹھائے لہرا رہا تھا۔ نٹالا اور اوٹاشا ڈر کر پیچھے ہٹ گئیں۔ ناگ فوراً انسانی شکل میں واپس آ گیا۔ عنبر نے کہا۔

"اوٹاشا بہن! اب تو تمہیں یقین آگیا ہوگا کہ
ہم محض اپنے جادو کی وجہ سے تمہاری خلائی
زبان بول لیتے ہیں۔ ہمارا تمہارے سیارے
کی مخلوق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

اوٹاشا اور نٹالا نے ایسا جادو پہلے کبھی نہیں
دیکھا تھا۔ کہ ایک جیتا جاگتا انسان اپنی جون بدل کر
انسان سے سانپ بن جائے۔ ان کی حیرت ابھی تک
کم نہیں ہوئی تھی۔ مگر انہیں یقین آگیا تھا کہ عنبر اور ناگ
واقعی جادوگر ہیں۔ تھیوسانگ کہنے لگا۔

"اب ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے اور
اور اُڑن طشتری میں موجود دشمن خلا
بازوں سے نمٹنے کی کوئی ترکیب نکالنی
چاہیئے۔"

اوٹاشا اور نٹالا نے اپنی لیزر گنیں اپنی پیٹی
کے ساتھ لٹکا لیں۔ وہ عنبر ناگ اور تھیوسانگ کو ساتھ
لے کر درختوں اور جھاڑیوں میں سے گزر کر اُڑن طشتری
کے عقب میں آگئے۔ چاندنی پھیکی ہوتی جارہی تھی۔
کیونکہ چاند سمندر پر جھکتا جا رہا تھا۔ اُڑن طشتری
ان سے تھوڑی ہی دور ریت کے چھوٹے سے میدان میں

اپنے تین چمکیلے پاؤں پر کھڑی تھی۔ اس کی سیڑھی اوپر اٹھالی
گئی تھی۔ اب اس کی کسی بھی کھڑکی میں روشنی نہیں
ہو رہی تھی۔ اوٹاشا نے کہا۔

"دونوں دشمن پوری طرح ہوشیار ہیں۔
انہوں نے جان بوجھ کر بتیاں گل کردی
ہیں۔"

عنبر نے پوچھا کہ ان کے پاس کس قدر اسلحہ اور
خوراک ہوگی؟ اوٹاشا کہنے لگی۔

"ہم لوگ خوراک کے لیے گولیاں استعمال
کرتے ہیں۔ ایک گولی ہمیں ایک ہفتے تک
کھانے اور پینے سے بے نیاز کر دیتی ہے۔
اُڑن طشتری میں اتنی غذائی گولیاں ہیں۔
کہ یہ دونوں آدمی سو سال تک اندر زندہ رہ
سکتے ہیں۔ اسلحہ بھی ان کے پاس موجود ہے۔
لیزر شعاعوں کی گن کو یہ ایٹمی ری ایکٹر کی
مدد سے دوبارہ چارج کر سکتے ہیں۔"

تھیوسانگ نے کہا۔

"ایٹمی ری ایکٹر اُڑن طشتری کی اوپر والی
منزل کے کونے میں ہی ہے؟"

شالا نے کہا۔

"تم خلائی انسان ہو۔ تم نے ٹھیک کہا۔ مگر ہم ہیٹی مری ایکٹر کو تباہ نہیں کر سکتے۔ اگر اسے تباہ کر دیا تو ہم اُڑن طشتری کو یہاں سے نکال کر نہیں لے جا سکیں گے۔"

عنبر نے کہا۔

"تمہارے خیال میں اب ہمیں کیا حکمتِ عملی اختیار کرنی چاہیئے۔ اوٹاشا؟"

اوٹاشا گھاس پر اس طرح لیٹی تھی جیسے سپاہی گھات لگا کر بیٹھتا ہے۔ اس نے اُڑن طشتری کی طرف نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔ دونوں خلائی آدمی اُڑن طشتری سے باہر نہیں نکلیں گے اور ہم اس کے اندر نہیں جا سکتے۔ ہو سکتا ہے۔ وہ اُڑن طشتری کو اُڑا کر لے جائیں۔ لیکن ابھی تک انہیں یقین ہے کہ ان کے ساتھی ویران محل میں زندہ ہیں۔ اور اُڑن طشتری کی طرف ضرور واپس آئیں گے۔"

شالا کہنے لگی۔

"ممکن ہے وہ ہمارا بھی انتظار کر رہے ہوں۔"

تھیوسانگ نے کہا۔

"میرا خیال ہے انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ تم دونوں نے بغاوت کی ہے۔ اب وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے انتظار میں ہوں گے۔ لیکن وہ زیادہ دیر انتظار نہیں کریں گے۔ میرا خیال ہے ہمیں بہت جلدی کوئی ایکشن لے لینا چاہیئے ورنہ اُڑن طشتری اُڑ جائے گی اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔"

ناگ بولا۔

"تھیوسانگ! تم کسی طرح اُڑن طشتری کے پاس رینگ کر جاؤ اور اسے انگلی سے چھو کر چھوٹا بنا دو۔ دونوں آدمی اندر اپنے آپ پس جائیں گے۔"

تھیوسانگ چونک کر بولا۔

"ارے ہاں۔ یہ ترکیب بھی آزما کر دیکھنی چاہیئے میرا اس طرف دھیان ہی نہیں گیا تھا۔"

اوٹاشا اور شالا نے تعجب سے تھیوسانگ کی طرف

دیکھا۔ اوٹاشا نے تھیوسانگ سے پوچھا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

تھیوسانگ نے اوٹاشا کو بتایا کہ اس کے پاس ایک ایسی خفیہ طاقت ہے کہ اگر وہ ارادہ کر کے اپنی انگلی کسی شے یا آدمی کو لگا دے تو وہ شے یا آدمی بالکل چھوٹا سا ہو جاتا ہے۔

"لیکن ہو سکتا ہے تم لوگوں کے جسم کے کیمیاوی مادے اور تمہاری اڑن طشتری کی تابکاری میری سکیم کو ناکام بنا دے"

عنبر نے کہا۔

"اوٹاشا تمہارے پاس ہے۔ تم تجربہ کر کے دیکھ لو"

اوٹاشا نے فوراً کہا۔

"نہیں نہیں۔ میں اپنے پر یہ تجربہ نہیں ہونے دوں گی"

اب ثنالا بولی۔

"یہ تجربہ بہت ضروری ہے۔ تھیوسانگ! تم مجھ پر تجربہ کر کے دیکھو"

تھیوسانگ بھی تیار ہو گیا۔ اس نے اپنے دل میں

ارادہ کیا اور اپنی انگلی ثنالا کے بازو سے لگا دی۔ مگر کچھ نہ ہوا۔ ثنالا چھوٹی نہ ہوئی۔ تھیوسانگ نے دو تین بار کوشش کی مگر ناکام رہا۔ پھر اس نے ثنالا کی لیزر گن کو انگلی سے چھو کر اسے چھوٹا بنانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔

آہ بھر کر بولا۔

"میرا شبہ درست نکلا۔ ثنالا اور اوٹاشا اس قسم کی خلائی مخلوق ہے کہ جن پر میری انگلی کا اثر نہیں ہو سکتا۔ ان کے پاس جو لیزر گن کی دھات ہے اس پر بھی میری انگلی کا لمس بیکار ہے۔ اڑن طشتری کو میں چھوٹا نہیں کر سکتا۔ ہمیں کوئی دوسری ترکیب نکالنی پڑے گی"

اب ناگ بولا۔

"تو پھر ایک ہی ترکیب ہے کہ میں اپنی شکل۔ سانپ یا چڑیا کی صورت بنا کر طشتری کی چھت والے پائپ کے ذریعے اندر جا کر دونوں خلا بازوں کو ہلاک کر ڈالوں"

یہاں اوٹاشا نے کہا۔

"ہمارے سیارے کی مخلوق پر سانپ کے

زہر کا اثر نہیں ہوتا۔ بلکہ ہم پر کسی قسم کے
زہر کا بھی اثر نہیں ہوتا۔ ہمیں آگ ہی بھسم
کر سکتی ہے۔ اور وہ بھی لیزر کی تیز شعاع
کی آگ جس میں آگ کے عام شعلے کے مقابلے
میں کئی لاکھ گنا زیادہ گرمی اور شدت
ہوتی ہے۔"

عنبر نے سوچا کہ ہو سکتا ہے اس کی طاقت
یہاں کام آ سکے۔ لیکن ناگ بولا۔

"میں اڑن طشتری کے اندر جا کر کسی کو ڈسوں
گا نہیں۔ بلکہ کوشش کروں گا کہ چھپ کر دوبارہ
انسانی شکل اختیار کروں۔ اور پھر پیچھے سے
دونوں خلا بازوں پر لیزر گن سے فائر کر دوں۔
میں ایک لیزر گن اپنے ساتھ لے جاؤں گا"

عنبر نے کہا۔

"یہ ٹھیک رہے گا۔ مگر اس میں تمہاری
جان جانے کا خطرہ ہے۔"

ناگ کہنے لگا۔

"اس قسم کے خطرے تو ہم ہمیشہ مول لیتے ہی
رہے ہیں۔ یہ کوئی بات نہیں ہے تم ایک ——

لیزر گن میرے بازو کے ساتھ باندھ دو۔ میں
ابھی اندر جانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

نٹالا اور اوٹاشا ناگ کی طرف دیکھنے لگیں۔ عنبر
نے اپنی لیزر گن ناگ کے بازو کے ساتھ باندھ دی۔
ناگ ذرا پرے ہٹ گیا۔ اس نے سانس اندر کی
طرف کھینچا۔ اوٹاشا اور نٹالا آنکھیں کھولے حیرت
سے ناگ کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں کے
سامنے ناگ ایک چڑیا بن گیا۔ ظاہر ہے لیزر گن بھی
اس کے ساتھ ہی بہت ہی چھوٹے سائز کی ہو کر
بازو کے ساتھ ہی بندھی ہوئی تھی۔

ناگ نے اڑان بھری اور دھیمی چاندنی رات میں
پرواز کر کے اڑن طشتری کی طرف اڑ گیا۔ اس نے اڑن طشتری

کے اوپر آکر ایک چکر لگایا پھر اس کی چھت سے نکلے
ہوئے پائپ پر بیٹھ گیا۔ اس نے جھانک کر نیچے دیکھا
نیچے کمرے کے فرش پر بہت ہی ہلکی روشنی تھی۔
اس کا مطلب تھا کہ لیباٹری میں کوئی نہیں۔ اگر اڑن
طشتری میں صرف دو خلا باز ہی رہ گئے تھے تو وہ اڑن
طشتری کے دروازے والی سائیڈ میں مورچہ سنبھالے
بیٹھے تھے۔

ناگ پائپ میں غوطہ لگاکر کمرے میں آگیا۔
کمرے میں آتے ہی وہ تیزی سے دیوار کے ساتھ
لگ گیا۔ اب اس نے اپنی چھوٹی چھوٹی چڑیا کی
آنکھوں سے کمرے کا جائزہ لیا۔ لیباٹری خالی تھی۔
دروازہ آدھا کھلا ہوا تھا۔ ناگ اڑنے کی بجائے
فرش پر پھدکتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔
دوسری طرف اسے ایک لمبوترا بیضوی کمرہ نظر
آیا۔ یہاں بھی کوئی نہیں تھا۔ وہ دیوار کے ساتھ ساتھ
چلتا اس بیضوی کمرے کے سامنے والے دروازے
میں آیا تو اسے دو آدمیوں کے خلائی زبان میں باتیں
کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔
ناگ جلدی سے دروازے کی اوٹ میں ہو گیا۔

اس نے اپنی ننھی سی چونچ باہر نکال کر دیکھا
کہ دونوں خلا باز دیوار والی گول کھڑکی کے شیشے کے
ساتھ لگے سٹولوں پر بیٹھے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں
بھی لیزر گنیں تھیں۔ اور ایک بڑی گن پاس ہی کاؤنٹر
پر پڑی تھی۔ ناگ غور کرنے لگا کہ اسے اس وقت
کیا حکمت عملی اختیار کرنی چاہیئے۔ اس سے بہتر موقع
اسے نہیں مل سکتا تھا۔ لیزر گن ناگ کے پاس تھی۔
وہ کمرے میں ایک دو قدم پیچھے آگیا۔ اس
نے سانس کھینچ کر انسانی شکل بدلی۔ پھر بازو پر
بندھی لیزر گن اتار کر ہاتھ میں پکڑ لی۔
وہ پھونک پھونک کر قدم رکھتا دروازے کی
طرف بڑھا۔ جونہی اس کا ہاتھ دروازے پر لگا۔
اڑن طشتری میں خطرے کا الارم یعنی ایک نیلا
بلب جلنے بجھنے لگا۔
دونوں خلا باز ایک دم فرش پر لیٹ گئے اور
انہوں نے دروازے کی طرف فائر جھونک دیا۔
ناگ گھبرا کر پیچھے کو دوڑا۔ اس نے بھی پلٹ کر
فائر کیا۔ دونوں خلا باز اب تیز تیز بول رہے تھے۔
وہ ایک دوسرے کو ہوشیار کر رہے تھے۔ ایک

طرح سے ناگ وہاں پھنس گیا تھا۔ مگر وہ اڑن طشتری
پر ہر حالت میں قبضہ کرنے کا عزم لے کر اس میں
داخل ہوا تھا۔

فائرنگ رک گئی تھی۔ شاید دونوں خلاباز کوئی
چال چلنے والے تھے۔ ناگ اڑن طشتری کے اندر کے
نظام سے واقف نہیں تھا۔ وہ بھاگ کر لیباٹری میں
آگیا تاکہ اگر جان کا خطرہ ہو تو پیٹریا بن کر پائپ میں
سے نکل جائے۔

اسے قدموں کی ہلکی ہلکی چاپ سنائی دی۔ ایک
خلاباز اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ناگ دروازے کی
اوٹ میں ہو گیا۔ قدموں کی چاپ رک گئی۔ ناگ نے
ایک دم دروازہ کھولا اور دونوں ہاتھوں میں گن
لے کر پوزیشن بناتے ہوئے فائر جھونک دیا۔

سامنے صرف ایک ہی خلاباز تھا۔ ناگ کا حملہ اس
قدر اچانک تھا کہ خلاباز اپنی لیزر گن کا بٹن بھی نہ دبا
سکا اور ناگ کی گن کے شعلے نے اس کے جسم سے ٹکرا
کر اسے وہیں بھسم کر دیا۔

ناگ کو دوسرے کمرے میں کسی کے دوڑنے
کی آواز آئی۔ ناگ چھلانگ لگا کر دوسرے کمرے میں

آگیا۔ اس نے ایک خلاباز کو سٹیل کی سیڑھیاں
پھلانگتے دیکھا۔ ناگ نے فائر کر دیا۔ مگر خلاباز نیچے
غائب ہو گیا تھا۔ ناگ نے بھی نیچے چھلانگ لگا دی۔
نیچے ایک کونے میں ایلومونیم اور کسی سٹین لیس سٹیل
کی دھات کا ایک بڑا چوکور ڈبہ پڑا تھا جس میں کئی
ڈائیل لگے تھے۔

خلاباز اس کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ اس نے ناگ
پر پیچھے سے فائر کیا۔ مگر ناگ پہلے ہی اچھل کر فرش
پر لیٹ کر پھسلتا ہوا دوسری طرف دیوار کے ساتھ جا
لگا۔ اور اس نے چوکور مشین کے پیچھے خلاباز کو دیکھتے
ہی فائر کر دیا۔ خلاباز نے ناگ پر فائر کیا مگر اس کا ہاتھ
اوپر کو اٹھ گیا تھا۔ اس کا فائر چوکور ڈبے کے ایک
کونے پر پڑا۔ چوکور ڈبے کی مشین میں سے سرخ اور
نیلا شعلہ نکلا اور پھر اس میں سے ہلکی ہلکی آواز آنے
لگی۔

اس دوران میں ناگ نے آخری فائر کر کے خلاباز
کو ہلاک کر ڈالا تھا۔ کیونکہ یہ خلاباز اس کی زد میں آگیا ہوا
تھا۔

ناگ نے سارے کمروں کو گھوم پھر کر دیکھا۔ وہاں

اب کوئی نہیں تھا۔ وہ اُڑن طشتری کے دروازے کے
پاس آ گیا۔ یہاں ایک ہتھی اوپر کو اٹھی ہوئی تھی ناگ
نے ہتھی کو نیچے گرا دیا۔ اُڑن طشتری کے دروازے کے
اوپر روشنی ہو گئی۔ دروازہ کھلا اور ایک سیڑھی اپنے
آپ نیچے کھسکنے لگی۔

اوٹاشا، نٹالا، تھیوسانگ اور عنبر جھاڑیوں میں چھپے
تھے۔ ان کی نگاہیں اُڑن طشتری پر لگی تھیں۔ اوٹاشا نے
دروازہ کھلتے اور سیڑھی نیچے آتی دیکھی تو چلّا کر کہا۔

"ناگ نے قبضہ کر لیا ہے۔"

ناگ دروازے میں فاتحانہ انداز میں کھڑا بازو
زور زور سے ہلا رہا تھا۔ اوٹاشا، نٹالا تھیوسانگ اور
عنبر بھاگ کر اُڑن طشتری کی طرف گئے۔ عنبر نے ناگ
کو گلے لگا لیا۔

"تم نے بہت بڑا معرکہ مارا ہے ناگ!"

ناگ نے اوٹاشا کو بتایا کہ اندر دو ہی خلا باز تھے
جن کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اوٹاشا کے کان کھڑے ہو
گئے۔ اسے مشین کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دے رہی تھی۔
اس نے ناگ سے کہا۔

"تم ایٹمی ری ایکٹر والے کمرے میں بھی گئے

تھے؟"

ناگ نے کہا۔

"معلوم نہیں کونے میں ایک چوکور مشین
ضرور پڑی تھی۔ ہمارے ساتھی کا ایک فائر
اس مشین کے کونے پر لگا تھا۔ اس میں
سے سرخ اور نیلا شعلہ نکل کر اپنے آپ
ہی بجھ گیا۔"

نٹالا اور اوٹاشا تیزی سے اس کمرے کی طرف
بھاگیں۔ عنبر ناگ اور تھیوسانگ بھی اس کے پیچھے
دوڑے۔

اوٹاشا نے چوکور مشین پر آگ بجھانے والے
پائپ سے گیس کی پھوار پھینکی۔ مشین میں سے آواز
آنا بند ہو گئی۔ اوٹاشا نے نٹالا کی طرف ناامیدی سے
دیکھا۔ پھر تھیوسانگ سے کہنے لگی۔

"ایٹمی ری ایکٹر کا ایک اہم حصہ تباہ ہو
گیا ہے۔"

تھیوسانگ تو سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اُسے معلوم تھا
کہ یہ بہت بڑا نقصان ہوا ہے۔ کیونکہ یہی وہ ایٹمی ری ایکٹر
تھا جس میں پیدا ہونے والی توانائی سے اُڑن طشتری خلا

میں پرواز کرتی تھی۔
عنبر اور ناگ بھی کچھ پریشان سے ہو گئے۔ وہ سمجھ گئے
تھے کہ ایٹمی ری ایکٹر ناکارہ ہو چکا ہے۔ اوٹا شا اور شالا
ری ایکٹر کو ٹکٹک کر دیکھ رہی تھیں۔ نعیو سانگ بھی ان
کے قریب آگیا۔
"نیوکلر بھٹی کے نیوکلس کو تو نقصان نہیں پہنچا؟"
اوٹا شا نے گردن ہلا کر کہا۔
"نیوکلر بھٹی کا نیوکلس تو محفوظ ہے مگر توانائی
پیدا کرنے والا ری ایکٹر جل گیا ہے۔"
عنبر نے کہا۔
"تو کیا یہ اُڑن طشتری خلاء میں سفر نہ کر سکے
گی؟"
شالا کہنے لگی۔
"جب تک ایٹمی ری ایکٹر کی مرمت نہیں ہو گی یہ
اپنی جگہ سے ایک انچ بھی اوپر نہ اُٹھ سکے
گی۔"
ناگ بولا۔
"مجھے افسوس ہے کہ ایسا ہوا۔ لیکن وہ خلا
باز بھاگ کر اس کے پیچھے چھپ گیا تھا اور

اسی کے غلط نشانے کی وجہ سے لیزر کی شعاع
ایٹمی ری ایکٹر کے کونے پر پڑ گئی۔"
اوٹا شا نے کہا۔
"ناگ بھائی! اس میں تیرا کوئی قصور نہیں
جہاں فائرنگ ہو رہی ہو وہاں ایسا ہو جاتا
ہے۔"
عنبر نے پوچھا کہ ایٹمی ری ایکٹر کی مرمت میں کتنے
دن لگ جائیں گے؟
اوٹا شا نے جواب دیا۔
"ابھی اس کا درست اندازہ نہیں لگایا
جا سکتا۔ لیکن نقصان کو دیکھ کر لگتا
ہے کہ کم از کم چھ ماہ ضرور لگ جائیں
گے۔"
سب خاموش ہو گئے۔ اوٹا شا نے ان کی ہمت بندھاتے
ہوئے کہا۔
"نا امید ہونے کی ضرورت نہیں دوستو! ہم
ری ایکٹر کی مرمت کرنے اور اسے پھر سے چالو
کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔ اس
وقت تو ہمیں ناگ کو مبارک باد دینی چاہیے

کہ اس نے اُڑن طشتری کے قلعے کو فتح کر لیا۔"
سب نے ناگ کو مبارک باد دی۔ ناگ نے کہا۔
"لیکن ایٹمی ری ایکٹر کے ناکارہ ہونے کا مجھے افسوس ہے۔"
"یہ ہم ٹھیک کر لیں گی۔"
اوٹاشا نے ناگ کے کاندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے مسکرا کر کہا

○

بجلی کی کڑک

اُڑن طشتری پر قبضہ مکمل ہو گیا تھا۔
عنبر ناگ نے ماریا بلی کو بھی جنگل کے درخت سے اُڑن طشتری میں پہنچا دیا۔ ماریا بلی کا اوٹاشا اور ٹالا دونوں خلائی لڑکیوں سے تعارف کروایا گیا۔ ماریا ان کی باتیں سمجھ رہی تھی مگر خود کوئی بات نہیں کر سکتی تھی۔ اُسے اُڑن طشتری پر قبضے کی بڑی خوشی تھی مگر اپنی بے بسی کا سخت افسوس تھا کہ وہ ابھی تک طلسم کی زد میں تھی۔
تھیوسانگ، اوٹاشا اور ٹالا نے ایٹمی ری ایکٹر کی مرمت کا کام شروع کر دیا۔ وہ سارا دن ری ایکٹر روم میں مشین کی مرمت میں مصروف رہتیں۔ تھیوسانگ بھی ان کی مدد کر رہا تھا۔ عنبر ناگ جزیرے میں گھوم پھر کر حالات کا جائزہ لیتے رہتے کہ وہاں باہر سے تو کوئی نہیں آ رہا۔ ماریا بلی کو کھول دیا گیا تھا۔ وہ بھی جنگل میں

ادھر اُدھر گھومتی پھرتی تھی۔

اوٹاشا نے ایک روز ویران محل کے تہہ خانے میں جا کر عنبر ناگ اور تھیوسانگ کو وہ خلائی لاش بھی دکھائی جس پر اس کے ساتھی خلاباز تجربہ کر رہے تھے۔

اوٹاشا نے کہا۔

"یہ لاش ہم نے بہت عرصہ پہلے یہاں لاکر رکھ دی تھی۔ تاکہ اس کرہ ارض کی خاص توانائی اس کے جسم میں جذب ہوتی رہے۔ اب ہم اس لاش کے اندر خاص قسم کے کیمیکلز داخل کر رہے تھے۔ تاکہ اِسے خاص وقت پورا ہو جانے کے بعد واپس اپنے سیارے پر لے جا سکیں۔"

عنبر نے پوچھا۔

"اس لاش پر تجربہ کس لیے کیا جا رہا تھا؟"

نتالا کہنے لگی۔

"جس سیارے سے ہم آئے ہیں۔ وہاں ایک بیماری پھوٹ پڑی تھی۔ جس سے سیارے کے مردوں کی آنکھوں کی بینائی ختم ہو جاتی تھی۔

اس لاش کے مردہ جسم سے یہ لوگ ایک خاص قسم کا سفوف تیار کرنے والے تھے جس کے کھانے سے بیماری کا اثر زائل ہو جانے کا انہیں یقین تھا۔ مگر اب یہ لاش کبھی اوپر سیارے پر نہیں جائے گی۔"

ناگ نے کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں اِسے جلا دینا چاہیئے۔"

اوٹاشا نے لاش کو تابوت میں بند کروا دیا اور اس کا ڈھکنا بند کر کے بولی۔

"اِسے جلانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تو ایک مُردہ لاش ہے۔ ہم نے انجکشن کے ذریعے اس کے جسم میں ایسے کیمیکلز اور الیکٹرون داخل کر دیئے ہیں۔ کہ یہ چند ہی روز میں اس تابوت کے اندر گل سڑ جائے گی۔"

یہ لوگ ویران محل کے تہہ خانے سے باہر آگئے۔ انہیں اُڑن طشتری کے ایٹمی ری ایکٹر کو مرمت کرتے دس روز گزر گئے۔ اس دوران جزیرے پر باہر سے کوئی آدمی نہیں آیا تھا۔ یہ جزیرہ ویسے بھی غیر آباد اور ویران تھا۔ اس زمانے میں اتنی آبادی

بھی نہیں ہوا کرتی تھی کہ لوگ شہروں کی گنجان آبادی سے
گھبرا کر جزیروں کا رُخ کریں۔ شہروں کی آبادی بھی اتنی
زیادہ نہیں ہوا کرتی تھی۔

لیکن ایک روز ایسا ہوا کہ جزیرے کے جنوبی ساحل
کی طرف دُور سمندر میں ایک بادبانی جہاز نے آکر لنگر
ڈال دیا۔ اس جہاز پر بحری ڈاکو سوار تھے۔ بحری ڈاکوؤں
کے سردار کے پاس ہیرے جواہرات سے بھرا ہوا لکڑی
کا ایک صندوق تھا۔ یہ دولت اس نے لوٹ مار کر
اکٹھی کی تھی۔ اس زمانے میں بحری ڈاکوؤں کے سرداروں
میں یہ عام دستور تھا کہ جب ان کے پاس لوٹے ہوئے سونے
چاندی اور ہیرے جواہرات کا کافی خزانہ جمع ہو جاتا
تو وہ اسے کسی دور دراز ویران جزیرے پر جا کر کسی
خاص جگہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ دفن کرنے کے بعد وہ اس
جگہ کا نقشہ بنا کر اپنے پاس رکھ لیتے اور ایک ظلم یہ
کرتے کہ جن آدمیوں کے کاندھوں پر خزانے سے بھرا
ہوا صندوق اٹھوا کر یہ سردار جزیرے میں لاتے تھے
خزانے کو دفن کرنے کے بعد ان آدمیوں کو بھی قتل
کر کے خزانے کے ساتھ ہی دبا دیتے تھے تاکہ وہ
باہر جا کر کسی کو یہ نہ بتا سکیں کہ خزانہ فلاں جزیرے

میں دفن ہے۔

اس بحری ڈاکوؤں کے جہاز پر بھی ایک ڈاکو
سردار سوار تھا اور وہ اپنا خزانہ اس ویران
جزیرے میں دفن کرنے آیا تھا۔ اپنا جہاز اس نے
سمندر میں دُور کافی فاصلے پر کھڑا کیا تھا۔ ایک کشتی
میں اس نے خزانے سے بھرا ہوا لکڑی کا صندوق
لادا ساتھ میں خود بھی کشتی میں سوار ہوا۔ اور کشتی
ساحل کی طرف آنے لگی۔ کشتی میں ڈاکوؤں کے سردار
کے علاوہ دو ڈاکو بھی سوار تھے۔ ان ڈاکوؤں کو اپنے
المناک انجام کی خبر نہیں تھی۔

اس وقت عنبر ناگ اور ماریا بلی اُڑن طشتری کے
پاس ہی ریت پر بیٹھے آرام کر رہے تھے۔ اوٹاشا
اور نٹالا دونوں خلائی لڑکیاں اُڑن طشتری کے اندر
ایٹمی ری ایکٹر کی مرمت کے کام میں مصروف تھیں۔
عنبر ناگ اور ماریا بلی کو بھی خبر نہ ہو سکی کہ جزیرے
کے مغربی ساحل کی جانب سمندر میں دور ایک
بحری ڈاکوؤں کا جہاز آ کر رکا ہوا ہے اور ڈاکوؤں کا
سردار کشتی میں خزانہ لیے جزیرے کی طرف بڑھتا رہا
ہے۔

اُڑن طشتری جزیرے کے شمال کی جانب تھی۔
انہوں نے اتنا ضرور کر دیا تھا کہ دس بارہ بڑے
بڑے درخت کاٹ کر انہیں چاروں طرف اُڑن طشتری
کے ساتھ کھڑا کر کے لگا دیا تھا۔ دُور سے ایسا
لگتا تھا کہ یہ درختوں کا کوئی جھنڈ ہے۔ صرف قریب آنے
پہ معلوم ہو سکتا تھا کہ یہ ایک اُڑن طشتری ہے۔
اس زمانے میں جہازوں کے چلنے کی آواز نہیں
آیا کرتی تھی۔ ان میں کوئی انجن تو لگا نہیں ہوتا تھا۔ بھلا پھر
کی آواز بھی نہیں ہوتی تھی۔ کسی کو خبر نہ ہوئی کہ ڈاکوؤں
کے سردار کی کشتی جزیرے کے جنوبی ساحل کے ساتھ
آن لگی ہے۔
سردار نے کشتی کو ساحل پہ کھڑا کیا اور ڈاکوؤں
کو حکم دیا کہ صندوق اٹھا کر درختوں کی طرف چلو۔
ڈاکوؤں کی کیا مجال تھی کہ سردار کا حکم نہ مانتے۔ اور
پھر انہیں تو یہی معلوم تھا کہ صندوق کو زمین میں دبانے
کے بعد وہ سردار کے ساتھ واپس جہاز پہ چلے جائیں
گے۔ مگر سردار کے دل میں کچھ اور ہی تھا۔
ساحل سے تھوڑی دُور درختوں میں ایک جگہ
تھوڑی سی پہچان تھی۔ سردار نے حکم دیا۔

"یہاں زمین کھود دو۔"
ڈاکوؤں نے صندوق ایک طرف رکھ کر زمین کھودنی
شروع کر دی۔ جب گڑھا تیار ہو گیا تو سردار نے
صندوق گڑھے میں رکھوا کر کہا۔
"اب اِسے مٹی سے بند کر کے اوپر پتھر
لگا دو۔"
ڈاکوؤں نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ پتھر اور ریتی
جمع کر رہے تھے تو سردار کی تلوار نیام سے نکل چکی
تھی۔ اس نے بجلی کی تیزی کے ساتھ تلوار کا وار
کر کے ایک ڈاکو کی گردن اُڑا دی۔ دوسرے ڈاکو
نے آواز سن کر پلٹ کر دیکھا تو سردار کے ہاتھ میں
تلوار تھی اور اس کا ساتھی دو ٹکڑے ہو کر زمین پہ
پڑا تھا۔
ڈاکو کے اندر نہ جانے کہاں سے اتنی طاقت آ
گئی کہ وہ اُچھلا اور سامنے والی جھاڑیوں کو پھلانگتا
ہوا جزیرے کے ساحل کی طرف جان بچا کر بھاگا۔
سردار نے اس کا پیچھا شروع کر دیا۔ وہ یہ کیسے
برداشت کر سکتا تھا کہ کوئی ڈاکو اس کے خزانے کا
راز لے کر زندہ سلامت بچ جائے۔

جان بچا کر بھاگا ہو۔ بحری ڈاکو جزیرے کے
جھاڑ جھنکاڑ میں کچھ ایسا غائب ہو کہ سردار ڈاکو
اسے تلاش کرتا ہی رہ گیا۔ لیکن سردار اسے زندہ
نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ وہ تلوار کے وار سے جھاڑیاں
کاٹتا غصے میں منہ سے جھاگ اُڑاتا آگے ہی آگے
بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ اس وحشی چیتے کی طرح معلوم ہو
رہا تھا۔ جو بھوک سے بے تاب ہو کر اپنے شکار
کا تعاقب کر رہا ہو۔

اچانک وہ اُڑن طشتری کے پاس نکل آیا۔

سردار ڈاکو کٹے ہوئے درختوں کے پیچھے ایک
عجیب و غریب مگر ہیبت ناک شے کو دیکھ کر بھونچکا
سا ہو کر رہ گیا۔

عنبر ناگ اور ماریا نے بھی ڈاکو کو دیکھ لیا تھا۔
ڈاکو خونخوار تھا۔ اسے معلوم ہی نہیں تھا۔ کہ کس
خطرناک اُڑن طشتری کے سامنے آ گیا ہے۔ اس نے
عنبر ناگ کو دیکھا تو تلوار لہراتے ہوئے حملہ کر
دیا۔

ناگ نے چلا کر کہا۔

"اس احمق کو یہاں سے بھگا دو عنبر!"

عنبر نے لیزر گن کا رخ سردار ڈاکو کے پاؤں کی
طرف کر کے فائر کر دیا۔ لیزر کی شعاع ایک دھماکے
سے سردار ڈاکو کے پاؤں کے قریب زمین پر گری۔
اور گھاس کو آگ لگ گئی۔ سردار اُچھل کر دُور
جا گرا۔ خوف زدہ ہو کر اٹھا اور ساحل کی طرف بھاگا۔
عنبر اور ناگ اس کے پیچھے پیچھے دوڑے۔ ماریا بلّی
بھی اچھلتی کودتی ساتھ ہو گئی۔ عنبر نے راستے میں بھی
سردار ڈاکو کے پیچھے اسے بچا کر دو فائر کئے۔ سردار
ڈاکو بوکھلا گیا۔ کہ یہ کس مخلوق سے سابقہ پڑ گیا ہے
کہ جو لوگ آگ برسا رہی ہے۔ عنبر اور ناگ یہی چاہتے
تھے کہ یہ جدھر سے آیا ہے اِدھر کو چلا جائے۔ سردار
ڈاکو نے ساحل پر کھڑی کشتی میں چھلانگ لگائی اور
دیوانہ وار پتوار چلانے لگا۔

اب عنبر اور ناگ کی نگاہ سمندر میں دور کھڑے
بادبانی جہاز پر پڑی۔

ناگ نے کہا۔

"یہ تو ڈاکوؤں کا جہاز لگتا ہے۔ اس پر کالا
جھنڈا لہرا رہا ہے"

عنبر بولا۔

"جو کوئی بھی ہے یہ ڈاکو اتنا ڈر گیا ہے
کہ اب اس جزیرے کا رخ نہیں کرے گا۔
اور ہم یہی چاہتے ہیں کہ جب تک ہماری
اُڑن طشتری ٹھیک نہیں ہو جاتی ادھر کوئی
نہ آئے۔"

عنبر ناگ اور ماریا بلی کنارے پہ کھڑے سردار
ڈاکو کو جہاز کی طرف جاتے دیکھ رہے تھے۔ سردار
ڈاکو اتنا دہشت زدہ ہو گیا تھا کہ اس جزیرے پہ
اپنے ڈاکو لے کر آنے کا خیال دل سے نکال دیا۔ جس
جگہ اس نے خزانہ دفن کیا تھا اس کا نقشہ اس نے اپنے
ذہن میں بٹھا لیا تھا۔ اس اعتبار سے وہ اپنے خزانے
کی طرف سے مطمئن ہو گیا تھا کہ اسے کوئی نہیں نکال
سکے گا۔

دوسرے ڈاکوؤں نے سردار کو جلدی جلدی
کشتی چلاتے دیکھا تو چلا کر پوچھا کہ خیریت تو ہے
سردار؟ سردار نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

"لنگر اٹھا دو۔ جزیرے پر بھوتوں کا قبضہ
ہے۔"

جہاز پہ سردار کو کشتی سمیت اوپر کھینچ لیا گیا۔ اس

کے ساتھ ہی جہاز کا لنگر اٹھا دیا گیا۔ ناگ عنبر ماریا
بلی کی آنکھوں کے سامنے جہاز کے بادبان پھول گئے
اور اس نے سمندر میں چلنا شروع کر دیا۔ جب جہاز
نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ تو عنبر ناگ مطمئن ہو کر واپس
اُڑن طشتری کی طرف چل پڑے۔

اب اس مصیبت کے مارے ڈاکو کا برا حال سنیئے
کہ جو سردار ڈاکو کی تلوار سے جان بچا کر بھاگا تھا۔ اس
کے لیے یہ جزیرہ بالکل اجنبی تھا۔ مگر اس نے اس
قسم کے گھنے جنگلوں والے ویران جزیرے بہت دیکھے
تھے۔ وہ موت کے خوف سے بھاگتا چلا جا رہا تھا۔
اسے یقین تھا کہ سردار ڈاکو اس کا تعاقب کر رہا ہے۔
کیونکہ یہ اس کے قیمتی خزانے کا معاملہ تھا۔

ایک کھائی پار کرنے کے بعد ڈاکو نے سامنے ایک
شکستہ سی دیوار دیکھی۔ یہ دیوار ویران محل کے
کھنڈر کی پچھلی دیوار تھی۔ اس بد نصیب کو جان کے
لالے پڑے تھے۔ بھاگ کر دیوار پھلانگ کر دوسری
طرف کود گیا۔ وہ چھپنے کے لیے کوئی محفوظ جگہ تلاش
کر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ وہ کسی پرانے کھنڈر میں
آ گیا ہے اس کے سامنے ایک ٹوٹا پھوٹا زینہ نیچے جاتا

تھا۔ ڈاکو لپک کر دھڑا دھڑ سیڑھیاں اُتر گیا۔ آگے
ایک بوسیدہ کمرہ تھا۔ دیوار میں اسے ایک سوراخ
دکھائی دیا۔ اسے اور تو کچھ نہ سوجھی۔ اس سوراخ
کے اندر گھس گیا۔ یہ وہی سوراخ تھا۔ جس کے
نیچے خلائی لاش کے تابوت والا تہہ خانہ ——
میں آخر کونے میں تابوت کے پیچھے چھپ گیا۔ نیم
اندھیرے میں اسے بالکل پتہ نہ چل سکا۔ کہ یہ تابوت
کس چیز کا ہے۔ وہ تو کسی طرح بس چھپ جانا چاہتا
تھا۔

جب کچھ وقت گزر گیا اور سردار اس کے پیچھے
وہاں نہ آیا تو ڈاکو کو کچھ حوصلہ ہوا۔ اس نے اٹھ
کر تہہ خانے کا جائزہ لیا۔ اب اندھیرے میں وہ
دھندلا دھندلا دیکھ سکتا تھا۔

اس کو فرش پر انجکشن کے دو تین سرنج اور المونیم
کے دو تین خالی ڈبے پڑے نظر آئے۔ اس قسم
کی چیزیں اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ یہ اس کی
سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ وہ تابوت پر بیٹھ گیا اور سوچنے
لگا کہ چھپنے کے لیے یہ جگہ بہت اچھی ہے۔ وہ کچھ وقت
اسی جگہ چھپا رہے گا۔ پھر جزیرے پر نکل کر یہاں سے
فرار ہونے کی کوشش کرے گا

اس کے دل میں خیال آیا کہ جس تابوت پر وہ بیٹھا
ہے۔ کہیں اس میں کوئی خزانہ ہی نہ ہو۔ آخر ڈاکو تھا۔ اسے
خزانے کا ہی خیال آ سکتا تھا۔ تابوت سے اُٹھا
اور اس کا ڈھکنا اوپر اٹھا دیا۔ ڈھکنا اوپر اُٹھا
تو یہ دیکھ کر دہشت کے مارے اس کے رونگٹے
کھڑے ہو گئے کہ ایک نیلی لاش اپنی سرخ آنکھوں
سے اسے گھور رہی تھی۔

ان آنکھوں میں ایسی مقناطیسی کشش تھی کہ ڈاکو
جیسے پتھر بن کر رہ گیا تھا۔ اس کے پاؤں من من
بھاری ہو گئے تھے۔ خوف کے مارے حلق خشک
ہو گیا تھا۔ ٹھنڈا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا کیونکہ اب
تابوت کی نیلی لاش نے اپنا ہاتھ باہر نکال لیا
تھا۔ اور اس کی گردن پر اپنی ٹھنڈی انگلیاں رکھ دی تھیں۔

ڈاکو کے حلق سے ایک ایسی چیخ نکلی کہ جس میں آواز
کم اور خرخراہٹ زیادہ تھی۔ نیلی خلائی لاش نے اپنی
انگلیاں ڈاکو کی گردن میں گھونپ دیں۔ خدا جانے اس
نیلی خلائی لاش کی انگلیوں میں خنجر ایسی تیزی کہاں سے
آ گئی تھی کہ وہ ڈاکو کی گردن کو کاٹتی چلی گئیں۔

ڈاکو دھڑام سے فرش پر گرا اور تڑپ تڑپ کر

ٹھنڈا ہو گیا۔ نیلی لاش تابوت میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔
خلائی لوگ اور اوٹاشا وغیرہ کا یہ خیال تھا کہ یہ لاش
اب گل سڑ جائے گی مگر ان کا اندازہ درست نہیں تھا۔
جو دوائیاں اور اینٹی کیمیکلز لاش کے جسم میں داخل
کئے گئے تھے اس کا کچھ ایسا ردعمل ہوا کہ لاش
زندہ ہو گئی مگر زندہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں
ایسی ناقابل شکست طاقت پیدا ہو گئی کہ اس
کے جسم پر کسی شے کا اثر نہیں ہو سکتا تھا اور لاش
کی انگلیوں میں خنجروں کی سی تیزی پیدا ہو گئی تھی۔

نیلی لاش تابوت میں سے نکل کر سوراخ والے زینے
کی طرف بڑھی۔

باہر کمرے میں ویران محل کے دروازے کی جانب
سے روشنی آ رہی تھی۔ اس روشنی سے لاش کی آنکھیں
چکاچوند ہو گئیں۔ لاش نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھا
اور واپس تابوت میں آ کر اندھیرے میں لیٹ گئی۔
لاش کو محسوس ہوا کہ دن کی روشنی میں اس کے جسم میں
شدید کمزوری پیدا ہونے لگی تھی۔ اندھیرے میں اس
کی طاقت واپس آ گئی تھی۔ نیلی لاش تابوت میں سیدھی
لیٹ گئی۔ اس کے تابوت کے پاس ہی ڈاکو کی لاش

پڑی تھی۔

کافی دیر بعد جب جزیرے پر رات کی تاریکی چھا
گئی تو نیلی لاش ایک بار پھر تابوت سے باہر نکل آئی
تہہ خانے کے زینے پر چڑھ کر وہ دیوار کے سوراخ
میں سے گزری گئی اور دوسرے بوسیدہ کمرے میں
آہستہ آہستہ چلتی ویران محل کے دروازے میں آ کر کھڑی
ہو گئی۔ اس کے دونوں بازو بالکل سیدھے تھے اور چلنے
میں آگے پیچھے نہیں ہلتے تھے۔ وہ ڈک ڈک کر مشینی
آدمی کی طرح چلتی تھی۔

نیلی خلائی لاش نے دور کچھ فاصلے پر کٹے ہوئے
درختوں کے درمیان ایک خلائی اڑن طشتری کو دیکھا۔
نیلی لاش کی یادداشت تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ اسے اپنی
پچھلی زندگی بالکل یاد نہیں رہی تھی کہ وہ کہاں سے آیا تھا
اور کب اور کس طرح سے مرا تھا۔ اس کے اندر بس
ایک ہی شدید خواہش پیدا ہو چکی تھی کہ کوئی زندہ
انسان اس کے سامنے آئے اور وہ اپنی انگلیاں اس
کی گردن میں گاڑ دے۔ یہ بڑی مکروہ اور غیر انسانی
خواہش تھی۔ نیک دل اور پاکیزہ انسانوں کی روحیں
اس قسم کی کراہتوں اور برائیوں سے پاک ہوتی ہیں۔

مگر اس خلائی انسان پر قسم قسم کی کیمیاوی دواؤں کے
تجربے ہوئے تھے اور اس کے جسم کا سارا نظام ہی
بدل گیا تھا۔ اس کے دماغ میں بھیانک تبدیلیاں پیدا ہو
چکی تھیں۔ اسے اُڑن طشتری کی ایک کھڑکی میں روشنی
دکھائی دے رہی تھی۔ لاش کو کسی زندہ جسم کی تیز
بُو آئی۔ لاش کی سُرخ آنکھیں اندھیرے میں اس زندہ
جسم کو تلاش کرنے لگیں۔

اچانک لاش کو میاؤں کی آواز آئی اور ایک بلّی تیزی
سے اس پر جھپٹی۔ یہ ماریا بلی تھی۔ ماریا بلّی نے ایک
جانور ہونے کے ناطے لاش کے ذہن کی خباثت کو
پڑھ لیا تھا کہ یہ انسانوں کے خون کی پیاسی ہے۔

نیلی لاش نے ہاتھ بڑھا کر بلّی کو پکڑنا چاہا مگر
ماریا اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گری۔ لاش کے
ہاتھوں کے لمس میں کوئی ایسی خطرناک شے تھی کہ
ماریا بلی تڑپ اٹھی۔ وہ زمین پر لوٹتی لوٹتی اُڑن طشتری
کی طرف بھاگی۔ عنبر اور ناگ اُڑن طشتری کے باہر ہی
ایک چھوٹی سی جھونپڑی بنا کر اس میں آرام کر رہے
تھے۔ ماریا بلی کا شور سن کر وہ باہر نکلے تو دیکھا کر
ماریا بلی ان کی طرف دوڑی چلی آرہی ہے۔

ناگ نے بلی کو گود میں اٹھایا تو بولا۔
"عنبر! اس کا جسم تو لرز رہا ہے۔"
عنبر نے کہا۔
"شاید اس نے جنگل میں کسی لومڑ کو دیکھ
لیا ہے۔ وہ اس کے پیچھے بھاگا ہوگا۔"
ناگ بولا۔
"مگر ہم نے تو کسی لومڑ کی آواز نہیں سُنی۔"
"تو پھر یہ کس وجہ سے ڈر گئی ہے؟" عنبر نے
کہا۔

ماریا بلی کا جسم ابھی تک کانپ رہا تھا۔ اس کے
جسم کے بال خوف کی وجہ سے کھڑے ہو گئے تھے وہ
اپنی زبان میں میاؤں میاؤں کرتے ہوئے انہیں نیلی
لاش کے بارے میں بتا رہی تھی۔ مگر ان میں سے
کوئی بھی بلی کی زبان نہیں سمجھتا تھا۔ عنبر نے ماریا بلی کو
جھونپڑی میں ایک طرف رسی سے باندھ دیا اور کہا۔
"کل سے اسے جنگل میں نہیں جانے دینا۔
کم بخت ایک تو اس کا جادو ہماری سمجھ میں نہیں
نہیں آرہا۔ خدا جانے کب اس کا جادو
ٹوٹے گا؟"

ماریا بلی کو سخت غصہ آیا تھا کہ یہ لوگ اس کی بات
نہیں سمجھ رہے۔ الٹا انہوں نے اسے باندھ دیا ہے۔
نیلی لاش کچھ سوچ کر واپس اپنے تہہ خانے میں آگئی۔
اس نے تابوت کے باہر پڑی لاش کے ٹکڑے اٹھا
کر تابوت کے اندر ڈالے اور خود ان کے اوپر سیدھی
لیٹ گئی۔ لاش نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور تابوت کا ڈھکنا
اوپر کر لیا۔

دن چڑھا تو ماریا بلی ابھی تک پریشان پریشان تھی۔
عنبر ناگ نے اوتاشا اور تھیوسائک کو بلی کے بارے
میں بتایا کہ یہ جنگل میں کسی شے سے ڈر گئی تھی اوتاشا
کہنے لگی۔

"جنگل میں اس نے کوئی سانپ دیکھ لیا ہوگا۔
بہر حال چونکہ یہ انسان یعنی ایک لڑکی ہے اس
لیے اسے آپ جنگل میں اکیلی مت جانے دیا
کریں۔"

مثالا بھی اڑن طشتری سے نیچے اتر آئی۔ ناگ نے
پوچھا کہ ابھی کتنے دنوں کا کام باقی ہے۔ تو مثالا نے
مسکرا کر کہا۔

"آرام سے بیٹھے رہو۔ ابھی چار مہینے اور

لگیں گے۔ پھر کہیں جا کر یہ اڑن طشتری اس
قابل ہوگی کہ ہم اسے خلا میں اڑا کر لے جا
سکیں گے۔"

دوپہر کے وقت عنبر اور ناگ جزیرے کے جنگل میں
ناریل لینے گئے۔ آج ان کا ناریل کا تازہ پانی پینے کو
بہت دل چاہتا تھا۔ عنبر نے ایک جھولا کاندھے پر
ڈالا اور ناگ کے ساتھ جنگل میں اس طرف چلا جدھر
ناریل کے دو جھنڈ تھے۔

یہ جزیرے کا مغربی علاقہ تھا۔ دونوں باتیں کرتے
جنگل میں چلے جا رہے تھے کہ اچانک عنبر نے ناک
سکیڑ کر کہا۔

"ناگ! مجھے کسی انسانی لاش کی بدبو کا احساس
ہوا ہے۔"

ناگ نے ناک چڑھا کر کہا۔

"بدبو مجھے بھی آئی ہے۔ یاد کہیں یہاں کوئی
لاش تو نہیں؟ مگر یہ کس کی لاش ہو سکتی
ہے؟"

وہ لاش کی بدبو کا پیچھا کرتے اس جگہ جھاڑیوں
کی منڈیر پر پہنچ گئے جس کی پنجان میں انہیں ایک

انسان کی ایسی لاش نظر پڑی جس کا سر تن سے
جدا ہو کر دُور پڑا تھا۔ اور لاش سڑ گل گئی تھی۔
اس کی ہڈیاں صاف نظر آ رہی تھیں۔
"یہ کس کی لاش ہو سکتی ہے؟..."
عنبر نے تعجب کہا۔ ناگ بولا
"معلوم ہوتا ہے کہ اس بد نصیب کو چند
روز پہلے قتل کیا گیا ہے"
عنبر چونک کر بولا۔
"کہیں یہ اس ڈاکو کی کارستانی تو نہیں
جو جہاز پر سے جزیرے میں آیا تھا۔ اور
جسے ہم نے بھگا دیا تھا؟"
ناگ نے کہا۔
"ایسا ہو سکتا ہے۔ مگر اس نے اس شخص
کو ہلاک کیوں کیا؟"
اچانک عنبر بولا۔
"ضرور وہ بحری ڈاکو سردار ہو گا۔ اور اس
ڈاکو کے کاندھے پر خزانے کا صندوق رکھ
کر یہاں دبانے آیا ہو گا۔ تمہیں تو معلوم ہی
ہے کہ بحری ڈاکوؤں کے سردار ایسا ہی

کیا کرتے ہیں۔ کہ جس آدمی کے سر پر
خزانہ لاتے ہیں۔ اسے وہیں ختم کر دیتے
ہیں۔ تاکہ وہ کسی کو خزانے کا راز نہ بتا
دے۔"
ناگ نے کہا
"پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہاں خزانہ
دفن ہو گا؟"
"یہ تو چل کر ہی دیکھا جا سکتا ہے"
دونوں لاش کے پاس آ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ
قریب ہی زمین پر پتھر اور اینٹیں اس طرح رکھی
ہوئی تھیں کہ صاف لگ رہا تھا کسی آدمی نے لگائی
ہیں۔ عنبر نے پتھر اِدھر اُدھر ہٹا کر زمین کو کھودنا
شروع کیا۔ اچانک نیچے سے صندوق نکل آیا عنبر
نے صندوق کا ڈھکنا کھولا تو اندر ہیرے جواہرات
اور سونے کے زیورات چمک دمک رہے تھے۔
ناگ مسکرایا۔
"چلو یار۔ مگر ہاتھوں خزانہ بھی مل گیا"
عنبر نے کہا۔
"مگر ہمیں اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ تو اسی

جگہ پڑا رہے تو بہتر ہے"

"اچھا فیصلہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کا ذکر شالا اور اوٹاشا وغیرہ سے بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ انہیں اپنے کام میں لگے رہنا چاہیئے۔"

چنانچہ عنبر اور ناگ نے خزانے کے صندوق کو وہیں رہنے دیا اور اس کے اوپر مٹی ڈال کر گڑھے کو بند کر دیا۔

اس رات جزیرے پر بادل چھا گئے اور بارش شروع ہونے لگی۔ ابھی رات کا پہلا پہر ہی تھا کہ ایک کشتی اس ہلکی ہلکی بارش میں جزیرے کے جنوبی ساحل پر آکر خاموشی سے لگ گئی۔

اس میں بحری ڈاکوؤں کا سردار اور اس کا ایک ہم راز ساتھی ڈاکو بھی تھا۔ اصل میں بحری ڈاکو کو اس وقت سے یہ خیال ستا رہا تھا کہ جزیرے میں آگ برسانے والے آدمی بھی ہیں اور ایک مفرور ـــــ ڈاکو بھی وہاں پر موجود ہے جو اِن لوگوں کو خزانے کا راز بتا سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے یہی فیصلہ کیا جزیرے میں جا کر خزانہ نکال کر لے

آئے۔ سردار ڈاکو کا ایک خاص ہم راز دوست ڈاکو بھی تھا۔ اس نے اس سے بات کی۔ اور دونوں اپنے جہاز کو ایک بار پھر جزیرے کے سمندر میں لے آئے۔ مگر اس بار انہوں نے رات کے اندھیرے میں اپنے جہاز کو جزیرے سے بہت دور رکھا اور خود کشتی میں بیٹھ کر بارش اور اندھیری رات میں جزیرے کی طرف چل پڑے۔

وہ بڑی رازداری اور خاموشی سے جزیرے پر اترے اور جہاں خزانہ دفن تھا اس طرف چل دیئے۔

اس وقت چونکہ بارش ہو رہی تھی۔ اس لیے عنبر اور ناگ نے یہی مناسب سمجھا۔ کہ وہ اُڑن طشتری میں ہی رات بسر کریں۔ چنانچہ وہ ماریا بلّی کو بھی ساتھ لے کر اُڑن طشتری کے اندر چلے گئے۔ تھیوسانگ اوٹاشا اور شالا پہلے سے ہی اُڑن طشتری میں آرام کر رہے تھے۔ عین اس وقت بجلی کڑکی، بادل زور سے گرجا اور تہ خانے میں رکھے ہوئے تابوت کے اندر لاش نے

اپنی آنکھیں کھول دیں اور تابوت کا ڈھکن
ایک ہاتھ سے پرے گرا دیا

○

جزیرے کا بھوت

نیلی لاش تابوت سے باہر نکل آئی۔

اس کے بازو بالکل سیدھے تھے اور وہ اکڑی ہوئی چل رہی تھی۔ تہہ خانے کے سوراخ سے لاش جھک کر باہر آئی اور ویران محل کے کھنڈر کے دروازے پر بارش میں کھڑی ہو کر اُڑن طشتری کی طرف دیکھا۔ اُڑن طشتری پر اندھیرا چھایا تھا۔ گھنے ہوئے درختوں کے بیچ میں سے اس کی ایک کھڑکی میں روشنی ہو رہی تھی۔

نیلی لاش نے ناک اوپر اٹھا کر فضا میں سونگھا۔ اُڑن طشتری بند تھی۔ لاش کو جنگل کے جنوب کی طرف سے [illegible] انسان کی بُو آ رہی تھی۔ لاش اُڑن طشتری کے کچھ فاصلے پر سے گزر کر جزیرے کے جنوب کی طرف چل پڑی۔ درختوں میں سے بارش لاش پر گر رہی تھی۔ مگر لاش سردی اور بارش سے بے نیاز

انسانی بُو کی طرف چلی جا رہی تھی۔

جزیرے کے جنوبی ساحل کے پاس بحری ڈاکوؤں کا سردار اپنے ساتھی کے ہمراہ تلوار ہاتھ میں لیے اس گڑھے کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں اس نے کچھ روز پہلے خزانہ دفن کیا تھا۔ ڈاکو سردار کے ساتھی نے پوچھا۔

"سردار کہیں تم جگہ تو نہیں بھول گئے؟"

سردار نے بارش کا بہتا پانی اپنی آنکھوں کے آگے سے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"مجھے اپنے خزانے کی خوشبو آرہی ہے۔
تم میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ"

ڈاکو ساتھی اپنے سردار کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ بادل بار بار گرج رہے تھے۔ جنگل میں ایک دہشت ناک فضا طاری ہو گئی تھی۔ اندھیرے اور بارش میں یہ ڈاکو خزانے کی طرف جا رہے تھے راستے میں اگر کوئی جھاڑی آتی تو سردار ڈاکو جو آگے آگے تھا تلوار سے اسے کاٹ ڈالتا۔ چلتے چلتے آخر سردار ڈاکو کو وہ درخت نظر آگیا جس کے دامن کی چٹان میں اس نے اپنا خزانہ دبایا تھا۔

اس نے پیچھے مڑ کر کہا۔

"اس درخت کے پاس خزانہ دفن ہے"

اندھیری رات میں اسے پیچھے اپنا ساتھی نظر نہ آیا تو اس نے آواز دی۔ ذرا فاصلے پر سے اس کے ساتھی ڈاکو نے کہا۔

"میں آرہا ہوں سردار"

یہ جملہ اس ڈاکو کی زندگی کا آخری جملہ تھا۔ کیونکہ نیلی لاش اس کے عقب میں پہنچ گئی تھی۔ اس دنیا میں قدرت کی طرف سے ایسا نظام چل رہا ہے کہ جو کوئی کسی کے ساتھ بُرا سلوک کرتا ہے وہ اس کی سزا سے کبھی نہیں بچ سکتا۔ ان ڈاکوؤں نے کئی انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ اب خود موت ان کے سروں پر منڈلا رہی تھی۔

نیلی لاش نے اس ڈاکو کو دیکھ لیا تھا جو سردار ڈاکو سے فاصلے پر پیچھے پیچھے جنگل کی اندھیری جھاڑیوں میں سے گزر رہا تھا۔ ڈاکو ایک جھاڑی کی کٹی ہوئی شاخ کو پیچھے ہٹانے کے لیے جھکا ہی تھا کہ نیلی لاش اس کے سر پر پہنچ گئی۔ لاش نے

اپنا پنجہ اس کی گردن پر رکھا اور ڈاکو کا جسم شن ہو گیا۔ اس کے جسم کی ساری طاقت ختم ہو گئی، اس کا حلق خشک ہو گیا اور ٹانگیں خوف اور کمزوری سے لرزنے لگیں۔

نیلی لاش کی تیز انگلیاں تیز خنجروں کی طرح ڈاکو کی گردن میں اتر گئیں تھیں۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہاں ڈاکو کی کٹی ہوئی لاش پڑی تھی۔ سردار ڈاکو اس جگہ کھڑا تھا جہاں اینٹوں اور پتھروں کے نیچے اس کا خزانہ دبا ہوا تھا۔ اس نے اپنے ساتھی کو آواز دی۔

"کم بخت تم کہاں رہ گئے ہو۔ جلدی یہاں آؤ۔ ہم خزانہ کھود کر نکالیں گے"

مگر سردار ڈاکو کو اپنے ساتھی کا جواب نہ آیا۔ اس نے دو تین بار پکارا۔ کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اب تو سردار ڈاکو پریشان سا ہو گیا کہ آخر بات کیا ہے۔ وہ چھلانگ لگا کر منڈیر پر آیا اور گرتی بارش اور اندھیرے میں درختوں اور جھاڑیوں کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔

اسے اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ سردار ڈاکو نے پلٹتے ہوئے کہا۔

"تم ادھر کہاں سے آ گئے ہو کم بخت؟"

مگر وہ اس کا ساتھی نہیں تھا بلکہ نیلی لاش تھی جو موت بن کر اس پر نازل ہو گئی تھی۔ جونہی سردار ڈاکو نے اپنے پیچھے ایک اکڑے ہوئے ڈراؤنے انسان کو دیکھا کہ جس کی سرخ آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں تو وہ ڈر کر بھاگا۔ سردار ڈاکو اگرچہ بڑا بہادر اور پتھر دل شخص تھا مگر وہ ایک ان پڑھ اور جاہل آدمی تھا اور ان پڑھ اور جاہل آدمی جنوں بھوتوں اور آسیب سے بہت خوف کھاتے ہیں۔ پڑھا لکھا آدمی جانتا ہے کہ جن بھوت انسانوں سے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ اس کائنات میں انسان سب سے اعلیٰ اور مکمل ہے اور کوئی مخلوق اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

سردار ڈاکو ڈر کر ساحل کی طرف دوڑا۔

نیلی لاش نے بھی اپنا رُخ بدل لیا۔ سردار ڈاکو بھاگتا بھاگتا جنگل سے نکل کر ساحل پر آیا تو اس

نے دیکھا کہ اس کی کشتی ٹوٹ پھوٹ گئی تھی۔ نیلی لاشں نے اس کشتی کو تہس نہس کیا تھا۔ سردار ڈاکو نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ اس نے لاش کو اپنے پیچھے آتے دیکھ لیا تھا۔ اب وہ تیر کر اپنے جہاز تک پہنچنا چاہتا تھا۔ مگر بارش کی وجہ سے سمندر میں طوفان آیا ہوا تھا۔ سمندر کی موجیں سردار ڈاکو کو جہاز کی طرف سے ہٹا کر دوسری طرف لے گئیں۔

سردار ڈاکو آگے بڑھنے کی جتنی کوشش کرتا سمندر کی بپھری ہوئی موجیں اسے اتنا ہی پیچھے دھکیل دیتیں۔ آخر ان لہروں نے وہاں سے دور چٹانوں کے پاس اسے باہر پھینک دیا۔ سردار ڈاکو خوف زدہ تھا۔ وہ گیلی رات میں لمبے لمبے ڈگ بھرتا چٹانوں کے درمیان ایک کھوہ میں آ کر چھپ گیا۔

ایک بار بجلی چمکی تو اس نے دیکھا کہ ساحل دور تک سنسان تھا۔ اسے وہ بھوت نظر نہ آیا جو اس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ سردار ڈاکو چٹان کی کھوہ سے نکل کر چٹان کے اوپر آ کر اوندھے منہ لیٹ گیا۔ تاکہ وہ بھوت پر نظر رکھ سکے۔

سمندر میں ابھی تک طوفان تھا۔ جس کی وجہ سے وہ تیر کر واپس اپنے جہاز تک نہیں جا سکتا تھا۔ نیلی لاش وہاں سے چلی گئی تھی۔ بارش کا زور کم ہو گیا۔ مگر سمندری موجیں اسی طرح شور مچا رہی تھیں اور چٹانوں سے آ کر ٹکرا رہی تھیں۔

سردار ڈاکو چٹان کے اوپر لیٹا، سر اُٹھائے دور تک ساحل کو گھور رہا تھا۔ آہستہ آہستہ ان کی ہلکی ہلکی روشنی بادلوں میں سے جھلکنے لگی۔ اس نے دیکھا کہ ساحل دُور دُور تک ویران تھا۔ کوئی بھوت وغیرہ وہاں نہیں تھا۔ سردار ڈاکو چٹان سے اُتر آیا۔ اس کا جہاز شمال مشرق کی سمت سمندر میں لنگر ڈالے کھڑا تھا مگر اسے وہاں سے نظر نہیں آ رہا تھا۔

سردار ڈاکو سوچنے لگا کہ ہو سکتا ہے اس کے ساتھی کشتی لے کر جزیرے پر اس کی تلاش میں آ جائیں۔ اور ایسا ہی ہوا۔ جب جہاز پر ڈاکوؤں نے دیکھا کہ ان کا سردار صبح ہو گئی ہے مگر نہیں آیا تو چار آدمی ایک کشتی میں سوار ہو کر جزیرے کی طرف چل پڑے۔ اس وقت بارش رُک گئی تھی۔ مگر

آسمان پر بادل اسی طرح چھائے ہوئے تھے۔
دُور سے سردار ڈاکو نے ایک کشتی کو آتے دیکھا تو چٹان پر کھڑے ہو کر زور زور سے بازو لہرانے لگا۔ ڈاکوؤں نے بھی اپنے سردار کو دیکھ لیا۔ وہ کشتی لے کر چٹانوں کے درمیان آ گئے۔ سردار ڈاکو چھلانگیں لگاتا ان کے پاس گیا اور بولا۔

"اس جزیرے پر رات کو کوئی بھوت پھرتا ہے۔ اب ہم دن کی روشنی میں خزانہ نکال لائیں گے۔"

جب سردار کے ساتھی ڈاکو اس کے پاس آ گئے تو اس کو بہت حوصلہ ہوا۔ اس نے چٹان کے پیچھے کھڑے ہو کر انہیں بتایا کہ اس جزیرے پر یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک عجیب سی جگہ اس نے دیکھی ہے۔ سردار بولا

"وہ مجھے کسی کا گھر لگتا ہے۔ مگر وہاں آدمی کوئی نہیں ہے۔ وہ زمین سے دس فٹ اونچا ہے۔ اور گول ہے۔ اس کے ارد گرد کٹے ہوئے درخت کھڑے کئے گئے

ہیں۔ ہو سکتا ہے وہاں کسی نے کوئی خزانہ چھپا رکھا ہو۔ ہمیں اس گھر کی چھان کر تلاشی لینی چاہیئے۔"
ایک ڈاکو نے کہا۔
"سردار تم نے کہا تھا کہ یہاں بھوت رہتا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ بھوت اسی مکان میں رہتا ہو۔"
سردار سوچ میں پڑ گیا۔ بھوت سے وہ سب ہی گھبراتے تھے دوسرا ڈاکو کہنے لگا۔
"سردار ہمیں بھوت کے گھر کا رخ نہیں کرنا چاہیئے۔"
سردار نے کہا۔
"تم بھی ٹھیک کہتے ہو۔ تو چلو ہم خزانہ نکال کر لے آتے ہیں۔ کیونکہ جہاں بھوت نے اپنا ٹھکانہ بنایا ہو۔ اس جگہ میں اپنا خزانہ نہیں رکھ سکتا۔"
چوتھے ڈاکو نے مشورہ دیا۔
"سردار! میرا خیال ہے کہ ہمیں کسی جگہ چھپ کر اس گھر کی نگرانی کرنی چاہیئے۔ ممکن ہے

وہاں کوئی نہ ہو اور اس گھر میں سے کوئی انمول خزانہ ہمارے ہاتھ لگ جائے کیونکہ بھوت کھلی جگہوں پر بنے ہوئے گھروں میں نہیں رہتے۔"

سردار کو یہ مشورہ پسند آیا۔ پس وہ اپنے ڈاکو ساتھیوں کو لے کر اس طرف چلا جہاں عنبر ناگ ماریا کی اڑن طشتری تھی۔ یہ ڈاکو جزیرے کے اوپر سے ہو کر اڑن طشتری والے علاقے کی طرف آئے تو انہیں ویران محل کے کھنڈر کی دیوار نظر آئی۔

"ہم اس کھنڈر میں چھپ کر پُراسرار گھر کی نگرانی کریں گے۔"

سردار بولا۔ کیونکہ وہاں سے اڑن طشتری صاف نظر آتی تھی۔ سردار ڈاکو اپنے ساتھیوں کو لے کر ویران محل کے کھنڈر کی دیوار پھاند کر اندر داخل ہو گیا۔ چاروں ڈاکو ویران محل کی دیوار کے ساتھ چھپ کر بیٹھ گئے۔ تلواریں ان کے ہاتھوں میں تھیں اور وہ گردنیں دیوار سے باہر نکالے اڑن طشتری کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس وقت خلائی لڑکیاں

ثالا، اوما شا اور تھیو سانگ تو اڑن طشتری میں [illegible] تھے۔ عنبر اور ناگ جنگل میں ایک چشمے کے کنارے بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ماریا بلی اڑن طشتری کے باہر چل پھر رہی تھی۔

سردار ڈاکو نے بلی کو دور سے دیکھا تو بولا

"یہ بلی ضرور اسی بھوت کی ہو گی۔ میں نے ادھر کسی جزیرے پر کبھی کوئی بلی نہیں دیکھی۔"

ماریا بلی گھومتی پھرتی جنگل کی طرف چلی گئی۔

اب اڑن طشتری بالکل ویران ویران لگ رہی تھی۔ جیسے وہاں کوئی نہ ہو۔ سردار ڈاکو نے اپنے خاص ساتھی سے کہا۔

"کیا خیال ہے ہمیں اس پراسرار گھر پر حملہ کر دینا چاہیئے یا اسی جگہ کچھ دیر رکنا چاہیئے؟"

اس کے ساتھی نے کہا۔

"سردار! یہ مکان مجھے آدم خور جنگلیوں کا لگتا ہے۔ وہی اس قسم کے زمین سے

اونچے مکان بنایا کرتے ہیں۔"

اتنے میں اُڑن طشتری کا دروازہ کھلا اور اس میں سے اوٹاشا ہاتھ میں ایک شیشے کا سلنڈر پکڑے باہر نکلی۔ ڈاکوؤں نے ایک نیلی وردی اور نیلے بالوں والی لڑکی کو "مکان" سے باہر نکلتے دیکھا تو ایک دوسرے کو سہمی ہوئی نظروں سے تکنے لگے۔

"سردار! یہ تو مجھے کوئی بھوت لگتا ہے۔ جس نے عورت کی شکل بدل رکھی ہے۔ اس کے بال نیلے ہیں۔ لباس بھی نیلا ہے۔"

"کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس بھوت نے مکان کی سیڑھیوں میں یہ کیا شے رکھی ہے۔"

اوٹاشا نے شیشے کے سلنڈر کو سیڑھی میں اس لیے رکھا تھا کہ اس میں جو محلول بھرا ہوا تھا۔ اس کو دن کی روشنی کی کرنوں کی ضرورت تھی جب سلنڈر پہ دن کی روشنی پڑی تو اس میں سے ہلکا ہلکا دھواں اُٹھنے لگا۔

یہ دیکھ کر ڈاکو گھبرا گئے کہ ہو سکتا ہے اس

سلنڈر میں سے کوئی جن نکل آئے۔ وہ دیوار سے ہٹ کر پیچھے کو چلے۔ پیچھے اس شکستہ کمرے کا دروازہ تھا۔ جس کے نیچے تہہ خانے کے تابوت میں نیلی لاش آنکھیں کھولے پڑی تھی۔ کیونکہ اِسے انسانوں کی تیز بُو آرہی تھی۔ سردار نے کمرے میں آکر دیواروں اور شکستہ چھت کو دیکھا تو کہا۔

"یہ تو کسی پرانے محل کا کمرہ ہے۔ ضرور اس میں کسی جگہ خزانہ دفن ہو گا۔ چلو پہلے اس خزانے کو تلاش کرتے ہیں۔"

جب انہیں کمرے کی دیوار میں سوراخ نظر آیا تو سردار کو یقین ہو گیا کہ خزانہ اس سوراخ کے اندر ہو گا۔ اس نے سوراخ میں سر ڈالا تو نیچے ایک زینہ جاتے دیکھا۔

"اندر زینہ ہے۔ یہی راستہ خزانے کو جاتا ہے۔"

سردار نے خود اندر جانے کی بجائے ایک ڈاکو کو نیچے بھیجا کہ جا کر دیکھے اندر خزانہ کہاں رکھا ہے۔

ڈاکو اندھیرے میں زینہ اتر کر تہہ خانے میں آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ وہاں ایک تابوت پڑا ہے۔ پاس ہی کسی لاش کا گلا سڑا پنجر بھی ہے۔ اس نے ڈرتے ڈرتے جھک کر تابوت کے ڈھکنے کو ہاتھ لگایا تو اندر سے نیلی لاش نے ایک دم سے ہاتھ باہر نکال کر ڈاکو کی گردن پکڑ لی۔

نیلی لاش کے ٹھنڈے یخ ہاتھ کی تیز انگلیاں ڈاکو کی گردن میں گھس گئیں۔ اور نیلی لاش نے انگلیوں کے ذریعے ڈاکو کے جسم کے خون کو اپنے اند جذب کرنا شروع کر دیا۔ ڈاکو کا جسم ایک دم سے سُن ہو کر پتھر ہو چکا تھا۔ پھر اس کی گردن ایک طرف کو گر پڑی۔

نیلی لاش نے ایک اور انسان کا شکار کر لیا تھا مگر ابھی اسے اوپر سے انسانوں کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

جب ڈاکو کو تہہ خانے میں گئے دیر ہو گئی تو سردار نے اوپر سے آواز دی۔

"کم بخت کہاں جا کر مر گئے؟ باہر کیوں نہیں آتے؟"

تہہ خانے سے کسی نے جواب نہ دیا۔ سردار کو تشویش ہوئی۔ اس نے دوسرے ڈاکو کو اس کے پیچھے تہہ خانے میں بھیجا۔ اس کا بھی وہی انجام ہوا جو پہلے کا ہوا تھا۔ یوں ایک ایک کر کے سارے ڈاکو نیلی لاش نے ہلاک کر دیئے۔ اب اکیلا سردار باہر رہ گیا۔ اس نے جب دیکھا کہ جو تہہ خانے میں جاتا ہے واپس نہیں آتا تو وہ ڈر گیا۔ کہ ضرور اس تہہ خانے میں بھوت رہتا ہے۔

سردار ڈاکو وہاں سے بھاگا۔

ویران محل کی دیوار پھاند کر وہ جنگل کے شمالی ساحل کی جانب تیز تیز چلنے لگا۔ جب وہ چشمے کے قریب سے گزرا تو ماریا بلی نے اسے دیکھ کر میاؤں میاؤں کیا۔ سردار ڈاکو اسی بلی کو دیکھ کر تلوار سے وار کرنے ہی لگا تھا کہ اچانک عنبر جھاڑیوں میں سے نکل کر اس کے سامنے آ گیا۔

"کون ہو تم؟" عنبر نے کہا۔

سردار ڈاکو نے اپنے سامنے ایک نوجوان انسان

ـــــ کو دیکھا تو اس کی خونخوار طبیعت پر وحشت
تا لب آ گئی۔ اس نے تلوار کو لہرا کر عنبر پر
وار کر دیا۔ عنبر نے ہاتھ سے تلوار کا وار روکا۔
تو تلوار اس کے ہاتھ سے ٹکرا کر دو ٹکڑے
ہو گئی۔ ایک ٹکڑا زمین پر گر پڑا دوسرا سردار
کے ہاتھ میں رہ گیا۔ سردار ڈاکو تو پریشان ہو
گیا کہ یہ کس قسم کا آدمی ہے کہ اس پر تلوار کے وار کا
اثر نہیں ہوا۔

عنبر نے کہا۔

"تم بحری ڈاکوؤں کے سردار ہو؟"

سردار ہکا بکا سا تھا۔ بولا۔

"ہاں۔ مگر تم کون ہو؟ کیا تم جزیرے
کا بھوت ہو؟"

عنبر مسکرایا۔

"تم یہی سمجھ لو۔ مگر میں تمہیں کچھ نہیں
کہوں گا۔ بہتر ہے کہ تم یہاں سے نکل
جاؤ"

سردار ڈاکو بولا۔

"اچھا میں چلا جاتا ہوں۔ مگر وعدہ کرو کہ

جس طرح تم میرے ساتھیوں کو ہڑپ کر
گئے ہو مجھے ہڑپ نہیں کرو گے"

عنبر نے کہا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں"

سردار ڈاکو ایک دم سے بھاگ کھڑا ہوا جب
وہ چلا گیا تو عنبر کو خیال آیا کہ اس کے ساتھی ڈاکوؤں
کو کس نے ہڑپ کیا ہے؟ عنبر نے یہ اس بحری
ڈاکو سے پوچھا ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے سوچا
کہ ہو سکتا ہے رات بارش میں اندھیرے کی
وجہ سے اس کے ساتھی ڈاکو کسی دلدل میں پھنس
کر غرق ہو گئے ہوں اور یہ کمزور آدمی یہی سمجھ
رہا ہو کہ اسے جزیرے کے بھوت نے نگل لیا
ہے۔

عنبر نے ماریا بلی کو گود میں اٹھایا اور جنگل میں
چشمے کے پار جا کر اسے بحری ڈاکو کا قصہ سنایا۔ س
نے کہا۔

"یہ ڈاکو وہی ہو گا جس کے ایک ساتھی کی
لاش ہمیں خزانے کے پاس ملی تھی۔ ہو
سکتا ہے یہ اپنے خزانے کے بارے

ن : کرنے آیا ہو۔ کہ اسے کسی نے
نکال تو نہیں لیا؟"
عنبر بولا
"خزانہ تو وہیں ہوگا۔ اس کو یہاں سے
کون نکالے گا۔ کم از کم ہمارے لیے تو
اس کا خزانہ بیکار ہے"
یونہی باتیں کرتے وہ اُڑن طشتری کی طرف
گئے
اوٹاشا اُڑن طشتری کی سیڑھیوں میں کھڑی
شیشے کے ستارے کو اُٹھا کر اسے دیکھ رہی تھی
ناگ نے پوچھا۔
"اوٹاشا بہن! تمہارا کام ٹھیک چل رہا
ہے؟"
اوٹاشا بولی۔
"کیوں نہیں۔ ایٹمی ری ایکٹر کا آدھا حصہ ٹھیک
ہو چکا ہے۔ ہم دن رات کام کر رہے
ہیں"
اوٹاشا اُڑن طشتری میں چلی گئی۔ عنبر اور
ناگ بھی اُڑن طشتری کی طرف چلے۔ ماریا بلی کو

عنبر نے کھلی ہوا میں سیر کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔
ماریا بلی پہلے تو وہیں گھاس پر درختوں کے نیچے
اِدھر اُدھر چلتی پھرتی رہی۔ پھر ایک خرگوش
کا پیچھا کرتی ویران محل کے کھنڈر میں آگئی۔ خرگوش
شکستہ کمرے میں کہیں جا کر غائب ہو گیا۔
ماریا بلی اسے اِدھر اُدھر تلاش کرنے لگی۔
اسے دیوار میں ایک سوراخ نظر آیا۔ اسے معلوم
تھا کہ یہ سوراخ تہہ خانے کی خلائی لاش والے
تابوت کو جاتا ہے۔ ماریا بلی نے سوچا کہ ہو سکتا
ہے۔ خرگوش نیچے گھس گیا ہو۔ ماریا بلی سوراخ
میں چھلانگ لگا کر سیڑھیوں پر سے اُچھلتی ہوئی تہہ
خانے میں آگئی۔
اس وقت تابوت کے اندر نیلی لاش جاگ
رہی تھی۔ ماریا بلی نے تابوت کے پاس چار پانچ
انسانوں کی بکھری ہوئی لاشیں دیکھیں۔ تو حیران سی
ہو کر رہ گئی۔ کہ یہ لاشیں کہاں سے آ گئیں؟ اس
اثنا میں تابوت کے اندر نیلی لاش کو انسان کی بُو
آ رہی تھی۔ یہ بُو اس ماریا کی تھی جو بلی کی شکل میں
ظاہر ہو گئی تھی۔ مگر اصل میں ایک انسان تھی۔ ماریا

بلی تابوت کے قریب ہی کھڑی تھی۔ اچانک تابوت کا ڈھکنا کھٹاک سے کھل کر دوسری طرف گر پڑا۔ اور اس سے پہلے کہ ماریا بلی وہاں سے بھاگتی نیلی لاش کے سرد یخ بستہ ہاتھ نے ماریا بلی کو گردن سے پکڑ کر تابوت میں کھینچ لیا۔

نیلی لاش کا ہاتھ لگتے ہی ماریا بلی کے جسم میں ایک انقلابی کیمیاوی تبدیلی رونما ہوئی اور پہلے تو اس کے جسم کے سارے بال اُڑ گئے۔ پھر اس کا جسم لمبا ہوا اور ایک دم سے بلی کے جسم نکل کر الگ ہو گیا۔ ماریا نے دیکھا کہ وہ تابوت کے اندر ہی ہے۔ اور نیلی لاش کے ہاتھ میں ایک بلی کی مردہ لاش پڑی ہے۔

ماریا اب بلی نہیں رہی تھی۔ وہ تابوت سے باہر کو نکلنے لگی تو اسے محسوس ہوا کہ اس کے آگے پتھر کی نظر نہ آنے والی سخت دیوار کھڑی ہے ماریا کا جسم نظر نہیں آ رہا تھا۔ نیلی لاش کے کیمیاوی لمس سے اس پر کیا گیا طلسم ٹوٹ گیا تھا مگر وہ ایک دوسری مصیبت میں پھنس گئی

تھی۔

نیلی لاش اب آہستہ آہستہ بے حس ہو رہی تھی۔ ماریا تابوت کے اندر ہی تھی۔ اگرچہ تابوت کا ڈھکنا کھلا تھا مگر ماریا اس سے باہر نہیں نکل سکتی تھی۔ کیونکہ تابوت کے اوپر ماریا کے لیے نظر نہ آنے والی دیوار آگئی تھی۔ ماریا نے کتنی ہی بار تابوت میں سے اوپر اُٹھنے کی کوشش کی مگر وہ کسی ان دیکھی دیوار سے ٹکرا کر تابوت میں لاش پر واپس گر پڑتی۔

اس دوران میں لاش نے گلنا سڑنا شروع کر دیا۔ خدا جانے اس پر یہ ماریا بلی کے لمس کا اثر تھا۔ کہ اس کا گلنے سڑنے کا عمل شروع ہو گیا تھا۔ اور یہ عمل بڑی تیزی سے جاری تھا۔ ماریا کے دیکھتے دیکھتے خلائی لاش گل سڑ کر تابوت میں سے غائب ہو گئی۔ اب وہاں تابوت کی تہہ میں مٹی کی ایک باریک سی تہہ پڑی تھی۔

ماریا کی جان عجیب مصیبت میں پڑ گئی تھی۔ نہ وہ باہر نکل سکتی تھی اور نہ کسی کو آواز دے سکتی تھی۔ کیونکہ اس کی آواز بھی ختم ہو چکی تھی۔

اسے عنبر ناگ ماریا اور تھیوسانگ کی خوشبو بھی نہیں
آرہی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ ماریا کی خوشبو بھی
ان کو نہیں جا رہی ہو گی۔

ماریا سخت مایوس ہو کر تابوت میں لیٹ گئی۔

ادھر بحری ڈاکوؤں کا سردار کشتی میں بیٹھ کر اپنے
جہاز کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ وہ اس بھوت کے
جزیرے سے اس قدر خوف زدہ ہوا تھا۔ کہ اس نے
فیصلہ کر لیا تھا کہ اب اگلے برس ہی اپنا خزانہ نکالنے
وہاں آئے گا۔

آسمان پر بادل آہستہ آہستہ گہرے ہوتے گئے
شام سے تھوڑی دیر پہلے ایک بار پھر جزیرے
پر بوندا باندی شروع ہو گئی۔ عنبر ناگ اُڑن طشتری
کی طرف جانے لگے تو انہیں ماریا بلی کا خیال آیا کہ وہ
کہاں چلی گئی ہے۔

انہوں نے اُڑن طشتری میں اوٹاشا سے
پوچھا تو اس نے بتایا کہ ماریا بلی وہاں نہیں ہے۔

عنبر ناگ نے ماریا بلی کی تلاش شروع کر دی
انہوں نے بوندا باندی میں جزیرے کا سارا جنگل

چھان مارا۔ ماریا کو آوازیں بھی دیں مگر ماریا بلی کہیں
نہ ملی۔ اب تو انہیں فکر لگی کہ ماریا بلی کہاں غائب
ہو گئی۔ تھیوسانگ اور اوٹاشا وغیرہ اُڑن طشتری میں
تھے۔ جب انہیں پتہ چلا کہ ماریا بلی گم ہو گئی ہے۔
تو وہ بھی اُڑن طشتری سے نکل آئے۔ اور اسے
ڈھونڈھنے لگے۔

ایک جگہ باقی رہ گئی تھی اور وہ جگہ ویران محل
تھا۔ یہ سارے دوست ویران محل میں آ گئے۔
تہہ خانے میں بھی ماریا بلی نہیں تھی۔ عنبر نے تابوت
میں جھانک کر کہا۔

"ارے لاش تو مٹی بن چکی ہے"

ماریا نے چلا کر کہا۔

"عنبر! میں تو یہاں ہوں"

مگر اس کی آواز کسی نے نہ سنی۔ وہ تابوت کے
شیشے کی دیوار سے باہر بھی نہیں نکل سکتی تھی۔ خلائی
لڑکیوں اوٹاشا اور نٹالا نے غور سے تابوت میں دیکھا
اوٹاشا نے کہا۔

"یہ کیمیکلز کا ری ایکشن ہے لاش ختم ہو چکی
ہے"

تھیو سانگ بولا

"مگر ماریا کہاں گم ہو گئی؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

ناٹالا نے کہا۔

"کہیں وہ کسی گڑھے میں تو نہیں گر گئی۔"

ناگ نے کہا۔

ہم نے جزیرے میں ہر جگہ اُسے تلاش کر کے دیکھا ہے گڑھوں، کھڈوں، اور غاروں میں بھی ڈھونڈھا ہے۔ وہ کہیں نظر نہیں آئی۔"

تھیو سانگ کہنے لگا۔

"کہیں وہ تمہارا بحری ڈاکو اسے اپنے ساتھ تو اغوا کر کے نہیں لے گیا؟"

سب ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ ایسا ہو سکتا تھا۔ ناگ لپک کر ساحل سمندر کی طرف گیا۔ وہاں کوئی جہاز نہیں تھا۔ جہاز سمندر میں کہیں کا کہیں پہنچ چکا تھا

دوسرے دن بھی انہوں نے ماریا کی تلاش جاری

رکھی۔ ماریا انہیں کیسے مل سکتی تھی۔ جبکہ وہ ویران محل کے تابوت میں قید تھی اور غیبی حالت میں ہونے کے باوجود تابوت سے باہر نہیں آ سکتی تھی۔

عنبر نے ناگ سے کہا۔

"میرا خیال ہے ماریا بی کو ضرور ڈاکوؤں کا سردار اغوا کر کے اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ اس کا جہاز سمندر میں ہی ہو گا۔ تم عقاب بن کر اس کے جہاز پر جا کر ماریا کا سراغ لگاؤ۔"

ناگ تیار ہو گیا۔ کیونکہ ماریا کی اسے بھی بہت فکر تھی۔ وہ عقاب بن کر اُڑا اور جس طرف بحری ڈاکوؤں کا جہاز گیا تھا۔ اس طرف روانہ ہو گیا۔ ناگ کی رفتار اتنی تیز تھی کہ دو گھنٹے کے بعد اسے دُور بحری ڈاکوؤں کے جہاز کا کالا جھنڈا مستول پر پھڑپھڑاتا نظر آیا۔

ناگ نے جہاز کے اوپر پہنچ کر دو چکر لگائے۔ تو ڈاکوؤں نے خوشی سے شور مچا دیا کہ عقاب کو زندہ پکڑو۔ سردار بھی کیبن سے نکل کر عرشے پر آ گیا۔

ناگ جان بوجھ کر ایک لکڑی کے صندوق پر آ کر بیٹھ گیا۔

سردار نے بازو اٹھا کر کہا۔

"یہ بڑا قیمتی عقاب ہے اسے پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔"

ناگ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ چنانچہ ڈاکوؤں نے اسے بڑی آسانی سے پکڑ لیا اور سردار کے پاس لے آئے۔ سردار اتنی اعلیٰ قسم کے عقاب کو پا کر بہت خوش ہوا۔ اس نے عقاب کی ٹانگ میں چاندی کی زنجیر باندھ کر اپنے کاندھے پر بٹھا لیا اور خوشی خوشی اپنے کیبن کی طرف چلا۔ کیبن میں سردار نے ناگ کو ایک سنہری پنجرے میں بند کر دیا اور پنجرے کے اندر بھُنی ہوئی مچھلی کے دو ٹکڑے رکھ دیئے۔

جب شام ہوئی اور کیبن میں اندھیرا سا ہوا تو ناگ نے پنجرے کے اندر ہی اپنی شکل چھوٹے سانپ کی بنائی اور رینگتا ہوا پنجرے سے نکل کر کیبن سے باہر راہ داری میں آ گیا۔ راہ داری میں دور ایک لیمپ جل رہا تھا۔ ناگ ماریا جی کی کھوج میں تھا۔ گرم موسم ہونے کی وجہ سے سارے ڈاکو جہاز کے اوپر عرشے پر بیٹھے گپ شپ کر رہے تھے۔

ناگ نے ایک ایک کر کے نیچے کے سارے کیبن

دیکھ لیے۔ اسے ماریا کا کہیں کوئی سراغ نہ ملا۔ اسے کچھ کچھ یقین ہو چلا تھا کہ یہاں ماریا نہیں ہے۔ ناگ واپس سردار کے کیبن کی طرف لوٹ رہا تھا کہ اسے ایک کیبن کے ادھ کھلے دروازے میں سے روشنی کی لکیر باہر آتی نظر آئی۔ پہلے یہ کیبن بند تھا اور ناگ اس کے اندر نہیں گیا تھا۔ ناگ نے ادھ کھلے دروازے میں سے اپنی سانپ والی چھوٹی سی گردن بڑھا کر اندر دیکھا۔

اس نے کیبن میں ایک سانولے نوجوان کو دیکھا کہ اسے رسیوں میں جکڑ دیا گیا تھا۔ وہ ایک لکڑی کے ستون کے ساتھ بندھا تھا اور ایک ڈاکو خنجر کی نوک اس کی گردن پر رکھے کہہ رہا تھا۔

"اگر تم سردار کی بجائے مجھے بتا دو کہ تمہارے باپ نے اپنی حویلی میں جواہرات کا صندوق کہاں چھپا رکھا ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ سردار سے بھی اس کا ذکر نہیں کروں گا اور تمہیں افریقہ پہنچ کر فرار کروا دوں گا۔"

نوجوان نے خشک آواز میں کہا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ میرے باپ نے جواہرات

کا صندوق مرنے سے پہلے کسی کو دیا تھا۔ وہ
مجھ سے ناراض رہتا تھا۔ اس لیے مجھے اپنا
خزانہ کبھی نہیں دے سکتا تھا۔"

ڈاکو نے خنجر کی نوک نوجوان کی گردن میں چبھوئی تو
اس کی ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ ڈاکو بولا۔

"سردار تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ وہ تمہارے
باپ کی حویلی کے شہر کی طرف جا رہا ہے۔ جواہرات
کا صندوق ملا یا نہ ملا۔ وہ دونوں صورتوں میں
تمہیں مار ڈالے گا۔ اگر تم جواہرات کا راز
مجھے بتا دو تو تمہاری جان بچانے کا میں وعدہ
کرتا ہوں۔ میں تمہیں یہاں سے نکال دوں
گا۔"

مگر نوجوان ہر بار یہی کہتا رہا کہ اسے کچھ معلوم نہیں
ہے۔ ڈاکو نے نوجوان کے منہ پر زور سے ایک
مکا مارا۔ نوجوان کی چیخ نکل گئی۔ ناگ یہ سب کچھ
دروازے کی اوٹ میں چھپا دیکھ رہا تھا۔ اسے نوجوان
کی بے بسی پر بہت ترس آیا۔ یہ سنگ دل وحشی ڈاکو
اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ناگ نے سوچا اور اس
کا دل بد نصیب قیدی نوجوان کے لیے ہمدردی سے لبریز

ہو گیا۔ وہ ایک بے گناہ نوجوان تھا۔

ڈاکو نوجوان کو پیٹ رہا تھا۔ اس کے منہ پر
بار بار ہاتھ رکھ دیتا تاکہ اس کی چیخوں کی آواز باہر
نہ جائے۔ پھر کہنے لگا۔

"میں جاتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد پھر آؤں
گا۔ اگر تم نے تب مجھے جواہرات کا راز
نہ بتایا تو میں تمہیں اسی جگہ ہلاک کر ڈالوں
گا۔"

یہ کہہ کر ڈاکو کیبن سے باہر نکل گیا۔ اس کے
جانے کے بعد ناگ نے انسانی شکل بدلی اور کیبن میں
داخل ہو گیا۔ نوجوان کے ہونٹوں میں سے خون کی
پتلی سی لکیر بہنے لگی تھی۔ چراغ کی دھیمی روشنی
میں اس کا چہرہ مردہ لگ رہا تھا۔ ناگ کو ایک نظر
دیکھ کر نوجوان نے بیزاری سے کہا۔

"تم بھی مجھے اذیت دے لو۔ تم اس کے
ساتھی ہو۔ مگر مجھے جواہرات کے راز
کا علم نہیں ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں۔"

ناگ نے بڑی شفقت سے کہا۔

"بھائی میں ڈاکو نہیں ہوں۔"

نوجوان نے تعجب سے ناگ کی طرف دیکھا اور بولا۔

"اگر تم ڈاکو نہیں ہو تو ان کے ساتھی ہو گے۔"

ناگ نے کہا۔

"میں ان کا ساتھی بھی نہیں ہوں۔ بس یہ سمجھ لو کہ میں غلطی سے ڈاکو کے جہاز پر چڑھ گیا تھا۔ اب یہاں چھپا بیٹھا تھا کہ تمہاری چیخوں کی آواز سن کر آ گیا۔ تمہارے اور ڈاکو کے درمیان جو باتیں ہوئی ہیں میں نے سن لی ہیں۔"

نوجوان رحم طلب نظروں سے ناگ کی طرف دیکھنے لگا۔

"بھائی! کیا تم مجھے یہاں سے نکال سکتے ہو۔ تم کسی طرح میری رسیاں کھول دو۔ میں جہاز کے اوپر جا کر سمندر میں چھلانگ لگا دوں گا۔ ان ڈاکوؤں کے ہاتھوں مرنے سے بہتر ہے کہ میں مچھلیوں کا نوالہ بن جاؤں۔"

ناگ نے اسے حوصلہ دیا اور کہا۔

"تمہیں سمندر میں چھلانگ لگا کر خودکشی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہیں یہاں سے زندہ سلامت نکالنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن میری ایک شرط ہے۔"

"وہ کیا ہے میرے بھائی؟" نوجوان نے پوچھا۔

ناگ نے کہا۔

"میں جیسے کہوں۔ ویسے ہی کرنا۔ میری کسی بات کوئی سوال نہ کرنا۔"

نوجوان نے کہا۔

"مجھے منظور ہے بھائی، مگر یہ تو سنگ دل وحشی ڈاکوؤں کا جہاز ہے۔ تم خود یہاں پھنسے ہوئے ہو۔ مجھے کیسے نکالو گے؟"

ناگ بولا۔

"یہ کام تم مجھ پر چھوڑ دو۔"

اتنا کہنے کے بعد ناگ نے نوجوان کی رسیاں کھول کر اسے آزاد کر دیا۔ کپڑے سے اس کے ہونٹوں پر بہتا ہوا خون پونچھا اور کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔"

ناگ کے ساتھ وہ نوجوان بھی سہما سہما سا باہر راہداری میں نکل آیا۔

ناگ اسے لے کر سردار کے کیبن میں آگیا۔

"یہ تو سردار کا کیبن ہے۔ وہ آرہا ہو گا۔ یہ تم مجھے گڑھے سے نکال کر کنوئیں میں لے آئے ہو۔"

ناگ نے کہا۔

"خاموشی سے اس پلنگ کے نیچے چھپ جاؤ۔ اور خبردار آواز مت نکالنا۔"

نوجوان فوراً سردار ڈاکو کے پلنگ کے نیچے رینگ کر چھپ گیا۔ ناگ رینگ کر سنہری پنجرے میں گھس گیا اور پنجرے میں جاتے ہی اس نے ایک بار پھر عقاب کی شکل اختیار کر لی

اتنے میں باہر شور سا مچا سردار چلا چلا کر کہہ رہا تھا۔

"کمینو تم نے میری سونے کی مرغی غائب کر دی ہے۔ وہ رسیاں کھول کر بھاگ گیا ہے۔ وہ اسی جہاز میں کہیں چھپا ہو گا۔ اسے

فوراً پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔"

ڈاکوؤں کے ادھر ادھر بھاگنے کی آوازیں آئیں پھر کیبن کا دروازہ کھلا۔ اور سردار ڈاکو غصے میں پھنکارتا داخل ہوا اور بستر پہ بیٹھ گیا۔

وہ اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا۔

"سب حرامی ہیں۔ گدھے ہیں۔ ان سے ایک قیدی نہیں سنبھالا گیا۔"

اب ناگ نے سوچا کہ اگر وہ اپنا آپ سردار پہ ظاہر کرتا ہے۔ تو وہ اسے بھوت سمجھ کر پہلے تو شاید ڈر جائے مگر پھر وہ اسے تلوار کا وار کر کے ہلاک بھی کر سکتا ہے۔ اسے کسی حکمت عملی سے کام لینا چاہیے تھا۔ لیکن پلنگ کے نیچے چھپے ہوئے نوجوان نے سارا کام خراب کر دیا۔

ایسا ہوا کہ سردار ڈاکو چونکہ پریشان تھا اس لیے اٹھ کر کیبن میں ٹہلنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ اس نے غصے میں جھلا کر تلوار کو زور سے میز پر مارا تو پلنگ کے نیچے چھپے ہوئے نوجوان کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ سردار ایک دم سے چونک پڑا۔ اس نے ٹانگ سے پلنگ کو دوسری طرف الٹ دیا۔

نیچے اُسے اپنا قیدی چھپا ہوا دکھائی دیا۔ وہ خوف
سے کانپ رہا تھا۔

سردار نے تلوار اوپر اٹھائی اور گرجا
"تمہاری یہ ہمت کہ میرے پلنگ کے نیچے
چھپو۔ تم ضرور مجھے ہلاک کرنے آئے تھے۔
میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا"

وحشی سردار پر غصّے کا بھوت سوار تھا۔ وہ نوجوان
پر تلوار کا وار کرنے ہی والا تھا کہ ناگ سانس کھینچ
کر سانپ کی شکل میں پنجرے میں سے اچھل کر سردار
کی گردن سے لپٹ گیا اور اپنا پھن اس کے منہ کے
بالکل سامنے پھیلا دیا۔

یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا کہ سردار کی سمجھ میں
کچھ نہ آیا کہ یہ سانپ کیبن میں کہاں سے نکل کر اس
کی گردن کے ساتھ لپٹ گیا ہے۔ اگرچہ تلوار اس
کے ہاتھ میں تھی۔ مگر سانپ کا پھن اس کے منہ کے
سامنے تھا۔ وہ سانپ پر حملہ کرتا ہے تو سانپ ایک
سکینڈ میں اس کے ماتھے پر ڈس کر اسے ہلاک
کر سکتا ہے۔

نوجوان قیدی بھی ایک طرف سمٹ گیا تھا اور دہشت

زدہ تھا۔

سردار کو پسینہ آگیا۔ وہ ڈرتے ڈرتے قدم
اٹھاتا کھسکتا ہوا کونے میں رکھی لکڑی کی کرسی پر جا
کر آہستہ سے بیٹھ گیا۔ ناگ ابھی تک اس کی
گردن سے لپٹا ہوا تھا۔

سردار کرسی پر بیٹھا تو ناگ نے ایک پھنکار
ماری اور اس کی گردن سے اچھل کر اس کے سامنے
اپنی اصلی انسانی شکل میں ظاہر ہو گیا۔ ناگ نے لپک
کر تلوار اٹھا لی اور اس کی نوک سردار کی گردن
پر رکھ دی۔

پھر اس نے نوجوان قیدی سے کہا۔
"بچھونے کی چادر سے سردار کو کرسی کے
ساتھ باندھ دو!"

نوجوان نے جلدی سے بچھونے پر سے چادر
اٹھائی اور سردار کو کرسی کے ساتھ باندھ دیا۔ سردار
نے پہلی بار ایک سانپ کو انسان بنتے دیکھا تھا۔
وہ تو دہشت زدہ ہو چکا تھا۔ اس کا حلق خشک
ہو رہا تھا۔ ناگ نے سردار کے منہ میں کپڑا ٹھونس
دیا تاکہ وہ کوئی آواز نہ نکال سکے۔ اب ناگ نے

نوجوان کو ساتھ لیا اور کیبن سے باہر نکلا۔ راہ داری
خالی تھی۔ اس نے کیبن کا دروازہ بند کر کے کنڈی
چڑھا دی اور نوجوان سے کہا۔

"میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔"

نوجوان نے ایسا ہی کیا۔ وہ ناگ کو کوئی بہت
بڑا جادوگر سمجھ رہا تھا۔ ناگ اس زینے کی طرف
بڑھا۔ جو اوپر جہاز کے عرشے پر جاتی تھی۔ اچانک
یک ڈاکو اس کے سامنے آگیا۔ اس سے پہلے کہ
وہ چلا کر دوسروں کو خبردار کرتا ناگ سانپ
ن کر اچھلا اور ڈاکو کی گردن پر ڈس دیا۔ ڈاکو دھڑام
سے نیچے گر پڑا۔

ناگ زینے کی طرف بڑھا۔ وہ دوبارہ انسانی شکل
بن آگیا تھا۔ عرشے پر ڈاکو ایک دوسرے کو پکارتے
ہوئے مفرور نوجوان کو ڈھونڈھ رہے تھے۔ ناگ
نے زینے کے اوپر والے دروازے میں سے
جھانک کر باہر دیکھا۔ آسمان پر تارے چمک رہے
تھے۔ عرشے پر دور ایک چراغ روشن تھا۔ ناگ
نے نوجوان کو سرگوشی میں کہا۔

"میرے پیچھے نکل کر جہاز کی پچھلی طرف بڑھنا۔"

ناگ جھک کر جہاز کے عرشے پر پیچھے کی طرف
بڑھا۔ نوجوان اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ جہاز کے پچھلے
حصے میں اندھیرا تھا۔ تیز ہوا چل رہی تھی۔ جہاز سمند
لہروں پر ڈولتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ ناگ عرشے کے
لکڑی کے فرش پر کمانڈو کی طرح رینگ کر جہاز
کے عقبی حصے میں پہنچا تو اس کا پاؤں ایک رسی
میں الجھ گیا۔ یہ رسی ایک ڈھول کے ساتھ بندھی
تھی۔ جو لکڑی کے بڑے بکس پر رکھا تھا۔ یہ ڈھول
زوردار آواز پیدا کرتا نیچے گر پڑا۔ دوسری طرف
ڈاکو چوکس ہو گئے اور جہاز کے پچھلے حصے کی طرف
دوڑے۔

ان میں سے ایک کے ہاتھ میں لیمپ تھا۔
اس نے لیمپ کی روشنی آگے ڈالی تو اسے
نوجوان قیدی کے ساتھ ایک دوسرا آدمی بھی
نظر آیا۔

اس نے چیخ کر کہا۔

"قیدی یہاں پر ہے۔"

ڈاکو تلواریں لہراتے ناگ اور نوجوان کی طرف
دوڑ پڑے۔

پھر کیا ہوا ؟

اس کے لیے آپ عنبر ناگ ماریا کی اگلی قسط نمبر ۱۲۱ "خوفناک مقابلہ" پڑھیے جو سنسنی خیز دلچسپ اور حیران کر دینے والے واقعات سے بھرپور ہوگی۔

○

"غیبی لاش" عنبر ناگ ماریا کا نمبر ۱۲۵ خاص نمبر ہوگا
صفحات تقریباً ۴۰۰ سے زائد قیمت -/۲۴ روپے
اگست ۱۹۸۶ میں شائع ہوگا۔

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

۱۔ وشش سے ملاقات	۵/-	۲۲۔ ناگ عنبر مقابلہ	۵/-
۲۔ جہاز ڈوب گیا	۵/-	۲۳۔ وشش کی چیخ	۵/-
۳۔ سمندر کی چڑیل	۵/-	۲۴۔ آسیب کی رات	۵/-
۴۔ [illegible] کی پجارن	۵/-	۲۵۔ [illegible]	[illegible]
۵۔ ناگ لندن میں	۵/-	۲۶۔ [illegible]	۵/-
۶۔ تابوت میں سانپ	۵/-	۲۷۔ ماریا اور جادوگر سانپ	۵/-
۷۔ موت کا دریا	۵/-	۲۸۔ نقلی ناگ کی سازش	۵/-
۸۔ سانپ کا انتقام	۵/-	۲۹۔ بابل کی بدروحیں	۵/-
۹۔ سانپ کی آواز	۵/-	۳۰۔ قبر کی دلہن (خاص نمبر)	[illegible]
۱۰۔ ناگ کا قتل	۵/-	۳۱۔ آدھی کھوپڑی [illegible]	[illegible]
۱۱۔ شاہ [illegible] کا خزانہ	۵/-	۳۲۔ ناگ ناگن مقابلہ	۶/-
۱۲۔ پتھر کا [illegible]	۵/-	۳۳۔ ایک آنکھ والی عورت	۶/-
۱۳۔ [illegible] کا بھوت	۵/-	۳۴۔ فرعون کی شہزادی	۶/-
۱۴۔ [illegible] کا جزیرہ	۵/-	۳۵۔ سانپوں کا دربار	۶/-
۱۵۔ سیاہ پوش سایہ	۵/-	۳۶۔ [illegible]	۶/-
۱۶۔ انسانی ممی	۵/-	۳۷۔ عقرب دیوتا کا پجاری	۶/-
۱۷۔ سانپوں کا جنگل	۵/-	۳۸۔ [illegible] زندہ ہاتھ	۶/-
۱۸۔ ماریا اور [illegible]	۵/-	۳۹۔ عنبر [illegible] میں	۶/-
۱۹۔ [illegible]	۵/-	۴۰۔ چڑیلوں کی [illegible]	۱۲/-
۲۰۔ [illegible] کا انتقام	۵/-	۴۱۔ [illegible]	۱۰/-
۲۱۔ ناگ اور جادوئی ترشول	۵/-	۴۲۔ [illegible] کا [illegible]	۶/-

عنبر ناگ ماریا کیپٹن اور خلا میں

اے حمید

نیا مکتبہ اقرا

۱۴۔ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور ۔ ۸